الحمد للہ خالق الارض والسموات

کہ

جلد پنجم

از کتاب لاجواب مفید شیخ و شاب مسمی بہ

مرآۃ المناجیح

اردو ترجمہ و شرح

مشکوٰۃ المصابیح

تاریخی نام

ذوالمرات

مصنف حضرت حکیم الامت مولانا الحاج مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی اشرفی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ گجرات

صاحبزادہ اقتدار احمد خاں مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ النِّكَاحِ ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ

نکاح کا بیان[1] ۔ پہلی فصل ۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے جوانوں کی جماعت[2] تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھے وہ ضرور نکاح کرے[3] کیونکہ نکاح نگاہ نیچی کرنے والا ہے اور شرمگاہ کا محافظ[4] اور جو طاقت نہ رکھے وہ روزے لازم کرے کہ یہ روزے اس کی حفاظت ہیں[5]

[1] نکاح نکح سے بنا بمعنی ضم یعنی ملانا چونکہ نکاح کی وجہ سے دو شخص یعنی خاوند بیوی دائمی مل کر زندگی گزارتے ہیں بلکہ نکاح سے عورت و مرد کے خاندان بلکہ قبیلے کبھی ملک مل جاتے ہیں اس لیے اسے نکاح کہتے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں یہ لفظ مشترک ہے صحبت و عقد دونوں پر بولا جاتا ہے۔ نکاح کا رکن زوجین کا ایجاب و قبول ہے، شرط دو گواہ۔ نکاح اور ایمان یہ دو ایسی عبادتیں ہیں جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوئیں اور تا قیامت رہیں گی۔ نکاح بہترین عبادت ہے کہ اس میں نسل انسانی کا بقا ہے یہ ہی صالحین و ذاکرین و عابدین کی پیدائش کا ذریعہ ہے۔ نکاح انسان مرد کا صرف انسان عورت ہی سے ہو سکتا ہے دوسری جنس سے ہو سکتا ہے نہ پری انسان سے نہ کسی جانور سے کیونکہ نکاح میں ہم جنس ہونا شرط ہے (درمختار شامی)۔ جنت میں مسلمان مردوں کا نکاح حوروں سے یہ وہاں کی خصوصیات سے ہے حوریں انسان یعنی اولاد آدم نہیں اسی لیے آدم علیہ السلام کو جب جنت میں رکھا گیا تو انہیں وہاں کے پھل وغیرہ کھانے کی تو اجازت تھی مگر حوروں کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہ تھی بلکہ ان کو ہم جنس حوا پیدا فرمائی گئیں نیز ادریس علیہ السلام اور شہداء کی روحیں جو جنت میں ہیں انہیں وہاں کھانے پینے کی اجازت ہے مگر حوروں کی اجازت نہیں یہ اجازت بعد قیامت ہوگی کیونکہ قیامت سے پہلے نکاح کے لیے جنسیت شرط ہے۔ بعض ابوحنیفہ کا قول ہے کہ انسان مرد کا نکاح جنیہ عورت سے جائز ہے اس کے عکس نہیں مگر اس پر فتویٰ نہیں (درمختار)۔ خیال رہے کہ نکاح بحالت سکون سنت ہے اور اندیشہ زنا یعنی زیادہ جوش کی حالت میں فرض، اور نامرد پر حرام جو عورت کے خرچ پر قادر نہ ہو یا جو ظلم کا صحیح اندیشہ کرتا ہو اس کے لیے مکروہ (مرقات، اشعۃ اللمعات، درمختار وغیرہ)۔ [2] معشر عشیرۃ سے بنا بمعنی کنبہ، قبیلہ، گروہ، یہاں تیسرے معنی میں ہے یعنی گروہ۔ شباب شاب بمعنی جوان کی جمع ہے فاعل کی جمع بروزن فعال آتی ہے۔ بلوغ سے تیس سال کی عمر جوانی کی ہے شوافع کے نزدیک چالیس سال تک جوانی ہے۔ انسانی عمر کی حدود اور ان کے نام ہماری تصنیف حاشیۃ القرآن میں دیکھئے۔ جوانوں سے اسی لیے خطاب فرمایا کہ ان کا ضعف نفس انہی کے لائق ہے۔ [3] باءۃ، باءت، باہۃ، باہ، ان چاروں لفظوں کے ایک ہی معنی ہیں گھر یا منزل، پھر صحبت یا نکاح پر بھی یہ لفظ بولا جانے لگا اس لیے کہ گھر کی ضرورت ہوتی ہے اسی سے ہے بوا۔ یبوء لوٹنے کے معنی میں یہاں مضاف پوشیدہ ہے یعنی جو نکاح کے مصارف کی طاقت رکھے یہ امر سنیت کے لیے ہے یعنی جس میں نکاح کے مصارف برداشت کرنے کی طاقت ہو وہ نکاح کرے یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ نوافل سے نکاح افضل ہے شوافع کے ہاں نوافل میں مشغول رہنا نکاح سے افضل ہے۔ [4] یعنی بیوی والا آدمی پاکدامن و نیک ہوتا ہے کہ وہ غیر عور

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ رَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ التَّبَتُّلَ وَلَوْ اَذِنَ لَهٗ لَاخْتَصَيْنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَ لِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان ابن مظعون کو بے نکاح رہنے کی اجازت نہ دی[1] اگر آپ انہیں اس کی اجازت دے دیتے تو ہم خصی ہو جاتے[2] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت سے چار وجہوں سے نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال پر خاندان پر حسن پر اور دین پر تم دین والی کو اختیار کرو[3] تمہارے ہاتھ گرد آلود ہوں[4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے

کو گھٹاتا ہے۔ وہ اس کا دل بدکاری کی طرف مائل ہوتا ہے۔ غرضیکہ نکاح آدمی کے لیے حفاظتی قلعہ ہے [5] وِجَاءٌ کے معنی ہیں خصیے کوٹ دینا جس سے نامرد ہو جائے یعنی روزہ انسان کی شہوت کو اس طرح مار دیتا ہے جیسے خصی کر دینا۔ کیونکہ بھوک سے نفس ضعیف ہوتا ہے اور شہوت قوت نفس سے زیادہ ہوتی ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ نفس کو توڑنے کے لیے بھوک سے زیادہ کوئی چیز نہیں اسی لیے قریباً ہر دین میں روزہ کا حکم ہے۔

[1] یعنی حضرت عثمان ابن مظعون نے جو سرداران مہاجرین سے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ترک دنیا کی زندگی گزارنے کی اجازت چاہی کہ نکاح نہ کریں ساری عمر عبادات و ریاضات میں گزاریں۔ حضور علیہ السلام نے اس سے منع فرمادیا۔ خیال رہے کہ تبتل بنا ہے بتل سے بمعنی انقطاع و علیحدگی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا۔ اب دنیا سے علیحدگی کو تبتل کہا جاتا ہے۔ اسی سے ہے بتول حضرت مریم علیہا السلام کو بتول کہتے ہیں کہ وہ نکاح سے علیحدہ رہیں۔ فاطمہ زہرا کا لقب بھی بتول ہے کہ آپ دنیاوی الجھنوں سے علیحدہ رہیں کبھی دنیا میں دل نہ لگایا۔ [2] یا تو خصی ہونے سے ظاہری معنی مراد ہیں کہ ہم لوگ ترک دنیا کے لیے خود کو خصی کر لیتے ہیں شاید ان بزرگوں کو اس وقت یہ مسئلہ معلوم نہ تھا کہ انسان کو اور حرام جانوروں کو خصی کرنا حرام ہے اور حلال جانوروں کا خصی کرنا ان کے بچپن میں جائز ہے بڑے ہونے پر حرام اس لیے یہ فرما رہے ہیں یا خصی ہونے سے مراد ہے بالکل ہی عورتوں سے علیحدگی یعنی ہم گویا خصی ہو جاتے (لمعات و مرقات) یہ حدیث بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ نوافل سے نکاح افضل ہے۔ احادیث شریفہ میں نکاح کے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں خود ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بتاتا ہے کہ نکاح اعلیٰ عبادت ہے ورنہ حضور ترک دنیا کی زندگی گزارتے لہذا قول امام اعظم بہت قوی ہے۔ [3] یعنی عام طور پر لوگ عورت کے مال، جمال اور خاندان پر نظر رکھتے ہیں انہی چیزوں کو دیکھ کر نکاح کرتے ہیں مگر تم عورت کی شرافت و دینداری تمام چیزوں سے پہلے دیکھو کہ مال و جمال فانی چیزیں ہیں دین لازوال دولت ہے نیز دیندار ماں دیندار بچے جنتی ہے ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا۔ شعر

بے ادب ماں باادب اولاد جن سکتی نہیں — معدن زر معدن فولاد بن سکتی نہیں

عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَّخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْاِبِلَ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ اَحْنَاهُ عَلٰى وَلَدٍ فِيْ صِغَرِهٖ وَاَرْعَاهُ عَلٰى زَوْجٍ فِيْ ذَاتِ يَدِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا ایک برتنے کا سامان ہے[1] اور دنیا کا بہترین سامان نیک بی بی ہے[2] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سواری کرنے والی عورتوں میں سے اچھی عورتیں قریش کی نیک عورتیں ہیں[3] اولاد پر بچپن میں بہت مہربان اور خاوند کے قبضہ مال کی بہترین محافظ[4] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مال ناگن جیسی ہے تو اولاد سنپنی جیسی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں۔ شعر

چو رہ باشی نہاں شو از بس حصر ۔ گر دو آغوش شبیہے بگیری

[2] یعنی اگر تم ہمارے اس فرمان پر عمل کرو تو پریشان ہو جاؤ گے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو عورت کا صرف مال دیکھ کر نکاح کریگا وہ فقیر رہے گا۔ جو صرف خاندان دیکھ کر نکاح کریگا وہ ذلیل ہوگا اور جو دین دیکھ کر نکاح کرے گا اسے برکت دی جائے گی (مرقات) مال ایک جھٹکے میں چلا، ایک بیماری میں جاتا رہتا ہے مال کر انسان اسے بہت کچھ چھوڑ جاتا ہے رب تعالی فرماتا ہے قل متاع الدنیا قلیل۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر دنیا دین سے مل جائے تو لازوال دولت ہے قطرے کو ہزار قطرے ہیں دریا سے مل جائے تو روانی طغیانی سب کچھ اس میں آجاتی ہے اور خطرات سے باہر ہو جاتا ہے[2] کیونکہ نیک بیوی مرد کو نیک بنا دیتی ہے وہ اخروی نعمتوں کا سبب ہے حضرت علی نے ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ کی تفسیر میں فرمایا کہ خدایا ہم کو دنیا میں نیک بیوی دے اور آخرت میں اعلی حوریں عطا فرما اور آگ یعنی خراب بیوی کے عذاب سے بچا (مرقات) اچھی بیوی خدا کی رحمت ہے ایسی ہی بری بیوی خدا کا عذاب[3] یعنی عرب کی عورتوں میں قریشی خاندان کی عورتیں بہت اعلی ہیں چونکہ اہل عرب کی عام سواری اونٹ ہے اس لیے یوں ارشاد فرمایا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں، حضرت مریم تو قریشی بیبیوں سے افضل تھیں [illegible] خیال رہے کہ عورت کو گھوڑے کی سواری ممنوع ہے لعن اللہ الفروج علی السروج[4] یہ قریشی عورتوں کی بہتری کی وجہ کا بیان ہے اس جملہ کی بہت شرحیں ہیں آسان تر یہ شرح ہے کہ قریشی عورتیں بچوں پر مہربان ہوتی ہیں ان کی پرورش بہت عمدہ طریقہ سے کرتی ہیں اور خاوند کی خیرخواہ کہ اس کی جان تو کیا اس کے مال کی بھی حفاظت کرتی ہیں بعض شارحین نے فرمایا کہ بچے سے مراد یتیم یا بے ماں کے بچے ہیں اور خاوند کی چیز سے مراد ان کی اپنی ذات ہے یعنی وہ بیبیاں خاوند کے لاوارث بچوں کی بھی خوب پرورش کرتی ہیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کرتی ہیں یہ سمجھ کر کہ میں اپنے خاوند کی ہوں۔ احنا اور ارعٰی اسم تفضیل ہے جن میں شفقت اور ضمیر خلق کی طرف لوٹتی ہے یعنی ساری مخلوق میں قریشی عورتیں بچوں پر زیادہ مہربان ہیں۔ یا اس کا مرجع صنف عورت ہے اور صنف مذکر۔ لہذا ضمیر مذکر ارشاد ہوئی

صلی اللہ علیہ وسلم ما ترکت بعدی فتنۃ اضر علی الرجال من النساء متفق علیہ
وعن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدنیا حلوۃ
خضرۃ وان اللہ مستخلفکم فیھا فینظر کیف تعملون فاتقوا الدنیا واتقوا
النساء فان اول فتنۃ بنی اسرائیل کانت فی النساء رواہ مسلم وعن ابن

نے کہ میں نے اپنے پیچھے مردوں پر زیادہ مضر فتنہ عورتوں سے بڑھ کر کوئی نہ چھوڑا[۱] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری
سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا میٹھی اور ہری بھری ہے[۲] اور یقینًا اللہ تعالیٰ تم کو اس میں دوسروں
کے پیچھے مالک کرنے والا ہے[۳] تو دیکھے گا کہ کیا عمل کرتے ہو لہٰذا دنیا سے احتیاط کرو[۴] اور عورتوں کے بارے میں محتاط رہو
کیونکہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے متعلق ہوا[۵] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن

۱ یعنی دنیا میں مردوں کے لیے عورتیں بڑے فتنہ کا باعث ہیں کہ عورت کے سبب آپس کی عداوت لڑائی جھگڑے بلکہ خونریزی بہت ہوگی، عورت ہی حب دنیا کا ذریعہ ہے اور حب دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ حضور کے فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضور کے زمانہ میں عورتوں کے فتنہ کا ظہور صحابہ کرام پر نہ ہوا کہ وہ حضرات نور مصطفیٰ سے بہت منور تھے بعد میں اس کا ظہور ہوا آج بھی عورتوں کی وجہ سے فساد و قتل و خون بہت ہو رہے ہیں، علماء فرماتے ہیں کہ زمین میں پہلا قتل عورت کی وجہ سے ہوا کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل عورت کی وجہ سے کیا۔ شعر: جھگڑے کی بنیاد ہیں تین ٭ زن ہے زر ہے اور زمین

عورتوں کے فتنہ سے بچنے کا واحد ذریعہ شریعت اسلامیہ کی مضبوطی سے پیروی ہے۔ ۲ یعنی دنیا دیکھنے میں بھلی معلوم ہوتی ہے دل کو پسند آتی ہے چونکہ اہل عرب سبزہ کو بہت ہی پسند کرتے تھے اس لیے اسے سرسبز فرمایا گیا۔ نیز اسے سبز فرمانے میں اشارہ ہے کہ دنیا قریب الفنا ہے جیسے سبزہ بہت جلد خشک ہو جاتا ہے ایسے ہی دنیا بہت جلد ختم ہو جاتی ہے۔ ۳ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جیسے دنیا تم سے پہلے دوسروں کے پاس تھی پھر ان سے منتقل ہو کر تمہارے پاس آئی تم گزشتہ لوگوں کے خلیفہ بنے ایسے ہی تم سے منتقل ہو کر دوسروں کے پاس پہنچے گی۔ شعر

چناں کز دست بدست آمد است ملک بما ٭ بدست دیگراں ہم چنیں بخواہد رفت

تم پہلوں کے خلیفہ ہو آئندہ نسلیں تمہاری خلیفہ ہوں گی، یا یہ مطلب ہے کہ دنیا کا مالک حقیقی تو حق تعالیٰ ہی ہے تم سب اس کے برتنے میں اس کے خلیفہ یا وکیل ہو۔ لہٰذا مالک کی مرضی کے بغیر اسے استعمال نہ کرو، یا صحابہ کرام کی پیشگوئی ہے کہ تم بعد عرب و عجم کی دولتیں و ملک تمہارے قبضہ میں آنے والے ہیں۔ [illegible] رہتا۔ ۴ یعنی اس سے دھوکا نہ کھاؤ یا ناجائز طور پر استعمال نہ کرو یا اس میں مشغول ہو کر مجھے بھول نہ جاؤ اسے دنیا بھی آتا ہے اور چھپتا بھی، جو بس سکتا ہے وہ دھوکا بھی سکتا ہے کیونکہ ع ہر کہ دانہ دانہ خورد دانہ دید، دنیا کو ایسے استعمال کرو جیسے عقلمند شہد کی مکھی ہے کہ کنارہ میں رہ کر چوس لیتی ہے اگر اس میں گرے تو ہوائے دنیا میں پھنس جائے گی تم دنیا میں رہو تم میں دنیا نہ رہے۔ ۵ اس فرمان عالی میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ ایک اسرائیلی نے اپنے چچا سے درخواست کی کہ مجھے اپنی بیٹی بیاہ دو۔ اس نے انکار کیا اس کے بھتیجے نے اسے قتل کر دیا تاکہ اس کے مرنے کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح کرے اور اس

عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشُّؤْمُ فِي الْمَرْاَةِ وَالدَّارِ وَالْفَرَسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ اَلشُّؤْمُ فِي ثَلٰثَةٍ فِي الْمَرْاَةِ وَالْمَسْكَنِ وَالدَّابَّةِ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا كُنَّا قَرِيْبًا مِّنَ الْمَدِيْنَةِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّي حَدِيْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ اَبِكْرٌ اَمْ ثَيِّبٌ قُلْتُ بَلْ

عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نحوست عورت میں اور گھر میں اور گھوڑے میں[۱] (مسلم بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ نحوست تین چیزوں میں ہے عورت میں گھر میں اور گھوڑے میں ہے روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد میں تھے تو جب ہم لوٹے مدینہ منورہ سے قریب ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نیا شادی شدہ ہوں[۲] فرمایا کیا تم نے نکاح کر لیا میں نے عرض کیا ہاں فرمایا کنواری سے یا بیوہ سے میں نے کہا بلکہ

مال کا وارث بن جائے اسی واقعہ پر ذبح گائے کا واقعہ پیش آیا جو سورہ بقرہ میں مذکور ہے (مرقات و لمعات) یا اس میں بلعام ابن باعورا کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جسے اسم اعظم یاد تھا اور وہ مقبول الدعا تھا جب موسیٰ علیہ السلام نے قوم جبارین پر لشکر کشی کی تو بلعام کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام پر بد دعا کرنے کیلئے اس سے درخواست کی وہ نہ مانا تب قوم نے اس کے سامنے حسینہ عورت پیش کی اور کہا کہ اگر تو موسیٰ علیہ السلام پر بد دعا کرے تو ہم اس کا نکاح تجھ سے کر دیں تب اس نے موسیٰ علیہ السلام پر بد دعا کرنی چاہی جو خود اس پر پڑی۔ اور اس کی زبان کتے کی طرح باہر نکل پڑی جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ الخ اس کا مفصل واقعہ تفاسیر میں اور اسی جگہ مرقات میں مذکور ہے۔ اس صورت میں یا تو فتنہ سے مراد بڑا فتنہ ہے یا اولیت سے مراد اضافی اولیت ہے نہ کہ حقیقی کیونکہ بنی اسرائیل میں معمولی فتنے اس سے پہلے بھی ہو چکے تھے۔

[۱] شوم بنا ہے شام سے یمن کا مقابل یمن کے معنی ہیں برکت لہذا شوم کے معنی ہیں نحوست اس حدیث کے بہت معنی کیے گئے ایک یہ کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو ان تین میں ہوتی دوسرے یہ کہ عورت کی نحوست یہ ہے کہ اولاد نہ جنے اور خاوند کی نافرمان ہو۔ مکان کی نحوست یہ ہے کہ تنگ ہو وہاں اذان کی آواز نہ آئے اور اس کے پڑوسی خراب ہوں۔ گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ مالک کو سواری نہ دے سرکش ہو۔ بہرحال یہاں شوم سے مراد بد فالی نہیں کہ اس کی وجہ سے رزق گھٹ جانے یا آدمی مر جانے کہ اسلام میں بد فالی ممنوع ہے لہذا یہ حدیث لاطیرۃ کی حدیث کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ بعض دن اور بعض چیزیں مبارک تو ہوتی ہیں کہ ان کے گھر میں ملنے سے عمر میں زیادتی ہو جاتی ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں وَجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا مگر کوئی چیز اس کے مقابل معنی میں منحوس نہیں۔ ہاں کافر کے لئے زمانہ عذاب منحوس ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ [۲] کسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کے نکاح میں شرکت نہ کی ہوگی اور انہوں نے ابھی تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر نہ کی تھی اس کا موقعہ نہ ملا تھا ورنہ عام طور پر صحابہ کرام ایسے موقعوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت ضروری سمجھتے تھے۔

ثَيِّبٌ فَهَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ اَمْهِلُوْا حَتّٰى نَدْخُلَ لَيْلًا اَيْ عِشَاءً لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُمُ الْمُكَاتَبُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الْاَدَاءَ وَالنَّاكِحُ الَّذِيْ يُرِيْدُ الْعَفَافَ وَ

بیوہ سے فرمایا کنواری سے کیوں نہ کیا کہ اس سے پوری الفت کرتے وہ تم سے پوری محبت کرتی [1] پھر جب ہم پہنچ گئے اور گھر جانے لگے تو فرمایا ٹھہرو حتی کہ ہم رات میں یعنی عشاء کے وقت داخل ہوں تاکہ پراگندہ بال کنگھی سے سلجھائے جائیں اور پوشیدہ جگہ صاف کرلی جائے لوہے سے [2] (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے [3] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کی مدد فرمانا اللہ کے ذمہ کرم پر لازم ہے [4] وہ مکاتب غلام جو ادا کا ارادہ رکھتا ہو [5] وہ نکاح کرنیوالا جو پاکدامنی کا ارادہ کرے [6]

۱ یعنی بہتر تھا کہ تم کسی کنواری عورت سے نکاح کرتے کیونکہ بیوہ عورت کے دل میں پہلے خاوند اور پہلی سسرال کا خیال رہتا ہے ذرا سی تکلیف میں ان لوگوں کو یاد کرتی ہے اس لیے خاوند سے الفت جیسی کنواری عورت کو ہوتی ہے ویسی بیوہ کو نہیں ہوتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود آپ بیوہ عورت سے نکاح فرمانا دوسری مصلحتوں کی بنا پر تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے عائشہ صدیقہ کے کسی کنواری بیوی سے نکاح نہ کیا، اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کنواری لڑکی سے نکاح کرنا مستحب ہے دوسرے یہ کہ اپنی عورت سے ملاعبت خوش طبعی بہتر ہے کہ اس میں مصلحتیں ہیں۔ ۲ یعنی اپنے گھر اپنے مدینہ پہنچ جانے کی اطلاع تو پہنچ چکی مگر رات آنے سے پہلے گھر نہ جاؤ جس حدیث میں ممانعت ہے رات میں سفر سے واپس گھر پہنچنے کی وہاں بغیر اطلاع پہنچنا مراد ہے، سنت یہ ہے کہ مسافر پہلے اپنے گھر اپنی آمد کی اطلاع بھیجے پھر وہاں پہنچے۔ ۳ یعنی اس تاخیر میں مصلحت یہ ہے کہ تمہاری بیوی تمہاری آمد کی اطلاع پا کر نہا دھولے گی بالوں میں کنگھی اور اندرونی صفائی کرلے گی جس سے تم اسے اچھی حالت میں پاؤ گے اور اس سے آپس کی محبت بڑھے گی، کبھی اچانک گھر پہنچ جانے سے بیوی کو ایسی حالت میں دیکھنا ہوتا ہے کہ طبیعت میں گھن و نفرت پیدا ہوجاتی ہے۔ خیال رہے کہ عام عورتیں استرے سے اندرونی صفائی نہیں کرتیں بلکہ چونا وغیرہ سے کرتی ہیں اسی لیے محدثین نے تستحد سے مراد لی ہے چونا وغیرہ سے صفائی کرلینا اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو اندرونی صفائی کے لیے استرے کا استعمال کرنا جرم نہیں۔ ۴ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالٰی ان تینوں شخصوں کی غیب سے مدد کرتا ہے اس کا وعدہ ہے اور جو کوئی ان تینوں کی مدد کرے رب تعالٰی اس سے بہت ہی راضی ہوتا ہے کہ ان کی مدد سنت الٰہیہ ہے۔ ۵ مکاتب وہ غلام ہے جس سے مولا نے کہہ دیا ہو کہ تو اتنی رقم مجھے دے دے تو تو آزاد ہے۔ ایسے غلام کی مدد کرنا اور اس کے آزاد کرانے کی کوشش کرنا بہت ثواب ہے ایسے ہی مقروض کو قرض سے نجات دلانا، مظلوم قیدی کو قید سے چھڑانا بہت ہی ثواب ہے۔ ۶ نکاح خود سنت ہے اور جب کہ اس میں یہ نیت خیر بھی شامل ہوجائے تو نور علی نور ہے اس سے معلوم ہوا کہ نکاح میں نیت چاہیے شہوت پوری کرنے کسی اچھے آدمی سے قرابت قائم ہونے کی نیت نہ کرے محض اپنے کو گناہوں سے بچانے کی نیت کرے ایسے نکاح کی مالی مدد کرنا ثواب ہے مگر یہ مالی مدد ضروریات نکاح پوری کرنے کے لیے ہو نہ کہ حرام رسوم ادا کرنے کے لیے۔

المجاهد في سبيل الله رواه الترمذي والنسائي وابن ماجة. وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه إن لا تفعلوه تكن فتنة في الأرض وفساد عريض رواه الترمذي. وعن معقل بن يسار قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنیوالا غازی [1] (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تمہیں پیغام نکاح وہ شخص دے [2] جس کی دینداری اور اخلاق تم کو پسند ہیں تو نکاح کر دو [3] اگر یہ نہ کرو گے تو زمین میں فتنے اور لمبے چوڑے فساد برپا ہو جائیں گے [4] (ترمذی) روایت ہے حضرت معقل ابن یسار سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ محبت کرنیوالی بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کرو [5] کیونکہ میں

[1] لہذا غازی فی سبیل اللہ کو کھانا، ہتھیار، سواری وغیرہ دے کر مدد دینا بہت ہی افضل ہے کہ اس کی امداد درحقیقت رب تعالیٰ کے دین کی مدد ہے۔ [2] اس کا خطاب لڑکی کے اولیاء کو ہے چونکہ عادۃً عورت خصوصًا باکرہ لڑکی کے اولیاء سے ہی نکاح کی گفتگو و جنبش کی جاتی ہے اس لیے ان سے خطاب فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت یہ ہے کہ لڑکے والے پیغام دیں لڑکی والوں کو اگرچہ اس کے عکس بھی جائز ہے۔ [3] یعنی جب تمہاری لڑکی کے لیے دیندار عادات و اطوار کا درست لڑکا مل جائے تو محض مال کی ہوس میں اور لکھ پتی کے انتظار میں جوان لڑکی کے نکاح میں دیر نہ کرو لڑکے کے خلق سے مراد زندگی، عادت کی خوبی، نفقہ پر قدرت سب ہی داخل ہیں۔ [4] اس طرح کہ اگر مالدار کے انتظار میں لڑکیوں کے نکاح نہ کیے گئے تو ادھر تو لڑکیاں بہت کنواری بیٹھی رہیں گی اور ادھر لڑکے بہت سے بے شادی رہیں گے جس سے زنا پھیلے گا اور زنا کی وجہ سے لڑکی والوں کو عار و ننگ ہوگی، نتیجہ یہ ہوگا کہ خاندان آپس میں لڑیں گے قتل و غارت ہوں گے جس کا آج کل ظہور ہونے لگا۔ خیال رہے کہ اس حدیث کی بنا پر امام مالک فرماتے ہیں کہ کفاءت میں صرف دین کا لحاظ ہے اور کسی چیز کا اعتبار نہیں، دیگر امام فرماتے ہیں کہ کفاءت میں چار چیزیں ملحوظ ہیں: دین، حریت، نسب، پیشہ، لہذا مسلم کا نکاح کافرہ سے نہیں ہو سکتا یونہی صالحہ لڑکی کا نکاح فاسق و بدکار مرد سے نہ کرنا چاہیے۔ حرہ کا نکاح غلام سے، اعلیٰ خاندان والی کا نکاح خسیس ذلیل خاندان والے سے، اعلیٰ پیشہ والے کا نکاح ذلیل پیشہ والے سے نہ ہونا چاہیے۔ اگر لڑکی خلاف کفو سے نکاح کرے جس سے اس کے اولیاء کو ذلت ہو تو نکاح درست نہ ہوگا (مرقات و لمعات و اشعہ)۔ [5] کیونکہ زوجین کی محبت سے گھر کی آبادی ہے اور بچوں کی پیدائش سے مقصود نکاح کا حصول ہے۔ زوجین کی عداوت گھر تباہ کر دیتی ہے۔ خیال رہے کہ بیوہ عورت کے یہ دونوں وصف اس کی گزشتہ زندگی سے معلوم ہوں گے اور کنواری کے یہ اوصاف اس کی خاندانی عورتوں سے ظاہر ہوں گے کیونکہ اکثر لڑکیاں اپنی خاندانی عورتوں سے پہچانی جاتی ہیں (اشعہ)

بِكُمُ الْاُمَمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ○ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَالِمِ بْنِ عُتْبَةَ ابْنِ عُوَيْمِ ابْنِ سَاعِدَةَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْاَبْكَارِ فَاِنَّهُنَّ اَعْذَبُ اَفْوَاهًا وَاَنْتَقُ اَرْحَامًا وَاَرْضٰى بِالْيَسِيْرِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ مُرْسَلًا ○ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ○ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلُ النِّكَاحِ ○ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

تمہاری وجہ سے امتوں پر فخر کروں گا[1] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن سالم ابن عتبہ[2] ابن عویم ابن ساعدہ انصاری سے[3] وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی[4] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم کنواریوں کو اختیار کرو[5] کہ وہ منہ کی میٹھی رحم کی صاف اور تھوڑے پر راضی ہوجانے والی ہوتی ہیں[6] (ابن ماجہ ارسالاً)[7] تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو محبت چاہنے والوں کے لیے نکاح جیسی کوئی چیز نہ دیکھی گئی[8]

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

۱ یعنی کل قیامت میں مجھے اس چیز سے بہت خوشی ہوگی کہ میری امت تمام امتوں سے زیادہ ہو اور ان شاء اللہ یہی ہوگا اہل جنت کی کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں سے اسی صفیں امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوں گی اور چالیس صفیں سارے نبیوں کے امتی بلکہ دنیا میں بھی کثرت تعداد ترقی قوم کا ذریعہ ہے اسی کثرت سے سلطنت خلافت وغیرہ ملتی ہیں مرقات نے اس حدیث کا یہ مطلب بھی بتایا کہ محبت والی بچے جننے والی عورتوں کو نکاح میں رکھو اگرچہ ایسی عورتیں اور کوئی دوسری شکایات بھی ہوں تو اس کی پرواہ نہ کرو محبت اور اولاد اللہ کی بڑی نعمت ہے ۲ سالم و عتبہ دونوں تابعی ہیں عویم صحابی ۳ عویم ابن ساعدہ صحابی ہیں انصاری اوسی ہیں دونوں بیعت عقبہ میں شریک ہوئے بدر و تمام غزوات میں شامل رہے عہد فاروقی میں وفات پائی ۶۵ سال عمر شریف ہوئی آپ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایات لیں (مرقات و اکمال) ۴ یعنی عبدالرحمٰن اپنے والد سالم سے راوی اور سالم اپنے والد عتبہ سے راوی جو عبدالرحمٰن کے دادا ہیں اسی لیے صاحب مشکوٰۃ نے اس حدیث کو مرسل فرمایا کہ عتبہ تابعی ہیں اگر یہاں سالم کے دادا عویم مراد ہوتے تو حدیث مرسل کیوں ہوتی عویم تو صحابی ہیں (مرقات وغیرہ) ۵ یعنی بہتر یہ ہے کہ کنواریوں سے نکاح کرو یہ علیکم الزام کے لیے نہیں بلکہ استحباب کے لیے ہے لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ انکحوا الایامی منکم والصلحین ۶ یعنی کنواری لڑکی باتیں میٹھی کرتی ہے کہ اس نے پہلے کوئی شوہر دیکھا نہیں ہوتا تاکہ دونوں خاوندوں کا موازنہ کرتی رہے اور ذرا سی بات میں پہلے خاوند کو یاد کرکے اس خاوند سے منہ موڑے نیز کنواری لڑکی پوری جوان ہے رحم میں حرارت طبیعت میں شہوت قوی ہے لہٰذا اس سے اولاد بھی زیادہ ہونے کی امید ہے نیز خاوند کی تھوڑی کمائی پر گزارہ کرے گی کیونکہ اس نے پہلے مالدار خاوند کو دیکھا ہی نہیں ہے تاکہ اس کی عادت زیادہ خرچ کرنے کی پڑ چکی ہو ۷ سیوطی نے جامع صغیر میں بحوالہ ابن ماجہ روایت عویم ابن ساعدہ سے روایت کیا اس صورت میں یہ سند متصل ہے ۸ اس حدیث کی روایت دو طرح کی ہے لم تر ...

اللہ علیہ وسلم مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّلْقَی اللّٰہَ طَاہِرًا مُّطَہَّرًا فَلْیَتَزَوَّجِ الْحَرَائِرَ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ یَقُوْلُ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَی اللّٰہِ خَیْرًا لَّہٗ مِنْ زَوْجَۃٍ صَالِحَۃٍ اِنْ اَمَرَہَا اَطَاعَتْہُ وَاِنْ نَّظَرَ اِلَیْہَا سَرَّتْہُ وَاِنْ اَقْسَمَ عَلَیْہَا اَبَرَّتْہُ وَ

علیہ وسلم نے کہ جو اللہ تعالٰی سے پاک و صاف ملنا چاہتا ہو وہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے[1] روایت ہے حضرت ابوامامہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور فرماتے ہیں کہ مومن نے اللہ سے خوف کے بعد نیک بیوی سے بہتر کوئی نعمت نہ پائی[2] کہ اگر اس بیوی کو حکم دے تو وہ اس کی فرمانبرداری کرے[3] اور اگر اسے دیکھے پسند آئے[4] اور اگر اس پر قسم کھالے تو اس کی قسم پوری کرے[5] اور

ہی علیہ معروف کے صیغہ سے اور یہ بھی ہو سکتا ہے مجہول کے صیغہ سے یعنی اسے سے پہلے دیکھا تو نکاح کی طرح کوئی اور چیز محبت پیدا کرنے والی نہ دیکھی یا نہ دیکھی گئی۔ مقصد یہ ہے کہ جن دو شخصوں یا دو خاندانوں میں محبت پیدا کرنی ہو تو ان کے آپس میں ایک دوسرے کے ہاں لڑکیاں بیاہ دو انشاء اللہ محبت پیدا ہو جائے گی جیسا کہ مشہور ہے کہ روٹی بیٹی محبت کی جڑ ہے یا یہ مطلب ہے کہ محبت کے بعد نکاح بہت الفت کا ذریعہ ہے اسی لیئے نکاح سے پہلے آپس میں ہدایا تحفے دیئے جاتے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ اگر کسی مرد کو کسی عورت سے محبت ہو جائے تو اس سے زنا نہ کرے کہ پھر بغض پیدا ہو جائیگا بلکہ نکاح کرے تب محبت دائمی رہے گی اور [illegible] پھر نکاح محبت کی زنجیر ہے جب کہ رضائے الٰہی کے لیئے کیا جائے اگر محض مال و جمال کے لیئے کیا جائے تو کبھی بغض و عداوت کا ذریعہ بھی ہو جاتا ہے جیسا آج بہت جگہ دیکھا جا رہا ہے حدیث صحیح ہے ہمارا طریقہ کار غلط ہے۔

[1] ظاہر مطلب یہ ہے کہ جو گناہوں سے پاک صاف ہو کر مرنا چاہے [illegible] لہٰذا مطہر تاکید ہے طاہر کی یا طاہر سے مراد ہے خود پاک اور مطہر سے مراد ہے اس کے اہل و عیال یعنی اگر تم چاہتے ہو کہ تم اپنے خاندان کے ساتھ پاک و صاف دنیا سے جاؤ تو آزاد عورت سے نکاح کرو کیونکہ آزاد عورتیں مقابلہ لونڈیوں کے زیادہ پاکیزہ مہذب اور شائستہ ہوتی ہیں بال بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت گھر کا انتظام بھی آزاد عورت ہی اچھا کر سکتی ہے کیونکہ لونڈیاں عموماً غیر مہذب غیر منتظم ہوتی ہیں یہ اکثر ناظر ہے اہل عرب کہتے ہیں کہ آزاد عورت گھر کی [illegible] اور لونڈی گھر کا فساد [illegible] کیونکہ وہ اپنے مالک کی خدمت میں مشغول رہے گی گھر کو کب سنبھالے گی۔ [2] یعنی مومن کے لیئے سب سے بڑی نعمت تو خوف خدا ہے اگر نصیب ہو جائے کہ اس خوف ہی کی وجہ سے وہ گناہوں سے بچتا ہے نیکیاں کرتا ہے دین و دنیا کی بھلائی کا ذریعہ تقویٰ ہے اس کے بعد نیک بیوی جس میں اگلی تین صفات ہوں کہ ایسی بیوی خاوند کو تقویٰ پر قائم رکھے گی اور متقی اولاد جنے گی۔ [3] یعنی خاوند کے ہر جائز حکم میں اس کی مطیع ہو کہ ناجائز حکم میں کسی کی اطاعت نہیں (احمد و مرقات)۔ [4] یعنی اس کی سیرت بھی اچھی ہو صورت بھی چونکہ سیرت کی عمدگی خوبصورتی سے افضل ہے اس لیئے حسن سیرت کا ذکر پہلے فرمایا خوبصورتی سے صرف آنکھیں لذت پاتی ہیں اچھی سیرت سے دل و روح کو فرحت پہنچتی ہے خوبصورتی قریب الزوال ہے خوش سیرتی نعمت لازوال۔ خوبصورتی صرف دنیا بلکہ جوانی ہی میں کام آتی ہے اچھی عادت دین و دنیا میں کار آمد اس سے پتہ لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات میں ہزارہا حکمتیں ہوتی ہیں۔ [5] یعنی اگر خاوند اپنی بیوی کے کسی ایسے کام میں قسم کھا جائے جو اس بیوی پر سخت گراں ہو تو وہ محض اپنے خاوند کی قسم پوری کرنے کے لیئے مشقت برداشت کر کے وہ کام کرے جیسے خاوند کہے کہ قسم خدا کی تو اپنے میکے نہ جاوے گی تو وہ محض یہ قسم پوری کرنے کو وہاں نہ جائے ماں باپ کو اپنے سسرال بلا کر ملاقات

إِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ رَوَى ابْنُ مَاجَةَ الْأَحَادِيثَ الثَّلَاثَةَ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّينِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مُؤْنَةً رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ ۔

بَابُ النَّظَرِ إِلَى الْمَخْطُوبَةِ وَبَيَانِ الْعَوْرَاتِ ۔ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ

اگر اس سے غائب ہو تو اپنی ذات اور خاوند کے مال میں خیر خواہی کرے[1] یہ تینوں حدیثیں ابن ماجہ نے روایت کیں۔ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندے نے نکاح کرلیا تو اپنا آدھا دین مکمل کرلیا اب باقی آدھے میں اللہ سے ڈرے[2] روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑی برکت[3] والا نکاح وہ ہے جس کا بوجھ کم ہو[4] یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں۔ باب جس عورت کو پیغام دیا جائے اسے دیکھ لینا۔ اور ستر کا بیان پہلی فصل

کرلیا کرے[1] سبحان اللہ کیا جامع اور پاکیزہ کلمہ ہے یعنی خاوند کی غیر موجودگی میں اپنی شرمگاہ اور اسکے مال بچوں کی حفاظت کرے یہ سمجھ کر کہ میں اپنے خاوند کی دولت ہوں اور یہ اسکے مال وغیرہ میرے پاس اس کی امانت ہیں۔ جیسے کوئی دیکھے نہیں۔ بغیر اجازت کیا اس کی آواز بھی نہ سنے بغیر خاوند کی اجازت گھر سے قدم باہر نہ نکالے یہ نہ سوچے کہ خاوند گھر میں نہیں کوئی دیکھ نہیں رہا۔ بغیر خاوند کا مال بغیر اس کی اجازت کے خرچ نہ کرے الا فی الضروریات[2] کیونکہ فساد دین کی بڑی وجہیں دو ہیں۔ شرمگاہ اور پیٹ کے متعلق احتیاطیں جیسے نکاح کی توفیق دیدے تو اس کی شرمگاہ کی حفاظت ہو گئی۔ اب چاہیے کہ اپنے پیٹ کو حرام غذا سے بچائے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ شرمگاہ اور پیٹ ہی شیطان کا بیٹھک ہیں جب یہاں سے اسے نکال دیا تو انشاء اللہ دوسرے اعضاء سے بھی نکل جائیگا (از مرقات مع زیادت)[3] یہ کلمہ نہایت جامع ہے یعنی جس نکاح میں فریقین کا خرچ کم کرایا جائے مہر بھی معمولی ہو جہیز بھاری نہ ہو کوئی جانب مقروض نہ ہو جائے کسی طرف سے شرط سخت نہ ہو اللہ کے توکل پر لڑکی دیجائے وہ نکاح بڑا ہی بابرکت ہے ایسی شادی خانہ آبادی ہے آج ہم حرام رسموں بیہودہ رواجوں کی وجہ سے شادی کو خانہ بربادی بلکہ خانہا برباد کرنے والی بنا لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اس حدیث پاک پر عمل کی توفیق دے۔[4] مخطوبہ خطبہ سے بنا ہے بکسر خا خطبہ اور خطبہ دونوں خطاب سے ماخوذ ہیں جس کے معنی ہیں کسی سے کلام کرنا۔ اسی سے ہے مخاطب مگر خطبہ خا کے پیش سے۔ اس کا فاعل خطیب ہے اور خطبہ بکسر خا اس کا فاعل خاطب مفعول مخطوب یا مخطوبہ خطبہ پیش سے وعظ و خطاب کو کہتے ہیں اور خطبہ خا کے کسرہ سے پیغام نکاح کو کہا جاتا ہے جو عورت یا اس کے اولیاء کو دیا جائے لینا مخطوبہ وہ عورت ہے جس کے نکاح کا پیغام دیا گیا ہو یا دیا جانا ہو مخطوبہ کو پیغام نکاح سے پہلے دیکھ لینا یا دکھوا لینا مستحب ہے امام مالک کے ہاں اجازت سے جائز بغیر اجازت ممنوع ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ پیغام سے پہلے دیکھی جائے اور وہ بھی کسی بہانہ سے کہ عورت کو خبر نہ لگے تاکہ ناپسندیدگی کی صورت میں عورت کو رنج نہ ہو عورات عورۃ کی جمع ہے یہ لفظ عار سے بنا بمعنی شرم۔ یا ستر کو اس لئے عورت کہتے ہیں کہ اس کے اظہار سے شرم آتی ہے اسی لئے عورت کو عورت کہتے ہیں کہ اس کی بے پردگی باعث ننگ و عار ہے۔

بری بات کو عورا کہتے ہیں جس کا چھپانا لازم ہو (مرقات)۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَانْظُرْ اِلَیْهَا فَاِنَّ فِیْ اَعْیُنِ الْاَنْصَارِ شَیْئًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبَاشِرُ الْمَرْاَةُ الْمَرْاَةَ فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَاَنَّهٗ يَنْظُرُ اِلَيْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا[1] بولا میں نے ایک انصاری عورت سے[2] نکاح لینا ہے[3] فرمایا اسے دیکھ لو[4] کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ ہوتا ہے[5] (مسلم) روایت ہے[6] حضرت ابن مسعود سے[7] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اختلاط کرے کوئی عورت دوسری عورت سے پھر اپنے خاوند سے اس کی تعریف یوں کرے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے[8] (مسلم۔ بخاری) روایت ہے[9] حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا

۱؎ یہ شخص [illegible] انصار کی عورتوں کے متعلق کچھ [illegible] تو خود [illegible] سے [illegible] ضرورت [illegible] ۲؎ [illegible]

ہے کیونکہ [illegible] عورت دیکھی [illegible] دیکھا [illegible] دیکھنے سے [illegible] چہرہ دیکھنا ہے [illegible] چہرے

[illegible]

کرنا [illegible] ۳؎ یا تو حضور [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عورتوں کو [illegible] پر قیاس کیا [illegible] آنکھیں [illegible] عورتوں کی بھی

[illegible] حضور [illegible] سے [illegible] عورتوں [illegible] حضور [illegible] توجیہ [illegible]

[illegible] حضور کے سامنے آتی [illegible]

[illegible] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ [illegible] کسی کی برائی [illegible] بیان کرنا [illegible] جب کہ کسی فساد کا [illegible] منظور ہو۔ [illegible]

[illegible] حدیث [illegible] بیان کرتے ہیں ۵؎ یعنی یہ ممنوع ہے کہ عورت اپنے خاوند سے دوسری عورتوں کے حسن کا تذکرہ کرے [illegible] ہے کیونکہ شعر

؎ نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ⁂ بسا ایں دولت از گفتار خیزد

بعض اوقات [illegible] عشق [illegible] عورتوں کے حسن کے اشعار سننا حرام ہے [illegible] عورتوں

[illegible] دوسری عورتوں کے حسن کا تذکرہ اپنے خاوندوں سے کرتی ہیں سخت جرم ہے اس حدیث کی بنا پر بعض فقہا فرماتے ہیں کہ [illegible] بیع سلم جائز ہے کہ

[illegible] بیان [illegible] ہوتے ہیں۔ [illegible] اوصاف بیان کر دیئے جائیں [illegible] دیکھ [illegible] گویا اسے دیکھ رہا ہے مگر

[illegible] صاحب کے ہاں ممنوع ہے کیونکہ [illegible] کے باطنی اوصاف بیان میں نہیں آسکتے ۔ [illegible]

[illegible] بیع سلم میں پورا علم

چاہیے۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینظر الرجل الی عورۃ الرجل ولا المرأۃ الی عورۃ المرأۃ ولا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی ثوب واحد رواہ مسلم وعن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا لا یبیتن رجل عند امرأۃ ثیب الا ان یکون ناکحا او ذا محرم رواہ مسلم وعن عقبۃ بن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کوئی مرد کسی مرد کا ستر دیکھے نہ عورت کسی عورت کا ستر۱؎ اور نہ مرد دوسرے مرد سے ایک کپڑے میں اختلاط کرے اور نہ عورت کسی عورت سے ایک کپڑے میں اختلاط کرے۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار کوئی مرد کسی شادی شدہ عورت کے پاس رات نہ گزارے۳؎ مگر یہ کہ اس کا خاوند ہو یا محرم رشتہ دار۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے

۱؎ ناف سے گھٹنے تک کا حصہ مطلقاً چھپانا واجب ہے کہ نہ مرد دیکھے نہ عورت، عورت کے لیے عورت مرد اجنبی کے لیے سر سے پاؤں تک واجب الستر ہے اور ناخن کے لیے عورت سر سے پاؤں تک جسم بجز منہ کے سوائے چہرہ کلائی ہتھیلی اور ٹخنے کے نیچے پاؤں کے۔ خیال رہے کہ بعد بلوغ بے ریش امرد لڑکا بھی بعض احکام میں عورت کی طرح ہے کہ اس کو دیکھنے سے بھی احتیاط کرے۔ (اشعۃ اللمعات) شریعت کے احکام جداگانہ ہیں کہ پھر جتنے وقت وہ ایسا ستر دیکھتی ہے یوں ہی بعض صورتوں میں مرد کو دیکھنا پڑتا ہے۔ محرم مرد اپنی محرم عورت کا چہرہ ہاتھ پاؤں سر دیکھ سکتا ہے۔ خاوند بیوی کا آپس میں کوئی پردہ نہیں ان میں سے کسی عضو کا چھپانا واجب نہیں، ہاں شرمگاہ کا دیکھنا بینائی ضعیف کرتا ہے۔ ماں باپ اپنے جوان بیٹے بیٹی کو چوم سکتے ہیں سر گھر سکتے ہیں یونہی بیوی اولاد لڑکا لڑکی اپنے ماں باپ کو چوم سکتے ہیں دیکھنے چھونے کے مکمل احکام شامی عالمگیری وغیرہ باب اللمس والنظر میں دیکھیے۔ ۲؎ یعنی مرد مرد کے ساتھ یونہی عورت عورت کے ساتھ ننگے لیٹیں کہ یہ حرام بھی ہے اور بے غیرتی بھی لہذا دو ننگے مرد ایک چادر اوڑھ کر نہ سوئیں یونہی دو ننگی عورتیں۔ سبحان اللہ کیسی پاکیزہ تعلیم ہے۔ ۳؎ یعنی جس عورت سے نکاح درست ہے اس کے ساتھ رات میں اکیلا رہنا حرام ہے شادی شدہ کی قید اس لیے ہے کہ کنواری لڑکی عموماً شرمیلی ہوتی ہے وہ خود ہی کسی کے ساتھ نہیں اٹھتی بیٹھتی، شادی شدہ بے باک بھی ہوتی ہے بے خوف بھی کہ اس کا زنا چھپ سکتا ہے کہ اگر اولاد ہو جائے تو لوگ سمجھیں گے اس کے خاوند کی ہے۔ رات گزارنے کی قید اس لیے لگائی گئی کہ رات کی تنہائی بمقابلہ دن کی خلوت کے زیادہ خطرناک ہے ورنہ مطلقاً خلوت اجنبیہ سے حرام ہے۔ ۴؎ محرم وہ مرد ہے جس کا نکاح اس عورت سے ہمیشہ کے لیے حرام ہے، محرم دو قسم کے ہیں ایک وہ جو نسبی محرم بھی ہو جیسے باپ بیٹا بھائی وغیرہ دوسرے وہ جو نسبی نہ ہو جیسے رضاعی بھائی اور داماد خیال رہے کہ بہنوئی اس حکم سے خارج ہے کہ اس سے نکاح اگرچہ حرام ہے مگر دائمی حرام نہیں بیوی کی طلاق یا وفات کے بعد حلال ہے لہذا سالی بہنوئی سے پردہ کرے۔ جوان ساس بھی جوان داماد سے خلوت کرنے میں احتیاط رکھے یونہی جوان سسر اپنی جوان بہو کے ساتھ خلوت کرنے میں احتیاط رکھے۔ اگرچہ ان کے لیے خلوت درست ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَآءِ فَقَالَ
رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ الْحَمْوَ قَالَ الْحَمْوُ الْمَوْتُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ اُمَّ
سَلَمَةَ اِسْتَاْذَنَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحِجَامَةِ فَاَمَرَ اَبَا طَيْبَةَ اَنْ يَّحْجُمَهَا
قَالَ حَسِبْتُ اَنَّهٗ كَانَ اَخَاهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ اَوْ غُلَامًا لَمْ يَحْتَلِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ
جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَةِ فَاَمَرَنِيْ
اَنْ اَصْرِفَ بَصَرِيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورتوں کے پاس جانے سے بچو[1] کسی نے عرض کیا یارسول اللہ دیور کے متعلق فرمایئے فرمایا دیور تو موت ہے[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے کہ حضرت ام سلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فصد کی اجازت مانگی[3] تو حضور نے ابو طیبہ کو حکم دیا کہ ان کی فصد کریں[4] فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ابو طیبہ ان کے دودھ کے بھائی تھے یا نابالغ لڑکے[5] (مسلم) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق پوچھا تو حضور نے مجھے نظر پھیر لینے کا حکم دیا[6] (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

۱؎ پچھلی حدیث میں عورت کا ذکر فرمایا ہے پردہ کے مسائل کا ذکر ہے یعنی غیر محرم عورت کے پاس بے پردہ نہ جاؤ اگرچہ وہ رشتہ دار ہو جیسے چچا زاد ماموں زاد بہنیں کہ ان سے پردہ چاہیئے اگرچہ قریبی رشتہ ہو مگر محرم نہیں ان سے نکاح درست ہے۔ ۲؎ یعنی بھاوج کا دیور سے بے پردہ ہونا موت کی طرح باعث ہلاکت ہے یہاں حموٌ سے مراد صرف دیور یعنی خاوند کا بھائی ہی نہیں بلکہ خاوند کے تمام وہ قرابت دار مراد ہیں جن سے نکاح درست ہے جیسے خاوند کا چچا ماموں، پھوپھا وغیرہ اسی طرح بیوی کی بہن یعنی سالی اور اس کی بھتیجی بھانجی وغیرہ سب کا یہی حکم ہے۔ خیال رہے کہ دیور کو موت اس لیے فرمایا کہ عام طور پر بھاوج دیور سے پردہ نہیں کرتی بلکہ اس سے دل لگی، مذاق بھی کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ اجنبی غیر محرم سے دل لگی کس قدر فتنہ کا باعث ہے بعض حضرات نے ... ۳؎ عرض کیا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ ... ۴؎ ابو طیبہ کا نام نافع ہے محیصہ ابن مسعود انصاری کے آزاد کردہ غلام ہیں ... ۵؎ علماء فرماتے ہیں کہ ... ۶؎ یعنی اگر اجنبیہ عورت پر بلا قصد نظر پڑ جائے تو اس میں گناہ نہیں ... ۷؎ ... اچانک نظر پڑ جانے میں کوئی گناہ نہیں مگر فوراً نگاہ ہٹالو اور دوبارہ دیکھنے ... (مرقات)

أَنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ إِذَا أَحَدُكُمْ أَعْجَبَتْهُ
الْمَرْأَةُ فَوَقَعَتْ فِي قَلْبِهِ فَلْيَعْمِدْ إِلَى امْرَأَتِهِ فَلْيُوَاقِعْهَا فَإِنَّ ذٰلِكَ يَرُدُّ مَا فِي نَفْسِهِ
رَوَاهُ مُسْلِمٌ. اَلْفَصْلُ الثَّانِي. عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا
فَلْيَفْعَلْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. وَعَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ خَطَبْتُ امْرَأَةً فَقَالَ لِي

کہ عورت شیطان کی شکل میں آتی ہے اور شیطان کی صورت ہی میں جاتی ہے جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت بھلی معلوم
ہو اور اس کے دل میں کچھ وسوسہ پڑ جائے تو اپنی بیوی کی طرف قصد کرے اس سے صحبت کرے یقیناً یہ عمل اس کے دل کے
وسوسہ کو دفع کر دے گا (مسلم) دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب
تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح دینے لگے تو اگر اس کو دیکھ سکے جو نکاح کی دعوت دیتا ہے تو ضرور کرلے
(ابوداؤد) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے فرماتے ہیں میں نے ایک عورت کو پیغام نکاح دیا تو مجھ سے

نظر پھیر لینا لازم (مرقات) مگر یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ اگر عورت بھی اجنبی مرد کو دیکھے [illegible] عورت بے پردہ [illegible] نظر پڑ گئی
سلہ یعنی عورت کو دیکھ کر [illegible] شیطانی خیال پیدا ہوتا ہے جیسے شیطان برے خیال و وسوسے پیدا کرتا ہے لہذا اس
[illegible] اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ بلا ضرورت عورت گھر
سے نہ نکلے [illegible] اجنبی عورت [illegible] بے پردہ [illegible] برقعہ پہن کر باہر جائے
ہے (نووی و مرقات) سلہ یہ [illegible] شہوت کا جوش [illegible] علماء فرماتے ہیں کہ
[illegible] جوش شہوت [illegible] دیتا ہے (مرقات) سلہ یہ ترجمہ نہایت مناسب
ہے یعنی پیغام نکاح دینے کے بعد عورت کو نہ دیکھے ورنہ ناپسندیدگی کی صورت میں عورت کو صدمہ ہوگا۔ بلکہ دیکھنے کے بعد پیغام دے اور دیکھنے کی صورتیں پہلے بیان
ہو چکیں کہ یا تو کسی حیلہ بہانے سے خود دیکھے یا کسی معتبر عورت سے دکھوائے مرقات نے یہاں خطب کے معنی ارادہ پیغام کیے سلہ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ
نکاح میں عورت کے حسب و نسب دینداری وغیرہ کے ساتھ صورت کا بھی لحاظ ہے۔ دوسری چیزوں کی تحقیقات تو اور طرح بھی ہو سکتی ہے مگر صورت کی تحقیق دیکھ کر
ہو سکتی ہے جن احادیث میں صورت و حسن کی بناء پر نکاح کرنے سے منع فرمایا گیا وہاں صرف صورت کا لحاظ کر کے دینداری کی پرواہ نہ کرنا مراد ہے لہذا احادیث میں
تعارض نہیں۔ دوسرے یہ کہ مرد تو عورت کو دیکھنے کی کوشش کرے مگر عورت مرد کو دیکھنے کی کوشش نہ کرے کیونکہ مرد کی تندرستی اخلاق وغیرہ [illegible] دیکھی جاتی ہے
[illegible] سلہ یعنی پیغام دینا چاہا [illegible] نکاح کر چکنے کے بعد یہ حکم دیا۔

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَظَرْتَ إِلَيْهَا قُلْتُ لَا قَالَ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ
أَحْرٰى أَنْ يُّؤْدَمَ بَيْنَكُمَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ
وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ رَأٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةً فَأَعْجَبَتْهُ فَأَتٰى
سَوْدَةَ وَهِيَ تَصْنَعُ طِيبًا وَعِنْدَهَا نِسَاءٌ فَأَخْلَيْنَهُ فَقَضٰى حَاجَتَهُ ثُمَّ قَالَ أَيُّمَا رَجُلٍ
رَأٰى امْرَأَةً تُعْجِبُهُ فَلْيَقُمْ إِلٰى أَهْلِهِ فَإِنَّ مَعَهَا مِثْلَ الَّذِي مَعَهَا رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَعَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے اسے دیکھ لیا ہے میں نے کہا نہیں فرمایا اسے دیکھ لو کیونکہ دیکھنا تمہاری آپس کی دائمی محبت کا ذریعہ ہے[۱] (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک عورت پر پڑ گئی جو اچھی معلوم ہوئی[۲] تو حضور اپنی بی بی سودہ کے پاس تشریف لائے وہ خوشبو تیار کر رہی تھیں اور ان کے پاس عورتیں تھیں انہوں نے خلوت کا موقع دے دیا حضور نے حاجت پوری فرمائی[۳] پھر فرمایا جو مرد کسی عورت کو دیکھے جو اسے بھلی معلوم ہو تو وہ اپنی بیوی کے پاس آجائے کہ اس کے پاس بھی وہی ہے جو اس کے پاس ہے[۴] (دارمی) روایت ہے انہی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ عورت چھپانے کے لائق ہے[۵] جب عورت نکلتی ہے تو اسے شیطان

۱؎ کیونکہ اگر بغیر دیکھے تم نے عورت سے نکاح کر لیا بعد نکاح دیکھنے پر تم کو پسند نہ آئی تو یا اسے طلاق دو گے یا اسے بغیر محبت کے بھگتو گے جس سے تمہاری زندگی بھی تلخ ہوگی [illegible] دیکھ کر نکاح کرنے میں یہ فائدے نہیں ہیں۔ ۲؎ یہ نظر اچانک پڑ گئی تھی دیدہ و دانستہ [illegible] اور پسند آنا غیر اختیاری تھا یہ تقاضائے بشریت [illegible] گیا ہے جیسے یوسف علیہ السلام کا زلیخا کی طرف میلان طبعی غیر اختیاری، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَّأٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ، یقیناً زلیخا نے حضرت یوسف کا قصد کر لیا اور یوسف علیہ السلام نے زلیخا کا یعنی قصد زلیخا اختیاری تھا اور قصد یوسف علیہ السلام غیر اختیاری کہ جرم نہیں، بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ یوسف علیہ السلام بھی قصد کر لیتے اگر رب کی دلیل نہ دیکھتے [illegible] لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود نے [illegible] یہ واقعہ معلوم کر لیا ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ حضور نے خود بیان فرمایا ہو [illegible] مسلمانوں کو [illegible] کی تعلیم کی ہے لہذا اس کا بیان کر دینا خلاف غیرت نہیں [illegible] ۴؎ [illegible] ۵؎ عورت کے معنی [illegible]

الشَّيْطَانُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ • وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لِعَلِيٍّ يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْأُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ
التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ • وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ عَبْدَهٗ أَمَتَهٗ فَلَا يَنْظُرَنَّ إِلٰى عَوْرَتِهَا وَفِيْ
رِوَايَةٍ فَلَا يَنْظُرَنَّ إِلٰى مَا دُوْنَ السُّرَّةِ وَفَوْقَ الرُّكْبَةِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ • وَعَنْ جَرْهَدٍ أَنَّ النَّبِيَّ

جھانکتا ہے۱ (ترمذی) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی سے فرمایا اے علی ایک نگاہ کے بعد دوسری نگاہ نہ کرو کہ تم کو پہلی نظر تو جائز ہے دوسری جائز نہیں۲ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت عمرو بن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جب تم میں کوئی اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کر دے تو اس کا ستر ہرگز نہ دیکھے۳ اور ایک روایت میں ہے کہ ناف کے نیچے اور گھٹنے کے اوپر ہرگز نہ دیکھے۴ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جرہد سے۵ کہ نبی کریم صلی اللہ

۱ استشراف کے معنی ہیں کسی چیز کو بغور دیکھنا یا اس کے معنی ہیں لوگوں کی نگاہ میں اچھا کر دینا تاکہ لوگ اسے بغور دیکھیں (مرقات و اشعہ) یعنی عورت جب بے پردہ ہوتی ہے تو شیطان لوگوں کی نگاہ میں اسے بھلا کر دیتا ہے کہ وہ خواہ مخواہ اسے تکتے ہیں یہ مشہور ہے کہ پرائی عورت اور اپنی اولاد بھی اچھی معلوم ہوتی ہے اور پرایا مال اور اپنی عقل زیادہ معلوم ہوتی ہیں اسی کا اثر اکثر دیکھنے میں آیا ہے بعض لوگ اپنی خوبصورت بیویوں سے متنفر ہوتے ہیں اور بدصورت عورتوں پر فریفتہ۔ ۲ پہلی نگاہ سے مراد وہ نگاہ ہے جو بغیر قصد کے عورت پر پڑ جائے اور دوسری نگاہ سے مراد وہ ہے جو قصداً دیکھنا ہے اگر پہلی نگاہ بھی جمائے رکھی تو وہ بھی دوسری نگاہ کے حکم میں ہوگی اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بلا قصد نظر پڑ جانا معاف ہے [illegible] اجنبیہ کو قصداً دیکھنا حرام ہے علماء و اولیاء کے سوا ہیں ان کو یہ حکم ہے [illegible] ہو سکتا ہے یا تمہارے لیے [illegible] نہیں [illegible] کا احتمال ہو [illegible] واجب ہو سکتا ہے [illegible] کا لام نفع کا ہے یعنی بغیر ارادہ والی نظر تمہارے لیے مصیبت نہیں ہے تم فوراً نگاہ نیچی کر لو گے تو ثواب پاؤ گے لیکن دوسری نظر مضر ہوگی۔ ۳ یعنی لونڈی کا ستر وہ دیکھ سکتا ہے جو اس سے صحبت کر سکتا ہے جب کسی کا نکاح کسی سے کر دے اگرچہ اپنے غلام سے ہی کر دے تب ستر چھونا تو کیا دیکھ بھی نہیں سکتا کہ اب یہ لونڈی اس بارے میں اس کے لیے اجنبیہ ہو گئی اس سے صحبت بھی حرام ہو گئی اور صحبت کے لوازمات بھی۔ ۴ یہ جملہ پہلے جملے کی تفسیر ہے یعنی ایسی لونڈی کے دیکھنے سے جو منع فرمایا گیا اس سے مراد ستر دیکھنا ہے چہرہ ہاتھ پاؤں تو اب بھی دیکھ سکتا ہے کیونکہ اب بھی مولیٰ کو اس سے خدمت لینے کا حق ہے اور خدمت میں یہ اعضاء ضرور دیکھے جاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ لونڈی کا ستر مرد کی طرح ہے یعنی ناف سے گھٹنے تک اور آزاد عورت کا تمام جسم ستر ہے سوا چہرہ ہاتھ پاؤں کے اور مرد کا ستر ناف سے گھٹنے کے نیچے تک۔ ۵ جرہد ابن خویلد ہیں صحابی ہیں اصحاب صفہ میں سے ہیں مدینہ کے ساکن تھے ۶۱ھ میں وفات پائی آپ سے آپ کے فرزندوں عبداللہ، عبدالرحمان، مسلم نے احادیث نقل کیں۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ ۞ وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ يَا عَلِيُّ لَا تُبْرِزْ فَخِذَكَ وَلَا تَنْظُرْ إِلٰى فَخِذِ حَيٍّ وَّلَا مَيِّتٍ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَعْمَرٍ وَفَخِذَاهُ مَكْشُوْفَتَانِ قَالَ يَا مَعْمَرُ غَطِّ فَخِذَيْكَ فَإِنَّ الْفَخِذَيْنِ عَوْرَةٌ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ۞ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ران ستر ہے۱ (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت علی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے علی اپنی ران نہ کھولو۲ اور نہ کسی زندہ مردہ کی ران دیکھو۳ (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت محمد ابن جحش سے۴ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معمر پر گزرے۵ حالانکہ ان کی رانیں کھلی تھیں۶ تو فرمایا اے معمر اپنی رانیں ڈھک لو کیونکہ رانیں ستر ہیں (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

۱؎ یہ سوال تنبیہ کا ہے یعنی تمہیں یہ مسئلہ معلوم ہونا چاہیے، یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ مرد کی ران ستر عورت ہے اسی حدیث کی بنا پر امام ابوحنیفہ و شافعی و احمد ابن حنبل مرد کی ران کو ستر مانتے ہیں امام مالک کے ہاں ستر نہیں لہذا ران کھولنا درست نہیں مگر خیال رہے کہ ران کا ستر ہلکا ہے عورت کی ران کا سب ستر مانتے ہیں ۲؎ یعنی کسی کے سامنے ران نہ کھولو اور بلا ضرورت تنہائی میں بھی نہ کھولو کہ رب تعالٰی سے شرم کرو کیونکہ ران ستر ہے اس کا کھولنا بے غیرتی ہے، اہل عرب چونکہ تہبند باندھتے تھے اور تہبند میں ران کھلی ہوتی ہیں اور وہ بے تکلف لوگوں میں پھرتے تھے اس لیے یہ تاکید فرمائی ۳؎ یعنی کسی مردہ یا زندہ مسلمان کی ران نہ دیکھو اور کسی ایسے زندہ کی ران نہ دیکھو جس کا تم سے ستر ہے لہذا اس سے وہ مستثنٰی ہیں جو اپنی بیوی اور اپنی لونڈی کا خاوند ہے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ران ستر ہے جس کا چھپانا فرض ہے لہذا یہ حدیث امام مالک کے خلاف ہے دوسرے یہ کہ مردہ کا احترام زندہ کی طرح ہے کہ اس کا ستر دیکھنا حرام ہے لہذا غسال بھی میت کو ستر ڈھک کر غسل دے اسے بھی ستر دیکھنا جائز نہیں ۴؎ محمد ابن جحش صحابی ہیں اور حارث کے فرزند ہیں ان کے حالات معلوم ہو سکے غالبًا آپ صحابی ہیں اور یہ حدیث مرسل نہیں بلکہ متصل ہے ۵؎ معمر ابن عبداللہ قرشی عدوی صحابی ہیں ... یہ حضرت پہلے سے ستر کھولنے کے عادی نہ تھے نیز انہیں عمدًا کھولے ہوئے نہ بیٹھے تھے بلکہ بے خیالی میں ران کھول کر بیٹھے تھے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ صحابی ستر کھولے کیوں بیٹھے تھے

۶؎ یعنی گھٹنوں سے ناف تک کا ہر حصہ ستر ہے جس کا چھپانا واجب ہے ناواقفی کا ظہار اس لیے فرمایا

کہ یہ حضرت مسئلہ سے بے خبر تھے یا بے خیالی میں ان کی ران کھل گئی تھی غرض

کہ بے خبری اور بے خیالی اور دیدہ دانستہ جرم

کرنا کچھ اور ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاكُمْ وَالتَّعَرِّيَ فَإِنَّ مَعَكُمْ مَنْ لَا يُفَارِقُكُمْ إِلَّا عِنْدَ الْغَائِطِ وَحِيْنَ يُفْضِي
الرَّجُلُ إِلَى أَهْلِهِ فَاسْتَحْيُوْهُمْ وَأَكْرِمُوْهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ٭ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا كَانَتْ
عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُوْنَةُ إِذْ أَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَيْسَ هُوَ
أَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا أَلَسْتُمَا

علیہ وسلم نے کہ ننگے ہونے سے بچو کیونکہ تمہارے ساتھ وہ ہیں جو تم سے کبھی جدا نہیں ہوتے سوائے پیشاب پاخانہ کے اور اس وقت کے جب مرد اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے تو ان سے شرم کرو اور ان کا احترام کرو (ترمذی) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ وہ اور بی بی میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں کہ جناب ابن ام مکتوم آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں ان سے پردہ کرو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ نابینا نہیں ہیں کہ ہم کو دیکھتے نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو اور کیا تم ان کو نہیں

۱؎ یعنی بلا ضرورت ستر نہ کھولو جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ ۲؎ ان سے مراد اعمال لکھنے والے کراماً کاتبین فرشتے ہیں جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ہر ایک کاتبین فرشتے مراد ہوں کیونکہ یہ فرشتے پاخانہ میں بھی ساتھ رہتے ہیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ فرشتے شرمیلے ہیں انسان کا ستر دیکھنے سے شرم کرتے ہیں تو تم کو بھی ان سے شرم چاہیے اللہ کے بندوں سے حیا کرنا ایمان کا تقاضا ہے۔ ۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ پاخانہ اور صحبت کے وقت باتیں کرنا منع ہے کیونکہ اس وقت اعمال لکھنے کے لیے کاتبین فرشتوں کو پاس آنا پڑے گا اور وہ اس وقت پاس آنا نہیں چاہتے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت بے ستر کھولنا منع ہے اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ پاخانہ پیشاب بیٹھتے وقت کھڑے ہوتے وقت ننگا نہ ہو جائے بلکہ زمین کے قریب پہنچ کر کپڑا اٹھائے ۴؎ اس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جناب ام سلمہ کے گھر میں موجود تشریف فرما تھے اور بی بی میمونہ ملنے کے لیے وہاں آئی ہوئی تھیں۔ اسی لیے لفظ میمونہ کو معطوف فرمایا اور معطوف علیہ سے اس کا کچھ فاصلہ کر دیا جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ تاکہ معلوم ہو جائے کہ کعبہ میں ابراہیم علیہ السلام اصل تھے اور حضرت اسمٰعیل ان کے معاون ۵؎ آپ وہ ہی عبداللہ ابن ام مکتوم ہیں جن کے متعلق سورہ عبس شریف نازل ہوئی آپ اجازت لے کر دولت خانہ میں حاضر ہوئے ۶؎ یا تو حضرت عبداللہ کے آنے کا یہ وقت اور بیٹھنے سے پہلے حضور انور نے یہ حکم دیا یا آپ بیٹھ کر داخل ہو گئے داخل ہوتے ہی یہ فرمایا پہلا احتمال زیادہ قوی ہے کہ پہلے پردہ کرایا جاتا ہے پھر آنے والے کو بلایا جاتا ہے ۷؎ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مرد کو حرام ہے کہ اجنبی عورت کو دیکھے عورت کے لیے اجنبی مرد کو دیکھنا حرام نہیں اور حضرت عبداللہ تو نابینا ہیں ہم کو دیکھتے نہیں پھر ہم پردہ کیوں کریں

تَبَصَّرَ اِنَّهُ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ ○ وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ اِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ اَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ
قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَرَاَيْتَ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ خَالِيًا قَالَ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يُّسْتَحْيٰى مِنْهُ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ ○ وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دیکھیں[۱] (احمد، ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت بہز ابن حکیم سے وہ اپنے والد[۲] وہ اپنے دادا سے راوی[۳] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے ستر چھپاؤ سوائے اپنی بیوی یا مملوکہ لونڈی کے[۴] میں نے عرض کیا یارسول اللہ فرمایئے کہ جب مرد تنہا ہو فرمایا کہ اللہ تعالٰی زیادہ حقدار ہے کہ اس سے شرم کی جائے[۵] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے

۱؎ جواب سوال کا مقصد یہ ہے کہ عورت مرد پر پردہ واجب ہے کہ نہ تو مرد اجنبی عورت کو دیکھے نہ اجنبی عورت مرد کو۔ اسی حدیث کی بنا پر بعض علماء کا فرمان ہے کہ عورت بھی اجنبی مرد کو نہیں دیکھ سکتی بعض نے فرمایا کہ دیکھ سکتی ہے ان کی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ کی وہ روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حبشیوں کا کھیل دکھایا اس طرح کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود پردہ ہو کر آپ کے سامنے کھڑے ہوگئے کہ کوئی مرد تو آپ کو نہ دیکھ سکا مگر آپ حبشیوں اور ان کے کھیل کو دیکھتی رہیں یہ کھیل دکھانے کا واقعہ ۷ ھ میں ہوا جب کہ جناب عائشہ کی عمر شریف سولہ سال تھی اور پردہ کا حکم آچکا تھا نیز نماز جماعت میں عورتوں کو حاضری کا حکم تھا مردوں سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھتی تھیں مردوں کے پیچھے رہتی تھیں کہ عورتیں ان کو نہ دیکھ سکتے تھے مگر عورتیں یقینًا پیچھے سے آگے کے مردوں کو دیکھ سکتی تھیں لہذا حق یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث بیان جواز کے لیے ہے اور یہ حدیث بیان احتیاط کے لیے۔ یہ تمام تحقیق ان پاکبازوں کے متعلق ہے جنہیں بے حیائی کا خیال بھی نہ پیدا ہو لیکن اگر اس کا اندیشہ ہو تو عورت کا مردوں کو دیکھنا بھی سخت حرام ہے (لمعات، مرقات، اشعہ وغیرہ)۔ ۲؎ بہز اور ان کے والد حکیم دونوں تابعی ہیں۔ ہاں بہز کے دادا معاویہ ابن حیدہ صحابی ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بصرہ میں رہے خراسان میں وفات پائی۔ یہاں "جَدِّہٖ" کا مرجع بہز ہیں یعنی حکیم نے اپنے والد جو بہز کے دادا ہیں ان سے روایت کی لہذا حدیث متصل ہے (اشعہ)۔ ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں حفاظت سے مراد بے پردگی سے حفاظت ہے یعنی اپنی بیوی اور مملوکہ لونڈی سے تو پردہ نہیں باقی تمام سے ستر چھپانا واجب ہے اس کی مؤید وہ آیت کریمہ ہے "وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ" معلوم ہوا کہ خاوند بیوی ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہوسکتے ہیں۔ ۴؎ یعنی اللہ تعالٰی اپنے بندے کا برہنہ ہونا پسند نہیں کرتا اور وہ تو ہم کو ہر حالت میں دیکھ رہا ہے لہذا اس سے فرشتوں کی حفاظت سے شرم کرو۔ حدیث کا مقصد یہ نہیں کہ رب تعالٰی کپڑے پہنے ہونے کا ستر نہیں دیکھتا کپڑا اس کے لیے آڑ بن جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تنہائی میں بھی بلاوجہ برہنہ نہ رہے۔ ۵؎ یہ حدیث احمد، بیہقی، حاکم وغیرہم نے بھی کچھ فرق سے روایت فرمائی۔

قَالَ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلِجُوا عَلَى الْمُغِيبَاتِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ أَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ قُلْنَا وَمِنْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَمِنِّي وَلٰكِنَّ اللّٰهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى فَاطِمَةَ بِعَبْدٍ قَدْ وَهَبَهُ لَهَا وَعَلَى فَاطِمَةَ ثَوْبٌ إِذَا قَنَّعَتْ بِهِ رَأْسَهَا لَمْ يَبْلُغْ رِجْلَيْهَا وَإِذَا غَطَّتْ بِهِ

فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی عورت سے خلوت نہیں کرتا مگر ان میں تیسرا شیطان بھی ہوتا ہے[1] (ترمذی) روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا ان عورتوں کے ہاں نہ جاؤ جن کے خاوند غائب ہوں[2] کیونکہ شیطان تم میں ہر ایک کے خون کی جگہ دوڑتا ہے[3] ہم نے عرض کیا یارسول اللہ اور آپ کے بھی فرمایا میرے بھی لیکن اللہ نے مجھے اس پر مدد دی۔ چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا[4] (ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جناب فاطمہ کے پاس ایسے غلام کے ساتھ تشریف لائے جو آپ انہیں بخش چکے تھے[5] اور جناب فاطمہ پر ایسا کپڑا تھا کہ جب اس سے سر ڈھکتیں تو پاؤں تک نہ پہنچتا اور جب اس سے اپنے

[1] یعنی جب کوئی شخص اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو اگرچہ وہ دونوں کیسے ہی پاکباز ہوں اور کسی مقصد کے لیے جمع ہوں شیطان دونوں کو برائی پر ضرور ابھارتا ہے اور دونوں کے دلوں میں شہوت پیدا کر دیتا ہے خطرہ ہے کہ زنا واقع کر دے اس لیے ایسی خلوت سے بہت ہی احتیاط چاہیے گناہ کے اسباب سے بھی بچنا لازم ہے [illegible] روکو۔ [2] یعنی جن عورتوں کے خاوند [illegible] ان کے پاس جانے سے بہت بچو [illegible] شہوت غالب [illegible] [3] یعنی شیطان دونوں کی رگ رگ میں [illegible] [4] [illegible] [5] [illegible]

حضور نے یہ غلام حضرت فاطمہ کو پہلے ہبہ کر دیا تھا [illegible] تشریف لائے [illegible] سے معلوم ہوا۔

رِجْلَيْهَا لَمْ يَبْلُغْ رَأْسَهَا فَلَمَّا رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَلْقَى قَالَ إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكِ بَأْسٌ إِنَّمَا هُوَ أَبُوْكِ وَغُلَامُكِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا وَفِي الْبَيْتِ مُخَنَّثٌ فَقَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُمَيَّةَ أَخِي أُمِّ سَلَمَةَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ إِنْ فَتَحَ اللّٰهُ لَكُمْ غَدًا الطَّائِفَ فَإِنِّي أَدُلُّكَ عَلٰى

پاؤں ڈھکتا نہیں تو آپ کے سر تک نہ پہنچتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دشواری دیکھی جو آپ پا رہی تھیں تو فرمایا تم پر کوئی حرج نہیں یہ آنے والے تمہارے والد ہیں اور تمہارے غلام[1] (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے[2] حضرت ام سلمہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے اور گھر میں ایک ہیجڑا تھا[3] عبداللہ ابن امیہ جو جناب ام سلمہ کے بھائی ہیں کہہ رہا تھا کہ اے عبداللہ کہ کل اگر اللہ تمہیں طائف کی فتح دے[4] تو میں تمہیں۔

[1] یعنی اس وقت آپ کے پاس صرف ایک چادر تھی وہ بھی اتنی چھوٹی کہ بیک وقت سر و پاؤں نہیں چھپا سکتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مع اس غلام کے دروازہ پر کھڑے تھے داخلہ کی اجازت مانگی جب آپ کو دیر ہوئی تب تحقیق فرمانے پر جواب ملا یہ تکلف معلوم ہوا تب یہ فرمایا ظاہر یہ ہے کہ تم تمہارے لئے بیٹا اور دوسرا تمہارا مملوک غلام ان دونوں سے تمہارا پردہ نہیں سر کھلا رہے ہم کو آنے کی اجازت دے دو اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ جیسے مولیٰ سے لونڈی پر پردہ لازم نہیں ایسے ہی مملوک غلام سے مالکہ پر پردہ واجب نہیں مگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بالغ غلام اپنی مالکہ کے لیے اجنبی مرد کی طرح ہے کہ اس سے پردہ واجب ہے اگرچہ غلام خصی ہی ہو امام شافعی کا یہ استدلال کچھ ضعیف سا ہے کیونکہ یہ غلام نابالغ اور غیر محل شہوت تھا مرقات میں ہے یہ غلام نابالغ بچہ کو کہتے ہیں جس پر قرآن مجید، احادیث و لغت کی کتب گواہ ہیں یہ خیال رہے کہ نابالغ اور اپنے محرم غلام سے پردہ نہیں اور آیت مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں لونڈیاں مراد ہیں اور تحقیق … خیال رہے کہ امام اعظم کے ہاں بالغ غلام اپنی مالکہ کے لیے اجنبی مرد کی طرح ہے کہ اس کا چہرہ ہاتھ پاؤں نہیں دیکھ سکتا ہے مگر امام شافعی کے ہاں محرم کی طرح ہے کہ اس کا سر اور پنڈلی بھی دیکھ سکتا ہے یہاں حضرت فاطمہ کے سر شریف کا ذکر ہے اس لیے امام شافعی کی دلیل پکڑتے ہیں۔ [3] مخنث نون کے فتح سے بھی پڑھا جاتا ہے اور نون کے کسرہ سے بھی مخنث وہ ہے جو حرکات و سکنات، گفتار و رفتار میں عورتوں کی طرح ہو اگر قدرتی یہ حالت ہو تو وہ گنہگار نہیں اور اگر مرد ہے مگر عورتوں کی شکل بناتا ہے تو بفرمان حدیث ملعون ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد بننے والی عورتوں پر اور عورت بننے والے مردوں پر لعنت فرمائی یہ قدرتی مخنث تھا حضرت ام المومنین حضرت ام سلمہ نے سمجھا کہ یہ غیر اولی الاربہ میں داخل ہے جن سے پردہ نہیں اس لیے اسے گھر میں آنے کی اجازت دے دی حضور انور نے اس کی یہ گفتگو سن کر اسے غیر اولی الاربہ میں داخل نہ فرمایا اس مخنث کا نام ہانع یا ہیت تھا۔ [4] کل سے مراد آئندہ زمانہ ہے یہ واقعہ فتح طائف سے پہلے کا ہے جب طائف پر حملہ ہو چکا تھا اور فتح طائف مراد ہے کل طائف کا فتح کرنا ہے۔

ابنة غيلان فإنها تقبل بأربع وتدبر بثمان فقال النبي صلى الله عليه وسلم لا يدخلن هؤلاء عليكم متفق عليه وعن المسور بن مخرمة قال حملت حجرا ثقيلا فبينا أنا أمشي سقط عني ثوبي فلم أستطع أخذه فرآني رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لي خذ عليك ثوبك ولا تمشوا عراة رواه مسلم وعن عائشة قالت ما نظرت أو ما رأيت فرج رسول الله صلى الله عليه وسلم قط رواه ابن ماجه وعن

غیلان کی بیٹی کا پتہ دیتا ہوں جو آتی ہے چار اور جاتی ہے آٹھ سے[۲] تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ ہرگز تمہارے پاس نہ آیا کریں[۳] (بخاری و مسلم) روایت ہے حضرت مسور ابن مخرمہ سے[۴] فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بھاری پتھر اٹھایا تو میرے چلنے کی حالت میں میرا کپڑا گر گیا میں اسے لے نہ سکا[۵] مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو مجھ سے فرمایا اپنے کپڑے لے لو اور ننگے نہ چلو[۶] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر کبھی نہ دیکھا[۷] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت

۱؎ غیلان طائف کے ایک شخص کا نام تھا ان کی اس بیٹی کا نام بادیہ تھا یہ فتح طائف کے بعد حضرت عبدالرحمن ابن عوف کے نکاح میں آئی (مرقات) ۲؎ یعنی وہ لڑکی اتنی موٹی ہے کہ موٹاپے کی وجہ سے اس کے پیٹ پر چار سلوٹیں یعنی تہہ پڑتی ہیں [illegible] جب سامنے سے آتی ہے تو وہ چار [illegible] جب پیٹھ پھیر کر جاتی ہے تو دونوں پہلوؤں کے [illegible] آٹھ نظر آتی ہیں [illegible] اس کی موٹائی بیان کر رہا ہے ۳؎ اس سے پہلے مخنثوں یعنی ہیجڑوں کا گھروں میں آنا ممنوع نہ تھا کیونکہ یہ عورت کے قابل نہیں ہوتے جیسے بہت چھوٹے لڑکے یا بہت بوڑھے مرد یا خصی یا مجبوب [illegible] مگر اب پتہ لگا کہ ہیجڑوں کا گھروں میں آنا فساد کا باعث ہے جیسے وہ دوسری عورتوں کا ذکر [illegible] اس لئے ان کو مسلمانوں کے گھروں میں [illegible] خصی مجبوب [illegible] کا فساد مردوں کے فساد سے بھی زیادہ ہے ۴؎ آپ کی کنیت ابو عبدالرحمن ہے زہری ہیں قرشی ہیں عبدالرحمن بن عوف کے بھانجے ہیں ۲ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے [illegible] ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے شہادت عثمانی تک مدینہ پاک میں رہے اس کے بعد مکہ معظمہ چلے گئے امیر معاویہ کے انتقال کے بعد یزید پلید کی بیعت سے انکار کر دیا جب یزید نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کر کے کعبہ معظمہ پر پتھر برسائے تو آپ کے ایک پتھر لگا اس سے حطیم شریف میں نماز پڑھتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا یہ واقعہ ربیع الاول ۶۴ھ میں ہوا ۵؎ یعنی کسی وقت پر بھاری پتھر اٹھا رہا تھا صرف تہبند [illegible] گر گیا جس سے میں بالکل برہنہ ہو گیا ہاتھ گھرے ہوئے تھے اس لئے آپ تہبند نہ اٹھا سکے ۶؎ [illegible] کی حفاظت [illegible] یہ حکم عام ہے کہ کوئی [illegible] شخص اگرچہ بالغ نہ ہو ننگا نہ رہے نہ پھرے ستر ڈھکنا فرض ہے ۷؎ بعض روایات میں ہے کہ [illegible] کی کبھی شرمگاہ [illegible] حضور نے میرا ستر کبھی دیکھا [illegible] خیال رہے کہ [illegible] ایک دوسرے کے شرمگاہ دیکھ سکتے ہیں [illegible] دیکھنا نسیان کا باعث ہے (اشعہ)

أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ إِلٰى مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ أَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ يَغُضُّ بَصَرَهُ إِلَّا أَحْدَثَ اللّٰهُ لَهُ عِبَادَةً يَجِدُ حَلَاوَتَهَا رَوَاهُ أَحْمَدُ ۔ وَعَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ إِلَيْهِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ ۔ بَابُ الْوَلِيِّ فِي النِّكَاحِ وَاسْتِئْذَانِ الْمَرْأَةِ ۔ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ ۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

ابی امامہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں ایسا کوئی مسلم نہیں جو اچانک کسی عورت کی خوبیاں پہلی بار دیکھے[1] تو فوراً اپنی نگاہ نیچی کرلے[2] مگر اللہ اسے ایسی عبادت دیتا ہے جس کی وہ لذت پالیتا ہے[3] (احمد) روایت ہے حضرت حسن سے مرسلاً[4] فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ لعنت کرے دیکھنے والے پر اور اس پر جو دیکھی جائے[5] (بیہقی شعب الایمان) نکاح میں ولی کا بیان اور عورت سے اجازت لینے کا باب[6] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

پھر دیکھتا نہیں اسلئے کہ اس سے نگاہ کمزور ہوتی ہے نیز یہ عمل یہود و نصاریٰ کی رسم کے خلاف ہے اس لیے حضور نے اس پر عمل نہ کیا بعض لوگ کہتے ہیں کہ بوقت صحبت دونوں کے بالکل ننگے ہونے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر صحبت کرنے سے اولاد بے شرم پیدا ہوتی ہے اور صحبت کی حالت میں باتیں کرنے سے اندیشہ ہے کہ اولاد گونگی ہو جس کا عمل شریف میں بالکل تجربہ ہیں۔ [1] یعنی اگر کسی کی نگاہ بلا ارادہ اجنبی عورت کے حسن و جمال یا زیور و لباس پر اچانک پڑ جائے اس کا دل چاہے کہ دیکھتا رہے مگر خوف خدا سے دل کو روک کر نگاہ نیچی کرلے [2] یعنی اس مجاہدہ دل کو روکنے کی برکت سے رب تعالیٰ اسے کسی عبادت کی لذت نصیب فرمائے گا یا نماز کی یا روزے کی یا حج و زیارت کی خیال رہے کہ کھانے پینے کی طرح عبادات میں بھی مختلف لذتیں ہیں جسے محسوس کرنے کے لیے باطنی حواس درست چاہیئیں یہاں اسی لذت کا ذکر ہے کہ یہ بہت ہی ضعیف ہے رب تعالیٰ اسکی توفیق بخشے [3] اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو رب تعالیٰ اسے ان عبادتوں میں لذت بخشے گا یا کسی اور نئی عبادت کی توفیق دیگا جیسے جہاد وغیرہ اور پھر اس کی لذت بھی نصیب فرمائے گا [4] حسن سے مراد خواجہ حسن بصری ہیں چونکہ آپ تابعی ہیں اور صحابی کا نام آپ نے لیا نہیں اس لیے یہ حدیث مرسل ہوئی اور آپ کی یہ نقل مرسل احناف کے ہاں ثقہ کا ارسال معتبر ہے [5] اس حدیث کا مطلب اجمال یہ ہے کہ جو مرد اجنبی عورت کو قصداً بلا ضرورت دیکھے اس پر بھی لعنت ہے اور جو عورت قصداً بلا ضرورت اجنبی مرد کو اپنا آپ دکھلائے اس پر بھی لعنت ہے خیال رہے کہ یہاں نگاہ پڑ جانا یا اجنبی عورت کو دیکھنا بلا ضرورت دیکھنا، قصداً دیکھنا [6] ولی بمعنی متولی ہے یہاں ولی سے مراد ہے جو عورت یا قریبی لڑکی کے نکاح کا متولی و منتظم ہو احناف کے نزدیک نابالغ کا نکاح بغیر ولی کی اجازت کے نہیں ہو سکتا نیز نابالغہ کے لیے ولی کو جبر کا حق ہے کہ جہاں چاہے اس کا نکاح کردے [7] بالغہ کے نکاح میں اجازت ولی مستحب ہے شرط نہیں نیز بالغہ پر ولی کو جبر کا حق نہیں بالغہ خواہ کنواری ہو یا بیوہ یا مطلقہ ہاں دیوانی بالغہ اور لونڈی کے نکاح کے لیے ولی یا مالک کی اجازت شرط ہے نیز ان دونوں پر ولی اور مالک کو جبر کا حق ہے ۔

سلم لا تنکح الأیم حتی تستأمر ولا تنکح البکر حتی تستأذن قالوا یا رسول اللہ و
کیف إذنہا قال أن تسکت متفق علیہ وعن ابن عباس أن النبی صلی اللہ علیہ و
سلم قال الأیم أحق بنفسہا من ولیہا والبکر تستأذن فی نفسہا وإذنہا صماتہا وفی
روایۃ قال الثیب أحق بنفسہا من ولیہا والبکر تستأمر وإذنہا سکوتہا وفی روایۃ
قال الثیب أحق بنفسہا من ولیہا والبکر تستأمر وإذنہا سکوتہا وفی

بیوہ کا نکاح نہ کیا جائے حتی کہ اس سے اجازت لے لی جائے اور کنواری کا نکاح اس کی بلا اجازت نہ کیا جائے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کنواری کی اجازت کیسے فرمایا اس کی خاموشی (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے خاوند والی عورت اپنے نفس کے مقابل اپنے ولی کے زیادہ حقدار ہے اور کنواری سے اس کے نفس کے متعلق اجازت لی جائے اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے ایک اور روایت میں ہے کہ ثیبہ اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے اور کنواری سے اجازت لی جائے اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ شادی شدہ اپنے نفس کی ولی سے زیادہ حقدار ہے اور کنواری کی اجازت لی جائے اس کی اجازت اس کی خاموشی اور

۱؎ عربی میں ایم بے خاوند والی عورت کو کہتے ہیں کنواری ہو یا بیوہ یا مطلقہ مگر یہاں بیوہ یا مطلقہ مراد ہے کیونکہ کنواری کا ذکر آگے آرہا ہے ۲؎ خلاصہ فرمان عالی یہ ہے کہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی بغیر اجازت نہیں ہو سکتا خواہ وہ کنواری ہو یا شادی شدہ بیوہ یا مطلقہ کیونکہ بالغہ اپنے نفس کی مختار ہے کوئی ولی اس پر جبر نہیں کر سکتا ۳؎ یعنی عاقلہ بالغہ کے نکاح میں اس کی اجازت ضروری ہے مگر نوعیت اجازت میں فرق ہے کنواری کی خاموشی یا آنسوؤں سے رونا بھی اجازت ہے بشرطیکہ ولی اقرب یا اس کا وکیل اجازت لے اور بیوہ یا مطلقہ میں صاف اجازت دینا ضروری ہے۔ خیال رہے کہ احناف کے ہاں جبر کا مدار صغر پر ہے اور شوافع کے ہاں باکرہ و ثیبہ ہونے پر ہے یعنی بالغہ لڑکی خواہ کنواری ہو یا شادی شدہ اس کے نکاح کے لیے اجازت شرط ہے نابالغہ بچی کا ولی بغیر اجازت نکاح کر سکتا ہے اس کی اپنی اجازت شرط نہیں خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔ یہ بھی خیال رہے کہ جو لڑکی بیماری یا کودنے یا حیض یا زنا کی وجہ سے ثیبہ ہوگئی وہ باکرہ ہی ہے کہ اس کی خاموشی ہی اجازت ہے ۴؎ یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ بے خاوند والی بالغہ لڑکی خواہ کنواری ہو یا بیوہ یا مطلقہ اپنے نفس کی مختار ہے کہ اگر اس کا ولی کسی اور سے اس کا نکاح کر دے اور یہ خود کسی دوسرے سے نکاح کر لے تو اس کا اپنا کیا ہوا نکاح معتبر ہوگا نہ کہ ولی کا کیا ہوا نکاح، معلوم ہوا کہ عاقلہ بالغہ کے نکاح کے لیے اجازت ولی شرط نہیں اس کے بغیر بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ من ولیہا سے معلوم ہوا ۵؎ یہاں باکرہ کا ذکر علیحدہ فرمانا اس حکم کو بیان کرنے کے لیے ہے یعنی باکرہ و ثیبہ کے حکم میں فرق یہ ہے کہ باکرہ کی خاموشی بھی اجازت ہے اور ثیبہ کی نہیں اسے صاف الفاظ میں اجازت دینا ہوگی باقی مختار ہونے میں دونوں برابر ہیں یہ حدیث احناف کی قوی دلیل ہے

رِوَايَةٍ قَالَ الثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ يَسْتَأْذِنُهَا أَبُوهَا فِي نَفْسِهَا وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ خَنْسَاءَ بِنْتِ خِذَامٍ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ ذٰلِكَ فَأَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ نِكَاحَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ مَاجَةَ نِكَاحَ أَبِيهَا وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِينَ وَزُفَّتْ إِلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ وَلُعَبُهَا مَعَهَا وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِ

بیشک روایت میں ہے فرمایا شادی شدہ اپنے نفس کی بہ نسبت اپنے ولی کے بہت حقدار ہے اور کنواری سے اجازت لی جائے اس کے نفس کے متعلق اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے (مسلم) اور روایت ہے حضرت خنساء بنت خذام سے کہ ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا جب کہ وہ شادی شدہ تھیں انہوں نے یہ نکاح ناپسند کیا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے ان کا نکاح رد کر دیا (بخاری) اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ ان کے باپ کا کیا ہوا نکاح رد کیا۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا جب وہ سات سال کی تھیں اور رخصت ہوئیں جب وہ نو برس کی لڑکی تھیں ان کے کھلونے ان کے ساتھ تھے اور حضور نے انہیں چھوڑ کر وفات پائی جب وہ

۱؎ خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث بہت سی روایات سے مروی ہے جن کے الفاظ میں قدرے فرق ہے مگر معنی و مقصد سب کا یکساں ہے وہ یہ کہ عاقلہ بالغہ لڑکی خواہ کنواری ہو خواہ بیوہ خواہ طلاق والی اپنے نفس کی مختار ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا اور اس کے نکاح کے لیے ولی شرط نہیں اور یہ کہ کنواری کی خاموشی اس کی اجازت ہے مگر خاموشی اس وقت اجازت مانی جائے گی جب کہ اذن لینے والا اس کا ولی یا ولی کا وکیل ہو اور دولہا کا نام پتہ وغیرہ بتا کر اجازت مانگی جائے جس سے اسے دولہا کا پورا پتہ لگ جائے اگر ان میں سے کوئی چیز کم رہی تو خاموشی اجازت نہ ہوگی ۲؎ یہ حدیث احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس کی روایت سے مرفوعًا نقل کی البتہ الفاظ میں کچھ فرق ہے (مرقات) ۳؎ آپ کا نام خنساء بنت خذام ابن خالد ہے انصاریہ ہیں اسدیہ ہیں صحابیہ ہیں حق یہ ہے کہ ان کے والد کا نام خذام نقطہ والی خاء سے ہے ذال سے ۴؎ یعنی بالغہ تھیں پہلے ان کا نکاح ہو چکا تھا بیوہ یا مطلقہ تھیں سب حالات سے ان کی ناپسندیدگی کے باوجود نکاح کر دیا ۵؎ خیال رہے کہ مذہب حنفی میں بالغہ پر ولی کو جبر کا حق نہیں خواہ کنواری ہو یا بیوہ اور مذہب شافعی میں ثیبہ پر ولی کو حق جبر نہیں خواہ بالغہ ہو یا نابالغہ ہاں اس صورت میں نکاح کی صورت لڑکی کا بلوغ تھا اور شوافع کے ہاں اس کا ثیبہ ہونا لہذا یہ حدیث نہ ہمارے خلاف ہے نہ شوافع کے کیونکہ حضرت خنساء نکاح کا انکار کر چکی تھیں اس لیے حضور نے نکاح رد فرما دیا ورنہ اگر یہ خاموش رہی ہوتیں تو انہیں اختیار تھا کہ نکاح جائز رکھیں یا رد کر دیں ۶؎ یعنی چھ سال کی ہو کر ساتویں سال میں داخل ہو چکی تھیں لہذا یہ روایت ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ آپ کی عمر اس وقت چھ سال کی مذکور ہے بہرحال آپ اس وقت بالغہ نہ تھیں معلوم ہوا کہ نابالغہ لڑکی کا نکاح ہو سکتا ہے نکاح کے لیے بلوغ شرط نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ یعنی جن بیویوں کو ابھی حیض نہ آیا ہو اور انہیں طلاق ہو جائے تو ان کی عدت تین ماہ ہے اگر نابالغہ کا نکاح درست نہ ہوتا تو اسے طلاق کیسی اور اس کی عدت تین ماہ کیسی آج بعض منکرین حدیث نابالغہ لڑکی کے نکاح کا انکار کرتے ہیں ان کا یہ انکار صریح آیت قرآنیہ کے خلاف ہے بعض جہلاء نے تو یہاں تک کہ حضرت عائشہ صدیقہ کا نکاح چھ سال کی عمر میں حدیث متواترہ سے ثابت ہے حضرت ... ظلم ... ۔

عَشَرَۃَ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ **اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ** عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ۔ وَ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَیُّمَا امْرَاَۃٍ نَکَحَتْ بِغَیْرِ اِذْنِ وَلِیِّہَا فَنِکَاحُہَا بَاطِلٌ فَنِکَاحُہَا بَاطِلٌ فَنِکَاحُہَا بَاطِلٌ فَاِنْ دَخَلَ بِہَا فَلَہَا الْمَہْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ

۸ سال کی تھیں (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی آپ نے فرمایا بغیر ولی نکاح نہیں۱ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت بغیر اجازت ولی اپنا نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے۲ لیکن اگر خاوند اس سے صحبت کرلی تو اسے مہر ملے گا۔ اس کے عوض کہ اس

کا نکاح تمام صحابہ کی موجودگی میں [illegible] نابالغ بچوں کے نکاح کے جواز پر تمام امت متفق ہے اور نابالغہ بالغ ہو کر باپ دادا کا کیا ہوا نکاح فسخ نہیں کر سکتی [illegible] کیا ہوا نکاح فسخ کر سکتی ہے دوسرے بعض حالات میں نابالغ اولاد کا نکاح کر دینا ضروری ہو جاتا ہے باپ قریب موت ہے اولاد چھوٹی ہے [illegible] اس کا نکاح [illegible] اور ولی کی اجازت میں [illegible] کا حال یہ ہے کہ حضرت ام المؤمنین اس وقت بالغہ ہو چکی تھیں [illegible] اگر قریب [illegible] ہو سکتی ہے اس حدیث کی بنا پر علماء نے فرمایا کہ بچیوں کو گڑیاں اور کھلونوں سے کھیلنا جائز ہے [illegible] کوئی شبہ ہی نہیں۔

۱ یہ حضرت عائشہ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ [illegible] حضور کی وفات کے وقت آپ کی عمر شریف [illegible] سال کی تھی [illegible] پچیس سال [illegible] حضور کی میراث [illegible] سے نکاح جائز نہیں [illegible] ۲ اس حدیث کی بنا پر [illegible] ولی کی اجازت شرط ہے عورت بالغہ ہو یا نابالغہ [illegible] نابالغ لڑکے یا لڑکی کے نکاح میں ولی شرط ہے [illegible] امام شافعی کے ہاں [illegible] اس حدیث میں نابالغ یا مجنون یا لونڈی غلام مراد ہیں [illegible] لڑکے لڑکی کا نکاح بغیر ولی [illegible] اشعۃ اللمعات [illegible] حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہوگی کہ رب تعالیٰ نے فرمایا حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ [illegible] ان سے نکاح کریں تو تم انہیں نہ روکو اور گزشتہ مسلم کی حدیث کے بھی خلاف ہوگی کہ الایم احق بنفسہا من ولیہا (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مالک) لہذا امام اعظم کی توجیہ نہایت ہی قوی ہے ۳ یہ حدیث گزشتہ حدیث ضعیف و مضطرب ہے چنانچہ اس حدیث کی راویہ حضرت عائشہ صدیقہ [illegible] امام زہری نے [illegible] ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب سے اس حدیث کے متعلق پوچھا انہوں نے اس سے انکار کیا (مرقات) [illegible] نے بھی اس حدیث کی صحت کا انکار کیا [illegible] اگر صحیح مان لی جائے تو عورت سے مراد لونڈی یا نابالغ عورت مراد ہے [illegible] عورت غیر کفو میں نکاح

مِنْ فَرْجِهَا فَإِنِ اشْتَجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَغَايَا اللَّاتِي يُنْكِحْنَ أَنْفُسَهُنَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ وَالْأَصَحُّ أَنَّهُ مَوْقُوفٌ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَتِيمَةُ تُسْتَأْمَرُ فِي نَفْسِهَا فَإِنْ صَمَتَتْ فَهُوَ إِذْنُهَا وَإِنْ أَبَتْ فَلَا جَوَازَ عَلَيْهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ

نے اس کی شرمگاہ[۱] کو حلال کیا[۱] پھر اگر اولیاء اختلاف کریں تو بادشاہ اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں[۲] (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)[۳] روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عورتیں زانیہ ہیں جو اپنا نکاح بغیر گواہوں کے کرلیں[۴] اور زیادہ درست یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عباس پر موقوف ہے[۵] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یتیم لڑکی سے اس کی جان کے بارے میں اجازت لی جائے[۶] پھر اگر وہ خاموش رہے تو وہ ہی اس کی اجازت ہے اور اگر انکار کردے تو اس پر جبر نہیں[۷] (ترمذی، ابوداؤد)

اجازت ولی نکاح کرے کہ یہ نکاح درست نہیں ورنہ یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہوگی اور گزشتہ حدیث مسلم کے بھی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ یعنی طلاق والی بے نکاح خاوند اول کے لیے حلال نہیں حتی کہ یہ عورت دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔ بہرحال مذہب حنفی اس بارے میں بہت قوی ہے سبب یہ ہے کہ عورت اپنے مال کی مختار ہے تو اپنے نفس کی بھی مختار ہے۔

۱ یعنی ایسے نکاح کا حکم یہ ہے کہ اگر خاوند اس سے صحبت کرلے پھر قاضی ان دونوں کو علیحدگی کا حکم دے تو اسے مقررشدہ مہر یا مہر مثل دینا ہوگا۔ معلوم ہوا کہ یہاں باطل سے مراد فاسد ہے کہ نکاح فاسد کا یہی حکم ہے کہ حاکم تفریق کرادے گا مگر صحبت ہوچکنے کی صورت میں عورت کو مہر دے گا۔ نکاح فاسد و باطل کا فرق اور ان کے احکام ہمارے فتاویٰ میں ملاحظہ فرمائیے۔ ۲ یعنی اگر کسی عورت کے نکاح میں ایک درجہ کے اولیاء مختلف ہوں کہ کوئی ولی کہیں نکاح کرنا چاہے دوسرا ولی کہیں اور، جیسے عورت کے چند بھائی یا چند چچا اولیاء ہیں اور ان میں اختلاف واقع ہو جائے تو وقت کا سلطان یا سلطان کا مقرر کردہ حاکم ولی ہوگا جہاں چاہے نکاح کرے کیونکہ اولیاء کا اختلاف ان کو کالعدم بنا دیتا ہے اور جس کا ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہوتا ہے اس کا ولی بھی سلطان ہوگا۔ ۳ یہ حدیث نسائی، حاکم نے بھی روایت کی اور طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کچھ اختلاف الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔ ۴ بغایا باغیہ کی جمع ہے اور باغیہ بغاء سے بنا بمعنی زانیہ یعنی جو عورت کسی سے تنہائی میں بغیر گواہ کے نکاح کرلے تو یہ نکاح درست نہیں اور صحبت زنا کی طرح حرام ہوگی کیونکہ نکاح کے لیے دو گواہ شرط ہیں۔ اس پر تمام صحابہ و تابعین بلکہ تمام مسلمین کا اتفاق ہے کہ بغیر گواہ نکاح منعقد نہیں ہوتا (مرقات و لمعات)۔ ۵ یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس کا اپنا قول ہے مگر ایسی حدیث موقوف بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے کیونکہ یہ بات صحابی اپنے اجتہاد سے نہیں فرما سکتے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر فرماتے ہیں۔ ۶ یہاں یتیمہ سے مراد بالغہ کنواری لڑکی ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاٰتُوا الْيَتٰمٰى اَمْوَالَهُمْ یہاں یتیموں کو یتیم فرمایا گیا یعنی جو پہلے یتیم تھی۔ ۷ اس کا مطلب پہلے بیان ہوچکا کہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہوسکتا اور کنواری کی خاموشی یا مسکرانا یا بغیر آواز کے رونا اجازت ہے بشرطیکہ اجازت لینے والا ولی یا ولی کا وکیل ہو۔ خیال رہے کہ ثیبہ بالغہ کا …

وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ أَبِي مُوسَى ۔ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا عَبْدٍ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ إِذْنِ سَيِّدِهِ فَهُوَ عَاهِرٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ جَارِيَةً بِكْرًا أَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزَوِّجُ

نسائی اور دارمی نے حضرت ابو موسیٰ سے [1] روایت کی۔ روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ جو غلام اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر نکاح کرے وہ زانی ہے [2] (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ایک کنواری لڑکی [3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے ذکر کیا کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کر دیا حالانکہ وہ ناپسند کرتی تھی [4] تو اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دے دیا [5] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ تو ایک عورت

اگر دادا کر دے تو نکاح درست بھی ہے اور لازم بھی کہ لڑکی بالغہ ہو کر فسخ نہیں کر سکتی اور اگر دادا کے سوا کوئی اور قریبی ولی کر دے تو نکاح درست تو ہے مگر لازم نہیں کہ بالغ ہو کر فسخ کر سکتی ہے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ بلوغ کا علم ہوتے ہی فسخ کرے اور حاکم سے فیصلہ کرائے۔

[2] امام شافعی و احمد کے ہاں غلام کا نکاح بغیر مولیٰ کی اجازت کے منعقد ہی نہیں ہوتا لہٰذا اگر بعد میں مولیٰ اجازت دے دے تب بھی درست نہیں مگر امام اعظم اور امام مالک کے ہاں نکاح مالک کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اگر جائز رکھے تو جائز ورنہ باطل، جیسے نکاح فضولی کا حکم ہے اس حدیث کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مالک کے انکار کے بعد غلام نکاح کرے تو نکاح باطل ہے اور وطی حرام یا مالک کی اجازت سے پہلے وطی درست نہیں جیسے تمام موقوف نکاحوں کا حکم ہے۔ [3] وہ لڑکی بالغہ تھی۔ جیسا کہ آئندہ مضمون سے معلوم ہوتا ہے بعض شارحین نے کہا کہ وہ خنساء بنت خدام تھیں جن کا واقعہ پہلے گزر چکا مگر یہ درست نہیں کہ وہ کنواری نہ تھیں، یہ لڑکی کنواری ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس لڑکی کا نام ... واللہ اعلم [4] صورت یہ تھی کہ باپ نے اس لڑکی سے پوچھے بغیر نکاح کر دیا لڑکی دل سے ناراض تھی بوقت نکاح لڑکی نے انکار نہ کیا تھا ورنہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا اور لڑکی کو اختیار ہی نہ رہتا لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں [5] یعنی وہ نکاح تیری رضا پر موقوف ہے اگر تو چاہے تو جائز رکھ اور چاہے فسخ کر دے اس سے معلوم ہوا کہ بالغ لڑکی پر باپ وغیرہ جبر نہیں کر سکتے اگر لڑکی سے بغیر پوچھے نکاح کر دیں گے تو نکاح فضولی ہوگا لڑکی جائز رکھے یا نہ رکھے، ہمارے ہاں اس اختیار کی وجہ لڑکی کا بلوغ تھا امام شافعی کے ہاں اس کا باکرہ یعنی کنواری ہونا [6] یہ حدیث احمد و نسائی و ابن ماجہ نے بھی نقل کی ابن قطان کہتے ہیں کہ حدیث صحیح ہے۔

الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ وَلَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَإِنَّ الزَّانِيَةَ هِيَ الَّتِي تُزَوِّجُ نَفْسَهَا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنْ اسْمَهُ وَأَدَبَهُ فَإِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَإِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ إِثْمًا فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى أَبِيهِ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

دوسری عورت کا نکاح کرے[1] اور نہ عورت خود اپنا نکاح کرے[2] کیونکہ وہ عورت زانیہ ہے جو اپنا نکاح خود کرے[3] (ابن ماجہ)

روایت ہے حضرت ابو سعید اور ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کے بچہ پیدا ہو تو چاہیے کہ اس کا نام اچھا رکھے[4] اور اسے اچھی تعلیم دے[5] پھر جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے[6] اگر بچہ بالغ ہو گیا اور اس کا نکاح نہ کیا اس نے کوئی گناہ کر لیا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے[7] روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب اور انس ابن مالک سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی

۱؎ یعنی مردوں کے ہوتے ہوئے عورت کسی کا نکاح نہ کرائے لہذا باپ دادا یا بھائی یا چچا وغیرہ کے ہوتے ہوئے ماں خالہ وغیرہ ولی نہیں بلکہ وہ لوگ ولی ہیں یہ حکم استحبابی ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ عورت لڑکی کا نکاح نہ کرے بلکہ اگر کوئی ولی نہ ہو تو حاکم وقت کی رائے سے نکاح کیا جائے ورنہ مردوں کے نہ ہونے پر ماں خالہ وغیرہ ولیہ ہو سکتی ہیں کہ ماں کا نکاح اولیٰ اجازت سے درست ہے ۲؎ یعنی بغیر گواہوں کے یا غیر کفو میں نکاح نہ کرے ورنہ نکاح منعقد نہ ہوگا اسی پر فتویٰ ہے دیکھو درمختار یہ مطلب نہیں کہ بالغہ بغیر ولی کے نکاح نہیں کر سکتی ورنہ بہت سی احادیث کی مخالفت لازم ہوگی جو پہلے عرض کی گئیں ۳؎ یعنی جو عورت بغیر گواہ یا ولی کے نارضی میں غیر کفو میں نکاح کرے وہ نکاح درست نہ ہوگا اور صحبت حرام ہوگی ۴؎ کیونکہ اچھے نام کا اثر نام والے پر پڑتا ہے اچھا نام وہ ہے جو بے معنی نہ ہو جیسے بدھوا تلوا وغیرہ اور فخر و تکبر نہ پایا جائے جیسے بادشاہ شہنشاہ وغیرہ اور نہ برے معنی ہوں جیسے عاصی وغیرہ بہتر یہ ہے کہ انبیائے کرام یا حضور علیہ السلام کے صحابہ عظام اہل بیت اطہار کے نام پر نام رکھے جیسے ابراہیم و اسمٰعیل عثمان و علی حسین وغیرہ عورتوں کے نام آسیہ فاطمہ عائشہ وغیرہ اور جو اپنے بیٹے کا نام محمد رکھے وہ ان شاء اللہ بخشا جائے گا اور دنیا میں اس کی برکت دیکھے گا آج کل بہت لاحیات نام رکھے جانے لگے ہیں مثلاً تسیم اختر وغیرہ، گلفام وغیرہ ۵؎ بقدر ضرورت علم دین بھی سکھائے نیز دنیاوی علم و ہنر بھی اس قدر سکھائے کہ بچہ کسی کا محتاج نہ رہے ۶؎ اس سے معلوم ہوا کہ بہتر یہ ہے کہ نکاح بالغ ہونے پر کرے اگرچہ نابالغ بچے کا بھی نکاح درست ہے بالغ بچہ کے عادات وغیرہ معلوم ہو جاتے ہیں نابالغ کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ کن خصلت اور کس قماش کا ہوگا اھ ۷؎ یہ اس صورت میں ہے کہ بچہ غریب ہو خود نکاح کرنے پر قادر نہ ہو اور اگر باپ امیر ہو اولاد کا نکاح کر سکتا ہے مگر لاپرواہی یا امیر کی تلاش میں نکاح نہ کرے اب بچہ کے گناہ کا وبال اس لاپرواہ باپ پر ہوگا (مرقات) کیونکہ باپ کی کوتاہی اس کے گناہ کا سبب ہے خیال رہے کہ یہاں إِنَّمَا بھی گناہ کے حصر کے لیے ہے نہ کہ بچہ گناہ کے حصر کے لیے یعنی ذریعہ گناہ بننے کا وبال صرف باپ پر ہوگا اگرچہ کسب گناہ کا وبال خود بچہ پر ہے اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو محض امیر لڑکی کی تلاش میں بچے کا نکاح عرصہ تک نہیں کرتے اس سے بدتر یہ ہے کہ اپنی کنواری جوان لڑکیوں کو اسکول کالج میں اکیلا بھیجتے ہیں جس کے برے نتیجے آج آنکھوں کے سامنے ہیں۔

سلّم قَالَ فِي التَّوْرٰىةِ مَكْتُوْبٌ مَنْ بَلَغَتْ اِبْنَتُهٗ اِثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً وَلَمْ يُزَوِّجْهَا فَاَصَابَتْ اِثْمًا فَاِثْمُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ٭ بَابُ اِعْلَانِ النِّكَاحِ وَالْخِطْبَةِ وَالشَّرْطِ ٭ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ٭ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حِيْنَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِيْ كَمَجْلِسِكَ مِنِّيْ فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ لَنَا يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِيْ يَوْمَ بَدْرٍ اِذْ قَالَتْ

فرمایا توریت میں لکھا ہے[1] کہ جس کی لڑکی بارہ برس کی ہو جائے اور وہ اس کا نکاح نہ کرے[2] پھر وہ کوئی گناہ کر بیٹھے تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے[3] یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں۔ باب نکاح کا اعلان، خطبہ اور شرط کا بیان[1] پہلی فصل روایت ہے حضرت ربیع بنت معوذ ابن عفراء سے[2] فرماتی ہیں جب میری رخصت کی گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور جیسے تم میرے پاس بیٹھے ہو ایسے ہی حضور میرے بستر پر بیٹھ گئے[3] تو ہماری بچیاں دف بجانے لگیں اور میرے باپ دادا جو بدر کے دن شہید ہوئے تھے ان کا مرثیہ کہنے لگیں[4] حتی کہ جب

۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم توریت و انجیل سے ان کے اسلام سے [illegible] کتب کی زبان عبرانی ہے اور حضور [illegible] واقف ہیں حضور [illegible]

[illegible] ۲؎ یعنی کفو مل جائے اور یہ شخص نکاح نہ کرے [illegible] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب [illegible]

[illegible]

[illegible] ۳؎ [illegible] ۴؎ خطبہ [illegible]

خطبہ پڑھنا سنت ہے [illegible] خطبہ سنت ہے [illegible]

[illegible] نکاح کا اعلان [illegible]

[illegible] مستحب [illegible]

شروط [illegible]

نہیں ہوتا شعیب علیہ السلام [illegible] ۵؎ [illegible]

انصاری ہیں بیعت رضوان میں شریک ہوئیں [illegible] ۶؎ یہ خطاب [illegible] روایت کرتے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

إِحْدَاهُنَّ وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ فَقَالَ دَعِيْ هٰذِهٖ وَقُوْلِيْ بِالَّذِيْ كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ زَفَّتْ امْرَأَةٌ إِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ مَعَكُمْ لَهْوٌ فَإِنَّ الْأَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهْوُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شَوَّالٍ وَبَنٰى بِيْ فِيْ شَوَّالٍ فَأَيُّ

ان میں سے ایک نے یہ شعر کہا کہ ہم میں وہ نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں[1] تو حضور نے فرمایا یہ چھوڑ دو وہی کہو جو پہلے کہتی تھیں[2] (بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ایک عورت اپنے انصاری خاوند کے ہاں بھیجی گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ کوئی کھیل نہ تھا کیونکہ انصار کو کھیل پسند ہے[3] (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح بھی شوال میں کیا اور زفاف بھی[4]

۱؎ یہ شعر ذو معنی تھا ہے اگرچہ حضور کی نعت ہے کیا تعلق شادی بچیوں کا گیت یہاں شعر بنانا نہیں جانتیں یقیناً کسی صحابی کا ہے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور کے علم غیب کے معتقد تھے حضور کی ازواج پاک نے پوچھا تھا کہ آپ کے بعد ہم میں سب سے پہلے کون آپ کے پاس پہنچے گی، شہیدوں کی مائیں پوچھتی تھیں کہ میرا بچہ کہاں ہے کس حال میں ہے، ہر حال صحابہ علم غیب کے معتقد تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شاعرہ کو مشرک یا کافر نہ فرمایا نہ اس شعر کو برا کہا۔ ۲؎ یہ چھوڑ دو یا اس لیے کہ دف اور کھیل کے دوران نعت شریف چاہیئے کہ اس میں نعت کی بے ادبی ہے (اشعہ) یا اس لیے کہ مرثیہ کے دوران نعت نہ پڑھو نعت و مرثیہ ملانا اچھا نہیں یا اس لیے کہ ہمارے سامنے ہماری تعریف کیوں کرتی ہو یا علم غیب کی نسبت ہماری طرف نہ کرو اگرچہ ہم کو رب تعالٰی نے علم غیب دیا مگر ہم کو عالم الغیب وغیرہ نہ کہو (مرقاۃ) دیکھو عیسیٰ علیہ السلام کو خالق نہیں کہتے مگر قرآن کریم میں ہے اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ۔ الغرض اس حدیث سے وہابی دلیل نہیں پکڑ سکتے ۳؎ معلوم ہوا کہ گیت درست تھے اور ان کا گانا بچیوں کے لیے مباح تھا یہ مراد ہے ۴؎ یعنی انصاری بی بی اپنے شوہر کے گھر رخصت ہو گئیں ان بزرگوں کے نام معلوم نہ ہو سکے ۵؎ یہاں کھیل سے مراد بچیوں کے گیت ہیں یا اللہ عورتوں کے پیچھے سے جائز اشعار پڑھنا دف بجانا اور گھر سے باہر نکلنے والے لوگ ہیں انہیں کھیل اس لیے کہا گیا کہ یہ ایسے امور ہیں جیسے تیر اندازی گھوڑ سواری اپنی بیوی سے خوش طبعی کو لہو فرمایا گیا۔ حرام کھیل تماشے گانے باجے مراد نہیں ابن حجر وغیرہ اس پر اعتراض نہیں کرسکتے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے موقعہ پر گیت انصار کو پہلے سے پسند تھے۔

اس پسندیدگی پر اعتراض نہ کیا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ پسندیدگی بری نہیں ۶؎ اہل عرب شوال کے مہینہ میں نکاح یا رخصتی منحوس جانتے تھے اور کہتے تھے کہ اس مہینہ کا نکاح کامیاب نہیں ہوتا میاں بیوی کے دل نہیں ملتے کیونکہ شوال بنا ہے شول سے جس کے معنی ہیں مٹانا دور کرنا زمین پر پھینکنا آپ ان کے اس خیال کی تردید فرما رہی ہیں بعض لوگ اب بھی محرم کے درمیان اور محرم میں نکاح کو منحوس مانتے ہیں یہ سب وہم باطل ہے (مرقات)

نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَحْظٰى عِنْدَهٗ مِنِّىْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ الشُّرُوْطِ اَنْ تُوْفُوْا بِهٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ حَتّٰى يَنْكِحَ اَوْ يَتْرُكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْئَلِ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بیوی مجھ سے زیادہ محبوب تھی[1] (مسلم) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام شرطوں میں زیادہ وفا کے قابل وہ شرط ہے جس سے تم نے بیویوں کو حلال کیا[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام پر پیغام نہ دے یہاں تک کہ وہ پہلا یا نکاح کرے یا چھوڑ دے[3] روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے تاکہ اس کا پیالہ

[1] مقصد یہ ہے کہ میرا تو نکاح بھی شوال میں ہوا اور رخصتی بھی اور میں تمام ازواج مطہرات میں حضور کو زیادہ محبوب تھی اگر نکاح اور رخصت مبارک کے لیے شوال منحوس ہوتا تو میں اتنی محبوب کیوں ہوتی علماء فرماتے ہیں کہ ماہ شوال میں نکاح مستحب ہے خیال رہے کہ جناب ام المؤمنین عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق حضور کو بہت ہی محبوب تھیں آپ کا لقب ہے محبوبۂ محبوب رب العالمین آپ کے ہی سینہ و گود میں حضور کی وفات ہوئی آپ ہی کے حجرہ میں حضور کا دفن ہوا [2] اس شرط سے مراد یا مہر ہے یا بیوی کا روٹی کپڑا وغیرہ مگر حق یہ ہے کہ اس سے مراد تمام وہ جائز شرطیں ہیں جو نکاح سے پہلے یا نکاح کے وقت لگائی جائیں یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس جگہ خاوند بیوی دونوں سے خطاب ہے یعنی نکاح کے وقت جو شرطیں خاوند کی طرف سے لگیں وہ تو بیوی کو ضرور پوری کرنی ہیں جیسے خاوند کی اطاعت اور اس کی بغیر اجازت گھر سے نہ جانا [illegible] اور جو شرطیں عورت کی طرف سے مرد پر لگیں انہیں مرد ضرور پورا کرے جیسے زیور یا مکان نام کر دینے کی شرطیں یا خاص شرطوں پر تفویض طلاق مقصد یہ ہے کہ یوں تو تمام جائز شرطیں اور وعدے ضرور پورے کیے جائیں مگر نکاح کے وعدے ضرور ہی پورے کرنے چاہئیں اسی لیے نکاح کے وقت زوجین کو کلمے پڑھاتے ہیں [illegible] [3] یعنی اگر کسی عورت کے لیے کسی جگہ سے پیغام و سلام آ رہے ہیں اور فریقین تقریبًا راضی بھی ہو گئے ہیں تو دوسرا شخص پیغام دے کر پہلے کا پیغام خراب نہ کرے جب وہاں سے بات چیت ٹوٹ جائے تب پیغام دے یہ حکم استحبابی ہے اور اگر پہلے پیغام میں رضامندی کا ظہور نہیں ہوا ہے تو دوسرا بھی پیغام دے سکتا ہے یہی حکم بیع کے متعلق آیا ہے وہاں بھی یہی مراد ہے ورنہ نیلام پر بولی پر بولی دی جاتی ہے اس توجیہ پر یہ حدیث بالکل واضح ہے [4] یعنی اگر کوئی بیوی والا شخص کسی عورت کو پیغام نکاح دے تو یہ عورت یہ مطالبہ نہ کرے کہ تم اپنی پہلی بیوی کو طلاق دو تب نکاح کروں گی لہذا بہن سے مراد سوکن بننے والی عورت ہے کیونکہ اسلامی بہن ہے اس میں اخلاق کی تعلیم ہے۔

صَحْفَتَهَا وَلْتَنْكِحْ فَإِنَّ لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❁ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلٰى أَنْ يُزَوِّجَهُ
الْآخَرُ ابْنَتَهُ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَ لَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ
وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ

کردے[1] اور بلکہ خود نکاح کرلے[2] کیونکہ اس کے لیئے وہ ہی ہے جو اس کے مقدر میں ہے[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا[4] شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح کرے اس شرط پر کہ وہ دوسرا اپنی بیٹی کا
نکاح کردے[5] اور ان دونوں کے درمیان کوئی مہر نہ ہو[6] (مسلم، بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے[7] کہ فرمایا اسلام میں شغار نہیں[8] روایت
ہے حضرت علی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے متعہ سے منع فرمایا[9] اور

[1] یعنی اس سوکن کا حصہ خود قبضہ کرے اس کا حصہ اپنا عیش و آرام پر خود قبضہ کرے [2] یہ ولتنکح کا لام امر نہیں بلکہ لام کے معنی میں ہے اور یہ جملہ لتکفئ پر معطوف ہے لہذا حدیث کا مطلب واضح ہے عورت کو سوکن پر نکاح کر لینے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ پہلی کی طلاق کے مطالبہ سے روکا گیا اس ولتنکح کا فاعل یا تو خود یہ عورت ہے یا اس کی سوکن یعنی نکاح وہ شخص پہلی بیوی کو طلاق دے دے اور وہ کسی اور جگہ نکاح کرے اور ہو سکتا ہے کہ ولتنکح کا لام امر ہو اور معنی یہ ہوں کہ اس عورت کو چاہیے کہ اس مرد کی پہلی بیوی کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے بلکہ کسی اور سے نکاح کرلے (مرقات) [3] لہذا پہلی کو طلاق دلوانے سے اس کا اپنا نصیب بدل نہ جائے گا [4] شغار بنا ہے شغر سے بمعنی کا سامنا ہونا یا کسی کو جگہ سے ہٹانا دور ہو جانا (اشعہ) [5] بیٹی کا ذکر مثالاً ہے اس میں بہن بھتیجی بھانجی وغیرہ سب داخل ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیٹی یا بہن یا بھتیجی وغیرہ کا نکاح اس سے یا اس کے بیٹے وغیرہ سے کردے [6] یعنی ہر نکاح دوسرے نکاح کا مہر ہو اس کے علاوہ اور کوئی مہر نہ ہو خیال رہے کہ اگر یہ نکاح آپس میں ایک دوسرے کا مہر نہ ہوں صرف نکاح بشرط نکاح ہو تو بالاتفاق جائز ہے جیسا پنجاب میں عام طور پر ہوتا ہے کہ آمنے سامنے رشتہ کیا جاتا ہے لیکن اگر کسی نکاح کا مہر نہ ہو ہر نکاح دوسرے نکاح کا مہر ہو تو امام شافعی کے ہاں دونوں نکاح فاسد ہیں ہمارے ہاں دونوں نکاح درست اور یہ شرط فاسد ہے ہر لڑکی کو مہر مثل ملے گا [7] یعنی دور جاہلیت میں عرب میں نکاح شغار ہوتا تھا اسلام نے اسے منع فرمادیا خیال رہے کہ اگر یہ شرط درست رہتی تو شغار رہتا جب احناف نے اس شرط کو باطل قرار دیا اور ہر لڑکی کو مہر مثل دلوا دیا تو شغار نہ رہا لہذا یہ حدیث احناف کے خلاف نہیں جیسے دیگر فاسد شروط سے نکاح فاسد نہیں ہوتا بلکہ شرط فاسد ہو جاتی ہے ایسے ہی یہ نکاح بھی بالشرط ہے ہمارے ہاں نکاح درست اور شرط فاسد ہے جیسے کوئی شخص سود یا شراب کے عوض نکاح کرے تو نکاح درست ہے مہر مثل دیا جائے گا [8] متعہ کے لغوی معنی ہیں نفع اسی سے ہے تمتع کہا یہ اسلام میں دو بار حلال ہوا دوبار حرام چنانچہ فتح خیبر سے کچھ پہلے حلال ہوا اور خیبر کے دن حرام کر دیا گیا پھر فتح مکہ کے سال جنگ اوطاس سے کچھ پہلے تین دن کے لیئے حلال کیا گیا پھر ہمیشہ کے لیئے حرام کر دیا گیا لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں

(از مرقات، نووی، اشعہ وغیرہ)

أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ أَوْطَاسٍ فِي الْمُتْعَةِ ثَلٰثًا ثُمَّ نَهٰى عَنْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِي

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ فِي الصَّلٰوةِ وَالتَّشَهُّدَ فِي الْحَاجَةِ قَالَ التَّشَهُّدُ فِي الصَّلٰوةِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ

پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کے سال متعہ کی تین دن اجازت دی پھر اس سے منع فرما دیا (مسلم) فصل دوسری۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اور حاجات میں تشہد سکھایا فرمایا نماز میں تشہد یہ ہے کہ تمام تحیتیں اور نمازیں خوبیاں

ف۱ انسیہ یا تو انس کے پیش سے ہے یعنی انس و محبت رکھنے والا گدھا یا الف کے کسرہ سے یعنی جسے انسان پالتے ہیں یہ پالتو کی قید وحشی گدھے یعنی گورخر (نیل گائے) کو نکالنے کے لیے ہے کہ وہ حلال ہے اسلام میں پہلے گدھا حلال تھا پھر فتح خیبر کے دن ہمیشہ کے لیے حرام کر دیا گیا ف۲ یعنی خیبر میں متعہ حرام کیا گیا تھا پھر کچھ عرصہ بعد فتح مکہ کے وقت جنگ اوطاس میں تین دن کے لیے حلال کیا گیا پھر ہمیشہ کے لیے حرام فرما دیا گیا عرب میں یہ متعہ زنا عام تھا کہ خدا کی پناہ اسلام کا طریقہ ہے وہاں تدریجاً بند کرتا ہے یکدم زنا بند ہو سکتا تھا اس لیے اس پر پابندی لگانے کے لیے متعہ کی اجازت دی گئی کہ میعادی نکاح کرو پھر میعاد گزرنے پر نکاح ختم اس کے بعد عورت عدت گزارے یہ پابندی ہو اور اگر اس نکاح سے بچہ پیدا ہو جائے تو اس کی پرورش اس ماں باپ کے ذمہ اس پابندی سے بہت حد تک گناہ رک گیا پھر ہمیشہ کے لیے متعہ بھی حرام کر دیا گیا دیکھو شراب حرام کرنا تھا تو پہلے اس پر پابندی لگائی کہ نشہ میں نماز نہ پڑھو یعنی ان اوقات میں شراب نوشی بہت حد تک کم ہو گئی پھر یکدم حرام کر دی گئی۔ نکاح متعہ قطعاً حرام ہے اس کے بعد جو صحبت ہو گی وہ محض زنا ہو گی جس پر سارے احکام زنا جاری ہوں گے۔ متعہ کی حرمت پر قرآنی آیات و احادیث شاہد ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ اور فرماتا ہے فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ بیوی اور لونڈی کے علاوہ اور کوئی عورت تلاش کرو تو تم حد سے آگے بڑھنے والے ہو متعہ والی بیوی نہ بیوی ہے نہ لونڈی اس لیے اس کو میراث نہیں ملتی اس کی بحث ہماری کتاب تفسیر نعیمی القرآن میں دیکھئے اور اس جگہ مرقات میں ملاحظہ کیجئے ہدایہ میں ہے کہ امام مالک کے ہاں نکاح متعہ حلال ہے اور میعاد کی شرط باطل ہے، فتح القدیر میں ہے کہ یہ نسبت غلط ہے حق یہ ہے کہ متعہ کی حرمت پر امت رسول کا اجماع ہے سیدنا عبداللہ ابن عباس کو اس کے نسخ کی خبر نہ پہنچی تو وہ اس کے جواز کے قائل رہے، خبر پہنچ جانے پر وہ بھی حرمت کے قائل ہو گئے۔ دیکھئے مسلم و نووی عبداللہ ابن عباس کا رجوع اس جگہ مرقات نے یوں بیان فرمایا شیعہ کے اکثر فرقے متعہ حرام جانتے ہیں الا الحسن (مرقات) حضرت ابن عباس کا فرمان ترمذی مشکوٰۃ شریف میں بھی مذکور ہے کہ متعہ شروع اسلام میں تھا پھر حرام ہو گیا۔

ف۳ حاجت سے مراد نکاح وعظ وغیرہ ہے کہ ہر خاص کام کرتے وقت حمد اور رسول اللہ کا ذکر بہتر ہے۔

وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ
الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَالتَّشَهُّدُ فِي
الْحَاجَةِ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ
فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَيَقْرَأُ ثَلٰثَ اٰيَاتٍ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ

اللہ کو ہیں سلام ہو آپ پر اے نبی ۱ اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں سلام ہو ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر ۲
میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے اور گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔
اور خطبہ حاجت یہ ہے ۳ کہ تمام حمد اللہ کو ہے ۴ ہم اس سے مدد مانگتے ہیں اور اس سے معافی مانگتے ہیں ۵ اور اپنے نفسوں کی شرارتوں ۶ سے اللہ کی پناہ
لیتے ہیں ۷ جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں ۸ اور گواہی دیتا
ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں ۹ اور تین آیتیں پڑھے ۱۰
اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے ۱۱

۱؎ اس کی شرح کتاب الصلوٰۃ میں گزر گئی کہ نمازی اپنے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جلوہ گر جانے اور پھر پیش کرے کہ حضور کے سامنے حاضر جان کر یہ تحیت سلام و کلمات ادا کرے یہ سمجھے کہ حضور میرا سلام سن رہے ہیں اور مجھے جواب دے رہے ہیں۔ ۲؎ علینا سے مراد تو ہم جیسے سارے گنہگار بندے ہیں اور نیک بندوں سے مراد حضرات انبیاء و اولیاء ہیں لہذا اس پر کوئی اعتراض نہیں اس کی مکمل شرح کتاب الصلوٰۃ التحیات کے موقع پر گزر گئی ۳؎ حاجت سے مراد نکاح وعظ وغیرہ تمام ضروری کام ہیں یعنی کہ ہر جگہ یہ خطبہ پڑھے پھر کام یا کلام کرے اَنْ نون کے شد سے بھی ہو سکتا ہے تب تو الحمد پر فتح ہوگا ورنہ نون کے سکون سے بھی تب الحمد پیش ہوگا رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۴؎ یعنی ہم ہر کام میں اس کی مدد مانگتے ہیں دوسری عبادات میں بھی اور تمام کاموں میں بھی اس کی مدد شامل حال نہ ہو تو ہم کچھ نہیں کر سکتے ۵؎ ہم گنہگار گناہ کرکے معافی مانگتے ہیں ابرار نیکی کرکے بھی معافی کے طالب ہیں اور نیکیاں کرکے بھی معافی چاہتے ہیں کہ اس رب کی شان کے لائق ہم سے نیکی نہ ہو سکی ۶؎ کیونکہ ہمارا سب سے بڑا دشمن ہمارا نفس ہے جو دوستی کے رنگ میں دھوکہ دیتا ہے اور ہر دم ہمارے ساتھ رہتا ہے اللہ کے کرم سے ہی نفس کی شرارتوں سے امن میں ہیں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ہم کو تعلیم کے لیے ہے ورنہ حضرات انبیائے کرام کے نفس امارہ ہوتے ہی نہیں مطمئنہ ہوتے ہیں ان کے نفوس میں خیر ہی خیر ہے۔ ۷؎ یعنی جسے اللہ ہدایت پر ثابت قدم رکھے اسے نفس شیطان دنیا کی کوئی چیز بہکا نہیں سکتی اور جس میں رب تعالیٰ گمراہی کا خلق فرما دے اسے کہیں سے ہدایت نہیں مل سکتی ابوجہل مکہ میں رہ کر حضور انور کو دیکھ کر بھی ہدایت نہ پا سکا، چمگادڑ کی آنکھ سورج سے نور نہیں لیتی خیال رہے کہ شر کی نسبت نفس کی طرف کسبی ہے اور گمراہ کرنے کی نسبت رب تعالیٰ کی طرف خلقی ہے ہم کاسب شر ہیں رب تعالیٰ خالق خیر و شر ہے ۸؎ حضور سید المخلوقات ہیں اور بندہ …

وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۔ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَفِي جَامِعِ التِّرْمِذِيِّ فَسَّرَ الْآيَاتِ الثَّلَاثَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَزَادَ ابْنُ مَاجَةَ بَعْدَ قَوْلِهِ إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَبَعْدَ قَوْلِهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا وَالدَّارِمِيُّ

اور ہرگز نہ مرو مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رحمی رشتوں سے ڈرو بیشک اللہ تم پر محافظ ہے اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور درست بات کہو وہ تمہارے کام درست کردے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ رسول کی اطاعت کرے وہ بڑا ہی کامیاب ہے (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) اور جامع ترمذی میں ہے تینوں آیتوں کی تفسیر سفیان ثوری نے فرمائی اور ابن ماجہ نے الحمدللہ کے بعد نحمدہ پڑھا۔ اور من شرور انفسنا کے بعد ومن سیئات اعمالنا زیادہ کیا اور دارمی نے

تمام خلق کے رسول ہیں ایسی رسالت عامہ حضور کے سوا کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ ۹ یہ قرآنی عمل یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی یعنی حضور نے ہماری تعلیم کے لیے یہ آیات پڑھیں یا اس کا فاعل ہر خطیب ہے یعنی خطبہ پڑھنے والا ہی حمد و ثنا و نعت کے بعد یہ آیات پڑھے مقصد حرف ۱۰ اللہ سے ڈرنے کا لائق یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے اسے یاد کیا جائے کبھی بھولا نہ جائے اس آیت کے نزول پر صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ اتنا خوف خدا جو اس کے حق کے لائق ہو کون کر سکتا ہے تب یہ آیت کریمہ اتری فاتقوا اللہ ما استطعتم جس قدر طاقت رکھو اللہ سے ڈرو لہٰذا یہ دوسری آیت پہلی آیت کی مفسر ہے ناسخ نہیں (معالم التنزیل و روح) یعنی جس قدر ہو سکے اور جتنا ہو سکے اتنا رب سے ڈرے۔

۱ یعنی ہمیشہ ایمان پر قائم رہو کہ جب بھی تم کو موت آئے تو ایمان پر آئے اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے اسلام میں ایمان و اعمال سب داخل ہیں ۲ خیال رہے کہ قرأۃ حضرت عبداللہ ابن مسعود کی ہے ہماری قرأت یا ایھا الناس اتقوا ربکم الآیہ یہی درست ہے ۳ یعنی جب کسی سے مانگتے ہو تو اللہ کے نام پر مانگتے ہو کہ خدا کے لیے ہم کو یہ دو جس کے نام سے تم کو بھیک ملتی ہے اس کو راضی بھی کرو کہ اس سے ڈرو ۴ ارحام ہماری قرأت میں منصوب ہے لفظ اللہ پر معطوف یعنی رحم قطع کرنے سے ڈرو اور ہو سکتا ہے کہ ارحام مجرور ہو بہ کی ضمیر پر یعنی لوگوں سے رشتہ کے واسطے سے مانگتے ہو لہٰذا رحمی رشتہ کا بھی لحاظ رکھو ۵ درست بات سے مراد یا کلمہ طیبہ ہے یا ہر سچی بات یا عدل و انصاف کی بات یعنی ہمیشہ کلمہ طیبہ پڑھا کرو، سچ بولا کرو، انصاف کی بات کیا کرو ۶ یعنی انسان کی کامیابی مال و دولت عزت و حکومت سے نہیں اللہ رسول کی اطاعت سے ہے کیونکہ مال و دولت فانی ہیں اور اس اطاعت کا ثواب باقی اور لازوال ہے ۷ یعنی سفیان ثوری نے یہ حدیث و خطبہ بھی نقل فرمایا اور مذکورہ آیتوں کی تفسیر بھی کی۔

بَعْدَ قَوْلِهٖ عَظِيْمًا ثُمَّ يَتَكَلَّمُ بِحَاجَتِهٖ وَرُوِيَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فِيْ خُطْبَةِ الْحَاجَةِ مِنَ النِّكَاحِ وَغَيْرِهٖ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ خُطْبَةٍ لَيْسَ فِيْهَا تَشَهُّدٌ فَهِيَ كَالْيَدِ الْجَذْمَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَا يُبْدَاُ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

عظیما کے بعد فرمایا[۱] پھر اپنے کام کی بات کرے اور شرح سنہ میں حضرت ابن مسعود سے[۲] خطبۃ الحاجۃ میں فرمایا نکاح وغیرہ[۳] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر وہ خطبہ جس میں کلمہ شہادت نہ ہو وہ کوڑھے ہاتھ کی طرح ہے[۴] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا حدیث حسن ہے غریب ہے روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شاندار کام اللہ کی حمد سے شروع نہ ہو وہ ناقص ہے[۵] (ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

۱؎ حدیث کا مطلب یہ ہے یعنی [illegible] کے بعد [illegible] آیات پڑھیا اور [illegible] کے بعد یہ الفاظ نہیں [illegible] کہ پھر وہ بات کرے جس کے لیے خطبہ پڑھا ۲؎ یعنی دوسری روایات میں تو خطبہ حاجت میں صرف نکاح کا لفظ ہے مگر شرح سنہ میں نکاح وغیرہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ یہ خطبہ صرف نکاح کے لیے ہی نہیں بلکہ وعظ وغیرہ دوسری دینی کاموں کے لیے بھی ہے ۳؎ حصن حصین میں اس خطبہ میں اور بھی الفاظ شامل ہیں چنانچہ عبدہ و رسولہ کے بعد ہے۔ ارسلہ بالحق بشیرا ونذیرا بین یدی الساعۃ من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فانہ لا یضر الا نفسہ ولا یضر اللہ شیئا پہلا خطبہ میں زیادتی کی ہوسکتی ہے بہتر یہ ہے کہ منقول الفاظ ضرور پڑھے (از مرقاۃ وغیرہ) ۴؎ جذما یا تو جذم سے بنا بمعنی کٹ جانا یا جذام سے یعنی کوڑھ یہاں دونوں معنی درست ہیں یعنی جو خطبہ شہادت توحید و رسالت سے خالی ہو وہ کٹے ہوئے یا کوڑھے ہاتھ کی طرح ہے کہ بظاہر ہاتھ معلوم ہوتا ہے مگر ہاتھ والے کو نفع نہیں دیتا ایسے ہی ایسے خطبہ میں الفاظ تو بہت ہوتے ہیں مگر وہ [illegible] قبول نہیں [illegible] اس سے معلوم ہوا کہ کلمہ شہادت پڑھنا ہی [illegible] پڑھنا [illegible] ۵؎ بال کے لغوی معنی ہیں دل، خیال، توجہ، اصطلاح میں اس کے معنی ہیں شان یعنی اہم عمل شریف چونکہ ایسے کام کا خیال دل میں ہوتا ہے اس لیے اسے بال کہتے ہیں یہ قید لگا کر مکروہ و ممنوع کاموں کو نکال دیا لہٰذا حقہ پیتے وقت بسم اللہ اور پی کر الحمد للہ پڑھنا مکروہ ہے ایسے ہی شراب پینے کے وقت پر یہ پڑھنا حرام ہے بلکہ اندیشہ کفر ہے یوں ہی جھوٹ غیبت وغیرہ پر پڑھنا سخت ممنوع ہے ۶؎ اقطع کے معنی ہیں منقطع البرکت یعنی ناقص جذام بعض روایات میں ہے فہو اجذم اس کے معنی بھی یہ ہی ہیں ۷؎ نووی نے شرح مسلم میں فرمایا کہ امام رہاوی نے اپنی کتاب اربعین میں یہ حدیث بروایت عبدالقادر رہاوی کعب ابن مالک باسناد حسن نقل کی ابن ماجہ نے اپنی سنن میں نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں روایت کی بہرحال یہ حدیث بہت اسنادوں سے مروی ہے۔

واشعہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَا يُبْدَأُ فِيهِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَهُوَ أَقْطَعُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ٭ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلِنُوا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالدُّفُوفِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ٭ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ الْجُمَحِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الصَّوْتُ وَالدُّفُّ فِي النِّكَاحِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شان والا کام کہ اس میں حمد الٰہی سے ابتداء نہ کی جائے وہ ناقص ہے[1] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ان نکاحوں کا اعلان کرو[2] اور کرو مسجدوں میں[3] اور ان پر دف بجاؤ[4] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے[5] روایت ہے حضرت محمد ابن حاطب جمحی سے[6] وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا حلال و حرام کے درمیان نکاح میں آواز اور دف ہے[7] (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

۱؎ یعنی ہر شریعت کی طرح [illegible] اس حدیث کی بنا پر مصنفین اپنی دینی کتب بسم اللہ اور الحمد للہ سے شروع کرتے ہیں اکثر حضرات تو بسم اللہ اور الحمد للہ کو اپنی کتب کے شروع میں لکھتے ہیں اور بعض صرف زبانی کہہ لیتے ہیں لکھتے نہیں جیسے ابن ماجہ صاحب نے کیا نہیں اور امام محمد ابن اسماعیل اپنی کتاب بخاری شریف میں [illegible] بڑی بات تو یہ ہے کہ قرآن پاک کا اول ہی بسم اللہ اور الحمد للہ ہے۔ ۲؎ یعنی اعلان سے اور لوگوں کی موجودگی میں نکاح کرنا ہے تو یہ حکم وجوبی ہے کیونکہ گواہ نکاح کے لیے شرط ہیں اور اگر اس سے مراد مشہور کرنا دف بجانا ہے تو حکم استحبابی ہے (مرقات)۔ ۳؎ فقہاء فرماتے ہیں کہ مستحب ہے کہ نکاح جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ جامع مسجد میں تمام نمازیوں کے سامنے ہو تاکہ نکاح کا اعلان بھی ہو جائے اور ساتھ ہی جگہ اور وقت کی برکت بھی حاصل ہو جائے نیز نکاح عبادت ہے اور عبادت کے لیے [illegible] مسجد موزوں ہے۔ ۴؎ نکاح کے وقت نکاح کی جگہ دف بجانا بہتر ہے لیکن اگر نکاح مسجد میں ہو تو مسجد کے دروازے کے باہر دف بجائی جائے [illegible] اس حدیث کی وجہ سے مسجد میں دف وغیرہ بجانے کا قول [illegible] درست نہیں (مرقات، فتح القدیر) [illegible] حرام [illegible] اگر اعلان وغیرہ صحیح مقصد کے لیے ہوں تو حلال ہیں (مرقات و فتح القدیر)۔ ۵؎ اس حدیث کی اسناد میں عیسیٰ ابن میمون ہے جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہے [illegible] مگر صرف اعلان نکاح کی حدیث احمد، ابن حبان، طبرانی فی الکبیر، ابو نعیم فی الحلیہ، حاکم [illegible] مساجد میں [illegible] دف بجانا [illegible] غریب ہے مگر بیان استحباب کے لیے کافی ہے۔ ۶؎ آپ کی پیدائش حبشہ میں ہوئی [illegible] حضور انور کی زیارت [illegible] سب سے پہلے [illegible] کا نام محمد رکھا گیا [illegible]۔ ۷؎ آواز سے مراد اعلان [illegible] دف میں [illegible] داخل ہے [illegible] مطلب یہ نہیں کہ بغیر دف تاشہ یا اعلان کے نکاح ہوتا ہی نہیں بلکہ اعلان نکاح کی ترغیب مقصود ہے مطلب یہ ہے کہ حلال نکاح اعلانیہ ہوتے ہیں [illegible] حرام چھپ کر کیے جاتے ہیں [illegible] جیسے [illegible]۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عِنْدِيْ جَارِيَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ زَوَّجْتُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ اَلَا تُغَنِّيْنَ فَاِنَّ هٰذَا الْحَيَّ مِنَ الْاَنْصَارِ يُحِبُّوْنَ الْغِنَاءَ رَوَاهُ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَنْكَحَتْ عَائِشَةُ ذَاتَ قَرَابَةٍ لَهَا مِنَ الْاَنْصَارِ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَهْدَيْتُمُ الْفَتَاةَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَرْسَلْتُمْ مَعَهَا مَنْ تُغَنِّيْ قَالَتْ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَنْصَارَ قَوْمٌ فِيْهِمْ غَزَلٌ فَلَوْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا مَنْ يَقُوْلُ اَتَيْنَاكُمْ اَتَيْنَاكُمْ فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمْ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ سَمُرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میرے پاس انصار کی ایک لڑکی تھی[1] جس کا میں نے نکاح کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تم گیت کیوں نہیں گاتیں[2] کیونکہ یہ قبیلہ انصار گیت کا پسند کرتے ہیں[3] روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جناب عائشہ نے اپنے ایک قرابت والا انصاری کا نکاح کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا کیا تم نے لڑکی کو بھیج دیا[4] عرض کیا ہاں فرمایا اس کے ساتھ اس کو بھیجا جو گیت گائے بولیں نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصار ایسی قوم ہے جس میں غزل خوانی کا رواج ہے[5] تم اس کے ساتھ بھیجتیں جو کہتا ہم آگئے ہم آگئے اللہ ہم کو بھی اور تم کو بھی زندگی دے[6] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت سمرہ سے کہ رسول

[1] یہ بچی یا تو حضرت ام المومنین کی کوئی عزیزہ قریبی تھی یا یتیمہ تھی جو آپ نے پرورش کی تھی پہلا احتمال قوی ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے [2] یعنی خود کیوں نہیں گیت گاتیں یا کسی لڑکی سے گانے کو کیوں نہیں کہتیں یا کوئی گانے والی کیوں نہیں بلاتی یہ پیشہ یا محض طلب کا ہے پہلا ایجاب کا (مرقات) [3] یعنی انصار شادی بیاہ میں گیت وغیرہ کو محبوب رکھتے ہیں اور نکاح بھی انصاری کا ہے تو گیت بہتر تھا۔ گیت کی تحقیق پہلے ہو چکی کہ شادی بیاہ میں چھوٹی بچیوں کا دف بجانا گانا یا بالغ عورت کا آہستہ آواز سے جائز گیت گانا جائز ہے وہ ہی یہاں مراد ہے یا ان عورتوں کو اونچی آواز سے عشقیہ حرام گانے خصوصاً جب کہ اجنبی مردوں تک آواز پہنچے سخت حرام بلکہ بڑے فساد کا باعث ہیں جیسے پاکیزہ گیت شادیوں پر عرب میں مروج تھے ان کا نمونہ آگے آ رہا ہے [4] یعنی صرف نکاح کیا ہے یا رخصت بھی کر دی اور لڑکی خاوند کے پاس بھیج بھی دی [5] معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین مکہ میں شادی کے موقعہ پر گیت و غزل کا رواج نہ تھا انصار مدینہ میں رواج تھا [6] یہ وہ پاکیزہ گیت ہیں جن کی اجازت دی گئی تھی

گیت کیا ہے حمد الٰہی ہے تبلیغ ہے دعا ہے اور پیاروں سے ملنے پر خوشی کا اظہار ہے

لیلۃ الشادی تو ایک طرح عبادت ہی ہے ان احادیث کی بنا پر اس زمانہ کو کھو

ہو نہ بیہودہ گانوں سے سخت ... ہے شریعت مطہرہ کا تابع بنا کے

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ایما امرأۃ زوجها ولیان فهی للاول منهما ومن باع بیعا من رجلین فهو للاول منهما رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی والدارمی ٭

الفصل الثالث ٭ عن ابن مسعود قال کنا نغزو مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس معنا نساء فقلنا الا نختصی فنهانا عن ذلك ثم رخص لنا ان نستمتع فکان احدنا ینکح المرأۃ بالثوب الی اجل ثم قرأ عبد اللہ یایها الذین امنوا لا

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس عورت کا نکاح دو ولی کردیں تو وہ ان دونوں میں سے پہلے کیلئے ہوگی[1] اور دو شخصوں کے ہاتھ چیز فروخت کردے تو وہ ان دونوں میں سے پہلے کا ہے[2] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے ہمارے ساتھ بیویاں نہ تھیں تو ہم نے عرض کیا کیا ہم خصی ہو جائیں[3] اس سے ہم کو منع فرمایا[4] پھر ہم کو متعہ کرلینے کی اجازت دی[5] تو ہم میں سے ایک کسی عورت سے کپڑے کے عوض ایک وقت تک نکاح کرلیتا تھا[6]

پھر عبداللہ نے یہ آیت پڑھی اے ایمان والو!

[1] یعنی جس عورت بالغہ یا نابالغہ کا نکاح ایک ہی درجہ کے دو ولی جیسے دو بھائی یا دو چچا بے خبری میں یا باخبر ہوتے ہوئے دو شخصوں سے کردیں تو ان میں سے پہلا نکاح درست ہے دوسرا باطل اگرچہ دوسرے خاوند نے صحبت بھی کرلی ہو اس پر فتویٰ ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں اگر دوسرے نے صحبت کرلی تو دوسرے ہی کا نکاح درست ہے پہلا باطل امام شافعی کے ہاں دونوں نکاح باطل ہیں کیونکہ منعقد ہوتے ہی نہیں پھر صحبت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا مرقات یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ دونوں نکاح آگے پیچھے ہوں لیکن اگر اتفاقاً ایک وقت ہوگئے تو ہمارے ہاں بھی دونوں باطل ہیں اس مسئلہ کی بہت تفصیلیں ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں اگر بالغہ کا نکاح اس کی بے اجازت دو ولیوں نے کیا تو جسے بالغہ درست رکھے وہی درست ہے اگر دونوں کو درست رکھے تو جس کی اجازت پہلے دی وہ درست ہے اور اگر ساتھ دونوں کی اجازت دی تو دونوں باطل [2] اس کی بھی دو صورتیں ہیں اگر کسی نے ایک چیز آگے پیچھے دو کے ہاتھ فروخت کی تو پہلی بیع درست ہے دوسری باطل اور اگر ایک ساتھ دو کے ہاتھ بیچی اور دونوں خریداروں نے ایک وقت قبول کی تو دونوں بیع درست ہیں اور وہ چیز دونوں کی شرکت ہوگی [3] یہ حدیث احمد، ابن ماجہ، دارمی نے بھی روایت کی [4] اس حدیث سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی قوت، بہادری، تقویٰ اور خوف خدا کا پتہ لگا کہ شہوت کا غلبہ ہے بیوی ساتھ نہیں تو زنا کو یا اس کے مبادی کا خیال بھی نہیں بلکہ خصی ہو کر اپنے کو ناقص کرلینا منظور ہے مگر زنا منظور نہیں [5] معلوم ہوا کہ انسان کا خصی کرنا حرام ہے خواہ آزاد ہو یا غلام یا خصی کرنا جائز ہے بلکہ اس میں فائدہ ہے [6] یہ حدیث متعہ کی حلت پر ہے کہ پہلے حلال تھا پھر ہمیشہ کے لیے حرام کردیا گیا یہ خیال رہے کہ متعہ اور نکاح موقت کے معنی میں فرق ہے ... نکاح موقت کو جمہور علماء حرام فرماتے ہیں امام زفر فرماتے ہیں کہ نکاح درست ہے اور مدت کی شرط باطل یعنی وقتی شادی دائمی ہوگا۔

تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّمَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ كَانَ الرَّجُلُ يَقْدَمُ الْبَلْدَةَ لَيْسَ لَهُ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ بِقَدْرِ مَا يَرٰى أَنَّهُ يُقِيمُ فَتَحْفَظُ لَهُ مَتَاعَهُ وَتُصْلِحُ لَهُ شَيْئَهُ حَتّٰى إِذَا نَزَلَتِ الْآيَةُ إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَكُلُّ فَرْجٍ سِوَاهُمَا فَهُوَ حَرَامٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ

اچھی پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ بناؤ جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں ۵ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ متعہ شروع اسلام میں تھا کوئی شخص کسی شہر میں جاتا جہاں اس کی جان پہچان نہ ہوتی تو کسی عورت سے اس وقت تک کیلئے نکاح کر لیتا جب تک سمجھتا کہ یہاں رہے گا ۲ وہ عورت اس کے سامان کی حفاظت کرتی اس کا کھانا درست کرتی ۳ حتی کہ یہ آیت کریمہ اتری مگر اپنی بیویوں پر یا لونڈیوں پر جن کے وہ مالک ہیں ۴ تو فرمایا حضرت ابن عباس نے کہ ان دو کے سوا تمام شرمگاہیں حرام ہیں ۵ (ترمذی) روایت ہے حضرت

۱ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود متعہ یا کبھی بوقت ضرورت متعہ کے جواز کے قائل تھے لیکن یہاں مرقات نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن مسعود دونوں متعہ کے جواز کے قائل تھے مگر دونوں اس سے رجوع فرما گئے عبداللہ ابن عباس نے تو سعید ابن جبیر کے سمجھانے پر رجوع کیا اور حضرت ابن مسعود نے ان کے بعض شاگردوں کے جب اعتراض کو اس کے نتائج بتائے حضرت علی تو متعہ کی حلت کے قائل تھے ہی نہیں وہ اول ہی سے منسوخ مانتے تھے تعجب ہے کہ روافض متعہ کی حلت میں حضرت ابن مسعود کا یہ قول تو مان لیتے ہیں مگر حضرت علی کا قول نہیں مانتے جناب علی متعہ کو حرام فرماتے ہیں ۲ جو اس شہر میں اجنبی ہو اور کسی ایسے شخص کی ضرورت ہوتی جو یہاں اس کا انتظام کرے ۳ شی شیء سے بنا بمعنی چیز اس سے مراد گوشت کو پکانا یا جیسا کہ یہاں بمعنی کھانا پکاتا ہے بعض نے فرمایا کہ شی بمعنی اشیاء یعنی اسباب (مرقات) ۴ یعنی اس آیت کے نزول پر متعہ حرام ہوگیا کیونکہ متعہ والی عورت نہ بیوی ہے نہ لونڈی تو لامحالہ زانیہ ہوگی اور اسلام میں زنا تمام قسموں کے ساتھ حرام ہو چکا ہے ۵ خلاصہ یہ ہے کہ اب سوائے بیوی یا لونڈی کے تمام عورتیں حرام ہیں اور متعہ والی عورت ان دونوں کے سوا ہے اس لیے متعہ والی عورت کو اس متعہ والے خاوند کی میراث نہیں ملتی نہ اس عورت کی خاوند کو متعہ والی عورت سے روافض کے ہاں حرمت مصاہرت ثابت ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس نے متعہ کی حلت کے خیال سے رجوع فرما لیا مسلم شریف میں ہے کہ حضرت علی نے سنا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس متعہ کو حلال جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے ابن عباس خیبر میں میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود سنا کہ آپ نے غزوہ خیبر کے دن متعہ اور پالتو گدھا حرام فرمایا اسی مسلم شریف میں بروایت عروہ ابن زبیر ہے کہ عبداللہ ابن زبیر نے مکہ معظمہ میں خطبہ فرمایا بعض لوگوں کی آنکھوں اور دلوں کے اندھے ہیں کہ متعہ کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ امام المتقین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متعہ ہوتا تھا اس پر حضرت زبیر نے فرمایا کہ اچھا تم اپنے پر تجربہ کر کے دیکھ لو اگر تم متعہ کرو تو میں تم کو پتھر سے سنگسار کردوں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس نے جناب علی کے فرمان پر متعہ سے رجوع کر لیا تھا (مسلم، مرقات) تمام صحابہ حضرت ابن عباس کے فتویٰ جواز متعہ کے خلاف ہوگئے تھے حتی کہ ان کے متعلق شعر کہے گئے۔ مرقات میں یہ دو شعر ہیں۔

عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی قُرْظَةَ بْنِ كَعْبٍ وَّاَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ فِيْ عُرْسٍ وَّ اِذَا جَوَارٍ يُّغَنِّيْنَ فَقُلْتُ اَيْ صَاحِبَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلَ بَدْرٍ يُّفْعَلُ هٰذَا عِنْدَكُمْ فَقَالَا اجْلِسْ اِنْ شِئْتَ فَاسْمَعْ مَعَنَا وَاِنْ شِئْتَ فَاذْهَبْ فَاِنَّهٗ قَدْ رُخِّصَ لَنَا فِي اللَّهْوِ عِنْدَ الْعُرْسِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ٭ بَابُ الْمُحَرَّمَاتِ ٭ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ٭ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْاَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْاَةِ وَخَالَتِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

عامر ابن سعد سے فرماتے ہیں میں قرظہ ابن کعب اور ابو مسعود انصاری کے پاس ایک شادی میں گیا[1] تو ناگاہ کچھ بچیاں گا رہی تھیں میں نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیو! اور اے بدر والو! تمہارے پاس یہ کام کیا جا رہا ہے[2] تو وہ دونوں صاحب بولے اگر تم چاہو بیٹھو اور ہمارے ساتھ سنو اور اگر چاہو چلے جاؤ ہم کو شادی کے موقعہ پر لہو و لعب کی اجازت دی گئی ہے[3] (نسائی) حرام عورتوں کا باب[4] فصل پہلی۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ عورت اور اس کی پھوپھی کو جمع کیا جائے[5] اور نہ عورت اور اس کی خالہ کو[6] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ

هل لک یا خصة الاطراف آنسة ٭ تکون مثواک حتی مصدر الناس
قد قلت للشیخ لما طال مجلسه ٭ یا صاح هل لک فی فتوی ابن عباس

حضرت ابن عباس نے یہ شعر سن کر فرمایا [illegible] متعہ [illegible] حرام ہے (مرقات)

۱؎ عامر ابن سعد ابن ابی وقاص مشہور تابعی ہیں اور قرظہ ابن کعب زرقی انصاری اور ابو مسعود دونوں صحابی ہیں بدری ہیں۔ ۲؎ یعنی اسلام میں گانا مطلقاً حرام ہے اور تم بدری صحابہ [illegible] ۳؎ یعنی شادی کے [illegible] ۴؎ [illegible] نسب [illegible] (۱) اپنی اولاد جیسے بیٹی، نواسی، پوتی اور ان کی اولاد (۲) اپنے اصول [illegible] (۳) [illegible] (۴) [illegible]

[illegible] رضاعت [illegible] حرام ہیں [illegible]

[illegible]

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَعَنْهَا قَالَتْ جَاءَ عَمِّي مِنَ الرَّضَاعَةِ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيَّ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ حَتّٰى أَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ إِنَّهُ عَمُّكِ فَأْذَنِي لَهُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا ضُرِبَ عَلَيْنَا الْحِجَابُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

علیہ وسلم نے کہ دودھ کے رشتے سے وہی عورتیں حرام ہوتی ہیں جو ولادت کے رشتہ سے حرام ہوتی ہیں۱؎ (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں میرے دودھ کے چچا آئے اور میرے پاس آنے کی اجازت مانگی۲؎ میں نے انہیں اجازت دینے سے انکار کیا تا آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے حضور سے پوچھا فرمایا وہ تمہارے چچا ہیں انہیں اجازت دے دو۳؎ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے نہیں پلایا۴؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تمہارے چچا ہیں تمہارے پاس آسکتے ہیں۵؎ یہ واقعہ ہم پر پردہ فرض ہونے کے بعد کا ہے۶؎ (مسلم، بخاری)

ہیں دیکھیے۔ ۵؎ یعنی ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے جن میں ایک دوسرے کی محرم ہو، لہذا پھوپھی بھتیجی وغیرہ بیک وقت ایک شخص کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں اور اگر یہ دونوں ایک شخص کی رضاعی بیٹیاں ہوں تو وہ ان دونوں سے صحبت نہیں کر سکتا۔ ۶؎ حرمت میں کیفیت کا تشبیہ ہے کہ جیسے دو لڑکیوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کہ ان میں سے کوئی مرد فرض کی جائے تو دوسری اس پر حرام ہو، یعنی خالہ بھانجی کہ اگر خالہ کو مرد فرض کیا جائے تو ماموں ہو اور بھانجی اس پر حرام ہو اور اگر بھانجی کو مرد فرض کیا جائے تو بھانجا ہو اور خالہ اس پر حرام ہوئی لہذا ماں اور سوتیلی بیٹی کو جمع کر سکتے ہیں کہ اگر بیٹی لڑکا ہوتی تو یہ سوتیلی ماں اس پر حرام ہوتی لیکن اگر ماں مرد ہوتی تو اس پر یہ لڑکی حرام نہ ہوتی لہذا حرمت ایک طرف سے ہے۔

۱؎ دودھ پینے والے بچے پر ان کے تمام وہ اہل قرابت حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں دودھ پلانے والی کا خاوند، بیٹا، خاوند کا بھائی، بھتیجا، بھائی وغیرہ مگر شیر خوار بچے کی اولاد وغیرہ اس طرف والوں پر حرام ہوگی رضاعت دشمنی یا مسنون پیدا نہیں ہوتا خیال رہے کہ دودھ کے رشتہ سے حرمت تو آ جائے گی مگر اس رشتہ سے میراث، نفقہ وغیرہ لازم نہ ہوگا اس کے ساتھ سفر و خلوت جائز ہوگا۔ لطیفہ: امام بخاری نے غلطی سے بکری و گائے کے دودھ سے حرمت رضاعت کا فتویٰ دے دیا تھا جس پر تمام علماء ان کے مخالف ہو گئے اور آپ کو بخارا چھوڑنا پڑا (فتح القدیر و مرقات)۔ ۲؎ یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے بھی روایت کی لہذا اسے متفق علیہ کہنا چاہیئے تھا (مرقات)۔ ۳؎ ان آنے والے حضرت کا نام افلح تھا کنیت ابوالجعد ہے ابو قعیس کے بھائی، ابو قعیس کی بیوی نے حضرت عائشہ صدیقہ کو دودھ پلایا تھا۔ ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ دودھ کی ماں کا خاوند جس سے یہ دودھ ہے دودھ پینے والی کا باپ ہو جاتا ہے اور اس کا بھائی چچا، اس کا والد دادا وغیرہ جیسے کہتے ہیں لبن الفحل۔ ۵؎ ام المؤمنین سمجھیں کہ دودھ سے حرمت کا تعلق دودھ والی عورت سے ہے لہذا اس کے قرابت دار حرام ہونے چاہئیں نہ کہ اس کے خاوند کے اس لیے یہ سوال کیا۔ ۶؎ خلاصہ جواب یہ ہے کہ دودھ اگرچہ اس عورت کا ہے مگر اس کے خاوند سے ہے اس لیے دونوں طرف حرمت ہوگی سبحان اللہ کیا نفیس و دلکش جواب ہے۔ ۷؎ لہذا یہ حکم آیت حجاب سے منسوخ نہیں یہ حکم محکم ہے۔

وَعَنْ عَلِیٍّ اَنَّهٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لَّكَ فِیْ بِنْتِ عَمِّكَ حَمْزَةَ فَاِنَّهَا اَجْمَلُ فَتَاةٍ فِیْ قُرَیْشٍ فَقَالَ لَهٗ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ حَمْزَةَ اَخِیْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ اُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ اِنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الرَّضْعَةُ اَوِ الرَّضْعَتَانِ وَفِیْ رِوَایَةِ عَائِشَةَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَالْمَصَّتَانِ وَفِیْ اُخْرٰی لِاُمِّ الْفَضْلِ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْاِمْلَاجَةُ اَوِ الْاِمْلَاجَتَانِ هٰذِهٖ رِوَایَاتٌ لِمُسْلِمٍ۔

روایت ہے حضرت علی سے کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ کو اپنے چچا حمزہ کی بیٹی میں رغبت ہے[1] وہ قریش میں حسین ترین لڑکی ہے تو آپ نے انہیں فرمایا کیا تمہیں علم نہیں کہ حمزہ میرے دودھ کے بھائی ہیں[2] اور رب تعالٰی نے دودھ کے رشتے سے وہ عورتیں حرام کیں جو نسب سے حرام فرمائیں[3] (مسلم) روایت ہے حضرت ام الفضل سے[4] فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دو بار دودھ چوسنا حرام نہیں کرتا[5] اور حضرت عائشہ کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا ایک دو چوسنیاں حرام نہیں کرتیں اور ام الفضل کی دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا ایک دو بار منہ میں پستان دینا حرام نہیں کرتا[6] یہ مسلم کی روایتیں ہیں۔ روایت ہے حضرت

۱؎ یعنی دختر حضرت حمزہ جو آپ کی چچا زاد بہن ہیں جو قریش میں بہت حسینہ و جمیلہ و خوب سیرت ہیں اس سے آپ کا نکاح بہت موزوں ہوگا۔ ۲؎ کیونکہ ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے اولًا حضرت حمزہ کو دودھ پلایا پھر چار سال کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا معلوم ہوا کہ شیر کی رضاعت میں ایک ساتھ دودھ پینا شرط نہیں بلکہ ایک کا دودھ پینا کافی ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو چار عورتوں نے دودھ پلایا والدہ مطہرہ آمنہ خاتون، ثوبیہ، ام ایمن، حلیمہ سعدیہ ان تمام دودھ پلانے والیوں میں ایمان لانے والی تین بیبیاں تو اپنی زندگی میں ہی اور حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کو حضور نے زندہ فرما کر انہیں کلمہ پڑھایا شرعی مومنہ صحابیہ بنایا درمختار شامی وغیرہ۔ ۳؎ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حمزہ میرے چچا بھی ہیں اور شیر کے بھائی بھی اور دودھ کے بھائی کی بیٹی حرام ہوتی ہے کہ وہ بھتیجی ہے لہذا دختر حمزہ مجھ پر حرام ہیں۔ ۴؎ آپ کا نام لبابہ بنت حارث ہے کنیت ام الفضل حضرت عباس کی زوجہ حضرت فضل ابن عباس اور عبداللہ ابن عباس کی والدہ ہیں حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے آپ ایمان لائیں۔ ۵؎ حضرت امام شافعی کے ہاں پانچ گھونٹ دودھ پینا حرمت رضاعت ثابت کرتا ہے اور امام احمد ابو عبید ابو ثور داؤد کے ہاں تین گھونٹ سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے ان لوگوں کی دلیل یہ حدیث ہے اور امام شافعی کی دلیل اگلی حدیث ہے ہمارے امام اعظم کے ہاں مطلقًا دودھ پینا حرمت رضاعت پیدا کرتا ہے تھوڑا پیئے یا بہت ایک گھونٹ ہو یا زیادہ بشرطیکہ شیر خوارگی کی مدت میں پیئے یہ مدت اکثر علماء کے ہاں دو سال کی عمر ہے امام اعظم کے ہاں ڈھائی سال کی عمر امام اعظم کی دلیل قرآن پاک کی یہ آیت ہے "وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ" آیہ کریمہ میں ارضعن مطلق ہے جس میں ایک یا پانچ گھونٹ کی اس میں قید نہیں نیز قرآن کریم میں ہے "وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ" یہاں بھی رضاعت مطلق ہے یہ حدیث خبر واحد ہے جس سے قرآنی مطلق کو مقید نہیں کرسکتے نیز حضرت عائشہ کی حدیث ہے "یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب" یہاں بھی رضاعت مطلق ہے لہذا وہ آیت اور حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔ ۶؎ املاجہ ملج سے بنا ہے جس کے معنی ہیں پستان چوسنا یعنی بچہ کو منہ میں پستان دینا مطلب وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِيمَا اُنْزِلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْاِمْلَاجَةُ اَوِ الْاِمْلَاجَتَانِ هٰذِهٖ رِوَايَاتُ لِمُسْلِمٍ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِيمَا اُنْزِلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُوْمَاتٍ يُحَرِّمْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُوْمَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ فِيمَا يُقْرَاُ مِنَ الْقُرْاٰنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا رَجُلٌ فَكَاَنَّهٗ كَرِهَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ اِنَّهٗ اَخِيْ فَقَالَ انْظُرْنَ مَنْ اِخْوَانُكُنَّ فَاِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّهٗ تَزَوَّجَ ابْنَةً لِاَبِيْ اِهَابِ بْنِ عَزِيْزٍ

عائشہ فرماتی ہیں کہ قرآن میں جو آیات اتاری گئیں ان میں یہ آیت بھی تھی کہ فرمایا ایک دو بار منہ میں پستان دینا حرام نہیں کرتا[1] یہ مسلم کی روایات ہیں روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نازل شدہ قرآنی آیت میں یہ آیت بھی تھی کہ دس معلوم چسکیاں حرام کرتی ہیں پھر پانچ معلوم چسکیوں سے منسوخ کی گئیں[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی حالانکہ وہ قرآن سے پڑھی جاتی تھیں[3] (مسلم) روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے حالانکہ ان کے پاس ایک شخص تھا شاید آپ کو یہ ناپسند آیا[4] تو حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ یہ میرے بھائی ہیں فرمایا غور کرلو کہ تمہارے بھائی کون ہیں شیر خوارگی بھوک کے زمانہ سے ہوتی ہے[5] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عقبہ سے[6] کہ انہوں نے ابو اہاب ابن عزیز کی بیٹی سے نکاح کیا

[1] یعنی حکم قرآنی پہلے یہ تھا کہ پھر دس گھونٹ دودھ کسی عورت کا پیئے تب دودھ کی حرمت آتی ہے پھر دس کا حکم منسوخ ہو کر پانچ کا حکم آیا یہ حدیث ہمارے خلاف ہے امام شافعی کی دلیل ہے کہ ان کے ہاں پانچ گھونٹ سے حرمت آتی ہے [2] یعنی پہلے دس گھونٹ والی آیت نازل ہوئی پھر بہت عرصہ کے بعد دس گھونٹ والی آیت تلاوت و حکم میں پانچ گھونٹ والی آیت سے منسوخ ہوئی اور پانچ گھونٹ والی آیت اتنی دیر کے بعد منسوخ ہوئی تلاوتاً نہ کہ حکماً کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پانے تک بعض بیمار اور دور والے حضرات کے علاوہ دوسروں کو اس کے نسخ کی خبر نہ ہوئی۔ اور وہ اس بے خبری میں اسے بطور قرآن اس کی تلاوت کرتے رہے پھر خبر ہونے پر [3] اس کی تلاوت [illegible] حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ حضور کی وفات کے بعد بھی یہ آیت قرآن کریم میں تھی بعد میں صحابہ کرام نے نکال دی ورنہ اعتراض ہوگا کہ [illegible] جیسے [illegible] قرآن [illegible] خیال رہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اس سے قرآنی مطلق آیات کو مقید نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے لہذا یہ حدیث امام شافعی کی دلیل نہیں بن سکتی [4] کیونکہ یہ شخص درحقیقت جناب ام المؤمنین کا رضاعی بھائی تھا [illegible] اس کو [illegible] دودھ کا بھائی سمجھے ہوئے تھیں اور آپ نے اس کو گھر میں آنے کی اجازت دیدی تھی [5] یعنی اگر بڑا بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے تو اس پر رضاعت کے احکام جاری نہ ہوں گے جب بچہ اتنا چھوٹا ہو کہ عورت کا دودھ اس کی بھوک دفع کر سکتا ہو اور وہ اسی دودھ پر گزارہ کر سکتا ہو تب دودھ پینا شرعاً معتبر ہے اور وہ عمر ڈھائی سال کی ہے [illegible] اس شخص نے [illegible] بعد دودھ پیا ہے اس لیے یہ [illegible] رضاعی بھائی نہیں [illegible] حدیث سے [illegible] معلوم ہوئے [illegible]

فَاَتَتْ اِمْرَأَةٌ فَقَالَتْ قَدْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِیْ تَزَوَّجَ بِهَا فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا اَعْلَمُ اَنَّكِ قَدْ اَرْضَعْتِنِیْ وَلَا اَخْبَرْتِنِیْ فَاَرْسَلَ اِلٰی اٰلِ اَبِیْ اِهَابٍ فَسَاَلَهُمْ فَقَالُوْا مَا عَلِمْنَا اَرْضَعَتْ صَاحِبَتَنَا فَرَكِبَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ وَقَدْ قِيْلَ فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ ۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ بَعَثَ جَيْشًا

تو ایک عورت آئی بولی کہ میں نے عقبہ کو اور جس سے انہوں نے نکاح کیا ہے اسے دودھ پلایا ہے[۱] تو ان سے عقبہ نے کہا کہ مجھے پتہ نہیں کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تم نے مجھے اس کی خبر دی[۲] انہوں نے ابو اہاب کے گھر والوں کے پاس بھیجا ان سے پوچھا وہ لوگ بولے ہم کو خبر نہیں کہ ہماری لڑکی کو اس نے دودھ پلایا ہے[۳] تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مدینہ سوار ہو کر پہنچے اور آپ سے پوچھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نکاح کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ یہ کہا گیا[۴] چنانچہ عقبہ نے اسے چھوڑ دیا اس نے دوسرا خاوند سے نکاح کر لیا[۵] (بخاری) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن ایک لشکر اوطاس

یہ مسلمانوں کی ملکیت میں ہیں [illegible] کا نکاح درست ہے [illegible] کی میراث [illegible] دوسرے [illegible] برس کے بعد دودھ پینا حرمت رضاعت ثابت نہیں کرتا۔ [illegible] آپ نوفلی ہیں [illegible] فتح مکہ کے دن اسلام لائے [illegible] مکہ میں آپ کا شمار ہے صحابی ہیں۔

۱ یعنی عقبہ اور ان کی منکوحہ دودھ کے بھائی بہن ہیں لہذا یہ نکاح درست نہ ہوا [illegible] فرماتے ہیں کہ کوئی عورت بلا وجہ [illegible] کو دودھ پلانے [illegible] کرے تاکہ [illegible] نکاح میں [illegible] بعد [illegible] ۲ یعنی مجھے تو میرے گھر والوں نے خبر نہ دی اور دوسرے کسی سے مجھے معلوم ہوا ۳ یعنی نہ تو عقبہ کے گھر والوں کو اس واقعہ کا علم تھا نہ ان کی منکوحہ کے گھر والوں کو اگر ان میں سے کسی کو اس کی خبر ہوتی تو نکاح نہ ہوتا ۴ یعنی اے عقبہ تم جیسے متقی کی احتیاط سے یہ بات بہت بعید ہے کہ ایسی عورت کے متعلق رضاعی بہن ہونے کا وہم بھی ہو جائے اسے اپنے نکاح میں رکھو بہتر یہی ہے کہ اسے علیحدہ کر دو اس حدیث کی بنا پر احناف بھی کہتے ہیں کہ صرف ایک عورت کی خبر پر عورت کو علیحدہ کر دینا افضل ہے مگر رضاعت کا ثبوت دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی سے ہوگا امام شافعی کے ہاں چار عورتوں کی گواہی سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے امام مالک کے ہاں دو عورتوں کی گواہی سے بھی رضاعت کا ثبوت ہو جاتا ہے سیدنا عبداللہ ابن عباس کا فرمان تھا کہ ایک دائی کی خبر و قسم سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، مذہب احناف بہت قوی ہے اس حدیث میں حرمت کا ذکر نہیں بلکہ تقوی و احتیاط کا مشورہ ہے اسی لیے سرکار عالی نے دائی کو [illegible] [illegible] اور ثبوت [illegible] کی خبر پر [illegible] ارشاد فرمایا ۵ یعنی عقبہ نے طلاق دے دی بعد عدت اس عورت نے دوسری جگہ نکاح کر لیا [illegible] فرمایا

کہ عقبہ ابن حارث نے ام یحیی بنت ابی اہاب سے نکاح کیا ایک حبشی لونڈی نے کہا میں نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے پھر خود

اس لونڈی نے بارگاہ رسالت میں یہ عرض کیا اس پر یہ ارشاد ہوا

[illegible]

إِلٰى أَوْطَاسٍ فَلَقُوْا عَدُوًّا فَقَاتَلُوْهُمْ فَظَهَرُوْا عَلَيْهِمْ وَأَصَابُوْا لَهُمْ سَبَايَا فَكَأَنَّ نَاسًا مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّجُوْا مِنْ غِشْيَانِهِنَّ مِنْ أَجْلِ أَزْوَاجِهِنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ ذٰلِكَ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ أَيْ فَهُنَّ لَكُمْ حَلَالٌ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. **اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ** عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا أَوِ الْعَمَّةُ عَلٰى بِنْتِ أَخِيْهَا أَوِ الْمَرْأَةُ عَلٰى خَالَتِهَا أَوِ الْخَالَةُ عَلٰى أُخْتِهَا لَا تُنْكَحُ الصُّغْرٰى عَلَى الْكُبْرٰى

کی طرف روانہ فرمایا۱ یہ لوگ دشمن کے مقابل ہوئے ان پر جہاد کیا پھر غالب آگئے ان کی کچھ عورتیں قید کرلیں۲ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے ان کی صحبت میں حرج سمجھا ان کے مشرک خاوندوں کی وجہ سے۳ تب اس بارے میں یہ آیت اللہ تعالٰی نے اتاری کہ تم پر خاوند والیاں عورتیں حرام سوا ان کے جن کے تم مالک ہوجاؤ یعنی وہ ان پر حلال ہیں جب کہ ان کی عدت گزر جائے۴ (مسلم) دوسری فصل: روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے۵ منع فرمایا کہ عورت سے نکاح کیا جائے اس کی پھوپھی پر یا پھوپھی سے اس کی بھتیجی پر۶ یا عورت سے اس کی خالہ پر یا خالہ سے اس کی بھتیجی پر نہ چھوٹی سے بڑی پر نکاح کیا جائے۔

۱ اوطاس حالت شریف کے علاقہ میں ایک وادی ہے جس میں قبیلہ ہوازن کا پڑاؤ تھا حنین کے ساتھ وہ بھی فتح ہوا۔ ۲ سبایا جمع ہے سبیۃ کی بمعنی قیدی عورت اولاد یعنی ان کی اولاد بھی قید ہوئے عورتیں بچے یہاں صرف عورتوں کا ذکر ہے اس وجہ سے جو آگے مذکور ہے۔ ۳ یہ حضرات سمجھے کہ چونکہ یہ عورتیں منکوحہ ہیں ان کے خاوند زندہ ہیں انہوں نے طلاق بھی نہ دی لہذا ان سے صحبت حلال نہیں۔ ۴ یعنی قید شدہ کافرہ عورتیں تمہاری لونڈیاں ہوگئیں ان کے اسلام سے پہلے ہی چونکہ آزاد مسلم عورتوں کی طرح ان کے قید ہوتے ہی ان کے نکاح ختم ہوگئے۔ ۵ عدت سے مراد ایک حیض یا ایک ماہ گزر جانا ہے جسے فقہاء استبراء کہتے ہیں، کافرہ قیدی عورت سے استبراء صحبت حلال ہے بغیر کسی روک کے، یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ قیدی کافرہ خواہ مشرکہ ہو یا اہل کتاب سب سے بعد استبراء مالک کو صحبت حلال ہے۔ امام شافعی کے ہاں کتابیہ قیدی سے تو صحبت حلال ہے مشرکہ قیدی سے صحبت حرام، وہ یہاں فرماتے ہیں کہ شاید یہ قیدی عورتیں مسلمان ہوچکی تھیں مگر یہ تاویل بہت بعید ہے (مرقات)۔ ۶ اس جگہ ان عورتوں کا ذکر ہے جنہیں نکاح یا صحبت میں جمع نہیں کرسکتے، قرآن کریم نے فرمایا وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ دو بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے مگر حدیث پاک میں کچھ اور تفصیل بیان ہوئی اور فقہاء نے اس سے قاعدہ کلیہ بیان فرمادیا کہ جن دو عورتوں میں حرمت دو طرفہ ہو کہ جسے مرد مانا جائے اس پر دوسری عورت حرام ہو ان کا جمع کرنا حرام ہے۔ یہاں پھوپھی اور بھتیجی سے تینوں قسم کی پھوپھیاں و بھتیجیاں مراد ہیں سگی ہوں یا علاتی یا اخیافی یعنی باپ کی سگی

بہن علاتی بہن اخیافی بہن یونہی سگے بھائی کی بیٹی علاتی بھائی کی اور

اخیافی بھائی کی ان سب کا جمع حرام ہے۔

وَلَا الْكُبْرٰى عَلَى الصُّغْرٰى رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرِوَايَتُهٗ اِلٰى قَوْلِهٖ بِنْتِ اُخْتِهَا ۔ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مَرَّ بِيْ خَالِيْ اَبُوْ بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ وَمَعَهٗ لِوَاءٌ فَقُلْتُ اَيْنَ تَذْهَبُ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَاَةَ اَبِيْهِ اٰتِيْهِ بِرَاْسِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ وَلِلنَّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيِّ فَاَمَرَنِيْ اَنْ اَضْرِبَ عُنُقَهٗ وَاٰخُذَ مَالَهٗ وَفِيْ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ قَالَ عَمِّيْ بَدَلَ

نہ بڑی سے چھوٹی پر ۱؎ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی، نسائی) اور نسائی کی روایت میں بھانجی تک ہے ۲؎ روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں مجھ پر میرے ماموں ابوبردہ ابن نیار گزرے ۳؎ اور ان کے ساتھ جھنڈا تھا ۴؎ میں نے کہا آپ کہاں جاتے ہیں فرمایا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے کہ اس کا سر آپ کے پاس لاؤں ۵؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ) دارمی کی روایت میں ہے کہ مجھے حضور نے حکم دیا ہے کہ اس کی گردن ماردوں اور اس کا مال لے لوں ۶؎ اور اس روایت میں بجائے ماموں کے چچا

۱؎ چھوٹی بڑی سے مراد رشتہ کی چھوٹی بڑی ہے نہ کہ عمر میں بڑی یعنی اگرچہ عمر میں چھوٹی ہو۔ یہ جملہ پچھلے جملہ کی تشریح ہے ۲؎ اس قسم کی دو عورتوں کے جمع کرنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ قرابتیں بہت قریبی ہوتی ہیں اور ان کا آپس میں جھگڑنا فساد کا ذریعہ ہے تو یہ اجتماع قطع رحم کا سبب ہے۔ خیال رہے کہ ایسی دو عورتوں کا حقیقی نکاح میں جمع کرنا بھی حرام اور حکمی نکاح میں بھی کہ ایک بیوی کی عدت میں دوسری سے نکاح بھی حرام لہذا بیوی کو طلاق دینے کے بعد جب تک بیوی عدت میں ہے تب تک اس کی بھتیجی سے نکاح نہیں کرسکتے کہ عدت حکمی نکاح ہے ہاں بیوی کے انتقال کے بعد فورًا ہی اس کی بھتیجی سے نکاح کرسکتے ہیں کہ اب عدت نہیں ۳؎ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں بجائے خال کے عم ہے یعنی میرے چچا گزرے مگر غلط ہے صحیح خال ہے یعنی میرے ماموں گزرے ۴؎ یہ جھنڈا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دیا تھا تاکہ اس بات کی علامت ہو کہ آپ سرکاری کام سے جارہے ہیں اور لوگوں میں اس سزا کا اعلان ہوجائے اسلام سے پہلے ہر ملک میں مجرموں کو علانیہ سزا دینے کی مثالیں ہیں، چور کے ہاتھ بازار میں کاٹے جاتے ہیں زانی کو مع زانیہ چوراہوں میں سنگسار کیا جاتا ہے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو جو بغاوت کرتے لوگوں کو بعد قتل ان کے سر بازاروں میں لٹکائے جاتے ہیں ۵؎ یعنی اس نے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کیا ہے مجھے اس کو قتل کرکے سر بارگاہ عالی میں حاضر کرنے کا حکم ملا ہے غالبًا یہ شخص کوئی منافق مسلمان ہوگا پھر اس نے یہ حرکت کی ہوگی یہ شخص مجرم و مرتد قرار دیا گیا مگر ہمارے ملک میں مجوسی لوگ بستے ہیں جو بھائی بہن بیٹی سے نکاح کرلیتے ہیں تو ہم ان کو اس حرکت سے نہ روکیں گے کہ یہ ان کی مذہبی رسم ہے اور ہمارے ملک میں کفار کو مذہبی آزادی ہے لہذا یہ حدیث اس فقہی حکم کے خلاف نہیں ۶؎ اس سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ شخص مسلمان تھا بعد میں اس نکاح کو حلال سمجھ کر کافر و مرتد ہوگیا لہذا اسے قتل کرنے اور اس کا مال ضبط کرنے کا حکم صادر ہوا فقہا فرماتے ہیں کہ جو مسلمان حرام ابدی عورتوں سے نکاح جائز مانے وہ مرتد ہے اور جو حرام سمجھ کر نکاح کرے وہ بدترین فاسق ہے اور بے غیرت ہے اس کا یہ نکاح محض باطل ہوگا اگر ایسے شخص نے صحبت بھی کرلی تو یہ صحبت محض زنا ہوگی اور بچہ کا نسب اس سے ثابت نہ ہوگا اور اگر کسی شخص نے صحبت کی تو بلاشبہ ہوگی بچہ صحیح النسب ہوگا۔

خَلِیْلٌ۔ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعِ اِلَّا مَا فَتَقَ الْاَمْعَاءَ فِي الثَّدْيِ وَكَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ وَعَنْ حَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ الْاَسْلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يُذْهِبُ عَنِّيْ مَذَمَّةَ الرَّضَاعِ فَقَالَ

فرمایا۔ روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں حرام کرتا شیر خوارگی سے مگر پستان میں کا وہ دودھ جو آنتیں چیرے[۱] اور دودھ چھڑانے سے پہلے ہو[۲] (ترمذی) روایت ہے حضرت حجاج ابن حجاج اسلمی سے وہ اپنے باپ سے راوی[۳] انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون چیز مجھ کو شیر خوارگی کا حق ادا کرا سکتی ہے[۴] فرمایا

خیال رہے کہ جو شخص حرام عورت کو حرام جانتے ہوئے نکاح کرے تو امام شافعی و احمد و مالک کے ہاں اس پر حد زنا ہے اور امام ابوحنیفہ کے ہاں اس پر حد نہیں بلکہ سخت تعزیر ہے یہاں پہلی قسم کا آدمی مراد ہے یعنی حلال جان کر نکاح کرنے والا اسی لیے اسے قتل کرایا گیا اور اس کا مال لیا گیا ورنہ زانی پر رجم ہے اور اس کا مال اس کے وارثوں کا ہے بالجملہ اس کا حکم ہے جو یہاں مذکور ہوا (از کتب فقہ و مرقات وغیرہ)

۱؎ ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں حضرت براء کے نسبی ماموں ہوں اور رضاعی چچا لہٰذا یہ دونوں روایات درست ہیں کہ وہ نسبی ماموں ہیں چچا نہیں۔ حضرت بردہ ابن نیار عقبہ ثانیہ کی بیعت میں شریک ہوئے تھے پھر بدر کے بعد تمام غزوات میں شامل رہے جنگ صفین وغیرہ تمام جنگوں میں حضرت علی کے ساتھ رہے (اشعہ) ۲؎ فی الثدی فتق کے فاعل کا حال ہے یعنی فتق معدہ اور جسم بچہ ہوتا ہیں جو دودھ عورت کے پستانوں سے ہو اور بچے کی آنتوں میں پہنچ کر اس کی بھوک دفع کرے خواہ پستان ہی سے پلایا جائے یا پیچھے دیگر ذریعہ سے مگر خلاصہ یہ ہے کہ بچہ کو شیر خوارگی کی مدت میں جو دودھ پلایا جائے اس پر رضاعت کے احکام مرتب ہوں گے لہٰذا یہاں ۳؎ یعنی جو مدت دودھ پلانے کی ہے ڈھائی سال کی اگر اس کے بعد اگر پلایا گیا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی لہٰذا اگر کسی بچہ کا دودھ پہلے ہی چھڑا دیا گیا تو یہ چھڑانا معتبر نہیں۔ خیال رہے کہ ڈھائی سال کی عمر کے بعد بچہ کو عورت کا دودھ پلانا ممنوع ہے کہ یہ دودھ انسانی جزء ہے جس کو بلا ضرورت استعمال کرنا حرام ہے بعض کان یا آنکھ کے درد میں لڑکی والی عورت کا دودھ مفید ہوتا ہے اگر طبیب حاذق کہے کہ اس کے سوا کوئی علاج نہیں تو اسے علاجاً کان یا آنکھ میں ٹپکانا جائز ہے (مرقات) یہ حدیث ان احادیث کی ناسخ ہے جن سے ثابت ہے کہ جوان لڑکے کو دودھ پلا دینے سے حرمت آ جاتی ہے اس پر صحابہ کرام بلکہ امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتفاق ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس نسخ کی تصریح فرمائی ہے حضور فرماتے ہیں لا رضاع الا ما کان فی الحولین یہ حدیث مرفوع بھی ہے اور حضرت ابن عباس علی ابن عمر ابن مسعود رضی اللہ عنہم پر موقوف بھی اسے امام ترمذی نے صحیح فرمایا ابوداؤد میں بروایت حضرت ابن مسعود ہے کہ اس زمانہ میں شیر خوارگی حرمت ثابت کرے گی جب دودھ سے گوشت بنے اور ہڈی بڑھے جن سے جوان بچہ کو دودھ پلانے کی روایات آئی ہیں ان حضرات نے اس سے رجوع فرمایا یہاں اس کی بہت بحث ہے (مرقات وغیرہ) ۴؎ یہ حجاج اسلمی صحابی ہیں ان کے بیٹے حجاج ابن حجاج تابعی ہیں یہ تابعی ہیں مروان ابن حکم کے زمانہ میں وفات پائی۔ حجاج ظالم جس کی وجہ شہرت ہے وہ دوسرا ہے۔ دیکھو (اشعہ و مرقات) ۵؎ مذمۃ ذال کے کسرہ سے بمعنی حق و حرمت ہے اور فتحہ سے بمعنی عیب ہے۔ مقصد یہ ہے کہ میں کس طرح اس کا حق ادا کروں۔

آپ کے مطلب یہ ہے کہ دائی کی خدمت یعنی دودھ کی پلائی کروں جس سے اس کے دودھ کا حق ادا ہو

معلوم ہوا کہ دودھ کی اجرت دے دینے سے اس کا حق ادا نہیں ہوتا ۶

غُرَّةَ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ ۞ وَعَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ الْغَنَوِيِّ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ فَبَسَطَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِدَاءَهُ حَتّٰى قَعَدَتْ عَلَيْهِ فَلَمَّا ذَهَبَتْ قِيْلَ هٰذِهِ أَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ ۞ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ غَيْلَانَ بْنَ سَلَمَةَ الثَّقَفِيَّ أَسْلَمَ وَلَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَسْلَمْنَ مَعَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

غلام یا لونڈی کو پیشانی ۱؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی) روایت ہے حضرت ابوالطفیل غنوی ۲؎ سے فرماتے ہیں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بی بی صاحبہ آئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر بچھا دی حتی کہ وہ اس پر بیٹھ گئیں ۳؎ پھر جب وہ چلی گئیں تو کہا گیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ہے ۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ غیلان ابن سلمہ ثقفی اسلام لائے ۵؎ جن کے زمانہ جاہلیت میں دس بیویاں تھیں وہ بھی ان کے ساتھ اسلام لائیں ۶؎ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۱؎ یعنی بچہ ضائع کرانے والا درمیانی قیمت کا لونڈی یا غلام دے جو اس کی خدمت کرے خدمت کا ملنا خدمت ہے اور جو بالکل کسی کی لونڈی ہو یا اس کا ماں کو یا کسی کا غلام تو اسے خرید کر آزاد کر کے دے دیں یہ حکم احترام حضرت حسن ہے ۲؎ آپ کا نام عامر ابن واثلہ ہے جنگ احد والے سال پیدا ہوئے، حضرت ابوالطفیل آٹھ سال حضور علیہ السلام کی حیات میں رہے ۱۰۰ھ میں مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا سب سے آخری صحابی آپ ہیں آپ کی وفات پر صحابیت ختم ہوئی (مرقات) حضرت علی کے ساتھ ان کی تمام جنگوں میں رہے ۳؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دونوں عمل اظہار احترام و اظہار مسرت کے لیے تھے معلوم ہوا کہ قیام تعظیمی جائز ہے اور انسان خواہ کتنا ہی عظمت والا ہو مگر اپنے بڑوں کا احترام کرے دیکھو وہ آستانہ جہاں جبریل امین حاضر ہوں شاہی سے حاضری دیتے ہیں ان بی بی صاحبہ کے لیے چادر شریف بچھائی گئی۔ اس میں ہم لوگوں کو تعلیم ہے کہ جب دودھ پلانے والی دائی کا یہ ادب و احترام ہے تو سگی ماں کا کیا احترام کیا جائے گا ۴؎ یہ واقعہ اس جنگ حنین کے دن کا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ سے فارغ ہوئے تھے جعرانہ مقام میں تشریف فرما تھے کہ بی بی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا تشریف لائیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہو گئے اور چادر شریف ان کے بیٹھنے کے لیے بچھا دی جب تک آپ تشریف فرما رہیں کسی اور سے کلام نہ فرمایا ان ہی کی طرف متوجہ رہے جب آپ واپس ہونے لگیں تو بہت ہدایا تحفے عطا فرمائے اور انہیں کچھ دور مشایعت کے طور پر پہنچانے تشریف لے گئے پھر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کسی اور صحابی نے حاضرین سے فرمایا کہ یہ حضور کی دائی جناب حلیمہ ہیں جنہوں نے حضور کو دودھ پلایا ہے یہ پورا واقعہ مواہب لدنیہ میں مطالعہ فرمایئے کچھ مرقات نے بھی یہاں ہی بیان فرمایا ہے کہ ان کا ایمان حدیث پڑھیں اور عبرت حاصل کریں کہ ہم لوگ سگی ماں کا بھی ادب نہیں کرتے ۵؎ آپ بنی ثقیف کے سردار اسلام لائے بنی ثقیف کے بڑے معززین سے تھے عہد فاروقی میں وفات ہوئی ۶؎ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کی تعداد مقرر و محدود نہ تھی جس قدر چاہو نکاح کر لو اور ایک ساتھ رکھو اس تعداد میں حد نہ تھی آپ کے نکاح میں دس بیویاں تھیں۔

أَمْسِكْ أَرْبَعًا وَفَارِقْ سَائِرَهُنَّ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي خَمْسُ نِسْوَةٍ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَارِقْ وَاحِدَةً وَأَمْسِكْ أَرْبَعًا فَعَمَدْتُ إِلٰى أَقْدَمِهِنَّ صُحْبَةً عِنْدِي عَاقِرٍ مُنْذُ سِتِّينَ سَنَةً فَفَارَقْتُهَا رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ وَعَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ فَيْرُوزَ الدَّيْلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي أُخْتَانِ قَالَ اخْتَرْ أَيَّتَهُمَا شِئْتَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

چار کو رکھو باقی کو علیحدہ کردو (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت نوفل ابن معاویہ سے[2] فرماتے ہیں کہ میں اسلام لایا حالانکہ میرے قبضہ میں پانچ بیویاں تھیں تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو فرمایا ایک کو جدا کردو اور چار کو رکھو[3] تو چنانچہ میں نے ان میں سے اپنی پرانی صحبت والی جو ساٹھ سال بانجھ تھی[4] ادھر توجہ کی اور اسے جدا کردیا (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ضحاک ابن فیروز دیلمی سے وہ اپنے والد سے راوی[5] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلمان ہوگیا ہوں اور میری زوجیت میں دو بہنیں ہیں فرمایا ان دونوں میں سے جس کو چاہو اختیار کرلو[6] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں ایک

۱ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ کفار کے نکاح درست ہیں کہ اگر وہ دونوں خاوند بیوی ایمان لے آئیں تو اب تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ رب تعالٰی نے ابی لہب کی بیوی جمیلہ کو اس کی زوجہ فرمایا وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ دوسرے یہ کہ کفار زمانہ کفر کے نکاح پر قائم رکھے جائیں گے اگرچہ ان کے نکاح اسلامی قاعدے پر نہ ہوئے ہوں، ہاں اگر کسی کافر کے نکاح میں محرم عورت ہوئی تو اسے علیحدہ کرادیا جائے گا۔ تیسرے یہ کہ چار سے زیادہ بیویاں اگر ہوں تو بعد اسلام چار ہی رکھنا ہوں گی اور اس میں خاوند کو اختیار ہوگا جنہیں چاہے رکھے۔ چوتھے یہ کہ اس علیحدگی میں شرعی طلاق کی ضرورت نہیں بلکہ صرف علیحدہ کردینا ہی کافی ہوگا۔ خیال رہے کہ چار کی پابندی بیویوں کے متعلق ہے لونڈیاں جتنی چاہے رکھے۔ ۲ آپ ثقفی ہیں، صحابی ہیں فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے اور فتح مکہ میں شریک ہوئے، اسلام سے پہلے ساٹھ سال کفر میں گزرے بعد اسلام ساٹھ یا سو سال اور جیئے، یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں مدینہ میں وفات پائی (اشعہ و مرقات)۔ ۳ یعنی اب بعد اسلام تم کو صرف چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے لہذا ان میں سے ایک کو علیحدہ کردو۔ معلوم ہوا کہ کفار اگر چار سے زیادہ بیویاں رکھیں تو ان کو ہم منع نہ کریں گے اور ان سب سے جو اولاد ہوگی حلالی ہوگی، چار کی پابندی صرف مسلمانوں پر ہے۔ ۴ عاقر صفت یا بدل ہے اقدم کا، مطلب یہ ہے کہ ان پانچ میں ایک عورت میرے پاس ساٹھ سال بانجھ اور بوڑھی تھی میں نے اسی کو علیحدہ کردیا بقیہ عورتیں عمر میں بھی اس سے کم تھیں اور بانجھ بھی نہ تھیں انہیں رکھ لیا۔ ۵ ضحاک تابعی ہیں اور ان کے والد فیروز صحابی ہیں، انہیں حمیری بھی کہا جاتا ہے کیونکہ حمیر میں رہے، فارسی الاصل صنعانی ہیں، اسود عنسی تمیمی کو آپ ہی نے قتل کیا جو مدعی نبوت تھا، خلافت عثمانیہ میں وفات پائی۔ ۶ یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے کہ جب کوئی کافر مسلمان ہو اور اس کے نکاح میں دو سگی بہنیں ہوں یعنی بیوی بھی اور سالی بھی تو اسے اختیار ہوگا جسے چاہے رکھے جسے چاہے علیحدہ کردے۔ ہمارے امام اعظم

أَسْلَمَتْ امْرَأَةٌ فَتَزَوَّجَتْ فَجَاءَ زَوْجُهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ وَعَلِمَتْ بِإِسْلَامِي فَانْتَزَعَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَوْجِهَا الْآخَرِ وَرَدَّهَا إِلَى زَوْجِهَا الْأَوَّلِ وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّهُ قَالَ إِنَّهَا أَسْلَمَتْ مَعِي فَرَدَّهَا عَلَيْهِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤُدَ وَرُوِيَ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ أَنَّ جَمَاعَةً مِّنَ النِّسَاءِ رَدَّهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنِّكَاحِ الْأَوَّلِ عَلَى أَزْوَاجِهِنَّ عِنْدَ اجْتِمَاعِ الْإِسْلَامَيْنِ بَعْدَ اخْتِلَافِ الدِّيْنِ وَالدَّارِ مِنْهُنَّ

عورت مسلمان ہوئی اس نے نکاح کر لیا[۱] پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا خاوند حاضر ہوا عرض کیا یا رسول اللہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور اس عورت کو میرے اسلام کا علم ہے[۲] چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوسرے خاوند سے علیحدہ کر دیا[۳] اور پہلے خاوند کی طرف لوٹا دیا[۴] اور ایک روایت میں ہے وہ بولا کہ یہ میرے ساتھ مسلمان ہوئی تھی تب حضور نے اسے واپس کر دیا[۵] (ابوداؤد) اور شرح سنہ میں روایت کی گئی کہ عورتوں کی ایک جماعت ہے جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نکاح کی بنا پر ان کے خاوندوں پر واپس فرمایا۔ دونوں اسلاموں کے جمع ہونے کے وقت[۶] دین اور ملک علیحدہ ہونے کے باوجود[۷] ان میں سے

کے ہاں اگر ان دونوں بہنوں سے ایک وقت نکاح کیا ہو تو دونوں کو علیحدہ کرنا پڑے گا اور اگر آگے پیچھے نکاح کیا ہو تو پہلی کو رکھے دوسری کو علیحدہ کر دے۔

۱ـــہ شاید اس بی بی نے پہلے خاوند کا مسلمان ہونا بیان نہ کیا ہوگا اس لئے اس کا دوسرا نکاح کر دیا ہوگا ورنہ عورت کے اسلام لانے پر تین صورتوں میں نکاح ختم ہوتا ہے ایک تو عورت کی عدت گزر جائے خاوند عدت گزرنے تک مسلمان نہ ہو جائے یا خاوند پر اسلام پیش کیا جاوے اور وہ اس کا انکار کر دے یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا دارالاسلام میں آ جانا اور دوسرے کا دارالحرب میں ہی رہ جانا یا اس کے برعکس کہ دونوں دارالاسلام میں تھے اور ان میں سے ایک دارالحرب میں چلا گیا یہ مذہب احناف ہے ۲ـــہ علمت میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ صیغہ متکلم کا ہے یعنی میں نے سوچ سمجھ کر جان بوجھ کر اسلام قبول کیا تھا میرا ایمان محض تقلیدی نہ تھا دوسرے یہ کہ صیغہ واحد غائب کا ہو یعنی اس عورت کو خبر تھی کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں مگر اس نے دوسرے نکاح کا خیال نہ کیا اور میرے اسلام لا چکنے کا علم ہی کی وجہ سے اس کا نکاح اور شخص سے کر لیا ۳ـــہ یعنی نکاح ثانی کو کالعدم قرار دیا اس لیے اس دوسرے خاوند سے طلاق نہ دلوائی بلکہ علیحدگی کا حکم دے دیا اور پہلے نکاح کو قائم رکھا اس لئے پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح نہ کیا بلکہ واپس کر دیا ۴ـــہ اگر دوسرا خاوند صحبت کر چکا ہو تو پہلے خاوند کو ایک حیض آنے تک صحبت سے باز رہنے کا حکم دیا ہوگا جسے استبراء کہتے ہیں وہ وطی بالشبہ کے لئے یہی حکم ہے اور اگر صحبت نہ ہو تو اس کا حکم نہ دیا۔ یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ صرف عورت کے اسلام لانے پر نکاح فسخ نہیں ہوتا بلکہ فسخ نکاح کے لیے ان تین چیزوں میں سے ایک ضروری ہے جن کا ابھی ذکر کیا گیا حضرت امام شافعی کے ہاں عورت کا صرف مسلمان ہو جانا فسخ نکاح کا باعث ہے (اشعہ) ۵ـــہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت مسلمان ہو کر مرد کے انکار اسلام کا دعویٰ کرے اور مرد کہے کہ میں نے انکار نہ کیا تھا ساتھ ہی مسلمان ہو گیا تھا تو مرد کی بات قبول ہے نہ کہ عورت کی ۶ـــہ یعنی جب خاوند عورت کی عدت گزرنے سے پہلے ہی مسلمان ہو جائے تو نکاح اول قائم رہے گا تجدید نکاح کی ضرورت نہ ہوگی ۷ـــہ یہ مذہب شافعی ہے کہ اختلاف ملک کے باوجود۔

بِنْتَ الْوَلِيْدِ بْنِ مُغِيْرَةَ كَانَتْ تَحْتَ صَفْوَانَ ابْنِ اُمَيَّةَ فَاَسْلَمَتْ يَوْمَ الْفَتْحِ وَهَرَبَ زَوْجُهَا مِنَ الْاِسْلَامِ فَبَعَثَ اِلَيْهِ ابْنُ عَمِّهٖ وَهْبُ بْنُ عُمَيْرٍ بِرِدَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَانًا لِصَفْوَانَ فَلَمَّا قَدِمَ جَعَلَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْيِيْرَ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ حَتّٰى اَسْلَمَ فَاسْتَقَرَّتْ عِنْدَهٗ وَاَسْلَمَتْ اُمُّ حَكِيْمٍ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ امْرَاَةُ

ولید ابن مغیرہ کی بیٹی تھیں جو صفوان ابن امیہ کی زوجہ تھیں وہ فتح کے دن اسلام لائیں اور ان کے خاوند اسلام سے بھاگ گئے تو ان کے چچازاد بھائی وہب ابن عمیر نے ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر بطور امان صفوان کے لیے بھیجی۱؎ پھر جب وہ آگئے تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار ماہ کا دیس نکالا دیا۲؎ تا آنکہ وہ مسلمان ہو گئے۳؎ پھر ان کی بیوی ان کے پاس رہ گئیں۴؎ اور ام حکیم بنت حارث ابن ہشام بیٹے

فسخ ہو جاتا ہے یہ امام اعظم کی دلیل ہے (مرقات) ایسی چار صورتیں ہیں دو میں ہم و شافعی متفق ہیں اور دو میں مختلف ایک یہ کہ کافر زوجین ہمارے ملک میں ذمی یا مستامن ہو کر آئے اور دونوں ایک ساتھ مسلمان ہو گئے بالاتفاق نکاح باقی، دوسرے کافر زوجین میں سے ایک قید کرکے دار الاسلام میں لایا گیا بالاتفاق نکاح ختم ہو گیا، ہمارے ہاں ملک بدلنے کی وجہ سے اور امام شافعی کے ہاں اسلامی قیدی ہونے کی وجہ سے، تیسرے دونوں میں سے ایک ہمارے ملک میں ذمی یا مستامن ہو کر آگیا پھر مسلمان ہو گیا، ہمارے ہاں نکاح فسخ ہو گیا شوافع کے ہاں نہیں، چوتھے دونوں کافر زوجین قید کرکے دار الاسلام لائے گئے، امام شافعی کے ہاں نکاح فسخ ہو گیا قیدی ہونے کی وجہ سے ہمارے ہاں نہیں جانبین کے دلائل شرح ہدایہ میں ملاحظہ کیجئے (مرقات)

۱؎ یعنی وہب ابن عمیر نے صفوان ابن امیہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے امان لے لی اور اس امان کی اطلاع صفوان کے پاس بھیجی اور ثبوت کے لیے حضور کی چادر شریف قاصد کے ہاتھ روانہ کر دی تاکہ صفوان قاصد کی تصدیق کریں اور بے خوف ہو کر مکہ معظمہ آجائیں یا حضور نے وہب ابن عمیر کو امان اور اپنی چادر دے کر صفوان کے پاس بھیجا اس صورت میں ہ ضمیر کافی تھا مگر بجائے ضمیر ظاہر کر دیا تاکہ معلوم ہو کہ چادر حضور کی تھی نہ کہ وہب کی۲؎ تسییر کے معنی ہیں سیر کرنے چلنے پھرنے کی اجازت یا اس کا حکم اور اربعۃ اشہر اس کا ظرف مضاف الیہ ہے جیسے کہا جاتا ہے سارق اللیل یعنی رات میں چوری کرنے والا رات کا چور۔ مطلب یہ ہے کہ حضور نے انہیں اجازت دی یا حکم دیا کہ چار ماہ تک اس مدت میں اسلامی ممالک اور مسلمانوں میں گشت و چکر لگائیں۳؎ یعنی دل سے مسلمان ہو گئے اور اسلام ان کی رگ رگ میں سرایت کر گیا اسلام کی شوکت دیکھ کر اور مسلمانوں کی ملاقات سے ورنہ وہ تو مسلمان پہلے ہی ہو گئے تھے خیال رہے کہ صفوان اپنی بیوی کے چار ماہ بعد اسلام لائے (مرقات)۴؎ یا تو پہلے ہی نکاح یا نئے نکاح سے ان کے ساتھ کیا گیا لہذا یہ حدیث صراحۃً نہ ہمارے خلاف ہے نہ شوافع کے (مرقات) نیز یہاں اختلاف دارین نہ ہوا کہ صفوان دار الکفر میں مقیم نہ ہوئے تھے صرف مکہ معظمہ سے بھاگ کر وہاں پناہ گزین ہو گئے تھے اور ایسی صورت میں کہ زوجہ اسلام قبول کرے خاوند کافر رہے اختلاف دارین سے

نکاح فسخ ہو جاتا ہے۔

عِكْرِمَةَ بْنِ أَبِي جَهْلٍ يَوْمَ الْفَتْحِ بِمَكَّةَ وَهَرَبَ زَوْجُهَا مِنَ الْإِسْلَامِ حَتّٰى قَدِمَ الْيَمَنَ فَارْتَحَلَتْ أُمُّ حَكِيمٍ حَتّٰى قَدِمَتْ عَلَيْهِ الْيَمَنَ فَدَعَتْهُ إِلَى الْإِسْلَامِ فَأَسْلَمَ فَثَبَتَا عَلٰى نِكَاحِهِمَا رَوَاهُ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ مُرْسَلًا

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَخَذَ مِنْ

عکرمہ ابن ابوجہل کی بیوی فتح مکہ کے دن ایمان لے آئیں اور ان کے خاوند اسلام سے بھاگ گئے[1] حتی کہ یمن پہنچ گئے[2] تو ام حکیم چلیں حتی کہ ان کے پاس یمن میں پہنچ گئیں پھر انہیں دعوت اسلام دی چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے اور یہ دونوں اپنے نکاح پر قائم رہے[3] (مالک) عن ابن شہاب مرسلاً[4] تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ

۱؎ یعنی اسلام کی شوکت مسلمانوں کی قوت دیکھ کر اپنی جان کے خوف سے بھاگ گئے خیال یہ تھا کہ جناب عکرمہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے متعلق اعلان ہو چکا تھا کہ جہاں ملیں قتل کر دیئے جائیں جیسا کہ فتح مکہ کے واقعات میں بالتفصیل عرض کیا جا چکا ہے۔ ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ عکرمہ یمن میں داخل ہو چکے تھے مگر ساحل پر تھے جو جگہ یمن کی حد ہے لہٰذا ان میں اور ان کی بیوی میں ملک کا اختلاف نہ پایا گیا لہٰذا فسخ نکاح کی کوئی وجہ نہ تھی (مرقات، اشعہ، لمعات) ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوالعاص ابن ربیع مکہ میں کافر ہو کر رہے اور ان کی زوجہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پاک میں مومنہ مہاجرہ ہو کر رہیں پھر تین یا چھ سال بعد آپ اسلام لائے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو ان ہی کی زوجیت میں رکھا اور بالاتفاق یہ ہی ہے کہ حضور نے نیا نکاح کیا جیسا کہ ترمذی ابن ماجہ اور امام احمد کی روایات میں ہے اور جن روایات میں ہے کہ پہلے نکاح پر رکھا ان کا مطلب یہ ہے کہ پہلے نکاح کی وجہ سے ان کے ساتھ ہی نکاح کیا دوسرے خاوند سے نکاح نہ کیا لہٰذا روایات میں تعارض نہیں یا یہ مطلب ہے کہ دوسرا نکاح مطابق نکاح اول کے کیا مہر وغیرہ میں کوئی فرق نہیں کیا۔ خیال رہے کہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خاوند ابوالعاص میں اختلاف دین زیادہ دس سال سے رہا کیونکہ بی بی خدیجہ اور ان کی لڑکیاں جن میں زینب بھی داخل تھیں اول تبلیغ میں ایمان لائیں اور ابوالعاص فتح مکہ سے کچھ پہلے ایمان لائے حضور انور نے ہجرت سے پہلے ان کا نکاح فسخ نہ کیا کیونکہ اس زمانہ میں مشرکین سے مومنہ عورتوں کا نکاح حرام نہ تھا اسی لیئے جب بی بی زینب مہاجرہ ہو کر مدینہ پہنچیں تو حاملہ تھیں راہ میں اسقاط ہو گیا بہر حال حضرت زینب کا مومنہ ہو کر ابوالعاص کے نکاح میں رہنا حالانکہ وہ کافر تھے اولاً اس وجہ سے تھا کہ اس وقت ایسے نکاح درست تھے پھر بعد ہجرت اختلاف دار کی وجہ سے نکاح فسخ ہوا مگر بعد میں اس نکاح کی وجہ سے تجدید نکاح کیا گیا اس کی نفیس تحقیق یہاں مرقات میں دیکھئے ۳؎ صاحب مشکوٰۃ کا مقصد ان احادیث سے یہ ہے کہ زوجین میں جب کفر و اسلام کا اختلاف ہو جائے تو بغیر کسی کے قید ہوئے نکاح فسخ نہیں ہوتا اگرچہ دونوں کے ملک علیحدہ ہو گئے ہوں کہ ایک دار اسلام میں آ جائے اور دوسرا دار حرب ہی رہے یہ مذہب شافعی ہے احناف کا مذہب یہ ہے کہ دار و ملک مختلف ہوتے ہی نکاح فسخ ہو جاتا ہے امام اعظم کی دلیل قرآنی آیات ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اِذَا جَآءَکُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ۔ لَا تَرْجِعُوْهُنَّ سے معلوم ہوتا ہے کہ مومنہ دار اسلام میں پہنچ جائے اور اس کا کافر خاوند دار الحرب میں رہے تو نکاح فسخ ہو گیا لہٰذا ان احادیث کے ایسے معانی کئے جائیں جو آیت قرآنیہ کے مخالف نہ ہوں وہ ہم نے ابھی عرض کر دیئے ۴؎ ابن شہاب امام زہری کی کنیت ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب عکرمہ کو ان کی بیوی کی خبر ملی تو خوشی سے اچھل پڑے اور بہت جلد حاضر بارگاہ ہو کر مسلمان ہو گئے حضور انور ان کی آمد پر خوشی سے

النَّسَبِ سَبْعٌ وَّمِنَ الصِّهْرِ سَبْعٌ ثُمَّ قَرَأَ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ الْاٰيَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَاَةً فَدَخَلَ بِهَا فَلَا يَحِلُّ لَهٗ نِكَاحُ ابْنَتِهَا وَاِنْ لَّمْ يَدْخُلْ بِهَا فَلْيَنْكِحْ ابْنَتَهَا وَاَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَاَةً فَلَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّنْكِحَ اُمَّهَا دَخَلَ بِهَا اَوْ لَمْ يَدْخُلْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ لَا يَصِحُّ مِنْ قِبَلِ اِسْنَادِهٖ اِنَّمَا رَوَاهُ ابْنُ لَهِيْعَةَ وَالْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ وَّهُمَا يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيْثِ ۔

بَابُ الْمُبَاشَرَةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

نسب سے سات عورتیں حرام ہیں[1] اور سسرالی رشتہ سے سات پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں الآیہ[2] (بخاری)

روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے پھر اس سے صحبت کرے تو اسے اس کی بیٹی کا نکاح حلال نہیں[3] اور اگر اس سے صحبت نہیں تو اس کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے[4] اور جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے تو اسے اس عورت کی ماں کا نکاح حلال نہیں اس سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو[5] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث اسناد کی طرف سے صحیح نہیں ہے[6] اسے ابن لہیعہ اور مثنی ابن صباح نے عمرو ابن شعیب سے روایت کیا اور یہ دونوں حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں[7]

صحبت کرنے کا بیان[8]

پہلی فصل

کھڑے ہو گئے: خیال رہے کہ حضور حضرت عکرمہ ابن ابوجہل مدینہ کی آمد پر نیز جعفر ابن ابی طالب کی آمد پر خوشی میں کھڑے ہوئے ہیں (مرقات) حضرت فاطمہ کی آمد پر ہمیشہ کھڑے ہو جاتے تھے

۱؎ وہ سات عورتیں یہ ہیں ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی ۲؎ خیال رہے کہ نکاح کی وجہ سے چند عورتیں ہمیشہ کو حرام ہو جاتی ہیں بیوی کی ماں ساس، بیٹے کی بیوی، پوتے کی بیوی، والد کی بیوی جو اپنی ماں نہ ہو بیوی کی بیٹی جو دوسرے خاوند سے ہو اور چند عورتیں عارضی طور پر حرام ہوتی ہیں بیوی کی بہن اس کی پھوپھی اس کی خالہ جس آیت سے حضرت ابن عباس نے استدلال کیا اس میں ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم میں بیوی کی خالہ اور پھوپھی کا ذکر نہیں دوسری بیوی کا، لہٰذا اس آیت سے استدلال کیا گویا کہ اکثر کا ذکر ہے ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں دخول سے مراد حقیقی صحبت ہے صرف خلوت کافی نہیں جس بیوی سے صحبت کر لی جائے اس کی بیٹی حرام ہو گی قرآن کریم فرماتا ہے وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۴؎ اس طرح کہ اولاً اس بیوی کو طلاق دے پھر اس کی بیٹی سے نکاح کرے رب تعالٰی فرماتا ہے فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۵؎ اس حکم کی تائید اس آیت کریمہ سے ہے وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ کہ تم پر تمہاری بیویوں کی مائیں حرام ہیں یہاں بیویوں میں صحبت کی قید نہیں ۶؎ یعنی اس حدیث کے الفاظ اسناداً صحیح نہیں معنی حدیث بالکل صحیح ہیں کیونکہ قرآن کریم اس کی تائید کر رہا ہے ۷؎ یعنی محدثین کے نزدیک ابن لہیعہ اور مثنی ابن صباح ضعیف مانے جاتے ہیں خیال رہے کہ بعض محدثین نے انہیں ضعیف مانا ہے اور بہت سے محدثین انہیں ضعیف نہیں مانتے لہٰذا یہ حدیث ان کے نزدیک ہے جو ان راویوں کو ضعیف مانتے ہیں احناف کے نزدیک ابن لہیعہ ضعیف نہیں دیکھئے طحاوی و مرقات ۸؎ مباشرہ

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ إِذَا أَتَى الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ مِنْ دُبُرِهَا فِيْ قُبُلِهَا كَانَ الْوَلَدُ أَحْوَلَ فَنَزَلَتْ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَنْهَنَا وَعَنْهُ قَالَ إِنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ لِيْ جَارِيَةً هِيَ خَادِمُنَا وَأَنَا أَطُوْفُ عَلَيْهَا وَأَكْرَهُ أَنْ تَحْمِلَ فَقَالَ اعْزِلْ عَنْهَا إِنْ شِئْتَ فَإِنَّهُ

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں یہود کہتے تھے کہ جب مرد اپنی بیوی کے پیچھے کی طرف سے اس کی فرج میں صحبت کرے تو بچہ بھینگا ہوتا ہے¹ تب یہ آیت نازل ہوئی کہ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں تو اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو جاؤ² (مسلم، بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن اترتا تھا³ (مسلم، بخاری) مسلم نے یہ زیادہ کیا کہ یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو ہم کو منع نہ فرمایا۔ روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا کہ میری ایک لونڈی ہے جو ہماری خدمت گار ہے⁴ اور میں اس کے پاس جاتا ہوں⁵ اور یہ ناپسند کرتا ہوں کہ وہ حاملہ ہو جائے تو فرمایا اگر تو

سے بنا بمعنی ظاہری کھال اسی لیے انسان کو بشر کہتے ہیں یعنی ظاہری بدن کھلی کھال والا کہ خاص پر بال ہیں دیگر کمال صاحب لیں مباشرت کے معنی ہیں کھال سے کھال ملانا اس سے مراد ہے صحبت کرنا۔ اس باب میں جو رشتہ سے صحبت کے احکام بیان ہوں گے۔ خیال رہے کہ اپنی بیوی سے عمر میں ایک بار صحبت کرنا فرض ہے کہ اس کے بغیر وہ دعویٰ کر سکتی ہے اور چار ماہ میں ایک بار ضروری ہے اس کے سوا بقدر طاقت ادائے حق، اور بحالت حیض و نفاس صحبت حرام، جمعہ کے دن قبل نماز صحبت مستحب، بعض حالات میں صحبت مضر و نقصان دہ ہے اور بعض میں صحبت مکروہ، اس کی تفصیل شامی وغیرہ کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے۔

¹ عورت کی دبر میں وطی کرنا تمام دینوں میں حرام ہے اسلام میں یہ حرام قطعی ہے کہ اس کا منکر کافر ہے، اس کا مرتکب فاسق و فاجر، یہاں یہ مطلب ہے کہ مرد عورت کے پیچھے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر فرج میں صحبت کرے تو بچہ کی آنکھ میں خرابی ہوتی ہے کہ وہ بھینگا ہوتا ہے² اس آیت میں نساءکم سے مراد مملوکہ عورتیں ہیں خواہ اپنی بیویاں ہوں یا اپنی لونڈیاں اور یہاں انّی بمعنی این نہیں بلکہ بمعنی کیف ہے یعنی تعمیم مکان کے لیے نہیں بلکہ تعمیم کیفیت کے لیے ہے اسی لیے حرث کا ذکر ارشاد ہوا یعنی اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو جاؤ، کھڑے، بیٹھے، لیٹے، آگے سے یا پیچھے سے بشرطیکہ فرج میں صحبت ہو کہ فرج ہی کھیتی ہے، دوسری جگہ اس آیت کی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی پارہ دوم میں ملاحظہ کیجئے، مقصد یہ ہے کہ جیسے کھیت میں تخم کسی طرح ڈالو، تخم تو اپنی پیداوار ہوتی ہے یوں ہی اپنی بیوی یا لونڈی کے پاس کسی طرح جاؤ مقدر میں جو بچہ ویسا ہی ہوگا آگے پیچھے ہونے سے بچہ پر اثر نہیں پڑتا³ عزل کے معنی ہیں علیحدگی، اصطلاح میں عزل کے معنی ہیں انزال کے وقت عورت سے علیحدہ ہو جانا اور باہر منی نکالنا تاکہ حمل قائم نہ ہو، لونڈی میں تو ہر حال جائز ہے اور اپنی آزاد منکوحہ عورت میں بیوی کی اجازت سے جائز ہے، بلا اجازت مکروہ، یہ ہی امام اعظم کا مذہب ہے... ⁴ جاریہ لڑکی کو بھی کہتے ہیں لونڈی کو بھی، یہاں دوسرے معنی میں ہے اسی لیے فرمایا کہ وہ خادمہ ہے آزاد لڑکی نہیں۔

سَيَاتِيْهَا مَا قُدِّرَ لَهَا فَلَبِثَ الرَّجُلُ ثُمَّ اَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ الْجَارِيَةَ قَدْ حَبِلَتْ فَقَالَ قَدْ اَخْبَرْتُكَ اَنَّهُ سَيَاتِيْهَا مَا قُدِّرَ لَهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَاَصَبْنَا سَبْيًا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ فَاشْتَهَيْنَا النِّسَآءَ وَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَاَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَاَرَدْنَا

تو چاہے تو اس سے عزل کر مگر اس پر وہ آ کر رہے گا جو اس کی تقدیر میں ہے[1] پھر وہ شخص ٹھہرا پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا بولا لونڈی تو حاملہ ہوگئی[2] تب فرمایا کہ ہم نے تو تمہیں پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ جو اس کی تقدیر میں ہے وہ اسے پہنچے گا[3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنی مصطلق میں گئے[4] تو ہم نے عرب کے قیدیوں میں سے کچھ قیدی پائے[5] ہم کو عورتوں کی رغبت تھی اور ہم پر بغیر بیوی رہنا دشوار ہوا ہم نے عزل کو پسند کیا چنانچہ ہم نے عزل کرنے

بلکہ لونڈی ہے ۵ یعنی میں اس سے صحبت کرتا ہوں جیسے مولیٰ اپنی لونڈی سے کیا کرتا ہے ۶ یعنی مجھے یہ خوف ہے کہ اگر عزل نہ کروں تو شاید وہ حاملہ ہو جائے پھر تو اس کی بیع ہبہ وغیرہ بلکہ میری موت کے بعد آزاد ہو جائے گی کیونکہ جس لونڈی سے مالک کا بچہ ہو جائے وہ ام ولد بن جاتی ہے کہ مولیٰ کی موت کے بعد آزاد ہو جاتی ہے اس کی بیع ہبہ وغیرہ جائز نہیں مقصد یہ ہے کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو عزل کر لیا کروں

۱ سبحان اللہ کیسی نفیس تعلیم ہے یعنی عزل ممنوع تو نہیں مگر بے کار ضرور ہے کہ عزل سے تقدیر بدلا نہیں جاتی جس نطفے سے بچہ بننا ہے وہ بن کر رہے گا اعتبار تقدیر کا ہے تدبیر تقدیر کو نہیں بدل سکتی اس سے معلوم ہوا کہ لونڈی سے عزل جائز ہے اور اس میں خود مولیٰ مختار ہے لونڈی کی اجازت ضروری نہیں ۲ یعنی عزل کرنے کے باوجود وہ حاملہ ہوگئی ۳ یعنی تدبیر سے تقدیر نہیں بدلتی لہذا عزل کے باوجود حمل قائم ہو سکتا ہے اس طرح کہ منی کا ایک قطرہ شرمگاہ میں گر جائے اسے خبر نہ ہو دیکھا گیا ہے کہ بعض اولاد والوں نے اولاد سے بچنے کے لیے ربڑ کی تھیلی (FRENCH LATHER) صحبت کے وقت استعمال کی مگر حمل قائم ہو گیا آج کل خاندانی منصوبہ بندی کے نام سے ولادت روکنے کی تدبیریں کی جا رہی ہیں مگر تجربہ یہ رہا ہے کہ اولادیں پہلے سے بھی زیادہ ہو رہی ہیں حضور انور کے فرمان عالی اٹل ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عزل کرنے والے کا بچہ صحیح النسب ہوگا خاوند یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ میں نے تو عزل کیا تھا لہذا یہ بچہ میرا نہیں حرامی ہے۔ کہ عزل سے بھی حمل قائم ہو جاتا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ عزل بے کار سی چیز ہے مگر جائز ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو عزل سے منع فرمایا اور نہ اس بچہ کے نسب کے انکار کی اجازت دی ۴ بنی مصطلق قبیلہ بنو خزاعہ کی ایک جماعت کا نام ہے جو جذیمہ ابن سعد ابن عمرو کی اولاد سے ہے جذیمہ کا لقب مصطلق تھا کیونکہ یہ بہت خوش آواز تھا یہ غزوہ سب سے پہلے شعبان ۵ھ میں واقع ہوا اسی غزوہ میں حضرت عائشہ صدیقہ کو تہمت لگائی گئی اور آپ کی براءت میں سورۂ نور کی اٹھارہ آیات نازل ہوئیں یہ واقعہ مشہور ہے ۵ اس حدیث سے شوافع کہتے ہیں کہ مشرکین عرب جہاد میں قید کیے جا سکتے ہیں اور انہیں لونڈی غلام بنایا جا سکتا ہے کیونکہ بنی مصطلق عرب ہیں اور ان کی عورتیں لونڈیاں بنائی گئیں

احناف فرماتے ہیں کہ عرب کے کافر قیدی بنا کر لونڈی غلام نہیں بنائے جا سکتے کہ وہ لوگ محرم ہیں یہ امام ابوحنیفہ کی دلیل وہ حدیث ہے امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ الناس سے مراد مشرکین عرب ہیں یہ حدیث یا تو اس حدیث سے منسوخ ہے یا یہ گرفتار شدگان نسل کے عربی نہ تھے باہر کے تھے قبیلہ بنی مصطلق

نَعْزِلُ وَقُلْنَا نَعْزِلُ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اَظْھُرِنَا قَبْلَ اَنْ نَسْئَالَہٗ فَسَئَلْنَاہُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا عَلَیْكُمْ اَلَّا تَفْعَلُوْا مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اِلَّا وَھِیَ كَائِنَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْہُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ مَا مِنْ كُلِّ الْمَاءِ یَكُوْنُ الْوَلَدُ وَاِذَا اَرَادَ اللّٰہُ خَلْقَ شَیْءٍ لَمْ یَمْنَعْہُ شَیْءٌ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ اَعْزِلُ عَنْ اِمْرَاَتِیْ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِمَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فَقَالَ الرَّجُلُ اُشْفِقُ

کی ٹھانی ۱؎ مگر ہم نے سوچا کہ ہم عزل کریں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ہیں آپ سے دریافت کرنے سے پہلے تو ہم نے آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ تم پر عزل کرنے میں کوئی حرج نہیں ۲؎ کوئی جان ایسی نہیں جو قیامت تک آنیوالی ہو مگر وہ آکر رہے گی ۳؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ ہر منی سے بچہ پیدا نہیں ہوتا ۴؎ اور اللہ تعالیٰ جب کوئی چیز پیدا کرنا چاہتا ہے تو اسے کوئی چیز روک نہیں سکتی ۵؎ (مسلم) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں ۶؎ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو یہ کیوں کرتا ہے وہ بولا اس کے

یعنی ہے تحقیق مذہب کا یہ مطلب ہے

لہذا ہم لونڈیوں سے صحبت بھی کرسکیں اور حمل بھی قائم نہ ہو کہ ان کی بیع ہبہ وغیرہ ہو سکے ۲؎ یہ صورت سمجھے کہ عزل حرام ہو گا اسی میں معنی کا اضافہ کرنا ہے جیسے یعنی بتقاضا سے منی کا نکالنا حرام ہے کہ اس میں بالاتفاق کرنا ہے ۳؎ یعنی جو روح پیدا ہونا ہے وہ ضرور ہوگی تو عزل کا فائدہ نہیں اور عزل کرنا مفید نہیں کیونکہ جو بچہ دنیا میں آنے والا ہے وہ آکر رہے گا لہذا حدیث بالکل واضح ہے، اس عبارت کے اور بہت سے معنی کئے گئے ہیں بعض نسخوں میں لا نہیں ہے ان تفعلوا ہے بعض نے فرمایا کہ لا ہے مگر زائد ہو یہ معنی یہ ہیں کہ عزل نہ کرنے میں تم پر حرج نہیں بہتر ہے ۴؎ یعنی تمہارے عزل کرنے کی وجہ سے آنے والی روح آنے سے نہ رکے گی لہذا عزل کرنا اگرچہ جائز ہے مگر بے فائدہ ہے ۵؎ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ بار بار صحبت کی جاتی ہے حمل نہیں رہتا اور اس عورت سے صرف ایک ہی بار صحبت کی جائے حمل قائم ہو جاتا ہے حالانکہ مرد بھی وہی ہوتا ہے عورت بھی وہی ۶؎ اسی سلسلہ میں بڑی کوشش سے یعنی عزل ذریعہ FRENCH LATHER ایجاد ہوا، مگر حمل قائم نہ ہونا جو مقصود ہے نہیں ہو سکا اور اس طرح کوئی شے آنے والے کو نہیں روک سکتی اور تقدیر کے سامنے سائنس بھی ہار گئی ۷؎ عزل کے معنی ہیں علیحدگی و دوری یہاں اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں میں اپنی بیوی سے علیحدہ رہتا ہوں کہ صحبت نہیں کرتا یا اس سے صحبت تو کرتا ہوں مگر پانی علیحدہ گراتا ہوں تا کہ وہ حاملہ نہ ہو جائے کیونکہ اس کا بچہ شیر خوار ہے حمل ہو جانے سے دودھ خراب ہو جائے گا۔

عَلٰی وَلَدِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ ذٰلِكَ ضَارًّا ضَرَّ فَارِسَ وَ
الرُّوْمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ قَالَتْ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِيْ أُنَاسٍ وَهُوَ يَقُوْلُ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهٰى عَنِ الْغِيْلَةِ فَنَظَرْتُ فِي الرُّوْمِ وَفَارِسَ فَإِذَا هُمْ يُغِيْلُوْنَ
أَوْلَادَهُمْ فَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَأَلُوْهُ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ وَهِيَ وَإِذَا الْمَوْءُوْدَةُ سُئِلَتْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي سَعِيْدٍ

بچے پر خوف کرتا ہوں۱؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ کام مضر ہوتا تو فارسیوں اور رومیوں کو نقصان دیتا۲؎
(مسلم) روایت ہے حضرت جدامہ بنت وہب سے۳؎ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگوں کے ساتھ آئی۴؎
حضور فرماتے تھے کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں غیلہ سے منع کر دوں۵؎ مگر میں نے فارسیوں اور رومیوں میں غور کیا تو وہ لوگ
اپنی اولاد کا غیلہ کرتے ہیں لیکن ان کی اولاد کو یہ عمل کچھ بھی نقصان نہیں دیتا۶؎ پھر لوگوں نے حضور سے عزل کے متعلق پوچھا تو فرمایا رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ خفیہ زندہ درگور کرنا ہے۷؎ اور یہ زندہ درگور کرنا اس آیت میں ہے کہ جب زندہ دفن کی ہوئی بچی سے سوال
کیا جائیگا (مسلم) روایت ہے حضرت

۱؎ اس جملہ کے بہت مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ میری بیوی حاملہ ہے اب صحبت کرنے میں خطرہ ہے کہ حمل کو نقصان ہو یا حاملہ کو نقصان ہو جس سے حمل ضائع ہو جائے یا بچہ
شیر خوار ہے خطرہ ہے کہ صحبت کرنے سے حاملہ ہو جائے گی جس سے دودھ کم بھی ہو جائے گا اور بیمار بھی کہ بچہ بھی کمزور ہو جائے گا اور بدمزہ بھی ہوا اسی کا غیلہ کہتے ہیں یعنی شیر خوارگی
کے زمانہ میں عورت سے صحبت کرنا ۲؎ یعنی فارسی اور رومی لوگ بحالت حمل یا شیر خوارگی بیویوں سے صحبت کرتے ہیں اور وہ عورتیں حاملہ ہو جاتی ہیں پھر بھی بچہ کو دودھ پلاتی رہتی ہیں پھر کوئی
نقصان نہیں ہوتا لہذا تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ غیلہ بچہ کو مضر ہوتا ہے معلوم ہوا کہ تجربہ معتبر ہے تجربہ سے احکام بیان کئے جا سکتے ہیں یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ فارسی و رومی
لوگ حاملہ بیویوں سے صحبت کرتے ہیں ان کے حمل کو نقصان نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم قوموں کے اندرونی حالات سے بھی خبردار ہیں علماء کو چاہیے کہ زمانہ والوں کے
حالات سے باخبر رہیں ۳؎ آپ جدامہ بنت وہب اسدیہ ہیں حضرت عکاشہ کی بہن ہیں مکہ معظمہ میں ایمان لائیں پھر اپنی جماعت کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ حاضر
ہوئیں ۴؎ یعنی اپنے کنبہ کے لوگوں کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی ۵؎ یعنی لوگوں کو اس سے منع کر دوں
عورت دودھ پلاتی ہو یا حاملہ ہو اس سے صحبت کرنے کو غیلہ کہتے ہیں مشہور یہ ہے کہ ان دونوں حالتوں میں صحبت مضر ہوتی ہے مگر یہ غلط ہے یہ تجربہ شاہد ہے ۶؎ یعنی اہل عرب
میں یہ مشہور تھا کہ غیلہ نقصان دہ ہے اسی لیے حضور انور نے چاہا کہ اس کو شرعاً ممنوع قرار دیں کیونکہ جو چیز شرعاً بھی منع ہے وہ حرام ہے لیکن فارس و روم
والوں کو دیکھ کر یہ خیال غلط ہے عمل کچھ مضر نہیں اس لیے اسے منع نہ فرمایا معلوم ہوا کہ حضور مالک احکام ہیں ۷؎ جیسے پیدا شدہ بچی کو زندہ دفن کر دینا کفار کا طریقہ تھا
ایسے ہی نطفہ ضائع کر دینا چھپا ہوا قتل ہے بعض علماء عزل کو منع فرماتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے مگر حق یہ ہے کہ عزل جائز ہے یہ حدیث منسوخ ہے

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَعْظَمَ الْأَمَانَةِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الرَّجُلُ يُفْضِيْ إِلَى امْرَأَتِهٖ وَتُفْضِيْ إِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ. اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أُوْحِيَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمُ الْاٰيَةَ أَقْبِلْ وَأَدْبِرْ وَاتَّقِ الدُّبُرَ وَالْحَيْضَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَعَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے بڑی امانت اللہ کے نزدیک قیامت کے دن ایک اور روایت میں یوں ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین درجہ والا وہ شخص ہوگا جو اپنی بیوی کے پاس جائے اور بیوی اس کے پاس آئے اور پھر اس کا راز ظاہر کرے [۱]؎ (مسلم) دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیت نساؤکم حرث لکم وحی کی گئی [۲]؎ لہذا تم اپنی کھیتیوں میں آؤ آگے سے آؤ اور پیچھے سے مگر دبر اور حیض سے بچو [۳]؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت خزیمہ ابن ثابت [۴]؎ سے کہ نبی کریم صلی اللہ

دو زبانات اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے سوال ہوگا کہ تجھ پر تیرے ساتھی [illegible] کی قصور [illegible] کر دے گی کہ بلا قصور [illegible] [illegible] سزا دی [illegible] یہ سوال [illegible] کرنے والے سے [illegible] زندہ درگور کرو [illegible]

۱؎ اگر الرجل من شر الناس کی ترتیب [illegible] قیامت کے دن بدترین شخص [illegible] الرجل سے پہلے خیانۃ پوشیدہ ہے یعنی بدترین خیانت اس شخص کی خیانت ہے [illegible] خیانت صرف مال کی [illegible] راز اور عصمت [illegible] ہوتی ہے بلکہ ان میں خیانت [illegible] ہے ۲؎ یعنی یا تو اپنی بیوی کے خفیہ عیوب لوگوں کو بتائے یا اس کا حسن اس کا زیور لوگوں کو بتائے یا صحبت کے وقت کی گفتگو کے حالات لوگوں سے کہتا پھرے [illegible] ایک حکایت بیان [illegible] کسی کی اپنی بیوی سے جنگ رہتی تھی اس کے ایک دوست نے پوچھا کہ تیری بیوی میں خرابی کیا ہے [illegible] اندرونی معاملات پوچھنے والے [illegible] آخر اسے طلاق دے دی [illegible] پھر [illegible] اب [illegible] ۳؎ یعنی یہود [illegible] پیچھے کی طرف سے صحبت کرنے سے [illegible] اس پر یہ آیت [illegible] کی تفسیر ہے [illegible] اپنی بیوی سے آگے سے صحبت کرو یا پیچھے سے مگر شرمگاہ ہی میں [illegible] کھیتی کے پاس آؤ اور ظاہر ہے کہ کھیتی فرج ہے [illegible] میں بحالت حیض صحبت حرام ہے [illegible] جو شخص حیض میں صحبت [illegible]

۴؎ [illegible] ابو عمارہ انصاری [illegible] جنگ [illegible] شریک ہوئے [illegible] آپ کے ساتھ [illegible] صفین [illegible] شہید ہوگئے رضی اللہ عنہ (اکمال، مرقات، اشعہ)

وسلم قال إن الله لا يستحيي من الحق لا تأتوا النساء في أدبارهن رواه أحمد والترمذي وابن ماجة والدارمي ۔ وعن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ملعون من أتى امرأته في دبرها رواه أحمد وأبو داود ۔ وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الذي يأتي امرأته في دبرها لا ينظر الله إليه رواه في شرح السنة ۔ وعن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا ينظر الله إلى رجل أتى رجلا أو امرأة في الدبر رواه الترمذي ۔ وعن أسماء بنت يزيد قالت سمعت

علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی حق سے شرم نہیں فرماتا۱ عورتوں کے پاس ان کی دبروں میں نہ جاؤ۲ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لعنتی ہے وہ جو اپنی بیوی کے پاس اس کی دبر میں جائے۳ (احمد، ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنی بیوی کے پاس اس کی دبر میں جائے تو اللہ اس کی طرف نظر رحمت نہ کرے گا۴ (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی اسے نظر رحمت سے نہ دیکھے گا جو لڑکے کے پاس یا عورت کے پاس دبر میں جائے۵ (ترمذی) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ

۱؎ حق بات فرمانا ضروری ہے کہ حق بات فرمانے سے شرم نہیں کرتے مگر حضور اظہار فرماتے ہیں مگر چونکہ آپ کا فرمان در پردہ حق تعالٰی کا ارشاد ہے اسی لیے اس کو رب تعالٰی کی طرف منسوب فرمایا اس میں علماء کو تعلیم ہے کہ شرم کی وجہ سے شرعی مسائل بیان کرنے میں کوتاہی نہ کریں ۲؎ نساء سے مراد مطلق عورتیں ہیں خواہ اپنی بیویاں ہوں یا اپنی لونڈیاں خیال رہے کہ اجنبی عورت سے دبر میں صحبت زنا کے حکم میں ہے جس کی سزا رجم یا کوڑے ہیں اپنی بیوی یا اپنی لونڈی سے دبر میں صحبت کرنا حرام قطعی ہے مگر اس پر زنا کی سزا نہیں بلکہ تعزیر ہے لڑکے سے دبر میں صحبت سخت حرام ہے فاعل کو قتل کیا جائے مفعول اگر دیوانہ یا بچہ یا مجبور کیا گیا ہو تو اس پر سزا نہیں ورنہ وہ بھی سزا کا مستحق ہے۔ دیکھئے کتب فقہ و مرقات ۳؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ جو دبر میں صحبت کی حرمت کا انکار کرے وہ کافر نہیں کیونکہ اس کی حرمت قطعی الثبوت قطعی الدلالت نص سے ثابت نہیں مگر فقیر احمد یار کی تحقیق یہ ہے کہ وہ کافر ہے اس کی بحث ہماری تفسیر نعیمی جلد دوم میں ملاحظہ کیجئے اس کی قطعی حرمت قیاس قطعی سے ثابت ہے ۴؎ یعنی جب اپنی بیوی یا لونڈی سے دبر میں صحبت کرنے والا لعنتی ہے تو اجنبی عورت سے یہ حرکت کرنے والا کیسا مردود و لعنتی جہنمی ہوگا ۵؎ یعنی ایسے شخص کو اللہ تعالٰی کل قیامت میں نظر رحمت سے نہ دیکھے گا یعنی یہ شخص انتہائی بدبخت ہے کہ قیامت میں رحمت الٰہی سے محروم ہے قرآن کریم میں یہ کلمہ کفار کے لیے بطور اظہار غضب ارشاد ہوا ہے وَلَا یَنۡظُرُ اِلَیۡہِمۡ وَلَا یُزَکِّیۡہِمۡ وَلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ جو رب تعالٰی کی رحمت سے محروم رہا وہ جہنمی ہوا ۶؎ یہ فرمان یا خبر ہے یا بددعا یعنی جو لڑکے یا کسی عورت سے اپنی ہو یا غیر دبر میں صحبت کرے اللہ تعالٰی اسے اپنی نظر رحمت سے نہ دیکھے یا نہ دیکھیگا اور ہوسکتا ہے کہ قیامت کی بھی قید نہ ہو دنیا و آخرت میں ایسے لوگ رب تعالٰی کی رحمت سے محروم ہوں انہیں دنیا میں توفیق خیر نہ آخرت میں قبولیت خیال رہے کہ یہ احادیث ظنیہ ہیں ان سے حرمت قطعیہ ثابت نہیں ہوسکتی اسی لیے فقہاء اور علماء اصول نے اس فعل کی

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ سِرًّا فَإِنَّ الْغَيْلَ يُدْرِكُ الْفَارِسَ فَيُدَعْثِرُهُ عَنْ فَرَسِهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُعْزَلَ عَنِ الْحُرَّةِ إِلَّا بِإِذْنِهَا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔ بَابٌ ۔ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ ۔ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا فِي بَرِيرَةَ خُذِيهَا فَأَعْتِقِيهَا وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَارَتْ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اپنی اولاد کو خفیہ طور پر نہ قتل کرو۔ کیونکہ غیل سوار کو پہنچتا ہے تو اسے گھوڑے سے گرا دیتا ہے[1] (ابوداؤد) تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ آزاد عورت سے اس کی بغیر اجازت عزل کیا جائے[2] (ابن ماجہ) باب[3] پہلی فصل پہلی روایت ہے حضرت عروہ[4] سے وہ جناب عائشہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حضرت بریرہ[5] کے متعلق فرمایا کہ انہیں خرید لو پھر آزاد کر دو اور ان کا خاوند غلام تھا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اختیار دیا انہوں نے اپنے کو اختیار کر لیا[6]

قطعی حرمت ثابت نہ ہوئی [illegible] اسماء بنت ابوبکر صدیق اور [illegible] اسماء بنت عمیس اور اسماء بنت یزید [illegible] یہ وہی ہیں جنہوں نے جنگ یرموک میں خیمہ کی لکڑی سے نو کافر قتل کیے۔

[1] غیل کے معنی پہلے عرض کیے گئے کہ شیر خوار بچے والی عورت سے صحبت کرنا جس سے وہ حاملہ ہو جائے۔ حاملہ عورت کا دودھ بچے کو گرم ہوتا ہے جو بچے کو نقصان دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حاملہ عورت کے دودھ کا نقصان جوانی میں اثر کرتا ہے کہ سوار کو سواری سے گرا کر ہلاک کر دیتا ہے پچھلی احادیث میں اس سے انکار تھا بعض علماء نے فرمایا کہ پچھلی حدیث [illegible] کے لیے تھی یہ حدیث [illegible] کراہت کے لیے ہے یعنی حالت شیر میں صحبت کرنا جائز ہے بہتر نہیں [illegible] حاملہ عورت کا دودھ بچے کو پلانا جائز ہے بہتر نہیں بعض نے فرمایا کہ [illegible] حدیث تاثیر حقیقی کے انکار کے لیے تھی یہ حدیث تاثیر مجازی کے ثبوت کے لیے ہے۔ بعض علماء نے فرمایا یہ حدیث منسوخ ہے پچھلی ناسخ [illegible] [2] یعنی لونڈی سے بغیر اس کی اجازت بھی عزل کرنا جائز ہے اور حرہ بیوی سے اس کی اجازت سے عزل کر سکتے ہیں کیونکہ صحبت میں بیوی کا حق ہے اور انزال صحبت کا تمہ ہے جس سے عورت کو لذت ہوتی ہے[3] یعنی یہ باب صحبت وغیرہ کے متعلق متفرق احادیث کا ہے اسی لیے اس کا ترجمہ باب مقرر نہ فرمایا صرف باب فرمایا گیا یعنی باب المتفرقات ہے[4] عروہ ابن زبیر ہیں حضرت عائشہ صدیقہ کے بھانجے یعنی حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق کے صاحبزادے ہیں تابعین میں سے مدینہ کے سات بڑے فقہاء میں سے ہیں ۲۲ھ میں پیدائش ہے[5] حضرت بریرہ کے حالات کتاب السیرۃ میں گزر چکے کہ آپ پہلے ایک یہودی کی لونڈی تھیں اس سے حضرت عائشہ صدیقہ نے خرید کر آزاد کیا ان سے بہت سے احکام شرعیہ وابستہ ہیں[6] ان کا نام مغیث تھا، یہ آل ابی احمد کے غلام تھے پھر آزاد کر دیئے گئے تھے، بریرہ کی آزادی کے وقت غلام تھے جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ کی روایات سے ثابت ہے ان کی حریت کی روایات میں بریرہ کے عتق کے وقت تک کا حال مذکور ہے اس حدیث کی روایات میں پچھلا حال مذکور۔

نَفْسَهَا وَلَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ زَوْجُ بَرِيْرَةَ عَبْدًا أَسْوَدَ يُقَالُ لَهُ مُغِيْثٌ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوْفُ خَلْفَهَا فِيْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ يَبْكِيْ وَدُمُوْعُهُ تَسِيْلُ عَلَى لِحْيَتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ يَا عَبَّاسُ أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيْثٍ بَرِيْرَةَ وَمِنْ بُغْضِ بَرِيْرَةَ مُغِيْثًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَاجَعْتِيْهِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَأْمُرُنِيْ قَالَ إِنَّمَا أَشْفَعُ قَالَتْ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

الْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تُعْتِقَ مَمْلُوْكَيْنِ لَهَا زَوْجٌ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ

اور اگر وہ آزاد ہوتے تو بریرہ کو اختیار نہ دیتے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ بریرہ کا خاوند حبشی غلام تھا جسے مغیث کہا جاتا تھا گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ بریرہ کے پیچھے مدینہ کی گلیوں میں روتا پھرتا تھا[1] اور اس کے آنسو اس کی داڑھی پر بہہ رہے تھے[2] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عباس سے فرمایا اے عباس کیا تم تعجب نہیں کرتے مغیث کی محبت سے جو بریرہ سے ہے اور بریرہ کی نفرت سے جو مغیث سے ہے[3] پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر تھا تم اس کی طرف رجوع کر جاتیں[4] وہ بولیں یارسول اللہ کیا آپ مجھے یہ حکم دیتے ہیں فرمایا میں سفارش کرتا ہوں بولیں مجھے اس کی حاجت نہیں[5] (بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ انہوں نے اپنے دو زوجین مملوکوں کو آزاد کرنا چاہا[1] تو نبی کریم صلی

نہ ہوا لہٰذا دو احادیث میں تعارض ہے نہ حدیث امام اعظم کے خلاف یہ مسلم ہے کہ غلام تو آزاد ہو سکتا ہے مگر آزاد مسلمان غلام نہیں ہو سکتا۔ خیال رہے کہ اگر لونڈی کا آزاد ہو تو وہ بہرحال خیار عتق ملتا ہے اس کا خاوند آزاد ہو یا غلام۔ شوافع کے ہاں اگر غلام ہو تو لونڈی کو خیار عتق ملے گا ورنہ نہیں اگر دونوں ایک ساتھ آزاد ہوں تو خیار نہیں اور اگر خاوند آزاد ہو تو لونڈی [illegible] خیار عتق نہیں

[1] یہ حضرت عروہ کا قول ہے نہ کہ عائشہ صدیقہ کا اور قول بھی ان کے اپنے اجتہاد سے ہے لہٰذا امام ابوحنیفہ کو معتبر نہیں [2] یعنی بریرہ کی خوشامد کرتا تھا ان کے پیچھے ندی کی طرح [illegible] کہتا تھا کہ تو نکاح فسخ نہ کر مجھے نہ چھوڑ [3] یعنی وہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے مجھے بھولتا نہیں مغیث کا بریرہ کے پیچھے پیچھے روتے ہوئے پھرنا اور آنسوؤں سے اس کی داڑھی کا تر ہونا [4] معلوم ہوتا ہے کہ بریرہ کا یہ واقعہ ۸ھ یا ۹ھ میں ہوا کیونکہ حضرت ابن عباس اپنے والد عباس کے ساتھ مکہ معظمہ سے آکر مدینہ منورہ میں بسے اور جناب عباس فتح طائف کے بعد مدینہ منورہ میں بسے ہیں اور حضرت ابن عباس یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں خیال رہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کو حضرت بریرہ کا واقعہ اس سے کہیں پہلے ہے [illegible] اسی موقعہ پر حضور انور نے بریرہ سے دریافت حال کیا ہے [illegible] کہ بریرہ حضرت عائشہ کی خدمت پہلے بھی کیا کرتی تھیں [illegible] آپ کے پاس رہتی تھیں خریداری بعد میں ہوئی ہے (مرقات) [5] یعنی تمہارے لیے ثواب اور دین و دنیا کی بہتری اسی میں ہے کہ تم نکاح فسخ نہ کرو اور اپنا حق فسخ استعمال نہ کرو [6] اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ماتحتوں کی شفاعت امتی سے کر سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور کے حکم اور سفارش میں فرق ہے تیسرے یہ کہ حکم رسول ماننا لازم ہے سفارش رسول ماننا واجب نہیں بلکہ امتی کو اختیار ہے جیسے نبی کے علاوہ کسی اور کا بھی یہی حکم ہے [1] کہ زوج مجرو ہے [illegible]

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَبْدَأَ بِالرَّجُلِ قَبْلَ الْمَرْأَةِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْهَا أَنَّ بَرِيرَةَ عَتَقَتْ وَهِيَ عِنْدَ مُغِيثٍ فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَهَا إِنْ قَرِبَكِ فَلَا خِيَارَ لَكِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

بَابُ الصَّدَاقِ

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ

اللہ علیہ وسلم سے پوچھا حضور نے انہیں حکم دیا کہ عورت سے پہلے مرد سے ابتدا کریں (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے ان ہی سے کہ بریرہ آزاد ہوئیں حالانکہ وہ مغیث کے پاس تھیں تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا اور فرمایا کہ اگر وہ تمہارے قریب آگیا تو تمہیں اختیار نہیں (ابوداؤد)

مہر کا بیان

پہلی فصل

مملوکین سے یعنی حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس ایسے دو کنیز و غلام تھے جن میں زوجیت کا تعلق تھا کہ عورت بیوی تھی مرد اس کا خاوند، بعض نسخوں میں زوجین ہے یعنی لونڈی غلام کا جوڑا، بعض نسخوں میں ... کہا ہے بہرحال مطلب ایک ہی ہے۔

۱؎ یعنی حضرت عائشہ نے دونوں خاوند بیوی کو ایک ساتھ آزاد کرنا چاہا تو عورت کو پہلے مرد کے پیچھے بلکہ پہلے مرد کو آزاد کرو پھر عورت کو کیونکہ مرد عورت سے افضل ہے لہذا مرد کا آزاد کرنا عورت کے آزاد کرنے سے افضل ہوا اور افضل کام پہلے کرنا بہتر ہے یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں بلکہ امام شافعی کی دلیل ہے کیونکہ جب دونوں خاوند بیوی ایک ساتھ ہی آزاد ہوں تو لونڈی کو حق فسخ نہیں ملتا پھر مرد کو پہلے آزاد کرنے کا کیا مطلب ہے۔ ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ اگر لونڈی آزاد ہونے کے بعد اپنے خاوند سے صحبت کرالے تو اس کا خیار عتق جاتا رہا اب وہ نکاح فسخ نہیں کرسکتی کیونکہ صحبت رضا ہے، فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر لونڈی کا نکاح اس کا مولٰی کرے تو اسے خیار عتق ملے گا اور اگر لونڈی بغیر مولٰی سے پوچھے خود ہی اپنا نکاح کسی سے کرے تو یہ نکاح مولٰی کی اجازت پر موقوف ہوگا لیکن ابھی مولٰی سے پوچھا ہی نہ گیا تھا کہ لونڈی آزاد ہوگئی تو اسے خیار فسخ نہ ہوگا نکاح لازم ہوگا اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہو سکتی ہے۔

خیال رہے کہ امام اعظم کے ہاں لونڈی کو آزاد ہونے پر بہرحال خیار عتق ملتا ہے اس کا خاوند آزاد ہو یا غلام کیونکہ لونڈی کی طلاقیں دو ہوتی ہیں اور آزاد عورت کی طلاقیں تین، طلاق کی زیادتی عورت کی آزادی پر موقوف ہے چونکہ لونڈی آزاد ہو کر تیسری طلاق کی مستحق ہے لہذا اسے اختیار ہے کہ خاوند کو اس زیادتی کا مالک ہونے دے یا نہ ہونے دے نکاح رکھے یا فسخ کردے۔ امام شافعی و مالک و احمد کے ہاں اگر لونڈی کا خاوند غلام ہے تو عورت کو حق فسخ ہے اگر آزاد ہے تو نہیں، فریقین کی دلیل حضرت بریرہ کا واقعہ ہے ہمارے ہاں یہ ثابت ہے کہ بریرہ کی آزادی پر مغیث آزاد تھا اس لیے کہ حضرت عائشہ صدیقہ سے مغیث کے متعلق تین راوی روایات ہیں: اسود، عروہ ابن زبیر، قاسم، اسود کی روایت ہے کہ وہ آزاد تھے، عروہ ابن زبیر کی روایتوں میں اختلاف ہے ایک روایت میں ہے کہ غلام تھے دوسری میں ہے کہ آزاد تھے اور دونوں روایتیں صحیح ہیں، عبدالرحمن ابن قاسم سے دو روایتیں ہیں صحیح ایک ہی ہے کہ وہ آزاد تھے دوسری میں شک ہے اس تعارض روایات کی وجہ سے اسود کی روایت قبول ہے اور ان کا آزاد ہونا متحقق ہے (مرقات)۔ ۳؎ صداق صاد کے فتحہ سے بھی ہے اور کسرہ سے بھی، صدق سے بنا بمعنی سچائی چونکہ یہ نکاح کا ذریعہ ہے مہر کو صداق اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے مرد کی سچائی محبت معلوم ہوتی ہے ہمارے ہاں مہر کم از کم ایک دینار یعنی دس درہم پونے تین تولہ چاندی ہے امام مالک کے ہاں چہارم دینار یعنی ڈھائی درہم، امام شافعی کے نزدیک ہر وہ چیز جس میں قیمت ہو سکتی ہے وہ نکاح میں مہر بھی ہو سکتی ہے یعنی ایک پیسہ بھی مہر ہو سکتا ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ وَهَبْتُ نَفْسِيْ لَكَ فَقَامَتْ طَوِيْلًا فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَوِّجْنِيْهَا اِنْ لَّمْ تَكُنْ لَكَ فِيْهَا حَاجَةٌ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا قَالَ مَا عِنْدِيْ اِلَّا اِزَارِيْ هٰذَا قَالَ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ فَالْتَمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ سُوْرَةُ كَذَا وَ

روایت ہے حضرت سہل ابن سعد[۱] سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی[۲] بولی یا رسول اللہ میں اپنی جان آپ کو ہبہ کرتی ہوں[۳] پھر بہت دیر کھڑی رہی[۴] تو ایک آدمی اٹھ کر بولا یا رسول اللہ اس کا نکاح مجھ سے کر دیجئے اگر حضور کو اس کی ضرورت نہ ہو[۵] تو حضور نے فرمایا کیا تیرے پاس کچھ ہے جو تو اسے مہر دے[۶] بولا میرے پاس اس تہبند کے سوا کچھ نہیں فرمایا تلاش تو کرو اگرچہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو[۷] اس نے ڈھونڈا مگر کچھ نہ پایا[۸] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے ساتھ کچھ قرآن بھی ہے[۹] بولا ہاں فلاں فلاں سورۃ

۱؎ آپ کا نام پہلے حزن تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل رکھا آپ کی کنیت ابو العباس ہے انصاری ہیں ساعدی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی ۹۱ھ میں آپ کی وفات ہے مدینہ منورہ میں آخری صحابی آپ ہی ہوگئے تھے (اکمال) ۲؎ یہ بی بی صاحبہ یا تو میمونہ بنت حارث تھیں یا زینب بنت خزیمہ یا ام شریک بنت جابر یا خولہ بنت حکیم ثقفیہ واللہ اعلم (مرقات) ۳؎ یعنی آپ مجھے بغیر مہر اپنی زوجیت میں قبول فرمالیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اور فرماتا ہے خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اس سے معلوم ہوا لفظ ہبہ سے نکاح درست ہے کیونکہ ان بی بی صاحبہ کی طرف سے نکاح کا ایجاب تھا نکاح کا مکمل ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبول پر موقوف تھا ۴؎ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا کیونکہ اس سے نکاح کرنا منظور نہ تھا اور انکار نہ فرمایا تاکہ ان بی بی کو شرمندگی نہ ہو ۵؎ یا اس طرح مجھ سے نکاح فرما دیں کہ اسے اس شخص پر راضی کر دیں یا حضور سلطان المسلمین ہیں اور جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہوتا ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ان بی بی صاحبہ نے حضور کو دوسرے سے نکاح کر دینے کا وکیل نہ بنایا تھا ۶؎ یہاں مہر سے مراد مہر معجل ہے جو نکاح کے وقت دیا جاتا ہے جسے آج کل چڑھاوا کہا جاتا ہے ورنہ فی الحال مطالبہ ہوتا کیونکہ مہر کا مطالبہ خاص نکاح کے وقت نہیں ہوتا ۷؎ لوہے کی انگوٹھی سے مراد معمولی حقیر چیز ہے نہ کہ خاص لوہے کی انگوٹھی کیونکہ لوہے کی انگوٹھی مرد و عورت دونوں کے لیے حرام ہے لہذا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ صحابہ کرام لوہے کے چھلے انگوٹھیاں پہنتے تھے ۸؎ اللہ اکبر! یہ ہے حضرات صحابہ کرام کی مالی حالت کہ سارے گھر میں صرف اللہ رسول کا نام ہے۔ سامان کچھ بھی نہیں ہوتا تھا لہذا بھی تھیں اس حالت میں انہوں نے دنیا میں اسلام پھیلایا ۹؎ یعنی کیا تجھے قرآن مجید کی کچھ سورتیں یاد ہیں یہ سوال اگلے مضمون کی تمہید کے لیے ہے ورنہ ہر مسلمان کو قرآن مجید کی کچھ [illegible] سورتیں یاد ہوتی ہیں [illegible] الحمد اور قل ہو اللہ احد [illegible] پڑھا کرتے ہیں

سُوَرُ كَذَا فَقَالَ قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ انْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْاٰنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ كَمْ كَانَ صَدَاقُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ صَدَاقُهُ لِأَزْوَاجِهِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً وَنَشٌّ قَالَتْ أَتَدْرِي مَا النَّشُّ قُلْتُ لَا قَالَتْ نِصْفُ أُوقِيَّةٍ فَتِلْكَ خَمْسُ مِائَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَنَشٌّ بِالرَّفْعِ

چنانچہ حضور نے فرمایا کہ جاؤ میں نے اس کا نکاح تم سے کردیا اس قرآن کے ذریعہ جو تمہیں یاد ہے[1] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا جاؤ میں نے تمہارا نکاح اس سے کردیا لہذا اسے قرآن سکھاؤ[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوسلمہ سے فرماتے ہیں میں نے جناب عائشہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر کتنا تھا فرمایا آپ کا مہر اپنی بیویوں کے متعلق بارہ اوقیہ اور نش تھا[3] بولیں کیا تم جانتے ہو کہ نش کیا ہے میں نے کہا نہیں فرمایا آدھا اوقیہ تو یہ پانچ سو درہم ہوئے[4] (مسلم) اور نش پیش سے ہے

۱؎ جمہور علماء کے نزدیک یہاں معنی میں ب سببیہ ہے نہ کہ عوض یا مقابلہ کی یعنی چونکہ تجھے قرآن مجید کی سورتیں یاد ہیں اس لیے میں نے تیرا نکاح اس سے کردیا کیونکہ عالم غیر عالم سے افضل ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ تعلیم قرآن یا دیگر خدمات کو مہر نکاح بنا سکتے ہیں وہ یہ ب عوض کی مانتے ہیں اسی لیے وہ یہ معنی کرتے ہیں کہ ان آیات قرآنیہ کی تعلیم کے عوض میں نے تیرا نکاح اس سے کردیا اور حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعہ سے دلیل پکڑتے ہیں کہ آپ نے اپنی بیٹی صفورا کا نکاح موسیٰ علیہ السلام سے آٹھ دس سال خدمت کے عوض کیا کہ فرمایا "اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ" مگر یہ قول درست نہیں کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے "اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ" معلوم ہوا کہ نکاح مال کے عوض ہونا چاہیے اور قرآن کریم کی تعلیم مال نہیں شریعت شعیب علیہ السلام کے احکام دوسرے تھے بلکہ ہوسکتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے دس سال کی خدمت کو خود نکاح قرار دیا تھا مہر نکاح اسی بیٹی کے حق فرمایا ہے نہ فرمایا بلکہ فرمایا عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ میری خدمت کرو اور مہر عورت کا حق ہوتا ہے نہ کہ سسر کا اور موسیٰ علیہ السلام کو آٹھ دس سال اپنی خدمت میں رکھنا تعلیم الٰہی کے لائق بنانا تھا کیونکہ آپ فرعونیوں کے پاس اب تک رہے تھے کسی شیخ کی صحبت کی ضرورت تھی

شعر: اگر کوئی شعیب آئے میسر ۔ شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

۲؎ خیال رہے کہ اس حدیث کی بنا پر بعض لوگوں نے سمجھا ہے کہ مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں مگر یہ غلط ہے یہ حدیث ان کی تائید نہیں کرتی کیونکہ کسی امام کے نزدیک قرآن مہر نہیں ہوسکتا سب کے ہاں مہر مال ہونا چاہیے ہاں مال کی ادنیٰ مقدار میں اختلاف ہے اور یہاں قرآن پر نکاح کیا گیا معلوم ہوا کہ مہر نکاح کا یہاں ذکر نہیں امام اعظم کے ہاں مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے کیونکہ دارقطنی نے حضرت جابر سے مرفوعًا روایت کی کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عورتوں کا نکاح کفو ہی میں کرو اور ولی ہی ان کا نکاح کریں اور دس درہم سے کم مہر جائز نہیں اور دارقطنی و بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفًا روایت کی کہ دس درہم سے کم مہر نہیں لہذا دس درہم سے کم کی روایات میں معجل مہر مراد ہے۔ (مرقات و اشعہ وغیرہ) ۳؎ یہ سوال عام ازواج پاک کے مہر کے متعلق تھا ورنہ بی بی ام حبیبہ کا مہر چار ہزار درہم تھا جو نجاشی بادشاہ حبشہ نے ادا کیا تھا ۴؎ یعنی ساڑھے بارہ اوقیہ مہر تھا ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے کل پانچ سو درہم یعنی تقریبًا ایک سو چالیس روپیہ ہوئے درہم ساڑھے چار آنہ کا ہوتا ہے

فی شرح السنۃ وفی جمیع الاصول۔ الفصل الثانی۔ عن عمر بن الخطاب قال الا لا تغالوا صدقۃ النساء فانہا لو کانت مکرمۃ فی الدنیا وتقوی عند اللہ لکان اولاکم بہا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما علمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکح شیئا من نسائہ ولا انکح شیئا من بناتہ علی اکثر من اثنتی عشرۃ اوقیۃ رواہ احمد والترمذی وابو داؤد والنسائی وابن ماجۃ والدارمی۔ وعن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اعطی فی صداق امراتہ ملا کفیہ سویقا او تمرا فقد استحل رواہ ابو داؤد

ہے شرح سنہ اور تمام کتب اصول میں[1]۔ دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرمایا خبردار عورتوں کے مہر میں زیادتی نہ کرو[2] کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت اور اللہ کے نزدیک پرہیزگاری ہوتا تو اس کے زیادہ مستحق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے[3] مجھے نہیں خبر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی سے نکاح کیا ہو یا اپنی کسی بیٹی کا نکاح کرایا ہو بارہ اوقیہ سے زیادہ پر[4] (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنی بیوی کے مہر میں لپ بھر ستو یا چھوارے دیدے اس نے حلال کرلیا[5] (ابوداؤد)

۱؎ نش ن کے پیش اور شین کے شد سے بمعنی نصف، ہر نصف شے کو نش کہتے ہیں، مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں ونشا فتح سے ہے مگر پیش کی روایت شرح وغیرہ کتب کے موافق ہے۔ ۲؎ اس میں روئے سخن ان لوگوں سے ہے جو زیادتی مہر کو اپنے لیے فخر سمجھتے تھے جیسے آج بھی یوپی سی پی میں عموماً مسلمان زیادتی مہر پر فخر کرتے ہیں لاکھ سوا لاکھ کا مہر ہوتا ہے حالانکہ ان کی اپنی حیثیت دو سو کی بھی نہیں ہوتی سوچتے ہیں کہ مہر فقط ایک رسم ہے دینا کون ہے۔ ۳؎ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں بڑی عزت والے ہیں اور اللہ تعالٰی کے نزدیک تو ان کی شان کا کوئی ہے ہی نہیں رب تعالٰی نے ہر عزت حضور پر ختم فرمادی اگر زیادتی مہر بھی عزت ہوتی تو رب تعالٰی یہ بھی اپنے محبوب کو عطا فرماتا۔ ۴؎ اس فرمان میں کسر کا شمار نہیں فرمایا ورنہ حضور انور کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا لہذا یہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ خیال رہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان کا مہر چار ہزار درہم تھا مگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر نہیں کیا تھا بلکہ نجاشی شاہ حبشہ کا مقرر کردہ تھا۔ یہ بھی خیال رہے کہ رب تعالٰی کا فرمان وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا بیان جواز کے لیے ہے اور حضرت عمر کا فرمان عالی بیان استحباب کے لیے لہذا یہ فرمان قرآن کریم کے خلاف نہیں، یہاں زیادہ مہر مقرر کرنے کا ذکر ہے اور قرآن مجید میں زیادہ مہر جو ادا کردیا جائے واپس نہ لینے کا ذکر لہذا دونوں میں تعارض نہیں۔ جناب فاطمہ زہرا کا مہر چار سو مثقال چاندی یعنی ڈیڑھ سو تولہ تھا، یہ جو مشہور ہے کہ آپ کا مہر پانچ سو مثقال سونا تھا اس سے مراد مہر معجل ہے کیونکہ جناب علی مرتضیٰ نے اپنی زرہ آپ کو دی تھی جو پانچ سو مثقال سونے کی تھی (مرقات)۔ لطیفہ: یہاں مرقات نے ایک عجیب لطیفہ بیان فرمایا کہ ایک بار حضرت عمر نے حکم دیا کہ کوئی شخص چالیس اوقیہ سے زیادہ مہر مقرر نہ کرے اگر کرے گا تو زیادتی بیت المال میں داخل کردی جائے گی اس پر ایک عورت نے عرض کیا رب تعالٰی فرماتا ہے وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا تم زیادتی

وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ بَنِي فَزَارَةَ تَزَوَّجَتْ عَلَى نَعْلَيْنِ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَضِيتِ مِنْ نَفْسِكِ وَمَالِكِ بِنَعْلَيْنِ قَالَتْ نَعَمْ فَأَجَازَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

وَعَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً وَلَمْ يَفْرِضْ لَهَا شَيْئًا وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا حَتّٰى مَاتَ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ لَهَا مِثْلُ صَدَاقِ نِسَائِهَا لَا وَكْسَ وَلَا

روایت ہے حضرت عامر ابن ربیعہ سے[1] کہ بنی فزارہ کی ایک عورت نے دو جوتوں پر نکاح کیا[2] تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دو جوتوں کے عوض اپنے نفس و مال سے راضی ہوگئیں[3] وہ بولیں ہاں تو حضور نے یہ نکاح جائز قرار دیا[4] (ترمذی)[5]

روایت ہے حضرت علقمہ سے[6] وہ حضرت ابن مسعود سے راوی کہ آپ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس کے لیے کچھ مقرر نہ کیا اور نہ اس سے صحبت کی حتی کہ مر گیا تو جناب ابن مسعود نے فرمایا کہ اس عورت کے لیے اپنی جیسی عورتوں کا مہر ہے نہ کمی

بیت اللہ میں کیسے داخل کرو گے تو حضرت عمر نے فرمایا کہ ایک عورت نے ٹھیک کہا عمر نے غلطی کی۔ ۵؎ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ مہر کی کم مقدار بھی مقرر نہیں جو چاہے مقرر کرے کیونکہ ایک جوڑی جوتوں کی قیمت دس درہم کے برابر نہیں ہوتی۔ ہمارے امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اسنادًا صحیح نہیں اگر صحیح ہو تو اس سے مہر معجل یعنی نکاح کے وقت کا چڑھاوا مراد ہے اسی لیے یہاں اعطٰی فرمایا گیا ورنہ مہر فورًا ادا کرنا لازم نہیں مطلب یہ ہے کہ جو شخص نکاح کے وقت کوئی معمولی سی چیز بھی عورت کو ہدیۃً دیدے تو عرف و رسم عرب کے لحاظ سے گویا اس نے اپنے پر عورت کو حلال کر لیا یا حلال سے مراد کراہت دور ہونا ہے کہ شرعًا حلال کیونکہ بغیر کچھ دیے بھی عورت صرف نکاح سے حلال ہوجاتی ہے۔ ابوداؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں ایک منکوحہ عورت کو اس کے خاوند کے پاس رخصت کرکے بھیج دوں اگرچہ خاوند کچھ نہ دے (مرقات) حضرت ابن عباس، ابن عمر و امام زہری فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہی ہے کہ عورت کو بغیر کچھ دیے زفاف نہ کرے علماء کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث ہو سکتی ہے یہ حدیث چند وجہ سے ضعیف ہے اس کی اسناد میں میسرہ ابن عبید اور حجاج ابن ارطاۃ ہیں۔ یہ دونوں محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں نیز اس میں محمد ابن اسحاق ابن یحیٰی ہیں جو مجہول ہیں۔ مسلم ابوداؤد بھی کہ جو اس روایت سے محدثین بے خبر ہیں (از مرقات)

۱؎ آپ قدیم الاسلام صحابی ہیں صاحب ہجرتین ہیں بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے (اشعہ) ۲؎ اس طرح کہ خاوند نے نکاح کے وقت اسے صرف جوتوں کا جوڑا دیا ۳؎ یعنی اس چڑھاوے پر تم خوش ہو یا کچھ اور بھی چاہتی ہو اس سے معلوم ہوا کہ عورت سے اجازت نکاح لیتے وقت خاوند کے نام کے ساتھ مہر کا چڑھاوے کا بھی ذکر کردینا بہتر ہے۔ مال سے مراد یا تو جہیز کا مال ہے یا عورت کا مملوکہ مال کیونکہ عورت اپنی جان، مال، جہیز سب کچھ لے کر خاوند کے پاس جاتی ہے عورت کا مال مرد کا ہی ہوتا ہے اسی لیے خاوند اپنی زکوٰۃ اپنی بیوی کو نہیں دے سکتا ۴؎ بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ اگر عورت اپنا مہر بالکل معاف کردے یا مہر مثل سے بھی کم کردے تو اسے حق ہے۔ وہ اس حدیث کے معنی یہ کرتے ہیں کہ صرف جوتوں پر راضی ہوگئی ۵؎ امام ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس حدیث کو امام ترمذی نے صحیح کہا مگر صحیح نہیں کیونکہ اس کی اسناد میں عاصم ابن عبید اللہ ہیں جن کو ابن معین و ابن جوزی نے ضعیف کہا ابن حبان نے فرمایا کہ عاصم کثیر الخطا ہے اگر یہ حدیث صحیح ہو تو بھی جوتے مہر معجل یعنی نکاح کا چڑھاوا تھے اور ہوسکتا ہے کہ یہ جوتے دس درہم قیمت کے ہوں ۶؎ آپ علقمہ ابن قیس ہیں علقمہ کا

شَطَطَ وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ وَلَهَا الْمِيرَاثُ فَقَامَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانِ الْاَشْجَعِيُّ فَقَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بِرْوَعَ بِنْتِ وَاشِقٍ اِمْرَاَةٍ مِّنَّا بِمِثْلِ مَا قَضَيْتَ فَفَرِحَ بِهَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَحْشٍ فَمَاتَ بِاَرْضِ الْحَبَشَةِ فَزَوَّجَهَا

کمی ہو نہ زیادتی اور اس پر عدت بھی ہے اور اس کیلئے میراث بھی ہے۱ تو معقل ابن سنان اشجعی اٹھے۲ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے قبیلہ کی ایک عورت بروع بنت واشق کے متعلق ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا جیسا آپ نے فیصلہ کیا تب ابن مسعود اس سے بہت خوش ہوئے۳ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی)۴

تیسری فصل

روایت ہے حضرت ام حبیبہ سے۵ کہ وہ عبداللہ ابن جحش کے نکاح میں تھیں۶ تو وہ زمین حبشہ میں ہی وفات پاگئے۷

جناب علقمہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں مشہور تابعی ہیں واللہ اعلم، علقمہ ابن قیس نخعی نہیں وہ تو صحابی ہیں۔ ۲ صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک عورت سے بغیر مہر نکاح کیا یا تو مہر کا ذکر ہی نہیں کیا یا مہر کی نفی کردی کہ مہر کچھ نہ دوں گا یا ایسی چیز مہر مقرر کی جو مہر بننے کے قابل نہیں شراب و سور یا پانی کے گلاس پر نکاح کیا پھر خلوت صحیحہ سے پہلے مر گیا تو اس کی عورت کو مہر ملے گا یا نہیں اگر ملے گا تو کتنا؟

۱ یعنی جواب یہ ہے کہ اس عورت کو پورا مہر مثل ملے گا اور عدت وفات واجب ہوگی یعنی چار ماہ دس دن اور چوتھائی یا آٹھواں مال میراث میں ملے گا حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے یہ فتویٰ تو دیا مگر دل میں یہ خیال رکھتا تھا کہ معلوم نہیں صحیح ہے یا غلط کیونکہ آپ نے اس کے متعلق حدیث نہیں سنی تھی قرآن کریم سے یہ حکم مستنبط کیا تھا کہ یہ استنباط صحیح ہے یا نہیں (مرقات و اشعۃ اللمعات) ۲ آپ صحابی ہیں فتح مکہ کے دن غزوہ میں شریک تھے قوم اشجع کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں جنگ حرہ کے دن اپنے بیٹے کے ساتھ شہید ہوئے (اشعہ) ۳ یعنی یہی صورت مسئلہ ہمارے قبیلہ میں پیش ہوئی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل یہی حکم دیا تھا آپ کا اجتہاد حدیث کے موافق ہے خیال رہے کہ یہ حکم وفات کی صورت میں ہے اگر ایسی عورت کو خلوت سے پہلے طلاق ہو جائے تو نہ اس پر عدت ہے نہ مہر بلکہ کپڑوں کا ایک جوڑا ملے گا طلاق کی عدت خلوت سے واجب ہوتی ہے اور مہر مثل کبھی بھی دو صاحب کو نہیں ملتا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے ان کا مذہب یہی ہے بعض آئمہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں عورت کو مہر نہیں ملے گا ۴ روایات میں ہے کہ حضرت ابن مسعود یہ سن کر ایسے خوش ہوئے کہ اسلام کے بعد ایسی خوشی آپ کو کبھی نہ ہوئی تھی ۵ بیہقی نے فرمایا کہ یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے جو سب صحیح ہیں واللہ اعلم ۶ ام حبیبہ کا نام شریف رملہ ہے ابوسفیان کی صاحبزادی امیر معاویہ کی بہن مسلمانوں کی والدہ یعنی زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کی ماں کا نام صفیہ بنت ابی العاص یعنی حضرت عثمان کی پھوپھی آپ کا انتقال مدینہ منورہ ۴۴ھ میں ہوا فقیر نے قبر انور کی زیارت کی ہے رضی اللہ عنہا ۷ یہاں صاحب مشکوٰۃ سے غلطی ہوئی عبداللہ ابن جحش تو صحابی ہیں جنگ احد میں شہید ہوئے حضرت ام حبیبہ ان کے بھائی عبیداللہ ابن جحش کے نکاح میں تھیں یہ عبیداللہ پہلے تو مسلمان ہوئے اور حبشہ کو ہجرت کر گئے مگر وہاں جا کر عیسائی ہو گئے اور عیسائیت پر ہی مرے یہ دونوں بھائی حضرت ام المومنین زینب بنت جحش کے بھائی ہیں (مرقات و اشعہ وغیرہ) ۸ عبیداللہ ابن جحش زمین حبشہ میں عیسائیت کی حالت میں فوت ہوئے، حضرت ام حبیبہ اسلام پر قائم رہیں۔

النَّجَاشِيُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمْهَرَهَا عَنْهُ أَرْبَعَةَ آلَافٍ وَفِي رِوَايَةٍ أَرْبَعَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ وَبَعَثَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ شُرَحْبِيلَ ابْنِ حَسَنَةَ رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ تَزَوَّجَ أَبُو طَلْحَةَ أُمَّ سُلَيْمٍ فَكَانَ صَدَاقُ مَا بَيْنَهُمَا الْإِسْلَامَ أَسْلَمَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ قَبْلَ أَبِي طَلْحَةَ فَخَطَبَهَا فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ فَإِنْ أَسْلَمْتَ نَكَحْتُكَ فَأَسْلَمَ فَكَانَ صَدَاقَ مَا بَيْنَهُمَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ

النبی ان کا نکاح نجاشی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کردیا ۱؎ اور حضور کی طرف سے انہیں چار ہزار مہر دیا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ چار ہزار درہم مہر دیا انہیں شرحبیل ابن حسنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا ۲؎ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ابو طلحہ نے ام سلیم سے نکاح کیا ۳؎ تو ان کے درمیان مہر اسلام تھا کہ حضرت ام سلیم ابو طلحہ سے پہلے اسلام لائیں پھر انہیں پیغام نکاح دیا تو وہ بولیں کہ میں مسلمان ہوچکی ہوں اگر تم بھی مسلمان ہوجاؤ تو تم سے نکاح کرلوں چنانچہ وہ مسلمان ہوگئے پھر یہ ان کے آپس میں مہر ہوا ۴؎ (نسائی)

۱؎ اس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف فرما ہیں اور حضرت ام حبیبہ حبشہ میں، نجاشی بادشاہ نے ام حبیبہ سے اجازت لیکر لوگوں کے سامنے ان کا نکاح حضور انور سے کردیا اور مہر اپنی طرف سے [illegible] حضور نے [illegible] نکاح [illegible] قبول فرمالیا [illegible] نجاشی حبش کا لقب تھا ان کا نام اصحمہ تھا [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی [illegible] اس صورت میں تو نجاشی ام حبیبہ کے وکیل نکاح ہوئے [illegible] ۲؎ [illegible] ام حبیبہ کو حضور کی طرف سے پیغام نکاح دیا [illegible] حضرت جعفر ابن ابی طالب [illegible] نجاشی نے [illegible] ام حبیبہ کی طرف سے [illegible] خطبہ نکاح پڑھا [illegible] چار سو دینار [illegible] ام حبیبہ [illegible] پھر حضرت شرحبیل کے ساتھ حضور کی خدمت میں ام حبیبہ کو بھیج دیا [illegible] ام حبیبہ کے والد یعنی ابو سفیان [illegible] نجاشی نے یہ نکاح [illegible] ابو سفیان حضور کی طرف مائل ہوں [illegible] حسنہ شرحبیل کی والدہ کا نام ہے ۳؎ حضرت ابوطلحہ کا نام زید ابن سہل ہے انصاری [illegible] ام سلیم کے نام میں اختلاف ہے بنت ملحان [illegible] حضرت انس [illegible] پہلے مالک ابن نضر کے نکاح میں تھیں [illegible] حالت شرک قتل کیے گئے تب حضرت ابوطلحہ نے نکاح کا پیغام دیا تب حضرت ام سلیم نے وہ جواب دیا جو آگے آرہا ہے ۴؎ یہ حدیث ظاہر [illegible] تمام اماموں کے خلاف ہے کیونکہ [illegible] جس کا حصول مال ہو [illegible] رب تعالٰی فرماتا ہے أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ لہذا اس جملہ کے معنی یا تو یہ ہیں کہ حضرت ام سلیم نے مہر معاف کردیا ان کے اسلام کی وجہ سے یا یہ مطلب ہے کہ مہر معجل بغیر نکاح کا چھوڑ دیا [illegible] بہرحال یہ حدیث قابل تاویل ہے۔

بَابُ الْوَلِيْمَةِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ اَثَرَ صُفْرَةٍ فَقَالَ مَا هٰذَا قَالَ اِنِّيْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ مُّتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ مَا اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ نِّسَائِهٖ مَا اَوْلَمَ عَلٰى زَيْنَبَ اَوْلَمَ

ولیمہ کا باب[1] پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف پر زردی کا اثر دیکھا[2] تو فرمایا یہ کیا عرض کیا میں نے ایک عورت سے گٹھلی بھر سونے پر نکاح کر لیا ہے[3] فرمایا اللہ تمہیں برکت دے ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری کا ہو[4] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ نہیں ولیمہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی پر جیسا ولیمہ حضرت زینب پر کیا[5]

[1] ولیمہ ولم سے بنا بمعنی جمع ہونا، اسی سے ہے ولیمہ ام ورتم یعنی مل جانا۔ نکاح کے بعد جو دعوت طعام دی جاتی ہے اسے ولیمہ کہا جاتا ہے کہ وہ بھی خاوند بیوی کے ملنے کی دعوت ہے۔ حق یہ ہے کہ ولیمہ سنت ہے شب عروسی کے بعد کیا جائے بہتر ہے بلا خلاف کے صبح کو جو امام مالک کے ہاں ایک ہفتہ تک اندر اندر کیا جا سکتا ہے (اشعہ) [2] یعنی ان کے جسم یا کپڑوں پر زرد رنگ کا اثر دیکھا خلوق یا زعفران وغیرہ سے جو دلہا کے باعث بدن سے لگ گیا تھا اور حضرات صحابہ کرام شادی کا بیان اپنے پر اظہار نہ فرماتے تھے کہ مرد کیلئے یہ رنگ حرام ہے۔ اس شادی کے پیچھے دلہا دولہن کو جو تیل ملا جاتا ہے جس میں خوشبو اور صفائی والی چیزیں ہوتی ہیں یہ بالکل درست جائز ہے کہ صابون کی طرح جسم کی صفائی زینت کیلئے ہے بعض صابون بہت خوشبودار ہوتے ہیں جیسے لکس (LUX) وغیرہ ایسے ہی یہ اٹن ہے۔ [3] بعض شارحین نے فرمایا کہ نواۃ ایک خاص وزن کا نام ہے جو پانچ درہم کے برابر ہوتا ہے جیسے نش بیس درہم کا اور اوقیہ چالیس درہم کا مگر یہ درست نہیں نواۃ کے معنی ہیں چھوہارے کی گٹھلی وہ ہی یہاں مراد ہے۔ [4] ظاہر یہ ہے کہ یہ امر استحبابی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ (۱) نکاح کی دعاء برکت دینا سنت ہے (۲) ولیمہ کرنا سنت ہے (۳) ولیمہ رخصتی کے بعد ہی ہو سکتا ہے (۴) ولیمہ بقدر طاقت دینا چاہیے اس کی مقدار مقرر نہیں بعض علماء کے ہاں ولیمہ واجب ہے وہ حضرات یہ امر وجوب کے لیے مانتے ہیں مگر حق وہ ہی ہے جو ہم نے عرض کیا۔ [5] جناب زینب رضی اللہ عنہا کا نام شریف پہلے برہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر زینب رکھا آپ زینب بنت جحش ہیں آپ کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب ہیں ہاشمیہ ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد، ان کا نکاح حضرت زید ابن حارثہ سے کیا تھا انہوں نے کچھ عرصہ بعد طلاق دے دی بعد عدت حضور انور نے خود جناب زید کو اپنے نکاح کا پیغام دے کر جناب زینب کے پاس بھیجا حضرت زید جناب زینب کے گھر پہنچے ادھر کی طرف پشت کر کے کھڑے ہو گئے اور حضور کا پیغام دیا آپ بولیں کہ میں اپنے رب سے مشورہ کر لوں یہ کہہ کر آپ اپنے گھر کی مسجد میں عبادت میں مشغول ہو گئیں ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا اس آیت کے نزول پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت آپ کے گھر میں داخل ہوئے جناب زینب فخر کرتی تھیں کہ تمام بیبیوں کا نکاح ان کے عزیزوں نے فرش پر کیا میرا نکاح میرے رب نے عرش پر کیا، منافقین نے طعنہ دیا کہ حضور نے اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ تب یہ آیت کریمہ اتری۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ

بِشَاةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ‌• وَعَنْهُ قَالَ أَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ بَنٰى بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَأَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَّلَحْمًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ‌• وَعَنْهُ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ وَتَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا وَأَوْلَمَ عَلَيْهَا بِحَيْسٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ‌• وَعَنْهُ قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِيْنَةِ ثَلٰثَ

ایک بکری سے ولیمہ کیا (مسلم بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب بنت جحش سے زفاف کیا تو ولیمہ کیا۱؎ لوگوں کو گوشت روٹی سے سیر کر دیا۲؎ (بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو آزاد فرمایا اور ان سے نکاح فرمایا۳؎ اور ان کی آزادی کو ان کا مہر قرار دیا۴؎ ان پر حلیسے سے ولیمہ کیا۵؎ (مسلم بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اور مدینہ کے درمیان

۱؎ اسی ولیمہ والا وہ واقعہ ہے کہ بعض صحابہ کرام کھانا کھانے سے پہلے ہی دولت خانہ سرکار میں پہنچ گئے اور بعض حضرات کھانا کھا چکنے کے بعد وہاں ہی باتوں میں مشغول رہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ الایہ ۲؎ کھانا عربی دعوتوں میں گوشت روٹی [illegible] روٹی کھلائی یا شوربہ بنا کر یا بھنا کر کہ کل عموماً کھلایا جاتا ہے اس طرح اس ولیمہ کے علاوہ باقی ولیموں میں چھوارے پنیر وغیرہ کھلائے گئے تھے ۳؎ آپ صفیہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھتیجی حیی ابن اخطب کی بیٹی تھیں، غزوہ خیبر میں قید ہو کر آئیں یعنی محرم ۷ھ میں پہلے کنانہ ابن ابی الحقیق کے نکاح میں تھیں جو غزوہ خیبر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا اولاً حضرت دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں، ان سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات غلاموں کے عوض خرید لیا آپ مسلمان ہو گئیں حضور نے آپ کو آزاد فرما کر ان سے نکاح کیا تاکہ سردار یہود کی بیٹی حضرت ہارون علیہ السلام نبی کی اولاد نبی ہی کے نکاح میں رہیں ۵۰ھ ہجری میں وصال ہوا مدینہ پاک میں دفن ہوئیں اس گنہگار نے قبر انور کی زیارت کی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہا ۴؎ یعنی بجز آزادی کے اور کوئی مہر انہیں نہ دیا یہ یا تو حضور کی خصوصیات سے ہے کہ آپ پر ازواج کا مہر واجب نہ تھا مقرر کرنا لازم رب تعالٰی فرماتا ہے تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ الخ یا یہ مطلب ہے کہ مہر معجل یعنی نکاح کا مہر علاوہ کچھ نہ دیا یا یہ مطلب ہے کہ نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہ فرمایا بعد میں مہر مثل دیا جیسا کہ اب بھی یہی حکم ہے [illegible] رب تعالٰی فرماتا ہے [illegible] ۵؎ [illegible] ملا کر کھاتے ہیں اسے حیس کہا جاتا ہے [illegible]

۶؎ حلیسہ [illegible] مختلف طریقوں اور مختلف چیزوں سے بنایا جاتا ہے۔

لَيَالٍ يُبْنٰى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِيْنَ اِلٰى وَلِيْمَتِهٖ وَمَا كَانَ فِيْهَا مِنْ خُبْزٍ وَّلَا لَحْمٍ وَمَا كَانَ فِيْهَا اِلَّا اَنْ اَمَرَ بِالْاَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ فَاَلْقٰى عَلَيْهَا التَّمْرَ وَالْاَقِطَ وَالسَّمْنَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ اَوْلَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَعْضِ نِسَائِهٖ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيْرٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ اِلَى الْوَلِيْمَةِ فَلْيَاْتِهَا مُتَّفَقٌ

تین شب قیام فرمایا آپ پر حضرت صفیہ کا زفاف کیا جاتا تھا تو میں نے مسلمانوں کو آپ کے ولیمہ کی طرف دعوت دی اس ولیمہ میں نہ روٹیاں تھیں نہ گوشت اس میں بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ دستر خوانوں کا حکم دیا وہ بچھا دیئے گئے[۱] پھر اس پر چھوارے اور پنیر و گھی ڈال دیا گیا[۲] (بخاری) روایت ہے حضرت صفیہ بنت شیبہ سے[۳] فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض بیویوں کا دو مد جو سے ولیمہ کیا[۴] (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں کسی کو ولیمہ کی طرف بلایا جائے تو وہاں جائے[۵]

۱؎ یعنی [illegible] خیبر سے واپسی پر [illegible] حضور کے نکاح میں آئیں [illegible] بلکہ مدینہ منورہ واپس ہوتے ہوئے کسی منزل پر [illegible] تین دن قیام فرما کر وہاں ہی ولیمہ [illegible]

۲؎ [illegible] دستر خوان بچھائے گئے [illegible] لوگ زیادہ تھے اس لئے کئی دستر خوان بچھائے گئے ۳؎ جنگ خیبر میں حضرت صفیہ کے والد، باپ، خاوند [illegible]

مارے گئے تھے جب حضور انور [illegible] ان کو اختیار ہے چاہے [illegible] آپ کے نکاح میں آنا [illegible] کہ آپ کی غلامی میں رہوں

[illegible] اسلام کو [illegible] حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا [illegible] تمہاری آنکھ پر [illegible] میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک چاند میری گود میں آ پڑا ہے

[illegible] سے بیان کیا [illegible] اور کہا کیا تو عرب کے بادشاہ [illegible] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کی خواہش مند ہے یہ اسی تھپڑ کا اثر ہے (مرقات)

[illegible] ۴؎ آپ [illegible] میں اختلاف ہے کہ صحابیہ ہیں یا نہیں [illegible] فرمایا کہ آپ تابعین میں سے ہیں شیبہ ابن عثمان ابن طلحہ حجبی کی بیٹی ہیں

[illegible] ۵؎ [illegible] ام سلمہ [illegible] کا نام [illegible] پہلے ابو سلمہ [illegible] کے نکاح میں تھیں [illegible] حبشہ کی طرف ہجرت کی [illegible] ابو سلمہ کا انتقال

[illegible] حضرت صدیق اکبر [illegible] دیا اور حضرت عمر نے بھی [illegible] حضور کے نکاح میں آئیں [illegible] وغیرہ میں

[illegible] ۶؎ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے بعض نے فرمایا کہ فرض کفایہ ہے [illegible]

[illegible] سنت ہے [illegible] جیسا کہ آئندہ حدیث میں آ رہا ہے [illegible] دعوت قبول کرنا واجب

[illegible] کوئی مانع ہو [illegible] کا احتمال ہو [illegible] ولیمہ میں صرف مالدار بلائے گئے ہوں فقراء کو

چھوڑ دیا گیا ہو [illegible] یا شراب [illegible] یا جلسہ [illegible] سنت نہیں [illegible]

[illegible] سے خلوت افضل ہے [illegible] صحبت سے تنہائی افضل (مرقات و اشعۃ اللمعات)

عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ فَلْيُجِبْ عُرْسًا كَانَ أَوْ نَحْوَهُ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ فَلْيُجِبْ فَإِنْ شَاءَ طَعِمَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُدْعَى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُولَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ كَانَ رَجُلٌ

(مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ قبول کرے ولیمہ ہو یا اس کی مثل[1] روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی کھانے کے لیے بلایا جائے تو قبول کرے پھر اگر چاہے کھالے اور اگر چاہے چھوڑ دے[2] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بدترین کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے جس کے لیے مالدار تو بلائے جائیں اور فقراء چھوڑ دیئے جائیں[3] اور جس نے دعوت چھوڑی اس نے اللہ رسول کی نافرمانی کی[4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص تھا

1 ظاہر یہ ہے کہ یہ عبارت کہ ولیمہ ہو یا اس کی مثل کسی راوی کا اپنا قول ہے جو بطور شرح شامل کیا گیا ہے یعنی ولیمہ، ختنہ، عقیقہ، کسی کی آمد پر دعوت یوں ہی آج کل تیجہ دعوت بھی قبول کر لی جائیں ختم فاتحہ کے کھانے فقراء کھائیں مالدار احتیاط کریں بزرگوں کی فاتحہ کے کھانے تبرک ہیں سب کھائیں۔ 2 یہ حکم بھی بمذہب محققین استحبابی ہے اس میں بھی وہ تمام قیود معتبر ہیں جو پچھلی حدیث میں عرض کی گئیں مطلب یہ ہے کہ ہر جائز دعوت میں جانا بہتر ہے کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے کیونکہ نہ جانے سے لوگ متکبر کہتے ہیں، اور آپس میں عداوت پیدا ہونے کا خطرہ ہے جماعت میں مل جل کر رہنا چاہیے۔ 3 یہ حدیث ابوداؤد، احمد، ترمذی نے حضرت ابوہریرہ سے قدرے اختلاف سے روایت کی، اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے یوں روایت کی کہ اگر وہاں کھانا نہ کھائے تو دعاء برکت کردے اگر روزہ دار ہو تو وہاں جاکر یہ عذر کردے۔ 4 کیونکہ ایسے ولیمہ میں نہ بارونا ہوتا ہے نہ خلوص یہ عجز ہے للّٰہیت نہیں ہوتی آج کل خوشی کی دعوتوں کا یہی حال ہے اور دعوت وغیرہ غمی کی دعوتوں میں فقیر طلب بلائے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ فقیر دعائیں کرتے ہیں کہ خدا کرے امیر مریں تاکہ ہم کو کھانا و خیرات ملے اگر ولیمہ اور دیگر خوشی کی دعوتوں میں بھی فقراء بلائے جائیں تو یہ فقراء خوشی کی بھی دعائیں کرنے۔ آج کل مشہور ہے کہ بھانڈ بجتنے بیٹے سراثی، باجے والے تو خوشی کی دعائیں کرتے ہیں اور فقراء غمی کی، غرض کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فرمان میں صدہا حکمتیں ہیں، بعض لوگ ان دعوتوں میں فقراء کو بھی بلاتے ہیں مگر انہیں سب سے پیچھے اور ذلت و خواری سے کھلاتے ہیں، یہ اور زیادہ برا ہے۔ فقراء بھی ہمارے بھائی ہیں۔ 5 یہ جملہ ان علماء کی دلیل ہے جو قبول دعوت کو واجب یا فرض کہتے ہیں، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اس سے استحباب کی تاکید مقصود ہے یا وہ شخص مراد ہے جو تکبر کی وجہ سے مسلمانوں کی دعوتوں میں شرکت نہ کرے جیسا کہ آج کل بعض متکبرین کو دیکھا جاتا ہے۔

مِنَ الْاَنْصَارِ یُکْنٰی اَبَا شُعَیْبٍ کَانَ لَہٗ غُلَامٌ لَحَّامٌ فَقَالَ اصْنَعْ لِیْ طَعَامًا یَکْفِیْ خَمْسَۃً لَعَلِّیْ اَدْعُو النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَۃٍ فَصَنَعَ لَہٗ طُعَیِّمًا ثُمَّ اَتَاہُ فَدَعَاہُ فَتَبِعَہُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا شُعَیْبٍ اِنَّ رَجُلًا تَبِعَنَا فَاِنْ شِئْتَ اَذِنْتَ لَہٗ وَاِنْ شِئْتَ تَرَکْتَہٗ قَالَ لَا بَلْ اَذِنْتُ لَہٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

انصاری جن کی کنیت ابو شعیب تھی اس کا ایک غلام گوشت فروش تھا وہ بولا کہ میرے لیے کھانا تیار کرو جو پانچ کو کافی ہو تاکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دوں پانچ کے پانچویں ۱؎ چنانچہ غلام نے اس کے لیے کچھ کھانا تیار کیا ۲؎ پھر حضور کی بارگاہ میں آیا آپ کو دعوت دی ان کے ساتھ ایک شخص آگیا ۳؎ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو شعیب ایک شخص ہمارے ساتھ آگیا ہے تم اگر انہیں اجازت دو تو قبول اور اگر چاہو تو چھوڑ دو ۴؎ عرض کیا نہیں بلکہ میں نے اسے اجازت دی ۵؎ (مسلم، بخاری) فصل

۱؎ یعنی چار حضرات خلفاء راشدین حضور انور کے ساتھ ہوں اور پانچویں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں انہوں نے حضور کے چہرۂ انور پر بھوک کے آثار دیکھے تھے یا کسی روایت میں آتا ہے یا اس غلام کا قصاب ہونا معلوم ہوا کہ گوشت کی تجارت بھی سنت صحابہ ہے ۲؎ طعیم تصغیر طعام کی، تصغیر کمی کے لیے ہے یعنی کیونکہ ابو شعیب کے ہاں کافی نہ تھا بلکہ [illegible] کھانا تیار کیا جو پانچ ہی کے لیے کافی ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فقط ایک کھانا ہی تناول فرماتے ہیں مرغن بھی کھایا ہے مگر ایک وقت میں چند کھانے نہ کھاتے تھے اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ ایک وقت چند کھانے کھانا بدعت جائز ہے نہیں (دیکھو شامی وغیرہ) اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کے لیے بے تکلف ماحضر پکانا سنت ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے پکا بچھڑا، شیر ملا کر مہمانوں کے لیے رکھا (دیکھو ہماری کتاب تفسیر نعیمی پہلا پارہ) ۳؎ غالبًا چھٹا شخص راستے سے ساتھ ہو لیا تھا اور غالبًا اسی سے فرما بھی دیا ہوگا کہ آ جاؤ اسی لیے اگر اجازت نہ ملی تو [illegible] واپس ہو جانا اس پر بار نہ ہو ۴؎ سبحان اللہ یہاں تو ایک زائد شخص کے لیے اجازت حاصل فرما رہے ہیں اور حضرت جابر و طلحہ رضی اللہ عنہما کے گھر چار پانچ آدمیوں کی دعوت میں کئی سو حضرات کو لے گئے اور کھانا کھلایا، یہاں مسئلہ شرعی بتانا مقصود ہے اور وہاں اپنی ملکیت اور سلطنت شاہانہ کا اظہار منظور، کہ حضور ہم سب کے مالک ہیں [illegible] امت حضور کی لونڈی غلام، مالک کو حق ہے کہ اپنے غلام کی دعوت میں جسے چاہے بلائے کیونکہ غلام کا مال مالک کا مال ہے نیز وہاں [illegible] حضرات کو حضور نے خود بیچ میں معجزے سے کھانا کھلایا اور وہاں کا کھانا کھانے سے کم نہ ہوا اور جس پر خرچ کرنے سے کم نہ ہو وہاں بلا اجازت بلانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا [illegible] سب بلا لیتے ہیں مگر گھر والے کا پانی مالک سے پوچھ کر ایصال ثواب کا [illegible] حکم ہے۔ اگر کسی خاص میت کے لیے کھانا پکایا گیا ہے تو تم اس کے ساتھ ساری امت رسول کو ثواب پہنچا سکتے ہو ۵؎ [illegible] مسئلے مستنبط ہوئے: ایک یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص بغیر بلائے دعوت میں نہ جائے دوسرے یہ کہ بلایا ہوا آدمی بھی اپنے ساتھ کسی کو بلا ارادہ نہ لے جائے الا بالعرف [illegible] کہ دعوت میں [illegible] تیسرے یہ کہ ناخواندہ شخص کے لیے صاحب خانہ سے اجازت لے [illegible] یا گھر والا [illegible] کی اجازت [illegible] مہمان کھانے کا مالک نہیں [illegible] دسترخوان والا دوسرے دسترخوان والے کو کچھ نہیں دے سکتا [illegible] ایک دسترخوان کے لوگ ایک دوسرے کو جو چاہیں دیں [illegible] فرماتے ہیں کہ [illegible] اگر [illegible] تو اس کو دے [illegible] (مرقات و اشعۃ) بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر مہمان کسی وجہ سے خود کھانا نہ کھا سکے تو اپنا حصہ دوسرے کو بغیر اجازت کھلا سکتا ہے واللہ اعلم (مرقات)۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَمَ عَلٰى صَفِيَّةَ بِسَوِيْقٍ وَتَمْرٍ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ سَفِيْنَةَ أَنَّ رَجُلًا ضَافَ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا فَقَالَتْ فَاطِمَةُ لَوْ دَعَوْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلَ مَعَنَا فَدَعَوْهُ فَجَاءَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى عِضَادَتَيِ الْبَابِ فَرَأَى الْقِرَامَ قَدْ ضُرِبَ فِيْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ فَرَجَعَ قَالَتْ فَاطِمَةُ فَتَبِعْتُهٗ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا رَدَّكَ

روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی صفیہ پر ستو اور چھواروں سے ولیمہ کیا[1] (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت سفینہ سے[2] کہ ایک شخص حضرت علی ابن ابی طالب کا مہمان ہوا آپ نے اس کیلئے کھانا تیار کیا[3] تو جناب فاطمہ بولیں کہ کاش ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ کھاتے[4] چنانچہ آپ کو بلایا حضور تشریف لائے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دروازے کی چوکھٹوں پر رکھے گھر کے ایک گوشہ میں پردہ دیکھا[5] چنانچہ آپ واپس ہوگئے[6] جناب فاطمہ فرماتی ہیں کہ میں آپ کے پیچھے گئی بولی یا رسول اللہ

۱؎ یعنی اس ولیمہ میں ستو اور چھوارے ملا کر کھلائے یا ستو علیحدہ اور چھوارے علیحدہ لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور نے اس ولیمہ میں حیس دیا کہ ستو اور چھوارے ملا کر بھی حیس بنالیا جاتا ہے یا ستو علیحدہ دیئے اور حیس علیحدہ۔ ۲؎ آپ کا نام رباح یا مہران یا رومان ہے جناب ام سلمہ کے غلام تھے آپ نے اس شرط پر انہیں آزاد کیا کہ تا حین حیات آپ کی خدمت کریں یہ بولے کہ اگر آپ یہ شرط نہ بھی لگائیں تب بھی میں حضور کی خدمت کروں گا جسم میرا آزاد ہوا مگر دل میرا ان کا ہمیشہ غلام رہے گا۔ شعر

نال سوکھ پر پیٹ بھیا اور ہنسا کہیں نہ جائے رے ٭ باندھ چھپا پریت کے کنکر چن چن کھائے رے

ایک سفر میں کوئی غازی تھک گیا تو اس کا سارا بوجھ آپ نے اٹھا لیا، اپنا بوجھ اور حضور انور کا سامان اس غازی کا سامان سب کچھ اٹھا کر چل دیئے سرکار نے فرمایا تم تو آج سفینہ یعنی کشتی ہوگئے تب سے آپ کا لقب سفینہ ہوا اصل نام گم ہو کر رہ گیا جیسے جناب ابوہریرہ کا نام گم ہوگیا، خیر سے آپ ہی نے کہا تھا کہ میں رسول اللہ کا غلام ہوں اور شیر گلے کی طرح آپ کے پیچھے ہو لیا تھا۔ ۳؎ ضاف ضیف سے بنا بمعنی مہمان ہونا یہ تو مدینہ منورہ ہی کا تھا یا باہر سے آیا تھا ۴؎ یعنی آج مہمان کی وجہ سے کھانا کچھ عمدہ پکایا گیا ہے، بہتر ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ تناول فرماتے ۵؎ قرام باریک و نقشین پردہ کو کہتے ہیں، حضرت فاطمہ نے زیبائش کے لیے گھر کی دیوار پر یہ پردہ لٹکا دیا تھا۔ ۶؎ یعنی دروازے سے ہی لوٹ گئے، گھر میں داخل نہ ہوئے کیوں؟ وہ اظہار ناپسندیدگی کے لیے۔

٭ ٭ ٭

قَالَ اِنَّهٗ لَيْسَ لِيْ اَوْلِنَبِيٍّ اَنْ يَّدْخُلَ بَيْتًا مُزَوَّقًا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَ
عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دُعِيَ فَلَمْ يُجِبْ
فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ دَخَلَ عَلٰى غَيْرِ دَعْوَةٍ دَخَلَ سَارِقًا وَّخَرَجَ مُغِيْرًا رَوَاهُ
اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اجْتَمَعَ الدَّاعِيَانِ فَاَجِبْ اَقْرَبَهُمَا بَابًا وَاِنْ سَبَقَ اَحَدُهُمَا
فَاَجِبِ الَّذِيْ سَبَقَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

کسی چیز نے آپ کو واپس کیا فرمایا کہ میرے لیے یا نبی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ مزین گھر میں داخل ہوں۱ (احمد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کو دعوت دی جائے پھر وہ قبول نہ کرے تو اس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی۲ اور جو بغیر دعوت پہنچ جائے تو وہ چور ہو کر گیا اور لٹیرا ہو کر نکلا۳ (ابوداؤد) روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صاحب سے۴ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو دعوت دینے والے جمع ہوجائیں تو ان سے قریب تر دروازے والے کی دعوت قبول کرو۵ اور اگر ان میں سے ایک پہلے آجائے تو پہلے کی دعوت قبول کرو۶ (احمد، ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے

۱ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ پردہ منقش تھا اور اس پر جانداروں کی تصاویر تھیں اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لائے، اس سے معلوم ہوا کہ اگر دعوت میں کوئی ممنوع کام ہو تو لوٹ جائے مگر یہ غلط ہے اگر ناجائز پردہ ہوتا تو سرکار عالی خود حضرت علی کو دست اقدس سے پھاڑ دیتے پردہ سادہ تھا جائز تھا مگر دنیاوی تکلف اور ظاہری زیب و زینت اہل نبوت کے لائق نہ تھی اس لیے منع تو نہ فرمایا مگر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا حضرت علی نے جناب زہرا کا گھر نیک اعمال سے آراستہ رکھیں زینت دنیا نقصان آخرت کا ذریعہ ہوسکتی ہے ۲ یعنی جو بلاوجہ صرف تکبر کی وجہ سے دعوت قبول نہ کرے وہ گنہگار ہے لہذا حدیث بالکل واضح ہے ۳ کیونکہ جیسے چور بے اجازت مالک گھر میں گھس جاتا اور مال بھی لے لیتا ہے ایسے ہی یہ ہے ۴ سبحان اللہ کیسے پاکیزہ اخلاق کی تعلیم ہے کہ بلا وجہ دعوت قبول نہ کرنا تکبر ہے اور بغیر دعوت پہنچنا طفیلی پن ہے دونوں سے بچنا چاہیے ۵ ان صحابی کا نام معلوم نہ ہوسکا مگر چونکہ تمام صحابہ عادل متقی ہیں اس لیے یہ لاعلمیت مضر نہیں بخلاف دوسرے عام راویوں کے کہ اگر کسی راوی کا پتہ نہ لگے تو حدیث مجہول نامقبول ہوتی ہے ۶ یعنی جب دو ہمسائے ایک وقت دعوت دیں اور دونوں دعوتیں متعارض ہوں تو زیادہ قریبی پڑوسی کی دعوت قبول کیجئے کہ اس کا حق زیادہ ہے اس قرب میں زیادہ دروازہ کا قرب معتبر ہے نہ کہ گھر کا قرب رب تعالیٰ فرماتا ہے وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی ۷ یعنی نزدیک و دور کا فرق جب ہوگا جب کہ دونوں ایک وقت آپ کو دعوت دیں لیکن اگر ان میں سے ایک آپ کے پاس پہلے پہنچ جائے دوسرا بعد میں تو پہلے کی دعوت قبول کیجئے کہ پہلا مقدم ہے اور حقدار ہے ۔

اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامُ اَوَّلِ یَوْمٍ حَقٌّ وَطَعَامُ الثَّانِیْ سُنَّۃٌ وَطَعَامُ یَوْمِ الثَّالِثِ سُمْعَۃٌ وَمَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللہُ بِہٖ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔ وَعَنْ عِکْرِمَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِیَیْنِ اَنْ یُّؤْکَلَ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ مُحْیِ السُّنَّۃِ وَالصَّحِیْحُ اَنَّہٗ عَنْ عِکْرِمَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ۔ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلے دن کا کھانا حق ہے دوسرے دن کا سنت[1] ہے اور تیسرے دن کا کھانا نام و نمود ہے[2] جو سناتا ہے اللہ اسے سنا دے گا[3] (ترمذی) روایت ہے حضرت عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباس راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ضد کرنے والوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا[4] ابوداؤد، اور محی السنہ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث بروایت عکرمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً مروی ہے[5] تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

1 اس جملہ کے کئی معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ پہلے دن سے مراد شادی کی برات کا دن ہے اور حق سے مراد حق ہے یعنی برات والے دن کا کھانا مہمانوں کا حق ہے جو شرکت برات کے لیے آئے ہیں اور دوسرے دن یعنی زفاف کے بعد ولیمہ کا کھانا سنت ہے کہ وہ یا مستحب اس صورت میں حدیث بالکل واضح ہے، دوسرے یہ کہ پہلے دن سے مراد زفاف کے بعد کا دن ہے اور دوسرے دن سے مراد اس دن کے بعد کا دن یعنی زفاف سے دوسرے دن تو ولیمہ حق ہے اور دوسرے دن کا کھانا بھی سنت ہے یعنی بدعت یا خلاف سنت نہیں [illegible] زفاف کے سویرے کھانا [illegible] یا واجب ہے جس میں بلا وجہ شرکت نہ کرنا، اور دوسرے دن کا بھی کھانا سنت ہے تیسرے معنی ان کے مذہب پر ہیں جو ولیمہ کو واجب کہتے ہیں فقیر کے نزدیک پہلے معنی زیادہ قوی ہیں چوتھے یہ کہ زفاف کے سویرے ولیمہ کا کھانا دینا حق ہے لیکن اگر کسی وجہ سے اس دن نہ دے سکے تو دوسرے دن دینا بھی سنت ولیمہ میں شامل ہے۔ 2 یعنی مسلسل تین دن تک کھانا دینا محض نام و نمود ہے ثواب نہیں یا زفاف کے تیسرے دن کھانا دینا سنت نہیں صرف نام و نمود ہے یہ حدیث حضرت امام مالک کی دلیل ہے کہ ان کے ہاں ولیمہ سات روز تک ہو سکتا ہے (از مرقات)۔ 3 یعنی جو دنیا میں محض اپنی ریاکاری کے لیے کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کو رسوا فرمائے گا، اعلان ہوگا کہ یہ ریاکار تھا، یا جو دنیا میں محض ناموری کے لیے نیکی کرے گا اس کی جزا صرف یہ ہوگی کہ قیامت میں اس کی ناموری ہوگی ثواب نہ ملے گا ثواب کے لیے اخلاص چاہیے۔ 4 یہ حدیث طبرانی نے حضرت ابن عباس سے نقل فرمائی اس کا مضمون یہ ہے کہ شادی میں ایک دن کا کھانا سنت ہے اور دو دن کا کھانا فضل اور تیسرے دن کا کھانا ریا و شہرت (مرقات)۔ 5 یہ عکرمہ ابن ابوجہل نہیں ہیں بلکہ حضرت ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ہیں، بربری ہیں [illegible] تابعی ہیں۔ 6 یعنی جب دو شخص ایک دوسرے کے مقابلہ میں دعوت کریں ہر ایک یہ چاہے کہ میرا کھانا دوسرے سے بڑھ جائے کہ میری عزت ہو دوسرے کی ذلت ہو تو ان کی دعوت قبول نہ کرو مثلاً شادی کا ولیمہ دولہا دولہن والے مقابلہ میں دعوت کریں تو کسی کی دعوت قبول نہ کرو یا کسی برادری میں کسی کی شادی میں دعوت

اَلْمُتَبَارِيَانِ لَا يُجَابَانِ وَلَا يُؤْكَلُ طَعَامُهُمَا قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ يَعْنِي الْمُتَعَارِضَيْنِ بِالضِّيَافَةِ فَخْرًا وَّرِيَاءً. وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اِجَابَةِ طَعَامِ الْفَاسِقِيْنَ. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمْ عَلٰى اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ فَلْيَاْكُلْ مِنْ طَعَامِهٖ وَلَا يَسْاَلْ وَيَشْرَبْ مِنْ شَرَابِهٖ وَلَا يَسْاَلْ رَوَى الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ وَقَالَ هٰذَا اِنْ صَحَّ فَلِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يُطْعِمُهٗ وَلَا يَسْقِيْهِ اِلَّا مَا هُوَ حَلَالٌ عِنْدَهٗ.

کہ دو ضدیوں کی دعوت قبول کی جائے نہ ان کا کھانا کھایا جائے۔ امام احمد نے فرمایا کہ ضدیوں سے مراد دعوت میں فخر و ریا کے لیے مقابلہ کرنے والے ہیں۔ روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدکاروں کی دعوت طعام قبول کرنے سے منع فرمایا۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے پاس جائے تو اس کا کھانا کھائے اور پوچھ گچھ نہ کرے اور اس کا پانی پئے اور پوچھ گچھ نہ کرے۔ یہ تینوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں اور فرمایا کہ یہ حدیث اگر صحیح ہو تو اس لیے ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ مسلمان اسے نہ کھلائے پلائے گا مگر وہی جو اس کے نزدیک حلال ہو۔

۱ یعنی دو آدمیوں میں سے ایک کے بعد دوسرے کے ہاں شادی ہوئی اس نے بڑھ چڑھ کر کھانے پکائے اس نیت سے کہ پہلے کا نام نیچا ہو جائے اور میرا نام اونچا تو یہ دعوتیں قبول نہ کرو، ہمارے دیہات میں ایسی دعوتیں قبول نہ کرتے تھے آج کل مسلمان اسی مقابلہ کی رسوم میں تباہ ہو گئے اور ان کا کسی کا بھی نہیں ہوتا۔ لمعات نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ اس کی اسناد میں حضرت ابن عباس کا نام نہیں ہے بلکہ عکرمہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کہا ہے اسی کو مرسل کہتے ہیں کہ تابعی حضور کی طرف نسبت کر دیں۔

۲ یعنی جو لوگ مقابلہ کی دعوتیں کریں تو ان کے گھر دعوت میں نہ جاؤ اور اگر وہ کھانا تمہارے گھر بھیج دیں تو نہ لو بلکہ واپس کر دو تاکہ انہیں نصیحت ہو اس میں تبلیغ بھی ہے اور قوم کو تباہی سے بچانا بھی، آج کل شادیوں میں باجے گانے کھانے جہیز وغیرہ سب ہی میں مقابلے ہوتے ہیں اور مسلمان تباہ ہو رہے ہیں۔ ۳ یعنی یہاں مقابلہ سے بدلہ لینے والے یا احسان کرنے والے مراد نہیں کیونکہ یہ دونوں محض جائز بلکہ سنت ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے احسانات بھی کیے اور لوگوں کے ہدیہ وغیرہ کا بدلہ بھی کیا۔ ۴ یہاں فاسقین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی کمائی خالص حرام کی ہو ان کی دعوت ہرگز قبول نہ کرو۔ ۵ یعنی خواہ مخواہ اس سے یہ دریافت نہ کرو کہ یہ کھانا یا دودھ پانی کہاں سے آیا، تیری کمائی کیسی ہے حلال ہے یا حرام، کیونکہ اس میں بلاوجہ بھائی مسلمان پر بدگمانی ہے، اور صاحب خانہ کو ایذا رسانی ہے، خیال رہے کہ مشکوک آمدنی والے کے ہاں دعوت کھانا درست ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے ہاں کرائی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش ابو طالب کے ہاں، ان حضرات نے فرعون و ابو طالب کی آمدنی کی تحقیقات نہ فرمائی۔ ۶ یعنی صاحب خانہ مسلمان ہے اور مسلمان پر اچھا ہی گمان کرنا چاہیے۔

بَابُ الْقَسْمِ ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ عَنْ تِسْعِ نِسْوَةٍ وَكَانَ يَقْسِمُ مِنْهُنَّ لِثَمَانٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ سَوْدَةَ لَمَّا كَبِرَتْ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ جَعَلْتُ يَوْمِيْ مِنْكَ لِعَائِشَةَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ يَوْمَيْنِ يَوْمَهَا وَيَوْمَ سَوْدَةَ

باری کا بیان لہ ۔ پہلی فصل ۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نو بیویاں چھوڑ کر وفات پائی ۲ھ جن میں سے آٹھ کے لئے باریاں مقرر فرماتے تھے ۳ھ (مسلم بخاری) ۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ بی بی سودہ جب بوڑھی ہو گئیں ۴ھ تو بولیں یا رسول اللہ میں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو دے دیا چنانچہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جناب عائشہ کے لئے دو دن دیتے تھے ایک ان کا اپنا دوسرا سودہ کا ۵ھ

لہ قسم قاف کے فتح سین کے جزم سے ہے بمعنی بانٹنا حصہ مقرر کرنا اسی سے ہے تقسیم یہاں بیوی کے درمیان شب باشی کا حصہ مقرر کرنا یعنی باری مقرر کرنا مراد ہے خیال رہے کہ چند بیویوں میں عدل و انصاف کرنا نہایت ہی اہم واجب ہے۔ دل کے میلان میں تو برابری ناممکن ہے اس کا حساب نہ ہوگا رب تعالٰی فرماتا ہے وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ہاں عطیہ، خرچہ، کپڑے، زیور، ہدیہ، ملاقات اور شب باشی ان تمام میں عدل و انصاف واجب ہے یہاں تک کہ ہر عورت کو تنہا عورت سے زیادہ خرچ دیا جائے بچوں کی وجہ سے (مرقات) نیز یہاں فرمایا کہ چار عورتوں سے نکاح کرنا اس وقت حلال ہے جب ظلم کا خطرہ نہ ہو۔ رب تعالٰی فرماتا ہے۔ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً ۔ اگر تم کو انصاف نہ کرنے کا خطرہ بھی ہو تو ایک ہی نکاح کرو اس خطرہ پر تعدد نکاح سخت ممنوع ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ صحبت یعنی جماع میں برابری واجب نہیں بلکہ ہر بیوی کے پاس رات گزارنے میں برابری ضروری ہے رات اصل مقصود ہے، دن اس کے تابع اگر کوئی آدمی رات میں نوکری کرتا ہو تو دن میں بستے میں برابری کرے، ایک کی باری میں دوسری کے پاس نہ جائے ہاں چند بیویوں کو اکٹھا بٹھانا جائز ہے اور بعض احادیث میں ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ایک شب میں تمام ازواج پاک کے پاس تشریف لے گئے اور ہر بار غسل کیا ہے یا تو آپ کی خصوصیات سے ہے کہ آپ پر بیویوں میں عدل واجب نہ تھا یا عدل واجب ہونے سے پہلے ہے یا ان ازواج کی اجازت سے تھا (لمعات، مرقات، اشعہ) ۔ ۲ھ حضرت عائشہ، حفصہ، سودہ، ام سلمہ، صفیہ، میمونہ، ام حبیبہ، زینب، جویریہ، یہ بیویاں حضور کی وفات کے وقت موجود تھیں، حضرت خدیجہ پہلے ہی وفات پا چکی تھیں، اور زینب بنت خزیمہ بھی، اور بعض عورتوں وغیرہ کو طلاق ہو چکی تھی ۳ھ اس کی وجہ آگے آ رہی ہے کہ بی بی سودہ نے اپنی باری حضرت عائشہ صدیقہ کو بخش دی تھی اس لئے ان کے پاس دو دن قیام رہتا تھا باقی سات کے پاس ایک ایک دن، اور دورہ جناب عائشہ صدیقہ پر ختم ہوتا تھا۔ یہ باریاں مقرر فرمانا آپ پر فرض واجب نہ تھا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ (مرقات) ۴ھ آپ کا نام شریف سودہ بنت زمعہ ہے، ام المؤمنین ہیں، پہلے اپنے چچازاد کے نکاح میں رہیں جن کا نام سکران ابن عمرو تھا، ان کی وفات کے بعد حضور نے آپ سے نکاح کیا یہ نکاح بی بی خدیجہ کی وفات کے بعد اور جناب عائشہ کے نکاح سے پہلے مکہ معظمہ میں ہوا، وہاں ہی رخصت ہوئی، آخر میں آپ نے بڑی

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْأَلُ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ أَيْنَ أَنَا غَدًا أَيْنَ أَنَا غَدًا يُرِيْدُ يَوْمَ عَائِشَةَ فَأَذِنَ لَهٗ أَزْوَاجُهٗ يَكُوْنُ حَيْثُ شَاءَ فَكَانَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ حَتّٰى مَاتَ عِنْدَهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهٖ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ إِذَا

(مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اس مرض میں پوچھتے تھے جس میں آپ کی وفات ہوئی کہ ہم کل کہاں ہوں گے ہم کل کہاں ہوں گے[۱] حضرت عائشہ کا دن ڈھونڈتے تھے چنانچہ تمام ازواج پاک نے اجازت دیدی[۲] کہ حضور جہاں چاہیں رہیں چنانچہ آپ حضرت عائشہ کے گھر میں رہے حتی کہ انہیں کے پاس وفات پائی[۳] (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج پاک کے درمیان قرعہ ڈالتے جن کا قرعہ نکلتا انہیں ساتھ لے جاتے[۴] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو قلابہ سے وہ حضرت انس سے راوی فرماتے ہیں کہ سنت سے یہ ہے کہ جب

باری حضرت عائشہ صدیقہ کو ہبہ کر دی۔ شوال ۵۵ھ میں وفات ہوئی، مدینہ منورہ میں قبر انور ہے فقیر نے زیارت کی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہا۔
۵؎ اس سے معلوم ہوا کہ بیوی اپنی باری اپنی سوکن کو دے سکتی ہے، کیونکہ حقوق کا ہبہ درست ہے، لیکن بعد میں اگر چاہے تو اس سے رجوع بھی کر سکتی ہے اسی طرح اپنا نفقہ مہر وغیرہ معاف کر سکتی ہے اس کی تفصیل کتب فقہ خصوصًا فتح القدیر میں ملاحظہ کیجئے۔ بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ کو طلاق دے دینے کا ارادہ فرمایا تھا، انہوں نے عرض کیا کہ میں چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن آپ کی زوجیت میں اٹھوں مجھے طلاق نہ دیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا رضی اللہ عنہا۔ ۱؎ یعنی کل ہمارا قیام کس بی بی صاحبہ کے پاس ہوگا اور عائشہ کی باری کب آئے گی رضی اللہ تعالٰی عنہا کیونکہ جناب عائشہ صدیقہ سے بے پناہ محبت تھی یہ ہے حضور انور کا عدل و انصاف، جب اتنا کرے تو چند بیبیاں رکھے، آج مسلمانوں نے چار بیویوں کی اجازت کی آیت تو پڑھ لی، عدل کی آیت سے آنکھیں بند کر لیں آج جتنا ظلم مسلمان اپنی بیویوں پر کرتے ہیں اس کی مثال نہیں ملتی، نبی کی تعلیم کیا ہے اور امت کا عمل کیا؟ بریں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔ ۲؎ یہ ان پاک بیویوں کا انتہائی ادب ہے ورنہ وہ تمام جانتی تھیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر تشریف لے جانا چاہتے ہیں۔ ۳؎ آپ ہی کی باری میں آپ ہی کے گھر میں آپ کے سینہ انور پر وفات پائی اور آپ ہی کے گھر میں تاقیامت آرام فرما ہوئے ؎

جس کا پہلو ہے نبی کی آخری آرام گاہ — جس کے حجرے میں نبی ہیں تاقیامت جاگزیں

۴؎ اس طرح کہ ہر بی بی کا نام کاغذ کے پرچیوں پر لکھ کر ان کی گولیاں بنا کر کسی بچے کے ذریعہ ایک گولی اٹھواتے اس میں جس کا نام نکل آتا اس کو سفر میں لے جاتے قرعہ ڈالنے کی اور بھی کئی صورتیں ہیں مگر یہ زیادہ مروج ہے۔ ۵؎ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ گھر کی طرح سفر میں لے جانے میں بھی باری واجب ہے اور قرعہ کے ذریعہ لے جانا واجب ہے۔ مگر یہ دلیل نہایت ہی ضعیف ہے چند وجہ سے ایک یہ کہ اگر

تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ اَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَقَسَمَ وَاِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ اَقَامَ عِنْدَهَا ثَلٰثًا ثُمَّ قَسَمَ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ وَلَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ اِنَّ اَنَسًا رَفَعَهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تَزَوَّجَ اُمَّ سَلَمَةَ وَاَصْبَحَتْ عِنْدَهٗ قَالَ لَهَا لَيْسَ بِكِ

کوئی شخص بیوی پر کنواری سے نکاح کرے تو اس کے پاس سات دن رہے اور باری مقرر کرے اور جب بیوہ سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن رہے پھر باری مقرر کرے[۱] ابو قلابہ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ جناب انس نے یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کی[۲] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوبکر ابن عبدالرحمن سے[۳] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ام سلمہ سے نکاح کیا اور وہ آپ کے پاس رہیں تو فرمایا کہ تمہاری وجہ سے تمہارے

سفر میں باری واجب ہوتی تو قرعہ کی ضرورت نہ پڑتی بلکہ ترتیب وار لے جانا واجب ہوتا کہ پچھلے سفر میں ساتھ فلاں بی بی گئی تھی اب فلاں چلے۔ دوسرے یہ کہ حضور انور کا فعل شریف ہے اور فعل سے بغیر امر وجوب ثابت نہیں ہوتا، حضور نے اس کا حکم نہ دیا تیسرے یہ کہ یہ عمل شریف بھی حضور نے اپنی طرف سے کیا حکم خداوندی نہ تھا آپ پر بیویوں میں عدل گھر میں بھی واجب نہ تھا چہ جائیکہ سفر میں واجب ہوتا: لہذا حق یہ ہے کہ سفر میں باری مقرر کرنا واجب نہیں جسے چاہے لے جائے جسے چاہے چھوڑ دے۔ بعض بیویاں گھر کے انتظام کے لیے موزوں ہوتی ہیں بعض سفر کے انتظام کے لیے مناسب: ہاں مستحب یہ ہے کہ قرعہ ڈال کر لے جائے، سرکار عالی کا یہ عمل شریف بیان استحباب کے لیے ہے دیکھو مرقات، لمعات، اشعۃ اللمعات وغیرہ

[۲] آپ جلیل الشان تابعی ہیں، آپ کا نام عبداللہ ابن زید جرمی ہے، آپ پر قضا پیش کی گئی تو قبول نہ کی بلکہ قاضی بنائے جانے کے خوف سے غیر معروف جنگل میں رہنے بسنے لگے سنہ ۱۰۴ھ میں شام میں وفات پائی۔ [۳] یہ سنت قولی بھی ہے فعلی بھی، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل بھی کیا اور حکم بھی دیا۔

[۱] یعنی باکرہ جدیدہ بیوی کے پاس سات دن ٹھہرے پھر پرانی بیویوں کے پاس بھی سات سات دن ہی قیام کرے۔ اور ثیبہ جدیدہ کے پاس تین دن ٹھہرے پھر پرانی بیویوں کے پاس بھی تین تین دن ہی قیام کرے۔ مطلب یہ ہے کہ سات یا تین دن والیوں میں شمار ہوں گے یہ ہی احناف کا مذہب ہے قرآن کریم فرماتا ہے فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً۔ اکثر احادیث بھی اسی معنی کی تائید کر رہی ہیں۔ امام شافعی کے ہاں اس کے معنی یہ ہیں کہ نئی بیوی کے پاس سات یا تین دن قیام کرکے پھر باری مقرر کرے، یہ قیام ان باریوں میں شمار نہ ہوگا۔ مگر احناف کا قول بہت قوی ہے کیونکہ قول شوافع عدل کے خلاف ہے عدل تمام بیویوں میں چاہیے نئی ہوں یا پرانی قرآن کریم اور دیگر احادیث میں مطلقاً عدل کا حکم ہے نئی و پرانی میں فرق نہیں کیا گیا شوافع کے اس معنی کی بنا پر یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہوگی اور دیگر احادیث کے بھی۔ [۲] یعنی اگرچہ حضرت انس نے مجھے یہ حدیث مرفوعًا نہیں سنائی اپنا قول سنایا مگر مجھ کو یقین اعتماد ہے کہ وہ ایسی عظیم الشان بات اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی کہہ رہے ہیں۔ [۳] آپ ابوبکر ابن عبدالرحمن ابن حارث ابن ہشام ہیں یعنی ابوجہل کے بھائی کے پوتے، تابعی ہیں، مخزومی ہیں، ولید ابن عبدالملک کی خلافت میں فوت ہوئے۔

عَلٰی اَهْلِكِ هَوَانٌ اِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ عِنْدَكِ وَسَبَّعْتُ عِنْدَهُنَّ وَاِنْ شِئْتِ ثَلَّثْتُ عِنْدَكِ وَدُرْتُ قَالَتْ ثَلِّثْ وَفِیْ رِوَايَةٍ اَنَّهٗ قَالَ لَهَا لِلْبِكْرِ سَبْعٌ وَلِلثَّيِّبِ ثَلٰثٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنْ عَائِشَةَ رض اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْسِمُ بَيْنَ نِسَائِهٖ فَيَعْدِلُ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِيْ فِيْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِيْ فِيْمَا تَمْلِكُ وَلَا اَمْلِكُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَتْ عِنْدَ

قبیلہ والوں کی حقارت نہیں[1] اگر تم چاہو تو تمہارے پاس سات دن قیام کروں اور باقی بیویوں کے پاس بھی سات دن قیام کروں[2] اور اگر تم چاہو تو تمہارے تین دن قیام کروں پھر دورہ کروں[3] وہ بولیں کہ تین دن قیام فرمائیں[4] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ کنواری کے لئے سات دن ہیں اور بیوہ کے لئے تین دن[5] (مسلم) دوسری فصل: روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج پاک کے درمیان باری مقرر فرماتے تھے بہت انصاف فرماتے تھے[6] اور فرماتے تھے الٰہی یہ میری تقسیم ہے اس میں جس کا مالک ہوں پس تو مجھے عتاب نہ فرما جس کا تو مالک ہے میں مالک نہیں[7] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جب کسی کے پاس

۱؎ ام سلمہ کے دل سے وسوسہ دور فرمایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر میں یا حضرت ام سلمہ کا قبیلہ و خاندان؛ مطلب یہ ہے کہ اگر ہم تمہارے پاس کم قیام کریں تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ ہم کو تم سے محبت کم ہے اور تم ہم پر گراں ہو کہ تمہارے قبیلہ والوں کے لیے یہ بات توہین کی ہو (لمعات)۔ ۲؎ یعنی اگر ہم اس وقت تمہارے پاس سات دن قیام کریں گے تو بقیہ بیویوں کے پاس بھی سات سات دن ہی رہیں گے معلوم ہوا کہ باری اول سے ہی مقرر ہو جاتی ہے ورنہ چاہیے تھا کہ اگر حضرت ام سلمہ کے پاس سات دن قیام ہوتا تو باقی ازواج کے پاس چار چار دن قیام ہوتا کیونکہ تین دن تو ام سلمہ کے خصوصی حق کے ہوتے بعد میں باری مقرر ہوتی لہذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے۔ ۳؎ اس طرح کہ باقی ازواج کے پاس بھی تین تین دن قیام کروں لہذا یہ جملہ بھی امام اعظم کے خلاف نہیں۔ ۴؎ تاکہ حضور جلد میرے پاس تشریف لائیں۔ ۵؎ مطلب وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ اگر کنواری عورت سے شادی کرے تو سات دن اس کے پاس رہے پھر بقیہ بیویوں کے پاس سات سات دن رہے اور اگر بیوہ عورت سے نکاح کرے تو تین دن اس کے پاس رہے پھر بقیہ بیویوں کے پاس بھی تین تین دن ہی رہے اس کی پہلی باری میں بھی برابری و مساوات ہوگی۔ یہ باری اس نئی کے لئے خاص علیحدہ نہ ہوگی، ورنہ حضرت ام سلمہ سے دریافت نہ فرمایا جاتا۔ ۶؎ ہر طرح عدل فرماتے تھے باری میں، خرچ میں، ہدیہ و عطیہ میں؛ یہ ایک کلمہ تمام قسم کے عدل اور انصاف کو شامل ہے مگر باری کا عدل یا مستحبًا تھا یا کرمًا کیونکہ آپ پر باری واجب نہ تھی۔ ۷؎ یعنی برتاوے میں تو ہر طرح برابری کرتا ہوں رہا میلان قلبی اور دلی محبت وہ حضرت عائشہ صدیقہ سے زیادہ ہے، دل تیرے قبضہ میں ہے اور زیادتی میلان تیری طرف سے ہے اس میں مجھ پر عتاب نہ فرمانا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خاوند پر برتاوے اور ادائے حقوق میں برابری کرنا لازم ہے، میلان قلبی اگر کسی بیوی کی طرف زیادہ ہو تو اس کا گناہ نہیں رب تعالٰی فرماتا ہے

الرَّجُلِ امْرَاَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَشِقُّهٗ سَاقِطٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ حَضَرْنَا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ جَنَازَةِ مَيْمُوْنَةَ بِسَرِفَ فَقَالَ هٰذِهٖ زَوْجَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَهَا فَلَا تُزَعْزِعُوْهَا وَلَا تُزَلْزِلُوْهَا وَارْفُقُوْا بِهَا فَاِنَّهٗ كَانَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعُ نِسْوَةٍ كَانَ يَقْسِمُ مِنْهُنَّ لِثَمَانٍ وَلَا يَقْسِمُ لِوَاحِدَةٍ قَالَ عَطَاءٌ اَلَّتِيْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْسِمُ

دو بیویاں ہوں پھر ان میں انصاف نہ کرے تو وہ قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اس کی ایک کروٹ گری ہوئی ہوگی [1] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

تیسری فصل روایت ہے حضرت عطاء [2] سے فرماتے ہیں کہ ہم جناب ابن عباس کے ساتھ بی بی میمونہ کے جنازہ میں مقام سرف میں حاضر ہوئے [3] آپ نے فرمایا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیوی پاک ہیں تو جب تم ان کا جنازہ اٹھاؤ تو انہیں ہلاؤ نہ جھٹکا دو [4] ان پر بہت نرمی کرو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس نو بیویاں تھیں جن میں سے آٹھ کے لئے باری مقرر فرماتے تھے اور ایک کے لئے باری مقرر نہ کرتے تھے [5] حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ ہم کو اطلاع پہنچی ہے کہ جن کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باری مقرر نہ

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ ۔ [1] یعنی اس کی ایک کروٹ ٹیڑھی ہونے سے اسے چلنے پھرنے میں سخت تکلیف بھی ہو اور تمام محشر میں بدنامی بھی کہ ہر شخص پہچان لے گا کہ یہ ظالم خاوند جس نے اپنی بیویوں میں انصاف نہ کیا تھا فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر تمام بیویاں آزاد ہوں یا لونڈیاں تو سب میں یکساں باری کرے اور اگر ایک بیوی آزاد ہو دوسری لونڈی تو آزاد کے ہاں دو دن رہے لونڈی کے پاس ایک دن نیز عبادات میں مشغول ہو کر بیوی بچوں سے بے خبر ہو جانا سخت منع ہے عبادت بھی کرے بیوی بچوں میں بھی مشغول رہے بہتر میں ضعیفوں مریضوں کی خبر گیری کرے (مرقات) [2] عطاء چند ہیں اور سب تابعین ہیں یہ عطاء ابن ابی رباح ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس سے زیادہ تر روایات ان ہی عطاء کی آتی ہیں (اشعہ) [3] حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا سیدنا عبداللہ ابن عباس کی خالہ ہیں آپ کا نکاح بھی مقام سرف میں ہوا زفاف بھی وفات بھی اور اسی مقام سرف میں آپ کی قبر شریف ہے، سرف مکہ معظمہ سے ایک منزل فاصلہ پر مقام تنعیم سے قریب ہے آپ کی وفات ۵۱ھ میں ہوئی آپ کے نکاح کا عجیب واقعہ ہے کہ آپ اپنے اونٹ پر سوار تھیں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا خطبہ آپ کے کان میں پڑا تو بولیں کہ اونٹ اور اونٹ پر کی ساری چیزیں رسول اللہ کی ملک ہو گئیں پھر آپ کا نکاح ہوا (مرقات و اشعہ) [4] زعزعہ اور زلزلہ قریباً ہم معنی ہیں مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو تمہاری والدہ محترمہ ہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ان کی نعش مبارک بڑے ادب و احترام سے اٹھاؤ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا ادب و احترام بعد وفات بھی چاہیے، فقہاء فرماتے ہیں کہ زیارت قبر کے وقت صاحب قبر سے اتنی ہی دور اس طرح بیٹھے جیسے اس کی زندگی میں بیٹھتا تھا، اور فرماتے ہیں کہ روضہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کے لیے اپنے ہاتھ باندھ کر با ادب

فَمَا بَلَغَنَا اَنَّهَا صَفِيَّةُ وَكَانَتْ اٰخِرَهُنَّ مَوْتًا مَاتَتْ بِالْمَدِيْنَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَقَالَ رَزِيْنٌ قَالَ غَيْرُ عَطَاءٍ هِيَ سَوْدَةُ وَهُوَ اَصَحُّ وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ حِيْنَ اَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَاقَهَا فَقَالَتْ لَهٗ اَمْسِكْنِيْ قَدْ وَهَبْتُ يَوْمِيْ لِعَائِشَةَ لَعَلِّيْ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ نِسَائِكَ فِي الْجَنَّةِ ۞ بَابُ عِشْرَةِ النِّسَاءِ وَمَا لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنَ الْحُقُوْقِ ۞ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۞ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

فرماتے تھے وہ بی بی صفیہ تھیں[1] انہیں کی وفات سب سے آخر میں ہوئی مدینہ پاک ہی میں فوت ہوئیں[2] (بخاری مسلم) اور رزین فرماتے ہیں کہ عطاء کے علاوہ دیگر علماء نے فرمایا کہ وہ سودہ تھیں یہی زیادہ صحیح ہے[3] انہوں نے اپنا دن بی بی عائشہ کو دے دیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلاق دینا چاہا تو آپ بولیں مجھے رکھئے میں نے اپنا دن بی بی عائشہ کو دے دیا ہے تاکہ میں جنت میں آپ کی ازواج میں سے ہوں[4] بیویوں سے رفاقت کا بیان اور ہر ایک کے حقوق کیا ہیں[5] پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

کھڑا ہو، جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے (عالمگیری وغیرہ)۔ [5] کیونکہ انہوں نے اپنی باری بی بی عائشہ صدیقہ کو بخش دی تھی جیسا کہ گزر چکا۔

[1] بعض نے فرمایا یہ محض غلط ہے اور غلطی ابن جریج کی طرف سے ہے۔ مگر قاضی عیاض نے فرمایا کہ جب آیت کریمہ ترجی من تشاء منھن وتؤوی الیک من تشاء نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ، جویریہ، صفیہ، ام حبیبہ، میمونہ سے تقدیر علیحدگی فرمائی اور حضرت عائشہ، ام سلمہ، زینب، حفصہ سے قریب فرمایا پھر سب کو اپنے سے قریب فرمالیا سوائے بی بی صفیہ کے جن کے لیے باری مقرر نہ فرمائی حضرت عطاء نے یہ ہی بات کہی تھی واللہ اعلم (مرقات)۔ [2] بی بی صفیہ کی وفات رمضان ۵۰ھ امیر معاویہ کے زمانہ میں مدینہ پاک میں ہوئی اور حضرت عائشہ صدیقہ کی وفات ۵۸ھ میں، بی بی سودہ کی وفات ۵۴ھ میں، بی بی زینب کی وفات ۲۰ھ میں، بی بی جویریہ ۵۰ھ میں فوت ہوئیں (دیکھو مواہب لدنیہ اور مرقات) لہذا حضرت صفیہ کے متعلق یہ بات غلط ہے۔ [3] یہ ہی صحیح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دی نہیں تھی دینا چاہا، بعض روایات میں ہے طلاق دیدی تھی مگر عرض کرنے پر رجوع فرمالیا تھا، چنانچہ بیہقی میں حضرت عروہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی سودہ کو طلاق دے دی، جب آپ نماز کو تشریف لے گئے تو راستہ میں بی بی سودہ نے آپ کا دامن پکڑ کر یہ عرض کیا جو یہاں مذکور ہے، تو آپ نے رجوع فرمالیا: مگر روایت اول صحیح ہے: خیال رہے کہ زوجہ کے قصور کے بغیر بھی طلاق دے دینا جائز ہے نکاح باقی رکھنا مرد کا اپنا مستقل حق ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس بارے میں خصوصی اختیار ہے: یہ بھی خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلقہ بیوی نکاح کر سکتی ہیں، جو حضور کی وفات کے بعد ہیں وہ کسی سے نکاح نہیں کر سکتیں کیونکہ اس لئے کہ حضور زندہ ہیں ان کی ازواج بیوہ نہیں، خاوند والیاں بیویاں ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے۔ ولا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا اگر مطلقہ بیوی بھی کسی سے نکاح نہیں کر سکتیں تو طلاق سے فائدہ کیا ہوتا۔ [4] اس باب میں دو باتیں مذکور ہوں گی، ایک یہ کہ مرد اپنی بیویوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرے اور کس اخلاق سے زندگی گزارے، دوسرے یہ کہ خاوند کا بیوی پر کیا حق ہے اور بیوی کا خاوند پر کیا حق ہے، ان ہی دونوں چیزوں کو

وَسَلَّمَ اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ وَّاِنَّ اَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِيْمَ لَكَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ وَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا اٰخَرَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وسلم نے بیویوں کے متعلق کی وصیت قبول کرو[1] کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور یقیناً پسلی کا ٹیڑھا حصہ اس کا اوپر کا ہے[2] تو اگر اسے سیدھا کرنے لگو تو توڑ دو گے اور اگر چھوڑ دو تو ٹیڑھا رہے گا[3] لہذا عورتوں کے متعلق وصیت قبول کرو (مسلم، بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی وہ ڈھنگ پر سیدھی ہرگز نہ ہو گی[4] تو اگر تم اس سے نفع حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس سے نفع حاصل کرو حالانکہ اس میں ٹیڑھ ہو[5] اور اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو تو توڑ دو گے اس کا توڑنا اسکا طلاق ہے[6] (مسلم) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی مومن کسی مومنہ بیوی کو دشمن نہ جانے اگر اس کی کسی عادت سے ناراض ہو تو دوسری خصلت سے راضی ہو گا[7] (مسلم) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

آج مسلمان بھول گئے۔ اگر حضور کی تعلیم پر عمل ہو تو آج ہمارے گھروں کے حالات کیوں تباہ ہوں۔ [1] اس جملہ کے چند مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ میں تم کو اپنی بیویوں سے اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں تم لوگ قبول کرو ان سے اچھا برتاؤ کرو، یا تم لوگ اپنی بیویوں کے متعلق اچھی وصیت کیا کرو کہ ان کے ساتھ تمہارے عزیز و اقارب اچھا سلوک کریں، یا اپنی بیویوں کو بھلائی کا حکم کرو۔ غرضکہ یہاں باب استفعال کئی احتمال رکھتا ہے (اشعہ، مرقات، لمعات) [2] یعنی حضرت حوا کی پیدائش آدم علیہ السلام کی پسلی کے اوپری حصہ سے ہوئی جو ٹیڑھا ہے، اور تمام عورتیں ان ہی حوا کی اولاد سے ہیں، فطری طور پر سب میں ضد سے کچھ سخت مزاجی ہے اور رہے گی۔ حضرت حوا کی پیدائش کی تفصیل ہماری تفسیر نعیمی کلاں پارہ اول میں ملاحظہ کیجئے۔ [3] یعنی جو چیز ٹیڑھی بھی ہو خشک بھی، وہ سیدھی نہیں ہو سکتی، پسلی کا اوپری حصہ ٹیڑھا اور خشک ہے اور وہ سیدھا نہیں ہو سکتا اسی طرح عورت بالکل سیدھی نہیں ہو سکتی، معلوم ہوا کہ اصل کا اثر شاخ میں ہوتا ہے۔ [4] کیونکہ ٹیڑھا پن عورت کی فطرت میں داخل ہے، تعلیم و تربیت سے کچھ درست ہو جاتی ہے مگر بالکل سیدھی نہیں ہوتی۔ [5] یعنی اسے اسکی حالت پر رہنے دو، اسکی بدخلقی ناشکری وغیرہ کی برداشت کرو اور اپنا کام نکالو، اس کے بغیر تمہارا کام نہیں چل سکتے، وہ تمہاری اولاد پیدا و گھر کی منتظم ہے۔ [6] اگر تم اسے ہر بات پر ملامت کرو، اس کے ہر عمل کی نگرانی کرو تو تمہارا گھر میدان جنگ بن جائیگا اور آخر طلاق دینا پڑے گی، لہذا بعض باتوں میں چشم پوشی کیا کرو۔ [7] سبحان اللہ کیسی نفیس تعلیم، مقصد یہ ہے کہ بے عیب

لَوْلَا بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰى زَوْجَهَا الدَّهْرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْلِدُ اَحَدُكُمْ
اِمْرَاَتَهٗ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِيْ اٰخِرِ الْيَوْمِ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ
اِمْرَاَتَهٗ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّهٗ يُضَاجِعُهَا فِيْ اٰخِرِ يَوْمِهٖ ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِيْ ضَحِكِهِمْ مِنَ
الضَّرْطَةِ فَقَالَ لِمَ يَضْحَكُ اَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ

اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو کبھی گوشت نہ خراب ہوتا ۲؎ اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کبھی کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی ۳؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زمعہ سے ۴؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے نہ مارے ۵؎ کہ پھر آخر دن میں اس سے صحبت کرے گا ۶؎ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ تم میں سے کوئی ارادہ کرتا ہے تو اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے مارتا ہے کہ شاید آخر دن اس سے صحبت کریگا ۷؎ پھر انہیں گوز سے ہنسنے کے متعلق نصیحت کی تو فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس کام پر کیوں ہنستا ہے جو خود بھی کرتا ہے ۸؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ

بیوی ماننا ناممکن ہے، لہٰذا اگر بیوی میں دو ایک برائیاں بھی ہوں تو انہیں برداشت کرو کہ کچھ خوبیاں بھی پاؤ گے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ جو شخص بے عیب ساتھی کی تلاش میں رہے گا وہ دنیا میں اکیلا ہی رہ جائے گا، ہم خود ہزاروں برائیوں کا چشمہ ہیں، ہر دوست عزیز کی برائیوں سے درگزر کرو اچھائیوں پر نظر رکھو، ہاں اصلاح کی کوشش کرو، بے عیب تو رسول اللہ ہیں۔ ۲؎ اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا نام شریف ہے، ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ یہاں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل میدان تیہ میں قید کردیئے گئے، وہاں چالیس سال مقید رہے اس زمانہ میں ان پر قدرتی حلوا اور بھنا ہوا گوشت نازل ہوتا تھا یعنی من و سلویٰ، مگر حکم یہ تھا کہ روزانہ روز کا روز کھاؤ، آج کا کھانا کل کے لیے نہ بچاؤ، انہوں نے بچانا شروع کردیا، تو گوشت بگڑنے لگا، اس سے پہلے گوشت کبھی خراب نہ ہوتا تھا، اگر یہ لوگ توکل سے کام لیتے تو گوشت کبھی خراب نہ ہوتا۔ ۳؎ اس میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ شیطان نے پہلے بی بی حوا کو دھوکا دے کر گندم کھانے پر راضی کیا، حضرت حوا نے پہلے خود کھایا، پھر ضد کرکے حضرت آدم علیہ السلام کو کھلایا۔ بعض نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جناب حوا کو بھیجا کہ گندم کا درخت اکھاڑ کر پھینک دیں، آپ وہاں گئیں، درخت تو اکھاڑ دیا مگر اس کی دو بالیاں محفوظ رکھ لیں جو کچھ عرصہ بعد خود بھی کھائیں اور آدم علیہ السلام کو بھی کھلائیں یہاں خیانت سے مراد ضد کرکے خاوند سے غیر مناسب کام کرالینا ہے۔ یعنی عورتوں کی یہ ضد و ہٹ اپنی دادی صاحبہ کی میراث میں ملی ہے یہ وہاں کا اثر ہے از مرقات۔ ۴؎ آپ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے، زمعہ آپ کے والد کا نام ہے قرشی ہیں اسدی ہیں۔ ۵؎ سختی و بے دردی کے ساتھ، اس میں اشارۃً فرمایا جارہا ہے کہ اصلاح کے لیے بیوی کو تھوڑا مار سکتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاضربوھن کیونکہ خاوند بیوی کا حاکم ہے، حاکم اپنے محکوم کی اصلاح مار سے بھی کرسکتا ہے۔ استاذ شاگرد کو، باپ بیٹے کو مار سکتا ہے۔ ۶؎ یہ کلمہ یا تو قدرتی حکم کی ملامت کیلئے ہے یا اظہار تعجب کے لیے ہے یعنی چونکہ خاوند عورت سے صحبت و محبت بھی کرتا ہے لہٰذا اسے غلاموں کی طرح مارنا بہت ہی بُرا ہے کہ اب تو

اَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ لِیْ صَوَاحِبُ یَلْعَبْنَ مَعِیْ فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ یَنْقَمِعْنَ مِنْہُ فَیُسَرِّبُھُنَّ اِلَیَّ فَیَلْعَبْنَ مَعِیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْھَا قَالَتْ وَاللّٰہِ لَقَدْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْمُ عَلٰی بَابِ حُجْرَتِیْ وَالْحَبَشَۃُ یَلْعَبُوْنَ بِالْحِرَابِ فِی الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتُرُنِیْ بِرِدَائِہٖ لِاَنْظُرَ اِلٰی لَعِبِھِمْ بَیْنَ اُذُنِہٖ وَعَاتِقِہٖ ثُمَّ یَقُوْمُ مِنْ اَجْلِیْ حَتّٰی اَکُوْنَ

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں سے کھیلتی تھی[۱] اور میری کچھ سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے تو یہ چلی جاتیں[۲] پھر حضور انہیں میری طرف بھیجدیتے تو وہ میرے ساتھ کھیلتیں[۳] (مسلم بخاری) روایت انہی سے فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہوجاتے اور حبشی بچے مسجد میں نیزے بازی کرتے تھے[۴] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر پردہ کراتے تاکہ میں آپکے کان و کاندھے کے درمیان ان کا کھیل دیکھوں[۵] پھر آپ میری وجہ سے کھڑے رہتے حتی کہ میں ہی

تم اسے اسی طرح مارو اور پھر عنقریب تم بھی لگاؤ گے: بزرگ فرماتے ہیں ایک لکھو رشتے کی رکھو دوسری ملنے کی ہے۔ [۵] بعض لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے جدول بیویوں کو ایسے پیٹنے کی اجازت نہ دی گئی مگر یہ غلط ہے سخت مارنے سے ممانعت ہے نرم مار کی اجازت (مرقات) [۶] سبحان اللہ کیسا پیارا قاعدہ بیان فرمایا کہ جو کام خود بھی کرتے ہو اس کام کی بنا پر دوسروں پر کیوں ہنستے ہو؟ ع

آدمی کل انسان یری حیب غیرہ ولیعمی عن العیب الذی ھو فیہ

حضرت حاتم اصم بہرے نہ تھے ایکبار آپ کی بیوی کی ہوا آواز سے نکل گئی تو آپنے فرمایا زور سے بات کرو میں اونچا سنتا ہوں تاکہ اسے خجالت نہ ہو پھر آخر تک بہرے ہی بنے رہے (مرقات) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آواز سے گوز (ہوا) نہ نکالے لیکن اگر کسی کی ہوا آواز سے نکل جائے تو اس پر ہنسے نہ مذاق کرے کہ اس میں مسلمان کو شرمندہ کرنا ہے۔ [۱] بنات جمع ہے بنت کی بمعنی بچی و لڑکی یہاں یا تو ساتھ کھیلنے والی لڑکیاں مراد ہیں تو بمعنی صحیح ہے اور یا مراد گڑیاں ہیں کہ وہ بھی بچیوں کی شکل کپڑے سے بنائی جاتی ہیں اسلئے انہیں بنات کہتے ہیں دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ سہیلیوں کا ذکر تو آگے آرہا ہے یہ گڑیاں یا تو آپ اپنے میکے سے لائی تھیں یا حضور کے ہاں آکر خود بنائی تھیں یا خود سرکار عالی نے بنوائی تھیں بہرحال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچیوں کے لئے گڑیاں بنانا ان سے کھیلنا جائز ہے کہ یہ دراصل ان کو سینے پرونے اور کھانا تیار کرنے کی تعلیم کا ذریعہ ہے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے بچوں کے کھلونے جائز فرمائے اگرچہ وہ شکل والے ہوں لہذا تصاویر کے حکم سے وہ علیحدہ ہیں [۲] ینقمعن قمع سے بنا بمعنی چھپ جانا۔ یہاں چلا جانا مراد ہے کہ چلے جانے سے بھی انسان چھپ جاتا ہے [۳] خلاصہ یہ ہے کہ محلہ کی بچیاں میرے ساتھ گڑیاں کھیلتی تھیں جب سرکار عالی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو وہ اپنے اپنے گھر چلی جاتیں اور جب حضور باہر تشریف لے جاتے تو ان بچیوں کو ان کے گھروں سے میرے پاس بھیج دیتے تاکہ بہت ساتھ کھیلیں [۴] حجرے سے مراد یا تو خارج مسجد ہے جسے رحبہ کہا جاتا تھا چونکہ وہ جگہ مسجد سے بالکل ملی ہوئی تھی اسلئے اسے مسجد

اَنَا الَّتِیْ اَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوْا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيْثَةِ السِّنِّ الْحَرِيْصَةِ عَلَى اللَّهْوِ مُتَّفَقٌ
عَلَيْهِ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اِذَا كُنْتِ
عَنِّیْ رَاضِيَةً وَاِذَا كُنْتِ عَلَیَّ غَضْبٰی فَقُلْتُ مِنْ اَيْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ فَقَالَ اِذَا كُنْتِ عَنِّیْ رَاضِيَةً
فَاِنَّكِ تَقُوْلِيْنَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَاِذَا كُنْتِ عَلَیَّ غَضْبٰی قُلْتِ لَا وَرَبِّ اِبْرٰهِيْمَ قَالَتْ قُلْتُ اَجَلْ وَاللّٰهِ

لوٹ جاتی، تو تم اندازہ لگاؤ، نو عمر لڑکی کے کھیل کی شوقین کا ٥ (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ مجھ سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٦ ہم جانتے ہیں جب تم ہم سے راضی ہوتی ہو، اور جب تم ہم پر ناراض ہوتی ہو
میں نے عرض کیا کہ حضور آپ کہاں سے پہچانتے ہیں ٧ فرمایا جب تم ہم سے خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو محمد مصطفےٰ کے
رب کی قسم! اور جب تم ہم سے ناخوش ہوتی ہو تو کہتی ہو جناب ابراہیم کے رب کی قسم ٨ فرماتی ہیں میں بولی ہاں یارسول اللہ

فرمایا، اور ہو سکتا ہے کہ خود مسجد میں یہ کھیل ہوتا تھا کیونکہ یہ بظاہر تو کھیل تھا مگر درحقیقت تیر اندازی کی مشق یعنی جہاد کی تیاری تھی اور یہ تیاری عبادت ہے
لہذا مسجد میں جائز: رب تعالیٰ فرماتا ہے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ (اشعہ، لمعات، مرقات) ٥ بعض علماء نے فرمایا کہ
یہ واقعہ پردہ کا حکم آنے سے پہلے کا ہے ورنہ آپ کبھی اجنبی لوگوں کا کھیل نہ دیکھتیں (مرقات) فقیر کا خیال ہے کہ پردہ کا حکم آچکنے کے بعد کا ہے ورنہ سرکار عالی
چادر اور اپنے جسم شریف سے آڑ نہ کرتے لہذا یا تو وہ حبشی بچے تھے نہ کہ جوان بچوں کا کھیل دیکھنا جائز، چونکہ وہاں جوانوں کے آجانے کا بھی احتمال تھا اسلئے احتیاطاً
حضور نے آڑ فرمائی، یا یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب مردوں کو حرام تھا کہ اجنبی عورتوں کو دیکھیں مگر عورتوں پر مردوں کا دیکھنا حرام نہ تھا پھر دو طرفہ پردہ فرض ہو
گیا جیسا کہ اپنے مقام پر ظاہر ہے لہذا اس حدیث پر چکڑالوی وغیرہ اعتراض نہیں کر سکتے نہ اپنی بیویوں کو سنیما لے جانے والے استدلال کر سکتے ہیں:
٦ یعنی میں نو عمر بچی بھی تھی اور کھیل تماشہ دیکھنے کی شوقین بھی، تم اندازہ لگالو کہ میں کتنی دیر تک کھڑی رہتی ہوں گی مگر قربان جاؤں اس اخلاق مجسم صلی
اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ خود وہاں سے نہ ہٹتے تھے نہ مجھے اندر جانے کا حکم دیتے تھے بلکہ میری خاطر بہت دیر تک کھڑے رہتے تھے: ٧ جب میری عمر
پختہ اور عقل کامل ہوگئی تب مجھے میرے بچپن کا زمانہ یاد دلایا جبکہ میں نئی نئی بیاہ کر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی رضی اللہ
تعالیٰ عنہا: ٨ یہ ناراضی نازکی ہے نہ کہ نفرت کی ورنہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہونا تو کفر ہے، محبوبوں کی یہ ناراضی بھی پیاری
ہوتی ہے ؎ ناز برداری تمہاری کیوں نہ فرمائے خدا : نازنین حق نبی ہیں تم نبی کی نازنیں
بچہ باپ پر ناراض ہو کر اپنی ہر ضد پوری کرالیتا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہا لہذا اس حدیث سے روافض دلیل نہیں پکڑ سکتے: اور جناب ام المؤمنین رضی اللہ عنہا پر اعتراض نہیں کر سکتے:
٩ یعنی دل سے یا ناراضی علامات: ٥ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بچپن شریف کی عقل و فراست پر جان ایمان صدقہ کرو کہ گھریلو معاملہ میں کیسی بے دلی میں
رنج ہوتا تو لڑائی جھگڑا شور وغیرہ نہ فرماتیں بلکہ رب کا نام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت سے لیتیں کہ دل کی حفاظت کا اظہار بھی ہو جائے اور گھر میں بدمزگی بھی نہ
پیدا ہو کاش! ہماری مائیں بہنیں حضرت عائشہ صدیقہ سے سبق لیں اور اپنے گھر کو میدان جنگ نہ بنائیں:

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَھْجُرُ اِلَّا اسْمَکَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَی الرَّجُلُ امْرَاَتَہٗ اِلٰی فِرَاشِہٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْھَا الْمَلٰٓئِکَۃُ حَتّٰی تُصْبِحَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَّھُمَا قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا مِنْ رَّجُلٍ یَّدْعُوْ امْرَاَتَہٗ اِلٰی فِرَاشِہٖ فَتَاْبٰی عَلَیْہِ اِلَّا کَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ سَاخِطًا عَلَیْھَا حَتّٰی یَرْضٰی عَنْھَا وَعَنْ اَسْمَآءَ اَنَّ امْرَاَۃً قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ ضَرَّۃً فَھَلْ عَلَیَّ جُنَاحٌ اِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِیْ غَیْرَ الَّذِیْ یُعْطِیْنِیْ

میں صرف آپ کا نام ہی چھوڑتی تھی[1] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے[2] تو وہ انکار کردے[3] اور خاوند ناراض ہو کر رات گزارے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں[4] (مسلم، بخاری) انہی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ایسا کوئی شخص نہیں جو اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے پھر وہ انکار کردے تو آسمان والا اس پر ناراض ہوتا ہے[5] حتی کہ خاوند اس سے راضی ہوجائے[6] روایت ہے حضرت اسماء سے کہ ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری ایک سوکن ہے[7] تو کیا مجھ پر اس میں گناہ ہے کہ اپنے خاوند کا کوئی عطیہ ظاہر کروں جو اسکے علاوہ ہو[8]

1 یعنی میرے دل میں آپ کی محبت بدستور رہتی تھی صرف ناراضگی کے اظہار کے لیے ایسا کرتی تھی۔ 2 رات کے وقت صحبت کے لیے یا کسی اور خدمت کیلئے پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں اس سے اشارۃً چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ گھر میں چند بستر رکھنا جائز ہے خاوند کا علیحدہ بیویوں کا علیحدہ۔ دوسرے یہ کہ صحبت کے بعد علیحدگی بہت ضروری ہے تیسرے یہ کہ عورت کا شوہر کے بستر پر جانا بہتر ہے بمقابلہ اس کے کہ مرد عورت کے بستر پر جائے کیونکہ شوہر کا بستر بمقابلہ عورت کے بستر کے پاک صاف ہوتا ہے عورت کا بستر بچوں کی وجہ سے میلا۔ 3 بغیر عذر آنے سے انکار کردے فقہاء فرماتے ہیں کہ بحالت حیض بھی شوہر کے بلانے پر پہنچ جائے کہ حیض میں صحبت حرام ہے نہ کہ بوس و کنار اور ساتھ لیٹنا وغیرہ (مرقات)۔ 4 یہاں رات کو بلانے کا ذکر صحبت سے ذکر اس لئے ہوا کہ عموماً بیویوں کے پاس رہنا سہنا رات ہی کو ہوتا ہے دن میں کم ورنہ اگر دن میں خاوند بلائے عورت نہ آئے تو شام تک فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں رات کی لعنت صبح کو اس لئے ختم ہوجاتی ہے کہ صبح اٹھنے پر خاوند کام دکاج میں لگ جاتا ہے رات کا غصہ ختم یا کم ہوجاتا ہے۔ 5 اللہ تعالیٰ جس کی حکومت ملکیت آسمان میں بھی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰہٌ اگرچہ زمین و آسمان و مالکان سب ہی اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں مگر چونکہ آسمان فیض دینے والا ہے زمین فیض لینے والی، اس حیثیت سے آسمان زمین سے افضل ہے اسی لئے صرف آسمان کا ذکر ہوا یا آسمان میں رہنے والے فرشتے تب یہ حدیث پچھلے مضمون کے موافق ہے اس سے معلوم ہوا کہ آسمان میں رہنے والے فرشتے زمین والوں کے ہر کھلے چھپے حالات سے خبردار ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ان فرشتوں سے کہیں زیادہ ہے آپ بھی ہمارے ہر ظاہر و پوشیدہ حالات سے باخبر ہیں۔ 6 معلوم ہوا کہ خاوند کی رضا میں رب تعالیٰ اور فرشتوں کی رضا ہے جب خاوند کی رضامندی کی شہوت نفسانی میں اتنی اہم ہے تو دینی امور میں اسے راضی کرنا کتنا ضروری ہوگا مگر خیال رہے کہ شرعی حرام کاموں میں خاوند کی رضا حاصل نہ کرے لہذا بحالت حیض خاوند کو صحبت نہ کرنے دے۔ 7 عربی میں سوکن کو ضرہ کہتے ہیں ضر ضرر سے بنا ہے بمعنی نقصان چونکہ سوکن ضرر و نقصان کا سبب ہے یا نقصان پہنچانے کی عموماً کوشش کرتی ہے اس لئے اسے ضرہ کہتے ہیں۔ اس کا دوسرا نام فلیقہ بھی ہے

فَقَالَ الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اٰلٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِّسَآئِهٖ شَهْرًا وَّكَانَتْ اِنْفَكَّتْ رِجْلُهٗ فَاَقَامَ فِيْ مَشْرُبَةٍ تِسْعًا وَّ
عِشْرِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اٰلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ اِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعًا وَّ
عِشْرِيْنَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ يَّسْتَاْذِنُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَوَجَدَ النَّاسَ جُلُوْسًا بِبَابِهٖ لَمْ يُؤْذَنْ لِاَحَدٍ مِّنْهُمْ قَالَ فَاُذِنَ لِاَبِيْ بَكْرٍ فَدَخَلَ ثُمَّ

تو فرمایا نہ دی ہوئی چیز کا ظاہر کرنے والا جھوٹے کپڑے پہننے والے کی طرح ہے[5] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے ایک مہینہ کا ایلاء کیا[1] اور آپ کا پاؤں موچ گیا تھا[2] تو آپ نے بالاخانے میں انتیس رات قیام کیا[3] پھر نیچے تشریف لائے تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے تو ایک مہینہ کا ایلاء کیا تھا، فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے[4] (بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق آئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت لیں، لوگوں کو آپ کے دروازہ پر بیٹھے پایا۔ جن میں سے کسی کو اجازت نہ ملی تھی[5] فرماتے ہیں کہ ابوبکر کو اجازت مل گئی آپ داخل ہو گئے پھر

یعنی بہت محبوب ہر سوکن اپنی سوکن کے عیوب سمجھنے میں بڑی تیز ہوتی ہے اسی لیے فیصلہ کرتے ہیں (مرقات) ۵ یعنی بیوی اپنی سوکن کو جلانے کے لئے یہ ظاہر کرے کہ خاوند مجھے بہت دیتا ہے مثلاً اپنے میکے کا جوڑا پہن کر کہے کہ خاوند نے دیا ہے ۶ یعنی جیسے کوئی شخص امانت یا عاریت کے اعلیٰ کپڑے پہن کر بھرے رنگ جمع کر رہا ہو کہ اپنے کپڑے ہیں پھر جلدی میں حال کھلنے پر ذلیل بھی ہو گناہگار بھی ایسے ہی یہ ہے یا جیسے کوئی فاسق و فاجر متقی کا لباس پہن کر صوفی بنا پھرے پھر حال کھلنے پر رسوا ہو ۱ ایلاء بنا ہے ألی سے بمعنی قریب ہونا مع سلب کی ہے یعنی قریب نہ جانا شریعت میں ایلاء یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس چار ماہ تک نہ جانے کی قسم کھالے اس کا حکم یہ ہے کہ یہ خاوند اپنی قسم توڑے کہ اس مدت میں بیوی سے قولاً یا فعلاً رجوع کرے کفارہ قسم ادا کرے یا ایلاء پورا کرے اور چار ماہ گذرتے ہی طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایلاء شرعی نہ تھا لغوی تھا کیونکہ ایک ماہ کا تھا اس ایلاء کا واقعہ بہت مشہور ہے کتب احادیث میں مذکور ہے ۲ گھوڑے سے گر جانے کی وجہ سے پاؤں شریف میں موچ آ گئی تھی یا پاؤں اتر گیا تھا (اشعہ) مرقات نے فرمایا کہ غالب یہ ہے کہ زیادہ کھڑے رہنے کی وجہ سے پاؤں شریف پر ورم آ گیا تھا اور تکلیف ہو گئی تھی جیسے نووی نے انفکت سے بیان فرمایا (مرقات) ۳ مشربہ میم کے فتح ر کے پیش سے مقبرہ کی طرح بمعنی بالاخانہ غرفہ جسے پنجاب میں چوبارہ کہا جاتا ہے وہ بالاخانہ ایسا پر تکلف نہ تھا جیسا آج کل امیروں کا ہوتا ہے یعنی ایلاء کے زمانہ میں سرکار کسی زوجہ پاک کے پاس نہ رہے بلکہ علیحدہ کوٹھڑی میں قیام فرمایا۔

۴ یعنی یہ مہینہ انتیس کا ہے آج ہمارے ایلاء کی مدت پوری ہو گئی اور ہم نے اسی مہینہ کا ایلاء کیا تھا علماء فرماتے ہیں جو کسی خاص مہینہ کے روزے کی نذر مانے اور وہ انتیس دن کا ہو تو اس پر انتیس روزے ہی کافی ہوں گے مگر جو غیر معین مہینہ کے روزوں کی نذر مانے اس پر تیس دن کے روزے ہی لازم ہوں گے اگرچہ وہ مہینہ انتیس دن کا ہو جس میں روزے رکھے (مرقات) ۵ واقعہ یہ تھا کہ ازواج مطہرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فقر و فاقہ کی شکایت کرتے ہوئے زیادہ خرچہ دینے کے متعلق عرض کیا بعض نے یہ بھی کہا کہ فلاں فلاں کی بیویاں

أَقْبَلَ عُمَرُ فَاسْتَأْذَنَ فَأَذِنَ لَهُ فَوَجَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا حَوْلَهُ نِسَاءُهُ وَاجِمًا سَاكِتًا قَالَ فَقَالَ لَأَقُوْلَنَّ شَيْئًا أُضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ رَأَيْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ سَأَلَتْنِي النَّفَقَةَ فَقُمْتُ إِلَيْهَا فَوَجَأْتُ عُنُقَهَا فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ هُنَّ حَوْلِي كَمَا تَرٰى يَسْأَلْنَنِي النَّفَقَةَ فَقَامَ أَبُوْ بَكْرٍ إِلٰى عَائِشَةَ يَجَأُ عُنُقَهَا وَقَامَ عُمَرُ إِلٰى حَفْصَةَ يَجَأُ عُنُقَهَا كِلَاهُمَا يَقُوْلُ تَسْأَلِيْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ فَقُلْنَ وَاللّٰهِ لَا نَسْأَلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا أَبَدًا لَيْسَ عِنْدَهُ

جناب عمر آئے اجازت مانگی انہیں بھی مل گئی [1] انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو غمگین خاموش بیٹھا پایا کہ آپ کی ازواج ارد گرد تھیں [2] آپ نے سوچا کہ میں ایسی بات کہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسا دوں [3] تو عرض کیا یا رسول اللہ حضور خارجہ کی بیٹی کو ملاحظہ فرماتے کہ اس نے مجھ سے خرچہ مانگا تو میں اس کی طرف بڑھا ان کی گردن مروڑ دی [4] چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے [5] اور فرمایا یہ بھی میرے گرد بیٹھی ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو مجھ سے خرچہ کا مطالبہ کرتی ہیں [6] تو ابوبکر عائشہ کی طرف اٹھے ان کی گردن مروڑنے لگے اور عمر حفصہ کی طرف اٹھے وہ ان کی گردن مروڑنے لگے [7] یہ دونوں کہتے تھے کیا تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے وہ چیزیں مانگتی ہو جو ان کے پاس نہیں ہے [8] وہ بولیں اللہ کی قسم ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کبھی وہ چیز نہ مانگیں گی جو آپ کے پاس نہ ہو [9]

ایسے عمدہ لباس پہنتی ہیں ایسے عیش میں ہیں تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ایک ماہ تک تم میں سے کسی کے پاس نہ آئیں گے اور بالاخانہ پر تشریف فرما ہو گئے اور تمام صحابہ سے بھی علیحدگی اختیار فرمالی، اس پر مشہور ہو گیا کہ حضور نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ لوگ گھبرا گئے اسی گھبراہٹ میں حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق حاضر ہوئے کیونکہ ان کی صاحبزادیاں بی بی عائشہ صدیقہ اور بی بی حفصہ حضور کے نکاح میں تھیں۔

[1] چونکہ اس وقت تک پردہ کی آیات نازل نہ ہوئی تھیں اس لئے ان دونوں بزرگوں کو ازواج پاک کی موجودگی میں اجازت مل گئی۔ [2] غالبًا یہ اجتماع عائشہ صدیقہ کے حجرے میں تھا۔ [3] یہ ہنسانا بھی عبادت تھا۔ حضور کو خوش کرنا عبادت ہے جیسے آپ کو غمگین کرنا گناہ، ایسے موقعوں پر جناب عمر ہمیشہ پہل کرتے تھے۔ [4] بنت خارجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ پاک ہیں۔ [5] یعنی میری بیوی نے مجھ سے حاجت سے زیادہ خرچہ مانگا عیش و طرب کے لئے تو میں نے اسے یہ سزا دی کیونکہ بقدر ضرورت تو خرچہ میں دیتا ہوں۔ [6] معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق کا یہ عمل پسند فرمایا، پتہ لگا کہ خاوند اپنی زوجہ کو نافرمانی یا بے جا مطالبہ پر سزا دے سکتا ہے کہ وہ عورت کا حاکم ہے۔ [7] یعنی ہمارے ہاں بھی یہی معاملہ درپیش ہے کہ ہماری یہ ازواج ہم سے زیادہ خرچہ کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ [8] معلوم ہوا کہ والد اپنی جوان شادی شدہ بیٹی کو سزا دے سکتا ہے ان دونوں حضرات نے حضور کی موجودگی میں اپنی صاحبزادیوں سے یہ برتاؤ کیا۔ [9]

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

بوریا ممنون خواب راحتش
تاج کسریٰ زیر پائے امتش

ثُمَّ اعْتَزَلَهُنَّ شَهْرًا اَوْ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ ثُمَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ حَتّٰى بَلَغَ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا قَالَ فَبَدَاَ بِعَائِشَةَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اَعْرِضَ عَلَيْكِ اَمْرًا اُحِبُّ اَنْ لَّا تَعْجَلِيْ فِيْهِ حَتّٰى تَسْتَشِيْرِيْ اَبَوَيْكِ قَالَتْ وَمَا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَتَلَا عَلَيْهَا الْاٰيَةَ قَالَتْ اَفِيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْتَشِيْرُ اَبَوَيَّ بَلْ اَخْتَارُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَاَسْاَلُكَ اَنْ لَّا تُخْبِرَ امْرَاَةً مِّنْ نِّسَائِكَ بِالَّذِيْ قُلْتُ قَالَ لَا تَسْاَلُنِيْ امْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ اِلَّا اَخْبَرْتُهَا اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْنِيْ مُعَنِّتًا مُتَعَنِّتًا وَّلٰكِنْ بَعَثَنِيْ مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ

پھر حضور ازواج سے ایک ماہ یا انتیس دن علیحدہ رہے پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اے نبی اپنی بیویوں سے فرماؤ والی قول تم میں سے نیک کار بیویوں کے لیے بڑا ثواب ہے؎ فرماتے ہیں کہ پھر حضور نے عائشہ سے ابتداء کی؎ فرمایا اے عائشہ تم پر ایک چیز پیش کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس میں جلدی نہ کرنا حتی کہ اپنے والدین سے مشورہ کرلو؎ وہ بولیں یا رسول اللہ وہ کیا ہے؟ تب حضور نے ان پر یہ آیت تلاوت کی؎ آپ بولیں کیا آپ کے بارے میں یا رسول اللہ میں ماں باپ سے مشورہ کروں بلکہ میں اللہ رسول اور آخرت کے گھر کو اختیار کرتی ہوں؎ اور حضور سے عرض ہے کہ اپنی ازواج میں سے کسی بی بی کو نہ بتائیں جو میں نے عرض کیا؎ آپ نے فرمایا ان میں سے کوئی بی بی مجھ سے نہ پوچھے گی مگر میں خبر دے دوں گا؎ یقینًا اللہ نے مجھے مشقت میں ڈالنے والا بھیجا نہ مشقت میں پڑنے والا لیکن مجھے بھیجا ہے علم سکھانے والا آسانی کرنے والا؎ (مسلم)

بھاں کر خرچ فرمایا اپنے پاس کچھ نہ رکھا اغناہم اللہ ورسولہ من فضلہ؎ یہ ماجرا دیکھ کر تمام ازواج پاک نے بیک زبان یہ وعدہ کیا؎ کیونکہ حضور اس واقعہ سے پہلے علیحدگی کی قسم اٹھا چکے تھے اسلئے اگرچہ ان بیویوں نے یہ وعدہ کرلیا مگر حضور نے اپنی قسم پوری فرمائی (مرقات، لمعات)؎ واقعہ کی ترتیب یہ ہوئی کہ اولاً ازواج مطہرات نے عرصہ تک زیادہ خرچہ کا مطالبہ کیا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلاء کی قسم اٹھائی پھر حضرت صدیق و فاروق کا یہ واقعہ پیش آیا پھر ازواج پاک نے یہ وعدہ کیا جو یہاں مذکور ہے پھر حضور نے علیحدگی اختیار کی مدت ایلاء ختم پر آیت کا نزول ہوا پھر ازواج پاک کو طلاق لینے کا اختیار دیا گیا؎ کیونکہ عائشہ صدیقہ ان سب میں عالمہ عاقلہ تھیں؎ چونکہ تم عمر میں چھوٹی ہو اور چھوٹی بچیاں بھی دنیا کی زیب زینت پر زیادہ مائل ہوتی ہیں اسلئے والدین سے مشورہ کرکے فیصلہ کرو (مرقات) اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ سرکار عائشہ صدیقہ کے اپنے پاس رہنے پر بہت ہی خوش ہیں؎ جس میں فرمایا گیا ہے کہ اے نبی کی بیویو اگر تم کو دنیا کی زیب زینت کا شوق ہے تو آؤ میں تم کو طلاق دے دوں اور اگر اللہ رسول اور قیامت کی بہتری چاہتی ہو تو میرے ساتھ فقر و فاقہ پر قناعت کرو تب ام المؤمنین نے یہ جواب دیا؎ یہ ہے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی فراست و دانائی، علم و عقل اس سے معلوم ہوا کہ دین و دنیا کا اجتماع نہیں ہوتا؎ تاکہ ہر بی بی پاک کے علم و عقل کا امتحان ہو جائے؎ تاکہ وہ پوچھنے والی بی بی تمہاری پیروی کرے جس سے تم کو بھی ثواب ملے؎ معنت بنا ہے عنت سے بمعنی گناہ و مشقت۔ معنت دوسروں کو گناہ یا مشقت میں ڈالنے والا، متعنت خود گناہ یا مشقت میں واقع ہونے والا۔ مطلب یہ ہے کہ دوسری بیویوں کو تمہارے جواب سے ضرور خبردار کروں گا تاکہ ان کے لئے تمہارا جواب مشعل راہ بنے اس جواب کی اشاعت مفید ہے چھپانا ان کے لئے مضر ہوگا چنانچہ ان بیویوں نے وہی جواب دیا جو ام المؤمنین عائشہ صدیقہ نے دیا تھا سب فقر و فاقہ پر راضی ہوگئیں اور سب نے حضور کے ساتھ زندگی گذارنے کو اللہ کی بڑی نعمت سمجھا؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ضرورت کے وقت حاکم عالم سلطان اپنے

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغَارُ عَلَى اللَّاتِي وَهَبْنَ أَنْفُسَهُنَّ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَتَهَبُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَلَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالَى تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ قُلْتُ مَا أَرَى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَحَدِيثُ جَابِرٍ اتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ ذُكِرَ فِي قِصَّةِ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں ان عورتوں پر غیرت کرتی تھی جو اپنی جانیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش دیتی تھیں میں کہتی تھی کیا عورت اپنی جان بخشتی ہے ۱؎ پھر جب اللہ تعالٰی نے یہ آیت اتاری کہ آپ ان عورتوں میں سے جسے چاہیں ہٹائیں جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں اور جن کو علیحدہ کردیا ہے ان میں جسے چاہیں بلالیں تو آپ پر کوئی گناہ نہیں ۲؎ تو میں نے عرض کیا کہ میں آپ کے رب کو نہیں دیکھتی مگر وہ آپ کی خواہش پوری فرمانے میں جلدی کرتا ہے ۳؎ (مسلم، بخاری) اور حضرت جابر کی حدیث کہ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو حجۃ الوداع کے قصہ میں ذکر کردی گئی ۴؎

دوسری فصل: روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ آپ کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں

دروازے پر داڑھی بال کو سنبھال سکتے ہیں ورنہ عموماً حضور کے دروازے پر حاجت ڈیوڑھی بان نہ ہوتے تھے، کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل نہ ہونا چاہیے خواہ خاص دوست ہو یا اجنبی، اپنی جوان اولاد کو باپ سزا دے سکتا ہے اگرچہ اولاد شادی شدہ ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج پاک نے بخوشی اپنی زندگی مسکینیت میں گزار دی۔ بالاخانہ پر رہنا درست ہے: خاوند اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار دے سکتا ہے یہ اختیار دینا طلاق نہ ہوگا بلکہ اگر بیوی طلاق کو اختیار کرے تب طلاق ہوگی حضرت علی اور زید ابن ثابت و حسن سے جو مروی ہے کہ اختیار طلاق دینا ہی طلاق ہے شاید انہیں یہ حدیث نہ پہنچی (مرقات) ۱؎ یعنی بعض عورتیں بارگاہ رسالت میں عرض کرتی تھیں کہ میں اپنی جان آپ کے سپرد کرتی ہوں یہ مجھے بے غیرتی معلوم ہوتی تھی کہ عورت یہ جرأت کیسے کرتی ہے کہ اپنے کو خود پیش کرے۔ ۲؎ اس آیت کے دو معنی کئے گئے ہیں ایک یہ کہ اے محبوب آپ کو اختیار ہے کہ جس بیوی کو چاہیں اپنے سے علیحدہ رکھیں کہ اس کے لئے باری کوئی مقرر نہ فرمائیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں دوسرے یہ کہ اے محبوب جس عورت سے آپ چاہیں نکاح کریں اور اسے اپنے پاس رکھیں اور جس سے چاہیں نکاح نہ کریں آپ پر تعداد ازواج کی کوئی پابندی نہیں اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت کی ناسخ ہے لایحل لک النساء من بعد۔ ۳؎ ام المؤمنین نے اس آیت کی دوسری تفسیر اختیار فرمائی کہ آپ جس قدر عورتوں سے چاہیں نکاح کریں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ام المؤمنین کا عقیدہ یہ تھا ؎

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم ۔ خدا چاہتا ہے رضائے محمد

لہذا اگر حضور ہم جیسے گنہگاروں کو رب سے بخشوانا چاہیں تو رب تعالٰی ضرور بخش دے گا کیونکہ وہ حضور کی رضا چاہتا ہے ؎

تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کے دھلیں ۔ کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

خیال رہے کہ چند عورتوں نے اپنے کو حضور پر پیش کیا ہے، میمونہ، ام شریک، زینب بنت خزیمہ، خولہ بنت حکیم، رب تعالٰی فرماتا ہے وامرأۃ ان وہبت

قَالَتْ فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلٰى رِجْلَيَّ فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِيْ قَالَ هٰذِهٖ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ۔ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ وَاِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِلٰى قَوْلِهٖ لِاَهْلِيْ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْاَةُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا

فرماتی ہیں کہ میں نے حضور کے ساتھ دوڑ لگائی تو میں پاؤں سے آگے نکل گئی۴ پھر جب میں کچھ بھاری ہوگئی تو آپ نے دوڑ لگائی تو آپ مجھ سے آگے بڑھ گئے۵ فرمایا یہ اس سبقت کا عوض ہوگیا۶ (ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہوں۷ اور جب تمہارا ساتھی مرجائے تو اسے چھوڑ دو۸ (ترمذی، دارمی) اور ابن ماجہ عن ابن عباس ان کے فرمان لاہلی تک۔ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت جب اپنی پانچ نمازیں پڑھے اور اپنے ماہ رمضان کا روزہ رکھے۹ اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے

نفسها النبی الخ (مرقات)۔ ۳؎ یعنی مصابیح میں وہ حدیث اسی جگہ تھی میں نے مناسبت کا خیال کرتے ہوئے حجۃ الوداع کے باب میں ذکر کردی۔ ۴؎ یعنی بحالت سفر کسی منزل پر ہم نے قیام کیا میدان صاف تھا اندھیرے یا دن میں ایک میں تھی میں نے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوڑ لگائی کہ دیکھیں کون آگے نکل جائے یہ دوڑ صرف پیدل تھی پاؤں پر تھی میں آگے نکل گئی حضور نے خود ہی آپ کو آگے نکل جانے دیا ہوگا انہیں خوش کرنے کیلئے۔ ۵؎ یہ پتہ نہ لگا کہ یہ دوڑ کس جگہ ہوئی بہرحال کچھ عرصہ کے بعد ہوئی ہوگی اور اس دوڑ میں آپ پیچھے رہ گئیں، یہ ہے اپنی ازواج پاک سے اخلاق کا برتاؤ۔ ایسے اخلاق سے گھر جنت بن جاتا ہے مسلمان یہ اخلاق بھول گئے۔ خیال رہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ لڑکپن ہی میں حضور کے نکاح میں آئیں جبکہ حضور کی عمر شریف پچاس سال کے قریب تھی، اس قدر تفاوت عمر کے باوجود آپ کبھی نہ گھبرائیں کیونکہ ان اخلاق کریمانہ کی وجہ سے، باقی بیویاں بیوگان اور عمر رسیدہ تھیں، لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ گڑیاں کھلانا، دوڑ لگانا، کھیل دکھانا صرف عائشہ صدیقہ ہی سے کیوں ہے دوسری بیویوں سے کیوں نہیں۔ ۶؎ یعنی اب کیسے ہم جیت گئے بدلہ ہوگیا۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ چار چیزوں میں دوڑ جائز ہے اونٹ، گھوڑا، تیر اندازی، پیدل، ان میں دو طرفہ مال کی شرط حرام ہے کہ یہ جوا ہے، یک طرفہ جائز ہے کہ انعام ہوں اگر تیسرا کہہ دے کہ تم میں سے جو جیتے گا اسے یہ انعام ملے گا جائز ہے۔ ۷؎ یعنی بڑا خلیق وہ ہے جو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ خلیق ہو کہ ان سے ہر وقت کام رہتا ہے اجنبی لوگوں سے خلیق ہونا کمال نہیں کہ ان سے ملاقات کبھی کبھی ہوتی ہے، ہم نے اس اخلاق کریمانہ کا نمونہ قائم فرما دیا ہے سبحان اللہ ۸؎ یعنی خاوند بیوی میں سے جو مر جائے تو اسے دعا اچھائی سے یاد کرے یا کوئی مسلمان بھائی مر جائے تو اس کے عیوب بیان نہ کئے جائیں کہ مردہ کی غیبت بدترین گناہ ہے کیونکہ اس سے معاف نہیں کراسکتے۔ خیال رہے کہ راویان حدیث کے عیوب بیان کرنا غیبت نہیں بلکہ یہ حدیث کی تحقیق ہے غیبت کی تحقیق اور اس کے اقسام و احکام ہمارے فتاویٰ میں ملاحظہ فرمائیے اور کچھ اس کتاب میں بھی عرض کئے جاچکے ہیں اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ مردہ کی غیبت نہ کرو زندہ مسلمان کی غیبت خوب کیا کرو۔ ۹؎ یہاں خصوصیت سے عورت کا ذکر اس لئے ہے کہ آگے نماز مذ

فَلْتَدْخُلْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ رَوَاهُ أَبُو نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ ◦ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ
أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ◦ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ◦ وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا الرَّجُلُ دَعَا زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ وَإِنْ كَانَتْ

تو جنت کے جس دروازہ سے چاہے داخل ہوجائے ؎ (ابونعیم حلیہ)؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے ؎ تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے ؎ (ترمذی)؛ روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو عورت مرجائے اس حال میں کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو ؎ تو جنت میں جائے گی ؎ (ترمذی)؛ روایت ہے حضرت طلق ابن علی سے ؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب مرد اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے لیے بلائے ؎ تو وہ فوراً اس کے پاس آئے اگرچہ

کی اطاعت کا بھی ذکر آرہا ہے جو صرف عورت پر فرض ہے، نمازوں سے مراد پاکی کے زمانہ کی نمازیں ہیں، روزوں سے مراد رمضان کے روزے ہیں ادا یا قضاء کہ ناپاکی کی حالت میں عورت روزے نہیں رکھ سکتی قضاء کرے گی ؎ اس طرح کہ زنا اور اسباب زنا سے بچے بے پردگی گانا ناچنا وغیرہ حرام کام کے اسباب بھی حرام ہیں جیسے فرض کے اسباب فرض شرائط نماز کی وجہ سے وضو وغیرہ بھی فرض ہے ؎ کہ اس کا ہر جائز حکم مانے بشرطیکہ قادر ہو ؎ چونکہ اس صالحہ بی بی نے ہر قسم کی عبادات کی ہیں اس لئے اسے ہر قسم کے دروازے سے جنت میں جانے کی اجازت ہے جنت کے بہت دروازے ہیں ہر دروازہ خاص عبادت والے کیلئے ہے ؎ یعنی ہماری شریعت میں غیر خدا کو سجدہ حرام ہے سجدۂ عبادت کفر ہے سجدۂ تعظیم حرام، دوسری شریعتوں میں بندوں کو سجدۂ تعظیم جائز تھا اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک احکام ہیں کہ فرماتے ہیں اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفےٰ میں دیکھئے، یہاں حکم سے مراد وجوبی حکم ہے یا استحبابی یا اباحت کا ؎ کیونکہ خاوند کے حقوق بہت زیادہ ہیں اور عورت اس کے احسانات کے شکریہ سے عاجز ہے اسی لئے خاوند ہی اس کے سجدے کا مستحق ہوتا (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ خاوند کی اطاعت و تعظیم اشد ضروری ہے اس کی ہر جائز تعظیم کی جائے، اسی قاعدے سے فقیر کہتا ہے کہ اگر اسلام میں کسی بندے کے لئے سجدہ جائز ہوتا تو ہم اپنے نبی کو بلکہ ان کے نام کو سجدہ کرتا خیر دل تو ان کو ساجد ہی ہے ؎

اے جوش دل گران کو یہ سجدہ روا نہیں ؎ اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

؎ یہاں خاوند سے مراد مسلمان عالم متقی خاوند ہے (مرقات) یہ قیود بہت ہی مناسب ہیں، بعض بے دین خاوند تو عورت کی نماز سے ناراض ہوتے ہیں اس کے گانے بجانے، سینما جانے، بے پردہ پھرنے سے راضی ہوتے ہیں یہ رضا بے ایمانی ہے ؎ مرتے ہی روحانی طور پر یا بعد قیامت جسمانی طور پر، کیونکہ اس نیک بی بی نے اللہ کے حقوق بھی ادا کئے بندے کے حقوق بھی ؎ آپ صحابی ہیں، یمامہ سے ایلچیوں قاصدوں کے ساتھ حضور صلی اللہ

عَلَى التَّنُّوْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؛ وَعَنْ مُعَاذٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ لَا تُؤْذِيْهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ فَاِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيْلٌ يُوْشِكُ اَنْ يُّفَارِقَكِ اِلَيْنَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ؛ وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقُشَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا حَقُّ زَوْجَةِ

تنور پر ہو لے (ترمذی)؛ روایت ہے حضرت معاذ سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا نہیں ستاتی کوئی عورت اپنے خاوند کو دنیا میں مگر اس کی حورعین بیوی کہتی ہے کہ خدا تجھے غارت کرے اسے نہ ستا کیونکہ یہ تیرے پاس مہمان ہے بہت قریب تجھے چھوڑ کر ہماری طرف آجائے گا (ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت حکیم ابن معاویہ قشیری سے وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے کسی کی بیوی

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوسکے؛ ۵ حاجت سے مراد صحبت ہے جبکہ یہ صحبت کرانے کے لائق ہو۔
۱ اور روٹیاں تنور میں لگادی ہوں کہ اس حال میں وہاں سے ہٹنا روٹیاں جل جانے کا سبب ہے مگر یہ جب ہے کہ روٹیاں خاوند کی ہوں اگر کسی دوسرے کی ہیں تو نہ جائے، اگر گئی اور روٹیاں ضائع ہوگئیں تو اس کا تاوان دینا ہوگا؛ ۲ جو اس کے نکاح میں آچکی ہے ملے گی بعد قیامت رب تعالیٰ فرماتا ہے وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ؛ ۳ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ حوریں نورانی ہونے کی وجہ سے جنت میں زمین کے واقعات دیکھتی ہیں دیکھو یہ لڑائی ہو رہی ہے کسی گھر کی چار دیواری میں اور حور جنت میں ہے یہاں سے فرمایا کہ ملأ اعلیٰ دنیا والوں کے ایک ایک عمل پر خبردار ہیں دوسرے یہ کہ حوروں کو لوگوں کے انجام کی خبر ہے کہ فلاں مومن جنتی مریگا تیسرے یہ کہ حوروں کو لوگوں کے مقام کی خبر ہے کہ بعد قیامت یہ جنت کے فلاں درجہ میں رہے گا چوتھے یہ کہ حوریں آج بھی اپنے خاوند انسانوں کو جانتی پہچانتی ہیں، پانچواں یہ کہ آج بھی حوروں کو ہمارے دکھ سے دکھ پہنچتا ہے ہمارے مخالف سے ناراض ہوتی ہیں۔ جب حوروں کے علم کا یہ حال ہے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم جو تمام خلق سے بڑے عالم ہیں ان کے علم کا کیا پوچھنا، آج لوگ حضور کو حاضر ناظر ماننا شرک کہتے ہیں، یہاں سے معلوم ہوا کہ حور حاضر ناظر ہے، چھٹے یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جنت کے حالات حوروں کے کلام سے خبردار ہیں جب ہی حور کا یہ کلام نقل فرما رہے ہیں دیکھو وہ ہے حور، حضور ہیں نور صلے اللہ علیہ وسلم، ہر حور دنیا کے ہر گھر کے ہر حال سے خبردار ہے مگر یہ کلام وہ ہی حور کرتی ہے جس کا زوج اس گھر میں ہو؛ ۴ یعنی ترمذی کی روایت میں یہ حدیث غریب ہے ابن ماجہ کی روایت میں نہیں مگر یہ غرابت مضر نہیں، کیونکہ اس حدیث کی تائید قرآن کریم سے ہو رہی ہے، رب تعالیٰ فرشتوں کے متعلق فرماتا ہے یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ تمہارے کام فرشتے جانتے ہیں اور ابلیس و ذریت ابلیس کے متعلق فرماتا ہے اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ جو حدیث کی تائید قرآن مجید سے ہو جائے تو ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے؛ ۵ یہ حکیم تابعی ہیں قبیلہ بنی قشیر سے ہیں، جو قشیر ابن کعب کی اولاد سے ہیں، امام نسائی نے فرمایا کہ ان کی حدیث مقبول ہے جامع اصول میں کہا کہ آپ اگرچہ بصری ہیں لیکن دیہات کے رہنے والے ہیں مگر حسن الحدیث ہیں ان کے والد معاویہ قشیری صحابی ہیں مگر انہیں صاحب مشکوٰۃ نے اسماء الرجال میں ذکر نہ فرمایا کیونکہ ان کے حالات معلوم نہ ہوسکے کچھ بھی ہو تمام صحابہ ثقہ عادل ہیں؛

أَحَدِنَا عَلَيْهِ قَالَ أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا يُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ٭ وَعَنْ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ لِي امْرَأَةً فِي لِسَانِهَا شَيْءٌ يَعْنِي الْبَذَاءَ قَالَ طَلِّقْهَا قُلْتُ إِنَّ لِي مِنْهَا وَلَدًا وَلَهَا صُحْبَةٌ قَالَ فَمُرْهَا يَقُولُ عِظْهَا فَإِنْ يَكُ فِيهَا خَيْرٌ فَسَتَقْبَلُ وَلَا تَضْرِبَنَّ

کا حق اس پر کیا ہے فرمایا جب تم کھاؤ تو اسے کھلاؤ اور جب پہنو اسے پہناؤ ۱ اور اس کے منہ پر نہ مارو ۲ اور اسے برا نہ کہو ۳ اور اسے نہ چھوڑو مگر گھر میں ۴ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت لقیط ابن صبرہ سے ۵ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ میری ایک بیوی ہے جس کی زبان میں کچھ ہے یعنی بدزبانی یا تیز زبانی ۶ فرمایا اسے طلاق دے دو ۷ میں نے عرض کیا کہ اس سے میرے بچے ہیں اور اسے میری پرانی صحبت ہے ۸ فرمایا تو اسے حکم دو یعنی نصیحت کرو اگر اس میں بھلائی ہوئی تو قبول کرے گی ۹ اور اپنی بیوی کو

۱ یعنی اپنی بیوی کو اپنی حیثیت کے لائق کھلاؤ پہناؤ، اور جب خود کھاؤ پہنو تب ہی اسے کھلاؤ پہناؤ، اگر اپنے لئے دو جوڑے بناؤ تو اس کے لئے بھی، پہناؤ میں لباس جوتہ وغیرہ سب داخل ہیں، زیور اپنی مرضی پر ہے اس کو پہنانا بھی سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ مطہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہار عطا فرمایا تھا اور اپنی لخت جگر فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو کنگن نقرئی اور ہاتھی دانت کا ہار عطا فرمایا۔ ۲ یعنی قصور کرنے پر اسے مار سکتے ہو مگر چہرے پر نہ مارو کیونکہ چہرہ میں نازک اعضاء ہیں اور انسان کا چہرہ رب کو بڑا ہی محبوب ہے خلق اللہ آدم علی صورتہ فقہاء فرماتے ہیں کہ چار جرموں پر خاوند اپنی بیوی کو مار سکتا ہے ایک بناؤ سنگار نہ کرنے پر جبکہ خاوند یہ چاہتا ہو، دوسرے بلاوجہ صحبت کے لئے پاس نہ آنے پر، تیسرے نماز روزہ وغیرہ شرعی احکام کی پابندی نہ کرنے پر، چوتھے بغیر اجازت گھر سے نکلنے پر مگر اس مار میں اصلاح مقصود ہو نہ کہ ایذا۔ ۳ لا یقبح کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اسے گالیاں نہ دو کہ اس سے تمہاری زبان گندی ہوگی، عورت کی عادت بگڑے گی، کیونکہ گالیاں سننے والا گالیاں بکنے بھی لگتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اسے برے کاموں کا عیب نہ لگاؤ، بے عیب کو عیب لگانے سے وہ عیب دار ہو جاتا ہے، بلکہ برائی دیکھ کر اکثر چشم پوشی کیا کرو۔ ۴ یعنی اگر تم اس کی اصلاح کے لئے اس سے کلام و سلام بند کرو تو گھر سے باہر نہ نکال دو کہ اس سے وہ اور بھی آزاد ہو جائے گی بلکہ گھر ہی میں رکھو، کھانا پینا جاری رکھو، صرف بول چال چھوڑ دو، یہ بائیکاٹ ان شاءاللہ اس کے لئے پوری اصلاح کا ذریعہ ہوگا، رب تعالٰی فرماتا ہے واھجروھن فی المضاجع۔ ۵ آپ لقیط ابن عامر ابن صبرہ ہیں، صبرہ آپ کے دادا ہیں، مشہور صحابی ہیں طائف کے رہنے والے (مرقات و اشعہ)۔ ۶ فرمایئے تیز زبان بیوی کو سزا کیا دی جائے، حضرات صحابہ حضور کو حکیم مطلق مان کر اپنے گھریلو معاملات تک آپ پر پیش کرکے اصلاح چاہتے تھے۔ ۷ یہاں طلاق کا حکم اباحت کے لئے ہے، بدزبان بیوی کو طلاق دے دینا مباح ہے۔ ۸ ان صحابی کا یہ جواب طلاق سے معذرت کرنے کے لئے ہے کہ اس سے بچے برباد ہو جائیں گے مجھے تکلیف ہوگی۔ ۹ معلوم ہوا کہ نافرمان بیوی کو وعظ و نصیحت کرنا بہت محبوب ہے، انسان پہلے اپنی اصلاح کرے پھر اپنے گھر والوں کی پھر عزیز و اقارب کی پھر دوسروں کی۔ آجکل علماء واعظین و علماء کی بیویاں ہی زیادہ نافرمان دیکھی گئی ہیں کیونکہ ان کی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔

ظَعِيْنَتَكَ ضَرْبَكَ اُمَيَّتَكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ٭ وَعَنْ اَنَسِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَضْرِبُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ فَجَاءَ عُمَرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَئِرْنَ النِّسَاءُ عَلٰى اَزْوَاجِهِنَّ فَرَخَّصَ فِيْ ضَرْبِهِنَّ فَاَطَافَ بِاٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ طَافَ بِاٰلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ لَيْسَ اُولٰئِكَ بِخِيَارِكُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ٭ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَاَةً عَلٰى زَوْجِهَا اَوْ عَبْدًا عَلٰى سَيِّدِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ٭ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ

اپنی لونڈی کی سی مار نہ لگاؤ[۱] (ابوداؤد)۔ روایت ہے حضرت انس ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی بندیوں کو نہ مارو[۲] پھر جناب عمر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے بولے عورتیں اپنے خاوندوں پر دلیر ہوگئیں[۳] تب انہیں مارنے کی اجازت دی گئی[۴] پھر بہت سی عورتوں نے اہل بیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر چکر لگائے[۵] جو اپنے خاوندوں کی شکایت کرتی تھیں تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہماری اہل بیت پر بہت عورتیں چکر لگا رہی ہیں اپنے خاوندوں کی شکایت کرتی ہیں یہ لوگ تم میں اچھے نہیں[۶] (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عورت کو اس کے خاوند پر یا غلام کو اس کے آقا پر خراب کردے[۷] (ابوداؤد)۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا

۱؎ ظعینہ ظعن سے بنا سفر، بیوی چونکہ بیاہ کر گھر میں ایسی آتی ہے جیسے مسافر وطن پر پہنچے اس لیے اسے ظعینہ کہا جاتا ہے امیہ امۃ بمعنی لونڈی کی تصغیر ہے یعنی بیویوں کو لونڈیوں کی طرح مار نہ لگاؤ، اس سے معلوم ہوا کہ معمولی مار کی اجازت ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی کو کبھی نہ مارا۔ ۲؎ یعنی جیسے مرد اللہ کے بندے ہیں ایسے ہی عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں جیسے مولیٰ اپنے غلام کو مارنے والے پر ناراض ہوتا ہے ایسے ہی اللہ تعالٰی ظلمًا مارنے والے پر ناراض ہوگا نہ کسی مرد کو مارو نہ عورت کو۔ ۳؎ یہاں النساء ذئرن کا فاعل نہیں ہے ورنہ فعل واحد آتا بلکہ فاعل کا بدل ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے وَاَسَرُّوا النَّجْوَی مطلب یہ تھا کہ جب عورتوں کو پتہ لگ گیا کہ ہمارے خاوند ہم کو قطعًا مار سکتے نہیں تو وہ کچھ دلیری ہوگئیں۔ ۴؎ معلوم ہوتا ہے کہ اولًا قصور پر مارنے کی بھی اجازت نہ تھی اب قصور پر مارنے کی اجازت دی گئی معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم مالک احکام ہیں۔ ۵؎ یہاں آل سے مراد بیویاں ہیں قرآن شریف میں آل بیویوں کو ہی کہا گیا ہے بیویاں اہلبیت سکونت ہوتی ہیں اور بچے اہلبیت ولادت یعنی عورتیں براہ راست بارگاہ نبوی میں حاضری کی ترغیب نہ کرسکیں اس لیے ازواج پاک کی خدمت میں حاضر ہوکر بالواسطہ اپنے خاوندوں کی شکایت پہنچائیں۔ ۶؎ خلاصہ یہ ہے کہ قصور مندیوں کو اصلاح کیلئے مارنا جائز ہے مگر نہ مارنا اور وعظ و نصیحت سے اصلاح کرنا بہتر ہے بلاقصور مارنا حرام جس پر پکڑ ہوگی لہذا بہت مارنے سے بچو یہ جرم ہے بیوی کی سختی برداشت کرنا یا خاوند کی سختی جھیلنا اور نباہ کرنا تعلقات کا باعث ہے۔ ۷؎ یہ حدیث

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَأَلْطَفُهُمْ
بِأَهْلِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ❁ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْمَلُ
الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ
حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَرَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ إِلٰى قَوْلِهٖ خُلُقًا ❁ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ أَوْ خَيْبَرَ وَفِيْ سَهْوَتِهَا سِتْرٌ فَهَبَّتْ رِيْحٌ فَكَشَفَتْ نَاحِيَةَ السِّتْرِ عَنْ
بَنَاتٍ لِعَائِشَةَ لُعَبٍ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا عَائِشَةُ قَالَتْ بَنَاتِيْ وَرَأٰى بَيْنَهُنَّ فَرَسًا لَهٗ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمانوں میں بڑے کامل ایمان والا وہ ہے جو سب میں اچھے اخلاق والا اپنے بال بچوں پر مہربان ہو (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مومنوں سے کامل تر مومن اچھے اخلاق والا ہے[1] اور تم میں بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں سے بہترین ہو[2] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے (ابوداؤد خلقا تک) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک[3] یا حنین[4] سے واپس تشریف لائے ام المومنین کے طاق میں پردہ تھا ہوا چلی جس نے پردہ کے کنارے حضرت عائشہ کے کھیل کی گڑیاں کھول دیں[5] تو حضور نے فرمایا عائشہ یہ کیا ہے؟ بولیں یہ میری گڑیاں ہیں آپ نے ان کے درمیان ایک گھوڑا دیکھا جس کے

حاکم نے روایا سن ابن عبداللہ ابن ابی ذباب سے نقل فرمائی (مرقات)۔ ؎ خاوند بیوی میں فساد ڈالنے کی بہت صورتیں ہیں عورت سے خاوند کی برائیاں بیان کرے دوسرے مردوں کی خوبیاں ظاہر کرے کیونکہ عورت کا دل کچی شیشی کی طرح کمزور ہوتا ہے یا ان میں اختلاف ڈالنے کے لیے جادو تعویذ گنڈے کرے یہ سب حرام ہے اور غلام یا لونڈی کو بھگانے کے معنی یہ ہیں کہ اُسے بھاگ جانے پر آمادہ کرے اگر وہ خود بھاگنا چاہیں تو ان کی امداد کرے بہرحال دونوں کو جوڑنے کی کوشش کرو توڑو نہ۔ ۱ مومن کا تعلق خالق سے بھی ہے مخلوق سے بھی خالق سے عبادات کا تعلق ہے مخلوق سے معاملات کا عبادات درست کرنا آسان ہے مگر معاملات کا سنبھالنا بہت مشکل ہے اسی لیے یہاں خلیق شخص کو کامل ایمان والا قرار دیا پھر اجنبی لوگوں سے کبھی کبھی واسطہ پڑتا ہے مگر گھر والوں سے ہر وقت تعلق رہتا ہے ان سے اچھا برتاوا کرنا بڑا کمال ہے اسلام مکمل انسانیت سکھاتا ہے۔ ۲ خلق حسن وہ عادت ہے جس سے اللہ رسول بھی راضی رہیں اور مخلوق بھی یہ ہے بہت مشکل مگر جسے یہ نصیب ہو جائے اسکے دونوں جہان سنبھل جاتے ہیں۔ ۳ کیونکہ بیوی صرف خاوند کی خاطر اپنے سارے میکے والوں کو چھوڑ دیتی ہے اگر خاوند بھی اس پر ظلم کرے تو وہ کس کی ہو کر رہے کمزور پر مہربانی سنت الٰہیہ بھی ہے سنت رسول بھی۔ ۴ تبوک مدینہ منورہ اور دمشق (شام) کے درمیان ایک مشہور جگہ ہے یہ غزوہ ۹ھ میں ہوا آخری غزوہ یہی ہے اسی غزوہ کا نام غزوہ عسرت یعنی سخت تنگی کا غزوہ ہے بخاری شریف نے اسے بعد حجۃ الوداع لکھا ہے یہ غلط ہے شاید کاتب کی غلطی ہے (مرقات)۔ ۵ حنین مکہ معظمہ و طائف کے درمیان ایک جنگل کا نام ہے فی زمانہ طائف جانے کے راستے میں آج کل اسے سیل کہتے ہیں۔ فقیر نے طائف جاتے ہوئے اس کی زیارت کی یہ غزوہ ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد ہوا۔ ۶ سہوہ کا ترجمہ بعض لوگوں نے الماری کیا ہے مگر طاق نہایت صحیح کیونکہ اکثر بچیاں اپنی گڑیاں کھلونے طاقوں میں ہی رکھتی ہیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ گڑیاں لڑکیوں کے لیے کھیل بھی ہے تعلیم بھی اس سے وہ کھانا پکانا سینا پرونا بچوں پالنا سیکھ جاتی ہے ام المومنین لڑکپن ہی میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم

جَنَاحَانِ مِنْ رِقَاعٍ فَقَالَ مَا هٰذَا الَّذِیْ اَرٰی وَسْطَهُنَّ قَالَتْ فَرَسٌ قَالَ وَمَا هٰذَا الَّذِیْ عَلَیْهِ قَالَتْ قُلْتُ جَنَاحَانِ قَالَ فَرَسٌ لَهٗ جَنَاحَانِ قَالَتْ اَمَا سَمِعْتَ اَنَّ لِسُلَیْمَانَ خَیْلًا لَهَا اَجْنِحَةٌ قَالَتْ فَضَحِكَ حَتّٰی رَاَیْتُ نَوَاجِذَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ؞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ قَیْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اَتَیْتُ الْحِیْرَةَ فَرَاَیْتُهُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ یُّسْجَدَ لَهٗ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّیْ اَتَیْتُ الْحِیْرَةَ فَرَاَیْتُهُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ بِاَنْ نَّسْجُدَ لَكَ فَقَالَ لِیْ

کپڑے کے دو پر تھے تو فرمایا یہ کیا ہے جسے ہم بیچ میں دیکھ رہے ہیں؟ بولیں گھوڑا ہے فرمایا یہ اس کے اوپر کیا ہے؟ بولیں دو پر ہیں فرمایا کیا گھوڑے کے پر ہیں! بولیں کیا آپ نے نہ سنا کہ سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے پر تھے ۱ فرماتی ہیں کہ حضور ہنسے حتی کہ میں نے آپ کی کچلیاں دیکھ لیں ۲ (ابوداؤد) ؛ تیسری فصل ؛ روایت ہے حضرت قیس ابن سعد سے فرماتے ہیں میں حیرہ گیا ۴ وہاں لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں ۵ تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے ۶ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا کہ میں حیرہ پہنچا تو انہیں دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں تو زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے ۷ تو فرمایا بتاؤ تو

کے گھر شادی ہو کر آئی تھیں ؛ ۱ حضرت ام المومنین نے ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑا قرار دیا۔ اور ظاہر ہے کہ ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے چلتی تھی، رب تعالٰی فرماتا ہے تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ لہٰذا اسے اڑتا قرار دیا اور اس سے اپنے گھوڑے کی سند بتائی، سبحان اللہ چھوٹی عمر اور ایسا نفیس جواب ؛ خیال رہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ سے نکاح دسویں سال نبوت یعنی ہجرت سے تین سال پہلے مکہ معظمہ میں دسویں شوال کو کیا، اس وقت آپ کی عمر چھ سال تھی، اور رخصتی مدینہ منورہ شوال ۲ھ میں ہوئی اگرچہ اس وقت آپ بالغہ تھیں مگر عمر یقیناً کچی تھی اسی لیے گڑیاں بناتی اور ان سے کھیلتی تھیں ؛ ۲ یعنی آپ نے بہت اس جواب پر تبسم فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ وہ عمل جائز تھا بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان گڑیوں اور اس گھوڑے کے آنکھ ناک کان نہ تھے صرف چیتھڑوں کے مجسمے تھے اور ان اعضاء کے بغیر تصویر نہیں کہلاتی لہٰذا جائز تھی، بعض نے فرمایا کہ یہ واقعہ کھیل کی حرمت آنے سے پہلے کا ہے، مگر ترجیح اس کو ہے کہ بچوں کے کھلونوں کے احکام ہلکے ہیں (اشعہ) ؛ ۳ آپ سعد ابن عبادہ کے فرزند ہیں انصاری خزرجی ہیں، دس سال حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک میں رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے ۵۸ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی حیرہ کوفہ سے ملا ہوا مشہور شہر ہے ؛ ۵ ظاہر یہ ہے کہ حیرہ کے باشندے مشرکین تھے جو اپنے بادشاہ یا سردار کو تعظیمی سجدہ کرتے تھے ؛ ۶ کیونکہ تمام خلق سے افضل ہیں اور تمام کے محسن اعظم، جب وہ ایک علاقہ کے سردار کو سجدے کرتے ہیں، تو ہم جہان بھر کے سردار کو سجدہ کیوں نہ کریں ؛ ۷ لہٰذا آپ ہم کو سجدے کی اجازت دیں کہ آپ کو سجدے کیا کریں ؛

أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِيْ أَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهٗ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ النِّسَاءَ أَنْ يَسْجُدْنَ لِأَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقٍّ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ۔ وَعَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُسْأَلُ الرَّجُلُ فِيْمَا ضَرَبَ امْرَأَتَهٗ عَلَيْهِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ

اگر تم میری قبر پر گزرو تو کیا تم قبر کو سجدہ کرو گے[1] میں نے عرض کیا نہیں تو فرمایا یہ بھی نہ کرو اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ کسی کو سجدہ کرے تو عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں[2] کیونکہ اللہ تعالٰی نے خاوندوں کا ان پر حق قرار دیا ہے (ابوداؤد) [3] احمد نے معاذ ابن جبل سے روایت کیا؛ روایت ہے حضرت عمر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ مرد سے اس کے متعلق پوچھ نہ ہوگی جو وہ اپنی بیوی کو مارے[4] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابو سعید سے

[1] اس کلام کا مقصد یہ ہے کہ سجدہ اسے لائق ہے جس کو موت آئے نہ اس کی قبر ہو ہمیشہ زندہ رہے وہ صرف رب تعالٰی کی ذات ہے بندہ ابھی زندہ ہے زمین پر ہے کل بعد وفات زمین میں ہوگا جب بعد موت قبر کو سجدہ نہیں ہو سکتا تو زندگی میں بھی سجدہ بندے کو نہیں ہو سکتا اس سے معلوم ہوا کہ قبر کو سجدہ کرنا حرام ہے اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ [2] یعنی اگر سوائے خدا کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو بیوی اپنے خاوند کو سجدہ کرتی کیونکہ خاوند کے حقوق بھی عورت پر بہت ہیں اور احسانات بھی زیادہ، جب عورت خاوند کو سجدہ نہیں کر سکتی تو اور کوئی بھی کسی بندے کو سجدہ نہیں کر سکتا خیال رہے کہ سجدہ عبادت کسی دین میں بھی غیر خدا کو جائز نہ تھا مگر سجدہ تعظیمی بعض گزشتہ دینوں میں جائز تھا جیسے یعقوب علیہ السلام اور ان کے گیارہ بیٹوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا ہمارے اسلام میں یہ سجدہ بھی حرام ہے۔ اس حدیث سے وہ جاہل پیر عبرت پکڑیں جو اپنے مریدین سے اپنے کو سجدہ کراتے ہیں جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو سجدہ حرام ہوا تو کسی کو کیسے جائز ہوگا۔ [3] یہ حدیث احمد نے حضرت معاذ سے اور حاکم نے حضرت بریدہ سے روایت کی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبیوں کو سجدہ کرنا قرآن کریم سے ثابت ہے اور ممانعت صرف ظنی احادیث سے جو مسلم بخاری کی بھی نہیں لہذا ان احادیث کا اعتبار نہیں۔ قرآن کے مقابل خبر واحد غیر معتبر ہے اس کا نہایت نفیس جواب ہم نے اپنے حاشیہ القرآن میں دیا ہے۔ غیر اللہ کو سجدہ تعظیمی کی ممانعت کی احادیث متواتر المعنی ہیں اور اس کے جواز کی آیات قطعی الثبوت تو ہیں قطعی الدلالت نہیں یعنی دوسری شریعتوں میں سجدہ تعظیمی کا جواز بطور قطعی نہیں ہوتا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کسی شریعت کا حکم نہ تھا کہ اس وقت دنیا میں نہ شریعت آئی تھی نہ نبی کی نبوت اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا حکم شرعی نہ تھا بلکہ خواب کی تعبیر پوری کرنے کے لئے تھا جیسے فرزند کا ذبح کر دینا دین ابراہیمی کا مسئلہ نہ تھا بلکہ خواب کی تعبیر پوری کرنے کو تھا۔ اگر مان لیا جائے کہ وہ سجدہ شریعت یعقوبی کا مسئلہ تھا تو چاہئے کہ آج پیر مریدوں کو سجدہ کریں کہ نہ مرید پیر کو کیونکہ افضل نے مفضول کو سجدہ کیا تھا یعنی یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزند کو۔ [4] بشرطیکہ خاوند مار کر شرائط و حدود کا لحاظ رکھے کہ بلا قصور نہ مارے ضرورت سے زیادہ نہ مارے، عداوت سے نہ مارے اصلاح کے لئے مارے تو خاوند پر اس مار کی پکڑ نہ ہوگی کیونکہ اس کی اجازت قرآن کریم نے دی رب تعالٰی فرماتا ہے وَاضْرِبُوْهُنَّ۔ مگر ساتھ ہی قید لگا دی ہے وان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو پھر زیادتی نہ کرو، خیال رہے کہ باپ اولاد کو، بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو، نبی امتی کو، استاد شاگرد کو، پیر مرید کو اصلاح کے لئے مار سکتا ہے۔ اگر غلطی سے

قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَقَالَتْ زَوْجِيْ صَفْوَانُ
بْنُ الْمُعَطَّلِ يَضْرِبُنِيْ إِذَا صَلَّيْتُ وَيُفَطِّرُنِيْ إِذَا صُمْتُ وَلَا يُصَلِّي الْفَجْرَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ
قَالَ وَصَفْوَانُ عِنْدَهُ قَالَ فَسَأَلَهُ عَمَّا قَالَتْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَمَّا قَوْلُهَا يَضْرِبُنِيْ إِذَا
صَلَّيْتُ فَإِنَّهَا تَقْرَأُ بِسُوْرَتَيْنِ وَقَدْ نَهَيْتُهَا قَالَ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَوْ كَانَتْ سُوْرَةً وَاحِدَةً لَكَفَتِ النَّاسَ قَالَ وَأَمَّا قَوْلُهَا يُفَطِّرُنِيْ إِذَا صُمْتُ فَإِنَّهَا
تَنْطَلِقُ تَصُوْمُ وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلَا أَصْبِرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُوْمُ امْرَأَةٌ

فرماتے ہیں ایک عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور ہم حضور کے پاس تھے بولی میرا خاوند صفوان ابن معطل [1] جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھے مارتا ہے اور جب روزہ رکھتی ہوں تو تڑوا دیتا ہے اور فجر کی نماز نہیں پڑھتا حتی کہ سورج نکل آتا ہے [2] فرماتے ہیں صفوان حضور کے پاس تھے فرماتے ہیں حضور نے اس بیان کے متعلق ان سے پوچھا [3] وہ بولے یا رسول اللہ لیکن اس کا یہ کہنا کہ جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھے مارتا ہے تو یہ ایسی دو سورتیں پڑھتی ہے جن سے میں نے اسے منع کیا ہے [4] راوی فرماتے ہیں تب اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایک سورہ ہوتی تو لوگوں کو کافی ہوتی [5] بولے کہ رہا اس کا یہ کہنا کہ جب میں روزہ رکھتی ہوں تو تڑوا دیتا ہے تو یہ شروع ہو جاتی ہے تو روزے ہی رکھتی چلی جاتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں صبر نہیں [6] کرسکتا تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت روزہ نہ رکھے

بھی سزا دیدے تب بھی بچے پر قصاص نہیں، دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے غلطی سے حضرت ہارون علیہ السلام کے بال اور داڑھی پکڑ کر اپنی طرف کھینچے یا بعد میں پتہ لگا کہ وہ بے قصور ہیں تو رب تعالیٰ نے انہیں قصاص دینے کا حکم نہ دیا، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض موقعہ پر اپنے کو قصاص کے لئے پیش فرمایا وہ ہماری تعلیم کے لئے تھا ورنہ حضور پر قصاص کیسا، اگر بادشاہ یا قاضی غلطی سے کسی مجرم کو سزا دیدے تو ان پر قصاص نہیں، حضور کی شان تو کہیں اعلیٰ ہے۔

[1] آپ کی کنیت ابو عمرو ہے سلمی ہیں، ذکوانی اور تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے بہت بڑے بہادر متقی تھے، آپ ہی کی طرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نازیبا بات منسوب کی گئی تھی جس کی تردید قرآن کریم نے کی، غزوہ آرمینیہ میں سنہ ۱۹ھ میں شہید ہوئے، ساٹھ سال سے زیادہ عمر شریف ہوئی، بڑے باخبر بزرگ ہیں (اکمال، اشعہ)۔ [2] اس سے معلوم ہوا کہ بیوی اپنے خاوند کی شکایت حاکم کے سامنے کر سکتی ہے یوں ہی خاوند کے والدین سے بھی اس کی شکایت جائز ہے۔ [3] اس سے معلوم ہوا کہ محض مدعی کے بیان پر حاکم فیصلہ نہ کرے بلکہ مدعی علیہ کے بیان ضرور لے۔

[4] یعنی میری یہ بیوی ایک یا دو رکعت نماز میں بہت دراز سورتیں پڑھتی ہے مثلاً رکعت اول میں سورۂ بقرہ پوری اور دوسری رکعت میں پوری سورۂ آل عمران جس سے گھر کے کام کاج اور میری خدمت میں سخت حرج واقع ہوتا ہے میں نے اسے چھوٹی سورتیں پڑھنے کو کہا ہے۔

[5] کانت کا اسم وہ ضمیر ہے جو قراۃ کی طرف لوٹ رہی ہے مطلب یہ ہے کہ اگر ان بی بی صاحبہ کی قرأت ایک چھوٹی سورۃ ہی ہوتی تو کافی ہوتی، قرآن مجید کی ایک چھوٹی سورۃ تمام جہان کو کافی ہے یا یہ مطلب ہے کہ چھوٹی سورۃ تمہارے گھر کے سارے لوگوں کو کافی ہوتی کہ اس بی بی کی نماز ہو جاتی گھر کے کام کاج میں حرج نہ ہوتا، سب گھر والوں کے تمام کام بخوبی انجام پا جاتے۔ [6] یعنی یہ بی بی لگاتار

إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا وَأَمَّا قَوْلُهَا إِنِّيْ لَا أُصَلِّيْ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذَاكَ لَا نَكَادُ نَسْتَيْقِظُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ فَإِذَا اسْتَيْقَظْتَ يَا صَفْوَانُ فَصَلِّ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ نَفَرٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ فَجَاءَ بَعِيْرٌ فَسَجَدَ لَهٗ فَقَالَ أَصْحَابُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَسْجُدُ لَكَ الْبَهَائِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ

بغیر خاوند کی اجازت کے ۱؎ اور اس کا یہ کہنا کہ میں سورج نکلنے تک نماز نہیں پڑھتا تو ہم لوگ ایسے گھرانے والے ہیں کہ یہ بات ہماری مشہور ہے بھلا یہ جانی ہے کہ سورج نکلنے تک نہیں جاگ سکتے ۲؎ فرمایا اے صفوان جب تم لوگ جاگو تو نماز پڑھ لیا کرو ۳؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کی ایک جماعت میں تھے کہ ایک اونٹ آیا اس نے آپ کو سجدہ کیا ۴؎ تو حضور کے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں ۵؎ تو ہم زیادہ

نفل روزے رکھتی رہتی ہے کبھی بغیر اجازت بھی رکھ لیتی ہیں حالانکہ میں دن میں اپنے کھیتی باڑی کا کام کرتا ہوں مجھے دوپہر وغیرہ میں اس کی حاجت ہوتی ہے۔

۱؎ یعنی بیوی بغیر خاوند کی اجازت نفل روزے نہ رکھے کیونکہ اس میں خاوند کو تکلیف ہوتی ہے اس کا حق مارا جاتا ہے حضرت عائشہ صدیقہ تو فرماتی ہیں کہ میں رمضان کی قضا شعبان کے مہینے سے پہلے ادا نہ کر سکتی تھی شعبان میں کیونکہ حضور کے روزے ہوتے تھے تب میں قضا کیا کرتی تھی حالانکہ وہ روزے تو فرض تھے ۲؎ یعنی ہم لوگ کھیتی باڑی والے ہیں رات بھر اپنی کھیتی کی حفاظت میں رہتے ہیں سویرے نہیں اٹھ سکتے ہیں سونے کی عادت ہے ۳؎ یہاں شارحین حدیث نے بہت خوبی سے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت صفوان رات کو کھیت والوں کو پانی دے کر آخر شب میں کھیت پر پہرہ دیتے تھے ان کو اٹھانے والا کوئی نہ ہوتا تھا اس لیے مجبور تھے مگر اس توجیہ پر آج تو ترک نماز کے دروازے کھل جائیں گے لوگ کہیں گے کہ ہم رات کو سونے والے ہیں رات دیر سے سوتے ہیں لہٰذا ہماری نماز فجر قضا کر دیا کریں بہانے بنانے والے نماز روزہ وغیرہ چھوڑنے کے لیے بہانے بنائیں گے اور منکرین حدیث کو اعتراض کا موقعہ ملے گا فقیر کہتا ہے کہ یہ اجازت حضرت صفوان کے لیے خاص ہے کہ ان کے لیے قضا کو ادا بنا دیا گیا حضور نے تو ایک صاحب کے لیے دو نمازیں معاف فرما دیں حضرت علی نے حضور کی خدمت پر نماز عصر قضا کر دی حضور چاہیں قضا کو ادا کر دیں ادا کو قضا کر دیں یہ خصوصیت کچھ اور ہے نفیس تحقیق ہماری کتاب سلطنت مصطفی میں دیکھئے لہٰذا ہم میں سے کوئی حضرت صفوان کی طرح نہیں ہو سکتا اور نیند یا کسی کی وجہ سے عبادات قضا نہیں کر سکتے دین کے لیے دنیا چھوڑو دنیا کے لیے دین نہ چھوڑو ان خصوصیات کی مثالیں قرآن کریم میں موجود ہیں ۴؎ یعنی مرقات نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جانوروں اور درختوں نے اس لیے سجدے کیے کہ رب تعالیٰ کی طرف سے اس کے مامور تھے جیسے فرشتے سجدہ آدم کے لیے مامور تھے اس سے معلوم ہوا کہ جانور اور درخت بھی حضور کی عظمت جانتے پہچانتے ہیں جو انسان عقل ہو کر انہیں نہ پہچانے وہ جانوروں سے بدتر ہے سونے کی چیز کو عقل سے پہچانو مگر جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عشق سے، عقل والا ابوجہل نہ پہچان سکا، بے عقل اونٹ پہچان گئے شعر

بہتر ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل ۔ لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

۵؎ معلوم ہوا کہ یہ سجدہ [illegible] جو حضرات صحابہ دیکھتے تھے اسی لیے تعجب سے عرض و استفسار کی اور اظہار ہوا۔

أَحَقُّ أَنْ نَسْجُدَ لَكَ فَقَالَ اعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَأَكْرِمُوا أَخَاكُمْ وَلَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَلَوْ أَمَرَهَا أَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ أَصْفَرَ إِلٰى جَبَلٍ أَسْوَدَ وَمِنْ جَبَلٍ أَسْوَدَ إِلٰى جَبَلٍ أَبْيَضَ كَانَ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تَفْعَلَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُقْبَلُ لَهُمْ صَلٰوةٌ وَلَا تَصْعَدُ لَهُمْ حَسَنَةٌ الْعَبْدُ الْآبِقُ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلٰى مَوَالِيهِ فَيَضَعَ يَدَهُ فِي أَيْدِيهِمْ وَالْمَرْأَةُ

حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں ۱؎ تو فرمایا اپنے رب کی عبادت کرو ۲؎ اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو ۳؎ اور اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے ۴؎ اور اگر خاوند حکم کرے کہ پیلے پہاڑ سے کالے پہاڑ کی طرف اور کالے پہاڑ سے سفید پہاڑ کی طرف کو منتقل کرے تو بیوی کو چاہیئے کہ ایسا ہی کرے ۵؎ (احمد) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین شخص ہیں جن کی نہ نماز قبول ہو نہ کوئی نیکی اوپر چڑھے ۶؎ بھگوڑا غلام یہاں تک کہ اپنے مولاؤں کی طرف لوٹ آئے اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھوں میں دے دے اور وہ عورت

۱؎ کیونکہ وہ حضرات جانتے تھے کہ جب جانور بھی اپنے محسن کو پہچانتے ہیں [illegible] دوسری مخلوق کے آپ کے احسانات انسان پر خصوصًا ہم پر بہت زیادہ ہیں تو ہم اگر آپ کو سجدہ کریں تو بہت مناسب ہے ۲؎ یعنی تمام عبادات میں سجدہ اعلیٰ ہے اور تمام ارکان نماز میں سجدہ افضل لہذا سجدہ خاص رب تعالیٰ کو ہی کرنا چاہیئے غیر خدا کو ہرگز سجدہ نہ کرو ۳؎ بھائی سے مراد اپنی ذات ہے یعنی میری تعظیم و توقیر کرو حضور کا اپنے کو بھائی فرمانا تواضع و انکسار کے لیے ہے ورنہ آپ کی نعلین پر تمام جہان کے ماں باپ قربان [illegible] حضور بہت سے احکام میں امت کے والد ہیں [illegible] حضور کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں [illegible] مطلب یہ ہے کہ میں تمہاری طرح خاص بشر [illegible] خدا [illegible] سجدہ صرف خدا کے لیے چاہیئے [illegible] یہاں اکرموا امر ہے [illegible] مطلق جس میں کوئی قید نہیں جس سے معلوم ہوا کہ سوا سجدہ وغیرہ عبادات کے باقی ہر طرح کی تعظیم و تکریم کرو [illegible] لہذا ہر تعظیم حضور کی کی جائے گی [illegible] بوصیری قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں شعر

دع ما ادعته النصارى في نبيهم * واحكم بما شئت من شرف ومن عظم

فان فضل رسول الله ليس له * حد فيعربه ناطق بفم

یعنی [illegible] اپنے نبی کے متعلق کہا وہ تو نہ کہو باقی جو چاہو کہو [illegible] حضور کے فضائل کی حد ہی نہیں جسے کوئی بولنے والا بول سکے ۴؎ یعنی خاوند کا [illegible] حق ہے کہ اگر کسی بندے کو سجدہ جائز ہوتا تو بیوی خاوند کو سجدہ کرتی [illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور مالک احکام ہیں واجب و فرض [illegible] ہوتا ہے [illegible] ہماری کتاب سلطنت مصطفی دیکھئے ۵؎ [illegible] پہاڑ کالے پہاڑ سے دور ہے [illegible] سفید پہاڑ [illegible] مقصد یہ ہے کہ [illegible] مشکل [illegible] سفید پہاڑ [illegible]

السَّاخِطُ عَلَيْهَا زَوْجُهَا وَالسَّكْرَانُ حَتّٰى يَصْحُوَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ ٭ وَعَنْ
أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النِّسَاءِ خَيْرٌ قَالَ الَّتِيْ تَسُرُّهُ إِذَا
نَظَرَ وَتُطِيْعُهُ إِذَا أَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهُ فِيْ نَفْسِهَا وَلَا مَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ
فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ ٭ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ مَنْ
أُعْطِيَهُنَّ فَقَدْ أُعْطِيَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ قَلْبٌ شَاكِرٌ وَلِسَانٌ ذَاكِرٌ وَبَدَنٌ عَلَى

جس پر اس کا خاوند ناراض ہو اور نشہ والا یہاں تک کہ ہوش میں آجائے (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ کونسی عورت اچھی ہے فرمایا کہ اسے خاوند جب دیکھے تو خوش کر دے اور جب اسے حکم دے تو اطاعت
کرے اور اس کی مخالفت نہ کرے نہ اپنی جان میں نہ اپنے مال میں جو خاوند کو ناپسند ہو (نسائی، بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت
ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار چیزیں وہ ہیں جسے وہ دی گئیں اسے دین و دنیا کی بھلائی دیدی گئی
شکر والا دل، ذکر والی زبان اور جسم مصیبتوں

حدیث روایت کی ہے کہ ایک انصاری کا اونٹ دیوانہ ہو گیا جو کتے کی طرح ہر ایک کو کاٹنے دوڑتا تھا ان انصاری نے حضور سے شکایت کی آپ اس اونٹ کے پاس تشریف لے گئے اونٹ نے آپ کو سجدہ کیا سر جھکا دیا آپ نے اسے کام میں لگا دیا صحابہ کرام نے عرض کیا [illegible] بارگاہ الٰہی میں قبولیت کے لئے نہیں چڑھتی جیسا کہ قرآن ہے الیہ یصعد الکلم الطیب [illegible] جب کسی غلام کے [illegible] کسی کی نماز [illegible] کے پاس حاضر ہو جانے [illegible] کی اس کی فرمانبرداری کرنا اپنے کو اس کے حوالے کر دینا

۱ یعنی اس طرح کہ نشہ [illegible] یہ ہے کہ [illegible] عورت [illegible] خوش ہو جائے [illegible] بیوی [illegible] خاوند کو [illegible] کہ خوش ہو جائے [illegible] خاوند خوش ہو جائے [illegible] ۳ مطلب یہ ہے کہ بیوی کے پاس جو مال [illegible] خاوند ناراض ہو [illegible] کوئی کام نہ کرے [illegible] خاوند ناخوش ہو ایسی عورت [illegible] ۴ [illegible] ۵ [illegible] دین و دنیا کی بھلائی مل گئی [illegible] شکر [illegible] ذکر [illegible] زبانی ذکر [illegible] شکر اور زبانی ذکر [illegible] حقیقت یہ ہے کہ ہر نعمت کو رب تعالیٰ کی طرف سے جانے

اَلْبَلَآءِ صَابِرٌ وَزَوْجَةٌ لَا تَبْغِيْهِ خَوْنًا فِيْ نَفْسِهَا وَلَا مَالِهٖ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ

بَابُ الْخُلْعِ وَالطَّلَاقِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا اَعْتِبُ عَلَيْهِ فِيْ خُلُقٍ وَلَا دِيْنٍ وَلٰكِنِّيْ اَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

پر صبر والا اور ایسی بیوی جو اپنے نفس اور اس کے مال میں خیانت نہ کرے (بیہقی شعب الایمان) خلع و طلاق کا بیان۔ پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ حضرت ثابت ابن قیس کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں عرض کیا یارسول اللہ میں ثابت ابن قیس کی عادت میں دین میں اعتراض نہیں کرتی تھی مگر میں اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم

اس نعمت کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرے رب تعالیٰ نے شکر کی جگہ جگہ بہت تعریف فرمائی ہے وقلیل من عبادی الشکور۔

۲؎ اگرچہ صبر بھی دل سے ہی ہوتا ہے مگر اس کا تعلق سارے جسم سے ہے اس لیے صبر کو پورے جسم کی طرف نسبت فرمایا مصیبتوں میں زبان سے بکواس کرنا آنکھوں سے بے صبری کے آنسو بہانا ہاتھ پاؤں سے بے صبری کا اظہار کرنا۔ جسم کا صبر ہے ۳؎ بیوی اکثر اپنے خاوند کے مال کی امین و محافظ ہوتی ہے اور اکثر مال اس کے پاس رہتا ہے نیز خود بیوی خاوند کی امانت ہے اس لیے نفسہا فرمایا اور بعد میں مالہ یعنی بغیر خاوند کی اجازت کہیں جائے نہ کسی سے تعلق رکھے نہ اس کا مال اس کی بے اجازت سے خرچ کرے ایسی بیوی اللہ کی نعمت ہے پارسا عورت خاوند کو بھی پرہیزگار بنا دیتی ہے ۳؎ خلع خ کے پیش لام کے جزم سے بمعنی کپڑے یا جوتا اتارنا رب تعالیٰ نے خاوند بیوی کو لباس فرمایا تھا فالخلع نفیہ شریعت میں عورت کو مال کے عوض طلاق دینا ہے لفظ خلع سے اسے خلع کہتے ہیں خلع ہو جائے تو کہتے ہیں ایک ہزار روپیہ پر خلع کیا عورت کہے میں نے قبول کیا یا عورت کہے تو مجھ سے اتنے روپیہ پر خلع کر لے مرد کہے کر لیا ہے خلع ہمارے ہاں خلع طلاق بائن ہے اور امام احمد ابن حنبل کے نزدیک و امام شافعی کے ایک قول میں خلع فسخ نکاح ہے چونکہ خاوند بیوی ایک دوسرے کے لباس ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ اسی لیے اس طلاق کو خلع کہا گیا کہ دونوں خاوند بیوی اس کے ذریعہ اپنا لباس زوجیت اتار دیتے ہیں طلاق کے معنی ہیں کھل جانا اسی لیے تیز زبان کو طلق اللسان کہتے ہیں اور خوش بیانی کو طلاقۃ چونکہ طلاق کے ذریعہ عورت مرد کی قید نکاح سے کھل جاتی ہے لہذا اسے طلاق کہا جاتا ہے ۴؎ ثابت ابن قیس ابن شماس انصاری خزرجی ہیں بہت خطیب تھے ان کی بیوی جمیلہ بنت سہل یا جمیلہ بنت عبداللہ ابن ابی ہیں یہ بہت خوبصورت اور یہ بد صورت تھے یہ اپنے خاوند کی شکل و صورت پسند نہ کرتی تھیں (مرقات و اشعہ) ۵؎ یعنی ان کی عادت بھی اچھی ہے اور دین بھی اچھا ہے حضرت صحابہ کرام کی ہجو گوئی کسی سے ناراض ہوں اس کو بعض نہیں لگاتے ۶؎ یعنی مجھے یہ پسند نہیں لہذا میں یہ نہیں کر سکتی کہ دل سے ناپسند کروں اور زبان سے انہیں اچھا کہا جاؤں کہ یہ تقیہ ہے اور اسلام کے خلاف ہے ان کے ساتھ رہنے پر راضی نہیں اس ناراضی کی وجہ ان حضرت ثابت کا بد صورت ہونا تھا (اشعہ)

وَسَلَّمَ أَتَرُدِّينَ عَلَيْهِ حَدِيقَتَهُ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْبَلِ الْحَدِيقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيقَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ❊ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَةً لَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَغَيَّظَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لِيُرَاجِعْهَا ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ فَتَطْهُرَ فَاِنْ بَدَا لَهُ اَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ اَنْ يَمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي اَمَرَ اللهُ اَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ وَفِي رِوَايَةٍ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا اَوْ حَامِلًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنْ

ان کا باغ لوٹا دو گی عرض کیا ہاں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باغ قبول کر لو اور انہیں ایک طلاق دیدو[۱] (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر[۲] سے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دیدی[۳] تو حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں بہت ناراض ہوئے[۴] پھر فرمایا وہ رجوع کر لیں پھر اسے روکے رہیں[۵] حتی کہ پاک ہو جائے پھر حیض آئے پھر پاک ہو جائے[۶] پھر اگر ان کی رائے اسے طلاق دینے کی ہو تو پاکی کی حالت میں انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدیں[۷] پس یہ ہی وہ عدت ہے کہ اللہ نے حکم دیا کہ عورتوں کو اس لحاظ سے طلاق دی جائے[۸] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ انہیں حکم دو وہ رجوع کر لیں پھر انہیں پاکی یا حمل کی حالت میں طلاق دیں[۹] مسلم بخاری کی روایت ہے

۱؎ مگر یہاں باغ چونکہ انہوں نے مہر میں دیا تھا معلوم ہوا کہ بہتر یہ ہے کہ بقدر مہر خلع میں مہر یا اس کا کچھ حصہ لیا جائے مہر سے زیادہ نہ لے ۲؎ معلوم ہوا کہ خلع میں اگر مرد کی طرف سے ابتداء ہو تو عورت کا قبول کرنا ضروری ہے اور اگر عورت کی طرف سے ابتداء ہو تو مرد کا قبول کرنا لازم ہے جیسے کہ بیع میں ایجاب و قبول ضروری ہے کیونکہ یہ تنسیخ نکاح کا لحاظ ہے یہ مرد راضی نہیں ہو جاتا اس لئے علماء کہتے ہیں کہ خلع ہے ۳؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلع میں عورت کا کام ہے مال دینا اور مرد کا کام طلاق دینا دیے یہ طلاق بائنہ ہے فسخ نکاح نہیں یہ ہی ہے کہ خلع میں بھی ایک طلاق بائنہ ہو جاتی ہے کہ طلاق میں عدت ہے تاکہ اگر پھر عورت مرد راضی ہوں تو پھر نکاح کر سکیں ۴؎ یعنی اس حالت میں طلاق دی جب بیوی کو حیض آ رہا تھا ۵؎ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو بحالت حیض طلاق دینا حرام ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض نہ ہوتے اس پر تمام امت کا اجماع ہے ۶؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بحالت حیض طلاق دینا اگرچہ حرام ہے مگر طلاق واقع ہو جاتی ہے ورنہ رجوع کرنے کے کیا معنی دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک یا دو طلاق رجعی کے بعد عدت کے اندر خاوند رجوع کر سکتا ہے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہوتی ۷؎ یعنی طلاق والے حیض کے بعد جو طہر آئے اس میں طلاق نہ دیں بلکہ اس طہر کے بعد حیض آئے پھر اس دوسرے حیض کے بعد جو طہر آئے اس میں طلاق دے بعض علماء کا یہ مذہب ہے کہ حیض میں طلاق دینے والا اس طلاق سے رجوع کر کے پھر اگر طلاق دینا چاہے تو اس کے متصل طہر میں بھی طلاق نہ دے یہ طہر اس طلاق والے حیض کا تابع ہے اگر طہر میں طلاق دیگا تو گویا حیض ہی میں طلاق دے رہا ہے مگر حق یہ ہے کہ اس متصل طہر میں طلاق دے سکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی اس لیے تھا کہ شاید اس طہر میں ساتھ رہنے سہنے سے دل مل جائے اور پھر طلاق کی ضرورت پیش نہ

عَائِشَةَ قَالَتْ خَيَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَلَمْ يَعُدَّ ذٰلِكَ عَلَيْنَا شَيْئًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِي الْحَرَامِ يُكَفَّرُ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا تو ہم نے رسول اللہ کو اختیار کر لیا تو اسے ہم پر کچھ بھی شمار نہ کیا گیا[1] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے آپ نے حرام کے بارے میں فرمایا کہ کفارہ دے[2] بے شک تمہارے لیے رسول اللہ میں اچھی پیروی ہے[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

[illegible] صحت کی بنا پر ہے اس کی اور بھی [illegible] گئی ہیں مگر یہ زیادہ قوی ہے (از نووی شرح مسلم و مرقات و لمعات) خیال رہے کہ یہ حکم شرعی نہیں بلکہ [illegible] مستحب ہے۔ [illegible] معلوم ہوا کہ جس طہر میں طلاق دینا ہو اس میں عورت سے صحبت نہ کرے [illegible] ۹ [illegible] اس کا مطلب یہ ہے کہ طلاق طہر میں دو [illegible] صحبت [illegible] خیال رہے کہ امام اعظم [illegible] کے ہاں [illegible] طلاق دو صحبت [illegible] امام شافعی [illegible] طلاق [illegible] معلوم ہوا کہ حاملہ عورت کو طلاق دینا جائز ہے اس کی عدت وضع حمل ہے [illegible] معلوم ہوا کہ [illegible] خیال رہے [illegible] صرف ایک ہی طلاق دے [illegible] طلاق دے [illegible] شروع ہو گی [illegible] تین طلاقیں دے دینا حرام ہے لیکن اگر دے دیں تو واقع ہو جائیں گی۔ جیسے [illegible] حرام لیکن اگر دے دی تو واقع ہو جائے گی اس کے لیے ہماری کتاب [illegible] فی الطلاق الثلٰثۃ کا مطالعہ کیجئے۔

۱ یعنی اگر کوئی اپنی عورت کو طلاق کا اختیار دے مگر عورت خاوند کو اختیار کرے [illegible] تو اس اختیار دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام پاک بیویوں کو طلاق کا اختیار دیا ان تمام نے حضور کے پاس رہنا اختیار کیا تو کسی کو طلاق واقع نہ ہوئی یہ ہی مذہب ہے جمہور صحابہ کا اور یہ ہی قول ہے امام اعظم و امام شافعی وغیرہم رضی اللہ عنہم کا۔ مگر حضرت علی اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں اگر عورت طلاق اختیار کرے تو طلاق بائنہ واقع ہو گی اور اگر خاوند کو اختیار کرے تو طلاق رجعی واقع ہو گی حضرت عائشہ ام المومنین [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کا اختیار دیا [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ارادہ طلاق تھا [illegible] ام المومنین [illegible] (از مرقات و لمعات)

۲ یعنی اگر کوئی شخص اپنی بیوی یا کسی اور حلال چیز کو اپنے پر حرام کرے تو یہ قسم ہے جس میں کفارہ واجب ہو گا یہ ہی مذہب ہے حضرت ابن عباس اور امام اعظم کا ہاں اگر طلاق کی نیت سے حرام کرے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہو گی اس کی تحقیق کتب فقہ میں ہے ۳ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پر شہد یا ماریہ [illegible] کو حرام کیا تھا تو رب تعالیٰ نے اسے قسم قرار دیا [illegible]

يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَيَشْرَبُ عِنْدَهَا عَسَلًا فَتَوَاصَيْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ أَنْ أَيَّتَنَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْتَقُلْ إِنِّي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ أَكَلْتَ مَغَافِيرَ فَدَخَلَ عَلَى إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ لَا بَأْسَ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَلَنْ أَعُودَ لَهُ وَقَدْ حَلَفْتُ لَا تُخْبِرِي بِذٰلِكَ أَحَدًا يَبْتَغِي

حضرت زینب بنت جحش کے پاس کچھ ٹھہرتے تھے اور ان کے پاس شہد پیتے تھے[1] تو میں نے اور حفصہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم میں جس کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو وہ کہہ دے کہ میں آپ سے مغافیر کی بو پاتی ہوں[2] کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے[3] چنانچہ ان دونوں بیویوں میں سے ایک کے پاس حضور تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا[4] تو فرمایا کوئی مضائقہ نہیں[5] ہم نے زینب بنت جحش کے ہاں شہد پیا ہے اب نہ پئیں گے اور ہم نے اس کی قسم کھالی ہے[6] اس کی خبر کسی کو نہ دینا[7] آپ اپنی بیویوں کی

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ کے بعد فرمایا قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ حلال کو حرام کرنا قسم ہے ۔

۱ یعنی عصر کے بعد جب سرکار عالم حضرات ازواج پاک کے پاس دورہ فرماتے تو بی بی زینب کے پاس زیادہ ٹھہرتے تھے کیونکہ حضور کو شہد پسند تھا اور حضرت زینب کے پاس شہد ہوتا تھا [illegible] ۲ [illegible] حضور کو بی بی زینب کے پاس زیادہ ٹھہرنا پسند تھا ۳ مغافیر [illegible] ہے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو [illegible] کی بو سخت ناپسند تھی اسی لیے حضور نے [illegible] ۴ اس تمام مشورہ کا مقصد یہ تھا کہ اس بہانہ سے حضور کو بی بی زینب کے پاس زیادہ ٹھہرنے سے روکا جائے خیال رہے کہ [illegible] محبت رسول [illegible] نصیب [illegible] آدم علیہ السلام [illegible] اور یعقوب علیہ السلام [illegible] قرآن کریم میں ان کو توبہ کا حکم دیا گیا فرمایا اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا [illegible] ۵ [illegible] خیال رہے کہ ہم صحابہ کرام کو متقی عادل مانتے ہیں معصوم نہیں مانتے [illegible] ۶ [illegible] ۷ [illegible]

۸ [illegible] اس چھپانے سے مقصود حضرت زینب کی دلجوئی ہے

مُرْضَاةَ اَزْوَاجِهٖ فَنَزَلَتْ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ
اَزْوَاجِكَ الْاٰيَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ سَاَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِيْ غَيْرِ مَا بَاْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا
رَائِحَةُ الْجَنَّةِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ
اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَى اللّٰهِ الطَّلَاقُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

رضا چاہتے تھے[1] تب یہ آیت اتری اے نبی آپ وہ چیز کیوں حرام کرتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کی اپنی بیویوں کی مرضی تلاش کرتے ہوئے (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عورت اپنے خاوند سے بلا ضرورت طلاق مانگے[2] تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے[3] (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ناپسندیدہ ترین حلال اللہ کے نزدیک طلاق ہے[4] (ابوداؤد)

۱؎ یہ اس قسم فرمانے کی وجہ یعنی اس قسم کی وجہ اپنی بدمزگی نہیں بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ و حفصہ کو خوش کرنا مقصود تھا کہ ہم حضرت زینب کے پاس زیادہ دیر نہ ٹھہرا کریں گے تاکہ یہ خوش رہیں [illegible] تبتغی مرضات ازواجک آپ اپنی بیویوں کی رضا چاہتے ہیں [illegible] بیویاں آپ کی رضا [illegible] ۲؎ بعض لوگ اس واقعہ سے یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور کو علم غیب نہ تھا اگر ہوتا تو آپ کو پتہ چل جاتا [illegible] بے جا [illegible] ہے [illegible] اس حدیث کے یہ معنی [illegible] ۳؎ یہاں یاس سے مراد بے سختی ہے [illegible] یعنی جو بغیر سخت تکلیف کے طلاق مانگے ۴؎ یعنی ایسی عورت کا جنت میں جانا تو کیا وہاں کی خوشبو بھی نہ پا سکے گی [illegible] ورنہ [illegible] وہاں جنت میں پہنچیں گے [illegible] حدیث شفاعت کے خلاف نہیں بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ عورت جنت میں پہنچ کر بھی وہاں کی خوشبو سے محروم رہے گی جیسے [illegible] خوشبو نہیں پاتا [illegible] مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں ۵؎ یعنی اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے لیے طلاق حلال فرمائی [illegible] بہت سی چیزیں حلال ہیں مگر بہتر نہیں جیسے بلا عذر گھر میں نماز پڑھنا [illegible] اس حدیث پر قوی اعتراض ہے کہ حلال چیز ناپسند کیسے ہو سکتی ہے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] حضرت سودہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیوں فرمایا تھا [illegible] امام حسن نے بہت بیویوں کو طلاق کیوں دی [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض وہ کام کیے [illegible] تبلیغ کے لیے آپ کو ان پر بھی ثواب ملے گا جیسے [illegible] کھڑے ہو کر [illegible] طواف [illegible] حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لا جناح علیکم ان طلقتم النساء

وَعَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا طَلَاقَ قَبْلَ نِكَاحٍ وَلَا عَتَاقَ إِلَّا بَعْدَ مِلْكٍ وَلَا وِصَالَ فِي صِيَامٍ وَلَا يُتْمَ بَعْدَ احْتِلَامٍ وَلَا رِضَاعَ بَعْدَ فِطَامٍ وَلَا صُمْتَ يَوْمٍ إِلَى اللَّيْلِ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْرَ لِابْنِ آدَمَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ وَلَا عِتْقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ وَلَا طَلَاقَ فِيمَا لَا يَمْلِكُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَزَادَ أَبُو دَاوُدَ وَلَا بَيْعَ إِلَّا فِيمَا يَمْلِكُ

روایت ہے حضرت علی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں نکاح سے پہلے طلاق نہیں[۱] اور نہیں آزاد کرنا ملکیت کے بغیر[۲] اور نہیں وصال روزوں میں[۳] اور نہیں ہے یتیمی بلوغ کے بعد[۴] اور نہیں ہے شیرخوارگی دودھ چھوٹنے کے بعد[۵] اور نہیں ہے خاموشی دن بھر کی رات تک[۶] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد وہ اپنے دادا سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی منت اس میں نہیں جس کا وہ مالک نہ ہو[۷] اور نہ اس میں آزاد کرنا ہے جس کا وہ مالک نہ ہو اور نہیں ہے طلاق اس میں جس کا وہ مالک نہ ہو (ترمذی) ابوداؤد نے یہ زیادتی کی کہ نہ فروخت مگر اس میں جس کا مالک ہو[۸]

[illegible]

۱؎ لہٰذا اگر کوئی شخص اجنبیہ عورت سے کہے کہ تجھے طلاق ہے پھر اس سے نکاح کرے تو طلاق واقع نہ ہوگی یوں ہی اگر اجنبیہ عورت سے کہے کہ اگر تو گھر میں گئی تو تجھے طلاق پھر اس سے نکاح کرے [illegible] تو طلاق نہیں واقع ہوگی لیکن اگر اجنبیہ عورت سے کہا کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق پھر اس سے نکاح کرے تو طلاق واقع ہو جائے گی [illegible] ۲؎ [illegible] ۳؎ [illegible] ۴؎ [illegible] ۵؎ [illegible] ۶؎ [illegible] ۷؎ [illegible] ۸؎ حضرت امام شافعی [illegible] ابن عباس [illegible] [illegible]

وَعَنْ رُكَانَةَ بْنِ عَبْدِ يَزِيْدَ اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ سُهَيْمَةَ الْبَتَّةَ فَاَخْبَرَ بِذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتُ اِلَّا وَاحِدَةً فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتَ اِلَّا وَاحِدَةً فَقَالَ رُكَانَةُ وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتُ اِلَّا وَاحِدَةً فَرَدَّهَا اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَلَّقَهَا الثَّانِيَةَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ وَالثَّالِثَةَ فِيْ زَمَانِ عُثْمَانَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ اِلَّا اَنَّهُمْ لَمْ يَذْكُرُوا الثَّانِيَةَ

روایت ہے حضرت رکانہ ابن عبد یزید سے[1] کہ انہوں نے اپنی بیوی سہیمہ کو طلاق البتہ دی[2] پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی اور بولے اللہ کی قسم میں نے صرف ایک کی نیت کی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا خدا کی قسم تم نے نیت کی مگر ایک کی تو رکانہ بولے اللہ کی قسم میں نے نیت کی مگر ایک کی کہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عورت رکانہ کی طرف لوٹا دی[3] پھر انہوں نے زمانہ فاروقی میں دوسری طلاق دی اور زمانہ عثمانی میں تیسری[4] (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) مگر انہوں نے دوسری تیسری طلاق کا ذکر نہ کیا

[illegible] تین طلاقیں [illegible] حدیث [illegible] [illegible] [illegible] امام اعظم کے خلاف [illegible] [illegible] اس قسم کی روایات [illegible] [illegible]

۱؎ آپ صحابی ہیں [illegible] عبدالمطلب [illegible] قریشی [illegible] آپ کی وفات ہوئی ۲؎ آپ [illegible] حضرت رکانہ نے [illegible] طلاق [illegible] [illegible] ایک طلاق [illegible] تین طلاق [illegible] امام شافعی [illegible] امام مالک [illegible] امام اعظم و امام شافعی [illegible] ۳؎ [illegible] تین طلاق [illegible] حدیث رکانہ [illegible] ۴؎ [illegible] امام شافعی [illegible] ۵؎ [illegible] تین طلاقیں [illegible] رسول اللہ صلی [illegible]

وَالثَّالِثَةُ ؛ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلنِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِىُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ؛ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا طَلَاقَ وَلَا عِتَاقَ فِىْ اِغْلَاقٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ؛

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں وہ ہیں جن کا ارادہ بھی ارادہ ہے اور مذاق بھی ارادہ۱ نکاح اور طلاق اور رجوع کرنا۲ (ترمذی، ابوداؤد) اور فرمایا ترمذی نے یہ حدیث حسن غریب ہے۳

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہیں ہے طلاق نہ آزادی مجبوری میں۴ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

حیلہ ظاہر نہ کیا ہو تو دیانۃً مگر یہ حدیث مشکل ہے [illegible] طلاق [illegible] یعنی ایک بائنہ [illegible] حدیث رکانہ کو آڑ بنا کر کہتے ہیں کہ ایک دم تین طلاقیں ایک ہوتی ہیں [illegible] حدیث رکانہ کا اصل مطلب معلوم ہو گیا (مرقات)

۱ [illegible] ابن عباس [illegible] کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو ایک وقت تین طلاقیں دیں پھر بہت غمگین ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا [illegible] یہ حدیث مشکل ہے [illegible] ابوداؤد [illegible] روایت کی کہ آپ نے طلاق بتہ دی تھی یعنی ایک طلاق بائنہ باقی دو طلاقیں [illegible] ۲ یعنی ارادۃً ہوں تو بھی واقع ہو جائیں گی اور مذاق دل لگی سے کہہ دیئے [illegible] منہ سے نکل جائیں [illegible] ۳ ان تین چیزوں کا ذکر اہتمام کے لئے ہے [illegible] طلاق نکاح [illegible] عورت [illegible] مجھے طلاق دے دی [illegible] عورت نے بھی مذاق دل لگی میں قبول کر لیا [illegible] میں نے رجوع کر لیا [illegible] میں نے یہ گھوڑا تیرے ہاتھ فروخت یا ہبہ کر دیا [illegible] درست ہو گیا اگر یہ [illegible] شریعت کے احکام [illegible] ہر شخص [illegible] طلاق یا نکاح کر کے کہہ دیا کرے [illegible] حدیث [illegible] احکام مرتب [illegible] (مرقات) ۴ یعنی یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے بعض اسنادوں سے حسن ہے بعض سے غریب [illegible] حدیث کو ضعیف کہا [illegible] ضعیف [illegible] قوی ہو جاتی ہے [illegible] رب تعالٰی فرماتا ہے [illegible] قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ [illegible] منافقین نے حضور کی شان میں [illegible] کہ ہم تو مذاق کرتے تھے فرمایا بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے معلوم ہوا کہ کفر و اسلام [illegible] ثابت ہو جاتا ہے [illegible] احکام شرعیہ مرتب ہو جاتے ہیں ۵ یعنی اگر [illegible] بیوی کو طلاق [illegible] تو طلاق واقع نہ ہوگی یہ مذہب ہے امام شافعی و احمد کا [illegible] امام اعظم کے ہاں مجبور کی طلاق ہو جاتی ہے

قِيلَ مَعْنَى الْإِغْلَاقِ الْإِكْرَاهُ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ إِلَّا طَلَاقَ الْمَعْتُوهِ وَالْمَغْلُوبِ عَلَى عَقْلِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَعَطَاءُ بْنُ عَجْلَانَ الرَّاوِي ضَعِيفٌ ذَاهِبُ الْحَدِيثِ ۔ وَعَنْ

کہا گیا ہے کہ اغلاق کے معنی جبر ہیں[۱] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر طلاق جائز ہے سوائے دیوانہ اور مغلوب العقل کی طلاق کے[۲] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور عطاء ابن عجلان راوی ضعیف حدیث بھول جانے والے ہیں[۳] روایت ہے

ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد نے حضرت صفوان ابن عمران طائی سے روایت کی کہ مدینہ پاک میں ایک عورت نے اپنے خاوند سے سخت نفرت کی آتی ایک دن وہ چھری لے کر سر پر کھڑی ہوگئی اور بولی مجھے تین طلاقیں دو ورنہ ذبح کر دوں گی وہ بہت ہی بچا یا آخر کار تین طلاقیں دے دیں پھر حضور کی خدمت میں پیش ہوا تو حضور نے فرمایا لَا قَيْلُولَةَ فِي الطَّلَاقِ امام شعبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام عقیلی نے بھی اپنی کتاب میں نقل کی اس سے معلوم ہوا کہ مجبور کی طلاق ہو جاتی ہے رہی یہ حدیث کہ رُفِعَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَأُ وَالنِّسْيَانُ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ یعنی میری امت سے خطا بھول اور مجبوری کی چیزیں اٹھالی گئیں وہاں اخروی گناہ مراد ہے کہ ان چیزوں پر آخرت میں پکڑ نہ ہوگی دنیاوی احکام جاری نہ ہونا مراد نہیں اگر کوئی کسی کو خطأً قتل کر دے تو اسے قاتل مانا جاوے گا یہاں اغلاق کے معنی امام صاحب کے نزدیک سخت غضب ہے جس سے انسان کی عقل بند ہو جائے کہ ایسے مجنون والے اس غضب والے کی طلاق نہیں ہوتی لہذا یہ حدیث امام صاحب کے خلاف نہیں (مرقات و لمعات وغیرہ)

۱؎ یہ وہی بعض شارحین نے فرمایا کہ اغلاق کے معنی ہیں جبر بعض نے فرمایا اس کے معنی ہیں سخت غضب جس سے عقل جاتی رہے بعض نے فرمایا دیوانگی خیال رہے کہ امام شعبی نخعی سفیان ثوری کا یہی مذہب ہے کہ مجبور کی طلاق ہو جاتی ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ ناحق جبر کی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر شرعاً جبر کیا گیا تو طلاق واقع ہو جائے گی جیسے ظالم خاوند جو عورت کو درست طریقے سے نہ بسائے طلاق دے دو یہی قول حضرت علی عبداللہ ابن عمر شریح عمر ابن عبدالعزیز کا ہے (مرقات) یہاں بھی مجبور کی زبانی طلاق واقع ہوگی اگر مجبور نے صرف تحریری طلاق دی تو واقع نہ ہوگی (عالمگیری) خیال رہے کہ دس چیزیں مجبوری میں بھی جائز ہو جاتی ہیں نکاح طلاق رجوع ایلاء فی ظہار عتاق یعنی غلام آزاد کرنا قصاص سے معافی قسم نذر شعر

يَصِحُّ مَعَ الْإِكْرَاهِ عِتْقٌ وَرَجْعَةٌ ۞ نِكَاحٌ وَإِيلَاءٌ طَلَاقٌ مُفَارِقُ

وَفَيْءٌ ظِهَارٌ وَالْيَمِينُ وَنَذْرُهُ ۞ وَعَفْوٌ لِقَتْلٍ شَابَ عَنْهُ مُفَارِقُ

یہاں بھی اسلام یعنی مجبور کا اسلام درست ہے (مرقات کتب فقہ) ۲؎ یعنی مغلوب العقل معتوہ کی تفسیر ہے اور یہ عطف تفسیری ہے اور ہو سکتا ہے کہ معتوہ سے مراد وہ ہو جس کی عقل میں فتور ہو اور مغلوب العقل بالکل دیوانہ حضرت علی امام مالک امام شافعی امام احمد اور امام سفیان ثوری امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ نشہ والے کی طلاق واقع ہو جاوے گی اگر چہ وہ بے عقل ہو چکا ہو کیونکہ اس کی بے ہوشی اپنا قصور ہے یہ اس کا عذر نہیں بلکہ اس پر سزا ہے سوتے ہوئے بیہوش کی طلاق نہیں ہوتی ۳؎ اس حدیث کی تائید میں بہت زیادہ احادیث بخاری ابن ابی شیبہ وغیرہ میں ہیں اگر تفصیل دیکھنا ہو تو یہاں مرقات کا مطالعہ کیجئے۔ لہذا اگر چہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر دوسری احادیث کی تائید سے قوی ہے۔

عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلٰثَةٍ عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَبْلُغَ وَعَنِ الْمَعْتُوْهِ حَتّٰى يَعْقِلَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْهُمَا ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ طَلَاقُ الْاَمَةِ تَطْلِيْقَتَانِ وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ

حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلم اٹھالیا گیا ہے تین شخصوں سے[1] سوتا ہوا حتی کہ جاگ جائے اور بچے سے حتی کہ بالغ ہوجائے اور دیوانہ سے یہاں تک کہ عقل والا ہوجائے[2] (ترمذی، ابوداؤد) دارمی حضرت عائشہ سے اور ابن ماجہ ان دونوں سے۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لونڈی کی طلاقیں دو ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہے[3] (ترمذی، ابوداؤد)

1 یعنی ان پر سزا و جزا نہیں ہوتی۔ 2 حدیث کا مقصد یہ ہے کہ نابالغ بچہ سوتا ہوا آدمی اور دیوانہ مرفوع القلم ہیں ان پر شرعی احکام جاری نہیں لہذا اگر یہ لوگ اپنی بیویوں کو طلاق دے دیں تو واقع نہ ہوگی اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ بچے کی طلاق واقع نہیں ہوتی یونہی سوتے میں اگر کوئی طلاق دے دے یا دیوانگی میں تو بھی طلاق نہیں ہوتی یہ حدیث جامع صغیر احمد ابوداؤد نسائی حاکم نے مختلف صحابہ سے مختلف الفاظ میں نقل فرمائی بخاری نے تعلیقًا موقوفًا حضرت علی سے روایت کی غرضکہ حدیث صحیح ہے اتفاقًا۔ 3 یعنی لونڈی خواہ غلام کے نکاح میں ہو یا آزاد کے اس پر صرف دو طلاقیں پڑسکتی ہیں دو سے ہی مغلظہ ہوجائے گی کہ پھر بغیر حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکے گی نیز لونڈی کی عدت بجائے تین حیض کے دو حیض ہیں۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ طلاق کی عدت حیض ہے نہ کہ طہر یہ ہی احناف کہتے ہیں اور قرآن کریم میں جو ثلثۃ قروء فرمایا گیا وہاں قروء کے معنی طہر نہیں بلکہ حیض ہیں۔ دوسرے یہ کہ عدت و طلاق کا اعتبار عورت سے ہے نہ کہ مرد سے لہذا لونڈی کی طلاقیں بہرحال دو ہیں اور عدت بھی دو حیض اس کا خاوند غلام ہو یا آزاد یہ ہی احناف کا قول ہے امام شافعی و مالک و احمد کہتے ہیں طلاق کا اعتبار مرد سے ہے خیال رہے کہ اگر لونڈی کا حساب لگایا جاوے تو ڈیڑھ حیض عدت اور طلاق ہوگی کیونکہ آزاد عورت کی عدت کے تین حیض ہیں اور لونڈی کے نصف چونکہ حیض کی تنصیف نہیں ہوسکتی لہذا اس کی عدت دو حیض ہوئے بعض شوافع اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں ان کا قول ہے کہ اس کی اسناد میں مظاہر ہے ان کے سوا اس حدیث کی کوئی حدیث منقول نہیں مگر یہ غلط ہے حضرت مظاہر اہل بصرہ کے مشائخ میں سے ہیں مستغنی ہیں محدثین میں سے کسی نے ان پر جرح نہ کی نیز اس حدیث پر امام علماء کا عمل ہے اور عمل علماء ضعیف حدیث کو بھی قوی کردیتا ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ جب کسی حدیث کا مدینہ منورہ میں شہرہ ہوجاتا ہے صحیح کردیتا ہے (مرقات) یہاں اس حدیث کے متعلق مرقات نے بڑی نفیس گفتگو فرمائی ہے بہرحال طلاق و عدت میں عورت کا لحاظ ہے نہ کہ مرد کا۔

وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ❁ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ❁ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُنْتَزِعَاتُ وَالْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ رَوَاهُ النَّسَائِىُّ ❁ وَعَنْ نَافِعٍ عَنْ مَوْلَاةٍ لِصَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِىْ عُبَيْدٍ اَنَّهَا اخْتَلَعَتْ مِنْ زَوْجِهَا بِكُلِّ شَىْءٍ لَّهَا فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَوَاهُ مَالِكٌ ❁ وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ ثَلٰثَ تَطْلِيْقَاتٍ جَمِيْعًا فَقَامَ

اور ابن ماجہ و دارمی) تیسری فصل ❁ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے کو نکاح سے نکالنے والیاں[1] اور خلع کرنے والیاں منافقہ ہیں[2] (نسائی) روایت ہے حضرت نافع سے[3] وہ صفیہ بنت ابو عبید کی مولاۃ سے راوی[4] کہ انہوں نے اپنی ہر چیز کے عوض اپنے خاوند سے خلع کیا تو حضرت عبداللہ ابن عمر نے اس کا انکار نہ فرمایا[5] (مالک) روایت ہے محمود ابن لبید سے[6] فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی عورت کو ایک دم تین طلاقیں دے دیں[7] تو آپ

۱ یعنی خاوند کی بغیر وجہ نافرمانی کرکے خاوند کو طلاق دینے پر مجبور کریں اپنے کو نکاح کی قید میں نہ رکھیں ۲ یعنی جو بلاوجہ خلع کرکے خاوند سے طلاق حاصل کریں وہ بظاہر تو خاوند کی مطیع معلوم ہوتی ہیں مگر دل میں اس سے متنفر ہیں یہ چونکہ نفاق ہے حتی الامکان منافقہ کہا جائے، ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابن مسعود سے روایت کی کہ ماہر بچھڑنے والیاں اور خلع کرانے والیاں منافقہ ہیں ۳ نافع حضرت عبداللہ ابن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں اور صفیہ بنت ابی عبید مختار ابن ابی عبید ثقفی کی بہن ہیں تابعیہ ہیں، عبداللہ ابن عمر کی زوجہ ہیں حضور کو دیکھا مگر آپ سے کوئی حدیث مروی نہیں حضرت عائشہ صدیقہ و حفصہ رضی اللہ عنہما سے روایات کرتی ہیں اھ اشعہ ۴ یعنی ان کی مولاۃ نے اپنے خاوند سے کہا کہ جو کچھ تو نے مجھے مہر وغیرہ دیا ہے اور جو کچھ میرے پاس اپنا مال ہے اور جو کچھ حقوق عورت کے ہوتے ہیں ان سب کے عوض مجھے طلاق دے دے غرضکہ ہر قسم کا مال ہر قسم کے حقوق کے عوض طلاق لی ۵ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورت مہر وغیرہ سے زیادہ مال بھی خلع میں خاوند کو دے دے تو جائز ہے اگرچہ مستحب یہ ہے کہ خاوند صرف اپنا دیا ہوا مال ہی خلع میں واپس لے زیادہ نہ لے چنانچہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت ابن قیس کو صرف وہ باغ واپس کرایا جو ثابت نے انہیں دیا تھا، ان کی بیوی کا نام جمیلہ بنت سہل انصاریہ ہے اسلام میں پہلا خلع یہی ہوا تھا ۶ آپ انصاری اشہلی ہیں بعض نے فرمایا کہ صحابی ہیں بعض نے فرمایا کہ تابعی ہیں ۹۶ھ میں وفات پائی شیخ نے فرمایا کہ امام بخاری نے انہیں صحابہ فرمایا ہے امام مسلم نے تابعی کہا ہے یہ قول امام بخاری کا ہے اھ اشعہ ۷ اس طرح کہ ایک ہی مجلس میں یک وقت تین طلاقیں دے دیں یا اس طرح کہ کہہ دیا تجھے تین طلاق یا اس طرح کہ کہہ تجھے

طلاق طلاق طلاق

غَضْبَانَ ثُمَّ قَالَ اَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَقْتُلُهٗ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ مَالِكٍ بَلَغَهٗ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اِنِّيْ طَلَّقْتُ امْرَاَتِيْ مِائَةَ تَطْلِيْقَةٍ فَمَاذَا تَرٰى عَلَيَّ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طُلِّقَتْ مِنْكَ بِثَلٰثٍ وَسَبْعٌ وَتِسْعُوْنَ اتَّخَذْتَ بِهَا اٰيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا رَوَاهُ فِي الْمُوَطَّا

غصہ میں کھڑے ہو گئے پھر فرمایا کیا اللہ عزوجل کی کتاب سے کھیل کیا جاتا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان ہوں حتی کہ ایک شخص اٹھا پھر بولا یارسول اللہ کیا میں اسے قتل نہ کر دوں (نسائی) روایت ہے حضرت مالک سے انہیں خبر پہنچی ہے کہ کسی شخص نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں آپ مجھ پر کیا فتویٰ دیتے ہیں؟ تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ وہ تین طلاقوں سے تجھ سے مطلقہ ہو چکی اور ستانوے طلاقوں کے ذریعہ تو نے اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا (موطا)

۱؎ کیونکہ [illegible] ۲؎ اور یہ غضب ناراضگی کا اظہار ہے یعنی تین طلاقیں یکدم دینا کتاب اللہ کا مذاق اڑانا ہے [illegible]
خیال رہے کہ [illegible]
واقع نہیں ہوتی [illegible]

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْئًا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الْعَتَاقِ وَلَا خَلَقَ اللّٰهُ شَيْئًا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَبْغَضَ اِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ ۔ بَابُ الْمُطَلَّقَةِ ثَلٰثًا ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتِ امْرَاَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّيْ كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِيْ فَبَتَّ طَلَاقِيْ فَتَزَوَّجْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ

روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ اللہ تعالٰی نے روئے زمین پر کوئی چیز آزاد کرنے سے زیادہ پیاری و محبوب نہ فرمائی۱ اور اللہ تعالٰی نے روئے زمین میں کوئی چیز طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ نہ فرمائی۲ (دارقطنی) تین طلاق دی ہوئی عورت کا بیان۳ پہلی فصل، روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رفاعہ قرظی کی بیوی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں عرض کیا کہ میں رفاعہ کے پاس تھی اور انہوں نے مجھے طلاق دی تو طلاق منقطع کردی۴ پھر ان کے بعد میں نے عبدالرحمان

جب صرف نکاح ہوا ہو رخصت نہ ہوئی ہو اس سے کہے تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے تجھے طلاق تو اس سے صرف ایک طلاق پہلی ہی واقع ہوگی دوسری دو طلاقیں واقع نہ ہوں گی کیونکہ غیر مدخولہ عورت پر عدت نہیں ہوتی وہ پہلی طلاق سے ہی نکاح سے بالکل ہی خارج ہوگئی، عہد فاروقی میں حالات بدل چکے تھے لوگ اپنی مدخولہ بیویوں کو تین طلاقیں دیا کرتے تھے لہذا حضرت فاروق اعظم کا فرمان عالی نہایت ہی درست و صحیح تھا ورنہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قانون مقرر فرمائیں اور تمام صحابہ کرام خاموش رہتے لہذا حکم یہ ہی ہے کہ جو شخص اپنی مدخولہ بیوی کو جس سے خلوت کرچکا ہو تین طلاقیں ایک دم دے تو تینوں ہی واقع ہوں گی اس جگہ مرقات نے اس کے متعلق قریبًا پندرہ حدیثیں نقل فرمائیں کہ تین طلاقیں تینوں ہی واقع ہوں گی اور اس کے خلاف [illegible] دیکھئے ہم نے اپنی کتاب [illegible] احکام الطلاق الثلثہ میں اس کی بہت تحقیق کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیے غرضیکہ حق یہ ہے کہ تین طلاقیں تینوں ہی ہوں گی۔

۱ یعنی غلام کو آزاد کرنا مستحب ہے مگر دیگر مستحبات سے افضل و اعلٰی ہے کیونکہ اس سے ایک جان کو غلامی سے نجات دینا ہے اسے جانوروں کی حد سے نکال کر انسانوں کی حد میں داخل کرنا ہے۔ ۲ یعنی بلاضرورت طلاق دینا اگرچہ جائز ہے مگر رب تعالٰی کو ناپسند ہے ورنہ کبھی طلاق دینا مستحب یا واجب بھی ہوتی ہے جیسے بدکار یا ستم گار یا بدزبان بے نمازی ناشکری بیوی کو طلاق دے دینا بہتر ہے، حضرت ابو حفص بخاری فرماتے ہیں کہ کل قیامت میں کوئی رب تعالٰی سے اس حال میں ملے کہ اس کے ذمہ بیوی کا مہر میرے ذمے میں باقی ہو اس سے بہتر ہے کہ بے نمازی بیوی میرے نکاح میں ہو، اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کرنا دوسرے دنیاوی کاروبار بلکہ نوافل عبادات سے افضل ہے یہ بیان کا سبب ہے مرقات، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اگر طلاق رب تعالٰی کو بہت ہی ناپسند ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی بیوی کو طلاق کیوں دلوائی تھی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی سودہ کو طلاق دینے کا ارادہ کیوں فرمایا یا امام حسن رضی اللہ عنہ نے بہت نکاح کیوں

بْنَ الزُّبَيْرِ وَمَا مَعَهٗ إِلَّا مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ فَقَالَ أَتُرِيْدِيْنَ أَنْ تَرْجِعِيْ إِلٰى رِفَاعَةَ قَالَتْ
فَقَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَا حَتّٰى تَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهٗ وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔
اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ابن زبیر سے نکاح کرلیا ان کے پاس نہیں ہے مگر کپڑے کے پلو (گوشہ) کے تو فرمایا کہ کیا تم رفاعہ کی طرف لوٹنا چاہتی
ہو بولیں ہاں ۷؎ فرمایا نہیں تاآنکہ تم ان کی لذت چکھ لو اور وہ تمہاری لذت چکھ لیں ۸؎ (مسلم،بخاری) ۹؎

دوسری فصل: روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی۔

کئے اور بہت طلاقیں کیوں دیں، کیونکہ طلاق رب تعالٰی کو ناپسند بھی ہے اور ناپسند بھی ہو ۳؎ یعنی اس باب میں تین طلاق والی عورت کا ذکر ہے کہ وہ بغیر حلالہ پہلے
خاوند کو حلال نہیں اور حلالہ میں دوسرے خاوند سے نکاح بھی ضروری ہے اور صحبت بھی لازم بہتر تھا کہ صاحب مشکوٰۃ ترجمہ باب میں یا وہ ظہار کا ذکر بھی
فرماتے کیونکہ اس باب میں اس کے متعلق احادیث بھی آرہی ہیں ۴؎ آپ کا نام رفاعہ ابن سموال ہے قرظی ہیں، یعنی یہود کے قبیلہ بنی قریظہ سے ہیں بی بی
صفیہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں واللہ اعلم ۵؎ اس طرح کہ مجھے تین طلاقیں دے دیں جس کی وجہ سے نکاح بالکل ہی ختم ہوگیا۔
۶؎ یعنی عبدالرحمٰن کے اعضاء تناسل تو درست ہیں مگر ضعف کی وجہ سے وہ قابل صحبت نہیں کہ وہ نامرد ہیں۔ خیال رہے کہ خصی وہ جس کے خصیہ نہ
ہوں مجبوب جس کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو اور عنین وہ جس کے یہ تینوں اعضاء ہوں مگر ان میں سختی نہ ہو جس سے وہ صحبت کے قابل نہ ہو یہاں تیسری صورت
تھی جسے اس بی بی نے اس طرح بیان کیا، اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ پوچھنے یا داد خواہی کرنے کے لئے عالم یا حاکم کے سامنے صاف بات کی جا
سکتی ہے، نہ اسے بے حیائی کہا جاوے گا نہ غیبت، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیان پر ملامت نہ فرمائی ۷؎ یہ بی بی سمجھی کہ حلالہ
کے لئے صرف دوسرے مرد سے نکاح کافی ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے۔ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ میرا دوسرا نکاح تو ہوچکا، شاید میں یہاں
سے طلاق لے کر رفاعہ کے لئے حلال ہوجاؤں گی ۸؎ عسیلہ عسل کی تصغیر ہے۔ عسل شہد کو کہتے ہیں پھر ہر لذت کو کہنے لگے مقصد یہ ہے
کہ تمہارے بیان کے مطابق عبدالرحمٰن تم سے صحبت نہ کریگا اور حلالہ میں دوسرے خاوند کا صحبت کرنا شرط ہے لہذا تم ابھی رفاعہ کے لئے حلال
نہیں ہوئیں۔ بعض علماء نے قرآن کی آیت سے بھی صحبت کا شرط ہونا ثابت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ تنکح کے معنی ہیں تجامع لہذا آیت کے معنی یہ ہیں
کہ تین طلاق والی عورت پہلے خاوند کو حلال نہیں یہاں تک کہ دوسرے خاوند سے صحبت کرے مگر حق یہ ہے کہ آیت میں تنکح بمعنی نکاح ہے صحبت کا
شرط ہونا اس حدیث سے ثابت ہے عسیلہ تصغیر فرما کر یہ بتایا کہ پوری صحبت کرنا شرط نہیں انزال ضروری نہیں صرف حشفہ غائب ہونا کافی ہے جس
سے غسل فرض ہوجاتا ہے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نابالغ بچہ سے صحبت حلالہ کے لئے کافی نہیں ہاں مراہق یعنی قریب بلوغ کی صحبت
کافی ہے دوسرے یہ کہ بہت چھوٹی بچی کو اگر تین طلاقیں دی گئیں تو اس کا نکاح ثانی اور صحبت حلالہ کے لئے کافی نہیں کہ پہلی صورت میں خاوند لذت
نہیں پاسکتا دوسری صورت میں عورت، تیسرے یہ کہ لونڈی سے مولٰی کی صحبت حلالہ کے لئے کافی نہیں کہ مولٰی خاوند نہیں، چوتھے یہ کہ مجنونہ یا بیہوش یا
سوتی ہوئی عورت سے صحبت حلالہ کے لئے کافی ہے کہ یہ صحبت لذت کے لائق تھی اگرچہ عورت نے ان عوارض کی وجہ سے چکھی نہیں یہی عام علماء کا مذہب

وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ ۞ وَعَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ يَسَارٍ قَالَ اَدْرَكْتُ بِضْعَةَ عَشَرَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَقُوْلُ يُوْقَفُ الْمُوْلِيْ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ۞ وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ

حلالہ کرنے والے پر اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا [1] (دارمی) اور ابن ماجہ حضرت علی و ابن عباس اور عقبہ ابن عامر سے [2] روایت ہے حضرت سلیمان ابن یسار سے [3] فرماتے ہیں کہ میں نے چند اور دس صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پایا وہ تمام فرماتے تھے کہ ٹھہرایا جائے ایلاء کرنے والا [4] (شرح سنہ) روایت ہے ابوسلمہ سے

ہے پانچویں یہ کہ وطی بالشبہ، زنا، ملک یمین کی صحبت سے حلالہ درست نہیں۔ یہ صحبت وغیرہ کی قیود اس لئے ہیں کہ لوگ تین طلاقوں پر دلیری نہ کریں کیونکہ دوسرا خاوند صحبت کے بعد طلاق دے تو مشکل سے ہی دے گا (مرقات وغیرہ) [2] بخاری کی ایک روایت میں یہ ہے کہ عبدالرحمن نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ جھوٹی ہے میں اسے چمڑے کی طرح چھیلتا ہوں تو فرمایا کہ اگر یہ سچی بھی ہو تب بھی اپنے قول سے رفاعہ کو حلال نہیں۔

[1] محلل سے مراد دوسرا خاوند ہے اور محلل لہ سے مراد پہلا خاوند جس نے تین طلاقیں دیں۔ اگر حلالہ مشروط یا عارضی چند روزہ نکاح کے ذریعہ کیا گیا تو حلالہ درست نہ ہوگا کہ نکاح ہی باطل ہے حلالہ میں نکاح صحیح ضروری ہے اور اگر نکاح درست کیا گیا مگر ارادہ حلالہ کا تھا تو حلالہ ہو جائے گا مگر دونوں خاوند بے حیا ہیں اس لئے لعنت فرمائی۔ اگر حلالہ درست ہی نہ ہوتا تو ان خاوندوں کو محلل اور محلل لہ کیوں کہا جاتا۔ بعض احادیث میں ہے کہ حلالہ کرنے والا مانگے ہوئے بکرے کی طرح ہے علماء فرماتے ہیں کہ بعض صورتوں میں حلالہ کرنا بہتر بھی ہو جاتا ہے یہاں بغیر ضرورت حلالہ والوں پر لعنت فرمائی گئی ہے یا لعنت جب ہے جبکہ اجرت پر حلالہ کرایا جائے۔ فتح القدیر میں ہے کہ اگر تین طلاق والی عورت بغیر ولی کی اجازت غیر کفو میں نکاح کرے تو حلالہ درست نہ ہوگا کیونکہ ہمارے مذہب مفتی بہ میں یہ نکاح ہی درست نہیں غیر کفو سے نکاح میں ولی کی اجازت شرط ہے (مرقات)۔

[2] یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے بہت سی کتب میں منقول ہے اسے ترمذی نے حسن صحیح فرمایا (مرقات) [3] آپ کی کنیت ابوایوب ہے عطاء ابن یسار کے بھائی ہیں ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام تابعی ہیں بڑے فقیہ محدث زاہد متقی ہیں اہل مدینہ کے سات فقہاء میں سے ہیں ۷۳ سال عمر ہوئی ۱۰۷ھ میں وفات پائی رضی اللہ تعالٰی عنہ (اکمال) [4] خاوند کا قسم کھالینا کہ میں اپنی بیوی سے چار ماہ تک صحبت نہ کروں گا ایلاء ہے۔ اور یہ قسم کھانے والا خاوند مولی ہے ایلاء کا حکم ہمارے ہاں یہ ہے کہ اگر خاوند اس مدت میں قسم توڑ دے اور رجوع کرلے تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے ورنہ چار ماہ گزرنے پر ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔ حدیث کے معنی ہمارے نزدیک یہ ہیں۔ ایلاء کرنے والے کا معاملہ موقوف رکھا جائے۔ چار ماہ تک طلاق کا حکم نہ دیا جائے۔ اگر اس مدت میں رجوع کرلیا تو خیر ورنہ یہ مدت گزرنے پر طلاق واقع ہو جائے گی یہی قول ہے حضرت عثمان، علی، عبداللہ ابن مسعود عبداللہ ابن عباس، عبداللہ ابن عمر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ چار ماہ گزر جانے پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ بلکہ اب اسے حاکم رجوع کرنے پر مجبور کرے گا اگر رجوع نہ کرے تو فسخ نکاح کا حکم دے گا ان کے ہاں حدیث کے معنی یہ ہیں کہ مدت گزرنے پر حاکم مولی کا معاملہ موقوف رکھے مگر امام اعظم کا قول بہت قوی ہے۔ آیت قرآنیہ سے اس کی تائید ہوتی ہے اس کی نفیس تحقیق یہاں مرقات میں ملاحظہ فرمائیے

أَنَّ سَلْمَانَ بْنَ صَخْرٍ وَيُقَالُ لَهُ سَلَمَةُ بْنُ صَخْرٍ الْبَيَاضِيُّ جَعَلَ امْرَأَتَهُ عَلَيْهِ كَظَهْرِ أُمِّهِ حَتَّى يَمْضِيَ رَمَضَانُ فَلَمَّا مَضَى نِصْفٌ مِنْ رَمَضَانَ وَقَعَ عَلَيْهَا لَيْلًا فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتِقْ رَقَبَةً قَالَ لَا أَجِدُهَا قَالَ فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا أَسْتَطِيعُ قَالَ أَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا قَالَ لَا أَجِدُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِفَرْوَةَ بْنِ عَمْرٍو أَعْطِهِ ذَلِكَ الْعَرَقَ وَهُوَ مِكْتَلٌ يَأْخُذُ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا أَوْ سِتَّةَ عَشَرَ صَاعًا لِيُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا

کہ حضرت سلمان ابن صخر جنہیں سلمہ ابن صخر بیاضی کہا جاتا ہے[1] انہوں نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر اپنی ماں کی پشت کی طرح کر لیا[2] کہ رمضان گذر گیا پھر جب آدھا رمضان گذرا تو ایک رات ان سے صحبت کر لی[3] پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس کا ذکر حضور سے کیا ان سے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلام آزاد کرو[4] عرض کیا میں غلام پاتا نہیں[5] فرمایا مسلسل دو ماہ کے روزے رکھو[6] عرض کیا مجھ میں طاقت نہیں فرمایا[7] ساٹھ مسکینوں کو کھانا دو[8] عرض کیا یہ بھی نہیں تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فروہ ابن عمرو سے فرمایا[9] کہ انہیں یہ ٹوکری دے دو وہ بڑی زنبیل ہے جس میں پندرہ یا سولہ صاع سماتے ہیں تاکہ وہ ساٹھ مسکینوں کو کھلا دیں[10]

[1] بیاضی تابعین میں سے ہیں ۷۰ سال عمر پائی ۶۳ھ میں وفات ہوئی حضرت عبداللہ ابن عباس و ابوہریرہ و ابن عمرو وغیرہم سے ملاقات ہے ابو اسلم الانام سلیمان بیاضہ ابن عامر کی اولاد سے ہیں صحابی ہیں خوف خدا میں بہت گریہ وزاری کرتے تھے۔ [2] یعنی انہوں نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا یعنی یہ کہا کہ تو مجھ پر رمضان گذرنے پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے یعنی حرام ہے ظہار کے معنے ہیں اپنی بیوی کو اپنی ماں بہن وغیرہ دائمی محرمات کے کسی عضو شانہ سے تشبیہ دینا ظہر سے بنا بمعنی پشت، اس میں دو شرطیں ہیں ایک عورت کا اپنی بیوی ہونا لہذا لونڈی سے ظہار نہیں، دوسرے خاوند کا اہل کفارہ ہونا لہذا بچہ دیوانہ کا ظہار درست نہیں ظہار کا حکم یہ ہے کہ ادائے کفارہ تک عورت حرام رہتی ہے۔ [3] یعنی قسم توڑ دی اگر یہ حضرت ماہ رمضان گذر جانے دیتے تو کفارہ واجب نہ ہوتا کہ وقتی ظہار کا یہی حکم ہے دائمی ظہار میں جب بھی صحبت کرے کفارہ واجب ہے۔ [4] معلوم ہوا کہ کفارہ ظہار میں ترتیب یہ ہے کہ مظاہر غلام آزاد کرے اگر اس پر قادر نہ ہو تو روزے رکھے اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے رقبہ مطلق فرمانے سے معلوم ہوا کہ کفارہ ظہار میں ہر قسم کا غلام آزاد کیا جا سکتا ہے مومن ہو یا کافر۔ [5] یعنی میرے پاس نہ غلام ہے نہ اس کی قیمت کہ خرید کر آزاد کر دوں۔ [6] اس طرح کہ لگاتار ساٹھ روزے رکھے جاویں اور درمیان روزے میں اس بیوی سے صحبت ہرگز نہ ہو کیونکہ رب تعالیٰ فرماتا ہے من قبل ان یتماسا۔ [7] ضعف بدن کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکتا یا دو ماہ میں عورت سے علیحدہ نہیں رہ سکتا جیسا کہ بعض قوی جوانوں کا حال ہوتا ہے۔ [8] روزانہ ایک مسکین کو دو کھانا دینا یا دو ماہ میں پورا۔ [9] بعض نسخوں میں عمرو ابن عمرو ہے یہ کاتب کی غلطی ہے فروہ ابن عمرو بیاضی انصاری ہیں بدر وغیرہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ [10] خیال رہے کہ کفارہ ظہار میں ہر مسکین

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى أَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ نَحْوَهُ قَالَ كُنْتُ امْرَأً أُصِيْبُ مِنَ النِّسَاءِ مَا لَا يُصِيْبُ غَيْرِيْ وَفِيْ رِوَايَتِهِمَا أَعْنِيْ أَبَادَاوُدَ وَالدَّارِمِيَّ فَأَطْعِمْ وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ بَيْنَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۔ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُظَاهِرِ يُوَاقِعُ قَبْلَ أَنْ يُكَفِّرَ قَالَ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا ظَاهَرَ مِنِ امْرَأَتِهِ فَغَشِيَهَا قَبْلَ أَنْ يُكَفِّرَ فَأَتَى

ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، بروایت سلیمان ابن یسار عن سلمہ ابن صخر ۱؎ اس کی مثال فرماتے ہیں کہ میں ایسا شخص تھا کہ عورتوں سے اس قدر صحبت کرتا تھا کہ میرے سوا کوئی نہ کرتا تھا اور ان دونوں یعنی ابوداؤد اور دارمی کی روایت میں ہے کہ ایک وسق چھوارے ساٹھ مسکینوں کو دو ۲؎ روایت ہے حضرت سلیمان ابن یسار سے وہ سلمہ ابن صخر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی اس ظہار کرنے والے کے متعلق جو کفارہ دینے سے پہلے صحبت کرلے فرمایا ایک ہی کفارہ ہے ۳؎ (ترمذی، ابن ماجہ) تیسری فصل روایت ہے حضرت عکرمہ ۴؎ سے وہ ابن عباس سے راوی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا پھر کفارہ دینے سے پہلے اس سے صحبت کرلی ۵؎ پھر

چار سیر یعنی پندرہ سو اصاع چھوارے دینے کا حکم دیا یہ حضرت سلمان کی خصوصیات سے ہے جیسے ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو چھ ماہ کی بکری کی قربانی کی اجازت دے دی گئی تھی ورنہ ایک سال کی بکری کی قربانی ہو سکتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث اس پابندی سے پہلے کی ہو دوسرے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض صاع ادا کرنے میں مقدار معاف ہوئی باقی ان کے اپنے ذمہ رہے دونوں روایات میں تطبیق نہایت قوی ہے۔ ۱؎ مگر سلیمان ابن یسار نے سلمہ ابن صخر بیاضی سے ملاقات نہیں کی ہے لہذا اس اسناد میں یہ حدیث مرسل کی طرح ہوگئی کہ راوی درمیان میں رہ گیا جیسے درایات ۲؎ یعنی میں اتفاق کی نصف رمضان کو بی بی سے صحبت کر بیٹھا یا میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ میں ساٹھ روزے دو ماہ صحبت سے خالی نہیں رہ سکتا اسی لئے میں نے کہا کہ مجھے بتاؤ جو دوسرے لوگوں کے شہوت در طاقت جماع بہت زیادہ تھی بغیر بیوی رہ نہ سکتا تھا ۳؎ یہ حدیث گزشتہ اجمال کی تفصیل ہے وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے فی فقیر ایک صاع چھوارے دینا لازم ہے یہ ہی فقہاء فرماتے ہیں پھر نصف صاع دینا ان کی خصوصیت ہے۔ قانون اور ہے کرم خسروانہ کچھ اور ۴؎ یعنی واجب تو یہ ہے کہ مظاہر پہلے کفارہ دے پھر اس عورت سے صحبت کرے لیکن اگر کوئی پہلے ہی صحبت کر بیٹھے تو کفارہ ایک ہی ہوگا دو لازم نہ ہوں گے اور اس گناہ کی رب تعالٰی سے معافی مانگے یہ ہی احناف کا مذہب ہے مگر حضرت عمرو ابن عاص، قبیصہ، سعید ابن جبیر، زہری، قتادہ، مجاہد، حسن بصری، امام نخعی فرماتے ہیں کہ اس پر دو کفارہ واجب ہوں گے، احادیث ان بزرگوں کے خلاف ہے جو شخص اپنی چار بیویوں سے ظہار کرے کہ کہہ دے تم سب مجھ پر میری ماں کی طرح ہو تو چار کفارے واجب ہوں گے کہ چار ظہار ہوئے مگر امام مالک و احمد کے ہاں ایک ہی کفارہ واجب ہے کہ ظہار کرنے والا مرد ایک ہی ہے ظہار اور کفارہ ظہار کے تفصیلی مسائل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیے ۵؎ پہلے کہا جا چکا ہے کہ عکرمہ ابن ابوجہل نہیں ہیں بلکہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں تابعین میں سے ہیں ۶؎ یعنی ظہار

النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ
رَأَيْتُ بَيَاضَ حَجْلَيْهَا فِي الْقَمَرِ فَلَمْ أَمْلِكْ نَفْسِيْ أَنْ وَقَعْتُ عَلَيْهَا فَضَحِكَ رَسُوْلُ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهٗ أَنْ لَّا يَقْرَبَهَا حَتّٰى يُكَفِّرَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ
نَحْوَهٗ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَرَوٰى أَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ نَحْوَهٗ مُسْنَدًا
وَمُرْسَلًا وَقَالَ النَّسَائِيُّ الْمُرْسَلُ أَوْلٰى بِالصَّوَابِ مِنَ الْمُسْنَدِ ۞ بَابٌ ۞
اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ ۞ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ حضور سے عرض کیا فرمایا تجھے اس پر کس چیز نے انگیخت کی ۱؎ عرض کیا
یارسول اللہ میں نے چاندنی میں اس کے پاجنوں کی سفیدی دیکھی تو اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکا کہ اس سے صحبت کر بیٹھا تب
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنسے ۲؎ اور اسے حکم دیا کہ اپنی بیوی کے قریب نہ جائے حتی کہ کفارہ دیدے ۳؎ ابن ماجہ اور
ترمذی نے اس کی مثل اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے ۴؎ اور ابوداؤد و نسائی نے اس کی مثل روایت
کی اسناداً بھی اور ارسالاً بھی نسائی نے فرمایا کہ بمقابلہ مسند کے مرسل زیادہ قریب صواب ہے ۵؎ باب
۶؎ پہلی فصل ۷؎ روایت ہے حضرت معاویہ ابن حکم سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت

۱؎ پتہ نہ چلا کہ یہ صحابی کون تھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری سے پہلے اس نے کر لی [illegible] مگر اس نے کفارہ سے پہلے صحبت نہیں کر سکتا اپنی مظاہرہ بیوی سے کرنے والا
یہ سوال یا تو محض تحقیق واقعہ کے لئے ہے یا مسلمانوں کو یہ بتانے کے لئے کہ مظاہر ظہار کے بعد کفارہ سے پہلے اسباب جماع سے بھی احتیاط رکھے ۲؎ بعض روایات میں ہے
کہ اس کی پنڈلی کی سفیدی دیکھ کر میں شہوت سے بے تاب ہو گیا مگر ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ پنڈلی کی سفیدی اور پاجنا چونکہ ایک وقت دیکھی جا سکتی
ہے جس سے کے قریب پہنچنے سے پہلے پاجنا عورتوں کے پاؤں کا مشہور زیور جسے خلخال بھی کہتے ہیں اس جواب میں اس طرف اشارہ ہے کہ میں نے اسباب جماع خود نہ جمع کئے تھے
بلکہ وہ کفارہ دیا تھا اتفاقاً ایسا ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ پیارے طبیب سے مرض نہ چھپائے ۳؎ اس پر ملامت نہ فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ اس کا یہ عذر قبول فرما لیا
۴؎ اس سے فقہاء کا یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر مظاہر کفارہ ادا کرنے سے پہلے صحبت کر بیٹھے تو اس پر ایک ہی کفارہ ظہار کا واجب ہوگا دو یا تین کفارے واجب نہ ہوں گے۔ یہ
بھی معلوم ہوا کہ اس جماع کے بعد بھی اس پر آئندہ صحبت کرنا ممنوع ہوگا جب تک کہ کفارہ نہ دے ۵؎ یعنی یہ حدیث چند اسنادوں سے مروی ہے بعض اسنادوں
میں حسن ہے بعض میں صحیح بعض میں غریب ۶؎ یہاں اسناد و ارسال سے مراد یا تو حضرت عکرمہ کا ارسال و اسناد ہے کہ کبھی انہوں نے حضرت ابن عباس کا ذکر کیا کبھی
نہ کیا یا حضرت ابن عباس کا ارسال و اسناد مراد ہے کہ بعض روایات میں حضرت ابن عباس نے یہ واقعہ اس صحابی سے نقل فرمایا وہاں اسناد ہو گئی بعض میں اس صحابی کا ذکر
نہ فرمایا ارسال ہو گیا مرسل صحابی کا بھی ہوتا ہے اور تابعی کا بھی درمقامات خیال رہے کہ اسلام میں سب سے پہلے ظہار اوس ابن صامت نے اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ ابن مالک سے کیا
بعد میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی شکایت کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی قَدْ سَمِعَ اللهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا ۷؎ اس باب

فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ جَارِيَةً كَانَتْ لِيْ تَرْعٰى غَنَمًا لِّيْ فَجِئْتُهَا وَقَدْ فَقَدَتْ شَاةً مِّنَ الْغَنَمِ فَسَاَلْتُهَا عَنْهَا فَقَالَتْ اَكَلَهَا الذِّئْبُ فَاَسِفْتُ عَلَيْهَا وَكُنْتُ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ فَلَطَمْتُ وَجْهَهَا وَعَلَيَّ رَقَبَةٌ اَفَاُعْتِقُهَا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ اللّٰهُ فَقَالَتْ فِي السَّمَآءِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْتِقْهَا رَوَاهُ مَالِكٌ وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَ كَانَتْ لِيْ جَارِيَةٌ تَرْعٰى

میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری لونڈی میری بکریاں چراتی تھی ۱؎ میں اس کے پاس گیا تو ایک بکری گم پائی میں نے اسے بکری کے متعلق پوچھا تو وہ بولی کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ۲؎ میں اس پر بہت غصے ہوا میں آدمی ہوں میں نے اس کے منہ پر تھپڑ مار دیا اور مجھ پر ایک غلام آزاد کرنا ہے ۳؎ کیا اُسے آزاد کردوں تو اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کہاں ہے وہ بولی آسمان میں ۴؎ پھر فرمایا میں کون ہوں بولی آپ اللہ کے رسول ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے آزاد کردو ۵؎ (مالک) اور مسلم کی روایت میں ہے فرماتے ہیں میری ایک لونڈی تھی

کا منشا یہ ہے کہ ہر کفارہ میں مومن غلام ہی کا آزاد کیا جانا ضروری ہو کافر کا نہیں امام اعظم کے ہاں مستحب ہے امام شافعی کے ہاں واجب قتل خطا کے کفارہ میں بالاتفاق مومن غلام آزاد کرنا واجب ہے کیونکہ اس کے لئے قرآن میں ایمان کی قید موجود ہے فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۵؎ آپ سلمی ہیں صحابی ہیں مدینہ منورہ میں رہتے تھے [illegible] میں وصال ہوا (اکمال و مرقات)۔

۱؎ یعنی لونڈی میری بکریاں بھی میری ہی چراتی تھی کسی اور کی مزدوری نہ کرتی تھی لونڈی پر پردہ لازم نہیں کیونکہ وہ پردے میں رہ کر مولیٰ کی خدمت نہیں کر سکتی۔ ۲؎ یعنی میں نے اس واقعہ کی خبر دی کہ بکری بھیڑیا لے گیا میرے پوچھنے پر بتایا [illegible] ۳؎ اس مارنے کی وجہ سے نہیں کسی اور وجہ سے کفارہ واجب ہو چکا ہے جس میں غلام آزاد کرنا مجھ پر لازم ہے حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی اپنے غلام کو مارے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کردے یہ حکم صرف استحبابی ہے [illegible] اس روایت کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ کفارہ میں [illegible] غلام کا آزاد کرنا جائز ہے [illegible] کلام کرنے کو بھی کہنا کہتے ہیں رب تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا یعنی اے مریم [illegible] کسی سے کلام نہ کروں گی ۴؎ یہ سوال و جواب اللہ تعالیٰ کی جگہ کے متعلق نہیں وہ تو جگہ میں رہنے سے پاک ہے [illegible] اس چیز کی تحقیق فرمائی کہ یہ لونڈی مشرکہ نہیں بتوں کو خدا نہیں کہتی مگر مشرک بتوں کو [illegible] ۵؎ کیونکہ یہ مومنہ ہے جیسا کہ اگلی روایت میں آ رہا ہے اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ کفارات وغیرہ میں صرف مومن غلام لونڈی آزاد ہو سکتی ہے امام اعظم کے ہاں ہر غلام آزاد کیا جا سکتا ہے [illegible] آزاد کرو دیا یہ استحباب کے لئے ہے یعنی مومن غلام کا آزاد کرنا کافر غلام آزاد کرنے سے افضل ہے امام اعظم [illegible] قرآن کریم نے کفارہ قتل کے سوا کسی کفارہ میں مومن غلام کی قید نہ لگائی اور قرآن شریف کے مطلق احکام کو ان کے اطلاق پر رکھنا ضروری

غَنَمًا لِّيْ قِبَلَ اُحُدٍ وَّالْجَوَّانِيَّةِ فَاطَّلَعْتُ ذَاتَ يَوْمٍ فَاِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ مِّنْ غَنَمِنَا وَاَنَا رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ اٰدَمَ اٰسَفُ كَمَا يَاْسَفُوْنَ لٰكِنْ صَكَكْتُهَا صَكَّةً فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَيَّ قُلْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُعْتِقُهَا قَالَ ائْتِنِيْ بِهَا فَاَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ لَهَا اَيْنَ اللّٰهُ قَالَتْ فِي السَّمَآءِ قَالَ مَنْ اَنَا قَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَعْتِقْهَا فَاِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ ٭ بَابُ اللِّعَانِ ٭ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

جو میری بکریاں احد اور جوانیہ کی طرف چراتی تھی۱ ایک دن میں اچانک وہاں گیا تو بھیڑیا ہماری بکریوں میں سے ایک بکری لے گیا تھا۲ اور میں اولاد آدم سے ایک شخص ہوں جیسے سب غمگین ہوتے ہیں میں بھی غمگین ہوتا ہوں لیکن میں نے اسے صرف ایک تھپڑ مار دیا۳ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اسے مجھ پر بڑا جرم قرار دیا۴ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اسے آزاد نہ کردوں۵ فرمایا اسے میرے پاس لاؤ تو میں اسے لایا تو آپ نے فرمایا اللہ کہاں ہے وہ بولی آسمان میں فرمایا میں کون ہوں بولی آپ رسول اللہ ہیں فرمایا اسے آزاد کردو یہ مومنہ ہے۶ ٭ لعان کا بیان۷ ٭ پہلی فصل

۱ احد مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے جو مدینہ پاک سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور جوانیہ احد کے قریب جنگل کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے جانب شمال ہے احد سے متصل۔ ۲ میرے سامنے نہ لے گیا بلکہ بکریاں شمار کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک بکری کم ہے لونڈی سے پوچھنے پر پتہ چلا کہ بھیڑیا لے گیا لہٰذا یہ روایت گزشتہ روایت کے خلاف نہیں۔ ۳ لٰکن سے پہلے ایک مختصر سی عبارت پوشیدہ ہے یعنی دل تو چاہا کہ لونڈی کو سخت سزا دوں کیونکہ میرا بہت نقصان ہوگیا تھا مگر میں نے ایک تھپڑ مارنے پر ہی کفایت کی۔ ۴ یعنی آپ نے فرمایا کہ تم نے برا گناہ کیا کیونکہ بے قصور لونڈی کو تھپڑ مارنا ایسا حق العبد ہے جو توبہ سے بھی معاف نہیں ہو سکتا مگر قصاص دینے کا حکم نہ فرمایا کیونکہ مولیٰ سے لونڈی کا قصاص نہیں لیا جاتا اس سے معلوم ہوا کہ بے قصور کو سزا دینا گناہ ہے اگرچہ استاذ یا پیر یا ماں باپ یا آقا ہی کیوں نہ دے اس سے موجودہ زمانہ کے حکام، آقا وغیرہ کو عبرت پکڑنی چاہیئے۔ ۵ تاکہ یہ آزاد کرنا میرے اس گناہ کا کفارہ بھی ہو جائے اور میرے ذمہ ایک دوسرا کفارہ ہے جس میں غلام آزاد کرنا مجھ پر واجب ہے وہ بھی ادا ہو جائے لہٰذا یہ روایت گزشتہ روایت کے خلاف نہیں یہ معلوم نہ ہوا کہ گزشتہ حدیث پر عمل کیا جائے گا تو ادا ہوگا۔ خیال رہے کہ غلام کو بلا قصور مار دینے پر اس کا آزاد کرنا واجب نہیں نہ آزادی اس کا کفارہ ہے صرف مستحب ہے لہٰذا اس روایت پر یہ اعتراض نہیں کہ دو کفاروں میں ایک غلام کیسے آزاد کردیا گیا (مرقات)۔ ۶ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اجمالی معتبر ہے دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لونڈی سے ایمانیات کی تفصیل نہ پوچھی صرف توحید و رسالت کے اقرار کو تمام ایمانیات کا اقرار مانا۔ ۷ لعان باب مفاعلہ کا مصدر ہے اس کا مادہ لعن ہے بمعنی لعنت یعنی رحمت الٰہی سے دور ہو جانے کی بددعا لعان کے معنی ہیں ایک دوسرے پر لعنت کرنا شریعت میں لعان یہ ہے کہ کوئی خاوند اپنی بیوی کو ایسی تہمت لگائے کہ اگر اجنبی عورت کو لگاتا تو حد قذف واجب ہو جاتی اس پر حاکم مجمع کے سامنے ان دونوں خاوند بیوی کو کھڑا کرکے چار چار قسمیں ایک لعنت یا غضب کی بددعا کرائے پھر ان دونوں کو ہمیشہ کے لئے جدا کردے کہ پھر یہ عورت اس مرد کے نکاح میں کبھی نہ آسکے مگر لعان کے بعد اگر مرد کہے کہ میں نے جھوٹی تہمت لگائی تھی اس پر سے تہمت کی سزا اسی کوڑے لگائے جائیں پھر نکاح جائز ہے ہمارے امام صاحب کے ہاں لعان

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ اَنَّ عُوَيْمِرًا الْعَجْلَانِيَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَأَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا اَيَقْتُلُهٗ فَتَقْتُلُوْنَهٗ كَيْفَ يَفْعَلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ فِيْكَ وَفِيْ صَاحِبَتِكَ فَاذْهَبْ فَاْتِ بِهَا قَالَ سَهْلٌ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَاَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَا

روایت ہے حضرت سہل ابن سعد ساعدی سے فرماتے ہیں کہ عویمر عجلانی نے عرض کیا ۱؎ یارسول اللہ فرمایئے تو ایک شخص اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے ۲؎ کیا وہ اسے قتل کردے تو مسلمان اسے قتل کردیں گے ۳؎ کیا کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے اور تیری بیوی کے متعلق آیت نازل کردی گئی ۴؎ تم جاؤ اسے لے آؤ ۵؎ سہل فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے مسجد میں لعان کیا ۶؎ میں بھی لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا جب وہ

ہیں جن کی تاکید قسم سے کی گئی ہے۔ امام شافعی کے ہاں لعان قسمیں ہیں جن کی تاکید گواہیوں سے کی گئی ہے لہذا امام صاحب کے ہاں لعان وہ ہی کر سکتا ہے جس کی گواہی قبول ہو سکتی ہے جو گواہی کا اہل نہیں وہ لعان کر سکتا ہے اس کی تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے۔ خیال رہے کہ کسی گنہگار مسلمان کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں خواہ کیسا ہی گنہگار ہو سوائے لعان کے لہذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ یزید یا حجاج یا فلاں زانی قاتل پر لعنت ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت حسین کے قاتل یا قتل سے راضی ہونے والے پر لعنت ہے کہ یہ لعنت بالوصف ہے دیکھو شامی باب اللعان۔ ۱؎ سہل ابن سعد کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں آپ مدینہ منورہ میں آخری صحابی ہیں جو تمام صحابہ سے آخر میں فوت ہوئے ان کی وفات پر مدینہ سے صحابہ کا دور ختم ہوا۔ عویمر عجلانی ہیں عجلان قبیلہ سے ہیں عجلان انصار کا ایک قبیلہ ہے عجلان ابن زید انصاری کی اولاد (اشعہ مرقاۃ)۔ ۲؎ یا زنا کرتے ہوئے پائے یا علامات سے معلوم ہو کہ اس نے زنا کیا ہے فارغ ہو کر بیٹھا ہے۔ ۳؎ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں یقتلون ی سے ہے یعنے مقتول کے وارث سے قتل کردیں گے بعض میں تقتلون ت سے ہے یعنی اے محبوب پاک اور آپ کے صحابہ اسے قصاصاً قتل کردیں گے۔ علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی کو اپنی بیوی سے زنا کرتے دیکھے اور اسے قتل کردے تو اسے بھی قصاص میں قتل کیا جائے گا ہاں اگر اس زنا پر چار گواہ قائم ہو جائیں اور زانی محصن بھی ہو تو اس قاتل پر قصاص نہیں یا مقتول کے ولی اس زنا کا اقرار کرلیں تب بھی قصاص نہیں یہ شرعی حکم ہے عنداللہ اس قاتل پر کوئی گناہ نہیں۔ عویمر نے صاف نہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو زنا کراتے دیکھا بلکہ اشارۃً اگر مگر سے سوال کیا تاکہ حد قذف ان پر جاری ہو جائے۔ ۴؎ آیت کریمہ یہ ہے وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ یہ آیت شعبان ۹ھ میں نازل ہوئی یا تو عویمر کے متعلق ہی نازل ہوئی یا ہلال ابن امیہ کے متعلق اتری مگر حق یہ ہے کہ ان دونوں کے واقعات قریب قریب ہوئے ان دونوں پر آیت اتری پہلے ہلال ابن امیہ نے لعان کیا پھر عویمر نے لہذا یہ درست ہے کہ اسلام میں پہلا لعان ہلال ابن امیہ نے کیا اور درست ہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ تیرے متعلق یہ آیت آگئی یہ بھی درست ہے احادیث میں تعارض نہیں۔ ۵؎ اس سے معلوم ہوا کہ لعان کے وقت دونوں خاوند و بیوی کا حاکم کی کچہری میں حاضر ہونا ضروری ہے بلکہ مسلمانوں کے مجمع میں حاکم کے سامنے لعان چاہیے۔ ۶؎ بعد نماز جب مسلمان جمع تھے اس زمانہ پاک میں مسجد ہی کچہری تھی۔

قَالَ عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُنْظُرُوْا فَإِنْ جَاءَتْ بِهٖ أَسْحَمَ أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيْمَ الْأَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا وَإِنْ جَاءَتْ بِهٖ أُحَيْمِرَ كَأَنَّهٗ وَحَرَةٌ فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ كَذَبَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ بِهٖ عَلَى النَّعْتِ الَّذِيْ نَعَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَصْدِيْقِ عُوَيْمِرٍ فَكَانَ بَعْدُ يُنْسَبُ إِلٰى أُمِّهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

زوجین فارغ ہو چکے تو عویمر بولے کہ میں نے اس پر جھوٹ ہی لگایا یا رسول اللہ اگر اس کو روک کر رکھوں چنانچہ انہوں نے اسے تین طلاقیں دے دیں ۱؎ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو خیال رکھنا اگر وہ عورت جنے بچہ سیاہ رنگ بڑی آنکھ والا بڑے سرین والا بڑی پنڈلیاں والا تو میں عویمر کو اس عورت پر سچا ہی گمان کرتا ہوں ۲؎ اور اگر وہ عورت بچہ جنے سرخ رنگ والا گویا وہ بامنی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ عویمر نے اس پر جھوٹ ہی بولا ۳؎ پھر اس عورت نے بچہ اس صفت پر جنا جس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عویمر کو سچا فرمایا تھا ۴؎ پھر وہ بچہ بعد میں اپنی ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا ۵؎ (مسلم بخاری)

۱؎ یعنی اب میرا اس بیوی کو اپنے پاس رکھنا اپنی تکذیب ہے لہذا میں اسے علیحدہ کرتا ہوں ۲؎ اس حدیث کی بنا پر بعض نے فرمایا کہ لعان خود طلاق نہیں بلکہ اس کے بعد طلاق دینی چاہیئے بعض مالکی حضرات نے فرمایا کہ لعان خود ہی طلاق ہے مگر حاکم کے فیصلہ کے بعد ابھی ہو چکا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ نہ فرمایا تھا اس لیئے ان کی طلاق درست ہوگئی بعض حضرات اس سے ثابت کرتے ہیں کہ ایک وقت تین طلاقیں دینا مکروہ بھی نہیں کیونکہ عویمر نے یکدم تین طلاق دیں سرکار نے منع نہ فرمایا مگر حق یہ ہے کہ بعد لعان حاکم کا فیصلہ نکاح ختم کر دیتا ہے طلاق کی ضرورت ہی نہیں عویمر کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا اس لیئے انہوں نے طلاقیں دیں لعان والی عورت لعان کے بعد حاکم کے فیصلہ سے بائن خارج ہو جاتی ہے طلاق کی محل ہی نہیں رہتی اور تا قیام لعان نکاح میں نہیں آسکتی چنانچہ دار قطنی نے بروایت حضرت عمرو ابن شعیب نقل کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان والے زوجین جدا ہو چکنے کے بعد کبھی جمع نہیں ہو سکتے صاحب تنقیح نے فرمایا کہ اس کی اسناد جید ہے (دیکھو لمعات و فتح القدیر و مرقات) یہاں مرقات نے اس مسئلہ پر بہت سی احادیث پیش فرمائیں کہ لعان خود ہی تفریق ہے مگر حضرت امام اعظم و صاحبین و امام مالک کا قول یہ ہے کہ لعان کے بعد حاکم کی تفریق سے نکاح ختم ہوتا ہے لعان خود فسخ نہیں ۳؎ کیونکہ جس مرد سے الزام زنا لگایا گیا تھا وہ اسی شکل و صورت کا تھا اور اکثر بچہ باپ کے ہم شکل ہوتا ہے ہاں یہ شکل یقینی نہیں لگتی ہے اسلئے اس طرح ارشاد فرمایا کہ ہمارا خیال ہے کہ عویمر کا الزام درست ہے ۴؎ بامنی ایک چھوٹا سا کیڑا ہے جو سرخ رنگ سانپ کی طرح ہوتا ہے اسے اردو میں سانپ کی خالہ بھی کہتے ہیں بامنی بھی ہم نے بار ہا دیکھا ہے ۵؎ کیونکہ عویمر خود چھوٹے سرخ رنگ والے تھے یہ حکم بھی تخمینی ہے ۶؎ لعان کا یہی حکم ہے کہ لعان کا بچہ باپ کی میراث نہیں پاتا صرف ماں کی طرف منسوب ہوتا ہے خیال رہے کہ یہ واقعہ اس عقیدہ کے خلاف نہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں کوئی فاسق نہیں کیونکہ لعان میں کسی کو فاسق نہیں کہا جا سکتا سارا معاملہ مشکوک رہتا ہے نیز حضرات صحابہ سے گناہ سرزد ہوئے ہیں مگر کوئی گناہ پر قائم نہیں رہا سب کو بعد میں توبہ کی توفیق ملی ان کی عدالت پر قرآن کریم گواہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیافہ یعنی بچہ کی ہم شکلی پر احکام

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاعَنَ بَيْنَ رَجُلٍ وَامْرَأَتِهِ فَانْتَفَى مِنْ وَلَدِهَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْأَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي حَدِيثِهِ لَهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَظَهُ وَذَكَّرَهُ وَأَخْبَرَهُ أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ ثُمَّ دَعَاهَا فَوَعَظَهَا وَذَكَّرَهَا وَأَخْبَرَهَا أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ ثُمَّ دَعَاهَا فَوَعَظَهَا وَذَكَّرَهَا وَأَخْبَرَهَا أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ۔ وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ حِسَابُكُمَا عَلَى اللّٰهِ أَحَدُكُمَا كَاذِبٌ لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالِي

روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کیا تو وہ مرد الگ ہوگیا اس کے بچہ سے[1] پس جدائی کردی ان کے درمیان[2] اور بچہ کو ماں سے منسوب کیا[3] (مسلم بخاری) اور مسلم بخاری کی ان کی ہی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو نصیحت کی اور ڈرایا اور بتایا کہ دنیا کی سزا آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے[4] پھر عورت کو بلایا اور اسے نصیحت کی ڈرایا اور بتایا کہ دنیا کی سزا آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے[5] روایت ہے ان ہی سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لعان والے زوجین سے فرمایا کہ تم دونوں کا حساب اللہ کے ہاں ہے[6] تم میں سے ایک جھوٹا ہے اب تم کو اس عورت پر کوئی حق نہیں[7] بولا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرا مال[8]

مرتب نہیں ہوتے اس کی بحث آگے ہوگی ان شاء اللہ۔ [1] اس طرح کہ اپنی بیوی کے بچہ کا اپنے سے انکار کر دیا کہہ دیا کہ میرا نہیں بلکہ حرام کا ہے یہ بھی تہمت زنا کی ایک صورت ہے کہ زنا کا الزام نہ لگائے بچے کا انکار کر دے۔ [2] لعان کرا کر اس طرح کہ پہلے دونوں سے لعان کرایا پھر فسخ نکاح فرما دیا اس سے معلوم ہوا کہ لعان میں عورت و مرد کی علیحدگی حاکم کے فیصلہ سے ہوگی نہ کہ خاوند کی طلاق سے امام اعظم کا یہی مذہب ہے امام زفر و امام شافعی کے ہاں خود لعان ہی طلاق یا فسخ نکاح کا سبب ہے لعان کیا تو علیحدگی ہوئی مگر امام اعظم کا قول نہایت قوی ہے وہ اس لئے کہ اگر لعان ہی طلاق ہوتا تو حضور تفریق کیوں کراتے جیسا کہ یہاں فرق سے معلوم ہو رہا ہے کہ لعان کے بعد حضور نے علیحدگی کا حکم دیا دوسرے اس لئے کہ عویمر عجلانی نے لعان کے بعد تین طلاقیں دیں اگر لعان سے نکاح ختم ہو چکا تھا تو طلاق سے کیا فائدہ تھا ان طلاقوں میں تفریق جاری ہے کہ لعان فسخ نکاح نہیں طلاق بائن ہے۔ [3] اس طرح کہ بچے کو اس عورت کا کہا باپ کا نہ کہا نیز اس کا نسب مرد سے ثابت نہ ہوا نیز اس بچہ کو صرف عورت کی میراث ملی نہ کہ مرد کی لعان کا یہی حکم ہے۔ [4] یہاں دنیا کی سزا سے مراد حد قذف تہمت کی سزا ہے یعنی اسی کوڑے یعنی اگر تو جھوٹ کہہ رہا ہے تو اقرار کر لے اسی کوڑے لگ کر تیری دنیاوی جان چھوٹ جائے گی آخرت کا عذاب رسوائی اور دوزخ کی آگ بہت سخت ہے۔ [5] یہاں عذاب سے مراد رجم ہے سنگسار کرنا اور دنیا کی بہ نسبت ہے کہ اگر عورت زنا کا اقرار کر لے تو رجم کی جاوے گی دنیا سے یہ تکلیف چند منٹ کی ہے آخرت میں رسوائی اور دوزخ کا عذاب بہت سخت ہے جو ... [6] کہ وہ ہی تم میں سے جھوٹے کو سزا دے گا

قَالَ لَا مَالَ لَكَ إِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا وَإِنْ
كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذَاكَ أَبْعَدُ وَأَبْعَدُ لَكَ مِنْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ
هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّنَةَ أَوْ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِذَا رَأَى
أَحَدُنَا عَلَى امْرَأَتِهِ رَجُلًا يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ الْبَيِّنَةَ وَإِلَّا حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ فَقَالَ هِلَالٌ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنِّي لَصَادِقٌ

تو فرمایا مال تجھے نہ ملے گا اگر تو نے اس پر سچ بولا ہے تو مال اس عوض میں رہا کہ تو نے اس کی شرمگاہ میں تصرف کرلیا ۷؎ اور اگر تم نے اس پر جھوٹ باندھا ہے تو یہ تجھ سے بہت بہت دور ہے ۸؎ (مسلم، بخاری)۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ ہلال ابن امیہ نے ۹؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اپنی بیوی کو شریک ابن سحماء سے تہمت لگائی ۱۰؎ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ لاؤ یا تمہاری پیٹھ میں سزا ہے ۱۱؎ وہ بولے یا رسول اللہ جب ہم میں سے کوئی اپنی بیوی پر کسی مرد کو دیکھے تو گواہ ڈھونڈتا پھرے ۱۲؎ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ میں سزا ہوگی ۱۳؎ ہلال بولے اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں سچا ہوں

ہم صرف ظاہر پر عمل کرتے ہیں اگر تم میں سے کسی کا جھوٹ ظاہر ہو تو کسی کو سزا نہیں دیتے۔ ۵؎ اسی حدیث کی وجہ سے امام شافعی فرماتے ہیں کہ لعان سے ہی فسخ نکاح ہے حاکم کے فیصلہ کی ضرورت نہیں مگر امام اعظم کے ہاں اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری تفریق کے بعد اس کا خاوند پر کوئی حق نکاح باقی نہیں رہتا لہٰذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں ۶؎ مال سے مراد تعلق کا مال ہے یعنی [illegible] ۷؎ یعنی [illegible] بغیر خلوت طلاق دے دی گئی تو نصف مہر واجب ہوگا۔ اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے۔ ۸؎ یعنی جب تجھے تیرا حق مل چکا تو اب مال واپس نہ ملے گا تو جھوٹا ہونے کی صورت میں ملنا ہی نہیں، خیال رہے کہ دوسرا ابعد تاکید کے لیے ارشاد فرمایا گیا یعنے بہت بہت دور ہے اس سے معلوم ہوا کہ ملاعنہ عورت کو مہر ملے گا ملاعنہ کا لعان سے مہر پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ۹؎ ہلال ابن امیہ وہی صحابی ہیں جو حضرت کعب ابن مالک کے ساتھ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے یہ تین حضرات کعب ابن مالک، ہلال ابن امیہ، مرارہ ابن ربیع ان تین صاحبوں کی توبہ کا ذکر سورۂ توبہ میں ہے وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا الایہ۔ ۱۰؎ حضرت شریک انصار کے حلیف تھے سحماء ان کی والدہ کا نام ہے آپ اپنی ماں کی نسبت سے مشہور ہیں جیسے عبداللہ ابن ام مکتوم، اسلام میں یہ پہلا واقعہ ہوا اور یہ لعان بھی پہلا لعان تھا اسی واقعہ پر آیت لعان نازل ہوئی۔ ۱۱؎ یعنے یا تو چار گواہ پیش کرو جنہوں نے تمہاری بیوی کو زنا کرتے ہوئے دیکھا ہو ورنہ تم کو حد قذف اسی کوڑے مارے جائیں گے۔ ۱۲؎ خلاصہ یہ ہے کہ اگر خاوند اپنی بیوی پر کسی کو دیکھے تو اتنا وقت ہی نہیں ہوتا کہ چار گواہ جمع کرے اور انہیں اس حالت کا مشاہدہ کرائے یہ تکلیف طاقت سے زیادہ ہے۔ ۱۳؎ سرکار عالی کا یہ فرمانا قرآن کی اس آیت کے مطابق ہے کہ زنا کے لیے چار گواہ پیش کئے جائیں ورنہ الزام لگانے والے کو تہمت کی سزا اسی کوڑے لگائے جائیں یہ پابندی اس لیے ہے تاکہ لوگ تہمت زنا میں دلیر نہ ہو جائیں۔

فَلَيُنْزِلَنَّ اللّٰهُ مَا يُبَرِّئُ ظَهْرِي مِنَ الْحَدِّ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ فَقَرَأَ حَتّٰى بَلَغَ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فَجَآءَ هِلَالٌ فَشَهِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ فَلَمَّا كَانَتْ عِنْدَ الْخَامِسَةِ وَقَّفُوْهَا وَقَالُوْا اِنَّهَا مُوْجِبَةٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَتَلَكَّأَتْ وَنَكَصَتْ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهَا تَرْجِعُ ثُمَّ قَالَتْ لَا اَفْضَحُ قَوْمِي سَائِرَ الْيَوْمِ فَمَضَتْ

تو اللہ تعالیٰ ضرور وہ آیات اتارے گا جو میری پیٹھ کو سزا سے بچا لیں گی [1] اتنے میں جبریل تشریف لائے اور آپ پر یہ آیت اتاری اور وہ لوگ جو الزام لگائیں اپنی بیویوں کو پھر پڑھی حتیٰ کہ ان کان من الصادقین تک پہنچ گئے پھر ہلال آئے گواہی دی [2] اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ یقیناً اللہ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے تو کیا تم میں سے کوئی توبہ کرے گا [3] پھر عورت کھڑی ہوئی پس گواہی دی جب پانچویں پر پہنچی [4] تو لوگوں نے اسے ٹھہرایا اور بولے کہ یہ واجب کرنے والی ہے ابن عباس فرماتے ہیں کہ وہ کچھ ٹھہری اور رکی حتیٰ کہ ہم نے گمان کر لیا کہ یہ رجوع کرے گی [5] پھر بولی میں اپنی قوم کو کبھی رسوا نہ کروں گی پھر گذر گئی [6]

چونکہ ابھی لعان کے احکام آئے نہ تھے اس لئے فرمایا گیا۔ [1] یہ ہے مومن کی فراست کہ آئندہ آنے والے احکام کے متعلق قسم کھائی کہ ایسے احکام ضرور نازل ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اے خدا ہمیں شرکیہ سے بچا لے مجھے اپنے رب کی رحمت سے یقین ہے کہ وہ مجھے تہمت کی سزا نہ لگنے دیگا مجھے ضرور بچا لیگا۔ [2] فنزل کی ف سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلال مجلس شریف میں موجود تھے اور وہ یہ حال کرم تھا کہ آیت لعان نازل ہوگئی حضرت ہلال کا امتحان ختم ہوگیا کیونکہ ف تعقیب بلاتراخی کے لئے آتی ہے۔ [3] ظاہر یہ ہے کہ جاء سے مراد ہے حضور کی بارگاہ میں قسم کے لئے کھڑا ہونا کیونکہ ہلال وہاں ہی تھے ابھی غائب نہ ہوئے تھے اور ہو سکتا ہے کہ ہلال چلے گئے ہوں اور اس آیت کے نزول پر بلائے گئے ہوں مگر پہلے معنے زیادہ ظاہر ہیں گواہی سے مراد ہلال کا قسم کھانا ہے چونکہ یہ قسم گواہی کے قائم مقام ہوتی ہے اس لئے اس قسم کو گواہی فرمایا قرآن کریم نے بھی اسے گواہی فرمایا۔ [4] یہ عبارت بھی مستحب ہے کہ حاکم اس قسم کے الفاظ ادا کرنے والوں سے کہے خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے خفیہ حالات پر مطلع فرمایا ہے مگر ساتھ ہی پردہ پوش بنایا ہے اس لئے نہ تو رب تعالیٰ نے کوئی آیت اتاری کہ فلاں سچا ہے نہ حضور نے اس کی خبر دی لہذا یہ فرمان پردہ پوشی کی بنا پر ہے نہ کہ بے علمی کی بنا پر کیا تمہیں خبر نہیں کہ عبداللہ ابن حذافہ نے حضور سے پوچھا تھا کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذافہ دوسرے نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا سالم مولیٰ شیبہ (بخاری شریف) اور باپ بیٹا ہونا وہ ہی جان سکتا ہے جو اندرونی حالات سے خبردار ہو لہذا اس کلام سے حضور کی بے علمی ثابت کرنا محض غلط ہے۔ [5] یعنی چار بار اشہد باللہ کہہ چکی جب پانچویں کی باری آئی صحابہ کرام نے اسے روک کر تنبیہ کی۔ [6] یا سوچ کو یا دوزخ کی آگ کو اگر یہ پانچویں قسم توڑ کھائے تو رجم و سنگسار کی جائے گی اور اگر جھوٹی قسم کھائی تو عذاب نار کی مستحق ہوگی لہذا سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤ اس سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ حضور کو خبر تھی کہ مرد سچا ہے عورت سے خطا ہوئی ہے دیکھو صحابہ کرام نے ہلال کو یہ تنبیہ نہ کی صرف عورت کو کی۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو بھی علامات سے معلوم ہو چکا تھا کہ ہلال سچے ہیں عورت خطاکار ہے مگر چونکہ اسلام میں ان جیسی علامات کا اعتبار نہیں خصوصاً حدود میں اس لئے ان علامات پر احکام شرعیہ جاری نہیں ہوتے۔ [7] یعنی پانچویں قسم بھی کھائی اور جھوٹی گئی اس روکنے ٹوکنے کے متعلق اس سے کوئی اثر پذیر نہ کی

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْصِرُوْهَا فَاِنْ جَاءَتْ بِهٖ اَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ سَابِغَ الْاَلْيَتَيْنِ خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَاءَ فَجَاءَتْ بِهٖ كَذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا مَا مَضٰى مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ لَكَانَ لِيْ وَلَهَا شَاْنٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ •

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ وَجَدْتُ مَعَ اَهْلِيْ رَجُلًا لَمْ اَمَسَّهٗ حَتّٰى اٰتِيَ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ كَلَّا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنْ كُنْتُ لَاُعَاجِلُهٗ بِالسَّيْفِ قَبْلَ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے دیکھنا اگر یہ سرمگین آنکھوں والا بھرے چوتڑوں والا پتلی پنڈلیوں والا بچہ جنے تو وہ شریک ابن سحماء کا ہے ۱؎ پھر وہ ایسا بچہ لائی فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر قرآن کا وہ حکم جو گذر گیا نہ ہوتا ۲؎ تو میرا اور اس عورت کا کچھ حال ہوتا ۳؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا سعد ابن عبادہ نے اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پاؤں تو کیا اسے چھوؤں بھی نہیں حتی کہ چار گواہ لاؤں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ۴؎ بولے ہرگز نہیں قسم اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں تو اسے اس سے پہلے تلوار سے جلد مار دوں ۵؎ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

گئی تو پہلے ملاعنہ کیوں تھی ۱؎ یعنی ایسا بچہ غالباً شریک ابن سحماء ہی کی شکل کے ہوں گے اور بچہ اکثر باپ کی شکل پر ہوتا ہے یہ قاعدہ اکثریہ ہے مگر حضور انور کا یہ فرمانا ہی ہے وہ یقینی ہوگیا مگر اس یقین پر شرعی سزا جاری نہیں ہوتی اس لئے عورت سے پھر بھی کچھ نہ کہا گیا ۲؎ اس حکم سے مراد لعان کے احکام ہیں جو اس موقعہ پر قرآن کریم میں نازل ہوچکے تھے یعنی اگر یہ احکام لعان نہ آگئے ہوتے اور صرف علامات پر حدود شرعیہ جاری ہو جاتیں تو ہم اس کو سنگسار کردیتے ۳؎ کہ ہم اس عورت کو سنگسار کردیتے۔ خیال رہے کہ حضور نے اس عورت کو حال سے بے خبر نہیں کیا مگر عورت کا اقرار ہونا یا گواہ ہونا ضروری تھا نہیں بلکہ (مرقات) بعض روایات میں ہے کہ یہ بچہ زندہ رہا بعد میں مصر کا حاکم بنا مگر اپنی ماں کی طرف نسبت کیا جاتا تھا (مرقات) مگر بعض روایات میں ہے کہ دو سال کی عمر پاکر فوت ہوگیا واللہ اعلم یہ عورت اور شریک بھی برے حال میں مرے (مرقات) خیال رہے کہ لعان کی صورت میں شرعًا کوئی فاسق نہیں کہا جاتا اسی لعان کرنے والے کی گواہی قبول ہے عنداللہ جو کچھ ہو وہ رب جانے لہٰذا شرعًا ان دونوں بلکہ تینوں میں کوئی فاسق نہیں نہ خاوند نہ عورت نہ شریک لہٰذا یہ مسئلہ بالکل حق ہے کہ صحابہ کرام کے تمام عادل ہیں سب جنتی ہیں ۴؎ یعنی ہاں تم اس عورت اور مرد سے کچھ تعرض نہ کرو تمہارا صرف یہ کام ہے کہ چار گواہ ان کے زنا پر بالکل اقدام پر پیش کردو پھر بعد تحقیق حاکم ان کو سزا دیں گے اس سے معلوم ہوا کہ قصاص اور رجم وغیرہ صرف حاکم جاری کرسکتا ہے کسی دوسرے کو حق نہیں کہ قانون ہاتھ میں لے کر یہ کام کرے ۵؎ اس عرض و معروض میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی کی تردید نہیں ہے بلکہ اپنی انتہائی غیرت کا اظہار ہے کہ ایسی حالت میں مجھ پر غصہ کی وجہ سے ایسی سرپرستی طاری ہوگی کہ مجھے گواہ لانے اور صبر کرنے کا ہوش نہ رہے گا میں اسی جوش میں اسے قتل ہی کردوں گا اسی لئے سرکار عالی نے

وَسَلَّمَ اِسْمَعُوْا اِلٰى مَا يَقُوْلُ سَيِّدُكُمْ اِنَّهٗ لَغَيُوْرٌ وَاَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّيْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ رَاَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَاَتِيْ لَضَرَبْتُهٗ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفَحٍ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ وَاللّٰهِ لَاَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّيْ وَمِنْ اَجْلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا اَحَدٌ اَحَبُّ اِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ

سنو جو تمہارا یہ سردار کہتا ہے[1] یہ بڑا ہی غیرت مند ہے[2] اور میں اس سے بڑھ کر غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیور ہے[3] (مسلم) روایت ہے حضرت مغیرہ سے فرماتے ہیں فرمایا سعد ابن عبادہ نے اگر میں کسی مرد کو اپنی عورت کے ساتھ دیکھوں تو اسے ماردوں تلوار سے چوڑائی سے نہیں[4] یہ خبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو[5] اللہ کی قسم میں ان سے بڑھ کر غیرت مند ہوں[6] اور اللہ مجھ سے زیادہ غیور ہے اللہ کی غیرت کی وجہ سے کہ اللہ نے ظاہر باطن فحش چیزیں حرام فرمادیں[7] اور اللہ سے زیادہ کسی کو معذرت پسند نہیں[8] اسی لئے اللہ نے

ان کی عرض کی تردید نہ فرمائی بلکہ تعریف کی۔ [1] مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں سیدنا ہے یعنی ہمارے سردار کی بات سنو ہمارے سردار سے مراد ہے ہمارے مقرر کئے ہوئے سردار جیسے بادشاہ کسی امیر کی طرف اشارہ کرکے کہے ہمارا امیر یعنی ہمارا مقرر کردہ امیر سید کہ کے معنے بالکل ظاہر ہیں غالبًا انصار سے خطاب ہو ہاں اگر تمام صحابہ سے خطاب ہو تو خصوصی سرداری مراد ہوگی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت سعد جناب صدیق و فاروق سے افضل ہوں [2] یعنی جو کچھ سعد کہہ رہے ہیں اپنی غیرت کے جوش میں کہہ رہے ہیں نہ کہ ہمارے کلام عالی کی تردید میں اور جو قول غیرت سرداری کی بنا پر ہے معلوم ہوا کہ سردار قوم غیرت مند ہی چاہیئے [3] اس فرمان عالی میں حضرت سعد کی غیرت کی تعریف ہے ان کے اس قول کی تائید نہیں کیونکہ خود قتل کردینا خلاف حکم شرعی ہے اس کی تائید کیسی جب لفظ غیور اللہ رسول کی صفت ہو تو اس سے مراد ہوتا ہے زجر و سخت روکنے والا یعنی ہم اور رب تعالٰی ان بے حیائیوں کو نہایت سختی سے روکنے والے ہیں، اسی لئے زنا کی سزا ایسی سخت رکھی جو کہ رب کی پناہ قصاص میں قتل میں تلوار سے مارا جاتا ہے مگر سزائے زنا میں سنگسار کیا جاتا ہے [4] یعنی میں اسے چوڑی تلوار نہ ماروں جس سے صرف چوٹ لگے بلکہ دھار کی طرف سے ماروں جس سے وہ قتل ہی ہوجائے بعض شارحین نے فرمایا کہ غیر مصفح اضرب کے فاعل کا حال ہے یعنے میں اس زانی سے درگزر نہ کروں بلکہ مار ہی ڈالوں مگر پہلے معنے نہایت ہی موزوں ہیں [5] سارے صحابہ کرام ہی غیرت مند تھے مومن بے غیرت نہیں ہوتا چہ جائیکہ حضرات صحابہ مگر حضرت سعد بہت ہی غیور و غیرت مند تھے اس لئے یہ فرمایا گیا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں [6] معلوم ہوا کہ حضور تمام صفات کاملہ میں تمام خلق سے افضل ہیں غیور بادشاہ اپنے نوکروں سے بھیک نہیں منگاتے جو عاجز ہیں ان کی تنخواہ کردیتے ہیں حضور ایسے غیور ہیں کہ اپنے نام لیواؤں کو ان کے خدمتگاروں کے آگے دست دراز کرنے جا کر کبھی نہیں ہونے دیتے تاہم ایسا بھلانے ہیں کہ سبحان اللہ دیکھو یہ بیچارہ جنہیں کوئی پوچھتا نہیں ان کے نام پر کیسے مزے سے پل رہے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم تو ہی غیرت کے تقاضا سے غیرت والے ہیں آہ صد آہ کہ یوں خوار ہو بندہ تیرا [7] رب تعالٰی کی غیرت کے یہی معنے ہیں ورنہ اللہ تعالٰی شرم غیرت

ذٰلِكَ بَعَثَ الْمُنْذِرِيْنَ وَالْمُبَشِّرِيْنَ وَلَا اَحَدَ اَحَبُّ اِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَمِنْ ذٰلِكَ وَعَدَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَغَارُ وَاِنَّ الْمُؤْمِنَ يَغَارُ وَغَيْرَةُ اللّٰهِ اَنْ لَّا يَاْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِيًّا اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ امْرَاَتِيْ وَلَدَتْ غُلَامًا اَسْوَدَ وَاِنِّيْ اَنْكَرْتُهُ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ

ڈرانے والے اور بشارت دینے والے بھیجے[1] اور ایسا کوئی نہیں ہے جسے اللہ سے زیادہ تعریف پسند ہو[2] اسی وجہ سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بے شک اللہ تعالیٰ غیرت فرماتا ہے اور یقیناً مومن غیرت کرتا ہے[4] اور اللہ کی غیرت یہ ہے کہ مومن وہ کام نہ کرے جو اللہ نے حرام کئے[5] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے کہ ایک بدوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا میری بیوی نے سیاہ لڑکا جنا اور میں نے اس کا انکار کر دیا ہے[6] تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے پاس

کے گناہ بری حرکت سے پاک ہے لیکن ان الفاظ میں سب توبہ کرنے والے بندوں کے گناہ مراد ہوتے ہیں یعنی رب تعالیٰ کو بندہ کی توبہ بہت ہی پسند ہے اسی لیے بندہ دیتا ہے کرام انبیاء بھیجے کہ خود ذات الٰہی تو گنہگاروں کی طرح معافی کا ڈھنڈورا پیٹا ہے اسی صفت کے مظہر حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اسی کا نتیجہ تھا کہ حضور نے حضرت وحشی ہندہ ابوسفیان وغیرہم کو معافی دے کر ان حضرات کو معاف کر دیا ان کی تعداد شمار سے باہر ہے ان کے دروازے پر آنے والا محروم نہیں جاتا ہے

مالک پال پرت کو تو رحمت ناہیں ، جو بادشاہ بکریں پھر بھی رحمت ناہیں ، گھر آئے کو خالی مورت ناہیں۔

[2] معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام کی بعثت کا اصل منشاء بھٹکے ہوؤں کو لانا ہے[3] چنانچہ خود رب تعالیٰ نے اپنی حمد وثنا کی حضرات انبیاء و اولیاء حمد الٰہی کرتے ہیں بلکہ عالم کا ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ حمد الٰہی کرتا ہے وان من شیء الا یسبح بحمدہ یہ سب اس کی پسندیدگی کا نتیجہ ہے حمد الٰہی بہترین عبادت ہے اس کے نبیوں ولیوں کی تعریفیں بھی بالواسطہ حمد الٰہی ہی ہے کہ جیسے مولا اس کی عطا سے علاقت و مناقب حمد الٰہی کی طرح عبادت الٰہی ہے[3] یعنے دنیا میں حمد الٰہی کرنے والوں سے رب تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے خود جنت میں سوائے حمد الٰہی کے اور کوئی عبادت نہ ہوگی جنتی لوگ جب آپس میں کلام و گفتگو کریں گے تو آخر میں کہا کریں گے واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین[4] کیونکہ مومن اخلاق الٰہیہ سے موصوف ہوتا ہے معلوم ہوا کہ حیا و غیرت صفات الٰہیہ سے ہے۔ جسے نعمت مل گئی اسے سب کچھ مل گیا اللہ تعالیٰ کی غیرت فرمانے کے کیا معنے ہیں اس کے لیے ہماری تفسیر نعیمی آیت ان اللہ لا یستحیی ان یضرب کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے[5] یعنے بندہ گناہ کرتا ہے رب کو اس سے غیرت آتی ہے جیسے غلام کی بری حرکتوں سے مولیٰ کو غیرت آتی ہے لہذا بندہ ہرگز گناہ پر دلیر نہ ہو[6] اس سے معلوم ہوا کہ ان میں زنا کا الزام ہی آ جاتا ہے اور زنا کرنا بھی غیرت کی چیز ہے اور زنا کی تہمت لگانا بھی غیرت کی بات لہذا کوئی خاوند اپنی بیوی کو زنا کی جھوٹی تہمت نہ لگائے یہ انکار کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں گورا ہوں میرا بچہ کالا کیسے ہو سکتا ہے اس سے میں نے گمان کیا کہ یہ بچہ میرا ہے ہی نہیں میری بیوی کا ہے

مِنْ اِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا اَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيْهَا مِنْ اَوْرَقَ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لَوُرْقًا قَالَ فَاَنّٰی تُرٰی ذٰلِكَ جَآءَهَا قَالَ عِرْقٌ نَزَعَهَا قَالَ فَلَعَلَّ هٰذَا عِرْقٌ نَزَعَهٗ وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهٗ فِي الْاِنْتِفَآءِ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عُتْبَةُ بْنُ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَهِدَ اِلٰی اَخِيْهِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ مِنِّيْ فَاقْبِضْهُ

اونٹ ہیں بولا ہاں فرمایا ان کے رنگ کیا ہیں بولا سُرخ فرمایا کیا ان میں کوئی چتکبرہ بھی ہے بولا اس میں چتکبرے ہیں [1] فرمایا اسے تو کہاں سے دیکھتا ہے کہ یہ آیا بولا کسی رگ نے اسے کھینچ لیا [2] فرمایا تو شاید ایسے ہی رگ نے کھینچ لیا [3] اور اس نے بچے سے انکار کی اجازت نہ دی [4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے [5] اپنے بھائی سعد ابن ابی وقاص سے عہد لیا تھا کہ زمعہ کی لونڈی کا بچہ مجھ سے ہے تو تم اس پر قبضہ کرلینا [6]

کسی سے زنا کرایا ہوگا اس کا یہ بچہ ہے ظاہر یہ ہے کہ یہاں انکار سے مراد دل سے انکار کرنا ہے نہ زبانی انکار کا ارادہ کرنا کیونکہ اگر زبان سے انکار کردیتا تو لعان کرنا پڑتا۔
[1] سفید و سیاہ دھبے والے کو چتکبرہ کہتے ہیں سرخ اونٹ رفتار اور طاقت میں بہت اچھا ہوتا ہے مگر چتکبرہ اونٹ کا گوشت بہت نفیس ہوتا ہے اہل عرب سرخ اونٹ بہت پسند کرتے ہیں چتکبرے کو اچھا نہیں سمجھتے (مرقات) مطلب یہ ہے کہ ان سرخ اونٹوں سے کوئی اونٹ چتکبرہ بھی پیدا ہوا ہے وہ بولا ان کے ماں باپ سرخ ہیں اور ان کا بچہ چتکبرہ۔ [2] جاذبہ کا فاعل سرخ اونٹ ہیں اور ہا کا مرجع چتکبرہ رنگ والا بچہ یعنی سرخ اونٹ چتکبرہ بچہ کہاں سے لے آئے وہاں بچہ کا رنگ ماں باپ کے رنگ کے خلاف کیوں ہوگیا۔ [3] یعنی اس بچے کے دادا پردادا نانا پرنانا میں کوئی نر یا مادہ اونٹ چتکبرہ گزرا ہوگا وہ دور والا رنگ اس بچہ میں آگیا ہوگا۔ مرقات نے فرمایا یہ لفظ عرق درخت کی جڑ کی رگوں سے ماخوذ ہے جو دور تک زمین میں پھیلی ہوتی ہیں جیسے جڑ کی رگوں کا اثر درخت میں پہنچتا ہے ایسے ہی باپ دادا کے رنگ بیماریاں اولاد میں پہنچ سکتی ہیں اس بدوی نے بہت تحقیقی بات کہہ دی یعنی یہی احتمال اس بچہ میں بھی ہے کہ تیرے باپ دادوں میں کوئی سیاہ فام گزرا ہو جس کا اثر اس بچہ میں آگیا ہوگا جو تاویل تو اونٹ کے بچہ میں کرتا ہے آدمی کے بچہ میں کیوں نہیں کرتا سبحان اللہ کیا حکیمانہ جواب ہے خیال رہے کہ بعض علماء نے یہ جواب دیا گیا ہے لہذا بچہ کے رنگ روپ میں یہ ضروری نہیں کہ اس کے ماں باپ دادوں کا اثر ہو بلکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سارے اصول گورے بچہ کالا اور کبھی سارے اصول کالے بچہ گورا یہ تو رب کی قدرت ہے جیسا چاہے بنادے [4] مقصد یہ ہے کہ رنگ روپ وغیرہ علامات ضعیف ہیں ان وجوہ سے بچہ کے نسب کا انکار نہ کرنا چاہیے کہ ثبوت زنا قوی علامات سے ہوسکتا ہے مثلاً کوئی عورت نکاح کے پانچ ماہ بعد بچہ جن دے یا جس کا خاوند پردیس گیا ہوا ہے اور عورت حاملہ ہو جائے یا خاوند نے عورت سے صحبت نہ کی ہو مگر بچہ پیدا ہوجائے ان صورتوں میں انکار کی گنجائش قوی ہے شریک ابن سحماء کی حدیث میں ہو چکا کہ اگر بچہ ایسی شکل کا ہے تو وہ غیر باپ کا ہوگا وہاں رنگت و حلیہ سے زنا ثابت نہ فرمایا گیا احتیاطاً اس کا رنگ پر زنا کے احکام جاری کئے گئے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لعان کے لئے صریحی انکار اولاد ضروری ہے اس بدوی نے صاف صاف انکار نہ کیا تھا جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا [5] یہ عتبہ وہ ہی ہے جس نے احد کے دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا دانت مبارک شہید کیا تھا یہ کافر ہی مرا اسی کی شان ہے کہ ایک بھائی اول نمبر کا کافر اور دوسرا بھائی حضرت سعد ابن وقاص

إِلَيْكَ فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدٌ فَقَالَ إِنَّهُ ابْنُ أَخِي وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ أَخِي
فَتَسَاوَقَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَخِي كَانَ عَهِدَ
إِلَيَّ فِيهِ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ فَقَالَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ

پھر جب فتح مکہ کا سال ہوا تو اسے سعد نے لیا بولے کہ یہ میرا بھتیجا ہے اور عبداللہ ابن زمعہ نے کہا یہ میرا بھائی ہے[1] یہ دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف مقدمہ لے گئے[2] سعد نے کہا یا رسول اللہ میرے بھائی نے اس بچہ کے بارے میں مجھ سے عہد کیا تھا اور عبد ابن زمعہ بولے کہ یہ میرا بھائی ہے میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے جو اس کے بستر پر پیدا ہوا[3] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد ابن زمعہ وہ بچہ تمہارا ہے[4] بچہ مستحق والے کا ہوتا ہے زانی کے لئے پتھر[5]

اسی وجہ کے لوں ہی سے حضور نے فرمایا تم پر میرے ماں باپ قربان پھر ان ہی سعد کا بیٹا عمرو ابن سعد ایسا منحوس جس نے کربلا کے میدان میں اہل بیت اطہار پر پہلا تیر چلایا۔ [1] یعنے زمعہ کی لونڈی سے میں نے زنا کیا تھا اس سے یہ بچہ پیدا ہوا تھا وہ بچہ اسی زنا کا ہے لہذا وہ بچہ میرا ہے جب تم کو موقعہ ملے اس بچہ کو لے لینا اور اس کی پرورش کرنا کہ تمہارا بھتیجا ہے۔ [2] کیونکہ میرے بھائی عتبہ کے زنا سے پیدا ہوا ہے زمانہ جاہلیت میں زنا سے نسب ثابت مانا جاتا تھا اگر زانی اس نسب کا دعویٰ کرتا۔ [3] زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اپنی لونڈیوں سے زنا کرا کر زنا کی آمدنی وصول کرتے تھے اور اس زنا سے جو بچے پیدا ہوتے تھے ان میں جھگڑے ہوتے تھے زانی کہتا تھا کہ میرا بچہ ہے مالک کہتا کہ میرا ہے یہ بچہ بھی اسی قسم کا تھا سعد کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ بچہ میرے بھائی کے نطفے سے ہے لہذا میرا بھتیجا ہے عبد ابن زمعہ کا کہنا تھا کہ میرے باپ کی لونڈی کا بچہ ہے لہذا میرا بھائی ہے (مرقات) [4] تساوقا سوق سے بنا یعنے چلانا ہانکنا تساوقا تثنیہ ہے کہ اس کا فاعل دونوں ہیں یہاں مراد مقدمہ لے جانا اور دعویٰ کرنے جانا ہے۔ [5] فراش کے لغوی معنے ہیں بستر پھر بستر پر سلانے والے کو فراش کہنے لگے اصطلاح میں مستحق ولد کو فراش کہا جاتا ہے خاوند یا مولیٰ صاحب فراش ہیں یہاں یہی معنے مراد ہیں۔ [6] یعنے تمہارا باپ شرعاً تمہارا بھائی ہے کہ تمہارے باپ کی مملوکہ لونڈی سے پیدا ہوا اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مالی دعووں کی طرح نسب کا دعویٰ بھی ہو سکتا ہے دوسرے یہ کہ لونڈی اپنے مولیٰ کی فراش ہے جبکہ مولیٰ اس سے وطی کرے کہ اس کا بچہ مولیٰ کا مانا جائے گا تیسرے یہ کہ جب بچہ مولیٰ کا ہو سکتا ہو تو اگرچہ لونڈی سے صحبت کسی دوسرے نے کی ہو مگر بچہ مولیٰ کا ہوگا جب مولیٰ اس کا دعویٰ کرے چوتھے یہ کہ نسب میں وارث کا اقرار مورث کے اقرار کی طرح ہے۔ خیال رہے کہ اگر خاوند یا مولیٰ مشرق میں ہو اور بیوی یا لونڈی مغرب میں اور کبھی خاوند بیوی کے پاس نہ آیا ہو بیوی خاوند کے پاس نہ گئی ہو اور بچہ پیدا ہو جائے خاوند یا مولیٰ کہے کہ یہ بچہ میرا ہے تو امام شافعی و مالک کے ہاں اس کی بات نہ مانی جائے گی کہ یہاں اس نسب کا امکان نہیں مگر امام اعظم کے ہاں اس کا دعویٰ قبول ہوگا اور بچہ اسی کا ہوگا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ مرد یا عورت ولی اللہ ہو بطور کرامت ان کا قرب و صحبت واقع ہو گئی ہو کرامات اولیاء برحق ہیں (مرقات) علامہ شامی نے بھی مسئلہ اسی طرح بیان فرمایا ہے معلوم ہوا کہ حضرات اولیاء اللہ عالم کی سیر کر سکتے ہیں ایک جگہ حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق بحث حاضر ناظر میں دیکھو۔ [7] یعنے اسلام میں زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور محصن زانی سنگسار کئے جانے کے لائق ہے [illegible]

ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ احْتَجِبِي مِنْهُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ فَمَا رَآهَا حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهَ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ هُوَ أَخُوكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِ أَبِيهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ مَسْرُورٌ فَقَالَ أَيْ عَائِشَةُ أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ مُجَزِّزًا الْمُدْلِجِيَّ دَخَلَ فَلَمَّا رَأَى أُسَامَةَ وَزَيْدًا وَعَلَيْهِمَا قَطِيفَةٌ قَدْ غَطَّيَا رُؤُوسَهُمَا وَبَدَتْ أَقْدَامُهُمَا فَقَالَ إِنَّ هٰذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ وَأَبِي بَكْرَةَ قَالَا

پھر سودہ بنت زمعہ سے فرمایا کہ اس بچہ سے پردہ کرنا کیونکہ اس کی شباہت عتبہ سے دیکھی چنانچہ اس لڑکے نے سودہ کو نہ دیکھا حتی کہ اللہ سے مل گیا[۷] اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اے عبد ابن زمعہ وہ تمہارا بھائی ہے اس لئے کہ وہ ان کے باپ کے بستر پر پیدا ہوا تھا[۸] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن خوش تشریف لائے فرمایا اے عائشہ کیا تمہیں خبر نہیں کہ مجزز مدلجی آیا تھا[۹] جب اس نے اسامہ اور زید کو دیکھا حالانکہ ان دونوں پر کمبل تھا کہ انہوں نے سر ڈھکے ہوئے تھے اور ان کے قدم کھلے ہوئے تھے تو بولا کہ یہ قدم ان کے بعض بعض سے ہیں[۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص اور حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں

یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ ابن ابی وقاص کو یا اس لونڈی کو سنگسار کیوں نہ کیا ہو[۵] ام المومنین سودہ بنت زمعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں اس فیصلہ کی بنا پر یہ بچہ حضرت سودہ کا علاتی بھائی ہوا اور بھائی سے پردہ نہیں یہ ہے فتویٰ مگر تقویٰ وہ ہے جو اس جگہ ارشاد فرمایا گیا کہ اس بچہ کی شکل و شباہت عتبہ سے ملتی جلتی ہے احتمال یہ ہے کہ عتبہ کا بچہ ہو لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ اے سودہ تم اس بچہ سے پردہ کرو کہ شاید یہ تمہارا اجنبی ہو۔ خیال رہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور یہ بچہ زانی باپ کی میراث نہیں پاتا مگر حرمت زنا سے بھی آجاتی ہے کہ زانی پر مزنیہ عورت کی اولاد اس کی ماں نانی وغیرہ حرام ہو جاتی ہے مگر امام شافعی و مالک کے ہاں زنا سے حرمت بھی نہیں آتی زانی شخص مزنیہ عورت کی ماں وغیرہ سے نکاح کر سکتا ہے (مرقات) بعض شوافع کے ہاں تو خود زانی کا اس بچی سے بھی نکاح درست ہے جو اس کے نطفہ سے پیدا ہوئی (مرقات)[۶] اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ وہ بچہ پہلے فوت ہوا حضرت سودہ بعد میں اس کا مطلب یہ ہے کہ بچہ کے مرتے دم تک نہ اس نے بی بی سودہ کو دیکھا نہ بی بی سودہ نے اس کو[۷] یہ کلام راوی کا ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی لئے [illegible] غائب کی ضمیر لائے [illegible] ایک مخاطب کی ضمیر آتی خیال رہے کہ لونڈی کا بچہ مولیٰ سے جب ملتا ہے جبکہ مولیٰ اس بچہ کا دعویٰ کرے صرف وطی کے اقرار سے نسب ثابت نہ ہوگا یہی امام اعظم کا مذہب ہے حضرت عمر [illegible] کا یہی قول ہے مگر امام شافعی کے ہاں صرف اقرار وطی سے نسب ثابت ہو جاتا ہے [illegible] (مرقات)[۸] [illegible] ایک قیافہ شناس [illegible] اس فیصلہ سے [illegible] کی شکل سے ملتی جلتی ہے اس لئے اس کا بھائی [illegible] کفار عرب اس کے قیافہ پر اعتماد رکھتے تھے اس پر احکام نسب جاری کر دیا کرتے تھے[۹] زید

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْغَبُوْا عَنْ آبَائِكُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيْهِ فَقَدْ كَفَرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَقَدْ ذُكِرَ حَدِيْثُ عَائِشَةَ مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ فِيْ بَابِ صَلٰوةِ الْخُسُوْفِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَمَّا نَزَلَتْ آيَةُ الْمُلَاعَنَةِ أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَدْخَلَتْ عَلٰى قَوْمٍ مَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ فَلَيْسَتْ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ وَلَنْ يُدْخِلَهَا اللّٰهُ جَنَّتَهُ

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے کو نسبت کرے اپنے غیر باپ کی طرف حالانکہ جانتا ہو تو اس پر جنت حرام ہے ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنے باپ دادوں سے منہ نہ پھیرو ۲؎ جو اپنے باپ سے اعراض کرے اس نے کفران کیا ۳؎ (مسلم، بخاری) اور حضرت عائشہ کی حدیث خدا سے بڑھ کر کوئی غیرت والا نماز خسوف کے باب میں ذکر ہوا ۴؎ دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جب لعان کی آیت اتری جو عورت کسی قوم پر ایسے داخل کرے جو ان میں سے نہیں ۵؎ تو وہ اللہ کی رحمت میں سے کسی حصہ میں نہیں ۶؎ اور اسے اللہ اپنی جنت میں ہرگز داخل نہ کریگا

اسامہ بہت سیاہ فام تھے اور ان کے والد زید بہت گورے چٹے اس لیئے کفار عرب حضرت زید کے نسب پر طعن کرتے تھے کہتے تھے کہ اسامہ زید کے بیٹے نہیں اس قیافہ شناس نے باوجود رنگ کے اختلاف کے سب کفار کے روبرو یہ کہدیا کہ یہ پاؤں والے باپ بیٹے ہیں تو کفار پر اس کا قول حجت ہوگیا اسی لیئے اب کفار کو ان کے نسب میں طعنہ کرنے کا موقعہ نہ رہا اس لیئے سرکار خوش ہوئے لہذا اس سے لازم نہیں آتا کہ شریعت میں قیافہ سے نسب ثابت ہوجاتا ہے یہی امام اعظم کا فرمان ہے کہ قیافہ سے نسب ثابت نہیں ہوتا خیال رہے کہ حضرت زید کی ماں حبشی سیاہ فام عورت تھیں ان کا نام برکہ کنیت ام ایمن تھا شریعت میں نجومیوں کے قول رمل قیافہ کے قول سے نسب ثابت نہیں ہوتے اس جگہ مرقات نے قیافہ پر بہت مفصل گفتگو فرمائی ۱؎ یعنے جو دیدہ و دانستہ اپنے کو اپنے باپ کے سوا کسی اور شخص کا بیٹا بتائے یا اس کی میراث لینے کے لیئے یا اپنی عزت و آبرو بڑھانے کے لیئے یا کسی اور مصلحت سے تو وہ اولًا ابرار کے ساتھ جنت میں نہ جاسکیگا یا جو شخص یہ کام حلال جان کر کرے وہ جنت سے بالکل محروم ہے اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو سید نہیں مگر اپنے کو سید کہتے کہلاتے ہیں یہ بیماری بہت لوگوں میں ہے یہ حدیث مختلف اسنادوں سے مختلف الفاظ سے آئی ہے چنانچہ ابوداؤد و ابن ماجہ احمد نے ان ہی دونوں صحابیوں سے اور ابوداؤد نے حضرت انس سے روایت کی کہ جو شخص اپنے غیر باپ کو باپ بتائے یا اپنے غیر سید کی طرف اپنے کو منسوب کرے اس پر تاقیامت اللہ کی لعنت ہے پے درپے (مرقات) ۲؎ اگرچہ وہ غریب یا غیر عزت والے ہوں تو انہیں اپنی اولاد کہنے سے شرم و غیرت نہ کرو ۳؎ جو شخص اپنا نسب بدلنے کو حلال جانے وہ کافر ہے اور اجماع امت کا مخالف ہے اور جو حرام جان کر یہ حرکت کرے وہ کافر نعمت یا ناشکرا ہے یا اپنے خاندان کا ناشکرا ہے یا رب تعالیٰ کا ناشکرا بہرحال یہ فعل یا کفر ہے یا حرام ۴؎ یعنے خود حدیث مصابیح میں یہاں تھی ہم نے تکرار سے بچنے کے لیئے یہاں ۔۔۔

وَاَيُّمَا رَجُلٍ جَحَدَ وَلَدَهٗ وَهُوَ يَنْظُرُ اِلَيْهِ اِحْتَجَبَ اللّٰهُ مِنْهُ وَفَضَحَهٗ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ فِي الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ ؂ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ لِيْ اِمْرَاَةً لَا تَرُدُّ يَدَ لَامِسٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلِّقْهَا قَالَ اِنِّيْ اُحِبُّهَا قَالَ فَاَمْسِكْهَا اِذًا رَوَاهُ

اور جو شخص اپنے بچہ کا انکار کرے وہ اُسے دیکھتا ہو[1] تو اللہ اس سے حجاب فرمائے گا[2] اور اس کو مخلوق کے سامنے اگلے پچھلوں میں رسوا کرے گا[3] (ابوداؤد، نسائی، دارمی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا بولا میری بیوی کسی چھونے والے کا ہاتھ رد نہیں کرتی[4] تو اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے طلاق دے دے[5] وہ بولا میں اس سے محبت کرتا ہوں[6] تو فرمایا تو اسے روک رکھو[7]

(دوسری روایت) دارمی[1] یعنی کسی سے زنا کرے کیونکہ زنا کی وجہ سے زنا کا بچہ اپنی قوم میں داخل کرے گی حالانکہ وہ اس قوم سے نہ ہوگا۔ [2] اس طرح کہ دنیا میں اللہ کی رحمت پائے نہ آخرت میں خیال رہے کہ دنیا میں اسے رزق وغیرہ مل جانا اللہ کی رحمت کی علامت نہیں یہ تو کفار کو بھی مل جاتا ہے کیونکہ فسق و فجور کے باوجود دنیاوی عیش ملنا عذاب ہے۔ [3] اگر حلال جان کر زنا کرے تو کافر ہے اور کافر پر جنت حرام ہے اور اگر حرام جان کر کرے تو فاسق ہے فاسق اولاً جنت کے مستحق نہیں۔ [4] یعنی وہ بچہ اسے چشمی نگاہوں سے تکتا ہو مگر یہ سخت دل کی بھولی صورت بیمار نگاہوں کی پرواہ نہ کرے اس کا انکار کر دے کہ میرا بیٹا نہیں یہ حرام ہے یا یہ مطلب ہے کہ وہ شخص جانتا ہو کہ یہ بچہ میرا ہی ہے پھر انکار کرے مگر پہلے معنے زیادہ ظاہر ہیں اب جاننے کے معنے یہ ہیں کہ اس شخص کے پاس بچہ کے حرامی ہونے کی کوئی دلیل نہ ہو محض بدمعاشی یا محض شبہ سے بچہ کا انکار کرتا ہو۔ [5] یعنی اسے اپنا دیدار و دکھانے نہ جنت نہ دے گا کیونکہ دیدار الٰہی کی اصل جگہ جنت ہی ہے۔ [6] یعنی قیامت میں اسے تمام مخلوق کے سامنے رسوا کرے گا جب اولین و آخرین جمع ہوں گے خیال رہے کہ قیامت میں مسلمانوں کے صغیرہ گناہوں کی پردہ پوشی ہوگی علانیہ گناہوں کی رسوائی ہوگی لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ مسلمان کی پردہ دری کیوں ہوئی۔ [7] یعنی فاجرہ ہے جب کوئی بدمعاش اس سے زنا کرنا چاہے تو منع نہیں کرتی یا جیسا ہو کوئی میرے مال کو ہاتھ لگائے تو روکتی نہیں مال لے جانے دیتی ہے گھر کی حفاظت نہیں کرتی عام شارحین نے پہلے معنے کو ترجیح دی ہے خازن صاحب مشکوٰۃ نے بھی حدیث کے یہی معنے سمجھے ہیں اسی لئے یہ حدیث باب اللعان میں لائے لیکن دوسرے معنے کو اس لئے ترجیح دی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اس کو لعان کا حکم دیا نہ اسے حد قذف یعنی تہمت کی سزا دی اگر وہ زنا کا الزام دیتا تو ان دونوں چیزوں میں سے کچھ کرنا پڑتا (مرقات، و لمعات و اشعہ) ۔ [8] معلوم ہوا کہ فاسقہ بدکار بیوی کو طلاق دے دینا بہتر ہے اسی طرح جو عورت گھر کو نہ سنبھال سکے اسے طلاق دے دینا بہتر ہے جیسا کہ پہلے جملہ کی دو شرحوں سے معلوم ہوا۔ [9] یا اس کے حسن و جمال کی وجہ سے یا اس لئے کہ اس سے میرے بچے ہیں اسے علیحدہ کر دینے سے بچے برباد ہو جائیں گے مجھے اپنے متعلق خطرہ ہے کہ گناہ میں پھنس جاؤں گا۔ [10] یعنی اسے بدکاری یا لاپرواہی گھر برباد کرنے سے روک اور طلاق نہ دے معلوم ہوا کہ فاسقہ عورت کو طلاق دے دینا واجب نہیں خصوصاً جبکہ خاوند اس کے بغیر صبر نہ کر سکے اس کو طلاق دے دینے پر اپنے فسق و فجور میں گرفتار ہو جانے کا قوی خطرہ ہو

ابوداود والنسائی وقال النسائی رفعه احد الرواة الی ابن عباس واحدهم لم یرفعه قال وهذا الحدیث لیس بثابت ٭ وعن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی صلی الله علیه وسلم قضی ان کل مستلحق استلحق بعد ابیه الذی یدعی له ادعاه ورثته فقضی ان من کان من امة یملکها یوم اصابها فقد لحق بمن استلحقه ولیس له مما قسم قبله من المیراث شیء وما ادرک من میراث لم یقسم فله نصیبه ولا یلحق اذا کان ابوه الذی یدعی له انکره فان کان من امة لم یملکها

(ابوداؤد، نسائی) اور نسائی نے فرمایا کہ بعض راویوں نے اسے حضرت ابن عباس تک مرفوع کہا اور بعض نے اسے مرفوع نہ کہا اور کہا کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ ہر ملایا ہوا شخص جو ملایا گیا ہو اس باپ کے بعد جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس کا دعویٰ کیا اس کے وارثوں نے تو یہ فیصلہ فرمایا کہ جو اس لونڈی سے ہو جس کا مالک تھا اس دن جب اس سے صحبت کی تو وہ مل گیا اس سے جس نے اسے ملایا اور اسے اس میراث سے کچھ نہ ملیگا جو اس سے پہلے تقسیم کی جا چکی اور جو میراث پائی کہ اب تک تقسیم نہ کی گئی تھی تو اس کے لئے اس کا حصہ ہے اور نہ ملایا جائیگا جبکہ اس کے اس باپ نے جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس کا انکار کر دیا ہو پھر اگر اس لونڈی سے ہو جس کا وہ مالک نہ تھا

لہٰذا حدیث بالکل بے غبار ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فاسقہ بیوی کی طرح فاسق اولاد کو بھی کسی تدبیر کے ذریعہ گناہوں سے روکنا ضروری ہے۔ ۵ یعنی اس حدیث کا اتصال حضرت ابن عباس تک ثابت نہیں حدیث منقطع ہے یہ مطلب نہیں کہ اصل حدیث ہی ثابت نہیں یہ حدیث امام شافعی نے اپنی مسند میں سفیان ابن عیینہ عن ہارون ابن ریاب عن عبداللہ ابن عبید اللہ ابن عمیر کچھ مختلف الفاظ سے نقل فرمائی (مرقات و اشعہ) ۶ اس کو شریعت میں مستلحق یا مجہول النسب کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کا نسب مجہول ہے پتہ نہیں کہ کس کا لڑکا ہے کس خاندان کا ہے اس کے متعلق ایک باپ کے وارث کہتے ہیں کہ یہ ہمارا بھائی یا بھتیجہ ہے یعنی ہمارے باپ یا بھائی کا بچہ ہے ان مدعی حضرات کا باپ یا بھائی جس سے وہ لوگ اس مجہول شخص کا نسب ملا رہے ہیں وہ فوت ہو چکا ہے اس کا حکم آگے آ رہا ہے ۷ یعنی ایسے شخص کے متعلق حضور نے فیصلہ فرمایا جو آ رہا ہے یہ جملہ آئندہ کی خبر ہے تو فقضی جزا ہے اور یہ جملہ اس کی تفصیل ہے ۸ یعنی وہ مجہول شخص جس سے اس شخص کا نسب ملا رہے ہیں اگر لونڈی کا مالک تھا اس طرح کہ صحبت کے وقت وہ لونڈی اس مرحوم کی ملکیت میں تھی یہ اسی کا بچہ ہے تب تو اس کا نسب اس مرحوم سے ثابت ہو گیا اور یہ بھی دوسرے وارثوں کی طرح میراث پائے گا کیونکہ اس صورت میں ان مدعیوں کا دعویٰ دلیل سے ثابت ہے ۹ یعنی اگر زمانہ جاہلیت میں اس مرحوم کی میراث تقسیم کی جا چکی ہے اور اس تقسیم میں اس مستلحق کو محروم رکھا جا چکا ہے تو اسلام میں یہ تقسیم قائم رکھی جائے گی اسے حصہ نہ دیا جائیگا اور اب اسے وارث نہ بنایا جائیگا کیونکہ اسلام میں زمانہ جاہلیت کے اس قسم کے فیصلے باقی رکھے جاتے ہیں ۱۰ یعنی اس دعویٰ کے بعد تقسیم میراث کی جائے تو اس شخص کو میراث سے حصہ دیا جائیگا ۱۱ یعنی اگر مرحوم نے اپنی زندگی میں کہہ دیا تھا کہ یہ میرا بیٹا نہیں ہے بعد میں اس کے وارثوں نے کہا کہ یہ اس کا بچہ ہے تو اب ان وارثوں کی بات نہ مانی جائے

اَوْمِنْ حُرَّةٍ عَاهَرَ بِهَا فَاِنَّهٗ لَا يُلْحَقُ وَلَا يَرِثُ وَاِنْ كَانَ الَّذِيْ يُدْعٰى لَهٗ هُوَادَّعَاهُ فَهُوَ وَلَدُ زِنْيَةٍ مِنْ حُرَّةٍ كَانَ اَوْ اَمَةٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ ‏ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّ اللّٰهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُ اللّٰهُ فَاَمَّا الَّتِيْ يُحِبُّهَا اللّٰهُ فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيْبَةِ وَاَمَّا الَّتِيْ يُبْغِضُهَا اللّٰهُ فَالْغَيْرَةُ فِيْ غَيْرِ رِيْبَةٍ وَاِنَّ مِنَ الْخُيَلَاءِ مَا يُبْغِضُ اللّٰهُ وَمِنْهَا مَا يُحِبُّ اللّٰهُ فَاَمَّا الْخُيَلَاءُ الَّتِيْ يُحِبُّ اللّٰهُ فَاخْتِيَالُ

یا لونڈی سے ہو جس سے زنا کیا ہو تو وہ اس سے ملایا نہ جائیگا اور نہ وارث ہوگا اگرچہ اس کا دعویٰ وہ ہی کرے جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کیونکہ وہ زنا کا بچہ ہے آزاد سے ہو یا لونڈی سے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر ابن عتیک سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض غیرت وہ ہیں جنہیں اللہ پسند کرتا ہے اور بعض غیرت وہ ہیں جنہیں اللہ ناپسند کرتا ہے لیکن وہ غیرت جسے اللہ پسند کرتا ہے وہ مشکوک چیزوں میں غیرت ہے اور لیکن وہ غیرت جسے اللہ ناپسند کرتا ہے وہ غیر مشکوک چیز میں غیرت ہے اور بعض ناز وہ ہیں جنہیں اللہ ناپسند کرتا ہے اور بعض ناز وہ ہیں جنہیں اللہ پسند کرتا ہے لیکن وہ ناز جسے اللہ پسند کرتا ہے وہ کسی کا ناز کرنا

گی اور یہ شخص اس مرحوم کا بیٹا نہ ہوگا کیونکہ مرحوم کا انکار ہو چکا ہے ان لوگوں کا اقرار معتبر نہیں۔ ۵ یعنی جس کے متعلق یہ معلوم ہے کہ یہ شخص مرحوم کا زنا کا بچہ ہے خواہ اس طرح کہ پہلے اس نے کسی کی لونڈی سے زنا کیا پھر اسے خرید لیا یا اس طرح کہ اس مرحوم نے کسی آزاد عورت سے زنا کیا اس صورت میں اگر خود مرحوم بھی کہہ جاتا کہ یہ میرا بیٹا ہے جب بھی اس سے نسب ثابت نہ ہوتا کہ بچہ زنا کا ہے اور زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا چہ جائیکہ اب اس کے مرنے کے بعد اس کے عزیز و اقارب کہیں کہ یہ اس کا بیٹا ہے بہرحال ایسے بچہ کا نسب مرحوم سے ثابت نہیں۔ ۶ عتیک بن رُذینی عتیق آپ جلیل القدر صحابی ہیں بدر اور تمام غزوات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہے بعض مورخین نے فرمایا کہ بدر کے سوا باقی تمام غزوات میں شامل ہوئے مگر حق یہ ہے کہ بدر میں بھی شامل ہوئے کنیت ابو عبداللہ ہے انصاری ہیں اکیانوے سال عمر ہوئی ۶۱ھ میں وفات پائی۔ ۷ یعنی مومن کی بعض غیرتیں رب کو پیاری ہیں اس پر ثواب ملیگا اور بعض غیرتیں رب کو ناپسند ہیں جن سے بندہ عذاب کا مستحق ہوگا، یہ حدیث اس حدیث کی شرح ہے کہ حیا ایمان کا رکن ہے یعنی رب تعالٰے کو پیاری حیا وہ ہے جو ایمانی ہے۔ ۸ یعنی تہمت و شک کی جگہ جانے سے غیرت کرنا اس کا انجام اعلیٰ درجہ کا تقوٰی ہے مثلاً غیر مرد کا گھر میں آنا اپنی بیوی کو اس سے کلام کرتے دیکھنا اس پر غیرت کھا جانا قوت ایمانی کی دلیل ہے اسی طرح خود اجنبی عورت سے خلوت کرنے پر غیرت کرنا کہ اس سے دوسروں کو ہم پر شبہ ہو سکتا ہے یہ غیرت خدا کو پیاری ہے۔ ۹ یعنی بلاوجہ کسی پر بدگمانی کرنا غیرت نہیں بلکہ فتنہ و فساد کی جڑ ہے بعض خاوندوں کو اپنی بیویوں پر بلاوجہ بدگمانی رہتی ہے جس سے ان کے گھروں میں روزانہ جھگڑے رہتے ہیں یہ غیرت رب تعالٰے کو ناپسند ہے رب تعالٰے فرماتا ہے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ ۱۰ غیرت کے ذکر میں پہلے محبوب غیرت کا بیان فرمایا کیونکہ اکثر غیرتیں محبوب ہیں کم غیرتیں مردود مگر فخر میں پہلے مردود فخر کا ذکر فرمایا بعد میں محبوب فخر کا کیونکہ فخر اکثر مردود ہوتے ہیں بہت تھوڑے محبوب۔ ۱۱ لف و نشر غیر مرتب ہے کہ اجمال میں مردود فخر کا ذکر پہلے تھا مگر تفصیل میں محبوب فخر کا ذکر پہلے ہے کیونکہ وہ مردود اور قبولیت اس محبوب فخر کو ہے۔

الرَّجُلِ عِنْدَ الْقِتَالِ وَاخْتِيَالُهٗ عِنْدَ الصَّدَقَةِ وَاَمَّا الَّتِيْ يُبْغِضُ اللّٰهُ فَاخْتِيَالُهٗ
فِي الْفَخْرِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الْبَغْيِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ
عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانًا
اِبْنِيْ عَاهَرْتُ بِاُمِّهٖ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا دِعْوَةَ
فِي الْاِسْلَامِ ذَهَبَ اَمْرُ الْجَاهِلِيَّةِ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔

ہے جہاد کے وقت[1] اور اس کا ناز ہے خیرات کے وقت[2] اور لیکن وہ ناز جسے اللہ ناپسند کرتا ہے وہ فخریہ ناز ہے۔
[3] اور ایک روایت میں ہے وہ سرکشی میں ناز ہے[4] (ابوداؤد، نسائی)۔ تیسری فصل روایت ہے حضرت
عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں ایک شخص کھڑا ہوا بولا یا
رسول اللہ کہ فلاں شخص میرا بیٹا ہے میں نے اس کی ماں سے زمانہ جاہلیت میں زنا کیا تھا[1] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اسلام میں ایسا دعویٰ جائز نہیں[2] جاہلیت کے دور کی باتیں گئیں بچہ فراش کا ہے زانی کے لئے پتھر ہیں[3] (ابوداؤد)

[1] اس طرح کہ کفار کے مقابل جہاد میں اپنے کو بہت بہادر سمجھے اور اپنے مقابل کافر کو حقیر و ذلیل و کمزور جانے اور اس کے سامنے اپنی بہادری قول و عمل سے ظاہر کرے حضرت علی رضی اللہ عنہ جہاد میں کفار سے فرماتے تھے اَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ اُمِّيْ حَيْدَرَهْ میں وہ جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے حیدر معنی شیر کرار معنی پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین میں کفار کو للکار کر فرمایا اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ میں جھوٹا نبی نہیں ہوں میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں یہ ناز و فخر رب تعالٰی کو پیارا ہے۔ [2] یعنی خیرات خصوصًا چندہ دیتے وقت اپنے کو بہت امیر سمجھنا اور جو کچھ دے رہا ہے اسے کم سمجھنا اور خوش ہو کر شکر کرتے ہوئے دینا یہ صدقہ کے وقت کا فخر ہے رب تعالٰی فرماتا ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا اللہ کے فضل و رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ یہ خوشی شکر کی ہے اور گھمنڈ کی گھمنڈ کے لئے فرماتا ہے لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ شیخی نہ مارو اللہ تعالٰی شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا۔ [3] مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں بجائے فی الفخر کے فی الفقر ہے یعنی فقیری میں تکبر کرنا مردود [illegible] امیروں کے مقابل فخر کرنا اپنے کو ان سے غنی جاننا اپنے [illegible] بہت ہی بہتر ہے کہ یہ قناعت کی قسم ہے (مرقات)۔

اے قناعت تونگرم گرداں ۔ کہ ورائے تو ہیچ نعمت نیست

[4] یعنی بغی کے معنی ظلم، بغاوت، سرکشی، حسد وغیرہ ہیں سارے معنے بن سکتے ہیں اس فخر کی بہت سی قسمیں ہیں ہر قسم بری، رب تعالٰی ان سے بچائے۔ [1] اسلام سے پہلے عرب میں حرام زنا کو عیب نہیں سمجھتے تھے اس لئے علانیہ اس کا اقرار و اظہار کر دیتے تھے بلکہ زیادہ زنا پر فخر کرتے تھے فخریہ قصیدے لکھتے تھے دیکھو سبعہ معلقہ وغیرہ جن میں زنا سے نسب ثابت ہو جاتا تھا [illegible] یہ حضور انور کی طاقت ہے کہ ایسے ملک میں تہذیب پھیلائی جانوروں کو انسان بنا دیا۔

وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ مِّنَ النِّسَآءِ لَا مُلَاعَنَةَ بَيْنَهُنَّ
اَلنَّصْرَانِيَّةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُوْدِيَّةُ تَحْتَ الْمُسْلِمِ وَالْحُرَّةُ تَحْتَ الْمَمْلُوْكِ وَالْمَمْلُوْكَةُ
تَحْتَ الْحُرِّ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ❊ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ
رَجُلًا حِيْنَ اَمَرَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ اَنْ يَّتَلَاعَنَا اَنْ يَّضَعَ يَدَهٗ عِنْدَ الْخَامِسَةِ عَلٰى فِيْهِ وَقَالَ
اِنَّهَا مُوْجِبَةٌ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ❊ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ

روایت ہے ان ہی سے کہ فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے چار عورتیں جن میں لعان نہیں ۱ عیسائن
مسلمان کے نیچے یہودی مسلمان کے نیچے ۲ اور آزاد عورت غلام کے نیچے اور لونڈی آزاد
کے نیچے ۳ (ابن ماجہ) ۴ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے
جب دو لعان والوں کو لعان کرنے کا حکم دیا تو ایک شخص کو حکم دیا کہ پانچویں قسم پر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دے ۵
اور فرمایا کہ یہ قسم واجب کرنے والی ہے ۶ (نسائی) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس

انسانیت کو فخر ہوا تیری ذات سے ❊ بے نور تھا خرد کا ستارہ تیرے بغیر

اب تک تہذیب کے علمبردار اسی وحشت و بے حیائی کی طرف دوڑے جا رہے ہیں ان کے ہاں بے پردگی غیر مردوں سے اپنی بیویوں کا ملنا جلنا باعث فخر ہے اسی بے حیائی کو مٹانے اسلام آیا تھا جسے اب پھیلایا جا رہا ہے۔ ۵ یعنے اسلام میں زنا کی بنا پر نسب کا دعویٰ کرنا درست نہیں نہ اس سے نسب ثابت ہو سکتا ہے۔ ۶ لہذا اب زنا کی سزا آجانے کے بعد جو زنا کرے گا سنگسار کیا جاوے گا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اس شخص کو اقرار زنا کی وجہ سے رجم کیوں نہ کیا اس لئے کہ یہ زنا دور جاہلیت میں ہو چکا تھا جبکہ نہ اسلام دنیا میں تشریف لایا تھا نہ اسلامی احکام حرمت زنا اور حدود شرعیہ۔

۱ یعنے اگر یہ عورتیں اپنے خاوندوں انہیں زنا کا الزام دیں تو ان سے اور ان کے خاوندوں کے درمیان لعان نہ ہوگا یہاں بَیْنَ اَزْوَاجِھِنَّ پڑھنا ہے۔ ۲ خیال رہے کہ اگر الزام زنا لگانے والا خاوند غلام یا کافر ہو یا کبھی تہمت کی سزا پا چکا ہو جسے محدود فی القذف کہتے ہیں تب تو لعان نہ ہوگا مگر خاوند کو تہمت کی سزا اسی کوڑے مارے جائیں گے کیونکہ ان صورتوں میں خاوند گواہی کا اہل نہیں اور اگر خاوند گواہی کا اہل ہو مگر بیوی اہل نہ ہو مثلاً بیوی لونڈی یا کافرہ یا چھوٹی لڑکی یا مجنونہ یا زانیہ ہو یا کبھی تہمت کی سزا لگ چکی ہو تب نہ تو لعان ہوگا نہ خاوند کو تہمت کی سزا لگے کیونکہ اس صورت میں لعان کی رکاوٹ عورت کی طرف سے ہے دیکھو فتح القدیر شرح ہدایہ اور مرقات غرضکہ لعان میں شرط یہ ہے کہ دونوں خاوند بیوی گواہی کے اہل ہوں کیونکہ لعان میں دونوں کی قسمیں مثل گواہی کے ہوتی ہیں۔ ۳ معلوم ہوا کہ آزاد عورت غلام سے نکاح کر سکتی ہے مگر اپنے غلام سے نہیں دوسرے کے غلام سے یہ نہیں ہو سکتا کہ مرد یہودی یا عیسائی ہو اور عورت مسلمان کہ مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے نہیں ہو سکتا۔ ۴ یہ حدیث دار قطنی نے بھی متعدد اسنادوں سے روایت کی اگرچہ تمام اسنادیں ضعیف بھی ہوں تب بھی حدیث لائق عمل ہے کہ تعدد اسناد سے ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے (مرقات)۔ ۵ یعنے جب لعان والا مرد چار قسمیں کھا چکا پانچویں کا ارادہ کیا تب دوسرے شخص کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ پانچویں قسم

وَمِنْ عِنْدِهَا لَيْلًا قَالَتْ فَغِرْتُ عَلَيْهِ فَجَاءَ فَرَاٰى مَا اَصْنَعُ فَقَالَ مَالَكِ يَا عَائِشَةُ اَغِرْتِ فَقُلْتُ وَمَالِىْ لَا يَغَارُ عَلٰى مِثْلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ جَاءَكِ شَيْطَانُكِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَعِىَ شَيْطَانٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَمَعَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ وَلٰكِنْ اَعَانَنِىَ اللّٰهُ عَلَيْهِ حَتّٰى اَسْلَمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ؀ بَابُ الْعِدَّةِ ؀ اَلْفَصْلُ

ایک رات تشریف لے گئے فرماتی ہیں کہ میں نے اس پر غیرت کی ۱ پھر آپ تشریف لائے تو دیکھا جو میں کر رہی تھی ۲ فرمایا اے عائشہ کیا حال ہے کیا غیرت کھا گئیں میں بولی مجھے کیا ہوا کہ مجھ جیسی بی بی آپ جیسے پر غیرت نہ کرے ۳ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس شیطان آ گیا ۴ کہ بولیں یا رسول اللہ کیا میرے ساتھ شیطان ہے فرمایا ہاں ۵ میں نے کہا اور آپ کے ساتھ یا رسول اللہ فرمایا ہاں لیکن اللہ نے اس پر میری مدد فرمائی حتی کہ وہ مومن ہو گیا ۶ (مسلم) ؛ عدت کا بیان ۷ ؛ فصل

سوچ سمجھ کر کھائے کہ اس قسم پر فیصلہ ہے یہ سر پر ہاتھ رکھنے سے خوف دلانے کے لئے ہے کہ اگر مجبوراً ہو تو اس قسم کی ہمت نہ کرے مگر صرف مرد کے سر پر ہی ہاتھ رکھا کر عورت کے کیونکہ اجنبی کے سر پر اجنبی مرد ہاتھ نہیں رکھ سکتا اس کا جسم چھونا حرام ہے اگر اس کام کے لئے کوئی عورت مقرر کی جائے جو مسلمان عورت کے سر پر ہاتھ رکھے تو کوئی مضائقہ نہیں ۵ یعنی اس قسم سے یا لعان و سزا یا تفریق واجب ہو جائے گی لہذا سوچ سمجھ کر یہ قسم کھاؤ۔

۱ شعبان کی پندرھویں شب یعنی حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تھا حضور رات کے آخری حصہ میں قبرستان بقیع وغیرہ کے لئے تشریف لے گئے جناب ام المؤمنین سمجھیں کہ کسی دوسری زوجہ کے پاس تشریف لے گئے آپ کو اس چیز کی غیرت آئی کہ میری باری میں دوسری زوجہ کے پاس کیوں تشریف لے گئے یہ غیرت بغض و رشک ہے نہ بجیثے شرعی کہ اس پر شرعی کسی لائق۔ ۲ اس طرح کہ میں بھی حضور کے پیچھے پیچھے گئی اور آگے آگے تشریف لائی ہوئی آگئی جب حضور تشریف لائے تو میری سانس پھولی ہوئی تھی یہ واقعہ پندرھویں شعبان کی عبادات کے موقعہ پر پیش کر ہو چکا وہ ہی یہاں مراد ہے۔ ۳ سبحان اللہ کیا پیارا اور پیارا جواب ہے یعنی مجھ جیسی محبت والی بی بی آپ جیسے سید المرسلین خاوند پر غیرت یا رشک کیوں نہ کرے بجلی برا ہے مگر آپ پر بجلی اچھا ہے۔

خیال میں بھی جو آؤں تو خیال آتا ہے کہ ہوں ؎ نہ میں نہ دیکھوں اور کو نہ تو مجھے دیکھے حلال

اللہ تعالٰی اس مبارک دل کے صدقے سے ہم گنہگاروں کو بھی عشق رسول کی رتی عطا فرمائے۔

ذرہ عشق نبی از حق طلب ؎ سوز صدیق و علی از حق طلب

۴ یعنی تمہاری یہ غیرت شیطانی اثر سے ہے کیونکہ ہم سید الانبیاء ہیں کسی بیوی پر ظلم نہیں فرماتے اگرچہ ہم پر بیویوں کی باریاں واجب نہیں مگر پھر بھی کسی کی باری میں دوسری بیوی کے ہاں بغیر اس کی اجازت نہیں جاتے حضور کا عدل تو اس حد تک ہے کہ مرض وفات شریف میں دوسری بیویوں کی اجازت سے آخری ایام زندگی حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر میں گزارے۔ ۵ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی شان یہ ہے کہ حضور انور نے آپ کے سینہ پر وفات پائی اور آپ کے حجرے میں تا قیامت آرام فرمایا۔

الْاَوَّلُ ۱ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَیْسٍ اَنَّ اَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ فَاَرْسَلَ اِلَیْهَا وَکِیْلُهُ الشَّعِیْرَ فَسَخِطَتْهُ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَالَكِ عَلَیْنَا مِنْ شَیْءٍ فَجَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَتْ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ لَیْسَ لَكِ نَفَقَةٌ

پہلی ۱ روایت ہے حضرت ابوسلمہ سے وہ حضرت فاطمہ بنت قیس سے راوی کہ ابوعمرو ابن حفص نے انہیں طلاق بائن دے دی جبکہ وہ غائب تھے۲ تو ان کے وکیل نے حضرت فاطمہ کو کچھ جو بھیجے وہ ان پر ناراض ہوئیں تو وکیل نے کہا اللہ کی قسم تمہارا ہم پر کچھ حق نہیں۳ تو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے اس کا ذکر کیا حضور نے فرمایا تمہارے لئے خرچہ نہیں۴

ان کا سینہ نبی کی آخری آرامگاہ ٭ ان کے حجرے میں نبی ہیں تا قیامت جاگزیں

ف۵ اس شیطان سے مراد قرین ہے جو ہر وقت ہر ایک شخص کے ساتھ رہتا ہے ہر ایک انسان کا علیحدہ شیطان ہے آپکا فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تم کو اس نے قریب مدینہ یا۔ ف۶ اس عبارت کا یہ ترجمہ نہایت ہی قوی ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ یا اسلم میم کے پیش سے ہے متکلم مضارع یعنے میں اس کے شر سے سلامت رہتا ہوں بعض نے فرمایا کہ اسلم ہے تو میم کے فتح سے وہ صیغہ واحد غائب ماضی مگر معنے کرتے ہیں کہ وہ میرا مطیع ہوگیا اس نے مجھے نیکی سے روکا لیکن یہ معنے فقیر کے نزدیک قوی نہیں کیونکہ یہ بات تو بہت سے اولیاء اللہ اور عام صحابہ کرام بلکہ عائشہ صدیقہ کو بھی میسر تھی کہ رب کے فضل سے شیطان انہیں بہکا نہیں سکتا تھا ایسے خصوصی معنے مراد ہیں جو حضور کی خصوصیات سے ہوں وہ یہ ہیں کہ حضور کا قرین شیطان حضور کی صحبت کی برکت سے مومن صالح ہوگیا۔ جب شیطان جن کی سرشت میں طغیان ہے وہ حضور کے ساتھ رہنے کی برکت سے مومن صالح بن گیا تو تمام صحابہ کرام خصوصًا خلفاء راشدین خصوصًا سفر و حضر، قبر و حشر کے ساتھی ابوبکر صدیق کے ایمان و تقویٰ کا کیا پوچھنا جن کا رب تعالٰے حضور کا ساتھ فرما رہا ہے صلی اللہ تعالٰے علیہ وعلیہم اجمعین۔ ف۱ عدت لغت میں عدت کے کسرہ یعنے شمار و گنتی ہے عین کے پیش سے بمعنی تیاری شریعت میں اس انتظار کرنے کو عدت کہتے ہیں جو نکاح یا شبہ نکاح کے زائل ہونے کے بعد کیا جائے کہ اس زمانہ میں دوسرا نکاح کرنا ممنوع ہو۔ عدت عورت پر واجب ہے نہ کہ مرد پر ہاں مقام دو میں جہاں مرد کو بھی انتظار کرنا پڑتا ہے جیسے مطلقہ بیوی کی بہن بھانجی خالہ وغیرہ سے اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتا جب تک وہ عدت میں ہے۔ خیال رہے کہ عورت کی عدت تین قسم کی ہے وفات کی عدت چار ماہ دس دن ہے طلاق حیض والی کی عدت حاملہ کے لئے حمل جن دینا غیر حاملہ بالغہ کے لئے تین حیض غیر حاملہ نابالغہ اور بہت بوڑھی کے لئے تین ماہ طلاق کے علاوہ فسخ نکاح میں بھی عدت واجب ہے خواہ فسخ خاوند کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے عدت بہرحال ہوگی (اشعۃ مرقات)۔

ف۱ آپ ابوسلمہ ابن عبدالرحمن ابن عوف مدنی ہیں جلیل القدر تابعی مدینہ پاک کے سات مشہور فقہاء میں سے ہیں اور فاطمہ بنت قیس قرشیہ ہیں۔ حضرت ضحاک کی بہن ہیں بہت جمال عقل و کمال والی بی بی ہیں، مہاجرین اولین سے ہیں۔ پہلے ابو عمرو ابن حفص کے نکاح میں تھیں انہوں نے طلاق دے دی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح اسامہ ابن زید سے کیا رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ف۲ طلاق بات وہ طلاق ہے جو نکاح کو بالکل ہی ختم کردے جس کے بعد بغیر حلالہ نکاح نہ ہو سکے یعنے تین طلاقیں یا تیسری طلاق۔ یہاں پہلے معنے مراد ہیں یعنے تین طلاقیں (لمعات اور مرقات) ف۳ یعنے ابوعمرو کے وکیل نے عدت کے خرچہ کے لئے تھوڑے سے جو بھیج دیئے جو حضرت فاطمہ نے ناپسند کئے کہ جو تھے وہ بھی تھوڑے

فَاَمَرَهَا اَنْ تَعْتَدَّ فِيْ بَيْتِ اُمِّ شَرِيْكٍ ثُمَّ قَالَ تِلْكَ امْرَاَةٌ يَغْشَاهَا اَصْحَابِيْ اِعْتَدِّيْ عِنْدَ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَاِنَّهُ رَجُلٌ اَعْمٰى تَضَعِيْنَ ثِيَابَكِ فَاِذَا حَلَلْتِ فَاٰذِنِيْنِيْ قَالَتْ فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهُ اَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ وَاَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِيْ فَقَالَ اَمَّا اَبُوْ الْجَهْمِ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهٖ وَاَمَّا مُعٰوِيَةُ فَصُعْلُوْكٌ لَا مَالَ لَهٗ اِنْكِحِيْ اُسَامَةَ

پھر انہیں حکم دیا کہ ام شریک کے گھر عدت گزاریں۱؎ پھر فرمایا کہ وہ ایسی بی بی ہیں جن کے پاس ہمارے صحابہ گھیرے رہتے ہیں۲؎ تم ابن ام مکتوم کے پاس عدت گزارو وہ نابینا آدمی ہیں۳؎ تم اپنے کپڑے اتار دو۴؎ پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دینا فرماتی ہیں کہ جب میں فارغ ہو گئی تو میں نے حضور سے عرض کیا کہ معاویہ ابن ابی سفیان اور ابوجہم نے پیغام دیا۵؎ تو فرمایا کہ ابوجہم۶؎ تو اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے اتارتے ہی نہیں۷؎ رہے معاویہ وہ بہت تنگدست ہیں جن کے پاس مال نہیں۸؎ تم اسامہ ابن زید سے

وکیل نے کہا کہ یہ بھی ہماری مہربانی ہے ورنہ تم اس کی بھی حقدار نہیں ہو کیونکہ تم حاملہ نہیں اور عدت کا خرچہ مطلقہ حاملہ کو ہے۔ ۲؎ یعنی تم کو وہ خرچہ نہیں ملے گا جو تم پا رہی ہو معمولی خرچہ مل رہا ہے۔ اس حدیث کی بنا پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غیر حاملہ مطلقہ کو عدت میں خرچہ نہ ملے گا امام مالک و شافعی نے فرمایا کہ گھر تو ملے گا مگر خرچہ نہ ملے گا ہمارے امام اعظم کا فرمان ہے کہ خرچہ و گھر دونوں ملیں گے یہی فرمان ہے حضرت عمر کا، جناب عمر نے فرمایا کہ ہم قرآن و حدیث کے مقابل صرف ایک عورت کا قول قبول نہیں کر سکتے قرآن فرماتا ہے واسکنوهن من حیث سکنتم اور میں نے سرکار کو فرماتے سنا کہ ہر مطلقہ کے لئے گھر بھی ہے خرچہ بھی۔ یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں کیونکہ یہاں فاطمہ کے معمولی خرچہ کی نفی ہے اور گھر سے منتقل کر دینا کسی مجبوری سے تھا جیسا کہ آگے آرہا ہے امام شافعی کی دلیل یہ آیت ہے وان کن اولات حمل فانفقوا علیهن، جس سے معلوم ہوا کہ صرف حاملہ مطلقہ کو عدت کا خرچہ ملے گا غیر مطلقہ کو نہیں ہمارے امام صاحب فرماتے ہیں کہ غیر حاملہ کو خرچہ ملنا اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا یہاں حاملہ کا ذکر اس لئے ہے کہ کبھی حمل کی مدت دراز ہو جاتی ہے فرمایا گیا خواہ کتنا ہی لمبا زمانہ حمل ہو خرچہ دیئے جاؤ (مرقات)۔ ۳؎ اس کی وجہ آگے آرہی ہے کہ حضور نے فاطمہ کو ان کے خاوند کے گھر سے کہیں منتقل فرمایا۔

۴؎ صحابہ سے مراد ام شریک کے بال بچے عزیز و قرابتدار ہیں (مرقات) کیونکہ ام شریک غیر مستحیہ مہمان نواز بی بی تھیں۔ ۵؎ یعنی تم کو دیکھنے والے ان کے گھر بہت ہوں گے یا ہوتے کیونکہ ننھیال تھی اپنا تمہاری وہاں بے پردگی ہوگی۔ خیال رہے کہ یہاں حضرت فاطمہ کو یہ اجازت نہ دی گئی کہ وہ ابن ام مکتوم کو دیکھیں، لہذا یہ حدیث نہ تو اس آیت کے خلاف ہے یغضضن من ابصارهن اور نہ اس حدیث ام سلمہ کے خلاف ہے افعمیاوان انتما عورت بھی اجنبی مرد کو نہیں دیکھ سکتی۔ ۶؎ یہ بنا ہے یعنی زمانہ عدت میں زینت کا لباس اتار دو یا گذشتہ کا حال یعنی تم وہاں بے پردہ ہو گی وہاں کوئی جانا نہیں

۵؎ یعنی عدت گزر چکنے کے بعد مجھ سے ان دو شخصوں نے پیغام نکاح دیا ہے حضور کی رائے کیا ہے۔ ۶؎ آپ کا نام عامر ابن حذیفہ ہے صحابی ہیں قرشی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کیلئے سادہ کپڑا فرمایا تھا انبجانیہ ۷؎ یعنی ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں گھر بہت کم بیٹھتے ہیں یا بیوی کو مارتے بہت ہیں دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ آگے آرہا ہے ضراب للنساء وہ روایت اس کی تفسیر ہے خیال رہے کہ یہ غیبت نہیں بلکہ حضرت فاطمہ کی خیرخواہی ہے پیغام نکاح کے وقت میں عیب

بْنَ زَيْدٍ فَكَرِهْتُهُ ثُمَّ قَالَ انْكِحِي أُسَامَةَ فَنَكَحْتُهُ فَجَعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْرًا وَاغْتَبَطْتُ وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهَا فَأَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَرَجُلٌ ضَرَّابٌ لِلنِّسَاءِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا نَفَقَةَ لَكِ إِلَّا أَنْ تَكُونِي حَامِلًا وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ فِي مَكَانٍ وَحْشٍ فَخِيفَ عَلَى نَاحِيَتِهَا

نکاح کرو میں نے انہیں ناپسند کیا حضور نے پھر فرمایا کہ اسامہ سے نکاح کرو میں نے ان سے نکاح کر لیا تو اللہ نے اس نکاح میں بہت خیر دی کہ مجھ پر رشک کیا گیا اور ان ہی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ ابوجہم بیویوں کو بہت مارنے والے ہیں (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے خاوند نے انہیں تین طلاقیں دیدیں تو وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں حضور نے فرمایا تمہارے لیے خرچہ نہیں مگر اس صورت میں کہ حاملہ ہوتیں ۴ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ فاطمہ ایک سنسان مکان میں تھیں ۵ ان کے آس پاس پر خوف کیا گیا ۶

کے عیوب کی خبر دینا جائز ہے تاکہ آئندہ خانگی زندگی برباد نہ ہو۔ فقہاء نے اس بحث کی تفصیل جو ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کی ہے۔ ۵ اور ان کے باپ ابوسفیان کنجوسی کی وجہ سے جو اپنے بچوں کو خرچ نہیں دیتے تھے، خیال رہے کہ سبحان اللہ! یہ وہ معاویہ ہیں جو بعد میں ایسے غنی ہوگئے کہ ان کا لقب امیر معاویہ ہوا رضی اللہ عنہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ عورت کو اچھا مشورہ دیا جائے اور جو بیوی کے نفقہ دینے پر قادر نہ ہو اس سے نکاح کرنا بہتر نہیں اگرچہ جائز ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ ایسے غریب آدمی کو روزہ رکھنا بہتر ہے، وہ جو حدیث پاک میں ہے کہ حضور نے ایک عورت کا نکاح ایسے شخص سے کیا جس کے پاس کچھ نہ تھا اس کے گھر میں کچھ نہ تھا وہ بیان جواز کے لیے تھا اور وہ عورت ایسی صابرہ شاکرہ تھی کہ مرد کے ساتھ فقروفاقہ برداشت کر سکتی تھی نیز وہ صاحب بعد میں بہت جلد مالدار ہو گئے۔ ۱ کیونکہ حضرت اسامہ سیاہ فام تھے اور مشہور تھا کہ وہ غلام زادے ہیں اور میں قریشیہ عالی نسب تھی مگر حضرت اسامہ حضور کے محبوب اور نہایت متقی عالم تھے۔ ۲ یعنے اللہ تعالیٰ نے ہم دونوں میاں بیوی میں ایسا اتفاق و سلوک بخشا کہ دوسری عورتوں نے مجھ پر رشک کیا، خیال رہے کہ ایسے امور میں رشک جائز ہے حسد حرام۔ اس حدیث شریف سے مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ عورت کو پیغام پر پیغام دینا جائز ہے جبکہ پہلے سے بات چیت طے نہ ہوئی ہو دوسرے یہ کہ غیر کفو سے نکاح درست ہے جبکہ عورت کے ولی راضی ہوں کفایت میں مال کا بھی اعتبار ہے تیسرے یہ کہ امام شافعی کے ہاں نفقہ سے عاجز شوہر کی بیوی فسخ نکاح کرا سکتی ہے درخواست نکاح میں بزرگوں سے مشورہ کر لینا بہتر ہے مشورہ میں اچھا مشورہ دینا چاہیئے پیغام و سلام کی حالت میں تو جب کے واقعی عیوب کا بیان کر دینا اچھا ہے تاکہ آئندہ خرابیاں نہ پڑیں بیوی کو مارنا جائز ہے مگر اچھا نہیں۔ ۳ یہ عبارت طلاق بتہ کی شرح ہے کہ اس سے مراد تین طلاقیں تھیں نہ کہ تیسری طلاق۔ ۴ یہاں نفقہ سے مراد بہت عرصہ تک نفقہ ہے یعنے حاملہ مطلقہ کو عرصہ دراز تک نفقہ ملتا ہے جب تک کہ وہ بچہ نہ جن دے اور جننے کے بعد بھی بعض صورتوں میں بچہ کی پرورش کا نفقہ ملتا رہتا ہے غیر حاملہ کو تھوڑی مدت صرف تین حیض تک نفقہ ملتا ہے لہذا یہ حدیث نہ تو قرآن کریم کے خلاف ہے نہ دوسری احادیث کے، اس کی بحث ابھی ہو چکی۔ ۵ وحش کے معنی ہیں خالی اجاڑ جہاں رہنے سے دہشت و وحشت طاری ہو، اسی سے ہے وحشی جانور یعنے لوگوں سے متنفر اور انسانوں سے الگ رہنے والا۔

۶ یعنے چونکہ وہ گھر بستی اور آبادی میں نہ تھا اس لئے چوری وغیرہ کا خطرہ تھا۔

فَلِذٰلِكَ رَخَّصَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي فِي النُّقْلَةِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَتْ مَا لِفَاطِمَةَ اَلَا تَتَّقِي اللّٰهَ تَعْنِي فِي قَوْلِهَا لَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اِنَّمَا نُقِلَتْ فَاطِمَةُ لِطُوْلِ لِسَانِهَا عَلٰى اَحْمَائِهَا رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ طُلِّقَتْ خَالَتِي ثَلَاثًا فَاَرَادَتْ اَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا فَزَجَرَهَا رَجُلٌ اَنْ تَخْرُجَ

اس لئے انہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی یعنی منتقل ہو جانے کی [1] اور ایک روایت میں ہے فرماتی ہیں کیا ہوا فاطمہ کو کیا وہ اللہ سے نہیں ڈرتیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ مطلقہ کو نہ مکان ہے نہ خرچ [2] (بخاری) روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے فرماتے ہیں کہ فاطمہ منتقل کی گئیں اپنے دیوروں پر زبان درازی کی وجہ سے [3] شرح سنہ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میری خالہ کو تین طلاقیں دی گئیں [4] تو انہوں نے اپنے کھجوروں کے پھل توڑنا چاہے تو ایک شخص نے انہیں باہر جانے سے منع کیا [5]

[1] یعنی حضرت فاطمہ بنت قیس کو زمانہ عدت میں جو حضرت ابن ام مکتوم کے گھر چلے جانے کی اجازت دی گئی اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ غیر حاملہ مطلقہ کو عدت کا نفقہ کے لئے خاوند کی طرف سے گھر نہیں ملتا گھر تو ملا تھا مگر خطرناک تھا اب بھی فقہاء فرماتے ہیں کہ عدت میں عورت ان مجبوریوں میں دوسرے گھر منتقل ہو کر عدت گزار سکتی ہے۔ [2] یعنی فاطمہ جو فتویٰ دیتی ہیں کہ غیر حاملہ مطلقہ کو عدت کے زمانے میں نہ خرچ ملے نہ مکان اور اس فتویٰ کی سند میں اپنا مذکورہ واقعہ بیان کرتی ہیں اور اس حکم کی نسبت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتی ہیں غلط ہے وہ گھر کے غیر محفوظ ہونے کی وجہ سے منتقل ہوئی تھیں وہ پوری بات بیان نہیں کرتیں معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح ام المؤمنین کا مذہب بھی یہ ہی ہے کہ طلاق کی عدت میں گھر اور خرچ دونوں خاوند کے ذمہ ہے یہ ہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے لہذا حدیث فاطمہ امام اعظم کے خلاف نہیں۔ [3] یعنی فاطمہ ایک گھر میں تھیں اور ان کے دیور وغیرہ بھی پاس تھے مگر تھیں سخت طبیعت سخت زبان جب انہیں طلاق ہو گئیں تو دیوروں نے ان کے پاس رہنا گوارا نہ کیا ان کی سختی کی وجہ سے اب بالکل اکیلی رہ گئیں تب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں وہاں سے منتقل ہو جانے کی اجازت دی بلکہ حکم فرمایا لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ وہ سنسان مکان میں تھیں بہرحال جناب فاطمہ کا گھر سے منتقل ہو جانا کسی مجبوری و معذوری کی وجہ سے تھا ورنہ عدت کا خرچ و مکان خاوند کے ذمہ ہے۔ اس جگہ مرقات نے فرمایا کہ حضرت عمر نے فاطمہ کی یہ حدیث رد فرما دی اور فرمایا کہ ہم ایک عورت کے قول سے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ نہیں چھوڑ سکتے کیا خبر انہیں یاد رہا یا بھول گئیں عدت طلاق میں گھر اور خرچ ملنا کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ثابت ہے۔ حضرت اسامہ نے جناب فاطمہ سے کلام کر لیا کہ ان کی یہ حدیث انہوں نے بھی قبول نہ کی حضرت ابن مسعود جابر عائشہ صدیقہ اسامہ ابن زید حضرت عمر وغیرہم جمہور صحابہ کا یہ ہی مذہب ہے کہ عدت طلاق میں خرچ و مکان ملیگا حدیث فاطمہ مضطرب ہے بعض روایات میں ہے فاطمہ کے خاوند نے طلاق دی پھر سفر کو گئے بعض میں ہے کہ سفر میں جا کر طلاق بھیجی بعض روایات میں ہے کہ خود فاطمہ نے مسئلہ حضور سے پوچھا بعض میں ہے کہ خالد ابن ولید نے پوچھا بعض روایات میں ہے کہ ان کے خاوند ابو عمرو ابن حفص نے طلاق دی بعض میں ہے کہ ابو حفص ابن مغیرہ نے انہیں طلاق دی اس وجہ سے یہ حدیث ناقابل عمل ہے اسے حضرت عمر زید ابن ثابت مروان ابن حکم سعید ابن مسیب شعبی حسن بصری اسود ابن یزید سفیان ثوری امام احمد ابن حنبل نے رد کر دیا لہذا یہ حدیث ناقابل عمل ہے دیکھو مرقات یہ ہی مقام [4] یا ایک دم یا علیحدہ علیحدہ دو مرے سے زیادہ ظاہر یہ ہے۔

فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلٰى فَجُدِّيْ نَخْلَكِ فَإِنَّكِ عَسٰى أَنْ تَصَدَّقِيْ أَوْ تَفْعَلِيْ مَعْرُوْفًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَتْهُ أَنْ تَنْكِحَ فَأَذِنَ لَهَا فَنَكَحَتْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَاءَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَتِيْ تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنَهَا أَفَنَكْحُلُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلٰثًا كُلَّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ لَا

وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں حضور نے فرمایا ہاں اپنے کھجوروں کے پھل توڑ دو ممکن ہے تم خیرات کر دو یا بھلے کام کرو[1] (مسلم) روایت ہے حضرت مسور ابن مخرمہ سے کہ سبیعہ اسلمیہ اپنے خاوند کی وفات کے چند دنوں بعد نفاس والی ہو گئیں[2] تو وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ سے نکاح کر لینے کی اجازت مانگی حضور نے انہیں اجازت دیدی تو انہوں نے نکاح کر لیا[3] (بخاری) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں ایک عورت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں بولیں یا رسول اللہ میری اس بچی کا خاوند فوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھیں دکھتی ہیں تو کیا ہم اسے سرمہ لگائیں[4] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں دو بار یا تین بار ہر دفعہ یہ ہی فرماتے تھے نہیں[5]

اس خیال سے کہ بحالت عدت عورت کو گھر سے نکلنا ممنوع ہے۔ [1] یعنی ہاں جا سکتی ہو دن میں گھر سے نکل کر باغ جانا اور پھل توڑنا جائز ہے کہ اس پھل سے تم نیک کام کر سکو گی اگر تم دیا صدقہ خیرات اور ہدیہ وغیرہ خیال رہے کہ طلاق کی عدت میں عورت مزدوری کے لئے گھر سے باہر نہیں جا سکتی کیونکہ اس کا خرچہ طلاق دینے والے خاوند کے ذمہ ہے اسے مزدوری کی حاجت نہیں اور عدت وفات میں عورت مزدوری کے لئے دن میں باہر جا سکتی ہے رات گھر میں گزارے کیونکہ اس عدت میں خرچہ خاوند کے ذمہ نہیں یہاں مزدوری کے واسطے نکلنا نہ تھا بلکہ اپنے مال کی حفاظت کے لئے تھا اس مجبوری میں اب بھی نکلنا درست ہے بشرطیکہ رات گھر میں گزارے۔ [2] ان کے خاوند سعد ابن خولہ ہیں حجۃ الوداع میں مکہ معظمہ میں وفات پا گئے بدر میں حاضر ہوئے تھے مسور ابن مخرمہ کے حالات بارہا بیان ہو چکے کہ یہ عبدالرحمن ابن عوف کے بھانجے ہیں ۲ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور ۸ھ میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ [3] یعنی حاملہ تھیں اپنے خاوند کی وفات کے چند دن بعد بچہ پیدا ہو گیا نفاس سے یہی مراد ہے۔ [4] اس پر امت کا اجماع ہے کہ حاملہ کی عدت حمل جن دینا ہے خواہ مطلقہ ہو یا وفات والی اگرچہ طلاق یا وفات کے ایک منٹ بعد ہی بچہ پیدا ہو جائے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے بعض لوگوں نے کہا کہ اس کی عدت ابعد الاجلین ہے یعنی چار ماہ دس دن اور وضع حمل میں سے جو بعد میں ہو وہ عدت ہے۔ [5] یعنی عورت پر عدت میں سوگ واجب ہے ترک زینت اور سرمہ بھی زینت میں داخل ہے مگر مجبوری یہ ہے کہ اس مجبوری میں سرمہ لگانا جائز ہے یا نہیں۔ [6] یعنی دو بار یا سوال دہرا چکی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار انکار فرما دیتے تھے اس حدیث کی بنا پر امام احمد فرماتے ہیں کہ سیاہ سرمہ جس میں زینت ہوتی ہے عدت وفات میں ہرگز جائز نہیں خواہ بیماری ہو یا نہ ہو امام مالک کے ہاں بیماری میں جائز ہے امام شافعی

ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ وَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ وَزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثِ لَيَالٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحِدُّ امْرَأَةٌ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ

پھر فرمایا اب تو چار ماہ دس دن ہی ہیں زمانہ جاہلیت میں تو تم میں سے ہر ایک پورے سال پر مینگنی پھینکتی تھی [11] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ام حبیبہ اور زینب بنت جحش سے [12] وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں نہیں حلال کسی ایسی عورت کو جو اللہ و قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو [13] یہ کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے خاوند کے اس پر چار ماہ دس دن [14] (مسلم بخاری) روایت ہے ام عطیہ سے [15] کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے بجز خاوند کے کہ اس پر چار ماہ

کہ ان بیماری میں رات کو لگائے دن میں صاف کر دے ہمارے ہاں بھی بیماری میں سرمہ لگانا درست ہے بشرطیکہ سرمہ کے سوا اور کوئی دوا مفید نہ ہو یہاں دوسری دوا مفید ہوگی اس لئے منع فرمادیا [11] اسلام سے پہلے عرب میں بیوہ عورت خاوند کے انتقال کے بعد ایک سال تک برے مکان برے لباس میں رہتی اور تمام سنگھاروں سے علیحدگی اختیار کرتی تھی سال کے بعد اس کے قرابتدار جمع ہوتے اور کوئی جانور اس کے پاس لاتے جسے وہ اپنی شرمگاہ سے ملاتی تھی کہ وہ جانور مر جاتا تھا پھر اس کے قرابتدار اسے اونٹ یا بکری کی مینگنی دیتے تھے جسے وہ اپنے ہاتھ سے پھینکتی تھی یہ مینگنی کا پھینکنا عدت کا پورا ہونا ہوتا تھا اس فرمان عالی میں اس جانب اشارہ ہے یعنی اب تو تم چار ماہ دس دن کی عدت میں صبر نہیں کر سکتیں مگر زمانہ جاہلیت میں ایک سال تک عدت گزارتی تھیں اور عدت کے زمانہ میں سخت پابندیاں برداشت کرتی تھیں خیال رہے کہ اسلام میں بھی پہلے وفات کی عدت ایک سال تھی رب تعالٰی فرماتا ہے متاعا الی الحول غیر اخراج پھر حکم منسوخ ہو کر چار ماہ دس دن ہوا اب بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہے خواہ صحبت و خلوت ہوئی ہو یا نہ بشرطیکہ عورت حاملہ نہ ہو حاملہ بیوہ کی عدت حمل جن دینا ہے عدت کے پورے مسائل ہمارے فتاویٰ نعیمیہ میں ملاحظہ کیجئے [12] یہ دونوں بیبیاں امہات المؤمنین میں سے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ان کے حالات پہلے بیان ہو چکے [13] لا یحل اور اللہ قیامت پر ایمان فرمانا آئندہ حکم کی تاکید کے لئے ہے یعنی یہ حکم اشد ضروری ہے اس پر عمل ہر مومن عورت کو چاہیئے [14] یعنی عورت کسی عزیز و قرابتدار کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے باپ بیٹا بھائی کوئی بھی فوت ہو جائے اس پر تین دن تک سوگ یعنی ترک زینت کر سکتی ہے مگر خاوند کی موت پر پوری عدت کے زمانہ میں سوگ کرے کہ نہ خوشبو لگائے نہ زینت کا لباس پہنے یہ عدت غیر حاملہ کیلئے ہے حاملہ کی عدت تو حمل جن دینا ہے وہ اس وقت تک سوگ کرے اس حدیث سے ان نادان سنیوں کو عبرت لینی چاہیئے جو محرم میں دس دن تک کوٹتے پیٹتے ہیں چار پائی پر نہیں سوتے اچھا لباس نہیں پہنتے کالے کپڑے پہنتے ہیں یہ سب حرام ہے [illegible] کی پیاری حضرات اہل بیت اطہار نے کبھی نہ کئے [15] آپ کا نام نسیبہ بنت کعب ہے کنیت ام عطیہ اکثر غزوات میں حضور

وَعَشْرًا وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَلَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَمَسُّ طِيْبًا اِلَّا اِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِّنْ قُسْطٍ اَوْ اَظْفَارٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ اَبُوْدَاؤدَ وَلَا تَخْتَضِبُ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ: عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ كَعْبٍ اَنَّ الْفُرَيْعَةَ بِنْتَ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ وَهِيَ اُخْتُ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَخْبَرَتْهَا اَنَّهَا جَاءَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْاَلُهُ اَنْ تَرْجِعَ اِلٰى اَهْلِهَا فِيْ بَنِيْ خُدْرَةَ فَاِنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِيْ اَعْبُدٍ لَهُ اَبَقُوْا فَقَتَلُوْهُ قَالَتْ

دس دن کرے اور رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے سوائے یمانی رنگین کپڑے کے اور نہ سرمہ لگائے نہ خوشبو لگائے مگر جبکہ پاک ہو تو ایک ٹکڑہ قسط یا اظفار کا (مسلم بخاری) ابوداؤد نے زیادہ فرمایا کہ نہ خضاب کرے۔ فصل دوسری: روایت ہے حضرت زینب بنت کعب سے کہ فریعہ بنت مالک ابن سنان جو ابوسعید خدری کی بہن ہیں انہوں نے انہیں خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ سے اپنے گھر لوٹ جانے کے متعلق پوچھتی تھیں جو بنی خدرہ میں تھا کیونکہ ان کے خاوند اپنے بھاگے ہوئے غلاموں کے پیچھے گئے غلاموں نے انہیں قتل کردیا فرماتی ہیں

صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں بیماروں کی دوا زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں مکہ میں بصرہ میں مدینہ ہی میں انتقال فرمایا۔ ۱؎ عصب کی شرح میں شارحین کا اختلاف ہے مرقات نے فرمایا کہ عصب ایک گھاس ہے جو صرف یمن میں پیدا ہوتی ہے اس کا رنگ مائل بسیاہی ہوتا ہے اس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں جس سے پھیکا سیاہ رنگ ہوتا ہے یعنی پھیکا چونکہ یہ رنگ زینت میں داخل نہیں اس لئے اس کی اجازت دی گئی اسی بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ عدت میں سیاہ رنگ کے کپڑے پہننا جائز ہے مگر اشعۃ اللمعات و لمعات میں فرمایا کہ عصب وہ کپڑا ہے جس کا سوت رنگ لیا جائے بعد میں بنا جائے ایسے رنگین کپڑے زینت میں داخل نہیں ہوتے بننے کے بعد رنگنا زینت ہے امام شافعی کے ہاں ایسا کپڑا پہننا مطلقًا جائز ہے باریک ہو یا موٹا امام مالک کے ہاں موٹا جائز باریک ممنوع ہمارے امام صاحب کے ہاں ہر رنگا ہوا کپڑا عدت میں ایسے ہی ہے۔ ۲؎ زینت کے لئے سیاہ سرمہ نہ لگائے سفید سرمہ جس سے زینت نہ ہو یا ایسی ہی علاج کے لئے ضرورت کے موافق پھر سرمہ لگا لینا جائز ہے جبکہ آنکھوں میں بیماری ہو اور سوا سرمہ کے اور کوئی علاج نہ ہو بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر سرمہ کو مطلقًا ممنوع قرار دیا۔ ۳؎ قسط اور اظفار مشہور خوشبودار لکڑیاں ہیں اظفار کی لکڑی سیاہ رنگ کی ہوتی ہے کٹے ہوئے ناخن کے مشابہ اس لئے اسے اظفار کہتے ہیں یعنی عدت والی عورت جب حیض سے فارغ ہو تو یہ خوشبو شرمگاہ پر مل سکتی ہے کہ اس سے صرف بدبو کا دفع کرنا مقصود ہے نہ کہ جسم کا مہکانا خیال رہے کہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہی ہے کہ ہر وفات والی معتدہ عورت پر سوگ واجب ہے بعض احناف فرماتے ہیں کہ صغیرہ نابالغہ معتدہ پر عدت میں سوگ ہے کتابیہ یا نابالغہ پر سوگ نہیں وہ حضرات اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور نے فرمایا جو عورت اللہ تعالٰی اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو وہ سوگ کرے واللہ اعلم۔ ۴؎ یعنی بالوں میں مہندی یا وسمہ لگائے نہ ہاتھ پاؤں مہندی سے رنگے کہ یہ بھی زینت میں داخل ہے اور زینت اس کے لئے ممنوع ہے۔ ۵؎ آپ زینب بنت کعب ابن عجرہ انصاریہ ہیں نبی سالم ابن عوف قبیلہ سے ہیں تابعیہ ہیں بڑی عالمہ زاہدہ فقیہہ تھیں۔ ۶؎ یعنی اپنے خاوند کی وفات کی خبر اس گھر میں ملی تھی آپ چاہتی تھیں کہ اپنے میکہ جاکر عدت گزاریں ان کے میکہ کا گھر بنی خدرہ میں تھا اسی وجہ سے ان کے بھائی کو ابوسعید

فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِيْ فَإِنَّ زَوْجِيْ لَمْ يَتْرُكْنِيْ فِيْ مَنْزِلٍ يَمْلِكُهُ وَلَا نَفَقَةٍ فَقَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَانْصَرَفْتُ حَتَّى إِذَا كُنْتُ فِي الْحُجْرَةِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ دَعَانِيْ فَقَالَ امْكُثِيْ فِيْ بَيْتِكِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ قَالَتْ فَاعْتَدَدْتُ فِيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ

میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں اپنے گھر لوٹ جاؤں کیونکہ میرے خاوند نے مجھے کسی ایسے گھر میں نہ چھوڑا جس کا وہ مالک ہو نہ خرچہ میں[۱] فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہاں[۲] چنانچہ میں لوٹ گئی حتی کہ جب میں حجرہ یا مسجد میں پہنچی تو مجھے بلایا[۳] اور فرمایا اپنے گھر میں رہو حتی کہ قرآنی حکم اپنی میعاد کو پہنچ جائے[۴] فرماتی ہیں کہ میں نے اسی گھر میں چار ماہ دس دن عدت گزاری[۵] (مالک، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)[۶]؛ روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ جب ابو سلمہ فوت ہوگئے تو رسول اللہ صلے اللہ

خدری کہا جاتا ہے یعنے قبیلہ بنی خدرہ میں رہنے والے۔ [۲] یہ قتل کا واقعہ مقام قدوم میں ہوا جو مدینہ منورہ سے کچھ فاصلے پر ہے اس قتل کی خبر مدینہ میں ان بی بی صاحبہ کو پہنچی۔ [۳] نفقہ مجرور ہے کیونکہ منزل پر معطوف ہے یعنے میرے خاوند نے نہ تو اپنا مملوکہ مکان چھوڑا ہے جس میں اپنی عدت کا زمانہ گزار لوں اور نہ خرچہ چھوڑا ہے جو وہاں بیٹھ کر کھاؤں معلوم ہوتا ہے کہ کرایہ کے مکان میں مقیم تھیں یا کسی نے اپنا مکان انہیں عاریۃً دیا ہوگا۔ [۴] یعنے جب ایسی مجبوری ہے تو اپنے میکے چلی جاؤ وہاں ہی عدت گزارو۔ [۵] یا خود ہی مجھے آواز دے کر بلایا یا کسی خادم کو حکم دیا جس نے مجھے واپس بلایا۔ [۶] حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ آخری فرمان عالی پہلے حکم کا ناسخ ہے۔ اولًا ان بی بی کو منتقل ہونے کی اجازت دی پھر اس اجازت کو منسوخ فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمل سے پہلے بھی حکم منسوخ ہو سکتا ہے۔ شب معراج میں پچاس نمازوں کا حکم ہوا مگر پینتالیس نمازیں عمل سے پہلے ہی منسوخ ہو گئیں امام شافعی وغیرہم فرماتے ہیں کہ پہلا حکم جواز کے لیے تھا دوسرا استحباب کے لئے کیونکہ ان کے ہاں معتدہ کو مکان بدلنا جائز ہے یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ معتدہ اپنے اسی مکان میں، عدت گزارے جہاں خاوند کی موت کی خبر پائے۔ ہو سکتا ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو بعد میں پتہ لگا ہو کہ مکان والا ان بی بی صاحبہ کو مکان سے نکالے گا نہیں تب یہ حکم دیا ہو لہذا اگر معتدہ کرایہ یا عاریۃً کے مکان میں ہو اور مالک مکان اب نہ رہنے دیتا ہو تو عورت کو منتقل ہو جانے کی اجازت ہے۔ [۷] زمانہ خلافت میں حضرت عثمان غنی نے ان بی بی صاحبہ کو بلا کر یہ حدیث ان سے سنی اور اس پر ہی عمل کا حکم دیا کہ معتدہ وفات کو عدت میں مکان سے نہ نکالا جائے۔ یہ ہی قول ہے حضرت عمر، عثمان، عبداللہ ابن عمر و ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا مرقات۔ [۸] یہ حدیث ابن حبان و حاکم نے بھی نقل کی حاکم نے فرمایا کہ حدیث صحیح ہے امام ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح و محفوظ ہے۔ دارقطنی کی روایت میں ہے کہ فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ معتدہ جہاں چاہے عدت گزارے اس کی اسناد میں ابو مالک نخعی اور محبوب ابن محرز ہیں یہ دونوں ضعیف ہیں نیز اس میں عطاء ابن سائب مختلط ہے اور ابو بکر ابن مالک ضعیف تر ہے اسی لئے اسے دارقطنی نے ہی معلل فرمادیا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَ اَبُوْسَلَمَةَ وَقَدْ جَعَلْتُ عَلَيَّ صَبْرًا فَقَالَ مَا هٰذَا يَا اُمَّ سَلَمَةَ قُلْتُ اِنَّمَا هُوَ صَبْرٌ لَيْسَ فِيْهِ طِيْبٌ فَقَالَ اِنَّهٗ يَشُبُّ الْوَجْهَ فَلَا تَجْعَلِيْهِ اِلَّا بِاللَّيْلِ وَتَنْزِعِيْهِ بِالنَّهَارِ وَلَا تَمْتَشِطِيْ بِالطِّيْبِ وَلَا بِالْحِنَّاءِ فَاِنَّهٗ خِضَابٌ قُلْتُ بِاَيِّ شَيْءٍ اَمْتَشِطُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِالسِّدْرِ تُغَلِّفِيْنَ بِهٖ رَاْسَكِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۞ وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ وَلَا الْمُمَشَّقَةَ وَلَا الْحُلِيَّ وَلَا تَخْتَضِبُ وَلَا تَكْتَحِلُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ

علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے ایلوا لگا رکھا تھا ۱ تو فرمایا اے ام سلمہ یہ کیا ہے؟ میں بولی وہ ایلوا ہے جس میں خوشبو نہیں ۲ تو فرمایا کہ یہ چہرے کو رنگین تو کرتا ہے لہذا یہ نہ لگاؤ مگر رات میں ۳ اور دن میں چھوڑ دو اور نہ خوشبودار تیل اور نہ مہندی لگاؤ کہ مہندی خضاب ہے ۴ میں بولی کہ پھر کنگھی کس چیز سے کروں یا رسول اللہ! ۵ فرمایا بیری سے کہ اس سے اپنے سر کا لیپ کرو ۶ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے ان ہی سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جس کا خاوند فوت ہو جائے وہ نہ تو زعفرانی کپڑے پہنے اور نہ سرخ رنگ کے ۷ اور نہ زیور پہنے اور نہ خضاب لگائے نہ سرمہ لگائے ۸ (ابوداؤد، نسائی) تیسری فصل روایت ہے

غرضکہ وہ حدیث کسی طرح قابل عمل نہیں (مرقات) ۱ یعنی کسی دوا کے لیے اپنے چہرے پر ایلوا کا لیپ کیا ہوا تھا ایلوا مصبر مشہور کڑوی دوا ہے ۲ یعنے عدت میں خوشبو لگانا منع ہے اور ایلوے میں خوشبو ہے نہیں اس وجہ سے میں نے اس کا لیپ کر لیا ہے ۳ یعنے عدت میں صرف خوشبو ہی ممنوع نہیں بلکہ زینت بھی ممنوع ہے ایلوا خوشبودار تو نہیں مگر چہرے کا رنگ نکھار دیتا ہے اسے رنگین بھی کر دیتا ہے لہذا زینت ہونے کی وجہ سے اس کا لیپ ممنوع ہے اگر لیپ کی ضرورت ہی ہو تو رات میں لگا لیا کرو کیونکہ وقت زینت کا نہیں دن میں دھو ڈالا کرو لفظ شب شیب سے بنا بمعنی آگ بھڑکا دینا اسی سے جوانی کو شباب کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں شہوت بھڑکی ہوتی ہے (اشعہ) ۴ یعنے زمانہ عدت میں نہ خوشبودار تیل بدن کے کسی حصہ خصوصًا سر میں استعمال کرو اور ہاتھ پاؤں اور سر میں مہندی نہ لگاؤ کہ مہندی میں ہلکی خوشبو بھی ہے رنگت بھی ۵ یعنے عورت کو سر دھونے کنگھی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جب یہ چیزیں مجھے ممنوع ہو گئیں تو یہ ضرورت کیسے پوری کروں ۶ تغلفین غلف سے بنا بمعنے پردہ و غلاف یعنے بیری کے پتے اتنی تھوپ سکتی ہو کہ تمام بال چھپ جائیں اور بیری سر کا غلاف بن جائے ۷ یہ حدیث احمد نے بھی نقل کی مگر یہ اسناد ضعیف خیال رہے کہ خوشبودار تیل لگانا معتدہ کے لیے بالاجماع ممنوع ہے مگر بغیر خوشبو کا تیل امام اعظم و شافعی کے ہاں ممنوع ہے امام احمد و مالک کے ہاں جائز وہ دونوں امام فرماتے ہیں کہ اس تیل سے زینت حاصل ہو جاتی ہے ضرورۃً جائز ہے (مرقات) ۸ ممشق مشق سے بنا مشق سرخ رنگ کو بھی کہتے ہیں اور گیرو کو بھی مطلب یہ ہے کہ عدت وفات والی عورت سرخ کپڑے نہ پہنے کہ یہ زینت ہے ۹ سیاہ سرمہ لگانا اسے منع ہے جس سے آنکھ میں زینت ہوتی ہے علماء فرماتے ہیں کہ خارش وغیرہ عذر کی وجہ سے ریشمی کپڑا پہن سکتی ہے امام مالک کے ہاں اونی ریشمی سیاہ کپڑا پہننا ہر حال جائز ہے ۔

سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ الْاَحْوَصَ هَلَكَ بِالشَّامِ حِيْنَ دَخَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِي الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ وَقَدْ كَانَ طَلَّقَهَا فَكَتَبَ مُعٰوِيَةُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ اِلٰى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ يَسْاَلُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ زَيْدٌ اَنَّهَا اِذَا دَخَلَتْ فِي الدَّمِ مِنَ الْحَيْضَةِ الثَّالِثَةِ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ وَبَرِئَ مِنْهَا لَا يَرِثُهَا وَلَا تَرِثُهٗ رَوَاهُ مَالِكٌ ٭ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَ عُمَرُ

حضرت سلیمان ابن یسار سے[۱] کہ حضرت احوص شام میں فوت ہو گئے[۲] جبکہ ان کی بیوی تیسرے حیض میں داخل ہو چکی تھیں انہیں طلاق دے چکے تھے[۳] تو حضرت معاویہ ابن ابوسفیان نے زید ابن ثابت کو خط لکھا ان سے اس کے متعلق دریافت کرتے تھے[۴] تو حضرت زید نے انہیں لکھا کہ وہ جب تیسرے حیض میں داخل ہو گئیں تو اپنے خاوند سے علیحدہ ہو چکیں اور وہ ان سے علیحدہ ہو گئے[۵] نہ یہ ان کی وارث ہوں نہ وہ ان کے[۶] (مالک) روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے فرماتے ہیں فرمایا حضرت عمر

[۱] آپ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں عظیم الشان تابعی ہیں مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ہیں۔ [۲] احوص ابن جواب یمنی ابوالکوثر سے ہیں تابعی ہیں آپ کا انتقال ...ھ میں شام میں ہوا (مرقات)۔ [۳] صورت مسئلہ یہ ہی کہ احوص ابن جواب نے اپنی بیوی کو طلاق دی وہ عدت طلاق حیض سے گزار رہی تھیں تیسرا حیض تھا کہ احوص کی وفات واقع ہوگئی ان کی بیوی پر دو عدتیں جمع ہوگئیں ایک طلاق کی عدت جس کا تیسرا حیض گزر رہا تھا۔ دوسری وفات کی عدت چار ماہ دس دن۔ [۴] یہ مقدمہ حضرت معاویہ کے ہاں پیش ہوا کہ احوص کی بیوی عدت کس طرح گزاریں صرف عدت طلاق گزاریں یا عدت وفات بھی اور یہ ان بیوی صاحبہ کو احوص کی میراث ملے گی یا نہیں کیونکہ عدت کے دوران احوص کا انتقال ہو گیا ہے عدت حکمی نکاح ہے تو شاید میراث مل جائے امیر معاویہ جناب فیصلہ میں حیران ہوئے تو حضرت زید ابن ثابت کو خط لکھا مسئلہ پوچھنے کے لئے معلوم ہوا کہ بڑے سے بڑا عالم بھی مسئلہ پوچھنے میں شرم نہ کرے جو مسئلہ معلوم نہ ہو ضرور دریافت کرے دیکھو حضرت معاویہ فقیہ صحابی ہیں مگر جو مسئلہ معلوم نہ تھا وہ اپنے سے بڑے عالم سے دریافت کرلیا خیال رہے کہ حضرت زید ابن ثابت میراث کے بڑے عالم تھے۔ [۵] یعنی جب احوص کی بیوی نے تیسرے حیض کا خون دیکھا تو ان کی عدت طلاق پوری ہوگئی اور احوص کی وفات عدت طلاق پوری ہو چکنے کے بعد واقع ہوئی لہذا وہ اس حیض کی حالت میں اپنا نکاح دوسرے سے کرسکتی ہیں اور خاوند احوص کی میراث نہیں پائیں گی کیونکہ ان کی وفات عدت گزر چکنے پر ہوئی ہے خیال رہے کہ یہ مسئلہ حضرت زید ابن ثابت کے مذہب پر ہے کیونکہ ان کے ہاں عدت طلاق تین طہر ہیں تیسرے حیض پر تین طہر پورے ہوچکے تھے۔ [۶] خبر نہیں کہ جناب امیر معاویہ نے حضرت زید کا یہ فتویٰ مانا یا نہیں خیال رہے کہ حضرت عائشہ و ابن عمر و زید ابن ثابت کا قول یہ ہے کہ طلاق کی عدت تین طہر ہیں یہ ہی امام شافعی کا مذہب ہے رضی اللہ عنہم اجمعین اور خلفائے راشدین عبداللہ ابن مسعود، ابن زبیر، ابن عباس، ابی ابن کعب، معاذ ابن جبل، ابوالدرداء، عبادہ ابن صامت، ابوموسیٰ اشعری کا مذہب یہ ہے کہ عدت طلاق تین حیض ہیں یہ ہی امام اعظم کا فرمان ہے رضی اللہ عنہم اجمعین خیال رہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر و حضرت زید ابن ثابت سے یہ روایتیں بھی منقول ہیں کہ عدت طلاق تین حیض ہیں ان دونوں بزرگوں کے اقوال مختلف ہیں حضرت سعید ابن مسیب، ابن جبیر، عطاء، طاؤس، عکرمہ، مجاہد، قتادہ، ضحاک، حسن، ابن مقاتل، شریک قاضی، سفیان ثوری، امام اوزاعی، ابن شبرمہ، ربیعہ، سدی، ابوعبیدہ و اسحاق رحمہم اللہ

بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَيُّمَا امْرَاَةٍ طُلِّقَتْ فَحَاضَتْ حَيْضَةً اَوْ حَيْضَتَيْنِ ثُمَّ رَفَعَتْهَا
حَيْضَتُهَا فَاِنَّهَا تَنْتَظِرُ تِسْعَةَ اَشْهُرٍ فَاِنْ بَانَ بِهَا حَمْلٌ فَذٰلِكَ وَاِلَّا اعْتَدَّتْ بَعْدَ
التِّسْعَةِ الْاَشْهُرِ ثَلٰثَةَ اَشْهُرٍ ثُمَّ حَلَّتْ رَوَاهُ مَالِكٌ۔ بَابُ الْاِسْتِبْرَاءِ۔ اَلْفَصْلُ
الْاَوَّلُ۔ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَاَةٍ مُجِحٍّ

ابن خطاب نے کہ جو عورت طلاق دی جائے پھر ایک یا دو حیض آ جائیں پھر اس کے بعد حیض
بند ہو جائیں ١ تو وہ نو مہینے انتظار کرے ٢ پھر اگر اس کو حمل ظاہر ہو جائے ٣ تو خیر ورنہ نو
مہینے کے تین ماہ عدت گزارے پھر وہ حلال ہو جائے گی ٤ (مالک) ۔ استبراء کا بیان ٥
پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک حاملہ عورت پر گزرے ٦

تابعین و تبع تابعین تمام بزرگوں کا یہی مذہب ہے کہ عدت طلاق تین حیض ہیں اس قول کی بنا پر تیسرے حیض سے فراغت پر عدت پوری ہوتی ہے مگر یہ کہ اسی دوران میں خاوند کی وفات ہو گئی ہو اس لئے اب وہ از سر نو عدت گزارتی ہوگی یعنی چار ماہ دس دن بھی گزارنی ہوگی ٢ اگر عدت حیض سے ہو اور خاوند نے مرض وفات میں طلاق دی ہو تو ایسی صورت میں عورت کو خاوند کی میراث ملے گی اسے شریعت میں فار بالطلاق کہتے ہیں ٣ رفعتہا دراصل رفعت عنہا تھا من پوشیدہ ہو گیا اور ضمیر منصوب ہو گئی جیسے منصوب بنزع الخافض کہتے ہیں ٤ صورت مسئلہ یہ ہوئی کہ طلاق کی عدت تھی تین حیض، دو حیض آ چکے تھے تیسرا حیض نہ آیا لہذا عدت پوری نہ ہوئی یہ عورت نو ماہ اور انتظار کرے کہ شاید اس کو نو ماہ کا حمل رہ گیا ہو یا خاوند کا ہی حمل ہو اور دو بار استحاضہ کا خون آ گیا ہو جسے یہ حیض سمجھتی ہو ٥ اگر حمل ظاہر ہو گیا تو مسئلہ ظاہر ہے کہ حمل جننے سے اس کی عدت پوری ہوگی، خیال رہے کہ اگر عدت طلاق کے دوران میں عورت کو حمل رہ جائے تو عدت حمل جننے سے پوری ہوتی ہے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے ٦ صورت مسئلہ یہ ہے کہ عدت طلاق تین حیض ہیں اور حاملہ کے لئے حمل جن دینا اور چھوٹی نابالغ بچی اور آئسہ بڑھی جنہیں حیض نہیں آتا ان کی عدت تین مہینہ، اس عورت کا حال یہ ہوا کہ طلاق کے بعد اسے دو حیض آئے پھر بند ہو گئے، خبر ہوا کہ شاید یہ حاملہ تھی اس لئے نو ماہ کا انتظار کیا حمل بھی ظاہر نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ آئسہ ہو گئی اب فتوے دیا گیا کہ اس کی عدت تین ماہ گزرے اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے ایک مذہب وہ بھی ہے جو یہاں مذکور ہوا، خیال رہے کہ اگر عورت کو کسی بیماری یا بچہ کو دودھ پلانے کی وجہ سے حیض رک گئے ہوں تو وہ بغیر تین حیض آئے عدت سے باہر نہ ہوگی علاج کرا کر حیض جاری کرائے پھر عدت پوری کرے اور اگر دوران حیض میں عورت آئسہ ہو جائے تو اس کی عدت تین ماہ ہیں ٧ استبراء کے معنی براءت وعلیحدگی معلوم کرنا، شریعت میں استبراء کے معنی یہ ہیں کہ جب کسی کی لونڈی خرید، ہبہ، میراث، وصیت وغیرہ کے ذریعہ اپنے قبضہ میں آئے تو اس سے صحبت یا بوس وکنار وغیرہ نہ کرے حتے کہ معلوم کرے کہ حاملہ نہیں ہے ایک حیض اور اگر حائضہ نہ ہو تو ایک ماہ تک انتظار کر کے پھر صحبت کرے اور اگر حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہونے سے پہلے اس کے قریب نہ جائے یہ ہے حقیقت استبراء، خیال رہے کہ کنواری لونڈی سے بھی استبراء واجب ہے اگرچہ اس کا پردۂ بکارت قائم ہو کیونکہ آگے حدیث میں مطلقاً استبراء کا حکم آ رہا ہے جس سے ہر لونڈی مقبوضہ سے استبراء واجب ہونا معلوم ہو رہا ہے ٨ مجح میم کے پیش جیم کے کسرہ اور ح کے شد سے، حاملہ عورت قریب الولادة (مرقات)

فَسَاَلَ عَنْهَا فَقَالُوْا اَمَةٌ لِفُلَانٍ قَالَ اَيُلِمُّ بِهَا قَالُوْا نَعَمْ قَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَلْعَنَهٗ لَعْنًا يَدْخُلُ مَعَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ كَيْفَ يَسْتَخْدِمُهٗ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لَهٗ اَمْ كَيْفَ يُوَرِّثُهٗ وَهُوَ لَا يَحِلُّ لَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ۔ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ رَفَعَهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ سَبَايَا اَوْطَاسٍ لَا تُوْطَاُ حَامِلٌ حَتّٰى تَضَعَ وَلَا غَيْرُ ذَاتِ حَمْلٍ حَتّٰى تَحِيْضَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالدَّارِمِيُّ۔ وَعَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ

تو اس کے متعلق دریافت کیا لوگوں نے کہا کہ فلاں کی لونڈی ہے فرمایا کیا وہ اس سے صحبت کرتا ہے؟ لوگ بولے ہاں فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ اس پر ایسی لعنت کروں جو اس کے ساتھ قبر میں جائے کہ اس سے خدمت کیسے لے سکتا ہے حالانکہ وہ اسے حلال نہیں یا کیسے وارث کیسے کر سکتا ہے اور وہ اسے حلال نہیں ہے (مسلم)۔ دوسری فصل: روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے وہ اسے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کرتے ہیں کہ حضور نے اوطاس کی لونڈیوں کے متعلق فرمایا کہ کسی حاملہ سے وطی نہ کی جائے حتی کہ حمل جن دے اور نہ غیر حاملہ سے صحبت کی جائے حتی کہ اسے حیض آ جائے (احمد، ابوداؤد، دارمی)۔ روایت ہے حضرت رویفع ابن ثابت انصاری سے فرماتے ہیں فرمایا

¹ کہ آزاد عورت ہے یا لونڈی ہے اگر لونڈی ہے تو کس کی ملک میں آئی ہے یا پہلے سے ہی اس کی مملوکہ تھی۔ ² یعنی قید ہو کر آئی اور چند روز سے اس کی مملوکہ بنی جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ ³ غالبًا اس شخص نے ان لوگوں پر اپنی محبت کا اظہار کر دیا ہوگا کہ میں اس سے صحبت کرتا ہوں یا لونڈی نے خبر دی ہوگی۔ ⁴ یعنی ایسی سخت لعنت کروں جس کا اثر اس پر بعد موت بھی رہے کیونکہ اس نے استبراء کے بغیر صحبت شروع کر دی معلوم ہوا کہ استبراء واجب ہے اور ترک واجب پر لعنت ہو سکتی ہے مگر حضور نے اس پر لعنت کی نہیں کہ وہ اس مسئلہ سے بے خبر تھا۔ ⁵ یہ ام منقطعہ ہے بمعنی بلکہ اور یہ کلام جامع ہے حمل ہے کہ لونڈی مطلب یہ ہے کہ یہ شخص دو جرم کرتا ہے ایک تو استبراء سے پہلے اس لونڈی سے صحبت کرنا دوسرے غیر کے بچہ کو اپنا وارث بنانا یا اپنے بچہ کو اپنا غلام بنانا اس طرح کہ اگر اب سے چھ ماہ بعد لونڈی کے بچہ پیدا ہو تو پتہ نہ لگے گا کہ یہ بچہ اس کے پچھلے مالک یا خاوند کا ہے یا اس کا اپنا اب اگر یہ اس بچہ کو اپنا بیٹا سمجھ کر اپنی میراث دے گا اور ممکن ہے کہ اس کا نہ ہو پہلے مالک کا ہو تو غیر کے بچہ کو اپنا وارث بنا دیا یہ حرام ہے اور اگر غیر کا بچہ سمجھ کر اسے اپنا غلام بنائے تو احتمال ہو گا کہ اس کا اپنا بیٹا ہو اور اپنے بیٹے کو اپنا غلام بنانا حرام ہے بہرحال اس میں خلط نسب ہے۔ ⁶ جو غزوہ اوطاس میں گرفتار ہو کر آئی تھیں اوطاس مکہ معظمہ سے تین منزل فاصلہ پر ایک جگہ ہے یہ غزوہ فتح مکہ کے فوراً بعد ہوا تھا۔ ⁷ اس سے معلوم ہوا کہ جو لونڈی اپنی ملک میں آئے اگر حاملہ ہو تو حمل جننے تک اس کے پاس نہ جائے اگر غیر حاملہ ہو تو ایک حیض کا انتظار کرے اگر بحالت حیض مالک بنی تو اس حیض کا اعتبار نہیں اس کے علاوہ ایک اور حیض کا انتظار کرے اگر اسے کم عمری یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو جمہور علماء کے نزدیک ایک ماہ کا انتظار کرے اس سے معلوم ہوا کہ اگر کافر زوجین میں سے ایک بیوی اور گرفتار ہو کر آ جائے تو نکاح ٹوٹ جاتا لیکن اگر دونوں گرفتار ہو کر آ جائیں تو ان کا نکاح باقی رہے گا اور ہر نئی ملکیت میں استبراء واجب ہوتا ہے خواہ خریدے یا وراثت سے لہذا اگر صاحب جب اپنے کو دوبارہ حاصل کرے یا فروخت کردہ لونڈی جب عیب یا فسخ بیع کی وجہ سے واپس ہو جائے تو بھی استبراء کرے۔ ⁸ کمال یہ ہے کہ انصار ہی میں شمار کئے جاتے تھے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
اَنْ يَّسْقِيَ مَاءَهٗ زَرْعَ غَيْرِهٖ يَعْنِيْ اِتْيَانَ الْحَبَالٰى وَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
اَنْ يَّقَعَ عَلَى امْرَاَةٍ مِّنَ السَّبْيِ حَتّٰى يَسْتَبْرِئَهَا وَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
اَنْ يَّبِيْعَ مَغْنَمًا حَتّٰى يُقْسَمَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ اِلٰى قَوْلِهٖ زَرْعَ غَيْرِهٖ ۞
اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۞ عَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
يَاْمُرُ بِاسْتِبْرَاءِ الْاِمَاءِ بِحَيْضَةٍ اِنْ كَانَتْ مِمَّنْ تَحِيْضُ وَثَلٰثَةِ اَشْهُرٍ اِنْ كَانَتْ مِمَّنْ لَا
تَحِيْضُ وَيَنْهٰى عَنْ سَقْيِ مَاءِ الْغَيْرِ ۞ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا وُهِبَتِ الْوَلِيْدَةُ الَّتِيْ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن فرمایا[1] کہ کسی اس شخص کو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو یہ حلال نہیں کہ اپنے پانی سے دوسرے کا کھیت سینچے یعنی حاملہ سے صحبت کرنا[2] اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اُسے یہ حلال نہیں کہ کسی قیدی عورت سے بغیر استبراء کئے صحبت کرے[3] اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے یہ حلال نہیں کہ تقسیم سے پہلے غنیمت فروخت کرے[4] (ابوداؤد) ترمذی نے غیرہ تک روایت کی ۞ تیسری فصل ۞ روایت ہے حضرت مالک سے فرماتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی ہے[5] کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لونڈی سے استبراء کرنے کا حکم دیتے تھے ایک حیض سے اگر وہ حائضہ میں سے ہو اور تین مہینوں سے اگر ان میں سے ہو جنہیں حیض نہیں آتا[6] اور منع فرماتے تھے دوسرے کے پانی سے سیراب کرنے سے[7] ۞ روایت ہے حضرت ابن عمر سے انہوں نے فرمایا کہ جب وہ لونڈی جس سے

نے انہیں طرابلس مغرب کا حاکم بنایا ۴۶ھ میں انہوں نے ۴۷ھ میں افریقہ پر جہاد کیا ۵۶ھ میں شام میں وفات پائی۔ [1] حنین مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے غزوہ حنین اسی کی طرف منسوب ہے فتح مکہ کے بعد یہ غزوہ واقع ہوا۔ [2] یہ تفسیر یا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی یا راوی نے۔ غیر کی حاملہ سے صحبت کرنا حرام ہے کہ اس میں اپنا نسب مشکوک مخلوط کرنا ہے حمل اگرچہ زنا کا ہو جب بھی صحبت حرام ہے اس لئے حاملہ بالزنا سے نکاح حلال ہے مگر صحبت حرام۔ [3] حاملہ ہو یا نہ ہو اس حدیث کے اطلاق سے معلوم ہوا کہ کنواری باکرہ لونڈی سے بھی بغیر استبراء صحبت درست نہیں کیونکہ سبی مطلق ارشاد ہوا۔ [4] کیونکہ غنیمت تقسیم سے پہلے کسی کی ملک نہیں ہوتی اس وقت اس کی بیع ایک قسم کی خیانت ہے۔ [5] امام مالک تبع تابعین سے ہیں لہذا اس حدیث میں تابعی و صحابی دونوں کا ذکر نہیں یا یہ حدیث مرسل ہے یا منقطع مگر اسناد کا ذکر نہیں چونکہ امام مالک بڑے پایہ کے محدث ہیں اس لئے ان کی بغیر اسناد والی حدیث بھی قبول ہے جیسے تعلیقات بخاری مقبول ہیں۔ [6] اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ استبراء میں حیض تو ایک ہی کافی ہے اختلاف اس میں ہے کہ استبراء کے لئے مہینہ ایک کافی ہے یا تین ضروری۔ بعض علماء تین ماہ مانتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے مگر جمہور علماء ایک مہینہ کافی مانتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مہینہ حیض کے قائم مقام ہے جب حیض ایک کافی ہوا تو مہینہ بھی ایک ہی کافی ہونا چاہیئے۔ [7] یعنی دوسرے کے پانی سے سیراب کھیت میں اپنا پانی نہ دو کہ دوسرے کی حاملہ عورت سے تم صحبت نہ کرو تاکہ بچہ دو باپوں کا مخلوط نہ ہو جائے

تُوطَأُ أَوْ بِيعَتْ أَوْ أُعْتِقَتْ فَلْتَسْتَبْرِئْ رَحِمَهَا بِحَيْضَةٍ وَلَا تُسْتَبْرَأُ الْعَذْرَاءُ رَوَاهُمَا رَزِينٌ

بَابُ النَّفَقَاتِ وَحَقِّ الْمَمْلُوكِ

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ هِنْدًا بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ وَلَيْسَ يُعْطِينِي مَا يَكْفِينِي وَوَلَدِي إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ فَقَالَ خُذِي مَا يَكْفِيكِ وَوَلَدَكِ

وطی کی جاتی تھی ہبہ کی جائے یا فروخت کی جائے یا آزاد کی جائے تو اس کا استبراء رحم ایک حیض سے کر لیا جائے اور کنواری کا استبراء نہ کیا جائے[1] رزین۔ خرچوں اور مملوک کے حق کا بیان[2] پہلی فصل: روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ہند بنت عتبہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں مجھے اس قدر خرچہ نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو مگر یہ کہ میں ان کی بے خبری میں ان سے لے لوں[3] تو فرمایا جو تمہیں اور تمہاری اولاد کو کافی ہو

کیونکہ حاملہ عورت سے صحبت کی جائے تو بچہ کے بال وغیرہ میں اس پانی کا اثر پہنچتا ہے۔ حضرت ابن عمر کی رائے شریف ہے کہ کنواری لونڈی جو پہلے کسی کے نکاح میں نہ تھی یا جس کا خاوند بہت چھوٹا بچہ تھا جو صحبت نہیں کرسکتا تھا یا ابھی اس کی رخصتی نہ ہوئی تھی کہ گرفتار ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی اس کے استبراء کی ضرورت نہیں کیونکہ استبراء تو رحم معلوم کرنے کو ہوتا ہے کہ لونڈی حاملہ ہے یا نہیں ان صورتوں میں حمل کا احتمال ہی نہیں تو استبراء کی کیا ضرورت ہے مگر تمام علماء فرماتے ہیں کہ استبراء کے وجوب کا سبب ملکیت حاصل ہونا ہے لہذا ایسی لونڈی سے استبراء کیا جائے دیکھو اگر عورت کا خاوند خلوت سے پہلے فوت ہو جائے تو بھی عدت واجب ہے حالانکہ وہاں حمل کا احتمال ہی نہیں مگر صحیح احادیث میں ہر لونڈی کے استبراء کا حکم دیا گیا نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اوطاس کی تمام لونڈیوں سے استبراء کا حکم دیا حالانکہ ان میں بعض کنواریاں بھی تھیں لہذا حضرت ابن عمر کی یہ رائے احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور قیاس صحابی حدیث مرفوع کے مقابل معتبر نہیں[2] نفقہ یا نفوق سے بنا بمعنی ہلاکت یا نفاق سے بمعنی نکل جانا علامہ امام محمد زمخشری فرماتے ہیں کہ عربی میں جس لفظ کے اول میں ن اور ف ہو اس میں نکلنے کے معنی ضرور ہوتے ہیں جیسے نفق، نفر، نفد، نفذ، نفخ، نفس، نفی وغیرہ اصطلاح میں نفقہ خرچ کو کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی خرچ ہو کر ختم ہو جاتا ہے خیال رہے کہ کسی کا نفقہ واجب ہونے کی تین وجہیں ہیں زوجیت، قرابت، ملکیت پھر نفقہ بہت سی قسم کے ہیں اولاد کا خرچہ ماں باپ پر، بیوی کا خاوند پر، غلام لونڈی کا مولیٰ پر، جانوروں کا مالک پر اس لیے نفقات جمع فرمایا مملوک کے مالک پر تین حق ہیں کھانا کپڑا اور طاقت سے زیادہ کام نہ لینا ظاہر یہ ہے کہ یہاں مملوک سے مراد غلام لونڈی ہیں اور ہو سکتا ہے کہ جانور بھی اس میں داخل ہوں[3] آپ کا نام ہند بنت عتبہ ابن ربیعہ ابن عبدشمس ابن عبد مناف ہے یعنی عبد مناف میں حضور سے مل جاتی ہیں عتبہ کفار مکہ کا سردار تھا ہند ابوسفیان کی بیوی امیر معاویہ کی والدہ ہیں فتح مکہ کے سال ابوسفیان کے بعد ایمان لائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح قائم رکھا ان کے زمانہ کفر کے حالات سب کو معلوم ہیں ایک دن بارگاہ رسالت میں عرض کرنے لگیں یارسول اللہ پہلے مجھے آپ اور آپ کے صحابہ بہت ناپسند تھے اب مجھے آپ اور آپ کے صحابہ بہت ہی محبوب معلوم ہوتے ہیں حضور نے فرمایا وایضًا یعنی ابھی تم کو مجھ سے محبت اور بھی زیادہ ہوگی جس قدر تمہارا ایمان کامل ہوتا جائے گا اسی قدر میری محبت بڑھتی جائے گی یا یہ مطلب ہے کہ ہمارا بھی یہی حال ہے کہ ہم پہلے تم سے نفرت کرتے تھے اب محبت کرتے ہیں آپ کی وفات زمانہ فاروقی میں ابو قحافہ والد ابوبکر صدیق کے وفات کے دن ہوئی بڑی عاقلہ تھیں زمانہ فاروقی میں بہت جہادوں میں شریک

بِالْمَعْرُوْفِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِذَا اَعْطَى اللّٰهُ اَحَدَكُمْ خَيْرًا فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِيْ
هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهٗ وَكِسْوَتُهٗ وَلَا يُكَلَّفُ
مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا يُطِيْقُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ اِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ فَمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ اَخَاهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ

بقدر معروف لے لو (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تم میں سے کسی کو مال دے تو وہ اپنے نفس اور اپنے گھر والوں سے شروع کرے ۵؎ (مسلم) ۶؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ غلام کے لیے اس کا کھانا کپڑا ہے ۷؎ اور اسے اس قدر کام کی تکلیف نہ دے جس کی وہ طاقت نہ رکھے ۸؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ تعالٰی نے تمہارے قبضہ میں دے دیا ۹؎ تو جسے اللہ اس کے بھائی کا مالک بنا دے تو اسے اسی میں کھلائے

جوش اور جلدی کارنامے کئے رضی اللہ عنہا ۔ ۳؎ یعنی ہوی کی جیب یا ان کے گھر سے ملک بے جبر یوں ہیں جو کچھ لے لیا ہو تو مجھے آسانی سے مل جاتا ہے ورنہ خود اپنی خوشی سے کافی خرچ نہیں دیتے ۔ ۴؎ یعنی تم کو اجازت ہے کہ بقدر ضرورت ابوسفیان سے بغیر پوچھے ان کا مال لے سکتی ہو۔ خیال رہے کہ یہ فتویٰ ہے فیصلہ یعنی قضا نہیں لہذا ابوسفیان کو بلا کر جواب دعوے سنا جاتا فیصلہ بغیر دوسرے فریق کے بیان کے نہیں ہوتا اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوتے بیوی کا خرچ خاوند پر لازم ہے اگرچہ بیوی غنی ہو چھوٹی اولاد اور ضرورتمند اولاد کا خرچ باپ پر لازم ہے اہل قرابت کا خرچہ بقدر ضرورت لازم ہے فتویٰ اور فیصلہ کے وقت اجنبیہ عورت سے کلام کرنا مفتی و قاضی کو جائز ہے ، فتوے یا فیصلہ لینے کے لیے حاکم و عالم کے سامنے کسی کے عیب بیان کرنا جائز ہے حق والا اپنا حق بغیر اس کی اجازت بلکہ بغیر اس کے علم کے بھی لے سکتا ہے فتوے میں شرط کا بیان ضروری نہیں بغیر شرط فتویٰ دیا جا سکتا ہے یعنی یہ لازم نہیں کہ مفتی کہے کہ اگر تو سچا ہے اور صورت حال وہ ہی ہے جو تو کہتا ہے تو حکم یہ ہے بلکہ اس کے بغیر بیان کئے ہوئے حکم شرعی سنا دینا جائز ہے اگرچہ تعلیق افضل ہے ۔ بچہ کی پرورش کا حق ماں کو ہے لہذا وہ خاوند کا مال اس پر خرچ کر سکتی ہے ۔ بہت سی باتیں عرف و عادت پر مبنی ہوتی ہیں جیسا کہ خرچہ وغیرہ بیوی ضرورت کے موقعہ پر حاکم یا عالم کے پاس جا سکتی ہے غائب خاوند کے مال سے اس کی بیوی بچوں کا خرچہ دلوایا جائے بلکہ وہ موجود نہ رہے گیا ہو سمجھتا ہوں بعض علماء نے اس حدیث سے قضا علی الغائب جائز مانی وہ فرماتے ہیں کہ یہ حضور کا فیصلہ تھا ابوسفیان کی غیر موجودگی میں ان کے خلاف دیا گیا مگر حق یہ ہے کہ یہ فتوے تھا [illegible] ورنہ گواہی طلب کی جاتی بیوی ضرورت پر اپنے خاوند کا مال فروخت کر سکتی ہے کیونکہ ہندہ [illegible] پیسہ بھی ابوسفیان کی جیب سے نکال سکتی تھیں [illegible] پیسہ فروخت ہو کر ہی کام آتا ہے ۔ ۵؎ یعنی جو مال ملے اپنے پر خرچ کرو پھر اپنے گھر والوں پر اہل بیت میں بیوی اولاد نابالغ اولاد اور بالغ حاجتمند اولاد ماں باپ وغیرہ سب داخل ہیں ۔ ۶؎ یہ حدیث امام احمد و نسائی نے حضرت جابر سے مرفوعاً کچھ اختلاف سے بیان کی ۔ ۷؎ یعنی مولیٰ پر اپنے غلام کا بقدر ضرورت درمیانی کھانا کپڑا دینا واجب ہے اس کے کھانے کپڑے میں عرف کا

مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا يُكَلِّفْهُ مِنَ الْعَمَلِ مَا يَغْلِبُهُ فَإِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو جَاءَهُ قَهْرَمَانٌ لَهُ فَقَالَ لَهُ أَعْطَيْتَ الرَّقِيقَ
قُوْتَهُمْ قَالَ لَا قَالَ فَانْطَلِقْ فَأَعْطِهِمْ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَفٰى
بِالرَّجُلِ إِثْمًا أَنْ يَحْبِسَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوْتَهُ وَفِي رِوَايَةٍ كَفٰى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ

جو خود کھاتے اور اسے پہنائے جو خود پہنے ۲؎ اور اس کام کی تکلیف نہ دے جو اس پر غالب آجائے اور اگر غالب کام کی تکلیف دے تو اس پر اس کی مدد کرے ۳؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے ۴؎ کہ ان کے پاس ایک خزانچی آیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تم نے غلاموں کو ان کا کھانا دے دیا، بولا نہیں، فرمایا جاؤ انہیں دے دو ۵؎ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کیلئے یہی گناہ بہت ہے کہ مملوک سے اس کا کھانا روکے ۶؎ اور ایک روایت میں یوں ہے ۷؎ کہ انسان کیلئے کافی گناہ ہے کہ اسے ہلاک کرے

لحاظ سے شریعت نے مصلحتیں فرمائی (مرقات) ۲؎ یعنی ہمیشہ کیلئے مشکل کام کا حکم نہ دو اگر ضرورۃً ایک دو دن مشکل کام کرا لیا جائے تو جائز ہے خصوصاً جبکہ مالک خود کام میں شریک ہو جائے (مرقات) ۱؎ خول کی جمع ہے یعنی تمہارے غلام تمہارے نسبی یا دینی بھائی ہیں یا یہ مبتدا ہے اور جعلہم اللہ خبر، مطلب یہ ہے کہ تم اور تمہارے غلام انسانیت اور دین میں تمہاری مثل ہیں کہ تم دونوں اولاد آدم ہو مسلمان ہیں سب رب تعالیٰ اگر چاہتا تو انہیں مولیٰ اور تمہیں غلام بنا دیتا اس کا کرم ہے کہ تم کو مولیٰ اور ان کو غلام بنا دیا، اس کا شکر یہ ہے کہ ہمارے اس حکم پر عمل کرو۔

۲؎ یہ حکم استحبابی ہے خیال رہے کہ مولیٰ پر اپنے غلام لونڈی کا کھانا کپڑا شرعاً واجب ہے مگر اپنے جیسا کھانا کپڑا دینا مستحب ہے جس پر بہت سے صحابہ کرام نے عمل کیا بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں مماثلت جنس کے بیان کیلئے ہے نہ کہ نوع کیلئے یعنی روٹی کپڑا جیسے خود کھاؤ غلام کو بھی دو اگرچہ اس کا اپنا لباس اعلیٰ قسم کا ہو اور غلام کا معمولی ۳؎ یعنی اگر غلام سے بھاری اور مشکل کام کراؤ تو خود یا اپنے دوسرے غلام یا اپنی اولاد کو اس میں شریک کر دو اگر بھاری کام ہے تو غلام کے ساتھ خود بھی لگ جاؤ یا اپنے کسی ماتحت کو ساتھ کر دو ۴؎ یہ عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ہیں، ابن عمر ابن خطاب نہیں (مرقات) ۵؎ قہرمان فارسی لفظ ہے عربی میں مستعمل ہونے لگا اس کے معنی ہیں خزانچی، قوت سے مراد غذا ہے اکثر کھانے پر بولا جاتا ہے، کھانے کا وقت تھا آپ نے اپنے کھانے سے پہلے اپنے لونڈی غلاموں کو کھانا دلوایا پھر خود کھایا، یوسف علیہ السلام زمانہ قحط میں پہلے مہمانوں کو کھلاتے تھے پھر خود کھاتے تھے اور دن رات میں صرف ایک وقت کھاتے تھے معلوم ہوا کہ ایسے احکام کے زمانہ میں زمین پر آسمان سے برکتیں اترتی ہیں ۶؎ یا اس طرح کہ انہیں کھانا نہ دے کہ وہ ہلاک ہو جائیں یہ تو سخت ظلم ہے بلکہ قتل ہے یا اس طرح کہ انہیں بہت کم روزی دے جس سے وہ کمزور ہو جائیں یا ایک وقت دیر سے یا پیٹ بھر کر نہ دے یہ بھی ظلم ہے۔ اس حکم میں لونڈی غلام پالتو جانور سب شامل ہیں، بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا عورت اسی لئے دوزخ میں گئی کہ اس نے پالتو بلی کو باندھ رکھا حتی کہ وہ مر گئی، آج کل بعض قصائی جانوروں کو کئی دن بھوکا پیاسا رکھ کر ذبح کرتے ہیں یہ سخت ظلم ہے شرعی حکم تو یہ ہے کہ شکم سیر جانور کو بھی ذبح سے پہلے کھانا پانی دکھا دو کھلا دو۔

يَفُوتُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَنَعَ
لِأَحَدِكُمْ خَادِمُهُ طَعَامَهُ ثُمَّ جَاءَهُ بِهِ وَقَدْ وَلِيَ حَرَّهُ وَدُخَانَهُ فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهُ فَلْيَأْكُلْ
فَإِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوهًا قَلِيلًا فَلْيَضَعْ فِي يَدِهِ مِنْهُ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا نَصَحَ
لِسَيِّدِهِ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ اللهِ فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

جس کو روزی دیتا ہے (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی کا خادم اس کیلئے کھانا تیار کرے پھر وہ کھانا لائے اور اس کی گرمی اور دھواں برداشت کر چکا ہو تو اسے اپنے ساتھ بٹھالے کہ وہ بھی کھائے لیکن اگر کھانا تھوڑا ہو تو اس میں سے خادم کے ہاتھ پر ایک دو لقمے رکھ دے (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب غلام اپنے مولیٰ کی خیر خواہی کرے اور اللہ کی عبادت اچھی طرح کرے تو اسے ڈبل ثواب ہے (مسلم، بخاری) روایت ہے ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

معلوم فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم کرنا انسان پر ظلم کرنے سے زیادہ گناہ ہے کیونکہ انسان تو کسی سے اپنا دکھ درد کہہ سکتا ہے بے زبان جانور کس سے کہے اسکا اللہ کے سوا فریاد سننے والا کون ہے بھوکے پیاسے اونٹوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مالکوں کی شکایات کیں اور سرکار نے انکا انتظامات فرمائے صلی اللہ علیہ وسلم شعر

خلق کے داد رس سب کے فریاد رس ؎ کہف روز مصیبت پہ لاکھوں سلام

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں آج ہم ننگے بھائیوں سے وہ سلوک نہیں کرتے جو سلوک غلاموں سے کیا جاتا تھا۔ میاں صاحب مشکوٰۃ سے غلطی ہوئی کہ آخر میں رواہ مسلم فرمادیا مسلم کی روایت تو یہ پر ختم ہو گئی اور کلمہ یا قرینہ سے ابوداؤد و نسائی کی روایت بعد روایات ہے ۲؎ یہاں خادم میں نوکر غلام بلکہ نوکر چاکر سب شامل ہیں ۳؎ یعنی اگر کھانا کافی ہے تو اس پکانے والے خادم کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا کر کھلائے اسے ساتھ بٹھانے میں اپنی ذلت نہ سمجھے جیسا کہ متکبرین کا حال ہے جب مسجد اور قبرستان میں امیر و غریب آقا و غلام یکجا ہو جاتے ہیں تو یہاں بھی یکجا ہو جانے میں کیا حرج ہے ۴؎ مشفوہ شفۃ سے بنا بمعنی ہونٹ، مشفوہ وہ پانی یا کھانا ہے جس پر بہت سے لوگ کھانے والے جمع ہو جائیں، بہت سے منہ کھائیں اب تھوڑے کو بھی مشفوہ کہہ دیتے ہیں اسی مناسبت سے یا مشفوہ وہ کھانا ہے جو ہونٹوں اور منہ میں لگ کر رہ جائے اچھی طرح پیٹ میں نہ جائے ۵؎ یہ حکم استحبابی ہے جس میں بڑی حکمتیں ہیں ان دو ایک لقموں سے کھانے پر نظر نہ لگے گی مالک کو اچھی طرح ہضم ہو گا نقصان نہ دے گا نیز یہ مکارم اخلاق سے ہے ۶؎ خیر خواہی یہ ہے کہ مولیٰ کا ہر جائز حکم مانے اس کی چیز برباد نہ ہونے دے۔ اس کے پس پشت اسکے مال و اولاد کی نگرانی کرے ۷؎ کہ اللہ رسول کے احکام پر پابندی سے عمل کرے مولیٰ کی خدمت کی وجہ سے ان سے بے پرواہ نہ ہو جائے ۸؎ کیونکہ اس کی محنت بھی ڈبل ہے خلق کی خدمت خالق کی عبادت، اس سے معلوم ہوا کہ دنیا دار کی عبادت

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعِمَّا لِلْمَمْلُوكِ أَنْ يَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ بِحُسْنِ عِبَادَةِ رَبِّهِ وَطَاعَةِ سَيِّدِهِ نِعِمَّا لَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةٌ وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ مِنْ مَوَالِيهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ وَهُوَ بَرِيءٌ مِمَّا قَالَ جُلِدَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ كَمَا قَالَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کے لئے یہ بہت اچھا ہے[1] کہ اللہ تعالیٰ اُسے اس حال میں موت دے کہ اپنے رب کی عبادت اور مولا کی اطاعت کرتا ہو یہ اس کیلئے بہت اچھا ہے[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جریر[3] سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی غلام بھاگ جائے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی[4] اور اُن سے دوسری روایت میں ہے فرماتے ہیں جو غلام بھاگ جائے تو اُس کا ذمہ بری ہو گیا[5] اور انہیں کی ایک روایت میں یوں ہے فرمایا جو غلام اپنے مولاؤں سے بھاگ جائے وہ کافر ہو گیا[6] حتی کہ اُن تک لوٹ آئے[7] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو مولیٰ اپنے مملوک کو تہمت لگائے حالانکہ وہ اس سے بری ہو تو قیامت کے دن اُسے کوڑے لگائے جائیں گے[8] مگر یہ کہ وہ ویسا ہی ہو جیسا اس نے کہا[9] (مسلم، بخاری) روایت ہے

تک کہ دنیا کی عبادات سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ ... مولیٰ کی اطاعت کا ذکر رب کی عبادت سے پہلے فرمایا گیا ... [illegible] ... اللہ سے زیادہ ہے ... [illegible] ... دنیا کی بہتری ... [illegible] ... آخرت کی بہتری ... [illegible] ... غلام ... آزاد ... [illegible] ... آپ ... حضرت جریر ابن عبداللہ بجلی ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ... [illegible] ... مشہور صحابی ... آپ سے بہت خلق نے احادیث لیں ... [illegible] ... اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر غلام ... [illegible] ... اللہ کی امان ... [illegible] ... کافر ... [illegible] ... کفر ... [illegible] ... روایات ... [illegible] ... ناشکرا ... [illegible] ... غلام ... [illegible] ... تہمت ... [illegible]

عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ضرب غلاما لہ حدا لم یاتہ او لطمہ فان کفارتہ ان یعتقہ رواہ مسلم ۔ وعن ابی مسعود الانصاری قال کنت اضرب غلاما لی فسمعت من خلفی صوتا اعلم ابا مسعود للہ اقدر علیک منک علیہ فالتفت فاذا ھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ ھو حر لوجہ اللہ

حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اپنے غلام کو وہ حد مارے[۱] جو جرم اس نے کیا نہیں یا اسے طمانچہ مارے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کر دے[۲] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے[۳] فرماتے ہیں میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے ایک آواز سنی خیال رکھو اے ابو مسعود سوچو کہ اللہ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے جتنے تم اس پر ہو[۴] میں نے پیچھے پھر کر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے[۵] میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ آزاد ہے اللہ کی رضا کے لیے[۶]

حد تمام خلق کے سامنے کی جائے گی یعنی ... حد ... ہوگا ... ہاں اگر واقعی وہ غلام زانی ہو تو پھر الزام لگانے والے کو سزا نہ ہوگی کہ اس نے سچ کہا تھا علماء فرماتے ہیں کہ مشرک غلام کو تہمت لگانے پر اگرچہ حد نہیں مگر تعزیر ہے غلام چاہے کامل ہو یا ایسا جس میں شائبہ غلامیت ہو جیسے مکاتب یا مدبر کسی کو تہمت لگانے پر حد نہیں ۔ یہ حدیث احمد ابوداؤد ترمذی نے بھی روایت کی حاکم نے مستدرک میں حضرت عمرو ابن عاص سے مرفوعًا روایت کی کہ اگر ... یا ... کا معنی ... سے بھی قیامت میں کوڑے لگیں گے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو غصہ میں اپنے بچوں یا نوکروں کو حرامی کہہ دیتے ہیں کیونکہ یہ بھی تہمت ہے انسان زبان قابو میں رکھنی چاہیے۔

[۲] یعنی بے قصور مارے پیٹے اور سے مراد صرف شرعی حد نہیں بلکہ سخت مار پیٹ ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ بلا قصور طمانچہ مارنا ہے اور بے گناہ کو ڈانٹنا یا پیٹنا اس پر طمانچہ مارنا دیت ہے یہی حکم شاگرد مرید بچہ بیوی کو مارنے کا ہے کہ بلا قصور مار پر پکڑ ہے اس کا کفارہ غلام کے لیے تو یہ ہے کہ آزاد کر دینا ہے اور باقی لوگوں کے لیے یہ ہے کہ کچھ دے کر خوش کر دینا ہے یا اگر وہ لوگ معافی دینے کے لائق ہوں تو ان سے معافی مانگ لینا ہے یہ وہ معمولی باتیں ہیں جن کا ہم پرواہ نہیں کرتے مگر یہ بڑی خطرناک ہیں میں نے سنا ہے کہ اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کے ہاں کوئی مرید سلام کرنے آتا کسی نے اسے کہہ دیا حرامی اعلیٰحضرت نے فرمایا اس کی ماں کے زنا کے چار گواہ لاؤ وہ حیران ہوگیا آخر کار اس نے مرید سے معافی مانگی اسے پانچ روپے دیے، اللہ تعالیٰ توفیق خیر دے انسان اپنی زبان اور ہاتھ پر پورا کنٹرول رکھے۔ [۳] آپ مشہور صحابی ہیں بعض نے آپ کو اہل بدر سے کہا ہے مگر آپ اس معنی سے اہل بدر میں کہ بدر میں رہتے تھے غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے آپ کا نام عقبہ ابن عمرو انصاری ہے، بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے آخر عمر میں کوفہ میں قیام رہا اکتالیس ہجری میں وفات ہوئی (اکمال)۔ [۴] یعنی یاد رکھو غلام ستانے کا ذکر آگے آرہا ہے۔ [۵] کیونکہ یہ تمہارا مملوک و غلام ہے مگر تم اللہ تعالیٰ کے مملوک بھی ہو مخلوق بھی بندے بھی اب وہ تمہارے گناہ دیکھتے ہوئے تمہاری روزی بند نہیں فرماتا بلکہ تم پر کرم کرتا ہے معافی دیتا ہے تو تم بھی اپنے مملوک غلام کو معافی دو۔ [۶] یہ فرمان ہے کہ آپ کی نظر کیمیا اور نصیحت کی تاثیر کا اثر تھا کہ میرا سارا غصہ ختم ہوگیا اور فی الفور اس کو آزاد کر دیا تاکہ یہ آزادی میرے اس قصور کا کفارہ ہوجائے۔

فَقَالَ اَمَا لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ اَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ لِيْ مَالًا وَّاِنَّ وَالِدِيْ يَحْتَاجُ اِلٰى مَالِيْ قَالَ اَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ اِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِنْ اَطْيَبِ كَسْبِكُمْ كُلُوْا مِنْ كَسْبِ اَوْلَادِكُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ فَقِيْرٌ لَيْسَ لِيْ شَيْءٌ وَّلِيْ يَتِيْمٌ

تب حضور نے فرمایا اگر تم یہ نہ کرتے تو تم کو آگ جلاتی یا آگ پہنچتی [1] (مسلم) دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا بولا کہ میرے پاس مال ہے اور میرے والد میرے مال کے محتاج ہیں [2] فرمایا تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کے ہیں [3] یقیناً تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی سے ہے اپنی اولاد کی کمائی کھاؤ [4] (ابوداؤد، ابن ماجہ) [5] روایت ہے انہیں سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا بولا میں محتاج ہوں [6] میرے پاس کچھ نہیں اور میرے پاس ایک یتیم ہے

[1] کیونکہ تم نے اسے بلا قصور مارا یا قصور سے زیادہ مارا [illegible] یہ حقوق العبد [illegible] ایسے موقعہ پر آزاد کر دینا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اسی سے معلوم ہوا کہ گناہ ہو جانے پر کوئی نیکی کر دینا اچھا ہے کہ نیکی کفارہ بن جاتی ہے ان الحسنات یذھبن السیأت [2] تو میرا مال میرا والد استعمال کر سکتا ہے یا نہیں [illegible] حضرت جابر [illegible] حضرت ابن مسعود [illegible] روایت فرمائی [3] انت ومالك لابيك مطلب یہ ہے کہ تم [illegible] باپ کے ہو [illegible] باپ کو حق ہے کہ تم سے جانی خدمت بھی لے اور مالی خدمت بھی [illegible] اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے غنی اولاد پر فقیر ماں باپ کا خرچہ واجب ہے [illegible] اگر باپ غنی ہو [illegible] اولاد کے مال کی ضرورت نہ ہو تو ہدیہ دیتے رہنا مستحب ہے اگر باپ اولاد کے مال کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ نہ کٹے گا اگر باپ اپنے بیٹے کی لونڈی سے صحبت کرے تو اس پر حد نہیں اگر باپ اپنے بیٹے کو قتل کر دے تو اس پر قصاص نہیں خیال رہے کہ [illegible] باپ [illegible] خدمت [illegible] ارشاد [illegible] جنت تمہاری ماں کے قدموں کے نیچے ہے اور یہاں ارشاد ہوا کہ تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کا انصاف [illegible] کہ بوقت حاجت ذی رحم محرم [illegible] کا نفقہ [illegible] رب تعالیٰ فرماتا ہے وآت ذا القربى حقه والمسكين وابن السبيل: یہی احناف کا مذہب ہے امام شافعی کے ہاں سوائے ماں باپ کے کسی عزیز کا خرچہ واجب نہیں امام احمد کے ہاں ہر محتاج عزیز کا خرچہ واجب ہے [illegible] تمام مسائل کے [illegible] کتب فقہ یا مرقات میں اسی جگہ ملاحظہ فرمائیے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچے کا نسب باپ سے ہے نہ کہ ماں سے [4] یہ حدیث صحابہ کرام کی ایک جماعت نے مختلف الفاظ سے نقل فرمائی جو مختلف محدثین نے مختلف اسنادوں سے بیان کی چنانچہ ترمذی [illegible] نسائی نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی کہ بہترین روزی وہ ہے جو انسان اپنی کمائی سے کھائے اور انسان کی اولاد اس کی کمائی سے ہے ترمذی [illegible] مرقات [illegible] یہاں [illegible] سکتی ہے [illegible]

فَقَالَ كُلْ مِنْ مَالِ يَتِيمِكَ غَيْرَ مُسْرِفٍ وَلَا مُبَادِرٍ وَلَا مُتَأَثِّلٍ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ • وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ فِي مَرَضِهِ الصَّلٰوةَ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَرَوَى أَحْمَدُ وَأَبُوْدَاوٗدَ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَهُ • وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ

تو فرمایا اپنے یتیم کے مال سے کھاؤ نہ فضول خرچی کرکے نہ جلدی کرکے اور نہ مال جمع کرتے ہوئے[۱] (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، کہ حضور اپنے مرض میں فرماتے تھے نماز[۲] اور غلاموں کی نگرانی کرو[۳] (بیہقی، شعب الایمان) اور احمد و ابوداؤد نے حضرت علی سے اسی طرح[۴] روایت کی ہے حضرت ابوبکر صدیق سے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا جنت میں داخل نہ کیا جائے گا

یعنی احناف کے ہاں فقیر وہ ہے جس کے پاس مال ہو مگر نصاب سے کم کہ اس پر نہ زکوٰۃ واجب ہو نہ فطرہ نہ قربانی مگر مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو امام شافعی کے ہاں اس کے برعکس مگر ان دونوں لفظوں میں سے ہر ایک لفظ دوسرے کی جگہ استعمال ہوتا ہے یہاں فقیر بجائے مسکین استعمال ہوا ہے۔ ۲ جس کے پاس میراث سے ملا ہوا مال ہے اور وہ میرا عزیز قرابتی ہے میری پرورش میں ہے یعنی اس کا قیم و منتظم ہوں۔

۱ یعنی چونکہ تم اس کی خدمت و پرورش کرتے ہو اور نادار ہو اس لیے اس کے مال سے اپنا حق الخدمت لے سکتے ہو مگر تین قسم کی پابندی سے ایک یہ کہ ضرورت سے زیادہ مال نہ لو دوسرے یہ کہ ضرورت سے پہلے مال نہ لو ضرورت کے وقت لو یا ولا مبادر کے معنی یہ ہیں کہ اس یتیم کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا مال ختم کر دینے کی کوشش نہ کرو رب تعالیٰ فرماتا ہے ولا تاکلوھا اسرافا وبدارا ان یکبروا تیسرے یہ کہ صرف وقتی طور پر استعمال کرو آئندہ کے لیے جمع نہ کرو اس سے معلوم ہوا کہ یتیم کا ولی اگر مسکین غریب ہو تو اس کے مال سے بقدر ضرورت استعمال کرے اور بلا ضرورت ہاتھ نہ لگائے ۲ ظاہر یہ ہے کہ الصلوٰۃ منصوب ہے الزموا پوشیدہ فعل کا مفعول ہے یعنی نماز کی پابندی و حفاظت کرو مرتے دم تک نہ چھوڑو، معلوم ہوا کہ نماز بڑا ہی اہم فریضہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے اس کی وصیت فرمائی، سعادت مند اولاد باپ کی وصیت سختی سے پوری کرتی ہے، سعادت مند امتی وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر سختی سے پابندی کرے اللہ تعالیٰ توفیق دے مرتے مرتے بھی نماز چھوٹنا ہے ۳ یعنی اپنے لونڈی غلاموں سے اچھا برتاؤ کرو ان کے حقوق ادا کرو، بعض شارحین نے فرمایا کہ ما ملکت ایمانکم سے مراد مملوکہ مال ہیں یعنی اپنے مملوکہ مالوں کا حساب رکھو ان کی زکوٰۃ قربانی فطرہ وغیرہ دیتے رہو، نماز بدنی عبادت ہے زکوٰۃ مالی عبادت، اگرچہ پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں کہ اس سے لونڈی غلاموں پر مہربانی مراد ہے ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد تمام مملوک جاندار ہوں، لونڈی غلام، جانور وغیرہ یہ حدیث بہت جامع ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ الصلوٰۃ سے تمام حقوق اللہ کی طرف اشارہ ہے اور ما ملکت ایمانکم سے تمام حقوق خلق کی جانب اشارہ ہے یعنی خالق و مخلوق کے حقوق ادا کرو حتی کہ علماء شاگرد، مرید، نوکر چاکر، لونڈی غلام، جانور سب پر ہی مہربانی کرو اور سب کے حقوق ادا کرو ۴ جامع صغیر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت دو بار فرمائی یعنی الصلوٰۃ اور ما ملکت ایمانکم دو بار ارشاد کیا تاکید کے لیے، یہ حدیث احمد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان نے مختلف راویوں سے روایت کی چنانچہ احمد و ابن ماجہ نے حضرت ام سلمہ سے، طبرانی نے ابن عمر سے، ابن حبان نے حضرت انس سے

سَيِّئُ الْمَلَكَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ مَكِيْثٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُسْنُ الْمَلَكَةِ يُمْنٌ وَسُوْءُ الْخُلُقِ شُؤْمٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَلَمْ اَرَ فِيْ غَيْرِ الْمَصَابِيْحِ مَا زَادَ عَلَيْهِ فِيْهِ مِنْ قَوْلِهٖ وَالصَّدَقَةُ تَمْنَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ وَالْبِرُّ زِيَادَةٌ فِي الْعُمْرِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ضَرَبَ اَحَدُكُمْ خَادِمَهٗ فَذَكَرَ اللّٰهَ فَارْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ لٰكِنْ

بدخلق[1] (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت رافع ابن مکیث سے[2] کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوش خلقی برکت ہے، اور بدخلقی نحوست[3] (ابوداؤد) اور میں نے سوائے مصابیح کے وہ نہ دیکھا جو اس حدیث میں اس پر زیادہ ہے[4] آپ کا فرمان کہ صدقہ بری موت سے بچاتا ہے، اور نیکی عمر بڑھاتی ہے[5] روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے خادم کو مارے تو وہ اللہ کا ذکر کردے تو اپنے ہاتھ اٹھا لو[6] (ترمذی، بیہقی شعب الایمان) لیکن ان کے نزدیک

رضی اللہ عنہم (مرقات) ۱؎ یعنی بدخلق بدخو اولًا جنت میں نہ جائیگا پہلے بدخلقی کی سزا پائیگا پھر جنت میں جائیگا یا جنت کے اعلیٰ مقام نہ پائیگا یا خوش خلق لوگوں کے ساتھ نہ جائیگا لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ ہر مسلمان جنتی ہے اگرچہ بڑا گنہگار ہو، اور ہوسکتا ہے کہ یہاں بدخلق سے وہ شخص مراد ہو جس کے اخلاق اللہ رسول کے ساتھ بھی خراب ہوں تو یہ جب کہ ایسا شخص کافر ہے اور کافر جنت میں کبھی نہ جائیگا۔ ۲؎ آپ صحابی ہیں، صلح حدیبیہ میں شریک تھے، بنی جہینہ کے قبیلہ سے ہیں۔ ۳؎ اس کا تجربہ بارہا ہوا ہے کہ خوش خلق کی دنیا درست ہوتی ہے بدخلق کے سب دشمن ہوجاتے ہیں اور باہر والے بھی، خوش خلق کی گھر و باہر والے سب تعظیم و خدمت کرتے ہیں، بدخلق ہر جگہ مارا جاتا ہے یہاں برکت و نحوست سے یہی مراد ہے۔ ۴؎ یعنی تمام محدثین کی روایتیں شوم پر ختم ہوگئیں مگر مصابیح میں اگلی عبارت اور بھی ہے کہ صدقہ بری موت سے بچاتا ہے اور نیکی عمر بڑھاتی ہے کسی محدث نے نہ بیان کی نہ معلوم مصابیح میں کہاں سے آگئی یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے مگر مرقات نے بحوالہ شیخ جزری بیان فرمایا کہ یہ زیادتی احمد طبرانی میں موجود ہے لہذا صاحب مصابیح پر کوئی اعتراض نہیں صاحب مشکوٰۃ کو ملی نہیں۔ ۵؎ یعنی صدقہ آدمی کو اچانک اور غفلت کی موت سے بچاتا ہے، بے صبری، فسق و فجور و ظلم کی موت سے محفوظ رہتا ہے ان شاء اللہ اس کی موت ذکر و فکر نیک اعمال کی حالت میں آتی ہے بعد موت لوگ اسے اچھائی سے یاد کرتے ہیں، یوں ہی نیکیاں عمر بڑھاتی ہیں اس طرح کہ حکم الٰہی یوں ہے کہ فلاں بندہ اگر گناہ و بدکاری کرتا رہے تو اس کی عمر پچاس سال ہے اور اگر نیکیاں کرے تو اس کی عمر سو سال، یہ زیادتی عمر ایسی ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ دوا مرض دفع کرتی ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ خدا کا حکم کوئی ٹال سکتا اور موت آگے پیچھے نہیں ہوسکتی، تقدیر بدلنے کی بحث اور عمر گھٹنے بڑھنے کی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی پارہ سوم میں ملاحظہ کیجئے۔ ۶؎ یعنی اگر تم اپنی نافرمانی یا تعلیم و تربیت کیلئے اپنے غلام، نوکر، شاگرد، بیٹے، بیوی کو مارو اور وہ کہہ دے کہ اللہ کو شامل کرتا ہوں اب یہ قصور نہ کروں گا اور اب خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو تو تم اللہ کے نام کا ادب کرتے ہوئے چھوڑ دو، شرعی حدود اس حکم سے خارج ہیں وہ تو مجرم پر پوری جاری کی جائیں گی۔

عِنْدَهُ فَلْيُمْسِكْ يَدَكَ فَارْفَعُوا اَيْدِيَكُمْ۔ وَعَنْ اَبِي اَيُّوْبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ وَالِدَةٍ وَوَلَدِهَا فَرَّقَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَحِبَّتِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ وَهَبَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامَيْنِ اَخَوَيْنِ فَبِعْتُ اَحَدَهُمَا فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ مَا فَعَلَ غُلَامُكَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ رُدَّهُ رُدَّهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

یوں ہے کہ اپنا ہاتھ روک لو بجائے اس کے کہ اپنے ہاتھ اٹھا لیں[1] روایت ہے حضرت ابوایوب سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص ماں اور اس کے بچے میں جدائی ڈالے[2] تو اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کے اور اس کے پیاروں کے درمیان جدائی کردیگا[3] (ترمذی، دارمی)[4] روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو غلام جو آپس میں بھائی تھے[5] عطا فرمائے میں نے ان میں سے ایک کو فروخت کردیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے علی تمہارا غلام کیا ہوا میں نے آپ کو یہ خبر دی[6] تو فرمایا اسے واپس لے واپس لے[7] (ترمذی، ابن ماجہ)

[1] یعنی دونوں روایتیں حضرت ابوہریرہ کی اس حدیث میں یہ ارشاد ہوا کہ کیونکہ ہاتھ تمام اعضاء سے اشرف ہے اسے منہ تک اٹھانا۔ [2] اس تفریق کی بہت صورتیں ہیں وہ سب ممنوع ہیں لونڈی اپنے پاس رکھنا اس کا چھوٹا بچہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کردینا دوسرے کو ہبہ کردینا ماں کو اور جگہ رکھنا بچہ کو اور جگہ رکھنا، یہ حکم ماں بچے، باپ بیٹے، دادا پوتے وغیرہ سب کو شامل ہے مگر یہ حکم چھوٹے بچے کیلئے ہے جو بغیر ماں نہ رہ سکے اور جو بغیر ماں بھی رہ سکے اسے جدا کرنا جائز ہے، امام شافعی کے ہاں سات سال کا بچہ بڑا ہے، امام اوزاعی کے ہاں جب بچہ پیشاب پاخانہ سونا کھانا علیحدہ کرسکے، ہمارے امام اعظم کے ہاں بلوغ کی عمر کو پہنچ جانا ہے بعض علماء تو فرماتے ہیں کہ یہ حکم صرف لونڈی پر ہی نہیں بلکہ ہر ظالم بہت چھوٹے بچہ کو اس کی ماں سے جدا نہ کرے۔ [3] یعنی قیامت کے دن جو کہ یوم الجمع والتفریق ہے جس میں سارے اگلے پچھلے جمع ہوں گے اور خویش و اقارب کی شفاعت کام آئے گی مگر یہ ظالم اس دن اپنے عزیزوں کی ملاقات اور ان کی شفاعت سے محروم ہوگا، خیال رہے کہ قیامت کے اول دور میں تو کوئی کسی کو نہ پوچھے گا، بھائی بھائی سے بھاگے گا اور آخری حالات اس کے برعکس ہوں گے وہاں ہر دوست اپنے دوست کو یاد کرے گا اسی لئے قیامت کا نام یوم حشر بھی ہے اور یوم التناد بھی۔ [4] یہ حدیث احمد و حاکم نے بھی نقل فرمائی، طبرانی نے حضرت معقل ابن یسار سے یوں روایت کی من فرق فلیس منا یعنی بچے میں جدائی کرے وہ ہماری جماعت سے نہیں (مرقات)۔ [5] اور دونوں چھوٹے تھے یا ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا تھا جیسا کہ گزشتہ حدیث سے معلوم ہوا جب دونوں بڑے ہوں تو ان میں علیحدگی کی جاسکتی ہے۔ [6] کہ میں نے اسے فروخت کردیا ہے دوسرا میرے پاس ہے۔ [7] یعنی بیع فسخ کرکے اسے واپس لے لو یہ مطلب نہیں کہ وہ بیع منعقد ہی نہیں ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ ایسی بیع مکروہ ہے کہ منعقد ہوچکنے کے بعد اس کا توڑ دینا بہتر ہے دوبار فرمانا تاکید کے لئے ہے کہ ایسی بیع کا فسخ کردینا بہت ضروری ہے۔ بعض روایات میں ہے ادرکہ ادرکہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف ماں اور بیٹے کے درمیان جدائی ممنوع نہیں بلکہ ہر دو ذی رحم قرابتداروں میں جدائی نہ کرے، یہی مذہب امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کا ہے (مرقات)۔

وَعَنْهُ اَنَّهٗ فَرَّقَ بَيْنَ جَارِيَةٍ وَّوَلَدِهَا فَنَهَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَرَدَّ الْبَيْعَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ مُنْقَطِعًا ۔ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ يَسَّرَ اللّٰهُ حَتْفَهٗ وَاَدْخَلَهٗ جَنَّتَهٗ رِفْقٌ بِالضَّعِيْفِ وَشَفَقَةٌ عَلَى الْوَالِدَيْنِ وَاِحْسَانٌ اِلَى الْمَمْلُوْكِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَبَ لِعَلِيٍّ غُلَامًا فَقَالَ لَا تَضْرِبْهُ فَاِنِّيْ نُهِيْتُ عَنْ ضَرْبِ اَهْلِ الصَّلٰوةِ وَقَدْ رَاَيْتُهٗ يُصَلِّيْ هٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِيْحِ وَفِي الْمُجْتَبٰى لِلدَّارَقُطْنِيِّ اَنَّ عُمَرَ

روایت ہے انہی سے کہ انہوں نے ایک لونڈی اور اس کے بچے میں جدائی کردی ۱؎ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے منع فرمادیا، تو بیع لوٹالی (ابوداؤد) منقطعًا ۲؎ روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرماتے ہیں کہ جس میں تین خصلتیں ہونگی اللہ اس کی موت آسان کردیگا ۳؎ اور اسے اپنی جنت میں داخل کردیگا ۴؎ کمزور پر نرمی، اور ماں باپ پر شفقت غلام سے اچھا سلوک ۵؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے ابوامامہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب حضرت علی کو ایک غلام دیا، تو فرمایا اسے مارنا مت ۶؎ کیونکہ مجھے نمازی کو مارنے سے منع کیا گیا ہے ۷؎ اور میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے ۸؎ یہ مصابیح کے الفاظ ہیں اور دارقطنی کے مجتبیٰ میں ہے کہ حضرت عمر

۱؎ اس طرح کہ ان میں سے ایک کو فروخت یا ہبہ کردیا خیال رہے کہ ایک کو آزاد کردینے سے جدائی کرنا منع نہیں لہذا ایک عزیز غلام کو آزاد کرسکتے ہیں یونہی اگر ان دونوں قریبی بچے غلاموں میں سے ایک اس مالک کا ذی رحم محرم ہو تو جدائی جائز ہے کیونکہ وہ آزاد ہو جائیگا ۲؎ یعنی اس کی اسناد کے بعض راوی چھوٹ گئے لہذا یہ حدیث منقطع ہے متصل نہیں ۳؎ حتف کے معنی ہیں موت کے، سکون سے بعض موت کی سختیاں اور سکرات موت، اسی سے ہے حتف انفہ یعنی بستر پر پڑے پڑے مرنا اہل عرب اسے اپنی ناک سے مرنا کہتے تھے کیونکہ اس کی جان ناک سے نکلتی ہے اور شہید کی جان زخم سے، یہ قتل کے مقابل موت کو حتف انف کہتے تھے یعنی جس شخص میں یہ تین صفات جمع ہوں اللہ تعالیٰ اس کی جان کنی آسان فرمادے گا، بلکہ شہادت نصیب فرمادے گا اگر گنہگار ہو تو آخرت میں بخش دیا جائیگا ۴؎ کمزور خواہ جسمانی حیثیت سے کمزور ہو یا مالی حیثیت سے یا عقل سے کمزور جیسے بچے اور دیوانے بہرحال ان پر مہربانی کرو ۵؎ یعنی ماں باپ کی خدمت بھی کرو اور ان کی ناراضی سے خوف بھی، شفقت شفق سے بنا بمعنی خوف و ڈر، شفقت اور محبت یا مہربانی کرو کیونکہ یہ بھی ہیں غلام لونڈی وغیرہ سب داخل ہیں یہ الفاظ بہت ہی جامع ہیں احسان سے مراد حقوق سے زیادہ ان پر مہربانی کرنا ہے ۶؎ یعنی اگر تمہارا کوئی ذاتی قصور کرے تو حتی الامکان اسے نہ مارنا معاف کردینا یا جھڑک دینا ۷؎ یعنی مجھے میرے رب نے اپنے ذاتی معاملات میں نمازی کو مارنے سے منع فرمادیا ہے اس مارنے سے مراد شرعی حدود و تعزیرات کے سوا کی مار ہے نمازی سے شرعی سزائیں معاف نہ ہوں گی تہمت کے اسی کوڑے مارے جائیں گے زنا وغیرہ ۸؎ مطلب یہ ہے کہ انشاءاللہ نمازی آدمی کو ملامت کرتی ہے اس حدیث کی تصدیق یہ ہے رب فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ اگر کسی وقت تقاضائے نفس سے کوئی قصور ہو جائے تو اسے مارتے کیوں ہو وہ انشاءاللہ نماز کی برکت سے ٹھیک ہو جائیگا یہ حدیث ہم کو یاد رہنی چاہیئے

ابن الخطاب قال نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ضرب المصلين ۔ وعن عبد الله بن عمر قال جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله كم نعفو عن الخادم فسكت ثم اعاد عليه الكلام فصمت فلما كانت الثالثة قال اعفوا عنه كل يوم سبعين مرة رواه ابو داود ورواه الترمذي عن عبد الله بن عمرو ۔ وعن ابي ذر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لائمكم من مملوكيكم فاطعموه مما تاكلون واكسوه مما

ابن خطاب سے فرمایا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیوں کو مارنے سے منع فرمایا[۱] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے[۲] فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا یارسول اللہ ہم خادم کو کتنی بار معافی دیں حضور خاموش رہے[۳] اس نے پھر وہ سوال دہرایا آپ خاموش رہے پھر جب تیسری بار سوال ہوا[۴] تو فرمایا اسے ہر دن میں ستر بار معافی دو[۵] (ابوداؤد) ترمذی بروایت عبداللہ ابن عمرو[۶] روایت ہے ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے غلاموں میں جو تمہارے موافق ہو[۷] تو اسے اس سے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور پہناؤ اس سے جو خود

بہت ہی امید افزا ہے اللہ تعالیٰ نماز کی پابندی اور جماعت کی توفیق دے تو ان شاء اللہ دنیاوی مار سے بھی بچیں گے اور رب تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کی سزا سے بھی بچائیں گے، جب یہاں شفاعت ہو رہی ہے تو وہاں بھی شفاعت ہوگی۔ شعر

جو یہاں عیب کسی کے نہیں کھلنے دیتے ✻ کب وہ چاہیں گے مری حشر میں رسوائی ہو

۲؎ امام جزری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ابوداؤد نے اسناد صحیح سے روایت کی امام احمد نے اپنی مسند میں اس طرح روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس تشریف لائے حضور کے پاس دو غلام تھے ایک حضرت علی کو عطا فرمایا اور فرمایا اسے نہ مارنا کیونکہ میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسکی اسناد میں ابو غالب بصری ہیں ابن تہمان نے انکی روایات کی تصحیح کی ہے لہذا حدیث صحیح ہے (مرقات) ۳؎ مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں عبداللہ ابن عمرو کے ساتھ ہے مگر صحیح عبداللہ ابن عمر کی روایت ہے ۳؎ یا تو اسلئے خاموش رہے کہ آپکو یہ سوال پسند نہ آیا کیونکہ یہ بات پوچھنے کی نہیں نفسانی چیز ہے کہ اگر زیادہ معافی دینے سے غلام بگڑتا ہے تو بھی کچھ سرزنش کردو یا اسلئے خاموش رہے کہ وحی الٰہی کا انتظار تھا یا اسلئے خاموشی اختیار فرمائی کہ عرض کا جواب سائل کے دل میں بیٹھ جائے کیونکہ جو چیز بہت انتظار کے بعد ملتی ہے اس کی قدر ہوتی ہے فقیر کے نزدیک یہ تیسری وجہ قوی ہے (اشعہ و مرقات) ۴؎ یعنی یہ تینوں بار سوال ایک ہی مجلس میں ہوئے بعض شارحین نے ثُمَّ سے سمجھا کہ ان سوالوں میں کئی دن کا فاصلہ تھا کہ شخص دو چار دن کے وقفہ سے آتا اور یہ سوال کرتا تھا مگر یہ صحیح نہیں ثم اسلئے کہا گیا کہ سائل نے کچھ دیر جواب کا انتظار کیا پھر سوال کیا ۵؎ عربی میں ستر کا لفظ بیان زیادتی کیلئے ہوتا ہے یعنی ہر دن اسے بہت دفعہ معافی دو یہ اس صورت میں ہے کہ غلام سے خطاءً لغزش ہو جاتی ہے خباثت نفس سے نہ ہو اور قصور بھی مالک کا ذاتی ہو شریعت کا یا قومی و ملکی قصور ہو کر قصور معاف نہیں کیا جاتا ۶؎ یہ حدیث بخاری نے اپنی تاریخ میں ابو یعلیٰ نے تاریخ میں ... بخاری نے اپنی تاریخ میں عباس ابن خلید کی اسناد سے نقل کی اور فرمایا کہ اسکی اسناد میں اضطراب ہے (مرقات) ۷؎ لائم کہا ہم باب مفاعلہ سے ہے ملائمت بمعنی موافقت یعنی جو غلام تمہارے موافق، ملائمت بمعنی موافقت و مناسبت

تکسون ومن لا یلائمکم منہم فبیعوہ ولا تعذبوا خلق اللہ رواہ احمد وابوداؤد وعن سہیل ابن الحنظلیۃ قال مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببعیر قد لحق ظہرہ ببطنہ فقال اتقوا اللہ فی ہذہ البہائم المعجمۃ فارکبوہا صالحۃ واترکوہا صالحۃ رواہ ابوداؤد۔

الفصل الثالث عن ابن عباس قال لما نزل قولہ تعالی و

پہنتے ہو[۳] اور جو موافق نہ ہوں انہیں بیچ دو، اللہ کی مخلوق کو عذاب نہ دو[۴] (احمد، ابوداؤد) روایت ہے حضرت سہیل ابن حنظلیہ سے[۵] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ پر گزرے جس کی پیٹھ پیٹ سے مل گئی تھی[۶] تو فرمایا ان بے زبان جانوروں میں اللہ سے ڈرو[۷] ان پر سوار ہو جب وہ لائق سواری ہوں[۸] اور انہیں چھوڑ دو لائق سواری کی حالت میں[۹] (ابوداؤد) تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں جب اللہ تعالٰی کا یہ فرمان نازل ہوا کہ

یعنی جس غلام کی طبیعت تم سے مل جاوے وہ تمہارے مزاج کے موافق و مناسب ہو۔[۴] ۳؎ یعنی ایسے غلام کی قدر کرو جو تمہاری خدمت [illegible] کوتاہی نہ کرتا ہو تم بھی اس کی خاطر مدارات میں کمی نہ کرو [illegible] مشکل ہے مردم شناسی بڑا جوہر ہے جس گھر میں مردم شناسی نہ ہو وہ گھر ویران ہو جاتا ہے [illegible] مردم شناسی نہ ہو وہ ملک برباد ہو جاتا ہے [illegible] فاروقی اور صدیقی [illegible] مردم شناسی [illegible] اچھے کام نہ [illegible] اچھا [illegible] خوش ہو کر اور زیادہ خدمت کریگا [illegible] اپنے پاس رکھو [illegible] اس سے تم کو بھی تکلیف ہوگی اس کو بھی [illegible] یہ حکم موافق و ناموافق جانور کا ہے کہ پسند آئے تو اس کی خدمت کرو نرمی سے کام لو ناپسند ہو تو فروخت کر دو۔ ۵؎ سہیل [illegible] نام [illegible] حنظلیہ [illegible] کا نام ہے یا ان کی ماں کا نام ہے۔ حضرت سہیل بیعۃ الرضوان میں شریک تھے گوشہ نشین عابد تھے شام میں قیام رہا امیر معاویہ کی شروع خلافت میں دمشق میں وفات پائی [illegible] ۶؎ یعنی سخت بھوک و پیاس کی وجہ سے پیٹ پیٹھ سے لگ گیا تھا [illegible] فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم انسان پر ظلم کرنے سے زیادہ برا ہے کہ انسان تو اپنا دکھ درد کسی سے کہہ سکتا ہے بے زبان جانور کسی سے فریاد بھی نہیں کر سکتا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانور کا چارہ پانی مالک پر واجب ہے بعض ائمہ کے ہاں ظالم مالک کو حاکم جانور فروخت کرنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ ۷؎ یعنی جو جانور سواری کے لائق ہو [illegible] سوار ہو [illegible] سواری کرو [illegible] اسلامی عدل و انصاف [illegible] رحمت عالم [illegible] آج حکومتیں جانوروں کے متعلق قوانین بناتی ہیں [illegible] یہ حدیث ہے [illegible] اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جانور کو بالکل تھکا کر نہ چھوڑو بلکہ ابھی اس میں قوت ہو کہ اسے کھول دو کہ وہ دانہ پانی کھا پی لے اس سے جانور کی تندرستی اور قوت خراب نہ ہوگی۔ دوسرے یہ کہ جانور کو بوڑھا ہو جانے پر محنت سے آزاد نہ کرو بلکہ ابھی اس میں کچھ طاقت ہو کہ اس سے کام لینا موقوف کر دو کہ گائے بھینس وغیرہ ہے تو انہیں ذبح کر ڈالو گھوڑا وغیرہ ہے تو اسے کام سے آزاد کر دو پھر کھانا جاری رکھو اس سے اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائیگا اور تمہارے گھر میں برکت ہوگی یہ بہت مجرب عمل ہے بعض لوگ بوڑھے جانور کو نکالتے نہیں بلکہ کام سے آزاد کر دیتے ہیں [illegible] سعدی کا یہ شعر

دستم است کہ نامہ تحریر ❊ آزاد کنند بندہ پیر
اے بار خدا عالم آرا ❊ بر سعدی پیر خود ببخشا

لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اَلْاٰیَةَ اِنْطَلَقَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ یَتِیْمٌ فَعَزَلَ طَعَامَهٗ مِنْ طَعَامِهٖ وَشَرَابَهٗ مِنْ شَرَابِهٖ فَاِذَا فَضَلَ مِنْ طَعَامِ الْیَتِیْمِ وَشَرَابِهٖ شَیْءٌ حُبِسَ لَهٗ حَتّٰی یَاْكُلَهٗ اَوْ یَفْسُدَ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَیْهِمْ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْیَتٰمٰی قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فَخَلَطُوْا طَعَامَهُمْ بِطَعَامِهِمْ وَشَرَابَهُمْ بِشَرَابِهِمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اس طریقہ سے جو اچھا ہو۱؎ اور یہ فرمان نازل ہوا کہ جو لوگ ظلمًا یتیموں کا مال کھاتے ہیں۲؎ تو جن کے پاس یتیم تھے وہ چلے ان کا کھانا اپنے کھانے سے اور ان کا پانی اپنے پانی سے علیحدہ کر دیا، تو جب یتیم کے کھانے پینے سے کچھ بچ رہتا تو اسی کیلئے رکھ لیتے، حتی کہ یا تو یتیم کھا پی لیتا یا وہ چیز بگڑ جاتی، ان لوگوں پر یہ بہت گراں گزرا۳؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے یہ عرض کیا۴؎ تب یہ آیت اللہ نے اتاری کہ لوگ آپ سے یتیموں کے متعلق پوچھتے ہیں، فرما دو ان کی اصلاح بہتر ہے اگر تم انہیں اپنے ساتھ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں، تب انہوں نے ان کا کھانا اپنے کھانے سے اور انکا پانی اپنے پانی سے ملا دیا۵؎ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں کہ لعنت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱؎ قریب جانے سے منع فرمانا مبالغہ کیلئے ہے یعنی یتیم کا مال کھانا تو درکنار اسکے قریب بھی نہ جاؤ جیسے رب تعالٰی نے حضرت آدم و حوا سے فرمایا تھا کہ اس درخت کے قریب بھی نہ جانا۔ ۲؎ اگرچہ اس آیت کریمہ میں ظلمًا کی قید تھی مگر صحابہ کرام نے خوف الٰہی کے باعث ادھر نظر ہی نہ کی وہ یہ سمجھے کہ شاید یتیم کا مال بلا ظلم کی صورت میں اسکا جو کچھ یا قطرہ ہمارے پیٹ میں پہنچ جائے وہ بھی آگ ہی ہو یا ہم اس ظلم میں پھنس جائیں اور وہ اسی تعریف میں وہ ظلم ہو لہذا بالکل احتیاط ہی بہتر ہے کہ حضرات صحابہ کلام الٰہی کی ہیبت سے بے خبر تھے تقویٰ کچھ اور ہی چیز ہے۔ ۳؎ اس صورت میں یتیم کا خرچ بھی زیادہ ہوتا تھا اور ان کے والیوں کو تکلیف بھی زیادہ کیونکہ ایک آدمی کیلئے الگ کھانا پکانا نہیں بہت خرچ پڑتا ہے اور کام بھی دوگنا ہو جاتا ہے خصوصًا جبکہ بچہ کسی مرض کی وجہ سے الگ رکھی جائے پھر بچی چیز سنبھالنا خراب ہو جانے پر پھینکنا تکلیف دہ ہے۔ ۴؎ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو جو کچھ رب تعالٰی سے عرض کرنا ہوتا وہ حضور سے عرض کرتے تھے کہ قرآن کی وجہ سے انکو دشواری ہوئی تو بارگاہ رسالت میں عرض کی اور رب تعالٰی بھی انکی عرض و معروض پر انکی دلجوئی فرماتا تھا۔ ۵؎ مطلب یہ ہے کہ یتیم کا مال برے ارادہ سے ظلمًا کھانا ممنوع ہے تم اس حکم سے خوف زدہ ہو کہ تمہاری نیت اصلاح کی ہے اس آیت کی بنا پر علماء نے فرمایا کہ اگر سفر میں کوئی ساتھی بیمار یا فوت ہو جائے تو دوسرے ساتھی اسکا مال اسکے علاج یا کفن دفن پر خرچ کر سکتے ہیں حضرت امام محمد سے کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ حج کو جا رہے تھے کہ ایک ساتھی فوت ہو گیا ہم نے اسکا مال فروخت کر دیا اسکا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم ایسا نہ کرتے تو فقیہ نہ ہوتے اس وقت مصلحت اسی میں تھی ورنہ اسکا وزنی مال و اسباب برباد ہو جاتا۔ خود امام محمد نے اپنے ایک شاگرد کی کتابیں فروخت کر کے اسکے کفن دفن پر خرچ کیں لوگوں نے پوچھا کہ اس نے تو [illegible] وقت اسکی وصیت تو نہ کی تھی آپ نے یہی آیت پڑھی کہ واللہ یعلم المفسد من المصلح (مرقات و فتح القدیر)

مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الْوَالِدِ وَوَلَدِهٖ وَبَيْنَ الْاَخِ وَبَيْنَ اَخِيْهِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَعَنْ
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِيَ بِالسَّبْيِ اَعْطَى اَهْلَ الْبَيْتِ
جَمِيْعًا كَرَاهِيَةَ اَنْ يُّفَرِّقَ بَيْنَهُمْ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ‌وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِشِرَارِكُمُ الَّذِيْ يَاْكُلُ وَحْدَهٗ وَيَجْلِدُ عَبْدَهٗ وَيَمْنَعُ رِفْدَهٗ
رَوَاهُ رَزِيْنٌ ‌وَعَنْ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اُس پر جو باپ کو اس کے بچہ سے اور بھائی کو اس کے بھائی سے جدا کرے[1] (ابن ماجہ، دارقطنی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب قیدی لائے جاتے تو آپ سارے گھر والے ایک کو اکٹھے دیتے[2] یہ ناپسند فرماتے ہوئے کہ اُن میں جدائی ڈالیں[3] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں تم میں بدترین لوگوں کی خبر نہ دوں؟ وہ ہے جو اکیلا کھائے[4] اور اپنے غلام کو کوڑے مارے اور وہ اپنی عطا کو روکے[5] (رزین) روایت ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ

1۔ یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کہ صرف باپ بیٹے میں یا بھائی بھائی میں جدائی ممنوع نہیں بلکہ ہر ذی رحم محرم قرابتداروں کو جدا کرنا ممنوع ہے، یہ حکم بہت چھوٹے بچے کے متعلق ہے جو دوسرے عزیز کے بغیر گزارہ نہ کر سکے اس کی صورت پہلے گزر چکی کہ باپ بیٹے یا بھائی بھائی ایک شخص کی ملکیت میں ہوں وہ ان میں سے کسی ایک کو ہبہ کر دے یا فروخت کر دے یہ حرام ہے یا دونوں اپنے پاس رکھے یا دونوں ایک ہی کو دے تاکہ وہ ساتھ رہیں اگر صرف چھوٹے بچے کو اس کی ماں سے جدا کرنا حرام ہے۔ 2۔ اس جملہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اہل البیت اعطی کا مفعول اول ہو اور مفعول دوم پوشیدہ یعنی غلاموں کا ہر گھرانہ بال بچے بھائی بہن وغیرہ ایک ہی مسلمان کو عطا فرماتے، یہ نہ کرتے کہ ماں کسی کو بچہ کسی کو دوسرے یہ کہ اہل البیت مفعول دوم ہو اور السبی اعطی کا پہلا مفعول ہو یعنی قیدی ... ابھی مذکور ہے ... ایک گھر والے غلاموں کو عطا فرماتے پہلے معنے شرح لمعات نے اختیار کیے اور دوسرے معنے مرقات نے، مقصد ایک ہی ہے کہ قیدی غلاموں کو اکٹھا رکھتے۔ 3۔ یہ عمل شریف اس صورت میں تھا کہ قیدیوں میں بعض بہت چھوٹے ناسمجھ بچے ہوتے کہ جدائی ڈالنے سے ان کی پرورش مشکل ہو جاتی اور دل کو تکلیف ہوتی بڑی عمر والے غلاموں میں علیحدگی کرنا جائز ہے اس سے تکلیف نہیں ہوتی۔ 4۔ یا تو بخل کی وجہ سے اکیلا کھائے بچے اور گھر والے اس کا منہ تکیں اور یہ عمدہ غذا اکیلا کھا لے انہیں معمولی کھلائے، یا تکبر و غرور کی وجہ سے کسی کے ساتھ کھانا گوارا نہ کرے، اگر غربت و ضرورت کی وجہ سے اکیلا کھائے تو ممنوع نہیں، ایک شخص گھر کا بوجھ اٹھاتا ہے، محنت کرتا ہے، اس لیے کچھ مقوی غذا کھاتا ہے تاکہ کام کاج کر سکے، وہ چیز ہے تھوڑی سی، سب کو کافی نہیں تو مضائقہ نہیں، اس صورت میں علیحدگی ہی کھانا چاہیے، سب کے سامنے کھانا بے مروتی ہے (از مرقات مع زیادت)۔ 5۔ یعنی بے قصور غلاموں ماتحتوں کو مارے پیٹے اور گھر والوں، مہمانوں اور نوکروں کو ان کا حق نہ دے، بخیل بھی ہو بدخلق بھی اسکے بدترین اس لیے فرمایا گیا کہ بندوں کے حقوق مارتا ہے رب تعالٰی کی نافرمانی کرتا ہے۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ سَيِّئُ الْمَلَكَةِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَيْسَ اَخْبَرْتَنَا اَنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ اَكْثَرُ الْاُمَمِ مَمْلُوْكِيْنَ وَيَتَامٰى قَالَ نَعَمْ فَاَكْرِمُوْهُمْ كَكَرَامَةِ اَوْلَادِكُمْ وَاَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ قَالُوْا فَمَا يَنْفَعُنَا الدُّنْيَا قَالَ فَرَسٌ تَرْتَبِطُهٗ تُقَاتِلُ عَلَيْهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَمْلُوْكٌ يَكْفِيْكَ فَاِذَا صَلّٰى فَهُوَ اَخُوْكَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ

بَابُ بُلُوْغِ الصَّغِيْرِ وَحِضَانَتِهٖ فِي الصِّغَرِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ عُرِضْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ اُحُدٍ وَاَنَا ابْنُ اَرْبَعَ عَشَرَةَ سَنَةً فَرَدَّنِيْ ثُمَّ عُرِضْتُ عَلَيْهِ عَامَ الْخَنْدَقِ وَاَنَا ابْنُ خَمْسَ

بد خلق آدمی جنت میں نہ جائے گا[1] لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے ہم کو خبر نہ دی کہ یہ امت تمام امتوں سے زیادہ غلاموں والی اور یتیموں والی ہے[2] فرمایا ہاں تم ان پر اپنی اولاد کی طرح مہربانی کرو اور انہیں اس سے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو[3] لوگوں نے عرض کیا کہ ہم کو کتنی دنیا نفع دے گی[4] فرمایا وہ گھوڑا جسے تم پالو جس پر اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور ایک غلام تمہیں کافی ہے[5] جب وہ نماز پڑھے تو تمہارا بھائی ہے[6] (ابن ماجہ)

بچہ کی جوانی اور بچپن میں اس کی پرورش[1] کا بیان

پہلی فصل

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احد کے سال پیش کیا گیا جب کہ میں چودہ سال کا تھا تو مجھے قبول نہ فرمایا[2] پھر خندق کے سال پیش کیا گیا جب کہ میں پندرہ برس کا تھا

---

1 سیئ الملکۃ اسے کہتے ہیں جو اپنے ماتحتوں غلاموں لونڈیوں سے بدخلقی کرے ان سے برا برتاؤ کرے یہ حدیث اس باب میں پہلے بھی گزر چکی ہے مگر یہاں زیادتی کے ساتھ ہے۔
2 اس سوال کا مقصد یہ ہے کہ حضور نے خبر دی ہے کہ اس امت کو رب تعالیٰ ملکوں کی فتوحات بہت دے گا جن سے ان کو غلام لونڈیاں بہت ہاتھ لگیں گی اور سب غلاموں سے سلوک کرنا مشکل ہے تو ہم لوگ جنت میں کیسے جا سکیں گے یا حضور نے خبر دی ہے کہ میری امت زیادہ جنتی ہے کہ جنتیوں کی کل ایک سو بیس صف ہوں گی اسی میری امت کی باقی چالیس اور امتوں کی۔ 3 جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ غلاموں کی خدمت لینا بری نہیں بدخلقی بری ہے غلام بہت رکھو مگر ان سے برتاؤ اچھا کرو کیا بہت بال بچوں والا آدمی بچوں کی نگرانی نہیں کرتا ضرور کرتا ہے تم بھی ان غلاموں کے حقوق پورے کرو، اس سوال میں یتیموں کا ذکر تبعاً ہے۔ 4 یعنی دنیا کی بہت قسمیں ہوں گی گھر بار مال ملک زمین کھیتی باڑی جانور وغیرہ ان میں سے ہم کو نفع کون سی چیز دے گی۔ 5 سبحان اللہ کیسا پیارا جواب ہے یعنی ایک گھوڑا جو جہاد کی نیت سے پالا جاوے اور ایک غلام جو جہاد وغیرہ کے موقعوں پر خدمت کے لیے کافی ہو تمہاری بخشش کے لیے کافی ہے کہ اس صورت میں یہ معمولی چیزیں دنیا میں بھی کافی ہیں اور آخرت میں بھی بخشش کا ذریعہ، غلام تمہارا دنیا کا کام کرے جاوے تم فارغ ہو کر رب کی یاد کرو اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔ 6 یعنی نمازی مسلمان غلام کو اپنا غلام نہ سمجھو اپنا بھائی سمجھو اور اس سے برادرانہ برابری کا سلوک کرو یہ ہے اسلامی اخلاق اب تو لوگ اپنے سگے بھائی کو بھائی نہیں سمجھتے باپ کو ستا کے مار کے بیٹھتے ہیں رب تعالیٰ اس پر عمل کی توفیق دے۔
1 یعنی اس باب میں دو چیزیں بیان ہوں گی ایک یہ کہ بچے کے بلوغ کی حد کیا ہے، دوسرے یہ کہ بچہ کی پرورش کا حق کس کو ہے۔ حضانت حضن سے بنا بمعنی گود یا بغل کے، حضانت بچہ کو گود میں لینے یا بغل کے اپنے بچہ یا انڈے کو اپنے پروں میں سمیٹنے کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں بچہ کی پرورش کو حضانت کہا جاتا ہے، علامات واضحہ درکار ہیں۔ خیال رہے کہ بلوغ کی عمر لڑکی کے لیے نو برس سے پندرہ برس تک ہے، لڑکے کے

عَشْرَةَ سَنَةً فَأَجَازَنِي فَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ هٰذَا فَرْقُ مَا بَيْنَ الْمُقَاتِلَةِ وَالذُّرِّيَّةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ صَالَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى ثَلٰثَةِ أَشْيَاءَ عَلٰى أَنَّ مَنْ أَتَاهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ رَدَّهُ إِلَيْهِمْ وَمَنْ أَتَاهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ لَمْ يَرُدُّوهُ وَعَلٰى أَنْ يَدْخُلَهَا مِنْ قَابِلٍ وَيُقِيمَ بِهَا ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْأَجَلُ

تو مجھے قبول فرما لیا ۵ حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے فرمایا کہ یہ ہی غازیوں اور بچوں کے درمیان فرق ہے ۶ (مسلم، بخاری).

روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن ۱ تین چیزوں پر صلح فرمائی ۲ اس پر کہ مشرکین میں سے جو آپ کے پاس آئے حضور اسے لوٹا دیں کفار کی طرف ۳ اور جو مسلمان ان کے پاس چلا جائے وہ اسے واپس نہ کریں ۴ اور اس پر کہ سال آئندہ مکہ شریف داخل ہوں اور وہاں تین دن قیام فرمائیں ۵ پھر جب حضور مکہ شریف لائے اور مدت گزر گئی

کیلئے بالغ ہیں ۔ ۵ پندرہ برس تک بچہ اس پر خرچ ہے اور بچے کی پرورش کا حق ماں کو ہے اگرچہ طلاق یافتہ ہو جب تک نکاح نہ کرے، پھر نانی کو یہ بھی نہ ہوں تو دادی کو یہ بھی نہ ہوں تو سگی بہن کو پھر خالہ پھر پھوپھی کو پرورش کا حق اس وقت تک ہے کہ بچہ خود کھانے پینے کے قابل ہو جائے لڑکے کیلئے سات سال اور لڑکی کیلئے حیض آنے تک اس کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے ۔ ۶ یعنی ۳ھ میں غزوہ احد ہوا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھرتی کے لیے پیش کیا گیا کہ میرا نام بھی غازیوں کی فہرست میں ہو اور [illegible] مجھے سپاہیانہ حیثیت سے غزوہ میں جانے کی اجازت ملے تو حضور نے انکار فرما دیا کہ ابھی یہ نابالغ بچے ہیں۔

۷ یعنی ۵ھ میں غزوہ خندق ہوا تب میری عمر پندرہ سال ہو چکی تھی تب میں اسلامی فوج میں بھرتی کیلئے پیش ہوا تو مجھے بھرتی کر لیا گیا ۔ ۸ خیال رہے کہ لڑکی کے بلوغ کی عمر کم از کم نو سال ہے اور زیادہ سے زیادہ پندرہ سال اور لڑکے کے بلوغ کی عمر کم از کم بارہ سال زیادہ سے زیادہ اٹھارہ سال ہے مگر ایک روایت میں اس کی انتہائی عمر پندرہ سال ہے فتویٰ اسی پر ہے یہ تو سن کے لحاظ سے بلوغ کا ذکر تھا، علامت بلوغ لڑکی کیلئے حیض یا حاملہ ہو جانا یا زیر ناف بال آ جانا یا احتلام ہے لڑکے کیلئے علامات بلوغ احتلام یا حاملہ کر دینا زیر ناف بال ہیں یہاں بلوغ کی انتہائی عمر کا ذکر ہے لہذا حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اس عمر سے پہلے لڑکا بالغ ہو سکتا ہی نہیں مطلب یہ ہے کہ اگر پندرہ سال کی عمر میں بھی کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو لڑکا بالغ مانا جائیگا (مرقات و اشعہ وغیرہ) ۱ حدیبیہ مکہ معظمہ کے قریب ایک کنوئیں کا نام ہے اس کنوئیں کی وجہ سے اس جنگل کا نام بھی حدیبیہ ہو گیا ہے، یہ مکہ سے ایک منزل کے قریب ہے جسے اب شمیسی کہتے ہیں یہ جگہ حرم شریف کی انتہا پر واقع ہے حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں داخل ہے کچھ حصہ حرم سے خارج، حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی نیت سے چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ تشریف لائے جب یہاں پہنچے تو کفار نے روک دیا آخر کار ان باتوں پر مسلمانوں اور کفار میں صلح ہوئی جس کا ذکر یہاں ہے اس کا واقعہ ان شاء اللہ کتاب الجہاد میں آئیگا ۔ ۲ یعنی اگر مشرکین مکہ میں سے کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ منورہ حضور کے پاس پہنچ جائے اور مشرکین اس کا مطالبہ کریں تو سرکار اسے روکیں نہیں بلکہ ان مشرکوں کے پاس بھیج دیں ۔ ۳ یعنی جو مسلمان مرتد ہو کر کفار مکہ کے پاس پہنچ جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے واپس بلانے کا حق نہ رکھیں، بظاہر یہ شرط بہت سخت معلوم ہوتی تھی مگر اس شرط نے سارے مکہ کو توڑ دیا اور آخر کار فتح مکہ ہو گئی یہ ہے حضور کی بے مثال سیاست ۔ ۴ یعنی اس سال بغیر عمرہ کئے مدینہ منورہ واپس ہو جائیں

۵ اور آئندہ عمرہ کیلئے مکہ معظمہ آئیں اور یہاں تین دن قیام کر کے واپس ہو جائیں۔

خرج فتبعته ابنة حمزة تنادي يا عم يا عم فتناولها علي فأخذ بيدها فاختصم فيها علي وزيد وجعفر قال علي أنا أخذتها وهي بنت عمي وقال جعفر بنت عمي وخالتها تحتي وقال زيد بنت أخي فقضى بها النبي صلى الله عليه وسلم لخالتها وقال الخالة بمنزلة الأم وقال لعلي أنت مني وأنا منك وقال لجعفر

تو وہاں سے روانہ ہوئے[1] تو حضرت حمزہ کی بیٹی آپ کے پیچھے ہولی چچا جان چچا جان کہتی ہوئی[2] تو اسے حضرت علی نے اٹھا لیا اس کا ہاتھ پکڑ لیا[3] اس بچی میں جناب علی، زید، جعفر جھگڑے[4] حضرت علی نے فرمایا کہ اسے میں نے لیا ہے وہ میری چچازاد ہے[5] اور حضرت جعفر بولے میری چچازاد ہے اس کی خالہ میرے پاس ہے[6] حضرت زید بولے میری بھتیجی ہے[7] تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ اس کی خالہ کے لیے کیا[8] اور فرمایا کہ خالہ ماں کی جگہ ہے[9] اور حضرت علی سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں[10] اور جناب جعفر سے فرمایا

[1] یعنی عمرہ کرکے تین دن مکہ معظمہ میں قیام فرما کر مدینہ منورہ واپس ہونے لگے۔ [2] اس بچی کا نام عمارہ تھا اسی کی وجہ سے جناب حمزہ کی کنیت ابو عمارہ تھی اگرچہ حضرت حمزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اس رشتہ سے یہ بچی حضور کی چچازاد بہن تھی مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حمزہ و زید ابن حارثہ تینوں نے بی بی ثویبہ کا دودھ پیا تھا اسی لیے جناب حمزہ کے رضاعی بھائی تھے نیز اہل عرب بزرگوں کو چچا کہہ کر پکارتے ہیں ان وجوہ سے اس بچی نے حضور کو چچا جان چچا جان کہہ کر پکارا مطلب یہ تھا کہ مجھے کہاں چھوڑے جاتے ہو میں بھی آپ کے ساتھ مدینہ چلوں گی۔ [3] اور اپنے ساتھ مدینہ منورہ لے آئے یہ مدینہ لے آنا اس شرط کے خلاف نہ تھا جو گزشتہ سال صلح کے وقت لگائی گئی تھی کیونکہ حضور نے اس بچی کو جبراً مسلمان نہ بنایا بلکہ یہ بچی قرابت وغیرہ وہ شرط مردوں کیلئے تھی کہ جو مرد مسلمان ہوکر مدینہ آجائے اسے واپس کیا جائے بچی تھی اسی لیے اہل مکہ نے تو اس بچی کیلئے جانے پر اعتراض کیا اور نہ اس کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ [4] یہ بچی باپ کے سایہ سے محروم ہوچکی تھی کہ جناب حمزہ آج سے پانچ سال پہلے غزوہ احد میں شہید ہوچکے تھے اس کی والدہ یا فوت ہوچکی تھیں یا مکہ معظمہ رہ گئی تھیں اس لیے اب اس کی پرورش کا سوال پیدا ہوا چنانچہ یہ مسئلہ درپیش آیا کہ ان بزرگوں میں سے ہر صاحب چاہتے تھے کہ اس بچی کی پرورش کی سعادت ہم کو میسر ہو جیسے حضرت مریم کی پرورش پر بنی اسرائیل میں جھگڑا ہوا تھا۔ [5] جناب علی نے اپنے استحقاق کے دو دلائل پیش فرمائے ایک یہ کہ یہ بچی میں نے اٹھائی ہے اور بچہ اٹھانے والا اس کی پرورش کا زیادہ حقدار ہوتا ہے دوسرے جناب حمزہ میرے چچا ہیں یہ میری چچازاد بہن ہے۔ [6] حضرت جعفر جو جناب علی کے بڑے بھائی ہیں آپ سے دس سال عمر میں زیادہ ہیں انہوں نے اپنے استحقاق کی دو دلیلیں بیان فرمائیں ایک یہ کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے کہ حمزہ ابن عبدالمطلب میرے چچا ہیں یعنی میرے والد ابوطالب کے بھائی دوسرے یہ کہ اس بچی کی خالہ اسماء بنت عمیس میری بیوی ہے اور خالہ کو بھانجی کی پرورش کا حق ہوتا ہے میں بھی حقدار ہوں میری بیوی بھی۔ [7] حضرت زید ابن حارثہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بظاہر آزاد کردہ تھے جو حضرت حمزہ کے رضاعی بھائی بھی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب حمزہ کو عقد مواخات کے موقعہ پر حضرت زید کا بھائی بنایا تھا اس دینی بھائی ہونے کی وجہ سے یہ بھی مستحق پرورش تھے (مرقات و اشعہ)۔ [8] یعنی حضرت جعفر ابن ابی طالب کو حق پرورش دیا کیونکہ بچی کی خالہ ان کی زوجہ تھیں وہ انہیں دی گئی اسی بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ ماں نانی کے بعد خالہ کو بچے کی پرورش کا حق ہے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ [9] یہ سب کی تسلی فرمانے کیلئے فرمایا۔ [10] یعنی تم میں مجھ میں انتہائی اتحاد و یگانگت ہے تم اس بچی کے نہ ملنے پر ملول نہ ہو تم کو میرا قرب حقیقی حاصل ہے میں نے تمہارے گھر میں پرورش پائی تم نے میرے گھر اور میری گود میں تربیت پائی میں خاتم الانبیاء تم خاتم الخلفاء میں مصدر نبوت تم منبع ولایت گویا ہم تم ایک ہی ہیں

أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي وَقَالَ لِزَيْدٍ أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

الْفَصْلُ الثَّانِي

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنِي هٰذَا كَانَ بَطْنِي لَهُ وِعَاءً وَثَدْيِي لَهُ سِقَاءً وَحِجْرِي لَهُ حِوَاءً وَإِنَّ أَبَاهُ طَلَّقَنِي وَأَرَادَ أَنْ يَنْتَزِعَهُ مِنِّي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ مَا لَمْ تَنْكِحِي رَوَاهُ أَحْمَدُ

تم میری ہم صورت ہم سیرت ہو۵ اور حضرت زید سے فرمایا تم ہمارے بھائی ہمارے پیارے ہو۶ (مسلم، بخاری) دوسری فصل

روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا عبداللہ ابن عمرو سے راوی کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ میرا بچہ ہے کہ میرا پیٹ اس کا برتن تھا اور میرے پستان اس کے مشکیزے تھے۷ اور میری گود اس کی آرام گاہ تھی۸ اور اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی اور اسے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی مستحق تو ہے جب تک نکاح نہ کرے۹ (احمد)۱۰

پہچان مقصد ہے کمالات حضرت علی کی انتہائی عظمت بتانا ہے۔

۵ یعنی اے جعفر تم کو اس بچی کے ملنے پر خوشی ہوئی بڑی خوشی ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں بڑی نعمت بخشی ہے کہ تم صورت و سیرت میں میرے مشابہ ہو میری ہم شکل و ہم مناسبت اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ ۶ یعنی تم بھی اس بچی کے نہ ملنے پر رنجیدہ نہ ہو تم ہمارے اسلامی بھائی ہو ہمارے پیارے ہو خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی مسلمان کو اپنا بھائی فرما دیں یہ ان کا کرم ہے مگر کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ اپنے کو حضور کا بھائی کہے یا بھائی کہہ کر پکارے۔ اس حدیث کی بنا پر امام مالک نے فرمایا کہ بچہ کی خالہ اس کی نانی سے زیادہ پرورش کی حقدار ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالہ کو ماں قرار دیا ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ فرمایا خالہ ماں ہے مگر یہ استدلال کچھ کمزور سا ہے خالہ کو ماں سے تشبیہ دینا حق پرورش کیلئے ہے نانی پر ترجیح اس سے ثابت نہیں ہوتی نانی تو احکام شرعیہ میں بھی ماں کی طرح ہے اسی لیے وہ ماں کی سی میراث یعنی چھٹا حصہ لیتی ہے (مرقات)۔ ۷ یعنی نو مہینہ اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اسے اپنے پستان چوسائے دودھ پلایا۔ ۸ حواء حاء کے کسرہ سے بمعنی خیمہ جو جنگل میں عارضی قیام کیلئے لگایا جائے چونکہ ماں کی گود بچہ کا عارضی مقام ہے اسلئے اسے خیمہ سے تشبیہ دی یہ بی بی بڑی فصیح تھیں۔ ۹ یہ بچہ بہت چھوٹا تھا جس میں عقل و شعور و تمیز نہ تھی اسلئے اسے اختیار نہ دیا گیا بلکہ ماں کو مرحمت ہوا اگلی آنے والی حدیث میں بچہ سمجھدار تھا اسلئے اسے اختیار دیا گیا لہذا احادیث میں تعارض نہیں حالات کے اختلاف سے احکام مختلف ہو جاتے ہیں اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ چھوٹے بچے کی پرورش کی مستحق ماں ہے، دوسرے یہ کہ اگر ماں بچے کے اجنبی شخص سے نکاح کرے تو اس کا یہ استحقاق جاتا رہے گا پھر بچہ باپ کو ملے گا ہاں اگر اس نے بچے کے چچا وغیرہ ذی رحم سے نکاح کیا تو اس کا حق پرورش باقی رہے گا دیکھو کتب فقہ۔ ۱۰ یہ حدیث حاکم نے بھی نقل فرمائی اور اسے صحیح کہا خیال رہے کہ یہ عمرو ابن شعیب ابن محمد ابن عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ہیں اگر جدہ سے مراد محمد ہیں تو حدیث مرسل ہوتی ہے اور اگر جدہ سے مراد عبداللہ ابن عمرو ہیں تو حدیث متصل کیونکہ محمد تابعی ہیں اور عبداللہ ابن عمرو صحابی اسی لیے جہاں فقط جدہ ہوتا ہے وہاں ارسال و اتصال دونوں کا احتمال ہوتا ہے یہاں چونکہ عبداللہ کی تصریح ہے لہذا حدیث متصل ہے یہ حدیث احناف کی قوی دلیل ہے کہ چھوٹے بچے کی پرورش ماں کا حق ہے چنانچہ موطا امام مالک اور عبدالرزاق و بیہقی میں ہے کہ حضرت عمر نے اپنی ایک انصاری بیوی کو طلاق دے دی ان کے بطن سے ایک بچہ عاصم تھا حضرت عمر نے اسے لینا چاہا نانی نے انکار کیا مقدمہ بارگاہ صدیقی میں پیش ہوا تو آپ نے نانی کے حق میں فیصلہ فرمایا۔

وَاَبُوْدَاؤدَ ؞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرَ غُلَامًا بَيْنَ اَبِيْهِ وَاُمِّهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ؞ وَعَنْهُ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ زَوْجِيْ يُرِيْدُ اَنْ يَّذْهَبَ بِابْنِيْ وَقَدْ سَقَانِيْ وَنَفَعَنِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَبُوْكَ وَهٰذِهٖ اُمُّكَ فَخُذْ بِيَدِ اَيِّهِمَا شِئْتَ فَاَخَذَ بِيَدِ اُمِّهٖ فَانْطَلَقَتْ بِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ ؞ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ؞ عَنْ هِلَالِ بْنِ اُسَامَةَ عَنْ اَبِيْ مَيْمُوْنَةَ سُلَيْمَانَ مَوْلٰى لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ بَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ مَعَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ جَاءَتْهُ امْرَاَةٌ

(ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکے کو[1] اس کے ماں باپ کے درمیان اختیار دیا[2] (ترمذی) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی بولی کہ میرا خاوند[3] میرے بچے کو لے جانا چاہتا ہے، یہ بچہ مجھے پانی پلاتا ہے مجھے نفع پہنچاتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے ان میں سے جس کا چاہے ہاتھ پکڑ لے تو بچے نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا وہ لے کے گئی[4] (ابوداؤد، نسائی، دارمی) تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت ہلال ابن اسامہ سے[5] وہ ابومیمونہ سلیمان سے راوی جو اہل مدینہ کے مولیٰ ہیں، فرماتے ہیں کہ اس حال میں کہ میں حضرت ابوہریرہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک عورت

بچہ کچھ دن رہا اسے لیتے ہوئے حضرت عمر نے اٹھا لیا، یہ حدیث بہت طریقوں سے منقول ہے۔

[1] لڑکے سے مراد بالغ ہونے کے قریب لڑکا ہے اسے غلام فرمایا گیا ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے وَاٰتُوا الْیَتٰمٰی اَمْوَالَھُمْ یا ہوش مند سمجھدار بچہ مراد ہے (مرقات)[2] یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے ان کے ہاں سمجھدار بچے کو اختیار دیا جاتا ہے ہمارے ہاں سات سال کا سمجھدار بچہ باپ کو دے دیا جائے گا کیونکہ اب اس کی تربیت و تعلیم کا زمانہ ہے یہ کام باپ ہی کرسکتا ہے ہماری دلیل وہ حدیث ہے کہ اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہوجائیں، باپ نماز کا حکم دے سکتا ہے جب بچہ اس کی پرورش میں ہو ہمارے ہاں یہ حکم خصوصی ہے یا منسوخ ہے[3] یہاں خاوند مجازی معنی میں ہے یعنی جو میرا خاوند تھا ورنہ اب تو یہ عورت مطلقہ ہوچکی تھی[4] اس کی تحقیق ابھی ہوچکی کہ یہ حدیث امام شافعی و احمد کی دلیل ہے کہ ہوش مند بچہ کو ان کے ہاں اختیار ہے ماں باپ میں سے جس کے پاس چاہے رہے ہمارے ہاں نہیں بلکہ چھوٹا بچہ جو محتاج پرورش ہو ماں کو دیا جائے گا۔ سمجھدار بچہ جو عمر پرورش سے نکل چکا ہو اور تعلیم و تربیت کا حاجت مند ہو باپ کو دیا جائے گا کیونکہ پرورش ماں اچھی کرتی ہے تربیت باپ، یہ حدیث یا منسوخ ہے اس حدیث سے جو ابھی مذکور ہوئی یا یہ خصوصی حکم ہے بہرحال امام اعظم کا قول قوی ہے۔[5] ہلال ابن اسامہ تبع تابعین ہیں ثقہ ہیں اور ابومیمونہ تابعی ہیں ان کے نام میں اختلاف ہے یا سلمان ہے بغیر ی کے یا سلیمان ہے ی کے ساتھ یا سلیم ہے یا سلمہ یا اسامہ، صاحب مشکوٰۃ کے نزدیک سلیمان ہے ی سے، خیال رہے کہ ہلال کے والد کا نام علی ابن اسامہ ہے تو اسامہ ہلال کے دادا ہیں یہاں دادا کی طرف منسوب ہیں قبیلہ بنی فہر سے ہیں (مرقات وغیرہ)۔

فَارِسِيَّةٌ مَعَهَا ابْنٌ لَهَا وَقَدْ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فَادَّعَيَاهُ فَرَطَنَتْ لَهُ تَقُوْلُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ زَوْجِيْ يُرِيْدُ اَنْ يَّذْهَبَ بِابْنِيْ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اِسْتَهِمَا عَلَيْهِ وَرَطَنَ لَهَا بِذٰلِكَ فَجَاءَ زَوْجُهَا وَقَالَ مَنْ يُّحَاقُّنِيْ فِيْ اِبْنِيْ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ لَا اَقُوْلُ هٰذَا اِلَّا اَنِّيْ كُنْتُ قَاعِدًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَتْهُ امْرَاَةٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ زَوْجِيْ يُرِيْدُ اَنْ يَّذْهَبَ بِابْنِيْ وَقَدْ نَفَعَنِيْ وَسَقَانِيْ مِنْ بِئْرِ اَبِيْ عِنَبَةَ وَعِنْدَ النَّسَائِيِّ مِنْ عَذْبِ الْمَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَهِمَا عَلَيْهِ فَقَالَ زَوْجُهَا مَنْ يُّحَاقُّنِيْ فِيْ وَلَدِيْ

فارسی اسکے پاس آئی جس کے ساتھ اس کا بچہ تھا اور اُسے اسکے خاوند نے طلاق دیدی تھی ان دونوں نے بچے کا دعویٰ کیا عورت نے فارسی میں کلام کیا[1] بولی اے ابوہریرہ میرا خاوند چاہتا ہے کہ میرے بچے کو لیجائے، تو ابوہریرہ نے فرمایا اس پر قرعہ ڈال لو آپ نے فارسی میں یہ فرمایا[2] پھر اُس کا خاوند آیا بولا کہ میرے بچہ میں مجھ سے کون جھگڑ سکتا ہے[3] تو ابوہریرہ نے فرمایا الٰہی میں نہیں کہتا تھا مگر اس لیے[4] کہ میں بیٹھا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، کہ آپ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی، بولی یا رسول اللہ میرا خاوند چاہتا ہے کہ میرے بچہ کو لیجائے[5]، حالانکہ یہ بچہ مجھے آرام پہنچاتا ہے، مجھے ابوعنبہ کے کنوئیں سے پانی پلا دیتا ہے[6] اور نسائی کے ہاں کہ میٹھا پانی پلاتا ہے[7] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر تم دونوں قرعہ ڈال لو، تو خاوند بولا کہ میرے بچے کے متعلق مجھ سے کون جھگڑ سکتا ہے[8]

[1] رطنت رطانۃ سے بنا ہے بمعنی وہ کلام کرنا جو عام طور پر سمجھا نہ جاسکے یعنی غیر ملکی زبان میں گفتگو، اسی لیے عرب لوگ عجمی بول چال کو رطانہ کہتے ہیں یہاں فارسی گفتگو مراد ہے کہ عرب کیلئے وہ غیر ملکی زبان ہے، غالب یہ ہے کہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے یہ عورت مدینہ پاک میں رہتی تھی مگر گفتگو فارسی میں کرتی تھی یا عربی فارسی ملی جلی بولتی تھی۔ [2] ظاہر یہ ہے کہ رطن کا فاعل جناب ابوہریرہ ہیں مدینہ منورہ میں فارسی لوگوں کے آنے جانے کی وجہ سے صحابہ کرام فارسی سمجھ بھی لیتے تھے اور کچھ بول بھی لیتے تھے جیسے آج وہاں کے باشندے عموماً اردو بولتے سمجھتے ہیں بعض نے فرمایا کہ درمیان میں ترجمان تھا رطن کا فاعل وہ ترجمان ہے۔ [3] یعنی اس کے خاوند کو معلوم ہوا تو جواب دینے کے لیے وہ حضرت ابوہریرہ کے پاس آیا جبکہ آپکی بیوی وہاں موجود تھی اس کا کہنا یہ تھا کہ قرعہ ڈالنے کی کیا ضرورت ہے بچہ باپ کا ہوتا ہے کہ اس سے نسب چلتا ہے لہذا میں ہی اس کا مستحق ہوں۔ [4] آپ کا اللّٰھم فرمانا بطور تعجب تھا کہ وہ جانتے ہیں یا ایک طرح کی قسم تھی یعنی خدایا تو گواہ ہے میں تیری قسم کھاتا ہوں۔ [5] یعنی آج کا یہ واقعہ بالکل اسی واقعہ کی مثل ہے جو بارگاہ رسالت میں پیش ہوا تھا وہی صورت ہے وہی نوعیت۔ [6] بئر بفتح باء عنبہ کسرہ و تا کے زبر سے کوئی خاص کنواں تھا مدینہ منورہ میں جس کا پانی بہت اچھا تھا اب وہ کنواں نہیں مقصد یہ ہے کہ اگر یہ بچہ میرے پاس نہ رہا تو مجھے کوئی پانی لاکر دینے والا بھی نہیں رہے گا مجھے اس بچہ کی سخت ضرورت ہے۔ [7] عذب الماء میں صفت اپنے موصوف کی طرف مضاف ہے، اصل میں ماءً عذباً تھا۔ [8] یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر ناراضی نہیں بلکہ اپنی مطلقہ بیوی پر ناراضی ہے لہذا اس شخص کو اس عرض معروض پر کافر یا مجرم نہیں کہہ سکتے مقدمہ پیش کرنے والے ایسے دلائل بیان کیا ہی کرتے ہیں۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَبُوْكَ وَهٰذِهٖ اُمُّكَ فَخُذْ بِيَدِ اَيِّهِمَا شِئْتَ فَاَخَذَ بِيَدِ اُمِّهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ لٰكِنَّهٗ ذَكَرَ الْمُسْنَدَ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ هِلَالِ بْنِ اُسَامَةَ

كِتَابُ الْعِتْقِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُسْلِمَةً اَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنَ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تیرا باپ ہے[1] اور یہ تیری ماں ہے[2] تو ان میں سے جس کا چاہے ہاتھ پکڑ لے[3] اس نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا[4] (ابوداؤد، نسائی) لیکن نسائی نے مسند کا ذکر کیا[5] اور دارمی نے ہلال ابن اسامہ سے روایت کی۔ آزادی کا بیان[6] پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے[7] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان گردن کو آزاد کرے[8] تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر عضو کے عوض اس کا عضو آگ سے

۱؎ بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو اختیار دینے سے پہلے دعا فرمائی کہ الٰہی اسے ہدایت دے پھر اس کو اختیار دیا کہ جس کے پاس رہنا چاہے رہے۔ ابوداؤد میں کتاب الطلاق میں اور نسائی نے کتاب الفرائض میں عبدالحمید ابن جعفر سے یہ روایت کی کہ میرے دادا مسلمان ہوگئے اور دادی نے اسلام سے انکار کر دیا تب اس بچہ کا مقدمہ پیش ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ کو ایک طرف بٹھایا ماں کو دوسری طرف بچہ کو درمیان میں پھر دعا کی الٰہی اس بچہ کو توفیق دے کہ اپنے باپ کو اختیار کرے پھر فرمایا کہ دونوں میں سے جس کو چاہو اختیار کرو تو بچہ نے باپ کو اختیار کیا وہ بچہ غالباً سمجھدار تھا اور اسلام ظاہر تھا مگر یہ واقعہ دوسرا ہے یہ بچہ بالغ تھا کیونکہ ایک ہی بار اور چھوٹے بچے کو کہیں اختیار نہیں دیا جاتا صحابہ کرام نے بچہ کو اختیار دینا دوسرے واقعہ سے ثابت کیا ہے اور نقدم کہاں سے ہے کہ یہاں سے آگے ہر ایک معنے ظاہر ہیں۔ چنانچہ کعبہ کے گھر کو بیت العتیق کہتے ہیں یعنی پرانا گھر عتیق کہا جاتا ہے اسی لیے بیت اللہ کو بیت العتیق کہتے ہیں اور صدیق اکبر کا لقب عتیق ہے یعنی آگ سے آزاد یا عتیق کے معنے جمال ہیں اس کا معنے ہیں اصل والا اب اس کا استعمال چند معنے میں ہوتا ہے کرم، جمال، شرافت، آزادی و حریت، مگر یہ سب ہی نقدم کے ساتھ ہیں یہاں حریت یعنی آزاد کرنے کے معنے میں ہے، غلام حکمًا مردہ ہوتا ہے کہ وہ کفر کا اثر ہے اور کفر گویا موت ہے قرآن کریم میں کافر کو مردہ فرمایا گیا ہے، اسی لیے غلام نہ اپنا نکاح خود کر سکتا ہے نہ اپنی اولاد کا ولی ہو سکتا ہے نہ مال میں تصرف کر سکتا ہے نہ قاضی یا گواہ بن سکتا ہے، اس پر نماز جمعہ، عیدین، حج، جہاد وغیرہ واجب نہیں گویا بالکل مردہ ہے آزاد کرنا گویا مردہ کو زندہ کرنا ہے، اسی لیے اعتاق کے بہت فضائل ہیں غلام آزاد کرنا عمومًا مستحب ہے مگر کبھی واجب بھی ہو جاتا ہے جیسے کفارات میں کبھی ممنوع بھی جبکہ غلام مرتد ہو کر دارالحرب بھاگ جانے کا خطرہ ہو، اعتاق کی شرط یہ ہے کہ آزاد کرنے والا خود آزاد ہو بالغ ہو غلام کا مالک ہو عتق یعنی آزادی اختیاری بھی ہوتی ہے غیر اختیاری بھی چنانچہ جو شخص ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ خود بخود آزاد ہو جائے گا۔ ۲؎ مسلمان کی قید لگانے سے معلوم ہوا کہ مسلمان غلام کا آزاد کرنا بہتر ہے اس کا ثواب زیادہ ہے پھر متقی پرہیزگار غلام کا آزاد کرنا افضل، حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد فرما کر دنیا میں وہ مرتبہ پایا کہ جس کی شہرت ہو گئی اسی آزادی کے فضائل بیان فرمائے ہیں جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر نے بلال کو آزاد فرما کر مجھ پر احسان کیا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ سستے مسلمان غلام کو آزاد کرنے سے قیمتی کافر غلام کا آزاد کرنا افضل ہے، یہ حدیث ان کے خلاف ہے۔ شکر جس قدر آزادی بخشے والا غلام افضل ہوگا اسی قدر آزاد کرنے والے کا اجر زیادہ ہوگا۔ اسی لیے اولاد اسماعیل کے غلام کو آزاد کرنے کے بڑے فضائل ہیں یہاں مرقات نے بہت اچھی بحث فرمائی۔

النَّارِ حَتّٰى فَرْجَهٗ بِفَرْجِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَىُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَجِهَادٌ فِىْ سَبِيْلِهٖ قَالَ قُلْتُ فَاَىُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ
قَالَ اَغْلَاهَا ثَمَنًا وَّاَنْفَسُهَا عِنْدَ اَهْلِهَا قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ قَالَ تُعِيْنُ صَانِعًا اَوْ تَصْنَعُ
لِاَخْرَقَ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ قَالَ تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ بِهَا عَلٰى نَفْسِكَ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِىٌّ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى

آزاد فرمائے گا حتی کہ شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا عمل اچھا ہے؟ فرمایا اللہ پر ایمان لانا، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا فرماتے ہیں میں نے عرض کیا کونسی گردن افضل ہے؟ فرمایا زیادہ قیمتی اور مالک کے نزدیک نفیس میں نے عرض کیا، کہ اگر میں یہ نہ کرسکوں، فرمایا کام والے کی مدد یا بیکار کا کام کردو میں نے عرض کیا، اگر میں یہ بھی نہ کرسکوں، تو فرمایا کہ لوگوں کو اپنی شر سے بچائے رکھو کہ یہ بھی صدقہ ہے جو تو اپنے نفس پر صدقہ کرتا ہے (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں، کہ ایک بدوی نبی کریم صلی اللہ

۱۲ یعنی ہر عضو آزاد کرنے والے کے اعضاء کا فدیہ بن جائیگا جیسے قربانی یا عقیقہ کے جانور کے اعضاء دینے والے کے اعضاء کا فدیہ ہو جاتے ہیں، اسی لیے عقیقہ پر پڑھا جاتا ہے دمها بدمه ولحمها بلحمه وشعرها بشعره، بہر حال غلام آزاد کرنا بہتری عمل ہے جبکہ رضائے الٰہی کیلئے ہو۔ ۱۳ شرمگاہ کا ذکر خصوصیت سے اسلیے فرمایا کہ تمام اعضاء میں خبیث عضو یہ ہے کہ زنا بازی کا عمل ہے زیادہ گناہ اسی سے ہوتے ہیں جبکہ یہ عضو بھی دوزخ سے آزاد ہوگیا تو باقی اعضاء بدرجہ اولیٰ آزاد ہوں گے اس حدیث کی بنا پر بعض حضرات کہتے ہیں کہ خصی یا ناقص غلام کو آزاد کرنا بہتر نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ مرد تو مرد کو آزاد کرے اور عورت عورت کو جیسا کہ ابوداؤد ابن حبان کی بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے یہ حدیث مختلف عبارتوں سے بہت اسنادوں سے بہت محدثین نے نقل فرمائی۔ ۱۴ یہ حدیث تمام کتب صحاح میں اور جامع صغیر طبرانی وغیرہ میں مختلف صحابہ سے موقوفًا و مرفوعًا منقول ہے اسکی تفصیل یہاں مرقات میں ملاحظہ کیجئے۔ ۱۵ یعنی دل دماغ جسم وغیرہ ظاہری باطنی اعضاء کے اعمال صالحہ میں سے کونسا عمل افضل ہے اسی لیے سرکار نے جواب میں دلی عمل یعنے ایمان کا ذکر بھی فرمایا۔ ۱۶ ایمان وہ افضل ہے جس پر خاتمہ نصیب ہو جائے ورنہ محض بیکار ہے جیسے ابلیس کا برباد شدہ ایمان اور جہاد میں کفار سے جہاد بھی شامل ہے اور مجاہدات ریاضات بھی داخل ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا اور فرماتا ہے والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا ۱۷ اس حدیث کی بنا پر امام مالک فرماتے ہیں کہ قیمتی غلام آزاد کرنا افضل ہے اگرچہ کافر ہی ہو مگر حق یہ ہے کہ یہاں مومن قیمتی [illegible] غلام مراد ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث سے معلوم ہوا۔ [illegible] یعنی جو شخص کاروبار [illegible] کی کمائی [illegible] کافی نہ ہو [illegible] اسکی بھی مدد کرو [illegible] بیکار کو کام [illegible] بعض نسخوں میں [illegible] اسے [illegible] تو اپنے [illegible] لازم ہے شعر

چند اشت ستم گر کہ ستم بر ما کرد ☆ بر گردن او بماند و بر ما بگذشت

الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلِّمْنِي عَمَلًا يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ قَالَ لَئِنْ كُنْتَ أَقْصَرْتَ الْخُطْبَةَ لَقَدْ أَعْرَضْتَ الْمَسْأَلَةَ أَعْتِقِ النَّسَمَةَ وَفُكَّ الرَّقَبَةَ قَالَ أَوَلَيْسَا وَاحِدًا قَالَ لَا عِتْقُ النَّسَمَةِ أَنْ تَفَرَّدَ بِعِتْقِهَا وَفَكُّ الرَّقَبَةِ أَنْ تُعِيْنَ فِي ثَمَنِهَا وَالْمِنْحَةُ الْوَكُوْفُ وَالْفَيْءُ عَلٰى ذِي الرَّحِمِ الظَّالِمِ فَإِنْ لَّمْ تُطِقْ ذٰلِكَ فَأَطْعِمِ الْجَائِعَ وَاسْقِ الظَّمْآنَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ

علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، بولا مجھے ایسا عمل سکھا دیجئے جو مجھے جنت میں پہنچا دے۱ فرمایا اگرچہ تو نے کلام مختصر کیا ہے مگر سوال وسیع کیا۲ غلام آزاد کر، اور گردن چھوڑا دے۳ وہ بولا کیا یہ دونوں ایک نہیں۴ فرمایا نہیں، غلام آزاد کرنا یہ ہے کہ تو اسکی آزادی میں اکیلا ہو، اور گردن چھوڑانا یہ ہے کہ تو اسکی قیمت میں مدد کرے۵ اور کچھ دودھ خیرات کرے۶ اور ظالم قرابتدار پر رجوع کرے۷ پس اگر تو اس کی طاقت نہ رکھے تو بھوکے کو کھانا کھلا اور پیاسے کو پانی پلا، اور بھلائی کا حکم کر

۱ یعنی اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھے اولاً ہی جنت میں پہنچا دے دوزخ کی سزا دے کر نہ پہنچائے یہ اسناد مجازی ہے حقیقی و عمل جنت میں اصل داخلہ کا سبب ہو اس سے معلوم ہوا کہ اسناد مجازی جائز ہے لہٰذا یہ کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ سے بچاتے ہیں جنت میں پہنچاتے ہیں جب نیک عمل جنت میں پہنچا سکتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اس عمل کے بھی اصل ہیں ضرور پہنچا سکتے ہیں۔ ۲ یا تو لئن بمعنی ولئن ہے بمعنی اگرچہ، جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں اختیار کیا، یا لام قسم کا ہے اور ان شرطیہ، اس صورت میں لقد جواب قسم ہوگا جزاء شرط کی محذوف، پہلی صورت میں ترجمہ عبارت کے وہ معنی ہیں جو ہم نے عرض کئے اور دوسری صورت میں معنی یہ ہیں قسم ہے کہ اگر تو نے کلام چھوٹا کیا ہے تو مسئلہ بڑا پیش کیا ہے حضور نے سائل کی تعریف فرمائی کہ تو کلام چھوٹا کرتا ہے چیز بڑی مانگتا ہے جنتی ہو جانا معمولی بات نہیں، یہاں خطبہ بمعنی بات ہے۔ ۳ یہ اس کی عرض و معروض کا جواب اور اس کا اصل جواب ہے، نسمہ ق دس کے فتحہ سے بمعنی روح و جان اور نفس و ذات کو بھی کہتے ہیں یعنی روح والی ذات یہاں یہی معنی ہیں اس سے مراد غلام یا لونڈی ہے یوں ہی رقبہ اگرچہ گردن کو کہتے ہیں مگر مراد ہے گردن والا یعنی انسان۔ ۴ یعنی حضور نے فرمایا وفك الرقبة، اور ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ عتق اور چیز ہے فک اور چیز مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی ہیں کیونکہ دونوں کے معنی ہیں یعنی غلام آزاد کرنا یعنی گردن چھڑانا۔ ۵ سبحان اللہ یہ ہے اس سید الکونین افصح العرب کی فصاحت و بلاغت کہ عتق سے مراد ہے آزاد کرنا آزادی میں اکیلا ہو کر اور فک سے مراد ہے مدد کرنا لہٰذا اسکے معنی ہوئے چھڑانا غلام آزاد کرنا اور فک کے معنی ہیں پھنسی گردن چھڑانا یعنی کسی اور کا غلام ہے اس نے اسے مکاتب کر دیا ہے یہ مال ادا کرنے پر قادر نہیں یعنی اس کی گردن پھنسی ہے تو اس کی کل یا بعض قیمت ادا کر کے آزاد کرا دے۔ ۶ منحہ میم کے کسرہ نون کے جزم سے بمعنی عطیہ، اب اس دودھ والے جانور کو منحہ کہتے ہیں جو کسی کو دودھ پینے کے لیے عاریۃً دیا جائے اونٹنی یا بکری گائے وغیرہ وکوف وکف سے ہے بمعنی قطرے ٹپکنا، کہا جاتا ہے وکف السقف بارش میں چھت ٹپکی اس سے مراد بہت دودھ دینے والی اونٹنی بکری وغیرہ ہے جس کا دودھ ٹپکتا ہو زیادتی کی وجہ سے، یہ عبارت مبتدا ہے اس کی خبر پوشیدہ یعنی بہت دودھ والے جانور کا عاریۃً دے دینا بھی بہت ہی اچھا عمل ہے جنت میں پہنچانے والا، یا المنحۃ منصوب ہے فعل پوشیدہ کا مفعول۔ ۷ یعنی تیرا عزیز قرابتدار اگر تجھ پر ظلم کرے مگر تو اس پر مہربانی سے رجوع کرے یہ بھی جنتی ہونے کا عمل ہے رشتہ دار یا تیرا عزیز قرابتدار دوسروں پر ظلم کرے تو تو اس کی قرابت محبت واپس کرلے اس سے تعلق توڑ دے تاکہ وہ اس حرکت سے توبہ کرے یعنی قرابتداری کی وجہ سے اس کی حمایت نہ کر (مرقات)۔

وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَإِنْ لَّمْ تُطِقْ ذٰلِكَ فَكُفَّ لِسَانَكَ إِلَّا مِنْ خَيْرٍ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ ۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا لِيُذْكَرَ اللّٰهُ فِيهِ بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ أَعْتَقَ نَفْسًا مُسْلِمَةً كَانَتْ فِدْيَتَهُ مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ الْعَرِيفِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ أَتَيْنَا وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ فَقُلْنَا حَدِّثْنَا حَدِيثًا

اور برائی سے منع کرو ۱؎ اگر تو اس کی بھی طاقت نہ رکھے تو اپنی زبان کی حفاظت کر سوائے بھلائی کے ۲؎ (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت عمرو ابن عبسہ سے ۳؎ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس لیے مسجد بنائے کہ اس میں اللہ کا ذکر کیا جائے تو اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائیگا ۴؎ اور جو مسلمان نفس کو آزاد کرے تو وہ اس کا دوزخ سے فدیہ ہوگا ۵؎ اور جو اللہ کی راہ میں بوڑھا ہو ۶؎ تو اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا ۷؎ (شرح السنہ)۸؎ فصل تیسری روایت ہے حضرت عریف ابن دیلمی سے ۹؎ فرماتے ہیں کہ ہم واثلہ ابن اسقع کے پاس گئے ۱۰؎ ہم نے عرض کیا کہ ہم کو وہ حدیث سنا دیجئے

۱؎ یعنی لوگوں پر ظاہری و باطنی احسان کر کیونکہ پانی پلانا ظاہری احسان ہے جس سے جسم کی پرورش ہے اور برائی سے روکنا بھلائی کا حکم دینا باطنی احسان جس سے دل و دماغ کی پرورش ہے۔ ۲؎ اس طرح کہ زبان سے بری بات جھوٹ غیبت گالی وغیرہ نہ نکالو یہاں خیر شر کا مقابل ہے لہذا اس خیر میں جائز و مباح کلام بھی داخل ہے علماء فرماتے ہیں کہ بہتر و افضل یہ ہے کہ کثرت سکوت، لازم البیوت، قناعت بالقوت، الی ان یموت یعنی ہر وقت خاموشی اکثر گھر میں رہنا تھوڑے پر قناعت کرنا۔ ۳؎ آپ کی کنیت ابو نجیح ہے سلمی ہیں چوتھے مسلمان ہیں آپ کے فضائل بیان کئے جا چکے ہیں۔ ۴؎ مسجد چھوٹی بنائے یا بڑی اکیلا بنائے یا اوروں کے ساتھ مل کر اگر نیت میں اخلاص ہے تو ان شاء اللہ بڑا ثواب ہے اس سے وقف مسجد مراد ہے نہ کہ گھر کی مسجد جو گھر میں ایک گوشہ نماز کے لیے مخصوص کر لیا جاتا ہے۔ ۵؎ کہ اللہ اس آزاد کرنے کے سبب اسے دوزخ سے نجات دیگا یہ لازم نہیں کہ اس آزاد کردہ غلام کو عوض دوزخ ہی میں بھیجے، فدیہ سے یہ مراد نہیں۔ ۶؎ اس طرح کہ اپنی ساری زندگی اسلام میں جہاد میں گزار دے یا طلب علم میں گزار دے، فی سبیل اللہ بہت عام ہے معلوم ہوا کہ پرانا مسلمان نو مسلم سے اس معاملہ میں افضل ہے۔ ۷؎ اس طرح کہ اس کا نشان قیامت کے دن نورانی ہوگا اور وہاں کی تاریکیوں سے نجات پائیگا کیونکہ دنیا میں بچ کر معصیت کی تاریکیوں میں نہیں پھنسا۔ ۸؎ خیال رہے کہ یہ حدیث مجموعی طور پر بروایت عمرو ابن عبسہ صرف شرح سنہ میں ہی ہے مگر متفرق طور پر مختلف راویوں سے مسلم بخاری، ترمذی، احمد، ابن ماجہ، طبرانی، جامع صغیر وغیرہ میں ہے لہذا صاحب مشکوۃ کا صرف شرح سنہ کا حوالہ دینا مجموعی حدیث کے لحاظ سے ہے۔ ۹؎ آپ کا لقب عریف ابن عیاش ابن فیروز دیلمی ہے نام عبداللہ ہے تابعین میں سے ہیں ثقہ و مقبول الحدیث ہیں۔ ۱۰؎ آپ مشہور صحابی ہیں واثلہ ابن اسقع لیثی اس وقت ایمان لائے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کی تیاری کر رہے تھے آپ اہل صفہ میں سے ہیں تین سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی بصرہ میں رہے آخر عمر میں دمشق سے تین میل دور قریہ بلاط میں رہے پھر بیت المقدس میں انتقال فرمایا پورے سو سال عمر پائی۔

لَیْسَ فِیْہِ زِیَادَۃٌ وَّلَا نُقْصَانٌ فَغَضِبَ وَقَالَ اِنَّ اَحَدَکُمْ لَیَقْرَأُ وَمُصْحَفُہٗ مُعَلَّقٌ فِیْ بَیْتِہٖ فَیَزِیْدُ وَیَنْقُصُ فَقُلْنَا اِنَّمَا اَرَدْنَا حَدِیْثًا سَمِعْتَہٗ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ صَاحِبٍ لَّنَا اَوْجَبَ یَعْنِی النَّارَ بِالْقَتْلِ فَقَالَ اَعْتِقُوْا عَنْہُ یُعْتِقِ اللّٰہُ بِکُلِّ عُضْوٍ مِّنْہُ عُضْوًا مِّنْہُ مِنَ النَّارِ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَعَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّدَقَۃِ الشَّفَاعَۃُ

جس میں کمی بیشی نہ ہو، تو وہ ناراض ہو گئے، اور فرمایا، تم میں سے کوئی تلاوت کرتا ہے اور اُس کا قرآن اُس کے گھر میں لٹکا ہوتا ہے تو کیا وہ کمی بیشی کر دیتا ہے [1] ہم بولے کہ ہمارا مطلب تو یہ ہے کہ وہ حدیث سُنائیے جو آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہو [2] تو فرمانے لگے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک ساتھی کے معاملے میں حاضر ہوئے جس نے قتل کر کے اپنے لئے دوزخ واجب کر لی تھی [3] تو فرمایا اُس کی طرف سے غلام آزاد کرو، اللہ اُس کے ہر عضو کے عوض اس کا عضو آگ سے آزاد کر دے گا [4] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین صدقہ سفارش ہے۔

[1] مقصد یہ ہے کہ بالکل غلطی نہ ہونا طاقت انسانی سے باہر ہے، دیکھو باوجودیکہ تلاوت قرآن دن رات کی جاتی ہے، اور لکھا ہوا قرآن گھر میں رکھا رہتا ہے دن رات دیکھا جاتا ہے پھر بھی اس میں غلطی ہو جاتی ہے، یہ تو حدیث شریف ہے جس کی نہ تلاوت اس قدر اہتمام سے ہو، نہ کتابی شکل میں لکھی ہوئی ہمارے پاس موجود ہے پھر بالکل زیادتی کمی نہ ہونا کیسے ہو سکتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ روایت حدیث بالمعنے اور حدیث میں ایسی زیادتی کمی جس سے مقصد نہ بدلے درست ہے اسی پر صحابہ کرام کا عمل ہے (مرقات)۔ [2] یعنے ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث اس طرح سنائیے کہ اس کے معنے میں قطعی تبدیلی نہ ہوئی ہو، یہ مقصد نہیں کہ الفاظ بھی قطعًا نہ بدلیں، آپ ہمارا مقصد سمجھے نہیں۔ [3] لفظ یعنے النار شریف کا ہے، واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت میں ہے اوجب بالقتل، اس کی شرح شریف نے کی، مطلب یہ ہے کہ ہمارے ایک ساتھی نے کسی کو بغیر عمد قتل کر کے سخت جرم کر لیا تھا ان پر قصاص تو تھا نہیں، دیت تھی، ہم نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آخرت میں اس قاتل کی جان کیونکر دوزخ سے بچے۔ [4] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ بغیر عمد کے قتل میں قصاص نہیں دیت ہے، دوسرے یہ کہ دیت سے دنیاوی معافی ہو جاتی ہے آخرت کے وبال سے بچنے کے لیئے کوئی نیکی کرنا چاہیئے، خیال رہے کہ قتل خطاء بھی جرم ہے کیونکہ یہ قتل بے احتیاطی کی سزا دوزخ ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ خطاء و نسیان پر تو پکڑ نہیں پھر کفارہ کے لیئے غلام کیوں آزاد کرایا گیا، کیونکہ خطا پر پکڑ نہیں، مگر جس غفلت کی وجہ سے خطا ہوئی، اس غفلت پر پکڑ ہے، اگر کوئی رات کو دیر سے سوئے جس کی وجہ سے صبح کو آنکھ نہ کھلے اور نماز فجر قضا ہو جائے تو رات کو بلا وجہ دیر تک جاگنے پر پکڑ ہے کہ تم جلد کیوں نہ سوگئے کہ جلد آنکھ کھل جاتی۔

بِهَا الَّتِيْ تَفُكُّ الرَّقَبَةَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ ٭ بَابُ اِعْتَاقِ الْعَبْدِ الْمُشْتَرَكِ وَشِرَى الْقَرِيْبِ وَالْعِتْقِ فِي الْمَرَضِ ٭ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ٭ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَهٗ فِيْ عَبْدٍ وَكَانَ لَهٗ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ الْعَبْدُ عَلَيْهِ قِيْمَةَ عَدْلٍ فَاُعْطِيَ شُرَكَاؤُهٗ حِصَصَهُمْ وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ

جس سے پھنسی گردن چھوٹ جائے ۱؎ (بیہقی، شعب الایمان) ٭ مشترک غلام آزاد کرنے ۲؎ اور قرابت دار کو خریدنے اور بیماری میں آزاد کرنے کا بیان ۳؎ پہلی فصل ٭ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی غلام میں اپنا حصہ آزاد کردے تو اگر اس کے پاس مال ہو جو غلام کی قیمت کو پہنچ جائے ۴؎ تو اس پر غلام کی قیمت لگائی جائے انصاف کی پھر بقیہ شریکوں کو ان کے حصے دیدیئے جائیں اور غلام اس پر ہی آزاد ہوگا۔ ورنہ اس غلام میں جتنی

۱؎ یعنی سفارش کرکے کسی کو قرض، غلامیت، قید سے یا پھانسی سے چھڑا دینا یا مکاتب کی سفارش کرکے اس کا بدل کتابت کم کرا دینا بہترین صدقہ ہے۔ خیال رہے کہ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں الّتی ہے تب تو عبارت بالکل واضح ہے اور بعض نسخوں میں الّتی نہیں تب بہا تفک کا جملہ شفاعۃ کی صفت ہے یا اس کا حال، کیونکہ اس صورت میں الشفاعۃ نکرہ ہے اور نکرہ کی صفت جملہ ہو سکتا ہے، شاعر کہتا ہے

وَلَقَدْ اَمُرُّ عَلَى اللَّئِيْمِ يَسُبُّنِيْ

خلاصہ یہ ہے کہ سفارش کرکے پھنسے کو چھڑا دینا بہت افضل ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے "ومن یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منہا"۔
۲؎ یعنی ایک غلام چند شخصوں کا مشترک ہو ان مالکوں میں سے ایک آزاد کردے تو بقیہ مالک کیا کریں اس میں اختلاف ہے عتق تقسیم ہو سکتا ہے یا نہیں، اس طرح کہ غلام آدھا آزاد ہو جائے اور آدھا غلام رہے، امام ابوحنیفہ کے ہاں ہو سکتا ہے صاحبین کے ہاں نہیں رضی اللہ عنہم اس پر بہت سے شرعی مسائل متفرع ہوتے ہیں۔ ۳؎ کہ کون قریبی عزیز اپنی ملک میں آنے سے آزاد ہوتا ہے اور کون عزیز آزاد نہیں ہوتا۔ ۳؎ یعنی بیماری موت میں آزاد کرنے اور مدبر کرنے کا حکم۔ ۴؎ شرک شین کے کسرہ ر کے سکون سے بمعنی حصہ، نصیبہ یعنی اگر چند شخص ایک غلام کے مالک تھے اور غلام ان سب میں مشترک تھا کہ ایک مالک نے اپنا حصہ آزاد کردیا تو اگر اس آزاد کرنے والے کے بعد کھانے پینے اور لباس اور رہنے کے مکان و خدمت کے غلام غرض ضروریات سے بچا ہوا اتنا مال ہو جو باقی حصہ والوں کے حصوں کی قیمت کے برابر ہو لہٰذا اس آزاد کرنے والے کے مکان، جائداد، کپڑے فروخت کرا کر ان شرکاء کو نہ دلوایا جائے گا یہ قید بہت خیال میں رہے (مرقات)۔ ۵؎ یعنی آزاد کرنے والا اگر اس قدر مال کا مالک ہے جو اوپر مذکور ہوا تو باقی مالکوں کے حصوں کی انصاف والی قیمت اس سے دلوائی جاوے گی اور غلام پورا آزاد ہوگا اور یہ اکیلا ہی آزاد کرنے والا مانا جائے گا اس کی ولا ساری کی ساری اسی معتق کی ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں اس ایک مالک کے آزاد کرتے ہی سارا غلام آزاد ہو جائے گا اس کی آزادی بقیہ مالکوں کو قیمت دینے پر موقوف نہ ہوگی نیز یہ حکم ہر غلام معتق کا ہے خواہ مومن ہوں یا کافر، اور اس آزادی سے راضی ہوں یا ناراض، یہی مذہب ہے صاحبین کا، اسی کو امام طحاوی وغیرہ نے اختیار فرمایا۔

مَا عَتَقَ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا فِي عَبْدٍ أُعْتِقَ كُلُّهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ اسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ سِتَّةَ مَمْلُوكِينَ لَهُ عِنْدَ مَوْتِهِ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ فَدَعَا بِهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَزَّأَهُمْ أَثْلَاثًا ثُمَّ أَقْرَعَ بَيْنَهُمْ فَأَعْتَقَ اثْنَيْنِ وَأَرَقَّ أَرْبَعَةً وَقَالَ لَهُ قَوْلًا شَدِيدًا وَفِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ وَقَالَ

ہو گیا، وہ ہو گیا[1] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جس نے غلام میں ایک حصہ آزاد کیا تو وہ پورا آزاد ہو گیا، اگر اس کے پاس مال ہو اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو غلام سے محنت کرائی جائے بغیر اس پر مشقت ڈالے[1] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت اپنے چھ غلاموں کو آزاد کر دیا[1] اس کے پاس سوائے ان کے اور کوئی مال نہ تھا[2] تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، تو ان کے تین حصے کئے پھر ان میں قرعہ ڈالا[3] چنانچہ دو کو آزاد کر دیا، اور چار کو غلام رکھا[4] اور میت کے لئے بہت سخت الفاظ فرمائے[5] اور ابوداؤد کی روایت میں ہے، کہ فرمایا

[1] یعنی اگر وہ آزاد کرنے والا مالک تنگدست ہے کہ اس کے پاس مذکورہ مال نہیں ہے تو اتنا حصہ غلام کا آزاد ہو گیا باقی حصہ غلام ہی رہا باقی مالکوں کو حق ہے کہ یا غلام سے محنت و مشقت کرا کر اس کی بقیہ قیمت وصول کر کے آزاد کر دیں یا غلام ہی رہنے دیں یا وہ بھی بخوشی بغیر عوض آزاد کر دیں یہ مذہب ہے امام شافعی کا اور یہ حدیث انکی دلیل ہے خیال رہے کہ ان کے ہاں غلام کی آزادی کے حصے ہو سکتے ہیں کہ اس غلام کا بعض حصہ آزاد ہو بعض غلام، امام اعظم کے ہاں اگرچہ آزادی منقسم ہو سکتی ہے مگر منقسم رہ نہیں سکتی لہذا امام اعظم کے ہاں اگر آزاد کرنے والا فقیر ہے تو اس وقت تو غلام کا یہی حصہ آزاد ہو گا مگر باقی مالکوں کو حق ہو گا کہ یا تو وہ بھی آزاد کر دیں یا غلام سے مشقت کرا کر اپنے حصوں کی قیمت وصول کر لیں اور غلام یہ قیمت دے کر آزاد ہو جائے، بہرحال تمام اماموں کا اس پر تو اتفاق ہے کہ اگر آزاد کرنے والا غنی ہے تو سارا غلام آزاد ہو جائیگا آزادی منقسم ہو گی اس میں بھی اتفاق ہے کہ اگر آزاد کرنے والا فقیر ہے تو غلام کا اتنا ہی حصہ آزاد ہو گا جتنا آزاد کیا گیا اختلاف اس میں ہے کہ باقی حصہ غلام رہے گا یا نہیں امام شافعی کہتے ہیں رہے گا ہمارے ہاں نہیں صاحبین تقسیم عتق کے قائل نہیں ان کے ہاں ہر حال پورا غلام آزاد ہو گا معتق غنی ہو یا فقیر، ہاں فقیری کی صورت میں غلام آزاد ہو تو جائیگا مگر محنت کر کے اپنی بقیہ قیمت باقی مالکوں کو دے سب کے دلائل کتب فقہ میں اور مرقات میں دیکھو۔ [2] اس حدیث کی بنا پر صاحبین کہتے ہیں کہ اگر آزاد کرنے والا فقیر ہے تو غلام پورا آزاد ہو گیا مگر کمائی کر کے باقی مالکوں کو اپنے بقیہ حصے کی قیمت ادا کرے، امام صاحب کہتے ہیں کہ ابھی ایک حصہ ہی آزاد ہوا جب کمائی کر کے اپنی بقیہ قیمت ادا کر دیگا تب باقی آزاد ہو گا امام شافعی کہتے ہیں کہ اس صورت میں غلام کا ایک حصہ آزاد ہو گیا باقی مالک بدستور اپنے حصوں میں [illegible] امام شافعی فرماتے ہیں کہ جملہ استسعی العبد [illegible] کا اپنا قول ہے [illegible] حضور کا فرمان ہے [illegible] روایات سے ثابت ہے۔ [1] اس طرح کہ ان سب سے کہہ دیا تم سب آزاد ہو [illegible] بعد آزاد ہو جاؤ گے [illegible] حق تجزی تھا [illegible] [2] [illegible] کے پاس ان غلاموں کے سوا اور مال نہ تھا [illegible] یہ غلام [illegible] تہائی [illegible] جائے تو یہ سب آزاد ہو جاتے [illegible] وقت اپنے تہائی مال میں تصرف جائز ہے زیادہ میں نہیں۔ [3] یہ چھ غلام زنجی تھے سب کی قیمت برابر تھی اگر قیمت میں کمی بیشی ہوتی تو دو غلام آزاد نہ ہوتے بلکہ تہائی [illegible]

لَوْ شَهِدْتُهُ قَبْلَ أَنْ يُدْفَنَ لَمْ يُدْفَنْ فِي مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدَهُ إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ دَبَّرَ مَمْلُوكًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ النَّحَّامِ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ مُتَّفَقٌ

اگر ہم دفن کئے جانے سے پہلے پہنچ جاتے تو وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جاتا[۱] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کا بدلہ نہیں دے سکتا مگر اس طرح کہ اسے غلام پائے تو اسے خریدے تاکہ آزاد کردے[۲] (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے کہ ایک انصاری آدمی نے اپنا غلام مدبر کیا[۳] اور اس کے پاس اس کے سوا اور مال نہ تھا[۴] یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا مجھ سے اسے کون خریدتا ہے[۵] چنانچہ اسے نعیم ابن نحام نے آٹھ سو درہم کے عوض خرید لیا[۶] (مسلم، بخاری)

مال میں چھٹے آتے وہ آزاد ہوتے تھے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مرتے وقت کا آزاد کرنا یونہی صدقہ خیرات وصیت وغیرہ درست ہے دوسرے یہ کہ مرتے وقت یہ تمام کام اپنے تہائی مال میں کرسکتا ہے کہ باقی دو تہائی مال اس کے وارثوں کا ہے۔ امام اعظم و صاحبین امام شریح و امام حسن بصری کا فتویٰ یہ ہے کہ اس صورت میں ان چھ غلاموں کا تہائی آزاد ہوگیا یعنی ہر ایک غلام کا تہائی حصہ آزاد اور ہر غلام اپنے دو تہائی آزاد کرانے کیلئے کمائی کرکے قیمت ادا کرکے آزاد ہوجائیں بیشک کیونکہ اس نے ناجائز کام کیا کہ جس مال سے وارثوں کا حق متعلق تھا انہیں آزاد کردیا۔ معلوم ہوا کہ بزرگ کو دینی قصور کی وجہ سے برا کہا جاسکتا ہے۔ وہ جو حدیث پاک میں ہے کہ اپنے مردوں کو بھلائی سے یاد کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی وجہ سے انہیں برا نہ کہو (اشعہ)۔

۱ اس سے معلوم ہوا کہ بعض صورت کہ اگر امام کسی غلطی کرنے والے پر خود نماز نہ پڑھے دوسروں سے پڑھوادے اور اسے مسلمانوں کے قبرستان سے علیحدہ دفن کرادے تاکہ لوگ عبرت پکڑیں تو درست ہے یہ تبلیغ کی ایک قسم ہے شاید اس شخص کی وفات اور دفن کے وقت سرکار مدینہ منورہ سے باہر سفر میں ہوں گے ورنہ حضور صحابہ کرام کے کفن دفن میں شرکت فرماتے تھے۔ ۲ یہ ف تعقیبیہ نہیں بلکہ تعلیلیہ ہے کیونکہ باپ وغیرہ ذی رحم محرم خریدتے ہی آزاد ہوجاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی کتنی ہی خدمت کرے مگر اس کا حق ادا نہیں کرسکتا اس کا حق ادا کرنے کی صرف یہ صورت ہے کہ اگر بیٹا آزاد اور مالدار ہو باپ غلام ہو تو بیٹا اسے خریدے تاکہ وہ باپ اس کی ملکیت میں آتے ہی آزاد ہوجائے یہ مطلب نہیں کہ پہلے باپ کو خرید کر اس کا مالک بن جائے پھر خود پھر اسے آزاد کرے لہذا یہ حدیث نہ تو کسی آیت، حدیث کے خلاف ہے نہ قول فقہاء اس حدیث کے خلاف۔ ۳ یا اس طرح کہ کہا کہ اگر میں فلاں بیماری میں مروں تو تو آزاد ہے یہ تدبیر مقید ہے اور اس کو مدبر مقید کہتے ہیں یا اس طرح کہا کہ جب بھی میں مرجاؤں تو تو آزاد ہے اسے تدبیر مطلق کہتے ہیں اور ایسے غلام کو مدبر مطلق کہا جاتا ہے، یہ غیر قابل فروخت ہے۔ ۴ یعنی ان انصاری کا کل مال یہ غلام ہی تھا اور کوئی مال نہ تھا لہذا یہ غلام تہائی مال سے نہیں نکل سکتا اور وصیت تہائی مال میں ہی جاری ہوتی ہے۔ ۵ شاید یہ نیلام نہ تھا ورنہ دوسرے بھی بولی دیتے بلکہ ان انصاری کی تدبیر باطل فرمادینے کا اعلان تھا تاکہ لوگوں کو اطلاع ہوجائے۔ ۶ ان خریدار کا نام نعیم ابن عبداللہ ابن اسید ہے قبیلہ بنی عدی سے ہیں جس قبیلہ سے حضرت عمر ہیں، نحام بنا ہے نحمہ سے بمعنی کھانسی یا کھنکار، فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم نے جنت میں جاتے وقت اپنے آگے کسی کی کھانسی سنی، حضرت جبریل نے عرض کیا کہ یہ عبداللہ عدوی کی کھنکار ہے اس دن سے ان کا لقب نحام ہوگیا یعنی کھنکارنے والے یا کھانسی والے حق یہ ہی ہے کہ یہ لقب نعیم ابن عبداللہ کا ہے نہ کہ ان کے والد کا۔

عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَدَوِيُّ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَجَاءَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ ابْدَأْ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلِأَهْلِكَ فَإِنْ فَضَلَ عَنْ أَهْلِكَ شَيْءٌ فَلِذِي قَرَابَتِكَ فَإِنْ فَضَلَ عَنْ ذِي قَرَابَتِكَ شَيْءٌ فَهٰكَذَا وَهٰكَذَا يَقُولُ فَبَيْنَ يَدَيْكَ وَعَنْ يَمِيْنِكَ وَشِمَالِكَ ۔ الفصل

اور مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ اسے نعیم ابن عبداللہ عدوی نے آٹھ سو درہم کے عوض خریدا ۱؎ وہ یہ درہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، آپ نے وہ درہم انہیں دے دیئے ۲؎ پھر فرمایا کہ اپنے نفس سے شروع کرو اس پر خرچ کرو ۳؎ پھر اگر کچھ بچ رہے تو اپنے گھر والوں کو دو، پھر اگر گھر والوں سے کچھ بچ رہے تو اپنے قرابت داروں کو دو ۴؎ پھر اگر تمہارے قرابت داروں سے بھی کچھ بچ رہے تو یوں دو، اور یوں دو، حضور انور اپنے آگے داہنے بائیں اشارہ فرماتے جاتے تھے ۵؎ فصل

۱؎ اس حدیث کی بنا پر بعض اماموں نے فرمایا کہ مدبر کرنے والے مولیٰ کی زندگی میں مدبر کو فروخت کر سکتے ہیں کہ حضور نے ان انصاری کی زندگی میں ہی اسے فروخت کیا، امام شافعی کے ہاں مدبر کی بیع مطلقًا جائز ہے مولیٰ کی زندگی میں بھی بعد موت بھی، ہمارے ہاں مدبر کی بیع مطلقًا ممنوع ہے مولیٰ کی زندگی میں بھی اس کی موت کے بعد بھی، چنانچہ دارقطنی وغیرہ نے حضرت عبداللہ ابن عمر سے مرفوعًا و موقوفًا روایت کی کہ مدبر نہ فروخت کیا جائے نہ ہبہ کیا جائے وہ تہائی مال سے آزاد ہوگا، اس حدیث کے متعلق امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مجمل ہے جس میں اس بیع کی وجہ بیان نہ ہوئی، یا تو یہ انصاری مقروض تھے یہ غلام ان کے قرض میں گھر رہا تھا لہذا حضور نے یہ تدبیر جائز نہ رکھی یا انہوں نے تدبیر مقید کی تھی کہ اگر میں اتنے عرصہ یا فلاں بیماری میں مر جاؤں تو تو آزاد ہے، جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ حضور نے انہیں یہ قیمت دے کر یہ بھی فرمایا کہ اس سے اپنا قرض ادا کرو، یا حضور نے اس مدبر کی خدمت فروخت کی بیع نہ کی، جیسا کہ دارقطنی نے بروایت عبدالغفار ابن ابی جعفر روایت کی، چنانچہ ابو جعفر یعنی امام محمد باقر ابن امام علی زین العابدین نے اس حدیث جابر کی بنا پر مدبر کی خدمات کی بیع جائز قرار دی، یا یہ حدیث اس زمانہ کی ہے جب قرض وغیرہ میں آزاد کی بیع بھی درست تھی تو یہ شخص تو مدبر تھا یعنے آزادی کا مستحق تھا، پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا، بہرحال مذہب حنفی بہت قوی ہے اور حدیث جابر میں بہت سے احتمالات ہیں، ان احتمالات کے ہوتے ہوئے اس سے استدلال درست نہیں، امام شافعی بھی مانتے ہیں کہ ام ولد کی بیع درست نہیں حالانکہ ام ولد بھی گویا مدبرہ ہی ہوتی ہے کہ مولیٰ کے مرنے کے بعد آزاد ہوتی ہے تو مدبر کی بیع کیونکر جائز ہو سکتی ہے (از مرقات وغیرہ)۔ ۲؎ یعنی نعیم سے آٹھ سو درہم وصول فرما کر ان مدبر فرمانے والے انصاری کو عطا فرمائے اور فرمایا وہ کلام جو آگے آرہا ہے۔ ۳؎ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوں ہے کہ اپنا قرض ادا کرو کہ پہلے اس رقم سے قرض ادا کرو پھر اپنے نفس سے شروع کرو یعنی خرچ کرو۔ ۴؎ اہل سے مراد بیوی بچے وغیرہ ہیں جن کا خرچ آپ کے ذمہ فرض تھا اور اہل قرابت سے مراد باقی دوسرے عزیز رشتہ دار ہیں جن کو خرچ دینا مستحب ہے۔ ۵؎ اگر قرابت داروں کو خرچ دے کر بھی بچ رہے یا ان میں کوئی غریب ہو ہی نہیں تو دوسرے کار خیر میں خرچ کرو فقراء کو خیرات، مسجد، سبیل، طلباء پر خرچ، خیال رہے کہ مدبر مقید مولیٰ کی زندگی میں تو مدبر نہیں ہوتا لیکن اگر مولیٰ کی اسی شرط پر موت ہو جس پر مدبر کیا تھا تو اب وہ مدبر آزاد ہو جاتا ہے گویا یہ تدبیر بالشرط ہے مثلًا کہا تھا کہ اگر میں اس سال میں یا اس مرض میں مر جاؤں تو تو آزاد ہے تو مولیٰ کے جیتے جی وہ مدبر نہیں لیکن اگر وہ اسی سال یا اسی مرض میں مر گیا تو اب وہ مدبر آزاد ہے کہ شرط آزادی پائی گئی۔

الثانی عن الحسن عن سمرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من ملك ذا رحم محرم فهو حر رواه الترمذي وابو داود وابن ماجة. وعن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا ولدت امة الرجل منه فهي معتقة عن دبر منه او بعده رواه الدارمي. وعن جابر قال بعنا امهات الاولاد على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابي بكر فلما كان عمر نهانا عنه فانتهينا رواه ابو داود. وعن ابن عمر قال قال رسول

دوسری فصل: روایت ہے حضرت خواجہ حسن بصری سے وہ حضرت سمرہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جو اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے[1] تو وہ آزاد ہے[2] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)[3] روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرماتے ہیں کہ جب کسی کی لونڈی اس سے بچہ جن دے کہ وہ اس کے پیچھے یا اس کے مرنے کے بعد آزاد ہے[4] (دارمی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کے زمانہ میں ام ولد لونڈی کو فروخت کیا[5] پھر جب زمانہ فاروقی ہوا تو انہوں نے ہمیں اس سے منع کر دیا پس ہم باز رہے[6] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں فرمایا

[1] ذی رحم وہ قرابتدار ہے جس سے نسبی رشتہ ہو اور محرم وہ ہے جس سے نکاح ہمیشہ کیلئے حرام ہو لہٰذا دودھ شریک بھائی محرم تو ہے مگر ذی رحم نہیں ہے اور چچا زاد بھائی ذی رحم ہیں مگر محرم نہیں اور باپ بھائی بھتیجے چچا وغیرہ ذی رحم بھی ہیں اور محرم بھی ہیں۔ [2] یعنی اگر کوئی شخص اپنے ذی رحم محرم کو خریدے یا کسی اور طرح اسکی ملکیت میں آجائے تو آپ ہی آزاد ہو جائیگا یہی مذہب جمہور صحابہ و تابعین کا ہے یہی قول ہے امام اعظم ابوحنیفہ و احمد کا رضی اللہ عنہم امام شافعی کے ہاں اپنے اصول و فروع کا تو یہ حکم ہے باقی بھائی بہن وغیرہ میں یہ حکم کا یہ حکم نہیں۔ دلیل قوی امام اعظم کا ہے جیسا کہ اس حدیث کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے۔ [3] اس حدیث کو احمد و حاکم نے باسناد صحیح نقل فرمایا نیز حضرت عمر سے موقوفاً بھی مروی ہے نسائی نے حضرت ابن عمر سے مرفوعاً نقل فرمائی مسند احمد نے حضرت سمرہ سے مرفوعاً روایت کی طحاوی شریف نے حضرت عمرو ابن عمر سے مرفوعاً روایت کی جمع الفوائد میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ میرا بھائی بازار میں فروخت ہو رہا تھا میں نے اسے خرید لیا میں چاہتا ہوں کہ اسے آزاد کردوں حضور نے فرمایا اسے تو اللہ تعالیٰ نے ہی آزاد کر دیا۔ بہر حال یہ حدیث بے شمار اسنادوں سے مروی ہے عام صحابہ کرام کا اس پر عمل ہے (مرقات و لمعات وغیرہ) [4] یعنی جب کوئی شخص اپنی لونڈی سے صحبت کرے اور اس سے بچی یا بچہ پیدا ہو جائے تو یہ لونڈی ام ولد بن جاتی ہے اور غلام کے حکم میں ہے کہ اس کے مرنے کے بعد آزاد ہوگی عن دبر منہ او بعدہ یہ کسی راوی کا شک ہے یعنی مجھے خیال نہیں کہ حضرت ابن عباس نے عن دبر منہ روایت فرمایا یا بعدہ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ام ولد کی بیع یا ہبہ یا وراثت جائز نہیں اسی پر تمام امت کا اجماع ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے ام ولد کی بیع کے قائل تھے بعد میں آپ نے اس سے رجوع فرمالیا جیسا کہ مرقات وغیرہ میں ہے۔ [5] یا تو نسخ سے پہلے بعض صحابہ کو ممانعت کی خبر نہ ہوئی اور بے خبری میں وہ فروخت کرتے رہے نیز ایک دو حضرات نے یہ بیع کی حضرت جابر نے سمجھا کہ اس بیع کا عام رواج تھا حالانکہ ایسا نہ تھا یہ ذکر نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بیع کی خبر ہوئی اور آپ نے منع نہ فرمایا جب تک یہ مذکور نہ ہو تب تک حجت نہیں۔ یا حضرت ابوبکر صدیق کا زمانہ خلافت بہت تھوڑا ہے اور آپ مسائل جہاد میں گھرے ہوئے تھے یا آپ تک اس بیع کی نسخ کی خبر نہ پہنچی یا ان لوگوں کی فروخت کی خبر نہ ہوئی زمانہ فاروقی میں بفضلہ تعالیٰ عمل ہے۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُ الْعَبْدِ لَهُ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ السَّيِّدُ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَابْنُ مَاجَةَ • وَعَنْ أَبِي الْمَلِيْحِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ شِقْصًا مِّنْ غُلَامٍ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَيْسَ لِلّٰهِ شَرِيْكٌ فَأَجَازَ عِتْقَهُ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ • وَعَنْ سَفِيْنَةَ قَالَ كُنْتُ مَمْلُوْكًا لِأُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ أُعْتِقُكَ وَأَشْتَرِطُ عَلَيْكَ أَنْ تَخْدُمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عِشْتَ فَقُلْتُ إِنْ لَمْ تَشْتَرِطِيْ عَلَيَّ مَا فَارَقْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنا غلام آزاد کرے جس کے پاس مال ہو[1] تو وہ مال اس کا ہے مگر یہ کہ مولیٰ شرط لگا لے[2] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوالملیح سے[3] وہ اپنے والد سے راوی کہ ایک شخص نے ایک غلام کا حصہ آزاد کر دیا[4] تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یہ عرض کیا گیا تو فرمایا کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں[5] پھر اس کی آزادی کو جائز رکھا[6] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سفینہ سے[7] فرماتے ہیں کہ میں ام سلمہ کا غلام تھا، وہ بولیں کہ میں تمہیں آزاد کرتی ہوں اور تم پر یہ شرط لگاتی ہوں کہ جب تک تم جیو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرو[8] میں نے کہا کہ اگر آپ یہ شرط نہ بھی لگاتیں، تو بھی میں زندگی بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ

اور اس زمانہ شریف میں شرعی مسئلہ کی بہت جگہ اعلان نہیں ہوگی آپکو ممانعت کی خبر نہ پہنچی اور حضور کی اس بیع کا بھی اس لیے اسکی ممانعت کا اعلان فرمادیا اور کسی صحابی نے اختلاف نہ فرمایا یہ ہوا اجماع صحابہ اگر یہ حکم مشکوک ہوتا تو صحابہ میں ضرور اختلاف واقع ہوتا۔ حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح علی شرط مسلم ہے، ابوداؤد نسائی وغیرہ نے مختلف الفاظ سے مختلف اسنادوں سے روایت کی مگر وہ تمام ضعیف ہیں [illegible] حضرت ابن عباس فرماتے ہیں [illegible] کی وفات کے بعد جب مدینہ [illegible] کی طرف [illegible] ۱ یعنی اسکے قبضہ میں مال ہو اگرچہ وہ مال اسکے مولیٰ ہی کی ملک ہے یہاں مال سے مراد غلام کا کمایا ہوا مال ہے مثلاً بندہ ماذون تھا اسے تجارت کی اجازت تھی جس نے تجارت کی مال حاصل کیا [illegible] کہ غلام آزاد کیا گیا۔ ۲ یعنی آزاد کردہ غلام کا مال آزاد کرنے والے مولیٰ کا ہوگا ہاں اگر مولیٰ مہربانی فرما کر کہہ دے کہ یہ مال تیرا ہی ہے لے جا تو پھر ویسا ہی ہوگا یہی قول جمہور علماء کا ہے حسن بصری عطاء نخعی بھی یہی فرماتے ہیں۔ ۳ آپ تابعی ہیں آپ کا نام عامر ابن اسامہ ابن عمیر ہے ہذلی ہیں بصری ہیں بہت سے صحابہ سے ملاقات ہے آپ کے والد اسامہ ابن عمیر صحابی ہیں۔ ۴ ظاہر یہ ہے کہ یہ شخص پورے غلام کا مالک تھا مگر آزاد کیا اسکا آدھا یا چوتھائی باقی اپنی ملک میں رکھا یہ مطلب نہیں کہ اسکے چند شخص مالک تھے ان میں سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کردیا۔ ۵ یعنی اس غلام کا کچھ حصہ تو اللہ کے لیے آزاد ہوگیا اور کچھ حصہ تیرا رہا، یہ صورت اللہ تعالٰی کے ساتھ شرکت ہے یہ بہتر نہیں بہتر یہ ہے کہ پورے غلام کو آزاد کرو۔ ۶ یعنی آپ نے حکم دیا کہ پورا غلام آزاد کر دے اس نے ایسا ہی کیا یہ حکم استحبابی تھا جیسا کہ اشعۃ اللمعات میں ہے لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں امام اعظم غلام کی عتق کے تجزیہ وتقسیم کے قائل ہیں یعنی ان کے ہاں ہو سکتا ہے کہ ایک غلام کا بعض حصہ آزاد ہو بعض غلام، دیگر علماء فرماتے ہیں کہ عتق کی تقسیم نہیں ہو سکتی بعض کی آزادی کل کی آزادی ہے لہٰذا وہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں مگر یہ استدلال مردود ہے پچھلی احادیث اسکے خلاف گزر چکیں چنانچہ مسلم بخاری کی روایت گزر چکی عتق منہ ما عتق۔ ۷ آپ کا نام [illegible] ہے [illegible] فارسی الاصل ہیں مشہور ہے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عِشْتُ فَاَعْتَقَتْنِيْ وَاشْتَرَطَتْ عَلَيَّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ، وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ مُكَاتَبَتِهٖ دِرْهَمٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ، وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ عِنْدَ مُكَاتَبِ اِحْدَاكُنَّ وَفَاءٌ فَلْتَحْتَجِبْ مِنْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ

وسلم کو نہ چھوڑنا ۱؎ چنانچہ انہوں نے مجھے آزاد کردیا، اور یہ شرط لگا دی ۲؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے، وہ اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا کہ مکاتب غلام ہے جب تک کہ اس کی بدل کتابت سے ایک درہم بھی باقی رہے ۳؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کسی کے مکاتب کے پاس جب پورا کرنے کا مال ہو، تو وہ اس سے پردہ کرے ۴؎ (ترمذی، ابوداؤد)

کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں، اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت ام سلمہ کے غلام تھے، ہوسکتا ہے کہ حضور کے غلام ہوں کہ آپ نے جناب ام سلمہ کو مرحمت فرمایا ہو، کسی سفر میں ایک شخص تھک گیا تو اس نے اپنی تلوار ڈھال نیزہ وغیرہ جیسی چیزیں ان پر ڈال دیں، حضور نے فرمایا تم تو سفینہ یعنی کشتی ہو، تب سے آپ کا لقب سفینہ ہوگیا، آپ کے چار بیٹے ہیں عبدالرحمن، محمد، زیاد اور کثیر، ان سب سے روایات لی ہیں، آپ کا واقعہ ہے کہ ایک بار جنگل میں ایک شیر نے آپ پر حملہ کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا اے ابوالحارث میں رسول اللہ کا غلام ہوں، راستہ بھول گیا ہوں، تو وہ شیر کتے کی طرح دم ہلاتا آپ کے آگے آگے چل دیا جیسا کہ اسی کتاب باب الکرامات میں آئے گا ان شاءاللہ۔ ۲؎ یعنی تم مرتے دم تک حضور کی خدمت کرتے رہنا، معلوم ہوا کہ عتق بالشرط جائز ہے، اس میں اختلاف ہے کہ غلام کو اس شرط کا پورا کرنا ضروری ہے یا نہیں، [illegible] پورا کرنا ضروری ہے۔

۳؎ یعنی [illegible] آزادی کے بعد غلام [illegible] چنانچہ حضرت سفینہ [illegible] صحابہ کرام کے خادم رہے، [illegible] فرماتے ہیں کہ یہ شرط [illegible] ہے ورنہ شرط جزا سے پہلے ہوتی ہے اور یہاں خدمت آزادی کے بعد ہوگی۔ ۳؎ یعنی جب غلام سے اس کے مولیٰ نے کہہ دیا کہ تو اپنے روپے ادا کردے تو تو آزاد ہے، اس نے تمام روپیہ ادا کردیا صرف ایک درہم [illegible] باقی ہیں تو ابھی پورا غلام ہی ہے، یہ نہ ہوگا کہ ادا کردہ رقم کے حساب سے آزاد ہو جائے اور باقی کے حساب سے غلام رہے۔ حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک بندہ کا تعلق دنیا یا اپنی ہستی سے ایک جز برابر بھی باقی ہے آزادی میسر نہ ہوگی۔ ۴؎ اس کا مسئلہ یعنی اگر کسی بی بی نے اپنے غلام کو مکاتب کیا، غلام کے پاس کتابت کا مال جمع ہوگیا مگر ابھی اس نے ادا نہیں کیا ہے تو اس بی بی کو چاہیے کہ اس سے پردہ کرنے لگے کیونکہ اب وہ آزاد ہوجانے پر قادر ہوچکا ہے، اس کی آزادی قریب ہے، یہ ام سلمہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنے غلام نبہان سے پوچھا کہ تیری کتابت کے مال سے کس قدر باقی ہے، وہ بولے دو ہزار درہم، فرمایا کیا وہ تیرے پاس ہیں؟ بولے ہاں، فرمایا ادا کردے اور جا تجھے سلام ہے، یہ کہہ کر آپ نے پردہ ڈال لیا، وہ رونے لگا کہ میں آپ کے دیدار سے محروم ہوگیا، [illegible] اب تم مجھے کبھی نہ دیکھ سکو گے، ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا ہے، یہ حکم یا تو ازواج پاک کے لیے خصوصی تھا یا دوسری عورتوں کو بھی استحبابی ہے ورنہ جب تک کہ مکاتب پائی پائی ادا نہ کردے تب تک وہ غلام ہے، اس سے عورت کا پردہ واجب نہیں، یا یہ مطلب ہے کہ پردہ کرنے کی تیاری کرے [illegible] غلام [illegible] پردہ نہیں جب غلام

وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَاتَبَ عَبْدَهُ عَلَى مِائَةِ أُوقِيَّةٍ فَأَدَّاهَا إِلَّا عَشْرَةَ أَوَاقٍ أَوْ قَالَ عَشْرَةَ دَنَانِيرَ ثُمَّ عَجَزَ فَهُوَ رَقِيقٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَصَابَ الْمُكَاتَبُ حَدًّا أَوْ مِيرَاثًا وَرِثَ بِحِسَابِ مَا عَتَقَ مِنْهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ قَالَ يُودَى الْمُكَاتَبُ بِحِصَّةِ مَا أَدَّى دِيَةَ حُرٍّ وَمَا بَقِيَ دِيَةَ عَبْدٍ

(ابن ماجہ) روایت ہے عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے غلام کو سو اوقیہ چاندی پر مکاتب کیا[1] تو اس نے سب ادا کر دیا سوائے دس اوقیہ کے یا فرمایا سوائے دس دیناروں کے[2] پھر وہ عاجز ہو گیا تو وہ غلام ہی ہے[3] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جب مکاتب سزا یا وراثت کو پہنچے[4] تو اس حساب سے وارث کیا جائے گا جتنا آزاد ہو چکا[5] (ابوداؤد، ترمذی) اور ترمذی کی روایت میں ہے فرمایا دیت دیا جائے گا مکاتب ادا کیے ہوئے حصہ کی آزاد کی دیت، اور باقی کی غلام کی دیت[6]

آزاد ہو جائے تو اس سے مولاۃ کا پردہ واجب ہے اور جب آزادی کے قریب ہو جائے تو اس حدیث کی رو سے پردہ بہتر ہے۔

[1] اس طرح کہ اس سے کہہ دیا کہ تو سو اوقیہ چاندی ادا کر دے تو تو آزاد ہے، ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے تو سو اوقیہ چالیس سو یعنی چار ہزار درہم کا ہوا، ایک درہم ساڑھے چار آنہ کا۔ [2] یہ یا تو یہ شک صحابی کو ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس اوقیہ فرمایا یا دس دینار یا نیچے کے راوی کو شک ہے کہ میرے استاد حدیث نے کیا فرمایا، خیال رہے کہ ایک دینار دس درہم یعنی پونے تین روپے کا ہوتا تھا اب تو اس کی قیمت بہت زیادہ ہے کہ سونا بہت گراں ہے۔ [3] یا تو خود غلام ہی کہہ دے کہ اب میں بقیہ روپیہ ادا نہیں کر سکتا یا مکاتبت کی مدت گزر جائے یہ دونوں صورتیں عجز کی ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں ادا کیا ہوا روپیہ مولا کا ہو گا اور یہ مکاتب پہلے کی طرح مکمل غلام ہو جائیگا، یہ بھی معلوم ہوا کہ کل بدل کتابت کی ادا سے عاجز ہونا یا بعض سے عاجز ہونا حکم میں یکساں ہے کہ ان صورتوں میں یہ پورا غلام ہی ہو جائیگا۔ [4] یعنی سزا اور وراثت میں مکاتب آزاد بھی مانا جائیگا اور غلام بھی، جتنا بدل کتابت ادا کر چکا ہے اتنا آزاد ہو گا جتنا بدل کتابت اس کے ذمہ ہے اتنے میں غلام، مثلاً ایک شخص ایک ہزار روپیہ پر مکاتب تھا اور پانچ سو ادا کر چکا تھا، اب اس مکاتب کا والد جو آزاد و مالدار تھا فوت ہو گیا اور مکاتب اس کا اکلوتا بیٹا ہے، جو سارے ترکہ کا وارث ہونا چاہیے تو اب یہ مکاتب آدھے ترکہ کا وارث ہو گا کیونکہ یہ آدھا آزاد ہے، اسی طرح اگر اس مکاتب کو کسی نے قتل کر دیا تو قاتل پر دیت واجب ہوئی اس مکاتب کی قیمت مثلاً ایک سو روپیہ تھی تو قاتل اس مقتول مکاتب کی آدھی دیت یعنی پچاس اونٹ اس مکاتب کے وارثوں کو دیں گے، اور آدھی قیمت یعنی پچاس روپیہ مالک کو ادا کریگا۔ [6] یودی دیت کا مضارع مجہول ہے ودی یدی باب ضرب سے یعنی دیت دیا جائیگا، اور یہ اصل اَدّی تھا دیت کا ماضی معروف یعنی یودی ی کے پیش واو کے سکون د کے فتح سے ہے اور اَدّی دال کے شد و فتح سے ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ آزاد مقتول کی دیت سو اونٹ ہے اور غلام مقتول کی دیت پچاس اونٹ اور یہ مکاتب آدھا بدل کتابت ادا کر چکا ہے تو اس کی دیت پچہتر اونٹ ہوگی مگر چونکہ موتے کو مقتول غلام کی جن ...

وَضَعَّفَهٗ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَمْرَةَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ اُمَّهٗ اَرَادَتْ اَنْ تُعْتِقَ فَاَخَّرَتْ ذٰلِكَ اِلٰی اَنْ تُصْبِحَ فَمَاتَتْ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ لِلْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ اَیَنْفَعُهَا اَنْ اُعْتِقَ عَنْهَا فَقَالَ الْقَاسِمُ اَتٰی سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُمِّیْ هَلَكَتْ فَهَلْ یَنْفَعُهَا اَنْ اُعْتِقَ عَنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ رَوَاهُ مَالِكٌ ۔ وَعَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ قَالَ تُوُفِّیَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ فِیْ نَوْمٍ نَامَهٗ فَاَعْتَقَتْ عَنْهُ عَائِشَةُ اُخْتُهٗ رِقَابًا كَثِیْرَةً رَوَاهُ مَالِكٌ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

اور اسے ضعیف کہا۔ تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن عمرہ انصاری سے[1] کہ ان کی ماں نے آزاد کرنا چاہا۔ پھر صبح تک دیر لگائی، وہ فوت ہوگئیں[2] عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے قاسم ابن محمد سے پوچھا کہ اگر میں ان کی طرف سے آزاد کردوں تو کیا انہیں نفع دے گا[3] تو قاسم بولے کہ سعد ابن عبادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے عرض کیا کہ میری ماں وفات پاچکیں کیا انہیں نفع دے گا یہ کہ میں ان کی طرف سے آزاد کردوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں[4] (مالک) روایت ہے حضرت یحیی ابن سعید سے[5] فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن ابن ابوبکر سوتے میں وفات پاگئے[6] تو ان کی بہن عائشہ صدیقہ نے ان کی طرف سے بہت غلام آزاد کیے[7] (مالک) اور روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے

بلکہ غلام کی قیمت ملتی ہے اس لیے اسے آدھی قیمت دی جاوے گی۔ خیال رہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکاتب بقدر ادائے کتابت آزاد ہوگا جتنا ادا کیا اتنا آزاد ہے مگر پچھلی حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تک اس کے ذمہ ایک پیسہ بھی ہے وہ غلام ہے مگر یہ حدیث ضعیف ہے اس لیے پچھلی حدیث کے مقابل نہیں ہوسکتی اور سوائے امام نخعی کے کسی عالم نے اس پر عمل نہیں کیا سب کے ہاں ایسا مکاتب نہ کسی عزیز کا وارث ہو اور نہ اس کی دیت وارثوں کو دی جاوے بلکہ اس کی پوری قیمت مولیٰ کو دی جائے گی۔ ۱؎ عبدالرحمٰن تابعی ہیں ثقہ ہیں قاضی مدینہ منورہ ہیں ان کی احادیث مضطرب ہوتی ہیں ان کے والد کا نام عمرو ابن محصن ہے یا ثعلبہ ابن عمرو ابن محصن ہے صحابی ہیں درشہید [illegible] ان کی والدہ کا نام معلوم نہ ہوسکا مگر وہ صحابیہ نہیں تابعیہ ہیں۔ ۲؎ یعنی شام کے وقت لونڈی یا غلام آزاد کرنا چاہا اس کو صبح تک ملتوی کردیا رات میں اچانک وفات ہوگئی اسی لیے عمل خیر میں جلدی کرے دیر نہ لگائے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۔ ۳؎ یعنی میں نے حضرت قاسم ابن محمد ابن ابوبکر صدیق سے مسئلہ پوچھا کہ اگر اب ان کی طرف سے یہ غلام آزاد کردوں تو کیا انہیں ثواب ملے گا۔ ۴؎ حضرت قاسم نے مسئلہ نہ بتایا بلکہ مسئلہ کی دلیل بتادی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسے صدقہ خیرات و نفل نماز کا ثواب کسی کو بخشنا جائز ہے یونہی غلام و لونڈی آزاد کرکے اس کا ثواب بخشنا بھی جائز ہے اور یہ ثواب میت کو ضرور پہنچتا ہے۔ ۵؎ آپ انصاری ہیں تابعی ہیں آپ سے امام مالک ہشام ابن عروہ سفیان ثوری جیسے ائمہ حدیث نے احادیث لیں بڑے عالم متقی صالح شب بیدار عبادت گزار تھے۔ ۶؎ آپ عائشہ صدیقہ کے بھائی ہیں صلح حدیبیہ کے سال ایمان لائے اسلام سے پہلے ان کا نام عبدالکعبہ یا عبدالعزیٰ تھا بعد اسلام عبدالرحمٰن نام رکھا گیا صدیق اکبر کی سب اولاد میں آپ ہی بڑے ہیں سوتے میں اچانک وفات پاگئے۔ ۷؎ جناب عائشہ صدیقہ کو آپ کی وفات پر بہت صدمہ ہوا کہیں کہ آپ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اشْتَرٰى عَبْدًا فَلَمْ يَشْتَرِطْ مَالَهٗ فَلَا شَيْءَ لَهٗ
رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ۔ بَابُ الْاَيْمَانِ وَالنُّذُوْرِ ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ
قَالَ اَكْثَرُ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْلِفُ لَا وَمُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْهُ
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ مَنْ كَانَ حَالِفًا

فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو غلام خریدے اس کے مال کی شرط نہ لگائے تو اسے کچھ نہ ملے گا[۱] (دارمی) قسموں اور منتوں کا بیان[۲] پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں زیادہ قسم جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے یہ تھی[۳] کہ قسم ہے دلوں کو بدلنے والے کی[۴] (بخاری) روایت ہے انہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی تم کو اپنے باپ دادوں کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے[۵] جو قسم کھانا چاہے

حضرت عائشہ صدیقہ کے سگے بھائی تھے حضرت ام رومان کے شکم شریف سے اچانک وفات پائی کوئی وصیت وغیرہ نہ کر سکے اسی لیے آپ نے علاوہ اور صدقات کے ان کی طرف سے بہت سے غلام بھی آزاد فرمائے خیال رہے کہ اچانک موت غافل کے لیے اللہ کی پکڑ ہے کہ اسے توبہ کا وقت نہیں ملتا عاقل و نیک کار کے لیے اللہ کی رحمت ہے کہ وہ اسے بیماری کی تکالیف سے بچا لیتا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات اچانک ہی ہوئی بحالت نماز جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔

[۱] غلام کے مال سے مراد اس کا مقبوضہ مال ہے کیونکہ غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہو سکتا وہ خود اپنے مولٰی کا مال ہے یعنی کسی نے کسی شخص کا غلام ماذون خریدا جسے خرید و فروخت کی اجازت تھی اور اس کے مقبوضہ مال کی شرط نہ لگائی تو یہ سارا مال فروخت کرنے والے مولٰی کا ہوگا صرف غلام ملے گا ہاں اگر خریدار کہہ لیتا کہ میں یہ غلام اور اس کا مقبوضہ مال خریدتا ہوں تب یہ مال خریدار کا ہوتا فَلَا شَيْءَ لَهٗ میں لَہٗ کا مرجع خریدار ہے یعنی خریدار کو کچھ مال نہ ملے گا۔ [۲] ایمان یمین کی جمع ہے یمین کے معنی ہیں داہنی جانب اور یسار کے مقابل یعنی بائیں جانب چونکہ اہل عرب عموماً قسم کھاتے یا قسم لیتے وقت ایک دوسرے سے داہنا ہاتھ ملاتے تھے اس لیے قسم کو یمین کہا گیا یا یمین بنا ہے یمن سے بمعنی برکت و قوت سے چونکہ قسم میں اللہ تعالٰی کا بابرکت نام بھی لیتے ہیں اور اس سے اپنے کلام کو قوت دیتے ہیں اس لیے اسے یمین کہتے ہیں یعنی بابرکت و قوت والی گفتگو، قسم تین قسم کی ہوتی ہیں قسم لغو، قسم غموس، قسم منعقدہ۔ منعقدہ قسم توڑنے پر کفارہ واجب ہوتا ہے بشرطیکہ اللہ کے نام کی کھائی گئی ہو اور قسم غموس میں صرف گناہ ہے اور قسم لغو میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ۔ نذور جمع ہے نذر کی بمعنی ڈرانا ہے نذر کسی غیر واجب عبادت کو اپنے ذمہ واجب کر لینا نذر ہے خواہ کسی شرط پر معلق ہو یا نہ ہو بعض صورتوں میں کفارہ قسم کا ہوتا ہے قسموں اور نذروں کی کامل بحث کتب فقہ میں ہے ہم بھی آئندہ بقدر ضرورت عرض کریں گے نذر کا ثبوت قرآن کریم سے ہے اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا اور قرآن کریم میں ہے اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ وغیرہ۔ [۳] اس عبارت میں اکثر مبتدا ہے ما مصدریہ اور یہاں وقت پوشیدہ ہے کان کا اسم ہے یحلف تا اتمام خبر ہے اور مقلب القلوب یحلف کا مفعول ہے جیسے نحوی لوگ کہتے ہیں اخطب ما یکون الامیر قائما غرضکہ جملہ کی ترکیب پیچیدہ ہے۔ [۴] لا کسی گزشتہ کلام کی نفی ہے واؤ قسمیہ ہے مقلب القلوب اللہ تعالٰی کا صفاتی نام ہے معلوم ہوا کہ اسماء صفاتیہ سے بھی قسم کھانا جائز ہے۔ [۵] یعنی غیر خدا کی قسم کھانے سے منع فرمایا گیا چونکہ اہل عرب عموماً باپ دادوں کی قسم کھاتے تھے اس لیے اسی کا ذکر ہوا ورنہ غیر خدا کی قسم کھانا مکروہ ہے اور جو حدیث شریف میں ہے افلح وابیہ یعنی قسم اس کے والد کی کامیاب ہو گیا وہ قسم شرعی نہیں بلکہ تاکید کلام کے لیے ہے اور یہاں شرعی قسم سے ممانعت ہے یا وہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے یا وہ بیان جواز کے لیے ہے یہ حدیث

فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوْا بِالطَّوَاغِيْ وَلَا بِاٰبَائِكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِيْ حَلِفِهٖ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ تَعَالَ اُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى مِلَّةٍ غَيْرِ الْاِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ

تو اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے[1] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن سمرہ سے[2] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ قسم کھاؤ بتوں کی[3] اور نہ اپنے باپ دادوں کی[4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا کہ جو قسم کھائے اپنی قسم میں کہہ دے کہ لات و عزیٰ کی قسم، تو کہے کہ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا[5] اور جو اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ جوا کھیلیں، تو وہ خیرات کرے[6] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ثابت ابن ضحاک سے[7] فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے جو اسلام کے سوا کسی دین پر جھوٹی قسم کھائے[8] تو وہ

بلا کراہت کے جیسے ورقات۔ [1] اللہ سے مراد رب تعالیٰ کے ذاتی و صفاتی نام ہیں لہٰذا قرآن شریف کی قسم کھانا جائز ہے کہ قرآن شریف کلام اللہ کا نام ہے اور کلام اللہ صفت الٰہی ہے، قرآن مجید میں جو انجیر، زیتون وغیرہ کی قسمیں ارشاد ہوئیں وہ شرعی قسمیں نہیں نیز یہ احکام ہم پر جاری ہیں نہ کہ رب تعالیٰ پر (مرقات)
[2] آپ عبد شمس ابن عبد مناف کی اولاد سے ہیں آپ کا نام پہلے عبد الکعبہ تھا کنیت ابو سعید قرشی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الرحمن نام رکھا، مشہور صحابی ہیں قرشی ہیں فتح مکہ کے سال ایمان لائے۔ [3] طواغی جمع ہے طاغیہ کی بمعنی سرکشی کرنے والے یا سرکش بنانے والے، اس سے مراد بت ہیں کہ یہ لوگوں کی سرکشی کا باعث ہیں اہل عرب بتوں اور باپ دادوں کی قسمیں بہت کھاتے تھے ان دونوں سے منع فرمادیا گیا۔ [4] خیال رہے کہ بتوں کی قسم کھانا شرک ہے باپ دادوں کی قسم کھانا ممنوع و مکروہ۔
[5] یعنی اگر بھول کر لات و عزیٰ کی قسم کھالے تو کفارہ کے لیے کلمہ طیبہ پڑھ لے کہ نیکیاں گناہ کو مٹادیتی ہیں اور اگر دیدہ دانستہ بتوں کی تعظیم کرتے ہوئے ان کی قسم کھائی ہے تو کافر ہوگیا، دوبارہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو، لات و عزیٰ مکہ والوں کے دو مشہور بت تھے جو کعبہ معظمہ میں رکھے ہوئے تھے، اب جو گنگا جمنا یا مہادیو کی قسم کھائے اس کا حکم بھی یہی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اسی جیسی قسم میں کفارہ نہیں صرف یہی حکم ہے جو یہاں مذکور ہوا۔ [6] یعنی جوا کھیلنا تو درکنار اگر کسی کو جوا کھیلنے کی دعوت بھی دے تو وہ جوئے کا مال جس سے جوا کھیلنا چاہتا ہے وہ یا دوسرا مال صدقہ کردے تاکہ اس ارادہ کا یہ کفارہ ہوجائے، اس سے معلوم ہوا کہ ارادہ گناہ بھی گناہ ہے، یہی مذہب جمہور ہے۔ [7] آپ ابو یزید انصاری خزرجی ہیں، بیعۃ الرضوان میں حاضر تھے بہت کم سن تھے، مدینہ میں بصرہ میں قیام رہا، سنہ ھ میں وفات ہوئی۔ [8] مثلاً کہے کہ اگر میں یہ کام کروں تو عیسائی یہودی ہو جاؤں یا اسلام سے نکل جاؤں اور پھر وہ کام کرلے یا کہے کہ اگر میں نے یہ کام کیا ہو تو یہودی ہوجاؤں حالانکہ اس نے یہ کام کیا تھا۔

كَمَا قَالَ وَلَيْسَ عَلَى ابْنِ آدَمَ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهِ وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ وَمَنِ ادَّعٰى دَعْوٰى كَاذِبَةً لِيَتَكَثَّرَ بِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ إِلَّا قِلَّةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي وَاللّٰهِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا أَحْلِفُ عَلٰى يَمِينٍ فَأَرٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي وَأَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

ایسا ہی جیسا کہے اور کسی انسان پر اپنی غیر مملوک میں نذر نہیں اور جو کسی چیز سے اپنے کو قتل کرے دنیا میں تو اُسے اُسی چیز سے قیامت کے دن عذاب دیا جائیگا اور جو کسی مسلمان پر لعنت کرے تو وہ اُس کے قتل کی طرح ہے اور جو کسی مسلمان کو کفر کی تہمت لگائے تو وہ اُس کے قتل کی طرح ہے اور جو جھوٹا دعویٰ کرے تاکہ اُس سے مال بڑھ جائے، تو اللہ نہ بڑھائے گا مگر کمی (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں ان شاء اللہ کوئی قسم نہ کھاؤں گا کہ اس کے سوا کسی کو اس سے اچھا دیکھوں، مگر اپنی قسم کا کفارہ دوں گا اور وہ کام کروں گا جو بہتر ہو (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن سمرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

یعنی وہ یہودی ہی ہوگیا یا اسلام سے بیزار ہوگیا یہ فرمان تشدید کیلئے ہے جیسے فرمایا گیا کہ جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے وہ کافر ہوگیا ایسی قسم پر امام ابوحنیفہ و احمد و اسحاق کے ہاں قسم منعقد ہوجائے گی کفارہ واجب ہوگا اور امام شافعی کے ہاں کفارہ ہی نہیں صرف گناہ ہے کہ یہ قسم نہیں صرف جھوٹ ہے یہ اختلاف جب ہے جبکہ یہ الفاظ آئندہ کے متعلق بولے مثلاً کہے کہ اگر میں فلاں سے کلام کروں تو یہودی ہوجاؤں یا اسلام سے بری ہوجاؤں لیکن اگر یہ الفاظ گزشتہ کے متعلق بولے تو کسی کے ہاں کفارہ نہیں صرف سب کے ہاں گناہ ہے مثلاً کہے کہ اگر میں نے یہ کام کیا ہو تو میں یہودی یا عیسائی ہوں اور اعتقاد میں وہ کام کیا تھا تو گنہگار ہے مثلاً کہے کہ اگر میرا بیمار تندرست ہوجائے تو فلاں کی بکری کی قربانی دوں یا فلاں کا غلام آزاد کروں [illegible] بکری کی قربانی واجب [illegible] غلام آزاد [illegible] اس کی ملکیت [illegible] وہ غلام [illegible] چیزیں [illegible] جائیں تب بھی [illegible] قیامت [illegible] ہاتھ میں ہوگی [illegible] جب تک رب تعالیٰ چاہے [illegible] روایات میں ہے [illegible] جو شخص لعنت کے لائق نہ ہو اُسے لعنت کرے تو اس لعنت کا عذاب قتل کا سا ہے معلوم ہوا کہ غیر مستحق پر لعنت ناحق قتل کی طرح حرام ہے [illegible] کیونکہ کفر واقعی قتل کے اسباب سے ہے [illegible] کافر یا مرتد کہنا گویا اُسے واجب القتل کہنا ہے [illegible] قذف کے لغوی معنی ہیں پھینکنا اصطلاحِ شریعت میں زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہا جاتا ہے [illegible] جھوٹا دعویٰ [illegible] مال بڑھانے کیلئے لوگوں کے مال پر جھوٹے دعوے کرے [illegible] کیونکہ قسم [illegible] ان شاء اللہ [illegible] تبرک کیلئے [illegible] جب تک [illegible] کام ہے جس پر قسم کھائی جائے لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے [illegible] اعتراض نہیں کہ حلف اور یمین تو ایک ہی چیز ہے پھر علیٰ یمین کے لیے [illegible] یعنی قسم توڑ کر کفارہ دوں گا [illegible] کفارہ دے کر [illegible] قسم توڑوں گا قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کیسا کیونکہ قسم توڑنا کفارہ کا سبب ہے اور حکم سبب سے پہلے نہیں ہوسکتا وقت سے پہلے نماز روزہ [illegible] سے پہلے ادا جائز نہیں اسی طرح قسم توڑنے سے پہلے کفارہ درست نہیں [illegible] امام شافعی کے ہاں کفارہ مالی حنث سے پہلے ہوسکتا ہے مگر روزہ [illegible] کفارہ حنث

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عبد الرحمٰن بن سمرۃ لا تسأل الإمارۃ فإنک إن أوتیتہا عن مسألۃ وکلت إلیہا وإن أوتیتہا عن غیر مسألۃ أعنت علیہا وإذا حلفت علی یمین فرأیت غیرہا خیرا منہا فکفر عن یمینک وائت الذی ہو خیر وفی روایۃ فائت الذی ہو خیر وکفر عن یمینک متفق علیہ وعن أبی ہریرۃ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، اے عبدالرحمٰن ابن سمرہ امیر ہونا نہ مانگو[1] کیونکہ اگر تمہیں حکومت مانگ کر دی گئی تو تم اس کی طرف سپرد کردیئے جاؤ گے[2] اور اگر بغیر مانگے دی گئی تو اس پر تمہاری مدد کی جائے گی[3] اور جب تم کسی چیز پر قسم کھاؤ پھر اس کے سوا کو اس سے بہتر دیکھو تو اپنی قسم کا کفارہ دے دو اور جو بہتر ہے وہ کرلو[4] اور ایک روایت میں ہے کہ جو اچھا ہے[5] کرو اور اپنی قسم کا کفارہ دے دو[6] (مسلم، بخاری) اور روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

سے پہلے نہیں ہوسکتا یعنی قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کے روزے نہیں رکھ سکتے وہ فرماتے ہیں کہ کفارہ کا سبب قسم ہے حنث تو اس کی شرط ہے رب تعالٰی نے فرمایا کفارۃ ایمانکم کفارہ کو قسم کی طرف منسوب فرمایا نسبت سے معلوم ہوا کہ کفارہ کا سبب قسم ہے جیسے کہا جاتا ہے رمضان کے روزے عصر کی نماز کعبہ کا حج نسبت و اضافت سبب ہونے کی علامت ہے اور حکم سبب پر مقدم نہیں ہوتا شرط پر مقدم ہوسکتا ہے سال سے پہلے زکوٰۃ دے سکتے ہیں ہمارے امام اعظم کے ہاں کوئی کفارہ ادائی یا مالی حنث سے پہلے جائز نہیں کیونکہ کفارہ کا سبب حنث ہے نہ کہ قسم کفارہ کے معنی ہیں گناہ مٹانے والا چھپانے والی چیز قسم کھانا گناہ نہیں قسم توڑنا گناہ ہے لہذا توڑنا ہی سبب کفارہ ہوا اور حکم سبب سے پہلے نہیں ہوسکتا قرآن کریم میں کفارہ کی نسبت شرط کی طرف ہے جیسے کہا جاتا ہے اس سال کی زکوٰۃ دیکھو سال زکوٰۃ کی شرط ہے سبب نہیں نیز اضافت بیانیہ ہے پھر شوافع جبکہ قسم کو کفارہ کا سبب مانتے ہیں تو روزوں کو مقدم کرنا درست کیوں نہیں مانتے بیشک مثلاً اگر قسم کھائی جائے کہ کبھی اپنے والد سے کلام نہ کرونگا تو چاہیئے کہ قسم توڑ دے اپنے والد سے کلام کرے پھر کفارہ دے خیال رہے کہ واو جمع کیلئے ہے ترتیب کیلئے نہیں لہذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کفارہ پہلے دے پھر قسم توڑے، بعض روایات میں ثم لام ہے فلیکفر عن یمینہ ثم لیات بالذی ہو خیر مگر یہ روایت درست نہیں مسلم بخاری میں واو ہے مرقات نے ثم اور واو کی روایات میں بہت عمدہ بحث کی ہے واو کی روایات کو ترجیح دی اگر ثم کی روایات صحیح بھی ہوں تو بھی شوافع کے خلاف ہیں کہ وہ بھی کفارہ کا مقدم کرنا واجب نہیں مانتے صرف جائز مانتے ہیں مگر اس روایت سے ثابت ہوگا کہ کفارہ پہلے دینا قسم بعد میں توڑنا واجب ہے۔

[1] یعنی حکومت و سرداری کی خواہش نہ کرو اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرو تقویٰ کی تو تجربہ ولایت حاصل کرنے و عہدے لینے کی جو کوشش ہوتی ہے سب کو معلوم ہے کہ لوگوں کیلئے دین ایمان دولت عزت سب کچھ قربان کردیتے ہیں اس کا انجام بھی آنکھوں دیکھا جارہا ہے سارے فسادات ان حکومتوں کے ہیں جو یہ کوشش حاصل کی جاتی ہیں[2] یعنی حکومت کی ذمہ داریاں بہت ہیں ہر شخص ان کو پورا نہیں کرسکتا اللہ تعالٰی ہی مدد کرے تو بندہ اس میں کامیاب ہوسکتا ہے لیکن جو کوئی اپنی کوشش سے حکومت لیگا وہ خود اس کا ذمہ دار ہوگا اللہ تعالٰی اس کی مدد نہ کریگا یہ حکم اس صورت میں ہے کہ انسان نفسانی خواہش یعنی دولت عزت شہرت حاصل کرنے کے لیے حکومت چاہے لیکن اگر نظام حکومت نااہلوں کے پاس ہو اور ملک کے فساد کا اندیشہ ہو تو اللہ کے دین اور مخلوق کی خدمت کے لیے حکومت حاصل کرنا عبادت ہے بشرطیکہ اپنی نفسانی خواہش کو اس میں دخل نہ ہو حضرت یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے عرض کیا تھا اجعلنی علی خزائن الارض مجھے خزانوں کا حاکم

مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاٰی خَیْرًا مِّنْهَا فَلْیُکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِهٖ وَلْیَفْعَلْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یَّلِجَّ اَحَدُكُمْ بِیَمِیْنِهٖ فِیْ اَهْلِهٖ اٰثَمُ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ
اَنْ یُّعْطِیَ كَفَّارَتَهُ الَّتِیْ افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَیْهِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمِیْنُكَ عَلٰی مَا یُصَدِّقُكَ عَلَیْهِ صَاحِبُكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

جو کسی پر قسم کھائے پھر اس سے بہتر کچھ دیکھے تو اپنی قسم کا کفارہ دے دے اور وہ کام کرے[1] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ بات کہ اڑا رہے تم میں سے کوئی اپنی قسم پر اپنے گھر والوں کے متعلق[2] زیادہ گناہ ہے اللہ کے نزدیک اس سے کہ اس کا کفارہ ادا کر دے جو اللہ نے اس پر فرض کیا[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری قسم اس پر ہے جس پر تیرا ساتھی تیری تصدیق کرے[4] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

بنادو۔ اگر آپ اُس وقت یہ عہدہ نہ سنبھالتے تو ایسی قحط سالی میں لوگ بھوکے مرجاتے ہیں۔[3] یعنی اس صورت میں اللہ تعالٰی بذریعہ فرشتہ کے تمہاری مدد فرمائیگا اس کا فرشتہ تمہارا مشیر ہے گا تمہیں سنبھالے رہیگا۔[4] جو شخص گناہ کرنے یا فرض ادا نہ کرنے کی قسم کھالے مثلاً خدا کی قسم میں شراب پیونگا یا نماز نہ پڑھونگا تو ایسی قسم کا توڑنا اور کفارہ ادا کرنا واجب ہے اور جو غیر مناسب کام کی قسم کھالے مثلاً خدا کی قسم میں ایک ماہ تک اپنی بیوی سے صحبت نہ کرونگا، ایسی قسم کا توڑ دینا مستحب ہے اور جائز کاموں کی قسموں کا پورا کرنا ضروری ہے رب تعالٰی فرماتا ہے واحفظوا ایمانکم جیسے قسم رب کی میں یہ روٹی نہ کھاؤنگا یہ کپڑا نہ پہنونگا۔[5] مگر ہر قسم کی قسم توڑنے میں کفارہ واجب ہے کیونکہ قسم تو اللہ تعالٰی کے نام کی حرمت کے اظہار کے لیئے ہے کہ اس نے رب کو ضامن دیکر ایک وعدہ کیا مگر پورا نہ کیا نام پاک کی اس میں بے حرمتی کی تو کفارہ دے۔

[1] اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ قسم پہلے توڑے کفارہ بعد میں دے [illegible] ترتیب نہیں چاہتا یہ امر بعض موقعوں پر وجوب کے لیئے ہوگا بعض موقعوں پر استحباب کے لیئے جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا۔[2] یلج ی کے فتح لام کے کسرہ اور جیم کے شد سے لجاج و لجاجۃ کا مضارع ضرب یضرب سے لجاج کے معنی ہیں اڑ جانا، اصرار کرنا، قائم رہنا یعنی جو شخص اپنے گھر والوں میں سے کسی کا حق فوت کرنے پر قسم کھالے مثلاً یہ کہ میں اپنی ماں کی خدمت نہ کرونگا یا بیوی سے ایک ماہ صحبت نہ کرونگا۔[3] یعنی ایسی قسموں کا پورا کرنا گناہ ہے اس پر واجب ہے کہ ایسی قسمیں توڑدے اور گھر والوں کے حقوق ادا کرے رب تعالٰی فرماتا ہے ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم ان تبروا و تتقوا و تصلحوا بین الناس خیال رہے کہ یہاں آثم تفضیل مقابلہ کیلئے نہیں، یہ مطلب نہیں کہ یہ قسم پوری نہ کرنا بھی گناہ مگر پوری کرنا زیادہ گناہ ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسی قسم پوری کرنا بہت بڑا گناہ ہے پوری نہ کرنا ثواب، اگرچہ رب تعالٰی کے نام کی بے ادبی قسم توڑنے میں ہوتی ہے اسی لیئے اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے مگر ایسی قسم نہ توڑنا زیادہ گناہ کا موجب ہے۔[4] یعنی جس قسم سے کسی کا حق وابستہ ہو اس میں توریہ یعنے ظاہر معنے کے خلاف کی نیت کرنا درست نہیں لیکن اگر ظالم ظلم کرنے کے لیئے ہم سے قسم لے رہا ہے تو وہاں ضرور توریہ کرکے اپنی جان و آبرو بچالے، ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارا کے متعلق فرمایا کہ یہ میری بہن ہیں یعنے دینی بہن، شاہ مصر کے ظلم سے بچنے کیلئے ہجرت کے دن صدیق اکبر نے ایک کافر کو جواب دیا رجل یھدینی السبیل یہ صاحب [illegible] مجھے راہ دکھانے والے ہیں یعنی [illegible] راہ خدا دکھانے [illegible]

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْيَمِيْنُ عَلٰى نِيَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَائِشَةَ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ فِيْ قَوْلِ الرَّجُلِ لَا وَاللّٰهِ وَبَلٰى وَاللّٰهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ بِلَفْظِ الْمَصَابِيْحِ وَقَالَ رَفَعَهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَائِشَةَ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ وَلَا بِاُمَّهَاتِكُمْ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم، قسم لینے والے کی نیت پر ہے[۵] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نازل ہوئی یہ آیت کہ اللہ تم تمہاری پکڑ نہیں فرماتا تمہاری لغو قسموں پر، انسان کے اس قول کے متعلق نہیں واللہ، ہاں واللہ[۱] (بخاری) اور شرح سنہ میں مصابیح کے الفاظ میں[۲] اور فرمایا کہ بعض راویوں نے اسے حضرت عائشہ سے مرفوع کیا[۳] دوسری فصل، روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ اپنے باپ دادوں کی قسم کھاؤ اور نہ اپنی ماؤں کی اور

واضح ہے جو توریہ حضرت سوید ابن حنظلہ فرماتے ہیں کہ ہم چلے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں ہمارے ساتھ وائل ابن حجر حضرمی تھے راہ میں دشمن پا گئے، میں نے ان سے کہا کہ خدا کی قسم یہ شخص میرا بھائی ہے تاکہ وہ انہیں قتل نہ کر دیں۔ پھر میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کا ماجرہ عرض کیا، فرمایا تم نے سچ کہا وائل ابن حجر تمہارے دینی بھائی ہیں (ابوداؤد) یعنی جب مقدمہ میں مدعی مدعیٰ علیہ سے قسم لے تو قسم کے الفاظ میں مدعی کی نیت کا اعتبار ہوگا مدعیٰ علیہ تاویل کر کے دوسرے معنے خلاف ظاہر کی نیت نہیں کر سکتا کہ اس صورت میں مدعیٰ علیہ مدعی کا حق مارنا چاہتا ہے اس لیے حیلہ بازی کر کے قسم کھاتا ہے اگر بغیر تاویل کر کے قسم کھا جائے تو تاویل معتبر نہیں مدعی کی نیت کا اعتبار ہے۔ [۱] لغو قسم وہ ہے جس میں نہ کفارہ ہو نہ گناہ وہ لغو بمعنی بے کار ہے قسم لغو کی تفسیر میں اختلاف ہے امام شافعی کے ہاں قسم لغو وہ ہے کہ بغیر ارادہ منہ سے واللہ باللہ نکل جائے جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے واللہ آئیے واللہ بیٹھیے وغیرہ، یہ حدیث امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے، ہمارے امام اعظم کے نزدیک قسم لغو یہ ہے کہ کسی بات پر اسے سچ سمجھ کر قسم کھائے مگر وہ ہو جھوٹ جیسے کسی کو زید کے آجانے کا یقین تھا اس نے قسم کھائی کہ زید آ گیا لیکن وہ آیا نہ تھا یہ قسم لغو ہے حضرت عبداللہ ابن عباس نے قسم لغو کی یہی تفسیر فرمائی امام اعظم و امام احمد کا یہی مذہب ہے لہذا ہمارے ہاں اگر بغیر قصد قسم نکل جائے تو قسم کے احکام جاری ہوں گے مثلاً عادت کے طور پر کہہ دے واللہ میں جاؤں گا واللہ کھاؤں گا مگر نہ جائے نہ کھائے تو کفارہ واجب ہوگا اگرچہ قسم کی نیت نہ تھی کیونکہ شریعت میں قسم کا یہی حکم ہے کہ بغیر قصد منہ کے الفاظ جاری ہونے سے منعقد ہو جاتی ہے کیونکہ بعض احادیث میں ہے کہ تین چیزیں قصداً ہوں تب بھی درست ہیں خطاءً یا بھول کر ہوں جب بھی درست، نکاح، طلاق اور قسم۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ میری امت سے خطاء و نسیان اٹھا لیے گئے تو خطاء کی قسم پر احکام کیسے؟ مگر یہ کمزور سی بات ہے کیونکہ خطاء و نسیان کی سزا اٹھائی گئی نہ کہ احکام، روزے میں خطاءً پانی پی لینے سے روزہ جاتا رہتا ہے مگر اس پر گناہ نہیں ایسے ہی خطاء قسم پر گناہ نہیں احکام مرتب ہیں اس کی پوری بحث فتح القدیر اور مرقات میں اسی جگہ دیکھیے۔ [۲] یعنی شرح سنہ میں اس حدیث کے الفاظ منقول ہیں جو مصابیح میں نقل فرمائے وہ یہ ہیں قالت لغو الیمین قول الانسان لا واللہ وبلی واللہ (مرقات) [۳] یعنی امام بغوی نے شرح سنہ میں فرمایا کہ بعض محدثین نے یہ حدیث عائشہ مرفوعاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمائی، خیال رہے کہ مجبور کی قسم ہمارے ہاں معتبر ہے اس پر احکام جاری ہیں، امام شافعی و احمد کے ہاں معتبر نہیں ان کی دلیل دارقطنی کی وہ حدیث ہے جو واثلہ ابن اسقع و ابی امامہ سے منقول ہے لیس علی مقہور یمین مگر یہ حدیث منکر بلکہ موضوع ہے (مرقات)۔

وَلَا بِالْاَنْدَادِ وَلَا تَحْلِفُوْا بِاللّٰهِ اِلَّا وَاَنْتُمْ صَادِقُوْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ بِالْاَمَانَةِ فَلَيْسَ مِنَّا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّنَ الْاِسْلَامِ فَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَاِنْ كَانَ صَادِقًا فَلَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الْاِسْلَامِ سَالِمًا

نہ بتوں کی[1] اور اللہ کی قسم نہ کھاؤ مگر جبکہ تم سچے ہو[2] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو کوئی غیر خدا کی قسم کھائے اُس نے شرک کیا[3] (ترمذی) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی امانت کی قسم کھائے وہ ہم میں سے نہیں[4] (ابوداؤد) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کہے میں اسلام سے بری ہوں تو اگر وہ جھوٹا ہو[5] تو وہ ایسا ہی ہے جیسا اُس نے کہا[6] اور اگر سچا ہو تو اسلام کی طرف سلامت نہ پھرے گا[7]

۱؎ یعنی نہ اپنے اصول کی قسم کھاؤ نہ اپنی اولاد کی تم یہود و نصاریٰ کی طرح جو تمہارے باپ دادا ہیں بیٹے پوتے نواسے وغیرہ نہ مال وغیرہ کی قسم کھاؤ اور نہ بتوں کی قسم کھاؤ جیسا کہ مشرکین کا طریقہ ہے۔ اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی قسم کھانا جائز ہے مگر سچی قسم، جھوٹی قسم کھانا حرام ہے جس پر گناہ بھی ہے کفارہ بھی واجب ہے۔ دوسرے یہ کہ شرعی قسم کے احکام اور ہیں لغوی قسم یعنی تاکید کلام کے لیے باپ دادا وغیرہ کی قسم جائز ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ارشاد ہوا افلح وابیہ، قرآن کریم میں جو قسمیں مذکور ہیں وہ لغوی قسمیں ہیں۔ بتوں کی قسم نہ لغوی جائز ہے نہ شرعی کیونکہ اس میں ان کی تعظیم ہے اور بت کی تعظیم حرام بلکہ کفر ہے۔ ۲؎ اگر بت کی قسم کھائی تو شرک جلی کیا اور اگر ماں باپ اولاد کی شرعی قسم کھائی ان کی تعظیم کی بنا پر تو شرک خفی کیا۔ نبی و کعبہ کی بھی قسم شرعی جائز نہیں مگر جو کہے کہ اگر میں یہ کروں تو نبی یا قرآن یا کعبہ سے بری ہوں تو قسم ہو جائے گی، جس پر کفارہ واجب ہوگا کہ نبی و قرآن سے بیزاری کفر ہے۔ ۳؎ اگر امانت سے مراد شرعی احکام ہیں یعنی نماز روزہ وغیرہ تو یہ قسم ناجائز ہے اور اس میں کفارہ نہیں کہ قرآن کریم میں شرعی احکام کو امانت فرمایا گیا ہے انا عرضنا الامانة علی السموٰت والارض یہ قسمیں کفار کھاتے تھے نماز کی قسم وغیرہ اور اگر امانت اللہ سے تو قسم معتبر ہے اس پر کفارہ واجب کہ امانت اللہ کی صفت ہے اور صفات الٰہی کی قسم معتبر ہے جیسے اللہ کے علم یا قدرت یا سمع بصر کی قسم۔ رب تعالیٰ کا نام شریف امین بھی ہے (مرقات و اشعہ) خیال رہے جو کہے بسم اللہ میں یہ کروں گا اگر یہ قسم ہی کی نیت سے کہے قسم نہ ہوگی کہ یہ عرف کے خلاف ہے ایسے ہی حق اللہ کی قسم معتبر نہیں۔ ۴؎ یعنی یوں کہے کہ اگر میں نے یہ کیا ہو تو میں اسلام سے بری ہوں یا یہودی ہو جاؤں گا اور وہ جانتا ہے کہ اس نے یہ کام کیا اس وقت جھوٹ بول رہا ہے۔ ۵؎ یعنی اسلام سے بری یہودی ہو جائے گا یہ فرمان انتہائی ڈرانے کے لیے ہے جیسے فرمایا گیا جو نماز چھوڑ دے اس نے کفر کیا مطلب یہ ہے کہ اس قسم میں اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ ۶؎ خیال رہے کہ اگر گزشتہ پر یہ قسم کھائی ہے تو صرف گناہ ہوگا کفارہ نہ ہوگا کیونکہ غموس قسم میں کفارہ نہیں ہوتا اگر آئندہ پر یہ الفاظ بولے کہ اگر میں یہ کام کروں تو اسلام سے بیزار یا بری ہو جاؤں اگر حلال کو حرام کرنے کے لیے بولے تو قسم ہو جائے گی کہ تحریم حلال قسم ہے۔ ۷؎ یعنی اگر اپنے کو سچا سمجھ کر یہ کلمات کہے اور واقعہ میں جھوٹا تب بھی یک

رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اجْتَهَدَ فِي الْيَمِيْنِ قَالَ لَا وَالَّذِيْ نَفْسُ اَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَتْ يَمِيْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَلَفَ لَا وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَقَالَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَا حِنْثَ عَلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ

(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوسعید الخدری سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم میں مبالغہ فرماتے تو یوں فرماتے اس کی قسم جس کے قبضہ میں ابوالقاسم کی جان ہے[1] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قسم فرماتے تو آپ کی قسم یہ ہوتی تھی' اور خدا سے معافی چاہتا ہوں[2] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی چیز پر قسم کھائے[3] فورًا کہہ دے ان شاء اللہ، تو اس پر حنث نہیں[4] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

پہلے جو گناہ کیا اسکو اس نے کہا کہ اگر کسی نے نفلی عبادات کی اور توفیق اسلام سے دور رہا اور خیال رکھا کہ فرض عبادات میں کمی کی تو بھی اس کی کمی ہی گئی ہوں کی وہ اسلام کو معمولی دیکھا سمجھے یہ حکم ہے یہ کہنے کا کہ فرض نماز روزہ حج زکوۃ سب برابر ہیں کیونکہ اسلامی احکام کا باب بات بات پہلے سے برابری کا اظہار کرنا بڑا ہی خطرناک ہے۔

[1] یہاں لا یا تو زائد ہے جیسے قرآن کریم میں ہے لا اقسم بھذا البلد یا لا اقسم بیوم القیمۃ یا گزشتہ کسی کلام کی نفی ہے یعنی ایسا نہیں خدا کی قسم ہے اس رب کی الخ پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں اسی معنی پر ہم نے ترجمہ کیا ہے یہ قسم نہایت مبالغہ کی ہے کیونکہ رب تعالٰی کی انتہائی قدرت و قبضہ کا بھی ذکر ہے اور اپنی ذات کریمہ کے مقبول و مقدس ہونے کا بھی تذکرہ یعنی ہم اسکی قسم فرماتے ہیں جس کا نام ہر جا بے قبضہ ہے اور ہم جس کے قبضہ و تصرف میں ہیں ہمیشہ اور ہر طرح یہ اس عظمت پر خیال رکھتے ہوئے یہ قسم فرمارہے ہیں چونکہ حضور خود تمام مخلوق الٰہی میں اشرف و برتر ہیں اسلئے یہ قسم بھی بہت اشرف و برتر ہے۔ [2] یعنی واقعہ ایسا نہیں ہے لیکن اللہ سے معافی چاہتا ہوں اس سے کہ یہ واقعہ غلط ہو یہ فرمان عالی قسم نہیں مگر تاکید کلام میں قسم کے مشابہ ہے اسے قسم کہنا مجاز ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس کلام شریف کو قسم اس لیے فرمایا کہ واستغفر اللہ میں واو عاطفہ ہے جس کا معطوف علیہ پوشیدہ ہے یعنی میں قسم فرماتا ہوں اور رب سے معافی مانگتا ہوں یا یہ قسم لغو ہے جو اگرچہ گناہ نہیں مگر میری شان سے یہ بھی بعید ہے لہٰذا اس قسم سے معافی مانگتا ہوں اور بھی بہت توجیہیں کی گئی ہیں۔ [3] یمین سے مراد وہ واقعہ ہے جس پر قسم کھائی جائے ورنہ قسم پر قسم نہیں ہوتی حلف قسم ہے وہ یمین پر کیسے واقع ہوگا۔ [4] یعنی قسم سے متصل کہہ دے ان شاء اللہ اسی لیے فقہ نے فاء ارشاد ہوئی خلاصہ یہ ہے کہ اگر وعدہ یا قسم سے متصل ان شاء اللہ کہہ دیا جائے تو اسکے خلاف کرنے پر نہ گناہ ہے نہ کفارہ، موسی علیہ السلام نے حضرت خضر سے فرمایا ستجدنی ان شاء اللہ صابرا مگر صبر نہیں آپ صبر نہ کرسکے تو یہ وعدہ خلافی نہ ہوا۔ اکثر علماء کا یہی قول ہے کہ ان شاء اللہ متصل کہہ دینے سے قسم ختم ہوجاتی ہے۔ طلاق، عتاق، نکاح کا یہی حال ہے کہ اپنی بیوی سے کہا تجھے طلاق ہے ان شاء اللہ یا کسی نے نکاح قبول کیا ان شاء اللہ یا غلام کو کہا آزاد ہے ان شاء اللہ کچھ نہ ہوگا نہ طلاق نہ نکاح نہ آزادی۔

وَالدَّارِمِيُّ وَذَكَرَ التِّرْمِذِيُّ جَمَاعَةً وَقَفُوهُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ ابْنَ عَمٍّ لِي آتِيهِ أَسْأَلُهُ فَلَا يُعْطِينِي وَلَا يَصِلُنِي ثُمَّ يَحْتَاجُ إِلَيَّ فَيَأْتِينِي فَيَسْأَلُنِي وَقَدْ حَلَفْتُ أَنْ لَا أُعْطِيَهُ وَلَا أَصِلَهُ فَأَمَرَنِي أَنْ آتِيَ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَأُكَفِّرَ عَنْ يَمِينِي رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَأْتِينِي ابْنُ عَمِّي فَأَحْلِفُ لَا أُعْطِيَهُ وَلَا أَصِلَهُ قَالَ كَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ ۔ بَابٌ فِي النُّذُورِ ۔ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ ۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

دارمی اور ترمذی نے ایک جماعت کا ذکر فرمایا جنہوں نے یہ حدیث ابن عمر پر موقوف کی[1] تیسری فصل، روایت ہے حضرت ابوالاحوص عوف ابن مالک سے[2] وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ فرمایئے کہ میں اپنے چچازاد کے پاس کچھ مانگنے جاتا ہوں وہ مجھے نہیں دیتا، نہ صلہ رحمی کرتا ہے[3] پھر اُسے میری ضرورت پڑتی تو میرے پاس آتا ہے مجھ سے کچھ مانگتا ہے[4] میں قسم کھا چکا ہوں کہ نہ اسے کچھ دونگا نہ صلہ رحمی کرونگا[5] تو مجھے حضور نے حکم دیا کہ جو کام اچھا ہے وہ کروں اور اپنی قسم کا کفارہ دیدوں[6] (نسائی، ابن ماجہ) اور اسکی ایک روایت میں یوں ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا، یارسول اللہ میرے پاس میرا چچازاد آتا ہے تو میں قسم کھاتا ہوں کہ نہ اسے کچھ دونگا، نہ صلہ رحمی کروں گا، تو فرمایا کہ اپنی قسم کا کفارہ دو[7] باب نذروں کا بیان[8] پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ اور ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

[1] لہٰذا یہ حدیث موقوف مرفوعاً ہے علم میں ہے کیونکہ یہ قیاسی مسئلہ نہیں۔ [2] آپ عوف ابن مالک ہیں مشہور ابن نضلہ ہیں تابعی ہیں آپ سے حسن بصری، ابو اسحاق اور عطاء ابن سائب جیسے بزرگوں نے روایات لیں آپ کے والد مالک ابن نضلہ صحابی ہیں۔ [3] یعنی کسی وقت مجھے اپنے اس بھائی کی مدد کی ضرورت پڑ جاتی ہے تو وہ نہ مجھے مانگنے پر دیتا ہے نہ صلہ رحمی کے طور پر بغیر مانگے میری مدد کرتا ہے۔ [4] یعنی وہی بھائی قاطع رحم جو ہر وقت میرا حاجتمند رہتا ہے تو مجھ سے وہ مانگنے آتا ہے۔ [5] یعنی شرعی نے قسم کھا لی ہے کہ جیسے اس نے میرا سوال رد کیا تھا میں بھی اسکی ضرورت کے وقت اس کی مدد نہ کرونگا اسکے عمل کا بدلہ کرونگا۔ [6] سبحان اللہ کیسی پاکیزہ تعلیم ہے یعنی اگرچہ اس نے تم سے قطع رحمی کی ہے مگر تم نے بدلہ لینے کی قسم بھی کھالی ہے مگر اسکی قطع رحمی کا خیال نہ کرو اپنی قسم توڑ دو کفارہ دے دو مگر صلہ رحمی کرو۔ شعر

بدی را بدی سہل باشد جزا ۔ اگر مردی احسن الی من اسا

یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے بدلہ نہ لیا، بلکہ ان کو عوض سے کرم فرمایا، اللہ تعالیٰ اس تعلیم پاک پر عمل کی توفیق بخشے۔ [7] اس کا مطلب بھی وہی ہے کہ پہلے اپنی قسم توڑ دو، پھر کفارہ دو جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ [8] پہلے قسموں اور نذروں کا مشترک باب بیان ہوا اب نذر کے متعلق خصوصی مسائل بیان کر رہے ہیں اسی لیے نذر کا علیحدہ باب قائم کیا۔ نذر کے معنے پہلے بیان ہو چکے کہ غیر واجب عبادت کو اپنے پر واجب کر لینا نذر ہے، نذر شرعی میں یہ شرط ہے کہ ایسی چیز کی نذر مانی جائے جو کہیں نہ کہیں واجب ہو، جو چیز کہیں واجب نہ ہو اسکی نذر شرعی درست نہ ہوگی، دوسرے یہ کہ وہ کام عبادت ہو تیسرے یہ کہ خالص اللہ تعالیٰ کیلئے ہو کسی بندے کیلئے نہ ہو کیونکہ نذر شرعی عبادت ہے اور عبادت صرف رب تعالیٰ کی ہی ہو سکتی ہے، ہاں نذر لغوی بمعنے نذرانہ بندے کی ہو سکتی ہے مگر اسکا پورا کرنا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْذُرُوْا فَاِنَّ النَّذْرَ لَا يُغْنِیْ مِنَ الْقَدْرِ شَيْئًا وَّاِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِيْلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَهٗ فَلَا يَعْصِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

علیہ وسلم نے کہ نذر نہ مانا کرو[2] کیونکہ نذر تقدیر سے کچھ دفع نہیں کرتی، بلکہ اس کے ذریعہ کنجوس سے کچھ دلوایا جاتا ہے[3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی اطاعت کی نذر مانے وہ اس کی اطاعت کرے[4] اور جو اس کی نافرمانی کی نذر مانے، وہ نافرمانی نہ کرے[5] (بخاری) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

شرعی نذر نہ مانا کرو، بزرگان دین کی یا صدقہ شریف کی نذر اس شرعی نذر میں نہیں، عرفی نذر ہے یعنی نذرانہ و ہدیہ ثواب کا، ایک لونڈی نے نذر مانی تھی کہ جب نبی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ احد سے بخیریت واپس تشریف لاتے دیکھوں تو آپ کے سامنے دف بجاؤں، چنانچہ اس نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا فرمایا اپنی نذر پوری کرو، یہ نذر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی پر خوشی منانا تھا، خیال رہے کہ حرام کام کی نذر تو درست نہیں اور وہ حرام کام ہرگز نہ کرے مگر اس پر کفارہ واجب ہے مثلًا کوئی شخص شراب پینے کی نذر مانتا ہے تو نذر درست نہیں اس پر ضروری ہے کہ یہ جرم ہرگز نہ کرے مگر کفارہ دینا ہوگا جیسا کہ آئندہ اسی باب میں اس کے متعلق احادیث آرہی ہیں، یہی احناف کا مذہب ہے۔ [2] یعنی بات بات پر نذر ماننے کے عادی نہ بنو کہ پھر نذر پوری کرنا مشکل ہو جاوے معلوم ہوا کہ یہ ممانعت یہ اعتقاد رکھ کر نذر سے قضاء الٰہی و حکم ربانی بدل جاتا ہے کہ یہ عقیدہ غلط ہے یا صدقہ و خیرات صرف نذر کی صورت میں ہی نہ کیا کرو کہ جب کوئی آفت آئی تو نذر مانی اور کام نکل جانے پر خیرات کی بلکہ یوں ہی صدقہ کرنے کی بھی عادت ڈالو، لہٰذا یہ نذر سے ممانعت نہیں بلکہ ان چیزوں سے ممانعت ہے لہٰذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں جن میں نذر پوری کرنے والوں کی تعریف کی گئی ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ اور حضرت حنہ کا واقعہ بیان فرمایا ہے اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا اور حضرت مریم کو نذر کا حکم دینا بیان فرماتا ہے اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا صحابہ کرام نے نذریں مانی ہیں لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ لَا تَنْذُرُوْا نہی ہے اور نہی حرمت پیدا کرتی ہے تو چاہیے کہ نذر ماننا حرام ہو اور حرام کا پورا کرنا واجب تو کیا مباح بھی نہیں ہوتا، غرضکہ حدیث صاف ہے۔ [3] یعنی کنجوس لوگ ویسے خیرات نہیں کرتے بلکہ مصیبت پڑ جانے پر معاوضہ کی شکل میں خیرات کرتے ہیں، سخی لوگ ہر حال میں خیرات کرتے رہتے ہیں وہ رب تعالٰی کی رضا کے لیے خیرات کرتے ہیں نہ کہ کسی معاوضہ اور بدلہ میں۔ [4] کیونکہ اللہ تعالٰی کی عبادت تو ویسے بھی کرنی چاہیے، اور جب نذر مان لی تو بدرجہ اولٰی کرنی چاہیے۔ [5] خیال رہے کہ جو کام بذات خود گناہ ہو اس کی نذر درست ہی نہیں جیسے شراب پینے، جوا کھیلنے، کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے کی نذر، کہ ایسی نذریں باطل ہیں ان کا پورا کرنا حرام، مگر ان پر کفارہ واجب ہے، کہ یہ کام ہرگز نہ کرے، اور کفارہ ادا کرے، اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے، کہ اس نے رب تعالٰی کے نام کی بے حرمتی کی، مگر جو کام کسی عارضہ کی وجہ سے ممنوع ہوں ان کی نذر درست ہے، یا ان کی قضا کرے یا کفارہ دے جیسے عید کے دن کے روزے یا طلوع آفتاب کے وقت نفل پڑھنے کی منت، کہ یہ منت درست ہے یہی مذہب احناف ہے۔

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةٍ وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي
رِوَايَةٍ لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَخْطُبُ إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٍ فَسَأَلَ عَنْهُ فَقَالُوا أَبُو إِسْرَائِيلَ نَذَرَ أَنْ يَقُومَ وَلَا يَقْعُدَ وَلَا يَسْتَظِلَّ
وَلَا يَتَكَلَّمَ وَيَصُومَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ وَ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ تو نافرمانی کی منت پوری کی جاوے نہ اسکی جس کا بندہ مالک نہیں ۱؎ (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی معصیت میں نذر نہیں ۲؎ روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے ۳؎ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ نذر کا کفارہ قسم کا ہی کفارہ ہے ۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص کو کھڑا ہوا دیکھا ۵؎ حضور نے اسکے متعلق پوچھا لوگوں نے بتایا کہ یہ ابو اسرائیل ہے ۶؎ اس نے نذر مانی ہے کہ کھڑا رہے نہ بیٹھے گا، نہ سایہ لیگا نہ کلام کریگا ۷؎ اور روزے رکھیگا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے حکم دو کہ کلام کرے سایہ لے لے اور بیٹھ جائے ۸؎

۱؎ لہٰذا اگر کہے کہ خدایا اگر میرا یہ کام ہو گیا تو فلاں کے غلام کو آزاد کروں گا یا فلاں کی بکری کی قربانی دوں گا تو یہ نذر باطل ہے احمد ابوداؤد ابن ماجہ نسائی نے حضرت عمران ابن حصین سے حدیث کی کہ فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے گناہ کی نذر درست نہیں اور اسکا کفارہ قسم کا کفارہ ہے ۲؎ ان روایات سے معلوم ہوا کہ معصیت وغیرہ کی نذر معتبر ہے مگر پوری نہ کرے کفارہ ادا کرے یا حرام چیزوں کی نذر درست نہیں مگر اس کا کفارہ واجب ہے ۳؎ آپ صحابی ہیں جہنی ہیں امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے گورنر رہے جبکہ امیر معاویہ کے بھائی عتبہ ابن ابی سفیان فوت ہو گئے، پہلے وہ گورنر تھے آپ سے بہت سے صحابہ و تابعین نے احادیث روایت کیں ۵۸ھ میں وفات ہوئی ۴؎ یعنی جو شخص نذر پوری نہ کرسکے یا شرعاً و عقلاً پوری نہ کرسکے تو اسکا کفارہ دے نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے یعنی غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا کپڑا اگر طاقت نہ ہو تو تین روزے نذر خواہ مطلق ہو یا معلق سب کا حکم یہی ہے ۵؎ اس طرح کہ سب لوگ بیٹھے خطبہ سن رہے تھے مگر یہ صاحب حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوئے سن رہے تھے اس سے معلوم ہوا کہ خطبہ پڑھتے وقت کھڑے ہو کر سننا بیٹھ کر سننے کے خلاف سنت ہے اسی لیے تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے کھڑے ہونے پر تعجب فرمایا ۶؎ یہ حضرت بنی عامر ابن لوی کی اولاد سے تھے قریش کے ایک خاندان سے ان کا نام ابو اسرائیل ہی تھا ۷؎ یعنی نماز کے علاوہ کسی وقت نہ بیٹھے گا اور کسی انسان سے کلام نہ کریگا یہ مطلب نہیں کہ التحیات میں بھی نہ بیٹھے گا اور نماز میں تلاوت وغیرہ بھی نہ کریگا، عبادت کی نفی نہیں عبادات کی نفی نہیں ۸؎ یعنی خاموش رہنا سایہ میں نہ بیٹھنا کوئی عبادت نہیں بلکہ حرام ہے کیونکہ نماز میں قرأت فرض ہے اور التحیات میں بیٹھنا واجب بلکہ فرض بھی ہے اسی طرح ہمیشہ کھڑا رہنا طاقت انسانی سے باہر ہے یہ نذر توڑ دے مگر روزہ چونکہ عبادت ہے اس لیئے اسے پورا کرے۔ خیال رہے کہ ابو اسرائیل نے ہمیشہ کھڑے رہنے ہمیشہ خاموش رہنے سایہ میں نہ بیٹھنے ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر مانی تھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلی نذریں توڑ دینے کا حکم دیا مگر روزے کی نذر پوری کرنے کی تاکید فرمائی جو کوئی ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر مانے وہ سال میں پانچ حرام روزوں کے سوا تمام دن روزے رکھے اور ان پانچ دن روزے نہ رکھنے کی وجہ سے کفارہ دے، نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے امام شافعی کے ہاں ان روزوں کی نذر درست ہی نہیں۔

لِيُتِمَّ صَوْمَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ • وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى شَيْخًا يُهَادٰى بَيْنَ ابْنَيْهِ فَقَالَ مَا بَالُ هٰذَا قَالُوْا نَذَرَ اَنْ يَّمْشِيَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَنْ تَعْذِيْبِ هٰذَا نَفْسَهٗ لَغَنِيٌّ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَّرْكَبَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِرْكَبْ اَيُّهَا الشَّيْخُ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكَ وَعَنْ نَذْرِكَ • وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اِسْتَفْتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَذْرٍ كَانَ عَلٰى اُمِّهٖ فَتُوُفِّيَتْ قَبْلَ اَنْ تَقْضِيَهُ فَاَفْتَاهُ اَنْ يَّقْضِيَهُ عَنْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ اَنْخَلِعَ

اور اپنا روزہ پورا کرے (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کے درمیان چلا جا رہا تھا ۱؎ تو فرمایا اس کا کیا حال ہے لوگوں نے عرض کیا کہ انہوں نے پیدل چلنے کی منت مانی ہے ۲؎ فرمایا اللہ تعالٰی اس کے اپنے نفس کو عذاب دینے سے غنی ہے اور اسے سوار ہو جانے کا حکم دیا ۳؎ (مسلم، بخاری) اور مسلم کی روایت میں حضرت ابوہریرہ سے ہے فرمایا اے بوڑھے سوار ہو جا کہ اللہ تعالٰی تجھ سے اور تیری نذر سے بے نیاز ہے ۴؎ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ سعد ابن عبادہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس نذر کے متعلق پوچھا جو ان کی ماں پر تھی ۵؎ پھر وہ نذر پوری کرنے سے پہلے وفات پا گئیں، تو انہیں فتویٰ دیا کہ ان کی طرف سے ادا کر دیں ۶؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے ۷؎ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کہ میری قبول توبہ کے شکریہ میں سے یہ ہے کہ

۱؎ [illegible] دو بیٹوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر گھسٹتا ہوا جا رہا تھا ۲؎ یعنی پیدل حج کرنے کی [illegible] سے یا حرم شریف سے عرفات تک، پھر [illegible] شریف تک پیدل چلوں گا خیال رہے کہ جو شخص پیدل حج کرنے کی نذر مانے اس پر واجب ہے کہ [illegible] پیدل جائے اور حج کرے، بعض نے فرمایا کہ میقات سے پیدل چلے بعض کے نزدیک مقام احرام سے اگر پیدل نہ چلا سوار ہو گیا تو اس پر قربانی یعنی دم واجب ہے [illegible] ۳؎ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ [illegible] امام اعظم اور خود امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ [illegible]

مِنْ مَالِيْ صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلٰى رَسُوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْسِكْ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قُلْتُ فَإِنِّيْ أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا طَرَفٌ مِّنْ مُّطَوَّلٍ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةٍ وَكَفَّارَتُهٗ كَفَّارَةُ الْيَمِيْنِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ❁ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَذَرَ لَمْ يُسَمِّهٖ فَكَفَّارَتُهٗ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ

اپنے مال سے الگ ہوجاؤں صدقہ کرتے ہوئے اللہ و رسول کی طرف[1] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا کچھ مال روک لو وہ تمہارے لئے بہتر ہے[2] میں نے عرض کیا کہ میں اپنا وہ حصہ روکتا ہوں جو خیبر میں ہے[3] (مسلم، بخاری) یہ بڑی حدیث کا ایک حصہ ہے[4]

دوسری فصل

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گناہ میں نذر نہیں[1] اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے[2] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)[3] روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نذر مانے اور اسے مقرر نہ کرے تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے[4]

تا سود کا پہلا حرف لفظ کہیں جمع ہے اسم سے مراد کاف سے کعب اور دال کی طرف اشارہ ہے یہ حضرات بڑے درجہ والے ہیں۔

[1] یعنی چونکہ رب تعالیٰ نے میری توبہ قبول فرمائی اس کے شکریہ میں میں یہ پختہ ارادہ کرتا ہوں کہ سارے مال سے علیحدہ ہو جاؤں سب مال خیرات کردوں، خیال رہے کہ یہ نذر نہیں بلکہ شکریہ ہے گزشتہ سے پیوستہ ہے لہذا یہ حدیث اس باب میں لائی گئی یعنی اللہ و رسول کو راضی کرنے کے لیے یہ سارا مال صدقہ کرتا ہوں معلوم ہوا کہ عبادات میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کی نیت شرک نہیں بلکہ سنت صحابہ ہے، دیکھو حضرت کعب حضور کی بارگاہ میں عرض کر رہے ہیں اور حضور ان پر فتوٰی شرک نہیں دیتے بلکہ اسکو جائز رکھتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ۔ [2] یعنی سارا مال خیرات نہ کرو کچھ اپنی ضروریات کیلئے رکھ لو کچھ خیرات کرو تاکہ تم آج خیرات دے کر کل خیرات لینے کے لائق نہ ہو جاؤ چونکہ انہوں نے دراصل صدقہ کیا تھا اس کی نذر نہ مانی تھی اسی لئے سرکار نے ان کے ارادہ میں تبدیلی فرمادی جو شخص سارے مال کی خیرات کی نذر مان لے وہ چھٹے حصہ کا خیرات کرے کہ سب کچھ خیرات کردے، پھر مال کمائے اس قدر کی بقدر بھی خیرات کرے۔ [3] یعنی میری جو زمین وغیرہ خیبر میں ہے وہ اپنی ضروریات کیلئے رکھتا ہوں باقی مال صدقہ کرتا ہوں، خیال رہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہر شخص کی اندرونی کیفیت سے خبردار ہیں، حضرت ابوبکر صدیق نے سارا مال خیرات فرمایا تو انہیں منع نہ کیا کہ صدیق اکبر اپنے بال بچوں کے زہد و قناعت کے اعلیٰ درجہ پر تھے حضرت کعب اور آپکے بال بچے اس درجہ پر ابھی نہ پہنچے تھے۔ [4] یہ حدیث مسلم بخاری وغیرہم نے بہت تفصیل سے بیان کی قصہ توبہ کعب ابن مالک خود صاحب مصابیح نے اپنی کتاب تفسیر معالم التنزیل میں بہت مفصل نقل فرمایا یہاں مصابیح میں بقدر ضرورت لائے اور اسے مسلم بخاری کی طرف منسوب فرما کر کفایت کی۔ [1] یعنی گناہ کی نذر کا پورا کرنا جائز نہیں، یہ مطلب نہیں کہ وہ نذر درست ہی نہیں ورنہ کفارہ واجب ہونے کے کیا معنے خلاصہ یہ ہے کہ جو نذر معصیت میں ہو اس میں کفارہ واجب ہوتا ہے۔ [2] یہ حدیث امام اعظم کی بڑی قوی دلیل ہے حضرت امام شافعی کے خلاف ہے ان کے ہاں گناہ کی نذر میں کفارہ بھی نہیں ہوتا امام اعظم کے ہاں ایسی نذر کا پورا کرنا حرام ہے اس کا کفارہ واجب ہے۔ [3] یہ حدیث امام سیوطی نے جامع صغیر میں احمد اور ائمہ اربعہ نے

وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا فِي مَعْصِيَةٍ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَا يُطِيقُهُ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ وَمَنْ نَذَرَ نَذْرًا أَطَاقَهُ فَلْيَفِ بِهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَوَقَفَهُ بَعْضُهُمْ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالُوا لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ قَالُوا لَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْفِ بِنَذْرِكَ فَإِنَّهُ لَا

اور جو گناہ میں منت مانے تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے، اور جو ایسی نذر مانے جس کی طاقت نہ ہو تو اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے[1] اور جو ایسی نذر مانے جس کی طاقت رکھتا ہو، تو اسے پورا کرے[2] (ابوداؤد، ابن ماجہ) بعض نے یہ حدیث حضرت ابن عباس پر موقوف کی، روایت ہے حضرت ثابت ابن ضحاک سے، فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نذر مانی کہ مقام بوانہ میں اونٹ ذبح کریگا[3] پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کو یہ خبر دی[4] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہاں جاہلیت کے بتوں سے کوئی بت تھا جس کی پوجا ہوتی تھی، لوگوں نے کہا نہیں، فرمایا کیا وہاں ان کے میلوں سے کوئی میلہ لگتا تھا، لوگ بولے نہیں[5] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو[6] کیونکہ نذر

[illegible]

وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنِّيْ نَذَرْتُ اَنْ اَضْرِبَ عَلٰى رَاْسِكَ بِالدُّفِّ قَالَ اَوْفِيْ بِنَذْرِكِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَزَادَ رَزِيْنٌ قَالَتْ وَنَذَرْتُ اَنْ اَذْبَحَ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا مَكَانٍ يَذْبَحُ فِيْهِ اَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ هَلْ كَانَ بِذٰلِكَ الْمَكَانِ وَثَنٌ مِنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالَتْ لَا قَالَ هَلْ كَانَ فِيْهِ عِيْدٌ مِنْ اَعْيَادِهِمْ قَالَتْ لَا قَالَ اَوْفِيْ بِنَذْرِكِ

اللہ کے گناہ میں نذر درست ہے اور نہ اس میں جس کا انسان مالک نہ ہو[1] (ابوداؤد)۔ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ ایک عورت نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے نذر مانی تھی کہ حضور کے سامنے دف بجاؤں[2] فرمایا اپنی نذر پوری کرو[3] (ابوداؤد) اور رزین نے یہ اور زیادہ کیا کہ بولی اور میں نے یہ نذر مانی تھی کہ فلاں فلاں جگہ جانور ذبح کروں، جہاں جاہلیت والے ذبح کرتے تھے[4] تو فرمایا کیا اس جگہ جاہلیت کے بتوں سے کوئی بت تھا جسکی پوجا ہوتی ہو؟ بولی نہیں، فرمایا کیا وہاں انکے میلوں میں سے کوئی میلہ لگتا تھا؟ بولی نہیں، فرمایا اپنی نذر پوری کرو[5]

کہ وہی بزرگوں کی نذر کے سلسلے میں یہاں کفار کے میلوں کا ذکر ہے جن کا انعقاد ہوتا ہے ... جو مسلمانوں کے مجمعوں میں جانور ذبح کرنا حرام ہے چاہیئے بدلے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی خاص جگہ قربانی کرنے یا خاص جگہ کے فقراء پر صدقہ کرنے کی نذر مانے تو وہ پوری کرے۔ مرقات نے فرمایا کہ مسلمان حرمین شریفین کے فقراء پر صدقہ یا کسی بزرگ کے مزار کے پاس رہنے والے مسکینوں پر خیرات کرنے کی منت مانے وہ درست ہے اور صدقہ وہاں ہی کے فقراء کو دے، کسی بزرگ کے مزار پر ذبح کی نذر مانے تو وہاں ہی ذبح کرے۔

[2] اگر نذر ہو گیا کہ ... کفارہ واجب ہوگا اور غیر مملوکہ چیز کی نذر میں نہ پوری کرنا واجب نہ کفارہ لازم (مرقات) ابتداءً اگر کوئی نذر مانے کہ میں فلاں کی بکری قربانی کروں گا تو نذر درست نہیں، اگرچہ اس بکری کو خرید بھی لے تب بھی اسکی قربانی واجب نہ ہوگی نہ کفارہ ہوگا۔ سرکار صلے اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں تشریف لے گئے تھے جہاں کفار کی یلغار زیادہ تھی تب ان بی بی صاحبہ نے نذر مانی تھی کہ جب حضور بخیریت مدینہ منورہ تشریف لائیں تو آپکے سامنے دف بجاؤں۔ دف بجانا کوئی عبادت نہیں، اسلئے یہ مسئلہ پوچھا کہ یہ نذر درست ہے یا نہیں۔ دف دال کے فتح سے بھی ہے اور دال کے پیش سے بھی، پیش زیادہ مستعمل ہوتا ہے۔ [3] اسلئے کہ اگرچہ دف بجانا عبادت نہیں مگر حضور کی تشریف آوری پر خوشی کا اظہار بھی عبادت ہے اور کفار کو جلانا بھی عبادت ہے، دف بجانے میں یہ دونوں باتیں تھیں (مرقات و اشعہ) لہذا جو شخص میلاد شریف یا گیارھویں شریف کی نذر مانے وہ ضرور پوری کرے کیونکہ حضور کی ولادت کی خوشی منانے کی نذر ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ نکاح میں اعلان کیلئے دف بجانا اسلئے ثواب ہے کہ اس سے نکاح کی خوشی، نکاح کا اعلان، زنا و نکاح کے درمیان فرق ہے۔ چنانچہ ان بی بی صاحبہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دف بجائی۔ جنگ بدر کا واقعہ دوسرا ہے وہاں ایک لونڈی نے دف بجانے کی نذر مانی تھی۔ [4] یعنی وہاں کوئی بت یا سلیہ رہتا تھا تو ذبح کرتے تھے یا کسی اور مقصد کیلئے۔ [5] اس سے معلوم ہوا کہ فقط کفار کا کسی جگہ جانور ذبح کرنا مومن کی نذر کیلئے مانع نہیں جو مانع ہے وہ کچھ اور ہے یعنی بت کی موجودگی یا کفار کا میلہ کیونکہ ان دونوں صورتوں میں ان سے تشبیہ ہے اور ان کی تیسری صورت میں جو میلہ ہوتی ہے بعض کفار کے ساتھ اشتراک عمل ہے۔ تشبیہ بالکفار حرام یا کفر ہے اشتراک درست ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ لُبَابَۃَ اَنَّہٗ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِیْ اَنْ اَھْجُرَ دَارَ قَوْمِیَ الَّتِیْ اَصَبْتُ فِیْھَا الذَّنْبَ وَاَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَالِیْ کُلِّہٖ صَدَقَۃً قَالَ یُجْزِئُ عَنْکَ الثُّلُثُ رَوَاہُ رَزِیْنٌ ۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ رَجُلًا قَامَ یَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اِنْ فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْکَ مَکَّۃَ اَنْ اُصَلِّیَ فِیْ بَیْتِ الْمَقْدِسِ رَکْعَتَیْنِ قَالَ صَلِّ ھٰھُنَا

روایت ہے حضرت ابولبابہ سے[1] کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری توبہ سے یہ ہے کہ میں اپنی قوم کی جگہ چھوڑ دوں جہاں میں نے یہ گناہ کیا[2] اور یہ ہے کہ اپنے سارے مال سے علیحدہ ہو جاؤں صدقہ کرتے ہوئے فرمایا تمہیں تہائی کافی ہے[3] (رزین) روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے کہ فتح مکہ کے سال ایک شخص کھڑا ہوا عرض کیا یارسول اللہ میں نے اللہ کیلئے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالٰی آپ کو فتح مکہ عطا کرے تو میں بیت المقدس میں دو رکعتیں پڑھوں گا[1] فرمایا یہاں ہی پڑھ لو[2]

۱؎ آپ کا نام رفاعہ ابن عبدالمنذر ہے مگر کنیت ہی مشہور ہے انصاری اوسی ہیں مدینہ پاک کے نقیبوں میں سے تھے غزوۂ بدر میں حاضر نہ ہوسکے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پاک میں رہنے وہاں انتظام کرنے کا حکم دیا اور غنیمت بدر میں سے ان کو حصہ عطا فرمایا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں وفات پائی (مرقات، اشعہ، اکمال) ۲؎ حضرت ابولبابہ کے بال بچے بنی قریظہ یہود کے محلہ میں رہتے تھے اسی وجہ سے ابولبابہ کے تعلقات یہود بنی قریظہ سے تھے غزوۂ خندق کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کا محاصرہ فرمایا جو پچیس دن رہا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس ابولبابہ کو بھیج دیجئے تاکہ ہم ان سے مشورہ کرلیں چنانچہ حضور نے ابولبابہ کو وہاں بھیج دیا وہ لوگ ابولبابہ کو دیکھ کر بیوی بچوں سمیت رونے اور فغاں کرنے لگے جس سے ابولبابہ کا دل بھر آیا ان یہود نے پوچھا کہ اگر ہم اپنے قلعوں سے اتر آئیں تو ہم سے کیا برتاؤ کیا جائے گا تو ابولبابہ نے اپنے حلق پر انگلی پھیر کر اشارۃً بتایا کہ تم سب قتل کئے جاؤ گے اشارہ کرتے ہی نادم ہوئے سوچنے لگے کہ میں نے اللہ رسول کی خیانت کی تب انہوں نے اپنے کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے بندھوا لیا اور بولے کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی یہیں بندھا رہوں گا حضور نے فرمایا کہ اگر ابولبابہ میرے پاس آجاتا تو میں اس کیلئے دعائے مغفرت کرتا اب جبکہ وہ خود بندھ گیا ہے تو جب تک رب تعالٰی اس کی معافی کا حکم نہ دے گا میں نہ کھولوں گا چنانچہ آپ سات دن بندھے رہے نماز کے وقت آپ کی بیٹی آکر کھول دیتی وضو کرکے نماز باجماعت پڑھ لیتے پھر بندھ جاتے کھانا پینا چھوٹ گیا تب آیت توبہ اتری آپ سے کہا گیا کہ آپ کی توبہ قبول ہوگئی آپ نے فرمایا کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے نہ کھولیں گے نہ کھلوں گا چنانچہ حضور نے اپنے ہاتھ سے کھولا اس ستون کا نام ستون توبہ ہے جو اب بھی موجود ہے حاجی وہاں کھڑے ہو کر توبہ کرتے ہیں کھلنے کے بعد آپ نے عرض کیا کہ میں محلہ بنی قریظہ بھی چھوڑ دوں گا جس کی وجہ سے یہ گناہ ہوا اور اپنا سارا مال خیرات کردوں گا توبہ کی خوشی میں ۳؎ یہ صدقہ نذر نہ تھی بلکہ قبولیت توبہ کے شکریہ میں صدقہ کرنے کا ارادہ تھا اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تہائی خیرات کرنے کی اجازت دی صوفیاء فرماتے ہیں کہ گناہ کرکے صدقہ کردو کہ اس صدقہ کی برکت سے گناہ کا اثر دل سے جاتا رہے [illegible] کی دلیل یہ حدیث ہے (مرقات) اب بھی بعض صاحبان بعض واقعہ پر صدقہ کا حکم دیتے ہیں اس حدیث کی وجہ سے خیال رہے کہ [illegible] اوقات کے کچھ وقت [illegible] مرقات نے فرمایا کہ ابولبابہ نے [illegible] صوفیاء کے فقر و فاقہ، ترک [illegible] وغیرہ اسی سے ثابت ہوتے ہیں خیال رہے کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک سکونت کی اجازت دی [illegible] ۱؎ بیت مقدس میم کے فتح دال کے کسرہ سے بمعنی بزرگی والا گھر [illegible] مقدس باب تفعیل کا اسم مفعول ہو سکتا ہے۔

ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ فَقَالَ صَلِّ هٰهُنَا ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ فَقَالَ شَأْنُكَ إِذًا رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً وَإِنَّهَا لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ مَشْيِ أُخْتِكَ فَلْتَرْكَبْ وَلْتُهْدِ بَدَنَةً رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِأَبِيْ دَاوُدَ فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَرْكَبَ وَتُهْدِيَ هَدْيًا وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَصْنَعُ بِشَقَاءِ أُخْتِكَ

تو انہوں نے پھر سوال دوہرایا، فرمایا یہاں ہی پڑھ لو پھر سوال دوہرایا، فرمایا اچھا تو تم جانو[۱] (ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ عقبہ ابن عامر کی بہن نے نذر مانی کہ پیدل حج کریں[۲] اور وہ اس کی طاقت نہ رکھتی تھیں، تو فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی تمہاری بہن کے پیدل چلنے سے بے نیاز ہے، وہ سوار ہو جائیں اور ایک بدنہ لے جائیں[۳] (ابوداؤد، دارمی) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سوار ہو جائیں اور ہدی لے جائیں[۴] اور انکی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی تمہاری بہن کی اس مشقت سے کچھ نہ کرے گا[۵]

شاید ان صاحب کا خیال یہ ہوگا کہ بیت المقدس کی نماز جو میں نے نذر مانی ہے مسجد بیت اللہ اور مسجد نبوی شریف کی نماز سے افضل ہے حالانکہ مسجد حرام شریف میں ثواب زیادہ ہے۔

۱ اگر یہ سوال مکہ معظمہ میں تھا تو یہاں سے مراد مسجد حرام شریف ہے، اور اگر مدینہ منورہ میں سوال ہوا ہے تو یہاں سے مراد مسجد نبوی شریف ہے۔ خیال رہے کہ کعبہ معظمہ کی مسجد کا ثواب بیت المقدس سے دوگنا ہے کہ وہاں ایک کا ثواب پچاس ہزار ہے اور حرم شریف میں ایک لاکھ اور مسجد نبوی کا ثواب بیت المقدس کے برابر مگر مسجد نبوی میں نماز کا درجہ زیادہ ہے کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب ہے۔ اور اگر کوئی شخص نذر سے اعلٰی عبادت ادا کرے تو نذر ادا ہو جاتی ہے چونکہ نذر تھی بیت المقدس کی لہذا یہ صاحب اگر مسجد حرام یا مسجد نبوی میں پڑھ لیں تو ادا ہو جائے گی۔ اعلٰی سے ادنٰی ادا نہ ہوگی ادنٰی سے اعلٰی ادا ہو جاتی ہے۔ مساجد میں اعلٰی مسجد حرام ہے پھر مسجد نبوی پھر مسجد اقصٰی پھر اپنے شہر کی جامع مسجد پھر محلہ کی مسجد پھر گھر کی مسجد۔ امام زفر و امام ابو یوسف کا مذہب ہے کہ مسجد اقصٰی کی نذر کی نماز حرم شریف اور مسجد نبوی کی نماز سے ادا ہو جاتی ہے مگر اس کے برعکس درست نہیں یعنی مسجد حرام کی نذر کی نماز مسجد اقصٰی کی نماز سے ادا نہیں ہوتی مگر امام اعظم و امام محمد کے نزدیک نماز میں جگہ کی تخصیص معتبر نہیں لہذا اگر مسجد حرام کی نماز کی نذر مانی ہو تو جہاں پڑھ لے درست ہے (مرقات و اشعۃ اللمعات) میں فرمایا کہ امام اعظم کے نزدیک یہی درست ہے یعنی نذر یا مساجد میں ادا ہوگی یا اعلٰی میں۔

۲ یعنی ہم نے تمکو وہ بات بتائی تھی جو اعلٰی بھی تھی اور آسان بھی لیکن تم کو اپنی بات پر اصرار ہے تو جاؤ وہاں ہی یعنی بیت المقدس میں ہی پڑھو کر آؤ، اس سے معلوم ہوا کہ حضور کا مشورہ حکم نہ تھا اور اگر حکم تھا تو استحبابی یعنی اس کے نہ ماننے کا اختیار رکھتا تھا۔ ۳ اس طرح کہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ پیدل جا کر حج کریں۔ ۴ امام شافعی کے ہاں بدنہ صرف اونٹ کو کہتے ہیں، امام اعظم کے ہاں بدنہ میں اونٹ، گائے، بکری سب شامل ہیں یعنی ڈیل دار جانور۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ بدنہ کا حکم استحبابی ہے اس صورت میں اس پر کفارہ قسم یا کفارہ نذر واجب ہے مگر حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس صورت میں ہدی ہی واجب ہے۔ ۵ شقاء کے معنی مشقت ہے سعادت کا مقابل نہیں یعنی اسکے معنی بدبختی کم نصیبی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تمہاری بہن کی اس مشقت سے رب تعالٰی کو خوشی نہیں۔

شیئا فلترکب ولتحج ولتکفر یمینها ۔ وعن عبد الله بن مالك ان عقبة بن عامر سال
النبي صلى الله عليه وسلم عن اخت له نذرت ان تحج حافية غير مختمرة فقال مروها
فلتختمر ولتركب ولتصم ثلاثة ايام رواه ابو داود والترمذي والنسائي وابن ماجة و
الدارمي ۔ وعن سعيد بن المسيب ان اخوين من الانصار كان بينهما ميراث فسال احدهما
صاحبه القسمة فقال ان عدت تسألني القسمة فكل مالي في رتاج الكعبة فقال له عمر ان الكعبة
غنية عن مالك كفر عن يمينك وكلم اخاك فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم

وہ سوار ہو جائیں، حج کرلیں، اور اپنی قسم کا کفارہ دیں[۱] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مالک سے کہ عقبہ ابن عامر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہن کے متعلق دریافت کیا[۲] جنہوں نے نذر مانی تھی کہ ننگے پاؤں بغیر دوپٹہ حج کریں گی[۳] فرمایا انہیں حکم دے دو کہ دوپٹہ اوڑھیں اور سوار ہو جائیں اور تین دن روزہ رکھیں[۴] (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے کہ دو انصاری بھائی جن کے درمیان کچھ میراث تھی ان میں سے ایک نے دوسرے سے تقسیم کا مطالبہ کیا[۵] دوسرا بولا کہ اگر تم نے دوبارہ مجھ سے تقسیم کا مطالبہ کیا تو میرا سارا مال خانہ کعبہ میں صرف ہو[۶] تو ان سے حضرت عمر نے فرمایا کہ کعبہ تمہارے مال سے غنی ہے[۷] اپنی قسم کا کفارہ دو اور اپنے بھائی سے کلام کرو[۸] میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

۱؎ کفارہ سے مراد کفارہ قسم ہے [illegible] مگر چونکہ یہ کفارہ اس نذر کی بنا پر واجب ہوا [illegible]
[illegible] حضرت عمر [illegible]
[illegible] ننگے سر [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ثلاث عشرة [illegible] تقسیم [illegible]
[illegible]
[illegible] تقسیم [illegible]
[illegible] میراث [illegible] تقسیم میراث [illegible]
[illegible] کلام [illegible]

يَقُوْلُ لَا يَمِيْنَ عَلَيْكَ وَلَا نَذْرَ فِيْ مَعْصِيَةِ الرَّبِّ وَلَا فِيْ قَطِيْعَةِ الرَّحِمِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤدَ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلنَّذْرُ نَذْرَانِ فَمَنْ كَانَ نَذَرَ فِيْ طَاعَةٍ فَذٰلِكَ لِلّٰهِ فِيْهِ الْوَفَاءُ وَمَنْ كَانَ نَذَرَ فِيْ مَعْصِيَةٍ فَذٰلِكَ لِلشَّيْطَانِ وَلَا وَفَاءَ فِيْهِ وَيُكَفِّرُهُ مَا يُكَفِّرُ الْيَمِيْنَ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ۔ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ قَالَ إِنَّ رَجُلًا نَذَرَ أَنْ يَّنْحَرَ نَفْسَهٗ إِنْ نَجَّاهُ اللهُ مِنْ عَدُوِّهٖ فَسَأَلَ

فرماتے سنا کہ نہ تم پر قسم ہے اور نہ نذر ہے اللہ کی نافرمانی میں اور نہ قطع رحمی میں، اور نہ اس میں جس کا مالک نہ ہو[1] (ابوداؤد) تیسری فصل، روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے[2] فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا نذریں دو ہیں[3] تو جو کوئی فرمانبرداری کی نذر مانے تو یہ نذر اللہ کیلئے ہے اس میں وفا لازم ہے[4] اور جو گناہ کی نذر مانے تو یہ نذر شیطان کیلئے ہے اور اس کی وفا نہیں[5] اس کا کفارہ وہی بنے گا جو قسم کا کفارہ بنتا ہے[6] (نسائی) روایت ہے حضرت محمد ابن منتشر سے[7] فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے دشمن سے نجات دے تو وہ اپنے کو ذبح کردیگا پھر اس نے

کر دے پھر کفارہ ادا کر دے [illegible] یہ قسم [illegible] ہے [illegible] اس کی قسم منعقد ہو جاتی ہے مگر اس کا پورا کرنا واجب نہیں ہوتا بلکہ ایسی قسم کا توڑنا ضروری ہوتا [illegible] جیسا کہ یمین کے بیان میں [illegible] قسم منعقد ہو جاتی ہے [illegible] کفارہ [illegible] قسم کھانا [illegible] جس کا قسم کھانا [illegible] کا کفارہ ہے [illegible] عبادت کی نذر [illegible] کا پورا کرنا واجب ہے جیسے حج یا صدقہ یا روزہ یا نوافل کی نذر [illegible] شیطان خوش ہوتا ہے [illegible] جیسے قتل یا ماں باپ کی نافرمانی [illegible] کی نذر کہ شیطانی تو [illegible] جاتا ہے جب بندہ اس کی نذر [illegible] گناہ [illegible] نہیں [illegible] کفارہ واجب ہے [illegible] امام مالک کے ہاں کافر کی [illegible] صدقہ و خیرات کی نذر [illegible] رب تعالیٰ فرماتا ہے ثم لیقضوا [illegible] امام شافعی و احمد کے ہاں اگر کافر نیکی کی نذر مانے [illegible] مسلمان ہو گیا تو پوری کرے [illegible] دلیل [illegible] تعالیٰ کا فرمان [illegible] ولیوفوا [illegible] حدیث ہے کہ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اسلام لانے سے پہلے مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کی نذر مانی تھی فرمایا پوری کرو [illegible] امام اعظم کے ہاں یہ حکم استحبابی [illegible] اس آیت سے قسم [illegible] قسم ہے [illegible] امام اعظم کا قول قوی ہے [illegible] امام شافعی بھی کافر کی [illegible] کفارہ واجب نہیں [illegible] کفارہ درست نہیں [illegible] خیال رہے کہ کفارہ کے [illegible] اپنے اعتقاد میں [illegible] قسم [illegible] اس بنا پر [illegible] مقصد درست ہے [illegible] آپ تابعی ہیں [illegible] ہیں حضرت مسروق کے بھتیجے [illegible] سے ملاقات ہے جیسے حضرت [illegible] رضی اللہ عنہم [illegible] کی ہلاکت کی تکلیف [illegible] اونٹ [illegible]

[illegible] اس لذت [illegible] تمہیں خبر نہیں۔

ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ سَلْ مَسْرُوْقًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ لَا تَنْحَرْ نَفْسَكَ فَإِنَّكَ إِنْ كُنْتَ
مُؤْمِنًا قَتَلْتَ نَفْسًا مُؤْمِنَةً وَإِنْ كُنْتَ كَافِرًا تَعَجَّلْتَ إِلَى النَّارِ وَاشْتَرِ كَبْشًا فَاذْبَحْهُ
لِلْمَسَاكِيْنِ فَإِنَّ إِسْحَاقَ خَيْرٌ مِّنْكَ وَفُدِيَ بِكَبْشٍ فَأَخْبَرَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ هٰكَذَا كُنْتُ
أَرَدْتُّ أَنْ أُفْتِيَكَ رَوَاهُ رَزِيْنٌ ۔ كِتَابُ الْقِصَاصِ ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنْ
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ
مُسْلِمٍ يَّشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلٰثٍ اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ

حضرت ابن عباس سے پوچھا تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ مسروق سے پوچھو اُس نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے کو ذبح نہ کر کیونکہ اگر تو مومن ہے تو تُو نے مومن جان کو قتل کر لیا[1] اور اگر تو کافر ہے تو تُو نے دوزخ کی طرف جلدی کی[2] اور تو ایک دُنبہ خرید اسے ذبح کر دے فقراء کیلئے کیونکہ حضرت اسحاق تجھ سے بہتر تھے اور اُن کا فدیہ دُنبہ سے دیا گیا[3] اُس نے حضرت ابن عباس کو خبر دی آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی تجھے یہی فتویٰ دینا چاہا تھا[4] (رزین) قصاص کا بیان[5] پہلی فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی اس مسلمان کا خون حلال نہیں جو گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں[6] مگر تین چیزوں میں سے ایک سے، جان، جان کے بدلے[7]

1 یہ بھی فتویٰ میں احتیاطاً تھا آپ نے خیال فرمایا کہ حضرت مسروق ان مسائل میں بہت ماہر ہیں تو انکے پاس بھیجنے میں شرم نہ فرمائی، مسروق ابن اجدع ہمدانی ہیں حضور کی وفات سے کچھ پہلے ایمان لائے انہیں بچپن میں کسی نے چرا لیا تھا [illegible] اس سے آپ کا نام مسروق ہوا امام شعبی فرماتے ہیں کہ [illegible] طلب علم کیلئے [illegible] تو وہ مسروق [illegible] ۲ [illegible] مومن کو قتل کرنا اللہ نے قرآن مجید حرام [illegible] رب تعالیٰ فرماتا ہے ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم اور فرماتا ہے لا تقتلوا انفسکم ۳ [illegible] ۴ [illegible] کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل ہیں یا حضرت اسحاق علیہم الصلوٰۃ والتسلیم [illegible] حضرت اسمٰعیل علیہ السلام [illegible] حضرت مسروق جناب اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ مانتے تھے [illegible] جناب مسروق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے [illegible] عالم [illegible] ۵ قصاص قص سے بنا بمعنی [illegible] کسی کے پیچھے چلنا رب تعالیٰ فرماتا ہے فارتدا علی آثارھما قصصا یہاں [illegible] قصص القرآن [illegible] قتل یا زخم میں برابری کرنے کو قصاص کہتے ہیں [illegible] مقتول کا ولی یا مجروح قاتل [illegible] کے پیچھے پڑتا ہے بدلہ لینے کیلئے [illegible] ۶ [illegible] یہاں امرء سے مراد مطلق انسان ہے مرد ہو یا عورت صرف مرد مراد نہیں کیونکہ یہ احکام عورت پر بھی جاری ہیں کلمہ طیبہ کا ذکر [illegible] اشارۃً فرمایا کہ [illegible] کلمہ سے سارے عقائد اسلامیہ کا اقرار کرنا ہے۔ ۷ یعنی اگر کوئی مسلمان کسی کو عمداً قتل کر دے تو مقتول کا ولی اُسے قصاصاً قتل کرا سکتا ہے۔

وَالثَّيِّبُ الزَّانِي وَالْمَارِقُ لِدِينِهِ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِي الدِّمَاءِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا فَضَرَبَ إِحْدَى يَدَيَّ

شادی شدہ زانی[۱] اور اپنے دین سے نکل جانے والا جماعت کو چھوڑنے والا[۲] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان اپنے دین کی وسعت میں رہتا ہے جب تک کہ حرام خون نہ کرے[۳] (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے خون کا فیصلہ کیا جائے گا[۴] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت مقداد ابن اسود سے[۵] کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! فرمایئے تو اگر میں کسی کافر آدمی سے ملوں پھر ہم جنگ کریں تو وہ میرے ایک ہاتھ پر

۱؎ اگر کوئی مسلمان مرد جو نکاح کرچکا ہو اور حلال صحبت کرچکا ہو جسے محصن کہتے ہیں اگر ایسا شخص زنا کرے تو اسکو رجم یعنی سنگسار کیا جائے گا۔ ۲؎ دین سے نکل جانے کی دو صورتیں ہیں یا تو اسلام کو چھوڑ کر یہودی عیسائی ہندو وغیرہ دوسری ملت میں داخل ہوجائے یا کلمہ گو تو رہے مگر کوئی کفریہ عقیدہ اختیار کرے جیسے مرزائی خارجی رافضی وغیرہ ہوجائے وہ بھی اگر توبہ نہ کرے تو قتل کیا جائیگا (از مرقات وغیرہ) مگر عورت مرتد ہو کر قتل نہ ہوگی بلکہ قید کی جائے گی کہ اسلام کرسکتی ہے دوسرا نہیں کرسکتا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام آزاد کے عوض اور آزاد غلام کے عوض عورت مرد کے عوض اور مرد عورت کے عوض قتل کیا جائے گا یہ ہی امام اعظم قدس سرہ کا مذہب ہے یہی امام اعظم کی دلیل ہے مارق مروق سے بنا ہے بمعنی نکل جانا، تیر شکار سے نکل جاتا ہے یا ناخن گوشت سے نکلتا ہے التارک الجماعت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اجماع مسلمین کے خلاف عقیدہ اختیار کرنا کفر ہے قرآن کریم کے وہ معنی کرنا جو اجماع کے خلاف ہوں کفر ہے سب کا اجماع ہے کہ اقیموا الصلوۃ میں صلوۃ سے مراد یہی اسلامی نماز ہے اور خاتم النبیین سے مراد آخری نبی ہے جو صلوۃ سے مراد صرف دعا سے دعا مانگنا کرے اور خاتم النبیین کے معنی کرے اصلی نبی اور پھر حضور کے بعد کسی نبی کے آنے کی گنجائش مانے وہ کافر ہے ایسے حاکم اسلام قتل کریگا۔ ۳؎ یعنی مسلمان کیسا ہی گنہگار ہو مگر وہ اسلام کی گنجائش رحمت الٰہی کی وسعت میں رہتا ہے اللہ سے نا امید نہیں ہوتا مگر قاتل ظالم اللہ کی رحمت کا مستحق نہیں رہتا کل قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا آئِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ حدیث شریف میں ہے کہ جو قتل مومن میں آدھی بات سے بھی مدد کرے وہ بھی رب تعالٰی کی رحمت سے مایوس ہے بعض نے فرمایا کہ قاتل کو دنیا میں نیک اعمال کی توفیق نہیں ملتی۔ ۴؎ یعنی قیامت کے دن معاملات میں سب سے پہلے خون ناحق کا فیصلہ ہوگا بعد میں دوسرے فیصلے اور عبادات میں پہلے نماز کا حساب ہوگا بعد میں دوسرے حسابات ہوں گے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ قیامت کے دن پہلے نماز کا حساب ہوگا کہ یہ حدیث معاملات کے متعلق ہے اور وہ حدیث عبادات کے بارے میں خیال رہے کہ نماز کے حساب کی اولیت حقیقی ہے اور خون کے حساب کی اولیت اضافی یعنی سب سے پہلے نماز کا حساب ہے معاملات میں پہلے خون کا حساب (از مرقات)۔ ۵؎ آپ عظیم الشان جلیل القدر صحابی ہیں اور چھٹے مسلمان ہیں بدر وغیرہ تمام غزوات میں شامل ہوئے آپ کے والد کا نام عمرو ابن ثعلبہ کندی ہے۔

بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ فَقَالَ أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ وَفِي رِوَايَةٍ فَلَمَّا أَهْوَيْتُ
لِأَقْتُلَهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَأَقْتُلُهُ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا قَالَ لَا تَقْتُلْهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ
إِنَّهُ قَطَعَ إِحْدٰى يَدَيَّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ
فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى
أُنَاسٍ مِنْ جُهَيْنَةَ فَأَتَيْتُ عَلٰى رَجُلٍ مِنْهُمْ فَذَهَبْتُ أَطْعَنُهُ فَقَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَطَعَنْتُهُ

تلوار مار کر اُسے کاٹ دے ۱؎ پھر وہ مجھ سے کسی درخت کی پناہ لے لے پھر کہے کہ میں اللہ کیلئے اسلام لے آیا، اور ایک روایت میں یوں ہے
کہ جب میں نے اُسے قتل کرنا چاہا تو وہ بولا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ۲؎ تو اسکے کہنے کے بعد میں اُسے قتل کر دوں فرمایا قتل نہ کرو ۳؎ وہ بولے
یارسول اللہ اُس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ دیا ہے ۴؎ تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مت قتل کرو ۵؎ اگر تم نے اُسے قتل کر
دیا تو وہ تمہارے درجہ میں ہوگا جو قتل کرنے سے پہلے تھا اور تم اسکے درجہ میں ہو جو اس کے کلمہ پڑھنے سے پہلے تھا ۶؎ (مسلم، بخاری)
روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے فرماتے ہیں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہینہ کے کچھ لوگوں کی طرف بھیجا ۱؎ میں
اُن میں سے ایک شخص کے سر پر پہنچا، اُسے نیزہ مارنے لگا ۲؎ تو اُس نے کہہ دیا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مگر میں نے اُس کے نیزہ مار کر

حضرمی ہے جو کہ اسود ابن عبد یغوث زہری کے حلیف تھے اسی لیے انہیں ابن اسود کہا جاتا ہے ۱؎ یعنی بحالت جہاد میرا کسی کافر سے مقابلہ ہو جائے وہ موقعہ پا کر میرا ہاتھ کاٹ
ڈالے پھر وہ فوراً درخت کے پیچھے ہو کر کہے کہ میں مسلمان ہو گیا تو ۲؎ یعنی اسلام کی خبر دی گئی اس کا کلمہ پڑھ کر ۳؎ یعنی اس کو قتل نہ کرو کہ اب وہ مسلمان ہو گیا اور مسلمان
اپنے ہاتھ کے عوض کسی کا ہاتھ کاٹو ۴؎ یعنی اگر کافر حربی بحالت قتال مسلمان کو قتل یا زخمی کر دے پھر مسلمان ہو جائے تو اسلام لانے کے بعد زمانہ کفر کے جرم کا قصاص نہیں ہوتا
رب تعالٰی فرماتا ہے اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا نیز حوالہ یہ قاعدہ کلیہ ہے ۵؎ یعنی کفر کی وجہ سے جیسی اس کے کلمہ کی وجہ سے مجھے اجازت دیجئے کہ اس
سے بدلہ لوں مگر کلمہ پڑھنے سے کفر ختم ہو گیا لہذا تو اس کے سر پر سوار ہے ۶؎ کیونکہ اس کے کلمہ پڑھ لینے کی وجہ سے اس کے سارے گناہ معاف ہو چکے جو کفر کے زمانہ میں کئے
یہ بحالت جنگ جو قتل و زخم کیا وہ بھی معاف ہو گیا۔ خیال رہے کہ کافر کے مومن ہو جانے پر زمانہ کفر کے گناہ تو معاف ہو گئے مگر حقوق العباد اسی طرح معاف نہ ہوں گے لہذا اگر زمانہ
کفر کا قرض یا کوئی اور مالی حق ہو گا اور چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹنا ہو گا بحالت قتال قتل و زخم کا بدلہ نہ لیا جائیگا یہ فرق خیال میں رہے ۶؎ یعنی جیسے وہ کافر کفر کی وجہ سے
مباح الدم مستحق قتل تھا ایسے ہی اب تم اس کے قتل کی وجہ سے مستحق قتل ہو جاؤ گے حکم یکساں ہے وجہ حکم میں فرق ہے کیونکہ وہ مسلمان ہو کر معصوم الدم ہو گیا اور جو ایسے شخص کو قتل
کر دے تو قتل کیا جاتا ہے اور جیسے تم پہلے محفوظ الدم تھے ایسے ہی کافر اب محفوظ الدم ہو گیا یا یہ مطلب ہے کہ اب اس کے قتل کی وجہ سے تم مستحق عذاب ہو گے اور وہ
کلمہ پڑھ لینے کی وجہ سے مستحق جنت ہو گیا، اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم کافر ہو گئے جیسا کہ خوارج کا عقیدہ ہے کہ گنہگار کبیرہ کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے وہ اسی حدیث
سے استدلال کرتے ہیں مگر یہ استدلال ضعیف ہے ۱؎ یعنی قبیلہ جہینہ کے کفار سے جہاد کرنے کو لشکر اسلام بھیجا جس میں میں بھی تھا حضرت اسامہ فرماتے

فَقَتَلْتُهُ فَجِئْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اَقَتَلْتَهُ وَقَدْ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا فَعَلَ ذٰلِكَ تَعَوُّذًا قَالَ فَهَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةِ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَهٗ مِرَارًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ

قتل کر دیا۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپکو اس واقعہ کی خبر دی فرمایا کیا تم نے اُسے قتل کر دیا حالانکہ وہ گواہی دے چکا تھا بجز اللہ کے کوئی معبود نہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ اس نے بچنے کے لیئے کہا تھا فرمایا تم نے اس کا دل کیوں نہ چیر لیا (مسلم، بخاری) اور جندب ابن عبداللہ بجلی کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لا الٰہ الا اللہ کا کیا انتظام کرو گے جب وہ قیامت کے دن آئے گا حضور نے یہ کئی بار فرمایا (مسلم) اور

علیہ السلام کے بہت محبوب صحابی ہیں۔ یہ مسئلہ [illegible] اجتہاد سے سمجھا کہ یہ شخص تلوار سے جان بچانے کیلئے کلمہ پڑھ رہا ہے دل سے نہیں پڑھتا۔ یہی سمجھا کہ ایسی مجبوری کی حالت میں اسلام لانا قبول نہیں ہوتا کیونکہ سورۂ سجدہ کی آخری آیت سے یہ مفہوم ہوتا ہے قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ۔ اس آیت کی بنا پر میں نے اسے کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا۔ یہ ہے خطاء اجتہادی [illegible] کیونکہ اس نے دل سے مسلمان ہونا تھا تو پہلے ہی ہو جاتا کہ جب موت سر پر پہنچی تب کلمہ پڑھا [illegible] جان بچانے کیلئے [illegible] ایسی صورت میں ظاہری کلمہ کا اعتبار کرنا چاہیئے تھا [illegible] اس سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام ظاہر پر جاری ہوتے ہیں [illegible] کسی کافر کے ایمان [illegible] قیامت میں [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جہاد میں ایک کافر کو پچھاڑا اور اسے قتل کرنے کے لئے اس کے سینہ پر بیٹھے اس نے آپ پر تھوک دیا [illegible] آپ نے اسے چھوڑ دیا [illegible] اس نے وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کہ تیری اس حرکت سے مجھے غصہ آگیا اب تیرا قتل نفسانی وجہ سے ہوتا [illegible] مسلمان ہوگیا [illegible] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطاء اجتہادی سے جو قتل واقع ہو جائے اس پر قصاص ہے نہ دیت [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ پر ناراضی و ناپسندیدگی کا اظہار تو فرمایا مگر قصاص یا دیت کا حکم نہ دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام پر خطاء اجتہادی سے بہت سختی کی، مارنا، داڑھی کے بال پکڑنا، اپنی طرف کھینچنا، مگر رب نے قصاص کا حکم نہ دیا۔ پتہ لگا کہ خطاء اجتہادی معاف ہے۔ اگر باپ بیٹے کو، استاد شاگرد کو مجرم سمجھ کر سزا دے دے مگر وہ ہو بے قصور تو استاد و باپ پر نہ گناہ ہے نہ قصاص۔ لہذا حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگیں کسی صحابی کے فسق کا باعث نہیں۔ [illegible] کئی بار فرمانا اظہار ناراضی اور مسئلہ کی اہمیت کے لیے ہے تاکہ وہ آئندہ ایسی غلطی نہ کریں۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ جو کافر بار بار ایسی حرکت کرے، کہ مسلمانوں کو شہید کرتا رہے اور جب خود گھر جایا کرے تو کلمہ پڑھ لیا کرے، اس کے کلمہ پڑھنے کا اعتبار نہیں اسے قتل کر دیا جائے (شامی)

یہاں یہ واقعہ بار بار نہ ہوا لہذا یہ حدیث اس فقہی حکم کے خلاف نہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاِنَّ رِيْحَهَا تُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَدّٰى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَهُوَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدّٰى فِيْهَا خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا وَمَنْ تَحَسّٰى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَسُمُّهٗ فِيْ يَدِهٖ يَتَحَسَّاهُ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِحَدِيْدَةٍ فَحَدِيْدَتُهٗ فِيْ يَدِهٖ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِيْ بَطْنِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيْهَا اَبَدًا مُتَّفَقٌ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی عہد و پیمان والے کو قتل کردے[1] وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا[2] حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی راہ سے محسوس کی جاتی ہے[3] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہاڑ سے چھلانگ لگا کر اپنے آپ کو ہلاک کرے[4] تو وہ دوزخ کی آگ میں چھلانگ لگاتا رہے گا اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا[5] اور جو زہر پی کر اپنے آپ کو ہلاک کرے تو اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ پیتا رہے گا[6] اور جو اپنے آپ کو لوہے سے ہلاک کرے تو اس کا لوہا اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا[7] (مسلم، بخاری)

۱؎ عہد و پیمان والے کافر سے مراد یا ذمی کافر ہیں جو مسلمانوں کی رعایا ہوں یا وہ مستامن جو کچھ مدت کے لیے امن لے کر ہمارے ملک میں آگئے یا وہ معاہد جن سے عہد کی صلح ہو چکی ہو ان میں سے کسی کو بلاوجہ قتل کرنا درست نہیں ہاں اگر وہ کوئی ایسی حرکت کریں جس سے ان کا قتل درست ہو جائے تو قتل کیے جائیں گے ۲؎ یعنی اگرچہ وہ مسلمان ہونے کی وجہ سے جنت میں پہنچ تو جائے گا مگر وہاں کی جنتی خوشبو [illegible] جنت میں نہ جائے گا اگرچہ آخر میں پہنچ جائے ۳؎ چونکہ اہل عرب موسم خریف سے سال شمار کرتے تھے اس لیے سال کو خریف کہتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ ان شاء اللہ جنت کی خوشبو میدان قیامت میں پہنچے گی مسلمان اس خوشبو سے لطف اندوز ہوں گے ۴؎ [illegible] ہلاکت کیلئے [illegible] ہے یہاں یہی معنی مراد ہیں ۵؎ یا تو خلود کے معنی ہیں بہت مدت [illegible] کی تاکید کیلئے ہے یا اس سے وہ شخص مراد ہے جو یہ کام حلال سمجھ کر کرے کہ وہ کافر ہوگیا یا یہ مطلب ہے کہ اس طرح خودکشی کرنے والا اس ہمیشگی عذاب کا مستحق ہے اگرچہ اللہ تعالٰی اس کے ایمان کی برکت سے [illegible] نکال دیگا لہذا یہ حدیث [illegible] آیات و احادیث کے خلاف نہیں [illegible] ۶؎ معلوم ہوا کہ جیسے دوزخ میں [illegible] پانی سانپ بچھو کے زہر عذاب کے لیے مہیا کیے گئے ہیں یونہی علیحدہ زہر بھی وہاں موجود ہے زہر سے خودکشی کرنے والا ہمیشہ [illegible] پیتا رہیگا اور اسے زہر [illegible] کی تکلیف ہوتی رہے گی مگر جان نہ نکلے گی ۷؎ اس جملہ کا مطلب بھی وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ وہ شخص چھری اپنے پیٹ میں گھونپتا رہیگا اور اس سے جو تکلیف دنیا میں ہوئی تھی برابر ہوتی رہے گی مگر جان نہ نکلے گی [illegible] جو ابھی عرض کیے گئے احتمال ہے [illegible] نماز جنازہ نہ پڑھی جائے گی خودکشی کرنے والے پر امام ابوحنیفہ و محمد کے نزدیک نماز جنازہ ہے امام ابو یوسف کے ہاں [illegible] شہید پر نماز جنازہ [illegible]

عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِيْ يَخْنُقُ نَفْسَهُ يَخْنُقُهَا فِي النَّارِ وَالَّذِيْ يَطْعَنُهَا يَطْعَنُهَا فِي النَّارِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جُرْحٌ فَجَزِعَ فَأَخَذَ سِكِّيْنًا فَحَزَّ بِهَا يَدَهُ فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ قَالَ اللهُ تَعَالٰى بَادَرَنِيْ عَبْدِيْ بِنَفْسِهِ فَحَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ الطُّفَيْلَ بْنَ عَمْرٍو

روایت ہے اُن ہی سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنا گلا گھونٹ لے[1] تو وہ آگ میں گلا گھونٹتا رہیگا، اور جو اپنے کو نیزہ مارے تو وہ آگ میں نیزہ مارتا رہیگا[2] (بخاری) روایت ہے حضرت جندب ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، تم سے پہلے والی اُمتوں میں ایک شخص تھا جسے زخم تھا، وہ گھبرا گیا، اُس نے چھری لی اُس سے اپنا ہاتھ کاٹ لیا[3] پھر اُس کا خون نہ تھما حتی کہ مر گیا۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ میرے بندے نے مجھ پر[4] جلدی کی، میں نے اس پر جنت حرام کر دی[5] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

یہ امام شافعی کے ہاں نہیں، وہ کہتے ہیں اسکے سارے گناہ شہادت سے معاف ہوں گے پھر نماز جنازہ کی کیا ضرورت ہے، ہم کہتے ہیں کہ نماز جنازہ صرف معافی گناہ کے لیے نہیں ہوتی ورنہ چھوٹے بچوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ ہوتی بلکہ اظہار عزت کے لیے بھی ہوتی ہے، شہید اس کا زیادہ مستحق ہے۔ [1] خواہ ہاتھ سے گلا گھونٹے یا پھانسی لگا کر مر جائے یا کسی سے اپنا گلا گھٹوالے یا اپنے کو دوسرے سے پھانسی لگوالے، سب کا یہی حکم ہے۔ خیال رہے کہ پھانسی کے مجرم کا اپنے کو حاکم کے سامنے پھانسی کے لیے پیش کر دینا اور اقرار قتل کر کے پھانسی پر چڑھ جانا اس میں داخل نہیں، بعض صحابہ کرام نے بارگاہ نبوی میں زنا کا اقرار کر کے اپنے کو رجم کے لیے پیش فرما دیا ان کا یہ عمل بہترین توبہ میں شمار ہوا، بعض مردان خدا نے پھانسی کے وقت پھانسی کے پھندے کو چوما کہ یہ پھندا توبہ کی قبولیت کا ذریعہ ہے۔ عشق کے کام نیارے۔ [2] خیال رہے کہ جو شخص شرعاً قتل کا مستحق ہو مگر موجودہ قانون اُسے قتل نہیں کرتا تو وہ شخص خود اپنے کو قتل ہرگز نہ کرے، اگر کریگا تو اس سزا کا مستحق ہوگا کیونکہ سزائے قتل میں حاکم کا فیصلہ ضروری ہے، جیسے زنا کی سزا رجم یعنی سنگسار کرنا ہے مگر موجودہ قانون یہ سزا جاری نہیں کرتا تو کوئی زانی اپنے کو قتل نہ کرے، ہاں زبانی توبہ، صدقہ وغیرہ کرے، اگر قتل کرے گا تو خودکشی کی حرام موت مرے گا کہ یہ سزا نہیں خودکشی ہے۔ [3] حزّ حائے مہملہ زے سے بھی ہے اور جیم معجمہ زے سے بھی ہے دونوں کے معنے ہیں کاٹ لینا یعنی اُس نے اپنی نبض پر شگاف دے لیا جس سے سارا خون نچڑ گیا وہ ہلاک ہو گیا۔ [4] اس طرح کہ اپنی موت کے لیے میرے بلاوے کا انتظار نہ کیا، خود بغیر بلائے آنے کی کوشش کی لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس کی موت لکھی ہی یوں تھی، جیسے قاتل دوسرے کو قتل کر کے گنہگار ہوتا ہے ایسے ہی اپنے کو قتل کر کے بھی مجرم ہوتا ہے۔ [5] یعنی اس وقت اس کا جنت میں داخلہ حرام فرما دیا، سزا پا کر دوزخ کی جیل بھگت کر پھر جنت میں جاوے گا اور اگر وہ شخص کافر تھا تو کسی تاویل کی ضرورت نہیں مگر پہلے معنے زیادہ موزوں ہیں جیسا کہ روش کلام سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ حرام ہونا خودکشی کی وجہ سے تھا نہ کہ کفر کی وجہ سے۔

الدَّوْسِیِّ لَمَّا هَاجَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ هَاجَرَ اِلَیْهِ فِیْهَا وَهَاجَرَ مَعَهٗ رَجُلٌ مِّنْ قَوْمِهٖ فَمَرِضَ فَجَزِعَ فَاَخَذَ مَشَاقِصَ لَهٗ فَقَطَعَ بِهَا بَرَاجِمَهٗ فَشَخَبَتْ یَدَاهُ حَتّٰی مَاتَ فَرَاٰهُ الطُّفَیْلُ بْنُ عَمْرٍو فِیْ مَنَامِهٖ وَهَیْئَتُهٗ حَسَنَةٌ وَرَاٰهُ مُغَطِّیًا یَدَیْهِ فَقَالَ لَهٗ مَا صَنَعَ بِكَ رَبُّكَ فَقَالَ غَفَرَ لِیْ بِهِجْرَتِیْ اِلٰی نَبِیِّهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِیْ اَرَاكَ مُغَطِّیًا یَدَیْكَ قَالَ قِیْلَ لِیْ لَنْ نُّصْلِحَ مِنْكَ مَا اَفْسَدْتَّ فَقَصَّهَا الطُّفَیْلُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ وَلِیَدَیْهِ

نے جب نبی پاک کی طرف ہجرت فرمائی تو طفیل ابن عمرو دوسی نے[1] حضور کی طرف ہجرت کی، اور انکے ساتھ انکی قوم کے ایک شخص نے ہجرت کی[2] پھر وہ بیمار ہوگئے تو گھبرا گئے، تو انہوں نے اپنے تیر لیے ان سے اپنے پورے کاٹ لیے تو ان کے ہاتھ خون بہانے لگے[3] یہاں تک کہ وہ مرگئے، تو انہیں طفیل ابن عمرو نے خواب میں دیکھا کہ انکی حالت بہت اچھی ہے[4] اور انہیں اپنے ہاتھ ڈھکے ہوئے دیکھا، تو ان سے پوچھا کہ رب نے تم سے کیا معاملہ کیا؟ تو بولے کہ مجھے بخش دیا اپنے نبی کی طرف ہجرت کرنے کی برکت سے[5] پھر پوچھا کیا وجہ ہے میں تمہیں ہاتھ ڈھانپے دیکھ رہا ہوں[6] بولے کہ مجھ سے فرمایا گیا کہ جو تم نے خود بگاڑ لیا ہم اسے درست نہ کریں گے[7] یہ خواب طفیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی الٰہی اسکے ہاتھوں کو

[1] آپ دوس ابن عبداللہ کے قبیلہ سے ہیں اسلئے دوسی کہلاتے ہیں حضور کی ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں مسلمان ہوئے، پھر حضور نے انہیں حکم دیا کہ اپنی قوم میں تبلیغ کرو، آپ نے عرض کیا کہ مجھے حقانیت اسلام کی کوئی دلیل عطا فرمائی جائے، حضور نے دعا کی تو ان کی آنکھوں کے درمیان نور نمودار ہوگیا، پھر وہ نور پیشانی سے منتقل ہوکر آپ کی لاٹھی میں آگیا اسی لیے آپ کا لقب ذوالنور ہوا، پھر آپ مدینہ منورہ حضور کی خدمت میں حاضر رہے آخر حیات شریف تک ساتھ رہے، جنگ یمامہ ۱۱ھ میں شہید ہوئے، بعض نے فرمایا کہ عہد فاروقی میں جنگ یرموک میں آپ کی شہادت ہے (اشعہ)۔ [2] یعنی وہ شخص ان کی تبلیغ پر ایمان لایا اور ان کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ منورہ آگیا۔ [3] شخب کے معنی ہیں دوہتے کے وقت تھن سے دودھ جاری ہونا، اب اصطلاح میں خون بہنے کو شخب کہا جاتا ہے، یہی اصطلاحی معنی یہاں مراد ہیں۔ [4] لباس اچھا ہے چہرہ پر نور ہے بخشش کے آثار نمودار ہیں، خیال رہے کہ میت کا سفید لباس چہرہ کی سفیدی دیکھنا بخشش کی علامت ہے۔ [5] معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری اور حضور کو دیکھنا ساری عبادات سے افضل ہے اور بخشش کا وسیلہ عظمیٰ، دیکھو ان صحابی کے پاس نماز روزے تمام عبادات تھیں مگر بخشش ہجرت کی برکت سے ہوئی، یہ بھی معلوم ہوا کہ ہجرت میں حضور کی بارگاہ میں حاضری کی نیت کرنا ضروری ہے حالانکہ ہجرت عبادت ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ جب ہجرت میں حضور کی رضا کی نیت اعلیٰ ہے تو دیگر عبادات میں بھی رضائے مصطفوی کی نیت شرک نہیں۔ [6] یعنی باقی جسم کی طرح تمہارے ہاتھ کھلے ہوئے کیوں نہیں۔

[7] ظاہر یہ ہے کہ خود رب تعالیٰ نے بلاواسطہ ان سے یہ فرمایا، اور ہوسکتا ہے کہ بواسطہ فرشتہ یہ کلام ہوا ہو۔

فَاغْفِرْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ الْکَعْبِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ اَنْتُمْ یَا خُزَاعَةُ قَدْ قَتَلْتُمْ هٰذَا الْقَتِیْلَ مِنْ هُذَیْلٍ وَاَنَا وَاللّٰهِ عَاقِلُهٗ مَنْ قَتَلَ بَعْدَهٗ قَتِیْلًا فَاَهْلُهٗ بَیْنَ خِیَرَتَیْنِ اِنْ اَحَبُّوْا قَتَلُوْا وَاِنْ اَحَبُّوْا اَخَذُوا الْعَقْلَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالشَّافِعِیُّ وَفِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ بِاِسْنَادِهٖ وَصَرَّحَ بِاَنَّهٗ لَیْسَ فِی الصَّحِیْحَیْنِ عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ

بھی بخش دے[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو شریح کعبی سے[2] وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا پھر تم ہو اے خزاعہ کہ تم نے ہذیل کے اس مقتول کو یقیناً قتل کیا ہے[3] اور اللہ کی قسم اس کی دیت میں دونگا[4] اس کے بعد جو کوئی کسی مقتول کو قتل کرے تو اس کے ورثاء کو دو اختیار ہونگے[5] اگر چاہیں تو قاتل کو قتل کر دیں اور چاہیں تو دیت لے لیں[6] (ترمذی، شافعی) اور شرح سنہ میں ان کی اسناد سے ہے[7] اور تصریح فرمائی کہ مسلم بخاری میں ابو شریح سے روایت نہیں[8]

[1] خیال رہے کہ رونا الٰہی کا ایک حصہ ہے خصوصاً جبکہ نبی کی طرف سے اس کی تائید ہو جائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خودکشی کرنے سے مومن خارج از اسلام نہیں بلکہ یہ گناہ بھی دوسرے گناہوں کی طرح قابل بخشش ہے یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے اور یقیناً اس صحابی کا یہ قصور بھی معاف ہو گیا یہاں مرشد کامل سے شفاعت ثابت ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں آپ کی زیارت سے مغفرت ہوتی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے لیے بھی لوگوں کو مغفرت کی امید رکھنی چاہیے ہم لوگوں کو اور سب کو مدینہ منورہ کی زیارت اور روضہ اطہر کی زیارت نصیب کرے آمین [2] آپ کا نام خویلد ابن عمرو کعبی ہے صحابی ہیں فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے سنہ ۶۸ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی آپ کی کنیت ہی مشہور ہے [3] یہ کلام مبارک اس خطبہ شریف کا حصہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن بیت اللہ شریف میں ارشاد فرمایا تھا کتاب الحج باب حرم مکہ کی فصل اول میں مذکور ہو چکا قبیلہ خزاعہ کا ایک آدمی زمانہ جاہلیت میں بنی ہذیل کے ایک شخص کے ہاتھوں مارا گیا تھا تو خزاعہ نے فتح مکہ کے دن پہلے اس خون کا بدلہ لینے کو ہذیل کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا یہاں اسی کا ذکر ہے [4] چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول کی دیت اپنے پاس سے ادا کی اور دو قبیلوں میں فتنہ نہ ہو خیال رہے کہ دیت کو عقل اس لیے کہتے ہیں کہ عقل کے معنی ہیں روکنا چونکہ قتل کرنے والے کی دیت قاتل کو روک لیتی ہے اسی لیے رسی کو عقال کہتے ہیں کہ وہ جانور کو بھاگنے سے روکتی ہے اور انسان کو بری باتوں سے روکتی ہے [5] یعنی مقتول کے وارثوں کو یہ اختیار ہیں گے خیال رہے کہ یہ اختیار عمداً قتل میں ہیں خطاء یا شبہ عمد قتل میں ورثاء کو قصاص لینے کا حق نہیں صرف دیت ہی لے سکتے ہیں [6] اس حدیث کی بنا پر امام شافعی و احمد و اسحاق نے فرمایا کہ قصاص کی طرح دیت کا مستحق بھی مقتول کے ورثاء ہیں قاتل کو انکار کرنے کا حق نہیں مگر امام ابو حنیفہ و امام مالک فرماتے ہیں کہ دیت میں قاتل کی رضا ضروری ہے اگر وہ قبول کرے تو دیت دے قبول نہ کرے تو قصاص دے یہی قول امام حسن و نخعی کا ہے یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں خیال رہے کہ اگر مقتول کے وارثوں میں سے ایک بھی دیت لینے پر راضی ہو جائے تو باقی وارثوں کو قصاص لینے کا حق نہیں رہتا اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر ان وارثوں میں کوئی غائب یا نابالغ ہو تو قصاص واجب نہیں جب تک کہ غائب آ نہ جائے اور بچہ بالغ نہ ہو جائے ان وارثوں میں مرد و عورت سب یکساں برابر کے مستحق ہیں [7] یعنی صاحب مصابیح نے اپنی کتاب شرح سنہ میں بروایت شافعی یہ حدیث نقل فرمائی ہے [8] یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ انہوں نے خود اپنی کتاب شرح سنہ میں صاف بیان فرمایا کہ یہ حدیث مسلم و بخاری کی نہیں مگر پھر بھی

وَقَالَ وَاَخْرَجَاهُ مِنْ رِوَايَةِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَعْنِيْ بِمَعْنَاهُ. وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ يَهُوْدِيًّا رَضَّ رَاْسَ جَارِيَةٍ بَيْنَ حَجَرَيْنِ فَقِيْلَ لَهَا مَنْ فَعَلَ بِكِ هٰذَا اَفُلَانٌ اَفُلَانٌ حَتّٰى سُمِّيَ الْيَهُوْدِيُّ فَاَوْمَتْ بِرَاْسِهَا فَجِيْءَ بِالْيَهُوْدِيِّ فَاعْتَرَفَ فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُضَّ رَاْسُهٗ بِالْحِجَارَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْهُ قَالَ كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ وَهِيَ عَمَّةُ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَاَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِالْقِصَاصِ

اور فرمایا کہ مسلم بخاری نے بروایت ابوہریرہ اس کی یعنی اس کے معنی کی روایت کی[1] روایت ہے حضرت انس سے[2] کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا[3] تو اس سے کہا گیا کہ تیرے ساتھ یہ حرکت کس نے کی کیا فلاں نے کی یا فلاں نے حتی کہ اس یہودی کا نام لیا گیا، تو اس نے سر سے اشارہ کر دیا[4] پھر یہودی کو لایا گیا اس نے اقرار کر لیا[5] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، تو اس کا سر پتھروں سے کچل دیا گیا[6] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ربیع نے جو انس ابن مالک کی پھوپھی ہیں[7] ایک انصاری عورت کا دانت توڑ دیا[8] وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے حضور نے قصاص کا حکم دیا

۱؎ مصابیح نے پہلی فصل تو ادھر بیان کر دیا حالانکہ یہاں فصل میں مسلم یا بخاری کی روایت آنی چاہیے۔

۲؎ یہ عبارت اس اعتراض کی تکمیل ہے کہ یہ حدیث یہاں فصل اول میں نہ آنی چاہیے۔ ۳؎ رض کے معنے ہیں دبانا یا کچلنا اسی سے ہے کچلنے والے کو رضاض اور دلیہ کو رضیض کہا جاتا ہے کہ دانہ چل کر دلیہ کہلاتا ہے۔ ۴؎ اشارہ ہاں کا اقرار کیا معلوم ہوا کہ لڑکی کے ہوش قائم تھے زبان بند ہو چکی تھی ایسے ہی قریب موت زخمی سے پولیس آخری بیان لیتی ہے، اس کا ماخذ یہ ہے۔ ۵؎ اس اقرار کرنے سے معلوم ہوا کہ صرف مقتول کے الزام سے قصاص نہ ہوگا اس کے لیے یا دو گواہ ہوں یا مجرم کا اقرار، اگر یہودی اس صورت انکار کرتا تو اس سے قسم لی جاتی۔ ۶؎ اس سے چند مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ بھاری پتھر سے مار ڈالنے پر قصاص ہے، قصاص کے لیے صرف دھار دار آلہ سے مارنا شرط نہیں، یہ ہی قول ہے امام مالک و شافعی کا اور ہمارے ائمہ میں سے صاحبین کا مگر امام اعظم کے ہاں ایسی قتل میں قصاص نہیں، قصاص تلوار یا چاقو چھری وغیرہ سے قتل کرنے میں ہے، امام صاحب اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضور کا یہ عمل شریف سیاست تھا کہ اس ظالم کے لیے بطور تعزیر تھا قصاص نہ تھا، اب بھی حاکم تعزیرًا یہ کر سکتا ہے، دوسرے یہ کہ قصاص میں نوعیت قتل کا لحاظ رکھا جائے کہ جس طرح قاتل قتل کرے اسی طرح حاکم اس کو قتل کر کے قصاص لے، یہ ہی قول امام شافعی کا ہے، امام اعظم کے ہاں قاتل کو صرف تلوار سے قتل کیا جائے گا اس نے کسی طرح قتل کیا ہو، ورنہ جو شخص چھوٹی بچی کو زنا کر کے قتل کر دے وہاں مساوات قتل کیونکر ہوگی، یہ قتل قصاصًا نہ تھا بلکہ سیاسۃً تھا اس لیے نوعیت قتل میں برابری کی گئی، خیال رہے کہ امام مالک کے ہاں صرف مقتول کے قول پر ہی قصاص لینا جائز ہے جمہور علماء کے ہاں نہیں، یہ حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے، تیسرے یہ کہ عورت کا قصاص مرد سے لیا جائے گا۔ ۷؎ آپ ربیع، ر کے پیش ب کے کسرہ ی کے شد و کسرہ سے، بنت نضر انصاریہ ہیں حارثہ بنت سراقہ کی والدہ صحابیہ ہیں انس ابن مالک ابن نضر کی پھوپھی، مالک ابن نضر کی بہن۔

۸؎ ثنیہ وہ دانت ہے جو سامنے کے دانتوں اور کیلوں کے درمیان ہے اس کی جمع ثنایا آتی ہے۔

فَقَالَ اَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَمُّ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ لَا وَاللّٰهِ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَنَسُ كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْاَرْشَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَلِيًّا هَلْ عِنْدَكُمْ شَیْءٌ لَیْسَ فِی الْقُرْاٰنِ فَقَالَ وَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَاَ النَّسَمَةَ مَا عِنْدَنَا اِلَّا مَا فِی الْقُرْاٰنِ اِلَّا فَهْمًا یُّعْطٰى رَجُلٌ فِیْ

تو انس ابن نضر نے جو انس ابن مالک کے چچا ہیں عرض کیا یارسول اللہ! اس کا دانت واللہ نہ توڑا جائے گا[۱] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس! اللہ کی تحریر قصاص ہے[۲] پھر قوم راضی ہوگئی اور دیت قبول کرلی[۳] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں وہ ہیں کہ اگر اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ تعالٰی ان کی قسم پوری کرے[۴] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوجحیفہ سے[۵] فرماتے ہیں میں نے حضرت علی سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو قرآن میں نہیں[۶] تو فرمایا اس کی قسم جس نے دانہ چیرا اور جان پیدا کی ہمارے پاس کچھ نہیں سوائے اس کے جو قرآن میں ہے[۷] سوائے اس سمجھ کے جو کسی شخص کو دی جائے

۱؎ یعنی رب کا امر بھی اللہ تعالٰی کے کرم سے امید قوی ہے کہ وہ اس لڑکی اور اس کے وارثوں کو دیت لینے پر راضی کردے گا ان کے دل میں رحم ڈال دے گا اور میری بہن قصاص سے بچ جائے گی، اس میں حضور کے فرمان کا انکار نہیں ورنہ کفر لازم آتا اور ان پر سختی کی جاتی۔ ۲؎ یعنی حکم شرعی تو یہی ہے کہ قصاص لیا جائے کہ دانت کے عوض دانت توڑا جائے۔ ۳؎ یعنی لڑکی کے وارث معاف کر دیں یا دیت پر راضی ہو جائیں ان کی خوشی، رب تعالٰی فرماتا ہے "وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ" اور فرماتا ہے "اَلسِّنَّ بِالسِّنِّ"۔ ۴؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی اپنے مقبول بندوں کی قسم پوری کردیتا ہے ان بزرگ نے قسم کھا کر کہا تھا کہ بہن کے دانت نہ توڑے جائیں گے رب تعالٰی نے ان کی قسم پوری فرمادی اور دیت پر صلح کرادی یہ ہے لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ کا ظہور۔ اس میں انس ابن نضر کی تعریف ہے کہ وہ اللہ تعالٰی کے ایسے مقبول بندے ہیں کہ رب تعالٰی پر قسم کھا جاویں تو رب تعالٰی ان کی قسم پوری فرمادے، دیکھو تم نے قسم کھائی تھی رب تعالٰی نے پوری کردی، اور ممکن ہے کہ دیت قبول کرلینے والوں کی تعریف ہو کہ یہ لوگ ایسے نیک ہیں اور انہوں نے اس وقت ایسا نیک کام کیا ہے کہ اگر یہ آئندہ رب تعالٰی پر قسم کھالیں تو رب تعالٰی ان کی قسم پوری فرمادے گا، اس سے معلوم ہوا کہ قصاص میں شفاعت اور سفارش کرنا بہتر ہے اور عورت سے بھی قصاص لیا جائے گا اور اگر دانت پورا توڑ دیا جائے تو اس میں قصاص ہے، دانت کا ٹکڑا توڑ دینے میں ائمہ کا اختلاف ہے، ہڈی توڑ دینے کے قصاص میں بہت تفصیل ہے اگر دیکھنا ہو تو کتب فقہ کا مطالعہ کرو۔ ۵؎ آپ کا نام وہب ابن عبداللہ ہے عامری ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے مگر بہت بچپن میں، حضور کے وصال شریف کے وقت بہت کمسن تھے، کوفہ میں قیام رہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ کی طرف سے افسر بیت المال رہے، وہاں ہی ۷۴ھ میں وفات پائی، حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے، آپ سے بہت روایات ہیں۔ ۶؎ زمانہ شہیدی میں روافض پیدا ہوچکے تھے انہوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ حضرت علی کے پاس قرآن کریم کے علاوہ اور صحیفے اور خصوصی اسرار الٰہیہ ہیں جو کسی کے پاس نہیں اسی لیے اکثر لوگ جناب علی مرتضٰی سے ایسے سوالات کرتے تھے، عندکم میں خطاب تمام اہل بیت رسول اللہ سے ہے جن کے امیر حضرت علی ہیں۔ ۷؎ حضرت علی نے ان روایات کی تردید فرمادی کہ ہمارے پاس کوئی خصوصی چیز نہیں جو عام مسلمانوں کو نہ دی گئی ہو سوائے قرآن پاک، حدیث شریف بھی اس میں داخل ہے کیونکہ حدیث شریف قرآن مجید کی شرح اور اس کی تفسیر ہے۔

كِتَابِهٖ وَمَا فِي الصَّحِيْفَةِ قُلْتُ وَمَا فِي الصَّحِيْفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفِكَاكُ الْاَسِيْرِ وَاَنْ لَّا يُقْتَلَ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَذُكِرَ حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا فِيْ كِتَابِ الْعِلْمِ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَزَوَالُ الدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ قَتْلِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَوَقَفَهٗ بَعْضُهُمْ وَهُوَ الْاَصَحُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَّ

کتاب اللہ میں[1] اور وہ جو اس صحیفہ میں ہے[2] میں نے پوچھا کہ صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا دیت[3] اور قیدی کو چھوڑانا[4] اور یہ کہ مسلمان کافر کے عوض نہ قتل کیا جائے[5] (بخاری) اور حضرت ابن مسعود کی حدیث لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا الخ کتاب العلم میں ذکر کر دی گئی[6]

دوسری فصل، روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کا مٹ جانا اللہ کے ہاں آسان ہے مسلمان آدمی کے قتل سے[1] (ترمذی، نسائی) اور بعض نے اسے موقوف بیان کیا[2] وہ ہی زیادہ صحیح ہے اور اسے ابن ماجہ نے براء ابن عازب سے روایت کی۔ روایت ہے حضرت ابو سعید اور

۱ یعنی رب تعالیٰ نے جو قرآن مجید کی سمجھ بخشی ہے اس سے ہم بعض قرآنی نکات نکال لیتے ہیں جو تم کو معلوم نہیں ہوتے اس فرمان عالی سے اجتہاد، استنباط اور تفقہ کا ثبوت ہوا کہ فہم قرآن اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ ۲ یعنی اس صحیفہ میں کچھ شرعی احکام ہیں جو ہمارے پاس ہیں نہ کہ کوئی خاص اسرار ہیں جو کسی کو بتائے نہ جائیں۔ ۳ یعنی اس صحیفہ و اوراق میں قتل خطا وغیرہ کی دیت و خون بہا کے کچھ احکام ہیں کہ کس جرم کی دیت کتنی ہے اور یہ حکم ہے کہ جہاں تک ہو سکے مسلمان قیدیوں کو آزاد کرو، مقروضوں کی امداد کرو، مکاتبین کا بدل کتابت ادا کرو کہ یہ سب قیدی چھوڑنے کی صورتیں ہیں۔ ۵ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی وغیرہم فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان کسی کافر کو قتل کر دے تو اس کے عوض مسلمان کو قتل نہ کیا جائے گا بلکہ اس کی دیت دلوائی جائے گی مگر ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہاں کافر سے مراد حربی کافر ہے کہ اس کے قتل سے مسلمان پر قصاص نہیں۔ ذمی کفار اور مستامن جو ہمارے ملک میں معاہدے سے رہتے ہیں، اگر انہیں مسلمان قتل کر دے تو قصاص لیا جائے گا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فدماءهم کدمائنا واموالهم کاموالنا ان ذمیوں مستامنوں کے خون ہمارے خونوں کی طرح ہیں اور ان کے مال ہمارے مالوں کی طرح ہیں اسی لیے اگر مسلمان چور کافر ذمی کا مال چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے، نیز عبدالرحمن ابن سلمانی نے روایت کی کہ حضور کے زمانہ شریف میں ایک مسلمان نے کسی ذمی کو قتل کر دیا تو حضور نے اسے قتل کرایا، یہ احادیث پاک کی شرح ہے۔ ۶ یعنی وہ حدیث کہ نہیں قتل کیا جاتا کوئی نفس مگر آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے قابیل کا اس میں حصہ ہوتا ہے کیونکہ اس نے ظلماً قتل ایجاد کیا، مصابیح میں یہاں تھی مگر ہم نے مناسبت کے لحاظ سے کتاب العلم کے شروع میں دے دی ہے۔

دوسری فصل ۱ یہاں مسلم سے مراد مومن کامل عارف باللہ ہے یعنی ایک عارف باللہ کا قتل ساری دنیا کی بربادی سے سخت تر ہے کیونکہ دنیا انہیں کے لئے تو بنی ہے تاکہ وہ اس میں غور و فکر کر کے عرفان میں اضافہ کریں اور یہاں اعمال کر کے آخرت میں کمال حاصل کریں، وہ دنیا کی ہلاکت بارات کی ہلاکت سے سخت تر ہے کہ مقصود برات دولہا ہی ہے۔ ۲ یعنی خود سیدنا عبداللہ ابن عمرو کا اپنا قول نقل فرمایا یہی صحیح تر ہے لیکن ایسی موقوف حدیث حکماً مرفوع ہوتی ہے کیونکہ محض عقل و قیاس سے ایسی بات نہیں کہی جا سکتی۔

أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَنَّ أَهْلَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ اشْتَرَكُوْا فِيْ دَمِ مُؤْمِنٍ لَأَكَبَّهُمُ اللّٰهُ فِي النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۝ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجِيْءُ الْمَقْتُوْلُ بِالْقَاتِلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ نَاصِيَتُهٗ وَرَأْسُهٗ بِيَدِهٖ وَأَوْدَاجُهٗ تَشْخَبُ دَمًا يَقُوْلُ يَا رَبِّ قَتَلَنِيْ حَتّٰى يُدْنِيَهٗ مِنَ الْعَرْشِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۝ وَعَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ

ابوہریرہؓ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا اگر زمین و آسمان والے ایک مسلمان کے قتل میں شریک ہو جائیں[۱] تو اللہ تعالیٰ انہیں آگ میں اوندھا ڈال دے[۲] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا قیامت کے دن مقتول قاتل کو لائے گا کہ اس کی پیشانی و سر اس کے ہاتھ میں ہوگا[۳] اور مقتول کی رگیں خون بہاتی ہوں گی[۴] اور عرض کرے گا یا رب اس نے مجھے قتل کیا تھا، حتی کہ اسے عرش کے قریب کردے گا[۵] (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابو امامہ ابن سہل ابن حنیف سے[۶]

۱؎ آسمان والوں سے مراد فرشتے ہیں [illegible] یہاں فرضی [illegible] دنیا میں آتی نہیں مقصد یہ ہے کہ قتل ایسا جرم ہے کہ ایک قتل کی وجہ سے بہت کو عذاب ہو سکتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک شخص کو چند آدمی مل کر قتل کریں تو سب کو قتل کیا جائے گا [illegible] ۲؎ [illegible] کہ کوئی کسی کا قاتل ہے [illegible] ہے [illegible] واضح ہے [illegible] اس حکم سے خارج ہیں [illegible] اسلام تا قانون [illegible] کے ماتحت بہت لوگوں کو قتل کرتا ہے [illegible] ۳؎ بعض روایات میں [illegible] لا کر یہ ہے کیونکہ [illegible] ۔ ۴؎ [illegible] خون بہتا ہے [illegible] ۵؎ [illegible] ۶؎ [illegible] خلافت علی مرتضیٰ میں حضرت علی کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر رہے [illegible] میں وفات پائی (مرقات)

أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ أَشْرَفَ يَوْمَ الدَّارِ فَقَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ أَتَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلٰثٍ زِنًا بَعْدَ إِحْصَانٍ أَوْ كُفْرٍ بَعْدَ إِسْلَامٍ أَوْ قَتْلِ نَفْسٍ بِغَيْرِ حَقٍّ فَقُتِلَ بِهٖ فَوَاللهِ مَا زَنَيْتُ فِيْ جَاهِلِيَّةٍ وَلَا إِسْلَامٍ وَلَا ارْتَدَدْتُ مُنْذُ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا قَتَلْتُ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللهُ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَنِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَلِلدَّارِمِيِّ لَفْظُ الْحَدِيْثِ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ مُعْنِقًا صَالِحًا مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا فَإِذَا أَصَابَ دَمًا حَرَامًا بَلَّحَ رَوَاهُ

کہ حضرت عثمان ابن عفان نے گھر کے محاصرہ کے دن جھانکا[1] پھر فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں مگر تین سببوں میں سے ایک سے[2] زنا کرنا بعد محصن ہونے کے یا اسلام کے بعد کفر کرنا یا ناحق کسی جان کو قتل کرنا کہ اسکے عوض قتل کیا جائے اللہ کی قسم میں نے تو جاہلیت میں زنا کیا نہ اسلام میں[3] اور جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی کبھی مرتد نہ ہوا اور نہ میں نے کبھی اس جان کو قتل کیا جسے اللہ نے حرام فرمایا پھر تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو[4] (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) اور حدیث کے الفاظ دارمی کے ہیں[5] روایت ہے حضرت ابو الدرداء سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا مومن آدمی جلدی کرنے والا نیک رہتا ہے[6] جبتک کہ حرام خون نہ کرے پھر جب حرام خون کرلیتا ہے تو حیران ہو جاتا ہے[7]

[1] یعنی جب باغیوں نے آپ کا گھر گھیر لیا اور آپ گھر میں مقید ہو گئے تب گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر ان لوگوں کی طرف جھانک کر یہ فرمایا۔ [2] اس کلام میں خطاب ان لوگوں سے ہے جو آپ کا گھر گھیرے ہوئے آپ کے قتل کے درپے تھے چونکہ یہ حدیث سب میں شائع ہو چکی تھی اس لیے آپ نے فرمایا اتعلمون۔ [3] یہ حضرت عثمان کا انتہائی کمال ہے کہ عرب جیسے ملک میں رہ کر بہت مالدار ہو کر اسلام سے پہلے بھی زنا سے محفوظ رہے ورنہ زمانہ جاہلیت میں تو زنا پر فخر کیا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے اس صحابی کو زنا سے پہلے ہی محفوظ رکھا۔ [4] یعنی میرے قتل سے پہلے یہ سوچ لو کہ تم کتنا بڑا گناہ کر رہے ہو اور رب تعالیٰ کے ہاں اس کا کیا جواب دو گے۔ خیال رہے کہ باغی، ظالم کو بھی بغاوت یا ظلم کی وجہ سے قتل کرنا جائز ہو گا مگر یہ دونوں چیزیں بہت کم واقع ہوتی ہیں اس لیے ان کا ذکر اس حدیث میں نہیں کیا نیز بغاوت وغیرہ شخصی جرم نہیں قومی جرم ہے یہاں شخصی جرم کا ذکر ہے لہذا نہ تو اس حدیث پر کوئی اعتراض ہے نہ یہ حدیث دوسری احادیث کے خلاف۔ [5] یعنی الفاظ حدیث دارمی کے نقل فرمائے ورنہ یہ قصہ تو بہت کتب میں مروی ہے۔ [6] یہاں صالحًا معنقًا کی تفسیر یا تفصیل ہے یعنی مومن کو نیک اعمال میں جلدی کرنے کی توفیق ملتی رہتی ہے۔ خیال رہے کہ توفیق خیر ملنا رب تعالیٰ کی خاص مہربانی ہے مولانا فرماتے ہیں

شعر: دستگیر و رہنما توفیق دہ ☆ جرم بخش و عفو کن بکشا گرہ

[7] یعنی قتل ناحق کی نحوست سے انسان توفیق خیر سے محروم رہ جاتا ہے اور بلوغ کے معنی ہیں تھک جانا، عاجز ہو جانا، حیران ہو جانا یہ حیرانی دنیا میں تو ...

أَبُو دَاوُدَ۔ وَعَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَغْفِرَهُ إِلَّا مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا أَوْ مَنْ يَقْتُلُ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ مُعَاوِيَةَ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقَامُ الْحُدُودُ فِي الْمَسَاجِدِ وَلَا يُقَادُ بِالْوَلَدِ الْوَالِدُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ۔ وَعَنْ أَبِي رِمْثَةَ قَالَ

(ابوداؤد) روایت ہے انہی سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہر گناہ بخش دے[1] سوائے اس کے کہ جو شرک پر مرے یا جو دانستہ مومن کو قتل کرے[2] (ابوداؤد) اور نسائی نے حضرت معاویہ سے ذکر کی اور روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسجدوں میں اللہ کی حدیں قائم نہ کی جائیں[3] اور بیٹے کی وجہ سے باپ سے قصاص نہ لیا جائے[4] (ترمذی، دارمی) روایت ہے حضرت ابو رمثہ سے[5] فرماتے ہیں

کے بنا پر اطمینان نیکیوں کی توفیق میسر ہوگی اور بخشش ہے کہ جو بے گناہ ہیں رہ جائے علاوہ ہو سکتا ہے کہ قیامت کے حساب میں حیران اور سرگرداں رہے خوف کی وجہ سے دنیا و آخرت کا وبال ہے، خیال رہے کہ ظلماً قتل کرنا، قتل کروانا، قتل میں مدد دینا اور قاتل کی حمایت کرنا سب ہی اس سزا کے مستحق ہیں، مرقات میں ایک حدیث نقل فرمائی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے قتل مسلم میں آدھی بات سے مدد کی وہ قیامت میں ایسے آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا آئس من رحمۃ اللہ یعنی اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔ ۲؎ ہر گناہ سے مراد شرک و کفر کے علاوہ گناہ ہیں کیونکہ یہ دونوں لائق بخشش نہیں، معلوم ہوا کہ حقوق العباد بھی لائق بخشش ہیں کہ رب تعالیٰ صاحب حق سے معاف کرادے مگر قتل ناحق لائق بخشش نہیں اس کی سزا ضرور دے گا الا برحمۃ اللہ۔ ۳؎ قتل مومن سے مراد ظلماً قتل ہے، عمداً قتل کی قید اس لیے لگائی کہ خطاءً اور شبہ عمد قتل کا یہ حکم نہیں اسی لیے ان دونوں قتلوں میں قصاص نہیں، اس حدیث کی بنا پر بعض لوگوں نے گناہ کبیرہ کرنے والے کو کافر مانا ہے اور بعض نے کہا کہ وہ کافر تو نہیں مگر مومن بھی نہیں بلکہ فاسق ہے یعنی نہ مومن نہ کافر، بعض نے فرمایا کہ وہ ہے تو مومن مگر دوزخ میں ہمیشہ رہیگا، مگر مذہب اہلسنت یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کرنے والا مومن ہی ہے اور اس کی نجات ضروری ہے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کو ناحق قتل کرے اور قتل کو حلال جان کر یا اس لیے قتل کرے کہ وہ مومن کیوں تھا وہ دوزخی دائمی ہے لائق بخشش نہیں کیونکہ اب یہ قاتل کافر ہوگیا اور کافر کی بخشش نہیں، یا یہ فرمان عالی ڈرانے دھمکانے کے لیے ہے کہ یہ جرم اسی لائق تھا کہ اس کا مرتکب ہمیشہ دوزخ میں رہتا اور اس کا گناہ بخشا نہ جاتا، اگر یہ توجیہیں نہ کی جائیں تو یہ حدیث بہت آیات و احادیث کے خلاف ہوگی، حضور فرماتے ہیں میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کے لیے بھی ہوگی، رب تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ شرک نہ بخشے گا اس کے سوا جسے چاہے گا بخش دیگا۔ ۳؎ یعنی مسجد میں مجرموں کے فیصلے تو کرو مگر مسجدوں میں سزائیں نہ دو کہ اس میں مسجدوں کی بے حرمتی ہے کہ سزا میں خون وغیرہ بھی نکلتا ہے جس سے مسجد خراب ہوگی، مسجدیں نماز، ذکر، درس وغیرہ کے لیے ہیں یہ کام ان کے خلاف ہے۔ ۴؎ یعنی اگر باپ اپنے بیٹے کو ظلماً قتل کردے تو قصاص میں باپ کو قتل نہ کیا جاوے گا بلکہ اس سے دیت لی جائے گی، ماں، دادا، نانا سب کا یہی حکم ہے، یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ و امام شافعی و امام احمد کا، امام مالک کے ہاں ان سب سے قصاص لیا جائے گا، خیال رہے کہ اگر بیٹا باپ کو قتل کردے تو اس سے قصاص لیا جاوے گا۔ ۵؎ آپ کا نام رفاعہ ابن یثربی تمیمی ہے آپ امرؤ القیس کی اولاد سے ہیں۔

أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَبِيْ فَقَالَ مَنْ هٰذَا الَّذِيْ مَعَكَ قَالَ ابْنِيْ أَشْهَدُ بِهٖ قَالَ أَمَا إِنَّهُ لَا يَجْنِيْ عَلَيْكَ وَلَا تَجْنِيْ عَلَيْهِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ فِيْ أَوَّلِهٖ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاٰى أَبِي الَّذِيْ بِظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْنِيْ أُعَالِجُ الَّذِيْ بِظَهْرِكَ فَإِنِّيْ طَبِيْبٌ فَقَالَ أَنْتَ رَفِيْقٌ وَاللّٰهُ الطَّبِيْبُ ۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ سُرَاقَةَ

کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے والد کے ساتھ آیا تو فرمایا یہ جو تمہارے ساتھ ہے کون ہے؟ عرض کیا حضور گواہ رہیں کہ یہ میرا بیٹا ہے[1] فرمایا آگاہ رہو کہ نہ وہ تم پر جرم کرے گا نہ تم اس پر[2] (ابوداؤد، نسائی) اور شرح سنہ میں اس کے اول میں یہ زیادہ فرمایا انہوں نے کہا میں اپنے باپ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے باپ نے وہ چیز دیکھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ میں تھی[3] عرض کیا مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کی پیٹھ والی چیز کا علاج کردوں کہ میں طبیب ہوں تو فرمایا کہ تم رفیق ہو اللہ طبیب ہے[4] روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے وہ سراقہ سے[5]

ل یا اشہد صیغہ مطلب ہے یعنی حضور گواہ رہیں یا اشہد متکلم مضارع ہے یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ میری پشت سے ہے ان کا مقصد یہ تھا کہ میں اور یہ چونکہ باپ بیٹے ہیں اسلئے میرے جرم کا یہ ذمہ دار ہوگا اور اس کے جرم کا میں ذمہ دار جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں مروج تھا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمایا جو آگے مذکور ہے۔ ۲ یعنی تمہارے جرم میں یہ نہ پکڑا جائے گا اور اس کے جرم میں تم نہ پکڑے جاؤ گے اس کا قصاص تم سے اور تمہارا قصاص اس سے نہ لیا جائے گا یا کل قیامت میں تمہارے گناہ میں یہ نہ پکڑا جائے گا اور اس کے گناہ میں تم گرفتار نہ ہو گے ۳ ایک گوشت کی ابھری ہوئی جگہ خیال ہے کہ آپ کے گناہ پر باپ کی پکڑ ہوگی سبب باپ نے سمجھا کہ یہ بیماری ہے اس لیے اس کا علاج کرنا چاہا لہذا یہ حدیث مذکورہ احادیث کے خلاف نہیں ہے کہ مہر نبوت جو پشت پر پیدائشی شریف سے ہی تھی کبوتر کے انڈے کے برابر تھی مہر کا اثر تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا یہ حضرت سمجھے کہ کوئی پھوڑا وغیرہ ہے جو حقیقی بیماری ہے اسلئے وہ عرض کیا جیسا کہ آگے آ رہا ہے ۴ یعنی یہ چیز قابل علاج نہیں بلکہ تم قابل علاج ہو کہ ایسی گفتگو کر رہے ہو اپنے کو شافی الامراض سمجھتے ہو شافی امراض اللہ تعالیٰ ہے خیال رہے کہ یہاں طبیب بمعنی شافی مطلق ہے نہ کہ فنی طب جاننے والا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کو طبیب کہنا شرعا درست نہیں کہ یہ لفظ طبابت کا پیشہ کرنے والوں پر بھی بولا جاتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کو معلم نہیں کہہ سکتے اگرچہ وہ خود فرماتا ہے الرحمن علم القرآن کیونکہ معلم عرفا تنخواہ دار مدرس کو کہا جاتا ہے اور جو لفظ دو معنی رکھتا ہو اچھے اور برے اس کو اللہ تعالیٰ کیلئے استعمال نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے نام توقیفی ہیں جو نص میں وارد ہو گئے انہی سے اسے پکارا جائے گا ۵ آپ کا نام سراقہ ابن مالک ابن جعشم ہے مدلجی کنانی ہیں مقام قدید میں رہتے تھے بڑے شاعر تھے ان کا واقعہ ہے کہ ہجرت کے دن آپ نے حضور کا بہ نیت بد پیچھا کیا تھا اور آپ کے گھوڑے کو زمین نے پکڑ لیا تھا پھر اس جگہ ایمان بھی لائے اور امان بھی حاصل کی آپ ہی سے حضور نے فرمایا تھا کہ میں تمہارے ہاتھ میں کسریٰ پرویز کے کنگن دیکھتا ہوں آپ کی وفات ۲۴ھ میں ہوئی شعر

ابن مالک کو ہوئی بشارت تاج ۔ اے ہمہ بیں غیب داں ترے صدقہ

ابنِ مالكٍ قال حضرتُ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُقِيدُ الْاَبَ مِنْ اِبْنِهٖ وَلَا يُقِيدُ الْاِبْنَ مِنْ اَبِيهِ رواه الترمذی وضعفه ۔ وعن الحسن عن سمرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قتل عبده قتلناه ومن جدع عبده جدعناه رواه الترمذی وابوداود وابن ماجة والدارمی وزاد النسائی فی روایة اخرى ومن خصى عبده خصيناه ۔ وعن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من قتل متعمدا رفع الى اولياء المقتول فان شاؤا

ابن مالک سے راوی، فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ باپ کا قصاص بیٹے سے لیتے تھے اور بیٹے کا قصاص باپ سے نہ لیتے تھے[۱] ترمذی نے اسے ضعیف فرمایا[۲] روایت ہے حضرت حسن سے[۳] وہ سمرہ سے راوی فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے غلام کو قتل کرے، ہم اس کو قتل کریں گے[۴] اور جو اپنے غلام کے اعضا کاٹے ہم اس کے اعضا کاٹیں گے (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) اور نسائی نے دوسری روایت میں زیادہ کیا کہ جو اپنے غلام کو خصی کرے ہم اسے خصی کریں گے[۶] روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو دانستہ قتل کرے تو وہ مقتول کے ولیوں پر پیش کیا جائے گا[۷] اگر وہ چاہیں

۱؎ یعنی اگر باپ کو بیٹا قتل کر دیتا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا قصاص بیٹے سے لیتے تھے اور اگر اس کے برعکس بیٹے کو باپ قتل کر دیتا تو باپ سے قصاص نہ لیتے تھے۔
۲؎ وجہ ضعف یہ ہے کہ اس کی اسناد میں اضطراب ہے مگر خیال رہے کہ قریبًا تمام اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ باپ سے بیٹے کا قصاص نہیں لیتے اس عمل علماء سے حدیث کا ضعف جاتا رہا اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ دوم میں ملاحظہ کیجئے۔ ۳؎ خواجہ حسن بصری تابعی ہیں اولیاء امت کے سردار اور سمرہ ابن جندب صحابی ہیں آپ بصرہ میں رہے ان سے خواجہ حسن بصری نے بہت سی روایات آپ سے لی ہیں۔ ۴؎ اس حدیث کی بنا پر حضرت ابراہیم نخعی و سفیان ثوری نے فرمایا کہ آقا سے اپنے غلام کا قصاص لیا جائے گا (مرقات) باقی تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مولیٰ سے غلام کا قصاص نہیں لیا جاوے گا حضرات اس حدیث کی چند توجیہیں فرماتے ہیں ایک یہ کہ یہ حکم ڈرانے دھمکانے کے لیے ہے تاکہ مولیٰ اپنے غلام کو قتل کرنے کی ہمت نہ کرے، جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شراب پیئے اسے کوڑے مارو، پھر پیئے پھر مارو، پھر پیئے پھر مارو، پھر پیئے پھر مارو، پھر پیئے تو قتل کر دو مگر اس کے باوجود حضور کی خدمت اقدس میں چوتھی بار شراب پینے والا لایا گیا تو اسے قتل نہ فرمایا معلوم ہوا کہ یہ حکم ڈرانے کے لیے تھا دوسرے یہ کہ اس سے آزاد کردہ غلام مراد ہے، اسے غلام فرمانا پہلے حال کے لحاظ سے ہے تیسرے یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے الحر بالحر والعبد بالعبد سے خیال رہے کہ احناف کے نزدیک مولیٰ سے اپنے غلام کا قصاص نہیں لیا جاتا، مگر دوسرے کا غلام قتل کر دینے سے قصاص لیا جاتا ہے امام مالک و شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے ہاں اس کا بھی قصاص نہیں ان کے ہاں آزاد و غلام میں غلام کا قصاص کسی آزاد سے نہیں لیا جاتا اس کی مکمل بحث کتب فقہ میں ہے (مرقات، اشعہ، لمعات)۔ ۵؎ اس پر سارے علماء متفق کہ ابراہیم نخعی و سفیان ثوری کا بھی اتفاق ہے کہ غلام کے اعضاء کا قصاص آزاد سے نہیں لیا جاتا لہذا اب حدیث

فَتَلُوْا وَاِنْ شَآءُوْا اَخَذُوا الدِّيَةَ وَهِيَ ثَلٰثُوْنَ حِقَّةً وَّثَلٰثُوْنَ جَذَعَةً وَّاَرْبَعُوْنَ خَلِفَةً وَّمَا صَالَحُوْا عَلَيْهِ فَهُوَ لَهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَؤُ دِمَآؤُهُمْ وَيَسْعٰى بِذِمَّتِهِمْ اَدْنَاهُمْ وَيَرُدُّ عَلَيْهِمْ اَقْصَاهُمْ وَهُمْ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ اَلَا لَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ وَّلَا ذُوْ عَهْدٍ فِيْ عَهْدِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

تو قتل کریں، اور اگر چاہیں تو دیت لے لیں، وہ دیت تیس حقے، تیس جزعے اور چالیس خلفے ہیں ۳؎ اور جس چیز پر صلح کرلیں وہ انہیں کی ہے ۴؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت علی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا مسلمانوں کے خون برابر ہیں ۱؎ اور انکی ذمہ داری ادنیٰ آدمی کرسکتا ہے ۲؎ اور رد کرسکتا ہے دُور کا آدمی ۳؎ اور مسلمان اپنے مقابل پر ایک ہاتھ کی طرح مددگار ہیں ۴؎ خبردار مسلمان کافر کے عوض قتل نہ کیا جائے ۵؎ اور نہ معاہدہ والا اپنے ذمہ میں ۶؎ (ابوداؤد)

سب کے نزدیک واجب التاویل ہے۔ ۲؎ دلیب سے مراد وارث قرابت دار ہیں جو دیت لے سکتے ہیں۔ ۳؎ حقہ وہ اونٹنی ہے جو چوتھے سال میں داخل ہو جائے، جزعہ وہ اونٹنی جو پانچویں سال میں قدم رکھے، خلفہ حاملہ اونٹنی جو اپنے پیٹ میں بچہ جوڑے ہوئے ہو، یہ کل سو اونٹنیاں ہوئیں، بمقابلہ اونٹ کے اونٹنی زیادہ قیمتی ہوتی ہے وہ ہی دیت میں دی جائے گی۔ ۴؎ یعنی اگر دیت کے علاوہ کسی اور شئے پر دونوں فریق کی صلح ہو جائے تو وہی جائے، یہ دیت ہر قاتل سے لی جائے گی خواہ باپ اپنے بیٹے کو قتل کرے یا مولیٰ اپنے غلام کو، باپ اور مولیٰ پر قصاص نہیں دیت ہے۔ امام شافعی و امام احمد کے ہاں اس حدیث پر عمل ہے کہ دیت کے تین حصے ہوں گے تیس حقے تیس جذعے اور چالیس خلفے اور امام مالک کے ہاں دیت کے چار حصے ہوں گے پچیس حقے پچیس جذعے پچیس بنت لبون پچیس بنت مخاض۔ ہماری دلیل حضرت ابن مسعود کی حدیث موقوف اور سائب ابن یزید کی حدیث مرفوع ہے جن میں دیت کی یہ ہی تفصیل ہے جو ہم نے عرض کی۔ ہمارے ہاں یہ حدیث عمرو ابن شعیب صحیح نہیں اس لیے ناقابل عمل ہے۔ خیال رہے کہ قتل خطا کی دیت تمام ائمہ کے ہاں قاتل کے عصبہ اور قریبوں پر واجب ہے خود قاتل پر نہیں۔ ۵؎ یہ حدیث حضرت علی کی صحیفہ سے لی گئی جو آپ لوگوں کو دکھایا کرتے تھے (مرقات)۔ ۱؎ یعنی ہر مسلمان کے قتل کا ایک حکم ہے کہ عمد میں قصاص خطا یا شبہ عمد میں دیت، خواہ امیر ہو یا غریب، بوڑھا جوان ہو یا بچہ، مرد ہو یا عورت، عالم ہو یا جاہل، شہری ہو یا دیہاتی، ہر حیثیت کا مسلمان ہو، ہر قاتل سے قریب مقتول کا قصاص لیا جائے گا۔ ۲؎ یعنی اگر جہاد میں کوئی معمولی مسلمان کسی کافر کو امان دے دے تو سب کو اسکی امان کا احترام کرنا ہوگا، کوئی اسے قتل نہیں کرسکتا۔ ۳؎ اس جملہ کے بہت سے معنے ہوسکتے ہیں قریب تر معنے یہ ہیں کہ اگر مقام جہاد سے دور رہنے والا مسلمان کسی کافر کو امان دیدے تو کسی مجاہد کو اسے قتل کرنے کا حق نہیں، یا یہ مطلب ہے کہ اگر جہاد کے موقعہ پر مجاہدین کی ایک جماعت دارالحرب میں بہت دور نکل گئی، دوسری جماعت بہت پیچھے رہ گئی، پھر غنیمت ملی تو اس غنیمت میں ان کا حصہ بھی ہوگا جو پیچھے رہ گئی ہے۔ ۴؎ کہ مشرقی مسلمان مغربی مسلمان کا مددگار ہے۔ ایک پر مصیبت سب پر مصیبت ہے۔ افسوس کہ اب مسلمانوں کا عمل اس کے برعکس ہے۔ ۵؎ اس کا مطلب پہلے بیان ہوچکا کہ حربی کافر کے عوض مسلمان قتل نہ کیا جائیگا۔ ۶؎ یعنی اگر ہم اپنا ذمی کافر کسی حربی کافر کو قتل کرائے تو ہم اس کے عوض اس ذمی کافر کو قتل نہ کریں گے۔ اس جملہ کے احناف کے ہاں یہ ہی معنے ہیں لہذا مسلم قاتل کو حربی کافر کے عوض بھی قتل نہ کیا جائے گا تاکہ عبارت میں معطوف و معطوف علیہ میں مناسبت ہوگی۔ بعض ائمہ کے نزدیک اس کے

وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ۔ وَعَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أُصِيبَ بِدَمٍ أَوْ خَبْلٍ وَالْخَبْلُ الْجُرْحُ فَهُوَ
بِالْخِيَارِ بَيْنَ إِحْدَى ثَلَاثٍ فَإِنْ أَرَادَ الرَّابِعَةَ فَخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ بَيْنَ أَنْ يَقْتَصَّ أَوْ
يَعْفُوَ أَوْ يَأْخُذَ الْعَقْلَ فَإِنْ أَخَذَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ عَدَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهُ النَّارُ خَالِدًا
فِيهَا مُخَلَّدًا أَبَدًا رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ فِي عِمِّيَّةٍ فِي رِمِّيَّا يَكُونُ بَيْنَهُمْ بِالْحِجَارَةِ أَوْ جَلْدٍ بِالسِّيَاطِ أَوْ

نسائی) ابن ماجہ بروایت ابن عباس) روایت ہے حضرت ابو شریح خزاعی سے[۱] فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس کا خون کیا گیا، یا اس کو خبل کیا گیا یعنی زخمی[۲] تو اسے تین چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے، اگر چوتھی چیز چاہے[۳] تو اس کا ہاتھ پکڑ لو، یا وہ قصاص لے لے یا معافی دے دے یا دیت لے لے[۴] پھر اگر ان میں سے کوئی چیز اختیار کرے پھر اس کے بعد زیادتی کرے[۵] تو اس کے لیے آگ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا[۶] (دارمی) روایت ہے حضرت طاؤس سے[۷] وہ حضرت ابن عباس سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرماتے ہیں جو بلوے میں قتل کیا گیا[۸] آپس کے پتھراؤ یا کوڑے بازی میں یا

سے یہی کہ مستامن حربی کو قتل نہ کرو ورنہ ... صورت میں معطوف و معطوف علیہ میں مناسبت نہیں، نیز یہ معنے ہی مذہب حنفی کی تائید کرتے ہیں کہ ذمی و مستامن کو قتل نہ کیا جائے اگر کوئی مسلمان اسے قتل کرے تو قصاص ہوگا۔

۱؎ آپ کا نام خویلد ابن عمرو کعبی عدوی خزاعی ہے، فتح مکہ کے دن ایمان لائے، اپنی کنیت میں مشہور ہیں (مرقات)۔ ۲؎ یہاں عمداً قتل و زخم مراد ہے کیونکہ خطاءً قتل و زخم میں قصاص نہیں ہوتا، قتل کی صورت میں تو ولی مقتول کو اختیار ہے اور زخم کی صورت میں خود مجروح کو اختیار ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ ۳؎ مثلاً قصاص بھی لے اور دیت بھی چاہے یا معاف بھی کرے قصاص بھی لے، یہ اجتماع چوتھی صورت ہے یا مثلاً ظالم نے اس کی انگلی کاٹی تھی یہ مجروح اس کا پورا ہاتھ کاٹنا چاہے۔ کس زخم کی کتنی دیت ہے اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ ۴؎ کہ معاف کرچکنے کے بعد قصاص یا دیت لے لے یا دیت کے بعد قصاص یا قصاص کے بعد دیت لے لے۔ ۵؎ اگر اس نے یہ ظلم حلال سمجھ کر کیا تو اس کا دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ظاہر ہے اور اگر حرام جان کر کیا تو یہاں خلود سے مراد بہت عرصہ تک دوزخ میں رہنا ہے کیونکہ دوزخ کی ہمیشگی صرف کفار کے لیے ہے۔ ۶؎ آپ کا نام ذکوان ابن کیسان ہے خولانی ہمدانی یمانی ہیں اصل باشندے فارس کے ہیں یمن میں رہنے لگے تھے، بڑے عابد زاہد مقبول الدعا تابعی ہیں، چالیس حج کئے، بہت حسین و جمیل تھے اسی لیے آپ کو طاؤس یعنی مور کہتے تھے، حضرت عبداللہ ابن عباس کے خاص صحبت یافتہ ہیں، ۱۰۶ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے۔ ۷؎ عمیۃ عین کے کسرہ سے بنا ہے بمعنی اندھاپن، بلوے اور اژدحام کی قتل کو اس لیے عمیہ کہتے ہیں کہ اس میں قاتل معلوم نہیں ہوتا، اندھا دھند مار پیٹ و دھکا مکی میں ہوتی ہے۔

ضَرْبٌ بِعَصًا فَهُوَ خَطَأٌ وَعَقْلُهٗ عَقْلُ الْخَطَاءِ وَمَنْ قُتِلَ عَمْدًا فَهُوَ قَوَدٌ وَمَنْ حَالَ دُوْنَهٗ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَغَضَبُهٗ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اُعْفِيْ مَنْ قَتَلَ بَعْدَ اَخْذِ الدِّيَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يُصَابُ بِشَيْءٍ فِيْ جَسَدِهٖ فَتَصَدَّقَ بِهٖ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهٖ دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْهُ خَطِيْئَةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ. اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

لاٹھی کی مار سے[1] تو وہ خطا ہے اور اس کی دیت خطا کی دیت ہے[2] اور جو عمدًا قتل کیا گیا تو وہ قصاص ہے[3] جو اس کے بیچ حائل ہو تو اس پر اللہ کی لعنت اور ناراضگی ہے اس کا نہ نفل قبول ہو نہ فرض[4] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم اس کو معافی نہ دیں گے جو دیت لینے کے بعد قتل کردے[5] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہیں ہے کوئی شخص کہ مصیبت پہنچائی جائے اس کے جسم میں پھر وہ اسے معاف کردے[6] مگر بلند کرے گا اللہ تعالٰی اس کا درجہ اور معاف کرے گا اس کی خطا[7] (ترمذی، ابن ماجہ) تیسری فصل۔

1 یہ تفصیل درحقیقت لیتہ کا بیان ہے کہ بلوے کی جنگ خواہ وحشیوں کی ہو خواہ تیر ڈھیلوں یا کوڑے جوتوں کی سب کا حکم یہی ہے۔ 2 یعنی اس قتل کا حکم قتل خطا کا سا ہے کہ اس میں کسی سے قصاص نہ لیا جائے گا صرف دیت لی جائے گی۔ 3 یہ قتل عمد کا بیان ہے یہ مطلب ہے کہ اگر ایسی چیز سے کسی کو قتل کیا گیا جو قتل کیلئے متعین نہیں جیسے چھوٹے پتھر یا اس سے قتل واقع ہوگیا تو اس قتل کو شبہ عمد کہتے ہیں اس میں قصاص نہیں ہوتا دیت ہوتی ہے تو ثابت ہوا کہ قصاص کے لیے عمدًا قتل ضروری ہے خواہ کسی آلہ سے مار جائے واقعہ ہے مسئلہ اس کے معنی ابھی بیان ہوچکے کہ قتل عمد میں قصاص ہے اور قصاص میں ہر قاتل قتل بھی کیا جائے اور ہتھیار سے بھی قتل کیا جائے۔ 4 صرف کے معنی توبہ کو بھی کہتے ہیں اور نفلی عبادت کو بھی یعنی جو عام آدمی یا حاکم یا دلیل ایسے قاتل کو پناہ دے کہ ولی مقتول کو قصاص وغیرہ نہ لینے دے تو وہ ظالم کا مددگار ہے اس کی سزا یہ ہے کہ اس کی توبہ و عبادت قبول نہیں اور وہ لعنت کا مستحق ہے۔ 5 یعنی جو ولی مقتول قاتل سے دیت لے لے پھر اسے قتل بھی کردے تو اسے معاف نہ کیا جائے گا وہ سخت گنہگار ہوگا اور میں اسے معاف نہ کروں گا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ ایسے ولی کو جو دیت لے کر بھی قاتل کو قتل کردے قتل کیا جائے گا مگر مذہب جمہور یہ ہے کہ اسے قتل نہ کیا جائے گا بلکہ کوئی اور سزا دی جائے گی۔ لا اعفی کو باب افعال کا ماضی مجہول بھی پڑھا گیا ہے یعنی اللہ کرے اسکو معاف نہ کیا جائے غرضکہ جمہور علماء کے نزدیک اس معاف نہ فرمانے سے مراد قتل کردینا نہیں۔ 6 یہاں مصیبت سے مراد کسی انسان مسلمان کی طرف سے زخم یا عضو کا کٹنا یا کوئی اور تکلیف پہنچانا ہے۔ معافی مصیبت یا قتل مراد نہیں اور معاف کرنے سے مراد قصاص نہ لینا ہے خواہ دیت بھی نہ لے یا دیت لے لے مگر دیت بھی چھوڑ دینے کا ثواب زیادہ ہے اور دیت لے لینے کا ثواب کم۔ خیال رہے کہ یہ مسلمان مجرم کے متعلق ہے، کافر مجرم سے ضرور بدلہ لیا جائے اسے معافی دینا اپنی کمزوری ہے یا اس مجرم کے لیے دروازہ کھولنا ہے۔ 7 یعنی اس معافی کی وجہ

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَتَلَ نَفَرًا خَمْسَةً اَوْ سَبْعَةً بِرَجُلٍ
وَاحِدٍ قَتَلُوْهُ قَتْلَ غِيْلَةٍ وَقَالَ عُمَرُ لَوْ تَمَالَاَ عَلَيْهِ اَهْلُ صَنْعَاءَ لَقَتَلْتُهُمْ جَمِيْعًا رَوَاهُ
مَالِكٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَهٗ ۔ وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ فُلَانٌ اَنَّ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجِيْءُ الْمَقْتُوْلُ بِقَاتِلِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُ سَلْ هٰذَا
فِيْمَ قَتَلَنِيْ فَيَقُوْلُ قَتَلْتُهٗ عَلٰى مُلْكِ فُلَانٍ قَالَ جُنْدُبٌ فَاتَّقِهَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ

روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے کہ حضرت عمر ابن خطاب نے ایک شخص کے عوض پانچ یا سات آدمیوں کو قتل کیا جنہوں نے اسے فریب سے قتل کردیا تھا[۱] اور حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر سارے صنعاء والے اس پر مل جائیں تو میں ان سب کو قتل کردیتا[۲] مالک اور بخاری نے حضرت ابن عمر سے اس کی مثل روایت کی روایت ہے حضرت جندب سے فرماتے ہیں کہ مجھے فلاں نے خبر دی[۳] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مقتول اپنے قاتل کو قیامت کے دن لائیگا[۴] پھر عرض کریگا کہ اس سے پوچھ کہ مجھے کس جرم میں اس نے قتل کیا[۵] قاتل کہیگا کہ میں نے اسے فلاں کی سلطنت میں قتل کیا تھا[۶] جندب نے فرمایا کہ اس سے بہت ڈرو[۷] (نسائی)

سے رب تعالٰی اسے معافی دیگا کیونکہ اللہ کے بندوں پر رحم کرنا اللہ تعالٰی کو بہت پسند ہے۔ شعر

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر ٭ خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

۱؎ غیلہ غیل سے بنا بمعنی خفیہ دھوکہ، فریب یعنی ان چند لوگوں نے خفیہ طور پر سازش کرکے ایک شخص کو قتل کردیا تھا۔ ۲؎ صنعاء یمن کی ایک بستی ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر ساری بستی والے مل کر اسی ایک شخص کو قتل کردیتے تو اس کے عوض ان سب کو قتل کردیتا، معلوم ہوا کہ چند قاتل ایک قتل میں قتل کیے جائیں گے، کہ سزا سب کی یہی ہے۔ ۳؎ یعنی کسی خاص صحابی کا نام لیا جو راوی کو یاد نہ رہا، مگر اس نام نہ لینے سے حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں کیونکہ تمام صحابہ عادل ہیں اور ثقات۔ ۴؎ بقاتلہ کی ب یا مصاحبت کی ہے یا تعدیہ کی یعنی اپنے قاتل کے ساتھ آئے گا یا قاتل کو لائیگا، اگر قاتل چند ہوں تو سب کو لائیگا۔ ۵؎ یعنی اس کا حساب بھی لے اور بعد حساب سزا بھی دے۔ ۶؎ جواب کا مقصد یہ ہے کہ خدایا اگرچہ یہ جرم قتل تو میں نے کیا مگر میرے اس جرم میں فلاں بادشاہ یا فلاں حاکم کی حکومت کا بھی دخل ہے کیونکہ انہوں نے ملک کا انتظام اچھا نہ کیا جس سے ملک میں قتل و خون عام ہوگئے، مجھے بھی اسی بدانتظامی کی وجہ سے قتل کی جرأت ہوئی تو میرے ساتھ انہیں بھی پکڑ، چنانچہ وہ بادشاہ و حکام بھی اس قاتل کے ساتھ گرفتار ہوں گے، اس سے موجودہ حکومتوں کو سبق لینا چاہیئے، اور ہوسکتا ہے کہ ملک میم کے کسرہ سے ہو یعنی میں نے اسے قتل کیا فلاں شخص کی ملکیت اور اس کے زیر اثر ہونے کی بنا پر کہ میں فلاں کا نوکر یا ماتحت تھا اس نے مجھ سے اسے قتل کرایا اسے بھی پکڑ، اس سے معلوم ہوا کہ قتل کرنے والا، کرانے والا، قتل کی رغبت دینے والا سب ماخوذ ہوں گے۔ ۷؎ حضرت جندب کسی بادشاہ یا حاکم کو سمجھا رہے ہیں یہ حدیث سنا کر اس سے کہہ رہے ہیں کہ قتل کے معاملہ میں بہت احتیاط کرو کوشش کرو کہ تمہارے زمانہ میں قتل واقع نہ ہو ورنہ اس کا انجام یہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعَانَ عَلٰی قَتْلِ مُؤْمِنٍ شَطْرَ کَلِمَةٍ لَقِیَ اللّٰهَ مَکْتُوْبٌ بَیْنَ عَیْنَیْهِ اٰیِسٌ مِّنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَمْسَكَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ وَقَتَلَهُ الْاٰخَرُ یُقْتَلُ الَّذِیْ قَتَلَ وَیُحْبَسُ الَّذِیْ اَمْسَكَ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِیُّ ۔ بَابُ الدِّیَاتِ ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذِهٖ وَهٰذِهٖ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی مسلمان کے قتل پر آدھی بات سے بھی مدد کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا اللہ کی رحمت سے ناامید۱؎ (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جب کوئی شخص کسی کو پکڑے اور دوسرا اسے قتل کردے تو قتل کرنے والا قتل کیا جائے گا اور جس نے پکڑا اسے قید کیا جائے گا۲؎ (دارقطنی) دیتوں کا باب۳؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں یہ اور یہ

۱؎ یعنی جس شخص نے کسی کے قتل میں آدھا کلمہ "اُق" بھی کہہ دیا اور قاتل نے اس مسلمان کو قتل کردیا تو مرتے وقت یا قبر میں یا قیامت میں اس کی پیشانی پر لکھا ہو گا کہ یہ شخص اللہ کی رحمت سے مایوس ہے اس طرح تمام قیامت میں بدنام ہو جائے گا اگر اس شخص نے حلال جان کر قتل کیا تھا تو یہ لفظ آئس من رحمۃ اللہ بالکل ظاہر ہے کیونکہ کافر ہو گیا اور کافر رب تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون اور اگر نفسانی وجہ سے مارا تھا تو مایوسی سے مراد نہیں رحمت سے مایوس ہے خیال رہے کہ حضور کی امت کی قیامت میں خوب پردہ پوشی ہو گی مگر جو بندہ دنیا میں خود ہی علانیہ گناہ کرتا رہا ہو اس کی پردہ پوشی نہ ہو گی کہ اس نے خود اپنی پردہ دری کی ۲؎ حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر پکڑنے والے کا خیال یہ تھا کہ یہ شخص اسے مارے گا مگر قتل نہ کرے گا مگر اس نے قتل کر دیا تب تو یہ حکم ہے جو یہاں مذکور ہے کہ حاکم اس پکڑنے والے کو عمر بھر کی قید دیدے یا جب تک چاہے قید کردے لیکن اگر اس پکڑنے والے کو یقین تھا کہ یہ قتل کردے گا پھر پکڑا تو پکڑنے والا بھی قتل کیا جائے گا لہٰذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں، ہمارے امام صاحب کے ہاں بہرصورت پکڑنے والا تعزیرًا قید ہی کیا جائے گا اور یہ قید قاضی کی رائے کے مطابق قید کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی کسی کو شیر یا سانپ کے آگے ڈال دے وہ جانور اسے ہلاک کردے تو ہمارے ہاں یہ ڈالنے والا قید کیا جائے گا لیکن تعزیرًا قاضی اسے قتل بھی کرسکتا ہے ۳؎ دیات دیت کی جمع ہے دیت ودی سے بنا ہے ودی سے بہنا اسی لئے جنگل کو وادی کہتے ہیں کہ وہاں بارش میں پانی بہتا ہے اور دیت کا واؤ گرا کر اس کے عوض کی ت آخر میں لگا دی جیسے وزن سے زنت اور وعد سے عدۃ اب اصطلاح شریعت میں قتل یا زخم یا اعضاء کاٹنے کے عوض جو مال دیا جائے دیت کہلاتا ہے کیونکہ یہ مال خون بہانے کے عوض ہے احناف کے نزدیک قتل کی دیت سو اونٹ ہیں اگر اونٹ نہ ملیں تو ایک ہزار اشرفیاں سونے کی یا دس ہزار درہم چاندی کے ان تین چیزوں کے سوا اور کسی مال سے دیت نہیں صاحبین کے ہاں گائے بکریوں بلکہ کپڑے کے جوڑوں سے بھی دیت ہوسکتی ہے دیت کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

سَوَاءٌ يَعْنِي الْخِنْصَرَ وَالْإِبْهَامَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنِينِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي لِحْيَانَ سَقَطَ مَيِّتًا بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ ثُمَّ إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا وَزَوْجِهَا وَالْعَقْلُ عَلَى عَصَبَتِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْهُ قَالَ اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِي بَطْنِهَا

برابر ہیں یعنی چھنگلی اور انگوٹھا[۱] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی ایک عورت کے پیٹ کے بچے کے متعلق جو کچا گر گیا تھا[۲] ایک غلام یا لونڈی کا فیصلہ فرمایا[۳] پھر وہ عورت جس پر غلام کا فیصلہ کیا گیا تھا مر گئی[۴] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ اس کی میراث اس کے لڑکوں اور خاوند کی ہے[۵] اور دیت اس کے ددھیال پر ہے[۶] (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ہذیل کی دو عورتیں لڑ پڑیں تو ایک نے دوسری کو پتھر مارا[۷] تو اسے اور اس کے پیٹ کے بچہ کو قتل کر دیا

۱؎ یعنی ہاتھ یا پاؤں کی ہر ایک انگلی میں پوری دیت کا دسواں حصہ واجب ہے دس اونٹ کہ انگلیوں کے احکام یکساں ہیں کہ اگرچہ چھنگلیا چھوٹی ہے انگوٹھا بڑا مگر دیت دونوں کی برابر ہے یعنی دس دس اونٹ اگر کسی شخص کی انگلی کا پورا کاٹے تو ایک انگلی میں تین پورے ہوتے ہیں لہذا ایک پورے میں دس اونٹ کا تہائی سوا تین اونٹ، ہاں انگوٹھے میں دو ہی پورے ہیں لہذا اس کا ایک پورا کاٹنے پر دس اونٹ کا آدھا پانچ اونٹ واجب ہوں گے (اشعہ و مرقات) ۲؎ لحیان قبیلہ ہذیل کی ایک شاخ ہے اسی لحیان کی ایک حاملہ عورت کے پیٹ پر کسی نے لات یا گھونسا یا لکڑی ماری جس سے اس کے پیٹ کا مردہ بچہ گر گیا، اگر بچہ زندہ گرتا پھر مرتا تو مارنے والے پر پوری دیت سو اونٹ واجب ہوتی کہ بچے اور بڑے کی دیت برابر ہے مگر یہاں مردہ بچہ گرا تھا اور عورت نہ مری تھی۔ ۳؎ غرہ کے معنی ہیں چمک روشنی اسی لیے چاند کی پہلی تاریخ کو غرہ کہا جاتا ہے قوم کے بڑے آدمی کو غرہ اور گھوڑے کی پیشانی اور چہرے کی سفیدی کو غرہ کہتے ہیں یہاں غرہ سے مراد غلام ہے خواہ کالا ہو یا سفید (اشعہ) اگر عورت بچہ ڈال کر مرتی تو عورت کی پوری دیت اور بچہ کے عوض غلام قاتل پر لازم ہوتا اور اگر عورت مر کر بچہ ڈالتی تو صرف عورت کی دیت واجب ہوتی بچہ کا کچھ نہیں (مرقات)۔ ۴؎ یعنی مجرم پر مارنے والی عورت ادائے غلام سے پہلے مر گئی۔ ۵؎ کیونکہ اس عورت کے وارث صرف اس کا خاوند اور لڑکے ہی تھے۔

۶؎ یعنی اس قاتلہ عورت کی میراث اس کے خاوند بچوں کو ملے گی اور جو اس پر غلام دینا واجب تھا وہ اس کے دوسرے عصبہ وارث دیں گے، دیت کو عقل اسی لیے کہتے ہیں کہ عقل کے معنی ہیں روکنا، باندھنا چونکہ قاتل دیت کے اونٹ مقتول کے دروازے پر باندھتا تھا یا دیت قاتل کو قتل سے روکتی ہے اسی لیے اسے دیت کہتے ہیں۔ اس جملہ کے مرقات نے اور بھی معنی کیے، مگر ہم نے جو عرض کیا یہ ظاہر ہے۔

واللہ اعلم ورسولہ

۷؎ دونوں عورتیں آپس میں سوت تھیں قبیلہ ہذیل کی تھیں سوت عورتوں کی دشمنی تو مشہور ہے پتھر بڑا تھا جو قتل کے ارادے سے مارا گیا۔

فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ دِيَةَ جَنِيْنِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ اَوْ وَلِيْدَةٌ وَقَضٰى بِدِيَةِ الْمَرْاَةِ عَلٰى عَاقِلَتِهَا وَوَرَّثَهَا وَلَدَهَا وَمَنْ مَعَهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ كَانَتَا ضَرَّتَيْنِ فَرَمَتْ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى بِحَجَرٍ اَوْ عَمُوْدِ فُسْطَاطٍ فَاَلْقَتْ جَنِيْنَهَا فَقَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْجَنِيْنِ غُرَّةٌ عَبْدٌ اَوْ اَمَةٌ وَجَعَلَهٗ عَلٰى عَصَبَةِ الْمَرْاَةِ هٰذِهٖ رِوَايَةُ التِّرْمِذِيِّ وَفِيْ رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَ ضَرَبَتِ امْرَاَةٌ ضَرَّتَهَا بِعَمُوْدِ فُسْطَاطٍ وَهِيَ حُبْلٰى فَقَتَلَتْهَا قَالَ وَاِحْدٰهُمَا لِحْيَانِيَّةٌ قَالَ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ پیٹ کے بچہ کی دیت ایک غلام یا لونڈی ہے اور عورت کی دیت کا فیصلہ اسکے وارثوں پر فرمایا اور دیت کا وارث اسکے بچہ کو اور باقیوں کو بنایا (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے کہ دو عورتیں سوکنیں تھیں تو ایک نے دوسری کو پتھر یا خیمہ کی چوب ماری تو اس نے اپنے پیٹ کا بچہ ڈال دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے متعلق غلام یا لونڈی کا فیصلہ فرمایا اور اسے عورت کے وارثوں پر مقرر فرمایا یہ ترمذی کی روایت ہے اور مسلم کی روایت یوں ہے کہ فرمایا ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمہ کی چوب ماری حالانکہ وہ حاملہ تھی اسے قتل کر دیا فرمایا ان میں ایک بنی لحیان کی تھی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ چونکہ قریب و دور کے تھے اس لئے ان کی سرال بھی بدل ہو جائیں پیٹ کے عوض ورثی یا غلام خود اس قاتلہ کے مال سے جیسا کہ اوپر گزرا اور مقتولہ عورت کی دیت قاتلہ عورت کے عصبہ وارثوں پر مقرر فرمائی۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ بھاری لاٹھی سے قتل کر دینے کی صورت میں قاتل پر قصاص نہیں ہوتا دیت واجب ہوتی ہے دیکھو یہاں پتھر سے عورت کو قتل کیا گیا مگر قصاص نہ واجب ہوا۔ ۲؎ حق یہ ہے کہ ورثھا کی ضمیر دیت کی طرف ہے اور ولدھا کی ضمیر مقتولہ عورت کی طرف یعنی قاتلہ کے عصبہ وارثوں سے جو دیت وصول کی گئی اس دیت کا وارث مقتولہ کی اولاد اور اسکے دوسرے وارثوں کو قرار دیا گیا۔ بعض لوگوں نے یہ دونوں ضمیریں قاتلہ عورت کی طرف لوٹائیں مگر یہ غلطی ہے کہ اس میں مضاف پوشیدہ ماننا پڑیگا۔ ۳؎ منھم سے مراد مقتولہ کا خاوند وغیرہ ورثہ ہیں چونکہ ولد اسم جنس ہے اسلئے اسکی طرف ضمیر جمع بھی لوٹ سکتی ہے اس پر تو تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ قتل خطا کی دیت قاتل کے عصبہ وارثوں پر ہے اس میں اختلاف ہے کہ خود قاتل بھی اس دیت میں داخل ہوگا یا نہیں ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ داخل ہوگا یعنی حصہ دیگا امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر وارثوں سے دیت پوری نہ ہو سکے تو قاتل سے بھی حصہ لو ورنہ نہیں امام احمد کے ہاں قاتل پر مطلقاً نہیں مگر دیت وارث پوری نہ کر سکیں تو بیت المال سے ادا کی جائے کس پر کتنی دیت ہوگی اور کتنے عرصہ میں ادا کی جاویگی اور اسکے متعلق علماء کرام کے کیا اختلافات ہیں یہ کتب فقہ میں یا اسی جگہ مرقات میں ملاحظہ فرمائیے یہاں اس کی گنجائش نہیں یہ بحث دراز ہے۔ ۴؎ فسطاط وہ خیمہ جو سفر میں اکثر کام میں لانے کیلئے لگایا جاتا ہے اسکی چوب کافی بھاری ہوتی ہے۔ ۵؎ اس طرح کہ بچہ گرنے سے پہلے مرچکا تھا یا ابھی اس میں جان نہ پڑی تھی اسکے متعلق پہلے فیصلہ کیا جاچکا ہے کہ قاتلہ مقتولہ کو ایک غلام یا لونڈی دے اگر زندہ پیدا ہو کر مرتا تو پوری دیت واجب ہوتی کیونکہ وہ قتل کے حکم میں ہوتا۔ ۶؎ یعنی بچہ کی ماں کی دیت قاتلہ کے وارثوں پر مقرر فرمائی صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ انہوں نے پہلی فصل میں ترمذی کی روایت درج کی حالانکہ انکا قاعدہ ہے کہ فصل اول میں مسلم بخاری کی ہوں۔

اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دِیَۃَ الْمَقْتُوْلَۃِ عَلٰی عَصَبَۃِ الْقَاتِلَۃِ وَغُرَّۃً لِمَا فِیْ بَطْنِہَا۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنَّ دِیَۃَ الْخَطَاءِ شِبْہِ الْعَمْدِ مَا کَانَ بِالسَّوْطِ وَالْعَصَا مِائَۃٌ مِّنَ الْاِبِلِ مِنْہَا اَرْبَعُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہَا اَوْلَادُہَا رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ وَرَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ عَنْہُ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَفِیْ

نے مقتولہ کی دیت قاتلہ عورت کے وارثوں پر لازم کی اور پیٹ کے بچہ پر غلام۔ فصل دوسری۔ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار کہ خطاء شبہ عمد کی دیت جو کوڑے اور لاٹھی سے ہو ایک سو اونٹ ہیں جن میں چالیس وہ ہوں جن کے پیٹ میں ان کے بچے ہوں (نسائی، ابن ماجہ، دارمی) اور اسے ابوداؤد نے ان ہی سے اور حضرت ابن عمر سے روایت کیا اور

کی روایت ہوئی ہے جیسے کہا جا چکا ہے کہ لحیان قبیلہ ہذیل کا ایک خاندان ہے یعنی ایک عورت قوم بنی لحیان کی تھی دوسری کا پتہ نہ چلا۔

۵ یہ حدیث پہلی حدیث کی تفسیر ہے یعنی اس کے پیٹ کا بچہ گرا دیا گیا اور وہ خود بھی مر گئی تو بچہ کے عوض قاتلہ عورت پر غلام واجب فرمایا اور بچہ کا عوض تھا اور عورت کی دیت قاتلہ عورت کے عصبہ وارثوں پر لازم فرمائی۔ ۶ یہاں شبہ عمد یا تو خطاء کی صفت کاشفہ ہے کہ خطاء بھی معروف ہے اور شبہ عمد بھی معروف بالخطاء جنس ہے اور شبہ عمد اس کی ایک قسم ہے اور یا شبہ عمد لفظ الخطاء کا بدل ہے بہرحال مطلب یہ ہی ہے کہ یہاں خطاء سے مراد شبہ عمد ہے اور قتل خطاء اس جگہ مراد ہے۔ ۷ اس عبارت میں ما موصولہ ہے یا موصوفہ یہ عبارت خطاء اور شبہ عمد دونوں کی تفسیر ہے اس لئے خبر نہیں بلکہ خبر تو مائۃ ہے۔ خیال رہے کہ احناف کے ہاں قتل کی تین قسمیں ہیں قتل عمد، قتل شبہ عمد، قتل خطاء۔ قتل عمد یہ ہے کہ دھار دار آلہ یعنی دھار دار ہتھیار سے بارادہ قتل وار کیا جائے اور اس سے قتل واقع ہو اس کی سزا قصاص ہے۔ شبہ عمد یہ ہے کہ قاتل بارادہ قتل ایسے اوزار سے حملہ کرے جو قتل کے لئے بنا نہیں اور اس سے قتل کر دے جیسے قتل کے ارادے سے ڈنڈے سے کیل یا لوہے کا قلم آنکھ میں گھونپ دے جو دماغ تک پہنچ کر مقتول کا کام تمام کر دے یا بارادہ قتل لاٹھی پر ڈنڈے گھونسہ یا لکڑی مارے اور موت واقع ہو جائے ان دونوں صورتوں کے سوا اور قتل خطاء ہے جیسے بغیر ارادہ قتل کسی کے تھپڑ یا گھونسہ مارا اتفاقاً نازک جگہ لگ گیا موت واقع ہو گئی یا جانور کے گولی ماری تھی کسی آدمی کے لگ گئی امام مالک کے ہاں قتل کی صرف دو قسمیں ہیں قتل عمد اور قتل خطاء وہ شبہ عمد کو نہیں مانتے وہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ یہاں شبہ عمد کو خطاء کی تفسیر بتایا گیا ہے علیحدہ قسم نہ بتائی گئی، امام صاحب کے ہاں یہاں لاٹھی سے مراد ہلکی لکڑی یعنی بھاری لاٹھی مراد ہے اور مطلب حدیث کا یہ ہے کہ قتل غیر عمد خواہ شبہ عمد ہو یا قتل خطاء بھاری لاٹھی سے ہو یا پتلی چھڑی سے ان میں قصاص نہیں دیت ہے امام مالک کے ہاں یہاں لاٹھی سے مراد صرف ہلکی لکڑی ہے جس کو عادتاً قتل کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا، امام ابوحنیفہ کی دلیل قوی ہے کہ یہاں عصا مطلق ہے۔ ۸ تمام اماموں کا اس پر اتفاق ہے کہ قتل عمد میں مقتول کے وارث دیت پر راضی ہو جائیں اور قصاص چھوڑ دیں تو اس کی دیت مغلظہ سخت دیت ہے جو قاتل کے مال سے ادا کی جائے گی مگر قتل شبہ عمد میں دیت مغلظہ سخت ہے مگر قاتل کے عصبہ وارث بہ آہستگی ادا کریں گے اور قتل خطاء میں دیت مخففہ ہلکی ہے جو قاتل کے عصبہ وارث بہ آہستگی دیں گے دیت کا ہلکا یا سخت ہونا اونٹوں کی عمر کے لحاظ سے ہوتا ہے چنانچہ امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف کے ہاں دیت مغلظہ یہ ہے کہ سو اونٹوں کی چار قسمیں کی جائیں پچیس ایک سالہ اونٹنیاں پچیس دو سالہ پچیس تین سالہ اور پچیس چار سالہ اور دیت خفیفہ میں پانچ قسمیں

شرح السنۃ بلفظ المصابیح عن ابن عمر ؓ وعن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی اھل الیمن وکان فی کتابہ ان من اعتبط مؤمنا قتلا فانہ قود یدہ الا ان یرضی اولیاء المقتول وفیہ ان الرجل یقتل بالمرأۃ وفیہ فی النفس الدیۃ مائۃ من الابل وعلی اھل الذھب الف دینار وفی الانف اذا اوعب جدعہ الدیۃ مائۃ من الابل وفی الاسنان الدیۃ وفی الشفتین

شرح سنہ میں مصابیح کے الفاظ حضرت ابن عمر ؓ سے مروی ہیں یہ روایت ہے حضرت ابوبکر ابن محمد ابن عمرو ابن حزم سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن والوں کو فرمان عالی لکھا اور اس کتاب میں تھا کہ جو کسی مسلمان کو بلا قصور قتل کردے تو وہ اپنے ہاتھ کے قصاص میں گرفتار ہوگا مگر یہ کہ مقتول کے وارثوں کو راضی کرے اور اس میں یہ تھا کہ مرد عورت کے عوض قتل کیا جائیگا اور اس میں یہ تھا کہ جان میں دیت ہے سو اونٹ اور سونے والوں پر ہزار دینار اور ناک میں جب پوری کاٹ دی جائے پوری دیت سو اونٹ ہیں اور دانتوں میں دیت ہے اور ہونٹوں میں

کی بابت تقسیم کرنی چاہیئے بیس یک سالہ بیس دو سالہ اونٹنیاں بیس یک سالہ اونٹ نر بیس تین سالہ بیس چار سالہ اونٹنیاں، یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا تعارض ہے حضرت ابن مسعود اور حضرت سائب ابن یزید کی حدیث سے لہذا یہ حدیث مشکوک ہے وہ احادیث متیقن ہیں ہم نے یقینی احادیث کو لیا اس کی تفصیل یہاں مرقات و اشعۃ اللمعات میں اور کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے۔

۱ـــ آپ کا نام محمد ابن ابی بکر ابن عمرو ابن حزم انصاری ہے صاحب مشکوۃ نے باب الفرائض میں ان کا نام یونہی بیان کیا ہے یہاں الٹا فرما گئے ابوبکر ابن محمد اور محمد ابن ابوبکر تابعی ہیں عمرو ابن حزم صحابی ہیں انکا لقب ضحاک ہے انصاری ہیں غزوہ خندق میں شریک ہوئے اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی ۱۰ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نجران کا حاکم بنایا وفات [illegible] اشعہ نے اس میں اختلاف بیان کیا اور وجہ بیان فرمائی ۲ـــ [illegible] یہاں مراد ہے بلا قصور مسلمان کو قتل کر دینا یعنی [illegible] ۳ـــ قود کے معنی ہیں اطاعت [illegible] اسی لئے مطیع اونٹ کو منقاد کہتے ہیں [illegible] قصاص کو قود اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں قاتل اپنے کو مقتول کے وارثوں کے حوالے کر دیتا ہے مطلب یہ ہے کہ قتل عمد میں قاتل پر قصاص واجب ہے لیکن اگر مقتول کے وارث دیت قبول کرلیں تو دیت ہے اور اگر بالکل معاف کردیں تو نہ قصاص ہے نہ دیت یہ بھی کرسکتے ہیں ۴ـــ اس پر ساری امت کا اجماع ہے کہ قصاص میں عورت و مرد کا فرق نہیں قاتل مرد ہو مقتول عورت یا برعکس قصاص واجب ہے ۵ـــ کہ قتل عمد میں اگر دیت دی جائے تو سو اونٹ اور قتل خطاء و شبہ عمد میں تو سو اونٹ ہی واجب ہیں کہ ان میں قصاص نہیں ان کی تفصیل ابھی گذر گئی ۶ـــ یعنی واجب تو سو اونٹ ہی ہیں لیکن اگر وہ قاتل بجائے اونٹوں کے دینار دے تو ایک ہزار اشرفیاں دے اگرچہ اونٹ دینے پر قادر ہو جب بھی سونا دے سکتا ہے۔ یہ امام اعظم کا مذہب ہے امام مالک کے ہاں سونے والا دینار ہی دیگا اونٹ نہ دیگا امام شافعی کے ہاں اونٹ ہی دیگا سونا نہ دیگا ہاں اگر وارثین مقتول سونا لینے پر راضی ہو جائیں تو سونا دے یہ حدیث مذہب حنفی کی تائید کرتی ہے ۷ـــ خیال رہے کہ اگر کسی عضو کے کٹ جانے سے نفع یا جمال جاتا رہے تو اس میں

الدِّيَةُ وَفِي الْبَيْضَتَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الذَّكَرِ الدِّيَةُ وَفِي الصُّلْبِ الدِّيَةُ وَفِي الْعَيْنَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي الرِّجْلِ الْوَاحِدَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ وَفِي الْمَأْمُومَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ وَفِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ وَفِي الْمُنَقِّلَةِ خَمْسَ عَشْرَةَ مِنَ الْإِبِلِ وَفِي كُلِّ أُصْبُعٍ مِنْ أَصَابِعِ الْيَدِ وَالرِّجْلِ عَشْرٌ مِنَ الْإِبِلِ وَفِي السِّنِّ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ

دیت ہے اور فوطوں میں دیت ہے اور آلہ تناسل میں دیت ہے اور پیٹھ میں دیت ہے اور آنکھوں میں دیت ہے اور ایک پاؤں میں آدھی دیت ہے اور مغز تک پہنچنے والے زخم میں تہائی دیت ہے اور پیٹ میں پہنچنے والے زخم میں تہائی دیت ہے اور ہڈی منتقل کر دینے والے زخم میں پندرہ اونٹ ہیں اور ہاتھ پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر انگلی میں دس دس اونٹ ہیں اور دانت میں پانچ اونٹ ہیں (نسائی، دارمی) اور امام مالک

پوری دیت واجب ہوتی ہے یعنی جان کی دیت کی برابر یعنی سو اونٹ کیونکہ یہ ایک عضو سے جان ضائع کر دیتا ہے ؎ یعنی اگر کسی کے تمام دانت توڑ دے تو اس کی پوری دیت سو اونٹ دینا کہ اس صورت میں منفعت دیجاں دونوں ختم کر دے ایک دانت میں دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ واجب ہیں جو دانت توڑے یا داڑھ یا کیل یہ حکم خطاءً توڑنے کا ہے عمداً توڑنے کا تو قصاص واجب ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ اگر ایک ایک کر کے سارے دانت توڑ دے تو ان کی دیت سولہ ہزار درہم ہے یعنی جان کی دیت سے زیادہ یہ دانتوں کی خصوصیت ہے کہ ان کی دیت جان کی دیت سے بڑھ جاتی ہے، ہاں اگر کوئی بچے کے دانت توڑ دے تو چودہ ہزار واجب ہے کہ اس کے اٹھائیس دانت ہوتے ہیں امام شافعی کے ہاں بیس دانت توڑنے میں پوری دیت ہے زیادہ توڑنے میں زیادتی پر کچھ نہیں (مرقات)

؎ یعنی اگر کسی کے دونوں ہونٹ یا دونوں فوطے یا ذکر کاٹ دیا تو پوری دیت واجب ہے کہ اس صورت میں منفعت پوری ضائع کر دی ؎ یعنی اگر کسی کی پیٹھ توڑ دی اور اس کا پانی یعنی منی خشک ہو گئی تو پوری دیت واجب ہے ؎ یعنی اگر دونوں آنکھیں نکال دیں یا پھوڑ دیں تو پوری دیت واجب ہے کہ اس صورت میں دیکھنے کی منفعت بالکل جاتی رہی مگر ایک آنکھ پھوڑ دی آدھی دیت، زمانہ فاروقی میں ایک شخص نے کسی کو ایسی چوٹ ماری کہ اس کی نظر، سننے کی طاقت، عقل، کلام سب زائل ہو گئی تو حضرت عمر نے اس پر چار دیت لازم کیں (مرقات و اشعہ) ؎ یوں ہی ایک ہاتھ ایک آنکھ ایک کان ضائع کر دینے میں آدھی دیت واجب ہے ؎ یعنی اگر پیٹ میں ایسا زخم لگا یا جو آر پار ہو گیا یا دماغ میں ایسی چوٹ لگائی کہ زخم ام الدماغ تک پہنچ گیا تو تہائی دیت یعنی ۳۳ ⅓ اونٹ واجب ہے ؎ یعنی ایسی چوٹ ماری کہ ہڈی اپنی جگہ سے ہٹ گئی تو اس میں پندرہ اونٹ واجب ہیں یہ احکام تعبدی ہیں جن میں عقل کو دخل نہیں ؎ یعنی ہاتھ یا پاؤں کی چھنگلی توڑے یا انگوٹھا سب کی دیت یکساں ہے دس اونٹ چھوٹی بڑی کا اعتبار نہیں ؎ دانت کی دیت کی تفصیل ابھی عرض کی جا چکی ہے، ہر دانت میں پانچ اونٹ یا پانچ سو درہم واجب ہیں دانت خواہ کوئی سا ہو (اشعہ)

المال، وفي العين خمسون وفي اليد خمسون وفي الرجل خمسون وفي الموضحة خمس ۝ وعن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم في المواضح خمسا خمسا من الإبل وفي الأسنان خمسا خمسا من الإبل رواه أبو داود والنسائي والدارمي وروى الترمذي وابن ماجة الفصل الأول ۝ وعن ابن عباس قال جعل رسول الله صلى الله عليه وسلم أصابع اليدين والرجلين سواء رواه أبو داود والترمذي ۝ وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الأصابع سواء والأسنان سواء الثنية والضرس سواء هذه وهذه سواء رواه أبو داود ۝ وعن عمرو بن شعيب

کی روایت میں ہے کہ آنکھ میں پچاس اونٹ ہیں اور ہاتھ میں پچاس اونٹ اور پاؤں میں پچاس اونٹ اور ہڈی کھول دینے والے زخم میں پانچ اونٹ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی کھول دینے والے زخم میں پانچ پانچ اونٹوں کا اور دانتوں میں پانچ پانچ اونٹوں کا فیصلہ فرمایا (ابوداؤد، نسائی، دارمی) اور ترمذی ابن ماجہ نے پہلی صورت بیان فرمائی روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں پاؤں کی انگلیاں برابر قرار دیں (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انگلیاں برابر ہیں اور دانت برابر ہیں چنانچہ کچلی اور داڑھ برابر ہیں یہ اور یہ برابر ہے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے

۱ یعنی جو اعضاء بدن میں دو دو ہیں اگر ان میں سے ایک کو بیکار کر دے تو اس پر آدھی دیت ہے اور اگر دونوں کو بیکار کر دے تو پوری دیت ۲ یعنی اگر ایسا زخم لگایا کہ اس سے کھال و گوشت کٹ گیا ہڈی کھل گئی تو اس میں پانچ اونٹ واجب ہیں خیال رہے کہ زبان کاٹ دینے یا داڑھی مونڈ دینے میں پوری دیت یعنی سو اونٹ واجب ہیں ... مگر افسوس کہ اب تو مسلمان خود ہی داڑھیاں منڈاتے ہیں ان سے خود ان کی اپنی داڑھیوں کی دیت کون لے ... ۳ سوا پانچ میں ہے موضحہ کی ... یعنی ہر ایک دانت میں ... پانچ اونٹ واجب ہیں ... یہ حدیث گزشتہ حدیث ... ۴ یعنی ابن ماجہ ترمذی نے ... روایت فرمائی ... یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ... فیصلہ فرمایا ... ہاتھ پاؤں کی ہر انگلی کی دیت ... یکساں ہے ... اگرچہ یہ انگلیاں ... مگر دیت سب کی برابر ہے ... انگوٹھا کاٹ دینے کی دیت

عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ ثُمَّ قَالَ اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَا حِلْفَ فِی الْاِسْلَامِ وَمَا کَانَ مِنْ حِلْفٍ فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَاِنَّ الْاِسْلَامَ لَا یَزِیْدُهٗ اِلَّا شِدَّةً اَلْمُؤْمِنُوْنَ یَدٌ عَلٰی مَنْ سِوَاهُمْ یُجِیْرُ عَلَیْهِمْ اَدْنَاهُمْ وَیَرُدُّ عَلَیْهِمْ اَقْصَاهُمْ یَرُدُّ

وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیا تو فرمایا اے لوگو! اسلام میں حلیف بنانا کچھ نہیں اور جو حلف زمانہ جاہلیت میں ہو چکا ہو تو اسلام اس کی پختگی ہی بڑھائے گا۔ مسلمان آپس میں دوسرے کے مقابل مددگار ہیں ان کا ادنیٰ آدمی پناہ دے سکتا ہے اور ان کا دور والا آدمی غنیمت واپس کر سکتا ہے

اس حدیث شریف میں دانتوں کی چار قسمیں ہیں سامنے کے چار دانت اوپر نیچے کے ثنایا کہلاتے ہیں اس کا واحد ثنیہ ہے کہ یہ آپس میں ملے ہوتے ہیں ان کے برابر کے دانت رباعیہ ان کے برابر کے دانت انیاب ناب کی جمع یعنی کچلیاں ان کے بعد اضراس ضرس کی جمع یعنی داڑھیں کہلاتے ہیں اگلے چار دانتوں کو چھوڑ کر ان سے متصل کو کچلیاں ان سے متصل کو کیلیں ان سے متصل کو داڑھ کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ دانت چھوٹا ہو یا بڑا دیت ہر دانت پانچ اونٹ ہے۔ ۵ یہاں اشارہ انگلیوں کی طرف ہے یعنی چھنگلی اور انگوٹھا دیت میں برابر ہے انگلیوں کے بھی پانچ نام ہیں کلمہ کی انگلی مسبحہ یا سبابہ کہلاتی ہے بیچ کی انگلی وسطیٰ اس سے متصل بنصر اس سے متصل چھوٹی یعنی چھنگلی خنصر اور انگوٹھا ابہام۔

۱ حلف ح کے کسرہ سے ہے بمعنی معاہدہ اسی سے ہے تحالف زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ یا بعض قومیں دوسرے لوگوں یا قوموں سے معاہدہ کر لیتے تھے کہ آج سے تیرا خون میرا خون ہے تیری جان میری جان ہے تیرا مال میرا مال ہے کہ ہم میں سے جس پر حملہ ہو دوسرا مدد کرے یا ہم میں سے جو بھی کسی سے لڑے تو دوسرا امداد دے جس سے صلح کرے دوسرا صلح میں شریک ہو ہر ایک دوسرے کا بعد موت وارث ہوگا میری دیت تو دیگا تیری میں دونگا میرا بدلہ تو لیگا تیرا میں لونگا ایسے لوگوں یا ایسی قوموں کو حلیف کہتے تھے شروع اسلام میں اسی قسم کے معاہدے جاری رہے کہ ان کے ذریعہ لوگوں کے جان و مال محفوظ تھے ان کے بغیر کوئی شخص یا قوم محفوظ نہ رہ سکتے تھے فتح مکہ کے سال اس کو منسوخ کر دیا گیا کہ ملکی حالات بدل چکے تھے لوگوں کے مال و جان محفوظ ہو گئے تھے۔ ۲ یعنی نئے معاہدے و حلف کرو مت، پچھلے معاہدے پورے کرو کہ وعدہ پورا کرنا ضروری ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ اصل حلف اب بھی باقی ہے مگر حلف کی دو چیزیں منسوخ ہو گئیں ایک میراث کہ رشتہ داروں کو چھوڑ کر حلیف کو دو اور ایک تناصر کہ اپنے حلیف کی ظلم پر مدد کرنا کہ اگرچہ وہ ظالم ہو اس کو مدد دینا یہ منسوخ ہے (مرقات) بہر حال مظلوم کی اعانت پر معاہدہ اچھا ہے اور قتل و غارت و کسی ظلم پر معاہدہ سخت جرم ہے اس جملہ آخری کا یہی مطلب ہے کہ جاہلیت کے معاہدہ کا اتنا حصہ باقی ہے کہ مظلوم کی اعانت ہو اور باقی منسوخ ہو گیا یعنی اسلام خود ایک حلف و معاہدہ ہے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان مظلوم کی مدد کرے اسلام نے مشرقی مغربی جنوبی شمالی مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا کر ان میں عالمگیر اخوت پیدا فرما دی اس سے بہتر کونسا حلف ہے اور کونسا معاہدہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ۳ یعنی اگر معمولی مسلمان کسی کافر کو امان دیدے تو تمام مسلمانوں پر اس کی امان کا احترام لازم ہے کہ پھر اسے نہ قتل کریں نہ قید کریں خیال رہے کہ بحالت جنگ اگر سپہ سالار اعلان کر دے کہ بغیر میری اجازت کسی کافر کو امان نہ دی جائے تو پھر کسی سپاہی وغیرہ کو امان دینے کا حق نہیں ورنہ پھر تو کفار نوازی مسلمان تمام کفار کو امان دے کر مسلمانوں کو تباہ کر دیں گے ۴ یعنی دور والا جنگی اگر لشکر اسلام بحالت جنگ غنیمت حاصل کرے تو اس غنیمت میں اس لشکر کا بھی حصہ ہو گا جو یہاں سے دور ہے کہ وہ ان کی پشت و پناہ تھا اس کا یہ مطلب نہیں کہ کفار سے چھینا ہوا مال غنیمت معمولی مسلمان واپس کر سکتا ہے کہ غنیمت تو تمام غازیوں کی ملک ہو چکی ہے

سَرَايَاهُمْ عَلٰى قَعَدَتِهِمْ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ دِيَةُ الْكَافِرِ نِصْفُ دِيَةِ الْمُسْلِمِ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا يُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ إِلَّا فِيْ دُوْرِهِمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ دِيَةُ الْمُعَاهِدِ نِصْفُ دِيَةِ الْحُرِّ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ ۔ وَعَنْ خِشْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ دِيَةِ الْخَطَاءِ عِشْرِيْنَ بِنْتَ مَخَاضٍ وَعِشْرِيْنَ ابْنَ مَخَاضٍ ذُكُوْرٍ

ان کے لشکر کے پیچھے بیٹھے ہوؤں پر رد کریں گے اور قتل نہ کیا جائے مومن کافر کے عوض اور کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے نہ کھینچنا ہے اور نہ دور سے جانا ان کے صدقات وصول کیے جائیں مگر ان کے گھروں میں اور ایک روایت میں ہے فرمایا کہ ذمی کافر کی دیت آزاد کی دیت سے آدھی ہے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت خشف ابن مالک سے وہ حضرت ابن مسعود سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاء کی دیت میں یہ فیصلہ فرمایا کہ بیس سالہ اونٹنیاں اور بیس یک سالہ نر اونٹ

۱؎ یعنی جنگ کرنے والا لشکر جو غنیمت حاصل کرے گا اس میں اس لشکر کو بھی حصہ دیا جائے گا جو کفار کے ملک میں بیٹھا ہوا ہے اگرچہ جنگ نہ کر رہا ہے کیونکہ یہ لشکر ان مجاہدوں کی پشت پر ہے اور بوقت ضرورت ان کی مدد کرے گا تقسیم غنیمت کے لئے ۲؎ احناف کے نزدیک یہاں کافر سے مراد کافر حربی ہے یعنی حربی کافر کو اگر مسلمان قتل کر ڈالے یا قتل کرا دے تو اس پر قصاص نہیں امام شافعی کے ہاں ذمی و مستامن کافر کو قتل کر دینے پر بھی مسلمان سے قصاص نہیں لیا جائے گا ان کے ہاں کافر سے مراد مطلقاً کافر ہے مگر امام اعظم کا فرمان یہ ہے حضور نے ذمی کفار کے متعلق فرمایا کہ ان کے خون ہمارے خون کی طرح ہیں ۳؎ امام مالک و احمد کے ہاں کافر ذمی کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے یعنی پچاس اونٹ اور امام شافعی کے ہاں تہائی ہے یعنی ۳۳ ⅓ اونٹ مگر امام اعظم کے ہاں پوری دیت ہے سو اونٹ امام اعظم کی دلیل وہ ہی حدیث ہے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان نے ذمی کی دیت ہزار دینار دلوائی یعنی پوری دیت حضرت علی نے فرمایا کہ ذمی کفار نے جزیہ اسی لئے دیا کہ ان کا خون ہمارے خون کی مثل ہو جائے دار قطنی نے ابن شہاب سے روایت کی کہ حضرت صدیق و فاروق یہودی عیسائی کی دیت مسلم مقتول کے برابر دلواتے تھے ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں سعید ابن جبیر سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان نے کفار ذمیوں کی دیت مسلمان کے برابر دی حضرت معاویہ نے اپنی شروع امارت میں یہی کیا پھر بعد میں آپ نے آدھی دیت مقتول کے وارثوں کو دلوائی اور آدھی بیت المال میں داخل فرمائی (مرقات و اشعہ) ابن ابی شیبہ نے علقمہ، مجاہد، عطاء، شعبی، نخعی، زہری وغیرہم سے یہی روایت کی کہ ذمی کافر کی دیت مسلم کے برابر ہے یہ حدیث منسوخ ہے (مرقات) ۴؎ اس کی شرح کتاب الزکوٰۃ میں گزر چکی کہ عامل زکوٰۃ یہ نہ کرے کہ ایک جگہ بیٹھ جائے اور مال والوں کے جانور منگوائے وہاں ہی زکوٰۃ وصول کرے نہ مال والے عامل کی خبر سن کر اپنے مال دور بھیج دیں تاکہ عامل کو زکوٰۃ وصول کرنے میں دشواری ہو بلکہ مالدار جانور جس جگہ رہیں عامل وہاں ہی پہنچ کر زکوٰۃ وصول کرے ۵؎ یعنی ذمی غلام کی دیت آزاد ذمی یا آزاد مسلمان کی دیت سے آدھی ہے لہذا یہ فرمان امام اعظم کے خلاف نہیں کہ غلام کی دیت آزاد سے آدھی ہوتی ہے اور اگر معاہد سے مراد ذمی آزاد ہے تو اس کے جواب وہ ہی ہیں جو ابھی عرض کئے گئے ۶؎ آپ طائی ہیں تابعی ہیں اپنے والد اور حضرت عمر و ابن مسعود سے روایات لیتے ہیں نسائی نے آپ کو ثقہ کہا بعض روایات میں خشف خ کے کسرہ اور ش کے سکون سے ہے ۷؎ لفظ بنت مخاض کبھی نر و مادہ دونوں اونٹوں پر بولا جاتا ہے مگر یہاں مادہ یکسالہ اونٹنی مراد ہے کیونکہ نر کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

وَعِشْرِيْنَ بِنْتَ لَبُوْنٍ وَعِشْرِيْنَ جَذَعَةً وَعِشْرِيْنَ حِقَّةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالصَّحِيْحُ اَنَّهٗ مَوْقُوْفٌ عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَخِشْفٌ مَجْهُوْلٌ لَا يُعْرَفُ اِلَّا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَرَوٰى فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدٰى قَتِيْلَ خَيْبَرَ بِمِائَةٍ مِّنْ اِبِلِ الصَّدَقَةِ وَلَيْسَ فِيْ اَسْنَانِ اِبِلِ الصَّدَقَةِ ابْنُ مَخَاضٍ اِنَّمَا فِيْهَا ابْنُ لَبُوْنٍ

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كَانَتْ قِيْمَةُ الدِّيَةِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانَ مِائَةِ دِيْنَارٍ اَوْ ثَمَانِيَةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ وَدِيَةُ اَهْلِ الْكِتَابِ

اور بیس دو سالہ اونٹنیاں اور بیس تین سالہ اور بیس چار سالہ۱؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن مسعود پر موقوف ہے۲؎ اور خشف مجہول آدمی ہیں صرف اس حدیث سے پہچانے گئے ہیں۳؎ اور شرح سنہ میں یوں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے مقتول کی دیت صدقے کے سو اونٹ دیئے اور صدقے کے اونٹوں کی عمروں میں کوئی ایک سالہ اونٹ نہیں ہوتا اس میں دو سالہ اونٹ ہی ہوتے ہیں۴؎ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیت کی قیمت آٹھ سو اشرفیاں یا آٹھ ہزار درہم تھے۱؎ اور اس زمانہ میں اہل کتاب کی دیت

۱؎ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ قتل خطاء کی دیت سو اونٹ ہیں مگر پانچ قسموں سے جو یہاں مذکور ہیں۔ امام شافعی کے ہاں بھی پانچ ہی حصے ہیں مگر وہ ابن مخاض کے بجائے بیس ابن لبون دیتے ہیں۔ یہ حدیث ہماری دلیل ہے۔ ۲؎ الحمد للہ کہ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث موقوف کو صحیح مانا ہے اور ابن مسعود کی موقوف حدیث بھی مرفوع حدیث کے حکم میں ہے کیونکہ تعداد و مقدار رائے سے نہیں مقرر کی جا سکتی، ضرور حضرت ابن مسعود نے یہ حضور سے سن کر ہی فرمایا ہے۔ ۳؎ خشف بالکل مجہول نہیں کیونکہ خشف اپنے والد مالک طائی و ابن مسعود سے روایت لیتے ہیں [illegible] اگر یہ وہ مشہور نہ ہوں مگر مجہول بھی نہیں ہیں، نیز خشف کی توثیق نسائی، ابن حبان نے کی [illegible] اور ابن معین نے کی ہے (مرقات)۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں فرمایا کہ خشف ابن مالک نے حضرت عمر اور ابن مسعود سے احادیث سنی ہیں نیز جب یہ حدیث موقوفاً صحیح ہے تو کوئی حرج نہیں۔ ۴؎ اس کا مقصد یہ ہے کہ خطاء کی دیت میں ابن مخاض نہ ہونا چاہیے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقتول کی جو ایک مسلمان خیبر میں شہید کیا گیا تھا اور قاتل کا پتہ نہ لگا تھا مقتول کی دیت سو اونٹ بیت المال سے ادا فرمائی یعنی مقتول کے وارثوں کو اور مسئلہ فقہیہ ہے کہ اونٹوں کی زکوۃ میں ابن مخاض لیا جاتا ہی نہیں، اگر دیت میں ابن مخاض بھی یک سالہ اونٹ ہوتا تو آپ زکوۃ کے اونٹ سے کیسے ادا فرماتے کیونکہ زکوۃ کے اونٹ میں ابن مخاض ہوتا ہی نہیں۔ مگر یہ دلیل بہت کمزور ہے کیونکہ یہ دیت محض کرم و مہربانی تھی، دیت قاتل پر ہوتی ہے نہ کہ بیت المال پر، وہاں قاتل کا پتہ ہی نہ تھا پھر دیت کیسی، دوسرے یہ کہ وہاں خیبر میں قتل خطاء نہ ہوا تھا قتل عمد تھا اور واقعی قتل عمد کی دیت میں ابن مخاض نہیں لیا جاتا، ہماری گفتگو قتل خطاء کی دیت میں ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں، خیال رہے کہ اس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹ فقراء کی تملیک کے بعد دیت میں دیئے تھے ورنہ صدقہ زکوۃ کے اونٹ فقراء کا حق ہے یہ دیت میں نہیں دیئے جا سکتے (از مرقات مع زیادۃ)۔ ۱؎ یہ حدیث مشہور

يَوْمَئِذٍ النِّصْفُ مِنْ دِيَةِ الْمُسْلِمِينَ قَالَ فَكَانَ كَذَلِكَ حَتَّى اسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَقَامَ خَطِيبًا فَقَالَ إِنَّ الْإِبِلَ قَدْ غَلَتْ قَالَ فَفَرَضَهَا عُمَرُ عَلَى أَهْلِ الذَّهَبِ أَلْفَ دِينَارٍ وَعَلَى أَهْلِ الْوَرِقِ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا وَعَلَى أَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ وَعَلَى أَهْلِ الشَّاءِ أَلْفَيْ شَاةٍ وَعَلَى أَهْلِ الْحُلَلِ مِائَتَيْ حُلَّةٍ قَالَ وَتَرَكَ دِيَةَ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَرْفَعْهَا فِيمَا رَفَعَ مِنَ الدِّيَةِ

مسلمانوں کی دیت سے آدھی تھی فرماتے ہیں کہ یوں ہی رہا حتی کہ حضرت عمر خلیفہ بنے تو خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے فرمایا کہ اونٹ مہنگے ہو گئے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے سونے والوں پر ایک ہزار اشرفیاں اور چاندی والوں پر بارہ ہزار اور گائے والوں پر دو سو گائیں اور بکری والوں پر دو ہزار بکریاں اور جوڑے والوں پر دو سو جوڑے مقرر فرمائے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے ذمیوں کی دیت یونہی چھوڑ دی جیسے اور دیت بڑھائی تھی یہ نہ بڑھائی۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں ایک اونٹ کی قیمت آٹھ دینار تھی لہذا سو اونٹ آٹھ سو دینار کے ہوئے [illegible] کا اور زمانہ [illegible] روپیہ کا ہوتا ہے
سلہ اس کی بحث ابھی ہو چکی کہ یہاں اہل کتاب سے مراد غلام کتابی ہے اور مسلمان سے مراد آزاد مسلمان ہے جیسے غلام کافر کی دیت آزاد مسلمان سے آدھی تھی کیونکہ غلام کی
دیت آزاد کی دیت سے آدھی ہوتی ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ ذمیوں کے متعلق حضور نے ارشاد فرمایا [illegible] ان کے خون ہمارے خونوں کی
طرح ہیں [illegible] امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتل خطا کی دیت تین چیزوں سے ادا ہو سکتی ہے یا سو اونٹ یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم امام شافعی کا پہلا قول
[illegible] ہے کہ دیت میں اصل تو اونٹ ہی ہیں [illegible] اونٹ کی قیمت کے برابر ہونگے یہ حدیث ان کی دلیل ہے [illegible]
[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ [illegible] کی قیمت [illegible] قاتل
کا [illegible] شعیب [illegible] مرقات [illegible] حضرت عمر نے دیت میں سو اونٹ کی قیمت [illegible] سو دینار کے ایک ہزار دینار [illegible]
[illegible] درہم کے دس ہزار [illegible] سو اونٹ [illegible] دس دینار کا [illegible] کہ دیت میں ایک ہزار
[illegible] دس ہزار درہم [illegible] دینار [illegible] ہزار [illegible]
[illegible] کہ دیت میں سو اونٹ [illegible] اگر دینار یا درہم سے دیت دینا ہے تو [illegible]
[illegible] ایک ہزار دینار یا دس ہزار [illegible]
[illegible] امام مالک [illegible] سو اونٹ [illegible] اگر شہری [illegible] دینار [illegible] اور اگر شہری چاندی
[illegible] صاحبین کا قول ہے کہ دیت [illegible] سب سے ادا کی جا سکتی ہے ان
کی دلیل یہ حدیث ہے امام ابوحنیفہ کی دلیل بیہقی کی روایت ہے جو یہاں مرقات نے نقل فرمائی لہذا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اگر قاتل نے مقتول کے وارثوں
سے بکریوں یا جوڑوں یا گائے [illegible] پر صلح کر لی تو درست ہے صاحبین کے ہاں [illegible] ذمیوں کی دیت [illegible] سو دینار [illegible]
اس حساب سے ذمی کی دیت چار سو سے مسلمانوں کی دیت سے [illegible] یہی بعض علماء کا قول ہے کہ ذمی کی دیت مسلمانوں کی دیت سے تہائی ہے [illegible]

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ جَعَلَ الدِّيَةَ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَوِّمُ دِيَةَ الْخَطَاءِ عَلَى أَهْلِ الْقُرَى أَرْبَعَ مِائَةِ دِينَارٍ أَوْ عِدْلَهَا مِنَ الْوَرِقِ وَيُقَوِّمُهَا عَلَى أَثْمَانِ الْإِبِلِ فَإِذَا غَلَتْ رَفَعَ فِي قِيمَتِهَا وَإِذَا هَاجَتْ رُخْصٌ نَقَصَ مِنْ قِيمَتِهَا وَبَلَغَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ أَرْبَعِ مِائَةِ دِينَارٍ إِلَى ثَمَانِ مِائَةِ دِينَارٍ وَعِدْلُهَا مِنَ الْوَرِقِ ثَمَانِيَةُ آلَافِ دِرْهَمٍ قَالَ وَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ الْبَقَرِ مِائَتَيْ بَقَرَةٍ

(ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے دیت بارہ ہزار مقرر فرمائی۱؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گاؤں والوں پر خطاء کی دیت کی قیمت چار سو اشرفیاں یا ان کے برابر چاندی لگاتے تھے۲؎ اور یہ قیمت اونٹ کی قیمت پر تھی پھر جب اونٹ مہنگے ہوجاتے تو ان کی قیمت میں زیادتی فرمادیتے اور جب سستے ہوجاتے۳؎ تو ان کی قیمت میں کمی فرمادیتے۴؎ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قیمت چار سو اشرفیوں سے آٹھ سو اشرفیوں کے درمیان رہی اور اس کے برابر چاندی آٹھ ہزار درہم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گائے والوں پر دو سو گائیں

و ذمی کافروں کی دیت برابر ہے ہماری دلیل یہ حدیث ہے دماؤهم کدمائنا الخ یعنی مسلمانوں اور ذمی کافروں کے خون و مال کا یکساں حکم ہے اسی لیے اگر کوئی مسلمان ذمی کافر کا مال چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

۱؎ یعنی چاندی سے بارہ ہزار درہم مقرر فرمائے، پہلے آٹھ ہزار درہم کا ذکر ہوا وہ درہم سات مثقال والے تھے یہ چھ مثقال والے، درہموں کی قیمتوں مالیتوں میں فرق ہوتا ہے، آج ہم نے خود دیکھا کہ عراقی دینار کی قیمت گیارہ ریال چار قرش سعودی ہے اور اردنی فلسطینی دینار کی قیمت بارہ ریال بارہ قرش، قیمت مدینہ منورہ کے صرافہ سے اس سال ہم نے خود دونوں دینار خریدے ہیں کیونکہ ہم نے اردن فلسطین و عراق کا سفر کرنا تھا۔ ۲؎ عدل ع کے فتح اور کسرہ سے بمعنی برابر، درہم قیمت یعنی چار سو دینار یا اس کے برابر درہم قیمت درہم۔ ۳؎ صاحب ہیج سے بنا یعنی ظہور رخص یعنی ارزانی یعنی جب اونٹوں میں ارزانی ظاہر ہوتی اور ان کی قیمت گر جاتی۔ ۴؎ یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ دیت صرف اونٹ ہے اگر کسی اور چیز سے ادا کی جائے تو اونٹ کی ہی قیمت کا لحاظ ہوگا یہ ہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا پرانا قول تھا جس سے انہوں نے رجوع فرمالیا۔ ۵؎ عمرو ابن شعیب کے والد عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ہیں۔

وَعَلٰی اَھْلِ الشَّاءِ اَلْفَیْ شَاۃٍ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَقْلَ مِیْرَاثٌ بَیْنَ وَرَثَۃِ الْقَتِیْلِ وَقَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَقْلَ الْمَرْاَۃِ بَیْنَ عَصَبَتِھَا وَلَا یَرِثُ الْقَاتِلُ شَیْئًا رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَعَنْہُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ عَقْلُ شِبْہِ الْعَمْدِ مُغَلَّظٌ مِثْلُ عَقْلِ الْعَمْدِ وَلَا یُقْتَلُ صَاحِبُہٗ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْہُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اور بکریوں والوں پر دو ہزار بکریوں کا فیصلہ فرمایا[۱] اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دیت مقتول کے وارثوں کے درمیان میراث ہے[۲] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ عورت کی دیت اس کے عصبہ وارثوں کے درمیان بٹے اور قاتل کسی چیز کا وارث نہیں[۳] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے انہی سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شبہ عمد کی دیت عمد کی دیت کی طرح سخت ہے[۴] اور قاتل کو قتل نہ کیا جائے گا[۵] (ابوداؤد) روایت ہے انہی سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[۱] یہ حدیث حضرات صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کی دلیل ہے کہ دیت سونے چاندی یا اونٹوں کے سوا گایوں بکریوں سے بھی ہوتی ہے یہ اختلاف ہم ابھی پچھلی حدیث کی شرح میں عرض کر چکے ہیں وہاں مطالعہ فرمایئے۔ [۲] یعنی دیت کا مال جو قاتل کی طرف سے وصول ہوگا وہ مقتول کے ورثاء کو بقدر میراث ملے گا جیسے اس کے دوسرے اموال میراث بٹتے ہیں۔ [۳] اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ قاتلہ عورت پر جو دیت واجب ہوگی وہ اس کے عصبہ وارث ادا کریں گے جیسے قاتل مرد کی دیت کا حال ہے اور دوسرے یہ کہ مقتولہ عورت کی دیت جو قاتل کی طرف سے وصول ہوگی وہ بھی مقتولہ کے وارثوں میں بقدر میراث تقسیم ہوگی جیسے مقتول مرد کی دیت کا حال ہے غرضکہ مسئلہ دیت میں عورت بالکل مرد کی طرح ہے خیال رہے کہ یہاں مود و حورت کا ذکر ہے غلام و لونڈی کا یہ حکم نہیں اگر قاتل غلام و لونڈی ہوں تو ان کے مال فروخت کر کے ان کی قیمت سے ادا کی جائے گی ان کے رشتہ دار و وارثوں سے وصول نہ کی جائے گی یونہی مقتول غلام و لونڈی کی دیت ان کا مالک وصول کرے گا نہ کہ ان کے رشتہ دار و وارث لہٰذا حدیث بالکل ظاہر ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ [۴] یہ اسلام کا قانون کلی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے عزیز قرابت دار کو قتل کرے تو وہ اس کی میراث سے یکسر محروم ہے چند چیزیں محرومی کا سبب ہیں اختلاف دین، غلامیت اور قتل بالخصوص نے اختلاف دارین بھی محرومی کا سبب ہے ان کی تفصیل کے لئے ہماری کتاب علم المیراث کا مطالعہ فرمایئے۔ [۵] قتل شبہ عمد کی تعریف اور اس کے احکام فصل ثانی کے شروع میں بیان ہو چکے کہ ارادۃً ایسی چیز سے قتل کرنا جو قتل کے لئے بنی نہ ہو شبہ عمد کہلاتا ہے مثلاً کسی کو قمچی یا چھڑی یا کوڑے سے مار ڈالنا شبہ عمد ہے اور دیت کا مغلظ یا مخففہ یعنی سخت و ہلکا ہونا اونٹوں کی عمر کے لحاظ سے ہوتا ہے قتل عمد کی دیت سخت ہے اور قاتل کے مال سے فوراً دلوائی جائے گی قتل شبہ عمد کی دیت ہے تو سخت مگر قاتل کے عصبہ وارثوں سے تین سال کی مدت میں دلوائی جائے گی یہی اس حدیث کا مطلب ہے۔ [۶] یعنی قتل عمد کے سوا دوسرے قتل خطا اور قتل شبہ عمد میں قاتل کو قتل نہ کیا جاوے گا بلکہ دیت ہی واجب ہوگی۔ موجودہ حکومتیں بھی قتل خطا میں پھانسی نہیں دیتیں جرمانہ دلواتی ہیں دن رات موٹروں سے آدمی ہلاک ہوتے رہتے ہیں ڈرائیوروں کو پھانسی نہیں ہوتی۔

فِي الْعَيْنِ الْقَائِمَةِ السَّادَّةِ لِمَكَانِهَا بِثُلُثِ الدِّيَةِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَضَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنِيْنِ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ أَوْ فَرَسٍ أَوْ بَغْلٍ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَقَالَ رَوَى هٰذَا الْحَدِيْثَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَخَالِدُ الْوَاسِطِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَلَمْ يَذْكُرَا أَوْ فَرَسٍ أَوْ بَغْلٍ ۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَطَبَّبَ وَلَمْ

اس آنکھ کے بارے میں جو اپنی جگہ قائم ہے تہائی دیت کا فیصلہ فرمایا۱؎ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت محمد ابن عمرو۲؎ سے وہ ابوسلمہ۳؎ سے وہ ابوہریرہ سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کے بچے کے متعلق۴؎ غلام یا لونڈی یا گھوڑے یا خچر کا فیصلہ فرمایا۵؎ (ابوداؤد) اور فرمایا یہ حدیث حماد ابن سلمہ اور خالد واسطی نے محمد ابن عمرو سے روایت کی اور گھوڑے خچر کا ذکر نہ فرمایا۶؎ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو علاج کرے اور

۱؎ یعنی اگر کسی نے کسی کی آنکھ پر ایسی چوٹ ماری جس سے آنکھ کی بینائی تو جاتی رہی مگر وہ آنکھ اپنی جگہ ویسی ہی قائم رہی جیسے پہلے تھی جس کا آنکھ کی شکل نہ بگڑی جیسا کہ سادۃ سے معلوم ہوا اس صورت میں اس مارنے والے پر تہائی دیت کا فیصلہ فرمایا، پہلے گذر چکا کہ دونوں آنکھیں نکال دینے میں پوری دیت واجب ہے یعنی سو اونٹ، ایک آنکھ میں آدھی دیت ہے یعنی پچاس اونٹ مگر یہاں تہائی دیت یعنی ۳۳ اونٹوں کا ذکر ہے یہ فتویٰ حضرت عمر کا ہے [illegible] امام اسحاق کے کسی نے اس پر عمل نہ کیا اگر یہ صحیح ہو تو یہاں حکم شرعی کا ذکر نہیں بلکہ ایک خصوصی واقعہ کا ذکر ہے [illegible] تو چونکہ اس کی آنکھ اپنی جگہ قائم ہی رہی تھی اور صورت بھی تھی صرف روشنی جاتی رہی تھی اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میں اس طرح مصالحت کرا دی کہ اگر یہ مجروح شخص غلام ہوتا تو اس چوٹ سے اس کی تہائی قیمت کم ہو جاتی لہٰذا تم اسے تہائی دیت دے کر آپس میں مصالحت کر لو لہٰذا یہ خصوصی واقعہ ہے قاعدہ شرعی نہیں لہٰذا یہ حدیث گذشتہ نصوص حدیث والی کے مخالف نہیں۔ ۲؎ محمد ابن عمرو ابن حسن ابن علی ابن ابی طالب ہیں آپ تابعی ہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ ۳؎ آپ کی کنیت ہی مشہور ہے عبدالرحمن ابن عوف کے بیٹے ہیں زہری قرشی ہیں مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ہیں تابعین میں سے ہیں حضرت ابوہریرہ ابن عباس جابر وغیرہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہے آپ سے بہت احادیث مروی ہیں۔ ۴؎ یعنی اگر کوئی کسی حاملہ عورت کے پیٹ پر ایسی چوٹ مارے جس سے اس کے پیٹ کا بچہ گر جائے تو ۵؎ غرہ عمدہ کو کہتے ہیں [illegible] چیز کو غرہ کہا جاتا ہے [illegible] انسان بہتر ہے کیونکہ وہ اشرف المخلوقات ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ [illegible] امام نووی شارح مسلم نے اور مرقات شرح مشکوٰۃ نے [illegible] گھوڑے خچر [illegible] حضرت شعبہ امام مالک ابن مبارک [illegible] اپنے [illegible] کی جانب خیرات کی (اشعۃ اللمعات) ۶؎ یہ زیادتی شاذ ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے (مرقات)

يَعْلَمُ مِنْهُ طِبٌّ فَهُوَ ضَامِنٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ
غُلَامًا لِأُنَاسٍ فُقَرَاءَ قَطَعَ أُذُنَ غُلَامٍ لِأُنَاسٍ أَغْنِيَاءَ فَأَتَى أَهْلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّا أُنَاسٌ فُقَرَاءُ فَلَمْ يَجْعَلْ عَلَيْهِمْ شَيْئًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ
اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ دِيَةُ شِبْهِ الْعَمْدِ أَثْلَاثًا ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ حِقَّةً وَ
ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ جَذَعَةً وَأَرْبَعٌ وَثَلَاثُونَ ثَنِيَّةً إِلَى بَازِلِ عَامِهَا كُلُّهَا خَلِفَةٌ وَفِي رِوَايَةٍ

اس کا علم طب معلوم نہ ہو تو وہ ضامن ہے؎ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ فقیروں کے ایک غلام نے؎
امیروں کے ایک غلام کا کان کاٹ لیا اس کے والی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے؎ بولے ہم لوگ تو فقیر
ہیں تو ان پر حضور نے کچھ مقرر نہ فرمایا؎ (ابوداؤد، نسائی) ؎ تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت علی سے انہوں نے فرمایا
کہ شبہ عمد کی دیت تہائی کے حساب سے ہے ۳۳ حقے اور ۳۳ جذعے اور ۳۴ ثنیے بازل عام تک؎ جو سب کی سب حاملہ ہوں؎
اور ایک روایت میں ہے

؎ یعنی جو شخص علم طب نہ رکھتا ہو اور یونہی کسی کا علاج کرے جس سے مریض ہلاک ہو جائے تو اس کا یہ قتل خطا کا ہے کہ اس کے وارث عصبات پر دیت خطا واجب ہوگی
قصاص نہ ہوگا کیونکہ اس نے ارادۃً قتل نہ کیا بلکہ مریض کا علاج ہی اس کے پیش نظر تھا یونہی ہر شخص بیمار کو دوا بتاتا ہے اس سے احتیاط چاہیے اس حدیث سے سبق لازم
ہے علاج میں انسانی جان کی ذمہ داری ہے۔ ؎ یہاں غلام سے مراد یا تو آزاد بچہ ہے یا نابالغ مدبر غلام جیسا کہ آگے معلوم ہوگا یعنی ایک ایسا آزاد بچہ جس کے
عصبہ وارث فقیر و مسکین تھے دیت نہیں دے سکتے تھے یا ایسا غلام مدبر جس کے مولیٰ اور مولیٰ کے وارث فقراء تھے اس نے ایک ایسے لڑکے یا غلام کا کان کاٹ دیا جس کے
عصبہ وارث یا مولیٰ امیر تھے اور یہ مقدمہ بارگاہ رسالت میں دائر ہوا۔ ؎ یعنی مظلوم نے یا اس کے وارثوں نے خود نہ دائر کیا بلکہ ظالم یا اس کے وارث جواب دہی کے
لیے حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالم غلام کے مولیٰ یا ظالم بچے کے عصبہ وارثوں پر دیت لازم نہ فرمائی کیونکہ اگرچہ یہ کان کاٹنا عمداً تھا مگر بچے کا عمد کالعدم ہے اس لیے قاتل
بچے پر قصاص نہیں بلکہ اس کے وارث عصبہ پر دیت واجب ہوتی ہے اس عمد کا حکم خطا کا ہے۔ ؎ اس سے معلوم ہوا کہ ظالم نابالغ غلام مدبر تھا ورنہ اسے فروخت کرکے اس کی قیمت
سے دیت ادا کی جاتی۔ غلام کی دیت اس کی قیمت سے ادا کی جاتی ہے بلکہ یا تو مدبر تھا یا غلام تھا تو مدبر تھا جو ناقابل فروخت ہوتا ہے جس کی دیت مولیٰ پر ہوتی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر
مجرم کے وارث عصبات فقراء ہوں تو دیت بھی واجب نہیں ہوتی بلکہ وہاں مظلوم سے معافی دلوائی جاتی ہے۔ ؎ امام شافعی فرماتے ہیں کہ بچے کا عمد [illegible] کا عمد
بھی خطا ہے کہ اس کے قتل عمد پر قصاص نہیں [illegible] حضرت علی مرتضیٰ سے روایت کی [illegible] (مرقات) ؎ قتل شبہ عمد کی صورت ابھی پہلے
بیان کی جا چکی ہے کہ ارادۃً قتل ناقابل قتل آلہ سے ہلاک کرنا شبہ عمد ہے جیسے لاٹھی وغیرہ سے قتل، اس کی دیت سخت تر ہے یعنی سو اونٹ مگر وہ تین قسم کے جن کی تفصیل یہ ہے
جو خفیف دیت [illegible] جو قتل خطا میں ہوتی ہے [illegible] چار سالہ بچہ جو پانچویں
سال میں داخل ہو جائے [illegible] پانچ سالہ بچہ جو چھٹے سال میں داخل ہو جائے۔ ؎ اونٹ کا آٹھ سالہ بچہ جو نویں سال میں داخل ہو جائے [illegible]

قَالَ فِي الْخَطَاءِ أَرْبَاعًا خَمْسٌ وَعِشْرُوْنَ حِقَّةً وَخَمْسٌ وَعِشْرُوْنَ جَذَعَةً وَخَمْسٌ وَعِشْرُوْنَ بَنَاتُ لَبُوْنٍ وَخَمْسٌ وَعِشْرُوْنَ بَنَاتُ مَخَاضٍ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَضَى عُمَرُ فِي شِبْهِ الْعَمْدِ ثَلٰثِيْنَ جَذَعَةً وَأَرْبَعِيْنَ خَلِفَةً مَا بَيْنَ ثَنِيَّةٍ إِلٰى بَازِلِ عَامِهَا رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِي الْجَنِيْنِ يُقْتَلُ فِي بَطْنِ أُمِّهٖ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ وَلِيْدَةٍ فَقَالَ الَّذِيْ قُضِيَ عَلَيْهِ كَيْفَ

کہ خطا میں لے چار حصہ فرمائے کہ پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض (ابوداؤد) روایت ہے حضرت مجاہد سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے شبہ عمد میں تیس جذعہ اور چالیس خلفہ کا فیصلہ فرمایا جو عمر میں ثنیہ اور بازل کے درمیان ہوں (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیٹ کے بچے میں جو اپنی ماں کے پیٹ میں قتل کر دیا جائے ایک غلام یا لونڈی کا فیصلہ فرمایا تو جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا وہ بولا کہ کیسے

کی عمر کا کوئی نام نہیں بازل بنا ہے بزل سے بمعنے کمال و قوت چونکہ اس عمر میں اونٹ کی کیلیں نکل آتی ہیں وہ اپنی پوری طاقت کو پہنچ جاتا ہے اس لئے اسے بازل کہتے ہیں اس کے بعد اسے بازل عام اور بازل عامین وغیرہ کہتے ہیں۔ شہ شبہ عمد کی تفسیر پہلے گزر گئی خلفہ حاملہ اونٹنیاں ہوں یا ان کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ ثنیہ حاملہ نہیں ہوتی۔ سلہ یعنے اگر کوئی شخص کسی کو خطاءً قتل کرے تو اس کی دیت قتل شبہ عمد سے ہلکی ہوگی کہ سو اونٹ تو واجب ہوں گے مگر تین کی بجائے چار حصہ ہوں گے دیت کا ہلکا بھاری ہونا اونٹوں کی عمر کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ سہ اونٹ کے عمر کے لحاظ سے یہ نام ہیں ایک سالہ اونٹنی بنت مخاض، دو سالہ بنت لبون، تین سالہ حقہ، چار سالہ جذعہ، پانچ سالہ ثنیہ، ۔۔۔ آٹھ سالہ بازل، عام پھر اس کے بعد کوئی نام نہیں بلکہ یوں کہتے ہیں بازل عام، بازل عامین اور بازل ثلث اعوام وغیرہ یعنے قتل خطا میں قاتل کے وارثوں پر سو اونٹ لازم ہوں گے جو مقتول کے وارثوں کو دیئے جائیں گے مگر ان کے چار حصے ہوں گے پچیس ایک سالہ اونٹنیاں اور پچیس دو سالہ، پچیس تین سالہ، پچیس چار سالہ۔ شہ آپ مجاہد ابن جبیر ہیں کنیت ابو الحجاج عبد اللہ ابن سائب مخزومی کے آزاد کردہ غلام ہیں مکہ معظمہ کے مشہور عالم قاری فقیہ و محدث ہیں اپنے زمانہ میں تفسیر کے امام مانے جاتے تھے بہت جماعت محدثین آپ کی شاگرد ہے اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر آپ کے گھوڑے کی رکاب تھا کرتے تھے سنہ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ شہ یہ حدیث حضرت امام شافعی کی دلیل ہے ان کے ہاں قتل شبہ عمد کی دیت اسی طرح واجب ہوتی ہے بہر حال شبہ عمد کی دیت میں صحابہ کرام کا عمل مختلف رہا ہے ابھی پچھلی روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکم اس کے خلاف گزرا۔ شہ آپ کی کنیت ابو محمد ہے قرشی مخزومی اصلی ہیں خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے حدیث فقہ عبادت و تقویٰ کے جامع تھے بہت سے صحابہ کرام سے ملاقات ہے چالیس حج کئے سنہ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ شہ یعنے حاملہ عورت کو مارا گیا جس سے اس کا پیٹ کا بچہ گر گیا یا بچہ پیٹ میں مر گیا پھر گر گیا کیونکہ اگر زندہ باہر آ کر مرتا تو پوری دیت سو اونٹ واجب ہوتی یہ دو صورتیں ہیں شہ یعنے قاتل کے وارثوں پر لازم فرمایا کہ جس عورت کا بچہ گر گیا ہے اس کو ایک غلام یا لونڈی دیں جس کی قیمت پانسو درہم تھی یعنے پچاس دینار ہر دینار دس درہم کا۔ تفسیر اس لئے کی گئی کہ حضرت عبد اللہ ابن بریدہ کی روایت میں ہے کہ حضور نے پانچ سو درہم

أُغَرِّمُ مَنْ لَا شَرِبَ وَلَا أَكَلَ وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ وَمِثْلُ ذٰلِكَ يُطَلُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا هٰذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ مُرْسَلًا وَرَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ عَنْهُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ مُتَّصِلًا۔ بَابُ مَا لَا يُضْمَنُ مِنَ الْجِنَايَاتِ۔ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ غَزَوْتُ

تاوان دلوائیں ہم کیونکر اس بچہ کا جس نے نہ کھایا نہ پیا نہ گفتگو کی اور نہ چیخا ایسی چیز کا خون تو رائیگاں جانا چاہیے[۱] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کاہنوں کے بھائیوں سے ہے[۲] (مالک، نسائی) مرسلًا[۳] اور ابوداؤد نے انہیں سعید ابن مسیب سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے متصلًا روایت کیا[۴] باب ان جرموں کا جن کا ضمان نہیں دیا جاتا[۵] پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چوپایہ کا زخم باطل ہے[۶] اور کان باطل ہے اور کنواں باطل ہے[۷] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت یعلی ابن امیہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے

واجب فرمائے اور ابن ابی شیبہ نے حضرت زید ابن اسلم سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے معاملہ میں پچاس دینار کا فیصلہ فرمایا لہذا یہ تینوں روایات درست ہیں، خیال رہے کہ بچہ مردہ ہوا ہو یا زندہ کا حکم یہی ہوگا اگر ماں بھی مر جائے تو ماں کی دیت سو اونٹ لازم ہوں گی۔

۱؎ اس کا مقصد یہ تھا کہ دیت تو جان کی ہوتی ہے اور یہ گرا ہوا بچہ بالکل بے جان ہے کہ پیدا ہو کر چیخا بھی نہیں، کھایا پیا بھی نہیں پھر یہ دیت کیوں واجب ہوئی تو اس شخص کا استدلال عقل سے کیا یہ قیاس باطل ہے کہ نص کے مقابل ہے۔ ۲؎ یعنی یہ کاہنوں کا بھائی ہے کہ اپنی عقل تیز زبانی مقفّٰی عبارت سے نص شرعی کا مقابلہ کرتا ہے تو جیسے کہانت بری چیز ہے ایسے ہی اس کا یہ قول برا ہے۔ ۳؎ کیونکہ حضرت سعید ابن مسیب تابعی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحابی کا ذکر نہیں کیا اسی کا نام ارسال ہے۔ ۴؎ یعنی یہ روایت مرسل نہیں بلکہ متصل ہے کہ اس میں صحابی کا ذکر آگیا۔ خیال رہے کہ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اگر بچہ زندہ گر کر مرے تو اس کی دیت پوری ہے یعنی سو اونٹ مگر اس میں اختلاف ہے کہ بچے کی زندگی ثابت کس چیز سے ہوتی ہے ہم احناف کے ہاں رونا، چھینکنا، سانس لینا، جمائی لینا علامات زندگی ہیں، اور صرف بعض اعضاء کا حرکت کرنا علامت زندگی نہیں مگر امام شافعی کے ہاں صرف حرکت بھی علامت زندگی ہے دونوں فریقین کے بہت دلائل مرقات میں مذکور ہیں۔ ۵؎ جنایات جنایۃ کی جمع ہے مادہ جنی ہے بمعنی مارنا، اسی سے جنی الثمرۃ درخت سے پھل لینا۔ ۶؎ عجماء اعجم کا مؤنث ہے بمعنی گونگا یعنی جو کلام و بات نہ کر سکے عرب دیگر ملکوں کو عجم کہتے ہیں کہ وہ کلام پر قادر نہیں یہاں چوپایہ مراد ہے جیسے گھوڑا، گدھا، بھینس، گائے وغیرہ یعنی اگر کوئی شخص کسی کے چوپایہ سے زخمی ہو جائے تو اس کا ضمان چوپایہ والے پر واجب نہیں خواہ چوپایہ لات مار دے یا سینگ یا پاؤں سے روند دے، نیز اگر اس کے معمولی چلانے سے سوار گر کر چوٹ کھا جائے تو بھی چلانے والے پر ضمان نہیں خواہ دن ہو یا رات قصبہ ہو یا بازار میں، یہی احناف کا قول ہے امام شافعی کے ہاں اگر رات کو کسی کا جانور کھل جائے اور کسی کو نقصان پہنچائے تو اس پر ضمان ہے، نیز اگر کھلا جانور کسی کا کھیت خراب کر دے تب بھی یہی اختلاف ہے یہ حدیث احناف کی دلیل ہے۔ ۷؎ یعنی اگر

مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ وَكَانَ لِيْ اَجِيْرٌ فَقَاتَلَ اِنْسَانًا فَعَضَّ
اَحَدُهُمَا يَدَ الْاٰخَرِ فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوْضُ يَدَهٗ مِنْ فِيْ الْعَاضِّ فَاَنْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ فَسَقَطَتْ
فَانْطَلَقَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدَرَ ثَنِيَّتَهٗ وَقَالَ اَيَدَعُ يَدَهٗ فِيْ فِيْكَ تَقْضِمُهَا
كَاَنَّهَا فِيْ فِيْ فَحْلٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کیا۳؎ اور میرا ایک مزدور تھا۴؎ وہ ایک شخص سے لڑا تو ان میں سے ایک نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ لیا۵؎ جس کا ہاتھ کاٹا گیا تھا اس نے کاٹنے والے سے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کی ثنیہ گرا دی کہ وہ گر گئی تو یہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کی ثنیہ باطل فرما دی اور فرمایا کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے منہ میں چھوڑ دیتا کہ تو اونٹ کی طرح چباتا۶؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص اپنے مال کی وجہ سے مار دیا جائے وہ شہید ہے۷؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے

کسی کی کان یا کسی کے کنویں میں کوئی شخص بلا قصور گر کر ہلاک ہو جائے تو کان والے کنویں والے پر تاوان نہیں بشرطیکہ کنواں اس نے اپنی زمین میں کھدوایا ہو اور اگر عام راستہ میں کھدوایا ہو
اگر مباح زمین میں کھودا جب بھی یہی حکم ہے ۲؎ آپ کا نام یعلیٰ ابن امیہ ہے فتح مکہ کے دن ایمان لائے، غزوہ حنین، طائف اور تبوک میں شریک ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ صفین میں رہے اسی میں شہید ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو نجران کا حاکم مقرر کیا تھا۔
۳؎ غزوہ تبوک کا نام جیش عسرۃ ہے یعنی تنگی والا لشکر کیونکہ اس غزوہ میں گرمی سخت تھی اور لشکر کے پاس کھانا پانی بہت ہی کم، تبوک خیبر سے پانچ سو کیلو ہے یہ گنہگار خیبر کی زیارات سے مشرف ہوا مگر تبوک پر سے ہوائی جہاز میں سے گزر گیا، خیبر مدینہ منورہ سے ایک سو ساٹھ کیلو ہے جو کہ ایک سو میل ہوتے ہیں اسی غزوہ کے موقعہ پر حضرت عثمان نے اس لشکر کو بہت سامان دیا اور مجہز جیش عسرۃ کا لقب پایا جنت خریدی اسی غزوہ میں مسلمانوں نے درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کیا باقی حالات [illegible] ۴؎ جو مزدوری پر میرے ساتھ اس جہاد میں گیا تھا ۵؎ یعنی اس مزدور نے اس شخص کا یا اس شخص نے اس مزدور کا ہاتھ دانتوں سے کاٹا [illegible] کہ جب اس نے اپنا ہاتھ کھینچا تو ثنیہ گر گئی، خیال رہے کہ انسان کے سامنے کے دانت رباعیہ کہلاتے ہیں [illegible] اور ان کے متصل دائیں بائیں جو دانت ہیں وہ ثنیہ کہلاتے ہیں ۶؎ یعنی اس نے عرض کیا کہ میرے دانت کی دیت دلوائی جائے کیونکہ اس نے میرا دانت گرا دیا ہے مقصد یہ ہے کہ اس نے تیرا دانت توڑا نہیں بلکہ اپنی حفاظت کے لیے اور اپنے کو بچاتے ہوئے تیرے منہ سے اپنا ہاتھ کھینچا اس میں وہ ظالم نہیں بلکہ ظالم تو ہے کہ تو نے دانت سے کاٹا لہذا اس کی کوئی دیت نہیں اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے جبراً زنا کرنا چاہے اور وہ عورت اپنے بچاؤ کیلئے اسے قتل کر دے تو عورت پر کچھ قصاص یا دیت نہیں اسی طرح اگر کوئی کسی کا مال یا جان جبراً لینا چاہے اور وہ اپنے دفاع کیلئے اسے ہلاک کر دے تب بھی یہی حکم ہے ۷؎ یعنی جس کے مال پر چور یا ڈاکو یا کسی اور ظالم نے قبضہ کرنا چاہا اس نے دفاع کے طور پر اس سے جنگ کی اور مارا گیا تو یہ شخص شہید ہے مگر حکماً شہید ہوا ہے اس حدیث کو ابن ماجہ، ترمذی، نسائی، ابوداؤد نے بھی حضرت سعید ابن زید کی روایت سے نقل فرمایا (مرقات)۔

قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جَاءَ رَجُلٌ يُرِيْدُ أَخْذَ مَالِيْ قَالَ فَلَا تُعْطِهِ مَالَكَ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَاتَلَنِيْ قَالَ قَاتِلْهُ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلَنِيْ قَالَ شَهِيْدٌ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُهُ قَالَ هُوَ فِي النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوِ اطَّلَعَ فِيْ بَيْتِكَ أَحَدٌ وَلَمْ تَأْذَنْ لَهُ خَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ فِيْ جُحْرٍ فِيْ بَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِدْرًى يَحُكُّ بِهِ رَأْسَهُ

فرماتے ہیں ایک شخص حاضر ہوا بولا یا رسول اللہ فرمایئے اگر کوئی شخص آئے ارادہ میرا مال لینا چاہے تو فرمایا اسے اپنا مال نہ دو۱ عرض کیا حضور فرمایئے اگر وہ مجھ سے جنگ کرے فرمایا تو اس سے جنگ کرو۲ عرض کیا فرمایئے اگر وہ مجھے قتل کردے فرمایا تو تم شہید ہو۳ عرض کیا تو اگر میں اسے قتل کردوں فرمایا وہ دوزخ میں ہوگا۴ (مسلم) روایت ہے ان ہی سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر کوئی تیرے گھر میں جھانکے۵ اور تو نے اسے اجازت نہ دی ہو پھر تو اسے کنکر مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دے تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۶ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے۷ کہ ایک شخص سوراخ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے میں جھانکا اور رسول اللہ کے پاس سلائی تھی جس سے آپ اپنا سر مبارک کھجا رہے تھے

۱ یعنی ناحق لینا چاہے غصب یا چوری یا ڈکیتی سے اور جو حق لینا چاہے تو خود دیدے اس پر کوئی اعتراض نہیں ۲ یعنی اس صورت میں تم اسے اپنا مال نہ دو بلکہ اپنے کو ظالم سے بچانا اچھا ہے اسی طرح رشوت وغیرہ میں اپنا مال نہ دے کہ تمام صورتیں اس حدیث میں خیال رہے کہ رشوت حرام ہے ایسی خیال رہے کہ اپنے سے ظلم دفع کرنے کے لیے رشوت دینا جائز ہے اور کسی پر ظلم کرنے کے لیے حرام مگر رشوت لینا ہر حال حرام ہے اس کی تفصیل شامی میں ملاحظہ فرمایئے۔ ۳ یہ حکم بھی اجازت و اباحت کا ہے وجوب کا نہیں لہذا اگر کوئی شخص اس حالت میں جنگ نہ کرے تو مجرم نہیں ۳ کیونکہ تو مظلوم ہے اور ظالم کا مقتول شہید ہے ۴ یعنی وہ گنہگار ہے اور تجھ پر قصاص یا دیت ہے بلکہ اب تو وہ کوئی نہیں لیے بہادری سے مدد کے واسطے کا انعام اور تحفہ دیتی ہیں ۵ خواہ دروازے کے جھروکوں سے یا دیوار پر چڑھ کر یا اونچے مکان والا نیچے مکان والے کو تاک کے جھانکے یہ جملہ سب صورتوں کو شامل ہے ۶ یعنی اگر تو نے اسے گھر میں آنے کی اجازت دے دی جس سے اجازت سے جھانکتا ہے تو وہ مجرم نہیں کہ آنے کی اجازت دیکھنے کی بھی اجازت ہے اسی طرح اونچے مکان والا نیچے والوں سے اجازت لے کر چڑھتا ہے مگر بغیر اجازت چڑھے تو نیچے والوں کے پردہ کا ضرور خیال رکھے نگاہ نیچی رکھے ۶ بے شک امام شافعی اس حدیث کے ظاہر پر عمل فرماتے ہیں اور اس صورت میں اس کی آنکھ کا ضمان مطلقًا واجب نہیں فرماتے، بعض امام فرماتے ہیں کہ اگر منع کرنے کے باوجود وہ تاکتا ہے تو اس کی آنکھ کا ضمان نہیں، امام اعظم فرماتے ہیں کہ بہرحال ضمان ہے، یہ فرمان عالی تاک جھانک سے سخت ممانعت کے لیے ہے یہاں صرف گناہ کی نفی ہے دیت وغیرہ کی نفی نہیں، بہت دفعہ گناہ نہیں ہوتا مگر ضمان ہو جاتا ہے جیسے قتل خطاء، قرآن کریم فرماتا ہے العین بالعین، معلوم ہوا کہ آنکھ کے عوض آنکھ پھوڑی جائے گی۔ ۷ آپ انصاری ساعدی ہیں آپ کا نام شریف حزن تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل

فَقَالَ لَوْ اَعْلَمُ اَنَّكَ تَنْظُرُنِیْ لَطَعَنْتُ بِهٖ فِیْ عَیْنَیْكَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِسْتِیْذَانُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ اَنَّهٗ رَاٰی رَجُلًا یَّخْذِفُ فَقَالَ لَا تَخْذِفْ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الْخَذْفِ وَقَالَ اِنَّهٗ لَا یُصَادُ بِهٖ صَیْدٌ وَّلَا یُنْكَاُ بِهٖ عَدُوٌّ وَّلٰكِنَّهَا قَدْ تَكْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَاُ الْعَیْنَ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَّ اَحَدُكُمْ فِیْ مَسْجِدِنَا وَفِیْ سُوْقِنَا وَ

تو فرمایا اگر میں جانتا کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے تو میں یہ سلائی تیری آنکھ میں گھونپ دیتا[1] طلب اجازت نگاہ کی حفاظت ہی کے لیے تو مقرر کی گئی ہے[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے[3] کہ انہوں نے ایک شخص کو کنکر پھینکتے دیکھا[4] تو فرمایا کنکر نہ پھینک کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر پھینکنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ نہ تو اس سے شکار ہوتا ہے نہ دشمن زخمی ہوتا ہے[5] لیکن یہ کبھی دانت توڑ دیتی ہے اور آنکھ پھوڑ دیتی ہے[6] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی ہماری مسجد یا ہمارے بازار میں گزرے[7] اور

ترسیل ہو گا آپ مدینہ کے آخری صحابی ہیں، مدینہ پاک میں انتقال ہوا، سر میں لگانے کی یا سر کی مانگ نکالنے کی جیسا کہ مرقات میں ہے۔

[1] یعنی اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ تم دروازہ کے سوراخ سے جھانک رہے ہو تو اس سلائی سے تیری آنکھ پھوڑ دیتا، اس سے معلوم ہوا کہ بغیر قصد و ارادہ اگر کسی کے گھر نظر پڑ جائے تو گناہ نہیں جیسے گذرنے والے کی اتفاقاً کسی کے کھلے دروازہ میں نظر پڑ جائے (مرقات)۔ [2] یعنی بغیر اجازت کسی کے گھر میں جھانکنا وہاں بلا اجازت داخل ہو جانے کی طرح ہے، جیسے وہ ممنوع ہے ایسے ہی یہ ممنوع ہے کہ اس میں گھر والوں کی بے پردگی ہے۔ اس عبارت سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ فرمان عالی ڈانٹ ڈپٹ جھڑک کے لیے ہے آنکھ پھوڑ دینے کی اجازت کے لیے نہیں کیونکہ کسی کے گھر میں بلا اجازت چلے جانے پر اس کا قتل یا آنکھ پھوڑ دینا جائز نہیں کر دیتا، جیسے جان جان کے عوض ہے ایسے ہی آنکھ آنکھ کے عوض اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ لہذا مذہب احناف بہت قوی ہے۔ [3] آپ مزنی ہیں، بیعت الرضوان میں شریک تھے، اولًا مدینہ منورہ میں رہے پھر بصرہ میں، خواجہ حسن بصری اور ابو العالیہ وغیرہم نے آپ سے احادیث لیں، ۶۰ھ میں وفات پائی۔ [4] یعنی یونہی بطور شغل کنکر وغیرہ پھینکتے دیکھا جیسا کہ بعض لڑکوں کی عادت ہے۔ [5] یعنی یہ کام عبث بھی ہے اور نقصان دہ بھی، اس کا فائدہ کوئی نہیں۔ [6] لہذا مضر ہے اور مضر چیز سے بچنا ضروری ہے۔ [7] یعنی مسلمانوں کے بازار یا مسجد سے گذرے جہاں مسلمانوں کا مجمع ہو، مسلمانوں کا ذکر یا تو احترام کے لیے ہے یا کفار حربی کے بازاروں کو نکالنے کے لیے کہ حربی کفار کو زخمی کر دینا جائز بلکہ ثواب ہے۔ خیال رہے کہ حربی کفار کا اور حکم ہے اور ذمی مستامن کفار کا حکم کچھ اور ہے۔ یہاں بازار و مسجد کا ذکر ہے مگر مراد تمام اجتماعات ہیں جیسے منیٰ عرفات مزدلفہ کا ہجوم اور میلے وغیرہ۔

مَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ عَلٰى نِصَالِهَا اَنْ يُّصِيْبَ اَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْهَا شَيْءٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُشِيْرُ اَحَدُكُمْ عَلٰى اَخِيْهِ
بِالسِّلَاحِ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِيْ يَدِهٖ فَيَقَعُ فِيْ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَشَارَ اِلٰى اَخِيْهِ
بِحَدِيْدَةٍ فَاِنَّ الْمَلٰۤئِكَةَ تَلْعَنُهٗ حَتّٰى يَضَعَهَا وَاِنْ كَانَ لِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ

اس کے پاس تیر ہوں[1] تو اسکے پیکان (نوک) کو تھامے[2] ایسا نہ ہو کہ کسی مسلمان کو اس سے کچھ لگ جاوے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی پر ہتھیار سے اشارہ نہ کرے[3] کیا خبر شاید شیطان اس کے ہاتھ میں کھینچے[4] تو وہ آگ کے گڑھے میں گر جاوے[5] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے بھائی کی طرف لوہے سے اشارہ کرے[6] تو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں[7] حتی کہ اسے رکھ دے اگرچہ اس کا سگا بھائی ہو[8] (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر اور ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا[9]

[1] نبل بمعنی تیر ہے یہ جمع ہے جس کا واحد کوئی نہیں یا جمع کے معنی میں تیر [illegible] نصال جمع ہے نصل کی نصل تیر کی نوک کو کہتے ہیں جو اس کے [illegible] یہ نہایت تیز ہوتی ہے [illegible] کے جسم میں پیوست ہو جاتی ہے [illegible] مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا [illegible] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ [illegible] مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا [illegible] ہسپتال [illegible] وغیرہ [illegible] کہ کوئی کسی کی طرف لوہے سے اشارہ نہ کرے [illegible] اس طرح کہ اس کا [illegible] معلوم ہوا کہ [illegible] خواہ ڈرانے دھمکانے کے لیے خواہ مذاق میں لوہے سے مراد قتل کا ہر ہتھیار ہے تلوار چھری [illegible] پستول بندوق وغیرہ [illegible] تمام فرشتے یا محافظ فرشتے یا کاتبین یا سارے ہی [illegible] [illegible] یعنی ظاہر ہے کہ کوئی اپنے سگے بھائی کو قتل نہیں کرتا تو اس پر ہتھیار اٹھانا یقیناً ڈرانے یا مذاق کے لیے ہوگا مگر پھر بھی لعنت کا باعث ہے یا مطلب یہ ہے کہ سگے بھائی پر ہتھیار اٹھانا لعنت کا باعث ہے تو اجنبی پر ہتھیار اٹھانے کا کیا پوچھنا [9] ہم سے مراد امت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم یہ حضور کا کرم کریمانہ ہے کہ مسلمانوں میں اپنے کو شامل فرمایا علینا جمع ارشاد فرمایا ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور ہتھیار اٹھانے سے مراد مطلقاً اٹھانا ہے خواہ ظلماً قتل کے لیے خواہ مذاق دل لگی کے طور پر۔

فَلَيْسَ مِنَّا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَزَادَ مُسْلِمٌ وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا ، وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَلَّ عَلَيْنَا السَّيْفَ فَلَيْسَ مِنَّا رَوَاهُ
مُسْلِمٌ ، وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ مَرَّ بِالشَّامِ عَلَى أُنَاسٍ
مِنَ الْأَنْبَاطِ وَقَدْ أُقِيمُوا فِي الشَّمْسِ وَصُبَّ عَلَى رُءُوسِهِمُ الزَّيْتُ فَقَالَ مَا هٰذَا قِيلَ
يُعَذَّبُونَ فِي الْخَرَاجِ فَقَالَ هِشَامٌ أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

وہ ہم سے نہیں ۱؎ (بخاری) اور مسلم نے یہ زیادہ کیا کہ جو ہم سے ملاوٹ کرے وہ ہم میں سے نہیں ۲؎ روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے ۳؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو ہم پر تلوار سونتے وہ ہم میں سے نہیں ۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ہشام ابن عروہ سے ۵؎ وہ اپنے باپ سے راوی ۶؎ کہ ہشام ابن حکیم ۷؎ شام میں کچھ کسان آدمیوں پر گزرے ۸؎ جو دھوپ میں کھڑے کیے گئے تھے اور ان کے سروں پر تیل ڈالا گیا تھا تو آپ نے کہا یہ کیا ہے؟ کہا گیا یہ لوگ ٹیکس کے بارے میں عذاب دیئے جا رہے ہیں تو ہشام نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا

۱؎ یعنی ہماری جماعت سے نہیں یا ہماری طریقہ والی سنت سے نہیں لہٰذا اس سے کفر مراد نہیں ۲؎ ملاوٹ سے مراد ہے یا چیز کا عیب چھپا کر فروخت کر دینا یا اصل میں نقل ملا دینا، خیر خواہی کی جگہ بدخواہی دھوکہ کرنا ہے اور غشنا میں ضمیر متکلم سے مراد سارے مسلمان ہیں یا اہل عرب یا اہل مدینہ یعنی جس نے مسلمانوں کو یا اہل عرب کو یا اہل مدینہ کو دھوکہ دیا وہ ہماری جماعت سے نہیں، ترمذی اور احمد نے حضرت عثمان سے روایت کی مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ يَدْخُلْ فِي شَفَاعَتِي وَلَمْ تَنَلْهُ مَوَدَّتِي جس نے عرب کو دھوکہ دیا وہ میری شفاعت میں داخل نہ ہوگا اور اسے میری محبت نہ پہنچے گی ۳؎ آپ مشہور صحابی ہیں بیعت رضوان میں شریک ہوئے آپ کی کنیت ابو مسلم ہے حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں اسی سال عمر ہوئی ۷۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی ۴؎ یعنی جو شخص کسی مسلمان پر بلاوجہ تلوار سونتے اگرچہ اس کو قتل کا ارادہ نہ بھی کرے تب بھی مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہے کیونکہ اس نے مسلمانوں کا سا کام نہ کیا، مسلمان پر ناحق ہتھیار اٹھانا بھی حرام ہے، خیال رہے کہ یہاں بھی تمام احادیث میں ناحق ہتھیار اٹھانا مراد ہے ورنہ بعض صورتوں میں مسلمان کا قتل واجب ہو جاتا ہے جیسے باغی، مرتد، ڈاکو، قاتل، زانی ۵؎ آپ مشہور تابعی ہیں حضرت عثمان کی خلافت کے زمانہ میں آپ کی ولادت ہے ۹۴ھ میں وفات پائی حضرت عبداللہ ابن زبیر و عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے ۶؎ ان کا نام عروہ ابن زبیر ابن العوام ہے آپ بھی تابعی ہیں مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے آپ بھی ہیں حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق آپ کی والدہ ہیں حضرت عائشہ صدیقہ کے بھانجے ہیں ۷؎ آپ ہشام ابن حکیم ابن حزام قرشی اسدی ہیں فتح مکہ کے دن ایمان لائے آپ کے والد حکیم ابن حزام ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے ہیں ان کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی واقعہ فیل سے تیرہ سال پہلے ایک سو بیس سال کی عمر ہوئی ۵۴ھ میں وفات پائی ساٹھ سال کفر میں گزارے اور ساٹھ سال اسلام میں، زمانہ جاہلیت میں آپ نے سو غلام آزاد کئے تھے ۸؎ نبط یا انباط بصرہ اور کوفہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے وہاں کے باشندے عموماً کسان تھے اس لئے اب ہر کسان کو نبطی کہہ دیتے ہیں ۹؎ یعنی حکومت نے ان غریبوں کو تیز دھوپ میں کھڑا کر کے ان کے سروں پر گرم تیل ڈالا تھا تاکہ ٹیکس ادا کر دیں یا بقیہ ٹیکس دے دیں۔

إِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِيْنَ يُعَذِّبُوْنَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ إِنْ طَالَتْ بِكَ مُدَّةٌ أَنْ تَرٰى قَوْمًا
فِيْ أَيْدِيْهِمْ مِثْلُ أَذْنَابِ الْبَقَرِ يَغْدُوْنَ فِيْ غَضَبِ اللّٰهِ وَيَرُوْحُوْنَ فِيْ سَخَطِ اللّٰهِ وَ
فِيْ رِوَايَةٍ وَيَرُوْحُوْنَ فِيْ لَعْنَةِ اللّٰهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ
يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُوْسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ

کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو لوگوں کو دنیا میں عذاب دیتے ہیں ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قریب ہے اگر تمہاری عمر دراز ہوئی کہ تم ایسی قوم دیکھو گے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم جیسی چیز
ہوگی ۲؎ صبح کریں گے اللہ کے غضب میں اور شام کریں گے اللہ کے غضب میں ۳؎ اور ایک روایت میں ہے کہ شام کریں گے اللہ کی لعنت
میں ۴؎ (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دو قسم کے دوزخی لوگ وہ ہیں جنہیں میں نے نہ دیکھا ۵؎
ایک وہ قوم جن کے ساتھ گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے جن سے لوگوں کو ماریں گے ۶؎ دوسری وہ عورتیں جو پہن کر ننگی ہوں گی ۷؎ مائل
کرنے والیاں مائل ہونے والیاں ۸؎ ان کے سر بختی اونٹنیوں کے

۱؎ یعنی اب کسی کو آگ یا گرم تیل وغیرہ سے عذاب دینا حرام ہے کیونکہ یہ عذاب آخرت میں کفار کو رب تعالیٰ دے گا کوئی بندہ کسی کو خدا کا عذاب نہ دے۔ ۲؎ اس حدیث کو امام ابوداؤد بیہقی نے ہشیم ابن حکیم سے روایت کیا [illegible] حضرت ابن عباس سے روایت فرمایا [illegible] اللہ کسی کو خدا کا عذاب نہ دے۔ ۳؎ یہ خطاب یا حضرت ابوہریرہ سے ہے یا کسی اور صحابی سے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ بہت عمر پائیں گے یعنی پولیس کے کوڑے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے، ناحق یا ظالم کے ساتھ ہو کر [illegible] لوگوں کو ماریں گے ان سے کسی کو فریاد کرنے کی جگہ نہ ہوگی [illegible] یعنی ہر وقت اللہ کے غضب میں رہیں گے صبح شام
وقت کے ذکر سے ہمیشگی کا ذکر فرمایا مراد ہر وقت ہے جیسے آل فرعون کے متعلق قرآن کریم میں فرمایا ہے یُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ایسا ہی یہاں ہے۔ ۴؎
کیونکہ اس قسم کے لوگ دنیا میں مخلوق کو ستاتے ہیں یہ اللہ کی لعنت کے مستحق ہوں گے [illegible] ۵؎ یعنی ایسے ظالم لوگ میرے زمانہ میں پیدا نہ ہوں گے بلکہ بعد میں ہوں گے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ آئندہ ہونے والے لوگوں کے اعمال کی خبر دے رہے ہیں [illegible] حق پر
کوڑے مارنا درست ہے رب تعالیٰ کوڑے مارنے کے متعلق فرماتا ہے فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ اور پاکدامن عورت کو تہمت لگانے والوں کے متعلق
فرماتا ہے فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ ظالم حکام یا ان کے کارندے کوڑے ساتھ لئے پھریں گے بات بات پر لوگوں کو اس سے ماریں گے۔ ۷؎ اس کے تین مطلب ہیں [illegible] یعنی ایسا باریک کپڑا پہنیں گی جس سے جسم دیکھا جائے [illegible] یا اللہ کی نعمتوں سے ڈھکی ہوں گی شکر سے ننگی یعنی

الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَاتَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ فَإِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَشَفَ سِتْرًا فَأَدْخَلَ بَصَرَهُ فِي الْبَيْتِ قَبْلَ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ فَرَأَى عَوْرَةَ أَهْلِهِ فَقَدْ أَتَى حَدًّا لَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ

کوہانوں کی طرح ہوں گے ۲ وہ جنت میں نہ جائیں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے ۳ (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں کوئی لڑے تو چہرے سے بچے ۴ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ۵ (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے پردہ کھولا پھر گھر میں نظر ڈالی اس سے پہلے کہ اسے اجازت دی جائے پھر گھر والوں کا ستر دیکھ لیا تو اس نے ایسی سزا کا کام کیا جو کہ اسے درست نہ تھا

خالی ہوں گی یعنی زیوروں سے آراستہ تقویٰ سے خالی ہوں گی یا [illegible] اپنے سر سے برقعہ اپنے کندھے سے ڈھلکا دیں گی یا اپنی باتوں یا گانے سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی [illegible] آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں قربان ان نگاہوں کے جو قیامت تک کے واقعات دیکھ رہی ہیں اور اپنی نظروں سے کل کی خبریں دیں۔

۱ اس جوڑے مبارک کی بہت تفسیریں ہیں بہتر تفسیر یہ ہے کہ [illegible] شرم سے [illegible] لوگوں کو گھورتی چلیں گی جیسے اونٹ کے تمام جسم میں کوہان اونچی ہوتی ہے ایسے ہی ان کے سر [illegible] یہ حدیث [illegible] آج کل کی عورتوں کو دیکھ لو یہ ہیں غیب داں محبوب کی غیبی خبریں شعر

اب ایک کو دی بشارت تاج ؎ اے مرے غیب داں تیرے صدقے

۲ یہاں لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ فرمایا گیا یعنی یہ دونوں جماعتیں [illegible] ظالموں کی جماعت اور [illegible] بے حیا عورتوں کی جماعت مطلب یہ ہے کہ اگر دونوں جماعتوں کا خاتمہ ایمان پر ہو بھی گیا تب بھی وہ اولاً جنت میں نہ جائیں گی [illegible] سزا دوزخ میں بھگتیں گی اگرچہ بعد میں ایمان کی وجہ سے جنت میں پہنچ جائیں، لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں یا مطلب یہ ہے کہ ان کاموں کو حلال جان کر کریں تو وہ کافر ہیں پھر جنت میں کیسے جائیں یا مطلب یہ ہے کہ پاکدامن عورتوں کی طرح اولاً جنت میں نہ جائیں گی ۳ اتنی اتنی سے مراد بہت دراز مسافت ہے مثلاً سو سال کی راہ یا اس سے بھی زیادہ [illegible] احادیث کو اس باب میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ [illegible] کی بنا پر کوئی شرعی حد نہ لگے گی [illegible] تعزیر کے طور پر سزا دے ۴ یعنی کسی کو لڑائی میں چہرے پر نہ مارو اگرچہ کافر سے ہی جہاد کرو کہ اسے قتل کرو مگر اس کا چہرہ نہ بگاڑو اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں [illegible] اپنی اولاد غلام کو تنبیہ پر سزا دو تو چہرے پر نہ مارو ۵ یعنی اپنی صورت پر پیدا فرمایا کہ تمام مخلوق میں اسے حسین و جمیل بنایا خود فرماتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ [illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] صورت

يَّاتِيَهٗ وَلَوْ اَنَّهٗ حِيْنَ اَدْخَلَ بَصَرَهٗ فَاسْتَقْبَلَهٗ رَجُلٌ فَفَقَاَ عَيْنَهٗ مَا غَيَّرْتُ عَلَيْهِ وَ
اِنْ مَرَّ الرَّجُلُ عَلٰى بَابٍ لَا سِتْرَ لَهٗ غَيْرِ مُغْلَقٍ فَنَظَرَ فَلَا خَطِيْئَةَ عَلَيْهِ اِنَّمَا الْخَطِيْئَةُ عَلٰى
اَهْلِ الْبَيْتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ○ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُوْلًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ ○
وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّقَدَّ السَّيْرُ بَيْنَ
اُصْبُعَيْنِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ ○ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

اور جب کہ اس نے نظر ڈالی تو کوئی سامنے آگیا اور کسی نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو میں اسے سزا نہ دوں گا[۱] اور اگر کوئی شخص بے پردہ دروازے کے پاس گزرے پھر دیکھے تو اس پر گناہ نہیں خطا تو صرف گھر والوں پر ہے[۲] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے[۳] روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ ننگی تلوار لی دی جائے[۴]۔ (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت حسن سے وہ حضرت سمرہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ دو انگلیوں کے درمیان تسمہ کاٹا جائے[۵]۔ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سعید ابن زید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عہ پاک ہے چہرہ اس کا صورت کیسی پیاری اضافت شرف کے لئے ہے جیسے بیت اللہ یا ناقۃ اللہ بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے آدم علیہ السلام کو رحمٰن کی صورت پر پیدا فرمایا اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کا مطلب یہی ہوگا خیال رہے کہ انسان اللہ تعالٰی کی بڑی کامل مخلوق ہے اسے رب نے سننے دیکھنے بولنے اور سمجھنے کی طاقت بخشی اگر یہ ترقی کرے تو فرشتوں سے افضل ہو جائے اگر نیچے گرے تو ابلیس سے بدتر بن جائے اور اس کی ساری قوتیں سر اور چہرے میں جمع ہیں اس لئے اس پر مارنے سے منع فرمایا گیا، اس جگہ مرقات نے بہت نفیس تقریر کی ہے۔ ۱؎ یعنی جو شخص کسی کے گھر کے دروازے کا کھلا پردہ یا بند کواڑ بغیر صاحب خانہ کی اجازت کے کھولے اور گھر میں جھانک لے یہیں سے گھر کا عیب یا چیز دیکھ لے یا کسی مرد کا ستر دیکھ لے تو اس نے بدتری گناہ کیا کہ حق اللہ بھی تلف کیا حق العبد بھی برباد کیا۔

۲؎ یعنی اس آنکھ پھوڑ دینے والے کو نہ تو کوئی سزا دوں گا نہ ملامت کروں گا کیونکہ یہاں قصور اس جھانکنے والے کا ہے اس مسئلہ کی تحقیق اور اس کے متعلق ائمہ دین کا اختلاف پہلے بیان ہو چکا کہ احناف کے نزدیک یہ فرمان عالی ڈرانے دھمکانے کے لئے ہے ورنہ اس آنکھ پھوڑنے والے سے آنکھ کا قصاص ضرور لیا جائے گا رب تعالٰی نے فرمایا اَلْعَیْنَ بِالْعَیْنِ آنکھ تو آنکھ کے بدلے ہی پھوڑی جا سکتی ہے نہ کہ تاک جھانک کے عوض۔ ۳؎ یعنی اب اس دیکھنے والے پر یہ جرم نہیں جو ابھی مذکور ہوا اگرچہ نیچی نگاہ رکھنا بہتر ہے۔ ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ گھر کا دروازہ بلا ضرورت کھلا رکھنا گناہ ہے یہ عیب ہے جبکہ دروازے کے آگے یا پیچھے پردہ کی دیوار نہ ہو کہ اس صورت میں دروازہ کھلا رہنے سے گھر والوں کی بے پردگی ہوتی ہے اس کا بہت خیال چاہیے لوگ اس سے غافل ہیں۔ ۵؎ یہ حدیث احمد اور ترمذی نے بھی انہی راوی سے کچھ فرق کے ساتھ نقل فرمائی۔ ۶؎ یعنی تلوار ایک دوسرے کو میان میں دینا چاہیے، ننگی تلوار کے لین دین میں کسی کو لگ جانے کا خطرہ ہے۔

مَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجَهَنَّمَ سَبْعَةُ اَبْوَابٍ بَابٌ مِنْهَا لِمَنْ سَلَّ السَّيْفَ عَلٰى اُمَّتِيْ اَوْقَالَ عَلٰى اُمَّةِ مُحَمَّدٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَحَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَلرِّجْلُ جُبَارٌ ذُكِرَ فِيْ بَابِ الْغَصَبِ. بَابُ الْقَسَامَةِ

جو اپنے دین کے لیے شہید کیا گیا تو وہ شہید ہے۱ اور جو اپنے خون کے لیے قتل کیا گیا تو وہ شہید ہے اور جو اپنے مال کیلئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے اور جو اپنے گھر والوں کیلئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے۲ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا دوزخ کے سات دروازے ہیں۳ ان میں سے ایک دروازہ اس کیلئے ہے جو میری امت پر تلوار سونتے۴ یا فرمایا محمد مصطفیٰ کی امت پر (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور ابوہریرہ کی حدیث کہ پاؤں ساقط ہے۵ باب الغضب میں ذکر کی گئی۶

قسم لینے کا باب ۷

یہ نہی تنزیہی ہے اور ضرورت کے وقت ننگی تلوار کا لین دین ہو کر اجازت درست ہے (از مرقات) ۵ یعنی جب جوتے کیلئے تسمہ کاٹتا ہو احتیاط سے کاٹو پاؤں یا ہاتھ کی دو انگلیوں میں چمڑا لے کر کاٹنا منع ہے کہ اس میں ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے کٹ جانے کا اندیشہ ہے سبحان اللہ کیسے رحیم و کریم نبی ہیں کہ اپنی امت کے چھوٹے کاموں کا بھی خیال رکھتے ہیں یہ ممانعت بھی تنزیہی ہے اور شفقت کی بنا پر (مرقات واشعہ)

۱ یعنی کفار نے اس پر یا اس نے کفار پر حملہ کیا اور یہ مارا گیا یا کسی کافر کو بے دین بنانے کی کوشش میں اس سے لڑائی ہوگئی اور یہ مارا گیا تو شہید ہے ۲ اسی طرح کوئی ظالم اسے قتل کرنے یا اس کے گھر والوں کی بے حرمتی کرنے یا اس کا مال چھیننے آیا یہ شخص اپنی جان عزت مال کی حفاظت کیلئے اس کے مقابل ہوا اور مارا گیا تو یہ بھی شہید ہے کہ ظلماً مارا گیا ہے اور اگر اس نے اس ظالم کو مار ڈالا تو کیونکہ یہ قتال اس سے بچنے کی کوئی صورت نہ تھی تو اس پر قتل کی وجہ سے قصاص یا دیت نہیں بلکہ موجودہ حکومتیں ایسی صورت میں بہادری کا انعام دیتی ہیں ۳ قرآن کریم فرماتا ہے لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ دوزخ کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کیلئے مجرموں کی خاص جماعت ہے لہٰذا یہ حدیث اس قرآنی آیت سے موید ہے اور نہایت درست ہے ۴ یعنی ظلماً قتل کرنے کیلئے کسی مسلمان پر تلوار اٹھائے اور یہ دروازہ بمقابلہ دوسرے دروازوں کے زیادہ خطرناک ہوگا کہ یہ جرم بھی سخت ہے ۵ کہ اگر کسی کا گدھا یا گھوڑا کسی کو روند کر زخمی یا ہلاک کردے تو گدھے گھوڑے کے مالک پر تاوان نہیں یونہی اگر کسی کی گائے بھینس سینگ مار کر زخمی کردے اسکا بھی یہی حکم ہے اور اگر کسی کا کتا کسی کو کاٹ کر زخمی کردے تو مسئلہ یہ حکم نہ ہونا چاہیئے کیونکہ بلاضرورت کتا پالنا ہی منع ہے اور ایسے ظالم کتے کو آزاد چھوڑنا سخت جرم ہے کتا یا تو باندھ کر رکھے (واللہ و رسولہ اعلم) ۶ یعنے مصابیح میں وہ حدیث یہاں تھی مگر ہم نے مناسبت کا خیال کرتے ہوئے یہ حدیث باب الغصب میں بیان کی ۷ قسامت کے لغوی معنے ہیں قسم کھانا یا قسم دینا مگر احناف کے نزدیک قسامت کے معنے شرعی یہ ہیں کہ کسی محلہ میں کوئی مقتول پایا گیا قاتل کا پتہ نہیں چلتا تو مقتول کے وارث اس محلہ کے پچاس آدمیوں سے قسم لیں ہر ایک یہ قسم کھائے کہ نہ ہم نے اسے قتل کیا ہے نہ ہم کو قاتل کا پتہ ہے اور پچاس آدمیوں کے کم ہونے میں مقتول

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ وَسَهْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَةَ اَنَّهُمَا حَدَّثَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَهْلٍ وَمُحَیِّصَةَ بْنَ مَسْعُوْدٍ اَتَیَا خَیْبَرَ فَتَفَرَّقَا فِی النَّخْلِ فَقُتِلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ فَجَآءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَحُوَیِّصَةُ وَمُحَیِّصَةُ ابْنَا مَسْعُوْدٍ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَکَلَّمُوْا فِیْ اَمْرِ صَاحِبِهِمْ فَبَدَاَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَکَانَ اَصْغَرَ الْقَوْمِ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَبِّرِ الْکُبْرَ قَالَ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ یَعْنِیْ لِیَلِیَ الْکَلَامَ

پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج[1] اور سہل ابن ابی حثمہ[2] سے انہوں نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ ابن سہل[3] اور محیصہ ابن مسعود دونوں خیبر پہنچے تو وہ دونوں باغات میں متفرق ہو گئے[4] عبداللہ ابن سہل قتل کر دیئے گئے تو عبدالرحمن ابن سہل اور حویصہ اور محیصہ یعنی مسعود کے بیٹے[5] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اپنے ساتھی کے معاملہ میں انہوں نے گفتگو کی تو عبدالرحمن نے ابتدا کی وہ تھے ساری قوم میں چھوٹے تو ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے کا بڑاپن رکھو[6] یحیی ابن سعید فرماتے ہیں مقصد یہ تھا کہ

کے وارثوں کو اختیار ہوگا کہ ملزموں میں سے جن پچاس سے چاہیں قسم لیں مگر انکار و قاتل باقی مرتبہ سے قسم میں اختلاف ہے کہ قسامت کے بعد قصاص کسی پر واجب نہ ہوگا بلکہ دیت واجب ہوگی خواہ مقتول کے وارث قتل عمد کا دعوی کریں یا قتل خطاء کا نیز قسم صرف ملزمین پر ہوگی مقتول کے وارثوں پر نہ ہوگی جیسا کہ دوسری فصل میں آرہا ہے یا مقتول کے وارث دو عینی گواہ پیش کریں ورنہ ملزمین قسمیں کھائیں قسامت کا یہ طریقہ زمانہ جاہلیت میں مروج تھا جسے اسلام نے بھی باقی رکھا قسامت کے تفصیلی احکام کتب فقہ میں اور اسی جگہ لمعات، اشعۃ اللمعات اور مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱؎ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے حارثی انصاری ہیں بدر میں بہت چھوٹے تھے اس لیئے شریک نہ ہوئے احد اور خندق اور باقی غزوات میں شریک رہے جنگ احد میں آپکو تیر لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں تیرے اس زخم کا گواہ رہوں گا اس وقت زخم اچھا ہو گیا پھر وہ زخم عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں جاری ہو گیا اس سے آپکی وفات ہوئی ۷۴ھ میں چھیاسی سال عمر پائی مشہور صحابی ہیں (مرقاۃ) ۲؎ آپ بہت کم عمر صحابی ہیں ۳ھ میں ولادت ہے۔ ۳؎ آپ بھی انصاری حارثی ہیں عبدالرحمن ابن سہل کے بھائی اور محیصہ کے بھتیجے ہیں آپ ہی خیبر میں قتل کیئے گئے۔ ۴؎ سیر و تفریح کیلئے خیبر گئے اور وہاں باغوں میں متفرق ہو گئے ایک کسی باغ میں چلا دوسرا کسی اور باغ میں فقیر نے خیبر کی سیر اور زیارت کی ہے وہاں اب بھی سات قلعے ہیں اور باغات تو بہت ہیں اہل مدینہ وہاں تفریح کے لئے جاتے ہیں مدینہ طیبہ سے تبوک و عمان کے راستہ پر ایک سو ساٹھ کیلو ہے اب وہاں تک بلکہ تبوک تک سڑک پختہ ہے۔ ۵؎ عبدالرحمن ابن سہل تو مقتول عبداللہ ابن سہل کے بھائی تھے اور حویصہ و محیصہ مقتول کے چچازاد تھے بدلہ لینے گفتگو کرنی چاہی جیسا کہ آگے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۶؎ یعنی تم میں جو سب سے بڑے ہیں انہیں پہلے گفتگو کرنے دو پھر تم کچھ کہنا بڑے حویصہ تھے (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ بڑوں کا ادب ہر حال میں چاہیئے اور عمر کی بڑائی بھی معتبر ہے بڑائی بہت سی قسم کی ہوتی ہے رشتہ کی بڑائی علم کی بڑائی تقوی کی بڑائی عمر کی بڑائی یہاں عمر کی بڑائی مراد ہے۔

الأَكْبَرُ فَتَكَلَّمُوا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَحِقُّوا قَتِيلَكُمْ أَوْ قَالَ صَاحِبَكُمْ بِأَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْكُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَمْرٌ لَمْ نَرَهُ قَالَ فَتُبَرِّئُكُمْ يَهُودُ فِي أَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَوْمٌ كُفَّارٌ فَفَدَاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِهِ وَفِي رِوَايَةٍ تَحْلِفُونَ خَمْسِينَ يَمِينًا وَتَسْتَحِقُّونَ قَاتِلَكُمْ أَوْ صَاحِبَكُمْ فَوَدَاهُ

بڑا گفتگو کرنے لگا چنانچہ انہوں نے بات چیت کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے میں سے پچاس قسموں سے اپنے مقتول کے یا فرمایا اپنے ساتھی کے مستحق ہو سکتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ ایسا امر ہے جسے ہم نے دیکھا نہیں تو فرمایا پھر یہود اپنی پچاس قسموں کے ذریعہ تم سے چھٹکارا حاصل کر لیں گے۔ عرض کیا یا رسول اللہ وہ کافر قوم ہے تو ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے فدیہ دیا۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ تم لوگ پچاس قسمیں کھا لو اپنے قاتل کے حقدار ہو جاؤ یا ساتھی کے پھر اس کا فدیہ

ف۱ اس سے معلوم ہوا کہ مدعی دعوی قصاص کے مقدمہ میں بھی کوئی دلیل کرا سکتا ہے ایسے ہی معلوم ہوا کہ اگر وکیل موجود ہو تو وکیل بھی کلام کر سکتا ہے کیونکہ عبدالرحمن بھائی تو مقتول کے حقیقی بھائی تھے یہ دونوں مقتول کے چچا زاد تھے یہ مقتول نہ تھے بلکہ اب مدعی کے وکیل ہو گئے۔ ف۲ اسی طرح کرتے ہوئے نے بات چیت کی مقدمہ پیش کیا چونکہ بڑا کا کام ہوتا ہے اس لئے یہ گفتگو سب کی طرف منسوب کی گئی۔ ف۳ یعنی تم میں سے پچاس آدمی قسم کھا لیں کہ فلاں شخص نے قتل کیا ہے تو تم اس سے بدلہ لے سکتے ہو احناف کے ہاں دیت ملے گی شوافع کے ہاں قصاص خیال رہے کہ یہ حضور کا فتویٰ تھا فیصلہ نہ تھا کیونکہ مدعی علیہ کی بغیر موجودگی فیصلہ نہیں ہو سکتا فیصلہ کیلئے فریقین کے بیانات لینا ضروری ہیں اسی لئے حضور نے یہاں خلاف ترتیب قسم کا ذکر فرمایا ورنہ قسامت میں صرف مدعی علیہ پر قسم پیش ہوتی ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس مقدمہ میں پہلے قسم مدعیان سے لی جائیگی اگر یہ انکار کریں تو مدعی علیہم کہتے ہیں کہ یہ فتویٰ تھا حکم دینا نیز یہ حدیث قرآن مجید کے بھی خلاف ہے اور احادیث متواترہ کے بھی لہٰذا ناقابل عمل ہے مدعی پر گواہ لازم ہیں قسم نہیں اور گواہ صرف دو چاہئیں۔ ہماری دلیل آگے آرہی ہے۔ ف۴ تو ہم کیسے قسم کھالیں کہ فلاں نے قتل کیا ہے۔ ف۵ اس طرح کہ یہود خیبر کے پچاس شخص قسم کھائیں گے کہ ہم قاتل نہیں نہ قاتل کی ہم کو خبر ہے اور دیت سے بچ جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ قسامت میں ایک فریق کے انکار قسم پر اس کے خلاف فیصلہ نہ ہوگا بلکہ فریق آخر پر پیش ہوگی بخلاف دیگر مقدمات کے۔ ف۶ یعنی یہود کی قسموں کا ہم کو اعتبار نہیں وہ جھوٹی قسمیں کھا سکتے ہیں۔ اس بنا پر امام مالک فرماتے ہیں کہ اسلام کے خلاف کافر کی قسم معتبر نہیں کہ قسم گواہی کے قائم مقام ہے جب ان کی ایسی گواہی معتبر نہیں تو قسم کیسے معتبر ہوگی۔ ف۷ تاکہ مقتول کا خون ضائع نہ جائے اور فتنہ فرو ہو جائے کیونکہ یہود پر سوائے قسم کے اور کوئی شے واجب نہ ہو سکتی تھی وہ صاف قسم پر متفق تھے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیت نہ عطا فرما دیتے تو یہ مسلمان نہ معلوم کتنے یہود کو قتل کر ڈالتے ایسا بے مثال عدل کہیں دیکھنے میں نہ آیا کہ ذمی کافروں کو بچانے کیلئے اپنی گرہ سے خون بہا دے دیئے۔ خیال رہے کہ ایسے موقعہ پر کفار کی قسم معتبر ہے کیونکہ وہ قسم مسلمان کے مقابل نہیں بلکہ اپنے سے رفع مقدمہ کے لئے ہے۔ ف۸ مدعیان کی یہ قسم یقینی نہ ہوگی کیونکہ وہ دیکھنے والوں کی گواہی سے قتل ثابت ہو جاتا ہے اس پر گواہ پر قسم نہیں ہوتی بلکہ ظن و گمان کی قسم ہوگی کہ گمان غالب ہے کہ فلاں نے قتل کیا ہے۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهٖ بِمِائَةِ نَاقَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِيْ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ اَصْبَحَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ مَقْتُوْلًا بِخَيْبَرَ فَانْطَلَقَ اَوْلِيَاؤُهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ اَلَكُمْ شَاهِدَانِ يَشْهَدَانِ عَلٰى قَاتِلِ صَاحِبِكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ ثَمَّ اَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّمَا هُمْ يَهُوْدُ وَقَدْ يَجْتَرِءُوْنَ عَلٰى اَعْظَمَ مِنْ هٰذَا قَالَ فَاخْتَارُوْا مِنْهُمْ خَمْسِيْنَ فَاسْتَحْلَفُوْهُمْ فَاَبَوْا فَوَدَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهٖ ۔ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ ۔ بَابُ قَتْلِ اَهْلِ الرِّدَّةِ وَالسُّعَاةِ بِالْفَسَادِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے سو اونٹنیاں دیں (مسلم، بخاری) اور یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے تیسری فصل
روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں کہ ایک انصاری شخص خیبر میں مقتول ہوگئے تو ان کے اولیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں گئے پھر یہ واقعہ حضور سے عرض کیا تو فرمایا کہ کیا تمہارے پاس دو گواہ ہیں جو تمہارے صاحب کے قاتل پر گواہی دیں وہ بولے یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کوئی مسلمان نہ تھا وہ صرف یہودی ہی تھے اور وہ لوگ تو اس سے بڑی بڑی جرأت کر لیتے ہیں تو فرمایا کہ تم ان میں سے پچاس شخص
چن لو پھر ان سے قسم لو تو ان حضرات نے انکار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے اس کی دیت دے دی (ابو داؤد)

مرتدین اور فسادیوں کے قتل کا باب ۱؎

۱؎ یہ صورت مذکورہ تھا اگر حقیقتہً خطا ... [illegible] ... جن کا ذکر ابھی فصل میں گزر چکا ۲؎ یعنی مقتول
کے حقیقی بھائی ... [illegible] ... ۳؎ یہ حدیث مذہب حنفی کی تائید کرتی ہے ... [illegible] ... اگر کوئی مقتول کسی گاؤں میں پایا جائے ... [illegible]
... [illegible] ... کے آثار ... [illegible] ... قصاص لازم ہوگا ... [illegible] ... پچاس آدمیوں سے قسم لی جائے
... [illegible] ... (HART FIL ... [illegible] ... تائید قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے
... [illegible] ... البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر ... [illegible] ... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے بھی اسی کی
تائید کرتے ہیں جیسا کہ ابن ابی شیبہ وغیرہ نے نقل فرمایا ... [illegible] ... امام ابو حنیفہ نے اس
پر عمل فرمایا ... [illegible] ... قسامت نہیں ہوتی ... [illegible]
... [illegible] ... مسلمان ہوں یا کافر ... [illegible] ... مرتدین اور فسادیوں کے قتل کا باب
شریعت میں مرتد وہ شخص ہے جو مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جائے ... [illegible] ... جیسے قادیانی، وہابی وغیرہ

الفصل الاول عن عكرمة قال اُتي عليٌّ بزنادقة فاحرقهم فبلغ ذلك ابن عباس فقال لو كنت انا لم احرقهم لنهي رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تعذبوا بعذاب الله ولقتلتهم لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم من بدل دينه فاقتلوه

پہلی فصل روایت ہے حضرت عکرمہ سے فرماتے ہیں کہ جناب علی کے پاس کچھ بے دین لائے گئے تو آپ نے انہیں جلا دیا تو یہ خبر حضرت ابن عباس کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ میں ہوتا تو انہیں نہ جلاتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کی وجہ سے کہ فرمایا کسی کو اللہ کا عذاب نہ دو اور میں انہیں قتل کر دیتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے کہ جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو

تبرائی روافض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدگو گستاخ وہابی یہ سبھی مرتد ہیں کیونکہ جب یہ بچپن میں کلمہ پڑھتے ہیں تو مسلمان ہو جاتے ہیں کہ بچہ کا اسلام معتبر ہے مگر اپنی قولی بدعقیدگیوں کی وجہ سے کافر نہیں ہوتے کہ بچہ کا کفر معتبر نہیں پھر جب بالغ ہو کر وہ عقیدے اختیار کرتے ہیں تو اب اسلام کے بعد کافر ہوتے ہیں ان فرقوں کے ارتداد کی تصریح فتاویٰ عالمگیری باب المرتدین میں ہے فسادی وہ لوگ ہیں جو ممالک اسلامیہ میں شر انگیزی کریں جیسے ڈاکو اور باغی وغیرہم مرتد کیلئے مستحب یہ ہے کہ اسے غور کرنے کی کچھ مہلت دی جائے اگر اسے اسلام کے متعلق کچھ شبہات ہوں تو دور کر دیئے جائیں اگر توبہ کرے تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے اور ڈاکو وغیرہ کو قتل ہی کیا جائے یہ دونوں قتل قرآن کریم سے ثابت ہیں اور احادیث شریف سے بھی قرآن کریم نے مرتدین بنی اسرائیل کے متعلق فرمایا فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم جو بنی اسرائیل بچھڑا پوج کر مرتد ہو گئے انہیں قتل کیا گیا اور فسادیوں کے متعلق فرماتا ہے انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ و یسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا ۱؎ زنادقہ زندیق کی جمع ہے زندیق ملحد بے دین کو کہتے ہیں مجوس جو کہتے تھے کہ زند کتاب آسمانی ہے ان کے لئے یہ لفظ وضع ہوا پھر ہر بے دین کو زندیق کہنے لگے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قوم سبائیہ کے لوگ عبداللہ ابن سبا کے مطیع ہو گئے جو حضرت علی کو خدا کہنے لگے دیگر صحابہ پر تبرا کرنے لگے وہ حضرت علی کی کچہری میں پکڑ کر لائے گئے رفض کی اصل یہاں سے قائم ہوئی اب بھی روافض میں ایک فرقہ نصیری ہے جو جناب علی کو خدا کہتی ہے ہم نے مرثیوں میں یہ شعر سنا ہے شعر

دکھا دیا علی جلوہ نصیری کے خدا تم ہو ؎ بتا کہیں طالب دیدار ہیں صاحب ردو قسم ہو

دیکھو لمعات مرقات و اشعۃ اللمعات ۲؎ اس طرح کہ پہلے حضرت علی نے انہیں توبہ کا حکم دیا مگر انہوں نے انکار کیا آپ نے خندق کھدوا کر اس میں آگ جلوائی پھر جلتی آگ میں ان زندیقوں کو ڈال دیا جس سے وہ جل کر راکھ ہو گئے (مرقات و اشعۃ اللمعات) ۳؎ یعنی اگر بجائے علی مرتضیٰ کے میں خلیفہ ہوتا یا اس وقت حضرت علی کے پاس میں موجود ہوتا تو پہلے مشورہ دیتا کہ انہیں جلایا نہ جائے کیونکہ فرمان نبوی ہے انہیں نہ جلاتا یہ فرمان حکمی نہ جلانے دیتا ۴؎ معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا صرف قتل ہے کسی جاندار کو زندہ نہ جلایا جائے بعض ہوگ مجوسی اکثر مردوں کو زندہ آگ میں ڈال دیتے ہیں وہ اس سے عبرت پکڑیں ۵؎ فی زمانہ بعض لوگ قتل مرتد کے انکاری ہیں حالانکہ قتل مرتد قرآن کریم سے بھی ثابت ہے فرماتا ہے فاقتلوا انفسکم نیز حکومت کا باغی لائق قتل ہے تو حکومت الٰہیہ کا باغی بھی قابل قتل ہونا چاہیئے مرتد ربانی حکومت کا باغی ہے خیال رہے کہ یہاں دینہ سے مراد اسلام ہے کیونکہ انسان کا اصلی اور سچا دین اسلام ہی ہے اور دوسرے دین تو دنیا میں آ کر بری صحبتوں سے ملتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو اپنا دین یعنی اسلام ترک کر کے دوسرا دین اختیار کرے اسے قتل کر دو خیال رہے کہ حضرت علی کو یہ حدیث نہ پہنچی تھی بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت علی کو حضرت ابن عباس کے اس فرمان

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ النَّارَ لَا يُعَذِّبُ بِهَا إِلَّا اللّٰهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ حُدَّاثُ الْأَسْنَانِ سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ لَا يُجَاوِزُ إِيْمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَأَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَإِنَّ فِيْ قَتْلِهِمْ أَجْرًا لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ

(بخاری)[۱] روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی آگ سے عذاب نہ دے سوا اللہ تعالیٰ کے[۲]
(بخاری) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی[۳] نو عمر عقل کے کچے[۴] کلام
کریں گے مخلوق کے قول سے بہتر[۵] ان کا ایمان ان کے گلے سے نہ اترے گا[۶] دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے[۷] تو
تم انہیں جہاں کہیں پاؤ قتل کردو کیونکہ ان کے قتل میں قیامت کے دن ثواب ہے اسے

جو انہیں

کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا ضرور نہ بچتا دیکھو مرقات و اشعۃ اللمعات بعض نے اس حدیث کو ترمذی ، ابو داؤد ، نسائی اور احمد نے بھی روایت کیا ، خیال رہے کہ مرتد عورت کو قتل نہ کیا جائے گا بلکہ اسے قید کیا جائے گا حتی کہ توبہ کرے ۲؎ یعنی زندہ کو آگ میں جلانا صرف رب تعالیٰ کے لیے سزاوار و لائق ہے کہ وہ کفار اور بعض گنہگاروں کو دوزخ میں زندہ جلا دے گا ، خیال رہے کہ آگ میں جلانے کی بہت صورتیں ہیں آگ میں ڈال دینا ، گرم کھولتے پانی میں ڈالنا ، تپتے توے پر لٹا کر ہلاک کر دینا وغیرہ ۳؎ یعنی زمانہ آخر زمان سے مراد خلافت راشدہ کا آخری زمانہ ہے اور اس قوم سے مراد خوارج ہیں کیونکہ خوارج حضرت علی کی خلافت میں پیدا ہوئے اور ہو سکتا ہے کہ آخر زمانہ سے مراد قرب قیامت ہو اور اس قوم سے مراد وہابی ہوں کہ ان کا خروج بارھویں صدی میں ہوا ، علامہ شامی نے وہابیوں کو خوارج فرمایا ہے ، یہ بھی قریبًا خوارج ہی ہیں ۴؎ یعنی ان میں اکثر نو عمر اور کم عقل کے لوگ ہوں گے احداث جمع ہے حدیث کی بمعنی نیا اور سفہاء جمع ہے سفیہ کی بمعنی بیوقوف یا بے عقل جیسے فقیر کی جمع فقراء ہے ۵؎ یعنی مخلوق کا بہترین کلام بولیں یا بہترین کا کلام کیا کریں گے یعنی قرآن مجید بہت پڑھیں گے ہر ایک کو دعوت قرآن دیں گے ، مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں ہے من قول خیر البریۃ اس صورت میں خیر البریۃ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے قول سے مراد حدیث شریف و قرآن مجید دونوں ہیں یعنی ہر ایک کو کتاب و سنت کی طرف دعوت دیں گے اور قال اللہ تعالیٰ و قال الرسول ان کی زبان پر ہو گا مرقات میں ہے حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ خوارج بدترین خلق ہیں یہ بد نصیب کفار کی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں دیکھو بخاری باب الخوارج اور مرقات یہی مقام آج دیوبندیوں وہابیوں کی تقریریں تحریریں دیکھو کہ یہ لوگ بت پرستوں کی آیات حضرات انبیاء و اولیاء پر چسپاں کرتے ہیں اور کفار و مشرکین کی آیات مسلمانوں پر پڑھتے ہیں ۶؎ یعنی کلمہ اور اسلام ان کے صرف حلق میں ہو گا دل میں کفر اور حضرات انبیاء و اولیاء اور تمام مسلمانوں سے عداوت و بغض بھرا ہو گا ، حناجر جمع ہے حنجرہ کی بمعنی حلقوم ۷؎ یعنی دین سے اور اسلام سے بلکہ محض جماعت با رشاد سے جیسے شکاری کا تیر شکار کے جسم میں داخل ہو کر ایسے نکل جاتا ہے کہ اس پر خون گوشت وغیرہ کچھ بھی نہیں لگا ہوتا بالکل صاف ہوتا ہے ویسے ہی یہ لوگ دعوے اسلام کے باوجود اسلام سے ایسے نکل جائیں گے کہ ان کے رنگ ڈھنگ میں اسلام کا

الْقِيَامَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ أُمَّتِي فِرْقَتَيْنِ فَيَخْرُجُ مِنْ بَيْنِهِمَا مَارِقَةٌ يَلِي قَتْلَهُمْ أَوْلَاهُمْ بِالْحَقِّ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ لَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

قتل کریں گے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت دو جماعتیں ہو جائے گی تو ان دونوں کے بیچ سے ایک خارجی فرقہ نکل جائیگا اسکے قتل کا ذمہ دار وہ ہوگا جو حق سے زیادہ قریب ہوگا (مسلم) روایت ہے حضرت جریر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر کہ میرے بعد کافر ہو کر نہ لوٹ جانا کہ تم سے بعض بعض کی گردنیں مارنے لگیں (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ

شامت بھی نہیں ہوگا اسکی پشیمانی تھا یا اس لئے قتل کرو کہ وہ مرتد ہیں یا اس لئے کہ وہ سلطان اسلام کے باغی ہیں مگر یہ قتل شاہ اسلام کریگا کہ عام مسلمان کسی شخص کو بغیر حکم سلطان قتل کرے اگر ایک خوارج کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ کفر ہی سے تو بچ نکلے ہیں پوچھا گیا کہ کیا یہ منافق ہیں فرمایا منافق لوگ اللہ کا ذکر کم کرتے ہیں پوچھا پھر یہ کون ہیں فرمایا فتنہ میں مبتلا ہو کر اندھے بہرے ہو گئے ہیں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ خوارج باغی مرتد کا قتل جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔ ۲؎ یہاں دو فرقوں سے مراد مذہبی فرقے نہیں بلکہ سیاسی جماعتیں ہیں اس سے اشارہ حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کی جماعتوں کی طرف ہے کہ یہ دونوں مذہبًا مسلمان ایک تھے ان میں اختلاف سیاسی تھا ۔ ۳؎ خیال رہے کہ خارجی فرقہ حضرت علی کی جماعت سے نکلا تھا نہ کہ امیر معاویہ کی جماعت سے اسی لئے بینھما فرمایا تغلیبًا جیسے قرآن کریم فرماتا ہے یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان حالانکہ موتی صرف کھاری سمندر سے نکلتے ہیں یا بینھما کا مطلب یہ ہے کہ یہ خارجی فرقہ ان دونوں جماعتوں سے الگ ہوگا کسی کے ساتھ نہ ہوگا ۔ ۴؎ یعنی خارجی فرقے کو ان دونوں جماعتوں میں سے وہ قتل کریگا جو حق پر ہوگی یا حق سے زیادہ قریب ہوگی چنانچہ خارجی فرقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج کے ہاتھوں قتل ہوا یہ لوگ کل دس ہزار تھے حضرت عبداللہ ابن عباس کے سمجھانے پر پانچ ہزار نے توبہ کرلی پانچ ہزار ذوالفقار حیدری سے مارے گئے بہت سے مارے گئے کچھ بچے جو حضرموت اور بحرین میں منتشر ہو گئے اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضرت امیر معاویہ و حضرت علی دونوں مومن صالح ہیں کہ ان دونوں کی جماعت کو حضور نے امتی فرمایا دوسرے یہ کہ اس اختلاف میں حضرت علی اجتہادًا برحق تھے امیر معاویہ کی جماعت باغی تھی ، تیسرے یہ کہ خارجی ان دونوں جماعتوں سے خارج ہیں بے دین گروہ ہیں واجب القتل ہیں ، باغی خارجی کا فرق ہماری کتاب امیر معاویہ میں دیکھئے ۔ ۵؎ آپ جریر ابن عبداللہ بجلی ہیں بہت حسین و جمیل اور خوش اخلاق تھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس دن پہلے ایمان لائے پھر کوفہ میں رہے پھر قرقیسیا بستی آگئے وہاں ہی ۵۱ھ میں وفات پائی آپ سے اکثر محدثین نے احادیث روایت لیں ۔ ۶؎ دسویں ذی الحجہ کو آپ نے منیٰ شریف کے خطبہ میں یہ فرمایا ۔ ۷؎ کفار سے مراد ناشکرے یا عمل کافر ہے جو کافروں کے سے کام کرے ورنہ مسلمان کو قتل کرنا سخت حرام ہے مگر کفر نہیں رب تعالٰے فرماتا ہے وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا دیکھو قتال کرنے والوں کو مومنین فرمایا گیا یہاں مرقات نے کفار کی سات توجیہیں فرمائیں ۔ ۸؎ آپ کے حالات بارہا بیان ہو چکے ہیں کہ آپ کا نام نفیع ابن حارث ہے آپ غزوہ طائف میں ایمان لائے آپ اس غزوہ میں گرفتار ہوئے تھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آزاد فرمایا (مرقات) ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ حَمَلَ أَحَدُهُمَا عَلَى أَخِيهِ السِّلَاحَ فَهُمَا فِي جُرُفِ جَهَنَّمَ فَإِذَا قَتَلَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ دَخَلَاهَا جَمِيعًا وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ قُلْتُ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ قَالَ إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ صَاحِبِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَرٌ مِنْ عُكْلٍ فَأَسْلَمُوا فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَأْتُوا إِبِلَ الصَّدَقَةِ فَيَشْرَبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا فَفَعَلُوا فَصَحُّوا فَارْتَدُّوا وَقَتَلُوا رُعَاتَهَا وَ

علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جب دو مسلمان ملیں کہ ان میں سے ایک اپنے بھائی پر ہتھیار اٹھائے[1] تو وہ دونوں دوزخ کے کنارہ میں ہیں پھر
جب ان میں سے ایک اپنے صاحب کو قتل کر دیتا ہے تو وہ دونوں دوزخ میں داخل ہو جاتے ہیں[2] انہیں سے دوسری روایت ہے[3] فرمایا جب
دو مسلمان اپنی تلواروں سے مل پڑتے ہیں تو قاتل و مقتول دوزخ میں جاتے ہیں[4] میں نے عرض کیا یہ تو قاتل ہے تو مقتول کا کیا ہے فرمایا
وہ اپنے صاحب کے قتل پر حریص تھا[5] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں[6] قبیلہ عکل کے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں آئے[7] مسلمان ہو گئے انہوں نے مدینہ کو ناموافق محسوس کیا[8] تو انہیں حضور نے حکم دیا کہ صدقے کے
اونٹوں میں جائیں ان کے پیشاب اور دودھ پئیں[9] انہوں نے یوں ہی کیا تو تندرست ہو گئے پھر مرتد ہو گئے اور ان کے چرواہوں کو قتل

۱؎ قتل یا زخمی کرنے کے ارادے سے [illegible] ہتھیار سے مراد عام ہتھیار ہے تلوار ہو یا نیزہ یا پستول و بندوق۔ خیال رہے کہ [illegible] یعنی ہر ایک
دوسرے کے مقابل ہتھیار اٹھانے بیٹھے دوزخ کے قریب ہے کہ یہی قتل ہو جاوے گا اور دوزخ میں جا پہنچے گا۔ یہ جب ہے جبکہ دونوں باطل پر ہوں اور اگر ان میں سے کوئی حق
پر ہو تو باطل والا دوزخی ہے حق والا نہیں جیسے ڈاکو یا چور کے مقابلہ میں۔ ۲؎ یہ جب ہے جبکہ دونوں ایک دوسرے کے قتل کا ارادہ کریں اگر ان میں سے ایک مدافع ہو کر دفاعاً
دوسرے کو قتل کرے تو حملہ آور دوزخی ہے [illegible] ۳؎ [illegible] سے معلوم ہوا کہ ارادہ گناہ بھی گناہ ہے اس خیال گناہ نہیں
لہٰذا یہ حدیث دوسری احادیث اور آیات قرآنیہ کے خلاف نہیں [illegible] ۴؎ یہ حدیث ابوداؤد
و نسائی نے حضرت ابو بکرہ سے [illegible] روایت کی [illegible] یہ لوگ آٹھ آدمی تھے [illegible]
اللمعات [illegible] چار تو قبیلہ عرینہ کے اور تین قبیلہ عکل کے، اسی لئے بعض احادیث میں ہے کہ عرینہ کے تھے بعض میں ہے کہ عکل کے تھے یہ دونوں
روایات درست ہیں کہ یہ دونوں قبیلوں کے تھے۔ ۸؎ اجتوا بنا ہے جواء سے بمعنی مرض و بیماری یعنی انکو مدینہ منورہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی اور بیمار ہو گئے،
اصل میں مدینہ منورہ کی سرزمین نے انکو نکالنا چاہا [illegible] مدینہ پاک کی آب و ہوا [illegible] کسی جگہ نہیں [illegible] چونکہ یہ لوگ مسافر بھی تھے غریب و مسکین بھی،
اسلئے ان کو صدقے کے اونٹوں کے دودھ پینے کی اجازت دے دی گئی اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی معلوم فرما لیا تھا کہ ان کی شفاء اس دودھ و پیشاب میں ہے
اسلئے انہیں پیشاب پینے کی اجازت دے دی گئی۔ اسی حدیث کی بنا پر امام مالک اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا کہ حلال جانوروں کے پیشاب پاک ہیں، مگر قوی یہ ہے کہ

اسْتَاقُوا الْإِبِلَ فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ فَأُتِيَ بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَلَ أَعْيُنَهُمْ ثُمَّ لَمْ يَحْسِمْهُمْ حَتَّى مَاتُوا وَفِي رِوَايَةٍ فَسَمَرُوا أَعْيُنَهُمْ وَفِي رِوَايَةٍ أَمَرَ بِمَسَامِيرَ فَأُحْمِيَتْ فَكَحَلَهُمْ بِهَا وَطَرَحَهُمْ بِالْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَمَا يُسْقَوْنَ حَتَّى مَاتُوا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِي ۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُثُّنَا عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَنْهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ أَنَسٍ ۔ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کر لیا اور اونٹ ہانک لے گئے۱؎ پھر حضور نے ان کے پیچھے سپاہی بھیجے۲؎ وہ لوگ لائے گئے پھر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں۳؎ پھر انہیں داغا نہیں حتی کہ وہ مرگئے۴؎ اور ایک روایت میں ہے پھر ان کی آنکھیں بند کردی گئیں۵؎ اور ایک روایت میں ہے کہ سلائیوں کا حکم دیا وہ گرم کی گئیں پھر وہ ان کی آنکھوں میں پھیر دیں اور انہیں پتھریلی زمین میں ڈال دیا پانی مانگتے تھے تو نہ پلائے جاتے تھے حتی کہ مرگئے۶؎ (مسلم، بخاری)

دوسری فصل روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو صدقہ کی رغبت دیتے تھے اور ہم کو مثلہ سے منع فرماتے تھے۷؎ (ابوداؤد) اور نسائی نے حضرت انس سے روایت کی روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن عبداللہ سے وہ اپنے والد راوی فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

تا ہاں بیں سرکار فرماتے ہیں کہ پیشاب کی چھینٹوں سے بچو کیونکہ عام عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے یہ ارشاد عالی ایک خاص وقت کے پیدا ہونے کے متعلق ہوا تھا بعض علماء نے فرمایا کہ دواءً نجس یا شراب پینا جائز ہے مگر حق یہ ہے کہ ناجائز ہے کیونکہ ان کی حرمت تو یقینی ہے مگر ہمارے لیے ان سے شفا یقینی نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کی شفا بذریعہ وحی یقینًا معلوم فرمالی تھی ہم کو یہ یقین کیسے میسر ہوگا امام ابو یوسف کے نزدیک طبیب حاذق کے کہہ دینے پر جائز ہے امام شافعی کے ہاں ہر نجاست سے علاج جائز ہے بشرطیکہ نشہ والی نہ ہو مگر قول امام اعظم بہت قوی ہے (مرقات واشعہ)۔ ۲؎ یعنی یہ لوگ مرتد بھی ہوگئے ڈاکو بھی قاتل بھی لہذا سخت سزا کے مستحق ہوئے۔

۳؎ صحابہ کی ایک جماعت بھیجی جس میں حضرت علی بھی تھے رضی اللہ عنہم۔ حضور انور کا سپاہی بننا ملائکہ کے لیے فخر ہے۔ جنگ بدر میں فرشتے پانچ ہزار آئے یہ سب حضور کے سپاہی تھے اللہ کے لئے ہیں تو حضور اپنے در کا سپاہی ہم کو بنا کر رکھ لیں۔ شعر

پس مردن مری مٹی ٹھکانے خوب لگ جاتی ؛ میسر گر مجھے دو گز مدینہ میں زمیں ہوتی

۴؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ سمر اور سمل دونوں کے معنی ہیں آنکھیں بیکار کردینا مگر سمر کے معنی ہیں آنکھ میں لوہے کی گرم سلائی پھیر کر اس کی روشنی ختم کردینا اور سمل کے معنی ہیں سوئی یا میخ سے آنکھ پھوڑ دینا مگر حق یہ ہے کہ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی گرم سلائی پھیر کر روشنی ضائع کردینا۔ ۵؎ یعنی ان کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر ان کے زخموں کو گرم لوہے سے داغ نہ دیا تاکہ خون بند ہوجاتا اور وہ بچ جاتے بلکہ یوں ہی خون بہنے دیا حتی کہ تمام خون نچڑ گیا اور وہ ہلاک ہوگئے۔ ۶؎ ۔۔۔ روایت میں سمل لام سے ہے اس دوسری روایت میں سمر رے سے ہے ہم عرض کرچکے کہ دونوں کے معنی قریبًا ایک ہی ہیں۔ ۷؎ جس سے کہ ان کی آنکھوں کی روشنی نکل

فِي سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ فَرَأَيْنَا حُمَّرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَفْرُشُ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ فَجَعَ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا رُدُّوْا وَلَدَهَا إِلَيْهَا وَرَاٰى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا قَالَ مَنْ حَرَّقَ هٰذِهٖ فَقُلْنَا نَحْنُ قَالَ إِنَّهٗ

ایک سفر میں تھے حضور قضاء حاجت کیلیے تشریف لے گئے ہم نے ایک لال چڑیا دیکھی جس کے ساتھ دو چوزے تھے ہم نے اس کے چوزے پکڑ لیے لال چڑیا آئی تو وہ بچھنے لگی تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا اسے کس نے تکلیف دی اس کے بچے کی وجہ سے اسکے بچے اسے لوٹا دو اور ایک چیونٹیوں کا بھٹ دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا فرمایا یہ کس نے جلایا ہم نے عرض کیا ہم نے فرمایا لائق نہیں کہ

جاتی ہی؛ شاید خیال رہے کہ اب شریعت میں مثلہ کرنا یعنی ہاتھ پاؤں کاٹ دینا آنکھیں پھوڑ دینا ممنوع ہے حضور کا یہ عمل یا تو مثلہ کی ممانعت سے پہلے تھا بعد میں مثلہ سے منع فرمایا یا اس لیے تھا کہ ان لوگوں نے حضور کے چرواہوں کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا تو قصاصًا حضور نے بھی ان سے یہی سلوک فرمایا یا اس لیے تھا کہ انہوں نے بہت جرم کیے تھے مرتد ہو جانا چرواہوں کو قتل کرنا مال لوٹ لینا وغیرہ لہذا ان کو یہ سزا دی گئی اگر مجرم کئی قسم کے جرم کرے تو حاکم تمام قصاصوں کو جمع کر سکتا ہے مرقات نے یہاں فرمایا کہ اگر مرتد پیاس سے مر رہا ہو اور کسی کے پاس بقدر وضو پانی ہو تو اسے پانی نہ دے بلکہ وضو کرے اور اگر کتا یا جانور پیاس سے مر رہا ہو تو وضو نہ کرے اسے پلا دے مرتد کسی رحم کا مستحق نہیں، خیال رہے کہ اسلام بہت رحمت والا دین ہے اور حضور رحمۃ للعالمین ہیں مگر اسلام میں سزائیں بہت سخت ہیں کیونکہ سخت سزا سے ہی جرم بند ہوتے ہیں اور ملک میں امن و امان قائم ہوتا ہے عرب جیسے ملک میں امن انہی سختیوں سے قائم ہوا اور آج ہمارے ملکوں میں امن اس لیے نہیں کہ یہاں سزائیں نرم ہیں ہم کو اپنے ہاں کی بدامنی دیکھ کر ان سزاؤں کی قدر معلوم ہوتی ہے کہ آج بازار میں ایک دو چوروں کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں ایک دو زانیوں کو رجم کر دیا جائے تو ان شاء اللہ ہمارے ہاں بھی عرب جیسا امن ہو سکتا ہے کہ وہاں لوگ شب کو گھروں کے دروازے بند نہیں کرتے، قیمتی دکان کھلی چھوڑ کر مسجد میں نماز کے لیے آ جاتے ہیں اسلام کی خوبیاں کفار بھی مانتے گئے ہیں؛ ؎ مثلہ کے لغوی معنے ہیں سخت سزا اب اصطلاح میں میت یا مقتول کے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک ذکر وغیرہ کاٹنے کو کہتے ہیں اب قصاصًا مثلہ جائز ہے سزاءً مثلہ ممنوع ہے (اشعۃ اللمعات) گزشتہ حدیث کا مثلہ اگر قصاصًا تھا تو وہ حدیث محکم ہے اور اگر سزاءً تھا تو اس حدیث سے منسوخ ہے؛ ؎ آپ عبدالرحمٰن ابن عبداللہ ابن مسعود ہیں (اشعہ) مرقات نے عبدالرحمٰن ابن عبداللہ ابن عمار فرمایا آپ تابعی ہیں عبدالرحمٰن کی ملاقات اپنے والد سے نہیں ہوئی کیونکہ ان کے والد آپ کے لڑکپن ہی میں فوت ہو گئے تھے، عبدالرحمٰن ۹۵ھ میں سلیمان ابن عبدالملک کے زمانہ میں فوت ہوئے؛

؎ استنجا کے لیے جنگل میں تشریف لے گئے لوگوں سے بہت دور؛ ؎ لال رنگ کی خوش آواز چڑیا ہے اس کے بچے پکڑ لیے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے؛ ؎ اس طرح کہ زمین کے قریب آکر پر پھیلا کر منڈلانے لگی اپنے بچوں کے فراق میں یا ہمارے سروں پر بھی جانے لگی اسے پتہ چل گیا کہ میرے بچے ان کے پاس ہیں؛ ؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ امر وجوبی ہے کیونکہ بلا فائدہ شکاری جانور کے بچے پکڑ کر اس کی ماں کو دکھ دینا منع ہے مگر مرقات نے فرمایا کہ یہ حکم استحبابی ہے شکاری جانور کے بچوں کا شکار جائز ہے فقیر کہتا ہے کہ بلا ضرورت شکار ممنوع ہے البتہ ضرورتًا جائز، ضرورت سے مراد گوشت کھانا یا اس کا ضرر دفع کرنا؛ ؎ کہ ایک جگہ چیونٹیاں بہت تھیں ہم نے اس جگہ آگ بچھا دی جس سے وہ جگہ ہی جل گئی؛

لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَ
أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي اخْتِلَافٌ وَفُرْقَةٌ
قَوْمٌ يُحْسِنُونَ الْقِيلَ وَيُسِيئُونَ الْفِعْلَ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ
مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَا يَرْجِعُونَ حَتَّى يَرْتَدَّ السَّهْمُ عَلَى فُوقِهِ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ

آگ کے رب کے سوا کوئی اور آگ سے عذاب دے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری اور انس ابن مالک سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا میری امت میں عنقریب اختلاف و فرقہ بندی ہوگی ایک قوم ہوگی جو کلام اچھا کریگی اور کام برے کریگی وہ لوگ قرآن پڑھیں گے ان کے گلے سے نیچے نہ اترے گا دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے واپس نہ ہونگے حتی کہ تیر اپنے چلہ پر لوٹ آئے وہ تمام انسانوں اور تمام مخلوق میں بدتر ہیں

اس سے معلوم ہوا کہ ہر وقت سب کو حضور کی خبریں کی فرصت ہے دیکھو کچھ دیر پہلے حضور غائب ہوگئے تھے کہ ان حضرات سے یہ مسئلہ پوشیدہ ہوگیا۔ ۲ یعنی اختلاف سے مراد خیالات کا جدا ہونا ہے اور فرقہ سے مراد جسمانی جدائی یعنی جنگ و جدال اگرچہ دو چیزیں یعنی میری امت میں رائے کا اختلاف بھی ہوگا اور جنگ و جدال بھی رائے کے اختلاف میں عقائد کا اختلاف بھی داخل ہے جیسے اسلام کے بہتر فرقوں کا اختلاف اور صرف رائے کا اختلاف بھی داخل ہے جیسے حضرت علی و معاویہ یا حضرت عائشہ و علی کا اختلاف رضی اللہ عنہم اجمعین خیال رہے کہ جب حضرت علی و امیر معاویہ نے جنگ بند کرنے کیلئے دو حکم مقرر کر لئے حضرت ابو موسیٰ اشعری اور عمرو ابن عاص تو حضرت علی کی فوج میں سے دس ہزار آدمیوں نے سرکشی کی اور بولے کہ علی اور معاویہ دونوں مشرک ہوگئے کیونکہ انہوں نے بجائے اللہ کو حکم بنالیا رب تعالیٰ فرماتا ہے ان الحکم الا للہ حضرت علی نے ان کی فہمائش کیلئے حضرت عبداللہ ابن عباس کو بھیجا آپ نے ان کے اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ رب تعالیٰ زوجین کے اختلاف کے متعلق فرماتا ہے فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا جب خاوند والے زوجین اپنے اختلاف کو مٹانے کیلئے پنچ و حکم مقرر کر سکتے ہیں تو اگر علی و معاویہ نے حکم مقرر کر لئے تو کیوں مشرک ہوگئے اس جواب پر پانچ ہزار خارجی توبہ کر گئے پانچ ہزار اپنی ضد پر اڑے رہے جو حضرت علی کی تلوار حیدری سے جہنم میں پہنچے اس حدیث کا ظہور اس طرح ہوا یہ شرک شرک کا سبق آج کا نہیں بڑا پرانا ہے اور یہ پرانا سبق آج وہابی پڑھ رہے ہیں۔ ۳ قوم کو جو پوشیدہ کا نائب فاعل ہے یا یکون پوشیدہ کا فاعل ہے قیل اور قول دونوں کے معنی ہیں کلام و گفتگو قرآن کریم فرماتا ہے ومن اصدق من اللہ قیلا یعنی باتیں بہت اچھی کریں گے ہر وقت قال اللہ تعالیٰ و قال رسول اللہ ان کی زبان پر ہوگا مگر عقائد و اعمال بہت گندے ہونگے اس میں اشارہ خارجیوں کی طرف ہے فقیر نے ابھی بار حج کے موقع پر مسجد نبوی شریف میں خارجی دیکھے بڑے نمازی تھے پر بیزار معلوم ہوتے تھے ۴ یعنی ان کے دل نور قرآنی سے روشن نہ ہونگے یا ان کی تلاوت بارگاہ الٰہی میں قبول نہ ہوگی کیونکہ وہ صرف لوگوں کو بہکانے کے لئے قرآن پڑھیں گے تراقی ترقوۃ کی جمع ہے بمعنی ہنسلی یعنی گلے کی نالی یا حنجرہ آج بھی نجدی وہابی ہر ایک کو قرآن کی طرف بلاتے ہیں اپنی جماعتوں کتابوں کے نام تک قرآن پر رکھے ہیں اشاعۃ القرآن تعلیم القرآن اھ یہ اکثر علماء و مبلغین سرگشتہ ہوتے ہیں۔ ۵ یعنی پہلے وہ مسلمان ہونگے بعد میں اسلام سے ایسے نکلیں گے کہ ان میں اسلام کا کوئی اثر و نشان نہ باقی رہے گا جیسے تیر شکار میں سے کہ شکار کے جسم میں داخل ہو کر نکل جاتا ہے مگر اس میں گوشت خون گوبر پیشاب وغیرہ کا کچھ اثر نہیں ہوتا

وَالْخَلِيقَةِ طُوْبٰى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوْهُ يَدْعُوْنَ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَلَيْسُوْا مِنَّا فِيْ شَيْءٍ مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ اَوْلٰى بِاللّٰهِ مِنْهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا سِيْمَاهُمْ قَالَ التَّحْلِيْقُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا بِاِحْدٰى ثَلٰثٍ زِنًا بَعْدَ اِحْصَانٍ فَاِنَّهٗ يُرْجَمُ وَرَجُلٌ خَرَجَ مُحَارِبًا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّهٗ يُقْتَلُ اَوْ يُصْلَبُ اَوْ يُنْفٰى مِنَ الْاَرْضِ اَوْ يَقْتُلُ

خوشخبری ہے اسے جو ان لوگوں کو قتل کرے اور اسے جسکو وہ لوگ قتل کریں[۵] کتاب اللہ کی طرف دعوت دیں گے[۶] حالانکہ وہ کسی چیز میں ہمارے نہیں[۷] اور جو انہیں قتل کرے وہ بہ نسبت باقی لوگوں کے اللہ سے زیادہ قریب ہوگا[۸] لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی نشانی کیا ہے فرمایا سر منڈانا[۹] (ابوداؤد)

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اس مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں جو گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور محمد مصطفیٰ اللہ کے رسول ہیں مگر تین چیزوں میں سے ایک کی وجہ سے نکاح کے بعد زنا کہ وہ سنگسار کیا جائیگا[۱۰] اور وہ شخص جو اللہ رسول سے جنگ کرنے نکلے وہ یا قتل کیا جائیگا یا سولی دیا جائیگا یا زمین سے نکال دیا جائیگا[۱۱]

لہٰذا جیسے تیر کمان سے نکل کر پھر واپس نہیں آتا اگرچہ شکار کو چیر جاتا ہے ایسے ہی یہ لوگ اسلام میں واپس نہیں آئیں گے اس کی آزمائش بھی ہو چکی کہ جو بھی خارجی ہو گئے تھے وہ شمشیر حیدری سے ترتیغ ہوئے بقیہ منتشر ہو گئے مگر دوبارہ اسلام میں نہ آئے جو بعض حضرت ابن عباس کا وعظ سن کر لوٹ آئے وہ خارجی پختہ نہ ہوئے تھے بلکہ خوارج کے بہکانے سے وہم و شبہات میں پڑ گئے تھے لہٰذا یہ حدیث بالکل واضح ہے۔ ۴؎ یا تو خلق سے مراد انسان اور خلیقہ سے مراد جانور ہیں یا دونوں ہم معنی ہیں تاکید کے لئے ارشاد ہوئے معلوم ہوا کہ یہ دین تمام مخلوق سے بدتر ہیں حتی کہ کتے سور گدھے سے بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے اولئک ھم شر البریۃ۔ جیسے کہ مومن کامل تمام مخلوق حتی کہ فرشتوں سے بھی اعلیٰ ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے

۵؎ یعنی جو مسلمان ان خوارج کو قتل کرے وہ بہترین غازی ہے اور جو جنگ میں ان کے ہاتھوں شہید ہو وہ اعلیٰ درجہ کا شہید ہے۔ ۶؎ یعنی یا تو حدیث کے منکر ہوں گے صرف قرآن کو ماننے کے مدعی ہوں گے یا اگرچہ حدیث ماننے کا دعویٰ کریں گے مگر ہر وقت قرآن ہی پڑھیں گے اور ہر ایک کو قرآن کے نام پر بلائیں گے جیسے اس زمانہ کے کچھ وہابی دیوبندی کہ قرآن قرآن کی رٹ لگاتے ہیں۔ ۷؎ یعنی نہ تو ہم سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور ظاہر ہے کہ جس کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹوٹ جائے وہ قرآن یا نماز روزہ وغیرہ کے ذریعہ مسلمان نہیں ہو سکتا جیسے کوئی انجن سے تعلق رکھے بغیر سفر نہیں کر سکتا اس کا کچھ قدر و قیمت نہیں ہے ریل میں کوئی مسافر چلتا ہے قدر و قیمت تو انجن کے ساتھ مل جانے کی ہے۔ ۸؎ یعنی دوسرے مسلمانوں سے زیادہ مقبول ہوگا۔ ۹؎ یعنی بہت زیادہ سر منڈانا اور سر منڈانے کا عادی ہونا ان کی علامت ہوگی اور سر منڈانے کی عادت کو بڑا سمجھتے ہیں ان کا ماخذ یہی حدیث ہے۔ ۱۰؎ اس کی تحقیق ... یہاں احصان کے معنی ہیں آزاد بالغ مسلمان کا صحیح نکاح کے ذریعہ صحبت کر لینا رجم کے لئے شرط ہے لہٰذا کافر و نابالغ اور غلام لونڈی کو زنا میں سنگسار نہیں کیا جا سکتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ...

نَفْسًا فَيُقْتَلُ بِهَا رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَعَنِ ابْنِ أَبِيْ لَيْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ كَانُوْا يَسِيْرُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَامَ رَجُلٌ
مِنْهُمْ فَانْطَلَقَ بَعْضُهُمْ إِلٰى حَبْلٍ مَعَهُ فَأَخَذَهُ فَفَزِعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنْ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَخَذَ أَرْضًا بِجِزْيَتِهَا فَقَدِ اسْتَقَالَ هِجْرَتَهُ وَمَنْ نَزَعَ

یا کسی جان کو قتل کر دے تو اسکے عوض قتل کیا جائے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن ابی لیلیٰ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے
خبر دی کہ وہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے ان میں سے ایک صاحب سو گئے تو ان میں سے بعض صحابی
انکی رسی کی طرف چلے اسے پکڑ لیا جس سے وہ گھبرا گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لیے درست
نہیں کہ کسی مسلمان کو ڈرائے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابی درداء سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جو
کوئی زمین مع اس کے جزیہ کے لے لے تو اس نے اپنی ہجرت ختم کر دی اور جس نے کسی کافر

کر دیا یا اس پر دیت کا حکم جاری فرمانے کے لیے تھا نہ کہ اسلامی حکم کی بنا پر ۔ اس سے مراد وہ ڈاکو ہیں یا باغی۔ رب تعالیٰ ڈاکوؤں کے متعلق فرماتا ہے الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا الخ اگر ڈاکو صرف قتل کرے کسی کا مال نہ لے تو قتل کیا جائیگا اور اگر قتل بھی کرے مال بھی لوٹے تو سولی دیا جائیگا اور اگر صرف مال لوٹے قتل نہ کرے تو دیس نکالے کی سزا دی جائیگی یعنی کالا پانی آج پاکستان میں کالا پانی۔ بعض نے فرمایا کہ اگر ڈاکو قتل و لوٹ نہ کر سکے صرف لوگوں کو خوفزدہ کرے راستہ روک کر پکڑا جائے تو اس کو کسی شہر یا گاؤں میں شہر بدر کیا جائیگا یعنی یوں ہی ادھر ادھر گردش کرایا جائیگا حتی کہ مر جائے یا صحیح توبہ کرے۔ بعض نے فرمایا کہ امام کو ان چاروں سزاؤں کا اختیار ہے ان میں سے جو چاہے دے (مرقات و اشعہ)

یعنی قتل سے مراد قتل عمد ہے کیونکہ قصاص صرف قتل عمد میں ہے۔ قتل خطا یا قتل شبہ عمد میں قصاص نہیں صرف دیت ہے جیسا کہ گزر چکا۔ آپ کا نام عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ ابی لیلیٰ یسار انصاری ہے تابعی ہیں ایک سو بیس صحابہ سے ملاقات ہے جب حضرت عمر کی حیات شریف کے چھ سال باقی تھے آپ پیدا ہوئے ۸۳ھ میں وفات پائی۔ آپ کے بیٹے محمد بن عبدالرحمن کو بھی اسی نام ابن ابی لیلیٰ سے یاد کیا جاتا ہے جو کوفہ کے فقیہ قاضی تھے مگر جب ابن ابی لیلیٰ مطلقاً بولا جاتا ہے تو آپ یعنی عبدالرحمن ہی مراد ہوتے ہیں۔ چونکہ حضرات صحابہ تمام ہی عادل ہیں کوئی فاسق نہیں اسلیے انکے نام معلوم نہ ہونا حدیث کی صحت کیلئے مضر نہیں یعنی ہم کو بہت صحابہ کرام نے یہ خبر دی ہے۔ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں یسرون ہے سری بمعنی رات میں چلنا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے سبحان الذی اسری بعبدہ۔ عام نسخوں میں یسیرون ہے سیر سے مشتق بمعنی چلنا اور جانا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے قل سیروا فی الارض۔ غالب یہ ہے کہ یہ سفر کسی جہاد کے لیے تھا۔ یعنی اس سونے والے کے پاس رسی تھی یا اس جانے والے کے پاس تھی اس نے یہ رسی سانپ کی طرح اس پر ڈالی وہ سونے والے اسے سانپ سمجھ کر ڈر گئے اور لوگ ہنس پڑے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو یہ فرمایا اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ ہنسی مذاق میں کسی کو ڈرانا ناجائز نہیں کہ کبھی اس سے ڈرنے والا مر جاتا ہے یا بیمار پڑ جاتا ہے۔ خوش طبعی وہ چاہیے جس سے

مِقْدَارًا فَمِنْ عُنُقِهٖ فَجَعَلَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ فَقَدْ وَلَّى الْاِسْلَامَ ظَهْرَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ
وَعَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً اِلٰى خَثْعَمٍ
فَاعْتَصَمَ نَاسٌ مِنْهُمْ بِالسُّجُوْدِ فَاَسْرَعَ فِيْهِمُ الْقَتْلُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَاَمَرَ لَهُمْ بِنِصْفِ الْعَقْلِ وَقَالَ اَنَا بَرِيْءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ مُقِيْمٍ بَيْنَ اَظْهُرِ

کہ اس کو اپنی گردن سے نکال کر اسے اپنی گردن میں ڈال لیا تو اس نے اسلام سے پیٹھ پھیر لی (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر خثعم کی طرف بھیجا تو ان کے بعض نے سجدہ کے ذریعہ بچنا چاہا انہیں حضرات
نے ان میں قتل تیز کر دیا یہ خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو حضور نے ان کے لیے آدھی دیت کا حکم دیا اور فرمایا میں ہر اس مسلمان سے
بیزار ہوں جو کفار میں رہے سہے

سب کا دل خوش ہو جائے کسی کو تکلیف نہ پہنچے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسی مذاق بھی کسی سے کرنی جس سے اس کو تکلیف پہنچے خواہ کسی کو بیوقوف بنانا اس کی جیب کتانا وغیرہ حرام ہے
۲؎ یہاں بالشت سے مراد زمین کا ٹکڑا ہے جو کفار مالکوں پر لازم ہوتا ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ ۳؎ یعنی اس نے اپنی عزت ختم
کردی کہ یہ صاحب ذمی تھا تو کفار سے خراج وصول کرنے والوں میں سے ہو گیا بلکہ اب خود ہی خراج ادا کرے گا اس سے معلوم ہوا کہ خراجی زمین مسلمان کی ملک میں آکر بھی خراجی ہی رہتی ہے
عشری نہیں ہو جاتی یہی امام اعظم قدس سرہ کا مذہب ہے امام شافعی کے ہاں اس مسئلہ کی بہت تفصیل ہے یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے خیال رہے کہ اگر کافر کسی مسلمان سے عشری زمین
خریدے تو وہ زمین کافر کے پاس پہنچ کر بجائے عشری کے خراجی ہو جاتی ہے لیکن خراجی ہی رہتی ہے خواہ کافر کے پاس رہے یا مسلمان کے پاس آجائے۔
۴؎ یہ جملہ پچھلے جملہ کی تفصیل ہے اور یہاں ذلت سے مراد وہی ذلت ہے خراج ہے جب اس مسلمان کو ادا کرنا پڑا خیال کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی کیسی عزت چاہتے ہیں۔
افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو آج انتہا درجہ عیسائیوں انگریزوں کی پیروی کرنا پسند کرتے ہیں ان کے نقال بنتے ہیں کفار ذلیل ہیں ان کی ہر ادا ذلت والی ہے ان کا نقال خود ذلت اپنے
گلے میں ڈالتا ہے۔ ۵؎ خثعم یمن میں ایک پہاڑ کا نام ہے اس پہاڑ کے رہنے والوں کو خثعمی کہا جاتا ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ خثعم یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے ہو سکتا
ہے کہ اس قبیلہ کا نام بھی خثعم اس لئے پڑا ہو کہ وہ اس پہاڑ کے پاس آباد ہے سریہ وہ لشکر کہلاتا ہے جس میں حضور انور خود نفس نفیس تشریف نہ لے جائیں اس کی تعداد چار سو نفری
تک ہوتی ہے (اشعہ)۔ ۶؎ اس طرح کہ جب ان خثعمی لوگوں نے چاہا کہ اپنا اسلام ظاہر کریں تو انہوں نے مسلمانوں کو دیکھ کر نماز شروع کر دی لہذا سجود سے مراد نماز ہے (اشعہ و
مرقات) اور ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنی اطاعت ظاہر کرنے کے لیے مسلمانوں کو سجدہ کیا ہو کہ ہم تمہارے مطیع بنتے ہیں تم سے لڑنا نہیں چاہتے۔ ۷؎ اسلئے کہ مسلمان
سمجھے کہ یہ لوگ اپنی جان بچانے کے لیے ہم کو دھوکہ دیتے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں یہ در اصل ہیں کافر۔ ۸؎ اس طرح کہ ان غازیوں نے خود جا کر یہ واقعہ عرض کیا۔
۹؎ یہ قتل خطاً تھا جس میں قاتل کے عصبات پر مقتول کی پوری دیت لازم ہوتی ہے مگر چونکہ اس خطا میں ان مقتولین کی اپنی غلطی بھی ہے کہ وہ مشرکین و کفار کے ملک میں رہے
جس سے ان کا اسلام صحیح طور پر ظاہر نہ ہو سکا نمازی مسلمان انہیں پہچان نہ سکے اس لئے اس قتل میں ان کی اپنی غلطی بھی ہے اس غلطی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی دیت آدھی ساقط ہو گئی اگر کوئی شخص
کسی کے سامنے دشمن جیسے چور وغیرہ کی شکل میں آئے اور مارا جائے۔ یعنی دیت بالکل واجب نہیں ہوگی اگر مسلمان جنگی سانپ کی شکل میں ہو اور کوئی مسلمان اسے مار دے

الْمُشْرِكِيْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ قَالَ لَا تَتَرَاءَى نَارَاهُمَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ • وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِيْمَانُ قَيَّدَ الْفَتْكَ لَا يَفْتِكُ مُؤْمِنٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ
وَعَنْ جَرِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَبَقَ الْعَبْدُ اِلَى الشِّرْكِ فَقَدْ حَلَّ دَمُهٗ
رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ • وَعَنْ عَلِيٍّ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً كَانَتْ تَشْتِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقَعُ
فِيْهِ فَخَنَقَهَا رَجُلٌ حَتّٰى مَاتَتْ فَاَبْطَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَمَهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ •

لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں؟ فرمایا چاہیے ان دونوں کی آگیں ایک دوسرے کو نہ دیکھیں (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا ایمان اچانک قتل سے روکتا ہے مومن اچانک قتل نہیں کرتا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جریر سے وہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جب غلام بھاگ جائے دار الحرب کی طرف تو اس کا خون حلال ہوگیا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت
علی سے کہ ایک یہودی عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی تھی اور آپ کی بدگوئی میں مشغول رہتی تھی تو ایک شخص نے اس کا
گلا گھونٹ دیا حتی کہ وہ مر گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون باطل فرمادیا (ابوداؤد)

تو بھی کچھ نہیں۔ بہر حال یہ فرمان عالی اس دیت کے آدھے رہ جانے کی علت ہے لفظ اظہر ترجمہ ہے مشرکین سے مراد حربی کفار ہیں جن سے مسلمانوں کی جنگ ہو رہی ہے بیزار ہوں
یعنے ان کی صحبت سے بیزار ہوں یا ان کے خون سے بیزار ہوں۔ خیال رہے کہ اگر مسلمان کفار پر شب خون مارتے ہیں تو وہاں کے بعض مسلمان بھی بے خبری میں مارے جائیں تو
کچھ لازم نہ ہوگا یہاں چونکہ انہوں نے اسلام ظاہر کیا تھا مسلمان سمجھے نہیں اس لئے نصف دیت لازم فرمائی ؎
یعنے حضور ایسے مسلمانوں سے کیوں بیزار ہیں یا ان لوگوں کو آدھی دیت کیوں واجب فرمائی پوری کیوں نہ واجب کی علم اصل میں تھا تتا الف گرا دیا گیا ؎ یہ جملہ
نیا ہے جس میں اس فرمان عالی کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے یعنے ان مسلمانوں کو چاہیے تھا کہ کفار سے اتنی دور رہتے کہ ایک دوسرے کی آگ روشنی یا دھواں نہ دکھائی دیتا ،
انہوں نے یہ نہ کیا اس لئے یہ حکم جاری ہوا اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حتی الامکان مسلمان مشرک کے گھر مہمان ہو کر بھی نہ رہے کہ خطرہ ہے ، دوسرے یہ کہ
مسلمان کفار کی سی شکل یا لباس یا وضع قطع اختیار نہ کریں ورنہ لڑائی کے موقعہ پر ممکن ہے کہ مسلمان کے ہی ہاتھ سے مارے جائیں جیسے کہ ہندوستان میں بارہا ہوا کہ قربانی
کے یا محرم کے موقعہ پر جب ہندو مسلم فساد ہوئے تو بہت سے ہندو نما مسلمان خود مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ تیسرے یہ کہ کفار کے ہاتھوں میں مسلمان
قیدی جب موقعہ پائے تو نکل کر بھاگ جائے وہاں ٹھہرے نہیں کہ خطرہ ہے (مرقات) ؎ یعنے مسلمان کسی کو بغیر تحقیق کئے اچانک نہیں قتل کرتا اسلام اس سے منع فرماتا
ہے پہلے تحقیق کرے کہ وہ مسلمان ہے یا کافر بعد اگر کافر ہے تو ذمی یا مستامن ہے یا حربی جب پتہ لگ جائے کہ حربی کافر ہے تب اسے قتل کرتا ہے ، خیال رہے کہ اگر پہلے سے کسی کا
کافر حربی ہونا معلوم ہو اور اسے قتل کی خبر دینے میں نقصان ہو تو اچانک قتل جائز ہے جیسے کعب ابن اشرف اور ابورافع وغیرہ کا قتل ، یہاں نفی بمعنی نہی ہے ؎ یعنے اگر
مسلمان غلام مرتد نہ بھی ہو مسلمان ہی رہے مگر بھاگ کر دار الحرب پہنچ جائے پھر اسے کوئی قتل کردے تو اس قاتل پر کچھ لازم نہ ہوگا کہ اس قتل میں خود غلام کا قصور ہے ؎ اگرچہ
وہ مدینہ منورہ میں ذمیہ ہو کر رہتی تھی مگر پھر بھی یہ حرکت کرتی تھی ؎ یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے کہ ذمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے تو اس کا ذمہ ٹوٹ جائے گا

وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِالسَّيْفِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا رَجُلٍ خَرَجَ يُفَرِّقُ بَيْنَ اُمَّتِيْ فَاضْرِبُوْا عُنُقَهٗ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَنْ شَرِيْكِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ كُنْتُ اَتَمَنّٰى اَنْ اَلْقٰى رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْاَلُهٗ عَنِ الْخَوَارِجِ فَلَقِيْتُ اَبَا بَرْزَةَ فِيْ يَوْمِ عِيْدٍ فِيْ نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَقُلْتُ لَهٗ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ

روایت ہے حضرت جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جادوگر کی سزا تلوار سے مار دینا ہے[1] (ترمذی) تیسری فصل روایت ہے حضرت اسامہ ابن شریک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص سلطان اسلام پر خروج کرے اور میری امت میں پھوٹ ڈالے تو اس کی گردن مار دو[2] (نسائی) روایت ہے حضرت ابن شہاب شریک سے[3] فرماتے ہیں کہ میں آرزو کرتا تھا کہ کسی صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کروں اور ان سے خارجیوں کے متعلق پوچھوں[4] میں عید کے دن ابو برزہ سے[5] ان کے ساتھیوں کی جماعت میں ملا تو میں نے ان سے کہا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خارجیوں کے متعلق کچھ ذکر فرماتے

اور وہ حربی ہو جائیگا لہذا اس کے قتل پر نہ قصاص ہوگا نہ دیت یہ مسئلہ اس حرکت سے ذمہ باطل نہ ہوگا کیونکہ حضور کی اہانت کفر ہے جب وہ پہلے سے ہی کافر ہے جبکہ خدا کو مانتا ہے مگر جناب جو نبی تو اس کفر سے ہی بھی ہمیشہ رہیگا یہ حدیث یا تو منسوخ ہے یا اسکا قتل زندیق ہونے کی وجہ سے تھا بلکہ مسلمانوں کی بیخ کنی کی بنا پر تھا اس بنا پر یہ حکم جاری ہوا:

۱؎ اگر جادوگر مسلمان ہو اور وہ جادو کرے جس میں کلمات کفریہ ہیں تب تو وہ مرتد ہو جانے کے قتل کے لائق ہے اور اگر کسی کو ہلاک کر دے تو قصاصاً قتل کیا جائیگا جادو کرنے اور جادو سیکھنے کے احکام کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے ہم نے بھی اپنی تفسیر نعیمی پارہ اول میں بہت تفصیل سے عرض کئے ہیں خیال رہے کہ تائب جادوگر ذکر کے حکم میں ہے اور جادوگر کی توبہ قبول ہے دیکھو موسیٰ علیہ السلام کے جادوگروں کی توبہ قبول ہوئی جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ ۲؎ اس سے مراد باغی ہے یعنی جو بغاوت کرے تو اولاً اس کو سمجھایا جائے پھر بھی باز نہ آئے تو قتل کیا جائے اگر باغیوں کی باقاعدہ جماعت ہو تو ان سے جنگ کی جائے جیسا کہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ و حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے جنگ کی، باغی وہ ہے جو کسی غلط فہمی کی وجہ سے بادشاہ اسلام کی مخالفت کرے، باغی اور خارجی کا فرق اور ان کے احکام کی تفصیل ہماری کتاب امیر معاویہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ ۳؎ آپ غیر مشہور تابعی ہیں بصری ہیں تمیمی ہیں آپ سے صرف ایک یہ حدیث مروی ہے آپ سے ازرق ابن قیس نے روایت کی۔ ۴؎ یعنی اس فرقہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا کیونکہ اس زمانہ میں یہ فرقہ نمودار ہوا تھا اس کی تردید کے لئے اسی قسم کی احادیث کی ضرورت تھی۔ ۵؎ ابو برزہ کا نام نضلہ ابن عبید ہے اسلم قبیلہ سے ہیں پرانے صحابہ سے ہیں فتح مکہ کے دن ابن خطل کو آپ نے ہی قتل کیا حضور کی وفات تک حضور کے ساتھ رہے سرکار عالی کی وفات کے بعد بصرہ میں رہے پھر فتح خراسان میں شرکت فرمائی ۶۰ھ میں بمقام مرو میں وفات پائی اس وقت حضرت ابو برزہ کے

الْخَوَارِجَ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاُذُنِيْ وَرَاَيْتُهُ بِعَيْنِيْ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ فَقَسَمَهُ فَاَعْطَى مَنْ عَنْ يَمِيْنِهِ وَمَنْ عَنْ شِمَالِهِ وَلَمْ يُعْطِ مَنْ وَرَاءَهُ شَيْئًا فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْ وَرَائِهِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ مَا عَدَلْتَ فِي الْقِسْمَةِ رَجُلٌ اَسْوَدُ مَطْمُوْمُ الشَّعْرِ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ اَبْيَضَانِ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضَبًا شَدِيْدًا وَقَالَ وَاللّٰهِ لَا تَجِدُوْنَ بَعْدِيْ رَجُلًا هُوَ اَعْدَلُ مِنِّيْ ثُمَّ قَالَ يَخْرُجُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ كَاَنَّ هٰذَا مِنْهُمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ لَا يَزَالُوْنَ يَخْرُجُوْنَ حَتّٰى يَخْرُجَ

فرمایا ہاں میں نے حضور کو اپنے کانوں سے فرماتے سنا اور اپنی آنکھوں سے حضور کو دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مال لایا گیا آپ نے وہ مال تقسیم فرمایا تو اپنے داہنے بائیں والوں کو دیا اور اپنے پیچھے والوں کو کچھ نہ دیا تو آپ کے پیچھے سے ایک شخص کھڑا ہو بولا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے تقسیم میں انصاف نہ کیا وہ شخص تھا سیاہ جس کے بال سر پر دو سفید کپڑے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگ میرے سوا مجھ سے زیادہ عادل شخص کوئی نہ پاؤ گے پھر فرمایا آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی شاید یہ بھی ان میں سے ہے جو قرآن بہت پڑھیں گے جو ان کے گلے سے نہ اترے گا اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے ان کی علامت سر منڈانا ہے یہ نکلتے ہی رہیں گے حتی کہ ان کا

ساتھ آن کے ہمراہ نکلے جو تابعین سے تھے صرف آپ صحابی تھے باقی حضرات صحابی نہ تھے (مرقات)

سلہ مقصد یہ ہے کہ آپ خوارج کے متعلق وہ حدیث مجھے سنا دیں بذات خود آپ نے جو سنی ہو تاکہ مجھے اس سے پوری تسلی و تشفی ہو جاوے یہ مال غنیمت یا کسی جگہ سے ٹیکس وغیرہ کا مال جو نیا نیا تقسیم ہوا تھا سلہ شاید پیچھے والوں کو اس تقسیم میں حصہ نہ دینا اس لیے تھا کہ اس سے آگاہ حال ظاہر ہو جاوے چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آگے آرہا ہے سلہ کیونکہ اس مال میں سب کا حصہ تھا آپ نے بعض کو دیا بعض کو نہ دیا سلہ معلوم ہوتا ہے [illegible] سیاہ رنگ تھا اس سے مراد ہے گھنے ہوئے بال (اشعہ و مرقات) سفید کپڑے فرما کر اس کا ظاہر صاف باطن گندہ بتایا کہ کپڑے سفید تھے دل داغ سیاہ تھا (مرقات) شعر

تن اجلا من کالا بگلے سے بھیک ÷ اس سے تو کاگا بھلا کر باہر بھیتر ایک

اللہ تعالیٰ [illegible] سفید [illegible] ہے سلہ حضور نے باوجود سخت غصہ [illegible] فرمایا کہ نہ اس کے قتل کا حکم دیا نہ اس پر کوئی اور سختی فرمائی حالانکہ یہ مرتد واجب القتل تھا کیونکہ حضور اقدس کے کسی فعل کو حقارت کی نظر سے دیکھنا اور آپ پر ظلم کا الزام لگانا کفر ہے اس کو قتل نہ کرنے کی وجہ آگے آرہی ہے سلہ یہاں بعدی سے مراد ہے [illegible]

[illegible] سے [illegible] حضور کے برابر عادل نہ حضور کے زمانہ میں تھا نہ بعد سلہ حضور کا یہ شاید فرمانا یقین کے لیے ہے جیسے رب

آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيقَةِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ
وَعَنْ أَبِي غَالِبٍ رَأَى أَبُو أُمَامَةَ رُؤُسًا مَنْصُوبَةً عَلَى دَرَجِ دِمَشْقَ فَقَالَ أَبُو أُمَامَةَ
كِلَابُ النَّارِ شَرُّ قَتْلَى تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ خَيْرُ قَتْلَى مَنْ قَتَلُوهُ ثُمَّ قَرَأَ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ
وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ الْآيَةَ قِيلَ لِأَبِي أُمَامَةَ أَنْتَ سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

آخری گروہ مسیح دجال کے ساتھ نکلے گا تو جب تم ان سے ملو تو جان لو کہ یہ بدترین مخلوق ہیں ۹؎ (نسائی) روایت ہے حضرت
ابو غالب سے ۱۰؎ کہ حضرت ابو امامہ نے ۱۱؎ کچھ سر دمشق کے راستہ پر لٹکے دیکھے ۱۲؎ تو ابو امامہ نے فرمایا کہ دوزخ کے کتے ہیں ۱۳؎ آسمان کی وسعت
کے نیچے بدترین مقتولین ہیں، بہترین مقتول وہ ہیں جسے یہ قتل کریں ۱۴؎ پھر پڑھا کچھ منہ اس دن سفید ہوں گے اور کچھ منہ
پوری آیت ۱۵؎ ابو امامہ سے پوچھا گیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے

تعالیٰ فرماتا ہے لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا یعنی یہ حوالہ بھی نجدی مرتدوں یا وہابیوں میں ہے ۵؎ جو لوگ خوارج کو کافر نہیں کہتے صرف گمراہ کہتے ہیں وہ
سبیل اسلام کے معنی کرتے ہیں سلطان کی اطاعت مگر یہ ضعیف ہے کیونکہ دوسری روایت میں بجائے اسلام کے دین ارشاد ہوا ہے یعنی وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے
جیسے تیر شکار سے، اس کی شرح پہلے ہو چکی ہے ۶؎ خدا کی پناہ ہر جگہ خوارج کی پہچان سر منڈانا ارشاد ہوئی جیسا کہ پہلے گزر چکا ۷؎ اور دنیا میں فساد
پھیلاتے ہی رہیں گے ہر زمانہ میں ہوں گے اور ان کی نسل کبھی ختم نہ ہوگی مرقات ۸؎
۸؎ یعنی یہ ہمیشہ مسلمانوں سے لڑتے رہیں گے اور کفار و مشرکین کے ساتھی رہیں گے حتیٰ کہ جب دجال نکلے گا تو اس کے ساتھی یہی لوگ ہوں گے حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی اب بالکل ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ وہابیوں کے حملے ہمیشہ مسلمانوں پر ہوئے اور کانگریس کے حامی ہندوؤں کے دوست ہمیشہ یہ
ہی حضرات رہے، نجدیوں نے مسلمانوں بلکہ صحابہ کرام و اہل بیت عظام کی قبریں ڈھائیں مگر جواہر لال نہرو کو رسول السلام کا خطاب دیا اس کی اور گاندھی کی شان میں
عربی کتابیں لکھیں چھاپیں اور حرمین طیبین میں درس گاہیں چھپائیں خبر ملی ہے کہ یوپی بریلی میں ایک وہابی صاحب نے ہندوؤں کیلئے مندر تعمیر کرایا ہے جس پر اپنی جیب سے
تقریباً اسی ہزار روپیہ خرچ کیا ہے، پاکستانی اخبارات نے یہ خبر چھاپی ان بزرگوں کو شرک سے ظاہری نفرت مگر مشرکوں سے محبت ہے یہ ہے اس حدیث پاک کا ظہور ۹؎
۹؎ فاذا کی خبر یا تو فاقتلوا ہے یا فاقتلوهم جیسا کہ دوسری احادیث میں وارد ہے، خیال رہے کہ یا تو خلق و خلیقہ ایک ہی معنی میں ہیں یا خلق سے مراد انسان ہیں اور خلیقہ
سے مراد دوسری مخلوق یعنی یہ لوگ تمام مخلوق سے بدتر ہیں قرآن کریم فرماتا ہے اولئک هم شر البریة ۱۰؎ آپ تابعی ہیں بصری یا اصفہانی ہیں آپ کا نام حزور ہے آپ
کو عبد الرحمن حضرمی نے آزاد کیا بعض محدثین نے آپ کو ضعیف کہا بعض نے قوی کہا ۱۱؎ آپ مشہور صحابی ہیں باہلی ہیں مصر میں پھر حمص میں رہے وہاں ہی انتقال فرمایا
شام کے آخری صحابی آپ ہی ہیں سب سے آخر ۸۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی ۱۲؎ یہ سر خارجیوں کے تھے جو غالباً حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کے ہاتھوں
جہنم رسید ہوئے یہ حضرت علی، امام حسین، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم اور امیر معاویہ کے بدترین دشمن تھے ۱۳؎ یعنی یہ خارجی دوزخ میں کتوں کی شکل میں ہوں گے یا وہ
دوزخیوں کے نزدیک بھی دوزخ میں کتوں کی طرح ذلیل و خوار ہوں گے، پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں مرقات ۱۴؎ یعنی جس غازی کو یہ ماریں وہ بہترین غازی ہے

سلم قال لو لم اسمعه الا مرة او مرتين او ثلثا حتى عد سبعا ما حدثتكموه رواه الترمذي وابن ماجة وقال الترمذي هذا حديث حسن

كتاب الحدود

الفصل الاول

عن ابي هريرة وزيد بن خالد ان رجلين اختصما الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال احدهما اقض بيننا بكتاب الله وقال الآخر اجل يا

فرمایا اگر میں نے حضور کو ایک بار یا دو بار یا تین بار حتی کہ سات بار گنا فرماتے نہ سنا ہوتا تو میں تم سے روایت نہ کرتا (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے۔ مقررہ سزاؤں کا بیان۔ پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ اور زید ابن خالد سے کہ دو شخصوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقدمہ پیش کیا تو ان میں سے ایک بولا کہ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ فرما دیجئے اور دوسرا بولا ہاں:

اور جو شہید ان کے ہاتھوں شہید ہو وہ بہترین شہید اور یہ خود بدترین مقتول ہیں۔ ۵ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو امامہ کے نزدیک خارجی لوگ مرتد خارج از اسلام اور کفار ہیں بعض نے انہیں بدعتی گمراہ ہی کہا اور فرمایا (مرقات)۔

۶ یعنی ابو غالب نے حضرت ابو امامہ سے پوچھا کہ آپ کا یہ ارشاد اپنا ہے یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ خوارج دوزخ کے کتے وغیرہ ہیں تو آپ نے فرمایا کہ دوسری احادیث تو میں نے حضور انور سے دو ایک بار سنی ہوں گی مگر یہ فرمان عالی خوارج کے متعلق سات بار سنا ہے تب ہی یہ روایت کر رہا ہوں، معلوم ہوتا ہے کہ بارگاہ رسالت میں اس گروہ کی برائیاں اکثر بیان ہوتی تھیں۔ ۷ حدود جمع ہے حد کی، لغت میں حد کے معنے ہیں آڑ یا منع، اسی لئے دربان یعنی چوبدار کو عربی میں حداد کہتے ہیں۔ اصطلاح میں جرم کی شرعی مقررہ سزا کو حد کہتے ہیں کہ یہ بھی لوگوں کو جرموں سے روکتی ہے کبھی حرام چیزوں کو بھی حدود کہا جاتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے تلک حدود اللہ فلا تقربوھا کیونکہ یہ محرمات سزاؤں کا سبب ہیں۔ اسلام میں زنا کی سزا رجم ہے یا سو کوڑے، چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا، شراب پینے کی سزا اسی کوڑے، پاکدامن آزاد عورت کو تہمت لگانے کی سزا بھی اسی کوڑے، ڈکیتی کی سزا سولی وغیرہ ہے، قتل کی سزا قصاص حد شرعی نہیں بلکہ حق بندہ، دیگر جرموں میں حد نہیں تعزیر ہے کہ حاکم جو چاہے سزا دے۔ حق یہ ہے کہ شرعی حد محض گناہ کا کفارہ نہیں اور اس سے اخروی عذاب دفع نہ ہوگا چنانچہ قرآن کریم ڈاکوؤں کے متعلق فرماتا ہے لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم، لہذا حدود اسلامیہ ملکی سزا اور دنیاوی رسوائی ہے، اخروی سزا اس کے علاوہ ہے جو توبہ سے دفع ہو سکتی ہے، بخاری شریف وغیرہ میں جو ہے کہ جسے اس جرم کی سزا دنیا میں دے دی گئی فھو کفارۃ لہ وہ اس کا کفارہ ہی ہوگی، وہاں وہ سزا مراد ہے جو توبہ کے ساتھ ہو، مجرم خود حاکم کے سامنے سزا لینے حاضر ہو جائے اور توبہ کر لے جیسے صحابہ کرام جرم کے بعد خود آ کر عرض کرتے تھے طھرنی یا رسول اللہ حضور مجھے پاک فرما دیں۔ خیال رہے کہ حاکم کسی مجرم کو اپنے ذاتی علم کی بنا پر سزا نہیں دے سکتا جب تک کہ گواہی یا اقرار سے اس کا ثبوت نہ ہو جائے، رب تعالٰی فرماتا ہے فان لم یاتوا بالشھداء فاولئک عند اللہ ھم الکاذبون یہی احناف اور جمہور علماء کا مذہب ہے۔ ۸ آپ جہنی ہیں مشہور صحابی ہیں پچاسی سال عمر پائی عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں ۷۸ھ میں وفات پائی کوفہ میں فوت ہوئے [illegible]۔ ۹ شاید یہ دونوں حضرات کہیں باہر کے تھے جو آداب دربار عالیہ سے واقف نہ تھے اسی لیے یہ عرض کیا ورنہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللّٰهِ وَأْذَنْ لِي أَنْ أَتَكَلَّمَ قَالَ تَكَلَّمْ قَالَ إِنَّ ابْنِي كَانَ عَسِيفًا عَلَى هٰذَا فَزَنَى بِامْرَأَتِهٖ فَأَخْبَرُوْنِي أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَبِجَارِيَةٍ لِي ثُمَّ إِنِّي سَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُوْنِي أَنَّ عَلَى ابْنِي جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِيبَ عَامٍ وَإِنَّمَا الرَّجْمُ عَلَى امْرَأَتِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ أَمَّا غَنَمُكَ وَجَارِيَتُكَ فَرَدٌّ عَلَيْكَ وَأَمَّا

یا رسول اللہ آپ ہمارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ فرمائیے اور مجھے عرض کرنے کی اجازت دیجئے[۱] فرمایا بولو عرض کیا میرا بیٹا اس کے ہاں مزدور تھا[۲] تو اس نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کر لیا مجھے لوگوں نے خبر دی کہ میرے بیٹے پر رجم و سنگساری ہے[۳] تو میں نے اس کی طرف سے سو بکریاں و ایک اپنی لونڈی کا فدیہ دے دیا[۴] پھر میں نے علماء سے پوچھا[۵] انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے پر سو کوڑے اور ایک سال کا دیس نکالا ہے اور سنگساری اس کی بیوی پر ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ رہو اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا[۶] تیری بکریاں اور لونڈی تجھ پر واپس ہوں گی[۷] لیکن

حضور کا فیصلہ کتاب اللہ پر موقوف نہیں جو زبان شریف سے نکلے وہ ہی فیصلہ شرعیہ ہے۔

۱؎ شاید یہ شخص دوسرے سے زیادہ قانون دان عالم تھا یا اس کے بیٹے نے زنا کا اقرار کر لیا تھا اور دوسرے کی بیوی نے انکار کیا تھا اس لئے اس نے خیال کیا کہ میں مجرم کا باپ ہی سو ... ۲؎ مطلب یہ ہے کہ وہ کام کرتا تھا اور اس کی مزدوری اس کے ذمہ لازم ہو چکی تھی اگر ایسا ہی ہوتا تو یہ معنی حاصل نہ ہوتا (مرقات) ۳؎ یعنی بعض صحابہ نے میرے لڑکے پر زنا کی وجہ سے رجم کا حکم دیا اس سے معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے مفضول سے مسئلہ پوچھنا جائز ہے دیکھو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اس نے صحابہ سے مسئلہ پوچھا یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مسئلہ میں غلطی ہو جائے تو افضل اس کی اصلاح کر دے دیکھو یہ مسئلہ غلط بتایا گیا تھا جس کی اصلاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دی۔ ۴؎ ہو سکتا ہے ان صحابی کا اپنا اجتہاد تھا یہ سمجھے کہ جیسے قتل میں مال پر صلح ہو سکتی ہے کہ قصاص سے بچ سکتا ہے میرا بیٹا بھی اسی فدیہ کی بنا پر رجم سے بچ سکے گا۔ ۵؎ یعنی بڑے علماء صحابہ سے پوچھا۔ ۶؎ کیونکہ ان کا بیٹا کنوارا تھا اور دوسرے کی بیوی شادی شدہ، محصن کنوارے زانی کی سزا کوڑے ہیں اور شادی شدہ محصن کی سزا رجم ہے۔ ۶؎ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے قرآن مجید میں رجم کی آیت تھی الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم پھر بعد میں اس کی تلاوت منسوخ ہوئی حکم باقی رہا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ ہم قرآن سے فیصلہ فرمائیں گے پھر رجم کا حکم دیا بعض نے فرمایا کہ حکم رجم اس آیت سے حضور نے نکالا وما آتاکم الرسول فخذوہ جو رسول تمہیں دیں وہ لے لو اس میں رجم بھی داخل ہے (مرقات) مگر فقیر کے نزدیک یہ دونوں قول ضعیف ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی لڑکے پر سو کوڑوں کے ساتھ ایک سال کے دیس نکالے کی بھی سزا دی ہے یہ قرآن کریم میں نہ منسوخ ہے نہ ثابت ہے حق یہ ہے کہ حضور کا ہر حکم درحقیقت حکم قرآنی ہے کہ رب نے فرمایا ما آتاکم الرسول فخذوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم قرآنی حکم ہے حضور ناطق قرآن ہیں۔

۷؎ غالبًا اس شخص نے یہ بکریاں اور لونڈی خیرات کی نیت سے نہ دی تھیں ورنہ صدقہ و خیرات دے کر واپس نہیں ہو سکتی بلکہ رشوت کے طور پر اس کے عزیزوں کو دی تھیں۔

بِذٰلِكَ فَعَلَيْهِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَاَمَّا اَنْتَ يَا اُنَيْسُ فَاغْدُ اِلَى امْرَاَةِ هٰذَا
فَاِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ
سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ فِيْمَنْ زَنٰى وَلَمْ يُحْصَنْ جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِيبَ عَامٍ
رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۝ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ

تیرا بیٹا تو اس پر سو کوڑے اور ایک سال دیس نکالا ہے اور اے انیس کل صبح تم اس کی بیوی کے پاس جاؤ اگر وہ اقرار کرے تو اسے سنگسار کردو تو اس نے اقرار کرلیا چنانچہ اسے رجم کیا (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت زید ابن خالد سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ اس کے متعلق جو غیر محصن ہوتے زنا کرے ایک سو کوڑے اور ایک سال دیس نکالا کا حکم دیتے تھے (بخاری) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور محمد کو حق کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب اتاری تو اس

کیونکہ ان کی آبرو برباد ہوئی جیسے قاتل مقتول کے وارثوں کو دیت دیتا ہے۔ اسے سو کوڑے بطور حد کے لگے اور ایک سال کا دیس نکالا بطور تعزیر کے اگر امام اس میں مصلحت دیکھے تو یہ سزا بھی دے، یہی ہمارا مذہب ہے، امام شافعی کے ہاں یہ بھی حد ہے کہ ... کا ثبوت نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر نے ایک بار زانی کو دیس نکالا دیا وہ کفار سے جا ملا تو آپ نے پھر یہ سزا نہ دی، اگر یہ بھی حد ہوتی تو آپ اسے بند نہ کرتے دیکھو طحاوی شریف، نیز کبھی دیس نکالا مضر بھی ہوتا ہے کہ زانی باہر جاکر اور آزاد ہو جاتا ہے اس لیے اگر مفید ہو تو یہ سزا دی جائے۔ ۲؎ انکا امام ذہبی ہی تھا ... ۳؎ اقرار سے مراد شرعی اقرار ہے یعنی چار بار۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اقرار زنا میں زانی کا سلطان اسلام کے سامنے ہونا ضروری نہیں! نائب کے سامنے بھی ہو سکتا ہے دوسرے یہ کہ زانی کے رجم کے وقت سلطان کی موجودگی ضروری نہیں، نائب سلطان کی حاضری گویا سلطان ہی کی حاضری ہے، تیسرے یہ کہ فریقین میں سے ایک کے بیان پر بھی قاضی کفایت کرسکتا ہے، دیکھو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف اس ایک شخص کا بیان سنا عورت کے خاوند کا بیان نہ لیا، دوسرے مجرم کو سزا اس کے اقرار پر دی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس جب فرشتے مدعی و مدعی علیہ کی شکل میں حاضر ہوئے تو آپ نے ایک کا بیان سن کر فرمادیا کہ یہ دوسرا ظالم ہے جو اپنے پاس ننانوے بکریاں ہوتے ہوئے تیری ایک بکری مانگتا ہے، اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف ہندہ کا بیان سن کر حکم دیا کہ ابو سفیان کی جیب سے بقدر ضرورت خرچ لے لیا کرو۔ بعض نے فرمایا کہ فتویٰ اور قضاء میں فرق ہے فتوے ایک بیان پر ہو سکتا ہے۔ امام شافعی نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ چوری و قتل کی طرح زنا میں بھی ایک اقرار کافی ہے کیونکہ یہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے چار اقراروں کی شرط نہ لگائی مگر یہ دلیل بہت کمزور ہے کیونکہ حضرت ماعز کی حدیث میں چار اقراروں کی تصریح ہے اور یہاں ایک اقرار کی تصریح نہیں لہذا یہاں بھی شرعی اقرار مراد ہے یعنی چار بار، مذہب حنفی بہت قوی ہے۔ ۵؎ شریعت میں محصن وہ ہے جو مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ ہو اور بذریعہ نکاح صحیح صحبت کرچکا ہو اگر ان میں سے ایک چیز نہ ہو تو غیر محصن ہے غیر محصن زانی کی سزا سو کوڑے ہی ہیں۔ ۶؎ خیال رہے کہ احناف کے نزدیک ایک سال کا دیس نکالا بطور تعزیر ہے حد صرف سو کوڑے ہیں لہذا یہ حدیث قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف نہیں ﴿الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة﴾ کوڑا کیسا ہو اور کس طرح مارا جائے اس کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمایئے یہاں صرف اتنا سمجھو کہ اس سزا میں زانی کو مرنے نہ دیا جائے گا اگر صحت کمزور

فَكَانَ مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى آيَةُ الرَّجْمِ رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهٗ وَالرَّجْمُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى إِذَا أَحْصَنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ أَوْ كَانَ الْحَبَلُ أَوِ الْاِعْتِرَافُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذُوْا عَنِّيْ خُذُوْا عَنِّيْ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا اَلْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبُ عَامٍ وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(ان آیات میں جو اللہ نے اتاریں رجم کی آیت تھی[۱] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے رجم کیا[۲] اور رجم کتاب اللہ میں حق ہے[۳] زنا کرنے والے مردوں اور عورتوں پر جبکہ محصن ہوں جب گواہ قائم ہو جائیں یا حمل ہو یا اقرار[۴] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے لو مجھ سے لو[۵] اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے لیے طریقہ مقرر فرما دیا[۶] کنوارا کنواری سے زنا کرے تو سو کوڑے اور ایک سال کا دیس نکالا[۷] بیاہا بیاہی سے کرے تو سو کوڑے اور رجم[۸] (مسلم)

ہو کر کوڑوں سے مر جانے کا خطرہ ہو تو زخم اچھے ہو جانے اور درد جانے پر کوڑے مارے جائیں گے کہ اس سے مر جانے کا خطرہ ہے ، اسی طرح حاملہ یا زچہ کنواری کو بحالت خطرہ حمل کوڑے نہ مارے جائیں حمل جننے کے بعد قوت آجانے پر مارے جائیں گے۔

۱؎ وہ آیت یہ تھی الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموھما البتة نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم ۔ شیخ اور شیخہ سے مراد محصن اور محصنہ ہیں ، پھر یہ آیت حضور کے زمانہ میں ہی تلاوت میں منسوخ ہو گئی حکماً باقی رہی ۔ ۲؎ یعنی رجم کتاب اللہ ، سنت رسول اللہ اور اجماع صحابہ و اجماع امت سے ثابت ہے اس کا انکار کفر ہے ۔ ۳؎ اس عبارت کے چند معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ آیت رجم قرآن مجید میں تھی یہ حق و صحیح ہے ، دوسرے یہ کہ حکم رجم اب بھی قرآن مجید میں حق ہے کیونکہ آیت رجم کی صرف تلاوت منسوخ ہوئی ہے حکم منسوخ نہیں ہوا ، تیسرے یہ کہ اب بھی بعض آیات سے حکم رجم نکل سکتا ہے جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے فاٰذوھما دونوں زانی زانیہ کو ایذا دو اور رجم بھی ایذا ہے ، اچھی تحقیق یہ ہے کہ حدیث شریف میں اب بھی رجم کا حکم موجود ہے اور حضور کا فرمان قرآن مجید کا ہی فرمان ہے ۔ ۴؎ یعنی زانی محصن کو رجم کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کا زنا شرعی طریقے سے ثابت ہو چار مرد مسلمانوں کی گواہی سے جو زنا کا مشاہدہ کریں یا بغیر خاوند والی عورت کو حمل قائم ہو جائے خواہ کنواری ہو خواہ بیوہ خواہ خاوند والی مگر خاوند مفقود یا غائب شرعی ہو یا شرعی اقرار چار بار ، اس کے بغیر رجم نہیں کیا جا سکتا [illegible] خیال رہے کہ جیسے نمازوں کی رکعتیں زکوٰۃ کی مقدار قرآن مجید میں موجود نہیں مگر حق ہے اس کا انکار کفر ہے ایسے ہی رجم اگرچہ اب قرآن مجید میں موجود نہیں مگر حق ہے [illegible] خوارج کے سوا کسی فرقہ اسلامیہ نے رجم کا انکار نہ کیا ان کا انکار محض باطل ہے [illegible] ۵؎ یعنی زنا کی سزا کا حکم مجھ سے حاصل کرو [illegible] ۶؎ اس فرمان عالی میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفٰھن الموت او یجعل اللہ لھن سبیلا [illegible]

[illegible]

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ الْيَهُوْدَ جَاءُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهٗ اَنَّ رَجُلًا مِّنْهُمْ وَامْرَاَةً زَنَيَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَجِدُوْنَ فِي التَّوْرٰىةِ فِيْ شَاْنِ الرَّجْمِ قَالُوْا نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُوْنَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ كَذَبْتُمْ اِنَّ فِيْهَا الرَّجْمَ فَاَتَوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَنَشَرُوْهَا فَوَضَعَ اَحَدُهُمْ يَدَهٗ عَلٰى اٰيَةِ الرَّجْمِ فَقَرَاَ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ اِرْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ فَاِذَا فِيْهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَقَالُوْا

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ذکر کرنے لگے کہ ان میں ایک مرد و عورت نے زنا کرلیا ہے تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم رجم کے متعلق توریت میں کیا پاتے ہو وہ بولے ہم انہیں رسوا کریں اور ان کو کوڑے مارے جاویں عبداللہ ابن سلام نے فرمایا کہ تم جھوٹے ہو یقینًا اس میں رجم ہے چنانچہ وہ توریت لائے اسے کھولا تو ان میں سے ایک نے رجم کی آیت پر ہاتھ رکھ لیا اور اس کے آگے پیچھے پڑھ دیا تو عبداللہ ابن سلام نے فرمایا اپنا ہاتھ اٹھاؤ اس نے اٹھایا تو وہاں رجم کی آیت تھی بولے

کیا جائے اس پر جمہور علماء ہیں کہ کوڑے اور رجم جمع نہیں ہوسکتے بلکہ پہلا منسوخ ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعز کو صرف رجم کیا کوڑے نہ لگائے خیال رہے کہ یہاں زنا کی دو صورتیں بیان ہوئیں اور دو کا ذکر نہیں ہوا کنوارہ کنواری سے زنا کرے یا بیاہا بیاہی سے زنا کرے پہلی صورت میں دونوں کو کوڑے دوسری صورت میں دونوں کو رجم، کنوارا بیاہی سے یا بیاہا کنواری سے زنا کرے یہ نہ ہوئیں کیونکہ ان کا حکم بالکل ظاہر ہے کہ کنوارے کو کوڑے اور بیاہے کو رجم جیسا کہ اجیر اور اس کی عورت سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے کنوارے لڑکے کو کوڑے لگوائے عورت شادی شدہ کو رجم کرایا اسی حدیث کی بنا پر حضرت علی اور بعض شوافع فرماتے ہیں کہ محصن زانی کو کوڑے بھی لگائے جائیں اور رجم بھی کیا جائے مگر جمہور علماء صرف رجم کے قائل ہیں کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعز کو، غامدیہ کو، اجیر والی عورت کو رجم کرایا احصان میں چند شرطیں ہیں۔ مسلمان ہونا، آزاد ہونا، بالغ ہونا، عاقل ہونا، نکاح صحیح سے ایکبار صحبت کرچکنا لہٰذا کافر، بچے، دیوانہ، غلام اور کنوارا محصن نہیں، کافر میں امام شافعی کا اختلاف ہے ہمارے ہاں وطن نکالا سزا شرعی نہیں امام شافعی کے ہاں شرعی سزا ہے اگر حاکم عورت زانیہ کو وطن نکالا دے تو کسی محرم کے ساتھ بھیجے گا اس کا خرچ اسی عورت پر ہوگا اس کی تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ زانی و زانیہ کیلئے وطن نکالا بجائے فتنہ کا باعث ہے عبدالرزاق نے حضرت ابن مسیب سے روایت کی کہ حضرت عمر نے کسی شرابی کو مدینہ سے نکال کر خیبر بھیجا تو وہ مرتد ہو کر روم چلا گیا آپ نے فرمایا کہ آئندہ میں کسی مسلمان کو وطن نکالا نہ دونگا (مرقات)۔

۲؎ یعنے زانی مرد بھی یہودی ہے اور زانیہ عورت بھی شاید یہ لوگ ان کا فیصلہ کرانے حضور کی بارگاہ میں آئے تھے جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔

۳؎ یعنے بحکم توریت رسوا کرنے کی صورت ہم مقرر کریں گے اور کوڑے رب کی طرف سے مقرر ہیں اسی لئے نفضح متکلم معروف کہا اور یجلدون مجہول غائب

۴؎ آپ مشہور صحابی پہلے پایہ کے علماء یہود سے تھے آپ کی کنیت ابو یوسف ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، اس لئے یہود میں آپ کی بڑی عزت تھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لاتے ہی آپ ایمان لے آئے آپ نے ۴۳ ہجری کو مدینہ میں وفات پائی (اکمال)۔

صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ فِيهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ فَأَمَرَ بِهِمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ ارْفَعْ يَدَكَ فَرَفَعَ فَإِذَا فِيهَا اٰيَةُ الرَّجْمِ تَلُوحُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ فِيهَا اٰيَةَ الرَّجْمِ وَلٰكِنَّا نَتَكَاتَمُهُ بَيْنَنَا فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❊ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي زَنَيْتُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنَحَّى لِشِقِّ وَجْهِهِ الَّذِي أَعْرَضَ قِبَلَهُ فَقَالَ إِنِّي زَنَيْتُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا شَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ النَّبِيُّ

اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) انہوں نے سچ کہا اس میں رجم کی آیت ہے تو ان کے متعلق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا وہ رجم کئے گئے اور ایک روایت میں ہے فرمایا اپنا ہاتھ اٹھا اس نے اٹھایا تو اس میں رجم کی آیت چمک رہی تھی تو وہ بولا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) بیشک اس میں رجم کی آیت ہے لیکن ہم لوگ آپس میں اسے چھپاتے تھے چنانچہ ان کے متعلق حکم دیا وہ رجم کئے گئے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ مسجد میں تھے تو پکارا یارسول اللہ میں نے زنا کیا ہے تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا تو وہ آپ کے چہرہ انور کے اس رخ کی طرف آیا جس طرف آپ نے منہ پھیرا تھا عرض کیا میں نے زنا کیا پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا پھر جب چار گواہیاں دے چکا تو اسے نبی کریم

یہ حرکت عبداللہ ابن صوریا یہودی نے کی غالباً توریت شریف میں رسوا کرکے رجم کرنے کا حکم ہوگا اس نے رسوا کرنے کی آیت تو سنادی مگر رجم کی آیت اپنے ہاتھ تلے چھپالی۔ نہایت بے غیرتی سے اقرار کرلیا۔ بعض روایات میں ہے کہ اس نے صاف مان لیا کہ ہم لوگ غریب کو رجم کرتے ہیں امیر کو رجم سے بچالیتے ہیں۔ احادیث کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ احصان کے لئے اسلام شرط نہیں دیکھو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان یہودی زانیوں کو رجم کرایا حالانکہ وہ مسلمان نہ تھے امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا ان کو رجم کرانا بحکم اسلام نہ تھا بلکہ بحکم توریت تھا حاکم اسلام کفار ذمیوں پر انکے دین کے احکام جاری کرسکتا ہے چنانچہ کفار کی میراث انہی کے مذہب کے مطابق تقسیم کریگا ورنہ بقاعدہ اسلام اس زنا کے ثبوت کے لئے چار شرعی گواہ چاہیے تھے لیکن مسلمان متقی پرہیزگار گواہ بھی نہ لئے گئے اور ان سے توریت لانے کا مطالبہ فرمایا گیا اگر بحکم اسلام رجم ہوتا تو توریت منگانے کی ضرورت نہ تھی اور بھی اس قسم کی توجیہیں کی گئی ہیں مگر فقیر کے نزدیک یہ توجیہ قوی ہے اسحاق ابن راہویہ نے حضرت ابن عمر سے مرفوعًا روایت کی مَنْ اَشْرَكَ بِاللهِ فَلَيْسَ بِمُحْصَنٍ کافر محصن نہیں دارقطنی نے یہی روایت موقوفًا نقل فرمائی (مرقات)۔ یعنی آیت رجم توریت سے نکالی نہیں بلکہ چھپالی تھی تاکہ جو مال نہ دے اسے یہ آیت دکھا کر رجم کردیں اور جو مال دیدے اسے بچالیں۔ احادیث کی بنا پر امام شافعی اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ذمی کافر اگر زنا کرے تو اسے رجم کیا جائیگا امام اعظم کے نزدیک اسے کوڑے مارے جائینگے رجم نہ کیا جائیگا خیال رہے کہ چور کے ہاتھ کاٹنا سیاسی حکم ہے اسلئے ذمی کفار اگر چوری کریں تو انکے بھی ہاتھ کٹیں گے مگر رجم کفارہ گناہ بھی ہے اسلئے کفار زانی کو رجم نہ کیا جائیگا۔ لہذا مجھے رجم کردیجئے تاکہ میں اس گناہ سے پاک ہوجاؤں سبحان اللہ یہ ہے خوف خدا ہم لوگ اپنا جرم چھپانے کی کوشش کرتے ہیں حضرات صحابہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے تھے اس ندا سے معلوم ہوا کہ مجرم خود حاکم اسلام کو بتا سکتا ہے

صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابک جنون قال لا فقال احصنت قال نعم یا رسول اللہ
قال اذھبوا بہ فارجموہ قال ابن شہاب فاخبرنی من سمع جابر بن عبد اللہ
یقول فرجمناہ بالمدینۃ فلما اذلقتہ الحجارۃ ھرب حتی ادرکناہ بالحرۃ فرجمناہ
حتی مات متفق علیہ وفی روایۃ للبخاری عن جابر بعد قولہ قال نعم فامر بہ فرجم
بالمصلی فلما اذلقتہ الحجارۃ فر فادرک فرجم حتی مات فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے بلایا فرمایا کیا تجھے دیوانگی ہے [1] بولا نہیں فرمایا کیا تو محصن ہوچکا ہے [2] عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا اسے لے جاؤ رجم کردو [3] ابن شہاب نے فرمایا [4] کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے حضرت جابر ابن عبداللہ کو فرماتے سنا کہ پھر ہم نے اسے مدینہ میں رجم کیا جب اُسے پتھر لگے تو بھاگ گیا [5] تاآنکہ ہم نے اسے حرہ میں پکڑ لیا [6] پھر رجم کیا حتی کہ وہ مرگیا (مسلم، بخاری) اور بخاری کی روایت میں حضرت جابر سے قال نعم کے بعد یوں ہے کہ اسکے متعلق حکم دیا وہ جنازہ گاہ میں رجم کیا گیا [7] پھر جب اُسے پتھر لگے تو بھاگ گیا پھر پکڑ لیا گیا رجم کیا گیا [8] حتی کہ مرگیا پھر اسکے متعلق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے

دوسرا نہیں کہ ان حضرات نے کسی دوسرے صحابی سے یہ عرض کیا ہو حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ [1] یہاں گواہی سے مراد اقرار ہے کیونکہ یہ اقرار گواہی کے قائم مقام ہے چونکہ زنا میں چار گواہیاں درکار ہیں اس لئے اقرار بھی چار بار لازم ہے اب بھی حاکم کو یہی چاہیئے۔ اس حدیث کی بنا پر ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ زنا میں چار اقرار چار جگہ ہونے چاہئیں بعض ائمہ کے نزدیک چار اقرار ایک ہی جگہ کافی ہیں، یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے چار جانب چار اقرار کرائے [2] مرقات نے فرمایا کہ یہاں ہمزہ بمعنی سوال ہے یعنی ان چار اقراروں کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے دو سوال فرمائے، اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ مجنون کا اقرار معتبر نہیں ایک روایت میں ہے کہ فرمایا دیکھو یہ نشہ میں تو نہیں ہے اس کا منہ سونگھا گیا تو نشہ میں نہ تھا کیونکہ مدہوش بیہوش کا بھی اقرار غیر معتبر ہے۔ [3] امام نووی نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام رجم کے شرائط کی تحقیق کرے اور احصان بھی اقرار سے ثابت ہو جاتا ہے اگر اقرار زنا کے بعد ملزم اپنے اقرار سے پھر جائے تو رجم نہیں کیا جائیگا یہ بھی معلوم ہوا کہ اقرار زنا کے لئے مزنیہ عورت کا نام لینا ضروری نہیں نہ امام اس سے یہ پوچھے اور اگر وہ کسی عورت کا نام لے بھی تب بھی وہ اس ملزم کے اقرار سے رجم نہیں کی جائیگی کیونکہ ہر شخص کا اقرار اپنے متعلق ہو سکتا ہے عورت خود اقرار کرے تو سزا پائیگی [4] معلوم ہوا کہ محصن زانی کو صرف رجم کیا جائیگا کوڑے نہ مارے جائینگے یہ حدیث گذشتہ حدیث کی ناسخ ہے جس میں کوڑوں کا بھی حکم ہے۔ [5] ابن شہاب کا نام امام زہری ہے آپ تابعی ہیں یعنی آپ نے حضرت جابر سے خود نہ سنا کسی دوسرے صحابی یا تابعی سے سنا ہے چونکہ امام زہری بڑے پایہ کے محدث ہیں اسلئے آپکا یہ ابہام حدیث کو ضعیف نہ کریگا کیونکہ اتنا بڑا محدث ثقہ سے ہی روایت کریگا امام بخاری کی تعلیق بھی معتبر ہے۔ [6] اس سے معلوم ہوا کہ مرد زانی کو باندھ کر یا گاڑ کر رجم نہ کیا جائیگا ورنہ وہ بھاگ سکتا البتہ عورت کا نصف حصہ گاڑ کر رجم کیا جاتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے غامدیہ عورت کو گاڑ کر رجم فرمایا تھا کیونکہ مرد کی رجم کی شہرت چاہیئے اسی لئے شہر میں بلکہ بازار میں رجم کیا جائے عورت کے پردہ کا لحاظ رکھا جائے کوڑے بھی سب کے سامنے مارے جائیں رب تعالیٰ فرماتا ہے ولیشہد عذابہما طائفۃ من المؤمنین۔ [7] حرہ کے معنے ہیں پتھریلی زمین مشہور ہیں مدینہ پاک کے دو پہاڑوں کے درمیان کی زمین حرہ کہلاتی ہے یہ جگہ شہر سے متصل ہے۔ [8] یہ جنازہ گاہ جنت البقیع قبرستان میں تھا

وَسَلَّمَ خَيْرًا وَصَلّٰى عَلَيْهِ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا أَتٰى مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ لَعَلَّكَ قَبَّلْتَ أَوْ غَمَزْتَ أَوْ نَظَرْتَ قَالَ لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ أَنِكْتَهَا لَا يَكْنِيْ قَالَ نَعَمْ فَعِنْدَ ذٰلِكَ أَمَرَ بِرَجْمِهٖ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ جَاءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِيْ فَقَالَ وَيْحَكَ إِرْجِعْ

کلمہ خیر فرمایا اور اس پر نماز پڑھی[4] روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جب ماعز ابن مالک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے[1] تو آپ نے ان سے فرمایا شاید تو نے بوسہ لیا ہوگا یا اشارہ کیا ہوگا یا دیکھا ہوگا[2] عرض کیا نہیں یا رسول اللہ فرمایا تو کیا تو نے اس سے صحبت کری کنایۃً نہیں[3] عرض کیا ہاں تو اس وقت انکے رجم کا حکم دیا[4] (بخاری) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ ماعز ابن مالک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے بولے یارسول اللہ مجھے پاک فرمادو[1] تو فرمایا افسوس ہے جاؤ لوٹ جا

معلوم ہوا کہ جنازہ گاہ پر مسجد کے احکام جاری نہ ہوں گے دیکھو مسجد میں رجم حرام ہے کہ اس سے مسجد خون سے ملوث ہو جائیگی مگر جنازہ گاہ میں جائز ہے اسی طرح جنازہ گاہ میں جنبی جاسکتا ہے یہاں مصلی سے مراد نماز جنازہ کی جگہ ہے (مرقات) اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ یہ جنازہ گاہ مسجد نبوی سے متصل ایک چبوترہ تھا جو نماز جنازہ کے لیے مقرر تھا مگر مرقات کا قول قوی ہے[3] خیال رہے کہ اقراری زانی اگر رجم کے دوران میں بھاگ جائے تو ہمارے امام کے نزدیک اسے چھوڑ دیا جائیگا کہ یہ بھاگنا اپنے اقرار سے پھر جانا ہے اور اقرار زنا سے پھر جانا قبول ہے امام شافعی کے ہاں اس صورت میں رجم بند کر دیا جائیگا پھر اس سے پوچھا جائیگا اگر اپنے اقرار پر قائم ہے تو رجم کیا جائیگا اگر اقرار سے پھر جائے تو چھوڑ دیا جائیگا ہماری دلیل وہ حدیث ابوداؤد کی ہے کہ اس موقعہ پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھلا ترکتموہ تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا۔ مگر چونکہ ماعز کا ثبوت صراحۃً اقرار سے ہو چکا تھا اور رجوع از اقرار صراحۃً نہ تھا اس لیے وہ رجم کرنے والے صحابہ معذور سمجھے گئے اور ان پر قصاص یا دیت لازم نہ فرمائی، امام مالک نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ ایسی حالت میں بھاگ جانے پر بھی رجم کیا جائیگا وہ اس حدیث کے ظاہر سے دلیل لیتے ہیں۔

[4] یعنی مرحوم کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور اس کی نماز جنازہ خود پڑھی یا صحابہ کرام کو اس کا حکم دیا، اس جملہ کی اور بھی شرحیں ہوسکتی ہیں مگر یہ شرح ظاہر ہے[1] آپ اہل مدینہ سے ہیں صحابی ہیں اسلمی ہیں آپ سے آپ کے بیٹے عبداللہ نے ایک حدیث نقل کی ہے حق تعالٰی نے ان کو اعلٰی درجہ کی توبہ کی توفیق بخشی، ان کے طفیل رب تعالٰی ہم کو بھی توبہ مقبول کی توفیق بخشے[2] ہاتھ سے اشارہ کیا ہوگا یا ہاتھ سے اس کا جسم دبا کر چھوڑ دیا ہوگا اور اس حرکت کو زنا سمجھ کر تم نے یہ اقرار کرلیا ہوگا[3] نکت بنا ہے نیک سے، ضرب کا ماضی ہے ناک۔ ینیک، اسم فاعل نائک ہے، مبالغہ نیاک عربی میں صحبت وجماع، وطی وغیرہ تو کنایہ کے الفاظ ہیں مگر یہ لفظ اسی کام کے لیے صریح ہے جیسے اردو میں چودنا اور فارسی میں گائیدن۔ چونکہ حد میں یقین جرم چاہیئے کنایات میں شبہ ہوتا ہے اس لیے حضور انور نے یہ لفظ اس سے اقرار کرایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حاکم اقراری زانی کو اقرار سے پھر جانے کی اشارۃً تلقین کرے کیونکہ حدود حتی الامکان دفع کیے جائیں اور حقوق حتی المقدور ادا کرائے جائیں جیسے زکوٰۃ کفارہ قرض وغیرہ (مرقات)[4] ابوداؤد، نسائی اور عبدالرزاق نے اس روایت میں یہ زائد فرمایا کہ حضور انور نے انکشاف کے ساتھ فرمایا کہ تیرا یہ اس عورت کی اس میں غائب ہوگیا ماعز نے عرض کیا ہاں، جیسے سرمہ دانی میں سلائی اور کنوئیں میں رسی داخل ہوجاتی ہے پھر پوچھا کہ کیا تو جانتا ہے کہ زنا کسے کہتے ہیں۔ ماعز

فَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ وَتُبْ اِلَيْهِ قَالَ فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طَهِّرْنِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ الرَّابِعَةُ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَ اُطَهِّرُكَ قَالَ مِنَ الزِّنَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبِهٖ جُنُوْنٌ فَاُخْبِرَ اَنَّهٗ لَيْسَ بِمَجْنُوْنٍ فَقَالَ اَشَرِبَ خَمْرًا فَقَامَ رَجُلٌ فَاسْتَنْكَهَهٗ فَلَمْ يَجِدْ مِنْهُ رِيْحَ خَمْرٍ فَقَالَ اَزَنَيْتَ قَالَ نَعَمْ فَاَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ فَلَبِثُوْا يَوْمَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةً ثُمَّ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِسْتَغْفِرُوْا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ لَقَدْ تَابَ

اللہ سے معافی مانگ لے اور توبہ کر لے[1] فرماتے ہیں وہ تھوڑی دور لوٹے پھر آگئے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے پاک فرما دو[2] تب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا حتی کہ جب چوتھی بار ہوئی تب اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا میں تجھے کس چیز سے پاک کروں[3] عرض کیا زنا سے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا اسے دیوانگی ہے[4] خبر دی گئی کہ اسے دیوانگی نہیں پھر فرمایا کیا اس نے شراب پی ہے[5] تو ایک شخص اٹھا اس نے اس کے منہ کی بو سونگی تو اس سے شراب کی بو نہ پائی[6] تب فرمایا کیا تو نے زنا کیا ہے عرض کیا ہاں تو رجم کیا گیا لوگ دو تین دن ٹھہرے[7] پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا ماعز ابن مالک کے لئے دعاء مغفرت کرو[8] اس نے ایسی شاندار

نے عرض کیا حضور جو کام خاوند اپنی بیوی سے حلال کرتا ہے وہ ہی کام میں نے اس سے حرام کیا فرمایا تو یہ باتیں کیوں کرتا ہے ماعز بولے تاکہ آپ مجھے پاک فرمادیں تب آپ نے رجم کا حکم دیا بعد رجم دو شخص کو کہتے سنا کہ ماعز کتے کی موت مارا گیا حضور نے فرمایا تم اس مقبول بارگاہ الٰہی کی غیبت کر رہے ہو اور وہ جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے (مرقات) اکرم کے کرم کے قربان۔ [2] سزا قائم فرما کر زنا کی پلیدی سے پاک فرمادو معلوم ہوا کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم سے پاکی مانگنا شرک نہیں رب تعالٰی فرماتا ہے وَیُزَکِّیْھِمْ تزکیہ اور طہارت کا فرق بارہا بیان ہو چکا۔ [3] لفظ فیم یا تو فیما کا مخفف ہے یا تعجب یا تعریف کے موقعہ پر بولا جاتا ہے یہاں تینوں معنی ہو سکتے ہیں حضور نے ماعز سے گناہ نہ پوچھا تاکہ اس کی پردہ دری نہ ہو استغفار سے مراد زبانی توبہ ہے اور توبہ سے مراد دلی توبہ سے
جو یہاں عیب کسی کے نہیں کھلنے دیتے وہ کب وہاں کھلنے دیں گے مری حشر میں رسوائی ہو۔ [4] یعنی حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو توبہ کی طہارت پر صبر نہ آیا انہیں تو حضور کو افضل جانا اس لئے پھر لوٹے۔ [5] اللہ اکبر یہ ہے حضور انور کی شان ستاری کہ تین بار پھیر ڈالا جب ماعز نے اصرار کیا تب حد جاری کرنے کیلئے صراحۃً اقرار زنا کرایا کہ اس صریح اقرار کے بغیر سزا دینا درست نہ تھا وہ مختار کریم ہے قانون، فیم میں فی بمعنی من ہے یا بمعنی ب سببیہ۔ [6] یہ ارشاد عالی حاضرین بارگاہ سے ہے جو حضرت ماعز کے حالات سے باخبر تھے۔ [7] معلوم ہوا کہ دیوانے اور نشہ والے کا اقرار زنا معتبر نہیں۔ [8] اس جملہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نشہ والے کا اقرار معتبر نہیں خواہ کوئی اقرار ہو۔ دوسرے یہ کہ شراب پینے کا ثبوت باقی ہے جس میں شراب نکلے یا منہ کی بو ہے یا بے ڈھنگی چال ہے کہ انسان سیدھا نہ چل سکے مگر ان سب میں منہ کی بو بڑا ثبوت ہے۔ [9] اس دوران میں ماعز کا کوئی تذکرہ بارگاہ عالی میں نہ ہوا۔ [10] کہ اس کے گناہ کی معافی تو رجم سے

تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ ثُمَّ جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ مِنْ غَامِدٍ مِنَ الْأَزْدِ فَقَالَتْ
يَا رَسُولَ اللّٰهِ طَهِّرْنِي فَقَالَ وَيْحَكِ ارْجِعِي فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ فَقَالَتْ
تُرِيدُ أَنْ تُرَدِّدَنِي كَمَا رَدَّدْتَ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ إِنَّهَا حُبْلٰى مِنَ الزِّنَا فَقَالَ أَنْتِ قَالَتْ نَعَمْ
قَالَ لَهَا حَتّٰى تَضَعِي مَا فِي بَطْنِكِ قَالَ فَكَفَلَهَا رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ حَتّٰى وَضَعَتْ فَأَتَى
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَدْ وَضَعَتِ الْغَامِدِيَّةُ فَقَالَ إِذًا لَا نَرْجُمُهَا وَنَدَعُ
وَلَدَهَا صَغِيرًا لَيْسَ لَهُ مَنْ يُرْضِعُهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ إِلَيَّ رَضَاعُهُ

توبہ کی ہے کہ اگر ایک جماعت کے درمیان وہ بانٹ دی جائے تو انکو شامل ہو جائے ۱؎ پھر حضور کی خدمت میں ازد کے قبیلہ غامد کی عورت آئی بولی یارسول اللہ مجھے پاک فرمادو فرمایا افسوس تجھ پر لوٹ جا اللہ سے معافی مانگ اور توبہ کر ۲؎ بولی کیا آپ چاہتے ہیں کہ مجھے ایسے لوٹا دیں جیسے ماعز ابن مالک کو لوٹایا تھا یہ بندی تو زنا سے حاملہ ہے ۳؎ تب فرمایا کہ تو ۴؎ بولی ہاں تب اس سے فرمایا حتی کہ تو اپنے پیٹ کے بچہ کو جن دے ۵؎ راوی نے کہا کہ اس کا ایک انصاری مرد کفیل وضامن ہوگیا ۶؎ حتی کہ اس نے جن دیا تب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا عرض کیا کہ غامدیہ نے بچہ جن دیا ۷؎ فرمایا تب تو ہم اس کو رجم نہ کریں گے اس کے چھوٹے بچے کو یونہی نہ چھوڑیں گے کہ اسے کوئی دودھ پلانے والا نہ ہو تو ایک انصاری کھڑا ہوا عرض کیا کہ اس کا دودھ میرے ذمہ ہے

ہی ہو گئی اب اس ملت اکی ترقی درجات ہوگی معلوم ہوا کہ کوئی شخص دعائے خیر سے خصوصًا حضور کی دعا سے مستغنی نہیں اور دعائے مغفرت صرف گناہ کی معافی کیلئے نہیں بلکہ بلندی درجات کے لئے بھی ہوتی ہے رب تعالٰی نے فرمایا لیغفرلک اللہ (مرقات) ۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ زانی کا رجم ہی اسکی توبہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رجم کو توبہ قرار دیا اور چونکہ اس نے خود اقرار گناہ کرکے رجم قبول کیا اسلئے اس کا یہ عمل شاندار توبہ بنا یہاں توبہ کو مادی چیز سے تشبیہ دی گئی ہے کہ اس کیلئے تقسیم کا ذکر فرمایا، اور ہوسکتا ہے کہ تقسیم توبہ سے مراد اسکے ثواب کی تقسیم ہے یہ معنی دوسری توجیہ کو مرقات نے ترجیح دی ۲؎ ازد مشہور قبیلہ کا نام ہے اور غامد اسکے بطن کا نام جیسے پٹھانوں میں یوسف زئی، کاکا زئی وغیرہ خیال رہے کہ ازد ابن الغوث اس قبیلہ ازد کے مورث اعلی کا نام ہے ان ازد کی اولاد میں تمام انصار ہیں انکا لقب ازد شنوءہ ہے (اشعۃ اللمعات) ۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ اگر زانی کا زنا ثابت نہ ہو اور وہ خفیہ ہی توبہ کرلے تو مغفرت کی امید ہے رب تعالٰی فرماتا ہے ویغفر مادون ذلک لمن یشاء، کفر و شرک کے سوا جسے چاہے معاف فرمادے، دیکھو یہاں ابھی حضور نے اس کا گناہ نہ پوچھا یہ ہے شان ستاری ۴؎ اس بی بی نے اپنے کو غائب کے صیغہ سے تعبیر کیا کیونکہ اس نے اپنے کو بارگاہ عالی کی حاضری کے لائق نہ سمجھا گویا اب میں اس بارگاہ سے غائب ہو چکی ہوں (اشعہ) مقصد یہ تھا کہ میں تو اپنے اقرار سے پھر سکتی نہیں کہ میرا حمل میرے جرم کی دلیل ہے ماعز پھر سکتے تھے کہ وہاں کوئی دلیل نہ تھی ۵؎ کیونکہ اس حالت میں تجھے رجم کرنے سے حمل کی جان بلا وجہ ضائع ہوگی، اس سے معلوم ہوا کہ حاملہ کو قتل یا رجم نہیں کیا جاسکتا نہ حق اللہ میں نہ حق العباد میں لہذا قاتلہ حاملہ سے بچہ جننے کے بعد قصاص لیا جائیگا کیونکہ ان کے قصور سے بچہ ہلاک نہیں کیا جا سکتا۔ ۶؎ یعنی اس بی بی کی حفاظت حمل جننے کے خرچہ وغیرہ کا یہ کفیل ہوا، یہ ملزم کو حاضر کرنے کی کفالت وضمانت نہیں ہے کہ شرعی حد میں ضمانت جائز نہیں۔ آج بھی قتل کے ملزم کی ضمانت

یَا نَبِیَّ اللّٰہِ قَالَ فَرُجِمَهَا وَفِیْ رِوَایَةٍ اَنَّهٗ قَالَ اِذْهَبِیْ حَتّٰی تَلِدِیْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَ
اِذْهَبِیْ فَاَرْضِعِیْهِ حَتّٰی تَفْطِمِیْهِ فَلَمَّا فَطَمَتْهُ اَتَتْهُ بِالصَّبِیِّ فِیْ یَدِهٖ كِسْرَةُ خُبْزٍ فَقَالَتْ
هٰذَا یَا نَبِیَّ اللّٰہِ قَدْ فَطَمْتُهٗ وَقَدْ اَكَلَ الطَّعَامَ فَدَفَعَ الصَّبِیَّ اِلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ
ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَحُفِرَ لَهَا اِلٰی صَدْرِهَا وَاَمَرَ النَّاسَ فَرَجَمُوْهَا فَیُقْبِلُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ بِحَجَرٍ
فَرَمٰی رَاْسَهَا فَتَنَضَّحَ الدَّمُ عَلٰی وَجْهِ خَالِدٍ فَسَبَّهَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

یانبی اللہ فرماتے ہیں تب اسے رجم کیا گیا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا جا حتی کہ بچہ جن دے پھر جب جن چکی تو فرمایا جا اسے دودھ پلا حتی کہ اس کا دودھ چھڑا دے پھر جب اس کا دودھ چھڑا دیا تو بچہ کو لے کر آئی اسکے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا وہ بولی یا نبی اللہ میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے اور اب بچہ کھانا کھانے لگا ہے تب حضور نے بچہ ایک مسلمان کے سپرد کیا[1] پھر اس کے متعلق حکم دیا تو اس کیلئے سینہ تک گڑھا کھودا گیا[2] اور لوگوں کو حکم دیا انہوں نے اسے رجم کیا[3] خالد ابن ولید پتھر لائے تھے وہ اسکے سر میں مارا تو خالد کے چہرے پر خون کی چھینٹیں پڑ گئیں اسے خالد نے برا کہا[4] تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حکومت نہیں لیتی بلکہ اسے دوران مقدمہ میں حوالات میں رکھتے ہیں۔ [3] یعنی اس کفیل نے عورت کے بچہ جن دینے کی خبر دے کر دریافت کیا کہ اب اس کیلئے کیا حکم ہے رجم کی جائیگی یا اسے مہلت دی جائیگی۔ [4] یعنی ابھی ہم اسے رجم نہ کریں گے کیونکہ اب بھی ماں کو رجم کر دینے سے بچہ ضائع ہو جائیگا لہذا اسے نبی اللہ رجم فرما کر پاک فرما دیجئے معاذ اللہ یہ سب کچھ اس بی بی کے کہنے سے عرض کیا ہوگا تب حضور نے رجم کا حکم دیا۔ [5] یہ ٹکڑا دینا علامت اس کی تھی کہ اب بچہ ماں کے بغیر بھی رہ سکتا ہے دودھ کا محتاج نہیں اس سے پتہ چلتا ہے اس بی بی کی استقامت اور خوف خدا کی پختگی کا کہ اتنا دراز عرصہ گزرنے کے بعد بھی اس کا جوش توبہ کم نہ ہوا برابر حاضر ہوتی ہے اور رجم کی درخواست کرتی رہی۔ [6] یہ روایت گزشتہ روایۃ کے خلاف ہے پہلی روایت سے معلوم ہوا تھا کہ بچہ جنتے ہی رجم کر دی گئی اور بچہ کی شیر خوارگی کسی نے اپنے ذمہ لے لی۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت دودھ چھوڑانے کے بعد رجم کی گئی۔ شاید یہ واقعہ دوسری عورت کا ہے یعنی پہلی عورت کو اور دیر کیا گیا ہے اور یہ عورت جہنیہ تھی یا پہلی روایت سے یہ روایت زیادہ قوی ہے کہ اس پہلی روایت میں بشیر ابن مہاجر راوی ہے اور اس دوسری روایت میں مقاتل راوی ہے یا پہلی حدیث کا مطلب بھی یہی ہے کہ دودھ چھوڑانے کے بعد رجم کی گئی وہاں علی رضاعۃ میں رضاعت سے مراد پرورش ہے واللہ اعلم (مرقات ونودی)۔ [7] تاکہ ملزم عورت پتھروں کی تکلیف پاکر بھاگ نہ سکے اور اس کی پردہ دری نہ ہو۔ یہ امر استحبابی تھا وجوبی نہیں عورت کو رجم کرتے وقت گڑھے میں داب دینا مستحب ہے واجب نہیں (ہدایہ۔ فتح القدیر۔ مرقات)۔ ظاہر یہ ہے کہ گڑھا کھودنے کا حکم خود سرکار عالی نے دیا۔ [8] ظاہر یہ ہے کہ حضور انور خود بھی وہاں تشریف فرما ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں اگر زنا کا ثبوت گواہوں سے ہو تو پہلے گواہ پتھر ماریں پھر حاکم پھر دوسرے لوگ اور اگر ثبوت خود ملزم کے اقرار سے ہو تو پہلے حاکم پتھر مارے پھر دوسرے لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یوں منقول ہے۔ [1] یقبل حال ہے مگر ماضی کے معنی میں کبھی یقینی ماضی کو حال کے صیغہ سے بیان کرتے ہیں یہ ظاہر کرنے کو کہ مجھے اس واقعہ کا ایسا یقین ہے جیسے ابھی میرے سامنے ہو رہا ہے اظہار تعجب کے لئے بھی ایسا کیا جاتا ہے۔ خوب بیان کرتے وقت

مَهْلًا يَا خَالِدُ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَ لَهُ ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَصَلَّى عَلَيْهَا وَدُفِنَتْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَيَّنَ

ٹھہرو اے خالد اسکی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر یہ توبہ ٹیکس لینے والا کرتا تو اسکو بھی بخش دیا جاتا پھر حکم دیا تو اس پہ نماز پڑھی گئی اور وہ دفن کردی گئی (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب تم میں سے کسی کی لونڈی زنا کرے پھر اسکا زنا ظاہر ہو جائے تو اسے سزا کوڑے لگائے اور صرف برا بھلا نہ کہے اگر پھر زنا کرے تو اسے سزا کوڑے لگائے اور صرف سرزنش نہ کرے اگر تیسری بار زنا کرے اس کا زنا ظاہر

ہے کہ میں نے سال پہلے خواب دیکھا کہ میں فلاں جگہ جارہا ہوں وغیرہ یعنی برے الفاظ سے یاد کئے فرمایا کہ اس نے میرے کپڑے خراب کر دیئے نہ یہ زنا کرتی نہ رجم کی جاتی نہ اس کے خون سے میرے کپڑے نجس ہوتے اور اسے برا نہ کہو کیونکہ اس کی شاندار مغفرت ہو چکی ہے معلوم ہوا کہ اپنے جرم کا اقرار کرنا اس کی سزا لے لینا بھی توبہ ہے اگرچہ منہ سے توبہ کے الفاظ نہ کہے ندامت و شرمندگی آئندہ کے لئے گناہ سے بچنے کا عہد بھی توبہ ہے یہاں مرقات نے فرمایا کہ ٹیکس لگانے اور وصول کرنے کا حکم کرنے کا حکم بدترین حکم ہے اور وہاں کے ملازمین بدترین قسم کے مجرم ہیں کیونکہ جتنا ظلم اس محکمہ میں ہوتا ہے اتنا دوسرے محکموں میں نہیں ہوتا کہ ناجائز طریقوں سے مال کا مال نہایت بے دردی سے وصول کیا جاتا ہے ظاہر یہ ہے کہ خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز نہ پڑھی بلکہ لوگوں کو اس کا حکم دے دیا تاکہ آئندہ کے لئے عبرت ہو جیسے مقروض پر بعض دفعہ حضور نے نماز نہ پڑھی اس جملہ کے معنی یہ بھی کئے گئے کہ حضور نے اس کے غسل و کفن کا حکم دیا پھر نماز پڑھی یعنی امر کا مفعول غسل و کفن ہے اور فصلی بصیغہ معروف ہے اسی وجہ سے امر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سلطان اسلام مرجوم پر نماز نہ پڑھے بعض فرماتے ہیں کہ پڑھے۔ خیال رہے کہ ان لوگوں کا صرف زبانی توبہ کرنا اور اصرار سے اپنے کو رجم کرا لینا اسی لئے تھا کہ اس توبہ کا قبول ہونا مشکوک تھا اور اس توبہ کا قبول ہونا یقینی اس حدیث کی بناء پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ مولیٰ اپنی لونڈی کو خود حد لگا سکتا ہے سلطان اسلام کا فیصلہ شرط نہیں، مگر ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ حد کے لئے فیصلہ حاکم شرط ہے اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ حاکم کا فیصلہ کرا کر کوڑے لگائے یہاں نسبت سببیت کی ہے یعنے حد لگانے کا سبب بن جائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لونڈی خواہ کنواری ہو یا شادی شدہ اس کے لئے زنا کی سزا پچاس کوڑے ہیں یعنی آزاد عورت کی سزا آدھی اسے رجم نہیں کیا جائیگا رب تعالیٰ لونڈیوں کے متعلق فرماتا ہے فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَۃٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَی الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ۔ اس آیت میں عذاب سے مراد کوڑے ہیں نہ کہ رجم کیونکہ رجم آدھا نہیں ہو سکتا اس جملہ کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ زانیہ لونڈی کو کوڑے ضرور لگائے صرف برا بھلا کہہ کر نہ ٹال دے دوسرے یہ کہ کوڑے مارنے کے بعد برا بھلا نہ کہے کہ یہ کوڑے اس کی پوری سزا ہو گئی خیال رہے کہ لونڈی غلاموں کے متعلق اتفاق ہے کہ انہیں وطن سے نکالا نہ دیا جائے کہ اس میں سخت خطرات ہیں یعنے گذشتہ سزا میں سے

زِنَاهَا فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعْرٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَقِيمُوا عَلٰى أَرِقَّائِكُمُ الْحَدَّ مَنْ أَحْصَنَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَّمْ يُحْصِنْ فَإِنَّ أَمَةً لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَنَتْ فَأَمَرَنِي أَنْ أَجْلِدَهَا فَإِذَا هِيَ حَدِيثُ عَهْدٍ بِنِفَاسٍ فَخَشِيتُ إِنْ أَنَا جَلَدْتُهَا أَنْ أَقْتُلَهَا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحْسَنْتَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ قَالَ دَعْهَا حَتّٰى يَنْقَطِعَ دَمُهَا ثُمَّ أَقِمْ عَلَيْهَا الْحَدَّ وَأَقِيمُوا الْحُدُودَ عَلٰى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ۔ **اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ**۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

ہو جائے تو اسے بیچ دے اگرچہ بال کی رسی کے عوض[۱] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت علی سے کہ فرمایا اے لوگو اپنے غلاموں پر حد قائم کرو[۲] ان میں سے جو شادی شدہ ہوں اور جو شادی شدہ نہ ہوں[۳] کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک لونڈی نے زنا کر لیا تھا[۴] تو حضور نے مجھے حکم دیا کہ اس کے کوڑے ماروں[۵] تو ناگاہ وہ بچہ جننے کے قریب ہی ہے تو میں نے خوف کیا کہ اگر میں نے اسے کوڑے لگائے تو اسے قتل ہی کر دوں گا تو میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اسکا ذکر کیا حضور نے فرمایا تم نے اچھا کیا[۶] (مسلم) اور ابو داؤد کی ایک روایت میں یوں ہے کہ اسے چھوڑ دو حتی کہ اس کا خون بند ہو جائے پھر اس پر حد قائم کرو اور حدود ان پر قائم کرو جن کے تم مالک ہو[۷] دوسری فصل: روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں۔

[۱] فائدہ مند دو ہوں اور وہ زنا سے باز نہ آئے معلوم ہوا کہ جرم کی تکرار سے کوڑوں کی بھی تکرار ہوگی۔ [۲] یعنی اس مرد کے ہاتھ فروخت کر دے جس سے وہ بار بار زنا کراتی ہے کیونکہ وہ اس پر فریفتہ ہے اس بیع کر دینے سے اس کیلئے حلال ہو جائیگی یا کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کر دے جو اسے زنا سے روک سکے تو اس شکنی میں کا تمام نہ ہو لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جو اپنے لئے ناپسند چیز دوسرے کو کیوں دی جائے نہ یہ اعتراض ہے کہ عیب والی چیز فروخت کرنا منع ہے کیونکہ عیب چھپا کر بیچنا منع ہے کہ یہ دھوکا ہے: خیال رہے کہ اس بار زنا کی سزا صرف حد نہ لائے بلکہ جو خریدیگا وہ دیدہ و دانستہ اس عیب کے ساتھ خریدیگا اسکو کوڑے لگوا دینا، اسی لئے یہاں سزا کا ذکر نہ فرمایا۔ اس فصیح الفصحاء کی فصاحت پر قربان، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیمتی چیز بہت سستی بیچ دینا درست ہے یہ مال کی بربادی نہیں اتفاقاً بہت سستی چیز بیچنے سے یہاں منع کیا ہے جہاں بائع اپنی کم عقلی کی وجہ سے سستے داموں بیچے یہاں مجبور ہو جانے کہ یہ مجبوری کی بیع ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں۔ [۳] آقا کے مسلمان اور غلام سے مراد ہر غلام ہے مسلمان ہو یا کافر (مرقات) یہاں احصان سے مراد شادی شدہ ہونا ہے اصطلاحی احصان مراد نہیں کہ اس میں اسلام اور حریت یعنی آزاد ہونا دونوں شرط ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ۔ یہاں بھی احصان یعنی نکاح ہے۔ [۴] اس لونڈی کا نام معلوم ہو سکا اور نہ یہ معلوم ہوا کہ وہ لونڈی مومنہ تھی یا کافرہ۔ [۵] پچاس کوڑے خواہ وہ شادی شدہ تھی یا کنواری کہ ہر زانیہ لونڈی کی یہ ہی سزا ہے۔ [۶] یعنی وہ ابھی بچہ جن چکی ہے کمزور ہے پچاس کوڑوں کی تاب نہ لا سکے گی مر جائے گی۔ [۷] اس سے معلوم ہوا کہ جن زانی کی سزا کوڑے ہوں انہیں کوڑوں سے مرنے نہ دیا جائے لہذا بیمار کو یوں ہی سخت سردی سخت گرمی میں کوڑے نہ لگائے جائیں جبکہ مر جانے کا خطرہ ہو اور اگر یہ زانی مدقوق یا سل کی بیماری میں مبتلا ہو جس سے شفاء کی امید نہ ہو تو سو شاخوں

جَاءَ مَاعِزٌ الْأَسْلَمِيُّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ زَنَى فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَ مِنْ شِقِّهِ الْآخَرِ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ زَنَى فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَ مِنْ شِقِّهِ الْآخَرِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ قَدْ زَنَى فَأَمَرَ بِهِ فِي الرَّابِعَةِ فَأُخْرِجَ إِلَى الْحَرَّةِ فَرُجِمَ بِالْحِجَارَةِ فَلَمَّا وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ فَرَّ يَشْتَدُّ حَتّٰى مَرَّ بِرَجُلٍ مَعَهُ لَحْيُ جَمَلٍ فَضَرَبَهُ بِهِ وَضَرَبَهُ النَّاسُ حَتّٰى مَاتَ فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ فَرَّ حِينَ وَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ وَمَسَّ الْمَوْتِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا تَرَكْتُمُوهُ رَوَاهُ

کہ ماعز اسلمی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا انہوں نے زنا کیا ہے ۱؎ حضور نے اس سے منہ پھیر لیا تو وہ دوسری جانب آگئے ۲؎ بولے انہوں نے زنا کیا ہے حضور نے پھر ان سے منہ پھیر لیا پھر دوسری طرف سے آگئے بولے یا رسول اللہ انہوں نے زنا کیا ہے تب چوتھی دفعہ میں حکم دیا تو انہیں حرہ کی طرف نکالا گیا رجم کیا گیا پتھروں سے پھر جب انہیں پتھروں کی تکلیف پہنچی دوڑتے ہوئے بھاگ گئے حتی کہ ایک شخص پر گزرے جس کے پاس اونٹ کی ہڈی تھی ۳؎ اس نے یہ ہڈی ان کے ماری اور لوگوں نے بھی انہیں مارا حتی کہ مر گئے ۴؎ لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ماعز نے جب پتھروں اور موت کی تکلیف پائی تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے انہیں چھوڑ کیوں نہ دیا ۵؎

والی لکڑی اس کے جسم پر اس طرح ماری جائے کہ جان نہ نکلے، اس پر سارا اور شراح کا اتفاق ہے، حاملہ کو بھی کوڑے نہ لگائے جائیں کہ مرنے کا اندیشہ ہے اللہ جب کی سزا رجم ہو اسے ہر حال رجم کردیا جائے کہ وہاں تو موت ہی دی جاتی ہے۔ ۸؎ جبکہ وہ طاقتور ہو کر کوڑے جھیل سکے۔ ۹؎ بذریعہ حاکم اسلام حد قائم کراؤ کیونکہ حد قائم کرنا حاکم اسلام کا کام ہے صرف مولیٰ قائم نہیں کرسکتا۔ ۱؎ یہ روایت بالمعنی ہے انہوں نے کہا تھا کہ میں نے زنا کیا ہے، راوی نے اس طرح غائب کے صیغہ سے روایت کیا اور ہوسکتا ہے کہ خود ماعز نے اپنے کو غائب کے صیغہ سے بیان کیا ہو یعنی اس فقیر گنہگار حقیر نے زنا کیا ہے۔ ۲؎ اس طرح کہ وہ یہاں سے چلے گئے پھر خدمت اقدس کے روبرو میں حاضر ہوئے مگر دوسری جانب مگر یہاں سے ہوئے، ابتداء حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں جہاں ان کا مجلس شریف سے چلا جانا مذکور ہے ہر دفعہ وہ اٹھ کر چلے جاتے پھر بعد ۳؎ یہ بھاگنا غیر اختیاری تھا جیسے ذبح کے وقت جانور کا تڑپنا لہذا اس سے ماعز کا اہل کرم نہ ہوا اس سے معلوم ہوا کہ ہر مرد کے رجم کے لئے گڑھا نہ کھودا جائے بلکہ ویسے ہی کھلے میدان میں رجم کیا جائیگا۔ ۴؎ لحی لام کے فتحہ کے جزم سے جبڑے کی ہڈی جس پر دانت اگے ہوتے ہیں مرکی اس ہڈی پر نیچے والی داڑھی اور دانت۔ ۵؎ اس سے معلوم ہوا کہ رجم میں صرف پتھر مارنا ہی ضروری نہیں بلکہ اینٹ، روڑے، ہڈی سے بھی مارا جاسکتا ہے، وہاں لاٹھی یا تلوار سے نہیں مارا جائے گا کہ پھر وہ قتل ہے رجم نہیں، اگر لاٹھی ڈنڈا پھینک کر مارا تو درست ہے کہ یہ قتل نہیں رجم ہی ہے۔

۶؎ کیونکہ اس بھاگنے میں اقرار زنا سے رجوع کا احتمال تھا کہ شاید ماعز اپنے اقرار سے پھرنے کے لئے بھاگ رہے تھے اور زنا کا اقراری اگر حد سے پہلے رجوع کرے تو حد ختم ہوجاتی ہے اور اگر حد کے دوران رجوع کرے تو باقی حد معاف ہوجاتی ہے اور اس کا رجوع درست ہوتا ہے اگر بعد رجوع بھی اسے مار دیا گیا تو مارنے والوں پر قتل خطا کی دیت واجب ہوتی ہے جو ان کے وارث مرحوم کے عاقلہ کو ادا کریں گے اسلئے حضور انور نے فرمایا

الترمذي وابن ماجة وفي رواية هلا تركتموه لعله أن يتوب فيتوب الله عليه ۔ وعن ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لماعز بن مالك أحق ما بلغني عنك قال وما بلغك عني قال بلغني أنك قد وقعت على جارية آل فلان قال نعم فشهد أربع شهادات فأمر به فرجم رواه مسلم ۔ وعن يزيد بن نعيم عن أبيه أن ماعزا أتى النبي صلى الله عليه وسلم فأقر عنده أربع مرات فأمر برجمه وقال لهزال لو سترته بثوبك كان خيرا لك قال ابن المنكدر إن هزالا أمر ماعزا أن يأتي

(ترمذی، ابن ماجہ، اور ایک روایت میں یوں ہے کہ تم نے انہیں چھوڑ کیوں نہ دیا شاید وہ توبہ کر لیتے تو اللہ ان کی توبہ قبول فرما لیتا لے روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعز ابن مالک سے فرمایا کہ تمہارے متعلق مجھے جو خبر پہنچی ہے کیا وہ سچ ہے عرض کیا میرے متعلق کیا خبر حضور کو پہنچی فرمایا یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے فلاں قبیلہ کی لونڈی سے زنا کیا ہے کے بولے ہاں پھر ماعز نے چار گواہیاں دیں تب حکم دیا گیا وہ رجم کیے گئے گے (مسلم) روایت ہے حضرت یزید ابن نعیم سے وہ اپنے باپ راوی ہیں کہ ماعز نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کے پاس چار بار اقرار کیا تب آپ نے ان کے رجم کا حکم دیا اور ہزال سے فرمایا کہ اگر تم انہیں اپنے کپڑے سے ڈھک لیتے تو تمہارے لئے بہتر ہوتا ابن منکدر کہتے ہیں کہ ہزال نے ماعز کو مشورہ دیا تھا کہ

کر انکو چھوڑ دینا چاہیے تھا۔ لہ خیال ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان ماعز والوں پر دیت واجب کی نہ ناراضی فرمائی کیونکہ ماعز نے صراحۃً رجوع نہ کیا تھا احتمال تھا کہ شاید رجوع کرتے ہوئے بھاگے ہوں یا تکلیف سے بے اختیار بھاگے، اگر صراحۃً رجوع کر لیا ہوتا پھر وہی حکم ہوتا جو عرض کیا گیا اس حدیث اور فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ زانی اگر رجم نہ ہو صرف سچی توبہ کرے جب بھی معافی کی امید ہے مگر رجم سے معافی یقینی ہے اس لئے وہ حضرات اصرار سے رجم ہوتے تھے رضی اللہ عنہم۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ اگر اقراری زانی یا اقراری چور جس کی چوری خراب خودی صرف اس کے اقرار سے ثابت ہو اس کی ثبوت نہ ہو اگر حد جاری کرنے سے پہلے یا درمیان حد میں اقرار سے پھر جائیں تو حد ختم ہو جائے گی۔ کے خیال ہے کہ یہ حدیث گزشتہ اور آئندہ احادیث کے مخالف نہیں بلکہ ان میں اجمال ہے اور اس حدیث میں تفصیل، واقعہ یہ ہوا کہ اولًا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعز سے یہ پوچھا تاکہ ماعز انکار کر کے حد سے بچ جائیں، انہوں نے بجائے انکار کے اقرار کر لیا تب حضور انور نے ان سے منہ پھیر لیا، ان احادیث میں پورا واقعہ بیان نہیں ہوا یہاں پورا بیان ہوا لہذا تعارض نہیں اور حضور انور کا یہ سوال بھی دفع حد کے لئے تھا اور منہ پھیر لینا بھی اسی لئے لہذا احادیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ سے مرقات نے فرمایا یہاں جاریہ بمعنی بیٹی و لڑکی ہے آل زائدہ ہے، اشعہ نے فرمایا کہ جاریہ بمعنی لونڈی ہے، بہرحال محصن مرد خواہ محصنہ عورت سے زنا کرے یا کنواری سے یا لونڈی سے بہرحال اسے رجم کیا جائے کہ وہ خود تو محصن ہے، اشعہ کی روایت درست ہے۔ کہ یہاں گواہیوں سے مراد اقرار ہے کیونکہ یہ چار اقرار چار گواہیوں کے قائم مقام ہوتے ہیں اس لئے انہیں گواہیاں فرمایا گیا جیسے آیت لعان میں الزام زنا اور برأت زنا کو شہادت فرمایا گیا ہے۔ ہے آپ یزید ابن نعیم ابن ہزال اسلمی ہیں تابعی ہیں اور آپ کے والد نعیم صحابی ہیں۔ لہ ہزال حد کے منکر اور ز کے مشہور سے ہے، ان کی لونڈی فاطمہ سے ماعز نے زنا

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُخْبِرَهُ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ ۞ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَافَوُا الْحُدُوْدَ فِيْمَا بَيْنَكُمْ فَمَا بَلَغَنِيْ مِنْ حَدٍّ فَقَدْ وَجَبَ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ ۞ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيْلُوْا ذَوِي الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ إِلَّا الْحُدُوْدَ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ ۞ وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِدْرَءُوا الْحُدُوْدَ

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں حضور کو یہ خبر دیں ۱ (ابوداؤد) ۞ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حدوں کو آپس میں معاف کرلو ۱ ورنہ جو جرم ہم تک پہنچ جائیگا وہ لازم ہوجائے گا ۲ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مروت والوں کی غلطیوں سے درگذر کرو ۱ سوا حدوالے جرموں کے ۲ (ابوداؤد) روایت ہے ان ہی سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاں تک کرسکو

کرلیا تھا ہزال نے اس کا ذکر خود کیا تو ہزال نے انہیں مشورہ دیا کہ تم حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر اقرار کرو تب ماعز بارگاہ عالی میں حاضر ہوئے اس لئے ہزال سے یہ فرمایا۔ ۲ خیال رہے کہ جناب ہزال نے خود حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ عرض نہ کیا بلکہ ماعز کو بھیجا کیونکہ اس واقعہ پر زنا کی شہادت کا نصاب یعنی چار عینی گواہ موجود نہ تھے، اگر ہزال کہتے تو گواہ طلب ہوتے، گواہ پیش نہ ہونے پر اگرچہ انہیں تہمت نہ لگتی کہ مزنیہ لونڈی تھی مگر عتاب میں ضرور آجاتے: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا وہ جرم ہے جس کا اظہار نہ ہونے دینا خفیہ توبہ کرا دینا افضل ہے، فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جس مسلمان نے اپنے بھائی کا عیب پردہ اللہ چھپایا تو اللہ تعالٰی دنیا و آخرت میں اس کے عیب چھپائیگا، مگر جب مجرم زنا کا عادی ہوجائے تو اس کا اظہار کردینا، سزا دلوا دینا بہتر ہے کہ زمین کو فساد و گناہ سے پاک صاف کرنا بہتر ہے خواہ توبہ کے ذریعہ یا سزا کے ذریعہ سے اسکی نفیس تحقیق یہاں مرقات میں مطالعہ فرمائیے کہ کہاں حاکم کو گناہ کی خبر دیکر مجرم کو سزا دلوانا بہتر ہے اور کہاں چھپا لینا افضل۔ ۱ تعافوا میں خطاب عام پبلک کو ہے نہ کہ حکام یا بادشاہوں کو اور حدود سے مراد وہ جرم ہیں جو سبب حد ہوں یعنی حقوق العباد کے جرم حکام تک نہ پہنچاؤ آپس میں ایک دوسرے سے معافی چاہ لو جیسے چور چوری کرکے مالک کو مال واپس کرکے اس سے معافی چاہ لے مکرمت یعنی بھگتنے سے نہ جانے دے۔ ۲ یعنی حاکم کے پاس مقدمہ پہنچ جانے پر معافی نہ ہوسکے گی، اس سے معلوم ہوا کہ شرعی سزا صرف حاکم دے سکتا ہے دوسرا نہیں دے سکتا نیز حاکم کے پاس جرم پہنچنے سے پہلے لازم سزا نہیں مگر پہنچ جانے کے بعد لازم ہوجاتا ہے معاف نہیں ہوسکتا نہ حاکم کے معاف کرنے سے نہ صاحب حق کے معاف کرنے سے۔ خیال رہے کہ یہ امر استحبابی ہے اور چھپانا یا معاف کردینا وہاں ہی بہتر ہے جہاں اس سے فساد نہ ہو ورنہ سزا دلوا دینا نہایت ضروری ہے، لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ ایک حد قائم کرنا چالیس دن کی بارش سے زیادہ مفید ہے۔ ۱ یہاں خطاب حکام و بادشاہ وغیرہا سب سے ہے اور غلطیوں سے مراد وہ جرم ہیں جو حد کا باعث نہ ہوں صرف تعزیر کے لائق ہوں، اور مروت والوں سے مراد متقی و پرہیزگار لوگ ہیں جن کی عزت لوگوں کے دلوں میں ہو یعنی اگر کوئی متقی و پرہیزگار آدمی غلطی سے کوئی ایسا جرم کر بیٹھے جو حد کے لائق

عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنْ كَانَ لَهٗ مَخْرَجٌ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهٗ فَإِنَّ الْإِمَامَ أَنْ يُّخْطِئَ فِي الْعَفْوِ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ يُّخْطِئَ فِي الْعُقُوْبَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ قَدْ رُوِيَ عَنْهَا وَلَمْ يُرْفَعْ وَهُوَ أَصَحُّ. وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ اسْتُكْرِهَتِ امْرَأَةٌ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَرَأَ عَنْهَا الْحَدَّ وَأَقَامَهٗ عَلَى الَّذِيْ أَصَابَهَا وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهٗ جَعَلَ لَهَا مَهْرًا

مسلمانوں سے حدود دفع کرو[1] تو اگر اس کے لئے کوئی راہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو[2] کیونکہ حاکم کا معافی میں غلطی کرنا سزا میں غلطی کرنے سے بہتر ہے[3] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ روایت ام المومنین سے مرفوع نہیں ہوئی زیادہ صحیح ہے روایت ہے حضرت وائل ابن حجر سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک عورت مجبور کر دی گئی[4] تو حضور نے عورت سے حد دفع فرمادی[5] اور زنا کرنے والے پر قائم فرمادی اور یہ ذکر نہ کیا کہ اس عورت کے لئے مہر مقرر فرمایا

نہ ہو تعزیر لگ سکتی ہو تو پہلی بار میں معافی دے دو اس کا رسوا ہونا ہی اسکے لئے کافی سزا ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ روت داول سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے آج پہلی بار غلطی ہوئی ہے وہ جرم کے عادی نہیں۔ [2] یعنی حدود الٰہیہ قائم کرنے میں کسی کا لحاظ نہ کرو۔ فرمایا حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر میری فاطمہ چوری کرلیتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا، یہ فرما کر فاطمہ فزومیہ کا ہاتھ کٹوادیا: خیال رہے کہ حدود سے مراد مطلق حدود ہیں خواہ حقوق الٰہیہ کی ہوں یا حقوق العباد کی، لہذا ہر زانی کو حد اور چور کو ہاتھ کاٹنے کی سزا دی جائیگی خواہ غریب ہو یا چودھری نمبر دار۔ [1] اسی لئے شبہات سے حدود دفع ہو جاتی ہیں لہذا حاکم کو چاہیے کہ مجرم کو شک و شبہ کا فائدہ دے مگر خیال رہے کہ خود رشوت کا فائدہ نہ اٹھائے اس صورت میں یہ حکام سے خطاب ہے یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ حتی الامکان حکام تک مجرم کو نہ لے جاؤ انہیں سزا نہ دلاؤ تب یہ خطاب عوام سے ہے مگر پہلی توجیہ قوی ہے آئندہ مضمون بھی اسی کی تائید کررہا ہے [2] یعنی اے حکام اگر وجہ جانتے ہو کہ مجرم حد سے بچ سکتا ہے تو اس پر حد جاری نہ کیجئے بلکہ معاف کردو اگر کسی صورت سے مجرم بغیر سزا دیئے درست ہوسکتا ہے تو اسے عدالت میں نہ لے جاؤ، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلی عبارت سے واضح ہے

[3] اس جملہ کے دو معنے کئے گئے ہیں ایک یہ کہ اگر امام وحاکم تحقیقات کرنے کے بعد طریقہ خطا اختیار کرے کہ خطاً اسے تعزیر بھی نہ دے یہ بہتر ہے اس سے کہ حاکم کے پاس مقدمہ پہنچ جائے اور پھر وہ حد جاری کرنے میں غلطی کرے کہ غلطی سے حد چھوڑ دے، اس صورت میں یہ خطاب عوام سے ہے، اور دوسرے یہ کہ حاکم مقدمہ سننے کے بعد خطاً ملزم کو سزا نہ دے اسے شک کی بنا پر چھوڑ دے حالانکہ وہ سزا کے لائق تھا یہ اس سے بہتر ہے کہ بے قصور کو سزا دیدے کیونکہ سزا نہ دینے کی صورت میں اللہ کی معافی کی امید ہے کہ مجرم توبہ کر کے نیک بن جائے مگر بے قصور کو سزا دینے میں ظلم بھی ہے اور آئندہ استغفار کی امید بھی نہیں مثلاً محصن زانی کو حاکم کہے کہ شاید تو نے بوسہ لیا ہوگا یا چھو لیا ہوگا وغیرہ اور ملزم کہے جی ہاں میں نے یہی کیا تھا اور رجم سے بچ جائے تو اگرچہ رجم کے لائق تھا مگر حاکم گنہگار نہیں اور مجرم کے توبہ کی امید ہے لیکن اگر اسے بلا تحقیق رجم کردیا گیا اور وہ تو رجم و حد رجم کے لائق نہ تھا تو اب تلافی کیسے ہوسکے گی اب بھی حکومتیں قتل کی سزا میں بڑی تحقیق کرتی ہیں کبھی شک کا فائدہ دے کر بری کر دیتی ہیں یہی توجیہ قوی ہے (مرقات واشعہ) حتی کہ اگر زانی مجرم کو زنا حرام ہونے کا پتہ نہ ہو تو حد نہ لگے گی۔ [4] اس طرح کہ کسی نے جبراً زنا کر لیا۔ [5] معلوم ہوا کہ جبراً زنا پر حد نہیں مگر یہ حکم عورت کے متعلق ہوسکتا ہے زانی مرد یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے مجبوراً زنا کیا تھا فلاں شخص نے مجھے زنا

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. وَعَنْهُ أَنَّ امْرَأَةً خَرَجَتْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرِيْدُ الصَّلٰوةَ فَتَلَقَّاهَا رَجُلٌ فَتَجَلَّلَهَا فَقَضٰى حَاجَتَهُ مِنْهَا فَصَاحَتْ وَانْطَلَقَ وَمَرَّتْ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَتْ إِنَّ ذٰلِكَ الرَّجُلَ فَعَلَ بِيْ كَذَا وَكَذَا فَأَخَذُوا الرَّجُلَ فَأَتَوْا بِهٖ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا اذْهَبِيْ فَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكِ وَقَالَ لِلرَّجُلِ الَّذِيْ وَقَعَ عَلَيْهَا ارْجُمُوْهُ وَقَالَ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَّوْ تَابَهَا أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ

(ترمذی)؛ روایت ہے انہی سے کہ ایک عورت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نماز کے ارادہ سے نکلی[1] کہ ایک مرد اسے ملا تو اس پر چھا گیا[2] اس سے اپنی ضرورت پوری کرلی[3] وہ چیخی مرد چلا گیا مہاجرین کی ایک جماعت گزری وہ عورت بولی کہ اس شخص نے مجھ سے ایسا ایسا کیا[4] لوگوں نے اس شخص کو پکڑ لیا پھر اسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو حضور نے اس عورت سے فرمایا تو جا تجھے اللہ نے بخش دیا[5] اس شخص سے فرمایا جو اس پر چھا گیا تھا اسے رجم کردو[6] اور فرمایا یقینًا اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر یہ توبہ سارے مدینہ والے کرتے تو ان سب کی قبول ہو جاتی[7]

کرنے پر مجبور کیا تھا؛ [11] کیونکہ یہ صحبت محض زنا تھی، اور زنا حرام ہے، تو حرام شئے کا مہر یا اجرت نہیں جن احادیث میں وارد ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے مہر دلوایا وہاں وطی بالشبہ کی صورت تھی کہ مرد کسی اجنبی کو اپنی بیوی سمجھ کر اس سے صحبت کرے یا نکاح فاسد سے صحبت کرے وہاں مہر دینا لازم ہوتا ہے۔

[1] یعنے اپنے گھر سے مسجد نبوی شریف کی طرف جا رہی تھی نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے اور زمانۂ رسالت میں عورتوں کو مسجدوں میں حاضری کا حکم تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی ممانعت فرمائی حالات زمانہ کو ملاحظہ فرما کر اب چونکہ عورتیں بازاروں سینماؤں اسکولوں کالجوں اور بے دینوں کے جلسوں سے نہیں رکتیں لہذا انہیں مسجدوں کی جماعت سے بھی نہ روکو کہ یہاں آکر کچھ شرعی احکام تو سن جائیں گی۔ [2] تجلل بنا ہے جل سے بمعنی جھول یعنے وہ مرد جھول کی طرح اس کو لپٹ گیا جیسے گھوڑے پر جھول پڑ جاتی ہے کہ عورت اس سے چھوٹ نہ سکی [3] یعنی اس سے زنا کرلیا: خیال رہے کہ تمام صحابہ معصوم یا محفوظ نہیں بلکہ عادل یا مستور ہیں، عادل وہ جو گناہ اگرچہ کرے مگر اس پر قائم نہ رہے، فاسق وہ جو علانیہ گناہ کبیرہ کرے یا گناہ صغیرہ کا عادی ہو جائے، مستور وہ جس کا گناہ ظاہر نہ ہو، مستور فاسق نہیں ہوتا لہذا اس واقعہ پر یہ اعتراض نہیں کہ تم تمام صحابہ کو عادل کہتے ہو، حالانکہ ان میں سے بعض سے ایسے گناہ سرزد ہوئے، صحابہ کی عدالت پر قرآنی آیات شاہد ہیں، دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ۔

[4] یعنی جبرًا زنا کیا، ہکذا وکذا کنایہ یا تو اس بی بی کا قول ہے یا بی بی نے تو صراحۃً زنا کہا تھا راوی نے اسے اس طرح روایت کیا پہلے کذا سے چھا جانا مراد ہے، دوسرے کذا سے زنا مراد۔ [5] یہاں بخشنے سے مراد پکڑ نہ فرمانا ہے یعنی اس زنا پر قیامت میں تیری پکڑ نہ ہوگی کیونکہ تو مجبور و معذور تھی راضی نہ تھی اور دنیا میں تجھ پر حد قائم نہ ہوگی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بخشش تو گناہ کی ہوتی ہے جب وہ عورت گنہگار ہی نہ ہوئی تو اس کی بخشش کے کیا معنے۔

[6] یہ شخص محصن تھا اور اس نے چار بار زنا کا اقرار کرلیا تھا تب اس کے رجم کا حکم دیا ورنہ اس زنا پر چار عینی گواہ نہ تھے صرف عورت کے کہنے سے مرد کو زنا کی سزا نہیں دی جاسکتی، یہ اقرار زنا کرکے اپنے کو رجم کرا لینا اعلیٰ درجہ کی توبہ ہے۔ [7] اس فرمان عالی سے اس کی توبہ کی عظمت کا اظہار مقصود ہے ورنہ

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلًا زَنَا بِامْرَاَةٍ فَاَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجُلِدَ الْحَدَّ ثُمَّ اُخْبِرَ اَنَّهٗ مُحْصَنٌ فَاَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ كَانَ فِي الْحَيِّ مُخْدَجٍ سَقِيْمٍ فَوُجِدَ عَلٰى اَمَةٍ مِّنْ اِمَائِهِمْ يَخْبُثُ بِهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوْا لَهٗ عِثْكَالًا فِيْهِ مِائَةُ شِمْرَاخٍ فَاضْرِبُوْهُ ضَرْبَةً رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ

(ترمذی، ابوداؤد) ؛ روایت ہے حضرت جابر سے کہ ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق حکم دیا لہٰذا کوڑے مارے گئے ۱؎ پھر خبر دی گئی کہ وہ محصن ہے تو حکم دیا رجم کیا گیا ۲؎ (ابوداؤد) ؛ روایت ہے حضرت سعید ابن سعد ابن عبادہ سے کہ سعد ابن عبادہ ۳؎ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کو لائے جو قبیلہ میں تھا ناقص الخلقت بیمار ۴؎ وہ ان کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی پر بدکاری کرتے پایا گیا ۵؎ تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بڑی شاخ لو جس میں سو چھوٹی شاخیں ہوں ۶؎ ایک بار مار دو ۷؎ (شرح سنہ) اور

توبہ کی تقسیم نہیں ہوتی یعنی اگر یہ توبہ قابل تقسیم ہوتی اور اس کے حصے اہل مدینہ کی تعداد کے برابر کئے جاتے تو ہر ایک کو اس توبہ کا ایک حصہ نصیب ہو جاتا تو سب کی بخشش ہو جاتی اختر اکبر۔ ۱؎ یا تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کے غیر محصن ہونے کی غلط خبر ملی یا اس زمانہ میں حد کی زیادہ تحقیقات نہ کی جاتی تھی اس لئے گمان پر کوڑے مارے گئے (مرقات) ہمارا خیال ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو رب تعالٰی نے علوم غیبیہ بخشے مگر ان علوم کا ہر وقت حضور نہیں ہوتا کبھی وہ حضرات عالم کے ذرہ ذرہ سے خبردار ہوتے ہیں کبھی اپنے سے بھی بے خبر شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا ہے

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم ؛ گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

نیز حاکم اپنے علم خصوصی پر کسی کو سزا نہیں دے سکتا، ثبوت شرعی پر سزا دی جاتی ہے لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ اگر غلطی سے بجائے رجم کے کوڑے مار دیئے گئے تو یہ کوڑے رجم کے قائم مقام نہ ہوں گے رجم علیحدہ کیا جاوے گا لیکن اگر بجائے کوڑوں کے رجم کر دیا گیا تو یہ رجم کوڑوں کا نائب ہو جاوے گا اور محصن بتانے کی خبر دینے والے پر اس کی جان کا تاوان ہوگا جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ ۳؎ حق یہ ہے کہ سعید ابن سعد تابعین میں سے ہیں اگرچہ بعض محدثین نے انہیں صحابی مانا اور سعد ابن عبادہ مشہور صحابی انصاری خزرجی ہیں بیعت عقبہ میں حاضر ہوئے نقیب مقرر ہوئے آپ کو غسل خانہ میں جنات نے قتل کیا بہت دیر کے بعد آپ کی موت کا پتہ لگا (مرقات) آپ کی وفات مقام حوران ملک شام میں ۱۵ھ میں عہد فاروقی میں ہوئی (اکمال)۔ ۴؎ اور بیماری ناقابل علاج جس کے بعد صحت کی امید نہیں، اگر صحت کی امید ہوتی تو تندرست ہونے کے بعد کوڑے لگائے جاتے، جیسے حاملہ زانیہ کو حمل جننے کے بعد حد لگائی جاتی ہے (لمعات)۔ ۵؎ یا تو چند شخصوں نے اسے زنا کرتے دیکھا جن کی گواہی سے حد قائم ہوئی یا دیکھا تو ایک دو نے مگر اس نے خود اقرار کر لیا پہلی بات زیادہ قوی ہے۔ ۶؎ عثکال اور شمراخ دونوں کے معنی ہیں شاخ مگر عثکال بڑی اور موٹی شاخ کو کہتے ہیں جس میں چھوٹی چھوٹی شاخیں اور ہوں ان چھوٹی شاخوں کو شمراخ کہا جاتا ہے جیسے اردو میں ڈال اور ٹہنی عثکال کے معنی گچھا کرنا غلط ہے کہ وہ بڑے درخت کا ہوتا ہے اور اٹھ نہیں سکتا۔ ۷؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوڑے کی سزا میں شرط

ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهُ۔ وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَجَدْتُمُوْهُ يَعْمَلُ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ فَاقْتُلُوا الْفَاعِلَ وَالْمَفْعُوْلَ بِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى بَهِيْمَةً فَاقْتُلُوْهُ وَاقْتُلُوْهَا مَعَهٗ قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا شَانُ الْبَهِيْمَةِ قَالَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ

ابن ماجہ کی روایت بھی اسی طرح ہے۔ روایت ہے حضرت عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباس سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم جسے قوم لوط کا کام کرتے پاؤ ۱؎ تو فاعل و مفعول دونوں کو قتل کردو ۲؎ (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے ۳؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو جانور سے صحبت کرے تو اسے قتل کردو ۴؎ اور جانور کو بھی اس کے ساتھ قتل کردو ۵؎ ابن عباس سے کہا گیا کہ جانور کا کیا قصور ہے ۶؎ فرمایا میں نے اس بارے میں رسول اللہ

یہ ہے کہ قسم بھی نہ ٹوٹے، یہ ایک قسم کا حیلہ ہے کہ حکم قرآنی جاری بھی ہو جائے اور ملزم ہلاک بھی نہ ہو، اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ، اے ایوب اپنی زوجہ کو جھاڑو سے مارو اپنی قسم نہ توڑو۔ امام شافعی اس حدیث کی بنا پر فرماتے ہیں کہ بیمار زانی کی حد فوراً لگائی جائے دیر نہ کی جائے۔ امام ابو حنیفہ و مالک و جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اگر بیمار کے اچھے ہونے کی امید نہ ہو جیسے دق سل وغیرہ تو حد یونہی لگائی جائے لیکن اگر اچھے ہو جانے کی امید ہو تو حد میں دیر لگائی جائے اچھے ہو جانے پر باقاعدہ کوڑے لگائے جائیں جیسے حاملہ بالزنا کا حکم ہے (اشعہ، مرقات) ۱؎ اس پانے سے مراد ہر مجرم ہے شادی شدہ ہو یا کنوارا اور پانے سے مراد صرف دیکھنا نہیں بلکہ جاننا ہے یعنی جس شخص کا اغلام ثابت ہو جائے، اغلام ثابت ہونے کیلئے دو گواہ یا ایک بار اقرار کافی ہوگا دوسرے جرموں کی طرح کیونکہ یہ زنا نہیں نہ اس کی سزا زنا کی سی ہے۔ خیال رہے کہ یہاں لڑکے سے بدکاری مراد ہے اجنبی عورت سے دبر میں بدفعلی کرنے کا حکم یہ نہیں کیونکہ یہ عمل قوم لوط نہیں، اپنی بیوی سے دبر میں وطی حرام ہے مگر اس پر بھی یہ سزا نہیں (از مرقات مع الزیادۃ) ۲؎ خیال رہے کہ امام اعظم کے نزدیک لواطت میں حد نہیں بلکہ تعزیر ہے اور حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالی بطور تعزیر قتل کے لئے ہے صاحبین اور امام شافعی کے ہاں لواطت کا حکم زنا کا سا ہے کہ فاعل اگر محصن ہے تو رجم کیا جائیگا اور اگر غیر محصن ہے تو سو کوڑے لگائے جائیں گے، امام مالک و احمد کے نزدیک بہرحال رجم کیا جائے گا محصن ہو یا غیر محصن، مگر امام اعظم کا قول بہت قوی ہے کیونکہ یہاں سزا قتل تجویز فرمائی گئی، زنا کی سزا قتل نہیں، نیز یہاں قتل کو عام فرمایا گیا خواہ تلوار سے ہو یا اونچے مکان سے گرا کر یا اس پر دیوار گرا کر اسی لئے حضرات صحابہ کرام کا عمل اس کے قتل میں مختلف رہا، اس اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعًا سزا مقرر نہیں ورنہ حد میں شرعی تقرر ضروری ہے۔ بہرحال قول امام اعظم بہت ہی قوی ہے خود یہ حدیث تائید کر رہی ہے نیز یہ فاقتلوا جانور سے بدفعلی کے لئے بھی آیا ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے مگر تمام کا اتفاق ہے کہ جانور سے بدفعلی کرنے میں حد نہیں تعزیر ہے تو یہاں بھی تعزیر ہی چاہیے کہ فرمان کے الفاظ عالیہ یکساں ہیں۔ ۳؎ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں یوں ہے وعنہ عن ابن عباس یعنی روایت ہے حضرت عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباس سے راوی، مگر ان دونوں میں کوئی فرق نہیں (مرقات)۔ ۴؎ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ فرمان عالی بطور تعزیر ہے قتل اس کی حد شرعی نہیں، پھر اس میں گفتگو ہے کہ قتل سے یہاں کیا مراد ہے بعض نے فرمایا سخت مار پیٹ، بعض نے فرمایا جان نکال دینا خواہ تلوار سے ہو یا اونچے مکان سے گرا کر یا اس پر دیوار ڈھا کر (لمعات، مرقات و اشعہ)۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذٰلِكَ شَيْئًا وَلٰكِنْ اَرَاهُ كَرِهَ اَنْ يُّؤْكَلَ لَحْمُهَا اَوْ يُنْتَفَعَ بِهَا وَقَدْ فُعِلَ بِهَا ذٰلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِيْ عَمَلُ قَوْمِ لُوْطٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ بَكْرِ بْنِ لَيْثٍ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقَرَّ اَنَّهٗ زَنٰى بِامْرَاَةٍ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَجَلَدَهٗ مِائَةً وَكَانَ بِكْرًا ثُمَّ سَاَلَهُ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمَرْاَةِ فَقَالَتْ كَذَبَ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَجُلِدَ حَدَّ الْفِرْيَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ

صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہ سنا لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ حضور نے یہ ناپسند فرمایا کہ اس کا گوشت کھایا جائے یا اس سے نفع اٹھایا جائے حالانکہ اس کے ساتھ یہ حرکت کی جاچکی ہے ۱؎ (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جن چیزوں سے میں اپنی امت پر خوف کرتا ہوں ان میں سے بڑی خوفناک چیز قوم لوط کا کام ہے ۲؎ (ترمذی ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ قبیلہ بکر ابن لیث کا ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ۳؎ تو اس نے ایک عورت سے زنا کا اقرار چار بار کرلیا ۴؎ چنانچہ اس کو سو کوڑے لگائے کہ تھا وہ کنوارا پھر اس سے عورت پر گواہ مانگے ۵؎ عورت بولی یارسول اللہ اللہ کی قسم اس نے جھوٹ بولا ۶؎ تو اسے بہتان کی حد لگائی ۷؎ ابوداؤد روایت ہے

۱؎ حق یہ ہے کہ یہ حکم ہر جانور کے لئے خواہ حلال ہو جیسے بکری گائے وغیرہ یا حرام ہو جیسے کتیا گدھی وغیرہ بہرحال اسے بھی قتل کردیا جائے قتل فرمانے میں اشارہ اس طرف ہے کہ اسے ذبح نہ کیا جائے کہ جانور کا ذبح صرف کھانے کیلئے ہوتا ہے اسے کھانا نہیں صرف مار کر جلادینا یا دفن کردینا ہے یہ جانور کا قتل یا اس لئے ہے تاکہ اس سے مخلوط بچہ نہ پیدا ہوجائے جو آدمی اور جانور کی مخلوط شکل رکھتا ہو تاکہ اس کی بقا سے اس فعل کا چرچہ نہ ہو اور اس کی بدنامی نہ ہو ۲؎ یعنی اس شخص کا قتل تو عقل میں آتا ہے کہ اس نے بڑا سخت جرم کیا مگر جانور کا قتل عقل میں نہیں آتا کہ وہ بے قصور ہے بے قصور کو سزا کیسی ۳؎ یعنی جانور کا قتل سزا نہیں بلکہ اس چرچہ کو بند کرنے کے لئے ہے اور جب غذا یا علاج کے لئے جانور کو ذبح کرنا درست ہے اسی طرح اس فائدے کیلئے بھی اس کا قتل جائز ہے یہاں اشعہ نے فرمایا کہ یہ حکم بطور تشدید ہے وجوبی حکم نہیں ہے ۴؎ یعنی میری امت بڑے بڑے گناہ کرے گی وہ سب ہی خطرناک ہیں کہ عذاب الٰہی کا باعث ہیں مگر ان سب میں زیادہ خطرناک یہ گناہ ہے جو ابھی ذکر ہورہا ہے ۵؎ کہ یہ جرم بدترین بدکاری ہے اور میری امت میں عام پھیل جائیگا اس مخبر صادق دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت بلیغ کے قربان کہ جو زبان فیض ترجمان سے نکلا ہو کر رہا آجکل یہ جرم بہت بری طرح پھیلا ہوا ہے محض نبی اللہ تعالٰی محفوظ رکھے ۶؎ کہ اس شخص کا نام معلوم نہ ہوسکا ۷؎ یعنی اسطرح اقرار کیا کہ میں نے فلاں عورت سے زنا کیا ہے گذشتہ اقراروں میں کسی عورت کا نام نہ لیا گیا تھا مگر اس اقرار میں اپنے جرم کا اعتراف ہے اور اس عورت پر زنا کا الزام ۸؎ یعنی اسے اپنے اقرار کی وجہ سے کوڑوں کی سزا دی گئی مگر اس اقرار سے عورت پر الزام ثابت نہیں ہوتا اپنا اقرار خود اپنے لئے معتبر ہے دوسرے کیلئے نہیں اسلئے اب اس سے اس گواہی کا مطالبہ ہوا ۹؎ جب وہ گواہ پیش نہ کرسکا اور عورت سے سوال ہوا اس نے اپنے متعلق اقرار نہ کیا بلکہ مرد کو جھٹلا دیا ۱۰؎ یعنی اسی کوڑے اس بہتان کی سزا عجیب لطف ہے کہ ایک اقرار اپنے لئے اقرار ہے دوسرے کے لئے بہتان:

عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَ عُذْرِيْ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ فَلَمَّا نَزَلَ مِنَ الْمِنْبَرِ أَمَرَ بِالرَّجُلَيْنِ وَالْمَرْأَةِ فَضُرِبُوْا حَدَّهُمْ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ أَبِيْ عُبَيْدٍ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ عَبْدًا مِنْ رَقِيْقِ الْإِمَارَةِ وَقَعَ عَلَى وَلِيْدَةٍ مِنَ الْخُمُسِ فَاسْتَكْرَهَهَا حَتَّى اقْتَضَّهَا فَجَلَدَهُ عُمَرُ وَلَمْ يَجْلِدْهَا مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ

عائشہ سے فرماتی ہیں جب میری پاکدامنی قرآن مجید میں نازل ہوئی[۱] تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر پر قیام فرمایا اس کا ذکر فرمایا جب منبر سے اترے تو دو مردوں، ایک عورت کے متعلق حکم دیا تو انہیں ان کی سزا دی گئی[۲] (ابوداؤد)۔ فصل تیسری روایت ہے حضرت نافع سے[۳] کہ صفیہ بنت ابی عبید نے انہیں خبر دی[۴] کہ حکومت کے غلاموں میں سے ایک غلام[۵] خمس کی لونڈیوں میں ایک سے الجھ گیا اسے مجبور کر دیا حتی کہ اس کی بکارت توڑ دی[۶] تو حضرت عمر نے غلام کے کوڑے لگائے اور لونڈی کے نہ لگائے

نسبت بدلنے سے حال بدل جاتا ہے۔ [۱] یعنی جب بعض لوگوں نے بہتان لگایا اور رب تعالٰی نے میری پاکدامنی کی گواہی دیتے ہوئے سورۂ نور کی سولہ آیات اتاریں۔ خیال رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور بی بی مریم کو بہتان لگے تو بچوں سے گواہی دلوائی گئی، مگر جب محبوب کے گھر کا واقعہ پیش آیا تو رب تعالٰی نے شیرخوار بچوں یا پتھر و درخت سے گواہی نہ دلوائی بلکہ خود براہ راست گواہی دی یہ ہے اس محبوبہ محبوب کی عزت و عظمت۔ شعر

دی گواہی آپ کی عفت کی سورۂ نور نے | مدح کرتا ہے تری عصمت کی خود قرآن ہیں

[۲] وہ مرد حضرت حسان ابن ثابت نعت خوان رسول اللہ اور مسطح ابن اثاثہ ہیں اور عورت حمنہ بنت جحش یعنی ام المؤمنین زینب بنت جحش کی بہن چونکہ انکے منہ سے صراحۃً بہتان کے الفاظ نکل گئے تھے اسلئے انہیں بہتان کی سزا ملی۔ عبداللہ ابن ابی اور دوسرے منافقین اگرچہ اس جرم میں پیش پیش تھے مگر صراحۃً بہتان کے الفاظ نہ بولے، اسلئے وہ سزا سے بچ گئے لہذا آیہ پر یہ اعتراض نہیں کہ عبداللہ ابن ابی منافق کے متعلق تو قرآن کریم فرماتا ہے والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب الیم کہ اس موذی کو دردناک عذاب آخرت میں ہوگی۔ خیال رہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عصمت و عفت ایمان، تقوی ایسا ہی یقینی ہے جیسے اللہ تعالٰی کا ایک ہونا یا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا رسول ہونا کیونکہ ان کے متعلق رب تعالٰی فرماتا ہے اولئک مبرءون مما یقولون لھم مغفرۃ و اجر عظیم لہذا اب جو مردود ان سرکار کو بہتان لگائے وہ بہتان کی سزا کا بھی مستحق ہے اور کافر بھی کہ قرآن کریم کا منکر ہے۔ [۳] حضرت نافع جناب عبداللہ ابن عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں امام القراء ہیں مدینہ منورہ میں آپ کا مزار مبارک ہے اس گنہگار نے بارہا زیارت کی ہے۔ [۴] صفیہ بنت ابو عبید مختار ابن ابی عبید کی بہن ہیں اور حضرت عبداللہ ابن عمر کی زوجہ، تابعین میں سے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ، حفصہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہے ان کے والد ابو عبید جلیل القدر صحابی ہیں آپ کا بیٹا مختار ابن ابی عبید بڑا فاسق و فاجر ہے اسے محدثین مختار کذاب کہتے ہیں جیسے حجاج کو مبیر یعنی خونخوار ظالم کہا جاتا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک مبیر اور ایک کذاب ہوگا مبیر تو حجاج ہے اور کذاب یہی مختار، اللہ کی شان ہے کہ زندوں سے مردے پیدا فرماتا ہے۔ [۵] یہ واقعہ خلافت فاروقی کا ہے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکومت کے ایک غلام نے۔ [۶] اقتض ف سے بھی آتا ہے اور قاف سے بھی، اس کا مصدر اقتضاض ہے مادہ فض یا قض دونوں کے معنی ایک ہی ہوتے ہیں یعنی کنواری لڑکی سے صحبت کرکے اس کا پردۂ بکارت زائل کر دینا۔ یہاں مشکوٰۃ شریف میں قاف سے ہے (دیکھئے مرقات و لمعات)۔

أُسْتُكْرِهَهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَعَنْ يَزِيْدَ بْنِ نُعَيْمِ بْنِ هَزَّالٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ يَتِيْمًا فِيْ حِجْرِ أَبِيْ فَأَصَابَ جَارِيَةً مِّنَ الْحَيِّ فَقَالَ لَهُ أَبِيْ ائْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبِرْهُ بِمَا صَنَعْتَ لَعَلَّهُ يَسْتَغْفِرُ لَكَ وَإِنَّمَا يُرِيْدُ بِذٰلِكَ رَجَاءَ أَنْ يَّكُوْنَ لَهُ مَخْرَجًا فَأَتَاهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ زَنَيْتُ فَأَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللّٰهِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَعَادَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ زَنَيْتُ فَأَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللّٰهِ حَتّٰى قَالَهَا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ قَدْ قُلْتَهَا أَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَبِمَنْ قَالَ بِفُلَانَةٍ قَالَ هَلْ ضَاجَعْتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ بَاشَرْتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ هَلْ جَامَعْتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُّرْجَمَ

کیونکہ اس نے اسے مجبور کیا تھا (بخاری)۱؎ روایت ہے حضرت یزید ابن نعیم ابن ہزال سے وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ ماعز ابن مالک میرے والد کی پرورش میں یتیم تھے۲؎ انہوں نے قبیلہ کی لڑکی سے زنا کرلیا تو ان سے میرے باپ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور جو کچھ تم نے کیا ہے اسکی خبر دو شاید حضور انور تمہارے لیے دعائے مغفرت فرمادیں اس سے میرے والد کا ارادہ صرف یہ امید تھی کہ انکے لیے کوئی راہ نکل آئے۳؎ چنانچہ وہ حضور کی خدمت میں آئے بولے یا رسول اللہ میں نے زنا کرلیا تو مجھ پر اللہ کی کتاب قائم فرمائیے۴؎ تو حضور نے اس سے منہ پھیر لیا وہ پھر لوٹے بولے یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے مجھ پر کتاب اللہ قائم فرمایئے یہاں تک کہ انہوں نے چار بار یہ کہا تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے یہ چار بار کہا ہے تو بتاؤ کس سے زنا کیا ہے۵؎ بولے فلاں عورت سے فرمایا کیا تم اسکے ساتھ لیٹے عرض کیا ہاں فرمایا کیا تم نے اسے چپٹایا عرض کیا ہاں فرمایا کیا تم نے اس سے صحبت کی۶؎ عرض کیا ہاں۷؎ راوی کہتے ہیں تب ان کو رجم کیے جانے کا حکم فرمایا

۱؎ اسکی تحقیق پہلے ہوچکی کہ مجبورًا زنا پر سزا نہیں چونکہ لونڈی مجبور کی گئی تھی اسلئے اسے سزا نہ دی گئی ۲؎ آپ تابعی ہیں آپکے باپ نعیم صحابی ہیں اور دادا ہزال ہیں یہ بھی صحابی ہیں حضرت ماعز کے والد فوت ہوچکے تھے تو انہیں ہزال نے خود اپنی گود میں پالا تھا۔ ۳؎ یعنی اپنی قوم کی لڑکی سے زنا کرلیا، بعض شارحین نے فرمایا ہے کہ وہ لڑکی خود ہزال کی لونڈی تھی جس کا نام فاطمہ تھا۔ ۴؎ اور حضور کی بارگاہ میں جاکر اپنے قصور کی توبہ کرو جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہورہا ہے اس سے پتہ لگا کہ حضرات صحابہ حضور کو مشکل کشا جانتے تھے آپکے آستانہ کو رب تعالٰی کا دروازہ سمجھتے تھے اسی لیے رب تعالٰی کے گناہ بخشوانے حضور کے دروازہ پر بھیجتے تھے کیونکہ انہیں خود رب تعالٰی نے فرمایا ولو انھم اذ ظلموا انفسھم الآیۃ اور بنی اسرائیل سے فرمایا ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ

۵؎ یعنی انہیں یہ امید تھی کہ ان پر شرعی سزا جاری ہوگی وہ سمجھے کہ زنا کی سزا اسے دی جاتی ہے جس کا زنا گواہی سے ثابت ہوا اقراری مجرم سے توبہ کرالی جاتی ہے اس زنا پر گواہ نہ تھے۔ ۶؎ کتاب اللہ سے مراد اللہ تعالٰی کا حکم ہے جو بندوں پر لکھا جاچکا ہے قرآن کریم مراد نہیں اور ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہی ہو اور اس وقت تک رجم کی سزا کی آیت قرآن کریم میں موجود تھی اس کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی تھی۔ ۷؎ اس سے معلوم ہوا کہ ماعز مجلس مبارک سے چلے گئے تھے غائب ہوگئے تھے پھر واپس آئے۔ ۸؎ حاکم عورت کا سوال اسلئے کرے کہ کبھی بعض کم عقل لوگ اپنی بیوی سے بحالت حیض صحبت کرلینے کو زنا سمجھ جاتے ہیں یا وطی بالشبہ کو زنا کہہ دیتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہر حرام صحبت زنا ہے حالانکہ یہ غلط ہے لہذا اس سوال پر یہ شبہ نہیں کہ عورت کا راز کیوں فاش کرایا نیز یہاں حد قذف لگنے کا احتمال نہیں کیونکہ رجم کے بعد حد قذف کیسی ۹؎ یعنی مباشرت کی

فَأُخْرِجَ بِهٖ إِلَى الْحَرَّةِ فَلَمَّا رُجِمَ فَوَجَدَ مَسَّ الْحِجَارَةِ جَزِعَ فَخَرَجَ يَشْتَدُّ فَلَقِيَهُ عَبْدُ
اللّٰهِ بْنُ أُنَيْسٍ وَقَدْ عَجَزَ أَصْحَابُهُ فَنَزَعَ لَهُ بِوَظِيفِ بَعِيرٍ فَرَمَاهُ بِهٖ فَقَتَلَهُ ثُمَّ
أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ هَلَّا تَرَكْتُمُوهُ لَعَلَّهُ أَنْ يَتُوبَ
فَيَتُوبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيْهِمُ الزِّنَا إِلَّا أُخِذُوْا بِالسَّنَةِ وَمَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ
فِيْهِمُ الرِّشَا إِلَّا أُخِذُوْا بِالرُّعْبِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ

انہیں حرہ کی طرف نکالا گیا۱؎ پھر جب انہیں رجم شروع ہوا انہوں نے پتھروں کی تکلیف پائی تو گھبرا گئے بھاگے دوڑتے نکل گئے۲؎ پھر انہیں
عبداللہ ابن انیس ملے حالانکہ ان کے ساتھی عاجز آچکے تھے۳؎ تو انہوں نے اونٹ کی پنڈلی نکال اس سے انہیں مارا کہ قتل کردیا۴؎ پھر وہ نبی کریم
صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۵؎ اور حضور سے اس کا ذکر کیا فرمایا تم نے انہیں چھوڑ کیوں نہ دیا شاید وہ توبہ کرلیتے تو رب ان
کی توبہ قبول فرمالیتا۶؎ (ابوداؤد)۷؎ روایت ہے حضرت عمرو ابن العاص سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کو فرماتے سنا کہ نہیں ہے کوئی قوم جس میں زنا پھیل جائے مگر وہ قحط سالی سے پکڑے جاتے ہیں۸؎ اور نہیں ہے کوئی قوم جن
میں رشوت عام ہوجائے۹؎ مگر وہ مرعوبیت سے پکڑے جاتے ہیں۱۰؎ (احمد) روایت ہے حضرت ابن عباس و ابوہریرہ سے کہ رسول

مراد صحبت کرنا ہے نہ کہ فقط جسم چھونا کیونکہ یہ تمام سوالات تو پہلے ہوچکے ہیں۔ ۱۰؎ معلوم ہوا کہ اقرار زنا کیلئے لفظ ہاں کہہ دینا بھی کافی ہے۔ ۱۱؎ اخرج بذاتہ خود
متعدی ہے اور بہ کی ب زائدہ ہے جس سے اخرج کے متعدی ہونے کی تائید مقصود ہے جیسے قرآنی آیت تنبت بالدھن کی ب (مرقات) حرہ مدینہ منورہ کی پتھریلی زمین کا نام
ہے معلوم ہوا کہ رجم شہر سے باہر ہونا اچھا ہے۔ حق یہ ہے کہ ماعز کو پہلے عیدگاہ کی طرف لے جایا گیا وہاں سے بحالت رجم بھاگ کر حرہ میں پہنچ گئے لہذا حدیث ان احادیث
کے خلاف نہیں جن میں عیدگاہ لے جانے کا ذکر ہے۔ ۱؎ رجم گاہ کے علاقہ سے نکل گئے۔ ۲؎ عبداللہ ابن انیس کے ساتھی جو رجم کررہے تھے یا ماعز کے ساتھی جو رجم میں شریک تھے
وہ عاجز آچکے تھے کہ پکڑ نہ سکتے تھے۔ ۳؎ وظیف لغت میں گھٹنے یا اونٹ کی ہاتھ یا پاؤں کی پتلی ہڈی ہے (قاموس) اور مطلب یہ ہے کہ وظیف بعیر اونٹ کی پنڈلی کی
ہڈی یعنی انہوں نے یہ ہڈی لاٹھی کی طرح نہ ماری بلکہ پتھر کی طرح پھینک کر ماری اسی لیے رماہ فرمایا لہذا رجم کے معنی بالکل درست ہیں۔ ۴؎ یہاں قتل سے مراد جان
نکال دینا ہے نہ کہ عرفی قتل کہ وہ تو دھار دار آلہ سے ہوتا ہے۔ ۵؎ یعنی عبداللہ ابن انیس حاضر ہوئے آپ انصاری ہیں اسلمی جہنی ہیں غزوہ احد میں شریک
ہوئے۔ ۶؎ یعنی اگر سزا ختم بھی پاتے اور خود ہی توبہ قبول کرلیتے ممکن تھا کہ ان کی مغفرت ہوجاتی اس سے معلوم ہوا کہ زنا کی سزا بفضلہ تعالیٰ یقینی کفارہ ہے
صرف توبہ میں بخشش کی امید ہے یقین نہیں (مرقات) یہ ہے کہ پھر غامدیہ عورت نے بھی چار بار اقرار زنا کیا اور وہ بھی رجم کردی گئی۔ ۸؎ یعنی جب قوم میں زنا پھیل
جائے کہ لوگ عموماً کرنے لگیں تو قحط پھیلے گا خواہ اس طرح کہ بارش بند ہوجائے اور پیداوار نہ ہو۔ یا اس طرح کہ پیداوار تو ہو مگر کھانا نصیب نہ ہو۔
دوسری قسم کا قحط سخت عذاب ہے جیسا کہ آجکل دیکھا جارہا ہے کہ پیداوار بہت ہے مگر قحط و گرانی کی حد ہوگئی یہ آج کل کی حرام کاری کا نتیجہ ہے۔

اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَلْعُوْنٌ مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوْطٍ رَوَاهُ رَزِيْنٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ عَلِيًّا اَحْرَقَهُمَا وَاَبَا بَكْرٍ هَدَمَ عَلَيْهِمَا حَائِطًا ۰ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلٰى رَجُلٍ اَتٰى رَجُلًا اَوِ امْرَاَةً فِيْ دُبُرِهَا
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۰ وَعَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ اَتٰى بَهِيْمَةً فَلَا
حَدَّ عَلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ اَنَّهٗ قَالَ

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنتی ہے وہ جو قوم لوط کا سا کام کرے ۱؎ (رزین) اسی کی ایک روایت میں حضرت ابن عباس سے ہے کہ حضرت علی نے ان دونوں کو جلایا اور ابوبکر صدیق نے ان دونوں پر دیوار گرائی ۲؎ روایت ہے ان ہی سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس پر نظر رحمت نہ کرے جو مرد یا عورت کے پاس دبر میں جائے ۳؎ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی ۴؎ روایت ہے انہی سے کہ فرمایا جو جانور سے بدفعلی کرے اس پر حد نہیں ۵؎ (ترمذی، ابوداؤد) اور ترمذی نے ابو سفیان ثوری سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا

۱؎ رشا کے لغوی معنی ہیں رسی چونکہ رسی کنوئیں سے پانی نکالنے کا ذریعہ ہے اس لئے اس وسیلہ کو بھی رشا کہتے ہیں جو غلط فیصلہ حاصل کرنے کیلئے استعمال کیا جائے یعنی رشوت، رشوت یا مال ہو یا کچھ اور چیز کے لئے رشوت دینا بھی حرام ہے اور لینا بھی حرام، انصاف حاصل کرنے کے لئے رشوت دینا جائز ہے مگر لینا حرام ہے یعنی اگر حاکم بغیر رشوت لئے انصاف نہیں کرتا اور فریادی برحق ہے تو وہ رشوت دے کر اپنے لئے حق فیصلہ کرا سکتا ہے مگر لینے والا حاکم حرام خور اور مجرم ہے اس کا فرض تھا کہ بغیر رشوت لئے انصاف کرتا ۲؎ یعنی رشوت لینے والا شخص مرعوب ہوتا ہے اور رشوت لینے والی قوم پر دوسری قوم کی ہیبت طاری ہو جاتی ہے جیسا کہ آج ہم لوگ کفار سے مرعوب ہیں ۳؎ یعنی لڑکوں سے بدکاری کرے، ملعون سے مراد ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں انسانوں کا پھٹکارا ہوا، خیال رہے کہ لڑکے سے بدکاری حرام قطعی ہے اس کا حلال جاننے والا کافر ہے کہ قرآن کریم میں اس کی حرمت صراحۃً مذکور ہے اسی بنا پر قوم لوط پر سخت عذاب آیا جامع صغیر میں ہے کہ ملعون ہے وہ جو اپنے باپ کو گالی دے، لعنتی ہے وہ جو اپنی ماں کو گالی دے، لعنتی ہے وہ جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے، لعنتی ہے وہ جو جانور سے بدکاری کرے، لعنتی ہے وہ جو راستے کے نشانات مٹائے (مرقات) ۴؎ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لڑکے سے بدکاری کے جرم کرنے والے فاعل مفعول دونوں کو زندہ جلا دیا اور حضرت ابوبکر صدیق نے ان دونوں پر دیوار گرا کر ہلاک کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لواطت پر حد نہیں ورنہ سزا میں صحابہ کا اختلاف نہ ہوتا حد تو مقرر ہوتی ہے جیسے زانی کو سو کوڑے یا رجم، چور کے ہاتھ کاٹنا یا نیک بی بی کو تہمت لگانے والے کو اسی کوڑے، بہرحال یہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے کہ لوطی پر حد نہیں تعزیر ہے، ان حضرات صحابہ نے تعزیرًا جلایا یا دیوار گرا کر ہلاک کیا، باقی صحابہ نے اعتراض نہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا اجماع ہے کہ لوطی پر حد نہیں ۵؎ خیال رہے کہ لڑکے سے بدفعلی از روئے قرآن کریم حرام قطعی ہے مگر عورت سے دبر میں صحبت از روئے قیاس حرام قطعی ہے کہ اس کی قطعی حرمت حائضہ و نفساء سے صحبت پر قیاس کی بنا پر ہے لہذا اس حرمت کا منکر بھی کافر ہے، جو کوئی عورت سے اس فعل کو حلال جانے وہ مرتد ہے ۶؎ بلکہ اس جرم پر تعزیر ہے وہ یہ کہ حاکم ایسے شخص کو قتل کر دے اور جانور کو ذبح کر کے دفن کر دے

وَهٰذَا اَصَحُّ مِنَ الْحَدِيْثِ الْاَوَّلِ وَهُوَ مَنْ اَتٰى بَهِيْمَةً فَاقْتُلُوْهُ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ ؕ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِيْمُوْا حُدُوْدَ اللّٰهِ فِي الْقَرِيْبِ وَالْبَعِيْدِ وَلَا تَأْخُذْكُمْ فِي اللّٰهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِقَامَةُ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ مَّطَرِ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فِيْ بِلَادِ اللّٰهِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؕ

بَابُ قَطْعِ السَّرِقَةِ ؕ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؕ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور یہ پہلی حدیث سے زیادہ صحیح ہے اور وہ یہ ہے کہ جو جانور سے حرام کرے اُسے قتل کر دو[۱] اور عمل اس پر ہے اہل علم کے نزدیک[۲]۔ روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی سزائیں قریبی اور دوری لوگوں میں قائم کرو[۳] اور تم کو اللہ کی راہ میں ملامت کرنے والے کی ملامت مانع نہ ہو[۴] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی حدود میں سے ایک سزا کا قائم کرنا اللہ کے شہروں میں چالیس رات کی بارش سے بہتر ہے[۵] (ابن ماجہ) اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی

چوری میں ہاتھ کاٹنے کا بیان[۶] پہلی فصل ؛ روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی

[۱] یعنی سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کی یہ موقوف حدیث اس مرفوع حدیث سے زیادہ صحیح ہے جس میں فرمایا گیا کہ ایسے شخص کو قتل کر دو۔ [۲] یعنی تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جانور سے بدفعلی کرنے والے پر حد نہیں بلکہ تعزیر ہے۔ [۳] یعنی شہر میں رہنے والے مجرموں پر حد قائم کرو جو حاکم سے قریب رہتے ہیں اور دیہاتی لوگ جو حاکم سے دور رہتے ہیں یا جو تم سے نسب میں دور ہوں ان پر بھی حد قائم کرو، جو دوست ہوں ان پر بھی قائم کرو یا امیر و غریب مجرموں پر بھی حد قائم کرو جو مالداری کی بنا پر حکام سے قریب رہتے ہیں اور غریب مسکین مجرموں پر بھی حد قائم کرو جو اپنی مفلسی کی وجہ سے حکام سے دور رہتے ہیں غرضکہ ہر مجرم پر حد قائم کرو۔ [۴] یعنی شرعی سزائیں دینے میں کسی کا خوف نہ کرو نہ کسی کی ملامت کی پرواہ کرو نہ کسی کی رعایت کرو کہ سخت سزاؤں سے ہی امن و امان قائم رہتا ہے۔ مسلمان قوم کا وہ حال ہوتا ہے جو آج ہمارا ہے کہ نہ جان محفوظ ہے نہ مال نہ عزت اور یہ صرف اس لیے ہے کہ ہمارے ہاں سزائیں ہلکی ہیں وہ بھی مجرموں کو نہیں ملتیں۔ درود ہو اس ذات کریم پر جو ہم کو سب کچھ سکھا گئے اللہ تعالٰی عمل کی توفیق دے۔ [۵] یہاں چالیس رات کی مسلسل موسلا دھار بارش مراد نہیں کہ وہ تو مضر ہے بلکہ چالیس دن کی مفید بارش مراد ہے جو ٹھہر ٹھہر کر بقدر ضرورت ہو، سزائیں جرموں کی روک، امن کا قیام، آسمانی رحمت کے نزول کا ذریعہ ہیں، حدیث پاک میں ہے کہ انسانوں کے گناہ کی وجہ سے چڑیاں اپنے گھونسلوں میں بھوکی مر جاتی ہیں یعنی ان کے گناہوں سے بارش نہیں ہوتی جس سے جانور بھی مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں، بارش کا خصوصیت سے ذکر اس لیے فرمایا کہ یہ بہت دور تک مفید ہوتی ہیں، چنانچہ بصرہ میں جب ذبح ہو تو اس کے پیٹ سے سبز گندم نکلتی ہے حالانکہ بصرہ سے بہت دور گندم کی فصل ہوتی ہے کہ وہاں سے کھا کر آیا (مرقات)۔ [۶] سرقہ سین کے فتح اور را کے کسرہ سے مصدر ہے یعنی چوری کا اور دونوں کے فتحہ سے سارق یعنی چور کی جمع ہے یہاں دونوں معنی درست ہیں یعنی چوری میں ہاتھ کاٹنے کا بیان یا چوروں کے ہاتھ کاٹنے کا بیان: خیال رہے کہ سرقہ یعنی چوری کے معنی ہیں کسی کی چیز خفیہ طور پر لے لینا، شریعت میں بھی سرقہ کے یہ

قَالَ لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ إِلَّا بِرُبْعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَطَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ سَارِقٍ فِي مِجَنٍّ ثَمَنُهُ ثَلٰثَةُ دَرَاهِمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِي ۞ عَنْ رَافِعِ بْنِ

فرماتے ہیں کہ چور کے ہاتھ ۱ چہارم دینار سے کم میں نہ کاٹے جائیں پھر زیادہ میں ۲ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے چور کے ہاتھ اس ڈھال میں کاٹے جس کی قیمت تین درہم تھی ۳ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا خدا کی پھٹکار چور پر کہ بیضہ (خود) چرائے تو اسکا ہاتھ کاٹا جائے اور رسی چرائے تو اسکا ہاتھ کاٹا جائے ۴ (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت رافع ابن

ہی معنی ہیں ہاں قطع کے لیے اس میں کچھ قیدیں ہیں جیسے چور عاقل بالغ ہو، مال دس درہم قیمت کا ہو، مال جلد خراب ہو جانے والا نہ ہو جیسے ترپھل پھول، کسی کی حفاظت سے چرائے، مال خود محفوظ ہو، لہذا چور کے قبضہ سے مال چرانے والا، زوجین میں سے ایک دوسرے کا مال چرانیوالا، ان قرابتداروں کے گھر میں آنے جانے کی اجازت ہو ان کے گھر سے مال چرانے والا، ان کے ہاتھ نہ کٹیں گے (مرقات وغیرہ) ۲ یہاں سارق سے مراد جنس ہے خواہ مرد ہو یا عورت لہذا چور نے اور چورنی کی سزا ایک ہی ہے خواہ چور مومن ہو یا کافر۔ ۳ شوافع کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں دینار بارہ درہم کا ہوتا تھا لہذا چوتھائی دینار تین درہم ہوا لہذا ان احادیث میں تین درہم کا ذکر ہے وہ اس حدیث کی شرح میں: خیال رہے کہ اس پر تو تمام اماموں کا اتفاق ہے کہ چوری کی سزا ہاتھ کٹنا ہے مگر اس میں اختلاف ہے کہ کتنے مال کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین درہم کا مال چرانے پر ہاتھ کٹیگا ان کی دلیل یہ حدیث ہے جناب امام اعظم کے نزدیک پورے دینار کی قیمت کا مال چرانے پر ہاتھ کٹیگا، امام اعظم قدس سرہٗ کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مرفوعًا اور موقوفًا دونوں طرح مروی ہے کہ لایقطع الافی دینار یعنی چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا مگر ایک دینار میں: امام اعظم کے ہاں دینار دس درہم کا ہے لہذا دس درہم کی قیمت کے مال کی چوری پر چور کا ہاتھ کٹیگا، خواجہ حسن بصری اور داؤد اور فرقہ خارجیہ اور امام شافعی کی ذرای کا قول ہے کہ مطلقًا چوری پر ہاتھ کٹے گا خواہ ایک پیسہ کی چوری کرے، وہ کہتے ہیں کہ آیت السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما مطلق ہے۔ باقی ائمہ فرماتے ہیں کہ چوری کے لئے نصاب مقرر ہے اور آیت کریمہ السارق والسارقۃ مطلق نہیں بلکہ مجمل ہے کیونکہ چور اور چوری اور ہاتھ کی تفصیل نہیں کہ کس چور کا کس چوری پر کون سا ہاتھ کٹے گا داہنا کہ بایاں اور کہاں سے کٹے گا کلائی سے یا کہنی سے یا کندھے سے، احادیث نے ان اجمالات کی تفصیل فرمائی۔ ۴ مجن میم کے کسرہ اور جیم کے فتحہ سے بمعنے ڈھال ہے جن سے مشتق بمعنی چھپانا چونکہ ڈھال سر چھپانے کا آلہ ہے اس لئے اسے مجن کہتے ہیں ڈھال کی قیمت میں بھی احادیث میں اختلاف ہے چنانچہ ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے روایت کی ڈھال کی قیمت دس درہم تھی اور چونکہ یہ ہاتھ کاٹنا حد ہے اور حدود شبہات سے دفع ہو جاتے ہیں، اس دینار سے کم کی روایات مشکوک و مشتبہ ہیں اور دینار کی روایت یقینی ہے لہذا حد جیسے نازک مسئلہ میں یہ ہی روایت معتبر ہونی چاہیے یعنی بڑی سے بڑی قیمت کو نصاب بنانا لازم ہے حاکم نے مستدرک میں بروایت مجاہد عن ایمن نقل کیا کہ حضور انور کے زمانہ میں ڈھال سے کم قیمتی مال میں ہاتھ

خَدِيجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَلَا كَثَرٍ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الثَّمَرِ الْمُعَلَّقِ قَالَ مَنْ سَرَقَ مِنْهُ شَيْئًا بَعْدَ أَنْ يُؤْوِيَهُ الْجَرِينُ فَبَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ فَعَلَيْهِ

خدیج سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا نہ تو سبز میوے میں ہاتھ کٹتا ہے نہ درخت کی چربی میں[1] (مالک، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے[2] وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے[3] وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور انور سے درخت میں لٹکے ہوئے پھلوں کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ جو کھلیان میں جگہ دینے کے بعد کچھ اسے چرالے پھر وہ ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس پر

زندہ تھے وفات دمشق میں ہوئی، اور اس زمانہ میں ڈھال کی قیمت ایک دینار تھی۔ خیال رہے کہ یہ ایمن صحابی ہیں انہیں ابن ام ایمن بھی کہا جاتا ہے۔ ایمن تابعی دوسرے ہیں دیکھئے مرقات۔ ۵ اس سے معلوم ہوا کہ گنہگار فاسق مومن پر بغیر نام لئے صرف وصف سے لعنت کرنا درست ہے، نام لے کر لعنت کرنا صرف کفار کے لئے ہے (مرقات) ۶ یہ حدیث ان لوگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ ہر چوری کی سزا ہاتھ کٹنا ہے اگرچہ ایک روپیہ کی ہی چیز چوری ہو کیونکہ بیضہ کے معنی ہیں انڈا اور حبل کے معنی ہیں رسی، اور ظاہر ہے کہ انڈا اور رسی نہ دینار کے ہوتے ہیں نہ دس درہم کے، انڈا ایک روپیہ کا اور رسی ایک دو آنہ کی مگر یہ دلیل نہایت ضعیف ہے کیونکہ بیضہ خود کو بھی کہتے ہیں یعنی لوہے کی جنگی ٹوپی اور رسی کشتی اور جہاز کی بھی ہوتی ہے جو قیمتی اور قیمتی ہوتی ہے ہوسکتا ہے کہ یہاں وہ ہی خود اور کشتی کی رسی مراد ہو اور اگر یہی مرغی کا انڈا اور عام رسی مراد ہو تب بھی حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ چور پر خدا کی پھٹکار کہ انڈا رسی کی چوری سے چوری کرنا سیکھے، حتی کہ چوری کا عادی ہو کر بڑی بڑی چیزیں چرانے لگے اور اس کا ہاتھ کاٹا جائے اسی لئے یہاں لفظ یہ نہ ارشاد ہوا لہذا یہ استدلال قوی نہیں۔

[1] امام شافعی کہتے ہیں کہ پھل جب تک درخت میں لگا ہے ثمر کہلاتا ہے، درخت سے ٹوٹنے کے بعد رطب اور جب علیحدہ کرکے خشک کرلیا جائے تو تمر ہے لہذا یہاں ثمر سے مراد ہے درخت میں لگا ہوا پھل جو توڑا نہ گیا ہو۔ اور کثر کاف و ث کے فتح سے درخت کھجور کی چربی جو درخت کے اوپر کے حصہ سے سفید رنگ کا نکلتا ہے کھایا بھی جاتا ہے یعنی ان دونوں کی چوری میں ہاتھ نہیں کٹتا، حاکم چاہے تو تعزیرًا کچھ سزا دیدے مگر احناف کے نزدیک ثمر سے مراد ہر وہ پھل ہے جو جلد خراب ہوجائے ایسے ہی کثر، لہذا جلد بگڑ جانے والے پھلوں کی چوری میں قطع نہیں خواہ درخت میں لگا ہو یا توڑ لیا گیا ہو، اور خواہ باغ و درخت محفوظ ہو یا چار دیواری سے گھرا ہو یا غیر محفوظ۔ [2] اس حدیث کو احمد و ابن حبان نے بھی نقل فرمایا، اس حدیث کی بنا پر امام اعظم قدس سرہ فرماتے ہیں جلد بگڑ جانے والے پھلوں کی چوری میں ہاتھ نہ کٹیں گے محفوظ ہوں یا غیر محفوظ اسی طرح دودھ، گوشت وغیرہ بگڑ جانے والی چیزوں کی چوری میں ہاتھ نہ کٹیں گے، امام شافعی کے ہاں اگر درخت غیر محفوظ ہے جیسے کھلے باغ، تو ان کے پھلوں کی چوری میں قطع نہیں اور اگر باغ کے اردگرد دیوار ہے دروازہ محفوظ ہے تو اس کے پھل کی چوری سے ہاتھ کٹ جائیگا۔ خیال رہے کہ پرندوں اور مرغی کی چوری میں بھی قطع نہیں چنانچہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی خدمت میں ایک چور لایا گیا جس نے کسی کی مرغی چوری کی تھی، آپ نے حضرت سائب ابن یزید رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ حضور

الْقَطْعُ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ حُسَيْنٍ الْمَكِّيِّ
أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا قَطْعَ فِيْ ثَمَرٍ مُعَلَّقٍ وَلَا فِيْ حَرِيْسَةِ جَبَلٍ فَإِذَا
أَوَاهُ الْمُرَاحُ وَالْجَرِيْنُ فَالْقَطْعُ فِيْمَا بَلَغَ ثَمَنَ الْمِجَنِّ رَوَاهُ مَالِكٌ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ

ہاتھ کٹتا ہے[۱] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عبدالرحمٰن ابن ابی حسین مکی سے[۲] کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو درخت میں لٹکے ہوئے پھل میں ہاتھ کٹتا ہے اور نہ پہاڑ کے جانوروں میں[۳] پھر جب انہیں طویلہ[۴] اور کھلیان میں جگہ دیدے تو اتنے میں ہاتھ کٹتا ہے جو ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے[۵] (مالک) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں

صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے ہر زمان کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹا، چنانچہ اس کے ہاتھ نہ کاٹے گئے (مرقات) [۱] جرین باغ میں وہ جگہ ہے جہاں باغبان پھل توڑ کر جمع کرتے رہتے ہیں پھر وہاں سے بازار یا اپنے گھر لے جاتے ہیں جیسے اناج کیلئے کھلیان [۲] یعنی جب تک پھل درخت پر ہے غیر محفوظ ہے لہذا اسکی چوری میں قطع نہیں اور جب توڑ کر یہاں خزانہ میں رکھ دیئے گئے محفوظ ہو گئے اب ان کی چوری میں ہاتھ کٹے گا، یہ حدیث امام ابو یوسف اور امام شافعی کی دلیل ہے کہ خراب ہو جانے والے پھل اگر محفوظ ہو گئے ہوں تو انکی چوری میں قطع ہے بشرطیکہ نصاب کے قدر کی چوری ہو یعنی امام شافعی کے ہاں تین درہم کی قیمت اور امام یوسف کے ہاں دس درہم قیمت کا مال، امام اعظم جرین میں جگہ دینے سے مراد لیتے ہیں خشک چھوارے جو خراب نہیں ہوتے ان کی چوری میں قطع ہے اس لئے کہ ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں بروایت جریر ابن حازم عن الحسن البصری روایت کی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لا اقطع فی الطعام، اور طعام سے مراد جلد بگڑ جانے والی چیزیں ہیں جیسے گوشت دودھ سبز میوے کیونکہ گندم وغیرہ کی چوری میں اجماعًا قطع ہے، غرضکہ جرین میں قطع ہونے کی وجہ امام شافعی کے ہاں حفاظت ہے اور امام اعظم کے ہاں کھجور کا خشک ہو کر پائیدار ہو جانا ہے، امام اعظم کی دلیل قوی ہے کہ ابھی حدیث میں گذر چکا لا قطع فی ثمر ولا کثر، نیز اگر باغ چار دیواری سے گھرا ہو اور دروازہ باغ بند ہو یا باغ میں مالک باغ موجود ہو تو درخت محفوظ ہے اس کے پھل محفوظ، تو چاہیئے کہ ایسے باغ کے درختوں میں لگے ہوئے پھلوں کی چوری سے بھی ہاتھ کٹ جائے گا حالانکہ حدیث شریف نے معلق پھل کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کی مطلقًا ممانعت کر دی لہذا امام اعظم کا قول نہایت قوی ہے کہ معلق پھل کی چوری میں ہاتھ نہ کٹنے کی وجہ اس کا پھل کا جلد بگڑ جانا ہے نہ کہ غیر محفوظ ہونا۔ [۳] آپ قرشی نوفلی ہیں یعنی نوفل ابن عبد مناف کی اولاد سے، تابعی ہیں ثقہ ہیں۔ [۴] کیونکہ پہاڑ محفوظ جگہ نہیں لہذا یہاں سے بکری وغیرہ چرانے میں قطع نہیں اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ جو کوئی اونٹوں کی قطار سے ایک دو اونٹ چرالے تو قطع نہیں کہ یہ اونٹ محفوظ جگہ میں نہیں لیکن اگر اونٹ پر لدی ہوئی بوریوں میں سے غلہ وغیرہ چرالیا تو ہاتھ کٹے گا کہ بوری دانہ کے لئے محل حفاظت ہے۔ [۵] مراح میم کے پیش سے وہ جگہ جہاں اونٹ گائے وغیرہ باندھے جاتے ہیں یعنی طویلہ، بکریوں کے بندھنے کی جگہ کو حریسہ۔ [۶] یعنی جو جانور طویلہ میں محفوظ کر دیا جائے اور جو پھل درخت سے توڑ کر کھلیان میں رکھ دیا جائے پھر اس جانور یا اس خشک پھل کی قیمت دس درہم ہو اس کی چوری میں چور کے ہاتھ کٹیں گے، خیال رہے کہ احناف کے نزدیک جنگل میں جو اونٹوں کی قطار جا رہی ہے جس کے آگے یا پیچھے ایک محافظ ہے اس قطار میں سے اونٹ کی چوری سے ہاتھ نہ کٹیگا کیونکہ یہ شخص صرف اس اونٹ کا محافظ ہے جس پر سوار ہے یا جس کی نکیل پکڑے چل رہا ہے یا جس کو پیچھے سے ہانک رہا ہے باقی کا محافظ نہیں وہ سب غیر محفوظ ہیں باقی اماموں کے ہاں جہاں تک کے اونٹوں کو دیکھ رہا ہے وہاں تک کے اونٹ محفوظ ہیں کہ ان کی چوری سے ہاتھ کٹے گا، نیز احناف کے نزدیک پھلوں کے جرین میں آ جانے کے معنی یہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلَى الْمُنْتَهِبِ قَطْعٌ وَمَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً مَشْهُوْرَةً فَلَيْسَ مِنَّا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ◦ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْخَائِنِ وَلَا مُنْتَهِبٍ وَلَا مُخْتَلِسٍ قَطْعٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَرُوِيَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ صَفْوَانَ بْنَ اُمَيَّةَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَامَ فِي الْمَسْجِدِ وَتَوَسَّدَ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لٹیرے پر ہاتھ کٹنا نہیں[1] اور جو ظاہر ظہور لوٹ کرے وہ ہم سے نہیں[2] (ابوداؤد) روایت ہے انہی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا خیانت کرنے والے اور لٹیرے اور اچکے پر ہاتھ کٹنا نہیں[3] (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ دارمی) اور شرح سنہ میں روایت ہے کہ صفوان ابن امیہ مدینہ منورہ آئے مسجد میں سو گئے اور تکیہ

ہیں کہ وہ خشک ہو کر چھوارے یا کشمش بن جائیں، یہ کہ اب وہ جلد نہ بگڑیں گے لہذا ان کی چوری سے ہاتھ کٹیگا، دوسرے اماموں کے نزدیک جرین میں پہنچ جانے کے یہ معنی ہیں کہ وہ محفوظ ہو جائیں لہذا اگرچہ وہ تر پھل رہیں ان کی چوری سے ہاتھ کٹ جائیگا، مذہب حنفی قوی ہے کہ سرکار فرماتے ہیں لا قطع فی ثمر ولا کثر پھل جرین میں پہنچ کر بھی تر رہتا ہے پھر اس میں ہاتھ کٹوانا اس حدیث کے خلاف ہے۔[5] یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ عبداللہ ابن عبدالرحمن تابعی ہیں انہوں نے صحابی کا ذکر فرمایا اور مرسل حدیث امام ابوحنیفہ کے ہاں مقبول ہے شوافع کے ہاں ناقابل قبول لہذا شوافع اس حدیث سے دلیل نہیں پکڑ سکتے۔

[1] نہبہ غنیمت کو بھی کہتے ہیں اور کسی کا مال علانیہ زبردستی چھین لینے کو بھی کہتے ہیں، یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں یعنی علانیہ زبردستی مال چھین لینے والے کا ہاتھ نہ کٹیگا کیونکہ ہاتھ کٹتا ہے چوری سے اور چوری میں خفیہ لینا ضروری ہے یا جو غازی غنیمت کے مال میں تقسیم سے پہلے چوری کرے اس کا ہاتھ نہ کٹیگا کیونکہ اس غنیمت میں چور کا بھی حصہ ہے اور جس مال میں چور کا بھی حصہ ہو اس کی چوری سے ہاتھ نہیں کٹتا لہذا ان دو ترجموں پر اس سے دو مسئلے حاصل ہونگے (اشعہ)

[2] یعنی جو ظالم کھلے بندوں لوگوں کا مال چھین لے اور لوگ منہ تکتے رہ جائیں ایسا ظالم ہمارے طریقہ ہماری جماعت سے خارج ہے اسلام سے نکل جانا مراد نہیں کہ یہ جرم فساد عمل ہے فساد عقیدہ نہیں۔ خیال رہے کہ ڈاکو کے ہاتھ نہ کٹیں گے بلکہ ڈکیتی کی سزائیں مختلف ہیں بعض صورتوں میں اس کو سولی دی جائیگی۔

[3] خائن وہ جو کسی کی امانت مارلے خواہ اس طرح کہ کوئی چیز عاریۃً مانگ کر لے جائے بعد میں جھوٹ کہہ دے کہ کھو گئی یا عاریۃً کا انکار کر دے یا اس طرح کہ کوئی اس کے پاس بطور ودیعت مال رکھے اور یہ ہضم کر لے امین کا مقابل، منتہب وہ جو علانیہ جبراً کسی کا مال چھین لے اور مختلس وہ جو کسی کے ہاتھ سے جلدی سے اچک کر چیز لے کر چلتا بنے ان تینوں کے ہاتھ نہ کٹیں گے خائن چونکہ ایسا مال لیتا ہے جو مالک کی حفاظت میں نہیں بلکہ خود اس کی اپنی حفاظت میں ہے اس لئے یہ مال اس کے حق میں غیر محفوظ ہے لہذا یہ کام چوری نہ ہوا اور لٹیرے یا اچکے کا ہاتھ نہ کٹیگا کہ اگرچہ اس نے مال محفوظ تو لیا مگر خفیہ نہ لیا بہرحال یہ تینوں سارق یعنی چور نہیں لہذا ان کی سزا یہ نہ ہوگی، چاروں اماموں کا یہی مذہب ہے البتہ اسحاق ابن راھویہ کا قول ہے کہ خائن کا ہاتھ کٹے گا کیونکہ مسلم و بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی، مدینہ منورہ میں ایک عورت عاریۃً چیز لے کر انکار کر دیتی تھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا مگر ائمہ اربعہ فرماتے ہیں کہ اس عورت کا ہاتھ اس خیانت سے نہ کٹا بلکہ اس نے ایک بار چوری بھی کرلی پھر کٹا، حضرت ام المؤمنین نے یہاں اس عورت کا وصف مشہور بیان فرمایا ہے وجہ قطع بیان نہ فرمائی اور اگر خیانت سے ہاتھ کٹوایا گیا تو یہ حدیث اس کی ناسخ ہے۔

رِدَاءَهُ فَجَاءَ سَارِقٌ وَاَخَذَ رِدَاءَهُ وَاَخَذَهُ صَفْوَانُ فَجَاءَ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ اَنْ تُقْطَعَ يَدَاهُ فَقَالَ صَفْوَانُ اِنِّىْ لَمْ اُرِدْ هٰذَا هُوَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلَّا قَبْلَ اَنْ تَاْتِيَنِىْ بِهٖ وَرَوٰى نَحْوَهٗ اِبْنُ مَاجَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ عَنْ اَبِيْهِ وَالدَّارِمِىُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ۔ وَعَنْ بُسْرِ بْنِ اَرْطَاةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُقْطَعُ الْاَيْدِىْ فِى الْغَزْوِ رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ

اپنی چادر کا بنا لیا[1] ایک چور آیا، اس نے آپ کی چادر لے لی اور اسے صفوان نے پکڑ لیا پھر اسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے حضور نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا[2] تو صفوان بولے کہ میں نے یہ نہ چاہا تھا یہ اس پر صدقہ ہے[3] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اسے میرے پاس لانے سے پہلے کیوں نہ کیا ہوتا[4] اور اسی کی مثل ابن ماجہ نے عبداللہ ابن صفوان سے انہوں نے انکے والد سے روایت کی اور دارمی نے ابن عباس سے ۔ روایت ہے حضرت بسر ابن ارطاۃ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جہاد میں ہاتھ نہ کاٹے جائیں[5] (ترمذی)

[1] وہ عورت یا تو فاطمہ بنت اسود ابن عبدالاسود مخزومی تھی یا امیمہ بنت سفیان ابن الاسود مخزومی (مرقات) [2] آپ صفوان ابن امیہ ابن خلف جمحی قرشی ہیں فتح مکہ کے دن آپ مکہ معظمہ سے بھاگ گئے تھے پھر عمیر ابن وہب نے آپ کے لئے حضور سے امان حاصل کی حضور نے عمیر کو اپنی چادر عطا فرمائی اور فرمایا کہ یہ چادر امان کی علامت ہے پھر ان کو حضور کی بارگاہ میں لایا گیا پھر غزوہ طائف میں آپ ایمان لائے اور ان کا اسلام قبول ہوا حضور نے ان کو بہت عطاؤں سے نوازا[3] یعنی چادر اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو گئے اس سے معلوم ہوا کہ حفاظت مال دو قسم کی ہے جگہ سے حفاظت اور محافظ سے حفاظت لہذا مسجد جنگل یا راستہ میں اگر مال کے پاس محافظ ہے تو وہ مال محفوظ ہے اس کی چوری سے ہاتھ کٹے گا[4] یا اس لئے کہ اس نے چوری کا اقرار کر لیا تھا یا اس لئے کہ اس کی چوری کا یہ واقعہ گواہوں سے ثابت ہو گیا تھا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ صرف یہ الزام قطع کے لئے کافی نہیں[5] یعنی مجھے یہ خبر نہ تھی کہ اس معمولی سی چادر چرانے پر بھی ہاتھ کٹ جائیگا میں اس کے ہاتھ کٹوانے کے لئے اسے نہ لایا تھا صرف ڈانٹ ڈپٹ اور تعزیر کے لئے لایا تھا میں یہ چادر اس کو دیتا ہوں فی سبیل اللہ لہذا اب یہ اس کا مالک ہے پھر ہاتھ نہ کٹوایا جائے[6] اس سے معلوم ہوا کہ چوری کا معاملہ حاکم کے پیش ہونے سے پہلے حق العبد ہوتا ہے اگر مال والا معاف کر دے اور مقدمہ حاکم کے پیش نہ کرے تو ہاتھ نہ کٹے گا لیکن حاکم کے ہاں مقدمہ پیش ہو جانے پر حق اللہ بن جاتا ہے کہ کسی کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا یہی قول ہے امام زفر و امام شافعی و احمد کا[7] بسر ابن ارطات کا نام عمر عامری ہے کنیت ابو عبدالرحمن ہے قرشی ہیں حق یہ ہے کہ آپ صحابی نہیں تابعین میں سے ہیں کیونکہ آپ کی پیدائش حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو سال قبل ہے آخر میں دیوانہ ہو گئے تھے امیر معاویہ یا عبدالملک کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی، بعض شامی علماء نے آپ کا سماع ثابت کیا ہے شاید صاحب مشکوۃ کی یہ روایت شامیوں کے قول پر مبنی ہے کہ فرماتے ہیں سمعت میں نے حضور سے سنا واللہ اعلم، مرقات۔ ابن عبدالبر اور حنفی نے بھی آپ کی سماعت کا انکار کیا ہے[8] اس فرمان عالی کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ بحالت جہاد جب لشکر اسلام کفار کے ملک میں ہو اگر کوئی چوری کرے تو وہاں اس کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں یا تو اس

وَالدَّارِمِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ اِلَّا اَنَّهُمَا قَالَا فِي السَّفَرِ بَدَلَ الْغَزْوِ ۔ وَعَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي السَّارِقِ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا يَدَهٗ ثُمَّ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا رِجْلَهٗ ثُمَّ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا يَدَهٗ ثُمَّ اِنْ سَرَقَ فَاقْطَعُوْا رِجْلَهٗ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ جِيْءَ بِسَارِقٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اقْطَعُوْهُ فَقُطِعَ ثُمَّ جِيْءَ بِهِ الثَّانِيَةَ فَقَالَ اقْطَعُوْهُ فَقُطِعَ ثُمَّ جِيْءَ بِهِ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اقْطَعُوْهُ فَقُطِعَ ثُمَّ جِيْءَ بِهِ الرَّابِعَةَ فَقَالَ اقْطَعُوْهُ فَاُتِيَ بِهِ الْخَامِسَةَ فَقَالَ اقْتُلُوْهُ

دارمی، ابوداؤد، نسائی، مگر ان دونوں نے بجائے جہاد کے سفر فرمایا[1]: روایت ہے حضرت ابو سلمہ سے[2] وہ حضرت ابوہریرہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چور کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو اگر پھر چوری کرے تو اس کا پاؤں کاٹ دو اگر پھر چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو اگر پھر چوری کرے تو اس کا پاؤں کاٹ دو[3] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور لایا گیا فرمایا کاٹ دو چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر دوبارہ اُسے لایا گیا فرمایا کاٹ دو چنانچہ کاٹ دیا گیا پھر اسے تیسری بار لایا گیا فرمایا کاٹ دو چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر اسے چوتھی بار لایا گیا فرمایا کاٹ دو پھر اسے پانچویں بار لایا گیا فرمایا اسے قتل کردو[4]

لئے کہ وہاں لشکر میں حاکم اسلام موجود نہیں اور شرعی سزائیں حاکم اسلام ہی دے سکتا ہے۔ لشکر کا کمانڈر حاکم اسلام نہیں یا اس لئے کہ وہاں خطرہ ہے کہ چور ہاتھ کٹنے کے خوف سے مرتد ہو کر کفار سے جا ملے، دوسرے معنی یہ ہیں جہاد کے مال یعنی غنیمت کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹے جائیں کیونکہ اس مال میں خود چور کا بھی حق ہے ایسے مال کی چوری سے ہاتھ نہیں کٹتے یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے، دوسرے امام نماز روزے کی طرح وہاں دارالحرب میں حد قائم کرنے کا بھی حکم دیتے ہیں مگر وجہ فرق ہم بیان کرچکے ہیں۔[1] مگر سفر سے مراد بھی سفر جہاد ہے عام سفر نہیں۔[2] ابو سلمہ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کے بیٹے ہیں نہایت متقی تابعی ہیں مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ہیں باسٹھ سال عمر پائی ۹۴ھ میں وفات پائی (اشعہ و مرقات)[3] یعنی پہلی چوری میں چور کا داہنا ہاتھ کلائی سے کاٹ دو، دوسری چوری میں بایاں پاؤں ٹخنوں سے کاٹ دو، تیسری چوری میں داہنا پاؤں، چوتھی چوری میں بایاں ہاتھ کاٹ دو پہلی دو سزاؤں پر اجماع امت ہے۔ مگر آخری دو سزاؤں میں امام اعظم کا اختلاف ہے، امام اعظم فرماتے ہیں کہ تیسری چوری میں اسے قید کردیا جائے حتی کہ یا مرجائے یا توبہ کے آثار اس میں نمودار ہوجائیں۔ امام اعظم کی دلیل حضرت علی کا فرمان ہے کہ میں شرم کرتا ہوں کہ اس چور کے کھانے کے لئے ہاتھ اور چلنے کے لئے پاؤں بالکل نہ چھوڑوں چنانچہ آپ نے تیسری چوری پر قید کیا اور آپ کا یہ عمل تمام صحابہ و تابعین کی موجودگی میں ہوا اور کسی نے اعتراض نہ کیا لہذا اس پر اجماع منعقد ہوگیا، اس حدیث ابوسلمہ کو امام طحاوی نے ضعیف فرمایا لہذا اس حدیث سے استدلال درست نہیں (لمعات، مرقات، اشعہ) نیز چور کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ دینا ایک قسم کا ہلاک کردینا ہے اور چوری کی سزا ہلاکت نہیں۔[4] اس حدیث پر کسی امام کا عمل نہیں کوئی فقیہ چور کے قتل کا حکم نہیں دیتا لہذا یا تو یہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے کہ کسی مسلمان کا خون سوائے تین وجہوں کے حلال نہیں ارتداد، زنا بعد احصان، قصاص، یا یہ چور مرتد ہوگیا تھا یا یہ فسادی یعنی ڈاکوؤں سے مل گیا تھا ان کی امداد کرتا تھا تو سیاستہً

فَانْطَلَقْنَا بِهٖ فَقَتَلْنَاهُ ثُمَّ اجْتَرَرْنَاهُ فَاَلْقَيْنَاهُ فِيْ بِئْرٍ وَّرَمَيْنَا عَلَيْهِ الْحِجَارَةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَرُوِيَ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ فِيْ قَطْعِ السَّارِقِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْطَعُوْهُ ثُمَّ احْسِمُوْهُ ۞ وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَارِقٍ فَقُطِعَتْ يَدُهٗ ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَعُلِّقَتْ فِيْ يَدِهٖ ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَعُلِّقَتْ فِيْ عُنُقِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ ۞ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

چنانچہ ہم اُسے لے گئے ہم نے اسے قتل کر دیا پھر ہم نے اُسے گھسیٹا اُسے ایک کنوئیں میں پھینک دیا اور اس پر پتھر ڈالے [۱] (ابوداؤد اور نسائی) [۲] اور شرح سنہ میں چور کے قطع کے متعلق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی اس کے ہاتھ کاٹ دو پھر جلا دو [۳] روایت ہے حضرت فضالہ ابن عبید سے [۴] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور لایا گیا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر حضور نے حکم دیا تو وہ اس کے ہاتھ میں لٹکا دیا گیا پھر اس کا حکم دیا گیا تو اس کی گردن میں لٹکا دیا گیا [۵] (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

اسے قتل کرا دیا گیا، ظاہر یہی ہے کہ وہ مرتد ہو گیا تھا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہو رہا ہے۔ [۲] یعنی ہم نے اس پر نماز جنازہ پڑھی نہ دفن کیا، اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ مرتد ہو چکا تھا چوری کو حلال سمجھتا تھا ورنہ فاسق مسلمان کی نماز جنازہ ضروری ہے، یہاں مرقات نے بحوالہ فتح القدیر ایک عجیب حدیث نقل کی، حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چور لایا گیا فرمایا اسے قتل کر دو، پھر عرض کیا گیا حضور اس نے چوری کی ہے فرمایا ہاتھ کاٹ دو، چنانچہ ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر دوبارہ چوری کے جرم میں لایا گیا، فرمایا قتل کر دو پھر عرض کیا گیا حضور اس نے چوری کی ہے فرمایا پاؤں کاٹ دو، تیسری چوتھی بار بھی یہ ہی ہوا آخر کار پانچویں بار میں اسے قتل کر دیا گیا، نسائی نے بروایت حارث ابن حاطب نقل فرمایا کہ اس شخص نے پانچویں چوری عہد صدیقی میں کی، تب صدیق اکبر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے انجام سے خبردار تھے، اس لئے پہلی بار ہی فرمایا تھا کہ اسے قتل کر دو، یہ حدیث طبرانی سے حاکم نے مستدرک میں نقل فرمائی اور کہا صحیح الاسناد ہے۔ تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی:

مرقات نے اس جگہ چوری کے عجیب واقعات بیان فرمائے۔ [۳] احسموا حسم سے بنا بمعنی داغ دینا یا جلسانا، یہ جلسانا اس لئے ہے تاکہ جسم کا تمام خون نہ نکل جائے اور چور کی موت واقع نہ ہو جائے جسم کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ لوہا آگ میں سرخ کر کے زخم پر لگا دیا جائے، دوسرے یہ کہ زیتون یا کوئی اور تیل کھولا کر ہاتھ تل دیا جائے، یہ جلسانا بعض اماموں کے ہاں مستحب ہے ہمارے ہاں واجب کہ اس میں چور کی جان بچانی ہے، اس کا خرچ دیگر اماموں کے ہاں بیت المال کے ذمہ ہے، ہمارے ہاں خود چور کے ذمہ کہ تیل اور آگ کے لئے ایندھن چور سے منگوایا جائے گا کیونکہ یہ جلسانا چور کے اپنے نفع کے لئے ہے (مرقات) [۴] آپ انصاری ہیں بنی عمرو ابن عوف سے ہیں جنگ احد اور بعد کے تمام غزوات میں شامل ہوئے بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے جب امیر معاویہ جنگ صفین کے لئے گئے تو ان کی جگہ دمشق کے نائب خلیفہ رہے ۵۳ھ میں دمشق میں انتقال ہوا وہاں ہی دفن ہوئے۔ [۵] تاکہ لوگ عبرت پکڑیں اور آئندہ کوئی چوری کی جرأت نہ کرے دیگر اماموں کے ہاں لٹکانا سنت ہے ہر چور کا ہاتھ کاٹ کر کٹا ہوا ہاتھ ہار کی طرح گلے میں پہنایا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَرَقَ الْمَمْلُوْكُ فَبِعْهُ وَلَوْ بِنَشٍّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ.

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَارِقٍ فَقَطَعَهُ فَقَالُوْا مَا كُنَّا نُرَاكَ تَبْلُغُ بِهٖ هٰذَا قَالَ لَوْ كَانَتْ فَاطِمَةُ لَقَطَعْتُهَا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى عُمَرَ بِغُلَامٍ لَهٗ فَقَالَ اقْطَعْ يَدَهٗ فَاِنَّهٗ سَرَقَ مِرْاٰةً لِامْرَاَتِيْ فَقَالَ عُمَرُ لَا قَطْعَ عَلَيْهِ هُوَ خَادِمُكُمْ اَخَذَ مَتَاعَكُمْ رَوَاهُ مَالِكٌ وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ

صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جب غلام چوری کرے تو اُسے بیچ دو لے اگر بیس درہم میں ہو ۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

لے تیسری فصل ۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں ایک چور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا حضور نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا لوگوں نے عرض کیا حضور ہم گمان نہ کرتے تھے کہ یہاں تک پہنچ جائیگا فرمایا اگر فاطمہ ہوتیں تو میں انکے ہاتھ کاٹ دیتا ۳ (نسائی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر کے پاس اپنا غلام لایا عرض کیا اسکا ہاتھ کاٹ دیجئے کہ اس نے میری بیوی کا آئینہ چرایا ہے تو حضرت عمر نے فرمایا اس پر قطع نہیں کہ وہ تمہارا خادم ہے جس نے تمہارا سامان لیا (مالک) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول

جائے، ہمارے امام صاحب کے ہاں سنت نہیں بلکہ جائز ہے اگر حاکم مناسب سمجھے تو کرے کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر چور کا ہاتھ گلے میں نہ ڈالا صرف اس کا ڈالا ۔ لے اس سے معلوم ہوا کہ غلام اپنے آقا کے گھر سے کچھ چرائے تو اس کا ہاتھ نہ کٹے گا کیونکہ غلام کو گھر میں آنے جانے کی اجازت ہوتی ہے لہذا اس کے لئے آقا کے گھر کا مال محفوظ نہ رہا جیسے خاوند بیوی ایک دوسرے کا مال چرائیں یا مہمان اپنے میزبان کی گھر سے کچھ چرالے تو ہاتھ نہیں کٹتا کیونکہ ان کے حق میں یہ مال محفوظ نہیں ۔ ۳ نش چالیس درہم کا ہوتا ہے لہذا آدھا نش بیس درہم کا ہوا یعنی کتنا ہی سستا بیچنا پڑے بیچ دو یہ حکم بطور مشورہ ہے اور جس کے ہاتھ فروخت کرے اُسے اس عیب پر مطلع کردے ممکن ہے کہ وہ کسی تدبیر سے اس غلام کی چوری چھڑا دے ۔ ۳ نیز یہ حدیث امام بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کی ۔ ۴ یعنی ہم حضور عالی کے متعلق یہ گمان نہ کرتے تھے کہ اسے اتنی سخت سزا دیں گے بلکہ ہمارا خیال تھا کہ کرم خسروانہ فرما کر اسے معمولی جھڑک فرمائیں گے وہ حضرات یہ سمجھے تھے کہ شرعی سزائیں معاف ہو سکتی ہیں ۔ ۵ کیونکہ مجرم پر رحم یہ ہی ہے کہ اسے پوری سزا دیدی جائے کسی کی کسی طرح رعایت نہ کی جائے کہ اس سے ملک میں امان قائم رہتی ہے اور یہ سزائیں حق اللہ ہیں کسی کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتے ۔ لو کان وہ قضیہ شرطیہ ہے جس کا مقدم اور تالی دونوں ناممکن ہیں اس سیدہ کا نام لے کر یہ بتانا منظور ہے کہ شرعی سزا میں کسی بڑے سے بڑے درجہ والے کی بھی رعایت نہیں رب تعالٰی فرماتا ہے ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ ۔ ۶ اور اس آئینہ کی قیمت ایک دینار یا اس سے زیادہ ہے ۔ ۷ یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ جس کو گھر میں آنے کی دائمی یا عارضی اجازت ہو اگر وہ گھر سے چوری کرے تو اس پر قطع نہیں کہ اس گھر کا مال اس کیلئے محفوظ نہ رہا اس پر بیٹھک

اللهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ كَيْفَ اَنْتَ اِذَا اَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ يَكُوْنُ الْبَيْتُ فِيْهِ بِالْوَصِيْفِ يَعْنِي الْقَبْرَ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ عَلَيْكَ بِالصَّبْرِ قَالَ حَمَّادُ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ تُقْطَعُ يَدُ النَّبَّاشِ لِاَنَّهٗ دَخَلَ عَلَى الْمَيِّتِ بَيْتَهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ بَابُ الشَّفَاعَةِ فِي

اللہ فرمایا اس وقت تم کیسے ہوگے جب لوگوں کو عام وبائی موت پہنچے گی ۱؎ کہ اس میں قبر . . غلام کی عوض ہوگی گھر سے مراد قبر تھی ۲؎ میں نے عرض کیا اللہ و رسول ہی جانیں ۳؎ فرمایا تم صبر اختیار کرنا ۴؎ حماد ابن سلیمان نے فرمایا ۵؎ کہ کفن چور کے ہاتھ کاٹے جائیں کیونکہ وہ میت پر اس کے گھر میں گھس گیا ۶؎ (ابوداؤد)؛ حدود میں سفارش

مسائل جن ہیں۔ ۵؎ خیال رہے کہ اگر غلام مولیٰ کے گھر سے چوری کرے تو احناف کے نزدیک اس کا ہاتھ نہ کٹے گا بعض ائمہ کے ہاں کٹ جائیگا لیکن اگر مولیٰ غلام کے مال کی چوری کرے تو بالاجماع مولیٰ کا ہاتھ نہ کٹیگا کیونکہ غلام کا مال مولیٰ ہی کا ہوتا ہے یہ بھی خیال رہے کہ اگر غلام مولیٰ کے سوا کسی اور کا مال چوری کرے اگرچہ مولیٰ کا عزیز و رشتہ دار ہی ہوں جن کے گھر جانے کی غلام کو عام اجازت نہ ہو تو اس کا ہاتھ کٹ جائیگا کیونکہ ان لوگوں کے مال غلام کے لئے غیر محفوظ نہیں بلکہ محفوظ ہیں اور محفوظ مال کی چوری میں قطع ہے۔ ۶؎ یعنی ایک وقت تم ایسا دیکھو گے کہ جہاں تم ہوگے وہاں کوئی وبا پھیلے گی جس سے لوگ بہت زیادہ مریں گے تو اس وقت کیا کرو گے وہاں صابر ہو کر رہو گے یا وہاں سے بھاگ جاؤ گے یہ جگہ مدینہ منورہ کے علاوہ ہوگی کیونکہ مدینہ منورہ میں وبائیں نہیں پھیلیں۔ ۷؎ یعنی موت اس قدر عام ہوگی کہ ایک قبر کی جگہ ایک غلام کے عوض فروخت ہوگی یا ایک قبر کی کھدوائی کی اُجرت ایک غلام کی قیمت ہوگی۔ ۸؎ یعنی مجھے خبر نہیں کہ اس وقت میرا کیا حال ہوگا صبر یا بے صبری اے تو آپ کے رب کو ہی خبر ہے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے اگلے پچھلے حالات سے خبردار ہیں، ہم کو اپنے حال کی ایسی خبر نہیں جیسی خبر حضور کو ہے صلے اللہ علیہ وسلم۔ ۹؎ یہ حکم بھی ہے خبر بھی یعنی تم اس وقت صبر کروگے اور ایسا ہی کرنا کہ وہاں کی جگہ سے بھاگ جانا بے صبری ہے۔ ۱۰؎ حماد تابعی ہیں ثقہ ہیں کوفی ہیں فقیہ مجتہد ہیں حضرت انس اور سعید ابن مسیب و ابراہیم نخعی سے روایات کرتے ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے استاذ حدیث ہیں ۱۲۰ھ میں وفات ہوئی، آپکے والد ابوسلیمان کا نام مسلم اشعری ہے وہ ابراہیم ابن موسیٰ اشعری کے مولیٰ ہیں حضرت امام ابوحنیفہ کی احادیث حماد عن ابراہیم النخعی ہوتی ہیں (اشعہ)۔ ۱۱؎ یعنی حضرت حماد نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ کفن چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے میت کی قبر کو گھر فرمایا اور گھر سے چوری کرنے والا قطع کا مستحق ہے: خیال رہے کہ امام اعظم و امام محمد کے نزدیک کفن چور کا ہاتھ نہ کٹے گا، امام ابویوسف و امام شافعی وغیرہم کے نزدیک کٹیگا، ان ائمہ کی دلیل یہ حدیث ہے مگر اس سے استدلال بہت ضعیف ہے کیونکہ اگرچہ قبر گھر ہے مگر غیر محفوظ ہے اور کفن غیر مملوک ہے۔ غیر محفوظ جگہ سے غیر مملوک مال کی چوری سے قطع نہیں، جس مکان کا دروازہ بند نہ ہو اور کوئی محافظ بھی موجود نہ ہو وہاں سے چوری کرنے والے کا ہاتھ کسی کے نزدیک نہیں کٹتا، حضرت عبداللہ ابن عباس، سفیان ثوری، امام اوزاعی اور امام زہری کا یہ قول ہے کہ کفن چور پر قطع نہیں، کفن چور کے قطع کے متعلق جس قدر روایات ہیں وہ تمام ضعیف ہیں اس کی تفصیل اس جگہ مرقات میں دیکھو ابن ابی شیبہ نے امام زہری سے روایت کی کہ مروان کے پاس ایک کفن چور لایا گیا تو اس نے کوڑے لگوائے تمام صحابہ نے یہ دیکھا اور کسی نے انکار نہ کیا بلکہ مروان نے صحابہ کرام سے اس کے متعلق مشورہ کیا، تو سب نے رائے دی کہ اس کے کوڑے لگوائے جائیں اور اسے تمام شہر میں گشت کرائی جائے، ہاں امام اعظم کے ہاں اگر حاکم سیاستًہ کفن چور کا ہاتھ کٹوا دے تو جائز ہے کہ یہ حد نہیں بلکہ تعزیر ہے۔ یہ

حُدُوْدِ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ: عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَاْنُ الْمَرْاَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ فَقَالُوْا مَنْ يُّكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا وَمَنْ يَّجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهٗ اُسَامَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ

کا بیان ۱ پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ قریش کو اس مخزومی عورت کی حالت نے غم میں ڈال دیا جس نے چوری کی تھی ۲ انہوں نے مشورہ کیا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون عرض کرے تو بولے کہ اس پر کون جرأت کر سکتا ہے سوا اسامہ ابن زید کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ہیں ۳ چنانچہ حضور سے اسامہ نے عرض کیا ۴ تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدوں میں سے ایک حد میں سفارش کرتے ہو ۵ پھر قیام فرمایا خطبہ دیا پھر فرمایا تم سے پہلے والے صرف اس وجہ سے ہلاک کئے گئے ۶ کہ ان میں جب کوئی عزت والا چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے ۷ اور اللہ کی قسم ۸ اگر محمد مصطفےٰ کی دختر فاطمہ بھی چوری کرتی

بحث ابھی طرف خیال ہی نہیں جانا چاہیے۔ ۱ اس باب میں اگرچہ چوری کی سزا میں سفارش کی ممانعت کا ذکر ہے مگر کسی حد میں سفارش جائز نہیں اس لیے صاحب مشکوٰۃ نے حدود جمع فرمایا۔ ۲ مخزوم قریش کا بہت بڑا قبیلہ ہے اسی قبیلہ میں ابوجہل تھا، اس عورت کا نام فاطمہ بنت اسود ابن عبدالاسد ہے حضرت ابوسلمہ کی بھتیجی بہت عالی نسب اشرف قوم تھیں۔ ۳ یہ مشورہ حضرات صحابہ نے کیا اس خیال سے کہ ایسی عالی خاندان عورت کا ہاتھ کٹوانے سے اس خاندان کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے جس سے بڑا فساد پھیل سکتا ہے لہذا اس پر جرمانہ وغیرہ کر دیا جائے ہاتھ نہ کاٹا جائے، قرآن کریم فرماتا ہے الفتنة اشد من القتل۔ ۴ حضرت اسامہ ابن زید نے اس آیت پر نظر کرکے سفارش کی کہ من یشفع شفاعة حسنة یکن له نصیب منها، وہ یہ سمجھے کہ یہ سفارش بھی اچھی شفاعت میں داخل ہے غرضکہ تمام صحابہ کرام اور حضرت اسامہ کی نیت بخیر تھی انہیں اس مسئلہ کی خبر نہ تھی جواب بیان ہو رہا ہے۔ ۵ یہ فرمان عالی تعجب کے طور پر ہے کہ تم جیسے عقلمند ایسی سفارش کرتے ہیں یہ سفارش تو شفاعت سیئہ میں داخل ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے من یشفع شفاعة سیئة یکن له کفل منها لہذا اس سفارش میں نہ تو حضرات صحابہ پر اعتراض ہے نہ حضرت اسامہ پر یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ چوری کا مقدمہ دائر ہونے سے پہلے حق العبد ہے کہ مالک مال معاف کر سکتا ہے، اور مقدمہ پیش ہو جانے پر حق اللہ بن جاتا ہے کہ کوئی معاف نہیں کر سکتا، یہاں مقدمہ بارگاہ رسالت میں پیش ہو چکا تھا۔ ۶ اھلک یا معروف ہے تو اس کا فاعل انھم الخ ہے یا مجہول ہے تو اس کا نائب فاعل الذین ہے، ان لوگوں سے مراد یہود و عیسائی ہیں اور ہلاکت سے مراد قومی تباہی ملکی بدنظمی ہے۔ ۷ یعنی یہود و نصاریٰ میں زنا چوری قتل وغیرہ جرائم اس لئے بڑھ گئے کہ ان کے حکام و سلاطین نے مالداروں اور بڑے آدمیوں کی حدود میں نرمی کرنا شروع کر دیں ملکی انتظام صرف دو چیزوں سے قائم رہ سکتا ہے سزائیں سخت ہوں جیسے اسلامی سزائیں ہیں اور کسی مجرم کی رعایت ضمانت نہ ہو

لَقَطَعْتُ يَدَهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَتْ كَانَتْ امْرَأَةٌ مَخْزُومِيَّةٌ تَسْتَعِيرُ الْمَتَاعَ وَتَجْحَدُهُ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَطْعِ يَدِهَا فَأَتَى أَهْلُهَا أُسَامَةَ فَكَلَّمُوهُ فَكَلَّمَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ مَا تَقَدَّمَ

الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهُ دُونَ حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ فَقَدْ ضَادَّ اللهَ وَمَنْ

تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا (مسلم، بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے فرماتی ہیں کہ ایک مخزومی عورت سامان مانگ لیتی اور اس کا انکار کر دیتی تھی۱؎ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تو اس کے گھر والے اسامہ کے پاس آئے ان سے کچھ کہا سنا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق عرض کیا پھر گذشتہ حدیث کی مثل ذکر کیا۲؎ دوسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس کی سفارش اللہ کی حدوں میں سے کسی حد کے لئے آڑے آجائے تو اس نے اللہ تعالٰی کا مقابلہ کیا۳؎ اور جو

کوئی بدمعاش قانون کی گرفت سے بچ نہ سکے رب تعالٰی فرماتا ہے وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ خیال رہے چونکہ چوری کا مقدمہ در پیش تھا اسلئے حضور عالی نے چوری کا ذکر فرمایا ورنہ ان لوگوں میں ہر جرم کی سزا کا یہی حال تھا زانی ہو یا قاتل ان رعایتوں اور چودھری و غیر چودھری کے فرق کا نتیجہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اللہ تعالٰی ہم کو اسلامی حکومت دکھائے۔ ۸؎ بصری کہتے ہیں کہ ایم بنا ہے ایمن یا یمن سے یعنی برکت اور بیان قسم، پوشیدہ ہوتا ہے یعنی اللہ کی برکتوں کی قسم، کہتے ہیں کہ ایم جمع ہے یمین کی یعنی قسم بہرحال ایم اللہ کے معنی ہیں اللہ کی قسم۔ ۹؎ سبحان اللہ یہ ہے عدل و انصاف جس سے زمین و آسمان قائم ہے۔ خیال رہے کہ تمام اولاد اطہار میں حضور کو جناب سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بہت ہی پیاری ہیں کیونکہ سب اولاد میں چھوٹی ہیں نیز ان کی والدہ ماجدہ ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ آپ کو بہت چھوٹی عمر میں چھوڑ کر وفات پا گئیں لہذا آپ حضور ہی کی گود شریف میں پلیں بڑھیں اسلئے آپکا نام شریف ہی لیا، ورنہ حضور کو ساری اولاد ازواج و عزیز و اقارب ہی پیارے ہیں صلوات اللہ وسلامہ علیٰ ابیہا و بعلہا وعلیہا وابنیہا۔ اور یہ تفصیل شرطیہ ہے جس کے دونوں جز مقدم و تالی ناممکن ہیں جیسے لو کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین۔ ۱؎ اس عورت کی پہچان کرانے کے لئے ہے کیونکہ وہ اس وصف میں مشہور ہو چکی تھی نہ کہ بیان جرم کے لئے کیونکہ اس کا ہاتھ اس انکار کی وجہ سے نہ کٹا تھا بلکہ اس نے ایکبار چوری کر لی تھی لہذا اس کا ہاتھ کٹا یعنی وہ عورت جس کا یہ حال تھا چوری میں پکڑی گئی تو حضور انور نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، بعض لوگوں نے کہا کہ امام احمد و امام اسحاق کے نزدیک عاریت کے انکار پر بھی ہاتھ کٹ جاتا ہے، اس حدیث کے ظاہری معنی کی بنا پر، واللہ اعلم مگر دیگر احادیث میں اس کی چوری کا صریحی ذکر ہے (اشعہ و مرقات)۔ ۲؎ یعنی فاطمہ مخزومیہ پہلے تو عاریۃ کے انکار کا جرم کرتی تھی پھر چوری میں پکڑی گئی۔ خیال رہے کہ حقوق اللہ والی حدوں میں سفارش کرنا حرام ہے۔ مگر تعزیرات اور حقوق العباد والی سزاؤں میں سفارش کرنا جائز بلکہ ثواب ہے جبکہ ملزم شریر نہ ہو خواہ مقدمہ حاکم کے پاس پہنچ گیا ہو یا نہ پہنچا ہو جیسے قتل کا قصاص، کہ اس میں مقتول کے وارثوں سے معافی یا صلح کرا دینے میں حرج نہیں (مرقات) زنا اور چوری کی سزائیں حق اللہ ہیں ان میں سفارش کرنا حرام ہے زنا کی سزا پہلے سے ہی حق اللہ ہے اور چوری، حاکم کے پاس مقدمہ پہنچنے کے بعد

خَاصَمَ فِي بَاطِلٍ وَهُوَ يَعْلَمُهُ لَمْ يَزَلْ فِي سَخَطِ اللهِ تَعَالٰى حَتّٰى يَنْزِعَ وَمَنْ قَالَ فِي مُؤْمِنٍ مَا لَيْسَ فِيهِ أَسْكَنَهُ اللهُ رَدْغَةَ الْخَبَالِ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَفِي رِوَايَةٍ لِلْبَيْهَقِيِّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ مَنْ أَعَانَ عَلٰى خُصُومَةٍ لَا يَدْرِي أَحَقٌّ أَمْ بَاطِلٌ فَهُوَ فِي سَخَطِ اللهِ حَتّٰى يَنْزِعَ وَعَنْ أَبِي أُمَيَّةَ الْمَخْزُومِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلِصٍّ قَدِ اعْتَرَفَ اعْتِرَافًا وَلَمْ يُوجَدْ مَعَهُ مَتَاعٌ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

باطل چیز میں جانتے ہوئے جھگڑے وہ اللہ کی ناراضی میں رہے گا حتی کہ اس سے نکل جائے گا[1] اور جو کسی مسلمان میں وہ برائی بیان کرے جو اس میں نہیں ہے تو اللہ اسے کیچ لہو میں رکھے گا[2] حتی کہ اپنے کہے سے نکل جائے[3] (احمد، ابوداؤد) اور بیہقی کی شعب الایمان کی روایت ہے کہ جو کسی جھگڑے میں مدد کرے نہ جانتا ہو کہ وہ حق ہے یا باطل تو وہ اللہ کی ناراضی میں رہے گا حتی کہ نکل جائے[4] روایت ہے حضرت ابوامیہ مخزومی سے[5] کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا جس نے صریحی اقرار کر لیا تھا اور اس کے پاس سامان پایا نہ گیا[6] تو اس سے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ

حق اللہ بن جاتی ہے، اگر کوئی مالک مال سے سفارش کرکے مقدمہ حکومت میں نہ پہنچنے دے تو جرم نہیں۔ ۲ یعنی اگر سفارشی نے ایسے حالات پیدا کردیئے جس سے شرعی حد قائم نہ ہوسکی تو یہ سفارشی اللہ کا دشمن ہے اور اگر حاکم نے سفارش قبول کرکے مجرم کو چھوڑ دیا تو سفارشی اور حاکم دونوں اللہ تعالٰی کے دشمن ہیں پہلی صورت سے مراد یہ ہے کہ بادشاہ یا وزیر کسی مجرم کی سفارش کرکے حاکم کو چھوڑ دینے پر مجبور کرے اور حاکم چھوڑنا تو نہ چاہتا تھا مگر ان کے دباؤ سے مجبور ہوگیا، اب یہ حکم ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضور انور نے چھڑانے والے سفارشی کا تو ذکر فرمایا چھوڑنے والے حاکم کا ذکر کیوں نہ فرمایا۔

۱ یہ فرمان عالی بہت وسیع ہے جھوٹے مقدمہ باز، جھوٹے مناظر، جھوٹے جھگڑالو سب ہی اس میں داخل ہیں، رب تعالٰی ہدایت دے، اگر اس حدیث پر عمل ہوجائے تو مقدمہ بازیاں مناظرے سب ہی ختم ہوجائیں۔ ۲ ردغۃ الخبال ر کے فتحہ، دال کے سکون اور غ اور ب کے فتحہ سے کچا پیپ جسے اردو میں کیچلہو کہتے ہیں اس سے مراد دوزخ کا وہ مقام ہے جہاں دوزخیوں کا پیپ و خون جمع ہوتا ہے۔ ۳ یعنی دنیا میں جتنے روز تک مسلمان بھائی کو عیب لگاتا رہا اتنے روز تک جہنم کے اس طبقہ میں رکھا جائے گا کہ وہاں رہے گا اور یہ کچ لہو ہی پیئے گا اللہ کی پناہ۔ ۴ یہ فرمان عالی پہلے فرمان سے زیادہ سخت ہے کہ وہاں باطل پر جھگڑنے کا ذکر تھا اور یہاں جس کے متعلق حق ہونے کا یقین نہ ہو باطل ہونے کا شبہ ہو اس میں جھگڑنے والے کی مدد کرنے پر وعید ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی مسئلہ یا کسی چیز پر دوسرے سے جھگڑ رہا ہے تم کو پتہ نہ چلا کہ یہ حق پر ہے یا باطل پر تم نے اس کی اندھا دھند مدد کی تو تم بھی غضب الٰہی میں آگئے، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو محض قومیت پر دوسروں سے لڑتے ہیں اپنے ہم قوم کی جھوٹ وظلم پر مدد کرتے ہیں نیز وہ بیرسٹر و وکیل عبرت پکڑیں جو کچھ روپیہ کے لئے ظلم کی حمایت و وکالت کرتے ہیں۔

۵ آپ صحابی ہیں آپ کا نام معلوم نہ ہوسکا صرف کنیت میں مشہور رہے آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے آپ سے ابوذر غفاری مولٰی ابوالمنذر نے روایت کی رضی اللہ عنہم (مرقات واشعہ) ۶ لص لام کے پیش یا کسرہ سے ص کے شد سے یعنی ایک ایسا شخص آپ کی خدمت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا إِخَالُكَ سَرَقْتَ قَالَ بَلٰى فَأَعَادَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا كُلَّ ذٰلِكَ يَعْتَرِفُ فَأَمَرَ بِهِ فَقُطِعَ وَجِيْءَ بِهِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَغْفِرِ اللّٰهَ وَتُبْ إِلَيْهِ فَقَالَ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ ثَلَاثًا رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ هٰكَذَا وَجَدْتُ فِي الْأُصُوْلِ الْأَرْبَعَةِ وَجَامِعِ الْأُصُوْلِ وَشُعَبِ الْإِيْمَانِ وَمَعَالِمِ السُّنَنِ عَنْ أَبِيْ أُمَيَّةَ وَفِيْ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ عَنْ أَبِيْ رِمْثَةَ بِالرَّاءِ وَالثَّاءِ الْمُثَلَّثَةِ بَدَلَ الْهَمْزَةِ وَالْيَاءِ۔ بَابُ حَدِّ الْخَمْرِ

علیہ وسلم نے کہ میں تیرے متعلق یہ خیال نہیں کرتا کہ تو نے چوری کی ہو ؎۲ وہ بولا ہاں حضور نے دو یا تین بار اس سے فرمایا وہ ہر بار اقرار ہی کرتا رہا تو حکم دیا اس کا ہاتھ کاٹا گیا پھر لایا گیا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے معافی مانگ اور توبہ کر بولا میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا الٰہی اس کی توبہ قبول فرمائے ؎۴ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) میں نے چاروں اصول اور جامع اصول شعب الایمان اور معالم السنن میں یوں ہی پایا ؎۵ بروایت ابو امیہ اور مصابیح کے نسخوں میں ابو رمثہ سے ہے رے اور تین نقطی ث سے بجائے ہمزہ اور ی کے ؎۶۔ شراب کی سزا کا بیان ؎۱

میں صحابہ کرام لائے جس کی چوری پر نہ کوئی گواہ تھا نہ چوری کی علامت یعنی مسروقہ مال اس کے پاس تھا لوگوں کے سامنے اس نے چوری کا اقرار کیا تھا اس بنا پر اسے بارگاہ عالی میں حاضر کیا گیا ؎۲ اخال ہمزہ کے کسرہ سے ہے اصل میں اخال ہمزہ کے فتحہ سے تھا خال یخال خیال سے بنا بمعنی گمان سے بمعنی ہم کو تیرے متعلق یہ خیال نہیں کہ تو نے چوری کی ہو تجھے دھوکا لگا ہے۔ ؎۳ اس حدیث کی بنا پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ اقرار زنا کی طرح چوری کے اقرار میں بھی بار بار اقرار کرایا جائے اور اگر یہ چور بھی اقرار کے بعد رجوع کرے تو اسے چھوڑ دیا جائیگا دیگر اماموں یعنی امام اعظم امام مالک امام محمد بلکہ خود امام شافعی کے ایک قول میں صرف ایک اقرار پر ہاتھ کٹیگا امام احمد و امام ابو یوسف کے نزدیک صرف اقرار سے ہاتھ نہیں کٹتا۔ امام اعظم وغیرہم کی دلیل وہ حدیث ہے جو طحاوی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی کہ حضور انور نے صرف ایک اقرار پر ہاتھ کٹوایا۔ اس حدیث میں جو تعدد کا ذکر ہے وہ چوری کے معنے تحقیق کے لیے ہے کہ کبھی چور غلطی سے خیانت وغیرہ کو چوری سمجھ رہا ہو واللہ اعلم (مرقات)۔ ؎۴ اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھ کاٹنے کے بعد چور سے توبہ بھی کرائی جائے کیونکہ ہاتھ کٹ جانا تو شرعی جرم کا کفارہ ہوا اللہ تعالٰی کی نافرمانی کی معافی توبہ سے ہوگی۔ ؎۵ یعنی ان کتب میں یہ حدیث ابو امیہ سے مروی ہے نہ کہ ابو رمثہ سے۔ خیال رہے کہ جامع اصول السنہ امام ابن اثیر کی مشہور کتاب ہے۔ ؎۶ یہ باب تیسری فصل سے خالی ہے۔ خیال رہے کہ اس پر تو تمام اماموں کا اتفاق ہے کہ چوری کی سزا ہاتھ کٹنا ہے جبکہ چوری کے تمام شرائط پائے جائیں، اس میں اختلاف ہے کہ چور سے مال کا تاوان بھی لیا جائیگا یا نہیں، ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر مسروقہ مال چور کے پاس موجود ہے تو مالک کو دلوا دیا جائے گا۔ اور اگر مال اس کے پاس سے جب تا رہا

الفصل الاول

عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم ضرب فی الخمر بالجرید والنعال وجلد ابو بکر اربعین متفق علیه وفی روایة عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یضرب فی الخمر بالنعال والجرید اربعین ۔ وعن السائب بن یزید قال کان یؤتی بالشارب علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وامرة ابی بکر وصدرا من خلافة عمر فنقوم علیه بایدینا ونعالنا واردیتنا حتی کان اخر امرة عمر فجلد اربعین حتی

پہلی فصل: روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے شراب کی سزا میں چھڑیوں اور جوتوں سے پٹوایا[1] اور حضرت ابوبکر نے چالیس کوڑے لگائے[2] (مسلم بخاری) اور دوسری روایت یوں ان ہی انس سے ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم شراب کی سزا میں چالیس جوتے اور چھڑیاں لگواتے تھے[3]۔ روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے فرماتے ہیں کہ شرابی لایا جاتا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر کی امارت اور حضرت عمر کی شروع خلافت میں تو ہم[4] اپنے ہاتھوں اپنے جوتوں اپنی چادروں سے اس پر کھڑے ہو جاتے تھے[5] حتی کہ حضرت عمر کی آخری خلافت آئی تو آپ نے چالیس کوڑے لگوائے[6] یہاں تک

یا اس نے خرچ یا ضائع کر دیا تو ضمان واجب نہیں صرف ہاتھ کا کٹنا سزا کافی ہے۔ چند دوسرے اماموں کے ہاں مال کا تاوان بھی دلوایا جائیگا ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو نسائی نے بروایت عبدالرحمن ابن عوف نقل کی کہ جب چوری والے پر حد قائم کردی جائے تو اس پر تاوان نہیں اور دارقطنی کے یہ الفاظ ہیں لا غرم علی السارق بعد قطع یمینه اور بزار نے روایت کی لایغرم السارق سرقته بعد اقامة الحد رب تعالٰی فرماتا ہے السارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما جزاء بما کسبا، ما کسبا میں ما عام ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چور کے ہاتھ کاٹ دینا اس کے سارے جرموں کی سزا ہے چوری کی بھی اور مال ضائع کرنے کی بھی (مرقات ہدایہ وکتب اصول)[1] خمر کے معنی ہیں چھپانا اسی لیے دوپٹے کو خمار کہتے ہیں کہ وہ سر کو چھپا لیتا ہے بعض اماموں کے نزدیک ہر نشہ آور چیز خمر ہے بعض کے نزدیک صرف انگوری شراب کو خمر کہتے ہیں۔ انگوری شراب کا ایک قطرہ بھی بالاجماع حرام ہے دوسری شرابیں حد نشہ تک بالاجماع حرام ہیں اس سے کم کی حرمت میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ وہ بھی مطلقًا حرام ہیں نشہ دیں یا نہ دیں شراب کی سزا اسی کوڑے ہیں عہد صحابہ میں ابتداءً اختلاف رہا پھر اسی کوڑوں پر اتفاق ہوگیا، شراب کی سزا کے لیے شرط یہ ہے کہ بحالت نشہ اس کی گواہی یا اقرار حاکم کے پاس ہو جائے نشہ اتر جانے کے بعد اگر اقرار یا گواہی گذرے تو امام اعظم کے ہاں اس پر یہ سزا نہیں جاری ہوگی: خیال رہے کہ نشہ والے کی طلاق تو واقع ہو جاتی ہے مگر اس کا ارتداد درست نہیں یعنی اگر اس کے منہ سے نشہ میں کلمۂ کفر نکل جائے تو اسلام سے خارج نہ ہوگا، ایک صحابی نے بحالت نشہ نماز مغرب میں سورۂ کافرون پڑھی ہر جگہ سے لا چھوڑ گئے تو یہ کلمات کفریہ کہے گئے مگر ان پر حکم ارتداد نہ دیا گیا بعد میں شراب حرام کردی گئی؛ [2] یہ روایت مجمل ہے کہ اس میں تعداد کا ذکر نہیں، دوسری روایتوں میں چالیس کا ذکر ہے، بعض روایات میں ہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے دو شاخیں چالیس لگوائیں جس سے اسی ہوگئیں اور ہو سکتا ہے کہ اولًا شراب کی سزا مقرر نہ تھی بعد میں مقرر ہوئی یہ روایت اول زمانہ کی ہے (مرقات)[3] اس روایت کی بنا پر امام شافعی فرماتے ہیں کہ شراب کی سزا چالیس کوڑے ہیں مگر ہمارے ہاں اسی کوڑے ہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرکے اسی کوڑے مقرر فرمائے اور کسی صحابی نے اعتراض نہ فرمایا لہذا اسی کوڑوں پر صحابہ کرام کا اجماع سکوتی ہوگیا؛ [4] یعنی شرابی کو کچھ تو جوتے اور کچھ کوڑے دونوں کی تعداد مل کر چالیس ہوئی؛ [5] یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اور پوری خلافت

إِذَا عَتَوْا وَفَسَقُوْا جَلَدَ ثَمَانِيْنَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ: عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَاجْلِدُوْهُ فَإِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوْهُ قَالَ ثُمَّ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فِي الرَّابِعَةِ فَضَرَبَهُ وَلَمْ يَقْتُلْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ وَفِي أُخْرٰى لَهُمَا وَلِلنَّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيِّ عَنْ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ جب لوگ سرکش اور بے راہ ہو گئے تو اسی کوڑے لگوائے ۶ (بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جو شراب پئے تو اسے کوڑے مارو اگر پھر لوٹے تو چوتھی بار میں اسے قتل کر دو ۷ راوی کہتے ہیں کہ پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کے بعد وہ شخص لایا گیا جس نے چوتھی بار شراب پی تھی آپ نے اسے مارا تو مگر قتل نہ کیا ۸ (ترمذی) اور ابوداؤد نے حضرت قبیصہ ابن ذویب سے روایت کی ۹ اور دونوں کی دوسری روایت میں اور نسائی، ابن ماجہ، دارمی کی روایت میں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ سے مروی ہے

صدیقی میں اور خلافت فاروقی کے شروع میں شراب کی سزا مقرر نہ ہوئی تھی ہم اپنی چادر کا کوڑا بنا کر لاتے تھے پھر جوتے لگا دیتے تھے کچھ چھڑیاں مار دیتے تھے غالبًا یہ سب مل کر بھی چالیس نہ ہوتے تھے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ ۵ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے چالیس کوڑے بھی نہ لگوائے جاتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چالیس مقرر کئے۔ ۶ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ ملاحظہ فرمایا کہ اتنی معمولی سزا سے شراب نوشی نہیں رکتی تو آپ نے اسی کوڑے مقرر کئے، معلوم ہوا کہ نرم سزا مجرم کی عادت روکنے کے لیے کافی نہیں، یہ حدیث جمہور ائمہ کی دلیل ہے کہ شرابی کی سزا اسی کوڑے مقرر ہیں، مرقات میں اس جگہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سزا حضرت علی اور حضرت عبدالرحمن ابن عوف کی رائے سے مقرر کی، تمام صحابہ نے یہ سزا دیکھی اور کسی نے اعتراض نہ کیا لہذا اس سزا پر صحابہ کرام کا اجماع سکوتی ہو گیا بہرحال زمانہ رسالت میں شراب کی سزا ضرور دی گئی مگر مقرر نہ تھی پھر چالیس کوڑے عہد صدیقی یا عہد فاروقی میں مقرر ہوئی پھر آخری عہد فاروقی میں اسی کوڑے مقرر ہوئے، جن روایات میں ہے کہ حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت میں چالیس کوڑے مارے وہ درست نہیں، مرقات نے اس کی پر زور تردید فرمائی اور اس روایت کو سخت ضعیف قرار دیا۔ ۷ یا تو قتل سے مراد سخت مار ہے یعنی گویا اسے مار ڈالو یا یہ حکم اول اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا کسی امام کا یہ مذہب نہیں کہ شرابی کی سزا قتل ہے بلکہ اس حدیث کا اگلا جملہ بھی یہی بتا رہا ہے کہ قتل کا حکم یا منسوخ ہے یا متاول ہے (مرقات) اور ہو سکتا ہے کہ یہ قتل تعزیرًا ہو نہ کہ حد کے طور پر کہ اگر قاضی عادی شرابی فسادی کے قتل میں مصلحت دیکھے تو اسے قتل کرے۔

۸ اس عمل شریف سے معلوم ہوا کہ حکم قتل یا منسوخ ہے یا وہاں قتل کے معنی سخت مار ہے، فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان کا قتل سوا تین جرموں کے اور کسی وجہ سے جائز نہیں ہے ارتداد، قتل عمد، زنا بعد احصان، وہ حدیث بھی اس جملہ کی تائید کرتی ہے، مرقات نے یہاں فرمایا ایک جماعت ظاہرین نے گزشتہ حدیث کی بنا پر حکم دیا ہے کہ شرابی کو چوتھی بار قتل کیا جائے مگر ان کا یہ قول مخالف اجماع ہے یہ حدیث اس کی ناسخ ہے یا اس کا بیان ہے ۹ قبیصہ ابن ذویب ق کے ضمہ سے اور ذویب ذال کے پیش واؤ کے فتحہ سے ہے، قبیصہ کی ولادت یکم ہجری میں ہوئی آپ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم

مِنْهُمُ ابْنُ عُمَرَ وَمُعَاوِيَةُ وَأَبُو هُرَيْرَةَ وَالشَّرِيدُ إِلَى قَوْلِهِ فَاقْتُلُوهُ. وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَزْهَرِ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَقَالَ لِلنَّاسِ اضْرِبُوهُ فَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهُ بِالنِّعَالِ وَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهُ بِالْعَصَا وَمِنْهُمْ مَنْ ضَرَبَهُ بِالْمِيْتَخَةِ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ يَعْنِي الْجَرِيدَةَ الرَّطْبَةَ ثُمَّ أَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُرَابًا مِنَ الْأَرْضِ فَرَمٰى بِهِ فِي وَجْهِهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فَقَالَ اضْرِبُوهُ

جن میں حضرت ابن عمر، معاویہ، ابوہریرہ اور شرید ہیں [۱] فاقتلوہ تک ہے۔ روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن ازہر سے [۲] فرماتے ہیں گویا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں [۳] جبکہ آپ کے پاس وہ شخص لایا گیا جس نے شراب پی لی تھی لوگوں سے فرمایا اسے مارو [۴] تو بعض نے اسے جوتوں سے مارا اور بعض نے اسے ڈنڈے سے مارا اور بعض نے اُسے چھڑی سے مارا ابن وہب نے فرمایا کہ میتخہ سے مراد تر شاخ ہے [۵] پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زمین سے مٹی لی وہ اس کے منہ پر ماری [۶] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ شخص لایا گیا جس نے شراب پی لی تھی [۷] فرمایا اسے مارو

کی گردن میں ڈالا گیا، حضور انور نے آپ کے لئے دعا کی چنانچہ آپ فقیہ تابعی ہیں اور آپ کی وفات ۵۰ھ میں ہے (اشعہ)۔ [۱] حضرت شرید کا نام مالک ابن سوید ہے حضور انور نے آپ کو شرید کا لقب دیا شرید کے معنی ہیں بھاگ آنے والا، چونکہ آپ اپنی قوم کے ایک شخص کو قتل کرکے مکہ معظمہ بھاگ آئے مسلمان ہوگئے اس لئے آپ کو یہ لقب دیا گیا، طائفی ہیں حضر موت میں قیام رہا (اشعہ)۔ [۲] آپ صحابی ہیں قرشی ہیں عبدالرحمٰن بن عوف کے بھتیجے ہیں کیونکہ ازہر عوف کے بیٹے ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس کے ہمراہیوں سے ہیں مقام حرہ میں وفات پائی (مرقات، اشعہ، اکمال)۔ [۳] یعنی یہ واقعہ مجھے اس طرح یاد ہے گویا میں اُسے اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اس میں اپنی یادداشت اور اپنی یاد پر اعتماد کا اظہار ہے۔ [۴] اس سے معلوم ہوا کہ شرابی کو سزا حاکم اسلام دے ہر شخص اپنی رائے سے نہیں دے سکتا، یہ بھی معلوم ہوا کہ اس سزا کے لئے کوئی خاص آدمی جلاد مقرر کرنا لازم نہیں قوم کے افراد مار سکتے ہیں اگرچہ بعض کی مار ہلکی ہوگی بعض کی سخت۔ [۵] لفظ میتخہ میں اختلاف ہے کہ یہ کیسے پڑھا جائے زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ واؤ میم مکسورہ ہے پھر ی ساکن پھر ت مفتوحہ پھر خ مفتوحہ ہے بعض نے میم مفتوح پھر ت مکسورہ پھر ی ساکن سے پڑھا بروزن سکینہ وہ کہتے ہیں کہ اس کا مادہ تخ بمعنی ضرب اور مارنا ہے بعض نے میم کے بعد ت مشددہ سے پڑھا، اہل لغت نے یہ لفظ نہیں لیا بہرحال اس کے معنی ہیں مارنے کی چیز خواہ تر شاخ ہو یا چھڑی یا ڈنڈا یا کوڑا۔ (مرقات) ابن وہب محدثین کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں انہوں نے کہا عبدالرحمٰن کی مراد تر شاخ ہے یعنی یہ لفظ آتا ہے تو بہت سے معنی میں مگر یہاں مراد کھجور کی تر شاخ ہے ابن وہب نہایت ثقہ عالم محدث ہیں انکی ولادت ۱۲۵ھ میں ہے وفات ۱۹۷ھ میں ہے (اشعہ)۔ [۶] یا تو یہ مٹی اُسکی طرف پھینکی یا منہ پر ہی ماری، جمہور

فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهٖ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهٖ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهٖ ثُمَّ قَالَ بَكِّتُوْهُ فَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِ
يَقُوْلُوْنَ مَا اتَّقَيْتَ اللّٰهَ مَا خَشِيْتَ اللّٰهَ وَمَا اسْتَحْيَيْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ اَخْزَاكَ اللّٰهُ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ وَ
لٰكِنْ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ ٭ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَرِبَ رَجُلٌ
فَسَكِرَ فَلُقِيَ يَمِيْلُ فِي الْفَجِّ فَانْطُلِقَ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا حَاذٰى دَارَ
الْعَبَّاسِ انْفَلَتَ فَدَخَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ فَالْتَزَمَهٗ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

تو ہم میں سے بعض اپنے ہاتھ سے مارنے والے تھے بعض اپنے کپڑے سے اور بعض اپنے جوتے سے[6] پھر فرمایا اسے ملامت کرو[7] تو لوگ اس پر متوجہ ہو کر کہنے لگے تجھے اللہ سے خوف نہ ہوا تو اللہ سے نہ ڈرا تو نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شرم نہ کی[8] بعض قوم نے کہا تجھے اللہ رسوا کرے[9] تو فرمایا[10] یوں نہ کہو نہ اس پر شیطان کی مدد کرو[11] لیکن یوں کہو خدا اسے بخش دے الہی اس پر رحم کر[12] (ابوداؤد) ٭ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے شراب پی[1] نشہ میں ہو گیا تو اسے راستہ میں جھومتے ہوئے پایا گیا[2] تو اسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے کر چلا گیا جب وہ حضرت عباس کے گھر کے سامنے آیا[3] تو وہ چھوٹ گیا تو حضرت عباس پر داخل ہو گیا انہیں لپٹ گیا[4] نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا

کا منہ کالا ہو گیا ایسا عمل خفیف غضب کے لئے ہے یا اس شراب خوری کی بدتری بیان فرمانے کیلئے ہے پاخانہ وغیرہ نجس چیز ادھر نہ پھینکی تاکہ اس کا جسم نجس نہ ہو جائے مسلمان خواہ کتنا ہی مجرم ہو مگر اس کے ایمان کا احترام ہے ٭ [5] شراب انگوری یعنی خمر پی تھی جیسا کہ بعض روایات میں لفظ خمر ہے (مرقات) [6] ظاہر یہ ہے کہ جس جوتے سے مارا ہوگا جس سے اس کا جسم نجس ہو جائے، جوتے سے مارنا اظہار غضب اور اظہار ذلت کیلئے ہے کہ یہ فعل بہت ذلیل ہے ٭ [7] یعنی اسے زبان سے برا بھلا کہو یہ حکم استحبابی ہے اور پہلا حکم امر وجوبی تھا کیونکہ شرابی گنہگار کی سزا دینا واجب ہے زبان سے ملامت کرنا مستحب سبحان اللہ خود برا نہیں کہتے لوگوں کو اس کا حکم دیتے ہیں خود تو ستاری کی چادر ڈھکتے ہیں ہم جیسے مجرم بھی ان کے کرم میں ہیں ٭ [8] معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ہر گناہ اللہ تعالی کے خوف کے ساتھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے شرم بھی چاہیئے کہ حضور ہمارے اعمال پر خبردار ہیں جانتے ہیں کہ ہم گناہ کرتے ہوئے حضور دیکھ رہے ہیں رب تعالی فرماتا ہے ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ اعلی حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا

دن لہو میں کھونا تجھے شب نیند بھر سونا تجھے ٭ شرم نبی خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اسی طرح ہر نیک عمل میں رب تعالی کی رضا اور حضور کی خوشنودی کی نیت کرنی چاہیئے رب تعالی فرماتا ہے واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ حضور کو ہماری نیکیوں سے خوشی ہوتی ہے ٭ [9] دنیا یا آخرت میں یا دونوں جگہ یعنی اس نے بجائے ملامت کے بددعا کی بجائے نصیحت کے فضیحت کی [10] اس رحمت والے نبی نے اس غموں کے دور کرنے والے رسول نے (مرقات) جس کا دامن ستاری ہم سب مجرموں کے لئے پھیلا ہوا ہے ٭ [11] کیونکہ تمہاری اس بددعا کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ بار بار شراب پیا کرے اور سزا پایا کرے شیطان تو یہی چاہتا ہے تم تو شیطان کی امید پوری ہونے کی دعا کر رہے ہو ٭ [12] یعنی یوں کہو کہ الہی اس کی گذشتہ شراب نوشی وغیرہ کو معاف فرما اور آئندہ گناہوں سے بچنے نیک اعمال کرنے کی،

سَلَّمَ فَضَحِكَ وَقَالَ اَفَعَلَهَا وَلَمْ يَاْمُرْ فِيْهِ بِشَيْءٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ۔

عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعِيْدِ النَّخَعِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ يَقُوْلُ مَا كُنْتُ لِاُقِيْمَ عَلٰى اَحَدٍ حَدًّا فَيَمُوْتَ فَاَجِدَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْهُ شَيْئًا اِلَّا صَاحِبَ الْخَمْرِ فَاِنَّهٗ لَوْ مَاتَ وَدَيْتُهٗ وَذٰلِكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسُنَّهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدِ الدِّيْلِيِّ قَالَ

تو حضور انور ہنس پڑے اور فرمایا اس نے یہ کیا اور اس کے بارے میں کچھ حکم نہ دیا ۹؎ (ابوداؤد)۔ تیسری فصل۔ روایت ہے حضرت عمیر ابن سعید نخعی سے فرماتے ہیں میں نے حضرت علی ابن ابی طالب کو فرماتے سنا کہ میں کسی پر شرعی حد قائم کروں وہ مر جائے تو میں اپنے دل میں کچھ غم و رنج محسوس نہ کروں گا ۱؎ سوائے شرابی کے کہ اگر وہ مر جائے ۲؎ تو اس کا خون بہا دوں گا ۳؎ یہ اس لئے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سزا مقرر نہ فرمائی ۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ثور ابن زید دیلمی سے ۵؎ فرماتے ہیں

توفیق دے اس پر رحم فرما۔ یا ارحم الراحمین اس صحابی کا صدقہ تو گنہگاروں کا رہبر کر ہمارا حامی ہو ہماری گزشتہ بدکاریوں کو بخش آئندہ نیکیوں کی توفیق دے آمین۔ ۶؎ راوی کا شرب فرمانا اپنے گمان کی بنا پر ہے کیونکہ منہ سے شراب پیتے کسی نے دیکھا نہ تھا نہ اس نے شراب پی لینے کا اقرار کیا تھا صرف اس کے جھومنے سے سمجھا گیا کہ اس نے شراب پی ہے لہذا حدیث بالکل واضح ہے فج اس وسیع راستہ کو کہتے ہیں جو دو پہاڑوں کے درمیان ہو اب ہر وسیع راستہ کو کہنے لگے لہذا فج خاص ہے اور طریق و صراط سبیل عام یعنی ہم اسے گلی کوچوں سے ہٹاتے ہوئے شارع عام سے لائے۔ ۷؎ بعض شارحین نے یہاں دھوکا کھایا ہے کہ یہ واقعہ مکہ معظمہ کا ہے کیونکہ حضرت عباس کا گھر لب سڑک مکہ معظمہ میں ہی تھا مدینہ منورہ میں نہ تھا بلکہ مدینہ پاک میں ان کا گھر گلی کوچہ میں تھا مگر یہ قول درست نہیں کیونکہ ہجرت سے پہلے شراب حرام نہ تھی نیز وہاں حکومت اسلامیہ قائم نہ ہوئی تھی کہ مجرم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لائے جاتے، لہذا حق یہ ہے کہ یہ واقعہ بعد ہجرت کا ہے اور شراب حرام ہو چکنے کے بعد کا ہے ورنہ اسے پکڑا نہ جاتا۔ اور حضرت عباس کے گھر کے سامنے آنے کا مطلب یہ ہے کہ اس گلی کے کنارہ پر پہنچے جہاں حضرت عباس کا گھر ہے محاذات میں مقابلہ کو شامل ہے۔ ۸؎ یعنی بغیر اجازت آپ کے گھر میں گھس گیا اور آپ سے لپٹ گیا کہ مجھ کو ان سے چھڑا لو اور سزا سے بچا لو، کیونکہ اسی لئے معلوم ہوتا ہے کہ ہوش میں ہو چکا تھا یہ ڈر سے ... پکڑ لیا گیا۔

۹؎ سرکار عالی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے تو ان کا یہ عجیب کام سن کر اور سزا اس لئے نہ دی کہ اس کے شراب پینے پر گواہی قائم نہ تھی۔ اس سے حنفی مسئلہ کی تائید ہوتی ہے کہ صرف منہ سونگھنے سے شراب کی سزا نہیں دی جا سکتی بلکہ عینی گواہی ضروری ہے یا اقرار، جو حضرات صرف منہ سونگھنے پر حد لگا دینے کے قائل ہیں وہ یہاں یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت شراب حرام نہ ہوئی تھی مگر یہ توجیہ درست نہیں ورنہ پھر صحابہ اسے گرفتار کر کے بارگاہ نبوت میں حاضر نہ کرتے گرفتاری تو سزا کے لئے ہوتی ہے اور سزا جرم پر ہوتی ہے اور شراب پینا جرم جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ شراب حرام ہو چکی ہو۔ ۱؎ ماکنت لاقیم کا لام لام جحود ہے جو کنت کی نفی نہیں کرتا بلکہ اپنے مابعد کی نفی کرتا ہے جیسے ماکان اللہ لیعذبھم اعمالھم کا لام یعنی اگر میں کسی کو زنا کے کوڑے لگاؤں یا تہمت کے کوڑے ماروں وہ مر جائے تو مجھے غم نہیں کہ ایسے موذیوں سے زمین خالی ہونا اچھا ہے۔ ۲؎ کاش اگر شرابی سزا میں مر جائے تو مجھے بہت غم ہوگا۔ ۳؎ یعنی اس مضروب کے وارثوں کو سو اونٹ دیت خون بہا ادا کروں گا۔

۴؎ اس پر ائمہ متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص شرعی حد سے مر جائے تو حاکم یا جلاد یا بیت المال پر خون بہا واجب نہیں لیکن اگر تعزیر سے مر جائے تو اس میں اختلاف ہے امام مالک و احمد فرماتے ہیں کہ خون بہا نہیں امام شافعی کے ہاں بیت المال سے دیت ادا کی جائیگی ہمارے ہاں اس کا حکم قتل خطا ہے کہ قاتل کے عصبہ دیت دیں گے اور قاتل

إِنَّ عُمَرَ اسْتَشَارَ فِي حَدِّ الْخَمْرِ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ أَرَى أَنْ تَجْلِدَهُ ثَمَانِينَ جَلْدَةً فَإِنَّهُ إِذَا شَرِبَ سَكِرَ وَإِذَا سَكِرَ هَذَى وَإِذَا هَذَى افْتَرَى فَجَلَدَ عُمَرُ فِي حَدِّ الْخَمْرِ ثَمَانِينَ رَوَاهُ مَالِكٌ

بَابُ مَا لَا يُدْعَى عَلَى الْمَحْدُودِ

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ يُلَقَّبُ حِمَارًا كَانَ يُضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

کہ حضرت عمر نے شراب کی سزا کے متعلق مشورہ کیا ۱ تو حضرت علی نے فرمایا میری رائے ہے کہ آپ اس کو اسی کوڑے لگائیں ۲ کیونکہ جب پئے گا تو نشہ ہوگا اور جب نشہ ہوگا تو بکواس بکے گا اور جب بکواس بکے گا تو جھوٹ گھڑ لیگا ۳ چنانچہ حضرت عمر نے شراب کی سزا میں اسی کوڑے مارے ۴ (مالک) باب محدود کی بددعا نہ کی جائے ۵ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن خطاب سے کہ ایک شخص جس کا نام عبداللہ لقب حمار تھا وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتے تھے ۶ اور نبی کریم صلے اللہ

کفارہ ادا کریگا لہذا اگر خاوند اپنی بیوی کو یا استاذ اپنے شاگرد کو یا آقا نوکر کو ادباً مارے اتفاقاً وہ مر جائے تو اس قاتل کے وارثوں پر دیت اور قاتل پر کفارہ ہے لیکن اگر خاوند کے صحبت کرنے سے بیوی مر جائے تو نہ دیت ہے نہ کفارہ بلکہ مہر واجب۔ حضرت علی کے اس فرمان عالی کا منشاء یہ ہے کہ اگر شرابی کو اسی کوڑے مارے گئے اور چالیس کے بعد مر گیا تو میں ضمان دونگا کیونکہ حضور انور نے چالیس تک مارے ہیں زیادتی تو ہم لوگوں نے کی ہے شاید یہ زیادتی حد نہ ہو بلکہ تعزیر کا حکم رکھتی ہو۔ ۵ مشکوٰۃ شریف کے نسخوں میں دیلمی ہے میم کے ساتھ، دیلم ایک مشہور پہاڑ کا نام ہے مگر موطا امام مالک میں دیلی ہے بغیر میم کے، دیل ایک مشہور قبیلہ ہے صحیح دیلی ہے بغیر میم کے، یہ تابعی حمصی شامی ہیں ان پر قدریہ ہونے کا شبہ کیا گیا چنانچہ مسلمانوں نے اسے حمص سے نکال کر اسکا گھر جلا دیا، ثور ابن یزید کلاعی اور شخص ہیں جو تابعی ثقہ تھے ان کی وفات ۱۵۳ھ میں ہوئی (مرقات وغیرہ)

۱ کہ کیا شرابی کی سزا چالیس کوڑے رکھی جائے یا زیادہ کی جائے تو کتنی، کیونکہ چالیس کوڑوں سے شراب نوشی پوری نہیں رکتی۔ ۲ یہ مشورہ صحابہ کرام کی موجودگی میں ہوا اور کسی صحابی نے اعتراض نہ فرمایا سب نے قبول کیا لہذا اس سزا پر صحابہ کا اجماع ہوگیا اور فرماتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کہ تم کو میری اور میرے صحابہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل لازم ہے' اس لئے تمام ائمہ کے نزدیک شراب کی سزا اسی کوڑے مقرر ہے۔ ۳ یعنی اکثر نشہ والا مستی میں عورتوں کو ایسی گالیاں بھی دے دیتا ہے جو تہمت میں داخل ہیں اور قذف یعنی تہمت کی سزا از روئے قرآن اسی کوڑے ہیں تو جیسے نیند وضو توڑ دیتی ہے کہ وہ سبب ہے ریح نکلنے کی، یوں ہی شراب سبب ہے قذف کی لہذا شرابی کو قاذف یعنی تہمت لگانے والا مانا جائے۔ یہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ہے اور بہت درست اجتہاد ہے۔ ۴ یعنی امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی مرتضےٰ کا یہ مشورہ صرف قولاً ہی قبول نہ کیا بلکہ اس پر عمل بھی شروع فرما دیا کہ شرابی کو اسی کوڑے لگانے شروع کر دیئے، خلاصہ یہ ہے کہ عہد نبوی میں شرابی کی سزا مقرر نہ تھی عہد صدیقی میں چالیس کوڑے مقرر ہوئے پھر عہد فاروقی سے تا قیامت اسی کوڑے مقرر ہوگئے۔ ۵ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں ما نہیں ہے اور باب کو تنوین ہے جن نسخوں میں ما ہے وہ مصدریہ ہے جس سے لا یدعی بمعنی مصدر ہوگیا یعنی سزا یافتہ مجرم کو بددعا نہ کرنے کا باب۔ ۶ چونکہ یہ حضرت نہایت سیدھے سادھے سادہ لوح تھے اسلئے لوگ انہیں حمار کہتے تھے وہ اس سے برا بھی نہ مانتے تھے اسلئے یہ لقب اس آیت کے ماتحت نہ آئے گا وَلَا تَنَابَزُوا بِالْاَلْقَابِ۔

محدود کو بد دعا نہ کی جائے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ فَأُتِيَ بِهِ يَوْمًا فَأَمَرَ بِهِ فَجُلِدَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُ مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتٰى بِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنُوْهُ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ أَنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ فَقَالَ اضْرِبُوْهُ فَمِنَّا الضَّارِبُ بِيَدِهِ وَالضَّارِبُ بِنَعْلِهِ وَالضَّارِبُ بِثَوْبِهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ أَخْزَاكَ اللّٰهُ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا هٰكَذَا لَا تُعِيْنُوْا عَلَيْهِ الشَّيْطَانَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

علیہ وسلم نے انہیں شراب کے بارے میں کوڑے لگائے تھے [1] انہیں ایک دن لایا گیا حضور نے حکم دیا تو انہیں کوڑے لگائے گئے تو قوم سے ایک شخص بولا خدایا اس پر لعنت کر کتنا زیادہ اسے لایا جاتا ہے [2] تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان پر لعنت نہ کرو خدا کی قسم جہاں تک میں جانتا ہوں یہ اللہ رسول سے محبت کرتا ہے [3] (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا جس نے شراب پی لی تھی تو فرمایا اسے مارو تو ہم میں سے بعض نے اپنے ہاتھ سے مارا بعض نے اپنے جوتے سے اور بعض نے اپنے کپڑے سے پھر جب فارغ ہوئے تو بعض نے کہا کہ تجھے اللہ رسوا کرے تو فرمایا یوں نہ کہو اور اس پر شیطان کی مدد نہ دو [4] (بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں

اب بھی بعض لوگوں کو بلا یا شکرہ کہتے ہیں وہ خود بھی اس لقب پر ہنستے ہیں ہماری اردو زبان میں حمار ذلت کا لفظ ہے لہذا ہم ان کو اس لقب سے نہیں پکار سکتے چترال میں بھی بادشاہ نواب کو کہتے ہیں لکھنؤ میں بھنگی کو ۔ ہندیاں را اصطلاح ہند مدح ۔ سندھیاں را اصطلاح سندھ مدح ۔

[1] یعنی اپنے پر لطف کلام بلکہ کام سے حضور انور کو ہنساتے رہتے تھے شاید اپنا لقب حمار بھی اسی لئے اختیار کیا ہوگا کہ حضور ہنسیں صلے اللہ علیہ وسلم تب تو یہ نام رکھا اور وہ ہنسانے کا کام عین عبادت ہو گئے جن احادیث میں ہنسانے کی ممانعت ہے وہ ناجائز باتیں کر کے یا کسی کو تکلیف پہنچا کر ہنسانا مراد ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں ، اشعہ میں فرمایا کہ آپ ہی حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے سبزیاں اور مٹھائیاں لایا کرتے تھے رضی اللہ عنہ [2] یعنی انہیں کئی بار یہ سزا دی جا چکی تھی (اشعۃ اللمعات) خیال رہے کہ جس گناہ کی توبہ ہوتی ہے نہ وہ کبیرہ بنتا ہے اور نہ فاعل فاسق ہوتا ہے [3] یہ قائل سمجھے کہ ان کا بار بار یہ سزا پانا رب تعالٰی کے غضب کی بنا پر ہے انہیں حقیقت حال کی خبر نہ تھی ، رب کی قسم جس گناہ سے توبہ نصیب ہوجائے شرمندگی حاصل ہو جائے وہ اس عبادت سے افضل ہے جس سے فخر و غرور پیدا ہو حضرت آدم کا گندم کھانا شیطان کی ساری عبادات سے افضل ہے [3] کیونکہ یہ گنہگار ہے غدار نہیں لازم ہے باغی نہیں بغاوت و غداری بدعقیدگی اور اللہ رسول کے مقابلہ سے ہوتی ہے ۔ [?] مرقات نے فرمایا کہ ما علمت میں ما بمعنی الذی ہے اور یہ مفعول ہے لفظ اللہ کی صفت ہے یعنی اللہ کی قسم جس کو میں جانتا پہچانتا ہوں یہ ملزم اللہ رسول کا محب ہے ۔ یا ما نافیہ ہے معنی میں یقین و جزم سے جانتا ہوں کہ یہ اللہ رسول کا محب ہے یا ما زائدہ ہے اور علمت مخاطب کا صیغہ ہے یعنی کیا تجھے یہ خبر نہیں کہ یہ اللہ رسول کا محب ہے اور اللہ رسول کی محبت قرب کا ذریعہ ہے اور قرب پر رحمت ہوتی ہے نہ کہ لعنت ۔ [4] یہ حدیث گذشتہ باب کی

جاء الاسلمی الی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فشہد علی نفسہ انّا اصاب امرأۃ حراما اربع مرات کل ذلک یعرض عنہ فاقبل فی الخامسۃ فقال انکتہا قال نعم قال حتی غاب ذلک منک فی ذلک منہا قال نعم قال کما یغیب المرود فی المکحلۃ والرشاء فی البئر قال نعم قال ہل تدری ما الزنا قال نعم اتیت منہا حراما ما یاتی الرجل من اہلہ حلالا قال فما ترید بہذا القول قال ارید ان تطہرنی فامر بہ فرجم فسمع نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلین من اصحابہ یقول احدہما لصاحبہ انظر الی

کہ اسلمی[1] نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اپنی ذات پر چار بار گواہی دی کہ انہوں نے ایک عورت سے حرام کیا[2] ان میں ہر دفعہ آپ ان سے منہ پھیرتے رہے[3] پانچویں بار میں متوجہ ہوئے تو فرمایا کہ کیا تو نے اس سے صحبت کی[4] بولے ہاں فرمایا حتی کہ تیرا یہ اس عورت کی اس میں غائب ہو گیا[5] بولے ہاں فرمایا جیسے سلائی سرمہ دانی میں[6] اور رسی کنوئیں میں غائب ہو جاتی ہے[7] بولے ہاں فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ زنا کیا ہے[8] فرمایا ہاں میں نے اس سے وہ کام حرام کیا ہے جو خاوند اپنی بیوی سے حلال کرتا ہے[9] فرمایا تم اس سے چاہتے کیا ہو عرض کیا یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک فرما دیں[10] تب آپ نے حکم دیا وہ رجم کر دیئے گئے[11] پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے دو شخصوں کو سنا ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا اسے تو دیکھو

دوسری فصل کے آخر میں گزر چکی اس کی شرح بھی وہاں ہی ہو چکی، اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حدود قائم کرنا صرف حاکم اسلام ہی کر سکتا ہے نہ خود مجرم اپنے کو سزا دے نہ دوسرا کوئی اور، دوسرے یہ کہ حاکم جس سے چاہے سزا دلوائے ایک آدمی سے یا ایک جماعت سے جلاد وغیرہ کا مقرر کرنا لازم نہیں، ہاں بہتر کا ہاتھ اسی تجربہ کار سے کروائے جو اس کام کو جانتا ہو ورنہ مجرم کا خوف ہے کہ ہلاک ہو جانے کا اندیشہ ہے، تیسرے یہ کہ سزا شرعی کے علاوہ مجرم کو برا بھلا کہنا بھی جائز ہے تاکہ شرمندہ ہو کر آئندہ باز رہے، چوتھے یہ کہ کسی مجرم فاسق گنہگار کو نام لے کر لعنت کرنا یا اخزاک اللہ کہنا ممنوع ہے کیونکہ اس میں شیطان کی خوشی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو بار بار جرم کرتا ہے اور رسوا ہوتا ہے، شیطان یہی تو چاہتا ہے۔ [1] ماعز ابن مالک اسلمی جن کا واقعہ پہلے بار بار کچھ فرق کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔ [2] گواہی سے مراد اقرار ہے کہ یہ اقرار گواہی کے قائم مقام ہے نیز یہ اقرار چار دفعہ چار جگہ میں تھا جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا اور اب بھی آرہا ہے۔ [3] اس منہ پھیرنے میں چند حکمتیں تھیں ایک یہ کہ ماعز آپ کے منہ مبارک کی طرف آتے تاکہ یہ اقرار پچھلے اقرار کی جگہ نہ ہو بلکہ جگہ بدل جائے، دوسرے یہ کہ شاید اب بھی ماعز اقرار سے باز آ جائیں اور سزا سے بچ جائیں زنا کے اقرار میں یہ ضروری ہے مگر ماعز پر تو توبہ کا ایسا رنگ چڑھا ہوا تھا وہ تو بجز پاک ہونے کے جان فدا کئے آئے تھے۔ [4] اس کی حکمت کے معنی پہلے بیان ہو چکے کہ نکتہ بنا ہے نیک سے باب ضرب یضرب کا ماضی ہے چونکہ یہ لفظ اس کام کیلئے صریح ہے صحبت جماع وطی وغیرہ کنایہ ہیں چونکہ حدود میں صریح اقرار چاہئے اسی لئے حضور انور نے یہ لفظ ارشاد فرمایا۔ [5] یعنی تیرا آلہ عورت کی فرج میں غائب ہو گیا، مراد حشفہ کا غائب ہونا ہے جس سے غسل فرض ہو جاتا ہے کہ زنا کی سزا کیلئے بیوی کا انزال یا پورا داخل ہونا شرط نہیں۔ [6] مرود میم کے کسرہ رے کے جزم واؤ کے فتح سے بمعنی سرمہ لگانے کی سلائی کہ مکحل یعنی سرمہ دانی کا اسم ظرف یعنی سرمہ دانی نکمت کے بعد یہ تشریح

هٰذَا الَّذِيْ سَتَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَلَمْ تَدَعْهُ نَفْسُهٗ حَتّٰى رُجِمَ رَجْمَ الْكَلْبِ فَسَكَتَ عَنْهُمَا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً حَتّٰى مَرَّ بِجِيْفَةِ حِمَارٍ شَائِلٍ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اَيْنَ فُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَقَالَا نَحْنُ ذَانِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اِنْزِلَا فَكُلَا مِنْ جِيْفَةِ هٰذَا الْحِمَارِ فَقَالَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَنْ يَّاْكُلُ مِنْ هٰذَا قَالَ فَمَا نِلْتُمَا مِنْ عِرْضِ اَخِيْكُمَا اٰنِفًا اَشَدُّ مِنْ اَكْلٍ مِّنْهُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّهُ الْاٰنَ لَفِيْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ يَنْغَمِسُ فِيْهَا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

جس کی اللہ نے پردہ پوشی فرمائی تھی مگر اس نے اپنے کو نہ چھوڑا حتی کہ کتے کی سنگساری کی طرح رجم کیا گیا حضور انور ان دونوں سے خاموش رہے پھر گھڑی بھر چلے حتی کہ مردار گدھے پر گزرے جو ٹانگ اٹھائے تھا تو فرمایا فلاں فلاں کہاں ہیں وہ بولے یا رسول اللہ ہم یہ ہیں تو فرمایا کہ اترو اور اس مردار گدھے میں سے کھاؤ انہوں نے عرض کیا یا نبی اللہ اسے کون کھاتا ہے کہ فرمایا کہ تم نے جو اپنے بھائی کی آبرو ریزی ابھی کی وہ اس میں سے کھا لینے سے زیادہ بری ہے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ اب جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت خزیمہ ابن ثابت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

زیادہ وضاحت کے لئے ہے۔ ۳ یعنی شائل کا اردو ترجمہ حرکت کیلئے ہے دوسری مثال میں گدھے کی ٹانگ پھیلانے کے معنی ہیں ۴ یہ تفصیل دریافت فرمانا علانیہ سمجھنے کیلئے ہے کہ بعض لوگ بات کو زیادہ سمجھتے ہیں ۵ اہل قرآن بھی کی اصطلاح میں یہی کو کہتے ہیں دیکھو ہماری کتاب نعوت القرآن لہذا اس سے مراد یہی ہے مگر یہاں اصل میں غلطی کو بھی شامل فرمایا ۶ اس سوال و جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ حضرات عرض کرتے کہ آپ ہمارے لئے دعائے مغفرت فرما دیں تو شاید حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے معافی کی کوئی راہ نکال دیتے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔ ۷ اس رجم کا واقعہ باتفصیل پہلے گزر گیا کہ وہاں رجم کے شروع میں بھاگ گئے تھے صحابہ کرام نے بمشکل پکڑا تو فرمایا کہ تم نے چھوڑ دیا ہوتا شاید تو اس کی معافی ہو جاتی۔ ۸ اس کلام میں تعجب بھی ہے مردہ کی غیبت بھی اور بار بار کہنے پر غوص فعل پر طعن بھی یہ تینوں باتیں ممنوع ہیں۔ خیال رہے کہ زندہ کی غیبت سے مردہ کی غیبت زیادہ بری ہے کہ زندہ سے معافی مانگ سکتے ہیں مگر مردے سے معافی کیسے مانگیں۔ ۹ شاید یہ گفتگو کسی سفر میں ہوئی تھی شائل شول سے بنا بمعنی اٹھانا اسی لئے گھڑا اٹھانے والی عورت کو شائلہ کہتے ہیں یا دم اٹھانے والی اونٹنی کو ناقہ شائلہ کہا جاتا ہے، شائل بولنے کے معنی میں بھی ترمذی شریف میں آیا ہے۔ ۱۰ اترنا اور کھانے کے دونوں حکم اظہار غضب کے لئے ہیں زجر کے لئے نہ اباحت کیلئے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حرام گدھے کے کھانے کا حضور نے حکم کیوں دیا۔ ۱۱ یہ تو حرام بھی ہے مردار بھی اور طبیعت انسانی بھی اس سے نفرت کرتی ہے۔ ۱۲ کیونکہ گدھا کھانا مجبوری کی حالت میں جائز ہو جاتا ہے جان بچانے کیلئے مگر غیبت کسی حال میں جائز نہیں نیز بحالت اختیار گدھا کھانا ہلکا گناہ ہے مگر ایسے طیب طاہر نفس کی غیبت وہ بھی اس کی وفات کے بعد بڑا بھاری گناہ ہے اس وجہ سے غیبت کو گدھا کھا لینے سے سخت تر فرمایا گیا۔ ۱۳ اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ماعز اسلمی شہیدوں کی طرح قیامت سے پہلے یعنی مرتے ہی روحانی طور پر جنت میں داخل ہو گئے وہاں کی نعمتیں استعمال فرما رہے ہیں دوسرے یہ کہ برزخ کا عذاب و ثواب برحق ہے۔ تیسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جنت کی نہروں کو بھی ملاحظہ فرما رہے ہیں اور وہاں غوطے لگانے والے حضرت ماعز کو بھی دیکھ رہے ہیں حضور کی نگاہ سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ جب حضور پر جنت جیسی دور کی دنیا پوشیدہ نہیں تو یقیناً حضور سے ہم اور ہمارے حالات بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتے حضور نے ماعز کو دیکھ کر یہ فرمایا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جنت کی نہروں میں جنتی غوطے بھی لگائیں گے مگر لذت کے لئے نہ کہ میل دھونے کو کہ وہاں میل

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَصَابَ ذَنْبًا أُقِیْمَ عَلَیْهِ حَدُّ ذٰلِكَ الذَّنْبِ فَهُوَ كَفَّارَتُهٗ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَصَابَ حَدًّا فَعُجِّلَ عُقُوْبَتُهٗ فِي الدُّنْيَا فَاللّٰهُ أَعْدَلُ مِنْ أَنْ يُّثَنِّيَ عَلٰى عَبْدِهِ الْعُقُوْبَةَ فِي الْاٰخِرَةِ وَمَنْ أَصَابَ حَدًّا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَعَفَا عَنْهُ فَاللّٰهُ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ يَّعُوْدَ فِي شَيْءٍ قَدْ عَفَا عَنْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۔

بَابُ التَّعْزِيْرِ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو گناہ کو پہنچے اس پر اس گناہ کی سزا قائم کردی جائے تو وہ سزا اس کا کفارہ ہے ۹؎ (شرح سنہ) روایت ہے حضرت علی سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جو سزا کو پہنچا ۱۰؎ پھر دنیا میں اسے سزا دے دی گئی ۱۱؎ تو اللہ تعالٰی اس سے عادل تر ہے کہ اپنے بندے پر آخرت میں سزا مکرر فرمادے ۱۲؎ اور جو سزا کا مستحق ہوا پھر اللہ نے اس کی پردہ پوشی فرمائی ۱۳؎ اور اسے معافی دے دی تو اللہ کریم تر ہے اس سے کہ اس چیز کو لوٹائے جس سے معافی دے چکا ۱۴؎ (ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

غیر مقررہ سزا کا بیان ۱۵؎

ہے یہ ہی نہیں۔ ۹؎ خزیمہ بن ثابت کے بیٹے نہ کے تھے، آپ انصاری اوسی ہیں، بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے، پھر حضرت علی کے ساتھ جنگ صفین میں شریک رہے جب آپ کو حضرت عمار ابن یاسر کی خبر شہادت پہنچی تو اپنے عمامے کے بعد زندگی بیکار ہے تلوار نکال میدان میں گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے (اکمال)، اشعہ۔ ۱۰؎ لہذا اجتہادی کہ رجم یا چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو یہ سزا اس کے اس جرم کا کفارہ بن گئی مگر قانون شرعی توڑنے کی توبہ کرنی پڑے گی لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ کاٹ کر اس سے توبہ کرائی، ملکی قانون شکنی کی سزا یہ ہی رجم ہے اور رب تعالٰی کو ناراض کرنے کی معافی کیلئے توبہ ہے لہذا حدیثوں میں تعارض نہیں۔ ۱۱؎ یعنی اس نے ایسا گناہ کیا جو شرعی حد لازم کرتا ہے جیسے زنا، چوری، شراب خوری، معلوم ہوا کہ لغت میں حد [illegible] بولی گئی ہے اور ہو سکتا ہے کہ حد سے مراد حرام کام ہو جیسے رب تعالٰی فرماتا ہے تلک حدود اللہ فلا تعتدوها یعنی یہ چیزیں اللہ کی حرمات ہیں (مرقات)۔ ۱۲؎ یعنی اس پر شرعی حد قائم کردی گئی، اشعہ نے فرمایا کہ اس میں حد و تعزیر دونوں داخل ہیں۔ ۱۳؎ کہ جب عادل بادشاہ کسی مجرم کو سزا دے کر دوبارہ سزا نہیں دیتے رب تعالٰی تمام عادلوں سے بڑا عادل ہے، وہ ان شاء اللہ آخرت میں اسے سزا نہ دے گا خیال رہے کہ یہ عدل ظلم کا مقابل ہے نہ کرم کا لہذا کہہ سکتے ہیں کہ رب تعالٰی ہم پر کرم کرے عدل نہ کرے ورنہ ہم ہلاک ہو جائیں گے۔

۱۴؎ اس طرح کہ اس کے جرم پر کسی کو خبردار نہ ہونے دیا اور مجرم کو توبہ مقبول کی توفیق بخش دی لہذا حدیث صاف ہے۔ ۱۵؎ یہ امید افزا کلام اس صورت میں ہے کہ بندوں کی پردہ پوشی ڈھیل دینے کیلئے ہے تو یہ غضب ہے جس کی سزا آخرت میں سخت تر ہے اگر بندے کو اس پردہ پوشی کے بعد شرمندگی، توبہ، کفارہ ادا کرنے کی توفیق مل جائے تو ان شاء اللہ یہ ستر رحمت ہے اور اگر بندہ اس ستر سے غلط فائدہ اٹھائے کہ گناہ پر اور زیادہ دلیر ہو جائے تو یہ ستر غضب ہے اللہ تعالٰی توفیق خیر دے۔ شعر

دستگیر و رہنما توفیق دہ ۔ جرم بخش و عفو کن بکشا گرہ

۱۶؎ تعزیر بنا ہے عزر سے، عزر کے معنے ہیں عظمت، اعانت، مدد اور منع و روک، اس کا استعمال زیادہ تر بمعنی روک اور منع ہے بلکہ مدد کو بھی عزر اور

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ بْنِ نِیَارٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُجْلَدُ فَوْقَ عَشْرِ جَلَدَاتٍ اِلَّا فِیْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰہِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ۞ اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا ضَرَبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَتَّقِ الْوَجْہَ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ ۞ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ

پہلی فصل ۞ روایت ہے حضرت ابو بردہ ابن نیار سے[۱] وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ دس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں مگر اللہ کی مقرر کردہ سزاؤں میں سے کسی سزا میں[۲] (مسلم بخاری) ۞ دوسری فصل ۞ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی مارے تو چہرے سے بچے[۳] (ابوداؤد) ۞ روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جب کوئی کسی سے کہے

معنے ہیں تعزیر ایسے سکتے ہیں اس سے مجرم کی ایذا رسانی سے روکا جاتا ہے۔ مبلغ ازالہ جدید تعزیر دو وجہ تو قابل حوالہ تعزیر ایسے کہتے ہیں کہ اس سے روکا جاتے ہیں حضرت [illegible] فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت کرے جو اپنی قمیص سر کی ناتھی رکھے کہ بیوی بچے اسے دیکھتے رہیں اور درست رہیں (مرقات) حق یہ ہے کہ جن جرموں میں تعزیر کا حکم ہے وہاں ضرور تعزیر ہے اور جن جرموں میں اس کا حکم نہیں وہاں تعزیر دینا واجب نہیں، کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا، فرمایا کیا تو نے ہمارے ساتھ با جماعت نماز پڑھی عرض کیا ہاں فرمایا معافی ہوگئی ان الحسنات یذھبن السیئات، اور تعزیر مجرم کے لحاظ سے دی جائے، مجرم سرکش کو تعزیر بھی سخت دے شریف آدمی کہ جو اتفاقًا گناہ کر بیٹھا تعزیر معمولی بھی کافی ہے۔

[۱] آپ حضرت براء ابن عازب کے ماموں ہیں بیعت عقبہ میں حاضر تھے بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے حضرت علی کے ساتھ تمام جنگوں میں حاضر رہے ۴۵ھ میں وفات ہوئی (اشعہ و مرقات) [۲] ہمارے ہاں یہ حدیث منسوخ ہے امام مالک کے ہاں زمانہ نبوی سے مخصوص ہے بہتر یہ ہے کہ حاکم انتالیس کوڑے تک تعزیر لگا سکتا ہے یعنی غلام کی سزا قذف چالیس کوڑے ہے اس سے کم رکھے امام ابو یوسف کے ہاں پچھتر کوڑے تک لگا سکتا ہے یعنی آزاد کی سزا بہت اسی کوڑے ہے اس سے کم رکھے، یہ استحبابی حکم ہے ورنہ اگر ضروری سمجھے تو حد سے زیادہ بھی لگائے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معن ابن زائدہ کو دھوکا دہی کی سزا میں ایک سو کوڑے لگائے اور قید بھی کیا کچھ روز کے بعد ایک سو کوڑے اور لگائے، کچھ دن بعد ایک سو کوڑے اور لگائے غرضکہ صحابہ کرام کے یہ عمل بتا رہے ہیں کہ حدیث منسوخ ہے (مرقات) یہ گفتگو اس صورت میں ہے کہ قاضی جنس حد سے سزا دے اور اگر دوسری جنس سے سزا دے تو تعزیر میں قتل بھی جائز ہے۔

[۳] یعنی تعزیر یا حد میں جب کوڑے لگائے تو مجرم کو منہ پر نہ لگائے تاکہ اس کا منہ بگڑ نہ جائے، انسان کی زینت منہ سے ہے حضور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا یعنی اپنی پسندیدہ صورت پر، اگر رجم میں یہ حکم نہیں کہ وہاں تو پتھروں سے ہلاک کرنا ہے پتھر جہاں بھی لگے خیال رہے کہ منہ میں آنکھ ناک کان بھی شامل ہیں اور اس سے قریب ہی سر کا ہے جس میں مغز ہے اگر چہرے پر مار پڑے تو خطرہ ہے کہ مجرم اندھا بہرا یا دیوانہ ہو جائے، اس سے فرمان عالی

لِلرَّجُلِ يَا يَهُوْدِيُّ فَاضْرِبُوْهُ عِشْرِيْنَ وَاِذَا قَالَ يَا مُخَنَّثُ فَاضْرِبُوْهُ عِشْرِيْنَ وَمَنْ وَقَعَ عَلٰى ذَاتِ مَحْرَمٍ فَاقْتُلُوْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ؛ وَعَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَجَدْتُّمُ الرَّجُلَ قَدْ غَلَّ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاحْرِقُوْا مَتَاعَهٗ وَاضْرِبُوْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ؛

بَابُ بَيَانِ الْخَمْرِ وَوَعِيْدِ شَارِبِهَا ؛ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ

اسے یہودی تو اسے بیس کوڑے مارو۵ اور جب کہے او ہیجڑے (کسبی)۶ تو اسے بیس مارو۷ اور جو اپنی محرم سے زنا کرے اسے قتل کردو۸ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے؛ روایت ہے حضرت عمر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی شخص کو پاؤ کہ وہ اللہ کی راہ میں خیانت کرے۹ تو اس کا سامان جلا دو اور اسے مارو۱۰ (ترمذی، ابوداؤد) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے شراب اور اس کے پینے والے کی وعید کا بیان۱۱؛ پہلی فصل؛ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ رسول

میں ہزارہا حکمتیں ہیں ہم نے بعض متقی استادوں کو دیکھا کہ وہ شاگردوں کی پیٹھ پر چپت وغیرہ مارتے ہیں مگر منہ پر تھپڑ نہیں مارتے اسی حکم عالی کی بنا پر۔ ۵؎ یہودی فرمانا بطور مثال ہے ورنہ او عیسائی او کافر کہنے کا بھی یہی حکم ہے چونکہ یہودی کفر و خباثت اور ذلت طبع میں سب میں مشہور تھے اس لیے صرف یہودی ارشاد ہوا۔ ۶؎ یہ حکم اباحت یا استحباب کا ہے اور خطاب حکام سے ہے یعنی اس کہنے پر اگر سننے والا حاکم کے ہاں دعویٰ کردے کہ اس نے میری توہین کی ہے تو حاکم اسے کوڑے مار سکتا ہے معلوم ہوا کہ مسلمان کو کافر کہنا سخت جرم ہے۔ ۷؎ مخنث وہ ہے جس کے اعضاء میں نرمی آواز عورتوں کی سی ہو اور بدکاری کرتا ہو، عورتوں کی طرح رہتا ہو چونکہ یہ عمل نہایت ذلت کا ہے اور مخنث نہایت ذلیل ہے اس لیے کسی کو مخنث کہنے میں اس کی اہانت ہے جس پر بے شک عزت کا دعویٰ ہوسکتا ہے اور یہ سزا جاری ہوسکتی ہے یوں ہی اگر کسی سے کہا او شرابی او زندیق او لوطی او سود خور او دیوث او خائن او چوروں کی مال (?) ان سب میں یہی سزا ہوسکتی ہے (مرقات) اگر کسی کو کہے کتے او سور او گدھے تو اگر وہ شخص ذی عزت ہو، جیسے عالم فقیہ سید، تب تعزیر دی جائے گی عوام میں سے ہو تو تعزیر نہیں کیونکہ یقینًا وہ انسان ہے کتا گدھا نہیں ہے ابتداءً الفاظ محض گالی ہیں۔ گالی کا یہی حکم ہے جو عرض کیا گیا اس کی تفصیل یہاں اشعۃ اللمعات میں ملاحظہ کیجئے؛ ۸؎ امام احمد نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل فرمایا ہے باقی ائمہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ شخص اس جرم کو حلال سمجھ کر کرے تو مرتد ہے قتل کیا جائے ورنہ اس کا حکم زنا کا سا ہے کہ محصن ہے تو رجم کیا جائے غیر محصن ہے تو سو کوڑے مارے جائیں غرضکہ یہ فرمان عالی یا تہدید کے لیے ہے یا دھمکانے کے لیے۔ ۹؎ اس طرح کہ جہاد میں غنیمت کے مال میں سے تقسیم سے پہلے کچھ لے لے غلول غنیمت میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں۔ ۱۰؎ امام احمد نے اس کے ظاہر پر عمل فرمایا ہے ان کے ہاں اس خائن کا سارا مال جلا دیا جائے سوائے قرآن مجید اور جانور اور غنیمت کے چرائے ہوئے مال کے یہ نہ جلائی جائیں، باقی علماء فرماتے ہیں کہ یہ حکم شروع اسلام میں تھا اب منسوخ ہوچکا امام شافعی فرماتے ہیں کہ اسے مارا ضرور جائے مال نہ جلایا جائے۔ خیال رہے کہ اس خیانت میں ہاتھ نہ کٹے گا کیونکہ یہ شرعی چوری نہیں جس مال میں خود اپنا بھی حق ہو اس کی چوری سے ہاتھ نہیں کٹتا کچھ اور بھی شرائط ہیں جن سے ہاتھ کٹتا ہے۔ ۱۱؎ خمر کے لفظی معنی ہیں ڈھکنا چھپانا، اسی لئے دوپٹہ کو خمار کہتے ہیں

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَمْرُ مِنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ النَّخْلَةِ وَالْعِنَبَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ خَطَبَ عُمَرُ عَلٰى مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْ نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةِ اَشْيَاءَ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالْعَسَلِ وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ لَقَدْ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ حِيْنَ حُرِّمَتْ وَمَا نَجِدُ خَمْرَ الْاَعْنَابِ اِلَّا قَلِيْلًا وَعَامَّةُ خَمْرِنَا الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں شراب ان دونوں درختوں سے ہوتی ہے کھجور اور انگور[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ پڑھا[2] تو فرمایا کہ شراب کی حرمت نازل ہو چکی ہے اور شراب پانچ چیزوں سے ہوتی ہے[3] انگور، چھوہارے، گیہوں، جو اور شہد سے[4] خمر وہ ہے جو عقل بگاڑ دے[5] (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے جب شراب حرام کی گئی[6] حالانکہ ہم شراب بہت تھوڑی ہی پاتے تھے ہماری عام شرابیں کچی کھجور و چھوہارے کی تھیں[7] (بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے

کر دے ڈھک لیتا ہے شراب کو خمر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ پینے والے کی عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے، دوسرے اماموں کے نزدیک ہر قلیل نشہ آور چیز خمر ہے اور اس کا پینا حرام نشہ دے یا نہ دے خواہ انگوری ہو یا کھجور وغیرہ کسی اور چیز کی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف شراب انگوری کو خمر کہتے ہیں، دوسری شرابیں خمر نہیں کہلاتیں امام اعظم کے ہاں انگوری اور غیر انگوری میں چند طرح فرق ہے ایک یہ کہ خمر یعنی شراب انگوری حرام قطعی ہے اس کا حلال جاننے والا مرتد ہے باقی شرابیں حرام ظنی ہیں جن کا منکر کافر نہیں، دوسرے یہ کہ خمر یعنی شراب انگوری نجس العین نجاست غلیظہ ہے دوسری شرابیں نجاست غلیظہ، تیسرے یہ کہ خمر یعنی شراب انگوری کا ایک قطرہ پینے والے کو حد یعنی اسی کوڑے مارے جائیں گے دوسری شراب حد نشہ تک پینے والے کو حد لگے گی کم والے کو نہیں، چوتھے یہ کہ خمر کا ایک قطرہ بھی حرام ہے نشہ دے یا نہ دے دوسری شرابیں حد نشہ سے کم حرام نہیں بلکہ حد نشہ پر حرام ہوتی ہیں، ہاں جو کوئی لہو و لعب، عیش و طرب کے لئے حد نشہ سے کم پئے تو سخت گنہگار ہے ہر لہو حرام ہے اور لہو والا حرام کا مرتکب، امام محمد کے ہاں ہر شراب کا قطرہ بھی حرام ہے مگر فی زمانہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ نہ دیا جائے ورنہ فساق اس بہانہ سے شراب خوری کریں گے، کسی نے ابوحفص کبیر سے شراب کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا ہر شراب کا قطرہ بھی حرام ہے سائل نے کہا آپ نے امام اعظم کے خلاف کہا آپ نے فرمایا فی زمانہ لہو و لعب کے لئے لوگ پیتے ہیں لہذا حرام کے مرتکب ہیں جن کیلئے غیر خمر کا قطرہ حلال تھا اب وہ لوگ نہ رہے جو صرف کھانا ہضم کرنے نماز پر قوت حاصل کرنے کیلئے استعمال کرتے تھے (اشعۃ اللمعات) افیون بھنگ چرس وغیرہ نشہ آور غیر سیال چیزوں کا بھی یہی حکم ہے کہ تا حد نشہ حرام نہیں اسلئے کہ دوا حلال لہو و لعب کے لئے حرام مگر یہ چیزیں نجس نہیں۔

[1] یہاں خمر لغوی معنی میں ہے یعنی عقل بگاڑنے والی چیز اور ان دو چیزوں کا ذکر اس لئے ہے کہ اس وقت عرب میں ان ہی کی شراب عموماً ہوتی تھی ورنہ شراب اور چیزوں سے بھی بنتی ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

[2] اپنے زمانہ خلافت میں مسجد نبوی شریف میں منبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ خطبہ پڑھا یا خطبہ جمعہ تھا یا خطبہ وعظ۔

[3] قاموس میں ہے کہ لفظ خمر مذکر بھی ہے مؤنث بھی، یہاں ہی کا ترجمہ سے معلوم ہوا کہ مؤنث ہے۔

[4] یعنی آجکل ہمارے ملک میں عموماً ان پانچ چیزوں سے شراب بنتی ہے، حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم

قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِتْعِ وَهُوَ نَبِيْذُ الْعَسَلِ فَقَالَ كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا فَمَاتَ وَهُوَ يُدْمِنُهَا لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْاٰخِرَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلًا قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ فَسَاَلَ النَّبِيَّ

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تبع کے بارے میں پوچھا گیا اور وہ شہد کی شراب ہے ۱؎ تو فرمایا ہر شراب جو نشہ دے وہ حرام ہے ۲؎ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے ۳؎ اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جو دنیا میں شراب پیئے پھر اس پر دوام کرتے مر جائے تو وہ آخرت میں نہ پی سکے گا ۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے کہ ایک شخص یمن سے آئے انہوں نے نبی کریم

کے زمانہ پاک میں عموماً دو چیزوں سے بنتی تھی انگور اور کھجور، لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ ۵؎ یعنی شراب ان پانچ چیزوں میں منحصر نہیں جو چیز نشہ آور ہو جائے وہ شراب ہے اور حرام ہے حتی کہ تربوز کا پانی اگر گرم ہو کر نشہ دینے لگے تو وہ بھی حرام ہے۔ ۶؎ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ شراب رب تعالٰی نے حرام فرمائی اس طرح کہ اس کی حرمت قرآن کریم میں نازل فرمائی اسی لئے حرم رسول اللہ نہ فرمایا (مرقات)۔ ۷؎ کیونکہ حجاز میں انگور بہت گراں تھے کھجور بہت سستی، اس لئے وہاں شراب انگوری بڑی مہنگی پڑتی تھی، جو امیر لوگ پی سکتے تھے عام لوگ کھجور کی شراب پیتے تھے خیال رہے کہ کھجور جب درخت میں نمودار ہوتی ہے تو طلع کہلاتی ہے کچھ بڑی ہونے پر خلال پھر بلح پھر بُسر پکنے کے قریب رطب کہلاتی ہے خشک ہو کر تمر یعنی چھوہارا (اشعہ)۔ ۸؎ اس طرح کہ شہد کو شربت بنا کر برتن میں بھر لیتے ہیں حتی کہ گرم ہو کر جھاگ چھوڑ دیتا ہے نشہ دینے لگتا ہے اسے بتع ب کے کسرہ سے ت کے سکون یا فتحہ سے۔ ۹؎ اس کے معنی امام ابوحنیفہ قدس سرہ کے نزدیک یہ ہیں کہ غیر انگوری شراب نشہ دے تو حرام ہے غیر منشی تھوڑی سی نشہ کی بنا پر حرام نہیں، باقی ائمہ کے ہاں اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ جو شراب نشہ آور ہوتی ہے وہ مطلقًا حرام ہے تھوڑی ہو یا بہت، انگوری ہو یا کوئی اور مگر یہ حدیث بظاہر امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے کہ یہاں حرمت کو نشہ پر معلق کیا گیا۔ ۱۰؎ یہاں لغوی معنی کا ذکر نہیں ہے بلکہ حکم شرعی کا ذکر ہے کہ جو شئے نشہ دے وہ حکماً خمر ہے کہ حرام بھی ہے اور اس پر اسی کوڑے حد بھی ہے معلوم ہوا کہ غیر مسکر شراب خمر کے حکم میں نہیں کیونکہ عربی لغت میں خمر صرف انگوری شراب کو کہتے ہیں، چنانچہ بخاری شریف نے حضرت ابن عمر کا قول نقل فرمایا حرمت الخمر وما بالمدینۃ منہا شیئ کہ جب خمر حرام کی گئی تو مدینہ میں وہ بالکل نہ تھی کیونکہ خمر تو انگوری شراب تھی دوسری شرابیں تو وہاں اس وقت بہت زیادہ تھیں جیسا کہ حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ اس وقت مدینہ پاک میں کھجور کی شراب بہت تھی نیز ابن عون نے ابن شداد سے بروایت حضرت ابن عباس نقل فرمایا حرمت الخمر قلیلہا وکثیرہا والسکر من کل شراب (اس کی اسناد نہایت صحیح ہے) یعنی خمر تو تھوڑی ہو یا بہت مطلقًا حرام ہے اس کے سوا دوسری شرابیں نشہ آور ہوں تو حرام ہیں، اس سے بھی معلوم ہوا کہ خمر اور دوسری شرابوں کے احکام میں فرق ہے (مرقات) خمر کا ایک قطرہ پینے پر حد ہے دوسری شرابوں میں حد نشہ تک پینے میں ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں فاذا سکر فاجلدوہ جب نشہ ہو تو کوڑے مارو (مرقات) دارقطنی نے حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما کا ایک واقعہ نقل فرمایا کہ ایک بدری نے آپ کے برتن سے نبیذ پیا اُسے نشہ ہو گیا تو انہوں نے اسے حد لگائی وہ بولا کہ میں نے تو آپ کے برتن سے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرَابٍ يَشْرَبُوْنَهٗ بِاَرْضِهِمْ مِنَ الذُّرَةِ يُقَالُ لَهُ الْمِزْرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَ مُسْكِرٌ هُوَ قَالَ نَعَمْ قَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ اِنَّ عَلَى اللّٰهِ عَهْدًا لِمَنْ يَشْرَبُ الْمُسْكِرَ اَنْ يَسْقِيَهٗ مِنْ طِيْنَةِ الْخَبَالِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا طِيْنَةُ الْخَبَالِ قَالَ عَرَقُ اَهْلِ النَّارِ اَوْ عُصَارَةُ اَهْلِ النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ خَلِيْطِ التَّمْرِ وَالْبُسْرِ وَعَنْ خَلِيْطِ الزَّبِيْبِ وَالتَّمْرِ وَعَنْ خَلِيْطِ الزَّهْوِ وَالرُّطَبِ وَقَالَ انْتَبِذُوْا كُلَّ وَاحِدٍ عَلٰى حِدَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ

صلے اللہ علیہ وسلم سے اس شراب کے متعلق پوچھا جو ان کی زمین میں پی جاتی ہے جوار کی ہوتی ہے اسے مزر کہا جاتا ہے[1] تو فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا وہ نشہ آور ہے عرض کیا ہاں فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے[2] بے شک اللہ کے ذمہ ایک وعدہ ہے[3] اس کے متعلق جو نشہ پیئے کہ اسے طینۃ الخبال پلائے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ طینۃ الخبال کیا چیز ہے فرمایا دوزخیوں کا پسینہ یا دوزخیوں کا نچوڑ[4] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوارے اور کچے کھجور کے ملاؤ سے اور کشمش و چھواروں کی ملاوٹ سے اور کچے کھجور اور تر کھجور کی ملاوٹ سے منع فرمایا[5] اور فرمایا کہ ہر ایک کا علیحدہ نبیذ بناؤ[6] (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم

نبیذ پیا تھا انہوں نے فرمایا کہ تجھے سزا نشہ کی وجہ سے دی گئی اسی طرح ابن ابی شیبہ نے عبداللہ ابن نمیر عن حجاج عن ابن عوف عن عبداللہ ابن شداد عن ابن عباس روایت کی فی السکر من النبیذ ثمانین بہرحال مذہب امام ابو حنیفہ بہت قوی ہے مگر شبہات سے ہے فتویٰ ہو جاتی ہے غیر خمر دوسری شرابیں ہیں اگر مسکر نہ ہوں تو ان کی حرمت میں شک تو ہے پھر اس میں حد کیسی۔[1] یعنی اگر حلال جان کر پیتا رہا تو کافر ہو کا فر جنت سے محروم ہے اور اگر حرام جان کر پیتا رہا تو اگرچہ جنت میں پہنچ جائے اور وہاں کی تمام نعمتیں برتے مگر شراب کبھی نہ پائیگا۔ بعض شارحین نے فرمایا ہے کہ جس مدت تک شراب پیتا رہا ہے اس مدت تک نہ پائیگا یا زیادہ مقدار میں نہ پائیگا بہت تھوڑی ملے گی۔ بعض نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اول سے شراب طہور نہ ملے گی، غرضکہ اس جملہ کی بہت سی توجیہیں کی گئی ہیں۔ خیال رہے کہ شراب طہور جنت کی اعلیٰ نعمت ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا۔[2] سائل کو معلوم تھا کہ اسلام میں خمر حرام ہے اور خمر کہتے ہیں انگوری شراب کو اور ہمارے ملک میں انگور کی شراب نہیں ہوتی جوار کی ہوتی ہے شاید وہ حلال ہو گی اسلئے یہ سوال کیا۔[3] یہ ایسا قاعدہ ہے کہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا، جو چیز بھی نشہ سے پتلی ہو جیسے شراب یا خشک ہو جیسے افیون بھنگ چرس وغیرہ وہ حرام ہے، حتیٰ کہ اگر زعفران زیادہ کھانے سے نشہ ہو جائے اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔[4] وعدہ بمعنی وعید ہے[5] چونکہ زیادہ تر پتلی چیز ہی نشہ کیلئے پی جاتی ہیں تیز آگے پلنے کا ذکر ہی آرہا ہے اسلئے یہ شرب فرمایا ورنہ افیون و بھنگ سے نشہ کرنا بھی حرام ہے علماء فرماتے ہیں کہ جو اس کا جواب دے اس وقت الا یہ کہ ہی سے بیماری کا کام میں مشغول ہے اور جو شخص افیون کا عادی ہو اس کے خاطر خراب ہونے کا اندیشہ ہے ان دو چیزوں سے بہت پرہیز کرے۔[6] اس پسینہ یا پیپ خون کی بدبو، بد مزگی، خرابی بیان

صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن الخمر یتخذ خلا فقال لا رواہ مسلم۔ وعن وائل الحضرمی
ان طارق بن سوید سال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الخمر فنھاہ فقال انما اصنعھا
للدواء فقال انہ لیس بدواء ولکنہ داء رواہ مسلم۔ الفصل الثانی۔ عن
عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شرب الخمر لم یقبل اللہ لہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ سرکہ سے بنائی جائے؟ لے تو فرمایا نہیں ۲ (مسلم) ۳ روایت ہے
حضرت وائل حضرمی سے کہ حضرت طارق ابن سوید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے متعلق پوچھا تو منع فرمایا وہ بولے کہ
دوا کے لیے بناتا ہوں تو فرمایا کہ شراب دوا نہیں لیکن وہ نری بیماری ہے ۵ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت
عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے شراب پی تو اللہ تعالیٰ قبول نہ کرے گا اس کی

نہیں ہوسکتی، سزا جرم کے مطابق ہے اس نے دنیا میں گندی بدمزہ بدبودار چیز پی لہٰذا اس کے عوض ایسی چیز پلائی گئی۔ ۵ یعنی ان دو دو چیزوں کو ملا کر پانی میں بھگو کر ان کا شربت (نبیذ) نہ بناؤ کہ ان دو کے ملانے سے نشہ جلد پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر ان میں سے ایک بھی متغیر ہوگیا تو دوسرے کو بھی خراب کر دیگا یہ حکم احتیاطی ہے اگر دونوں کو ملا کر بھگو دیا گیا اور نشہ پیدا نہ ہوا تو پینا حلال ہے۔ ۶ امام احمد و مالک نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل فرمایا ہے ان کے نزدیک اس مخلوط کا نبیذ حرام ہے نشہ دے یا نہ دے امام اعظم و شافعی کے ہاں اگر نشہ دے تو حرام ہے ورنہ نہیں۔

۱ اس طرح کہ شراب میں پیاز یا نمک ڈال دیا جائے یا دھوپ میں رکھ دی جائے حتی کہ سرکہ بن جائے۔ ۲ یعنی شراب کو کسی تدبیر سے سرکہ نہ بناؤ بلکہ اسے پھینک دو۔ خیال رہے کہ احناف کے نزدیک اگر شراب سرکہ بنائی گئی تو پاک بھی ہوجائے گی اور حلال بھی، امام احمد کے نزدیک حرام اور ناپاک ہی رہے گی، امام مالک کے نزدیک شراب سرکہ بنانا حرام ہے لیکن اگر بنالی جائے تو پاک ہوجائے گی، امام شافعی کے نزدیک اگر پیاز یا نمک ڈال کر سرکہ بنائی گئی تو نجس رہے گی اور اگر دھوپ میں رکھ کر سرکہ بنائی گئی تو پاک ہوجائے گی، امام ابوحنیفہ و امام اوزاعی اور لیث کے نزدیک یہ حکم اس وقت دیا گیا تھا جبکہ شراب نئی نئی حرام ہوئی تھی خطرہ تھا کہ اگر لوگوں نے سرکہ بنانا شروع کر دیا تو شراب چھوڑیں گے نہیں اس لیے شراب گرا دینے کا حکم دیا گیا جیسے اولاً شراب کے برتنوں کا استعمال بھی حرام تھا جبکہ لوگ شراب چھوڑ دینے کے عادی ہوگئے شراب کو بھول گئے تب یہ حکم بھی منسوخ ہوگیا امام اعظم کی دلیل حضور کا یہ فرمان عالی نعم الادام الخل سرکہ اچھا سالن ہے الحدیث میں سرکہ مطلق ہے خواہ اولاً سے ہی سرکہ ہو یا شراب کا بنایا گیا ہو (مرقات و اشعہ)۔ ۳ یہ وہ ہی حضرت وائل ابن حجر حضرمی ہیں جن کے حالات بارہا بیان ہوچکے ہیں کہ آپ یمن کے شاہزادوں سے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے حضور نے آپ کا بڑا احترام فرمایا۔ ۴ آپ بھی حضرمی ہیں آپ سے صرف ایک حدیث منقول ہے صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔ ۵ اس حدیث کی بنا پر اکثر علماء نے فرمایا کہ شراب سے علاج حرام ہے اس میں شفا ہے ہی نہیں مگر بعض نے فرمایا کہ اگر مسلمان متقی حاذق طبیب کہدے کہ اس بیماری کی دوا سوائے شراب کے اور کچھ نہیں تب دواءً حلال ہوجاتی ہے یعنی جب شراب حرام رہے تو اس میں شفا نہیں مگر جب بحکم شرعی صورت مذکورہ میں حلال ہوجائے تو اس سے علاج ہوسکتا ہے لیکن اگر گلے میں لقمہ پھنس گیا ہے پانی موجود نہیں پی کر آگے جان جارہی ہے شراب موجود ہے تو شراب پی کر لقمہ اتار سکتا ہے اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ اس مصیبت سے چھٹکارا یقیناً ہوجائے گا بہرحال یہ حدیث قابل غور ہے

صَلٰوةَ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاِنْ عَادَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهٗ صَلٰوةَ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاِنْ عَادَ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهٗ صَلٰوةَ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا فَاِنْ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهٗ صَلٰوةَ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا فَاِنْ تَابَ لَمْ يَتُبِ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَقَاهُ مِنْ نَهْرِ الْخَبَالِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو • وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

چالیس دن کی نماز[1] پھر اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول فرمائیگا[2] پھر اگر لوٹے تو اللہ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہ کرے گا پھر اگر توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول کریگا اگر پھر لوٹے تو اللہ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہ کرے گا[3] پھر اگر توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول کریگا[4] اگر پھر چوتھی بار لوٹے تو اللہ اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہ کرے گا پھر اگر توبہ کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول نہ کرے گا[5] اور اسے خبال کی نہر سے پلائے گا[6] (ترمذی) اور نسائی ابن ماجہ دارمی نے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے روایت کی۔ روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ

قرآن کریم نے مخمصہ کی حالت میں مردار کھانے کی اجازت دی ہے حدیث اس قول کی تائید کرتی ہے اس حدیث کے متعلق علماء نے بہت گفتگو کی ہے۔ [1] صباح سے مراد دن ہے جزء بول کر کل مراد لیا گیا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت آدم کی مٹی چالیس صبح خمیر کی گئی یعنی چالیس دن۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد صبح کی نماز یعنی نماز فجر ہی ہے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص شراب پی لے اور توبہ نہ کرے تو چالیس دن تک اس کی عبادت میں لذت حضور قلبی میسر نہ ہوگا جس کی وجہ سے وہ عبادات اگرچہ ادا تو ہو جائیں گی مگر قبول نہ ہونگی، نماز فرمایا گیا اور تمام عبادات مراد لی گئیں کہ نماز سب سے افضل عبادت ہے جب وہ ہی قبول نہ ہوگی تو دوسری عبادات بدرجہ اولیٰ قبول نہ ہوں گی کیونکہ شراب ام الخبائث ہے اور نماز ام العبادات جو ام الخبائث پیئے گا وہ ام العبادات کی قبولیت سے محروم رہیگا، بعض روایات میں ہے کہ جو شراب پیئے گا اس کے سینہ سے نور ایمانی نکل جائے گا (مرقات واشعہ ولمعات)۔ [2] توبہ کی حقیقت ہے گزشتہ پر ندامت، آئندہ کے لیے نہ کرنے کا عہد، اسی طرح شراب سے توبہ چاہیے کہ آئندہ اسکے قریب جانے کا عہد کرے۔ [3] یعنی اگر توبہ کرتے وقت کل عہد کیا کہ اب کبھی نہ پیئوں گا پھر شیطان نے بہکا دیا اور پی لی، چالیس کا عدد اس لیے بیان ہوا کہ شراب کا اثر چالیس دن تک بدن میں رہتا ہے، مرقات نے فرمایا کہ ہر غذا اور پانی کا اثر جسم میں چالیس دن تک رہتا ہے جو کوئی چالیس دن اخلاص سے عبادت کرے تو اس کے دل و زبان سے حکمت کے چشمے بہنے لگتے ہیں جو حضور کی چالیس حدیثیں مسلمانوں تک پہنچا دے اسے اللہ تعالیٰ محدثین و فقہاء کے زمرہ میں حشر نصیب فرمائیگا، موسیٰ علیہ السلام سے چالیس کا چلہ کرایا گیا، فرماتا ہے واذ واعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ، غرض چالیس کے عدد کی عبادات اور گناہوں میں عجیب تاثیر ہے (مرقات) چالیس عدد کے برکات ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھئے۔

[4] یعنی اطاعت کے ساتھ توبہ کرے حق تعالیٰ مغفرت کے ساتھ قبول فرمائیگا۔ [5] یعنی جو تین بار شراب سے توبہ کر کے توڑ دے تو اب اسے توبہ قبول کی توفیق نہ دے گی، اب صرف زبان سے تو توبہ کریگا دل سے توبہ نہ کر سکے گا لہذا یہ توبہ قبول نہ ہوگی، یہ شراب نوشی کی نحوست ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جو ابوداؤد و ترمذی نے حضرت ابوبکر صدیق سے روایت کی کہ جو شخص دن میں ستر بار گناہ کرے اور ستر بار توبہ کرے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَسْكَرَ كَثِيْرُهُ فَقَلِيْلُهُ حَرَامٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ
مَاجَةَ ؛ وَعَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْهُ الْفَرَقُ فَمِلْءُ الْكَفِّ
مِنْهُ حَرَامٌ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ ؛ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الْحِنْطَةِ خَمْرًا وَمِنَ الشَّعِيْرِ خَمْرًا وَمِنَ التَّمْرِ خَمْرًا وَمِنَ
الزَّبِيْبِ خَمْرًا وَمِنَ الْعَسَلِ خَمْرًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس چیز کی بہت مقدار نشہ دے تو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے[1] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جس کا ایک فرق نشہ دے اس سے ایک چلو بھی حرام ہے[2] (احمد، ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے[3] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ گیہوں سے شراب ہوتی ہے اور جَو سے شراب ہوتی ہے اور کھجور سے شراب ہوتی ہے اور کشمش سے شراب ہوتی ہے اور شہد سے شراب ہوتی ہے[4] (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا

تو وہ گناہ پر مصر نہیں کہ وہاں توبہ مقبول مراد ہے، قرآن کریم فرماتا ہے ان الذین اٰمنوا ثم کفروا ثم اٰمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلا۔ یہ حدیث اس آیت کریمہ کی اشارۃً شرح فرما رہی ہے، فقیر کی یہ تقریر خوب یاد کر لینی چاہیئے۔ [5] خبال دوزخیوں کا خون و پیپ اس کثرت سے بہے گا کہ اس کی نہر بہ جائے گی، شرابی سخت پیاسے اٹھیں گے پانی مانگیں گے تو انہیں بجائے پانی کے یہ دیا جائیگا جو انہیں شدت پیاس کی وجہ سے پینا پڑیگا [6] یعنی یہ حدیث ترمذی نے تو حضرت عبداللہ ابن عمر ابن خطاب سے روایت کی اور نسائی، ابن ماجہ، دارمی نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے روایت کی۔

[1] کیونکہ تھوڑی شراب بہت شراب کا عادی بنا دیتی ہے اس لئے تھوڑی سے بھی بچنا لازم ہے: یہ حدیث ظاہر حنفی سے امام شافعی وغیرہم کے بھی خلاف ہے کیونکہ ان کے ہاں بھی افیون، چرس، بھنگ جو دواؤں میں استعمال کی جائے اور نشہ نہ دے تو حرام نہیں، یہاں پتلی اور خشک کی قید نہیں لہذا اس کا وہی مطلب جو فقیر نے عرض کیا کہ خمر یعنی شراب انگوری کا تو ایک قطرہ بھی حرام قطعی ہے اور دوسری شرابوں کا قطرہ بھی حرام ہے جب لذت یا طرب یا لہو کے لئے پیئے یا اس لئے حرام ہے کہ وہ زیادہ پینے کا ذریعہ ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں، اس کی بحث ابھی کچھ پہلے گذر چکی ہے وہاں مطالعہ فرمائیے

[2] فرق مدینہ منورہ کا ایک پیمانہ تھا جس میں سولہ رطل یعنی آٹھ سیر چیز سماتی تھی یہاں مطلقًا زیادتی مراد ہے یعنی جو سولہ رطل پی کر تو نشہ دے وہ چلو بھر بھی حرام ہے اگرچہ نشہ نہ دے کہ یہ ذریعہ ہے زیادہ پینے کا یا شراب خوری کی عادت کا جیسا کہ پہلی حدیث میں گذرا؛

[3] آپ انصاری ہیں، بی بی ہجرت کے بعد انصار میں پہلے آپ ہی پیدا ہوئے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر آٹھ سال سات مہینے تھی، کوفہ میں قیام رہا، امیر معاویہ کی طرف سے کوفہ کے حاکم رہے پھر حمص کے حاکم ہوئے وہاں ہی آپ کو ۶۴ھ میں قتل کر دیا گیا؛

[4] مرقات نے فرمایا کہ ان تمام شرابوں کو خمر فرمانا مجازًا ہے یعنی یہ شرابیں گویا خمر ہی ہیں کہ عقل بگاڑنے بے ہوش و نشہ کر دینے میں خمر کا کام کرتی ہیں اور ان کے نشہ پر بھی خمر کے نشہ کے احکام جاری ہیں ورنہ خمر صرف شراب انگوری کو کہا جاتا ہے جس کے دلائل پہلے عرض کئے گئے؛ خیال رہے کہ

هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ، وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ عِنْدَنَا خَمْرٌ لِيَتِيْمٍ فَلَمَّا نَزَلَتِ الْمَائِدَةُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ وَقُلْتُ اِنَّهٗ لِيَتِيْمٍ فَقَالَ اَهْرِيْقُوْهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَعَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنِّيْ اشْتَرَيْتُ خَمْرًا لِاَيْتَامٍ فِيْ حِجْرِيْ قَالَ اَهْرِقِ الْخَمْرَ وَاكْسِرِ الدِّنَانَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَضَعَّفَهٗ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاوٗدَ اَنَّهٗ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَيْتَامٍ وَرِثُوْا خَمْرًا قَالَ اَهْرِقْهَا قَالَ اَفَلَا اَجْعَلُهَا خَلًّا قَالَ لَا، **اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ**، عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ

یہ حدیث غریب ہے۔ روایت ہے حضرت ابو سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک یتیم کی شراب تھی ۱؎ جب سورہ مائدہ اتری تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا اور عرض کر دیا کہ وہ شراب یتیم کی ہے فرمایا اسے گرا دو ۲؎ (ترمذی)۔ روایت ہے حضرت انس سے وہ حضرت ابو طلحہ سے راوی ۳؎ انہوں نے عرض کیا یا نبی اللہ میں نے ان یتیموں کیلئے شراب خریدی جو میری پرورش میں ہیں فرمایا شراب بہا دو مٹکے توڑ دو ۴؎ روایت کیا اسے ترمذی نے اور ضعیف کہا اور ابو داؤد کی ایک روایت میں یوں ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ان یتیموں کے بارے میں پوچھا جو شراب کے وارث ہوئے فرمایا اسے بہا دو عرض کیا کہ کیا سرکہ نہ بنالیں فرمایا نہیں ۵؎ تیسری فصل: روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں منع فرمایا رسول اللہ

ان مذکورہ پانچ چیزوں کا ذکر حصر کے لئے نہیں کیونکہ شراب ان کے علاوہ اور چیزوں کی بھی بنتی ہے چونکہ عموماً عرب میں ان ہی پانچ چیزوں کی شراب ہوتی تھی اس لئے ان کا خصوصیت سے ذکر فرمایا یعنی گیہوں، جو، چھوہارے، کشمش اور شہد۔ ۱؎ کہ ہمارے گھر میں ایک یتیم پرورش پاتا تھا جس کا کوئی عزیز فوت ہوا اس مال کا یہ بچہ وارث ہوا ان مالوں میں شراب بھی تھی، چونکہ اس وقت تک شراب حرام نہ ہوئی تھی اس لئے وہ بھی اس بچہ کو میراث ملی ابھی اس بچہ کی ملک میں ہی تھی کہ شراب حرام ہو گئی اسکے ضائع کرنے کا حکم صادر ہو گیا۔ ۲؎ جس میں آیت کریمہ آئی یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ اور شراب قطعی حرام کر دی گئی اور شراب کو نجس بھی فرمایا گیا اسے شیطانی کام قرار دیا گیا، اس سے بچنے کا حکم دیا گیا فاجتنبوہ، اس بچنے پر فلاح وکامیابی کو موقوف فرمایا گیا کہ لعلکم تفلحون اور شراب خوری کو جوئے بت پرستی، تیروں سے فال کھولنے کی برابر قرار دیا گیا اور ظاہر ہے کہ ایسی خبیث چیز قریب جانے کے لائق نہیں چہ جائیکہ اسے پیا یا گھر میں رکھا جائے۔ ۳؎ سوال کا مقصد یہ تھا کہ اس شراب کے ضائع کرنے میں یتیم بچہ کا نقصان ہوگا اگر اجازت ہو تو اس کا سرکہ بنالیں یا کفار کے ہاتھ فروخت کر دیں بیچنے کی اجازت مانگنی مقصود تھا لہذا حدیث ظاہر ہے۔

۴؎ یعنی نہ اسے کفار کے ہاتھ فروخت کرو نہ اس کا سرکہ بناؤ بلکہ اسے بہا دو کیونکہ شراب مال غیر متقوم ہے مسلمان اس کی تجارت بھی نہیں کرسکتا نہ کسی حیلے سے اسے استعمال کر سکتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حرام چیز کو فنا کر دینا چاہئے اگرچہ وہ نابالغ بچہ کی ہو کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی عملی تبلیغ ہے اسی لئے ڈھول طبلہ سارنگی وغیرہ حرام آلات کی چوری پر سزا نہیں ان کے توڑنے پر ضمان نہیں کہ یہ چوری نہیں تبلیغ ہے۔ ۵؎ بارہا عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت ابو طلحہ جناب انس کے سوتیلے باپ ہیں حضرت انس نے ان ہی کے ہاں پرورش پائی، دونوں باپ بیٹا بڑے مراتب کے مالک ہیں، فقیر نے ان کی قبر مبارک کی زیارت

صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر رواہ ابوداؤد ۔ وعن دیلم الحمیری قال قلت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ انا بارض باردۃ ونعالج فیہا عملا شدیدا وانا نتخذ شرابا من ہذا القمح نتقوی بہ علی اعمالنا وعلی برد بلادنا قال ہل یسکر قلت نعم قال فاجتنبوہ قلت ان الناس غیر تارکیہ قال ان لم یترکوہ فقاتلوہم رواہ ابوداؤد ۔ وعن عبد اللہ بن عمرو ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الخمر والمیسر والکوبۃ والغبیراء وقال کل مسکر حرام رواہ ابوداؤد ۔ و

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور اعضاء بکھیر دینے والی چیز سے ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت دیلم حمیری سے ۲؎ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم ایک ٹھنڈی زمین میں ہیں اور وہاں سخت کام کرتے ہیں ۳؎ اور ہم اس گیہوں سے شراب بناتے ہیں جس سے اپنے اعمال پر اور اپنے ملک کی ٹھنڈک پر قوت حاصل کرتے ہیں ۴؎ فرمایا کیا وہ نشہ دیتی ہے میں نے عرض کیا ہاں فرمایا اس سے بچو ۵؎ میں نے عرض کیا کہ لوگ اسے نہ چھوڑیں گے ۶؎ فرمایا اگر نہ چھوڑیں تو ان سے جنگ کرو ۷؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب اور جوئے طبلہ اور جوار کی شراب سے منع فرمایا ۸؎ اور فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے ۹؎ (ابوداؤد) ۱۰؎ روایت

کی ہے ۔ ۳؎ یعنی شراب کی حرمت سے پہلے ہم نے بغرض تجارت ان یتیموں کے مال سے شراب خریدی تھی ابھی فروخت نہ کر سکا تھا کہ شراب حرام ہو گئی اب میں کیا کروں، اس سوال کا مقصد بھی وہ ہی ہے جو ابھی اوپر کی حدیث میں عرض کیا گیا یعنی سرکہ بنا لینے یا کفار کے ہاتھ فروخت کر دینے کی اجازت حاصل کرنا ۔ ۴؎ شراب کے برتن توڑ دینے کا حکم ابتداء تحریم میں تھا جب شراب نئی نئی حرام ہوئی تھی تاکہ لوگ اس کے برتن دیکھ کر پھر شراب نہ پینے لگیں ۔ ۵؎ سرکہ بنانے کی ممانعت تنزیہی ہے یعنی شراب کا سرکہ بنانا مناسب نہیں (مرقات) یا یہ ممانعت شروع تحریم کے وقت کی ہے جبکہ شراب کے برتن توڑ دینے کا حکم بھی تھا اس کی تحقیق گزر چکی ۔ ۶؎ یا تو مسکر سے مراد پتلی نشہ آور چیزیں ہیں اور مفتر یعنی جسم میں گرمی اور ڈھیلا پن پیدا کرنے والی چیز سے مراد خشک نشیلی چیزیں ہیں جیسے افیون بھنگ چرس وغیرہ کہ اسلام میں یہ سب چیزیں حرام ہیں کچھ تفصیل سے یا مسکر سے مراد قوی نشہ اور مفتر سے مراد ہلکا نشہ ہے، نشہ بہر حال نشہ ہے اگرچہ ہلکا ہو خیال رہے کہ تمباکو سے نشہ لینا بھی حرام ہے اگر حقہ یا تمباکو والے پان سے نشہ ہو تو وہ بھی حرام ہے ورنہ نہیں، ان شاء اللہ اس کی بحث اس فصل کے آخر میں کچھ کی جائے گی ۔ ۷؎ حمیر بہت وسیع زبان ہے ۔ ۸؎ دیلم دال کے فتحہ لام کے کسرہ سے ہے حمیر یا کے کسرہ میم کے سکون سے بروزن درہم یمن کا ایک شہر ہے جو صنعاء سے غربی جانب واقع ہے ۔ ۹؎ اسلئے ہم کو شراب یعنی نشہ کی سخت ضرورت ہے کہ ملک میں بغیر شراب کی گرمی اور بغیر نشہ کے ہمارے کام نہیں ہو سکتے ۔ ۱۰؎ لہذا ہم شراب پینے پر مجبور ہیں ۔ ۱۱؎ کم سے مطلقاً استعمال نہ کرو، نہ بہ نشہ زیادہ اس سے کم جیسا کہ فاجتنبوہ کے اطلاق سے معلوم ہوا کیونکہ تھوڑی شراب بہت کی کا ذریعہ ہے ۔ ۱۲؎ کیونکہ وہ پرانے عادی ہو گئے ہیں اور اس کی انہیں ضرورت بھی ہے ملکی حالات کے لحاظ سے ۔ ۱۳؎ یعنی اگر حلال سمجھ کر پئیں تو وہ مرتد ہو گئے ان پر جہاد کرو (مرقات) اور اگر حرام سمجھ کر پئیں

عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَاقٌّ وَلَا قَمَّارٌ وَلَا مَنَّانٌ وَ لَا مُدْمِنُ خَمْرٍ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ وَلَا وَلَدُ زِنْيَةٍ بَدَلَ قَمَّارٍ ۔ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بَعَثَنِي رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ وَهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ وَأَمَرَنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِيْرِ وَالْأَوْثَانِ وَالصُّلُبِ وَأَمْرِ

روایت ہے ان ہی سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا نہ داخل ہوگا جنت میں ماں باپ کا نافرمان[1] اور نہ جواری اور احسان جتلانے والا[2] اور نہ شراب کا عادی (دارمی) اس کی دوسری روایت میں بجائے جواری کے حرام زادہ ہے[3] روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی نے مجھے جہانوں کے لئے رحمت اور جہانوں کے لئے ہدایت بھیجا[4] اور مجھے میرے عزت و جلال والے رب نے حکم دیا باجوں، بانسری، الغوزوں[5] اور بتوں اور صلیبوں اور

جاہلیت کے کاموں کو مٹانے کا ۔۔۔ جانیں قرآن پر سختی کردار پیٹ کر اس سے روک، لفظ قاتلوا مارپیٹ پر بھی ارشاد ہوا ہے فرمایا کہ جو نمازی کے آگے سے گذرنا چاہے تو اسے روک نہ مانے تو قاتلوا لے مار کر روک، یہاں سائل نے بیعت کرشش سے سوال کیا کہ اجازت نہ دی ۔ ؎۵ میسر جسے کہتے ہیں میسر بمعنی آسانی سے بنا چونکہ جواری جیت کر بہ آسانی مال لے لیتا ہے اور ہار کر بہ آسانی دے دیتا ہے اس لئے اسے میسر کہتے ہیں کو یونہی شطرنج، چلہ وغیرہ سب ہی کہتے ہیں یہاں شارحین نے طبلہ کے معنی لکھے ہیں، غیرا یجواری کی شراب جو حبشہ میں مروج تھی جسے ان کی زبان میں سکر کہتے تھے (اشعہ) ؎۹ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر نشہ کی چیز نشہ لینا حرام ہے خواہ شراب تاڑی وغیرہ پتلی چیزیں ہوں یا بھنگ چرس افیون وغیرہ خشک چیزیں ہوں اگرچہ ان کے احکام میں تفصیل ہے مگر نشہ مطلقًا حرام ہے ولہذا یہاں مصنف نے اپنا قاعدہ چھوڑ دیا تینوں حدیثوں کے بعد فرمادیے کہ ان تینوں حدیثوں کو ابوداؤد نے روایت کیا ۔

؎۱ سابقین کے ساتھ جو اولاً ہی جنت میں جائیں گے بغیر سزا اور بغیر رکاوٹ کے یا جو یہ جرم کرے انہیں حلال سمجھ کر وہ قطعًا جنت میں داخل نہ ہوگا ؎۲ عاق وہ شخص ہے جو ایسا مباح کام کرے جس سے والدین کو تکلیف ہو بلا ضرورت شرعی کرے اور انہیں دکھ پہنچانے کے لئے (مرقات) یہ قیود خیال میں رہیں لہذا اگر حاکم بیٹا مجرم ماں باپ پر شرعی سزا جاری کرے تو عاق نہیں اور اگر ماں باپ کو ستانے کے لئے شراب نوشی وغیرہ کرے تو وہ بدنصیب عاق سے بدتر ہے ظالم ہے ؎۳ منان بنا ہے من سے من کے معنی احسان کرنا بھی ہیں احسان جتانا بھی اور توڑنا بند کرنا بھی اس تیسرے معنی میں ہے وان لک لاجرا غیر ممنون ۔ منان رب تعالٰی کی صفت بمعنی بہت ہی احسان فرمانے والا کریم، یہاں دوسرے یا تیسرے معنی میں ہے یعنی احسان جتانے والا یا قاطع رحم قرابت داروں کے حقوق نہ ادا کرنے والا، رب تعالٰی فرماتا ہے لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی ۔ ؎۴ کیونکہ حرامی بچہ جبلی طور پر بدکار بدمعاش ہوتا ہے کہ اس کی سرشت میں شیطان کا دخل ہوتا ہے اور کبھی بدکاری کرتے کرتے کفر تک پہنچ کر دائمی دوزخی ہوجاتا ہے (مرقات) اس لئے حرامی کی نسل میں ولایت نہیں ہوتی، مگر خیال رہے کہ حرامی کے یہ احکام اسلام میں آجانے کے بعد ہیں، مشرکین و مجوس کی اولاد حرامی نہیں اگرچہ ان کے نکاح شرعی قاعدے کے خلاف ہیں مگر چونکہ ان کے دین کے موافق ہیں لہذا صحیح ہیں، اگر مجوسی مسلمان ہوجائے اور اس کے نکاح میں اس کی ماں یا بہن یا بیٹی ہو تو اب علیحدہ کرادیں گے ، یوں ہی اگر مشرک کے نکاح میں سات آٹھ بیویاں ہوں تو بعد اسلام چار سے زیادہ بیویاں علیحدہ کرادیں گے

الْجَاهِلِيَّةِ وَحَلَفَ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ بِعِزَّتِي لَا يَشْرَبُ عَبْدٌ مِنْ عَبِيدِي جُرْعَةً مِنْ خَمْرٍ إِلَّا سَقَيْتُهُ مِنَ الصَّدِيدِ مِثْلَهَا وَلَا يَتْرُكُهَا مِنْ مَخَافَتِي إِلَّا سَقَيْتُهُ مِنْ حِيَاضِ الْقُدُسِ رَوَاهُ أَحْمَدُ ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْعَاقُّ وَالدَّيُّوثُ الَّذِي يُقِرُّ فِي أَهْلِهِ الْخُبْثَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جاہلیت کی چیزیں مٹانے کا ۵ اور میرے رب عزوجل نے میری عزت کی قسم فرمائی کہ کوئی بندہ میرے بندوں میں ایک گھونٹ شراب نہ پیئے گا مگر میں اتنی ہی پیپ اسے پلاؤں گا ۶ اور نہ چھوڑے اسے میرے خوف سے مگر اسے پاک حوضوں سے پلاؤں گا ۷ (احمد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں جن پر اللہ نے جنت حرام فرمادی ۸ عادی شرابی ماں باپ کا نافرمان اور وہ بے حیا جو اپنے گھر میں بے حیائی کو قائم رکھے ۹ (احمد، نسائی) روایت ہے حضرت ابوموسےٰ اشعری سے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے

مگر ان کی گذشتہ اولاد حلال ہوگی: اس سے ولید ابن مغیرہ کا مسئلہ بھی حل ہوگیا جسے قرآن کریم نے زنیم یعنی حرامی فرمایا، اسی حدیث میں زانی و زانیہ پر عتاب ہے کہ وہ زنا کرکے اپنے بچہ بلکہ اس کی نسل کو برباد کرتے ہیں۔ ۴ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ظاہری رحمت کفار کو بھی پہنچی کہ وہ دنیاوی عذاب سے بچ گئے اور حضور کی باطنی رحمت یعنی ہدایت سے کفار نے فائدہ نہ اٹھایا، حضور کی رحمت فرشتوں جنات انسان بلکہ تمام مخلوقات کو ہے، اس کی نفیس تفسیر ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں ملاحظہ کیجئے ۵ معازف جمع ہے معزف کی جس کا مادہ عزف ہے بمعنی کھیل، معزف بروزن منبر کھیل کا آلہ اصطلاح میں ہر باجہ کو معزف کہا جاتا ہے اور مزامیر جمع ہے مزمار کی جس کا مادہ زمر ہے بمعنی گانے کی آواز اصطلاح میں بانسری الغوزہ وغیرہ کو مزامیر کہا جاتا ہے یعنی مجھے رب تعالٰی نے حکم دیا ہے کہ ہر باجہ گاجہ کو مٹادوں، خیال رہے کہ باجا گاجا تو مطلقًا حرام ہے دوسرے باجے اگر غرض صحیح کے لئے استعمال کئے جائیں تو حلال ہیں کھیل تماشہ کے لئے بجائے جائیں تو حرام، چنانچہ غازیوں کا طبل جو جنگ وغیرہ میں اعلان کے لئے بجایا جائے یا دف تاشہ اعلان نکاح کے لئے حلال ہے۔ عید و شادی کے موقعہ پر چھوٹی بچیوں کا دف بجانا احادیث میں آیا ہے اس کے احکام ان شاء اللہ اپنے موقعہ پر آئیں گے۔

۶ صلب جمع ہے صلیب کی جس کا مادہ صلب ہے بمعنی سولی، صلیب سولی دینے کا آلہ یہ عیسائیوں کی معظم چیز ہے جسے وہ پوجتے ہیں، اور جاہلیت سے مراد زمانہ جاہلیت کی ناجائز رسمیں ہیں جیسے نوحہ، ماتم، خاندانی فخر، ستاروں سے بارش مانگنا، خیال رہے کہ جزیرہ عرب میں سوا اسلام کے کسی ملت کی اجازت نہیں اس لئے عرب میں صلیب مٹائی جائے گی عرب کے سوا دوسرے اسلامی ممالک میں ذمی کفار کو مذہبی آزادی دی جائے گی لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اسلام میں تو ذمی کفار کو مذہبی آزادی ہے پھر صلیب مٹانے کے کیا معنی کہ یہ حکم جزیرہ عرب کے لئے ہے یا یہ مطلب ہے کہ مسلمانوں میں سے صلیب وغیرہ کو مٹاؤں کراؤں اس کی تعظیم سے دور رکھوں ۷ یعنی بعد قیامت دوزخ میں اسے دوزخیوں کی پیپ پلاؤں گا ۸ قدس کے حوض سے مراد جنت کے حوض ہیں جن میں حوض کوثر بھی داخل ہے یعنی جو شخص شراب کا عادی تھا پھر رحمت خدا نے دستگیری

قَالَ ثَلٰثَةٌ لَّا تَدْخُلُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَقَاطِعُ الرَّحِمِ وَمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ رَوَاهُ أَحْمَدُ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ إِنْ مَاتَ لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى كَعَابِدِ وَثَنٍ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ وَقَالَ ذَكَرَ الْبُخَارِيُّ فِي التَّارِيْخِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ. وَعَنْ أَبِي مُوْسٰى أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ مَا أُبَالِي شَرِبْتُ

فرمایا تین شخص جنت میں نہ جائیں گے عادی شرابی قاطع الرحم ۴ اور جادو کی تصدیق کرنے والا ۵ (احمد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عادی شرابی اگر مرجائے تو اللہ تعالٰی سے بت پرست کی طرح ملے گا ۶ (احمد) اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں محمد ابن عبیداللہ سے انہوں نے اپنے والد سے اور کہا کہ بخاری نے اپنی تاریخ میں محمد ابن عبداللہ سے انہوں نے اپنے والد کی روایت سے ۷ روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے آپ فرماتے تھے کہ میں نہیں پرواہ کرتا شراب پیوں

کہ محض خوف خدا کی بنا پر توبہ کرلی اسے ان وعیدوں سے بچایا جائیگا ترک کے یہ معنی ہوتے ہیں ممکن ہے کہ اس میں وہ بھی داخل ہو جو شرابیوں میں بیٹھے کہ شراب سے بچے۔ ۲ یعنی اسے سابقین کے ساتھ جنت میں جانا حرام ہے یا جو ان کاموں کو حلال جان کر کرے وہ جنت سے دائمی محروم ہے کہ جنت تو مومنین کیلئے ہے۔ ۳ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں خبیث سے مراد زنا اور اسباب زنا ہیں یعنی جو اپنی بیوی بچوں کے زنا یا بیحیائی بے پردگی اجنبی مردوں سے اختلاط بازاروں میں زینت سے پھرنا، بیحیائی کے گانے ناچ وغیرہ دیکھ کر باوجود قدرت کے نہ روکے وہ بیحیا دیوث ہے مگر مرقات نے یہاں فرمایا کہ تمام بے غیرتی کے گناہ اس میں شامل ہیں جیسے شراب نوشی، غسل جنابت نہ کرنا وغیرہ اس قسم کے جرم۔ اللہ تعالٰی دینی غیرت دے ۴ قاطع رحم عام ہے عاق سے کیونکہ عاق ماں باپ کا نافرمان ہے اور قاطع رحم اپنے نسبی عزیزوں پر زیادتی کرنے والا یا ان کے حقوق ادا نہ کرنے والا باوجود قدرت کے، مسلمان پر ماں باپ، بھائی بہن، خالہ، ماموں وغیرہم بلکہ بیوی اور اس کے والدین کے بھی حقوق ہیں ان حقوق کی تفصیل اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کتاب مشعل الحقوق لطرح العقوق میں ملاحظہ فرمائیے۔ مسلمان کو چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں سے خبردار رہے کہ میرا کون کون رشتہ دار ہے اور ان سے میرا کیا رشتہ ہے تاکہ ان کے حقوق بقدر قرابت ادا کرے۔ ۵ یعنی جادو کو حق یعنی حلال جاننے والا یا اس کی تاثیر بذاتہٖ کا قائل، جادو کرنا حرام ہے اسے حلال جاننا بے دینی ہے ورنہ جادو میں رب تعالٰی نے تاثیر رکھی ہے جس کا ثبوت قرآن مجید سے ہے رب تعالٰی فرماتا ہے یفرقون بہ بین المرء وزوجہ لہذا جادو کو برحق تاثیر ماننے والا مومن ہے اسے حلال جاننے والا کافر یہاں دوسری صورت کا ذکر ہے۔ ۶ یعنی بغیر توبہ کے شرابی رہتا ہوا مرے تو اللہ تعالٰی اس پر ایسا ناراض ہوگا جیسا بت پرست پر ناراض ہوگا قرآن کریم میں رب تعالٰی نے شراب کو بتوں کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ ارشاد فرمایا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام نیز شرابی نشہ میں بت پرستی کرے تو کوئی تعجب نہیں کہ بے عقل سب کچھ کرلیتا ہے تو شراب بت پرستی کا ذریعہ بن سکتی ہے غرضکہ یہ وعید بہت سخت ہے رب تعالٰی کی پناہ۔ ۷ یعنی بیہقی نے کہا، مقصد یہ ہے کہ تاریخ بخاری میں میں نے خود یہ روایت نہیں دیکھی ہے بلکہ بیہقی کے حوالہ سے بیان کر رہا ہوں۔ ۸ یہ محمد ابن

الْخَمْرَ اَوْ عَبَدْتُ هٰذِهِ السَّارِيَةَ دُوْنَ اللّٰهِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ؏ كِتَابُ الْاِمَارَةِ وَالْقَضَاءِ
اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ؏ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
اَطَاعَنِيْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ

یا اللہ کے مقابل اس ستون کو پوجوں؎ (نسائی) ؏ حاکم اور قاضی بننے کا بیان؎ پہلی فصل ؏ روایت
حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی
اطاعت کی؎ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے حاکم کی اطاعت کی اس نے

عبیداللہ یا محمد ابن عبداللہ ابن جحش ہیں اور عبداللہ ابن جحش مشہور صحابی ہیں اور محمد بھی صحابی ہیں کہ ہجرت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے اور اپنے والد کے ساتھ اولاً مکہ معظمہ سے حبشہ کو ہجرت کی پھر مکہ معظمہ واپس آگئے اور مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی (اشعہ) ؏ ؎ مقصد یہ ہے کہ میرے نزدیک شراب پینا اور بت پوجنا ایک درجہ کی حماقت و بے وقوفی ہے کہ بت پرستی میں سوا نقصان کے کوئی فائدہ نہیں یونہی شراب نوشی میں صرف نقصان ہے فائدہ کوئی نہیں ؏

خاتمہ: بھنگ، چرس، افیون، تمباکو

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں اس جگہ دو باتیں بہت ضروری فرمائیں، ایک یہ کہ سوا شراب انگوری کے دوسری تمام شرابیں جمہور علماء کے نزدیک تو مطلقًا حرام ہیں مگر احناف کے نزدیک جب حرام ہیں جبکہ نشہ دیں یا لہو و لعب کے لیے پی جائیں، حق مذہب جمہور ہے کہ ہر شراب مطلقًا حرام ہے نشہ دے نہ دے، مفتی کو اسی پر فتویٰ دینا چاہیے ؏ دوسرے یہ کہ خشک نشہ آور چیزیں جیسے بھنگ، چرس، افیون میں بھی اختلاف ہے، فیصلہ یہ ہے کہ دوا میں ان چیزوں کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ نشہ نہ دیں، نشہ دیں تو یہ حرام ہیں نیز ان چاروں کا استعمال لذت کے لیے حرام ہے اگرچہ نشہ نہ دیں کہ ہر لہو باطل ہے نیز یہ چیزیں پاک ہیں کہ اگر نمازی کے جیب میں افیون وغیرہ کی پڑیا پڑی ہو تو نماز ہو جائے گی، نیز بھنگ افیون وغیرہ کی تجارت جائز تو ہے کہ ان کا استعمال دوا حلال ہے مگر نہ تو زیادہ کی تجارت کرے نہ نشہ والوں کے ہاتھ فروخت کرے حتی کہ شراب بنانے والے کے ہاتھ بہت مقدار میں انگور بھی نہ بیچے کہ یہ حرام پر امداد ہے نیز افیون بھنگ چرس کی کاشت جائز ہے جبکہ اس سے کاشتکار کی نیت نشہ کرنے یا نشہ کرانے کی نہ ہو صرف دوا فروخت کرنے کی ہو تمباکو کے احکام اس سے بھی ہلکے ہیں کہ تمباکو پینا یا کھانا نشہ کیلئے حرام ہے نشہ نہ دے تو حرام نہیں جو شخص بھنگ چرس، افیون سے نشہ کرے اس پر حد نہیں بلکہ تعزیر ہے علامہ شامی نے شامی جلد پنجم کتاب الاشربہ میں تمباکو کے بہت خصوصی احکام بیان فرمائے فیصلہ یہ فرمایا کہ تمباکو حلال ہے مگر اس سے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے لہذا طبعًا مکروہ ہے، نشہ دے تو حرام ؏

؎ امارت الف کے کسرہ سے امیری فرماں روائی یا فرماں روا بنانا، اور الف کے فتحہ سے بمعنی علامت یہاں الف کے کسرہ سے ہے قضا بمعنی فیصلہ یہاں شرعی فیصلہ مراد ہے یا قضاء کا منصب مراد ہے (مرقات و اشعہ) اس باب میں وہ احادیث آئیں گی جن میں امیر (سلطان) و قاضی بنانے یا ان کی شرائط و صفات کا ذکر ہے ؏ ؎ یہ حدیث اسی آیت کریمہ کی طرف اشارہ کر رہی ہے، من یطع الرسول فقد اطاع اللہ؛ خیال رہے کہ اطاعت تو اللہ تعالٰی کی بھی لازم ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی اور سلطان اسلام ماں باپ استاذ کی بھی کہ ہر بزرگ فرمان لائق عمل ہے مگر عبادت صرف اللہ تعالٰی کی ہے اور کسی کی نہیں اور اتباع صرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہو سکتی ہے نہ خدا تعالٰی کی نہ کسی اور بزرگ کی۔ اتباع کے معنی ہیں کسی کے نقش قدم پر چلنا جو اسے کرتے ہوئے دیکھا وہ کرنا، قرآن کریم کی اتباع مجازی ہے اسی لئے قرآن مجید میں اطاعت کے ساتھ

أَطَاعَنِي وَمَنْ يَّعْصِ الْأَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَيُتَّقٰى بِهٖ فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَعَدَلَ فَإِنَّ لَهٗ بِذٰلِكَ أَجْرًا وَإِنْ قَالَ بِغَيْرِهٖ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ أُمِّ الْحُصَيْنِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ مُّجَدَّعٌ يَّقُوْدُكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَأَطِيْعُوْا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ

میری اطاعت کی اور جس نے حاکم کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی ۱؎ امیر ڈھال ہے اس کی پناہ میں جہاد کیا جاتا ہے ۲؎ اور اسکی آڑ لی جاتی ہے پھر اگر اللہ کے ڈر کا حکم دے اور انصاف کرے تو اس کا اسے ثواب ہے ۳؎ اور اگر اس کے علاوہ کہے تو اسکا اس پر وبال ہے ۴؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ام الحصین سے ۵؎ فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر تم پر ناقص الاعضاء غلام حاکم بنا دیا جائے جو تم کو اللہ کی کتاب سے چلائے اس کی سنو اور اطاعت کرو ۶؎ (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر حبشی غلام حاکم بنا دیا جائے

تین ذاتوں کا ذکر ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اور عبادت کے ساتھ اللہ تعالٰی کا ذکر ہے اعبدوا اللہ اور اتباع کے ساتھ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے نہ خدا تعالٰی کا نہ کسی بندے کا فاتبعونی یحببکم اللہ، یہ بھی خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خدا تعالٰی کی اطاعت کی طرح مطلقًا واجب ہے کہ جو بھی حکم دیں بلا وجہ پوچھے بلا سوچے سمجھے اطاعت کی جائے دوسرے بندوں کی اطاعت واجب ہے جبکہ جائز کام کا حکم دیں خلاف شرع حکم نہ دیں حضور کا حکم خود شریعت ہے اگر حضور نماز چھوڑنے یا نکاح نہ کرنے کا حکم دیں تو اس کے لئے وہ ہی حکم شرعی ہے دیکھو ہماری کتاب سلطنت مصطفٰے اور ہماری تفسیر نعیمی پارہ پنجم جہاں اس کی بہت سی آیات و احادیث پیش کی گئی ہیں ۷؎ اس فرمان میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم۔

۱؎ زمانہ جاہلیت میں لوگ نہ امارت سے واقف تھے نہ قضاء سے، ان کے قبیلوں کے رئیس ہوتے تھے جب اسلام نے یہ محکمے قائم فرمائے تو لوگوں کو تامل اور تعجب ہوا تب یہ ارشاد فرمایا گیا تاکہ لوگ امارت و قضاء کی اہمیت جانیں (مرقات) خیال رہے کہ یہاں امیر کی اطاعت سے مراد جائز احکام میں اطاعت ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے (اشعہ) ۲؎ یہاں امام سے مراد یا تو سلطان اسلام ہے یا اس کا نائب جو جہاد میں سپہ سالار ہو یعنی جہاد کے لئے امیر ضروری ہے اور ملک کے لئے بھی امیر ڈھال ہے جیسے ڈھال دشمن کے تیر و شمشیر سے بچاتی ہے ایسے ہی سلطان رعایا کو داخلی اور خارجی دشمنوں سے محفوظ رکھتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ سلطان کو ڈھال کی طرح جنگ میں سب سے آگے رکھو تاکہ پہلا تیر اسی کو لگے (لمعات) قتال سے مراد خوارج، باغیوں کفار اور سارے فسادیوں سے جنگ ہے ۳؎ عظیم الشان ثواب جو حد بیان بلکہ اندازے سے باہر ہے ۴؎ یعنی اگر بادشاہ اسلام خلاف شرع چیزوں کا حکم دے تو اس پر گناہ اور وبال بھی اتنا ہے جو حد بیان و اندازے سے باہر تمام ملک کا بوجھ اس کی گردن پر ہے یہاں علی نقصان کے لئے ہے ۵؎ آپ ام حصین بنت اسحاق قبیلہ احمس سے ہیں آپ کے بیٹے یحیی ابن حصین ہیں آپ صحابیہ ہیں حجۃ الوداع میں حضور انور صلی

كَانَ رَاْسَهُ زَبِيْبَةٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ مَالَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةٍ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلٰى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلٰى اَنْ لَا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهُ وَعَلٰى

جس کا سر کشمش کی طرح ہو[2] (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سننا اور اطاعت کرنا ہر مسلمان آدمی پر لازم ہے[3] ہر اس حکم میں جسے پسند کرے یا ناپسند جب تک کہ اسے گناہ کا حکم نہ دیا جائے تو نہ سننا ہے نہ اطاعت[4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ گناہ میں کسی کی اطاعت نہیں اطاعت صرف بھلائی میں ہے[5] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی[6] سننے اور اطاعت کرنے پر تنگی اور آسانی میں خوشی و ناخوشی میں[7] اور ہم پر ترجیح دیئے جانے میں[8] اور اس پر کہ کسی چیز میں اس کے اہل و مستحق سے نہ جھگڑیں اور اس پر

اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی۔ [1] یعنی اگر سلطان اسلام کسی حبشی غلام کو تمہارا حاکم بنا دے تب بھی تم اس غلام حاکم کی فرمانبرداری کرو کہ یہ سلطان کی اطاعت ہے یا اگر کوئی حبشی غلام سلطان بن جائے جیسے سلطان چن ہیں تو اگرچہ وہ خلیفہ تو نہیں کہ خلافت اسلامیہ صرف قریش سے خاص ہے مگر سلطان تو ہے تب بھی اس کی اطاعت کرو (از مرقات) خیال رہے کہ یزید پلید نہ سلطان تھا نہ حاکم بلکہ اس کو سلطان بنانے کا مسئلہ درپیش تھا حضرت امام حسین نے اسے سلطان بنانے سے انکار کیا، لہذا یہ حدیث حضرت امام حسین کے عمل کے خلاف نہیں، بادشاہ بنانا اور ہے بنے ہوئے بادشاہ کی اطاعت کرنا کچھ اور، فاسق کو نماز کا امام نہ بناؤ لیکن اگر بن چکا ہے تو جماعت نہ چھوڑو اس کے پیچھے نماز پڑھ لو۔ [2] یہ فرمان عالی مبالغہ کے طور پر ہے یعنی اگر ذلیل و حقیر ناقص الخلقت حبشی غلام بھی تم پر حاکم مقرر ہو جائے تو اس کا حکم بھی خوشی کے ساتھ سنو اور اس پر عمل کرو جیسے حدیث پاک میں ہے کہ جو مسجد بنائے اگرچہ چڑیا کے آشیانہ کے برابر ہو اسے بھی یہ ثواب ہے خیال رہے کہ یہاں کشمش سے تشبیہ یا تو چھوٹا ہونے میں ہے یا بال سے صاف گنجا اور چپلا ہونے میں اکثر حبشیوں کے سر چھوٹے ہوتے ہیں۔ [3] بشرطیکہ اس کا حکم خلاف شرع نہ ہو۔ [4] یعنی سلطان اسلام کا جائز حکم تمہاری طبیعت کے خلاف ہو یا موافق بہرحال قبول کرو لیکن اگر وہ خلاف شرع حکم کرے تو اس کی فرمانبرداری نہ کی جائے فرمانبرداری صرف اللہ رسول کی ہے مگر اپنے حکام کا یہ بھی نہ کرے بغاوت بھی نہ کرے بادشاہ سے جنگ ملک کی تباہی کا باعث ہے (مرقات)۔ [5] یہ فرمان عالی بادشاہ، حاکم، پیر، استاد، ماں باپ وغیرہ سب کو شامل ہے کہ خلاف شرع حکم میں کسی کی اطاعت نہ کی جائے معروف وہ کام ہے جسے شریعت منع نہ کرے معصیت وہ کام ہے جسے شریعت منع فرمادے یہ تعریف اچھی طرح یاد رکھی جائے (مرقات) آجکل بعض بے وقوفوں نے سمجھ لیا ہے کہ جو کام حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو وہ معصیت ہے یہ محض غلط ہے ورنہ قرو.

أَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ أَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَفِي رِوَايَةٍ وَعَلٰى أَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهٗ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا إِذَا بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُوْلُ لَنَا فِيْمَا اسْتَطَعْتُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کہ ہم جہاں بھی ہوں حق ہی کہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ کسی چیز میں اس کے اہل سے نہ جھگڑیں مگر یہ کہ تم کھلا کفر دیکھو جس کی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے قوی دلیل ہو (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے اور فرمانبرداری کرنے پر بیعت کرتے تھے تو حضور انور فرماتے کہ اس میں جس کی طاقت رکھو (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

ناممکن ہو جائیگی، اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں بدعت کی بحث میں ملاحظہ فرمایئے وہاں اس پر بہت دلائل قائم کئے گئے ہیں۔ ۲؎ اس بیعت سے مراد یا تو بیعت اسلام ہے یا کسی موقعہ پر کوئی خاص بیعت، حضرات صحابہ نے بیعت اسلام کے سوا خاص موقعوں پر اور بھی بیعتیں کی ہیں۔ ۳؎ یعنی ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بیعت میں یہ عہد کیا کہ ہم سلطان اسلام کی ہر حال اطاعت کریں گے زمانہ تنگی کا ہو یا فراخی کا وہ حکم ہم پر گراں ہو یا آسان، عسر و یسر سے مراد حالات کی تنگی و آسانی مراد ہے اور منشط و مکرہ سے مراد اپنے دل کا حال ہے لہذا عبارت میں تکرار نہیں۔ ۴؎ اثرہ الف ث کے فتحہ سے بمعنی اختیار کرنا یا ترجیح دینا یعنی اگر اسلامی سلاطین ہمارے دنیاوی حقوق غنیمت، فئی کا حصہ یا حکومت کے عہدے ہم کو نہ دیں حق ہمارا ہو مگر دوسرے کو دے دیں یا خود مار لیں تو ہم ان کی اطاعت سے قدم باہر نہ نکالیں گے اس حق تلفی پر صبر کریں گے اور سلاطین کے مطیع رہیں گے، اشارۃً یہ ہے کہ خلفائے راشدین کے بعد یہ واقعات پیش آئے کہ انصار نے پورے صبر و تحمل سے کام لیا رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ۵؎ یہاں امر سے مراد حکومت و امارت ہے یعنی ہم اہل حکومت سے نہ جھگڑا کریں گے تو یہ جملہ پہلے جملہ کی تاکید ہے یا یہ مطلب ہے کہ جو عہدہ اس کے اہل کو دیا جائے تو ہم سے چھیننے کی کوشش نہ کریں گے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت اسلامیہ قریش سے خاص رہی، انصار نے حکم نبوی سن کر کہ الخلافۃ فی قریش بالکل سرتابی نہ کی بلا چون و چرا حکم سرکاری قبول کرلیا یہ تھا اس بیعت پر عمل۔

۱؎ یہ گزشتہ عہدوں کے علاوہ اور دوسرا عہد ہے یعنی ہم مداہنت فی الدین نہ کریں گے ہر چھوٹے بڑے کے سامنے ہر جگہ ہر وقت کلمات حق کہیں گے ہر مسلمان بقدر وسعت مبلغ ہے۔ ۲؎ کفر سے مراد کفار کے سے کام ہیں یعنی گناہ و معصیت، عام نسخوں میں بَوَاحًا واؤ سے ہے بعض نسخوں میں براحًا ر سے ہے براح کھلی زمین کو کہتے ہیں۔ ۳؎ یعنی اگر تم اسلامی بادشاہ کا فسق و فجور کھلم کھلا دیکھو ان کے احکام و افعال کی کوئی توجیہ نہ ہو سکے تو ان کی اطاعت نہ کرو۔ مگر پھر بھی ان فاسق سلاطین پر خروج نہ کرے کہ ان سے لڑنا جھگڑنا باجماع مسلمین حرام ہے اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ بادشاہ فسق و ظلم کی وجہ سے معزول نہ ہوگا، وہاں کافر سلطان اسلام نہیں بن سکتا، اگر مسلمان بادشاہ کافر ہو جائے تو معزول ہوگا کیونکہ سلطان کا معزول ہونا بڑی تباہی ملک و خون ریزی کا باعث ہے (مرقات) حضرات صحابہ کرام نے حجاج ابن یوسف جیسے ظالم و جابر و فاسق پر خروج نہ کیا بلکہ اس سے قضاء جمعہ و عیدین کی قیام حاصل کیں۔ خیال رہے کہ امام شافعی کے ہاں فسق کی وجہ سے قاضی تو لائق معزولی ہے مگر سلطان قابل

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيْرِهٖ شَيْئًا يَكْرَهُهٗ فَلْيَصْبِرْ فَإِنَّهٗ لَيْسَ أَحَدٌ يُفَارِقُ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَيَمُوْتُ إِلَّا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عِمِّيَّةٍ يَغْضَبُ لِعَصَبِيَّةٍ أَوْ يَدْعُوْا لِعَصَبِيَّةٍ أَوْ يَنْصُرُ عَصَبِيَّةً فَقُتِلَ فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ وَمَنْ خَرَجَ عَلٰى أُمَّتِيْ بِسَيْفِهٖ يَضْرِبُ

علیہ وسلم نے جو اپنے حاکم سے ناپسندیدہ چیز دیکھے تو صبر کرے ۱؎ کیونکہ نہیں ہے کوئی جو جماعت سے بالشت بھر الگ ہو پھر مرجائے ۲؎ مگر وہ جاہلیت کی موت مریگا ۳؎ (مسلم، بخاری) ۴؎ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو فرمانبرداری سے نکلا اور جماعت سے جدا ہوا ۵؎ پھر وہ مرگیا تو وہ جہالت کی موت مرا ۶؎ اور جس نے اندھادھند جھنڈے کے نیچے جنگ کی ۷؎ کہ غصہ کرتا ہے تعصب کی بنا پر یا غصہ کرتا ہے تعصب کی طرف یا مدد دیتا ہے عصبیت کی بنا پر ۸؎ پھر وہ مارا گیا تو اس کی موت جاہلیت کی ہے ۹؎ اور جو میری امت پر تلوار سے کر مارتا ہو

معزول نہیں کیونکہ سلطان کی معزولی میں بہت فتنہ ہے جو قاضی کی معزولی میں کم مگر احناف کے ہاں نہ قاضی فسق کی وجہ سے لائق معزولی ہے نہ سلطان کیونکہ احناف کے ہاں فاسق اہل ولایت ہے شوافع کے ہاں نہیں دیکھو فاسق باپ اپنی اولاد کا ولی ہے اس کی پوری بحث یہاں مرقات میں ملاحظہ فرمائیے۔ ۲؎ بیعت کے معنی بیان بیعت میں عہد کے معنی اصطلاحاً بیعنا کے معنی ملحوظ ہیں لہذا بیعت کا تعدیہ علی سے ہوگیا ۳؎ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم ہم پر خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں کہ امت پر شفقت فرماتے ہوئے بوقت بیعت صحابہ سے فرماتے ہیں کہ مطلقاً اطاعت کا عہد نہ کرو بلکہ بقدر طاقت اطاعت کا عہد کرو تاکہ کبھی تم بدعہدی میں نہ گرو نہ ہو۔ ۴؎ یعنی اگر حاکم یا سلطان میں کوئی شرعی یا طبعی یا اخلاقی نقص دیکھے تو صرف اس وجہ سے اس پر خروج نہ کرے اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند نہ کرے اس کا یہ مطلب نہیں کہ احسن طریقہ سے اس کی اصلاح بھی نہ کرے جابر حاکم کے سامنے کلمہ حق کہہ دینا تو اعلیٰ درجہ کا جہاد ہے اصلاح اور چیز ہے خروج کچھ اور۔

۵؎ یعنی جو مسلمانوں کی اس جماعت سے جو کسی سلطان اسلام پر متفق و متحد ہوں ذرا سا بھی الگ رہے گا اس کا انجام وہ ہوگا جو آگے مذکور ہے۔

۶؎ یعنی اس کی موت زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی سی موت ہوگی کہ نہ ان کا کوئی سلطان ہوتا تھا نہ جماعت نہ ان میں تنظیم تھی، نہ قومی اتفاق (مرقات) اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ کافر ہوگا۔ خیال رہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے یزید پلید کو سلطان اسلام بنانے کا مسئلہ تھا نہ کہ بنے ہوئے سلطان کی اطاعت کا مسئلہ لہذا اس عالی جناب کی ذات مقدس اس حدیث کی زد میں نہیں آسکتی، جیسے فاسق کو امام نماز بنانا مکروہ و ممنوع ہے مگر جس مسجد میں فاسق آدمی امام بن جائے تو اس کی وجہ سے جماعت نہ چھوڑے اس کے پیچھے پڑھے۔ ۷؎ اطاعت سے مراد سلطان اسلام کی فرمانبرداری ہے اور جماعت سے مراد جماعت مسلمین ہے جماعت سے جدا ہونے کے معنی ہیں کہ جس کی حکومت پر مسلمان متفق ہوچکے ہیں اسے حاکم نہ مانے اپنے کو جماعت کے فیصلے سے الگ رکھے، اس جملہ کے اور معنی بھی ہوسکتے ہیں جو کتاب الاعتصام میں مذکور ہوچکے۔ ۸؎ اس کے معنی ابھی عرض کیے گئے کہ اس سے مراد کفر کی موت نہیں ہے بلکہ کفار کی سی موت ہے، کفر کی موت اور کفار کی سی موت میں بڑا فرق ہے۔ ۹؎ عمیہ بروزن فعیلہ بھی آتا ہے عین کے پیش نون کے سکون سے اور

بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا وَلَا يَتَحَاشَىٰ مِنْ مُؤْمِنِهَا وَلَا يَفِي لِذِي عَهْدٍ عَهْدَهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَلَسْتُ مِنْهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ وَتُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ وَشِرَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَيُبْغِضُوْنَكُمْ وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَيَلْعَنُوْنَكُمْ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نُنَابِذُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ قَالَ لَا مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ لَا

نیک کو مارے بھی بدکار کو بھی اور نہ بچے اسکے مومنوں سے اور نہ پورا کرے عہد والے کے لئے اس کا عہد و پیمان لہ نہیں وہ مجھ سے ہے نہیں اس سے ٹہ (مسلم)؛ روایت ہے حضرت عوف ابن مالک اشجعی سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا کہ تمہارے بہترین حکام وہ ہیں جو تم سے محبت کریں اور تم ان سے محبت کرو تم انہیں دعائیں دو وہ تمہیں دعائیں دیں لہ اور تمہارے بدترین حکام وہ ہیں کہ تم ان سے نفرت کرو وہ تم سے نفرت کریں تم ان پر پھٹکار کرو ٹہ وہ تم پر لعنت کریں فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم اسوقت ان کو پھینک نہ دیں فرمایا نہیں جب تک کہ وہ تم میں نماز قائم کریں ٹہ نہیں

عُمِّیَّۃ بھی آتا ہے یعنی کے کسرہ میم کے شد اور کسرہ ی کے شد سے، یہ لفظ عمی سے بنا بمعنی اندھا پن، اس سے مراد وہ بلوہ یا جنگ ہے جس کی وجہ معلوم نہ ہو کوئی شخص صرف اپنی قوم اپنے دھڑے کی حمایت میں مسلمانوں کے دوسرے دھڑے سے لڑے جیسا کہ آجکل عام دیہاتی پارٹیوں میں دیکھا جاتا ہے۔ ٹہ عصبیہ منقول ہے بمعنی غضب و عصبہ بمعنی حق و باطل کی تمیز کئے بغیر خود بھی اس اندھا دھند لڑائی میں شریک ہو جاتا ہے اور اپنے دھڑے کے دوسرے آدمیوں کو بھی بلا کر جنگ میں شریک کرتا ہے، عصبیت کے معنی ہیں ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرنا عصبہ سے بنا بمعنی وارث یا قوم۔ ٹہ یعنی ایسی موت مسلمانوں کی سی نہیں کفار کی سی ہے کافر، قوم، ملک، مال وغیرہ کے لئے لڑتے ہیں مگر مومن کی لڑائی رضائے الٰہی کے لئے چاہیے یہ لڑائی بھی عبادت ہے سہ

جنگ شاہاں فتنہ و غارتگری است جنگ مومن سنت پیغمبری است

قومیت کی جنگ فساد ہے للّٰہیت کی جنگ جہاد، اسلام نے ہم کو جینا مرنا سب کچھ سکھایا۔ لہ اس جملہ کی دو شرحیں ہیں ایک یہ کہ امتی سے مراد امت اجابت یعنی مسلمان ہیں اور نیک سے مراد صالح آدمی ہیں اور فاجر سے مراد گنہگار مسلمان ہیں یعنی ہر نیک و بد مسلمان کو قتل کرے دوسرے یہ کہ امتی سے مراد امت دعوت یعنی ہر آدمی کافر ہو یا مومن اور برّہا سے مراد مسلمان ہیں اور فاجرہا سے مراد کافر ہیں، مرقات نے یہ دونوں شرحیں کیں۔ ٹہ اگر گزشتہ جملہ کی پہلی تفسیر کی جائے تو یہ علیحدہ مستقل حکم ہے اور اگر دوسری شرح کی جائے تو یہ جملہ اس کی شرح ہے، عہد والے سے مراد یا ذمی کفار ہیں یا مستامن کفار۔ ٹہ یعنی وہ میری امت سے نہیں یا میرے طریقہ سے نہیں اور میں اسکے معاون و مددگاروں سے نہیں یا وہ مجھ سے قریب نہیں میں اس سے قریب نہیں، یہ کلمہ انتہائی غضب کا ہے۔ ٹہ یہاں ائمہ سے مراد والی ہیں خواہ سلطان ہو یا حکام (مرقات) مطلب یہ ہے کہ حکام عادل ہوں تم سے مل جل کر رہیں تمہاری ان کی آپس میں محبت ہو تمہارے ساتھ نمازوں میں شریک ہوں ایسے حکام اللہ کی رحمت ہیں جیسے عہد صحابہ میں ہوتا تھا اور بعد میں بھی عادل سلاطین میں رہا۔ ٹہ یعنی ظالم ہوں متکبر ہوں اپنے عیش و طرب میں رہیں ملک و رعایا سے لاپرواہ رہیں فساق و فجار ہوں ایسے حکام خدا کا عذاب ہیں۔ ٹہ یعنی کیا ہم ان کو حکومت سے نکال باہر نہ کردیں

مَا اَقَامُوْا فِيْكُمُ الصَّلٰوةَ اَلَا مَنْ وُلِّيَ عَلَيْهِ وَالٍ فَرَاٰهُ يَاْتِيْ شَيْئًا مِّنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ فَلْيَكْرَهْ مَا يَاْتِيْ مِنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِّنْ طَاعَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ تَعْرِفُوْنَ وَتُنْكِرُوْنَ فَمَنْ اَنْكَرَ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ سَلِمَ وَلٰكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ قَالُوْا اَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ قَالَ لَا مَا صَلَّوْا لَا مَا صَلَّوْا اَيْ مَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهِ وَاَنْكَرَ بِقَلْبِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

جب تک کہ وہ تم میں نماز قائم کریں خبردار جس پر کوئی امیر والی ہو پھر اس میں اللہ کے گناہوں میں سے کچھ دیکھے تو جو کچھ وہ اللہ کا گناہ کرتا ہے اُسے تو ناپسند کرے[۲] اور اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے[۳] (مسلم)؛ روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم پر کچھ حکام ہوں گے جن کے کچھ کام تم پسند کرو گے کچھ ناپسند کرو گے[۴] تو جو انکار کرے تو وہ بری ہوگیا اور جو ناپسند کرے وہ سلامت رہا[۵] لیکن جو راضی ہوا ان کے ساتھ مل گیا[۶] انہوں نے عرض کیا کہ کیا ہم ان سے جنگ کریں تو فرمایا نہیں جب تک نمازی رہیں جب تک وہ نمازی رہیں[۷] یعنی جو اپنے دل سے انکار کرے جو اپنے دل سے ناپسند کرے[۸] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ

اور ان سے کی ہوئی بیعت توڑ کر ان سے جنگ کریں۔ [۱] یعنی جب تک سلاطین و حکام مسلمانوں میں جمعہ و عیدین قائم کریں مسجدوں کا انتظام کریں نمازوں کا اہتمام کریں تب تک تم ان کی اطاعت کرو ان کی بیعت نہ توڑو کیونکہ نمازیں قائم کرنا مومن ہونے کی علامت ہے، جو نمازیں قائم کرتا ہے وہ دین کا ضرور خیال رکھے گا اس میں نماز کی اہمیت کا اظہار ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔

[۲] اس طرح کہ اگر طاقت ہو تو زبان سے بادشاہ کو نصیحت کرے ورنہ اس کی حرکتوں کو دل سے بُرا جانے اس کی حمایت نہ کرے۔ [۳] یعنی سلطان یا حکام کی معصیت کی وجہ سے ان کی بغاوت نہ کرے ان سے لڑے نہیں کہ مسلمانوں کی خون ریزی بڑے سے بڑا گناہ ہے ہاں ان کی معصیتوں کی حمایت نہ کرے۔ [۴] اس فرمان عالی میں غیب کی خبر ہے تَعْرِفُوْنَ اور تُنْكِرُوْنَ کا مفعول پوشیدہ ہے یعنی تَعْرِفُوْنَ بَعْضَ اَعْمَالِهِمْ مقصد یہ ہے کہ ان بادشاہوں اور حکام کے اعمال مخلوط ہوں گے کچھ اچھے کچھ برے کہ نماز بھی پڑھیں گے داڑھی بھی منڈائیں گے، انصاف بھی کریں گے شراب بھی پئیں گے۔ [۵] انکار سے مراد زبان سے انکار کر دینا ہے اور بری ہونے سے مراد نفاق اور مداہنت یعنی پلپلا پن ہے، کَرِہَ سے مراد دل سے ناپسندیدگی ہے سلامتی سے مراد گناہ اور وبال فسق سے محفوظ رہنا ہے یعنی ایسے بادشاہوں کے برے اعمال کو زبان سے برا کہدینے والا پختہ مسلمان ہے اور ان کے اعمال کو صرف دل سے برا سمجھنے والا زبان سے خاموش رہنے والا پہلے کی طرح پختہ تو نہ ہوگا مگر گناہ سے وہ بھی بچ جائیگا۔ [۶] اس جملہ کی جزا پوشیدہ ہے یعنی جو شخص ان فاسق حکام کے برے کاموں سے دل سے راضی ہوا اور عمل میں ان کے ساتھ شریک ہوگیا کہ وہ بھی ان کے سے کام کرنے لگا تو وہ بھی گناہ فسق و فجور و وبال میں اُن کے ساتھ شریک ہوگیا۔ [۷] یعنی ان بادشاہوں حاکموں کو ہاتھ سے اور بذریعہ قوت و طاقت گناہوں سے نہ روکیں جو کہ تبلیغ کی اعلیٰ قسم ہے۔ [۸] نمازی بننے سے مراد ہے مسلمان رہنا کیونکہ نماز ہی کفر و اسلام میں فارق ہے لہذا یہ مطلب نہیں کہ بے نمازی بادشاہ و حکام کی بغاوت درست ہے دوسرے گناہوں کی طرح ترک نماز بھی ایک گناہ ہے قرآن کریم دوزخی کفار کا ایک قول نقل فرماتا ہے جو وہ فرشتوں سے کہیں گے

ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً
وَأُمُورًا تُنْكِرُونَهَا قَالُوا فَمَا تَأْمُرُنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَدُّوا إِلَيْهِمْ حَقَّهُمْ وَسَلُوا اللّٰهَ
حَقَّكُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَأَلَ سَلَمَةُ بْنُ يَزِيدَ الْجُعْفِيُّ رَسُولَ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ قَامَتْ عَلَيْنَا أُمَرَاءُ يَسْأَلُونَا حَقَّهُمْ
وَيَمْنَعُونَا حَقَّنَا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا فَإِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوا وَعَلَيْكُمْ مَا
حُمِّلْتُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهُ وَمَنْ مَاتَ وَ

ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ فرمایا ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میرے بعد ترجیح دیکھو گے[1] اور ایسی چیزیں دیکھو گے
جنہیں تم ناپسند کرو گے عرض کیا تو آپ ہم کو کیا فرماتے ہیں یا رسول اللہ فرمایا تم ان کے حق انہیں دیے جاؤ اور اپنے حق اللہ سے مانگو[2]
(مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت وائل ابن حجر سے فرماتے ہیں کہ سلمہ ابن یزید جعفی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا نبی اللہ فرمایئے
تو اگر ہم پر ایسے حکام قائم ہو جائیں جو ہم سے اپنا حق مانگیں اور ہمارا حق ہم سے روکیں تو حضور ہمیں کیا حکم دیتے ہیں[3] فرمایا سنو
اور اطاعت کرو کیونکہ ان پر وہ ہی ہے جو ان پر ڈالا گیا اور تم پر وہ ہے جو تم پر ڈالا گیا[4] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ
ابن عمر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو فرمان برداری سے ہاتھ نکال لے[5] وہ قیامت
کے دن اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اور جو اس طرح مرا کہ

۱ یعنی تم سے افضلوں پر نااہلوں کو ترجیح دی جائے گی یعنی مستحق نہ تھے انہیں فرمایا ہے کہ سلطان کی بغاوت جو فتنوں خونریزیوں ملک کی تباہیوں کا باعث ہو اس لیے بڑے اہتمام
کے ساتھ اس سے روکا گیا۔ بادشاہ یہ کلام ناداری کی طرف ہے حدیث کے اس جملہ کی تفسیر ہے مقصد یہ ہے کہ ان سے صرف زبانی انکار نہیں بلکہ دل کی نفرت بھی ضروری ہے۔
کیونکہ دل کی کراہت کے بغیر صرف زبانی انکار بیکار ہے یہاں اطاعت نہ فرمایا کہ یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا معجزہ ہے کہ جیسا حضور نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا خود حضرات صحابہ نے
ناحق بادشاہ ظالم و بدکام حکام دیکھ لئے۔ ۲ یعنی تم ان کے حقوق بادشاہ و سلطان کو ادا کردینا تم کو ان کے حقوق سے محروم کردیا کریں گے۔ ۳ یعنی بعض حق لینے کے لیے بغاوت نہ کرنا بلکہ
سلاطین کی جائز اطاعت کئے جانا اور رب تعالٰی سے دعا کرنا کہ خدا ان کو تمہارے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے۔ ۴ بعض شارحین نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ
سلمہ ابن یزید صحابی ہیں کوفہ میں قیام پذیر ہے ۵ یعنی یہ بادشاہ ہوں کہ ہم بغاوت کریں یا نہیں بادشاہ نے تو فرمودہ حقوق کی اطاعت کریں یا ظاہر ہو ان کی اطاعت کرو درست
خلاصہ یہ ہے کہ اپنے حقوق کے لیے ملک کو برباد نہ کرو بغاوت سے ملک کی ویرانی ہوتی ہے بادشاہوں اور
حکام پر شرعاً عدل و انصاف رعایا پروری اور ان کے حقوق واجب ہے اور رعایا پر ان کی اطاعت و فرمانبرداری لازم تو ان سے ان کی ذمہ داریوں کا سوال ہوگا تم سے تمہاری ذمہ داریوں
کا حساب ہوگا اگر وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں تو تم اپنے فرض میں کوتاہی کیوں کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدم فرمانے سے حصر کا

لَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ فُوْا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ أَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ

کہ اس کی گردن میں بیعت نہیں وہ جاہلیت کی موت مرا (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کا سیاسی انتظام انبیاء کرام کرتے تھے جب کبھی ایک نبی انتقال فرماتے تو دوسرے نبی ان کے پیچھے تشریف لاتے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے صحابہ نے عرض کیا تو ہم کو کیا حکم فرماتے ہیں فرمایا اگلے پچھلے کی بیعت پوری کرو انہیں ان کا حق دو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے خود پوچھ لے گا ان کے متعلق جن کا انہیں والی بنایا (مسلم، بخاری)

فائدہ حاصل ہو۔ سبحان اللہ کیسا ایمان افروز فرمان ہے کہ بیعت طوق کی طرح گردن کا ہار ہے۔ ۲؎ اس حدیث میں دلیل سے مراد بندے کے ایمان و تقویٰ کی دلیل و ثبوت ہے اور بیعت سے اگر خلیفہ و سلطان اسلام کی بیعت مراد ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ جب خلیفہ رسول یا سلطان اسلام موجود ہو پھر یہ اس کی بیعت خلافت نہ کرے تو وہ جاہلیت کی موت مریگا اور اگر بیعت سے عام بیعت مراد ہے خواہ بیعت خلافت ہو یا بیعت ارادت تو حدیث مطلق ہے کہ جو بغیر پیر پکڑے مر جائے اس کی موت کفار کی سی ہے صوفیاء فرماتے ہیں جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے یہ حدیث ان کی دلیل ہے خیال رہے کہ بیعت بہت قسم کی ہے بیعت اسلام، بیعت خلافت، بیعت اطاعت اور بیعت ارادت۔ ۳؎ تسوس بنا ہے سیاست سے بمعنی ملکی و قومی انتظام اس میں دینی انتظام بھی داخل ہے یعنی بنی اسرائیل میں خود حضرات انبیاء کرام سارے قومی ملکی و دینی انتظام فرمایا کرتے تھے ان کے جانشین امراء و خلفاء نہ ہوتے تھے بلکہ حضرات انبیاء کے خلفاء خود انبیاء ہوتے تھے موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون سے فرمایا تھا اخلفنی من بعدی۔ ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ خلافت اسلامیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے شروع ہوئی اسلامی سلاطین کی بیعت اور حضرات مشائخ کرام کی مریدی اسلام کی خصوصیات سے ہے، پچھلی شریعت والوں کی خلافت حضرات انبیاء کرام سے ہوتی تھی۔ ۵؎ یعنی نہ تو میرے زمانہ میں کوئی نبی ہے جو میری موجودگی میں میرا عارضی خلیفہ ہو جیسے ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں کچھ روز کے لیے عارضی خلیفہ ہوئے جب موسیٰ علیہ السلام توریت لینے طور پر تشریف لے گئے اور نہ میرے بعد کوئی نبی ہے جو میرا مستقل خلیفہ ہو بلکہ میرے خلفاء میرے دین کے سلاطین ہیں اور باطنی خلفاء حضرات اولیاء و علماء۔ خیال رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حضور کے بعد نبی نہیں ہوئے وہ تو پہلے کے نبی ہیں اور اب بحیثیت نبوت تشریف نہ لائیں گے بلکہ حضور کے امتی ہو کر اور خلیفہ اسلام بن کر ہی آئیں گے۔ ۶؎ یہاں خلفاء سے مراد ظاہری خلفاء ہیں یعنی اسلامی سلاطین و امراء و خلفاء۔ خلافت تو قریش کے ساتھ خاص ہے اور سلطنت عام ہے۔ خلافت میں حکومت کے ساتھ نیابت مصطفوی بھی ہوتی ہے سلطنت میں صرف حکومت ہے اسی لئے خلفاء راشدین کے زمانہ میں مشائخ سے بیعت نہ کی جاتی وہ خلفاء راشدین مشائخ بھی تھے ان کی بیعت، بیعت ارادت بھی ہو جاتی تھی اور بیعت حکومت بھی۔ ۷؎ یعنی اگر بہت سے خلیفہ بن جائیں تو ہم کیا کریں کس کی بیعت کریں۔ ۸؎ یعنی یکے بعد دیگرے خلفاء کی بیعت کرنا جب پہلا خلیفہ فوت ہو جائے تو اب جو خلیفہ بنے اس کی اطاعت کرو ایک وقت دو خلیفہ نہیں ہو سکتے اگر ہوں تو پہلا خلیفہ ہوگا دوسرا باغی چنانچہ خلافت حیدری میں امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے اور حضرت امیر معاویہ باغی اور جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بُويِعَ لِخَلِيفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الْآخَرَ مِنْهُمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَرْفَجَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّهُ سَيَكُونُ هَنَاتٌ وَهَنَاتٌ فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُفَرِّقَ أَمْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَهِيَ جَمِيعٌ فَاضْرِبُوهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَايَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهِ وَثَمَرَةَ قَلْبِهِ

روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کردو ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عرفجہ سے ۲؎ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ فتنے اور فساد ہوں گے شرارتیں بدخبریاں ہوں گی ۳؎ تو جو اس امت کا معاملہ الگ کرنا چاہے حالانکہ امت متفق ہو تو اسے تلوار سے مار دو کوئی بھی ہو ۴؎ (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کسی بادشاہ سے بیعت کرے ۵؎ پھر اسے اپنے ہاتھ کا معاملہ اور اپنے دل کا میوہ دے دے ۶؎

۱؎ ان کے حق میں خلافت صحیح درست ہو اس نے فرمایا تب وہ سلطان برحق ہوئے ۔ خیال رہے کہ بیک زمانہ مختلف ملکوں کے بادشاہ بہت ہوسکتے ہیں مگر تمام مسلمانوں کا خلیفہ ایک ہی ہوگا آج پاکستان، ترکی، کابل، ایران اور پاکستان کے صدر یا بادشاہ الگ الگ ہیں مگر ان میں خلیفۃ المسلمین کوئی نہیں امام مہدی تمام مسلمانوں کے خلیفۃ المسلمین ہوں گے اس حدیث کی بنا پر صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں دو پیروں کا مرید نہیں ہوسکتا ۔ یہاں قتل سے مراد مقابلہ یعنی جنگ کرنا ہے اور ہو سکتا ہے کہ قتل ہی مراد ہو کیونکہ دوسرا خلیفہ باغی ہے خلیفہ نہیں اس کے متعلق قرآن کریم کا فرمان ہے فقاتلوا التی تبغی حتی تفیء الی امر اللہ ۔ یہاں مرقات نے بحوالہ نووی فرمایا کہ دارالاسلام وسیع ہو یا غیر وسیع مسلمانوں کے خلیفہ بیک وقت دو خلیفہ نہیں ہوسکتے ۔ مشرق و مغرب، جنوب و شمال کا خلیفۃ المسلمین ایک ہی ہوگا ۔ امام الحرمین نے اپنی کتاب الارشاد میں فرمایا کہ دور دراز ممالک میں دو خلیفہ ہوسکتے ہیں جیسے آج پاکستان و امریکہ، مگر امام نووی نے اس قول کی بہت مخالفت فرمائی اور فرمایا کہ امام الحرمین کا یہ قول اطلاق حدیث کے بھی خلاف ہے اور سلف و خلف علماء کے بھی خلاف ۔ ۲؎ آپ عرفجہ ابن سعد ہیں آپ سے آپ کے بیٹے طرفہ نے روایات لیں آپ کی ناک عربی جنگ میں کٹ گئی تھی جنگ کلاب میں تو انہوں نے چاندی کی ناک بنوا کر لگوالی تھی مگر وہ بدبودار ہوگئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سونے کی ناک لگوا لینے کا حکم دیا یہ واقعہ مشکوۃ شریف کتاب اللباس باب الخاتم میں آئے گا آپ سے روایات بہت کم ہیں ۔ ۳؎ ھنات ھنۃ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ناقابل ذکر چیز ۔ اسی لئے شرمگاہ کو ھن کہتے ہیں کہ وہ بھی ناقابل ذکر ہوتی ہے یہاں اس سے مراد ناقابل ذکر فتنے فساد شرارتیں ہیں مکرر فرمانے سے معلوم ہوا کہ وہ فتنے مسلسل اور دراز ہوں گے اور بہت سی قسم کے ہوں گے ۔ ۴؎ خواہ عربی ہو یا عجمی عالم ہو یا جاہل صوفی ہو یا پیر یا اولاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہو یا کسی اور خاندان سے غرضکہ کوئی بھی ہو جب وہ میری امت میں تفریق کی کوشش کرے وہ مستحق قتل ہے (مرقات) اس حکم میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو نئے مذہب ایجاد کرکے مسلمانوں کے ٹکڑے کردینا چاہیں اور جیسے ایک خلیفہ کی اطاعت چاہیئے ایسے ہی ایک امام کی تقلید چاہیئے ۔ ۵؎ امام سے مراد

فَلْيُطِعْهُ إِنِ اسْتَطَاعَ فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَ الْآخَرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ

تو اگر طاقت رکھے اس کی اطاعت کرے پھر اگر دوسرا اس سے جھگڑا کرتا آئے تو دوسرے کی گردن مار دو (مسلم) روایت ہے حضرت عبدالرحمن ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حکومت مانگو نہیں کیونکہ اگر تم طلب سے حکومت دیئے گئے تو تم اس کے حوالہ کردیئے جاؤ گے اور اگر تم بغیر طلب دیئے گئے تو اس پر تمہاری مدد کی جائے

دنیاوی امام بھی ہوسکتا ہے یعنی سلطان اسلام اور دینی امام بھی یعنی امام مجتہد اور شیخ طریقت پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ ۵؎ صفقۃ بنا ہے صفق سے بمعنی ہاتھ ملانا اسی لئے تالی بجانے کو تصفیق کہتے ہیں کہ اس میں ہاتھ سے ہاتھ ملتا ہے چونکہ مشائخ یا سلطان کی بیعت کے وقت شیخ یا سلطان کے ہاتھ میں ہاتھ دیا جاتا ہے اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفقۃ ید ارشاد فرمایا عرب میں جب کسی سے کوئی پختہ وعدہ کرتے ہیں تو ہاتھ ملا کر کرتے ہیں کہتے ہیں آؤ ہاتھ ملاؤ یہ کام ضرور کرلے رب تعالٰی فرماتا ہے یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ مگر یہ بیعت صوفیوں کے لئے ہے علاوہ ان کے بیعت صرف کلام سے چاہیئے۔ ۶؎ یعنی دل کا اخلاص اور سچے دل سے اس کی بیعت کرے یا دل کے میوے سے مراد اولاد ہے یعنی اپنے بال بچوں سے بھی اس امام کی بیعت کرائے (مرقات)۔

۷؎ یعنی اس کے ہر جائز حکم کی بقدر طاقت تعمیل کرے۔ ۸؎ یعنی اگر دوسرا خواہش مند امامت کو خود یہ بیعت کرنے والے لوگ قتل کردیں، خلاصہ یہ ہے کہ ایک کے ہوتے ہوئے دوسرا خلیفہ نہ ہو، آجکل کی جمہوریت کا رواج ہے کہ ہر پانچ سال کے بعد ملک کا نیا صدر چنا جائے یہ عیسائیت کی جمہوریت ہے، اسلام میں جمہوریت کے معنی یہ ہیں کہ ایک بار مسلمان لوگوں کی رائے سے چن لیا جائے پھر وہ زندگی بھر سلطان رہے جب تک کہ اس سلطان میں معزولیت کا سبب نہ پیدا ہو تب تک وہ اپنے مقام پر قائم رہے چنانچہ حضرات خلفاء راشدین کا چناؤ ایک ایک بار ہوا ہر پانچ سال پر نہ ہوا، موجودہ جمہوریت بڑے فسادات کا ذریعہ ہے کہ ہر پانچ سال میں ملک میں زبردست انقلاب آتا ہے پھر خرابی یہ ہوتی ہے کہ حکام تو وزراء اور صدر کے ماتحت اور صدر اور وزراء ممبران کے ماتحت اور ممبران ووٹروں کے ماتحت لہذا جن کے قبضہ میں کچھ ووٹ ہیں ان سے ممبران دبتے ہیں بلکہ وزراء وصدر تک دبتے ہیں کہ آئندہ ان سے ووٹ لینے ہیں اس بناء پر یہ چودھری لوگ وہ وہ ظلم کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ اور سمجھتے ہیں کہ راج ہمارا ہے کہ ووٹ ہمارے قبضہ میں ہیں جیسا کہ آج دیکھا جارہا ہے یہ جمہوریت خدا کی لعنت ہے اور یہ انتخاب خدا کا عذاب۔ یہ جمہوریت اور یہ انتخاب اسلامی جمہوریت اور اسلامی انتخاب ہے، عیسائیت والے انتخاب میں بڑی آفت یہ ہے کہ ایک صدر ابھی رعایا پر پورا قبضہ بھی نہ کرسکا کہ اس کی معزولیت کا وقت آجاتا ہے وہ ملک کی فکر کرے یا اپنی صدارت کی۔ ۹؎ آپ سمرہ ابن حبیب کے فرزند اور قریشی ہیں آپ فتح مکہ کے دن اسلام لائے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے بعد میں بصرہ میں رہے وہاں ہی ۵۰ھ میں انتقال ہوا (مرقات) خلافت عثمانی میں سجستان اور کابل افغانستان آپ ہی نے فتح کیا (اشعہ)۔ ۱۰؎ دنیاوی امارت وحکومت طلب کرنا ممنوع ہے مگر دینی امارت طلب کرنا عبادت ہے، رب تعالٰی فرماتا ہے کہ ہم سے دعا کیا کرو کہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا خداوندا ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا۔ خیال رہے کہ سلطنت وحکومت نفسانی خواہش، دنیاوی مال عزت کی لالچ سے طلب کرنا حرام ہے کہ ایسے طالب جاہ لوگ حاکم بن کر ظلم کرتے ہیں مگر جب نااہل سلطان یا حاکم بن کر ملک کو برباد کررہے ہوں یا برباد کرنا چاہتے

أُعِنْتَ عَلَيْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي قَالَ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلَى مَنْكِبِي ثُمَّ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ ضَعِيفٌ وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِي

گی (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ تم حکومت پر عنقریب حرص کرو گے ۱؎ اور ہوگی قیامت کے دن شرمندگی ۲؎ تو دودھ پلانے والی اچھی اور دودھ چھڑانے والی بری ۳؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ مجھے حاکم کیوں نہیں بنا دیتے ۴؎ فرماتے ہیں کہ حضور نے میرے کندھے پر ہاتھ مارا ۵؎ پھر فرمایا اے ابوذر تم کمزور ہو اور حکومت امانت ہے ۶؎ اور وہ قیامت کے دن رسوائی و ندامت ہے ۷؎ سوا اس کے جو اسے حق سے لے اور وہ ذمہ داریاں پوری کرے۔

ہو یا تو دین و ملک کی خدمت کے لئے حکومت چاہنا مانگنا حاصل کرنا عبادت ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا تھا اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ لہذا یہ حدیث ان مذکورہ دونوں آیتوں کے خلاف نہیں کہ اس حدیث میں طمع دنیاوی کے لئے دنیاوی امارت چاہنے کی ممانعت ہے حضرت صدیق اکبر نے حضور کے پردہ فرمانے کے بعد بکوشش ملک کی باگ ڈور سنبھال لی تھی اور پھر امیر بن کر دین و ملک کی خدمت کی جس سے دنیا خبردار ہے آج تک اسلام و قرآن کی بقا حضرت صدیق کی مرہون منت ہے۔ شیخ یہاں مرقات نے فرمایا کہ طلب سے مراد کوشش اور رب سے دعا دونوں ہیں جو دعائیں مانگ مانگ کر طمع مال و عزت کے لئے سلطان بنا تو رب تعالٰی اس کی مدد نہ کرے گا وہ جانے اور حکومت جانے۔

۲؎ یعنی اگر رب کی طرف سے تم کو سلطان بنا دیا گیا تو رحمت الٰہی تمہاری دستگیری کرے گی تمہارے فیصلے درست ہوں گے ملک کا بوجھ تم سے اٹھ سکے گا سلطنت کرنا آسان کام نہیں بغیر کرم پروردگار یہ بوجھ نہیں اٹھ سکتا اسی حدیث کی بنا پر بڑے بڑے دینی حاکم بننے سے سخت متنفر تھے امام ابوحنیفہ نے جیل میں رہنا منظور کیا مگر قضا قبول نہ کی۔ ۳؎ اس میں خطاب سارے مسلمانوں سے ہے اور حرص سے مراد نفسانی خواہش ہے حضور کی یہ پیشگوئی ہم آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان صدارت، وزارت، سفارت، ممبری کے لئے سر توڑ کوشش کرتے ہیں اور اس کے لئے ہر جائز ناجائز حربہ استعمال کرتے ہیں۔ ۴؎ کیونکہ یہ سلطان کے ذمہ رعایا کے حقوق و مظالم ہوتے ہیں جن کے حساب سے چھوٹنا آسان نہیں ہے۔ ۵؎ سبحان اللہ کیسی نفیس عبارت ہے، سلطنت کو رعایا کی ماں قرار دیا گیا ظالم سلطنت کو دودھ سے محروم کرنے والی ماں فرمایا گیا اور عادل سلطنت کو دودھ دینے والی ماں قرار دیا گیا یعنی رعایا کو حقوق دینے والی سلطنت اچھی ہے اور محروم کرنے والی سلطنت بری۔ ۶؎ تاکہ مجھے عدل و انصاف کرنے کا ثواب ملے یہ ثواب بے شمار ہے آپ کی یہ گذارش حرص دنیا کی بنا پر نہ تھی بلکہ طلب اجر کے لئے تھی اور اس وقت تک طلب حکومت سے حضور نے منع نہ فرمایا تھا۔ ۷؎ از راہ شفقت و محبت تاکہ ان کو اس سے منع فرمادینے سے رنج نہ ہو

عَلَيْهِ فِيْهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ لَهٗ يَا اَبَا ذَرٍّ اِنِّيْ اَرَاكَ ضَعِيْفًا وَاِنِّيْ اُحِبُّ لَكَ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِيْ لَا تَاَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيْمٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِيْ عَمِّيْ فَقَالَ اَحَدُهُمَا يَا رَسُوْلَ اللهِ اَمِّرْنَا عَلٰى بَعْضِ مَا وَلَّاكَ اللهُ وَقَالَ الْاٰخَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّا وَاللهِ لَا نُوَلِّيْ عَلٰى هٰذَا الْعَمَلِ اَحَدًا سَاَلَهٗ وَلَا اَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلٰى عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَهٗ

جو اس میں اس پر تھا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے ابوذر میں تم کو ضعیف دیکھتا ہوں اور میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں تم دو شخصوں پر بھی حاکم نہ بننا اور یتیم کے مال کا والی نہ بننا (مسلم) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میں اور میرے چچازاد بھائیوں میں سے دو شخص گئے تو ان دونوں میں سے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ بعض ان چیزوں پر ہم کو حاکم بنا دیجئے جن پر اللہ نے آپ کو حاکم بنایا اور دوسرے نے بھی اسی طرح کہا تو فرمایا اللہ کی قسم ہم اس منصب پر کسی ایسے کو مقرر نہیں کرتے جو اس کا طلبگار ہو اور نہ اسے جو اس پر حریص ہو اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا ہم اپنے عمل پر ایسے کو عامل نہیں کرتے جو اسے چاہے

۶ یعنی تم سیاستدان نہیں ہو عابد زاہد تارک الدنیا ہو اور حکومت کیلئے اعلیٰ سیاستدانی ضروری ہے دیکھو رب تعالیٰ نے عابد و زاہد فرشتوں کو خلیفہ نہ بنایا حکومت کی امانت انسان کو دی اسی آیت کی طرف اشارہ فرمایا اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ الآیہ۔ خیال رہے کہ حکومت و سلطنت ظالم کے لئے رسوائی ہے اور عادل کے لیے ندامت و شرمندگی، وہ سوچے گا کہ میں نے حکومت کیوں کی اوقات عبادت میں کیوں نہ گزارے۔

۷ یعنی حکومت و سلطنت عادل حاکم کیلئے بھی ندامت ہے مگر دو شرطوں سے ندامت نہیں بلکہ باعث کرامت ہے ایک یہ کہ حق کے ساتھ حکومت حاصل کرے کہ دوسرے لوگ نااہل ہوں اور ملک و قوم و دین کو اس کی حکمرانی کی ضرورت ہو، دوسرے یہ کہ حقوق ادا کیا کرے ان کے لئے حکومت اللہ کی رحمت ہے، حدیث شریف میں ہے کہ سات شخص عرش الٰہی کے سایہ میں ہوں گے ان میں ایک عادل سلطان ہے نیز فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عادل بادشاہ نور کے منبروں پر ہوں گے حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت سلیمان و داؤد علیہما السلام اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلطان بھی تھے ان کیلئے سلطنت درجات عالیہ کا ذریعہ ہے یہ حدیث بڑی دلیل ہے کہ نااہل کو حکومت میں دخل دینا نہ چاہیے اگرچہ وہ کتنا ہی متقی ہو اللہ تعالیٰ حکام و سلاطین کو حضرات خلفاء راشدین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ ۸ یہ روایت بھی مسلم کی ہے اور دیکھنے سے مراد ہے معلوم کرنا چونکہ حضور کا اندازہ بہت یقینی ہے اعلیٰ ہے اس لئے دیکھنا فرمایا۔ ۹ یعنی اگر ہم ضعیف ہوتے تو ہم بھی حکومت و سلطنت اختیار نہ فرماتے چونکہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے قوت و طاقت دی ہے کہ نبوت و حکومت دین و دنیا دونوں کو سنبھال سکتے ہیں اس لئے ہم نے یہ قبول کی، لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۱۰ یعنی اے ابوذر عام لوگوں پر حکومت تو بہت مشکل ہے تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم دو شخصوں کے بیچ بھی حاکم نہ بنو بلکہ ایک یتیم کے مال کے متولی بھی نہ ہو کہ اس کی ذمہ داری بھی بہت ہے اور تم تارک الدنیا اللہ والے ہو اس حدیث سے آجکل کے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو ممبری و امارت صدارت کے لئے سر پھٹول کرتے مرے جاتے ہیں۔ ۱۱ یعنی نبوت تو حضور کے لئے خاص ہے کوئی اس کی تمنا کر سکتا ہی نہیں مگر رب نے آپ کو سلطان بنایا ہے تو اپنی ماتحتی میں قاضی حاکم کسی علاقہ کا امیر ہم کو بنا دیجئے۔ ۱۲ یہ سوال پر انکار فرمانا عطا سے منع نہیں بلکہ ان دونوں حضرات پر بطور تلطف ظاہر رحم و کرم ہے کیونکہ سوال کے

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُونَ مِنْ
خَيْرِ النَّاسِ أَشَدَّهُمْ كَرَاهِيَةً لِهٰذَا الْأَمْرِ حَتّٰى يَقَعَ فِيهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ
ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ
رَعِيَّتِهِ فَالْإِمَامُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ
بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ

(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگوں میں بہترین شخص اسے پاؤ گے جو اس حکومت سے سخت متنفر ہو حتی کہ اس میں مبتلا ہو جائے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ رہو تم سب چرواہے ہو اور تم سب سے اپنے ماتحت چرنے والوں کے متعلق سوال ہوگا چنانچہ وہ بادشاہ جو لوگوں پر حاکم ہے وہ چرواہا ہے اور اس سے اپنی رعیت کے متعلق سوال ہوگا اور مرد اپنے گھر والوں کا چرواہا ہے اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال ہوگا اور عورت اپنے خاوند کے گھر اس کی اولاد کی نگران ہے اور وہ ان کے متعلق پوچھی جائے گی۔

خواہشمند حکومت پاکر ظلم وستم کرکے اپنا دین بگاڑ لیتے ہیں اور لوگوں کی دنیا برباد کرتے ہیں اس کی شرح پہلے کی جا چکی ہے کہ حکومت کی طلب کب بری ہے اور کب اچھی۔ مطلب سے مراد ہے نفس سے مانگنا درجہ سے مرتبہ مراد ہے یعنی تو نہ مانگنا اس کی کوشش کرنا ہے دنیا طلبی نفسانی خواہش کیلئے کیونکہ پھر حق تعالیٰ مدد نہیں کرتا جس سے وہ لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ اس جملے میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ تجدون کا مفعول ہو دوسرے یہ کہ اشدھم کراھیۃ کی خبر ہو لہذا اس فرمان عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ بہترین شخص وہ ہے جو حکومت وسلطنت اختیار کرنے سے سخت متنفر ہو ورنہ شخص کسی وقت بھی بہتر رہے گا جب تک کہ اس سے متنفر ہے، جب اس نے حکومت قبول کر لی تو بہتر نہ رہے گا، دوسرے یہ کہ جو شخص اولاً حاکم بننے سے متنفر ہو بنانا چاہتا ہو پھر رب تعالیٰ کی طرف سے اسے حاکم یا سلطان بنا دیا جائے تو پھر متنفر نہ رہے گا کیونکہ رب تعالیٰ اس کی غیب سے مدد فرمائے گا، مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں اسی پر شارحین زیادہ اعتماد کرتے ہیں (لمعات مرقات واشعہ)۔ یعنی یہ نہ سمجھو کہ صرف بادشاہ سے ہی اس کی رعایا کا سوال ہوگا ہم آزاد رہیں گے، نہیں بلکہ ہر شخص سے اپنے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال ہوگا کہ تم نے ان کے دینی ودنیاوی حقوق ادا کئے یا نہیں، راعی کے لغوی معنی ہیں چرواہا، اصطلاح میں ہر محافظ اور حاکم کو راعی کہہ دیتے ہیں کہ جیسے چرواہا ساری بکریوں کا ذمہ دار ہوتا ہے کہ اگر ایک بکری بھی ضائع ہوگئی تو بکری والا اس سے مطالبہ کرتا ہے، ایسے ہی رب تعالیٰ اس سے ماتحت بندوں کے متعلق سوال فرمائے گا قوا انفسکم واھلیکم نارا والد سے سوال ہوگا کہ تم نے اپنی بیوی بچوں کو رزق کیوں نہ پہنچایا، یہ بھی سوال ہوگا کہ انہیں نیک کیوں نہ بنایا۔ یعنی چونکہ سلطان کی حکومت وسیع ہے اس لئے اس کا حساب بھی وسیع ہوگا، وزیر کے معنی ہیں بوجھ اٹھانے والا، وزر بوجھ کو کہتے ہیں چونکہ اس پر تمام سلطنت کا بوجھ ہوتا ہے اس لئے اسے وزیر کہا جاتا ہے، اسی لئے متقی لوگ حکومت قضا اور سلطنت قبول نہ کرتے تھے۔

عَنْهُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ اَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ وَّالٍ يَلِيْ رَعِيَّةً مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَيَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَّهُمْ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ يَّسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنَصِيْحَةٍ اِلَّا لَمْ يَجِدْ

اور مرد کا غلام اپنے مولیٰ کے مال پر ذمہ دار نگراں ہے۵ اس کے متعلق پوچھا جائیگا خبردار تم سب چرواہے ہو اور تم سب سے اپنی رعیت کے متعلق سوال ہوگا۶ (مسلم،بخاری) روایت ہے حضرت معقل ابن یسار سے۷ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہیں ہے کوئی والی جو مسلمان رعیت کا والی بنے۸ پھر ان کا بدخواہ خائن ہوکر مرجائے مگر اللہ اس پر جنت حرام فرمادیگا۹ (مسلم،بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہیں ہے کوئی بندہ جسے اللہ تعالٰی رعیت کا والی بنائے پھر رعایا کی خیر خواہی سے حفاظت نہ کرے مگر وہ جنت کی

۵ [illegible] شرعی [illegible] ہیں [illegible] تعلیم [illegible] اپنے خاوند کی خدمت کی [illegible] اولاد کی خیر خواہی کی یا نہیں [illegible] ان کی [illegible] اچھی ہو تو بیٹا اور بیٹی اچھی ہوتی ہے شعر

بے ادب ماں باادب اولاد جن سکتی نہیں ۔ معدن زر معدن فولاد بن سکتی نہیں

بہتر ہے [illegible] ۔ کرد [illegible] شیر [illegible]

۶ لہٰذا [illegible] مرنے کے [illegible] خیانت [illegible] کی یا نہیں [illegible] اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ ہر شخص خود اپنے نفس اور اپنے اعضاء کا راعی و ذمہ دار ہے کہ اس سے اپنے اوقات، اپنے حالات، اپنے خیالات، آنکھ ناک کان وغیرہ کا حساب ہوگا کہ کہاں استعمال کئے رب تعالٰی فرماتا ہے ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید انسان جو بات بھی منہ سے نکالتا ہے اس کی بھی نگرانی ہوتی ہے شعر

[illegible] ۔ [illegible]

غرضکہ ہر ایک سے اس کی ذمہ داریوں کے متعلق پرسش ہوگی اللہ تعالٰی ہم گنہگاروں [illegible] پردے رکھے لغزشیں معاف کرے۔ ۷ معقل [illegible] آپ شجرہ والے صحابہ میں [illegible] بیعت رضوان [illegible] امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی۔ ۸ یہاں والی سے عام والی مراد ہے سلطان ہو یا حاکم یا استاذ ہو یا [illegible] ماں باپ [illegible] رعایا کا ذکر اتفاقی ہے [illegible] حساب ہوگا کہ ان کے شرعی حقوق ادا کئے یا نہیں [illegible] خائن بنا ہے غش سے [illegible]

وَرَائِحَةَ الْجَنَّةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ

خوشبو پائیگا[۲] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائذ ابن عمرو سے[۳] فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ بدترین والی ظالم لوگ ہیں[۴] (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الٰہی جو میری امت کے کسی کام کا والی ہو پھر وہ ان پر مشقت ڈالے تو اس پر مشقت ڈال[۵] اور جو میری امت کی کسی چیز کا والی ہو پھر ان پر نرمی کرے تو تو اس پر نرمی کر[۶] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انصاف والے حکام[۷] اللہ کے

یعنی شروع سے عذاب و نجات پانے والے مومنوں کے ساتھ جنت میں نہ جائیگا اور اگر ان جرموں کو حلال جانتا تھا تو کبھی جنت میں نہ جائیگا یا ایسے ظالم کے متعلق اندیشہ ہے کہ اس کا خاتمہ خراب ہو اور وہ دائمی دوزخی بن جائے ایمان پر موت کا ذکر فرما کر یہ بتایا کہ رحمت الٰہی تو ہر کا آسرا ہے مگر جیسی خیانت ویسی توبہ۔

۲ حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی راہ سے محسوس ہوتی ہے اس جملہ کی بھی وہی شرحیں ہیں جو ابھی اوپر کی حدیث میں جنت حرام ہونے کی گزریں لہٰذا یہ حدیث مغفرت و شفاعت کی آیات و احادیث کے خلاف نہیں حضور کے سامنے قربانی کرتے ہیں۔ ۳ آپ مدنی ہیں بیعۃ الرضوان والے صحابہ میں سے ہیں اولاً عمر میں بصرہ میں قیام فرمایا ہے وہاں ہی وفات پائی خواجہ حسن بصری وغیرہم نے آپ سے احادیث روایت کیں۔ ۴ رعاء راعی کی جمع ہے جیسے تجار تاجر کی جمع اور نحوی کی جمع نحاۃ اور رامی کی جمع رماۃ اسی طرح حطمہ بعض اوقات کے نزدیک حاطم کی جمع ہے مشتق ہے حطم سے بمعنے توڑنا کچل دینا یعنے بدترین سلطان و حکام وہ ہیں جو رعایا کو کچل ڈالیں یعنی ان پر کسی طرح مہربانی نہ کریں سخت احکام سے رعایا کو پریشان کر دیں جیسا کہ آجکل ہوتا دیکھا جا رہا ہے۔ ۵ یہ اس آقائے دو جہان کی بددعا ہے جو رحمۃ للعالمین ہیں امت پر ظلم سے قلب پاک کو بہت ہی تکلیف ہوتی ہے ظالم حاکم کی دنیا بھی برباد آخرت بھی خراب ہے یہ بددعا دونوں مشقتوں کو شامل ہے شعر

پنداشت ستمگر کہ ستم بر ما کرد ✤ بر گردن او بماند و بر ما بگذشت

۶ یہ دعا بھی بہت شاندار ہے رحمدل حاکم کو دین و دنیا میں کامیابی کی دعا ہے حکام و سلاطین کو چاہیئے کہ اپنے پیارے نبی کی دعائیں لیں شعر

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر ✤ خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

۷ مقسط باب افعال کا اسم فاعل ہے اس کا مادہ قسط ہے بمعنے حصہ، مگر اس میں لطف یہ ہے کہ مجرد کا اسم فاعل قاسط بمعنے ظالم آتا ہے، یعنے دوسروں کا حصہ ظلماً لے لینے والا اور باب افعال کا اسم فاعل بمعنے عادل آتا ہے یعنے لوگوں کو ان کا حصہ دینے والا، رب تعالٰے فرماتا ہے

اللہِ عَلٰی مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ عَنْ یَمِیْنِ الرَّحْمٰنِ وَکِلْتَا یَدَیْہِ یَمِیْنٌ اَلَّذِیْنَ یَعْدِلُوْنَ فِیْ حُکْمِہِمْ وَاَھْلِیْہِمْ وَمَا وَلُوْا رَوَاہُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا بَعَثَ اللہُ مِنْ نَّبِیٍّ وَّلَا اسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِیْفَۃٍ اِلَّا کَانَتْ لَہٗ بِطَانَتَانِ بِطَانَۃٌ تَاْمُرُہٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَحُضُّہٗ عَلَیْہِ وَبِطَانَۃٌ تَاْمُرُہٗ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّہٗ عَلَیْہِ وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَہُ اللہُ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ قَیْسُ بْنُ سَعْدٍ مِّنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ

نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے رب کی داہنی طرف اور رب کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں وہ لوگ جو اپنے حکم میں اور اپنے بال بچوں میں اور جن کے حاکم ہوں انہیں انصاف کریں (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں بھیجا اللہ نے کوئی نبی اور نہیں خلیفہ بنایا کوئی خلیفہ مگر اس کے دو مشیر ہوئے ایک مشیر تو انہیں بھلائی کا حکم دیتا ہے اور دوسرا مشیر انہیں برائی کا مشورہ دیتا ہے اس کی رغبت دیتا ہے محفوظ وہ ہے جسے اللہ بچائے (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ قیس ابن سعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ان المقسطین فکان لھم حطیاء، بعض شارحین نے فرمایا کہ قسط بمعنی ظلم ہے، باب افعال کا ہمزہ سلب کے لیے ہے لہذا اقساط کے معنی دفع ظلم، مقسط یعنی دفع ظلم کرنے والا یعنی عادل، یا قاسط بنا ہے قسوط سے بمعنی ظلم سے اور مقسط بنا ہے بمعنی انصاف سے، رب تعالٰی فرماتا ہے ان اللہ یحب المقسطین غرضکہ اس کلمہ میں عجیب خوبی ہے۔ ۲؎ منابر جمع ہے منبر کی اور منبر اسم آلہ یا ظرف ہے نبر مصدر کا بمعنی اونچا کرنا یا اونچا ہونا بلند جگہ بٹھانے اٹھانے کا آلہ یا اس کی جگہ، محشر میں مومنوں کے مقامات مختلف ہوں گے کوئی مشک کے ٹیلوں پر کوئی نور کے منبروں پر، ظاہر یہ ہے کہ یہاں منبر اپنے حقیقی معنی میں ہے تاویل کی کوئی ضرورت نہیں بعض نے فرمایا کہ ادب سمجھانے کیلئے ہے بادشاہوں کے ہاں جسے عزت دینی ہوتی ہے سلطان کی داہنی طرف جگہ دیتے ہیں قرب و عزت کے بیان کیلئے یمین فرمایا گیا ورنہ ظاہری معنی سے برات کیلئے ارشاد ہوا کہ اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں خیال رہے کہ اللہ تعالٰی کی طرف یمین کی نسبت تو کی جاتی ہے مگر شمال یعنی بائیں کی نسبت نہیں کی جاتی کہ یمین بنا ہے یمن سے بمعنی برکت شمال کی نسبت رب کی طرف بے ادبی ہے ۳؎ حکم سے مراد ہے سلطنت و حکومت و قضا جس کا تعلق عام رعایا سے ہے اور اھل سے مراد اپنے بال بچے نوکر چاکر ہیں جن کا تعلق گھر سے ہے اور ما ولوا سے مراد وہ یتیم یا مال وغیرہ ہیں جن کی پرورش ان کے ذمہ آن پڑی ہے غرضکہ سیاست مدنی اور تدبیر منزل سب میں عدل و انصاف کرتے ہیں بعض شارحین نے فرمایا کہ مادر تو خود اپنی ذات میں بھی داخل ہے یعنی خود متعلق بھی انصاف سے کام لیتے ہیں یہ مراتب، غرضکہ اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب کی امت کی تین قسمیں فرمائیں: ظالم، مقتصد اور سابق۔ سابق وہ ہے جو اپنے نفس میں عدل و احسان دونوں جمع کرے۔ ۴؎ یا تو خلیفہ سے مراد حضرات انبیاء کرام ہی ہیں عطف تفسیری، رب تعالٰی نے آدم کے متعلق فرمایا انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ یا اس سے مراد سلطان ہے۔ ۵؎ بطانہ لغت میں استر کو کہتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے بطائنھا من استبرق اس کا مقابل ظہارہ یعنی ابرہ، اصطلاح میں اندرونی یار اور دخیل کار مشیر خاص کو بطانہ کہا جاتا ہے کہ وہ استر کی طرح اس سے ملا رہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ اچھے اور برے مشیر قدرتی طور پر ہوتے ہیں۔ ۶؎ یعنی برے مشیر سے ہم محض اپنی طاقت سے نہیں بچ سکتے رب بچائے تو بچ سکتے ہیں، علماء فرماتے ہیں کہ اچھے مشیر سے مراد فرشتہ ہے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْزِلَةِ صَاحِبِ الشُّرَطِ مِنَ الْأَمِيْرِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، وَعَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ لَمَّا بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَهْلَ فَارِسَ قَدْ مَلَّكُوْا عَلَيْهِمْ بِنْتَ كِسْرٰى قَالَ لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمْ امْرَأَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ، عَنِ الْحَارِثِ

کے ایسے تھے جیسے امیر کے پولیس والے (بخاری) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ فارس والوں نے اپنا بادشاہ کسریٰ کی بیٹی کو بنالیا تو فرمایا وہ قوم کبھی کامیاب نہ ہوگی ہمیشہ ناکام رہے گی جنہوں نے اپنے کام کا حاکم عورت کو بنایا
(بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت حارث

شیر سے مراد قرین شیطانی ہے خیال رہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ فضل کیا کہ حضور کا قرین مسلمان ہوگیا جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی روایات میں ہے۔ اصطلاح شریعت میں معصوم صرف حضرات انبیاء کرام ہیں اور فرشتے بعض اولیاء محفوظ ہیں، معصوم وہ جو گناہ کر ہی نہ سکے محفوظ وہ جو گناہ نہ کرے یہاں معصوم لغوی معنے میں ہے جو محفوظ کو بھی شامل ہے، ہاروت ماروت فرشتوں سے گناہ اس لیے ہوا کہ ان میں عارضی طور پر بشریت شامل کردی گئی تھی لہذا ان کے واقعہ سے فرشتوں کی عصمت پر اعتراض نہیں ہوسکتا رب تعالٰی فرشتوں کے متعلق فرماتا ہے لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ اس کی نفیس تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی کا پارہ اول میں دیکھئے۔ ۲ آپ قیس ابن سعد ابن عبادہ انصاری خزرجی بڑے مشہور صحابی ہیں صاحب کرم ذہین فطین معاملہ شناس انتظام میں یکتا تھے، دراز قد بھاری جسم کے تھے خلافت حیدری میں آپ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے سنہ ۶۰ھ میں مدینہ منورہ میں شہید کئے گئے (اکمال)

۳ شرط شین کے ضمہ سے بمعنی علامت و نشانی سپاہی اور حاکم کے احکام نافذ کرنے والے کو شرطی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بادشاہ کی نشانی ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم احکام نافذ کرتے تھے اور قیس ابن سعد احکام رسول جاری فرماتے تھے قید کرنا فیصلہ سنانا وغیرہ وغیرہ، معلوم ہوا کہ سلطان کے ماتحت ایسے لوگوں کا ہونا سنت ہے جو شاہی فرمان جاری کریں۔ ۴ کسریٰ شاہ فارس کا لقب تھا قیصر شاہ روم کا عزیز شاہ مصر کا۔ تبع شاہ یمن کا کسریٰ معرب ہے خسرو کا بمعنی بڑے ملک والا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ شاہ فارس فوت ہوگیا تو فارسی لوگوں نے اس کی بیٹی کو بادشاہ بنالیا۔ ۵ یعنی جس قوم کی سلطان یا حاکم عورت ہو وہ قوم ناکام نامراد رہے گی یہاں اشعہ نے فرمایا کہ عورت ولایت اور امارت کے لائق نہیں مرقات نے فرمایا کہ عورت امام یا قاضی نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ عہدے کامل عقل اور آزادی چاہتے ہیں عورت ناقص العقل بھی ہے اور گھر میں مقید بھی خیال رہے کہ احناف کے نزدیک جن چیزوں میں عورت کی گواہی درست ہے ان میں عورت کی قضا بھی درست ہے، قضا سے مراد پنچ ہے کہ کسی خاص مقدمہ میں عورت خاص شخصوں کی پنچ ہوسکتی ہے وہ ناقص کہ جہاں اس کی گواہی درست نہیں وہاں وہ پنچ نہیں ہوسکتی لہذا احناف کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف نہیں۔ ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۵ء کے جنوری کے پاکستانی صدر کے انتخاب میں اس حدیث کا معجزہ دیکھا گیا کہ یہاں تمام وہابی روافض وغیرہ بد مذہبوں نے ایک عورت کو صدارت پاکستان کے لیے کھڑا کیا والعیاذ باللہ تمام جماعتوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا صرف اہل سنت اس کے خلاف رہے اہل سنت کی دلیل یہی حدیث تھی اللہ تعالٰی نے صرف اس حدیث پاک کی برکت سے اہل سنت کو فتح مبین عطا فرمائی کہ ملک عورت کی صدارت اور منافقین ملک کی شرارت سے محفوظ رہا اور عورت کامیاب نہ ہو سکی الحمد للہ علی ذلک وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبہ صاحب اللواء المعقود صاحب المقام المحمود وآلہ واصحابہ وسلم بہر حال اسلام میں سلطان اور حاکم کیلئے مرد ہونا شرط ہے چنانچہ شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۲۳ میں فرماتے ہیں کہ حاکم مسلمان آزاد عاقل بالغ اور مرد چاہیے عورتیں ناقص العقل بھی ہیں ناقص الدین بھی تفصیلات

الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمرکم بخمس بالجماعۃ والسمع و الطاعۃ والہجرۃ والجہاد فی سبیل اللہ وانہ من خرج من الجماعۃ قید شبر فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ الا ان یراجع ومن دعا بدعوی الجاہلیۃ فہو من جثی جہنم وان صام وصلی وزعم انہ مسلم رواہ احمد والترمذی وعن زیاد ابن کسیب العدوی قال کنت مع ابی بکرۃ تحت منبر ابن عامر وہو یخطب و

اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تم کو پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں جماعت کا اور سننے و فرمانبرداری کرنے اور ہجرت اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے کا اور جو جماعت سے ایک بالشت برابر نکل گیا اس نے اسلام کا پٹا اپنی گردن سے نکال دیا مگر یہ کہ لوٹ آئے اور جو جاہلیت کے بلاوے بلائے تو وہ دوزخ کی جماعتوں میں سے ہے اگرچہ روزہ رکھے نماز پڑھے اور گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے (احمد، ترمذی) روایت ہے حضرت زیاد ابن کسیب عدوی سے فرماتے ہیں میں ابوبکرہ کے ساتھ ابن عامر کے منبر کے نیچے تھا وہ خطبہ پڑھ رہا تھا اور اس پر

احمدیہ میں مولانا احمد حسین فرماتے ہیں کہ نبوت، خلافت، سلطنت، اذان، خطبہ مردوں کے لیے خاص ہے بلقیس کا زمانہ سلیمان میں بادشاہ ہونا ایسا ہی تھا جیسے عیسائیوں میں ملکہ وکٹوریہ یا ملکہ الزبتھ بادشاہ ہوئیں، اسلام کے یہ خلاف ہے سرکار کے اس پیغام قوم لوط میں دو عجیب مناسبتیں ہیں ایک یہ کہ تمام گناہوں کی سزا آخرت میں ہوگی مگر عورت کو حاکم بنانے کی سزا دنیا میں بھی ملے گی آخرت میں بھی دوسرے یہ کہ دوسرے گناہوں کا تعلق صرف مسلمانوں سے ہوتا ہے کہ احکام اسلامی ان پر ہی جاری ہوتے ہیں مگر عورت کو سردار بنانے کی شامت ایسی ہے کہ کفار بھی اس کی زد میں آجاتے ہیں غرضکہ یہ جرم بہت سخت ہے۔

۱؎ آپ حارث ابن حارث اشعری ہیں شام میں قیام رہا اس لیے آپ کو شامی بھی کہا جاتا ہے آپ صحابی ہیں اور آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث منقول ہے ابو سلام حبشی کے استاذ ہیں۔ ۲؎ یعنی عقائد و اعمال میں جماعت مسلمین کے ساتھ رہو جس چیز پر امت مسلمہ کا اجماع ہو جائے اس کا اتباع کرو اور سلف صالحین کی پیروی کرو (مرقات و اشعہ) ۳؎ علماء و حکام کی حق باتیں سنو ان کی اطاعت کرو اور حاکم اسلام کی اطاعت ہر جائز حکم میں کرو اور مکہ معظمہ مدینہ پاک کی طرف ہجرت کرو یا جہاں اسلامی آزادی نہ ہو کفار سے جہاد کبھی اور کسی کو نصیب ہوتا ہے مگر نفس سے جہاد ہر وقت ہر مسلمان کو کرنا پڑتا ہے (مرقات) رب تعالیٰ فرماتا ہے قاتلوا الذین یلونکم من الکفار اپنے قریبی کافروں سے جہاد کرو سب سے قریبی کافر اپنا نفس ہے۔ ۴؎ قید قاف کے کسرہ کے جزم سے یعنی قدر و برابر شبر شین کے کسرہ کے سکون سے بمعنی بالشت ربقہ رے کے فتحہ سے رسی کا وہ پھندا جو بکری کے گلے میں ہوتا ہے (اشعہ و مرقات) یعنی جو عقائد و اعمال سے تھوڑا سا بھی جماعت مسلمین کے خلاف ہو جائے تو اس نے اسلام کا ذمہ اور عہد کا عہد توڑ دیا۔ ۵؎ یعنی بدعقیدگی سے توبہ کرے تو دوبارہ توبہ کھلا ہوا ہے۔ ۶؎ جیسے اسلام سے پہلے کفار اپنی مدد کے بلانے اپنے دشمن کے مقابل اپنے کنبہ یا قوم کو پکارتے تھے اور وہ قوم والے اس کی امداد کو بغیر سوچے سمجھے دوڑ پڑتے تھے خواہ وہ ظالم ہوتا یا مظلوم یعنی قومیت کی جنگ، آجکل ہم لوگوں میں صوبائی ملکی تعصب بہت ہے یہ بیماری اس کی بڑی بیماری ہے۔ ۷؎ جثی جمع ہے جثوۃ کی جیم کے فتحہ یا کسرہ یا پیش سے بمعنی جماعت و گروہ، رب تعالیٰ فرماتا

عَلَيْهِ ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَقَالَ اَبُوْ بِلَالٍ اُنْظُرُوْا اِلٰى اَمِيْرِنَا يَلْبَسُ ثِيَابَ الْفُسَّاقِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرَةَ اُسْكُتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَهَانَ سُلْطَانَ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ اَهَانَهُ اللّٰهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۔ وَعَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ

باریک کپڑے تھے تو ابو بلال نے کہا کہ امیر کو دیکھو فاسقوں کا لباس پہنتا ہے تو ابو بکرہ بولے چپ رہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو زمین میں اللہ کے بادشاہ کی توہین کرے اللہ اسے ذلیل کرے گا (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے روایت ہے حضرت نواس ابن سمعان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں

ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں حول جمعہ حجثیا) ۱؎ یعنی لغت میں ریت کے ڈھیر کو کہتے ہیں جہاں بادلوں کا اجتماع ہو پھر بڑی جماعت کو جثوہ کہنے لگے کہ اس میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ منشاء معلوم ہوا کہ پختہ مسلمان ہونے کے لئے عبادات کے ساتھ درستی معاملات بھی ضروری ہے انسان کی جانچ معاملات سے ہوتی ہے ۲؎ آپ تابعی ہیں بصری ہیں ثقہ ہیں کریب کاف کے ضمہ سے ہے مصغر ہے (اکمال) ۳؎ عبداللہ ابن عامر ابن کریز ہیں حضرت عثمان ابن عفان کے ماموں ہیں حضور کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی، حضرت عثمان نے آپ کو بصرہ و خراسان کا حاکم مقرر کیا تھا۔

۴؎ غالباً آپ ابو بردہ ابن ابو موسیٰ اشعری ہیں آپ کے بیٹے کا نام بلال ہے آپ بصرہ کے حاکم تھے ۵؎ یا تو کپڑے ریشمی تھے یا نفیس تو شوقی گر تھے باریک جیسے کہ عیش پسند مالداروں کا لباس ہے دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے ۶؎ سبحان اللہ کیسی پاکیزہ تعلیم ہے کہ سلطان اسلام کے وقار سے اسلام کا وقار مسلمانوں کا رعب ملک کا انتظام ہے جب اس کا وقار ہی ختم ہوگیا تو سب کچھ ختم ہوگیا باریک کپڑے پہننا حرام نہیں مگر وقار سلطان بگاڑنا حرام ہے۔ **حکایت** حضرت امام جعفر صادق ایک بار نہایت اعلیٰ جبہ پہنے تھے سفیان ثوری نے عرض کیا اے ابن رسول اللہ یہ لباس آپ کے لئے موزوں نہیں تو آپ نے سفیان کا ہاتھ اپنی آستین میں ڈال دیا کہ نیچے پشمینہ کا جبہ ہے فرمایا یہ اوپر کا لباس مخلوق کے لئے ہے اور یہ اندر کا لباس خالق کے لئے (مرقات) الناس باللباس آجکل اعلیٰ لباس ذریعہ عزت ہے۔ **حکایت** فرقد سبخی بوریات کے کپڑے پہنتا تھا حضرت امام حسن کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نہایت اعلیٰ جوڑا پہنے تھے وہ بنظر حقارت آپ کے کپڑے چھونے لگا تو آپ نے فرمایا کیا دیکھتا ہے مجھ پر جنتیوں کا لباس ہے اور تجھ پر دوزخیوں کا لباس ہے پھر فرمایا اکثر ٹاٹ پہننے والے دوزخی ہوگئے ہیں کہ جسم پر ٹاٹ ہے دل میں تکبر ہے (مرقات) ۷؎ نواس نون کے فتحہ واؤ کے شد سے، سمعان سین کے فتحہ میم کے کسرہ سے، آپ صحابی ہیں شام میں قیام رہا ۸؎ یعنی کوئی بندہ گناہ کا حکم دے یا نیکی سے منع کرے تو اس کی بات نہ مانو اگرچہ وہ باپ، استاذ، مرشد، حاکم یا بادشاہ ہو لیکن اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو ایسی چیز کا حکم دیں جو بظاہر خلاف قرآن و سنت اسلام ہو تو اس کا کرنا واجب ہے کہ اس حکم کے صادر ہونے سے اس شخص کے نام وہ گناہ رہا ہی نہیں نیکی ہو گیا اس کی صدہا مثالیں موجود ہیں: اگر کسی کو حضور بلائیں اور وہ نماز پڑھ رہا ہے تو اس پر نماز چھوڑنا فوراً حاضر ہو جانا واجب ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم اس کی نفیس تحقیق ہماری کتاب سلطنت

رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ ۔ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَمِيْرِ عَشَرَةٍ اِلَّا يُؤْتٰى بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَغْلُوْلًا حَتّٰى يَفُكَّ عَنْهُ الْعَدْلُ اَوْ يُوْبِقَهُ الْجَوْرُ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِلْاُمَرَاءِ وَيْلٌ لِلْعُرَفَاءِ وَيْلٌ لِلْاُمَنَاءِ لَيَتَمَنَّيَنَّ اَقْوَامٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَّ نَوَاصِيَهُمْ مُعَلَّقَةٌ بِالثُّرَيَّا يَتَجَلْجَلُوْنَ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَاَنَّهُمْ لَمْ يَلُوْا عَمَلًا رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ

(شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے کوئی دس کا سردار مگر وہ قیامت کے دن طوق میں لایا جائیگا حتی کہ یا تو اسے انصاف چھوڑدے یا اسے ظلم ہلاک کردے [1] (دارمی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرابی ہے حکام کیلئے خرابی ہے سرداروں کیلئے خرابی ہے امانتداروں کیلئے [2] قومیں آرزو کریں گی قیامت کے دن کہ ان کی چوٹیاں ثریا تارے میں لٹکی ہوتیں وہ آسمان و زمین کے درمیان ہلتے ہوتے اور انہوں نے سرداری نہ لی ہوتی (شرح سنہ، احمد)

مصطفیٰ میں دیکھئے حضور کے حکم سے بانیکات کے زمانہ میں حضرت کعب پر ان کی بیوی حرام رہیں حضرت عبداللہ ابن عتیک کے ابورافع کے قتل کیلئے جھوٹ بولنے کی اجازت دے دی وغیرہ وغیرہ یہاں مرقات نے عجیب بات فرمائی کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم میں رسول کے لئے اطیعوا علیحدہ ارشاد ہوا اور اولی الامر کے لئے علیحدہ استعمال نہ ہوا کیونکہ اطاعت رسول مستقلاً واجب ہے مگر اطاعت اولی الامر اس شرط سے واجب ہے کہ قرآن وسنت کے خلاف حکم نہ دیں، نیز مرقات میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی تمہاری مثال عیسیٰ علیہ السلام کی سی ہے کہ یہود نے انہیں بہتان لگائے عیسائیوں نے انہیں حد سے بڑھایا بعض تمہیں حد سے بڑھا دیں گے بعض بہتان لگائیں گے، فرمایا مجھے حد سے بڑھانے والے محب بھی ہلاک ہونگے بہتان لگانے والے دشمن بھی ہلاک ہونگے میں نبی اور صاحب وحی نہیں ہوں اگرچہ تم کو اچھی بات کا حکم دوں تو میری اطاعت کرو اگر بری بات کا حکم دوں میں یا کوئی اور، تو اطاعت جائز نہیں (مرقات) [1] یہاں سردار سے مراد وہ سردار ہیں جو خواہش نفس کے لئے بخوشی اور بکوشش سردار بنے یعنے ایسے سردار اگرچہ دس آدمیوں کے افسر ہوں مگر قیامت میں طوق بگردن لائیں گے پھر آگے حساب کے بعد یہ طوق اتر جائے یا لازم ہوجائے عادل تھے رہائی پائیں گے ظالم تھے تو پکڑے جائیں گے لہذا یہ حدیث حضرت سلیمان علیہ السلام یا خلفاء راشدین یا یوسف علیہ السلام کے لئے نہیں [2] امراء سے مراد سلاطین وحکام ہیں اور عرفاء عریف کی جمع ہے اس سے مراد وہ چودھری ونمبردار ہیں جو حکام ورعایا کے درمیان واسطہ ہوں کہ رعایا کے معاملات حکومت کو پہنچاتے ہوں اور امناء سے مراد خزانچی وغیرہ ہیں جو حکومت کی طرف سے ٹیکس خراج وغیرہ کے نگہبان ہوں، اس میں یتیموں کے والی اور وصی بھی داخل ہیں چونکہ ان عہدوں پر پہنچ کر اپنے کو حق تلفی سے بچانا بہت مشکل ہوتا ہے اس لئے یہ ارشاد ہوا، مگر خیال رہے کہ یہاں بھی روئے سخن ان کی طرف ہے جو نفس کے لئے بکوشش یہ عہدے حاصل کریں [3] اس جملہ نے شرح فرمادی کہ امراء وعرفاء سے وہی مراد ہیں جو کوشش کرکے عیش کے لئے امیر بنیں یعنے ایسے حکام چودھری قیامت

وَفِيْ رِوَايَةٍ أَنَّ ذَوَائِبَهُمْ كَانَتْ مُعَلَّقَةً بِالثُّرَيَّا يَتَذَبْذَبُوْنَ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَكُوْنُوْا عُمِّلُوْا عَلٰى شَيْءٍ. وَعَنْ غَالِبٍ الْقَطَّانِ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعِرَافَةَ حَقٌّ وَلَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ عُرَفَاءَ وَلٰكِنَّ الْعُرَفَاءَ فِي النَّارِ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ. وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعِيْذُكَ بِاللّٰهِ مِنْ إِمَارَةِ السُّفَهَاءِ قَالَ وَمَا ذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ أُمَرَاءُ

اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے گیسو ثریا سے لٹکے ہوتے آسمان و زمین کے درمیان لٹکتے ہوتے اور کسی چیز پر حکومت نہ کیے ہوتے روایت ہے غالب قطان سے وہ ایک صاحب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداری حق ہے اور لوگوں کو سرداروں کی ضرورت ہے لیکن سردار دوزخ میں ہوں گے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت کعب ابن عجرہ سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیوقوفوں کی سلطنت سے تم کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا چیز ہے فرمایا کچھ

عذاب دیکھ کر آرزو کریں گے کہ ہم کو پیشانی کے بالوں سے آسمان سے لٹکا دیا جاتا ہم وہاں جھکولے کھاتے یہ اچھا ہوتا اس امارت و وزارت سے تاکہ یہاں ایسی ندامت ذلت و رسوائی اور عذاب نہ ہوتے۔ اقوام فرما کر اشارۃً فرمایا کہ بعد کے بادشاہ و سردار یہ تمنا کریں گے کیونکہ ان میں سے بعض قومی یعنی ظالمین یا عیش پرست۔
۱؎ یعنی عیش پرست حکام کا تو یہ حال ہوگا مگر عادل سلاطین خلفاء کی یہ عزت ہوگی کہ وہ نور کے منبروں پر ہوں گے رب سے بہت قریب ان تمام وعیدوں کا مقصد یہ ہے کہ لوگ حکومت کے طالب نہ بنیں کیونکہ نفس انسانی حکومت و سرداری کی خواہش ہے؛ خیال رہے کہ ملک قوم دین کو سلطان کی بھی ضرورت ہے حکام کی بھی مگر یہ چیزیں ہیں بہت خطرناک الامن عصمہ اللہ۔ ۲؎ آپ تابعین میں سے ہیں آپ غالب ابن ابی غیلان ابن خطاف قطان بصری ہیں ثقہ ہیں خواجہ حسن بصری اور سعید ابن جبیر کے شاگرد ہیں۔ ۳؎ یہ صاحب اور ان کے والد تو مجہول ہیں خبر نہیں کون ہیں ان کے دادا اگرچہ مجہول ہیں مگر صحابی ہیں چونکہ سارے صحابہ عادل ہیں اس لیے ان کا نام معلوم نہ ہونا مضر نہیں۔ ۴؎ یہاں حق بمعنی ضروری و لازم ہے یعنی ملک قوم و اسلام کو بادشاہ و حکام کی ضرورت ہے کہ ان سے دین بھی قائم ہے دنیا بھی برقرار۔ ۵؎ یعنی عموماً سردار دوزخی کہ اکثر لوگ حکومت پا کر ظلم و تعدی کرتے ہیں لہذا جسے سردار بننا پڑ جائے وہ بہت احتیاط سے کام کرے کہ تلوار کی دھار پر ہے۔ ۶؎ عجرہ عین اور جیم کے پیش اور ر کے فتح سے ہے آپ صحابی ہیں انصار کے حلیف ہیں بعض نے کہا انصار سے ہیں بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے آپ کے اسلام کا واقعہ یہ ہوا کہ آپ کا ایک بت تھا جس کی آپ پرستش کرتے تھے حضرت عبادہ ابن صامت سے آپ کی بڑی گہری دوستی تھی ایک دن حضرت عبادہ ان سے ملنے گئے جب ان کے گھر سے نکلے تو چپکے سے اس بت کے ٹکڑے کر ڈالے، جب آپ نے اپنے بت کی یہ حالت دیکھی تو قریب تھا کہ حضرت عبادہ سے الجھ پڑیں مگر دل سے آواز آئی کہ اے کعب اگر بت میں خدائی ہوتی تو اپنے کو بچا لیتا جو اپنی مدد خود نہ کر سکا وہ تیری مدد کیا کرے گا اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ بعد اسلام، آخر میں کوفہ میں قیام رہا مگر مدینہ منورہ میں وفات پائی، پچھتر سال عمر ہوئی، ۵۱ھ میں وصال ہوا مدینہ منورہ میں دفن ہوئے (مرقات) ۷؎ سفہاء جمع ہے سفیہ کی اور سفیہ بنا ہے سفہ سے بمعنی خفت و ہلکا پن، سفیہ کے معنی ہیں ہلکا

سَيَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ مَنْ دَخَلَ عَلَيْهِمْ فَصَدَّقَهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَاَعَانَهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَلَيْسُوْا مِنِّيْ وَلَسْتُ مِنْهُمْ وَلَنْ يَّرِدُوْا عَلَيَّ الْحَوْضَ وَمَنْ لَّمْ يَدْخُلْ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُصَدِّقْهُمْ بِكَذِبِهِمْ وَلَمْ يُعِنْهُمْ عَلٰى ظُلْمِهِمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ وَاُولٰٓئِكَ يَرِدُوْنَ عَلَيَّ الْحَوْضَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا وَمَنِ اتَّبَعَ الصَّيْدَ غَفَلَ وَمَنْ اَتَى السُّلْطَانَ افْتُتِنَ رَوَاهُ اَحْمَدُ

سلاطین میرے بعد ہوں گے جو ان کے پاس گیا ان کے جھوٹ کو سچ کہا اور ظلم پر ان کی مدد کی تو وہ مجھ سے اور میں ان سے نہیں وہ حوض پر میرے پاس ہرگز نہ پہنچیں گے اور جو ان کے پاس نہ گیا اور نہ ان کے جھوٹ کو سچ کہا اور نہ ان کی ظلم پر مدد کی تو وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں اور وہ حوض پر میرے پاس پہنچیں گے (ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جو بادیہ میں رہا وہ سخت دل ہو گیا جو شکار کے پیچھے رہا وہ غافل ہو گیا اور جو بادشاہ کے پاس پہنچا وہ فتنہ میں پھنسا (احمد)

یعنے کم عقل یعنے تم کو اللہ کی راہ میں دیتا ہوں اس سے کہ تم پر احمق بادشاہوں کا دور آئے یا یہ کہ تم ان کی طرف مائل ہو جاؤ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ تم نا اہل بادشاہوں کا زمانہ پاؤ گے مگر ان شاء اللہ ان کے شر سے محفوظ رہو گے جیسے حضور اپنے دامن میں چھپا لیں اس کا کوئی کیا بگاڑے ۔ شعر

ڈھونڈھا کریں صدر قیامت کے سپاہی ۔ وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو

۵ یعنے یہ سلطنت کیسے ہوگی، کیا کرے گی اور کب ہوگی اور اس کا انجام کیا ہوگا۔

۱ ظالم و جھوٹے، بے عقل جیسے یزید ابن معاویہ، حجاج ابن یوسف وغیرہم، اس میں حضرات خلفاء راشدین داخل نہیں ورنہ پھر حضرت علی بھی اسی وعید میں داخل ہو جائیں گے جو آپ کے پاس جاتے تھے حضرت کعب ابن عجرہ نے بھی یہ خلافتیں پائیں اور ان کی حمایت کی بہر حال جو ہم نے عرض کیا وہ ہی درست ہے ۔ ۲ یعنے وہ مجھ سے بے تعلق ہیں اور میں ان سے بیزار ہوں اللہ کی پناہ ۔ خیال رہے کہ ظلم پر مدد کرنے کی کئی صورتیں ہیں ان ظالموں کو ظلم کی رغبت دینا ان کے ظلمی قانون کو رائج کرنا ان کے ظلم میں ان کا ہاتھ بٹانا ان کے ظلم کی حمایت کرنا یہ کہنا کہ یہ احکام حق ہیں وغیرہ کہ اس میں بہت درست ہے ایک درزی نے حضرت سفیان ثوری سے پوچھا کہ ظالم حکام کے کپڑے سینا کیسا تو آپ نے فرمایا کہ جو ظالم سلطان کے کپڑے سینے کے لئے درزی کے ہاتھ سوئی فروخت کرے وہ آیت کریمہ میں داخل ہے ولا ترکنوا الی الذین ظلموا الایہ مرقات ۔ ۳ یعنے حوض کوثر پر جو جنت میں ہے یا اس کی نہر پر جو میدان محشر میں ہے جہاں حضور کی امت پانی پی کر حشر کی پیاس بجھائے گی مطلب یہ ہے کہ فائزین کے ساتھ نہ پہنچیں گے ۴ خلاصہ یہ ہے کہ ان ظالموں سے قریب ہونا مجھ سے دور ہونا ہے اور ان سے دور ہونا مجھ سے قریب ہونا ہے ۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جو ظالم کے ظلم اور حکم سے راضی ہو اگرچہ اس ظالم سے غائب ہو گویا وہ حاضر ہے اور آپ نے یہی آیت پڑھی ولا ترکنوا الایہ ۔ ۵ یعنے دیہات کے باشندے اکثر سخت دل ہوتے ہیں رب فرماتا ہے الاعراب اشد کفرا ونفاقا واجدر الا یعلموا کیونکہ انہیں علم کی روشنی علماء کی صحبت نصیب نہیں ہوتی لہذا خود عالم رہو اور دیہات میں رہو۔

وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ مَنْ لَزِمَ السُّلْطَانَ افْتُتِنَ وَمَا ازْدَادَ عَبْدٌ مِنَ السُّلْطَانِ دُنُوًّا إِلَّا ازْدَادَ مِنَ اللّٰهِ بُعْدًا ◦ وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيكَرِبَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَفْلَحْتَ يَا قُدَيْمُ إِنْ مُتَّ وَلَمْ تَكُنْ أَمِيْرًا وَلَا كَاتِبًا وَلَا عَرِيْفًا رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ ◦ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ صَاحِبُ مَكْسٍ يَعْنِي الَّذِي يَعْشُرُ النَّاسَ

(ترمذی، نسائی) اور ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے جو بادشاہ سے چمٹ گیا وہ فتنہ میں پڑ گیا اور جتنا بھی کوئی بندہ بادشاہ سے قریب ہوگا اتنا ہی اللہ سے دور ہوگا روایت ہے حضرت مقدام ابن معدیکرب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کندھے پر ہاتھ مارا پھر فرمایا اے قدیم تم کامیاب ہو جاؤ گے اگر ایسے فوت ہو کہ نہ حاکم ہو نہ منشی اور نہ سردار (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں ٹیکس وصول کرنے والا نہ جائے گا یعنی جو کہ لوگوں سے عشر لیتا ہے

اور دیہات والے جو حکام سے تعلق رکھیں حدیث شریف میں کہے جاتے ہیں وہ اس حکم سے خارج ہیں۔ یہ حدیث شکار کا شغل بنا لینا اور بعض شوقیہ شکار کھیلتا ہے وہ اللہ کے ذکر نماز جماعت جمعہ مروت اخلاق سے محروم ہو جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی شکار نہ کیا اور بعض صحابہ نے شکار کیا ہے مگر شکار کو ضرورۃً اور شکار کا شغل نہ بنایا محض شوقیہ کھیل اور شکار کا ذکر تو قرآن کریم میں ہے یہاں مشغلہ شوقیہ کا ذکر ہے لہذا یہ حدیث حکم قرآنی کے خلاف نہیں کہ یعنی جو عزت دولت کی خاطر ظالم بادشاہ کا درباری اور حاضر باش بن جاوے وہ اپنی آخرت برباد کرتا ہے کیونکہ اگر وہ اس کے ظلم کی حمایت کرے گا تو اپنا دین برباد کرے گا اور اگر اس کی مخالفت کرے گا تو اپنی دنیا برباد کرے گا۔

لہذا جو کوئی عادل بادشاہ کا مصاحب ہے اس کی عدل کی حمایت کرنے نیک دینی کام رواج دینے کو وہ اچھے مشورے دے تو وہ عبادت کا کام ہے یوں ہی ظالم بادشاہ کی اصلاح کے لئے اس کے ساتھ رہے تو وہ غازی ہے مگر ایسا بہت مشکل ہے لہذا حضرت علی کو خلفائے راشدین کا مصاحب بننا اور حضرت امام ابو یوسف کا سلطان ہارون رشید کا قاضی القضاۃ بننا گناہ نہ تھا ثواب تھا امام ابو یوسف کی بدولت حنفی مذہب کی اشاعت کا ذریعہ بنی۔

اس طرح کہ ہر وقت اس کے ساتھ رہے اور امیدیں اور خوف میں مبتلا ہو گیا حضرت عطار نے کیا خوب فرمایا ہے قرب سلطان آتش سوزاں بود سے اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ جو ایسی غرض کے لئے ظالم بادشاہ سے قرب حاصل کرے وہ دینی لحاظ سے ہلاک ہوگا اور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا

من اتخذ علما ولم یزدد فی الدنیا زهدا لم یزدد من الله الا بعدا جو علم حاصل کرے دنیا سے بے رغبت نہ ہو وہ اللہ سے دوری میں ہی اضافہ کرے گا

آپ کے حالات بیان ہو چکے آپ صحابی ہیں ۹۱ سال عمر پائی ۸۷ھ میں وفات پائی آپ کے کندھے پر ہاتھ رکھنا شفقت کے لئے ہے قدیم تصغیر فرما کر خطاب کرنا کرم و محبت کے لئے ہے۔

یعنی سلطان یا ملک کے منشی عریف کے معنی ہیں چودھری جو دوسروں پر بادشاہ اور رعایا کے درمیان واسطہ ہو یا اس کے معنی مشہور آدمی ہیں سب پہنچانیں یہ تنبیہ فرماتے ہیں شمول رحمت ہے مگر ان کو نہ پہنچانے۔ [illegible]

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَى اللهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَأَقْرَبَهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا إِمَامٌ عَادِلٌ وَإِنَّ أَبْغَضَ النَّاسِ إِلَى اللهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَأَشَدَّهُمْ عَذَابًا وَفِي رِوَايَةٍ وَأَبْعَدَهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا إِمَامٌ جَائِرٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ

(احمد ابو داؤد دارمی) روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن لوگوں میں اللہ کو زیادہ پیارا اور اللہ سے زیادہ قریب جگہ والا انصاف والا بادشاہ ہے[1] اور قیامت کے دن تمام لوگوں میں اللہ کو زیادہ ناپسند اور بہت سخت عذاب والا اور ایک روایت میں ہے کہ رب سے بہت دور مجلس والا ظالم بادشاہ ہے[2] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا جہاد اس کا ہے[3] جو ظالم بادشاہ کے پاس حق بات کہے[4]

قسم کے فرمانوں کی شرح گزشتہ کی جا چکی ہے کہ ساتھ ہی ... جنت میں نہ جائے گا کیونکہ ٹیکس لگانے والے اور ٹیکس وصول کرنے والے اکثر ظالم اور رشوت خور ہوتے ہیں مگر جسے خدا بچائے مکس کا ترجمہ ٹیکس نہایت مناسب ہے آجکل عربی میں مال کے ٹیکس کو جمرک اور زمین کے ٹیکس کو کرشان کہتے ہیں ۔ ۶ یہاں عشر سے مراد پیداوار کا دسواں حصہ اور خراج نہیں بلکہ راستہ کی چونگی باہر سے آنے والے مال کا ٹیکس وغیرہ سب ہے یہ تفسیر اس حدیث کے راوی محمد ابن اسحاق ابن منداکی ہے لفظ یعنے ذکر کرکے انہوں نے فرمایا کہ صاحب مکس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد عشر لینے والا ہے (مرقات)

۱ قریب جگہ سے مراد عزت اور مرتبہ ہے یعنے دوسرے بادشاہوں کے مقابلہ میں عادل بادشاہ اللہ تعالٰی سے زیادہ درجہ و مرتبہ والا ہوگا یا عادل بادشاہ انصاف و عدالت کے لحاظ سے زیادہ قرب والا ہوگا لہذا اس فرمان عالی کا مطلب یہ نہیں کہ عادل بادشاہ حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم یا دیگر صحابہ کرام سے زیادہ درجہ والا ہو جائے یہاں مرقات نے فرمایا کہ آجکل کے بادشاہوں کو عادل کہنا کفر ہے (مرقات) کا یہ فتوٰی بالکل درست ہے کہ موجودہ بادشاہوں کا ظلم سب کو معلوم ہے اور ظلم کو عدل کہنا تمام فقہاء کے نزدیک کفر ہے ۔ ۲ اس کا مطلب بھی وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا ظالم بادشاہ ظلم کے اعتبار سے غیر ظالم سے کہیں بدتر ہوگا لہذا اس سے یہ لازم نہیں کہ مسلمان ظالم بادشاہ ابو جہل وغیرہ سے بدتر ہو خیال رہے کہ ظالم حاکم اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رعایا کے حقوق مارتا ہے اس پر حقوق کا بڑا بوجھ ہے ۔ ۳ یہ حدیث امام احمد نے بھی اپنی مؤطا میں روایت فرمائی امام احمد ابن حنبل کے بیٹے نے اپنی کتاب زوائد الزہد میں امام حسن سے مرسلًا نقل فرمایا کہ اللہ تعالٰی کا پیارا بندہ وہ ہے جو بندوں کا خیر خواہ ہو (مرقات) ۔ ۴ یہاں عبارت میں یا تو من سے پہلے جہاد پوشیدہ ہے یا افضل کے بعد اہل پوشیدہ یعنے افضل اہل الجہاد من قال یا افضل الجہاد جہاد من قال لہذا نحوی اعتراض اس پر کوئی نہیں ۔ ۵ اگرچہ ایک کلمہ ہی ہو جیسے ہاں یا نہیں مثلًا فاسق بادشاہ اس سے پوچھے کیا داڑھی منڈانا اچھا ہے یہ کہہ دے نہیں یہ نہیں کہنا بڑا جہاد ہے یہ جہاد اس لیے افضل ہوا کہ کفار پر جہاد کرنے والے کو اپنی موت کا یقین نہیں ہوتا شاید بچ جائے یا مارا جائے مگر اس اللہ کے بندے کو اپنی موت یا جانی مالی

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ عَنْ طَارِقِ ابْنِ شِهَابٍ • وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِالْأَمِيرِ خَيْرًا جَعَلَ لَهُ وَزِيرَ صِدْقٍ إِنْ نَسِيَ ذَكَّرَهُ وَإِنْ ذَكَرَ أَعَانَهُ وَإِذَا أَرَادَ بِهِ غَيْرَ ذٰلِكَ جَعَلَ لَهُ وَزِيرَ سُوْءٍ إِنْ نَسِيَ لَمْ يُذَكِّرْهُ وَإِنْ ذَكَرَ لَمْ يُعِنْهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ • وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْأَمِيرَ

(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) اور احمد و نسائی نے طارق ابن شہاب سے روایت کی۱ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ تعالیٰ بادشاہ کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے سچا وزیر دیتا ہے۲ کہ جب یہ بھول جائے تو اسے یاد دلائے اور اگر یاد کرے تو اس کی مدد کرے۳ اور جب اس کے لیے اس کے سوا کا ارادہ کرتا ہے تو اسے برا وزیر دیتا ہے۴ اگر بھول جائے تو اسے یاد نہ دلائے اور اگر یاد کرے تو اس کی مدد نہ کرے۵ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ

نقصان کا یقین ہوتا ہے کیونکہ یہ اس ظالم کے قبضہ میں ہوتا ہے، نیز اگر بادشاہ اس کی اس تبلیغ سے ظلم سے باز آجائے تو ایک مخلوق کو ظلم سے رہائی نصیب ہو جائے گی اتنی کافر سے ایک کافر کم ہوگا، اس تبلیغ سے خلق خدا کو فائدہ ہوگا، نیز یہ کلمہ اپنے نفس پر بڑا جہاد ہے کہ ایسے بادشاہ کے سامنے خوشامد کرنے کو نفس چاہتا ہے، امام غزالی نے فرمایا کہ ظالم بادشاہ کو تبلیغ صرف وعظ و نصیحت سے ہو سکتی ہے قہر سے نہیں وہ بھی نرمی سے کیونکہ اسے ظالم جابر کہہ کر پکارنا گالیاں دینا سخت فتنہ کا باعث ہے (احیاء العلوم، مرقات) شہد کی ایک بوند بہت سی مکھیوں کو جمع کر لیتی ہے مگر سرکہ کا ایک گھڑا کسی کو نہیں بلا سکتا۔

۱ طارق ابن شہاب صحابی ہیں مگر آپ کی روایات بہت ہی کم ہیں، خلافت صدیقی میں آپ نے ۳۴ غزوے کیے، ۸۳ھ میں وفات پائی (اشعہ)۔ ۲ یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بادشاہ کی بھلائی چاہتا ہے کہ دین و دنیا اس کی درست رہے تو اسے اچھے وزیر و مشیر عطا فرماتا ہے، وزیر کے معنی ہیں بوجھ اٹھانے والا، وزر کے معنی بوجھ بھی ہیں اور گناہ بھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے حتی تضع الحرب اوزارها اور فرماتا ہے ولا تزر وازرة وزر اخرى، چونکہ وزیر پر سلطنت کا بوجھ ہوتا ہے اس لیے اسے وزیر کہتے ہیں۔ ۳ کہ اگر بادشاہ کسی معاملہ میں حکم شرعی بھول جائے تو اسے وزیر بتا دے یاد رہے حکم کے جاری کرنے میں بادشاہ کا معاون و مددگار ہو سبحان اللہ اچھا وزیر رب تعالیٰ کی رحمت ہے، ایسے ہی اچھی بیوی، مرید، بیٹے اللہ کی بخشش ہے۔ کسی خوشامدی شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ گذشتہ خلافتوں میں فتوحات وغیرہ بہت ہوئیں آپ کی خلافت میں فتنے زیادہ ہوئے اس کی کیا وجہ ہے آپ نے فوراً جواب دیا کہ ان خلفاء کے ہم وزیر تھے اور ہم کو وزیر ملے تم، تواریخ کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ کے مشیروں وزیروں نے بہت ہی پریشان کیا، ان وزیروں نے پہلے خود ہی زور دیا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کو علی مرتضیٰ اپنا حکم و پنچ بنائیں بعد میں خود ہی بولے کہ علی مشرک ہو گئے کہ انہوں نے ماسوی اللہ کو حکم بنایا، قرآن کریم فرماتا ہے ان الحکم الا للہ وغیرہ حضرت علی سے بھڑ کر خارجی ہو گئے دیکھئے کتب تواریخ اور کتاب بہشت بہشت۔

إِذَا ابْتَغَى الرِّيبَةَ فِي النَّاسِ أَفْسَدَهُمْ رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ ۔ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّكَ إِذَا اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ أَفْسَدْتَهُمْ
رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ ۔ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَيْفَ أَنْتُمْ وَأَئِمَّةٌ مِنْ بَعْدِي يَسْتَأْثِرُونَ بِهٰذَا الْفَيْءِ قُلْتُ أَمَا وَالَّذِي بَعَثَكَ
بِالْحَقِّ أَضَعُ سَيْفِي عَلَى عَاتِقِي ثُمَّ أَضْرِبُ بِهِ حَتّٰى أَلْقَاكَ قَالَ أَوَلَا أَدُلُّكَ عَلَى خَيْرٍ

حاکم جب لوگوں میں تہمت و شک ڈھونڈنے لگے تو انہیں بگاڑ دیگا[۱] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم جب لوگوں کے خفیہ عیوب کے پیچھے پڑو گے تو انہیں بگاڑ دو گے[۲] (بیہقی شعب الایمان) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تم کیسے ہو گے جب میرے بعد حکام اس غنیمت سے لوگوں کو ترجیح دیں گے[۳] میں نے عرض کیا اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھوں گا پھر اس سے مار دوں گا یہاں تک کہ آپ سے مل جاؤں گا[۴] فرمایا کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز پر رہبری نہ کروں

۱؎ [illegible] بادشاہ [illegible] سب [illegible] بدتر کے [illegible] شک و تہمت القرآن کریم میں ہے [illegible] یعنی اگر سلطان یا حکام اپنی رعایا پر بدگمانی کرنے لگیں اور [illegible] عیوب کو [illegible] سے دیکھنے لگیں اور ان کی بلاوجہ پکڑ دھکڑ کرنے لگیں تو ایسے حکام ان کی دین و دنیا تباہ کر دیں گے اور ملک میں فساد برپا ہو جائے گا کیونکہ عیب [illegible] خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں کے عیوب کی تلاش نہ کرو بلاوجہ ان پر بدگمانی نہ کرو۔ احادیث میں [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] فرمایا شاید [illegible] ظاہر یہ ہے کہ اس فرمان عالی میں خطاب خصوصی طور پر جناب معاویہ سے ہے چونکہ آئندہ یہ سلطان بننے والے تھے تو کسی کے عیب ڈھونڈنے اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی [illegible] سلطنت کی تعلیم فرمادی کہ تم بادشاہ بن کر لوگوں کے خفیہ عیوب نہ ڈھونڈا کرنا [illegible] معافی عفو و کرم سے کام لینا [illegible] سب سے [illegible] کو [illegible] ہمیشہ شک کی نگاہ سے نہ دیکھے [illegible] رب تعالیٰ فرماتا ہے ولا تجسسوا [illegible] ہم اپنے عیب ڈھونڈیں اور لوگوں کی خوبیاں تلاش کریں [illegible] خیال رہے کہ [illegible] سے ممانعت ہے [illegible] لوگوں کی نگرانی کرنا سلطان کے لئے ضروری ہے جاسوسی کا محکمہ ملک داری کے لئے لازم ہے [illegible] کفار سے حاصل ہو [illegible] جو کفار چھوڑ کر بھاگ جائیں اور بغیر جہاد کے حاصل کیا جائے اسے فیئ کہتے ہیں [illegible] ہے [illegible] فرماتا ہے واعلموا انما غنمتم من شیئ یعنی تمام مسلمانوں کا حق ہے [illegible] خمس [illegible] نفل [illegible] بطور انعام دیا جائے یہاں فیئ سے مراد عام ہے اور مقصود یہ ہے کہ حکام و سلاطین [illegible] بادشاہ [illegible] کو دیں گے اپنے پر خرچ کریں گے یا جسے چاہیں گے بغیر استحقاق دیں گے بیت المال کو اپنی ملک سمجھیں [illegible] اللہ علیہ وسلم [illegible] ایسے ظالم بادشاہوں سے میں جنگ کروں گا یہاں تک کہ شہید ہو کر [illegible]

مِنْ ذٰلِكَ تَصْبِرُ حَتّٰى تَلْقَانِيْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ۔ عَنْ عَائِشَةَ
عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَنِ السَّابِقُوْنَ اِلٰى ظِلِّ اللّٰهِ عَزَّ
وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ الَّذِيْنَ اِذَا اُعْطُوا الْحَقَّ قَبِلُوْهُ وَاِذَا
سُئِلُوْهُ بَذَلُوْهُ وَحَكَمُوْا لِلنَّاسِ كَحُكْمِهِمْ لِاَنْفُسِهِمْ۔ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ثَلٰثَةٌ اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِي الْاِسْتِسْقَاءُ بِالْاَنْوَاءِ وَحَيْفُ

صبر کرنا حتی کہ مجھ سے آ ملو [1] (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی
فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل کے سایہ کی طرف سبقت کرنے والے کون ہیں [2] حاضرین نے عرض کیا
اللہ و رسول خوب جانتے ہیں [3] فرمایا وہ لوگ کہ جب حق دیئے جائیں تو اسے قبول کرلیں [4] اور جب ان سے حق مانگا جائے
تو دیدیں [5] اور لوگوں کیلئے ایسے فیصلے کریں جیسے اپنی ذات کے لئے فیصلے [6] روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے [7] فرماتے ہیں میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں اپنی امت پر تین چیزوں سے ڈرتا ہوں تاروں سے بارش مانگنا اور ظلم

یعنے مرتے دم تک صبر کرو ان سے جنگ کرنا ... ظالموں سے جنگ نہ کرنا صبر کرنا اس فرمان عالی سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ بادشاہ
اپنے فسق یا خیانت کی وجہ سے معزولی کا مستحق نہیں فاسق بادشاہ کی بھی اطاعت واجب ہے دوسرے یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے انجام اور بعد موت کے حالات کی
اطلاع ہے کہ فرماتے ہیں یعنی تلقانی تم مجھ سے مل جاؤ آخرت میں حضور سے وہ ملیگا جو دین و سنت پر مرے پھر قبر وغیرہ کی منزلیں خیریت سے طے کرے [2] اللہ کے سایہ سے
مراد یا تو عرش اعظم کا سایہ ہے یا اللہ تعالیٰ کی رحمت و کرم مراد ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی ذات سایہ سے پاک ہے کہ سایہ کثیف جسم کا ہوتا ہے وہ جسم اور کثافت دونوں سے پاک ہے
یعنے قیامت کے دن پہلے عرش اعظم کے سایہ یا اللہ کی رحمت میں کون پہنچیں گے [3] صحابہ کرام کا ادب یہ تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ایسے سوال کے جواب میں یہی عرض کرتے
تھے کہ اللہ رسول جانیں ... سوال فرمایا ... یہ سب کے جواب میں یہی عرض کیا کہ اللہ رسول جانیں معلوم ہوا کہ حضور کو رب نے علم دے کر
جانا ہے ... کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم غیب بخشے ہیں کہ حضرات صحابہ نے ان غیبی چیزوں کے متعلق یہ عرض نہیں کیا کہ اللہ جانے بلکہ کہا آپ اور آپ کا رب جانے [4] ظاہر یہ ہے کہ
الذین سے مراد حاکم و بادشاہ ہیں حق سے مراد وہ حق جو سلطان پر واجب ہیں جیسے عشر و خراج ... و اطاعت یا حق سے مراد کلمۂ حق اللہ کی بات ہے یعنے وہ بادشاہ و حکام جو رعایا سے
صرف اپنا حق ہی لیں حق سے زیادہ رشوت وغیرہ نہ لیں یا جب انہیں کوئی حق بات سنائے تو اسے قبول کریں اور سنانے والے کا احسان مانیں اسے قبول کرنے میں اپنی عار نہ سمجھیں [5] اس
جملہ کی اور بھی شرحیں کی گئی ہیں مگر یہ شرح قوی ہے یعنے اگر رعایا ان سے پناہ مانگے تو خوشی سے دیں کسی قسم کا پس و پیش نہ کریں یا جب ان سے حق بات پوچھی جائے تو بے
تامل بیان فرما دیں اگرچہ وہ بات ان کے خلاف ہی ہو [6] یعنے جیسا فیصلہ اپنے یا اپنے عزیزوں کیلئے چاہتے ہیں ویسا ہی فیصلہ دوسروں کے لئے کریں ...
صرف اس حدیث پر عمل کی توفیق رعایا و حکام کو مل جائے تو ملک میں نہ جھگڑے ہوں نہ فتنے و فساد ... شعر

کبھی بھول کر کسی سے نہ کرو کلام ایسا ۔ کہ جو کوئی تم سے کرتا تمہیں ناگوار ہوتا

السُّلْطَانِ وَتَكْذِيبٌ بِالْقَدَرِ. وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَيَّامٍ اِعْقِلْ يَا أَبَا ذَرٍّ مَا يُقَالُ لَكَ بَعْدُ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ السَّابِعُ قَالَ أُوْصِيكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ فِي سِرِّ أَمْرِكَ وَعَلَانِيَتِهِ وَإِذَا أَسَأْتَ فَأَحْسِنْ وَلَا تَسْأَلَنَّ أَحَدًا شَيْئًا وَإِنْ سَقَطَ سَوْطُكَ وَلَا تَقْبِضْ أَمَانَةً وَلَا تَقْضِ بَيْنَ اثْنَيْنِ. وَعَنْ أَبِي

بادشاہ کا اور تقدیر کا انکار[1] روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں، مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوذر چھ دنوں کا خیال رکھو، اس کے بعد تم سے کچھ کہا جائے گا[2] پھر جب ساتواں دن ہوا، تو فرمایا میں تم کو وصیت کرتا ہوں، خفیہ و علانیہ میں اللہ سے ڈرنا[3] اور جب تم گناہ کر بیٹھو، تو بھلائی کرو[4] اور ہرگز کسی سے کچھ نہ مانگو، اگرچہ تمہارا کوڑا ہی گر جائے[5] اور امانت نہ رکھو، اور دو کے درمیان فیصلہ نہ کرو[6] روایت ہے حضرت ابو

آپ مشہور صحابی ہیں حضرت سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے ہیں خود بھی صحابی ہیں والد بھی صحابی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی احادیث روایت کرتے ہیں اپنے والد سے بھی اور حضرت عمر و علی سے بھی رضی اللہ عنہم و عنہما۔

انواء جمع ہے نوء کی، نوء کے معنے ہیں اٹھنا، مگر چڑھنا و نکلنا بھی، اب اصطلاح میں چاند کی منزلوں کو نوء کہتے ہیں یہ کل اٹھائیس ہیں کیونکہ ہر رات چاند ایک منزل میں رہتا ہے اہل عرب سمجھتے تھے کہ بارش چاند کی خاص منزلوں میں رہنے سے آتی ہیں اور کہا کرتے تھے کہ بارش فلاں منزل سے ہوئی رب تعالیٰ کا نام نہ لیتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کفر قرار دیا ہے اگر کوئی بارش کو رب تعالیٰ کا عطیہ سمجھے اور ان چیزوں کو اسباب یا علامات مانے تو حرج نہیں جیسے بادل کو بارش کی علامت مانا جاتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ ایسے الفاظ اچھی نیت سے بھی استعمال نہ کرے جو ایسے معانی کا وہم پیدا کریں رب تعالیٰ فرماتا ہے ویُنَزِّلُ الْغَیْثَ رب جب چاہے بارش بھیجے، اسباب اس کے محتاج ہیں وہ اسباب کا پابند نہیں۔

[1] یعنی مجھے اس کا بھی خطرہ ہے کہ میرے بعد بادشاہ ظلم کیا کریں گے اور رعایا بغاوت کیا کرے گی جس سے امن قائم نہ ہوگا اور تقدیر کا انکار کرنے والے پیدا ہوتے رہیں گے قربان جاؤں اس غیب داں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ جو کچھ فرمایا وہ ہو بہو آج تک دیکھنے میں آرہا ہے، یہ نقشہ بہت سے ممالک اسلامیہ میں گیا عراق، کویت، فلسطین، شام، ایران وغیرہ ہر جگہ بادشاہ اور رعایا میں جھگڑے ہی دیکھے مسلمان کہیں بھی چین سے نہیں ہیں یہ سب کچھ اس کا نتیجہ ہے کہ ہم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا راستہ چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ ہم کو پھر بھولا سبق یاد دلا دے۔ [2] ستۃ ایام مفعول ہے اعقل کا یعنی تم چھ دن تک غور کرو اور انتظار کرو ہم ساتویں دن تم سے ایک بات کہیں گے یہ انتظار اس لیے کرایا گیا کہ جو بات انتظار کے بعد ملے وہ خوب یاد رہتی ہے اور اس کی قدر ہوتی ہے حضور حکیم ہیں جو کچھ کرتے ہیں، پھر جو نصیحتیں فرمائی ہیں قسم رب تعالیٰ کی اگر صرف پہلی ہی بات پر عمل کی توفیق مل جائے تو دین و دنیا سنبھل جائیں۔ [3] یعنی خلوت و جلوت تنہائی میں اور لوگوں کے سامنے خوف خدا کرو یا اپنے اندر و ظاہر یا باطن میں خوف خدا کرتے رہو [illegible] نیت بری اور کردار [illegible]۔ [4] یعنی اگر بتقاضائے بشریت تم سے کوئی برائی ہو جائے تو اس کے کفارہ کے لیے کوئی نیکی کرو گناہ کے بعد توبہ مقبول کرو نافرمانی کے بعد اطاعت کرو۔ اگر کسی کو تکلیف پہنچائی ہے تو اس سے زیادہ آرام پہنچاؤ اور فرض نماز رہ گئی ہے تو قضا بھی کرو کچھ نوافل بھی پڑھو، خیال رہے کہ یہ فرمان عالی دریائے ناپیدا کنار ہے۔ [5] یعنی کسی سے مانگنا ذلت ہے اور توکل کے خلاف کسی سے کچھ نہ مانگو۔

اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ يَلِي اَمْرَ عَشَرَةٍ فَمَا فَوْقَ ذٰلِكَ اِلَّا اَتَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَغْلُوْلًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَدُهٗ اِلٰى عُنُقِهٖ فَكَّهٗ بِرُّهٗ اَوْ اَوْبَقَهٗ اِثْمُهٗ اَوَّلُهَا مَلَامَةٌ وَاَوْسَطُهَا نَدَامَةٌ وَاٰخِرُهَا خِزْيٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاوِيَةُ اِنْ وُلِّيْتَ اَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰهَ وَاعْدِلْ قَالَ فَمَا زِلْتُ اَظُنُّ اَنِّي مُبْتَلًى بِعَمَلٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى ابْتُلِيْتُ

امامہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی آپ نے فرمایا نہیں ہے کوئی شخص جو دس یا اس سے زیادہ شخصوں کے کام کا والی بنے مگر اللہ عزوجل اسے قیامت کے دن اس طرح لائیگا کہ اس کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوگا[۱] پھر یا اسکی نیکی کھول دے یا اسکا گناہ اسے ہلاک کردے اسکی ابتدا ملامت ہے اس کا بیچ شرمندگی ہے اور اسکی انتہا قیامت کے دن رسوائی[۲] روایت ہے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے معاویہ اگر تم حکومت کے والی بنائے جاؤ تو اللہ سے ڈرنا اور انصاف کرنا[۳] فرماتے ہیں کہ پھر میں گمان کرتا رہا کہ میں حکومت میں مبتلا ہونگا نبی کریم کے فرمان کی وجہ سے یہانتک کہ مبتلا کیا گیا[۴]

[illegible] اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مانگنا تو ہماری عزت ہے شعر

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا ؛ ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا ؛ تجھے حمد ہے خدایا

حضرت امام احمد ابن حنبل یہ دعا مانگا کرتے تھے اللھم کما صنت وجھی عن سجود غیرک فصن وجھی عن مسئلۃ غیرک خدایا جیسے تو نے میرے چہرے کو اپنے غیر کے سجدے سے بچایا ایسے ہی اپنے غیر سے مانگنے سے بچالے : بعض احادیث میں ہے کہ اگر مانگنا پڑ جائے تو صالحین سے مانگو (ابوداؤد، نسائی، مرقات)

۱؎ کیونکہ اس کو [illegible] یا رشوت خوری کا [illegible] ہے [illegible] یعنی حاکم عادل ہو یا ظالم [illegible] حالت میں [illegible] کے لئے ہے جو نفسانی طور پر حکومت کے خواہشمند ہوں کہ یہ طالب مجرم ہے جس کی سزا یہ ہے امیر عادل چھوٹ جائیں گے اور ظالم [illegible] لہذا حدیث بالکل واضح ہے اسے حضرت خلفاء راشدین یا حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام سے کوئی تعلق نہیں [illegible]

۲؎ یعنی اس قسم کی حکومتوں کی ابتدا مخلوق کی ملامت ہے اور درمیان میں خود حاکم کا نفس اور اپنا [illegible] ملامت کرتا ہے اور اس کا نتیجہ قیامت کی رسوائی [illegible] لوگ حکام کی ظاہری شان و شوکت دیکھ کر [illegible] حاکم بن جاتے ہیں [illegible] ملامت کرتے ہیں دنیا [illegible] ہے یہ تو دنیا کے انعام ہیں آخرت میں جو ہوگا وہ ناقابل برداشت ہے [illegible] اس حدیث کی زندہ جاوید شرح ہی شعر

نماند ستمگار بد روزگار ؛ بماند برو لعنت پائدار

۳؎ اگرچہ شک کے لئے آتا ہے مگر اللہ رسول کے ایسے فرمان یقین کے لئے ہے جیسے قرآن کریم فرماتا ہے ان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم یا جیسے ان کان من عند اللہ ثم کفرتم بہ ۔ چنانچہ جناب معاویہ سلطان اسلام ہوئے [illegible] مبارک منہ سے نکلا ہے حق ہوتا ہے [illegible]

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ رَأْسِ السَّبْعِينَ وَإِمَارَةِ الصِّبْيَانِ رَوَى الْأَحَادِيثَ السِّتَّةَ أَحْمَدُ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ حَدِيثَ مُعَاوِيَةَ فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ • وَعَنْ يَحْيَى ابْنِ هَاشِمٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا تَكُونُونَ كَذٰلِكَ يُؤَمَّرُ عَلَيْكُمْ • وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ستر کی ابتداء[1] اور لونڈوں کی سلطنت سے اللہ کی پناہ مانگو[2] یہ ان چھ حدیثوں کو احمد نے روایت کیا، اور حدیث امیر معاویہ کو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل فرمایا[3]۔ روایت ہے حضرت یحیٰی ابن ہاشم سے وہ یونس ابن ابی اسحٰق سے وہ اپنے والد سے راوی[4] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جیسے تم ہو گے ویسے ہی حکام تم پر حاکم بنائے جائیں گے[5] روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ

اتقی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے الذین یشترون ... اس فرمان عالی کی بنا پر یقین ہو گیا تھا کہ مجھے حکومت یقیناً ملنی ہے تقدیر الٰہی یوں ہی ہے چونکہ تقوے اور عدل دونوں چیزیں اور ان کا اجتماع بہت اہم ہے اس لئے آپ نے حکومت ملنے کو جتنا ہو سکے دیر سے ہونا پسند فرمایا۔

[1] ظاہر یہ ہے کہ ستر کا عدد ہجرت سے ہے اور ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سے ہو یا اس فرمان عالی کے وقت سے پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں اور ستر سے مراد ستر کا عشرہ کی ابتداء ہے یعنی ۶۰ھ سے یہ زمانہ شروع ہوتا ہے چنانچہ امیر معاویہ کی وفات ۶۰ھ میں ہے اسی سال یزید تخت نشین ہوا اور حضرت ابوہریرہ دعا مانگا کرتے تھے کہ الٰہی میں ۶۰ھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں چنانچہ آپ کی وفات ۵۹ھ میں ہوئی ۶۰ھ بڑا ہی خطرناک ثابت ہوا کہ ستر کے عشرہ کی ابتداء یہاں سے ہوئی۔ [2] لونڈوں سے مراد قریش کے نوعمر بادشاہ ہیں جیسے یزید ابن معاویہ اور حکم کی اولاد۔ ایکبار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حکم کے لونڈوں کو اپنے منبر کے پاس بندروں کی طرح کھیلتے دیکھا تو آپ بہت مغموم ہوئے، بعض مفسرین نے اس آیت کریمہ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس کی تفسیر اسی خواب سے کی ہے (مرقات)۔ [3] اسے ابویعلی نے بسند ضعیف حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کیا کہ ایک بار میں اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و معاویہ حضور کی خدمت میں تھے کہ حضرت علی آگئے رضی اللہ عنہم تو حضور نے جناب معاویہ سے فرمایا کہ کیا تم علی سے محبت کرتے ہو عرض کیا ہاں، فرمایا تمہارے ان کی جنگ ہو گی عرض کیا کہ جنگ کے بعد کیا ہوگا فرمایا رب کی طرف سے معافی و رضا تو آپ نے فرمایا رضینا بقضاء اللہ اس کے متعلق یہ آیت کریمہ اتری ولو شاء اللہ ما اقتتلوا الخ (مرقات)۔

[4] یحیٰی اور یونس کے حالات معلوم نہ ہو سکے، ابو اسحٰق کا نام عمرو ابن عبداللہ سبیعی ہمدانی کوفی ہے تابعی ہیں، سے ہیں حضرت علی ابن عباس براء ابن عازب اور زید ابن ارقم صحابہ سے ملاقات کی لہٰذا آپ تابعی ہیں خلافت عثمانی میں پیدا ہوئے ۱۲۷ھ میں وفات پائی آپ کے بیٹے یونس مشہور ہیں سفیان ہیں پچانوے یا چھیانوے سال کی عمر ہوئی، (مرقات واشعہ)۔ [5] یعنی جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے تم پر بادشاہ و حکام مقرر ہوں گے تم اللہ کے مطیع ہو تو تم پر حکام رحم دل منصف ہوں گے تم رب کی اطاعت سے منحرف ہو گے تو تم پر ظالم و جابر بادشاہ و حکام مسلط ہوں گے، شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا۔ شعر

چو تو خود کنی اختر خویش را بد ... مدار از فلک چشم نیک اختری

(نوٹ: آخری شعر کی سطر دھندلی ہے)

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ السُّلْطَانَ ظِلُّ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ يَأْوِي إِلَيْهِ كُلُّ مَظْلُومٍ مِّنْ عِبَادِهٖ فَإِذَا عَدَلَ كَانَ لَهُ الْأَجْرُ وَعَلَى الرَّعِيَّةِ الشُّكْرُ وَإِذَا جَارَ كَانَ عَلَيْهِ الْإِصْرُ وَعَلَى الرَّعِيَّةِ الصَّبْرُ • وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَفْضَلَ عِبَادِ اللّٰهِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ إِمَامٌ عَادِلٌ رَفِيْقٌ وَإِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ إِمَامٌ جَائِرٌ خَرِقٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَظَرَ إِلَى أَخِيْهِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بادشاہ زمین میں اللہ کا سایہ ہے ۱ جس کی طرف اللہ کے بندوں میں سے ہر مظلوم پناہ لیتا ہے تو اگر انصاف کرے تو اس کے لئے ثواب ہے اور رعایا پر شکر واجب ہے ۲ اور جب ظلم کرے تو اس پر بوجھ ہے اور رعایا پر صبر واجب ہے ۳ روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے بندوں میں افضل بندہ اللہ کے نزدیک درجہ میں قیامت کے دن انصاف والا نرم دل بادشاہ ہے ۴ اور قیامت کے دن اللہ کے نزدیک لوگوں میں بدترین درجہ والا ظالم سخت دل بادشاہ ہے ۵ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اپنے بھائی کی طرف ۶

خیال رہے کہ اس میں لوگوں کی عام حالت مراد ہے کہ اگر عوام عموماً بدعمل ہو جائیں تو حکام ظالم ہوں گے اگرچہ عام خاص لوگ صالحین بھی ہوں، لہٰذا اس حدیث کی بنا پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اگر امام حسین نیک ہوتے تو یزید پلید کیوں مسلط ہوتا حدیث کی فہم صحیح ضروری ہے۔

۱؎ سایہ سے مراد رحم و کرم ہے کہ جیسے درخت کے سایہ میں دھوپ سے پناہ لی جاتی ہے ایسے ہی لوگوں کی شر سے سلطان کی پناہ لی جاتی ہے دنیا میں سلطان پناہ ہے آخرت میں عرش اعظم کا سایہ پناہ ہوگا۔ ۲؎ کیونکہ رحمدل منصف حاکم اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اور ظاہر ہے کہ شکریہ بقدر نعمت چاہیئے، شکر سے نعمت بڑھتی ہے۔ ۳؎ یعنے ظالم سلطان سایۂ شیطان ہے مگر یہ امام ظل رحمان، ایسے ظالم بادشاہ کی بغاوت کرنے کی بجائے اپنے اعمال کی اصلاح کرو کیونکہ بغاوت سے بڑا فساد ہوتا ہے۔ ۴؎ رفیق یا رِفق سے ہے یا رَفق سے، رفق کے معنے ہیں نرمی و ہمراہی یعنے اہل قرابت، اجنبی شریف، ضعیف سب کے ساتھ رہے یا رقیق القلب ہو دل میں اس کے سختی نہ ہو، ایسے بادشاہ کے زیر سایہ رعایا آرام سے رہے گی اور ملک میں امن و امان رہے گی اس وجہ سے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے درجہ والا ہوگا۔ ۵؎ خرق خ کے فتح اور ر کے کسرہ سے صفت مشبہ ہے خرق سے، خرق رفق کا مقابل ہے یعنے سخت دل ظالم، اسی لئے خرق پھٹنے کو بھی کہتے ہیں چونکہ سخت دلی کا نتیجہ ظلم ہے اسی لئے اسے جور کے ساتھ جمع فرمایا یعنے قیامت بدترین آدمی ظالم اور سخت دل بادشاہ ہے کہ اس سے اللہ کے بندوں کو دکھ پہنچتے رہتے ہیں۔ ۶؎ بھائی سے مراد مسلمان بھائی ہے یعنے جو شخص کسی مسلمان کو بلا قصور تیز نظر سے گھورے ڈرانے کے لئے، اصلاح کے واسطے مجرم کو گھورنا ڈرانا ضروری ہے۔

[illegible] يُخِيْفُهُ أَخَافَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَى الْأَحَادِيْثَ الْأَرْبَعَةَ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَقَالَ فِيْ حَدِيْثِ يَحْيٰى هٰذَا مُنْقَطِعٌ وَرِوَايَتُهُ ضَعِيْفٌ، وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا مَالِكُ الْمُلُوْكِ وَمَلِكُ الْمُلُوْكِ قُلُوْبُ الْمُلُوْكِ فِيْ يَدِيْ وَإِنَّ الْعِبَادَ إِذَا أَطَاعُوْنِيْ حَوَّلْتُ قُلُوْبَ مُلُوْكِهِمْ عَلَيْهِمْ بِالرَّحْمَةِ وَالرَّأْفَةِ وَإِنَّ الْعِبَادَ إِذَا عَصَوْنِيْ حَوَّلْتُ قُلُوْبَهُمْ بِالسَّخْطَةِ وَالنِّقْمَةِ فَسَامُوْهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ فَلَا تَشْغَلُوْا أَنْفُسَكُمْ بِالدُّعَاءِ

ڈرانے کیلئے گھورے اُسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ڈرائے گا[1] یہ چاروں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں، اور یحییٰ کی حدیث کے متعلق فرمایا کہ یہ منقطع ہے[2] اور اس کی روایت ضعیف ہے[3] روایت ہے ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں بادشاہوں کا مالک اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں[4] بادشاہوں کے دل میرے قبضہ میں ہیں، اور بیشک بندے جب میری فرمانبرداری کریں گے تو میں ان کے بادشاہوں کے دل اُن پر رحمت و الفت سے پھیر دوں گا[5] اور جب بندے میری نافرمانی کریں گے تو اُن کے دل ناراضی و سزا کے ساتھ پھیر دوں گا[6] کہ وہ انہیں سخت عذاب چکھائیں گے[7] تو تم اپنے کو بادشاہوں پر بددعا کرنے میں مشغول نہ کرو۔

۱؎ یہ حدیث اس باب میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ جب کسی کو بلاقصور گھور کر ڈرانا اتنا بڑا جرم ہے تو جو ظالم حاکم لوگوں کو بلاقصور ستائے گا کتنا بڑا مجرم ہوگا اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی کو رحمت کی نظر سے دیکھنا ثواب ہے کہ حشر میں اللہ تعالیٰ اسے رحمت کی نظر سے دیکھے گا یہ بھی معلوم ہوا کہ حاکم حکومت و سلطنت پاکر فرعون نہ بن جائے اپنی مسلمان رعایا کو اپنا دینی بھائی سمجھے اور ان کو رعایا کی طرح اپنے دامن کرم میں چھپائے۔ ۲؎ یہاں منقطع سے مراد مرسل ہے کیونکہ اس میں صحابی کا ذکر نہیں ہے وہ صحابی جو بھی ہیں مگر مرسل مضر نہیں کیونکہ مرسل حدیث جمہور کے نزدیک مقبول ہے وضاحت ہم نے مرقات میں بیان فرمائی کہ روایات کبھی موضوع ہیں یعنی خیال ہے کہ روایت مرفوعہ ہے مگر چونکہ فضیل و منت شر میں ذکر موضوع یکساں ہیں اس لئے ضعیف کہنا ضروری نہیں ضعیف بھی جائز ہے۔ ۴؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ مالک کے بعد ملک فرمانے میں اعلیٰ کی طرف ترقی ہے کیونکہ مالک سے ملک بڑھ کر ہے کہ بادشاہ کی حکومت ہوتی ہے ملک کی حکومت نہیں نیز مالک ہر چیز کا ہوتا ہے مگر بادشاہ انسانوں کا، غرضیکہ یہ کہ ہر معنی سے ترقی ہے بادشاہ سے مالک کا قبضہ زیادہ ہوتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے مالک یوم الدین اور فرماتا ہے قل اللّٰھم مالک الملک مطلب یہ ہے کہ دنیاوی بادشاہوں کے ظاہر و باطن کا بادشاہ اور مالک میں ہوں وہ سب مجبور و محکوم ہیں ان کے دل و زبان و قلم سب میرے قبضہ میں ہیں۔ ۵؎ یعنی اگر عام لوگ اور رعایا میری مطیع ہو جائیں تو میں بادشاہوں کے دل میں رحمت و الفت پیدا کردوں گا خیال رہے کہ رافت رحمت سے قوی ہے مہربانی کو رحمت کہتے ہیں اور بہت ہی زیادہ مہربانی کو رافت، رب تعالیٰ فرماتا ہے بالمؤمنین رؤف رحیم۔ ۶؎ یہاں بھی سخط نقمۃ سے سخت تر ہے نقمت سے انتقام ہے یعنی بدلہ لینا معلوم ہوا کہ بادشاہوں کی سختی ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ ۷؎ یہ قاعدہ اکثریہ ہے اکثر ہمارے بداعمالی کی سزا حاکم کا ظلم ہوتا ہے جب اکثر رعیت بدعمل ہو جائے تو سلطان و حکام ظالم ہوتے ہیں، پھر اُن کے ظلم کا شکار

عَلَى الْمُلُوْكِ وَلٰكِنِ اشْغَلُوْا اَنْفُسَكُمْ بِالذِّكْرِ وَالتَّضَرُّعِ كَيْ اَكْفِيَكُمْ مُلُوْكَكُمْ رَوَاهُ اَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ ۔ بَابُ مَا عَلَى الْوُلَاةِ مِنَ التَّيْسِيْرِ ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا بَعَثَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِهٖ فِيْ بَعْضِ اَمْرِهٖ قَالَ بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَيَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

۱ لیکن اپنے کو ذکر و عاجزی میں مشغول کرو تاکہ میں تمہیں بادشاہوں سے کفایت کروں ۲ (ابونعیم حلیہ میں) ۔ باب اس کا بیان کہ والیوں پر آسانی کرنا واجب ہے ۳ پہلی فصل ۔ روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ میں سے کسی کو اپنے بعض کاموں کے لیے بھیجتے تھے ۴ تو فرماتے تھے کہ خوشخبریاں دو متنفر نہ کرو ۵ آسانی کرو تنگی نہ کرو (مسلم، بخاری) ۔ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

نیک لوگ بھی ہو جاتے ہیں۔ کبھی رب تعالیٰ کی طرف سے آزمائش کے طور پر بھی حاکم ظالم مسلط ہو جاتے ہیں لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جناب خلیل اللہ کو نمرود سے اور موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے اور حضرت حسین کو یزید سے تکالیف کیوں پہنچیں۔ وہ حضرات تو بہت ہی نیک تھے یہ ایسے ہی ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ ۲ یعنی ظالم بادشاہوں کی معزولی یا موت کی دعائیں نہ کرو ممکن ہے اس ظالم کے بعد کوئی اور بڑا ظالم تم پر مسلط ہو جائے وہ ظلم کو دور کر دینے گناہوں سے توبہ کرو ۳ یعنی تم میری اطاعت کرنے لگو حکام تم پر رحم کرنے لگیں گے شعر

سائیں تیری روٹھ سے میرا اور کرے نہ کوئے ۔ دور کریں سہیلیاں میں مر مر جاؤں کیوں تو روٹھے

سائیں اکھیاں پھیریاں بیری ہو گیا ملک تمام ۔ ذرا سی جھانکی مہر کی تو لاکھوں کریں سلام

۴ ولاۃ جمع ہے والی کی جیسے راعی کی جمع رعاۃ یا قاضی کی جمع قضاۃ یا ناحی کی جمع نحاۃ یہاں والی سے مراد بادشاہ اور حکام سب ہی ہیں آسانی سے مراد قوانین نرم بنانا، فیصلے درست کرنا ہے اور رعایت واشعر ۔ ۵ یعنی کسی کو کہیں کا حاکم بنا کر بھیجنا چاہتے تھے تو اسے حسب ذیل ہدایات فرماتے تھے روایات میں آتا ہے کہ اس حاکم کو کچھ دور تک پہنچانے بنفس نفیس خود تشریف لے جاتے تھے اس طرح کہ وہ جانے والے حاکم سوار ہوتے تھے اور سرکار انور پیدل جہاں تک پہنچاتے تھے اس جگہ اب مدینہ پاک میں مسجد بنی ہوئی ہے جو مسجد قبا کے راستہ میں ہے اسے اب مسجد وداع کہتے ہیں فقیر نے وہاں نوافل ادا کیے ہیں ۔ ۶ یعنی لوگوں کو گذشتہ گناہوں سے توبہ کرنے اور نیک اعمال کرنے پر حق تعالیٰ کی بخشش و رحمت کی خوشخبریاں دو ان کی ہمت بڑھاؤ اس طرح نہ ڈراؤ کہ انہیں اللہ کی رحمت سے مایوسی ہو کر اسلام سے نفرت ہو جائے بہرحال امید اور ڈرانا کچھ اور ہے اور مایوس کرکے متنفر کردینا کچھ اور لہٰذا یہ حدیث ان آیات و احادیث کے خلاف نہیں جن میں اللہ کی پکڑ سے ڈرانے کا حکم ہے جیسے وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ الخ وغیرہ کیونکہ یہاں مایوس کر دینے نفرت پھیلا دینے کی ممانعت ہے اور وہاں ڈرا کر رب کے دروازے پر لانے کا حکم ہے ۔ ۷ اسی طرح کہ آسانی کے ساتھ انہیں نماز و زکوٰۃ وغیرہ احکام شرعیہ کا پابند بناؤ، زکوٰۃ، عشر، خراج وغیرہ آسانی سے وصول کرو بقدر حق وصول کرو، سبحان اللہ کیا پاکیزہ تعلیم ہے۔ خیال رہے کہ اس مقدس زمانہ میں حکام کے ذمہ عام لوگوں کو پابند صوم و صلوٰۃ، نمازی وغیرہ بنانا، ان کی اصلاح کرنا تھی آج کل کی طرح حکام صرف جرمانے کرنے سختیاں کرنے کے لیے نہ ہوتے تھے وہ حکومت محمدیہ اسلامیہ ہوتی تھی نفسانی یا

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَسَكِّنُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ❁ وَعَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَدَّهٗ اَبَا مُوْسٰى وَمُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهٗ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُقَالُ هٰذِهٖ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ آسانیاں کرو سختی نہ کرو اور تسکین دو بھگاؤ نہیں ؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوبردہ سے ؎ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دادا ابوموسیٰ کو ؎ اور معاذ کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا تم دونوں آسانی کرنا تنگی نہ کرنا اور خوشخبری دینا نفرت نہ پھیلانا ؎ ایک دوسرے کی اطاعت کرنا آپس میں جھگڑنا مت ؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدعہد کے لیے قیامت کے دن جھنڈا گاڑا جائے گا تو کہا جائے گا کہ یہ فلاں ابن فلاں کی بدعہدی ہے ؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا

شیطانی نہ ہو۔ حق اللہ تعالیٰ ہمیں ہم کو بھی اسلام کا رواج دکھائے مسلمانوں کا رواج نہ دکھلیا۔ ؎ یعنی میٹھی و نرم باتیں سنا کر اسلام کی آسانیاں بتا کر خود پہلے مسلمان بن کر دکھا کر رعایا کو تسکین دو تمہارے عمل ایسے نہ ہوں کہ لوگ اسلام سے ہی بھڑک جائیں۔ مشہور ہے کہ میٹھی زبان میں خرچ کچھ نہیں ہوتا ہے مگر اس سے نفع بہت ہوتا ہے۔ بادشاہ و حکام کے درست ہو جانے سے لوگ خود بخود درست ہو جاتے ہیں الناس علے دین ملوکھم لوگ بادشاہوں کے طریقہ پر ہوتے ہیں۔ صوفیوں کے نزدیک ایک طرف سلطان یا حکام کا صرف اچھا عمل ایک طرف حکام کا عمل بہترین مبلغ ہے۔ ؎ مصنف سے یہاں دھوکا ہوگیا ابن ابی بردہ کی بجائے ابوبردہ فرمادیا جیسا کہ ابھی معلوم ہوگا ان کا نام عبداللہ ابن ابوبردہ ابن ابوموسیٰ اشعری ہے۔ مرقات ؎ صاحب مشکوٰۃ کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ ابوبردہ کے دادا ہیں حالانکہ وہ ابوبردہ کے والد ہیں لہٰذا راوی عبداللہ ابن ابوبردہ ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں بروایت مسلم ابن ابراہیم خیال رہے کہ ابوبردہ کے بیٹے عبداللہ اور یوسف، سعید اور بلال ہیں کل چار۔ بلال ابن ابوبردہ بصرہ کے حاکم ہیں ان سے روایات بہت کم ہیں ابوبردہ کا نام عامر ابن عبداللہ ابن قیس ہے عبداللہ ابن قیس کی کنیت ابوموسیٰ ہے قاضی شریح کے بعد عامر یعنے ابوبردہ کوفہ کے حاکم رہے جن کو حجاج نے معزول کردیا۔ اور ابوموسیٰ اشعری مکہ معظمہ میں ایمان لائے، پھر حبشہ کی طرف پھر مدینہ منورہ ہجرت کی، حضرت عمر نے ۲۰ھ میں بصرہ کا حاکم مقرر کیا آپ نے اھواز فتح کیا۔ حضرت عثمان نے منتقل کرکے کوفہ کا حاکم کردیا آپ قتل عثمانی تک کوفہ رہے پھر مکہ معظمہ چلے گئے حضرت علی کے پنچ بننے کے بعد مکہ معظمہ میں رہے ۵۲ھ میں وفات پائی (مرقات وغیرہ) چونکہ ابوبردہ کے سارے بیٹے ثقہ ہیں لہٰذا ان میں سے ہر ایک کی روایت مقبول ہے جہالت نام مضر نہیں ؎ ظاہر یہ ہے کہ دونوں بزرگوں کو سامنے بٹھا کر یہ نصیحت فرمائی یا تو ان دونوں کو ایک جگہ کا حاکم مقرر کیا علیٰحدہ علیٰحدہ حکموں کا یا مختلف علاقوں کا حاکم مقرر کیا یمن پورے صوبہ کا نام ہے ؎ کیونکہ تم دونوں کا آپس میں جھگڑا رعایا کے جھگڑے و اختلاف کا سبب ہوگا۔ خیال رہے کہ یہاں اختلاف سے مراد جھگڑا و فساد ہے نہ کہ اجتہادی اختلاف وہ تو صحابہ میں ہوا اور وہ اختلاف رحمت ہے فرماتے ہیں صلے اللہ علیہ وسلم اختلاف امتی رحمۃ ؎ حدیث بالکل اپنے ظاہری معنے پر ہے واقعی بدعہد کے چوتڑوں پر جھنڈا لگا ہوگا یا

لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُعْرَفُ بِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ عِنْدَ اِسْتِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرْفَعُ لَهٗ بِقَدْرِ غَدْرِهٖ اَلَا وَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ اَمِيْرِ عَامَّةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ اَنَّهٗ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ وَلَّاهُ اللّٰهُ شَيْئًا مِنْ اَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاحْتَجَبَ دُوْنَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ اِحْتَجَبَ اللّٰهُ دُوْنَ حَاجَتِهٖ وَخَلَّتِهٖ وَفَقْرِهٖ فَجَعَلَ مُعٰوِيَةُ

ہر بدعہد کے لیے جھنڈا ہوگا قیامت کے دن جس سے وہ پہچانا جائیگا ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابو سعید سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا ہر بدعہد غدار کا جھنڈا اس کے چوتڑوں کے پاس ہوگا ۲؎ قیامت کے دن اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ہر غدار کا جھنڈا قیامت کے دن اس کی غداری کے مطابق اونچا کیا جائے گا ۳؎ ہوشیار رہو کہ عوام کے سلطان کی غداری سے بڑھ کر کوئی غدار بدعہد نہیں ۴؎ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت عمرو ابن مرہ سے ۵؎ کہ انہوں نے حضرت معاویہ سے فرمایا ۶؎ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جسے اللہ مسلمین کی کسی چیز کا والی و حاکم بنائے پھر وہ مسلمانوں کی حاجت و ضرورت و محتاجی کے سامنے حجاب کردے ۷؎ تو اللہ اس کی حاجت و ضرورت و محتاجی کے سامنے آڑ فرمادے گا ۸؎ چنانچہ حضرت معاویہ نے

جہاں بدعہد اکٹھے کیے جائیں گے وہاں ہر ایک کے جھنڈے ہوں گے جن کی بلندی ان کی غداری کے مطابق ہوگی تاکہ ان کی رسوائی پر تکمیل رہے کہ اُمت رسول اللہ کے چھپے گناہ قیامت میں ظاہر نہ کیے جائیں گے علانیہ گناہ ہوں گے وہاں اعلان ہوگا کہ جب انہوں نے خود ہی اپنے کو رسوا کیا تھا تو اب بھی رسوا ہوں۔ لہٰذا حدیث واضح ہے یہ کہنے والا یا فرشتہ ہوگا جو اعلان کرتا ہوگا یا خود قیامت والے ہوں گے۔

۱؎ معلوم ہوا کہ قیامت میں مجرموں کے جرم نشانات سے معلوم ہوں گے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی پھر سزائیں بعد کو ہوں گی ۲؎ لواء بہت بلند جھنڈے کو کہتے ہیں اور رایہ ہر جھنڈے کو۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ جھنڈا اس کی پیٹھ سے ایسا چپٹا ہوگا کہ اس کے ساتھ ساتھ چلے گا۔ چوتڑوں کا ذکر اہانت کے لیے ہے۔ است کا ترجمہ ہے دُبر۔ عزت کا جھنڈا منہ کے سامنے ہوتا ہے ذلت کا جھنڈا پیچھے ۳؎ یعنی دنیا میں بدعہدی کی جیسی کیفیت ویسی وہاں جھنڈے کی کیفیت و درازی۔ معلوم ہوا کہ قیامت میں مجرموں اور ان کے جرموں کی نوعیت بھی قیامت والوں پر عیاں ہوگی ۴؎ اس فرمان عالی کے تین معنی ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ سب سے بڑا غدار وہ ہے جو مسلمانوں کی مرضی بغیر ان کا امیر حاکم بن جائے جیسے متغلب والی۔ دوسرے وہ بادشاہ بڑا غدار ہے جو مسلمانوں کے حقوق ادا نہ کرے اہل کو بھول جائے نااہلوں کو عہدے سونپے۔ انہیں آگے بڑھنے نہ دے۔ بلا استحقاق پر مسلط کردے۔ تیسرے یہ کہ بڑا غدار وہ شخص کہ جو امیر حاکم بنتے بادشاہ اسلام سے بدعہدی کرے اس سے کئے ہوئے وعدے پورے نہ کرے۔ چونکہ ان تینوں قسم کے غداروں کی بدعہدی کا اثر دین، ملک، قوم پر پڑتا ہے ان غداروں کا تعلق عام لوگوں سے ہے اس لیے یہ تینوں غدار بدترین غدار اور اول درجے کے بدعہد قرار دیئے گئے۔ ہمارا ترجمہ ان معنے کا حامل ہے ۵؎ مرحوم کے پیش ترک شدہ تحو سے ہے۔ ۶؎ عمرو ابن مرہ کی کنیت ابو مریم ہے آپ جہنی ہیں

رَجُلًا عَلٰی حَوَائِجِ النَّاسِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ وَلِاَحْمَدَ اَغْلَقَ اللّٰهُ لَهٗ اَبْوَابَ السَّمَآءِ دُوْنَ خَلَّتِهٖ وَحَاجَتِهٖ وَمَسْكَنَتِهٖ ۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ اَبِی الشَّمَّاخِ الْاَزْدِیِّ عَنِ ابْنِ عَمٍّ لَهٗ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اَتٰی مُعَاوِیَةَ فَدَخَلَ عَلَیْهِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ وَلِیَ مِنَ النَّاسِ شَیْئًا ثُمَّ اَغْلَقَ بَابَهٗ دُوْنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَوِ الْمَظْلُوْمِ اَوْ ذِی الْحَاجَةِ

لوگوں کی حاجت پر ایک آدمی مقرر فرما دیا ۱؎ (ابوداؤد، ترمذی) احمد اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ اس کی ضرورت و حاجت محتاجی کے سامنے آسمان کے دروازے بند فرمادے گا ۲؎ تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوشماخ ازدی سے وہ اپنے چچا زاد سے راوی ۱؎ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں کہ وہ جناب معاویہ کے پاس گئے ۲؎ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو لوگوں کی کسی چیز کا والی بنایا گیا ۳؎ پھر اس نے مسلمانوں یا مظلوموں یا حاجت مندوں پر اپنا دروازہ بند کرلیا ۴؎

یا ازدی، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر غزوات میں شامل رہے، شام میں قیام رکھا، امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات ہوئی ۲؎ چونکہ امیر معاویہ سلطان بن چکے تھے تاکہ وہ اس حدیث پر عمل کریں ۳؎ اس طرح کہ مظلوموں حاجتمندوں کو اپنے تک پہنچنے سے اپنے دروازے پر سخت پہرہ بٹھادے، نہ ان کی ضروریات کی پرواہ کرے، ان سے غافل رہے، ان کی حاجت روائی کا کوئی انتظام نہ کرے، اپنی حکومت سنبھالنے اپنے عیش و آرام میں منہمک رہے ۴؎ یعنے اس سے اللہ تعالٰی اپنے ان مجبور بندوں کا بدلہ لے گا کہ اس کی حاجتیں ضرورتیں پوری نہ فرمائے گا اس کی دعائیں قبول نہ کرے گا اس سزا کا قصہ کچھ دنیا میں بھی ہوگا اور پورا پورا ظہور آخرت میں ہوگا۔ خیال رہے کہ حاجت، خلت اور فقر تینوں تقریبًا ہم معنے ہیں مبالغہ و تاکید کے لیے ارشاد ہوئے بعض شارحین نے فرمایا کہ حاجت معمولی ضرورت ہے جو انسان کو متفکر تو کردے مگر پریشان نہ کرے خلت وہ ضرورت ہے جس سے انسان کے کام میں خلل واقع ہو جائے مگر حد بیقراری اضطرار تک نہ پہنچے، فقر وہ ضرورت ہے جو انسان کے فقر سے یعنے کمر توڑدے حالت اضطرار تک پہنچ جائے جس سے زندگی دوبھر ہو جائے اسی لیے حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے فقر سے اللہ کی پناہ مانگی ہے، فقیر و مسکین کا فرق اور اس میں احناف و شوافع کا اختلاف کتب فقہ میں دیکھیے۔ خیال رہے کہ جیسے عادل بادشاہ قیامت میں نور کے منبروں پر ہوں گے اللہ تعالٰی سے قریب ہوں گے ایسے غافل اور ظالم بادشاہ ذلت کے گڑھے میں اور رب تعالٰی سے حجاب میں ہوں گے۔

۱؎ یعنے امیر معاویہ نے یہ فرمان عالی سن کر ایک محکمہ بنادیا جس کے ماتحت ہر بستی میں ایک وہ افسر رکھا گیا جو لوگوں کی معمولی ضرورتیں خود پوری کرے اور بڑی ضرورتیں امیر معاویہ تک پہنچائے پھر ہمیشہ اس افسر سے باز پرس کی کہ وہ اپنے فرض کی انجام دہی میں کوتاہی تو نہیں کرتا ۲؎ اس کا مطلب بھی وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا، چونکہ آسمانوں میں لوگوں کے رزق بھی ہیں ان کی ضروریات بھی، رب تعالٰی فرماتا ہے "وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ" اسی لیے آسمان کے دروازے بند ہونے کا ذکر فرمایا گیا بہرحال مطلب ایک ہی ہے ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ ابو شماخ تابعی ہیں اور ان کے چچا زاد بھائی صحابی ہیں، ان کا نام معلوم نہ ہوسکا مگر کوئی حرج نہیں تمام صحابہ عادل ثقہ ہیں ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ حضرت معاویہ کی دوران سلطنت میں گئے یا صرف ملاقات کے لیے اور یہ حدیث مذکورہ سنانا یا یہ حدیث ہی سنانے کے لیے پہلے معنے زیادہ ظاہر ہیں

أَغْلَقَ اللّٰهُ دُوْنَهٗ أَبْوَابَ رَحْمَتِهٖ عِنْدَ حَاجَتِهٖ وَفَقْرِهٖ أَفْقَرَ مَا يَكُوْنُ إِلَيْهِ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهٗ كَانَ إِذَا بَعَثَ عُمَّالَهٗ شَرَطَ عَلَيْهِمْ أَنْ لَا تَرْكَبُوْا بِرْذَوْنًا وَلَا تَأْكُلُوْا نَقِيًّا وَلَا تَلْبَسُوْا رَقِيْقًا وَلَا تُغْلِقُوْا أَبْوَابَكُمْ دُوْنَ حَوَائِجِ النَّاسِ فَإِنْ فَعَلْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَقَدْ حَلَّتْ لَكُمُ الْعُقُوْبَةُ ثُمَّ يُشَيِّعُهُمْ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ ، بَابٌ

تو اللہ اس کی حاجت اور اس کی فقیری کے وقت اس پر اپنی رحمت کے دروازے بند کرے گا جبکہ اسے ان سے سخت حاجت ہوگی ۵؎ روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے کہ آپ جب اپنے حکام کو بھیجتے تھے ۱؎ تو ان پر شرط لگاتے تھے کہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہونا ۲؎ اور میدہ نہ کھانا اور باریک لباس نہ پہننا ۳؎ اور اپنے دروازے لوگوں کی ضرورتوں سے بند نہ کرنا ۴؎ اگر تم نے ان میں سے کچھ کیا تو تم پر سزا واقع ہوگی ۵؎ پھر انہیں پہنچانے جاتے تھے ۶؎ یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں ۔ باب

۴؎ کہ بادشاہ بند ہوگیا یا حاکم کوئی ماضی مجہول ہے ام کے شدہ سے یا اقفال سے یعنی باب تفعیل سے یا باب ضرب یضرب سے ۔ ۵؎ مظلوم اور دیگر اہل حاجت کے طور پر یتیم اور مساکین کفار بھی داخل ہیں کیونکہ بادشاہ و حکام پر تمام رعایا کی داد رسی واجب ہے مسلمان ہوں یا کافر ۔

۵؎ دنیا و آخرت میں ہر رنگ بادشاہ کے محتاج ہیں تو بادشاہ بھی رب تعالیٰ کا محتاج ضرور ہے ۔ ۶؎ یعنی جب ایسے بادشاہ کو لوگوں کے تعاون کی ضرورت ہوگی تو اللہ اس پر رحمت کے دروازے بند کرے گا کہ لوگ اس کی مدد نہ کریں گے اس کی صورت کا نظارہ کرنا ہے تو موجودہ زمانہ میں الیکشن کے وقت ووٹ کی بھیک مانگنے کا نظارہ کرو ۔ ۱؎ عمال جمع ہے عامل کی بمعنی حاکم اور حکومت کا کارکن جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے والعاملین علیہا ۔ ۲؎ برذون بروزن فرعون کے کمزور سے گھوڑے اور دوغلی نسل کے گھوڑے یعنی ترکی گھوڑا جو عربی گھوڑے سے گھٹیا ہوتا ہے اس کی مؤنث برذونہ ہے جمع براذین یعنی اے حاکمو تم اپنے تمام حکومت میں عربی گھوڑا تو کیا ترکی گھوڑے کی سواری کے بھی عادی نہ ہونا ضرورۃً سوار ہونے کی ممانعت نہیں بلکہ فخر و شان کے لیے گھوڑا پالنا اور فخریہ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلنے کی ممانعت تھی اور اس ممانعت میں بہت سی حکمتیں تھیں ۔ ۳؎ کیونکہ ان چیزوں سے طبیعت عیش پسند ہو جاتی ہے اور عیش پسند حاکم صحیح طور پر حکومت نہیں کر سکتا اور رعایا کے دکھ درد سے بے خبر رہتا ہے نیز جب حاکم زیادہ خرچ کرنے کا عادی ہوگا تو وہ خرچ پورا کرنے کے لیے رشوت ستانی حرام خوری کرے گا کیونکہ اس کی تنخواہ ان خرچوں کی متحمل نہیں ہو سکے گی، سادہ غذا اور سادہ لباس کو سادہ بناؤ تاکہ زندگی درست رہے پر کہاں گئے وہ خلفاء اور کہاں گئے وہ حکام ۔ ۴؎ یعنی اپنے کو رعایا سے ایسے چھپا کر نہ رکھنا کہ اگر ظلم کی خبر پہنچ کر فریاد رسی کا موقعہ نہ ملے بلکہ تمہارے دروازے مظلوموں کے لیے کھلے رہیں ۔ ۵؎ یعنی تم کو معزول بھی کر دیں گے اور سزا بھی دیں گے یا رب تعالیٰ تم کو دنیا و آخرت میں سزا دے گا کس چیز کی سزا؟ عیش و عشرت میں غافل ہو کر رعایا کی پرواہ نہ کرنا، ظلم کرنا، رشوت خوری کرنا کیونکہ یہ عیش کے یہ نتیجے ہیں لہٰذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ گھوڑے کی سواری تو سنت ہے اور میدہ کھانا، باریک کپڑا پہننا جائز ہے اور سنت و جائز کام پر سزا کیسی؟ خیال رہے کہ عیش پسند حکام حکومت سے بھاری تنخواہ کا بھی مطالبہ کرتے ہیں تاکہ ان کے یہ دھرتے کے خرچ پورے ہو سکیں پھر حکومتیں ان کی بھاری تنخواہیں ادا کرنے کے لیے رعایا پر طرح طرح کے ٹیکس لگاتی ہیں اور غریبوں کا خون چوس کر عیش پسند حکام و ملازمین کے شوق پورے کئے جاتے ہیں ۔

الْعَمَلِ فِي الْقَضَاءِ وَالْخَوْفِ مِنْهُ ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِي بَكْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ وَاَصَابَ فَلَهُ اَجْرَانِ وَاِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ وَاَخْطَاَ فَلَهُ اَجْرٌ وَاحِدٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ اَلْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

فیصلوں میں عمل کرنا اور اس سے ڈرنا ۱ پہلی فصل ، روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی حاکم دو شخصوں کے درمیان غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے ۲ (مسلم ، بخاری) ، روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو اور ابوہریرہ سے دونوں فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب حاکم فیصلہ کرے تو کوشش کرے اور درست فیصلہ کرے ۳ تو اس کو دو ثواب ہیں ۴ اور جب فیصلہ کرے تو کوشش کرے اور غلطی کرے تو اس کے لیے ایک ثواب ہے ۵ (مسلم ، بخاری) ۶ ، دوسری فصل ، روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

میں جس سے ملک میں بغاوتیں فساد برپا ہو جاتے ہیں ۔ اسلام نے سادگی سکھائی نہ تم خرچ اپنے بڑھاؤ ، نہ مصیبتیں اٹھاؤ ۔ رب تعالٰی نے فرمایا ، کلوا واشربوا ولا تسرفوا اور دوسری جگہ فرمایا انّ المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین قربان جایئے اس تعلیم کے ۔ لہذا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بڑی دور اندیشی پر مبنی ہے ۶ یعنی وہاں تک پہنچانے جاتے جہاں تک آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حکام کو پہنچانے تشریف لے جاتے تھے صورت بھی وہی ہوتی تھی کہ وہ حاکم سوار ہوتے تھے اور امیر المومنین پیدل ۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ۔

۱ یعنی حاکم و قاضی کس چیز سے فیصلے دے کتاب اللہ ، سنت رسول اللہ ، اجماع امت ، قیاس مجتہد اور قضا قبول کرنے سے ڈرے کہ یہ کانٹوں کا بستر ہے یوں ہی سخت سردی اور سخت گرمی میں فیصلہ نہ کرے (مرقات) ۔ ۲ کیونکہ غصہ کی حالت میں عقل پر نفس غالب ہوتا ہے جس سے حاکم مقدمہ پر اچھی طرح غور و فکر نہیں کر سکتا ، یوں ہی بھوک پیاس ، دماغی پریشانی ، خاص بیماری میں بھی فیصلہ نہ کرے (مرقات و اشعہ) ۔ ۳ کہ اس کا فیصلہ اللہ رسول کے فرمان عالی کے مطابق ہو جائے یہی رب تعالٰی کا حکم ہے کہ انسان کا فیصلہ اس کے منشاء کے مطابق ہو جائے ۔ ۴ ایک ثواب تو اجتہاد و کوشش کرنے کا اور دوسرا ثواب درست فیصلہ کرنے کا کہ وہ حق بھی بڑا عمل ہے قاضی عالم بلکہ درجہ اجتہاد والا چاہیے ۔ اگر خود عالم و فقیہ نہ ہو تو فقہاء کے علم سے فائدہ اٹھائے ان کا مقلد اور تبیع ہو ۔ ۵ یہ حدیث تمام مجتہدین کو شامل ہے کہ مجتہد سے اگر غلطی بھی ہو جائے تب بھی اجتہاد کی محنت کا ثواب ہے لہذا چاروں مذہب یعنی حنفی ، شافعی ، مالکی ، حنبلی برحق ہیں کہ اگرچہ ان میں سے درست و صحیح تو ایک ہی ہے مگر گناہ کسی میں نہیں بلکہ جن ائمہ مجتہدین سے خطا ہوئی ایک ثواب انہیں بھی ہے ۔ نیز حضرت علی و معاویہ میں گنہگار کوئی نہیں ، حق پر حضرت علی ہیں اور جناب معاویہ سے غلطی ہوئی گنہگار وہ بھی نہیں ۔ ایک مقدمہ پر حضرت داؤد علیہ السلام سے خطا ہو گئی اور جناب سلیمان علیہ السلام نے درست فیصلہ فرمایا تو ان دونوں بزرگوں میں گنہگار کوئی نہیں ہوا ۔ رب تعالٰی فرماتا ہے ففھمنٰھا سلیمٰن ۔ وہ آیت کریمہ اس حدیث کی تائید کرتی ہے مگر یہ حکم مجتہد عالم کے لیے ہے غیر مجتہد یا غیر عالم اگر غلط مسئلہ بتائے گا تو گنہگار ہو گا بلکہ جو بے علم کو فتوٰی دینا ہی جائز نہیں اور مسئلہ بھی فروعی اجتہادی ہو اصول شریعت میں غلطی معاف نہیں ہوتی ۔ اس

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّيْنٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَغَى الْقَضَاءَ وَسَاَلَ وُكِلَ اِلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اُكْرِهَ عَلَيْهِ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مَلَكًا يُسَدِّدُهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقُضَاةُ ثَلٰثَةٌ وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ وَاثْنَانِ فِي النَّارِ فَاَمَّا الَّذِيْ فِي

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو لوگوں کے درمیان قاضی بنایا گیا ۱؎ تو وہ بغیر چھری ذبح کر دیا گیا ۲؎ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حاکم بننا تلاش کرے اور مانگے ۳؎ وہ اپنے نفس کو سونپ دیا جائے گا ۴؎ اور جو اس پر مجبور کیا جائے تو اللہ اس پر فرشتہ اتارے گا جو اسے درست رکھے گا ۵؎ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قاضی تین طرح کے ہیں ایک جنت میں اور دو دوزخ میں تو جو جنت میں ہے

کی تحقیق کتب اصول اور مرقات میں ملاحظہ کیجئے، اجتہادی خطاء کی مثال یوں سمجھئے کہ مسافر جنگل میں نماز پڑھے اُسے سمت قبلہ کا پتہ نہ چلے تو اپنی رائے سے کام لے اگر چار رکعت میں چار طرف اس کی رائے ہوئی اور اس نے ہر رکعت ایک طرف پڑھی، تو اگرچہ قبلہ ایک ہی طرف تھا مگر چاروں رکعتیں درست ہو گئیں اور اسی کو نماز کا ثواب یقیناً مل گیا اس کی تفصیلی بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھئے۔ ۹؎ یہ حدیث احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی نے بروایت حضرت عمرو ابن عاص نقل فرمائی، احمد نے حضرت ابوہریرہ سے بھی نقل کی۔

۱؎ اس طرح کہ اس نے کوشش و جانفشانی کرکے سلطان سے منصب قضا حاصل کیا، یعنی تنخواہ، عزت، رشوت وغیرہ حاصل کرنے کے لیے یہ شرح خیال میں رہے۔ ۲؎ چھری سے ذبح کر دینے میں جان آسانی سے اور جلد نکل جاتی ہے، بغیر چھری مارنے میں جیسے گلا گھونٹ کر، ڈبو کر، جلا کر، کھانا پانی بند کرکے، ان میں جان بڑی مصیبت سے اور بہت دیر میں نکلتی ہے، ایسا قاضی بدن میں موٹا ہو جاتا ہے مگر دین اس طرح برباد کر لیتا ہے کہ اس کی سزا دنیا میں بھی پاتا ہے اور آخرت میں بھی سخت وارد ہو گا ایسا قاضی ظلم، رشوت، حق تلفی وغیرہ ضرور کرتا ہے جس سے دنیا اس پر لعنت کرتی ہے اللہ رسول ناراض ہوتے ہیں۔ فرعون، حجاج، یزید وغیرہ کی مثالیں موجود ہیں۔ اسی حدیث کی بنا پر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جیل میں مرجانا قبول فرمایا مگر قضا قبول نہ فرمائی رضی اللہ عنہ۔ ۳؎ اس طرح کہ ملاقاتی قاضی بننے کی کوشش کرے، زبان سے طلب کرے، درخواستیں دے۔ قضا سے مراد مطلقاً حکومت ہے سلطنت ہو یا دوسری حکومت (مرقات)۔ مانگنے سے مراد ہے نفسانی خواہش کے لیے مانگنا جیسا کہ بارہا عرض کیا جا چکا لہٰذا یوسف علیہ السلام کا شاہ مصر سے فرمانا اجعلنی علی خزائن الارض اس حکم سے خارج ہے۔ ۴؎ یعنی ایسے طالب جاہ حاکم کی مدد اللہ تعالیٰ نہیں کرے گا اُسے اس کے نفس کے حوالہ کر دے گا اور ظاہر ہے کہ ہمارا نفس ہمارا بڑا دشمن ہے جو راہ حق سے بھی نہیں بچاتا نقصان ہی دیتا ہے ہوتا ۵؎ یعنی ایسے بے نفس قاضی کو ذریعہ فرشتہ مدد پہنچتی رہے گی جس سے وہ ظلم وغیرہ سے محفوظ رہے گا، طبرانی نے بروایت ام سلمہ مرفوعاً نقل فرمایا کہ جو قضا میں مبتلا ہو اسے چاہیے مقدمہ کے دوران فریقین میں برابری کرے جگہ دینے میں بات کرنے میں دیکھنے میں اشارہ کرنے میں۔ اسی طرح بیہقی نے حضرت ام سلمہ

الجنة ورجل عرف الحق فقضى به ورجل عرف الحق فجار في الحكم فهو في النار ورجل قضى للناس على جهل فهو في النار رواه ابوداؤد وابن ماجة. وعن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من طلب قضاء المسلمين حتى يناله ثم غلب عدله جوره فله الجنة ومن غلب جوره عدله فله النار رواه ابوداؤد

وہ دو شخص ہے جو حق کو پہچانے پھر اس کا فیصلہ دے ۔ اور جو شخص حق کو جان لے مگر فیصلہ میں ظلم کرے تو وہ دوزخ میں ہے ۔ اور وہ شخص جو جہالت پر لوگوں کے فیصلے کرے تو وہ بھی دوزخ میں ہے (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمانوں کا قاضی بننا طلب کرے حتی کہ اسے پالے پھر اس کا انصاف اس کے ظلم پر غالب ہو تو اس کے لیے جنت ہے ۔ اور جس کا ظلم اس کے انصاف پر غالب ہو اس کے لیے دوزخ ہے (ابوداؤد)

سے مراد وہ روایت کی ۔ حقیقی قاضی وہ ہے جس میں تین صفات ہوں شرعی قواعد و قوانین سے پوری طرح عالم ہو قضا کے احکام سے خوب واقف ہو تحقیقات کے بعد فیصلہ کرے فیصلہ میں جلدی نہ کرے حق فیصلہ کرے اگر حق نظر آئے بعد تحقیق اس کا لحاظ کرے ۔ چونکہ یہ حاکم ظالم ہے اس لیے یہ بدترین دوزخی ہے اسی وجہ سے اس کا ذکر پہلے فرمایا گیا اس کا وجہ دوزخ میں بدتر جگہ وہاں عذاب زیادہ ۔ یا تو قضاء کے شرعی قوانین سے واقف نہ ہو جاہل ہو قاضی بن جائے یا اندر کی نوعیت ۔ حق تک رسائی کی تحقیق سے بے خبر ہو اور فیصلہ کر دے ۔ خیال رہے کہ فیصلہ اور فتوی میں فرق ہے فیصلہ میں فریقین کا دعوی اور جواب دعوی سننا پھر گواہ یا قسم لینا پھر قرائن و حالات میں غور کرنا ضروری ہے مفتی کا یہ کام نہیں فتوی میں صورت مسئولہ کا جواب ہوتا ہے دیکھو دو فرشتے شکل انسانی میں داؤد علیہ السلام کی خدمت میں آئے ایک نے کہا اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں میرے پاس ایک مگر یہ میری ایک بھی لینا چاہتا ہے آپ نے دوسرے کا جواب دعوی سنے بغیر فتوی دے دیا ۔ ہندہ زوجہ ابوسفیان نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں مجھے خرچ پورا نہیں دیتے کیا میں ان کی جیب سے بقدر ضرورت نکال لیا کروں؟ فرمایا ہاں ۔ ابوسفیان کو بلا کر ان سے جواب دعوی نہ لیا یہ فتوی ہے ۔ فیصلہ اور فتوی کا فرق خیال میں رہے ۔ اس حدیث سے ان تمام حضرات کی شرح ہو گئی جو قضا کی تمنا بلکہ بار بار اس کی کوشش کرکے قاضی و حاکم بنے والا ۔ عدل کا ظلم پر غالب آنے کے معنی یہ ہیں کہ حاکم کا انصاف اس کے ظلم پر اس طرح غالب آجائے اور اس کی طبیعت پر ایسا چھا جائے کہ اسے ظلم نہ کرنے دے یہ مطلب نہیں کہ وہ عدل بھی کرتا ہو اور ظلم بھی مگر عدل زیادہ کرتا ہو اور ظلم کم کیونکہ ایک ظلم بھی ظالم کا بیڑا غرق کرنے کے لیے کافی ہے لہذا حدیث بالکل واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں ۔ رحمت و شفقت انصاف ایسی توفیق اس حاکم کو ملتی ہے جو حکومت سے متنفر ہو رب کی طرف سے اسے حاکم بنا دیا جائے ۔ ظلم کے عدل پر غالب ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ظلم اس کی عادت بن جائے وہ کبھی انصاف کرے یا نہیں ۔ دوسرے یہ کہ ظلم زیادہ کرے انصاف کم ۔ یہ دونوں حاکم دوزخی ہیں ۔ خیال رہے کہ ایک ظلم بھی کیفیت کے لحاظ سے ہزار انصاف پر غالب ہے اگرچہ کمیت کے لحاظ سے کم ہے ۔ ایک قطرہ پیشاب سارے کنویں کو ناپاک کر دیتا ہے ۔ یہاں غلبہ ظلم سے مراد کیفیت کا غلبہ ہے لہذا یہ خبر بھی واضح ہے ۔ شارحین نے اس حدیث کی اور بہت توجیہیں کی ہیں مگر یہ توجیہ قوی ہے ۔ بعض نے کہا ہے کہ عدل سے مراد اجتہاد کی صحت ہے اور ظلم سے مراد اجتہاد کی غلطی ہے جس حاکم کا اجتہاد درست باطل زیادہ تر

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَهٗ اِلَى الْيَمَنِ قَالَ كَيْفَ تَقْضِيْ اِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ قَالَ اَقْضِيْ بِكِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِيْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ اَجْتَهِدُ رَاْيِيْ وَلَا اٰلُوْ قَالَ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى صَدْرِهٖ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِمَا يَرْضٰى بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ رَوَاهُ

روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن بھیجا ۱؎ تو فرمایا جب تمہیں کوئی فیصلہ درپیش ہوا تو کس طرح فیصلہ کرو گے ۲؎ عرض کیا اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا فرمایا اگر تم اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ عرض کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے فیصلہ کروں گا ۳؎ فرمایا اگر تم رسول اللہ کی سنت میں بھی نہ پاؤ عرض کیا اپنی رائے سے قیاس کروں گا ۴؎ اور کوتاہی نہ کروں گا ۵؎ فرماتے ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا (تھپکی دی) اور فرمایا شکر ہے اس اللہ کا جس نے رسول اللہ کے رسول کو اس کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں ۶؎

کتاب و سنت کے خلاف ہوتا ہے بہت کم درست ہوتا ہے وہ حاکم بنے گا اور اپنے غلط اجتہاد سے فیصلے کرے گا تو دوزخی ہوگا، مرقات نے فرمایا ترجیح حاصل ہے اس کی تائید اس حدیث سے ہو رہی ہے کہ جو حاکم جاہل ہو کر فیصلے کرے وہ دوزخی ہے۔ ۱؎ وہاں کا حاکم و قاضی بنا کر بھیجا تو بطور امتحان یہ سوال فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ حاکم و قاضی بنانے کا حق سلطان کو ہے۔ ۲؎ یہ بھی معلوم ہوا کہ حکومت و قضا سونپنے سے پہلے اس کا امتحان لینا سنت ہے آج بھی قانون پاس کرنے امتحان دینے کے بعد حاکم بنایا جاتا ہے اس کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ ۳؎ سبحان اللہ کیا مبارک سوال ہے یہ نہ فرمایا کہ کتاب و سنت میں نہ ہو کیونکہ قرآن و حدیث میں سب کچھ ہے ہم کو ملے یا نہ ملے اور ہونا اور پانا کچھ اور ہے مسئلے یہاں موجود ہیں مگر ہر کسی کو نہیں ملتے۔ ۴؎ فیصلہ کی ترتیب یہ ہے کہ اولًا قرآن کریم سے مسئلہ نکالا جائے مگر حدیث شریف کی روشنی میں، اگر حدیث قرآن کریم کے مخالف معلوم ہوتی ہے تو تاویل کرکے ان دونوں میں موافقت کی جائے، اگر موافقت ناممکن ہو تو اگر حدیث متواتر ہو اور نزول آیت کے بعد کی ہو تو آیت کو منسوخ مان کر حدیث پر عمل کیا جائے جیسے تعظیمی سجدہ کی اباحت قرآن سے ثابت ہے مگر حرمت حدیث سے ثابت تو حدیث پر عمل ہے اور تعظیمی سجدہ حرام ہے۔ اگر یہ خبر الواحد ہوں تو حدیث چھوڑ دی جائے گی قرآن پر عمل ہوگا جیسے قرآن سے ثابت ہے کہ بالغہ لڑکی اپنے نفس کی مختار ہے خود نکاح کرسکتی ہے فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن مگر حدیث سے ثابت ہے کہ بغیر ولی نکاح نہیں کرسکتی ایما امراۃ نکحت نفسھا فنکاحھا باطل باطل باطل، احناف نے قرآن پر عمل فرما کر عورت کو اپنے نفس کا مختار مانا، اس کی مکمل بحث جاء الحق میں دیکھئے۔ ۵؎ یعنی اگر کچھ حدیث میں بھی نص صراحۃً نہ ملے تو پھر اپنے اجتہاد سے فیصلہ کروں گا، اجماع امت کا ذکر اس لیے نہ فرمایا کہ زمانہ نبوی میں اجماع نا ممکن ہے کیونکہ اس زمانہ میں مسئلہ حضور سے پوچھا جاسکتا ہے قیاس کے لیے نص نہ ملنا کافی ہے مگر اجماع کے لیے نص نہ ملنا ضروری ہے۔ ۶؎ یعنی قیاس کرتے وقت نص سے استخراج میں کوتاہی نہ کروں گا، قیاس شرعی کے معنی ہیں علت مشترکہ کی وجہ سے منصوص حکم کو غیر منصوص میں جاری کرنا ہے کسی نے پوچھا کہ باجرے، جوار، چاول میں سود کیسا ہے؟ ہم نے کہا کہ گندم و جو میں سود کی ممانعت حدیث پاک میں ہے اور چاول وغیرہ بھی گندم کی طرح وزنی و جنس میں ایک

التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ قَاضِيًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تُرْسِلُنِي وَأَنَا حَدِيثُ السِّنِّ وَلَا عِلْمَ لِي بِالْقَضَاءِ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ سَيَهْدِي قَلْبَكَ وَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ إِذَا تَقَاضَى إِلَيْكَ رَجُلَانِ فَلَا تَقْضِ لِلْأَوَّلِ حَتّٰى تَسْمَعَ كَلَامَ الْآخَرِ فَإِنَّهُ أَحْرٰى أَنْ يَتَبَيَّنَ لَكَ الْقَضَاءُ قَالَ فَمَا شَكَكْتُ فِي قَضَاءٍ بَعْدُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَسَنَذْكُرُ

(ترمذی، ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے بھیجتے ہیں میں نو عمر ہوں اور مجھے قضا کا علم نہیں ہے ۱؎ تو فرمایا اللہ تمہارے دل کو ہدایت دے گا اور تمہاری زبان کو ثابت رکھے گا ۲؎ جب تم سے دو آدمی فیصلہ چاہیں تو پہلے کے لیے فیصلہ نہ کرنا حتی کہ دوسرے کی بات بھی سن لو ۳؎ کیونکہ یہ اس کے لائق ہے کہ تم کو فیصلہ ظاہر ہو جائے ۴؎ فرماتے ہیں پھر اس کے بعد میں نے کسی فیصلہ میں کوئی تردد نہ کیا ۵؎ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) اور

ہیں منشاء ان میں بھی مردود ہے یہ ہے قیاس، صرف ساتھ مراد نہیں۔ اس کی مکمل بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول بحث قیاس میں مطالعہ فرمایئے ۸؎ حضور انور کا آپ کے سینہ پر ہاتھ مارنا یا تو شاباش دینے کے لیے یا اپنا فیض آپ کے سینے میں پہنچانے کے لیے کہ اس کی برکت سے رب تعالٰی انہیں خطا سے بچائے، اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء کے اجتہادات و قیاسات بالکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق ہیں اور یہ کہ اصول اسلام صرف قرآن و حدیث نہیں بلکہ قیاس مجتہد بھی ہے، خیال رہے کہ اصول دین چار چیزیں ہیں: قرآن، سنت، اجماع امت، قیاس۔ اجماع اور قیاس کا ثبوت قرآن کریم سے بھی ہے، دیکھئے ہماری کتاب جاء الحق۔

۱؎ یعنی مجھے قضا کا تجربہ بھی نہیں ہے علم سے مراد تجربہ ہے ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق تعالٰی نے وہ علم عطا فرمایا تھا جس کی مثال نہیں اور اس عرض کا مقصد حضور سے مدد مانگنا ہے کہ حضور مجھ پر یہ بوجھ رکھ تو رہے ہیں میری مدد بھی فرمایئے، جیسے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تھا خدایا ہم کو فرعون سے خوف ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا، جانے سے انکار نہیں بلکہ طلب مدد ہے۔ ۲؎ یعنی جادۂ تحقیق سے اللہ تعالٰی تمہارے دل کو غلط فہمی سے اور تمہاری زبان کو غلط فیصلہ سنانے سے محفوظ رکھے گا اس دعا کریم کا اثر یہ ہوا کہ حضرت علی جیسا قاضی و حاکم نہ ہوا، معلوم ہوا کہ حضور کی نگاہ کرم سے علم، حکمت، قضا سب کچھ یکدم مل جاتا ہے اس مدرسہ میں ایک آن میں فارغ التحصیل کر دیا جاتا ہے۔ ۳؎ اول سے مراد مدعی ہے اور ثانی یعنی دوسرے سے مراد مدعیٰ علیہ یعنی جب مدعی و مدعیٰ علیہ دونوں تمہاری عدالت میں حاضر ہوں اور مدعی بیان دعوےٰ کرے تو مدعیٰ علیہ کا جواب دعویٰ سنے بغیر فیصلہ نہ کرو کہ دونوں کا بیان سنے بغیر حق و باطل ظاہر نہیں ہو سکتا، خیال رہے کہ اگر مدعیٰ علیہ کچہری میں حاضر نہ ہو مگر شہر میں یا اور جگہ معلوم میں موجود ہو تو اس کو بذریعہ سمن حاضر کیا جائے اگر غائب ہو پتہ نہ ہو تو بوقت ضرورت غائب کے خلاف قضا جائز ہے جیسے غائب لاپتہ شخص کی بیوی خرچہ کا دعویٰ کرے تو حاکم خرچہ کا فیصلہ کر سکتا ہے اور خرچہ ناممکن ہونے کی صورت میں نکاح فسخ کر سکتا ہے، حضرت امام احمد بن حنبل کے ہاں احناف کے ہاں بھی بعض فقہاء کے نزدیک قضاء علی الغائب ضرورۃً جائز ہے (شامی باب المفقود) ۴؎ فریقین کی حاضری

حدیث ام سلمۃ انما اقضی بینکم برأیی فی باب الاقضیۃ والشہادات ان شاء اللہ تعالیٰ۔ الفصل الثالث عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من حاکم یحکم بین الناس الا جاء یوم القیمۃ وملک اٰخذ بقفاہ ثم یرفع راسہ الی السماء فان قال القہ القاہ فی مھواۃ اربعین خریفا رواہ احمد وابن ماجۃ والبیہقی فی شعب الایمان۔ وعن عائشۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ

جناب ام سلمہ کی وہ حدیث انما اقضی برائی الخ ان شاء اللہ فیصلوں اور گواہیوں کے باب میں ذکر کریں گے ۱؎ تیسری فصل ؛ روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نہیں ہے کوئی حاکم ۲؎ جو لوگوں کے درمیان فیصلے کرے مگر قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ فرشتہ اس کی گدی پکڑے ہوگا پھر اس کا سر آسمان تک اٹھائے گا ۳؎ تو اگر رب فرمادے کہ اسے پھینک دے تو وہ اسے ہلاکت کی جگہ پھینک دے گا ۴؎ چالیس سال کی راہ ۵؎ (احمد، ابن ماجہ، بیہقی شعب الایمان)

روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دونوں کا کلام منشا قضا یعنی فیصلہ میں ہے فتویٰ میں نہیں کیونکہ فتویٰ صورت مسئولہ کا جواب ہوتا ہے کہ اس بیان کے مطابق شریعت کا حکم یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہندہ کا بیان سن کر ابو سفیان کے خلاف فتویٰ دے دیا داؤد علیہ السلام نے حضرت ایک کا بیان سن کر بغیر دوسرے کا بیان لیے فتویٰ دے دیا دیکھو قرآن کریم سورۂ ص۔ یہ ہے فتویٰ ۸؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان دونوں صاحبان کے بعد کسی کو فیصلہ میں ان کا ثانی نہیں اور کسی نے غلط فیصلہ کیا، یہ تھا نیصان حضرت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اقضانا علی و اقرأنا ابی بن کعب (قدروما) ہم سب میں بہترین قاضی علی ہیں اور بہترین قاری حضرت ابی ابن کعب ہیں (مرقات)۔

۱؎ یہ مقصود حدیث مصابیح میں اسی جگہ تھی۔ مؤلف نے مناسبت کے لحاظ سے بجائے یہاں کے وہاں بیان کی ہے۔ ۲؎ حاکم سے مراد ظالم حاکم ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ ہر حاکم مراد ہے خواہ عادل ہو یا ظالم۔ ۳؎ اگر حاکم سے ظالم حاکم مراد ہے تو راسہ کی ضمیر حاکم کی طرف ہے یعنی اس کی گردن پکڑ کے اس کا سر اوپر کو اٹھائے گا جیسا کہ مجرموں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اور اگر ہر حاکم مراد ہے تو راسہ کی ضمیر فرشتہ کی طرف ہے۔ یعنی انتظار حکم میں فرشتہ اپنا سر اوپر کو اٹھائے گا کہ مجھے کیا حکم ملتا ہے۔ ۴؎ مھواۃ بنا ہے ہواء سے بمعنی خلاء و فضا مھواۃ کے معنے ہوئے فضا ہوائی جگہ یعنی محل ہلاکت۔ اس سے مراد جہنم کا گڑھا ہے جس کی گہرائی رب تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ۵؎ خریف سال کے خاص موسم کا نام ہے جو سردی و گرمی کے درمیان ہوتا ہے ربیع کا مقابل۔ اس سے مراد سال ہے، جز بول کر کل مراد ہے جیسے راس یعنی سر بول کر انسان مراد لیتے ہیں۔ خریف سال میں ایک ہی بار آتی ہے یعنی ایسے گہرے گڑھے میں پھینکتا ہے کہ وہ حاکم ظالم گرتا رہے چالیس سال میں اس کی تہ تک پہنچتا ہے خدا کی پناہ۔ اور اگر حاکم عادل ہے تو اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ اسے جنت میں پہنچا دے۔ تو اسے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا جاتا ہے پہلے معنے زیادہ ظاہر ہیں کہ گردن پکڑنا ظالم ہی کے لیے ہوگا، عادل حاکم تو نور کے منبر پر ہوں گے جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

وَسَلَّمَ قَالَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى الْقَاضِي الْعَدْلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَتَمَنّٰى اَنَّهٗ لَمْ يَقْضِ بَيْنَ اثْنَيْنِ فِي تَمْرَةٍ قَطُّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي اَوْفٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْقَاضِي مَا لَمْ يَجُرْ فَاِذَا جَارَ تَخَلّٰى عَنْهُ وَلَزِمَهُ

سے راوی فرماتے ہیں کہ عادل قاضی پر قیامت کے دن وہ وقت آئے گا ۱؎ کہ وہ آرزو کرے گا کہ اس نے کبھی بھی دو شخصوں کے درمیان ایک چھوارے کے بارے میں فیصلہ نہ کیا ہوتا ۲؎ (احمد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ سے ۳؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قاضی کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے جب تک کہ وہ ظلم نہ کرے ۴؎ پھر جب وہ ظلم کرتا ہے تو اس سے الگ ہوجاتا ہے ۵؎

۱؎ یوم القیامۃ یا تو لیاتین کا فاعل ہے اور یوم مرفوع اور یتمنی حال یعنے عادل حاکم پر قیامت کا دن اس حال میں آئے گا کہ وہ حاکم یہ آرزو کرے گا۔ یا لیاتین کا فاعل پوشیدہ ہے وقت یا بلاء یا آفت اور یوم القیامۃ ظرف ہے منصوب اور یتمنی اس پوشیدہ فاعل کا حال۔ یعنے قیامت کے دن عادل حاکم پر ایسی ساعت یا ایسی آفت آجائے گی کہ وہ یہ آرزو کرے گا۔ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں یوم القیامۃ سے پہلے ساعۃ ہے، یہ گھڑی قیامت کا اول وقت ہوگا جبکہ حضرات انبیاء کرام نفسی نفسی فرمائیں گے جب حق تعالیٰ کے جلال کا ظہور ہوگا، پھر شفاعت کا دروازہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے کھل جائے گا تب رب تعالیٰ کے فضل کے ظہور کا وقت ہوگا جب چھوٹے بچے فوت شدہ بھی ناز کرکے اپنے ماں باپ کی شفاعت کے لیے رب تعالیٰ سے جھگڑیں گے۔ عادل کا ذکر مبالغہ کے لیے ہے کہ جب عادل اور منصف حاکموں کے خوف کا یہ حال ہوگا تو ظالم حکام کا کیا پوچھنا ہے، ان کا حال تو بیان میں آسکتا ہی نہیں۔ ۲؎ عادل حکام کی یہ آرزو اس الجھاؤ سے اور درازی حساب کی وجہ سے ہوگی جو انہیں عدل و حکومت کے حساب دینے میں پیش آئے گی وہ دیکھیں گے کہ دوسرے لوگ معمولی حساب دے کر جنت کو چلے گئے ہم ابھی حساب میں ہی الجھے ہوئے ہیں۔ جیسے حدیث شریف میں ہے کہ میری امت کے اولیاء پر گزشتہ انبیاء کرام رشک کریں گے یعنے ان کی بے فکری آزادی دیکھ کر جیسے غریبوں کی آزادانہ زندگی دیکھ کر بادشاہ رشک کرے۔ قرآن کریم نے فرمایا اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ یہاں اولیاء اللہ ارشاد ہوا کیونکہ قیامت کے دن رنج و فکر و خوف سے آزادی صرف اولیاء اللہ کو حاصل ہوگی، رب حضرات انبیاء کرام انہیں غم جہانی ہوگا یعنے ساری امت کی فکر، اور ہم جیسے گنہگاروں کو غم جان یعنے اپنی فکر۔ خیال رہے کہ یہ فرمان عالی ان عادل حکام کے لیے ہے جن کا حساب ہو، جو بغیر حساب جنتی ہوں وہ اس حکم سے خارج۔ جیسے حضرت سلیمان و داؤد علیہما السلام یا حضرات خلفاء راشدین لہٰذا حدیث صاف ہے واضح ہے۔ ۳؎ آپ عبداللہ ابن ابی اوفیٰ ہیں اسلمی انصاری ہیں انہیں کی کنیت ابو اوفیٰ ہے باپ بیٹے دونوں صحابی ہیں غزوہ احد، حدیبیہ اور تمام غزوات میں شریک ہوئے ہیں۔ مدینہ منورہ میں رہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کوفہ میں قیام رہا۔ حضرت اوفیٰ یعنے ابو اوفیٰ کی وفات مدینہ منورہ میں [illegible] میں ہوئی (مرقات) مگر عبداللہ ابن ابی اوفیٰ کی وفات کوفہ میں [illegible] میں ہوئی۔ حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ ان صحابہ سے ہیں جن سے حضرت امام ابوحنیفہ قدس سرہٗ کی ملاقات ہے کیونکہ آپ کی وفات کے وقت امام اعظم کی عمر سات سال تھی اور کوفہ میں ان صحابی کا قیام تھا جو امام اعظم کا وطن ہے (اشعۃ اللمعات) ۴؎ یعنے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و مدد کے ساتھ عادل حاکم کے ساتھ ہوتا ہے۔ ۵؎ یعنے جو ظلم کرتے ہیں اس کی رحمت و مدد اس سے الگ ہوجاتی ہے ایک روایت میں ہے تبرأ اللہ منہ رب تعالیٰ اُس سے بیزار ہوجاتا ہے۔

الشَّيْطَانُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِي رِوَايَةٍ فَإِذَا جَارَ وَكَلَهُ إِلَى نَفْسِهِ وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ مُسْلِمًا وَيَهُودِيًّا اخْتَصَمَا إِلَى عُمَرَ فَرَأَى الْحَقَّ لِلْيَهُودِيِّ فَقَضَى لَهُ عُمَرُ بِهِ فَقَالَ لَهُ الْيَهُودِيُّ وَاللهِ لَقَدْ قَضَيْتَ بِالْحَقِّ فَضَرَبَهُ عُمَرُ بِالدِّرَّةِ وَقَالَ وَمَا يُدْرِيكَ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ وَاللهِ إِنَّا نَجِدُ فِي التَّوْرٰىةِ أَنَّهُ لَيْسَ قَاضٍ يَقْضِي بِالْحَقِّ إِلَّا كَانَ عَنْ يَمِينِهِ مَلَكٌ وَعَنْ شِمَالِهِ مَلَكٌ يُسَدِّدَانِهِ وَيُوَفِّقَانِهِ لِلْحَقِّ مَا دَامَ مَعَ الْحَقِّ فَإِذَا تَرَكَ الْحَقَّ عَرَجَا وَتَرَكَاهُ رَوَاهُ مَالِكٌ وَعَنِ ابْنِ مَوْهَبٍ أَنَّ عُثْمَانَ

اور اُسے شیطان چمٹ جاتا ہے ۱؎ (ترمذی،ابن ماجہ) اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں یوں ہے کہ جب وہ ظلم کرتا ہے تو رب اس کو نفس کے سپرد کر دیتا ہے ۲؎ روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی حضرت عمر کی طرف مقدمہ لے گئے ۳؎ تو آپ نے حق یہودی کا دیکھا تو اس کے حق میں فیصلہ فرمادیا ۴؎ اس پر آپ سے یہودی بولا اللہ کی قسم یقینًا آپ نے حق فیصلہ فرمایا ۵؎ اسے حضرت عمر نے درہ سے مارا ۶؎ اور فرمایا تجھے یہ کیسے معلوم ہوا تو یہودی نے عرض کیا اللہ کی قسم ہم توریت میں پاتے ہیں کہ ایسا کوئی قاضی نہیں جو حق سے فیصلہ کرے مگر ایک فرشتہ اس کے داہنے ہوتا ہے اور ایک فرشتہ اس کے بائیں طرف ہوتا ہے یہ دونوں اسے ٹھیک رکھتے ہیں اور اسے حق کی توفیق دیتے ہیں ۷؎ جب تک وہ حق کے ساتھ رہے پھر جب حق کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ دونوں چڑھ جاتے اور اسے چھوڑ جاتے ہیں ۸؎ (مالک) روایت ہے حضرت ابن موہب سے ۹؎ کہ حضرت عثمان

۱؎ شیطان سے مراد خاص شیطان ہے جو ظلم کرایا کرتا ہے ورنہ قرین شیطان تو ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتا ہے جس کے ساتھ پیدا ہوتا ہے یعنی پھر خاص ظلم و فساد کرانے والا شیطان اس ظالم حاکم کا ساتھی بن جاتا ہے پھر اس ظالم کی ڈور اس شیطان کے ہاتھ میں ہوتی ہے جدھر چاہے ظالم کو پھرائے کوئی نیکی نہ کرنے دے ۲؎ یعنی پھر ظالم حاکم اپنے نفس امارہ کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ بُرا نفس امارہ شیطان سے زیادہ خطرناک ہے کہ نفس بادشاہ ہے اور شیطان اس کا وزیر ہے نعوذ باللہ من شرور انفسنا ۳؎ یہ مقدمہ حضرت سعید ابن مسیب نے خود دیکھا کیونکہ آپ تابعین میں سے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آپ نے زمانہ پایا ہے ۴؎ کیونکہ یہ ہے عدل فاروقی کہ عدالت میں اپنے پرائے کا لحاظ نہیں اس کا حکم قرآن کریم نے دیا ہے۔ خلافت حیدری کے دور میں ایکبار قاضی شریح کی عدالت سے حضرت علی کے مقابل ایک یہودی کو مقدمہ میں ڈگری مل گئی، حالانکہ قاضی شریح حضرت علی کے ملازم تھے، اس پر یہودی مسلمان ہو گیا اور جنگ صفین میں حضرت علی کی فوج میں وفات پا گیا (از مرقات) ۵؎ یعنی فیصلہ حق و انصاف سے کیا یا حق تعالٰی کی مدد سے آپ نے ایسا عدل والا فیصلہ کیا، ایسا فیصلہ کوئی شخص اپنی طاقت سے نہیں کر سکتا، دوسرے معنی زیادہ موزوں ہیں ۶؎ درہ مارنے سے مراد اُسے درہ سے چھونا ہے کیونکہ کسی سے بات کرتے وقت اسے درّہ یا چھڑی سے چھوتے جاتے ہیں لہٰذا درّہ مارنا مقصود نہیں (اشعہ) ۷؎ اس جواب کا مقصد یہ ہے کہ امیر المؤمنین آپ نے یہ فیصلہ ان دو فرشتوں کی مدد سے کیا ہے جو آپ کے داہنے بائیں مدد کیلئے ہیں اگر ان کی مدد نہ ہوتی تو آپ مسلمان کے حق میں اور میرے خلاف فیصلہ کرتے کیونکہ مسلمان آپ کا اپنا تھا اور میں غیر تھا، آپ حاکم حق ہیں لہٰذا جواب سوال کے بالکل مطابق ہے (مرقات) اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مقرر شدہ فرشتے مدد کرتے ہیں، دوسرے یہ کہ یہ دونوں فرشتے حاکم کو توفیق خیر دیتے ہیں لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضور ہماری مدد کرتے ہیں ہم کو توفیق خیر دیتے ہیں ۸؎ اور اس ظالم کو اس کے نفس اور شیطان کے سپرد کر جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے

ابْنِ عَفَّانَ قَالَ لِابْنِ عُمَرَ اقْضِ بَيْنَ النَّاسِ قَالَ أَوَتُعَافِينِي يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ وَمَا تَكْرَهُ مِنْ ذٰلِكَ وَقَدْ كَانَ أَبُوكَ يَقْضِي قَالَ لِأَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَانَ قَاضِيًا فَقَضٰى بِالْعَدْلِ فَبِالْحَرِيِّ أَنْ يَنْقَلِبَ مِنْهُ كَفَافًا

ابن عفان نے جناب ابن عمر سے فرمایا کہ تم لوگوں کے درمیان فیصلے کیا کرو۱؎ آپ نے عرض کیا اے امیر المومنین مجھے معاف رکھیں گے۲؎ فرمایا تم اس سے نفرت کیوں کرتے ہو حالانکہ تمہارے والد فیصلے فرمایا کرتے تھے۳؎ عرض کیا اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو قاضی ہو پھر انصاف سے فیصلے کرے تو اس لائق ہے کہ اس سے برابر سرابر لوٹے۴؎ اس کے بعد حضرت

مقبولوں کا کسی کو چھوڑ دینا خدا کا عذاب ہے اگر ڈول کو کنوئیں میں رسی چھوڑ دے تو ڈول بجائے پانی لانے کے خود کنوئیں میں جنس جاتا ہے اللہ تعالٰی ہمیشہ اپنے مقبولوں کے سایہ میں رکھے، یہ بھی معلوم ہوا کہ ہماری بدکاریاں سیاہ کاریاں اللہ کے بندوں کی مدد جاتی رہنے کا سبب ہیں ورنہ وہ حضرات بلاوجہ کسی کو نہیں چھوڑ دیتے وہ تو آخر تک نباہ کرتے ہیں ؎

نبھ پال پریت کو توڑت ناہیں ٭ جو بانہہ پکڑیں تو چھوڑت ناہیں ٭ گھر آئے کو خالی موڑت ناہیں

ہم نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا ہے ؎

اچھوں کا زمانہ ساتھی ہے میں بد ہوں مجھ کو نباہو تم ٭ کہلا کے تمہارا جاؤں کہاں بیکس کہاں شنوائی ہے

۱؎ آپ کا نام عبداللہ ابن موہب ہے تابعی ہیں حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے زمانہ میں ان کی طرف سے فلسطین کے حاکم تھے تقوٰی و طہارت میں مشہور تھے (اشعہ) ۲؎ یعنی حکومت عثمانیہ کی طرف سے قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کر لو ۳؎ یہ سوال طلب مہربانی کے لیے ہے یعنی کیا میں آپ کے لطف و کرم سے یہ امید کروں کہ آپ مجھے اس عہدے سے معاف رکھیں، اللہ اکبر آج ہم عہدے ڈھونڈتے ہیں اور ان حضرات کو عہدے ڈھونڈتے تھے۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

۴؎ یعنی آپ کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمانہ رسالت اور زمانہ صدیقی میں بھی لوگوں میں فیصلے فرمایا کرتے تھے خلیفہ ہو کر بھی پھر تم قضاء سے کیوں متنفر ہو ۵؎ حری بروزن فعیل صفت مشبہ ہے حری بمعنی لائق ہونے کا ب زائدہ ہے اور الحری مبتداء ہے اور ان ینقلب اس کی خبر بعض نسخوں میں حری ح کے فتح الف مقصورہ سے ہے بمعنی مصدر تب یہ خبر مقدم ہے اور بعد کی عبارت مبتداء مؤخر دونوں ترکیبوں کے معنی ایک ہی ہیں (لمعات) کفافا ک کے فتح سے، کف کا مصدر کفاف کے لغوی معنی ہیں برابر کہ نہ بچے نہ گھٹے جیسے کہتے ہیں لا لی ولا علی یہ ینقلب کے فاعل سے حال ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بمعنی مکفوف ہو یعنی اس کی شر سے بچایا ہوا یعنی عادل و منصف قاضی کے لیے یہ ہی غنیمت ہے کہ کل قیامت میں اس کا چھٹکارا ہو جائے کہ نہ پکڑ ہو نہ ثواب ملے، جب عادل قاضی کا یہ حال ہے تو جو قاضی ایسا ہو کہ قاضی ہو رشوت راشی اس کا کیا حال ہوگا۔ خیال رہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان عالی میں وہ قاضی مراد ہیں جو اپنی کوشش سے قضا حاصل کریں لہٰذا یہ حدیث گزشتہ ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں عادل قاضی کے فضائل بیان ہوئے کہ اس کی اجتہادی غلطی پر بھی ایک ثواب ہے اور درستی پر دوہرا ثواب۔ یہ حضرت عبداللہ ابن عباس کی احتیاط ہے کہ حضرت عثمان غنی کی پیش کردہ قضا کو بھی قبول نہیں فرماتے اور اس فرمان عالی کو اپنے جیسے بے نفس متقی ہستی پر چسپاں فرماتے ہیں تقوٰی

فَمَا رَاجَعَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِي رِوَايَةِ رَزِيْنٍ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ لِعُثْمَانَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا اَقْضِيْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ قَالَ فَاِنَّ اَبَاكَ كَانَ يَقْضِيْ فَقَالَ اِنَّ اَبِيْ لَوْ اَشْكَلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ اَشْكَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ سَأَلَ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاِنِّيْ لَا اَجِدُ مَنْ اَسْأَلُهُ وَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ عَاذَ بِاللّٰهِ فَقَدْ عَاذَ بِعَظِيْمٍ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ مَنْ عَاذَ بِاللّٰهِ فَاَعِيْذُوْهُ وَاِنِّيْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ تَجْعَلَنِيْ قَاضِيًا فَاَعْفَاهُ وَقَالَ لَا تُخْبِرْ اَحَدًا۔

عثمان نے دوبارہ نہ فرمایا ۱ (ترمذی) اور رزین کی روایت حضرت نافع سے ہے کہ ابن عمر سے کہ انہوں نے حضرت عثمان سے کہا اے امیر المومنین میں تو دو شخصوں کے درمیان فیصلہ نہیں کروں گا ۲ فرمایا تمہارے والد تو فیصلہ کرتے تھے تو عرض کیا کہ میرے والد پر کوئی مشکل بنتی تو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے تھے ۳ اور اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی چیز مشکل ہوتی تو وہ جبریل علیہ السلام سے پوچھ لیتے تھے ۴ اور میں اُسے نہیں پاتا جس سے پوچھوں ۵ اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ جو اللہ کی پناہ مانگے تو اس نے بڑے کی پناہ مانگی اور میں نے حضور کو فرماتے سُنا کہ جو اللہ کی پناہ مانگے تو اُسے پناہ دے دو اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ آپ مجھے قاضی بنائیں ۶ چنانچہ آپ نے انہیں معاف کر دیا اور فرمایا کسی کو خبر نہ دینا ۷

اور پوچھا ہے تحقیق کچھ اور ۱ یعنی حضرت عثمان غنی نے پھر جناب عبداللہ پر قبول قضا کے لیے زور نہ دیا: خیال رہے کہ قضا کی طلب اس کے لیے گناہ ہے جو عدل و انصاف نہ کر سکے تو طلب ہے اگر کوئی ایسا طالب جانتا ہے کہ عدل و انصاف کرے اور یہ عدل و انصاف اس کے طلب قضا کے گناہ کا کفارہ بن جائے تب بھی غنیمت ہے لہذا حدیث واضح ہے ۲ یعنی قاضی عالم بننا تو بہت دور ہے میں تو پنچ بننے پر بھی تیار نہیں ۳ آپ کا یہ فرمان حضرت عثمان غنی کے اس فرمان کا جواب ہے جو ابھی گزر چکا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قاضی یا پنچ مقرر ہوتے تھے یہاں وہ قضا مراد ہے ۴ اس طرح کہ آپ حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت فرماتے اور حضرت جبریل رب تعالیٰ سے پوچھ کر بتاتے تھے لہذا اس سے یہ لازم نہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت جبریل کا علم زیادہ تھا تمام فرشتوں سے حضرت آدم علیہ السلام کا علم زیادہ تھا رب تعالیٰ فرماتا ہے وعلم آدم الاسماء کلھا اور جناب آدم کا علم حضور کے علم کی نسبت سے ایسا ہے جیسے قطرہ سمندر کی نسبت سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اعلم الخلق ہیں ۵ یعنی حضرت عبداللہ ابن عمر کی اپنے متعلق ہے ورنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اجتہاد بھی فرماتے تھے حضرت معاذ کو بھی اجتہاد کی اجازت تھی آپ نے اپنے کو اجتہاد کے لائق نہ سمجھا یہ انکسار تھا بہرحال حدیث واضح ہے ۶ اور خود اجتہاد کرنے کی ہمت نہیں کرتا ۷ یعنی اللہ کی پناہ لیتا ہوں قضا کے عہدے سے اللہ اکبر یہ ہے انتہائی احتیاط اور یہ ہے حدیث قضا کی برائی میں انتہائی وعید ہے یہاں مرقات نے ابن عساکر سے بروایت حضرت ابی ہریرہ ایک عجیب حدیث مرفوع نقل فرمائی کہ سنگ اسود نے ایک بار بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ مولیٰ میں نے عرصہ دراز تک تیری عبادت کی اور تو نے مجھے گندگی میں ڈال دیا اور تو جانتا ہے کہ سنگ اسود کو کئی سو سال گندگی میں ڈالے رکھا تھا تب رب تعالیٰ نے فرمایا شکر کر میں نے تجھے کسی قاضی کی مجلس میں نہ رکھا اگرانی جامع صغیر السیوطی مرقات ۸ یعنی ورنہ یہ باتیں سن کر کوئی قضا قبول نہ کرے گا اور حکومت کا عمل معطل ہو کر رہ

بَابُ رِزْقِ الْوُلَاةِ وَهَدَايَاهُمْ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُعْطِيْكُمْ وَلَا اَمْنَعُكُمْ اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَعَنْ خَوْلَةَ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رِجَالًا يَتَخَوَّضُوْنَ

باب والیوں کی روزی اور ان کے تحفے [1] • پہلی فصل • روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں تم کو دیتا ہوں اور نہ تم کو منع کرتا ہوں [2] میں تو تقسیم کرتا ہوں [3] وہاں رکھتا ہوں جہاں حکم دیا جاتا ہوں [4] (بخاری) [5] • روایت ہے حضرت خولہ انصاریہ سے [6] فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بعض لوگ

خیال رہے کہ قاضی اسلام بننا فرض کفایہ ہے اور اگر کسی وقت لوگ نا اہل ہو جائیں تو اہل کو قاضی بننا فرض عین ہو جاتا ہے، اس زمانہ پاک میں عام مجتہد علماء موجود تھے، اس لیے حضرت ابن عمر نے یہ عہدہ قبول نہ فرمایا، دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے جب ملاحظہ فرمایا کہ اس زمانہ کوئی خزائن سنبھالنے کا اہل نہیں تو خود بادشاہ سے فرمایا اجعلنی علی خزائن الارض مجھے خزانوں کا منتظم بنا دے، اس وقت آپ پر یہ عہدہ سنبھالنا فرض عین ہو گیا تھا لہذا یہ حدیث اس آیت قرآنی کے خلاف نہیں۔ [1] ظاہر یہ ہے کہ یہ اضافت مصدر کی مفعول کی طرف ہے یعنے حکام کو جو روزیاں تنخواہ وغیرہ بیت المال سے دی جائیں اور جو ہدیہ و تحفہ کسی اہل کار کی طرف سے دیا جائے اس کا بیان، رزق یا ماہوار تنخواہ کو کہا جاتا ہے اور عطا اس سالانہ روزی کو کہتے ہیں جو فوجیوں کو بیت المال سے دی جاتی ہے (مرقات)۔ [2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین کو غنیمت سے کچھ مال بطور انعام تقسیم فرماتے تھے اس میں مساوات و برابری نہ کرتے تھے بلکہ کسی کو کم کسی کو زیادہ حسب خدمت عطا فرماتے تھے شاید کسی کو شکایت ہوئی کہ ہم کو کم ملا اس لیے حضور نے یہ ارشاد فرمایا۔ ہو سکتا ہے کہ اس فرمان میں ما سے مراد مال، ایمان، علم عرفان وغیرہ سب ہی ہوں۔ [3] یعنے اللہ کی تمام نعمتوں کا بانٹنے والا میں ہوں اللہ تعالٰی کی عطا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم بغیر قید کے ہے، ہر نعمت رب تعالٰی دینے والا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بانٹنے والے ہیں، رب تعالٰی فرماتا ہے: اغناهم الله ورسوله من فضله انہیں اللہ و رسول نے اپنے فضل سے غنی فرما دیا، اللہ نے دے کر حضور نے بانٹ کر غنی کر دیا۔ [4] یعنے ہمارا دینا یا نہ دینا نیز کم و بیش دینا اپنے نفس کی طرف سے نہیں، نفسانیت نہیں بلکہ ربانی ہے جیسے ہمارا ہر کلام وحی الٰہی سے ہے ایسے ہی ہمارے کام وحی الٰہی سے ہیں، معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ، دروازہ الٰہی ہے

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر • جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالٰی کی نعمتوں کے با اختیار قاسم ہیں بے اختیار قاسم نہیں، ڈاکیہ بے اختیار قاسم ہے اور وزیر اعظم با اختیار قاسم اور با اختیار قاسم سے مانگنا جائز ہے، اللہ تعالٰی نے حضرت سلیمان سے فرمایا فامنن او امسك بغير حساب اور حضرت ذوالقرنین سے فرمایا اما ان تعذب واما ان تتخذ فيهم حسنا نیز جناب سلیمان کے متعلق فرمایا وعلم منطق الطیر ... اور ہمارے حضور سے فرمایا فاذن لمن شئت منهم معلوم ہوا کہ رب نے حضرت سلیمان کو دینے نہ دینے کا، ذوالقرنین کو سزا اور انعام دینے کا اختیار دیا حضرت سلیمان کے حکم سے ہوا چلتی تھی، ہمارے حضور کو اجازت دینے نہ دینے کا اختیار دیا ہے لہذا اللہ کی ہر نعمت حضور سے مانگنی جائز ہے کہ حضور باذن الٰہی مختار قاسم ہیں۔ [5] شه

فِيْ مَالِ اللّٰهِ بِغَيْرِ حَقٍّ فَلَهُمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا
اسْتُخْلِفَ اَبُوْبَكْرٍ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِيْ اَنَّ حِرْفَتِيْ لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَؤُنَةِ اَهْلِيْ وَشُغِلْتُ
بِاَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَيَاْكُلُ اٰلُ اَبِيْ بَكْرٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِيْنَ فِيْهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ ۔ عَنْ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ

اللہ کے مال میں ناحق گھس جاتے ہیں[1] ان کے لیے قیامت کے دن آگ ہے[2] (بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر خلیفہ بنائے گئے تو فرمایا کہ میری قوم جانتی ہے کہ میرا پیشہ میرے گھر والوں کے خرچ سے ناکافی نہ تھا[3] اور میں مسلمانوں کے کام میں مشغول کردیا گیا ہوں تو ابوبکر کی اولاد اس مال سے کھائے گی اور اس میں مسلمانوں کی خدمت کرے گی[4] (بخاری)[5] دوسری فصل روایت ہے حضرت بریدہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جسے ہم کسی کام پر لگا دیں

حاکم نے بروایت حضرت ابوہریرہ روایت کی [illegible] وانا قاسم ابوالقاسم ہیں یعنی اللہ دیتا ہے ہم تقسیم فرماتے ہیں مرقات نے فرمایا کہ خولہ دو ہیں ایک خولہ بنت ثامر دوسری خولہ بنت قیس حضرت اوس ابن صامت کی بیوی یہاں پہلی خولہ مراد ہیں یعنی خولہ بنت ثامر، مرقات کی یہ ہی تحقیق ہے کہ اشعۃ اللمعات نے دوسری خولہ مراد لیں واللہ اعلم۔ [1] خوض کے لغوی معنی ہیں پانی میں گھس جانا اصطلاح میں کسی باطل کام میں مشغول ہوجانے کو خوض کہتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے ذرھم فی خوضھم یلعبون باب تفعیل میں آکر مبالغہ پیدا ہوگیا، اللہ کے مال سے مراد بیت المال کا مال ہے، زکوٰۃ، خراج، جزیہ، غنیمت وغیرہ، حق سے مراد ہے استحقاق یا سلطان اسلام کی اجازت یعنی بیت المال میں اُن کا حق نہیں اور وہ لے لیتے ہیں یا حق کم ہے وہ زیادہ لے لیتے ہیں۔ [2] ناحق مال کمانے کا انجام دوزخ کی آگ ہے۔ [3] حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ بننے سے پہلے بڑے کامیاب تاجر تھے آپ اسلام میں غنی ترین لوگوں میں سے تھے رب تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے ولا یأتل اولوا الفضل منکم والسعۃ معلوم ہوا کہ آپ بزرگی والے بھی ہیں وسعت مال والے بھی اور وسعت دل والے بھی۔ خیال رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کپڑے کے تاجر تھے جناب [illegible] کے تاجر حضرت عثمان گندم اور کھجوروں کے تاجر اور حضرت عباس عطر کے تاجر تھے، بہترین تجارت کپڑے کی ہے پھر عطر کی حدیث شریف میں ہے کہ اگر اہل جنت کو پیشہ کرنا چاہتے ہوتے تو کپڑے کی تجارت کرتے (مرقات ولمعات واشعہ)۔ [4] یعنی اب میں بار خلافت اٹھانے کی وجہ سے تجارت کا روبار نہیں کرسکتا چونکہ میں نے مسلمانوں کی خدمت ملکی انتظامات اور جہاد وغیرہ کی تیاریوں کے لیے اپنے کو وقف کردیا ہے اس لیے اب میں اور میرے عیال بیت المال سے گزارہ کریں گے میری تنخواہ بیت المال سے ہوگی اتنی جتنی میرے گھر والوں کو کافی ہو، اس حدیث کی بنا پر علماء متاخرین فرماتے ہیں کہ امام، مؤذن، دینی مدرس، مفتی، قاضی کی تنخواہیں اوقاف سے ادا ہوسکتی ہیں اور ان لوگوں کو ان خدمات کی تنخواہ لینا درست ہے کہ اگر یہ لوگ طلب معاش میں پھنس گئے تو دین ختم ہوجائے گا، سوا حضرت عثمان کے تمام خلفاء راشدین نے تنخواہیں لی ہیں بلکہ غریب طلباء دین اور غریب مدرسین کو زکوٰۃ دینے کا حکم قرآن کریم نے دیا ہے فرماتا ہے احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون۔ [5] یہاں مرقات نے فرمایا کہ جناب صدیق اکبر نے اپنی تنخواہ حسب ذیل مقرر فرمائی جو آپ بیت المال سے لیتے تھے۔ [illegible] روغن روز، دو وقت [illegible]، کچھ سالن، گرمیوں میں ایک چادر اور ایک تہبند، سردیوں میں ایک پشمینہ کی پوستین، گویا اس زمانہ کے لحاظ

عَلٰی عَمَلٍ فَرَزَقْنَاہُ رِزْقًا فَمَا اَخَذَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَھُوَ غُلُوْلٌ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤٗدَ ۔ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ عَمِلْتُ
عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِیْ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤٗدَ ۔ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ بَعَثَنِیْ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْیَمَنِ فَلَمَّا سِرْتُ اَرْسَلَ فِیْ اَثَرِیْ فَرُدِدْتُّ فَقَالَ
اَتَدْرِیْ لِمَ بَعَثْتُ اِلَیْکَ لَا تُصِیْبَنَّ شَیْئًا بِغَیْرِ اِذْنِیْ فَاِنَّہٗ غُلُوْلٌ وَمَنْ یَّغْلُلْ یَاْتِ
بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لِھٰذَا دَعَوْتُکَ فَامْضِ لِعَمَلِکَ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ ۔ وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ
ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ کَانَ لَنَا عَامِلًا فَلْیَکْتَسِبْ
زَوْجَۃً فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ خَادِمٌ فَلْیَکْتَسِبْ خَادِمًا فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ مَسْکَنٌ فَلْیَکْتَسِبْ مَسْکَنًا

پھر ہم اسے معاوضہ دے دیں تو اس کے بعد جو لے لے گا وہ خیانت ہے ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک کام کیا تو حضور نے مجھے اجرت دی ۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت معاذ سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا جب میں چل دیا تو میرے پیچھے بلانے والا بھیجا تو میں لوٹا دیا گیا ۳؎ فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا کوئی چیز میری اجازت کے بغیر نہ لینا کہ وہ خیانت ہے ۴؎ جو خیانت کرے گا تو قیامت کے دن خیانت کا مال لائے گا تمہیں اسی لیے بلایا تھا اب اپنے کام پر جاؤ ۵؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت مستورد ابن شداد سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو ہمارا عامل بنے چاہیے کہ بیوی کرے پھر اگر اس کے خادم نہ ہو تو چاہیے کہ خادم رکھ لے اگر اس کے پاس مکان نہ ہو تو مکان بنالے ۶؎

سے کچھ سات روپیہ ماہوار کا سامان کیوں نہ ہو تو کیا کوئی سلطان کرتی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہیں جن کی شان یہ ہے ؎

بوریا ممنون خواب راحتش ⁂ تاج کسریٰ زیر پائے امتش

اس فقیر نے حضرت عمر و صدیق اکبر کے مکانات دیکھے تھے جو اب گرا دیئے گئے وہ ایسے مکانات تھے کہ آج غریب سے غریب آدمی کا مکان بھی ان سے بڑا ہوگا۔

ملے آپ بریدہ ابن حصیب اسلمی ہیں بدر سے پہلے ایمان لائے مگر بدر میں حاضر نہ ہوسکے بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے مدینہ منورہ میں قیام رہا پھر بصرہ میں پھر خراسان میں غازی ہوکر رہے، یزید ابن معاویہ کے زمانہ میں ۶۳ھ میں وفات ہوئی۔

۲؎ یعنی اپنی تنخواہ کے علاوہ جو کچھ چھپا کر لے گا وہ چوری و خیانت ہوگا۔ ۳؎ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حکام و ملازمین کو تنخواہیں دیتے تھے اسی سے وہی فائدہ حاصل ہوا جو ابھی عرض کیا گیا کہ دینی خدمات پر معاوضہ لینا درست ہے بشرطیکہ وہ کام ضروری ہو۔ ۴؎ وہ فرمان عالی سنانے کے لیے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ ۵؎ اگرچہ یہ فرمان عالی پہلے بھی سنایا جاسکتا تھا مگر دوبارہ واپس لوٹانے اور یہ سوال فرمانے میں کہ بتاؤ ہم نے تم کو کیوں لوٹایا اہتمام مقصود ہے جو بات اس قدر اہتمام سے سنائی جائے وہ خوب یاد رہتی ہے۔ ۶؎ اس سے معلوم ہوا کہ حکام اور والیوں کو سلطان اسلام کی طرف سے تنخواہ و ضروریات کی تعمیل کرنا سنت ہے۔ ۷؎ شارحین اس حدیث کے معنے یہ کہتے ہیں عامل اسلام بیت المال سے روپیہ لے کر نکاح بھی کرسکتا ہے غلام بھی خرید سکتا ہے باندی رکھ سکتا ہے اپنے لیے گھر بھی بنا سکتا ہے مگر یہ حکم اس زمانہ کا ہے

وَفِي رِوَايَةٍ مَنِ اتَّخَذَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَهُوَ غَالٌّ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ ۔ وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ عُمَيْرَةَ
أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عُمِلَ مِنْكُمْ لَنَا عَلٰى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا
مِنْهُ مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهُ فَهُوَ غَالٌّ يَأْتِيْ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا
رَسُوْلَ اللّٰهِ اقْبَلْ عَنِّيْ عَمَلَكَ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا قَالَ وَأَنَا
أَقُوْلُ ذٰلِكَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَلْيَأْتِ بِقَلِيْلِهِ وَكَثِيْرِهِ فَمَا أُوْتِيَ مِنْهُ أَخَذَهُ
وَمَا نُهِيَ عَنْهُ انْتَهٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَبُوْدَاؤُدَ وَاللَّفْظُ لَهُ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ

اور ایک روایت میں ہے جس نے اس کے علاوہ کچھ لیا تو وہ خائن ہوگا (ابوداؤد)، روایت ہے حضرت عدی ابن عمیرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! تم میں سے جو کوئی ہمارے کسی کام پر عامل بنایا گیا[1] پھر اس نے اس میں سے سوئی اور اس کے اوپر کوئی چیز ہم سے چھپائی تو
وہ خائن ہے قیامت کے دن وہ لائے گا[2] تو ایک انصاری صاحب کھڑے ہوکر بولے یا رسول اللہ مجھ سے اپنا عمل (نوکری) لے لیجئے[3] فرمایا
یہ کیا عرض کیا کہ میں نے آپ کو یہ کہتے سنا فرمایا یہ تو میں کہتا ہوں کہ ہم جسے کسی کام پر عامل بنائیں تو وہ تھوڑا اور بہت حاضر کردے[4] پھر اس میں سے
جو دیا جائے وہ لے لے اور جس سے منع کیا جائے اس سے باز رہے (مسلم، ابوداؤد) یہ لفظ ابوداؤد کے ہیں روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں

جبکہ عامل کی ماہوار یا سالانہ تنخواہ مقرر ہو اور بیت المال میں ان خرچوں کے نکالنے کی گنجائش ہو، حکام کی تبدیلی نہ ہوتی ہو، ایک حاکم ایک جگہ مستقل رہتا ہو،
وہ عامل صحابہ کرام کی طرح دیانتدار ہو کہ صرف بقدر ضرورت ہی خرچ کرے زیادہ ایک پیسہ بھی نہ لے، لیکن اگر حاکم کو آج کل کی طرح باقاعدہ تنخواہ ملتی ہو تو
ان میں سے کوئی خرچ بیت المال سے نہ لے، اب حکومتیں بعض حکام کو کوٹھی، ملازم کی تنخواہ بلکہ سرکاری دورہ کے مصارف بھی دیتی ہیں نیز اگر حاکم کا تبادلہ
ہوتا رہتا ہے تو وہ ہر جگہ بیت المال (خزانہ) سے اپنی کوٹھیاں نہ بنوائے لہٰذا ان حالات میں اب ان چیزوں کی اجازت نہ ہوگی۔ [1] یعنی ایسا
حاکم اگر خزانہ کے خرچ پر ایک سے زیادہ نکاح کرے یا ایک سے زیادہ خادم و نوکر رکھے یا قدر ضرورت سے زیادہ مکان بنوائے تو خائن ہے، نیز
غیر ضروری خرچ کے لیے خزانہ سے کچھ نہ لے۔ [2] آپ صحابی ہیں کندی حضرمی ہیں کوفہ میں رہے پھر وہاں سے جزیرہ کی طرف منتقل ہوگئے وہاں
ہی وفات ہوئی۔ [3] صدقہ وصول کرنے پر عامل بنایا گیا یا کہیں کا حاکم مقرر ہوا۔ [4] اس طرح کہ خیانت کا مال اس کے سر پر ہوگا اور قیامت کے دن
رسوا ہوگا جیسے زکوٰۃ نہ دینے والے کا مال خود مالک پر سوار ہوگا جس سے اُسے تکلیف بھی ہوگی، اور رسوائی بھی یہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ رب
تعالیٰ قیامت میں اس امت کے چھپے ہوئے گناہ چھپائے گا، علانیہ گناہ اور بعض دوسرے گناہ جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے ظاہر فرمادے گا
لہٰذا یہ حدیث ان پردہ پوشی کی احادیث کے خلاف نہیں۔ [5] ان انصاری کا نام معلوم نہ ہوسکا یہ کسی جگہ عامل مقرر ہوکر جارہے تھے یہ وعید سن کر
اپنے میں اتنی احتیاط کی قوت نہ دیکھی اس نے استعفے پیش کیا۔ [6] اس کلام کی تکرار مبالغہ اور تاکید کے لیے ہے کہ تم خواہ عمل قبول کرو یا نہ کرو حکم
تو یہی رہے گا۔ [7] یہ اس صورت میں ہے کہ تنخواہ مقرر نہ ہو سلطان خود اس کے عمل اور اجرت کا اندازہ لگاکر دے، منع کیے جانے سے مراد نہ دینا ہے

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ عَنْهُ وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ عَنْ ثَوْبَانَ وَزَادَ وَالرَّائِشَ يَعْنِي الَّذِيْ يَمْشِيْ بَيْنَهُمَا ۔ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ أَرْسَلَ إِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِ اجْمَعْ عَلَيْكَ سِلَاحَكَ وَثِيَابَكَ ثُمَّ ائْتِنِيْ قَالَ فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ يَا عَمْرُو إِنِّيْ أَرْسَلْتُ إِلَيْكَ لِأَبْعَثَكَ فِيْ وَجْهٍ يُسَلِّمُكَ اللّٰهُ وَيُغْنِمُكَ وَأَرْغَبُ لَكَ رَغْبَةً مِنَ الْمَالِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا كَانَتْ هِجْرَتِيْ لِلْمَالِ

کہ لعنت فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر ۱ (ابوداؤد، ابن ماجہ) اسے ترمذی نے ان ہی سے اور حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا اور اسے احمد و بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ثوبان سے روایت کیا اور یہ زیادہ کیا کہ رائش سے مراد ہے جو ان دونوں کے درمیان کوشش کرے ۲ روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھیجا کہ اپنے ہتھیار اور اپنے کپڑے پہن لو پھر میرے پاس آ جاؤ ۳ فرماتے ہیں کہ میں حضور کے پاس حاضر ہوا حالانکہ آپ وضو کر رہے تھے تو فرمایا اے عمرو میں نے تمہیں اس لیے پیغام بھیجا تاکہ تمہیں ایک کام میں بھیجوں ۴ تمہیں خدا تعالیٰ سلامت رکھے گا اور غنیمت دے گا ۵ اور میں تم کو کچھ مال بھی عطا فرماؤں گا ۶ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ہجرت مال کے لیے نہ تھی ۷

۱ راشی رشوت دینے والا اور مرتشی رشوت قبول کرنے والا، رشوۃ بنا ہے رشاء سے بمعنی رسی، رسی کنوئیں سے پانی نکالنے کا ذریعہ ہوتی ہے ایسے ہی رشوت کا مال ناجائز فیصلہ کرانے اور اپنا کام بنانے کا ذریعہ ہوتا ہے اس لیے اسے رشوت کہتے ہیں، رشوت کی بہت صورتیں ہیں، حکام کی تحصیل، حکام کو ڈالیاں دینا، انہیں نقد روپیہ یا زیور وغیرہ کے بہانہ سے کچھ دینا یہ سب رشوتیں ہیں، خیال رہے کہ حق فیصلہ پر بھی فریقین میں سے کسی فریق سے کچھ لینا بھی رشوت ہے کہ حاکم پر حق فیصلہ کرنا تو واجب تھا، پھر رشوت لے کر حق فیصلہ کرنا تو خود کئے کا معاوضہ ہے مگر ظالم سے بچنے کے لیے یا حق فیصلہ کرانے کے لیے رشوت دینا جائز ہے، حضرت ابن مسعود نے زمین حبشہ کے جھگڑے میں وہاں کے حاکم کو دو دینار دے کر اپنے کو ظلم سے بچایا (مرقات) ۲ اگر یہ کلام راشی کی تفسیر و شرح ہے تو مطلب یہ ہے کہ یہاں راشی کے معنی رشوت دلانے والا ہے یعنی حاکم کا ایجنٹ و دلال جو مقدمہ والوں سے خفیہ طور پر حاکم کو رشوت دلواتا ہے، اور ہو سکتا ہے کہ یہ راشی کی تفسیر نہ ہو بلکہ ترجیح ہو یعنی راشی میں وہ دلال بھی داخل ہے جو فریقین اور حکام کے درمیان دلالی کر کے رشوت دلاتا ہے، دیکھنا یہ ہے کہ ضمیر راشی اور مرتشی کی طرف راجع ہے، خیال رہے کہ حرام کام کی دلالی اور اس کی کوشش بھی حرام ہے ۳ یعنی سفر کی تیاری کر کے مجھ سے ملو اس زمانہ میں بغیر ہتھیار سفر نہ ہوتا تھا، ... آگے آ رہا ہے کہ گھروں سے وداع ہو کر یہاں آؤ یہیں سے سفر پر بھیج دیا جائے گا ۴ اس جگہ وجہ کے معنی ہیں ... ۵ یعنی ... اللہ کی رحمت مراد ہے جو بغیر محنت و مشقت مل جائے ثواب مرحمت ۶ یعنی ثواب و عزت کے علاوہ ہم تم کو اجرت و معاوضہ بھی عطا فرمائیں گے ...

وَمَا كَانَتْ اِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ قَالَ نِعِمَّا بِالْمَالِ الصَّالِحِ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوٰى اَحْمَدُ نَحْوَهٗ وَفِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَفَعَ لِاَحَدٍ شَفَاعَةً فَاَهْدٰى لَهٗ هَدِيَّةً عَلَيْهَا فَقَبِلَهَا فَقَدْ اَتٰى بَابًا عَظِيْمًا مِّنْ

وہ تو صرف اللہ رسول کے لیے تھی ۱؎ فرمایا ایک اچھے آدمی کے لیے اچھا مال درست ہی اچھا ہے ۲؎ اسے شرح سنہ میں روایت کیا اور احمد نے اس کی مثل روایت کی اور ان کی روایت یوں ہے کہ اچھا مال ایک آدمی کے لیے اچھا ہے ۳؎ تیسری فصل ۔ روایت ہے حضرت ابوامامہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی شخص کی کچھ سفارش کرے ۴؎ پھر اسے اس سفارش پر کچھ ہدیہ دیا جائے ۵؎ وہ اسے قبول کرلے تو وہ سود کے دروازوں میں سے بڑے

علوم کی تنخواہ لی جاسکتی ہے۔ حضرت اس لیے منع فرمایا کہ حضور مالک ہیں، غلاموں کو جو چاہیں عطا فرمادیں یہ محض تنخواہ نہ تھی بلکہ عطیہ شاہانہ بھی تھا اور اب تنخواہ کا مقرر کرنا ضروری ہے کہ اجارہ میں کام و مال دونوں مقرر ہونے چاہئیں لہٰذا حدیث واضح ہے اس پر اعتراض نہیں ۲؎ یعنی میں بغیر معاوضہ یہ خدمت انجام دوں گا کیونکہ میرا اسلام لانا ہجرت کرنا رضاء حاصل کرنے کے لیے تھا بڑی تنخواہ لینے کے لیے نہ تھا سبحان اللہ یہ تھا اخلاص خیال رہے کہ حضرت عمرو ابن عاص ۸ھ میں حبشہ سے مدینہ منورہ حضرت خالد ابن ولید کے ساتھ حاضر ہوئے تھے بیعت کرتے وقت بارگاہ اقدس میں بیٹھے حضور انور نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ یہ ہاتھ پکڑ کر بیعت کرو آپ حضرت عمرو نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا حضور انور نے فرمایا یہ کیا، عرض کیا کہ اس شرط پر ایمان لاتا ہوں کہ میرے پچھلے گناہ سب معاف ہو جائیں اسے عمرو کیا تمہیں خبر نہیں کہ اسلام پچھلے سارے گناہ مٹا دیتا ہے اسی طرح ہجرت سارے پچھلے گناہ معاف کرا دیتی ہے یعنی تم تو اسلام اور ہجرت دونوں سے مشرف ہو رہے ہو حضور فرماتے ہیں کہ دوسرے لوگ تو اسلام لائے مگر عمرو ایمان لائے دوسری روایت میں ہے کہ عمرو صالحین قریش میں سے ہیں اس کے متعلق محدثین کا اختلاف ہے کہ یہ واقعہ ۵ھ میں ہوا یا ۸ھ میں واللہ اعلم

۱؎ یعنی اللہ رسول کو راضی کرنے کے لیے، اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور کا نام رب تعالیٰ کے نام کے ساتھ ملانا شرک نہیں ایمان ہے دوسرے یہ کہ عبادت میں رب تعالیٰ کی رضا کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی نیت کرنا شرک یا ریا نہیں بلکہ اس سے عبادت کی تکمیل ہوتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ تیسرے یہ کہ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہونا رب تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے کہ مدینہ منورہ کے مہاجر آتے تھے حضور کے پاس اور عرض کرتے تھے الی اللہ ورسولہ قرآن کریم فرماتا ہے ومن یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ ورسولہ سبحان اللہ کیسا پیارا کلام عرض کیا ۲؎ یعنی اس مال کے قبول سے تمہارے ثواب میں کمی نہ ہوگی یہ تو رب تعالیٰ کی نعمت ہے۔ خیال رہے کہ مرد صالح وہ ہے جو نیکی بجانے اور کرے اور مال صالح وہ ہے جو اچھے راستہ سے آئے اور اچھی راہ جائے یعنی حلال کمائی میں خرچ ہو اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے ۳؎ مطلب وہ ہی ہے صرف ترتیب بیان میں فرق ہے: خیال رہے کہ خراب پیٹرول مشین خراب کر دیتا ہے اسی طرح خراب غذا انسان کے دل و دماغ خیال نیت سب کو خراب کر دیتی ہے ۴؎ سلطان یا حاکم کے پاس کوئی سفارش حق کے لیے یا ظلم کے لیے ۵؎ یعنی مقدمہ والا یا حاجت مند اسے اس سفارش کی بنا پر کوئی چھوٹی یا بڑی چیز بطور ہدیہ دے اور یہ اسے قبول کرے سفارش کی بنا کی قید یاد رکھنا چاہیئے

اَبْوَابُ الرِّبَا رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ بَابُ الْاَقْضِیَۃِ وَالشَّہَادَاتِ ۔ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ یُعْطَی النَّاسُ بِدَعْوٰھُمْ لَادَّعٰی نَاسٌ دِمَاءَ رِجَالٍ وَّاَمْوَالَھُمْ وَلٰکِنَّ الْیَمِیْنَ عَلَی الْمُدَّعٰی عَلَیْہِ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَفِیْ شَرْحِہٖ لِلنَّوَوِیِّ اَنَّہٗ قَالَ وَجَاءَ فِیْ رِوَایَۃِ الْبَیْہَقِیِّ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ اَوْ صَحِیْحٍ زِیَادَۃٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا لٰکِنَّ الْبَیِّنَۃَ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ ۔ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ

دونوں پر لگایا گیا ۱؎ (ابوداؤد) فیصلوں اور گواہیوں کا بیان ۲؎ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اگر لوگوں کو ان کے دعووں پر دے دیا جائے ۳؎ تو لوگ انسانوں کے خون اور ان کے مال کا دعویٰ کر دیں ۴؎ لیکن قسم مدعیٰ علیہ پر ہے ۵؎ (مسلم) اور نووی شرح مسلم میں ہے انہوں نے فرمایا کہ بیہقی کی روایت میں حسن یا صحیح اسناد سے بروایت ابن عباس مرفوعًا یہ زیادتی منقول ہے کہ لیکن گواہ مدعی پر ہے اور قسم انکاری پر ۶؎ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے

۱؎ یعنی یہ بہت بڑی لعنت ہے اور سود کا گناہ اور بہت سے گناہوں کی طرح ہے کہ سود خور کو اللہ رسول سے جنگ کرنے کا اعلان فرمایا گیا ہے فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔

۲؎ اقضیہ جمع ہے قضاء کی، قضاء کے لغوی معنی ہیں مضبوط کرنا اور فارغ ہونا، رب تعالیٰ فرماتا ہے وقضینا الی بنی اسرائیل یعنی ہم نے بنی اسرائیل کو مضبوط حکم دیا اور فرماتا ہے ولیقضوا تفثھم ۔ اور فقہاء قضاء کے دو معنی کرتے ہیں، شریعت میں قضاء وہ مقدمہ ہے جو حاکم کی کچہری میں فیصلہ کے لیے پیش کیا جائے یا خود فیصلہ نیز یعنی فیصلہ ہے، شہادات جمع ہے شہادۃ کی، شہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا، مشاہدہ کرنا، کیونکہ گواہ دل سے، اصطلاح شریعت میں کسی دوسرے کے حق کی کسی پر خبر دینا شہادت، دوسرے پر اپنے حق کی خبر دینا دعویٰ ہے، اپنے پر دوسرے کے حق کی خبر دینا اقرار ہے اور کسی کے کسی پر حق کی خبر دینا شہادت یعنی گواہی ہے، چونکہ حاکم کے فیصلے اور گواہوں کی گواہی بہت ہی قسم کی ہوتی ہے اس لیے یہاں دونوں کو جمع فرمایا یعنی فیصلوں اور گواہیوں کا بیان۔ ۳؎ اگر بغیر ثبوت محض قانون اسلام یہ ہو جائے کہ ہر ایک کے دعوے پر بغیر گواہی اور بغیر اقرار مدعیٰ علیہ فیصلہ ہو جایا کرے۔ ۴؎ یعنی ہر ایک کہہ دیا کرے کہ فلاں پر میرا اتنا قرض ہے اور فلاں نے میرے عزیز کو قتل کر دیا ہے اس کا قصاص یا دیت دلائی جائے، اس پر ملک کا نظام ہی بگڑ جائے۔ ۵؎ یہ فرمان عالی مجمل ہے، مقصد یہ ہے کہ اگر مدعی کے پاس گواہی موجود نہ ہو اور مدعیٰ علیہ اس کے دعوے کا اقراری نہ ہو انکاری ہو اور مدعی اس سے قسم کا مطالبہ کرے تو قسم مدعیٰ علیہ پر ہے، یہ تینوں قیدیں خیال میں رہنی چاہئیں، چونکہ مدعی پر گواہی پیش کرنے کا وجوب بالکل ظاہر تھا اس لیے اس کا ذکر نہ فرمایا، خیال رہے کہ اگر قاضی نے مدعی کے مطالبہ کے بغیر مدعیٰ علیہ سے قسم لے لی تو مدعی پھر قسم کا مطالبہ کر سکتا ہے، اس قانون سے حدود یعنی شرعی مقررہ سزائیں اور لعان وغیرہ علیحدہ ہیں کہ ان میں گواہی و قسم اس طرح نہیں، اس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ ۶؎ یعنی شیخ محی الدین نووی نے بحوالہ مذکورہ مدعی پر گواہی لازم ہونے کا ذکر بھی فرمایا۔ خیال رہے کہ بینہ یا تو بنا ہے بینونۃ بمعنی جدائی سے یا بیان سے بمعنی ظہور، چونکہ گواہی شرعی حق و باطل کو جدا جدا کر دیتی ہے یا اس سے چھپی چیز ظاہر ہو جاتی ہے اس لیے اسے بینہ کہتے ہیں (مرقات) خیال رہے کہ مدعی کے ذمہ گواہی اور مدعیٰ علیہ پر قسم

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنِ صَبْرٍ وَّهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقَ ذٰلِكَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ بِيَمِيْنِهٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَهٗ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایسی قسم پر حلف اٹھائے حالانکہ وہ اس میں جھوٹا ہو تاکہ کسی مسلمان آدمی کا مال مار سکے تو وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ وہ اس پر ناراض ہوگا تو اللہ نے اس کی تصدیق اتاری کہ بے شک جو لوگ اللہ کے عہد کا اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت خرید لیتے ہیں آخر تک (مسلم بخاری) ۵ روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے اپنی قسم سے کسی مسلمان کا حق مار لیا تو اللہ نے اس کے لیے آگ لازم کر دی اور اس پر جنت حرام کر دی تو ایک شخص نے

یہ نہایت عظیم الشان قاعدہ ہے اور یہ حدیث معنےً متواتر ہے جیسے حدیث انما الاعمال بالنیات متواتر ہے اور مدعی پر قسم نہیں مدعی علیہ پر گواہی نہیں صبر حلف کے معنی ہیں یمین قسم، صبر یعنی روکنا جو قسم مال کے دعویٰ کو روک دے اسے جاری نہ ہونے دے اسے یمین صبر ہے یعنی دعوے کو روک دینے والی قسم بعض نے فرمایا کہ جھوٹی قسم یمین ہے (لمعات) بعض کے نزدیک مضبوط قسم یمین صبر ہے جس قسم سے مدعی ترک دعوے پر مجبور ہو جائے جیسے عرب میں نماز عصر کے بعد کی قسم یا حضور کے منبر و روضہ مطہرہ کے پاس قسم یا ہمارے ہاں قرآن مجید کو ہاتھ لگا کر یا سر پر رکھ کر قسم یا اپنے جوان بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر قسم یعنی محض قسم کھائے جھوٹی کھائے اور محض کھائے دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لیے کھائے جیسے مال مارنا وغیرہ یعنی قیامت کے دن ظہور فضل خداوندی کے وقت جب رب تعالیٰ بڑے بڑے گنہگاروں پر رحم فرمارہا ہوگا اس جھوٹے پر رحم نہ کرے گا بلکہ اسے رحمت و محبت کی نظر سے دیکھے گا بھی نہیں اس آیت کریمہ کی شرح و تفسیر ہماری تفسیر میں ملاحظہ کیجئے یہاں اتنا سمجھ لیجئے کہ تجارت میں قیمت غیر مقصود ہوتی ہے اسی لیے سکہ بدل جانے سے بیع ختم نہیں ہوتی اور مبیع بدل جانے سے بیع ختم ہو جاتی ہے قیمت مبیع حاصل کرنے کا ذریعہ ہے جیسے روپیہ ذریعہ ہے غلہ وغیرہ حاصل کرنے کا اگر اس سے چیز نہ ملے تو روپیہ بیکار ہے جیسے کھوٹا روپیہ یا وہ روپیہ جس کا چلن جاتا رہا دنیا قیمت ہے آخرت اصل چیز اور پھر دنیا قیمت بھی ہے تھوڑی قل متاع الدنیا قلیل جو دنیا کے عوض دین برباد کرتا ہے وہ بے وقوف ہے کہ مقصود کے عوض غیر مقصود کو لیتا ہے اور بہت کے عوض تھوڑے کو لگاتا ہے ۵ اس حدیث کو احمد اور باقی چار صحاح نے اشعث ابن قیس اور ابن مسعود سے مرفوعًا روایت فرمایا رضی اللہ عنہم اجمعین یعنی ناحق مال ہو یا کوئی اور چیز جیسے حق قذف و تہمت، بیوی کی باری کا حق یا مردار کی کھال یا وہ نجاست جو مال نہیں مگر ان کا استعمال جائز ہے یہ حدیث ان سب حقوق کو شامل ہے (مرقات) پھر حق حقیر ہو یا عظیم مسلمان کی قید اہتمام ظاہر کرنے کے لیے ہے ورنہ ذمی اور مستامن کافر کا حق مار لینے کی بھی یہی سزا ہے لہذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ذمی کافر کا حق مار لینا جائز ہے۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدماءھم کدمائنا واموالھم کاموالنا ان کافروں کے خون اور مال مسلمانوں کے خون و مال کی طرح محترم ہیں اسی لیے اگر مسلمان ذمی کافر کا مال چوری کرے تو

رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَإِنْ كَانَ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِي لَهُ عَلَى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ فَلَا يَأْخُذَنَّهُ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ

ایک شخص نے عرض کیا کہ اگرچہ معمولی چیز ہو یا رسول اللہ تو فرمایا اگرچہ پیلو کی شاخ ہی ہو[1] (مسلم) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بشر ہوں[2] اور تم میری طرف مقدمہ لاتے ہو اور ممکن ہے کہ تمہارے بعض دوسرے کے مقابل اپنی دلیل میں زیادہ زبان آور ہو[3] تو میں اس کے لیے ایسا ہی فیصلہ کردوں جو اس سے سنوں تو میں جس کے لیے اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ فیصلہ کردوں تو وہ اسے ہرگز نہ لے کریں اس کے لیے

اس کا ہاتھ کٹے گا[4] اگر اس مجرم نے یہ کام حلال جان کر کئے تو کافر ہوگا اور دائمی جہنم کا مستحق اور اگر حرام سمجھ کر کیا تو ابرار کے ساتھ جنت کا اول داخلہ اس پر حرام ہوگیا ابرار کے ساتھ داخلہ سزا پائے گا پھر ایمان کی برکت سے بخشا جائے گا کیونکہ مسلمان کے لیے دوزخ میں ہمیشگی نہیں۔

[1] عرب میں پیلو (اراک) بہت معمولی درخت ہے پھر اس کی شاخ جس کا مسواک ہوتی ہے وہ تو بہت ہی حقیر چیز ہے اسی لیے معمولی چیز کو اس سے تشبیہ دیتے ہیں۔
[2] خدا یا خدا کا جز یا فرشتہ یا جن نہیں ہوں خاص انسان ہوں جو اولاد آدم ہے لہذا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں صرف بشر ہوں نہ نبی ہوں نہ رسول نہ نور نہ رحمۃ للعالمین وغیرہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اکمل صفات بخشی ہیں مگر حضور ہیں جنس بشر سے جیسے انما الله اله واحد کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی الٰہ ہے دو یا تین نہیں یہ مطلب کہ وہ الوہیت اور وحدانیت کے سوا کسی صفت سے موصوف نہیں جو کہ یہ ہے وہ مقتدر و مالک الملک وغیرہ اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ ہم بھی بشر اور بشر سے بعض دفعہ اجتہادی غلطی بھی ہو سکتی ہے اور دھوکا بھی دیا جا سکتا ہے، ہو سکتا ہے کہ بعض جھوٹے مدعی اپنے کو سچا ظاہر کریں ہم ان کا گواہی پر اعتماد کرکے اسے سچا مان لیں۔ خیال رہے کہ حضرات انبیاء کرام گناہ، بدعقیدگی اور ایمان کے امور سے معصوم ہیں خطاء اجتہادی غلطی سے معصوم نہیں لہذا حدیث واضح ہے اور عصمت انبیاء کے خلاف نہیں۔
[3] الحن بنا ہے لحن سے لحن کے بہت معنی ہیں آواز کہا جاتا ہے خوش الحان، زبان دانی، کلام کو ظاہر سے پھیرنا رب تعالیٰ فرماتا ہے: ولتعرفنهم في لحن القول فصاحت و بلاغت بعض میٹھے سے لحن اچھی چیز ہے بعض میٹھے سے بری، یہاں یعنی زبان دانی قدرت علی الکلام ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ جھوٹا آدمی قادر الکلام ہو اور سچا آدمی کلام پر قادر نہ ہو، جھوٹا اپنے کو سچا ظاہر کرکے اپنے حق میں فیصلہ کرالے۔
[4] خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر و بیشتر فیصلے ظاہر پر ہوتے تھے نہ کہ حقیقت پر تاکہ قیامت تک امت کے حکام فیصلوں میں حضور کی اس سنت پر عمل کریں کہ امت کے پاس وحی، الہام شرعی، غیب پر اطلاع نہیں، اگر حضور انور کے فیصلے سارے الہام وغیرہ پر ہوتے تو امت کیسے عمل کرتی اور بعض فیصلے کشف و الہام وحی پر بھی فرماتے تھے جیسے طعمہ ابن ابیرق کی چوری کا مقدمہ حضور نے اپنے کشف پر فرمایا، رب نے فرمایا انا انزلنا اليك الكتاب بالحق لتحكم بين الناس بما اراك الله لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں، وہاں بما اراك الله میں وحی کشف و الہام سب داخل ہیں کہ خواہ آپ کو دکھائے اس پر فیصلہ فرمادیں لہذا حدیث واضح ہے، قرآن کریم فرماتا ہے کہ خضر علیہ السلام نے ایک چھوٹے بچے کو قتل کردیا اور اس کی وجہ یہ

قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللّٰهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِيَمِينٍ وَشَاهِدٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَلْقَمَةَ ابْنِ وَائِلٍ

آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دیتا ہوں (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی بارگاہ میں بہت ناپسندیدہ شخص زیادہ سخت جھگڑالو ہے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ دیا قسم اور گواہ سے (مسلم) روایت ہے حضرت علقمہ ابن وائل سے وہ اپنے والد

بیان فرمایا کہ میں بھی بشر ہوں کہ ظاہر پر فیصلہ کرتا ہوں یہ ہے حقیقت پر فیصلہ کرنا مجھ پر لازم نہیں، کوئی قصور نہیں کیونکہ خضر علیہ السلام نے قتل کر دیا رب تعالیٰ قیامت میں گواہوں تحریروں پر فیصلہ فرمائے گا یہ ہے ظاہری قانون۔ ۲؎ یعنی میرا یہ فیصلہ گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار پر ہوگا جو ظاہر پر ہوگا۔ اگر واقعہ اس فیصلہ کے خلاف ہو اور فریق دوم کو معلوم ہو تو اس کے لیے اس فیصلہ سے وہ چیز حلال نہ ہو جائے گی حکم حاکم حرام کو حلال نہیں کر سکتا لہٰذا اگر حاکم جھوٹی گواہی پر مال یا عورت یا طلاق کا غلط فیصلہ کر دے تو مدعی اپنے مقابل کا نہ مال لے نہ قصاص نہ طلاق کی جھوٹی گواہی پر اس کی عورت سے نکاح کرے۔ خیال رہے کہ جھوٹی گواہی وغیرہ سے جو فیصلہ ہوگا وہ فیصلہ حق ہوگا مگر اس فیصلہ میں حاکم گنہگار نہ ہوگا فریقین اور گواہ گنہگار ہوں گے لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرات انبیاء کرام خطاء اجتہادی پر قائم نہیں رہتے رب تعالیٰ انہیں مطلع فرما دیتا ہے تو اس غلط فیصلہ پر حضور قائم کیوں رہتے تھے بذریعہ وحی مطلع کیوں نہ کیے جاتے تھے کیونکہ خطاء اجتہادی فیصلہ جو غلط ہو تب ہے مگر یہاں اصل پر گناہ نہیں اور یہاں فیصلہ حق ہے کیونکہ دلیل پر مبنی ہے۔ یہ فرق ضرور خیال میں رہے (مرقات)۔

نوٹ ضروری: ایک چیز دو قسم کی ہے حاکم ہر معاملہ میں اپنے حکم سے نافذ کر سکتا ہو وہاں حاکم کا ایسا فیصلہ اسے حلال کر دے گا لہٰذا اگر کنواری لڑکی کے نکاح کے جھوٹے گواہ قائم کر دئیے گئے اور حاکم نے نکاح کا فیصلہ کر دیا تو امام اعظم کے نزدیک یہ فیصلہ ظاہراً و باطناً نافذ ہو جائے گا اور اس شخص کو صحبت حلال ہو گی کیونکہ حاکم لڑکی کا ولی ہے وہ نکاح اس کا کرا سکتا ہے۔ یہ فیصلہ باطن پر ہوگا چنانچہ حضرت علی کے زمانہ میں ایک ایسا ہی مقدمہ نکاح کا پیش ہوا کسی نے ایک عورت سے نکاح کا دعویٰ کیا عورت نے انکار کیا، مرد نے دو گواہ قائم کر دئیے جناب علی نے نکاح کا فیصلہ فرما دیا عورت نے عرض کیا حضور آپ میرا نکاح اس شخص سے ہی پڑھا دیجئے تاکہ حرام سے بچوں جناب علی نے فرمایا کہ میرا یہ فیصلہ ہی تیرا نکاح ہے (اصول جامع کتاب الحیل) اور یہ بھی وغیرہ یہاں ان حقوق طلاق کے فیصلوں کا ذکر ہے جن میں حاکم ولی نہیں اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھیے جس میں دلائل سے یہ مسئلہ ثابت کیا گیا ہے۔ ۳؎ الد بنا ہے لدید سے بمعنی سخت جھگڑالو خصم بنا ہے خصومت سے بمعنی بہت جھگڑا کرنے والا یعنی بہت سخت جھگڑالو، رب تعالیٰ فرماتا ہے "وھو الد الخصام" یعنی ناحق جھگڑے باز آدمی رب کی بارگاہ میں ناپسند ہے۔ ۴؎ اس حدیث کے معنی حضرت امام شافعی وغیرہ یہ کرتے ہیں کہ مدعی کے پاس ایک گواہ تھا حضور نے مدعی سے وہ گواہ قبول فرما لیا اور اس مدعی سے ایک قسم لے لی اور اس ایک گواہ اور ایک قسم پر اس کے حق میں فیصلہ فرما دیا چنانچہ ان حضرات کے ہاں ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کرنا جائز ہے مگر امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مدعی پر قسم نہیں قسم مدعیٰ علیہ پر ہے اور ایک گواہ کافی نہیں، عام حقوق میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔ ثبوت

عَنْ اَبِيْهِ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِّنْ كِنْدَةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا غَلَبَنِيْ عَلٰى اَرْضٍ لِّيْ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ اَرْضِيْ وَفِيْ يَدِيْ لَيْسَ لَهٗ فِيْهَا حَقٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ اَلَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا قَالَ فَلَكَ يَمِيْنُهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَّا يُبَالِيْ مَا حَلَفَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ قَالَ لَيْسَ لَكَ مِنْهُ اِلَّا ذٰلِكَ فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ فَقَالَ رَسُوْلُ

۱؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حضرموت کا اور ایک شخص کندہ کا حاضر ہوا ۲؎ حضرمی نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے میری زمین پر قبضہ کرلیا ہے (جبراً قبضہ) کندی بولا وہ زمین میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے ۳؎ اس میں اس شخص کا کچھ حق نہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی سے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہیں عرض کیا نہیں فرمایا تو تجھے اس کی قسم (ملنا) ثابت ہوگی کہ وہ بولا یا رسول اللہ یہ شخص فاسق ہے پرواہ نہیں کرتا کہ کس چیز پر قسم کھائے اور کسی چیز سے بچتا نہیں فرمایا تیرے لیے اس کی طرف سے اس کے سوا کچھ نہیں ہے وہ دوسرا قسم کھانے اٹھا تو فرمایا رسول

زنا کے لیے چار مردوں کی گواہی لازم ہے. جہاں کہیں ایک کی خبر قبول ہے وہاں وہ خبر ہے گواہی نہیں جیسے رمضان کے چاند کا ثبوت جبکہ مطلع صاف نہ ہو گرد و غبار ہو یا ابر ہو یا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت کا ایک گواہ کہ وہ شرعی گواہ نہ تھا بلکہ بطور معجزہ ایک شیر خوار بچے نے عصمت کی خبر دی تھی خیال رہے کہ مذہب حنفی نہایت ہی قوی ہے اور ان تینوں ائمہ رضی اللہ عنہم کا یہ استدلال بہت ہی ضعیف ہے چند وجوہ سے ایک یہ کہ ان ائمہ کے نزدیک بھی ایک گواہی اور ایک قسم پر فیصلہ صرف مالی مقدمات میں ہوگا. دوسرے مقدمات میں صرف گواہیاں ضروری ہوں گی. لہٰذا یہ حدیث ان کے حق کے بھی خلاف ہوگی. دوسرے یہ کہ اگر اس حدیث کے وہ معنی ہوں جو ان حضرات نے سمجھے تو یہ حدیث آیت قرآنی کے خلاف ہوگی رب تعالیٰ فرماتا ہے وان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان اپنے میں سے دو عادل مردوں کو گواہ بناؤ. نیز فرماتا ہے واشھدوا ذوی عدل منکم اور گواہ بناؤ دو عادل. قرآن پاک ایک مرد دو عورتیں یا دو مرد اور کتاب اللہ کے مقابل عمل ہے. تیسرے یہ کہ اس معنی سے حدیث ایک متواتر حدیث کے خلاف ہوگی البینة على المدعي واليمين على من انكر گواہی مدعی پر ہے اور قسم انکار کرنے والے مدعا علیہ پر یہاں قسم اور گواہی کی تقسیم فرمادی تو مدعی کو قسم کیسے کھا سکتی ہے. لہٰذا احناف کے ہاں اس حدیث کے دو معنی ہیں. ایک یہ کہ یہاں یمین و شاہد سے جنس مراد ہے اور قضا سے عام فیصلے معنی یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی فیصلے مدعا علیہ کی قسم اور مدعی کی گواہی پر کیے یعنی علی الاکثر پر نہیں کیے تاکہ امت کے لیے سنت ہو دوسرے معنی یہ کہ یہاں قضا سے فیصلہ مدعی علیہ کے حق میں مراد ہے یعنی ایک واقعہ میں مدعی کے پاس ایک گواہ تھا اور مدعی علیہ نے قسم کھائی تو حضور نے مدعی علیہ کے حق میں فیصلہ یا ہر گز گزر دیکا خطاب کل نہ تھا ان معانی سے مذکورہ تعارضوں میں سے کوئی قباحت نہ رہی ۲؎ یہ علقمہ تابعی ہیں کندی ہیں حضرمی ہیں ان کے والد وائل ابن حجر صحابی ہیں علقمہ کو ابن حبان نے ثقہ فرمایا ۳؎ حضرموت یمن کا ایک مشہور شہر ہے اور کندہ یمن کا ایک قبیلہ ہے جو کاف کے کسرہ سے ۴؎ یعنی حضرمی نے کندی پر غصب کا دعویٰ کیا اور کندی نے جواب دعویٰ کیا کہ میں نے جواب دعوے میں یہ کہا کہ یہ زمین ملک ہے میرا قبضہ ہے ۵؎ معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں قابض مدعی علیہ ہوتا ہے غیر قابض مدعی ہوتا ہے اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما ادبر لئن حلف علی مالہ لیاکلہ ظلما لیلقین اللہ و ھو عنہ معرض رواہ مسلم وعن ابی ذر انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ادعی ما لیس لہ فلیس منا ولیتبوا مقعدہ من النار رواہ مسلم و عن زید بن خالد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا اخبرکم بخیر الشھداء الذی یاتی بشھادتہ قبل ان یسالھا رواہ مسلم وعن ابن مسعود رض

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وہ پھر گئے کہ اگر اس نے اس کے مال کی قسم کھالی تاکہ اسے ظلماً کھا جائے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے غیر متوجہ ہوگا ۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوذر سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو کوئی اس چیز کا دعویٰ کرے جو اس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں ڈھونڈ لے ۶؎ (مسلم) روایت ہے حضرت زید ابن خالد سے ۷؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تم کو بہترین گواہوں کی خبر نہ دوں ۸؎ وہ گواہ ہے جو طلب کیے جانے سے پہلے گواہی دے ۹؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے

سے غیر متوجہ ہوگا یعنی غضب فرمائے گا اور کفارہ قسم عادی کی بنا پر ... اس سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کا حق مارنا بڑا جرم ہے ... گواہی میں ... سے حق پورا کرتا ہے۔ واشہدوا ذوی عدل منکم اپنے مسلمانوں میں سے دو عادل گواہ بناؤ قسم میں یہ پابندیاں نہیں کیونکہ گواہی الزام کے لیے ہے اور قسم دفع کے لیے الزام اور دفع میں بڑا فرق ہے کافر قسم کے ذریعہ اپنے سے مدعی کا دعویٰ دفع کر سکتا ہے۔ ۳؎ یعنی قسم کھانے کو اور اس کے لیے تیار رہا۔ عدالت سے ... نہیں۔ ۴؎ اور اس پر رحمت ... ذکر کیا۔ اس حدیث سے چند فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ قابض بغیر ثبوت کے مستحق ہے اور دوسرے یہ کہ اگر مدعی علیہ اقرار نہ کرے تو اس پر قسم کھانا لازم ہے اگر قسم سے انکار کرے گا تو مدعی کے حق میں فیصلہ ہوگا تیسرے یہ کہ مدعی کے گواہ مدعی علیہ کی قسم پر مقدم ہیں کہ گواہ ہوں تو اس سے قسم لی جاوے ... یہ کہ دوران مقدمہ میں ایک فریق دوسرے کو فاسق و فاجر وغیرہ الفاظ کہے تو اسے برداشت کرنا پڑیں گے حاکم فسق کا ثبوت نہ مانگے گا ... گواہ کہ اگر مدعی علیہ مدعی کے گواہوں کو فاسق کہے تو حاکم ان کی عدالت کی تحقیق کرے گا۔ ۵؎ یعنی جھوٹا دعویٰ اور گناہ کبیرہ ہے جھوٹ بولنا دوسرے کے حق مارنے کی کوشش کرنا اللہ اور بندے ... سے نکل جاتا ہے مومن کو ان عیوب سے پاک و صاف ہونا چاہیے۔ ۶؎ ڈھونڈ لے ... یعنی خبر ہے یعنی وہ آگ کا مستحق ہے۔ ۷؎ آپ صحابی ہیں جہنی ہیں آپ کی وفات ۷۸ھ میں ہوئی پچاسی سال عمر پائی عبدالملک کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی ... ۸؎ شہداء جمع ہے شاہد کی بھی شہید کی بھی یہاں شاہد کی جمع ہے ۹؎ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ کسی کے پاس کسی مدعی کے حق کی گواہی ہے اور مدعی کو اس کی خبر نہیں اگر یہ گواہی نہ دے تو اس کا حق مارا جائے تب اس پر لازم ہے کہ خود مدعی کو خبر دے دے کہ میں تیرے حق کا عینی گواہ ہوں تاکہ اس کا حق نہ مارا جائے یہ گواہی امانت ہے جس کا چھپانا خیانت ہے دوسرے یہ کہ حقوق شرعیہ کی گواہی دینا واجب ہے اگرچہ اس کا دعویٰ نہ ہو جیسے طلاق عتاق وقف ... وصیت ... جیسی چیزوں کی گواہی قاضی کے ہاں خود سے ... بغیر طلب کیے ... گواہوں کے متعلق ہے ... فرماتا ہے واقیموا الشہادۃ للہ چونکہ ان گواہیوں سے انسانی اور حقوق شرعیہ وابستہ ہیں لہذا ضرور ادا کرے طلب کا انتظار نہ کرے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِيْنَهُ وَيَمِيْنُهُ شَهَادَتَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

وَعَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلٰى قَوْمٍ الْيَمِيْنَ فَأَسْرَعُوْا فَأَمَرَ أَنْ يُسْهَمَ بَيْنَهُمْ فِي الْيَمِيْنِ أَيُّهُمْ يَحْلِفُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین لوگ میرے ہم زمانہ ہیں پھر وہ جو ان سے متصل ہوں گے پھر وہ جو ان سے ملے ہوں گے پھر ایسی قوم آئے گی جن میں ہر ایک کی گواہی اس کی قسم پر پہل کرے گی اور اس کی قسم اس کی گواہی پر (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر قسم پیش فرمائی تو انہوں نے جلد بازی کی تو حضور نے حکم دیا کہ قسم میں ان کے درمیان قرعہ ڈالا جائے کہ کون قسم کھائے گا۔ (بخاری) دوسری فصل یہ روایت ہے

رمضان و عید کے چاند کی گواہی خود دے، اس حدیث میں بغیر گواہ بنائے گواہی دینے کی برائی ہے۔ یشہدون ولا یستشہدون [illegible] جھوٹی گواہی مراد ہے (لمعات، مرقات، اشعہ)۔ ۱؎ قرن کے لغوی معنی ہیں ساتھ، ہے اقتران سے بمعنی ہم زمانہ لوگ۔ قرن اسی لیے کہتے ہیں کہ ہم زمانہ ایک گروہ کے ساتھ رہتے ہوتے ہیں اس میں گفتگو ہے کہ قرن یعنی زمانہ کس مدت کا نام ہے تیس سال، چالیس سال، ساٹھ سال، ستر سال، اسی سال، سو سال، آخری قول زیادہ قوی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا عش قرنا یعنی ایک زمانہ تک جیتے رہو تو وہ سو برس جیا (مرقات) بعض اہل اللہ فرماتے ہیں کہ حضرات خلفائے راشدین کا زمانہ حضور انور کا زمانہ ہے پہلے ثم میں صدیق اکبر کی طرف، دوسرے میں حضرت عمر کی طرف، تیسرے میں حضرت عثمان کی طرف اور چوتھے میں حضرت علی کی طرف اشارہ ہے۔ بعض نے فرمایا کہ حضور کے صحابہ حضور کے قرن میں، بعض نے فرمایا کہ حضور انور کی ظاہری حیات شریف کا زمانہ حضور کا زمانہ ہے (از مرقات، اشعہ مع زیادت)۔ خیال رہے کہ زمانہ نبی اور ہے زمانہ نبوت کچھ اور، حضور کا زمانہ نبوت تاقیامت ہے، جس زمانہ میں لوگ حضور کو دیکھ کر صحابی بنتے تھے وہ زمانہ محدود رہا مگر آج بھی زمانہ حضور کا ہے۔ لطیفہ ایک صاحب نے بدعت کی تعریف کی کہ بدعت وہ ہے جو حضور کے زمانہ کے بعد پیدا ہو تو ایک عاشق رسول شاعر نے کہا کہ آج کس کا زمانہ ہے آج بھی انہیں کا زمانہ ہے [illegible] کلمہ پڑھتے ہیں محمد رسول اللہ [illegible] زمانہ ان کا نہیں [illegible] وہ جو ہمارے رسول ہیں زندہ ہیں ان کی رسالت بھی تا قیامت دائم ہے۔ ۲؎ یعنی تابعین اور تبع تابعین۔ خیال رہے کہ صحابی وہ مومن انسان ہیں جنہوں نے حضور انور کو ایک نگاہ دیکھا ایک آن کے لیے صحبت پائی، اور تابعی وہ لوگ جنہوں نے صحابی کی مستقل صحبت پائی ہو، ایسے ہی تبع تابعین وہ جنہوں نے تابعی کی صحبت پائی ان کا فیض حاصل کیا، لہذا امام ابو حنیفہ تابعی ہیں [illegible] صحابی [illegible] فیض صحابہ حاصل [illegible] اسی لیے یہاں مرقات نے یلونهم کے معنی کیے [illegible] ۳؎ یعنی جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسموں پر دلیر ہوں گے پرواہ نہ کریں گے کہ اپنی گواہی کو قسم سے ثابت کریں یا جھوٹی قسم کو جھوٹی گواہی سے ثابت کریں [illegible] اسی حدیث کی بنا پر حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ جو گواہ قسم کھا کر گواہی دے اس کی گواہی رد ہے [illegible] ہماری تحقیق

عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده أن النبي صلی الله علیه وسلم قال البینة علی المدعي والیمین علی المدعی علیه رواه الترمذي. وعن أم سلمة عن النبي صلی الله علیه وسلم في رجلین اختصما إلیه في مواریث لم تکن بینهما بینة إلا دعواهما فقال من قضیت له بشيء من حق أخیه فإنما أقطع له قطعة من النار فقال الرجلان کل واحد منهما یا رسول الله صلی الله علیه وسلم حقي هذا لصاحبي فقال لا ولکن اذهبا فاقتسما وتوخیا الحق ثم استهما ثم لیحلل کل واحد منکما صاحبه

حضرت عمرو ابن شعیب وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ مدعی پر ہے اور قسم مدعا علیہ پر (ترمذی) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ان دو شخصوں کے بارے میں جو حضور کی طرف میراث کا مقدمہ لائے کہ ان دونوں کے پاس سوا دعویٰ کے کوئی گواہ نہ تھا تو فرمایا کہ میں جس کے لیے اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دوں تو میں اس کے لیے آگ کا ٹکڑا کاٹتا ہوں [illegible] تب وہ دونوں شخص رو پڑے ہر ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا حق میرے اس صاحب کے لیے ہے تو فرمایا نہیں لیکن جاؤ پھر تقسیم کرو اور حق کی تلاش کرو پھر قرعہ ڈالو پھر تم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی سے معافی مانگ لے

مرقات شرح مشکوٰۃ میں یہاں فرمایا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زمانۂ صحابہ تمام زمانوں سے افضل ہے [illegible] حضور سے دور ہو جائے گا خیریت کم ہو جائے گی [illegible] اس حدیث کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ ایک شخص نے کسی جماعت کے خلاف دعویٰ کیا اس کے پاس گواہ نہیں قسم اس جماعت پر آئی ان میں سے ہر شخص نے پہلے قسم کھانے کی کوشش کی تب قرعہ ڈالا گیا شافعی فرماتے ہیں کہ اس کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں نے کسی چیز کا دعویٰ کیا جو کسی تیسرے کے قبضہ میں ہے وہ قابض کہتا ہے کہ مجھے پتہ نہیں ان میں سے کس کی ہے اور دونوں مدعیوں کے پاس گواہ نہیں یا دونوں کے پاس گواہ ہیں [illegible] فرماتے ہیں کہ اس صورت میں قرعہ ڈالا جائے جس کے نام پر قرعہ نکلے اس سے قسم لی جائے [illegible] امام شافعی کے اس میں [illegible] امام اعظم فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو نصف نصف دے دی جائے واللہ اعلم (لمعات و اشعہ و مرقات) [illegible] کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں اور مدعیٰ علیہ اس کے دعویٰ کا انکار کرے تو مدعی قسم کا مطالبہ کرے [illegible]

۲ یعنی [illegible] دو صاحبوں نے دعویٰ کیا [illegible] ہر ایک یہ کہتا تھا کہ یہ چیز میرے عزیز کی میراث میں [illegible] اور کسی کے پاس گواہ نہیں ۳ یعنی [illegible] فیصلہ [illegible] غیر مستحق کے لیے یہ چیز حلال نہ کر دے گا اگر واقعی وہ [illegible] ورنہ [illegible] اس کی تحقیق [illegible] چونکہ حضور [illegible] فیصلے کتنی قسم کے ہیں اور کس فیصلہ کا کیا حکم ہے ۴ سبحان اللہ [illegible] ۵ یعنی یہ چیز دونوں صاحب [illegible] تقسیم کر لو [illegible]

وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ إِنَّمَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا بِرَأْيِي فِيمَا لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَ
عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَجُلَيْنِ تَدَاعَيَا دَابَّةً فَأَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْبَيِّنَةَ أَنَّهَا دَابَّتُهُ
نَتَجَهَا فَقَضَى بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلَّذِي فِي يَدِهِ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ
وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ أَنَّ رَجُلَيْنِ ادَّعَيَا بَعِيرًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَبَعَثَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِشَاهِدَيْنِ فَقَسَمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ وَلِلنَّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَهْ أَنَّ رَجُلَيْنِ ادَّعَيَا

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں تمہارے درمیان اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں ان چیزوں میں جن میں مجھ پر نزول وحی نہیں ہوا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے کہ دو شخصوں نے ایک گھوڑی کے متعلق دعویٰ کیا تو ان میں سے ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ یہ جانور میرا ہے میں نے اسے جنوایا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا جس کے قبضہ میں تھی (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے کہ دو شخصوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک اونٹ کا دعویٰ کیا پھر ان میں سے ہر ایک نے دو گواہ قائم کیے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان آدھا آدھا بانٹ دیا (ابوداؤد) اور ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ دو شخصوں نے

ایک اونٹ کا دعویٰ

معلوم ہوا کہ یہ حقیقت [illegible] فیصلہ نہیں، بلکہ صاحب حق کی حق رسی کا ذریعہ ہے ان دونوں میں ہر شخص کا خیال یہ تھا کہ یہ جانور میرا ہے [illegible] آدمی آدھی [illegible] تقسیم بالکل درست ہے اور [illegible] کے لیے قرعہ ڈالو [illegible] اس کے بعد ہر ایک دوسرے کو اپنے حق سے بری کر دے کہ اگر اس کا حق دوسرے کی طرف چلا گیا ہو تو [illegible] معاف کر دے [illegible] احناف کا یہی قول ہے [illegible] فیصلے [illegible] الہام [illegible] جب [illegible] اجتہاد سے فیصلہ فرماتے [illegible] حضرات انبیاء کرام [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] گھوڑی [illegible] فیصلہ [illegible] گواہ [illegible] حدیث [illegible] [illegible]

بَعِيرًا لَيْسَتْ لِوَاحِدٍ مِّنْهُمَا بَيِّنَةٌ فَجَعَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا فِي دَابَّةٍ وَلَيْسَ لَهُمَا بَيِّنَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَهِمَا عَلَى الْيَمِينِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ حَلَّفَهُ احْلِفْ بِاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ مَا لَهُ عِنْدَكَ شَيْءٌ يَعْنِي لِلْمُدَّعِي رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ۔ وَعَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ

کہ ان دونوں میں سے کسی کے پاس گواہ نہ تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹ ان دونوں کے درمیان کر دیا روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ دو شخصوں نے ایک جانور میں جھگڑا کیا اور ان کے پاس گواہ نہ تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم پر قرعہ ڈالو (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا جس سے قسم لی کہ اس اللہ کی قسم کھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تیرے پاس اس مدعی کی کوئی چیز نہیں (ابوداؤد) روایت ہے حضرت اشعث ابن قیس سے فرماتے ہیں کہ میرے اور ایک

یا اس کی قیمت دونوں نصف نصف تقسیم کرلیں یہ مطلب نہیں کہ ذبح کرکے دونوں میں تقسیم فرما دیا ایسے مقدمات میں یہی فیصلہ ہونا چاہیے یہ جب ہے جبکہ کسی کی گواہی خاص علامت سے قوت نہ پاتی ہو ورنہ علامت والے کی گواہی کو قوت ہوگی اور اس کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ ۲؎ شاید یہ دوسرا واقعہ ہے پہلا واقعہ کوئی اور تھا ممکن ہے کہ وہی واقعہ ہو جو ابھی ابوداؤد کے حوالے سے مذکور ہوا اور گواہ نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دونوں کے پاس گواہ تھے جو تعارض کی وجہ سے ساقط ہوگئے لہذا دونوں کے پاس گواہی معتبر نہ رہی مرقات نے فرمایا کہ اسی توجیہ کو ترجیح دی ہے ۳؎ اس کا مطلب یہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ جانور کو مشترک قرار دیا گیا ۴؎ اس کا بھی وہی مطلب ہے جو فصل اول کی آخری حدیث کے ماتحت بیان ہوا کہ دو شخصوں نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو کسی تیسرے شخص کے قبضہ میں تھی اور وہ اس کا مدعی نہ تھا بلکہ کہتا تھا کہ مجھے خبر نہیں کہ اس کا مالک کون ہے اور ان دونوں مدعیوں کے پاس گواہ نہ تھے تب حضور انور نے بذریعہ قرعہ ایک سے قسم لی کیونکہ وہ دوسرے کے حق کا انکاری تھا اور بعد قسم اسے وہ شے دے دی یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تائید کرتی ہے کہ ان کا مذہب ایسے واقعہ کے متعلق یہی ہے امام شافعی کے ہاں ایسی حالت میں وہ چیز اسی تیسرے کے پاس ہی چھوڑ دی جائے گی اور امام اعظم کے ہاں دونوں مدعیوں میں آدھی آدھی تقسیم ہوگی لہذا یہ حدیث منسوخ ہے اس کی ناسخ وہ حدیث ہے جس میں تقسیم کا ذکر ہے واللہ اعلم (مرقات) ۵؎ معلوم ہوا کہ مدعا علیہ سے قسم لیتے وقت رب تعالیٰ کی بعض صفات کا ذکر بھی کیا جاوے تاکہ قسم کھانے والے کے دل میں ہیبت پیدا ہو اور اس سے جھوٹی قسم کا بچاؤ ہو جائے اس کی مشہور قسم یہ ہے کہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم اتارا رب کعبہ کی قسم ۶؎ یعنی مدعی کی کوئی چیز اور تقسیم سے بچنے کے لیے تقسیم ۷؎ آپ کا نام اشعث ابن قیس ابن معدی کرب کنیت ابو محمد ہے کندی ہیں ۱۰ھ میں وفد کندہ کے ہمراہ آئے حضور کے ہاتھ شریف پر اسلام قبول کیا اپنی قوم کے سردار تھے حضور کی وفات کے بعد اپنے قبیلہ کے ساتھ مرتد ہوگئے پھر خلافت صدیقی میں دوبارہ اسلام لائے حضرت صدیق اکبر نے اپنی ہمشیرہ کا آپ سے نکاح کر دیا پھر آپ حضرت سعد ابن ابی وقاص کے ساتھ عراق کی جنگ میں گئے اور قادسیہ مدائن اور نہاوند آپ نے فتح کیے پھر کوفہ میں قیام رہا۔

رَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ اَرْضٌ فَجَحَدَنِيْ فَقَدَّمْتُهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
اَلَكَ بَيِّنَةٌ قُلْتُ لَا قَالَ لِلْيَهُوْدِيِّ اِحْلِفْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا يَحْلِفُ فَيَذْهَبُ
بِمَالِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا الْاٰيَةَ
رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْهُ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ كِنْدَةَ وَرَجُلًا مِّنْ حَضْرَمَوْتَ
اِخْتَصَمَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَرْضٍ مِّنَ الْيَمَنِ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ اِنَّ اَرْضِيْ اِغْتَصَبَنِيْهَا اَبُوْ هٰذَا وَهِيَ فِيْ يَدِهٖ قَالَ هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ

یہودی شخص کے درمیان زمین تھی اس نے انکار کردیا میں اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا تو حضور نے فرمایا کیا تیرے پاس کوئی گواہ ہیں میں نے عرض کیا نہیں تو یہودی سے فرمایا تو قسم کھا میں نے عرض کیا یارسول اللہ تب تو یہ قسم کھا جائے گا اور میرا مال لے جائے گا تب اللہ تعالٰی نے یہ آیت اتاری بے شک وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت خریدتے ہیں (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے کہ ایک شخص کندہ کا اور ایک شخص حضرموت کا یہ دونوں اپنا مقدمہ یمنی زمین کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لائے تو حضرمی بولا یارسول اللہ زمین میری ہے اس کے باپ نے مجھ سے غصب کرلی تھی اور وہ زمین اس کے قبضہ میں ہے فرمایا کیا تیرے پاس گواہ ہیں عرض کیا

۴۰ھ میں کوفہ میں وفات پائی آپ کی نماز جنازہ امام حسن نے پڑھائی جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ رہے صلح کے وقت امیر معاویہ کے ہمراہ تھے مرقات۔ لہذا آپ امام شافعی کے ہاں صحابی ہیں اور احناف کے ہاں تابعی ہیں کیونکہ ارتداد کی وجہ سے آپ کی صحابیت ختم ہوچکی کہ احناف کے ہاں صحابیت کے لیے مسلسل مومن رہ کر وفات پانا شرط ہے (از مرقات) ۲ ظاہر یہ ہے کہ یہ جھگڑا اشعث اور یہودی کا تھا جیسا کہ آئندہ مضمون سے معلوم ہو رہا ہے ۳ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان مدعی کے مقابل میں کافر مدعا علیہ سے قسم لی جاوے گی کہ مسلمان مدعی علیہ کے مقابلہ میں مدعی کے کافر گواہ معتبر نہیں کیونکہ قسم دفع کے لیے ہوتی ہے اور گواہ ثبوت کے لیے لہذا کافر کی گواہی مسلمان مدعا علیہ پر الزام نہیں کرسکتی اس کی بحث کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیے ۴ مقصد یہ ہے کہ یہودی کی قسم کا اعتبار نہیں کیونکہ یہ کافر ہے اور کافر مسلمان کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں یہ جھوٹی قسم کھانے میں خوف نہیں کرتے ۵ اس آیت میں حضرت اشعث ابن قیس کو تو بتایا گیا کہ تم یہودی سے صرف قسم لینے کے مستحق ہو اب اگر وہ جھوٹی قسم کھائے تو وہ ذمہ دار ہے اور یہودی کو یہ بتایا گیا کہ توریت شریف میں بھی جھوٹی قسم کھانے پر وعید ہے لہذا قرآن میں بھی تیرے لیے یہی حکم ہے توریت کی طرح جرم ہوگا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت اشعث کے سوال کا جواب آیت میں نہ ہوا لہذا اعتراض ہے کہ آیت تو رب نے یہودیوں پر اتاری ہوگی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدعی علیہ کافر کی قسم مسلمان کے خلاف معتبر نہیں کافر کی قسم معتبر ہے ۶ یعنی یمن کے علاقہ میں ایک میری زمین تھی اس کے باپ نے ناجائز قبضہ کرکے مجھ سے چھین لی تھی اب اس کا باپ فوت ہوگیا اس نے بطور میراث اس زمین پر قبضہ کیا ہے اس لیے اس سے مقدمہ ہے کہ اس کے باپ نے میری زمین چھینی تھی مجھے دلوائی جاوے چونکہ غاصب زمین کا مالک نہیں ہوتا اس لیے یہ بیٹا بھی مالک نہیں اگرچہ غصب کا جرم اس کا نہ تھا اس سے معلوم ہوا کہ پرانے مقدمہ کی بھی سماعت حاکم کو کرنا چاہیے، جرم ہو یا نہ ہو

لَا وَلٰکِنْ اُحَلِّفُهٗ وَاللّٰهِ مَا یَعْلَمُ اَنَّهَا اَرْضِیْ اِغْتَصَبَنِیْهَا اَبُوْهُ فَتَهَیَّأَ الْکِنْدِیُّ لِلْیَمِیْنِ
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَقْتَطِعُ اَحَدٌ مَالًا بِیَمِیْنٍ اِلَّا لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ اَجْذَمُ
فَقَالَ الْکِنْدِیُّ هِیَ اَرْضُهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُنَیْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَکْبَرِ الْکَبَائِرِ الشِّرْکُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَالْیَمِیْنُ
الْغَمُوْسُ وَمَا حَلَفَ حَالِفٌ بِاللّٰهِ یَمِیْنَ صَبْرٍ فَاَدْخَلَ فِیْهَا مِثْلَ جَنَاحِ بَعُوْضَةٍ

نہیں لیکن اس سے قسم لو کہ اللہ کی قسم وہ نہیں جانتا کہ وہ میری زمین ہے جو اس کے باپ نے مجھ سے غصب کی ہے تب کندی
قسم کے لیے تیار ہو گئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی کا مال جھوٹی قسم سے نہیں مارے گا مگر وہ اللہ تعالیٰ سے کوڑھی ہو
کر ملے گا تو کندی بولے وہ زمین اسی کی ہے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن انیس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے بڑے سے بڑے گناہ اللہ کا شریک ٹھہرانا ہے اور ماں باپ کی نافرمانی اور گزشتہ پر جھوٹی قسم ہے اور نہیں قسم کھاتا
کوئی روکنے والی قسم کہ پھر اس میں مچھر کے پر برابر ملاوٹ کرے

یا اپنا سمجھا ہو یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ ناجائز قبضہ ناجائز ہے کوئی شخص ناجائز اپنے قبضہ کی وجہ سے اس کا مالک نہیں ہو جاتا یہ بھی معلوم ہوا کہ میت کے اپنے مملوکہ مال کی میراث
بٹے گی امانت، غصب، قرض، عاریت کی میراث جاری نہ ہوگی یہ چیزیں مالکوں کو واپس ہوں گی۔ یعنی اس مقدمہ میں مدعی تم ہو کہ خلاف ظاہر کا دعویٰ کرتے ہو اور یہ شخص مدعیٰ علیہ
قابض ہونے کی وجہ سے مدعیٰ علیہ ہے لہذا تم اس غصب کا گواہ پیش کرو۔ یعنی یہ اسود اتنا کہ جانتا ہے ورثہ نہ جاننے پر قسم کھا لے گا۔ یعنی اس نے قسم کھانا چاہی۔ یہ فرمان عالی
اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں، بعض اعمال کا اثر جسم پر قیامت میں نمودار ہوگا رب تعالیٰ فرماتا ہے یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ
...... کفر و ایمان بھی چہروں سے ظاہر ہوگا اور اعمال بد بھی ایسا جھوٹا حقیقۃً کوڑھی ہوگا بعض شارحین نے یہاں کوڑھی ہونے کی تاویل کی ہے کہ وہ
حرکت و برکت سے محروم ہوگا وغیرہ۔ سبحان اللہ یہ ہے شان نبوت کہ زبان کے کلمات میں اس کے دل کا حال بدل گیا اور سچی بات کہہ دی زمین سے دستبردار ہو گیا
یہ حدیث فصول اول میں بروایت حضرت عبداللہ ابن وائل گزر چکی مگر وہاں یہ ذکر نہ تھا کہ کندی نے یہ زمین چھوڑ دی۔ عبداللہ ابن انیس کے حضرت عمر کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ یہ
صحابی جہنی انصاری ہیں، غزوہ احد وغیرہ میں شریک ہوئے، مدینہ منورہ میں ۵۴ھ میں وفات پائی۔ جہاں شرک کا مقابلہ ایمان ہوتا ہے وہاں مراد مطلقاً کفر
ہوتا ہے کیونکہ ہر کفر رب سے بڑا گناہ ہے اگر رب تعالیٰ فرماتا ہے ان الشرک لظلم عظیم کفر بڑا ظلم ہے اور فرماتا ہے ولا تنکحوا المشرکین
حتی یؤمنوا کفر و مرتدوں سے مسلمان عورتوں کا نکاح نہ کرو، نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان نہ ہو جائیں۔ حضرت ابن عباس کی تحقیق اپنی تفسیر میں کی ہے کہ جہاں شرک کا مقابلہ ایمان ہو وہاں
وہاں مراد جہاں شرک کا تعلق ہوگا وہاں اس سے مراد ہر کفر ہوگا کفر کے معنی ہیں کسی اسلامی عقیدہ کا انکار کرنا جیسے نبی کی نبوت، قرآن کی حقانیت، قیامت، نماز، زکوٰۃ وغیرہ
کا انکار اور شرک کے معنی ہیں کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر ماننا یا اللہ تعالیٰ کی شان کا سا کسی کو ماننا یا رب کے برابر سمجھنا، ہر ایک کے عقیدے کے بغیر شرک نا ممکن ہے۔ دیکھو
جاری کتاب علم القرآن رب تعالیٰ فرماتا ہے ثم الذین کفروا بربهم یعدلون اور فرماتا ہے ولو تری اذ یتوفی... یہ سوال شرک میں

إِلَّا جُعِلَتْ نُكْتَةً فِي قَلْبِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ. وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْلِفُ أَحَدٌ عِنْدَ مِنْبَرِيْ هٰذَا عَلٰى يَمِيْنٍ اٰثِمَةٍ وَلَوْ عَلٰى سِوَاكٍ أَخْضَرَ إِلَّا تَبَوَّأَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ أَوْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ. وَعَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْإِشْرَاكِ

مگر قیامت تک اس کے دل میں داغ بنا دیا جاتا ہے۱ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے۲ روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں قسم کھاتا کوئی میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم اگرچہ ہری مسواک پر ہو مگر وہ اپنا ٹھکانہ آگ کا بنا لیتا ہے یا اس کے لیے آگ واجب ہو جاتی ہے۳ (مالک، ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت خریم ابن فاتک سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھی جب فارغ ہوئے تو سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تین بار فرمایا کہ جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے

؎ شرک سے کسی کو رب کے برابر سمجھنا، یہ خوب خیال رہے کہ ماں باپ اگرچہ کافر ہوں ان کے حقوق ادا کرنا ضروری ہیں، حقوق کے معنی میں ادائے حق کی کوتاہی کرنا سخت گناہ ہے۔ ۲؎ قسم تین کی ہے: قسم لغو، قسم منعقدہ، قسم غموس۔ بے خبری میں جھوٹی قسم جو منہ سے نکل جاوے وہ لغو ہے اس میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ، آئندہ کے متعلق قسم اگر پوری نہ کی جاوے تو کفارہ واجب ہے، گذشتہ واقعہ پر دیدہ و دانستہ جھوٹی قسم اس میں کفارہ نہیں گناہ ہے، غموس بنا ہے غمس سے بمعنی ڈبونا چونکہ یہ قسم انسان کو گناہ میں ڈبو دیتی ہے اسی لیے اسے یمین غموس کہتے ہیں۔ ۳؎ قسم صبر کے معنی پہلے عرض کیے جا چکے ہیں کہ ایسی قسم جو مقابل کو انکار سے روک دے جیسے کعبہ معظمہ یا منبر رسول کے پاس قسم یا بعد نماز عصر قرآن مجید سر پر رکھ کر قسم وغیرہ، یعنی یہ قسم اس کے دل میں ایسا میل پیدا کر دیتی ہے جیسے شیشہ یا شفاف تلوار میں گرد و غبار کے دھبے اور یہ داغ تا قیامت رہے گا، قیامت اس کا نتیجہ دیکھے گا جب جھوٹ کی علامت کا یہ حال ہے تو خاص جھوٹی قسم کا کیا حال ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ اعضاء ظاہری کا اثر دل پر پڑتا ہے جیسے کہ دل کا اثر ظاہری اعضاء پر ہوتا ہے دل کی رنج و خوشی چہرے سے ظاہر ہوتی ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ دل شیشہ آئینہ کی صفائی و شفافی اس کی صفائی کا باعث ہونا چاہیئے۔ ۲؎ یہ حدیث احمد، ابن حبان اور حاکم نے بھی روایت کی۔ ۳؎ اگرچہ کعبہ معظمہ کا منبر اور تمام عالم کی مسجدوں کے منبر حضور ہی کے ہیں مگر حضور انور کا ارادہ یہاں مسجد نبوی شریف کا منبر ہے جو ریاض الجنۃ کے دوسرے کنارہ پر واقع ہے۔ شعر

ایک طرف روضہ کی جالی، ایک سمت منبر کی بہار ٭ بیچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ وا

؎ یعنی دوسری جگہ جھوٹی قسم کھانے سے یہاں منبر کے سامنے جھوٹی قسم کھانا زیادہ خطرناک ہے کہ اس میں جھوٹ بھی ہے اور منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت بھی، یہ معلوم ہوا کہ اچھی جگہ اچھے وقت میں جیسے نیکی کا ثواب زیادہ ہوتا ہے ایسے ہی گناہ کا عذاب بھی زیادہ ہے، مکہ مکرمہ اور مہینوں میں روزہ توڑنے سے صرف قضا واجب ہوتی ہے مگر ماہ رمضان میں روزہ توڑنے پر قضا و کفارہ دونوں واجب ہیں ایک قضا کا ساٹھ روزے کا یہ کفارہ کیونکہ رمضان کی بے حرمتی ہے۔ ۴؎ آپ خریم ابن اخرم ابن شداد ابن عمرو ابن فاتک ہیں

بِاللّٰہِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَرَأَ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰہِ غَیْرَ مُشْرِکِیْنَ بِہٖ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤدَ وَابْنُ مَاجَۃَ وَرَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ عَنْ اَیْمَنَ ابْنِ خُرَیْمٍ اِلَّا اَنَّ ابْنَ مَاجَۃَ لَمْ یَذْکُرِ الْقِرَاءَۃَ وَعَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَجُوْزُ شَہَادَۃُ خَائِنٍ وَّلَا خَائِنَۃٍ وَّلَا مَجْلُوْدٍ حَدًّا وَّلَا ذِیْ غِمْرٍ عَلٰی اَخِیْہِ

کے برابر کیا گیا ہے پھر یہ آیت تلاوت کی کہ بچو گندگی یعنی بتوں سے اور بچو جھوٹی بات سے اللہ کی طرف جھکتے ہوئے اس کے ساتھ شرک نہ کرتے ہوئے (ابوداؤد، ابن ماجہ) اور اسے احمد و ترمذی نے حضرت ایمن ابن خریم سے روایت کیا مگر ابن ماجہ نے تلاوت کا ذکر نہ کیا۔ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں جائز ہے گواہی خیانت کرنے والے کی اور نہ خیانت کرنے والی کی اور نہ سزا کوڑے مارے ہوئے کی اور نہ کینہ والے کی اپنے بھائی کے خلاف۔

اسی لیے صحابہ میں یہ مسئلہ بہت مشہور ہے ... بعد میں شرک ثابت ... زور بنا ہے زَور بالفتح سے جس کے معنی ہیں مائل ہونا، ٹیڑھا ہونا، اصطلاح میں جھوٹ کو بھی زور کہتے ہیں اور ملمع سازی کو بھی کیونکہ جھوٹا آدمی جھوٹ کی وجہ سے راہ حق سے ہٹ جاتا ہے ملمع سازی بھی جھوٹ ہے کہ پیتل کو ملمع کرکے سونا دکھایا جاتا ہے یعنی قرآن کریم میں جھوٹی گواہی کو شرک کے ساتھ بیان فرمایا اور اسے شرک کے برابر قرار دیا کیونکہ شرک بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے، مشرک کہتا ہے رب دو ہیں یہ قولی جھوٹ ہے سمجھتا ہے کہ بت الٰہ ہیں یہ اعتقادی جھوٹ ہے نیز مشرک رب تعالیٰ کے خلاف جھوٹ بول کر اس کا حق مارتا ہے اور جھوٹا بندے کے خلاف جھوٹ بول کر اس کا حق مارتا ہے لہذا جھوٹ کو شرک سے بہت مناسبت ہے۔ ۲؎ مِنَ الْاَوْثَانِ میں مِنْ بیانیہ ہے اور اوثان رجس کا بیان ہے جیسے ظاہری پلیدی جسم یا کپڑے کو گندا کرتی ہے ایسے ہی بت پرستی دل کو گندا کرتی ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جیسے تم ظاہری گندگیوں سے گھن کرتے ہو ایسے ہی باطنی گندگیوں سے گھن کرو، باطنی گندگی بت پرستی اور جھوٹی گواہی ہے جسم سے زیادہ دل اور روح کی فکر کرو۔ ۳؎ حُنَفَاءَ جمع ہے حنیف کی، حنیف کے معنی ہیں کسی کی طرف جھکنا، مائل ہونا اور حنیف وہ ہے جو کسی سے الگ ہو کر اس سے مائل ہوا ہے حنیف وہ ہے جو باطل سے ہٹ کر حق کی طرف مائل ہو اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قرآن کریم نے حنیف فرمایا، ان کے صدقہ سے ہر مسلمان حنیف ہے کہ کفر سے ہٹا ہوا ہے۔ ۴؎ یعنی ابوداؤد وغیرہ نے تو والد سے روایت کی اور ترمذی نے بیٹے یعنی ایمن سے روایت کی، ایمن حضرت خریم کے بیٹے ہیں، ایمن کی صحابیت ثابت نہیں اس لیے ان کی روایت مرسل ہوگی۔ ۵؎ یعنی ابن ماجہ نے یہ بیان نہ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں آیت کریمہ فاجتنبوا الرجس تلاوت فرمائی۔

۱؎ خیانت ضد ہے امانت کی، کسی کا مال ناحق دبا لینا خیانت کی بہت صورتیں ہیں یہاں یا تو خیانت سے یہی مال دبا لینا مراد ہے یا اس سے ہر فسق و بدکاری مراد، گناہ کبیرہ کرنا یا گناہ صغیرہ پر اڑ جانا اسے کہتے ہیں فسق ہے اور ہر فسق خیانت ہے کہ اس میں حق اللہ یا حق العبد کی خیانت ہے لہذا اس سے ہر فاسق خائن ہے، مرقات نے یہاں خائن کے یہی معنی کیے یعنی فاسق، شرح السنۃ نے بھی یہی معنی کیے تو مطلب یہ ہے کہ فاسق معلن کی گواہی قبول نہیں قرآن کریم فرماتا ہے واشھدوا ذوی عدل منکم اپنے میں سے دو عادلوں کو گواہ بناؤ اسی لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ شرابی، زانی، جوئے باز، داڑھی منڈے وغیرہ فساق کی گواہی قبول نہیں، اس حکم کا ماخذ یہ حدیث اور یہ آیت ہے۔ ۲؎ خیال رہے کہ ...

وَلَا ظَنِيْنٍ فِيْ وَلَاءٍ وَلَا قَرَابَةٍ وَلَا الْقَانِعِ مَعَ اَهْلِ الْبَيْتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَيَزِيْدُ بْنُ زِيَادِ الدِّمَشْقِيُّ الرَّاوِيْ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ. وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ وَلَا زَانٍ وَلَا زَانِيَةٍ وَلَا ذِيْ غِمْرٍ عَلٰى اَخِيْهِ وَرَدَّ شَهَادَةَ الْقَانِعِ لِاَهْلِ الْبَيْتِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ

اور نہ ولاء و نسب میں تہمت والے کی اور نہ کسی گھر والوں کے خرچ پر گزارہ کرنے والے کی (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور یزید ابن زیاد دمشقی راوی منکر الحدیث ہے۔ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا: نہ تو خیانتی مرد کی گواہی جائز ہے نہ خیانتی عورت کی اور نہ زانی مرد کی نہ زانیہ عورت کی نہ دل میں کینہ رکھنے والے کی اپنے بھائی کے خلاف اور رد فرمائی اس کی گواہی جو کسی کے خرچ پر گزارہ کرتا ہو ان گھر والوں کے لیے (ابوداؤد)

کہ تہمت لگانے والے کو بھی وارث کرتے، اگر یہاں مراد یہ ہے کہ وہ شخص جسے تہمت کی سزا دی گئی ہو مردود الشہادۃ صرف یہی شخص ہے نہ کہ پہلے وہ اس پر ساری امت کا اجماع بھی ہے قرآن کریم کی تصریح بھی، رب تعالٰی فرماتا ہے والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شہادۃ ابدا واولئک ھم الفٰسقون الا الذین تابوا۔ مگر ہمارے امام اعظم کے ہاں قاذف تہمت لگانے والا کی گواہی توبہ کے بعد بھی قبول نہیں ہمیشہ مردود الشہادۃ رہے گا۔ مگر امام شافعی کے ہاں بعد توبہ اس کی گواہی قبول ہوگی، وہ فرماتے ہیں الا الذین تابوا کا تعلق لاتقبلوا سے ہے اور ہمارے ہاں اس کا تعلق فاسقون سے ہے یعنی یہ لوگ فاسق ہیں سوا توبہ کرنے والوں کے، نیز امام شافعی کے ہاں قاذف یعنی تہمت لگانے والا مردود الشہادۃ ہے۔ مگر ہمارے ہاں کوڑے لگنے کے بعد یعنی جب اس کو اس جرم تہمت کی سزا دی گئی ہو۔ یہ حدیث ان دونوں مسئلوں میں امام اعظم کی دلیل ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلود یعنی کوڑے لگائے ہوئے کی گواہی مردود قرار دی ہمیشہ کے لیے مردود قرار دی توبہ کا ذکر نہ فرمایا۔ مرقات و کتب فقہ جس کی تائید قرآن کریم سے ہو رہی ہے لہذا حدیث کا یہ جز قوی ہے۔ ۵؎ یعنی جس سے عداوت ہو اس کے خلاف گواہی دے رہا ہے اسلامی بھائی مراد ہے یعنی کینہ والا یہ دشمنی کی گواہی دشمن کے خلاف قبول نہیں اگرچہ وہ اس کا سگا بھائی ہو کیونکہ یہ بوجہ دشمنی اسے نقصان پہنچانے کے لیے اس کے خلاف جھوٹی گواہی دے گا اس لیے احتیاطًا یہ قاعدہ مقرر کر دیا گیا۔ ۶؎ یعنی جو غلام اپنے آقا کے سوا کسی اور کا آزاد کردہ غلام بتا کر اپنی ولاء اس سے ثابت کرے یوں ہی جو شخص اپنے کو دوسرے خاندان سے منسوب کرے اس کی گواہی قبول نہیں آج کل اکثر لوگ بناوٹی سید بنے ہیں جن کی نسبت مشکوک ہے ایسے مصنوعی سیدوں کی گواہی مردود ہے۔ ؎ یہ فرمان عالی بہت جامع ہے۔ عربی میں قانع کہتے سائل کو اور مقنع کہتے ہیں صابر کو جو تھوڑے سے کھانے پر قناعت کرے، یہاں وہ شخص مراد ہے جو کسی کے گھر رہ کر اس کی عطا پر گزارہ کر رہا ہو چونکہ اس گھر والے کے حق میں گواہی کا نفع خود اس کو بھی پہنچے گا کہ اس کو جو مال ملے گا اسی مال سے اس کو کھانا ملے گا اس لیے گواہی قبول نہیں جو گواہی دینے والے کو نفع بخش ہو وہ قبول نہیں جیسے باپ کی گواہی اولاد کے حق میں، زوجین کی گواہی ایک دوسرے کے حق میں کہ یہ قبول نہیں یوں ہی قرض خواہ کی گواہی اپنے مقروض کے حق میں قبول نہیں اسی طرح خادم تابع ایک سب داخل ہیں جو کسی کی روٹی پر گزارہ کرتا ہو اس کی گواہی ان گھر والوں کے حق میں قبول نہیں کیونکہ یہ شخص اپنی پرورش کے لیے ان کے حق میں گواہی دے گا۔ اگرچہ یہ حدیث غریب ہے مگر اس کے بعض اجزاء کی تائید قرآن مجید سے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ بَدَوِيٍّ عَلٰى صَاحِبِ قَرْيَةٍ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ ۔ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَقَالَ الْمَقْضِيُّ عَلَيْهِ لَمَّا أَدْبَرَ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَلُوْمُ عَلَى الْعَجْزِ وَلٰكِنْ عَلَيْكَ بِالْكَيْسِ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں جنگلی دیہاتی آدمی کی گواہی بستی والے کے خلاف جائز نہیں (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کے درمیان فیصلہ فرمایا تو ہارنے والے نے جب پیٹھ پھیری تو بولا مجھے اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی عاجزی پر ملامت فرماتا ہے لیکن تجھ پر احتیاط لازم تھی ۔

ہو رہا ہے اور بعض احناف کی تائید وہ حدیث ہے جو اس وجہ سے قبول نہ ہوگی اس کی شرح ابھی گزر چکی، حق یہ ہے کہ اس سے مراد ہر فاسق اور فاسقہ ہے ۵؎ کیونکہ زانی فاسق ہے اور فاسق کی گواہی قبول نہیں۔ توبہ کے بعد قبول ہے کہ اب فاسق نہیں رہا ۶؎ یعنی دشمن کی گواہی دشمن کے خلاف قبول نہیں خواہ وہ دشمن سگا بھائی ہو یا دینی بھائی نسبی یا اجنبی لفظ اخیہ دونوں کو شامل ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں دنیاوی عداوت مراد ہے دینی عداوت کی صورت میں مسلمان کی گواہی کافر کے خلاف قبول ہے لہذا اہل اسلام کی مختلف جماعتوں کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف گواہی دیں ۔ ۷؎ اس کی شرح اور وجہ ابھی اوپر ذکر ہو چکی ۔

۱؎ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ظاہر پر عمل فرماتے ہیں ان کے ہاں دیہاتی کی گواہی شہری آدمی کے خلاف مطلقًا قبول نہیں، دوسرے امام اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ اکثر دیہاتی لوگ احکام شرعیہ سے بے خبر ہوتے ہیں، انہیں گواہ بننے، گواہی دینے کے مسائل معلوم نہیں ہوتے، ان پر بھول چوک غالب ہے، اگر کسی دیہاتی میں یہ خرابیاں نہ ہوں تو اس کی گواہی قبول ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس حدیث میں لا یجوز بمعنی لا یحسن ہے یعنی دیہاتی کی گواہی شہری کے خلاف اچھی نہیں کیونکہ دیہاتی کو بوقت ضرورت گواہ بننے یا گواہی دینے کے لیے بلانا مشکل ہوتا ہے۔ مگر یہ حکم جب تھا جب کہ اسباب سفر کم تھے اب نقل و حرکت میں دشواری نہیں بہرحال یہ حدیث یا منسوخ ہے یا مقید ہے جیسے مفید، اور یہ جو وجہ گواہی قبول نہ ہونے کی عرض کی گئی وہ موجود ہیں یعنی ان وجہ سے شہری کے خلاف گواہی جائز نہیں بلکہ تو شہری کے خلاف گواہی کیوں جائز نہیں […] سوا امام مالک کے اور کسی امام نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا ۲؎ عوف ابن مالک دو ہیں ایک تابعی اور دوسرے صحابی یہاں صحابی مراد ہیں […] غزوہ خیبر میں شریک ہوئے، فتح مکہ کے دن قبیلہ اشجع کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا […] ملک شام میں رہے وہاں ہی وفات پائی […] آپ کی وفات […] آپ سے بہت سے صحابہ نے روایات لیں […] ۳؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ جس کے خلاف ہوا تھا اس نے یہ کہا جس کا مقصد یہ تھا کہ […] جائز طور پر […] جیسے یہ الفاظ کہے جاتے ہیں ۴؎ سبحان اللہ کیا پاکیزہ فرمان ہے، مقصد یہ ہے کہ اولاً خود احتیاط سے کام لو […] نقصان ہو جائے […] توکل کی حقیقت یہ ہے شعر

گر توکل می کنی در کار کن ؎ کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

فَاِذَا غَلَبَكَ اَمْرٌ فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَبَسَ رَجُلًا فِيْ تُهْمَةٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ ثُمَّ خَلّٰى عَنْهُ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ ۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْخَصْمَيْنِ يَقْعُدَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْحَاكِمِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ ۔

پھر جب تجھ پر کوئی چیز غالب آ جائے تو کہو کہ اللہ مجھے کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے ؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت بہز ابن حکیم سے ؎ وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کسی تہمت میں قید کیا ؎ (ابوداؤد) اور ترمذی و نسائی نے یہ زیادتی کی پھر اسے چھوڑ دیا ؎ تیسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن زبیر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ حکم دیا کہ دونوں فریق حاکم کے سامنے بٹھائے جائیں ؎

لہٰذا جب کسی کو قرض دو تو گواہی، تحریر وغیرہ سے اس کی پختگی کر لو بغیر گواہی و تحریر قرض دے دینا پھر مقدمہ ہار جانے پر توکل کا اظہار کرنا غلط ہے۔ ؎ یعنی جب تو پوری پوری کوشش کرے مگر قضائے الٰہی سے تجھے نقصان ہو جائے تب تو یہ کہہ کر توکل کا اظہار کر تب تیرا توکل درست ہے۔ ؎ آپ بہز ابن حکیم ابن معاویہ ابن حیدہ قشیری ہیں تابعین میں سے ہیں، اکثر محدثین آپ کو ثقہ کہتے ہیں مگر مسلم بخاری نے روایت اپنی کتاب میں نہ لی، ابن عدی کہتے ہیں کہ ان کی کوئی روایت منکر نہیں (مرقات و اشعہ) بعض نے آپ کو صحابی مانا مگر یہ صحیح نہیں۔ ؎ اس طرح کہ کسی نے جھوٹی گواہی دی، اس کا جھوٹ ظاہر ہو جانے پر اسے قید کر دیا (مرقات)، یا کسی نے اس پر قرض کا دعویٰ کیا یا کسی اور جرم کا الزام لگایا تو حضور نے مدعیٰ علیہ کو تحقیق کے دوران میں قید کر دیا پھر جرم ثابت نہ ہونے پر اسے چھوڑ دیا (مرقات و اشعہ) ؎ یا تو جھوٹے گواہ کو سزا کچھ روز قید کر کے چھوڑ دیا یا جرم ثابت نہ ہونے پر مدعیٰ علیہ کو چھوڑ دیا۔ معلوم ہوا کہ قید کرنا بھی احکام شرعیہ سے ہے۔

؎ اس زمانہ میں حکام مسندوں پر بیٹھتے تھے، اس لیے فریقین ان کے سامنے بٹھایا جاتا تھا، اب حکام کرسی پر بیٹھے ہوتے ہیں، اس لیے فریقین اور ان کے وکیل سامنے کھڑے ہوتے ہیں، مقصد یہ ہے کہ حاکم فریقین میں برابری کرے، نشست و گفتگو دونوں کی یکساں رکھے، کسی ایک کی طرف میلان نہ کرے، کہ اس سے دوسرے فریق کا دل ٹوٹ جاتا ہے، علماء فرماتے ہیں کہ حاکم کے لیے سب سے ضروری چیز فریقین میں برابری برتنا ہے (مرقات)، یہ بہت مشکل چیز ہے، کبھی ایک فریق اعلیٰ منصب والا ہوتا ہے دوسرا فریق معمولی حیثیت کا، حاکم اگر اعلیٰ منصب والے کو اپنے پاس بٹھائے دوسرے کو سامنے کھڑا کرے تو یہ جرم ہے اس سے دوسرے فریق کا دل ٹوٹے گا، خلفاء اسلام کی تاریخ سے ایسے واقعات بہت ملتے ہیں کہ معمولی رعایا نے بادشاہ کے خلاف دعویٰ کیا، قاضی نے سلطان کو طلب کیا تو اسے اور مدعی کو اپنے سامنے ایک ہی کٹہرے میں کھڑا کیا معاملہ مقدمہ میں بادشاہ کا کوئی احترام نہ کیا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

كتاب الجهاد: الفصل الأول

عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من آمن بالله ورسوله وأقام الصلوة وصام رمضان كان حقا على الله أن يدخله الجنة جاهد في سبيل الله أو جلس في أرضه التي ولد فيها قالوا أفلا نبشر الناس قال إن في الجنة مائة درجة أعدها الله للمجاهدين في سبيل الله

جہاد کا بیان، پہلی فصل: روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسول پر اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اسے جنت میں داخل کرنا اللہ کے ذمے ہے خواہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا اپنی اس زمین میں بیٹھا رہے جس میں پیدا ہوا لوگوں نے عرض کیا کہ کیا ہم لوگوں کو خوشخبری نہ دے دیں تو فرمایا کہ جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ نے ان کے لیے تیار کیے ہیں جو اس کی راہ میں جہاد کریں

۱ جہاد بنا ہے جہد سے جہد جیم کے پیش سے یا فتحہ سے بمعنی مشقت ہے شریعت میں جہاد بالکسر کے معنی ہیں کفار کے مقابلہ میں مشقت کرنا یا تلوار سے جنگ کرنا یا [illegible] کی مدد کرکے مال سے یا رائے سے یا ان کے ساتھ غازیوں کی جماعت بڑھا کر جہاد کا درجہ اسلام میں بہت بڑا ہے عام مومن اپنا مال وقت یا کوشش اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں مجاہد اپنی جان سے دین اسلام کی خدمت کرتا ہے، جان بڑی پیاری چیز ہے اس لیے [illegible] بڑا بنایا ہے، علماء فرماتے ہیں کہ عبادات [illegible] پر ہمیشگی کرنا بھی جہاد اعظم ہے [illegible] نماز کی پابندی عبادت سے افضل ہے کہ جہاد تو نماز قائم کرنے کے لیے کیا جاتا ہے جہاد حسن لغیرہ ہے اور نماز حسن بعینہٖ مگر [illegible] جہاد سے افضل ہے مگر بعض خصوصی حالات میں جہاد نماز سے افضل ہے اسی وجہ سے بعض احادیث میں نماز کو جہاد پر مقدم فرمایا گیا ہے اور بعض احادیث میں جہاد کو نماز پر مقدم فرمایا گیا ہے۔ اسی جگہ اشعۃ اللمعات میں فرمایا ہے کہ تمام مردوں کی روح ملک الموت قبض کرتے ہیں اور شہید دریا کی روح کو خود رب تعالٰی بلا واسطہ قبض فرماتا ہے [illegible] شہید کے [illegible] ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوں گے۔ قرآن مجید اور حدیث شریف میں رسول سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں اللہ اور رسول پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ رب نے جو کچھ بھیجا اور حضور نے جو کچھ ارشاد فرمایا ان سب پر ایمان لائے [illegible] کہ حقیقت [illegible] اللہ و رسول اللہ میں فرق کرنا کفر ہے قرآن کریم فرماتا ہے: ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا اولئک ہم الکفرون حقا [illegible] کے معنی [illegible] کتاب اسلام کا [illegible] [illegible]

مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْأَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ وَفَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ بِآيَاتِ اللّٰهِ لَا يَفْتُرُ مِنْ صِيَامٍ وَلَا صَلٰوةٍ حَتّٰى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْتَدَبَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهٖ

دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے تو جب تم اللہ سے مانگو تو فردوس مانگو وہ جنت کا درمیان اور جنت کا اعلیٰ حصہ ہے نیز اس کے اوپر اللہ کا عرش ہے وہاں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس کی سی ہے جو دن کو روزہ دار اور رات کو قیام کرنے والا آیات الٰہی کی تلاوت کرنے والا ہو کہ نہ روزے سے تھکے نہ نماز سے حتی کہ اللہ کی راہ کا مجاہد لوٹ آوے (مسلم، بخاری)

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ

ضامن ہو چکا اس کا جو اس کی راہ میں نکلا

[illegible] ... جنت کا ... [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ... حضرت معاذ بن
جبل ... [illegible] ... بیان فرما دیں
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ... جنت کی چاروں نہریں پانی دودھ شراب ... اور شہد کی نہریں۔
[illegible]

[illegible]

لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا إِيمَانٌ بِي وَتَصْدِيقٌ بِرُسُلِي أَنْ أُرْجِعَهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ أَوْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ◆ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا أَنَّ رِجَالًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَطِيبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي وَلَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنْ أُقْتَلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ أُحْيٰى ثُمَّ أُقْتَلَ ثُمَّ أُحْيٰى ثُمَّ أُقْتَلَ ثُمَّ

اسے نہ نکالے مگر مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق نے تو اسے وہ ثواب یا غنیمت کے ساتھ لوٹاؤں جو وہ حاصل کرے یا اسے جنت میں داخل فرما دوں۔ (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر یہ مجبوری نہ ہوتی کہ مسلمان لوگوں کے دل خوش نہیں ہوتے مجھ سے پیچھے رہ جانے سے اور میں اتنی سواریاں پاتا نہیں جو ان سب کو دوں تو میں کسی لشکر سے پیچھے نہ رہتا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کر دیا جاؤں

روزہ دار رہتے ہوئے بھی عابد ہے ایسے ہی اس سفر میں ہر حال غازی رہتا ہے اس لیے کہ [illegible] سوتے جاگتے عبادت ہے [illegible] سفر میں [illegible] حرکت [illegible] سے [illegible] شروع کرے [illegible] قرآن و حدیث [illegible] ثواب [illegible] ذکر [illegible] حدیث پر یہ اعتراض [illegible] نماز، قرآن پڑھنا بالکل نہ [illegible] ہے کہ وہاں مانعت اسی لیے تو ہے کہ انسان تھک کر بیمار ہو جائے [illegible] واجبات سے بھی [illegible] اگر کوئی شخص ہمیشہ [illegible] ساری رات نماز [illegible] تو اس کے لیے ممانعت [illegible] اس لیے [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] ثواب صرف میدان جنگ میں [illegible] کے اوقات سے خاص نہیں بلکہ جاتے آتے سفر میں بھی ملتا ہے مگر واپس پہنچنے تک یہ ثواب ہے جہاد کرنے کا ثواب [illegible] غالب یہ ہے کہ [illegible] سے مراد جہاد ہے اسی لیے مؤلف یہ حدیث جہاد کے بیان میں لائے ہو سکتا ہے کہ اس جہاد [illegible] طلب علم [illegible] حج کے تمام سفر [illegible] ہے کہ [illegible] کی تائید کرتا ہے [illegible] ضمانت کرم کی ضمانت ہے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق [illegible] کی تصدیق ہے اسی لیے [illegible] اس کے پاس [illegible] بیان [illegible] یعنی اگر غازی جیت کر [illegible] غنیمت [illegible] سب کچھ لے آیا اگر شکست کھا گیا تو ثواب کے ساتھ [illegible] اگر شہید ہو گیا تو جنت میں گیا ہر طرح نفع ہی ہے [illegible] کہ [illegible] گئے [illegible] تو غازی رہے گا۔

[illegible] ◆

[illegible] مسلمان [illegible] جو جہاد میں [illegible] حضور [illegible] جہاد میں تشریف لے گئے [illegible]

أُحْيٰى ثُمَّ أُقْتَلُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ رِبَاطُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فِي سَبِيلِ اللهِ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَّ

پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں ایک دن گھوڑا باندھنا دنیا اور جو دنیا پر ہے اس سے بہتر ہے (مسلم، بخاری) اور روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں ایک بار صبح و شام جانا دنیا سے اور جو دنیا میں ہے اس سے بہتر ہے (مسلم، بخاری) اور روایت ہے حضرت سلمان فارسی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ کی راہ میں ایک دن رات گھوڑا پالنا ایک مہینہ کے روزوں و نمازوں سے بہتر ہے اور

غرضیکہ دوپہری تیز دھوپ میں سفر سے مدینہ منورہ اپنے باغوں میں پہنچے جہاں دو کھانا پانی ٹھنڈا سایہ ان کے منتظر تھے مگر جب سنا کہ حضور غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے ہیں تو اسی وقت سے منہ [illegible] اترے اس طرف سواری ہانک دی رضی اللہ عنہ فرمایا [illegible] ہو سکتا ہے کہ اللہ کے محبوب تپتی ریت میں ہوں اور میں ٹھنڈے درختوں کے سایہ میں [illegible] یعنی ہمارے پاس اتنی سواریاں ہی نہیں کہ ہر مجاہد [illegible] ہم سب مسلمانوں کو اپنے اوپر سوار کر کے جہاد کے میدان میں پہنچا دیں وہ پیچھے رہ جانے پر راضی نہیں سب کو ساتھ لے جانے کا موقع نہیں لہٰذا سریہ یعنی چھوٹا لشکر ہے جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لے جاتے [illegible] اگر یہ دشواری نہ ہوتی تو ہم کسی چھوٹے اور بڑے لشکر کے پیچھے نہ رہتے ہر لشکر کے ساتھ جاتے ہر جہاد میں شریک ہوتے معلوم ہوا کہ جہاد [illegible] فرض کفایہ ہوتا ہے کبھی فرض عین یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر بڑے رحیم کریم ہیں کہ [illegible] جیسے مرغوب چیز کو چھوڑ دیتے حضور نے امت کی تکلیف کا لحاظ فرماتے ہوئے بہت سی عبادات نہ کیں جیسے ہمیشہ تراویح [illegible] رات گزرنے پر [illegible] وغیرہ [illegible] معلوم ہوئے [illegible] میں شہادت بڑی اعلیٰ عبادت ہے کہ حضور انور بار بار شہادت [illegible] تمنا فرماتے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

قِيَامِهٖ وَاِنْ مَاتَ جَرٰى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُهٗ وَاُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ وَاَمِنَ الْفَتَّانَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ عَبْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَجْتَمِعُ كَافِرٌ وَقَاتِلُهٗ فِي النَّارِ اَبَدًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ

اگر مر جاوے تو اس کا وہ عمل جو کرتا تھا جاری رہے گا اور اس پر اس کا رزق جاری کیا جاوے گا اور فتنوں سے امن میں رہے گا (مسلم) روایت ہے ابو عبس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی بندے کے پاؤں اللہ کی راہ میں گرد آلود ہوں پھر انہیں آگ چھوئے (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر اور اس کا قاتل کبھی آگ میں جمع نہ ہوں گے (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں سب سے بہتر زندگی اس شخص کی ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام اللہ

حمص میں وفات پائی ۵۴ھ میں آپ شام کے آخری صحابی ہیں جن کی وفات سب سے آخر ہوئی ۲؎ رباط کے لغوی معنی ہیں گھوڑے باندھنا، اسی سے ہے مرابط، قرآن کریم فرماتا ہے واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل شریعت میں بہ نیت جہاد گھوڑا پالنے کو بھی کہتے ہیں اور اسلامی سرحد پر مقابلہ کے لیے جہاں ہر وقت خطرہ ہو اور مقابلہ کفار کے لیے ہر وقت وہاں تیار رہے یہاں بلاکے معنی وہ فوجی مراد ہیں یہ حدیث مختلف عبارتوں سے آئی ہے چنانچہ مسند میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کی ہے ایک دن کا رباط ایک ماہ کے روزہ رات کی عبادت سے افضل ہے طبرانی نے حضرت ابو درداء سے روایت کی کہ ایک ماہ کا رباط ہمیشہ کے روزے سے افضل ہے جو مرابط ہو کر مرے گا وہ قیامت کی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا اور رزق دیا جاوے گا صبح شام اور جنت کی ہوائیں قیامت تک اسے ثواب ملتا رہے گا ۳؎ صبح سے دوپہر تک کا چلنا غدوہ ہے اور دوپہر سے شام تک کا وقت چلنا روحہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانا، اس کی بہت صورتیں ہیں جہاد کے لیے یا نماز کے لیے مسجد جانا یا طلب علم دین کے لیے مدرسہ یا استاذ کے پاس جانا مراد ہے اسی لیے مصنف اسے باب الجہاد میں لائے ۴؎ یعنی دنیا اور دنیا کی نعمتیں فانی ہیں اس کا ثواب باقی خیال رہے کہ دنیا کی چیزیں وہ ہیں جن کا تعلق نفس سے ہو نماز روزہ حج و زیارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وغیرہ عبادات دنیا میں تو ہیں مگر دنیا کی چیزیں نہیں ان کا تعلق قلب و روح سے ہے لہذا کوئی غازی اس صحابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا جو ایک بار ایمان و اخلاص کے ساتھ حضور کو دیکھ کر فوت ہو جائے ہم جیسے کروڑوں مسلمانوں کی عمر بھر کی عبادت ایک آن کے دیدار پر صدقہ و قربان لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ۵؎ خیال رہے کہ جہاد کی تیاری رباط میں داخل ہے موجودہ زمانہ میں بندوق توپ چلانے کی مشق ہوائی جہاز کا چلانا، ہوائی جہاز کی بمباری سیکھنا سب رباط ہے جبکہ جہاد کی نیت سے ہو ایک ماہ کے روزے نماز کا ذکر بیان کثرت کے لیے ہے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں زیادہ کا ذکر ہے یا مجاہد و مرابط کا صحیح اخلاص و لیاقت ثواب ہے سبحان اللہ کیا کرم نوازی ہے کہ مرابط جو نیکیاں زندگی میں کرتا تھا ان سب کا ثواب قیامت تک اسے پہنچتا رہتا ہے۔

عِنَانَ فَرَسِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَطِیْرُ عَلٰی مَتْنِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَیْعَةً اَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَیْهِ یَبْتَغِی الْقَتْلَ وَالْمَوْتَ مَظَانَّهٗ اَوْ رَجُلٌ فِیْ غُنَیْمَةٍ فِیْ رَاْسِ،

کی راہ میں تھامے رہے جو اس کی پشت پر اڑا جاتا ہے جب کبھی گھبراہٹ یا اطلاع مدد کی آواز سنے اس پر اڑ کر پہنچے قتل و موت کو ان کے ٹھکانوں سے ڈھونڈتا ہوا یا وہ شخص جو بکریوں میں رہے

بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ رب تعالیٰ فرماتا ہے گا یعنی قبر میں ہمیشہ جنتی رزق ملتا رہے گا اسے بھی قبر میں شہید کی طرح یعنی بلکہ جاری ہی رہتا ہے سے امن معروف ہے یا مجہول اور فتان یا فُتّان کے وزن پر ہے۔ فتان کا مبالغہ یا ان کے ضمہ سے فاتن یعنی فتنہ گر کی جمع یعنی اللہ کی راہ میں مرابط بڑے فتنہ سے یا فتنہ گری سے محفوظ رہے گا۔ یا محفوظ رکھا جائے گا۔ بڑے فتنہ سے مراد حساب قبر کا فتنہ و آزمائش ہے۔ اور فتنہ گروں یعنی آزمائش کرنے والوں سے مراد عذاب کے فرشتے منکر نکیر یا دجال اور شیطان ہیں۔ مرابط حساب قبر، عذاب قبر سے بھی محفوظ ہے۔ دوزخ کی آگ اور وہاں کے ملائکہ کے عذاب سے امن میں رہے گا نیز شیطان اور اگر اس کی زندگی میں دجال نکلے تو اس کے شر سے محفوظ رہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ مجاہد اور مرابط سے حساب قبر بھی نہیں ہوگا اور تنگی قبر و حساب قبر سے محفوظ رہے گا اس فقیر نے اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے کہ آپ انصاری صحابی ہیں زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام عبدالعزیٰ تھا اسلام میں آپ کا نام عبدالرحمٰن ابن جبیر ہوا اگر آپ کی کنیت نام پر غالب رہی بدر و تمام غزوات میں شامل ہوئے ستر سال کی عمر پائی ۳۴ھ میں وفات پائی، مدینہ منورہ جنت البقیع میں دفن ہوئے (اشعہ، مرقات) ۲؎ یعنی جو شخص رضائے الٰہی کے لیے کوئی راستہ طے کرے اور راستہ طے کرنے میں اس کے قدم پر گرد و غبار پڑے خیال رہے کہ اللہ کی راہ حج، طلب علم، جنازہ کی حاضری، بیمار پرسی، جماعت نماز میں حاضری سب ہی کو شامل ہے مگر مطلقاً اللہ کی راہ سے مراد سفر جہاد ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنا اونٹ فی سبیل اللہ وقف کیا ہے وہ کہاں استعمال کیا جائے فرمایا حج میں قرآن کریم میں جو مصرف زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ واقع ہے امام ابو یوسف کے ہاں اس سے مجبور غازی مراد ہے امام محمد کے ہاں مجبور حاجی (مرقات)۔ ۳؎ یعنی ایسے شخص کو دوزخ کی آگ چھو نہیں سکتی جب راہ خدا کے غبار کا یہ عالم ہے تو غور کرو کہ خود جہاد کا فائدہ کیا ہوگا خوف خدا کے آنسو اور غبار راہ خدا دوزخ کی آگ بجھانے میں اکسیر ہیں۔ حکا کا فر سے مراد حربی کافر ہے اور قاتل سے مراد مجاہد غازی مسلمان ہے یعنی جو غازی جہاد میں کسی کافر کو قتل کرے تو وہ مقتول کافر تو دوزخ میں گیا اور یہ قاتل غازی دوزخ میں نہیں جائے گا یہ مطلب نہیں کہ مقتول کافر اور قاتل غازی دوزخ کے اوپر نیچے طبقوں میں ہوں اور یہ غازی دوزخ کے دوسرے طبقہ میں ہو کیونکہ مطلقاً دوزخ میں اجتماع کی نفی ہے ۴؎ معاش، عیش یعنی زندگی سے بنا ہے زندگانی اور زندگی گزارنے کا ذریعہ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں مسلمان کی بہترین زندگی یہ ہے اور بہترین ذریعہ زندگانی یہاں دونوں معنی درست ہیں ۵؎ یعنی ویسے تو لوگوں سے بے نیاز رہتا ہے مگر جب مسلمانوں کو اس کی جانی مدد کی ضرورت ہوتی ہے یا مسلمانوں پر کفار ٹوٹ پڑیں یا کفار کو حملہ کریں یا خبر ملے کہ فلاں جگہ مسلمان کمزوری یا مصیبت میں ہیں تو فوراً وہاں پہنچ جائے پرندہ کی طرح اڑ کر وہاں پہنچ جائے پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ جب کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو یہ وہاں پہنچ جائے اسلام کی خدمت مسلمانوں کی مدد کے لیے ۶؎ یعنی وہ اسلام کا ایسا فدائی ہو مسلمانوں کا ایسا مددگار ہو کہ خدمت اسلام کے سلسلہ میں جنگل میں جانا یا سر دیا جانا پیش ہے بہتر سمجھے خطرناک موقعوں کی تلاش میں رہتا ہو جہاں لوگ جاتے ہوئے گھبراتے ہوں یہ وہاں شوق سے پہنچتا ہو جہاد اور جہاد...

شَعَفَةٍ مِنْ هٰذِهِ الشَّعَفِ اَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هٰذِهِ الْاَوْدِيَةِ يُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَيَعْبُدُ رَبَّهٗ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْيَقِيْنُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا فِيْ خَيْرٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ اَهْلِهٖ فَقَدْ غَزَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُرْمَةُ

ان پہاڑی چوٹیوں میں سے کسی چوٹی میں یا ان جنگلوں میں سے کسی جنگل میں رہے نماز قائم کرے زکوٰۃ دیا کرے اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہے حتی کہ اسے موت آجائے لوگوں میں سے یہ صرف بھلائی ہی میں ہے (مسلم) روایت ہے حضرت زید ابن خالد سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو سامان دیا تو اس نے جہاد کیا اور جو کسی غازی کے گھر بار میں اس کا نائب بن کر رہا اس نے جہاد کیا (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غازیوں کی بیویوں

۱؎ خلاصہ یہ ہے کہ گوشہ نشین ہو جانا، بزدلی ہو وقت جہاد شخص سے اس کے بعد بہتر وہ ہے جو اعلیٰ زندگی والا وہ ہے خیال رہے کہ عرب میں بکریاں بہترین ذریعہ معاش تھیں اور بعض متقی حضرات دنیاوی فتنوں سے بچنے کے لیے شہر سے دور جنگل میں بکریاں لے کر کسی پانی والے سرسبز مقام پر رہنے سہنے لگے تھے۔ بکریوں کے دودھ پر گزارا کرتے، فتنوں سے الگ رہتے، اب بھی بعض جگہ ایسے بزرگ دیکھے جاتے ہیں یہاں بھی بکریوں کا ذکر فرمایا اور مقصد یہ ہے کہ جو شخص فتنوں سے بچنے کے لیے آبادی سے دور رہے تو اسے چاہیے کہ کوئی چیز مثلاً کھیتی باڑی یا بکریاں وغیرہ اختیار کرے ۲؎ یہ بھی اس فرمان عالی میں داخل ہے ۳؎ اگرچہ عبادات میں نماز زکوٰۃ بھی داخل تھیں مگر چونکہ نماز زکوٰۃ اعلیٰ درجہ کی عبادات ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر علیحدہ فرمایا یقین سے مراد موت ہے کیونکہ موت کا آنا یقینی ہے یا اس لیے کہ موت کے بعد ہر شخص کو ثواب عذاب فرشتوں، جنت دوزخ وغیرہ کا یقین ہو جاتا ہے اس لیے موت کو یقین فرمایا یعنی وہ یقینی رب تعالیٰ فرماتا ہے واعبد ربک حتی یاتیک الیقین ۴؎ یعنی ایسا شخص لوگوں سے زیادہ بہتر ہے اور آخرت سے غافل آدمی بھلائی میں نہیں بلکہ بھلائی میں صرف یہ ہے لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس حدیث کی بنا پر بعض زاہدین نے فرمایا کہ گوشہ نشینی افضل ہے، جلوت سے خلوت بہتر، مگر حق یہ ہے کہ خلوت سے جلوت افضل ہے حضرات انبیاء کرام لوگوں میں رہ کر تبلیغ کرتے رہے نیز شہر میں رہنے سے جمعہ جماعت نصیب ہوتی ہے جنگل میں یہ نعمتیں کہاں، شہر میں علم ہے ذکر کے حلقے ہیں، بزرگوں کی صحبتیں ہیں حدیث مذکور فتنوں کے ظہور کے زمانہ کے متعلق ہے جب شہر والوں کی صحبت سے ایمان کو خطرہ ہو اس زمانے کے لیے ہے جو بستی اور اختلاط کی تکالیف پر صبر نہ کر سکے وہ الگ رہے۔ ۵؎ آپ صحابی ہیں عبدالملک کے زمانہ میں کوفہ میں وفات پائی بعض نسخوں میں زید ابن خالد ہے

۶؎ یعنی غازی کو سامان جنگ یا سواری گھوڑا یا سواری دینے والے کو بھی جہاد کرنے کا ثواب ملتا ہے یہاں جہاد سے حکمی جہاد مراد ہے یعنی ثواب ۷؎ یعنی جو مجاہد کے پیچھے اس کے بال بچوں کی خدمت اس کے گھر بار کی دیکھ بھال کرے وہ بھی ثواب جہاد میں شریک ہوگا کیونکہ اس کی اس خدمت سے غازی کا دل مطمئن ہوگا جس سے وہ جہاد اچھی طرح کرے گا گویا یہ شخص غازی کے اطمینان دل کا ذریعہ بنا۔

نِسَاءِ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ كَحُرْمَةِ اُمَّهَاتِهِمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ مِّنَ الْقَاعِدِيْنَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِّنَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ اَهْلِهِ فَيَخُوْنُهُ فِيْهِمْ اِلَّا وُقِفَ لَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَاْخُذُ مِنْ عَمَلِهِ مَا شَاءَ فَمَا ظَنُّكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ مَّخْطُوْمَةٍ فَقَالَ هٰذِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سَبْعُ مِائَةِ

کا احترام بیٹھ رہنے والوں کے ذمہ ایسا ہے جیسے اپنی ماؤں کا احترام ۱ اور بیٹھ رہنے والوں میں سے کوئی شخص نہیں جو مجاہدین میں سے کسی کے گھر والوں میں خلیفہ بنے ۲ پھر ان میں اس غازی کی خیانت کرے ۳ مگر یہ خائن غازی کے سامنے قیامت کے دن کھڑا ہوگا پھر غازی اس کے اعمال میں سے جو چاہے گا لے لے گا ۴ اب تمہارا کیا خیال ہے ۵ (مسلم) روایت ہے حضرت ابو مسعود انصاری سے فرماتے ہیں ایک شخص مہار والی اونٹنی لایا ۶ عرض کیا یہ اللہ کی راہ میں ہے ۷ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے عوض تجھے قیامت کے دن سات سو اونٹنیاں ملیں گی، جو ۸

۱ حرمت سے مراد یا حرام ہونا ہے حلت کا مقابل یا اس سے مراد عزت و حرمت ہے جیسے کہا جاتا ہے بیت اللہ الحرام یعنی اگرچہ ہر غیر منکوحہ غیر محرم عورت سے صحبت کرنا زنا ہے جس کی سزا رجم ہے مگر غازی کی بیوی سے صحبت کرنا سخت گناہ [illegible] حرام ہیں مگر مجاہد غازی کی بیوی بہت زیادہ حرام ہے اگر کوئی مسلمان غازی کی بیوی سے زنا کرے [illegible] تو سخت عذاب کا اور اللہ کے قہر الٰہی کا مستحق ہوگا کہ اس نے ایسے قبول خدا کی خیانت کی جو اللہ کی راہ میں جان کی بازی لگا رہا ہے [illegible] مجاہد غازی کی بیوی کی عزت و احترام ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس کی حفاظت کریں ان کی شکایت [illegible] ۲ اس طرح کہ غازی جہاد کو جاتے وقت اسے اپنے گھر کا نگران و منتظم بنا گیا [illegible] گھر والوں سے مراد بیوی، بچے، [illegible] سب شامل ہیں ۳ یہاں خیانت [illegible] مال زمین وغیرہ تمام کی خیانتیں شامل ہیں [illegible] ۴ اگرچہ [illegible] ۵ یعنی تمہارا خیال ہے کہ وہ ایسے خائن کی کوئی نیکی چھوڑے گا ہرگز نہیں [illegible] ۶ [illegible] ۷ [illegible] ۸ [illegible]

نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُومَةٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ • وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا إِلَى لَحْيَانَ مِنْ هُذَيْلٍ فَقَالَ لِيَنْبَعِثْ مِنْ كُلِّ
رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا وَالْأَجْرُ بَيْنَهُمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ • وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَبْرَحَ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا يُقَاتِلُ
عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ • وَعَنْ
أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُكْلَمُ أَحَدٌ فِيْ

جس کی سب مہار والی ہوں گی (مسلم) روایت ہے حضرت ابو سعید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر ہذیل کے قبیلہ بنی لحیان کی طرف بھیجا[۱] تو فرمایا ہر دو شخصوں میں سے ایک شخص چلا جائے تو ثواب ان دونوں کو ہوگا[۲] (مسلم) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے[۳] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ دین قائم رہے گا۔ اس پر مسلمانوں کی ایک جماعت جہاد کرتی رہے گی[۴] حتی کہ قیامت قائم ہو جاوے[۵] (مسلم)[۶] روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں زخمی کیا جاتا اللہ کی

حدیث کتاب الجہاد میں ملاحظہ۔ ف یعنی یہ ہے کہ ہر شتر مہار والا ہوگا ... اللہ تعالیٰ بطور معاوضہ اہل جنت کو سواری کے لیے اونٹنیاں عطا فرمائے گا جن کی رفتار ہوا سے زیادہ تیز ہوگی جیسے قربانی کرنے والے کو پل صراط سے گزرنے کے لیے سواری دی جائے گی۔ بعض شارحین نے کہا کہ اس سے مراد ہے سات سو اونٹنیاں خیرات کرنے کا ثواب ملے گا مگر درست نہیں ورنہ مہار والی ہونے کے کیا معنی کیا ثواب بھی مہار والا ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں خرچ کرنے والوں کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔ مطلب یہ کہ تجھے اونٹ کے عوض سات سو اونٹ اور مہار کے عوض سات سو مہاریں عطا ہوں گی تیری کوئی خیرات ضائع نہ جاوے گی۔ ۱ ہذیل ایک بڑا قبیلہ تھا اور بنی لحیان اس کی شاخ جیسے پٹھان ایک قبیلہ ہے پھر یوسف زئی ان کی شاخیں۔ یہ جہاد بنی لحیان پر تھا۔ ۲ یعنی گھر کے ہر دو آدمی لشکر میں نہ جائیں، باپ بیٹے، بھائی بھائی، چچا بھتیجے میں سے ایک شخص تو جہاد میں جائے دوسرا شخص گھر میں رہ کر گھر سنبھالے۔ نفس ثواب میں شریک ہوگا۔ معلوم ہوا کہ مجاہد کا خلیفہ مجاہد کے ثواب میں شریک ہوتا ہے۔ ۳ آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے عامری ہیں، حضرت سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے ہیں، آپ کی والدہ خالدہ بنت ابی وقاص ہیں، کوفہ میں رہے وہاں ہی ۷۴ھ میں وفات پائی۔ ۴ یعنی ہمیشہ کہیں نہ کہیں جہاد ہوتا ہی رہے گا اگرچہ کبھی کسی خاص جگہ نہ ہو اور اس کے جہاد کی وجہ سے دین قائم رہے گا۔ مرقات نے فرمایا کہ اہل شام اور روم کے مسلمان کفر سے جہاد کرتے رہیں گے۔ الحمد للہ حضور کی یہ پیشگوئی اب تک حق ہو رہی ہے کہ کہیں نہ کہیں جہاد ہوتا ہی رہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد دائمی عبادت ہے کبھی منسوخ نہ ہوگا۔ اس سے مرزائی عبرت پکڑیں جو جہاد کو منسوخ مانتے ہیں، نعوذ باللہ۔ جو کوئی جہاد کو منسوخ مانے وہ ایسا ہی مرتد کافر ہے جیسا کہ نماز روزہ کو منسوخ ماننے والا۔ ۵ یا تو اس سے قریب قیامت مراد ہے یا خود قیامت مراد، پہلے معنی زیادہ قوی ہیں کہ قیامت سے چالیس سال پہلے دنیا سے اسلام و قرآن ختم ہو جائے گا۔ قیامت ان لوگوں پر قائم ہوگی جن میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا، پھر جہاد کیسا۔
۶ اسے ابو داؤد نے بھی روایت فرمایا۔ ایک حدیث میں ہے کہ میری امت میں ایک ٹولہ ہمیشہ غالب رہے گا اس کے مخالفین اسے کچھ نقصان نہ پہنچا

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ يُّكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِهٖٓ اِلَّا جَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَجُرْحُهٗ يَثْعَبُ دَمًا اَللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ وَالرِّيْحُ رِيْحُ الْمِسْكِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا وَلَهٗ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا الشَّهِيْدُ يَتَمَنّٰى اَنْ يَّرْجِعَ اِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرٰى مِنَ الْكَرَامَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

راہ میں کوئی نہ [illegible] جاتے [illegible] مگر وہ قیامت کے دن اسی طرح آئے گا [illegible] زخم [illegible] ہوگا [illegible] خون کا سا ہوگا اور خوشبو مشک کی سی ہوگی (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی نہیں جو جنت میں داخل کیا جائے ۱؎ پھر وہ دنیا میں [illegible] پسند کرے اگرچہ دنیا کی ہر چیز [illegible] سوا شہید کے کہ وہ آرزو کرتا ہے کہ دنیا میں لوٹایا جائے پھر قتل کیا جائے دس بار ۲؎ اس عزت و احترام کی وجہ سے جو دیکھتا ہے ۳؎ (مسلم بخاری)

[illegible] نے مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث [illegible] شان [illegible] بولتے ہیں ۱؎ خواہ [illegible] سے موت ہو جائے یا نہ ہو۔ ۲؎ اس [illegible] بعض [illegible] ہیں [illegible] فی سبیل اللہ [illegible] وہ ہے جس میں [illegible] دنیا [illegible] بعد [illegible] جاتا ہے [illegible] کون ہوتا ہے [illegible] پہنا جائے گا جیسے واللہ اعلم [illegible] یہاں مرقات نے فرمایا کفار سے جہاد میں یا باغیوں [illegible] کافروں کے ہاتھوں زخمی [illegible] سب شامل ہیں [illegible] جیسے [illegible] ۳؎ یعنی اس کے زخم ہرے ہوں گے ان سے تازہ خون جاری ہوگا، مگر اس دن تکلیف نہ ہوگی، یہ خون جاری ہونا اسکے مجاہد ہونے کی نشانی ہوگی جس سے تمام محشر والے [illegible] کریں گے بعض روایات میں بجائے یثعب کے یتفجر ہے دونوں کے معنی ایک ہی ہیں یعنی بہنا ۴؎ لہٰذا وہ خون نہ تو نجس ہوگا، نہ بدبودار، بلکہ اسکی مہک سے محشر والے تعجب کریں گے اور اس شخص کا احترام کریں گے جب زخمی کا یہ حال ہے تو راہ خدا میں شہید ہونے والے کا کیا پوچھنا یہ خوشبو عبادت کے اثر سے ہوگی جیسے روزہ دار کے منہ کی خوشبو رب تعالٰی کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے ۵؎ یہاں روحانی داخلہ مراد ہے جو بعض مومنوں کو مرتے ہی نصیب ہو جاتا ہے جسمانی داخلہ بعد قیامت ہوگا جب دنیا ختم ہو چکی ہوگی لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، خیال رہے کہ عام مومنین کی قبروں میں جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے جس سے وہاں ہوائیں خوشبوئیں وغیرہ آتی رہتی ہیں، شہداء وغیرہم کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں جنت میں داخل ہو جاتی ہیں بعد قیامت اس جسم کے ساتھ جنت میں داخلہ ہوگا (ان شاء اللہ تعالٰی) ۶؎ کیونکہ دنیا آفات کی جگہ ہے اگرچہ دنیا میں کسی کو بہت زیادہ آرام ملے مگر وہ سب آرام اس آرام کے مقابل تکالیف ہیں اجیل کا اس [illegible] گھر کی آزادی گھر کے آرام کے مقابل ہیچ ہے ۷؎ دس بار سے مراد کئی بار ہے یعنی شہید تمنا کریگا کہ مجھے پھر دنیا میں بھیج کر شہادت [illegible] کا موقعہ دیا جائے، جو مزہ راہ خدا میں سر کٹانے میں آیا وہ کسی چیز میں

وَعَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَأَلْنَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ الْاٰيَةَ قَالَ اِنَّا قَدْ سَأَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اَرْوَاحُهُمْ فِيْ اَجْوَافِ طَيْرٍ خُضْرٍ لَهَا قَنَادِيْلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ يَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ شَاءَتْ ثُمَّ تَأْوِيْ اِلٰى تِلْكَ الْقَنَادِيْلِ فَاطَّلَعَ اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ اِطِّلَاعَةً فَقَالَ هَلْ تَشْتَهُوْنَ شَيْئًا قَالُوْا اَيَّ شَيْءٍ

روایت ہے حضرت مسروق سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ ابن مسعود سے اس آیت کے متعلق پوچھا کہ اللہ کی راہ میں مقتولوں کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں الخ ۲؎ فرمایا ہم نے اس کے متعلق پوچھا ۳؎ تو فرمایا ان کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں ۴؎ ان کے لیے عرش میں قندیلیں لٹکی رہتی ہیں ۵؎ جنت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں پھر ان قندیلوں کی طرف لوٹ آتی ہیں ۶؎ پھر ان کی طرف ان کا رب متوجہ ہوتا ہے ۷؎ تو فرماتا ہے کیا تم کوئی چیز چاہتے ہو ۸؎

نہ آیا ۹؎ ظاہر یہ ہے کہ کرامت سے مراد اخروی عزت و حرمت ہے یعنی وہ سوچے گا کہ یہ کیا! یہ تو شہید ہونے سے مجھے اتنی عزت ملی تو بار بار شہید ہونے سے کتنی عزت ملے گی، اور ہو سکتا ہے کہ کرامت سے مراد وہ لذت ہو جو اسے راہ خدا میں مرکٹنے سے ہوتی ہو جو عبادت میں لذت ہے جیسے اللہ کے بندے محسوس کرتے ہیں۔ ۱؎ آپ مشہور تابعی ہیں حضور کی وفات سے پہلے اسلام لائے مگر زیارت نہ کرسکے خلفائے راشدین ابن مسعود اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی زیارت و صحبت سے فیض حاصل ہوا، حضرت ابن مسعود کے ساتھ اکثر رہے کثرت نوافل کی وجہ سے پاؤں سوجے رہتے تھے، جب حج کو جاتے تو حرم شریف میں سجدہ ہی میں رہتے وہاں ہی سوتے تھے بچپن میں آپ کو چوری کرلیا گیا تھا، اس لیے نام مسروق ہوا، بصرہ کے مانند جگہ کوفہ میں ۶۲ھ ہجری میں وفات پائی۔ ۲؎ سوال کا مقصد یہ ہے کہ شہداء کی زندگی کے کیا معنی، اور انہیں رزق کس طرح دی جاتی ہے؟ وہ تو دفن ہوچکے، ان کی میراث تقسیم ہوچکی، ان کی بیویاں عدت کے بعد دوسرے سے نکاح کرچکیں، جب ان پر مُردوں کے احکام جاری ہوچکے تو وہ زندہ کیونکر ہیں۔ ۳؎ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے، لہذا یہ حدیث مرفوع ہے (مرقاۃ، اشعہ، نووی شرح مسلم) کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ حضرت ابن مسعود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی دریافت کیا۔ ۴؎ یعنی اللہ تعالٰی ان روحوں کے لیے ان کے بدن کے قائم مقام اجسام پیدا فرماتا ہے ان اجسام میں یہ روحیں امانۃً رہتی ہیں، یہ اجسام ان روحوں کے اپنے نہیں ہوتے لہذا یہ تناسخ یا آواگون نہیں۔ ۵؎ یعنی شہداء کی روحیں وہاں سیر تو کرتی ہیں، اور جنت کے میوے تو کھاتی ہیں، مگر حوروں اور وہاں کے مکانات کو استعمال نہیں کرتیں، یہ استعمال تو بعد قیامت ہوگا رب تعالٰی نے ان کے لیے دنیاوی پنجروں یا آشیانوں کی طرح نورانی قندیلیں بنادی ہیں جن میں وہ قیام کرتی ہیں۔ ۶؎ یعنی ہر وقت وہ روحیں جنت میں گویا رہتی ہیں سیر کرتے وقت بھی اور دوسرے وقت بھی، مگر اس کے باوجود ان روحوں کا تعلق ان کی قبور اور مدفون جسموں سے رہتا ہے جیسے سورج کی شعاعیں زمین پر پڑتی ہیں مگر سورج سے تعلق رکھتی ہیں، یا ہماری نظر آسمان کی سیر کرتی ہے مگر آنکھ سے بے تعلق نہیں ہوجاتی۔

تَشْتَهِي وَنَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا فَفَعَلَ ذٰلِكَ بِهِمْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا رَاَوْا اَنَّهُمْ لَمْ يُتْرَكُوْا مِنْ اَنْ يَّسْاَلُوْا قَالُوْا يَا رَبِّ نُرِيْدُ اَنْ تَرُدَّ اَرْوَاحَنَا فِيْ اَجْسَادِنَا حَتّٰى نُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِكَ مَرَّةً اُخْرٰى فَلَمَّا رَاٰى اَنْ لَيْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوْا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ

وہ عرض کرتے ہیں ہم کیا چیز چاہیں ہم تو جنت میں جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں۔ ان کے لئے تین بار یہ سوال کیا جاتا ہے[۱] جب یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم مانگنے سے نہ چھوڑے جائیں گے تو عرض کرتے ہیں یارب ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں لوٹا دی جائیں[۲] تاکہ ہم تیری راہ میں دوبارہ قتل کئے جائیں۔ جب رب دیکھتا ہے کہ انہیں کوئی حاجت نہیں تو یہ چھوڑ دیئے جاتے ہیں[۳] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے

ورنہ آنکھ اندھی ہو جاتی۔ ارواح شہداء کی لطافت، قوت، شعاعوں اور نور نظر سے کہیں زیادہ ہے لہٰذا اندیشہ ہے یہاں اعتراض نہیں کہ جب شہداء کی روحیں جنت میں ہیں تو قبور شہداء کی زیارت، انہیں سلام کرنا بیکار ہوا۔ اس حیات کی پوری بحث اسی مرات کی باب الجمعہ میں ملاحظہ فرمائیں حدیث فبنی العاصی برزخ کی شرح میں۔ [۴] اطلاع کے معنی ہیں جھانکنا، جھک کر دیکھنا، مگر یہ معنی رب تعالیٰ کیلئے ناممکن ہے اس لئے یہاں اس کے معنی نظر فرمانا، تجلی فرمانا، توجہ فرمانا مناسب ہیں۔ [۵] بعض شہداء سے بے حجابانہ یہ کلام ہوتا ہے اور اکثر سے وراء حجاب۔ اس عالم میں ان آنکھوں سے رب تعالیٰ کا جمال دیکھنا ناممکن ہے وہ عالم بھی دوسرا ہے اور دیکھنے والی آنکھ بھی دوسری۔

[۱] یہ بار بار سوال فرمانا اظہار کرم خاص کیلئے ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، حدیث بالکل ظاہر پر ہے [۲] یعنی ہم کو کچھ نہ کچھ مانگنا ہی پڑے گا تب وہ جنت کی بقیہ نعمتیں حور و قصور وغیرہ نہیں مانگتے، بلکہ پھر ان اجسام میں پہلے کی طرح جانا مانگتے ہیں جس سے انہیں پھر زندگی ملے، اور پھر وہ جہاد کرکے شہید ہو سکیں۔ خیال رہے کہ یہاں سوال ظاہری زندگی اور شرعی جہاد اور شرعی شہادت کا ہے ورنہ بعض موقعوں پر ارواح شہداء کو میدان جہاد میں جہاد کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے چنانچہ ابن قیم نے کتاب الروح میں صفحہ ۱۵۲ پر لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبر و فاروق اعظم کی روحوں نے بعد وفات کفار کے بڑے لشکر جرار کو بھگا دیا، اور مجاہد مسلمانوں کی مدد کی اور وہ مدد بالکل درست تھی، صبح کو لشکر کفار مقتول تھا، اور باقی بھاگ چکا تھا مگر یہ جہاد اور نوعیت کا ہے۔ نیز اسی کتاب الروح میں ہے کہ حضرت کی روح پاک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک دور دراز ملک میں پہنچ کر ایک رافضی کو قتل کیا۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے ان روحوں کو دوسری طرف یعنی دوسرے سوالوں کی طرف متوجہ نہ ہونے دیا، ورنہ وہ دیدار الٰہی، دیدار مصطفوی کی تمنا کرتے بلکہ ان کی توجہ شہادت کی طرف دلائی، تاکہ لوگوں کو شہادت اور غزوہ کی اہمیت کا پتہ لگے۔ یہ بھی خیال رہے کہ اس دنیا میں ناممکن چیز کی دعا کرنا منع ہے مگر وہ تو دنیا ہی دوسری ہے وہاں ناممکن کی دعا کرنا ممنوع نہیں کہ شہداء دنیا میں واپس آنے کی دعا کرتے ہیں جو ناممکن ہے۔ [۳] اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جنت اور وہاں کی نعمتیں پیدا ہو چکی ہیں۔ دوسرے یہ کہ قیامت سے پہلے کوئی شخص جزا و ثواب کے لئے جنت میں اس جسم سے نہیں جا سکتا۔ تیسرے یہ کہ بعض خوش نصیبوں کو روحانی داخلہ قیامت سے پہلے بھی عطا ہو سکتا ہے۔ چوتھے یہ کہ جنت کے پھل یا دوسری نعمتیں قیامت سے پہلے بھی

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِيهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ أَنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْإِيمَانَ بِاللّٰهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ عَنِّي خَطَايَايَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ قُلْتَ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں قیام فرمایا [1] تو ان سے ذکر فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد اور اللہ پر ایمان لانا تمام اعمال میں افضل ہے [2] تو ایک شخص اٹھا پھر بولا یا رسول اللہ فرمائیے اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو میرے تمام گناہ مٹا دیئے جائیں گے [3] تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اگر تو اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے۔ حالانکہ تو طالب ثواب ہو آگے جاتا ہو پیٹھ پھیرتا نہ ہو [4] پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے کیا کہا [5] وہ بولا کہ فرمائیے تو اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں

لوگ استعمال کرتے ہیں مگر وہاں کی حوروں کو ہاتھ نہیں لگا سکتے، حوریں تو بعد قیامت ہی میسر ہوں گی، دیکھو آدم علیہ السلام کو جنت کے قیام زمانہ میں صرف کھانے کی اجازت تھی، اگر حوروں کی اجازت ہوتی تو آپ کو تنہائی کی وحشت نہ ہوتی، اور حضرت حوا کی پیدائش کی خواہش نہ پیدا ہوتی، پانچویں یہ کہ روح کو فنا نہیں، موت جسم پر طاری ہوتی ہے کہ اس سے روح علیحدہ کر دی جاتی ہے چھٹے یہ کہ روح کو راحت و تکلیف کا احساس بعد موت رہتا ہے ورنہ برزخ کے ثواب و عذاب کے کیا معنی، ساتویں یہ کہ برزخ کا ثواب و عذاب برحق ہے رب تعالٰی فرماتا ہے یعرضون علیہا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا اٰل فرعون اشد العذاب یہ آیت کریمہ عذاب قبر کے لیے صریحی نص ہے جس کی تاویل نہیں ہو سکتی، برزخ کے احوال برحق ہیں۔ [1] وعظ فرمانے کے لیے یوں تو حضور کا ہر کلام وعظ تھا، اور ہر مجلس مجلس وعظ تھی مگر بعض دفعہ اہتمامًا قیام فرما کر کلام فرمایا جاتا تھا، یہ بھی ان ہی میں سے تھا۔ [2] خیال رہے کہ ایمان دل کا عمل ہے اور جہاد جسم کا عمل، ایمان تو مدار نجات ہے اور اعمال ظاہری ذریعہ ترقی درجات، بعض حالات میں جہاد نماز سے افضل ہوتا ہے اور عام حالات میں نماز جہاد سے افضل ہے، یہاں وہ ہی خاص حالات مراد ہیں، لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں نماز کو افضل اعمال فرمایا گیا۔ [3] حق یہ ہے کہ یہاں خطایا سے مراد سارے صغیرہ اور کبیرہ گناہ ہیں بلکہ تمام حقوق اللہ اور حقوق عباد جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے۔ [4] یہاں تمام گناہوں کی معافی کے لیے دو قیدیں ارشاد ہوئیں، ایک اخلاص سے جہاد کرنا دوسرے وہاں سے گھبرا کر نہ بھاگنا، سینہ پر گولی کھانا، یہاں پیٹھ پھیرنے سے مراد بزدلی کے طور پر بھاگنے کے ارادہ سے پیٹھ پھیرنا ہے، اگر اکیلا رہ جانے والا غازی اپنے کیمپ کی طرف قوت حاصل کرنے کے لیے بھاگے یا جنگی چال کے طور پر پیچھے ہٹے تو اس کا یہ حکم نہیں، رب فرماتا ہے الا متحیزا الی فئۃ او متحرفا

أَيُكَفِّرُ عَنِّي خَطَايَايَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ إِلَّا الدَّيْنَ فَإِنَّ جِبْرِيْلَ قَالَ لِي ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْقَتْلُ فِي سَبِيْلِ اللهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الدَّيْنَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رض أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَضْحَكُ اللهُ تَعَالَى إِلَى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ يَدْخُلَانِ

تو کیا میری خطائیں مٹا دی جائیں گی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جب کہ تو صابر طالب اجر ہو، آگے بڑھتا ہوا ہو، پیچھے ہٹتا نہ ہو سوا قرض کے ۱۰ کیونکہ مجھ سے جبریل نے یہی کہا ۱۱ (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی راہ میں قتل ہونا (یا قتل کرنا) ۱۲ ہر چیز کو مٹا دیتا ہے سوا قرض کے ۱۳ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان دو شخصوں سے بہت خوش ہوتا ہے ۱۴ جن میں سے ایک دوسرے کو قتل کرے، پھر دونوں جنت میں جائیں

ذنتما پ۔ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ۹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سوال بھول نہ گئے تھے دوبارہ سوال کرانا اظہار اہتمام کیلئے ہے تاکہ اسے یہ جواب خوب یاد رہے (مرقات) ۱۰ یہاں قرض کے متعلق شارحین کے کئی قول ہیں بعض نے فرمایا کہ قرض سے مراد بندے کے سارے حقوق ہیں چوری، خیانت، غصب، قتل وغیرہ (مرقات) بعض نے فرمایا کہ قرض سے وہ قرض مراد ہے جس کے ادا کرنے کی نیت نہ ہو اگر ادا کی نیت تھی مگر موقعہ نہ ملا کہ شہید ہو گیا، وہ قرض خود رب تعالیٰ قرض خواہ سے معاف کرا دیا جائیگا۔ مگر دریا کا شہید اس کا قرضہ بھی معاف ہو جاتا ہے وہ اسکی روح بلاواسطہ خود رب تعالیٰ قبض فرماتا ہے حضرت [illegible] کے یہ جز ہیں (مرقات) ۱۱ یعنی ابھی وحی ابھی آئی جس میں یہ بات یہ فرمایا گیا۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور پر صرف قرآن کریم کی ہی وحی نہ ہوتی، اس کے علاوہ اور بھی وحی ہوتی ہیں، دوسرے یہ کہ ہر وحی کو صحابہ کرام دیکھا نہ کرتے تھے بعض وقت ان حضرات نے [illegible] دیکھی یا بعض اوقات جبریل امین کو بھی دیکھا اور بعض وقت کچھ بھی نہ دیکھا، رب تعالیٰ نے اپنے محبوب سے باتیں کر لیں پاس والوں کو خبر بھی نہ ہوئی۔ اس وقت جو وحی آئی یا اسی دوسری قسم کی تھی بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ وحی پہلے آچکی تھی مگر یہ درست نہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سائل سے یہ پہلے ہی فرما دیتے دوبارہ بلانے اور سوال پوچھنے کی حاجت نہ ہوتی ۱۲ ظاہر یہ ہے کہ یہاں قتل معنی مجہول ہے یعنی قتل کیا جانا یعنی شہید ہونا، اسکی تائید گزشتہ حدیث کر رہی ہے اور ہو سکتا ہے کہ قتل سے مراد قتل کرنا یعنی جہاد کرنا ہو ۱۳ اسکی شرح ابھی ہو چکی، قرض سے مراد وہ قرض ہے جس کا مطالبہ کرنے کا حق بندے کو ہو خواہ بیوی کا دین مہر ہو یا کسی سے لیا ہوا قرض یا ماری ہوئی [illegible] یا غصب کیا ہوا مال کہ یہ سب بندوں کے حقوق ہیں، اپنے ذمہ رہی ہوئی زکوٰۃ، فطرہ قربانی، ذمہ کی نذر یا روزہ نماز وغیرہ مراد نہیں (مرقات [illegible]) ان سب چیزوں کو دین مانا ہے مگر یہ فوری نہیں ورنہ پھر تو کوئی گناہ معاف نہ

الْجَنَّةَ يُقَاتِلُ هٰذَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلُ ثُمَّ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَى الْقَاتِلِ فَيُسْتَشْهَدُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ٭ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ٭ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ الرُّبَيِّعَ بِنْتَ الْبَرَاءِ وَهِيَ أُمُّ حَارِثَةَ بْنِ سُرَاقَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا تُحَدِّثُنِي عَنْ حَارِثَةَ

کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے تو مارا جائے پھر اللہ قاتل کو توبہ کی توفیق دے دے۔ پھر وہ شہید کردیا جائے۔ ۵ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت سہل ابن حنیف سے ۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سچے دل سے اللہ سے شہادت مانگے ۲ تو اللہ اسے شہیدوں کے درجوں پر پہنچا دے گا۔ اگرچہ وہ اپنے بستر پر مرے ۳ (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے کہ ربیع بنت براء ۴ جو حارثہ ابن سراقہ کی ماں ہیں ۵ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں۔ بولیں یارسول اللہ آپ مجھے حارثہ کے متعلق کیوں خبر نہیں دیتے۔

ہونا چاہیے کیونکہ ہر گز رب تعالیٰ وہ قرض ہے جو ضبہ سے عاری ہے ضحک کے معنی ہیں ہنسنا، رب تعالیٰ کے لئے یہ ناممکن ہے اس لئے بعض شارحین نے اس کے معنی کئے ہیں خوش ہونا، راضی ہونا، پسند فرمانا، اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ ضحک کے معنی ہیں پانی بہانا لہٰذا اسکے معنی ہوئے رحمتیں بہاتا ہے یہ معنی نہایت لذیذ و نفیس ہیں ۵ یعنی یہ قاتل و مقتول دونوں ایک ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جنت میں جاویں گے خیال رہے کہ دنیا کی تمام مسلمانوں کی ذاتی عداوتیں آخرت میں ختم ہو جاویں گی یوں ہی دنیا کی جسمانی محبتیں بھی وہاں فنا ہو جائیں گی ایمانی عداوت و محبت باقی رہے گی مسلمان باپ کافر بیٹے کو عذاب میں دیکھ کر خوش ہوگا، اور اجنبی مسلمان دوسرے مسلمان کو عذاب میں دیکھ کر ملول ہوگا، اسکی سفارش و شفاعت کرکے بخشوائے گا، یونہی وہ دو مسلمان جو دنیاوی معاملات میں ایک دوسرے کے دشمن تھے وہاں دوست ہو جائیں گے رب فرماتا ہے وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ اور فرماتا ہے الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ۶ کہ پہلا بھی شہید و سعید اور دوسرا بھی شہید و سعید۔ دیکھو حضرت امیر حمزہ کو جناب وحشی نے شہید کیا اور پھر بعد میں خود بھی سعید و مومن ہو کر فوت ہوئے رضی اللہ عنہما۔

۱ صحابی ہیں انصاری ہیں، بدر اور تمام غزوات میں حاضر رہے غزوہ احد میں مسلمانوں کے قدم اکھڑ جانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ڈٹے رہے پھر حضرت علی کے ساتھ رہے اور حضرت علی نے آپکو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر فرمایا پھر فارس پر ۳۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی امیر المومنین علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہیں ہی دفن کیا (اشعۃ اللمعات) ۲ اسی طرح کہ دل سے شہادت کی آرزو کرے زبان سے دعا کرے اور بقدر طاقت جہاد کی تیاری کرے موقعہ کی تاک میں رہے صرف یہ ہی دعا کو بھی بعض شارحین نے اسی میں داخل فرمایا ۳ کہ اسی طرح کہ یہ بھی شہید ہوگا جو جنت میں شہداء کے ساتھ رہیگا۔ رب تعالیٰ کی عطا ہمارے وہم و گمان سے وراء ہے۔

وَكَانَ قُتِلَ يَوْمَ بَدْرٍ اَصَابَهٗ سَهْمٌ غَرَبٌ فَاِنْ كَانَ فِي الْجَنَّةِ صَبَرْتُ وَاِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ اِجْتَهَدْتُ عَلَيْهِ فِي الْبُكَاءِ فَقَالَ يَا اُمَّ حَارِثَةَ اِنَّهَا جِنَانٌ فِي الْجَنَّةِ وَاِنَّ اِبْنَكَ اَصَابَ الْفِرْدَوْسَ الْاَعْلٰى رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْهُ قَالَ انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ حَتّٰى سَبَقُوا الْمُشْرِكِيْنَ اِلٰى بَدْرٍ وَجَاءَ الْمُشْرِكُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ

اور وہ بدر کے دن شہید کئے گئے تھے کہ انہیں غائبانہ تیر لگا تھا اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر کروں ۱ اگر اس کے سوا ہو تو ان پر رونے میں کوشش کروں ۲ تو فرمایا اے ام حارثہ جنت بہت سی جنتیں ہیں ۳ اور تمہارے لخت جگر نے اعلے درجہ کی فردوس حاصل کی ہے ۴ (بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ تشریف لے گئے حتی کہ بدر میں مشرکین سے پہلے پہنچ گئے ۵ اور مشرکین بھی آگئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس جنت کی طرف بڑھو جس کی چوڑائی آسمانوں و زمین کی برابر ہے ۶

۱ یعنی براء ابن عازب کی دختر نیک اختر، اشعۃ اللمعات میں شیخ نے فرمایا کہ یہ درست نہیں بلکہ آپ ربیع بنت نضر ہیں وہ نضر حضرت انس ابن مالک کے چچا ہیں اور براء ابن مالک حضرت انس کے بھائی ہیں۔ لہذا ربیع بنت نضر حضرت انس کی پھپھی ہیں (اشعہ) ۲ آپ جنگ بدر میں سب سے پہلے شہید ہیں انصار میں ۳ یعنی انہیں غائبانہ تیر لگا اسے دولے کا پتہ نہ چلا تھا۔ اگر کسی کو تیر مارا جائے اور لگ جائے دوسرے کے اسے بھی سہم غرب کہتے ہیں۔ مگر یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ حضور میرے بیٹے حارثہ کا پتہ بتا دیجئے کہ وہ کہاں ہے جنت یا دوزخ میں۔ معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف فرما ہو کر جنت و دوزخ کے ہر مقام اور وہاں کے باشندوں کو دیکھ رہے ہیں پتہ اس سے پوچھا جاتا ہے جو جانتا ہو۔ حضور نے بھی یہ نہ فرمایا کہ مجھے نہیں تیرا بیٹا کہاں ہے حضرت جبریل آئیں گے تو پوچھ کر بتائیں گے بلکہ فورًا بتا دیا جو جنت کو دیکھ رہا ہے وہ زمین کے ذرہ ذرہ کو بھی دیکھ رہا ہے کیونکہ جنت بمقابلہ روئے زمین سے دور ہے یہ ہی معنی ہیں حاضر ناظر کے اصحاب کرام کا یہ ہی عقیدہ تھا ۴ اور بالکل گریہ وزاری نہ کروں اس نعمت کے شکریہ میں۔ خیال رہے کہ بی بی ربیع کو حضرت حارثہ کے شہید ہونے میں شک تھا کیونکہ وہ کفار سے لڑے بغیر غائبانہ تیر سے شہید ہوئے تھے نہ معلوم وہ تیر کافر نے مارا تھا یا کسی مسلمان کا ہی لگ گیا تھا۔ اس نے یہ تردد ظاہر کیا۔ شہید کے جنتی ہونے میں شک نہ تھا کہ یہ تو قرآن مجید سے ثابت ہے۔ خبر قرآنی میں کسی مسلمان کو شک و تردد نہیں ہو سکتا۔ ۵ یہاں رونے سے مراد جائز رونا ہے آنسوؤں سے نوحہ ماتم مراد نہیں کہ حضرات صحابہ اور صحابیات اس سے محفوظ تھے یعنی پھر میں اس محرومی پہ روؤں کہ میرا بیٹا جان سے ہاتھ بھی دھو بیٹھا اور جنتی بھی نہ ہوا۔ اس محرومی پر رونا بھی عبادت ہے جیسے اللہ کی نعمت پر خوش ہونا عبادت ہے ۶

وَالْاَرْضُ قَالَ عُمَيْرُ بْنُ الْحُمَامِ بَخٍ بَخٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحْمِلُكَ عَلٰى قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا رَجَاءَ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِهَا قَالَ فَاِنَّكَ مِنْ اَهْلِهَا قَالَ فَاَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِنْ قَرَنِهٖ فَجَعَلَ يَاْكُلُ مِنْهُنَّ ثُمَّ قَالَ لَئِنْ اَنَا حَيِيْتُ حَتّٰى اٰكُلَ تَمَرَاتِيْ اِنَّهَا الْحَيٰوةُ

تو عمیر ابن حمام بولے [1] خوب خوب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے خوب خوب کہنے پر کون چیز بھڑکا رہی ہے [2] بولے یا رسول اللہ اور کوئی چیز نہیں سوا اس امید کے کہ میں بھی جنت کے اہل سے ہو جاؤں [3] فرمایا تم اہل جنت میں سے ہو [4] راوی فرماتے ہیں کہ پھر انہوں نے اپنے ترکش سے کچھ چھوارے نکالے [5] اور انہیں کھانے لگے۔ پھر بولے کہ اگر ان چھواروں کے کھانے تک زندہ رہوں

جنت کے سو درجے ہیں اوپر تلے، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے [5] یعنی جنت کے درجوں میں سب سے اونچا درجہ جنت الفردوس ہے جو سب سے آخری درجہ ہے جس کے اوپر عرش الٰہی ہے تیرے بیٹے کو رب نے وہ دیا ہے کہ اب اس کی روح فردوس کی سیر کر رہی ہے۔ بعد قیامت وہ مع جسم اس میں داخل ہوگا یہ ہے میرے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم کا علم غیب کہ حضور مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہو کر جنت کے ہر طبقہ کے ہر باشندے کو دیکھ رہے ہیں اور آئندہ ہر سعید و شقی اور ان کے مرتبوں کو بھی جانتے ہیں [6] بدر ایک شخص کا نام تھا جس نے ایک جگہ کنواں کھود دیا اس کنویں کا نام بھی بدر تھا پھر اس میدان کا نام بھی بدر ہو گیا اب وہاں بڑی بستی ہو گئی ہے۔ مدینہ منورہ سے ایک سو چالیس میل جانب مکہ معظمہ ہے اس فقیر نے اس جگہ اور اس کے متبرک مقامات کی کئی بار زیارت کی ہے۔ پہلا باقاعدہ اسلامی جہاد اسی جگہ ہوا۔ بدر مذکر بھی بولا جاتا ہے مؤنث بھی۔ یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے مجاہد صحابہ کے ساتھ بدر میں پہلے پہنچ گئے مشرکین مکہ بعد میں وہاں پہنچے [7] یعنی اس عمل کی طرف چلو جو جنت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ وہاں جانا گویا جنت میں ہی جانا ہے جیسے فرمایا گیا ہے کہ جنت تلواروں کے سایہ میں ہے یا جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ عموماً ہر چیز کی چوڑائی اس کی لمبائی سے تھوڑی ہوتی ہے جنت کی چوڑائی تمام آسمانوں اور زمینوں کی برابر ہے تو غور کرو کہ اس کی لمبائی کتنی ہوگی۔ اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت نفیس طریقہ سے باریک مسئلہ سمجھا دیا [1] آپ عمیر ابن حمام ابن الجموح انصاری سلمی ہیں انصار میں سب سے پہلے شہید آپ ہی ہیں آپ کو خالد ابن اعلم نے شہید کیا (مرقات) [2] یعنی ہمارے اس فرمان پر تم کیوں خوشی منا رہے ہو اور خوب خوب کیوں کہہ رہے ہو کچھ اس کی حقیقت بھی ہے یا صرف شغل کرتے ہوئے یہ کہتے ہو۔ قتل کے ڈر سے کہتے ہو یا جنت کی امید سے، حضور انور کا سوال اس لئے ہے کہ حضرت عمیر جواب دیں اور مسلمانوں کو ان کی اولوالعزمی معلوم ہو جائے۔ ورنہ حضور تو ہر ایک کے دل کی حالت سے خبردار تھے جیسے جبل احد کے پتھروں کے دل کا حال معلوم کر کے فرمایا کہ احد ہم سے محبت کرتا ہے اور انسانوں کے دل کا حال کیونکر نہ معلوم ہوگا اس کا خیال رہے [3] معلوم ہوا کہ اپنا عمل و اخلاص و نیت حضور سے عرض کرنا ریاکاری نہیں بلکہ اس سے عمل اور زیادہ قبول ہو جاتا ہے [4] یہ ہے حضور صلے

طویلۃ قال فرمی بما کان معہ من التمر ثم قاتلھم حتی قتل
رواہ مسلم وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ما تعدون الشہید فیکم قالوا یا رسول اللہ من قتل فی سبیل اللہ
فھو شہید قال ان شھداء امتی اذا لقلیل من قتل فی سبیل اللہ
فھو شہید ومن مات فی سبیل اللہ فھو شہید ومن مات فی
الطاعون فھو شہید ومن مات فی البطن فھو شہید رواہ مسلم

تو یہ زندگی بہت دراز ہے ۵ فرماتے ہیں کہ جتنے چھوارے ان کے پاس تھے پھینک دئیے پھر کفار سے جنگ کی حتی کہ شہید کردیئے گئے ۶ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ اپنے میں شہید کسے گنتے ہو ۱ عرض کیا یا رسول اللہ جو راہ خدا میں مارا جائے تو وہ شہید ہے ۲ فرمایا تب تو میری امت کے شہید بہت کم ہوں گے ۳ جو اللہ کی راہ میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو اللہ کی راہ میں مرجائے وہ شہید ہے ۴ اور جو طاعون میں مرجائے وہ شہید ہے ۵ اور جو پیٹ کی بیماری میں مرجائے وہ شہید ہے ۶ (مسلم) ۷

اللہ علیہ وسلم کا ہر ایک کے سعید و شقی ہونے پر مطلع ہونا کہ حضرت عمیر کے جنتی ہونے یعنی ایمان پر خاتمہ اور شہادت، حساب حشر میں کامیابی، پل صراط سے بخیریت گزرنے کی خبر پہلے ہی سے دے دی ہے کیونکہ جنت میں داخلہ ان سب منزلوں سے گزرنے کے بعد ہوگا۔ خیال رہے کہ جس کے ایمان و جنتی ہونے کی حضور رجسٹری فرمادیں اس کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسے رب کی وحدانیت یقینی ہے ۵ قرن قاف و را کے فتحہ سے یعنی ترکش جس میں تیر رکھے جاتے ہیں ۶ یہ ہے شوق شہادت کہ اپنی زندگی بھی دراز معلوم ہو رہی ہے یا یہ عمل ہے حضور کے اس فرمان عالی پر کہ قوموا الی جنۃ رب فرماتا ہے - وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم ۔ ۷ اور اپنے مقصد کو پہنچ گئے نیت خیر سے موت کی تمنا، موت کی دعا، موت حاصل کرنے کی ایسی کوشش بھی عبادت ہے

شعر
جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

۱ یہاں عدّ بمعنی شمار کرنا بھی ہوسکتا ہے اور بمعنی گمان کرنا بھی لہذا متعدی بہ دو مفعول ہے اور ما جنس کے سوال کے لئے بھی آتا ہے نوع کے سوال کے لئے بھی اور کسی وصف کے لئے بھی اور افراد کے سوال کے لئے بھی یہاں تمام معنی درست ہیں یعنی تم کس کس مسلمان کو شہید سمجھتے ہو یا کس صفت سے شہادت کا حاصل ہونا جانتے ہو (مرقات) شہید بروزن فعیل صفت مشبہ یا بمعنی مفعول ہے جیسے شہیر بمعنی مشہور یا بمعنی فاعل جیسے ضریب بمعنی ضارب دریہ لفظ یا شہادت بمعنی گواہی سے بنا ہے یا شہود بمعنی حاضری سے یا مشاہدہ بمعنی دیکھنے سے یعنی اپنے خون کے قطروں کو توحید و رسالت کی گواہی دینے والا یا جس کی بخشش و جنت کی قرآن و حدیث نے گواہی دی یا مرتے ہی رب تعالیٰ کی

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ غَازِيَةٍ اَوْ سَرِيَّةٍ تَغْزُوْ فَتَغْنَمُ وَتَسْلَمُ اِلَّا كَانُوْا قَدْ تَعَجَّلُوْا ثُلُثَيْ اُجُوْرِهِمْ وَمَا مِنْ غَازِيَةٍ اَوْ سَرِيَّةٍ تُخْفِقُ وَتُصَابُ اِلَّا تَمَّ اُجُوْرُهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے غازیوں کا کوئی چھوٹا بڑا لشکر[1] جو جہاد کرے تو غنیمت پالے اور سلامت رہے مگر وہ اپنے ثواب کے دو تہائی حصے فوراً حاصل کر لیتے ہیں[2] اور نہیں ہے کوئی غازیوں کی چھوٹی بڑی فوج جو ناکام رہے اور تکلیف پا جائے مگر ان کے ثواب پورے ہو جاتے ہیں[3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

بارگاہ میں یا جنت میں حاضر ہونے والا۔ یا مر کر تمام جہان کا مشاہدہ کرنیوالا۔ یا جنت کی نعمتوں کو دیکھنے والا۔ یا حضرات انبیاء کرام کی طرح دوسری امتوں پر گواہ اور بھی اس کے بہت معنی ہیں (لمعات) ان کے مشاہدہ کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم جو اب تک ان سے نہ ملے ان پر خوشیاں منا رہے ہیں کہ عنقریب وہ لوگ مر کر یا شہید ہو کر ہمارے پاس آنے والے ہیں[7] یعنی شہادت کے لئے ہم نے دو شرطیں لگائی ہیں۔ ایک قتل ہونا اور دوسرے راہ خدا میں قتل ہونا یعنی جہاد میں کفار یا باغیوں وغیرہم کے ہاتھوں قتل ہونا[8] کیونکہ ان دو شرطوں سے بہت سے حقیقی شہید بھی نکل جائیں گے۔ جیسے چور ڈاکو کے ہاتھوں مقتول اور حکمی شہداء تو سارے ہی نکل جاویں گے[9] یعنی وہ قتل تو نہ ہوا اپنی موت مرے مگر مرے اللہ کی راہ میں جیسے حاجی سفر حج میں یا طالب علم طلب علم کے زمانہ میں، اور جو اللہ کا کام کرتے کرتے مرے یہ سب شہید ہیں[10] یعنی جہاں طاعون پھیلے وہاں سے بھاگ نہ جائے اور طاعون سے مر جائے وہ بھی شہید ہے کیونکہ وہ جنات کا مقتول ہے، طاعون بنا ہے طعن سے یعنی نیزہ مارنا طاعون والے کو محسوس ہوتا ہے کہ میرے جسم میں کوئی نیزے مار رہا ہے اسلئے اسے طاعون کہتے ہیں لہذا یہ شخص شہید ہوتا ہے[11] پیٹ کی بیماریوں سے مرنے والا حکماً شہید ہوتا ہے جیسے دست۔ درد۔ استسقاء چونکہ ان بیماریوں میں تکلیف زیادہ ہوتی ہے کہ پیٹ کی خرابی تمام بیماریوں کی جڑ ہے اس لئے اس سے مرنیوالا حکماً شہید ہے۔ حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حکمی شہداء کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس میں فرمایا ڈوب کر ہلاک ہونے والا۔ جل کر، دیوار وغیرہ سے دب کر مرنیوالا، مسافر، مرابط، جو جمعہ کی رات یا دن میں مرے یہ سب شہید ہیں کہ قیامت میں شہداء کے زمرہ میں اٹھیں گے (مرقات) یہ سب کرامتیں حضور کی طفیل ہیں[12] طبرانی نے کبیر میں بروایت سلمان فارسی حدیث نقل کی کہ حضور انور نے ان سے جواب میں فرمایا کہ اس کی راہ میں قتل۔ طاعون۔ عورت کا نفاس میں مرجانا۔ جل کر مرنا۔ ڈوب کر مرنا۔ پیٹ کی بیماری سے مرنا سل کی بیماری سے مرنا یہ تمام شہادت ہیں (مرقات)[1] چار سو غازیوں تک کا لشکر سریہ کہلاتا ہے۔ اس سے بڑا لشکر فوج، نیز جس جہاد میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم شرکت نہ فرما دیں وہ سریہ ہے اور جس میں حضور بنفس نفیس شرکت فرما دیں وہ غزوہ (مرقات واشعہ) یعنی آئندہ حکم ہر چھوٹے بڑے لشکر کیلئے ہے[2] کیونکہ جہاد میں رب کی طرف سے تین نعمتیں ملتی ہیں۔ سلامتی، غنیمت، ثواب، ان میں پہلی دو نعمتیں دنیا میں

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مر جائے اور نہ تو جہاد کرے[1] اور نہ اپنے دل میں اس کا خیال کرے[2] تو نفاق کے حصے پر مرے گا[3] (مسلم) روایت ہے حضرت ابو موسےٰ سے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کہ ایک شخص غنیمت کے لیے جہاد کرتا ہے[4] اور ایک شخص اپنی شہرت چاہنے کے لیے[5] اور ایک شخص اس لیے لڑتا ہے کہ اس کا درجہ دیکھا جاوے[6] تو اللہ کی راہ میں مجاہد کون ہے فرمایا وہ ہے جو صرف اس لیے جہاد کرے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے[7] وہ اللہ کی راہ میں مجاہد ہے (مسلم، بخاری)

اور آخری صحت ثواب و اجر۔ آخرت میں[6] تخفق بنا ہے خفق سے یعنی مجاہد کا بغیر غنیمت ہونا یا شکاری کا بغیر شکار واپس لوٹنا۔ تکلیف سے مراد زخم و شہادت اور دوسری تمام تکالیف ہیں جو عموماً جہاد میں پیش آتی ہیں۔ یعنی جو غازی غنیمت کو حاصل نہ کر سکے زخمی یا شہید ہو جائے[7] یعنی اسے یہ تینوں چیزیں آخرت میں ملیں گی۔ خیال رہے کہ غنیمت اور سلامتی کو اجر فرمانا اس لیے ہے کہ غزوہ میں یہ بھی رب تعالیٰ کا عطیہ ہوتا ہے ورنہ غازی کا جہاد سلامتی اور غنیمت کیلئے نہیں ہوتا وہ تو صرف اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرتا ہے[1] یا اس طرح کہ اس کی زندگی میں جہاد ہوا ہی نہیں یا اس طرح کہ جہاد تو ہو مگر یہ شریک نہ ہو یا نہ ہو سکے۔ غرضیکہ اس فرمان عالی کی کئی صورتیں ہیں۔[2] نفسہ سے پہلے فی پوشیدہ ہے اور خیال کرنے سے مراد یا جہاد کی تمنا کرنا ہے یا تیاری جہاد کرنا ہے پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں نیکی کی تمنا بھی باعث ثواب ہے گناہ کی تمنا بھی گناہ۔

[3] یعنی ایسا آدمی منافق سے مشابہ ہوگا جو جہاد سے بہت بچتے تھے اور جو کسی قوم سے مشابہت رکھے وہ اسی قوم سے شمار ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک وغیرہ محدثین نے فرمایا کہ یہ فرمان عالی زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے کہ اس زمانہ میں جہاد سے بیگانہ رہنا منافقین کی علامت تھی (مرقات۔ و نووی) جیسے حدیث پاک میں ہے من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر۔ جو دانستہ طور پر نماز چھوڑے کافر ہے۔ یہ بھی اسی زمانہ پاک کے متعلق ہے کہ اس زمانہ میں بے نمازی ہونا کفار کا نشان تھا۔ فرماتے ہیں کہ مومن اور کافر کے درمیان فرق نماز ہے۔ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ یہ حکم ہر زمانہ کے متعلق ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاد کا خیال بھی دل میں نہ لانا نفاق پیدا کرتا ہے (مرقات) جیسے ارشاد ہوا کہ گانا بجانا بلکہ گانے کی آواز رغبت سے سننا دل میں نفاق اس طرح پیدا کرتا ہے جیسے پانی کا سیل گھاس کو۔ اسی حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ جہاد فرض عین ہے مگر حق یہ ہے کہ بعض حالات میں فرض کفایہ ہوتا ہے اکثر حالات میں فرض کفایہ۔

[4] یعنی صرف مال غنیمت حاصل کرنے یا ملک جیتنے اور وہاں راج کرنے کی نیت سے جہاد کرتا ہے۔ رضاء الٰہی کی نیت نہیں

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجَعَ مِنْ غَزْوَۃِ تَبُوْکَ
فَدَنَا مِنَ الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ اِنَّ بِالْمَدِیْنَۃِ اَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مَسِیْرًا وَلَا قَطَعْتُمْ
وَادِیًا اِلَّا کَانُوْا مَعَکُمْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اِلَّا شَرِکُوْکُمْ فِی الْاَجْرِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ
اللّٰہِ وَھُمْ بِالْمَدِیْنَۃِ قَالَ وَھُمْ بِالْمَدِیْنَۃِ حَبَسَھُمُ الْعُذْرُ رَوَاہُ
الْبُخَارِیُّ وَرَوَاہُ مُسْلِمٌ عَنْ جَابِرٍ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ
جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَہٗ فِی الْجِهَادِ

روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس ہوئے[1] مدینہ منورہ کے قریب ہوئے تو فرمایا
کہ مدینہ میں کچھ ایسی قومیں ہیں[2] کہ تم چلے اور تم نے کوئی جنگل طے نہ کیا مگر وہ تمہارے ساتھ تھے[3] ایک روایت میں یوں ہے کہ
مگر وہ ثواب میں وہ تمہارے شریک[4] لوگوں نے کہا یا رسول اللہ وہ ہے مدینہ ہی میں فرمایا وہ ہے مدینہ ہی میں جن کو معذوری
نے روک لیا[5] بخاری اور مسلم نے روایت کیا حضرت جابر سے روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے
ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے جہاد کی شرکت کی اجازت مانگی

کرتا جیسا کہ آج کل عموماً جنگ کے وقت ملک و قوم کی خدمت کا نام لیتے ہیں۔ اللہ کے دین کی خدمت کا ذکر تک نہیں کرتے اس لئے بچنا چاہیئے
[6] یعنی صرف اس لئے جہاد کرتا ہے کہ لوگوں میں اس کی بہادری کا چرچا ہو اور اسے شہرت و عزت حاصل ہو۔ کفار کو اپنی شجاعت دکھانا ان کے مقابل اپنی شان و بہادری بیان کرنا عبادت ہے۔

[7] لیری کی تین قراتیں ہیں باب فتح کا مضارع مجہول۔ باب افعال کا مضارع معروف۔ اور باب فتح کا مضارع معروف یعنی تاکہ اس کا درجہ دیکھا جائے یا لوگوں کو اپنا درجہ شجاعت دکھائے مسلمانوں کو یا تاکہ وہ اپنی جنت کی جگہ دیکھ لے۔ یعنی صرف جنت حاصل کرنے کے لئے جہاد کرتا ہے (مرقات واشعہ) تیسرے معنی صوفیانہ ہیں۔ صوفیاء کے نزدیک جنت حاصل کرنے یا دوزخ سے بچنے کے لئے بھی عبادت نہ کی جائے۔ صرف جنت والے رب کو راضی کرنے کے لئے عبادت کرنی چاہیئے۔ جب وہ راضی ہو گیا تو سب کچھ مل جائے گا[8] کلمۃ اللہ سے مراد کلمہ طیب لا الہ الا اللہ ہے یعنی اسلام کی اشاعت کرنے اور کفر کا زور توڑنے کے لئے جہاد ہو۔ خیال رہے کہ خدمت دین کے ساتھ غنیمت کی نیت بھی ہونا مضر نہیں مگر کمال اس میں ہے کہ خالص خدمت دین کی نیت ہو۔ غنیمت بلکہ جنت حاصل کرنے کا بھی ارادہ نہ ہو۔[1] تبوک مدینہ منورہ سے چھ سو ساٹھ میل دور جانب شام ہے اس طرح کہ ایک سو ساٹھ میل خیبر ہے اور خیبر سے پانچ سو میل تبوک ہے کچھ فاصلہ پر معان ہے پھر معان کے بعد عمان ہے اردن کا دارالخلافہ۔ فقیر نے خیبر کی تو باقاعدہ زیارت کی ہے مگر تبوک اور معان پر ہوائی جہاز سے پرواز کی ہے۔ عمان اور بیت المقدس جاتے ہوئے غزوۂ تبوک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔ جیسا کہ اشعہ نے فرمایا[2] یعنی مختلف جماعتوں و قبیلوں کے مسلمان وہ بھی ہیں جو اس

فَقَالَ اَحَیٌّ وَالِدَاكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ متفق عليه وَفِیْ رِوَايَةٍ فَارْجِعْ اِلٰى وَالِدَيْكَ فَاَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا متفق عليه

تو فرمایا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں عرض کیا ہاں لے فرمایا تو انہیں ہی جہاد کر لے (مسلم بخاری) اور ایک روایت یہ ہے کہ اپنے ماں باپ کی طرف لوٹ جا ان سے اچھا برتاؤ کر لے روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ حضور نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ فتح کے بعد ہجرت نہیں لے لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لئے نکالا جائے تو نکل جاؤ ۵ (مسلم، بخاری)

غزوہ میں جانے کی دل سے تمنا کرتے تھے مگر کسی سخت مجبوری کی وجہ سے نہ جاسکے ۲ اس طرح کہ جسم ان کے مدینہ میں ہے اور دل تمہارے ساتھ جہاد میں رہے نیز ان کی نیت ان کے ارادے تمہارے ساتھ رہے یا وہ اجر و ثواب میں تمہارے ساتھ ہے کہ تمہارے پیچھے تمہارے گھر بار کی دیکھ بھال اور تمہارے بال بچوں کی خدمت کرتے رہے ۳ اس طرح کہ نفس ثواب میں تمہارے ساتھ شریک ہے۔ اگرچہ عمل جہاد میں تم ان سے بڑھ گئے۔ اس وجہ سے غنیمت میں ان کا حصہ نہ ہوگا۔ رب فرماتا ہے فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیت خیر کا بڑا درجہ ہے۔ اس طرح کسی نیکی سے رہ جانے پر افسوس کرنا بھی ثواب ہے ۴ معذوری سے مراد واقعی معذوری ہے جو بعض مخلص صحابہ کو تھی۔ بناوٹی معذوری نہیں جو بہانہ باز منافقین نے ظاہر کی تھی ان پر تو سخت عتاب فرمایا گیا دیکھو سورۂ توبہ ۵ غالب یہ ہے کہ اس کے ماں باپ کو اس کی خدمت کی حاجت تھی۔ وہ اکیلا بیٹا خدمت گار تھا اور جہاد اس وقت فرض عین نہ تھا فرض کفایہ تھا۔ ایسی صورت میں ماں باپ کی خدمت جہاد پر مقدم ہے۔ اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو جہاد مقدم ہے ۶ یہاں جہاد سے مراد لغوی جہاد ہے یعنی مجاہدہ۔ رب فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اس سے ہے جہاد بالنفس۔

۷ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی جہاد کے لئے بغیر والدین کی اجازت کے نہیں جانا چاہیے۔ اگر جہاد فرض ہو تو بہتر ہے کہ ان سے اجازت لے لے لیکن اگر وہ اجازت نہ دیں تو بھی چلا جائے اگر وہ منع کریں گے تو وہ گنہگار ہوں گے۔ یہ حکم مومن والدین کے لئے ہے کافر ماں باپ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ خواہ جہاد فرض ہو یا نفل۔ خیال رہے کہ مسلمان ماں باپ کی اجازت کے بغیر کسی نفلی عبادت کے لئے نہ جائے جیسے نفلی حج، نفلی عمرہ، زیارت وغیرہ۔ حتیٰ کہ اگر مسلمان ماں باپ اجازت نہ دیں نفلی روزہ بھی نہ رکھے۔ چنانچہ ابوداؤد نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے روایت کی کہ ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا بولا میں ہجرت پر بیعت کرنے آیا ہوں والدین روتے رہ گئے ہیں۔ فرمایا واپس جاؤ جیسے انہیں رلا کر آئے ویسے ہی انہیں ہنسا کر آؤ۔ ابوداؤد نے بروایت حضرت ابوسعید خدری روایت کی ہے کہ یمن سے ایک شخص ہجرت کرنے مدینہ منورہ حاضر ہوا اس سے حضور نے پوچھا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں عرض کیا۔ ہاں۔ فرمایا تو ان سے پوچھ کر آیا ہے

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ نَاوَاهُمْ حَتّٰى يُقَاتِلَ اٰخِرُهُمُ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَّمْ يَغْزُ وَلَمْ يُجَهِّزْ غَازِيًا اَوْ يَخْلُفْ غَازِيًا فِيْ اَهْلِهٖ بِخَيْرٍ اَصَابَهُ

دوسری فصل روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں ایک گروہ حق پر جہاد کرتا رہے گا[۱] ان پر غالب رہے گا جو ان سے دشمنی رکھے[۲] حتی کہ اس کے آخری لوگ مسیح دجال سے جنگ کریں گے[۳] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو امامہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جو نہ تو جہاد کرے اور نہ غازی کو سامان دے یا غازی کے گھر میں اس کا بھلائی سے نائب بنے[۴]

ہو وہیں فرمایا واپس جاؤ اجازت لے کر آؤ۔ اگر اجازت نہ دیں تو ان کی خدمت کرو (مرقات) [۱] یعنی فتح مکہ کے بعد مکہ معظمہ سے ہجرت کر جانا فرض نہیں کیونکہ اب مکہ معظمہ میں مشرکین نہیں۔ اب وہاں مسلمانوں کو مذہبی آزادی ہے یہ مطلب نہیں کہ کسی جگہ سے کبھی ہجرت نہیں ہوگی۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ارشاد ہے کہ ہجرت تا قیامت جاری ہے۔ خیال رہے کہ دارالکفر سے جہاں اسلامی آزادی بالکل نہ ہو ہجرت کر جانا فرض ہے بشرطیکہ طاقت ہو اور جہالت کی جگہ سے علم کی جگہ، گناہوں کی جگہ سے تقویٰ کی جگہ ہجرت کر جانا مستحب ہے (مرقات) [۵] یعنی اگر جہاد بھی فرض ہو جائے اور اسلامی حکومت کی طرف سے اعلان عام ہو تو جہاد کے لئے نکلنا فرض ہے یہ حکم وجوبی ہے اور اس نیت کے لئے ہے کہ جب جہاد فرض عین ہو چکا ہو اس لئے صیغہ جمع ارشاد ہوا یعنی سب نکل جاؤ رب فرماتا ہے فَانْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خیال رہے کہ نیت سے مراد ہے از روئے جہاد کرنا یا ارادۂ جہاد۔ [۱] یعنی اسلام میں جہاد ہوتا رہے گا کبھی منسوخ نہ ہوگا جو جہاد کا حکم منسوخ مانے وہ کافر ہے جیسے وہ جو نماز یا زکوٰۃ و حج وغیرہ کو منسوخ مانے وہ کافر ہے [۲] ناوی بنا ہے مناوات سے یعنی معاودات و دشمنی کرنا نوء سے بنا بمعنی اٹھنا۔ یہاں مراد ہے کسی کے مقابلہ کے لئے اٹھنا میدان میں آنا۔ اس میں غیبی خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجاہد مسلمانوں کو کفار پر غلبہ دیتا رہے گا۔ اگر کبھی مغلوب ہو جاویں تو یہ مغلوبیت اتفاقی ہوگی یا اپنی کسی غلطی کی بنا پر [۳] یہاں آخری لوگ سے مراد حضرت امام مہدی و جناب عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی مسلمان ہیں دجال کو مسیح اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ممسوح العین کانا ہوگا۔ یہ صفت مشبہ بمعنی مفعول ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح اس لئے کہتے ہیں کہ مسیح بمعنی چھوکر اچھا کرنا ہے بیماروں کو اچھا کر دیتے تھے۔ وہاں صفت مشبہ بمعنی فاعل ہے خیال رہے کہ دجال سے اس جہاد کے بعد دنیا میں کوئی کافر نہ رہے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات تک یہ ہی حال رہے گا آپ کی وفات کے بعد پھر کفر شروع ہوگا حتی کہ ایک ایسی ہوا چلے گی کہ ہر مومن کو وفات دیدے گی صرف کفار رہ جائیں گے ان پر قیامت قائم ہوگی (مرقات) [۴] یعنی جو شخص یا جو لوگ ان تینوں نعمتوں سے محروم رہے نہ جہاد کرے نہ مجاہد کو سامان

اللّٰهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَاضْرِبُوْا

اسے اللہ تعالٰی قیامت سے پہلے سخت حادثہ پہنچائے گا ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں فرمایا کفار سے جہاد کرو ۲؎ اپنے مالوں سے اپنی جانوں سے اپنی زبانوں سے ۳؎ (ابوداؤد۔ نسائی۔ دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیلاؤ ۴؎ کھانا کھلاؤ ۵؎ کھوپڑیوں پہ چوٹ لگاؤ ۶؎

دے نہ مجاہد کے بیوی بچوں کی خدمت کرے غالبًا روئے سخن ان لوگوں سے ہے جن کے زمانہ میں جہاد ہوا اور وہ یہ تینوں کام نہ کرے اور اگر کسی کو جہاد دیکھنا نصیب ہی نہ ہو وہ اس حکم سے علیحدہ ہے ۱؎ قارعہ بنا ہے قرع سے بمعنی کھڑکانا، ٹھوکنا۔ اب پریشان کن مصیبت کو بھی قارعہ کہتے ہیں کہ وہ دل کو کھڑکا دیتی ہے۔ اس لئے قیامت کو قارعہ کہا جاتا ہے القارعۃ ما القارعۃ کہ وہ مخلوق کو پریشان کردے گی جس سے عام لوگوں کے حواس جاتے رہیں گے ۲؎ مشرکین سے مراد کفار حربی ہیں خواہ عرب کے ہوں یا عجم کے اور جہاد خواہ محترم مہینہ میں ہو یا ان کے علاوہ۔ خیال رہے کہ کفار عرب سے جزیہ قبول نہیں۔ صرف اسلام ہی ان کے لئے ذریعہ امان ہے اور کفار عجم سے جزیہ بھی قبول ہے کہ وہ ہمارے رعایا بن کر رہیں، ہم کو حق حفاظت میں جزیہ دیں اور ہمارے ملک میں امان سے رہیں۔ نیز جہاد کے لئے یہ لازم نہیں کہ کفار ابتداء کریں ہم مسلمان مدافعانہ اور جارحانہ ہر طرح کا جہاد کرسکتے ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے قاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ۔ اس آیت اور اس حدیث نے ترک جہاد اور نرمی کی تمام آیات و احادیث کو منسوخ فرمادیا۔ چنانچہ آیت فان قاتلوکم فاقتلوھم بھی منسوخ ہے (مرقات) اس کی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کرو ۳؎ جان کا جہاد تو مشہور ہے میدان جنگ میں شمشیر یا تدبیر سے جنگ، مال کا جہاد، غازیوں کو سامان دینا، زبان کا جہاد کفار کی زبانی قلمی تردید دلائل سے کرنا۔ ان کی شکست کی دعا کرنا۔ انہیں ڈرانا دھمکانا یہاں مرقات نے فرمایا کہ معبودین کو برا کہنے کی ممانعت کی آیت یا منسوخ ہے یا محمل ہے اس کیفیت سے جب مسلمان انہیں گالیاں دینے سے روک نہ سکیں۔ اس کی نفیس بحث لمعات میں ہے

۴؎ یعنی مسلمانوں میں اسلامی سلام کا رواج ڈالو۔ اگر مسلمان کفار کی صحبت کی وجہ سے آداب عرض یا گڈ مارننگ وغیرہ کہنے کے عادی ہوگئے ہوں تو ان سے یہ بری عادت چھڑوادو۔ یا ہر واقف ناواقف مسلمان کو سلام کرو۔ یا بلند آواز سے سلام کہو تاکہ سامنے والا سن لے اور جواب سلام دے۔ پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ خیال رہے کہ سلام کرنا سنت ہے جواب دینا فرض۔ سلام کے مسائل ان شاء اللہ باب السلام میں عرض ہوں گے ۵؎ حسب موقعہ عزیزوں اور نیک لوگوں کی دعوت کرو۔ اور عمومًا بھوکوں محتاجوں کا پیٹ بھرو کہ یہ اسلام کا شعار ہے ۶؎ یعنی جہاد میں حربی کافروں کو قتل کرو ھام جمع ہے ھامۃ کی بمعنی کھوپڑی۔ خلاصہ یہ ہے کہ سخاوت شجاعت دونوں کے جامع بن جاؤ۔

الْهَامِّ تُوْرِثُوا الْجِنَانَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ
فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ مَيِّتٍ
يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهٖ إِلَّا الَّذِيْ مَاتَ مُرَابِطًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَإِنَّهٗ يُنْمٰى لَهٗ
عَمَلُهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَيَأْمَنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوٗدَ
وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ عُقْبَةَ عَامِرٍ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّهٗ سَمِعَ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ

جنت کے وارث بن جاؤ گے [۱] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے
حضرت فضالہ ابن عبید سے [۲] وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا ہر میت کا خاتمہ اپنے
اعمال پر ہو جاتا ہے [۳] سوا اس کے جو خدا کی راہ میں مرابط ہو کر مرے [۴] کہ اس کے عمل قیامت تک اس
کے لئے بڑھتے رہتے ہیں [۵] اور قبر کے فتنہ سے وہ امن میں رہتا ہے [۶] (ترمذی۔ ابوداؤد۔ دارمی
بروایت عقبہ بن عامر) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے انہوں نے رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ کی راہ میں اونٹنی دو دہنے کے وقفہ کی برابر جہاد کرے [۷]

[۱] یعنی یہ اعمال جنت ملنے کا ذریعہ ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جنت حاصل کرنے کے لئے مجاہدہ اور مشقت کی ضرورت ہے جو مسلمان ایسے مجاہدے کرے گا وہ آسان کام بخوبی کر سکے گا جیسے نماز روزہ، حج وغیرہ۔ لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس میں نماز روزہ حج کا ذکر نہیں۔ چونکہ ہر جنتی جنت میں اپنی جگہ بھی لے گا اور کافر کے حصے پر بھی قبضہ کرے گا اس لئے وراثت فرمایا گیا اور چونکہ جنتیں بہت سی ہیں اس لئے جمع ارشاد ہوا۔

[۲] آپ انصاری صحابی ہیں غزوہ احد اور بیعت الرضوان میں شریک ہوئے، خیبر کی فتح میں شامل تھے۔ حضور کے بعد دمشق میں رہے۔ وہاں امیر معاویہ کی طرف سے دمشق کے گورنر رہے۔ امیر معاویہ کے زمانہ میں ۵۳ھ میں دمشق میں ہی وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے (اشعہ)

[۳] یعنی آخر حیات میں جو نیک و بد عمل کرتا تھا اس پر مر جاتا ہے اور مرتے ہی اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں کہ عامل کی موت اعمال کو ختم کر دیتی ہے [۴] یعنی اسلامی ملک کی سرحد پر جہاد پر تیار رہا اور وہاں ہی فوت ہو گیا۔ مرابط کے معنی پہلے بیان ہو چکے ہیں یہ ربط بمعنی باندھنے سے بنا مرابط وہ جو اپنے کو کفار کے مقابل باندھ دے۔ اپنے ہاں جہاد کے لئے گھوڑا باندھے [۵] اس طرح کہ قیامت تک اسے ہر گھڑی وہ ہی ثواب ملتا رہتا ہے جو زندگی میں ملتا تھا اس کا رباط فی سبیل اللہ صدقہ جاریہ ہو جاتا ہے کیونکہ مسلمان اس کے رباط سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں [۶] اس طرح کہ اس سے نہ حساب قبر ہو نہ عذاب قبر ہو۔ بقیہ صدقات جاریہ میں یہ انعام نہیں ملتا یہ صرف مرابط کو ملتا ہے [۷] عربی میں فواق جانور کو دوبارہ دوہنے کے درمیان وقفہ کو کہتے ہیں۔ اس وقفہ سے مراد یا تو صبح شام دوہنے کے درمیان کا فاصلہ ہے یا ایک

نَاقَةٍ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ نُكِبَ نَكْبَةً فَاِنَّهَا تَجِيْءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَغْزَرِ مَا كَانَتْ لَوْنُهَا الزَّعْفَرَانُ وَرِيْحُهَا الْمِسْكُ وَمَنْ خَرَجَ بِهٖ خُرَاجٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنَّ عَلَيْهِ طَابَعَ الشُّهَدَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ ؛ وَعَنْ خُرَيْمِ ابْنِ فَاتِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كُتِبَ لَهٗ بِسَبْعِ

تو یقیناً اس کے لئے جنت واجب ہو گئی [۱] اور جو اللہ کی راہ میں معمولی زخمی کیا جائے یا معمولی تکلیف دیا جائے [۲] تو وہ زخم قیامت کے دن اس سے زیادہ چمکدار ہوگا جیسا کہ تھا [۳] اس کا رنگ زعفرانی ہوگا [۴] اس کی خوشبو مشک کی سی اور جسے اللہ کی راہ میں پھنسی نکل آوے [۵] تو یقیناً اس پر شہیدوں کی مہر ہوگی [۶] ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی ؛ روایت ہے حضرت خریم ابن فاتک سے [۷] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرے تو اس کے لئے سات سو گنا

دفعہ دوہنے کے درمیان کا وقفہ ہے۔ کیونکہ اونٹنی کو کچھ دوہ کر تھوڑا ٹھہر جاتے ہیں۔ تنے میں وہ پھر دودھ اُتار لیتی ہے تو اسے پھر دوہتے ہیں۔ یہ ٹھہرنا فواق کہلاتا ہے۔ یہ چند منٹ کا ہی ہوتا ہے۔ فواق بنا ہے فوق سے بمعنی اوپر چونکہ دودھ اوپر سے ہی تھن میں آتا ہے اس لئے اسے فواق کہا جاتا ہے (مرقات و اشعہ) [۱] یعنی رب تعالٰی نے اپنے ذمہ کرم پر لازم فرما لیا کہ اُسے اول ہی سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ گناہوں کی سزا کے لئے اسے دوزخ میں نہ رکھے گا کیونکہ اس کے گناہ اس جہاد کی برکت سے معاف ہو چکے جب پل بھر کے جہاد کا یہ درجہ ہے تو غور کرو کہ جو ہمیشہ جہاد میں رہے اس کا مرتبہ کیا ہوگا۔ [۲] نکبت لغت میں نکبۃ معمولی حادثہ یا تکلیف کو کہتے ہیں زخم ہو یا اور کوئی تکلیف یہاں جراحت سے مراد وہ زخم ہے جو کفار کے ہاتھوں غازی کو پہنچے اور نکبت سے مراد وہ زخم ہے گھوڑے سے گر جانے یا اپنا ہتھیار لگ جانے سے غازی کو پہنچے۔ مرقات نے اس کو ترجیح دی جیسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی انگلی پاک میں ایک دفعہ خون نکل آیا تھا تو فرمایا تھا ؎

هل انت الا اصبع دميت   وفی سبيل الله ما لقيت

[۳] یعنی تازہ زخم جتنا سرخ تھا اس سے زیادہ سرخ ہوگا۔ حق یہ ہے کہ انہا کی ضمیر صرف نکبۃ کی طرف ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جب جہاد میں اتفاقی لگی ہوئی چوٹ کا یہ درجہ ہے تو کفار کے ہاتھوں لگے ہوئے زخم یا قتل کا کیا مرتبہ ہوگا بعض شارحین نے فرمایا کہ کاغزر کا کاف زائدہ ہے [۴] اس طرح کہ زخم کی سرخی میں زعفرانی زردی جھلکتی ہوگی جس سے اس کا حسن زیادہ ہوگا اور اس کی خوشبو سے وہ میدان مہکتا ہوگا جہاں یہ غازی کھڑا ہوگا یہ قیامت میں ہوگا۔ اس علامت سے غازی پہچانا جائیگا۔ اور اسکا احترام کیا جائیگا [۵] خراج خ کے پیش سے جسم میں سے اُبھرنے والی چیز جسے ابھارہ کہا جاتا ہے جیسے پھوڑا یا پھنسی آبلہ وغیرہ یعنی اگر غازی کے جسم پر میدان جہاد میں کوئی قدرتی پھوڑا یا پھنسی نکل آوے نہ کسی کافر کی طرف سے چوٹ لگی ہو نہ کسی اور وجہ سے [۶] طابع بنا ہے طبع سے بمعنی چھپنا مہر لگانا۔ طبع اللہ علی قلوبھم مطلب یہ ہے کہ قدرتی پھوڑا یا پھنسی بھی اگر غازی کو نکل آئے تو اس پر

مِائَةِ ضِعْفٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الصَّدَقَاتِ ظِلُّ فُسْطَاطٍ فِي سَبِيلِ
اللهِ وَمَنِيحَةُ خَادِمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ طَرُوقَةُ فَحْلٍ فِي سَبِيلِ اللهِ رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا يَلِجُ النَّارَ مَنْ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللهِ حَتَّى يَعُودَ اللَّبَنُ فِي
الضَّرْعِ وَلَا يَجْتَمِعُ عَلَى عَبْدٍ غُبَارٌ فِي سَبِيلِ اللهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ رَوَاهُ

لکھا جاتا ہے (ترمذی، نسائی) له روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام خیراتوں میں افضل اللہ کی راہ میں خیمہ کا سایہ ہے له اور اللہ کی راہ میں خادم کا عطیہ ہے له یا راہ خدا میں نر کی سواری ہے له (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوھریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ شخص آگ میں داخل نہ ہوگا جو اللہ کے خوف سے روئے حتی کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے له اور کسی بندے پر راہ خدا کا غبار له اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہوسکتا له

شہید کی نشانی ہوگی۔ اسے شہیدوں کے زمرہ میں داخل کیا جائے گا ان کا سا احترام ہوگا۔ کیونکہ اس نے اللہ کی راہ میں کوشش کی ہے له آپ خریم ابن اخرم ابن شداد ابن عمرو ابن فاتک ہیں۔ غزوۂ بدر میں اپنے بھائی سبرہ کے ساتھ شریک ہوئے یہ ہی قوی ہے۔ بعض مورخین نے کہا کہ آپ فتح مکہ کے دن اپنے بیٹے ایمن ابن خریم کے ساتھ ایمان لائے۔ مگر یہ درست نہیں۔ آخر میں شام میں قیام رہا (اکمال۔ اشعہ) له اللہ کی راہ میں خرچ سے مراد ہر دینی کام میں خرچ ہے۔ جہاد ہو یا حج یا طلباء و علماء کی خدمت۔ زکوٰۃ فطرہ۔ قربانی اور تمام نفلی صدقات کہ ان کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ہے اس حدیث کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ الخ ثواب کے یہ مختلف درجے اخلاص کے درجوں کے لحاظ سے ہیں اور جہاں خرچ کیا اس کی اہمیت کے اعتبار سے بھی۔ اس کے خرچ سے جتنا دین کو زیادہ فائدہ ہوگا اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا له اس طرح کہ مجاہدین کو بالکل یا عاریۃً خیمہ دے دیا جائے کہ وہ سفر جہاد میں اس کے سایہ میں بیٹھا کریں۔ اسی طرح حجاج کو عرفات وغیرہ میں خیمہ شامیانہ لگا دینا۔ اگر طلباء میدان میں بیٹھ کر پڑھتے ہوں مدرسہ کی عمارت نہ ہو ان کے لئے سایہ کا انتظام کر دینا۔ جہاں مسجد نہ ہو وہاں نمازیوں کے لئے شامیانہ یا خیمہ لگا دینا سب ہی اس میں داخل ہیں۔ فسطاط ہر چھوٹے بڑے خیمہ کو کہا جاتا ہے له نمازیوں، حاجیوں، دینی علماء و طلباء کی خدمت کے لئے کوئی آدمی مقرر کر دینا جس کی تنخواہ خود برداشت کرنا له اس فرمان عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ مجاہدین کے لئے جو اونٹنیاں ہوں انہیں حاملہ کرنے کے لئے نر اونٹ عاریۃً دے دینا کہ یہ بھی ثواب ہے اس سے جو اونٹ کی نسل چلے گی اس پر مجاہدین جہاد کریں گے اُسے ثواب ملیگا۔

الترمذی وزاد النسائی فی اخرٰی فی منخری مسلم ابدا وفی اخرٰی لہ
فی جوف عبد ابدا ولا یجتمع الشح والایمان فی قلب عبد ابدا
وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عینان لا

ترمذی اور نسائی نے آخری جملہ میں یہ زیادتی کی کہ مسلمان کے نتھنوں میں کبھی لے اور اس کی دوسری روایت میں یہ کہ کسی بندے کے پیٹ میں کبھی لے اور کسی بندے کے دل میں کبھی بخل اور ایمان جمع نہیں ہوسکتے روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو آنکھیں ہیں جنہیں

دوسرے یہ کہ مجاہد کو سواری کے لئے سواری اونٹ دے دینا شہ یعنی جیسے دوہے ہوئے دودھ کا تھن میں واپس ہونا ناممکن ہے ایسے ہی اس شخص کا دوزخ میں جانا ناممکن ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے حتی یلج الجمل فی سم الخیاط خوف خدا میں رونے کے بڑے فضائل ہیں اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے ؎

باش چوں دولاب دائم چشم تر تا دروں صحن تو روید خضر

لہ راہ خدا کا غبار وہ غبار ہے جو رب کی رضا کے لئے راستہ چلا جائے اور وہاں کا غبار بدن یا کپڑوں یا پاؤں یا چہرے پر پڑے جیسے مسجد کو جاتے طلب علم، جہاد، حج وعمرہ وغیرہ کرنے کی حالت میں جو گرد وغبار پڑے شہ یعنی جیسے دو ضدیں جمع نہیں ہوسکتیں ایسے ہی ایک جگہ یہ دو چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں، رب تعالیٰ نے اس غبار اور دوزخ کے دھوئیں کو نقیضیں یا ضدیں بنادیا ہے یہ اس کی بندہ نوازی ہے سلہ چونکہ ناک کے نتھنے پیٹ اور دماغ کے دروازے ہیں کہ انہیں کے ذریعہ ہوا اندر باہر آتی جاتی ہے، اگر ان میں راہ خدا کا غبار پڑے تو یقینًا سانس کے ساتھ پیٹ اور دماغ میں بھی پہنچے گا، اس لئے خصوصیت سے ان کا ذکر فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ لفظ منخر میم اور خ کے فتح سے بھی ہے اور دونوں کے پیش سے بھی اور میم فتحہ اور خ کے کسرہ سے بھی۔ بروزن مجلس اور میم کے فتحہ سے خ کے کسرہ سے بھی بہت لغات ہیں یعنی ناک کا نتھنا سلہ یعنی جس مومن کے پیٹ میں سانس کے ذریعہ راہ خدا کا غبار پہنچ جائے، وہاں دوزخ کا دھواں نہ پہنچے یعنی وہ دوزخ میں تو کیا دوزخ کے قریب بھی نہ جائے گا، جہاں دوزخ کی آگ کا دھواں پہنچتا ہے۔ خیال رہے کہ دوزخ میں کہیں آگ بغیر دھوئیں کی ہے جیسے دنیا میں ریلوے انجن کی آگ کچھ دھوئیں والی ہے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ دوزخ کی آگ بغیر دھوئیں کے ہے پھر وہاں دھواں کیسا سلہ شح اس بخل وکنجوس کو کہتے ہیں جو مالی عبادت سے انسان کو روک دے یا ظلم کرادے۔ ایمان سے مراد کامل ایمان ہے یعنی کامل مومن کبھی بخیل وکنجوس نہیں ہوتا۔ اور کنجوس آدمی کبھی کامل مومن نہیں بن سکتا بلکہ کبھی بخل ایمان سے بھی روک دیتا ہے۔ قارون کے بخل نے اسے کافر بنادیا۔ بخل اور شح میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے کہ ہر شح بخل ہے مگر ہر بخل شح نہیں۔ شح خدا تعالیٰ کا عذاب ہے۔ خیال رہے کہ عربی میں دل کو قلب کہتے ہیں۔ قلب کے معنی ہیں الٹنا پلٹنا۔ چونکہ دل کبھی روح کی طرف ہو جاتا ہے جس سے اس پر نورانی تجلیاں پڑتی ہیں اور کبھی نفس کی طرف جس سے اس پر نفسانی تاریکیاں آجاتی ہیں۔ گویا دل وہ بیٹھک ہے جس کے دو دروازے ہیں ایک یار کی طرف (درون خانہ) دوسرا اغیار کی طرف یار والا دروازہ کھل جائے تو خلوت خانہ ہو جاتا ہے، ورنہ جلوت خانہ اس لئے اسے قلب کہتے ہیں (از مرقات مع الزیادۃ) اس لئے حضور دعا

تَمَسُّهُمَا النَّارُ عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِعْبٍ فِيْهِ عُيَيْنَةٌ مِّنْ مَّاءٍ عَذْبَةٍ فَاَعْجَبَتْهُ فَقَالَ لَوِ اعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَاَقَمْتُ فِيْ هٰذَا الشِّعْبِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ فَاِنَّ مَقَامَ اَحَدِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ سَبْعِيْنَ عَامًا اَلَا تُحِبُّوْنَ

آگ نہ چھوئے گی لہ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئے لہ اور ایک وہ آنکھ جو اللہ کی راہ میں پہرہ دے ٹہ (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صاحب ایک گھاٹی پر گزرے جس میں میٹھے پانی کا چھوٹا چشمہ تھا لہ وہ چشمہ انہیں پسند آیا ٹہ تو بولے کاش میں لوگوں سے علیحدہ ہو جاتا تو اس گھاٹی میں ہی قیام کر لیتا ٹہ یہ واقعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا ٹہ تو فرمایا یہ نہ کرو ٹہ کیونکہ تم میں سے کسی کا اللہ کی راہ میں پھرنا اپنے گھر ستر سال تک نمازیں پڑھتے رہنے سے افضل ہے ٹہ کیا تم نہیں چاہتے

مانگتے تھے کہ اے دلوں کے بدلنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ۔ جیسے صاف آئینہ میں سارا گھر اور گھر والا نظر آتا ہے یوں ہی صاف شفاف دل میں عرش و فرش جنت و دوزخ مخلوق و خالق کی تجلی نظر آتی ہے۔ ؎

در دلِ مومن بگنجم اے عجب ✧ گر ترے جوئی دریں دلہا طلب

لہ یعنی دو قسم کی آنکھیں یہ خبر شخصی نہیں بلکہ نوعی ہے۔ خیال رہے کہ جب اس آنکھ کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی تو آنکھ والے کو بھی نہ چھوئے گی یہ مطلب نہیں کہ صرف آنکھ تو آگ سے بچی رہے باقی جسم آگ میں جائے۔ اگر ایک عضو بخشا جائے تو اس کے صدقے سے سارے اعضاء بخشے جائیں گے جیسے نمازیوں کی اگر انگلیاں بخش دی گئیں تو ان شاء اللہ سارا جسم بخش دیا جائے گا لہ اسی طرح جو آنکھ عشق مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم میں روئے ان شاء اللہ بخشی جائے گی۔ دونعمتیں بڑی شاندار ہیں خوف خدا عشق مصطفے ؎ زرہ عشق نبی از حق طلب ✧ سوز صدیق و علی از حق طلب

ٹہ اسی طرح کہ سفر جہاد کا غازی سو جائے یہ بندہ ان کا پہرہ دے تاکہ کفار شب خون نہ مار سکیں یہ رات جاگ کر گزارے لہ شعب یعنی گھاٹی پہاڑ کے شگاف کو کہتے ہیں۔ خواہ آر پار ہو یا آگے سے بند عرب میں ایسی جگہ بہت ہی قدر کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں جہاں سبزہ بھی ہو اور میٹھے پانی کا چشمہ بھی اور جگہ محفوظ بھی۔ ٹہ دل چاہا کہ مدینہ منورہ چھوڑ کر اپنی بکریاں بھیڑیں لے کر یہاں آن بسیں جیسا کہ آگے آرہا ہے لہ تاکہ الیہ ناں عبادت الٰہی کرتا اور لوگوں کے اختلاط سے بچ جاتا یہ تنہا اطمینان کا فقلتوں کا بہترکا سبب۔ ان کا یہ ارادہ بھی نیت خیر سے تھا ٹہ یہ ترغیب کم معروف

اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَيُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ اُغْزُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ عُثْمَانَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ يَوْمٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَ

اللہ تمہیں بخشے اور تمہیں جنت میں داخل کرے [۱] اللہ کی راہ میں جہاد کرو جو اللہ کی راہ میں اونٹنی کے دو دوہنے کے فاصلہ کی برابر جہاد کرے اس کے لیے جنت واجب ہوگئی [۲] (ترمذی) روایت ہے حضرت عثمان سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اللہ کی راہ میں ایک دن گھوڑا باندھنا [۳] اس کے ماسوا دوسری منزلوں میں ایک ہزار دن سے افضل ہے [۴] (ترمذی۔ نسائی۔) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ہے تو اس کا فاعل خود وہ صحابی ہیں جن کا یہ ارادہ تھا یا مجہول ہے تو ذکر کرنے والے کوئی اور صحابی ہیں۔ یعنی خود انہوں نے یہ ارادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا حضور سے عرض کیا گیا، دونوں روایتیں ہیں [۵] یعنی نفل عبادت کے لئے فرض و واجب عبادات نہ چھوڑو کہ یہاں رہ کر تم نماز جماعت، جمعہ، عیدین اور جہاد، تبلیغ وغیرہ عبادات سے محروم ہو جاؤ گے اس سے معلوم ہوا کہ جو نفل عبادت فرائض چھوڑائے وہ گناہ ہے۔ اگر نماز تہجد سے فرض کی نماز قضا یا جماعت ترک ہو جاوے تو تہجد نہ پڑھو۔ پنجگانہ نماز جماعت سے پڑھو۔ یہ بڑا اصولی مسئلہ ہے یاد رکھنا چاہیے بعض لوگ عام جلسوں جلوسوں کی وجہ سے رات کو زیادہ جاگتے ہیں جس سے فجر کی جماعت نہیں پاتے وہ اس سے عبرت پکڑیں [۶] یعنی تمہارا شہر مدینہ میں رہنا جہاں جہاد بھی نصیب ہوتا ہے اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت آپ کے پیچھے نماز بھی میسر ہوگی۔ بیابان جنگل میں گھر بنا کر بیٹھنے سے بہت ہی زیادہ افضل ہے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ شاید وہ صحابی فرضی جہاد سے فارغ ہو چکے ہوں گے اور اس زمانہ میں فی الحال جہاد فرض عین نہ ہوگا۔ اس لئے افضل فرمایا، ورنہ حضور سخت منع فرماتے۔ اس سے اشارۃً معلوم ہو رہا ہے کہ مقابلہ دیہات کے شہر میں رہنا بہتر ہے کہ شہر میں بعض وہ عبادات نصیب ہو جاتی ہیں جو گاؤں میں میسر نہیں ہوتیں۔ ستر سال فرمانا بہت زیادتی کے لئے ہے۔ جیسے فرمایا گیا کہ صف جہاد یا صف نماز میں کھڑا ہونا اللہ کے نزدیک ستر سال کی عبادت سے افضل ہے (حاکم، مرقات) [۱] یعنی تم کو مغفرت تامہ اور جنت کا اولی داخلہ نصیب فرمائے اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ خلوت کی زندگی جلوت کی زندگی بہتر گوشہ کا دل نہیں۔ خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں جن احادیث میں گوشہ نشینی کو افضل فرمایا گیا وہاں فتنوں کے زمانہ کی گوشہ نشینی مراد ہے (لمعات و اشعہ) [۲] فواق ناقہ کی تفسیر ابھی کچھ پہلے عرض کی جا چکی ہے کہ اس سے مراد یا صبح شام کا دوہنے کا فاصلہ ہے یا ایک بار دو دوہنے میں جو کچھ فاصلہ کیا جاتا ہے وہ مراد ہے۔ دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں [۳] اسلامی سرحد پر کفار کے مقابلہ میں گھوڑا باندھنا وہاں جہاد کے لئے تیار رہنا [۴] یہ افضلیت اس صورت میں ہے کہ جہاد فرض عین ہو چکا ہو

عَلَيَّ اَوَّلُ ثَلٰثَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ شَهِيْدٌ وَّعَفِيْفٌ مُتَعَفِّفٌ وَعَبْدٌ اَحْسَنَ عِبَادَةَ اللهِ وَنَصَحَ لِمَوَالِيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُبْشِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ طُوْلُ الْقِيَامِ قِيْلَ فَاَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ جُهْدُ الْمُقِلِّ قِيْلَ فَاَيُّ الْهِجْرَةِ

مجھ پر وہ تین شخص پیش کیے گئے جو جنت میں پہلے داخل ہوں گے [1] شہید۔ پاکدامن۔ پاکباز [2] اور وہ غلام جو اللہ کی عبادت اچھی طرح کرے اور اپنے مولاؤں کی خیر خواہی کرے [3] (ترمذی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن حبشی سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے [4] فرمایا دراز قیام [5] عرض کیا گیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے فرمایا فقیر کی طاقت [6] عرض کیا گیا کونسی ہجرت

یا اسلامی سرحد پر بہت خطرہ ہو۔ وہاں سے مسلمانوں کے ہٹ جانے سے اسلامی ملک خطرہ میں پڑ جائے امن و سکون کے حالات میں دوسری منازل اس سے افضل ہو سکتی ہیں لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ نماز کے بعد نماز کا انتظار اور مسجد میں حاضری کی پابندی یہ رباط ہے یہ رباط ہے [1] یعنی مجھے وہ تین قسم کے آدمی دکھائے گئے جو بعد انبیاء کرام دوسرے جنتیوں سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ اس ترجمہ سے تمام اعتراضات اٹھ گئے خیال رہے کہ جنت میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جائیں گے پھر دوسرے انبیاء کرام پھر سب سے پہلے حضور کی امت جائے گی پھر دوسری امتیں حضور کی امت میں داخلہ ترتیب سے ہوگا کہ بعض حضرات بعض سے پہلے یہ بھی خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے حضرت بلال بٹو بچو کرتے جنت میں داخل ہوں گے اور حضور انور کے ساتھ حضرت صدیق و فاروق داخل ہوں گے مگر یہ داخلہ حضور کی اتباع میں ہوگا۔ دولہا کے ساتھ اس کے دوست اور خاص خادم بھی نعمتوں سے نوازے جاتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری آنکھوں سے تاقیامت جنتیوں اور دوزخیوں کو ملاحظہ فرمایا تھا۔ جیسا کہ لفظ عرض سے ظاہر ہے یہاں اولیت اضافی ہے اور تین سے مراد شخص تین نہیں بلکہ نوعی تین ہیں۔ ان تین میں کروڑوں مسلمان ہوں گے۔

[2] عفیف اور متعفف میں چند طرح فرق کیا گیا ہے۔ زنا سے بچنے والا عفیف، بھیک و سوال سے بچنے والا متعفف اکیلا آدمی گناہ سے بچے وہ عفیف ہے بال بچوں والا گناہ سے بچے وہ متعفف ہے۔ ظاہری گناہوں سے بچنے والا عفیف ہے باطنی گناہوں سے بچنے والا متعفف ہے۔ [3] اس سے معلوم ہوا کہ جسے دنیاوی الجھنیں زیادہ ہوں اس کی عبادت افضل ہے اس سے جو فارغ البال ہو دیکھو انسان کی عبادت فرشتوں کی عبادت سے افضل ہے [4] یعنی نماز کے اعمال میں سے کون سا عمل افضل ہے [5] بعض لحاظ سے نماز میں دراز قیام افضل ہے کہ اس میں مشقت زیادہ تلاوت قرآن بہت ہے اور بعض لحاظ سے دراز سجدہ افضل ہے کہ اس میں اظہار عجز زیادہ ہے۔ لہذا احادیث میں تعارض نہیں بعض علماء نے فرمایا کہ رات کے نوافل تہجد وغیرہ میں لمبا قیام افضل ہے اور دن کے نوافل اشراق چاشت وغیرہ میں زیادہ سجدے افضل ہیں۔ بہرحال حدیث میں تعارض نہیں اس کی کچھ بحث مرآۃ جلد اول کتاب الایمان میں گزر چکی ہے۔

أَفْضَلُ قَالَ مَنْ هَجَرَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ قِيْلَ فَأَيُّ الْجِهَادِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ جَاهَدَ الْمُشْرِكِيْنَ بِمَالِهٖ وَنَفْسِهٖ فَأَيُّ الْقَتْلِ أَشْرَفُ قَالَ مَنْ أُهْرِيْقَ دَمُهٗ وَعُقِرَ جَوَادُهٗ رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤُدَ فِيْ رِوَايَةٍ لِلنَّسَائِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ إِيْمَانٌ لَا شَكَّ فِيْهِ وَجِهَادٌ لَا غُلُوْلَ فِيْهِ وَحَجَّةٌ مَبْرُوْرَةٌ قِيْلَ فَأَيُّ الصَّلٰوةِ أَفْضَلُ قَالَ طُوْلُ الْقُنُوْتِ ثُمَّ

افضل ہے لہ فرمایا اس کی جو ان سب چیزوں کو چھوڑ دے جو اللہ نے اس پر حرام کیں عرض کیا گیا کونسا جہاد افضل ہے فرمایا اس کا جو کفار پر اپنے مال و جان سے کرے ۲ہ عرض کیا گیا کہ کونسا قتل اشرف ہے۔ فرمایا جس کا خون بہا دیا جائے اس کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیے جائیں ۳ہ ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل بہترین ہے۔ فرمایا وہ ایمان جس میں تردد نہ ہو ۴ہ اور وہ جہاد جس میں خیانت نہ ہو ۵ہ اور پاکیزہ حج عرض کیا گیا کہ کونسی نماز افضل ہے۔ فرمایا دراز قیام پھر باقی حدیث میں

لہ جہد جیم کے پیش و کے سکون سے بمعنی طاقت و قوت اور مقل اقلال سے بنا بمعنی کم کرنا اور فقیر ہو جانا اس کا مادہ قلل ہے بمعنی کمی اس سے ہے قلت یعنی اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ غریب آدمی مشقت سے پیسہ کمائے پھر اس ہی سے خیرات کرے دوسرے یہ کہ فقیر کہ خود بھی ضرورت ہو خود مشقت و تکلیف میں ہو اس کے باوجود اپنی ضرورت روک کر خیرات کرے اور دوسرے کی ضرورت کو مقدم رکھے۔ مگر یہ دوسرے معنی اس فقیر کے لئے ہوں گے جو خود صابر ہو اور اکیلا ہو بال بچے نہ رکھتے ہو ورنہ آج خیرات کرکے کل خود بھیک مانگنا یا اپنے بال بچوں کے حقوق مار کر خیرات کرنا کسی طرح جائز نہیں (مرقات) ہاں اگر کسی کے بال بچے بھی حضرت ابوبکر صدیق کے گھر والوں کی طرح صابر ہوں پھر وہ جناب صدیق کی طرح خیرات کرے تو یہ اس کی خصوصیت ہے و سلطان عشق کے فیصلہ عقل سے وراء ہیں۔ ؎

موسیا آداب دانا دیگر اند سوختہ جان و روانان دیگر اند

لہ یعنی ہجرت (چھوڑنا) کی بہت سی قسمیں ہیں۔ وطن چھوڑنا، گناہ چھوڑنا، برے خیالات چھوڑنا وغیرہ ان میں سے اعلیٰ درجہ کی ہجرت کونسی ہے ۲ہ سبحان اللہ کیسا پیارا جواب ہے گناہ چھوڑنے کی ہجرت وطن چھوڑنے کی ہجرت سے اعلیٰ ہے اور پھر لطف یہ ہے کہ یہ ترک گناہ کی ہجرت ہمیشہ ہر مسلمان کو میسر آسکتی ہے اس کی شرح کتاب الایمان میں گزر چکی ۳ہ یعنی جہاد کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں سے اعلیٰ قسم کا جہاد یہ ہے کہ مجاہد اپنی جان و مال سب کچھ راہ خدا میں خرچ کرکے جہاد کرے۔ کیونکہ یہ جہاد نفس پر بہت گراں ہے۔ خیال رہے کہ یہ افضلیت اضافی ہے ایک اعتبار سے اور بعض حالات میں یہ جہاد افضل اور دوسرے اعتبار سے خصوصی حالات میں ظالم حاکم کے سامنے حق بات کہہ دینی افضل ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا کہ افضل الجہاد كلمة حق عند سلطان جائر۔ ۴ہ یعنی راہ خدا کا وہ شہید اعلیٰ درجہ کا شہید ہے جو میدان جہاد میں جان و مال سب قربان کر دے کہ خود بھی جان دے دے۔ گھوڑا بھی ہلاک ہو جائے چونکہ اس کی قربانی دوگنی ہے۔ نیز اس نے بڑے معرکہ کا جہاد کیا۔ لہٰذا اسکی

اتَّفَقَا فِی الْبَاقِیْ. وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْکَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلشَّہِیْدِ عِنْدَ اللّٰہِ سِتُّ خِصَالٍ یُغْفَرُ لَہٗ فِیْ اَوَّلِ دَفْعَۃٍ وَیُرٰی مَقْعَدَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ وَیُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَیَاْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْاَکْبَرِ وَیُوْضَعُ عَلٰی رَاْسِہٖ تَاجُ الْوَقَارِ اَلْیَاقُوْتَۃُ مِنْہَا خَیْرٌ

وہ دونوں متفق ہو گئے لہ روایت ہے حضرت مقدام ابن معدیکرب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہید کی اللہ کے ہاں چھ خصلتیں (درجے) ہیں لہ پہلی ہی دفعہ میں اسے بخش دیا جاتا ہے لہ اور اسے جنت کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے لہ اور اسے قبر کے عذاب سے امان دی جاتی ہے اور وہ بڑی گھبراہٹ سے امن میں رہے گا لہ اور اس کے سر پر عزت کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا اور دنیا کی

شہادت بھی اعلیٰ قرار پائی۔ اخرم کی د نزانہ ہے اصل میں اخرم تھا۔ مرقات نے فرمایا کہ گھوڑے کی ہلاکت سے اس کی شجاعت و بہادری کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ایسا جانباز اور بہادر تھا کہ بغیر گھوڑے کے پاؤں کٹے دشمن کے قابو میں نہ آیا اس کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہی ہے لہ ایمان کو عمل میں داخل فرمایا کیونکہ ایمان یقین دل کا نام ہے یہ دل کا عمل ہے، تردد نہ ہونے کے معنی یہ ہیں، رنج و خوشی تنگی و فراخی حال میں اسلام سے نہ پھرے، دنیا کی کوئی حالت اس کے قلب کی حالت نہ بدل سکے۔ ایک وقت حضرت حسین حضور کے کندھے پر سوار ہیں اور ایک وقت ظالم قاتل شمر آپ کے سینے پر انوار پر سوار ہے مگر دونوں حال میں قلب کا حال یکساں ہے۔ اس فرمان کی اور شرحیں بھی کی گئی لہ اسی طرح کہ غنیمت میں خیانت کرے تقسیم سے پہلے امیر کے حوالہ ساری غنیمت کر دے پھر تقسیم میں اسے جو حصہ ملے اسے بخوشی قبول کرے لہ حج مبرور سے مراد وہ حج ہے جس میں گناہ سے بچا جائے یا وہ حج جس میں ریا و نام و نمود سے پرہیز ہو یا وہ حج جس کے بعد حاجی مرتے وقت تک گناہوں سے بچے۔ حج برباد کرنے والا کوئی عمل نہ کرے خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ حج مقبول وہ ہے جس کے بعد حاجی دنیا میں زاہد آخرت میں راغب ہے یا حج مبرور وہ ہے جو حاجی کا دل نرم کر دے۔ کہ اس کے لیے سوز آنکھوں میں تری پیدا کرے حج کرنا آسان ہے حج سنبھالنا مشکل ہے لہ خیال رہے کہ افضل اعمال کے بیان میں احادیث مختلف ہیں۔ کسی حدیث میں کسی عمل کو افضل فرمایا گیا ہے کسی میں دوسرے عمل کو۔ یہ اختلاف حالات کے لحاظ سے ہوتا ہے کبھی جہاد افضل اور کبھی نماز اعلیٰ۔ پھر نماز میں کبھی زیادہ سجدے افضل اور کبھی دراز قیام بہتر لہ کہ یہ چھ خوبیاں کسی اور میں جمع نہیں ہوتیں لہ کہ اس کا خون زمین پر پیچھے گرتا ہے اور اس کی تمام گناہوں کی معافی پہلے ہی ہو چکی ہے۔ حتی کہ امام شافعی کے ہاں شہید پر نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جاتی۔ وہ فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ معافی گناہ کے لئے ہوتی ہے اس کی معافی تو پہلے ہی ہو چکی امام اعظم فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ شرافت انسانی کے ظہور کیلئے ہے جس کا شہید زیادہ حقدار ہے نہ کہ معافی گناہ کیلئے ورنہ چھوٹے بچوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز نہ ہوتی لہ بعض غازی صحابہ نے شہید ہونے سے پہلے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ جنت وہ ہے یا رسول اللہ میں تکبیر کہتا ہوں پھر شہید ہوئے بعض زخمی مجاہدوں نے باوجود پیاس کی جان تڑپتے ہوئے پانی قبول نہ کیا فرمایا کہ اب کوثر جانے ہے وہاں ہی جا کر پئیں گے جیسا کہ احادیث و تواریخ میں وارد ہے

لہ سب فرماتا ہے ونفخ فی الصور ففزع من فی السموت والارض الا ما شاء اللہ اور فرماتا ہے لایحزنھم الفزع الاکبر

مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَيُزَوَّجُ ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ زَوْجَةً مِّنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ وَيُشَفَّعُ فِيْ سَبْعِيْنَ مِنْ اَقْرِبَائِهٖ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَهْ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ بِغَيْرِ اَثَرٍ مِّنْ جِهَادٍ لَقِيَ اللّٰهَ وَفِيْهِ ثُلْمَةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهِيْدُ لَا يَجِدُ اَلَمَ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا يَجِدُ اَحَدُكُمْ اَلَمَ الْقَرْصَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ

چیزوں سے بہتر ہوگا۱؎ اور بہتر حور عین (آنکھوں والی) سے اس کا نکاح کیا جائے گا۲؎ اور اس کے ستر اہل قرابت میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۳؎ (ترمذی۔ ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی اللہ سے ملے بغیر جہاد کی نشانی کے تو وہ اللہ سے اس میں ملے گا کہ اس میں رخنہ ہوگا۴؎ (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ شہید قتل کی تکلیف نہیں پاتا مگر اتنی جتنی کہ کوئی چیونٹی کے کاٹنے کی تکلیف پائے۵؎ (ترمذی، نسائی، دارمی) اور

شہید کو نہ قیامت میں گھبراہٹ ہوگی، نہ قبر میں، نہ مرتے وقت، نہ پل صراط پر، نہ موت کو ذبح کرتے جاتے پر۔ یعنی اسے عزت کا تاج پہنایا جائے گا جس سے وہ تمام محشر والوں سے ممتاز ہوگا۔ جیسے بادشاہ یا وزیر تاج کی وجہ سے دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔

۲؎ حور جمع ہے حوراء کی یعنی آنکھ کی تیز سفیدی، پتلیوں کی تیز سیاہی، یہ چیز حسن کا اعلیٰ درجہ ہے، عین جمع ہے عیناء کی بڑی بڑی آنکھ چونکہ حوروں کی آنکھیں بڑی اور خوب سفید و سیاہ ہیں۔ اس لئے انہیں حور عین کہا جاتا ہے (مرقات) یعنی شہید کو اپنی دنیاوی اور کفار مومنہ بیویوں کے علاوہ جو اسے کفار کے ورثہ میں ملیں گی، بہتر حوریں بیویاں دی جائیں گی۔ خیال رہے کہ حور جنس بشر سے نہیں کہ وہ اولاد آدم علیہ السلام نہیں ہیں۔ نورانی مخلوق ہے، دنیا میں انسان کا نکاح غیر جنس سے درست نہیں۔ آخرت میں بعد قیامت درست ہوگا یہ بھی خیال رہے کہ حوروں سے اختلاط بعد قیامت ہوگا۔ قیامت سے پہلے اگرچہ شہید جنت کے پھل فروٹ کھائیں گے مگر حوروں سے بے تعلق رہیں گے ۳؎ یا ستر سے مراد کثرت و زیادتی ہے یا ستر کا عدد، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں، اقربا سے مراد رشتہ دار اور دوست و احباب دونوں ہیں (مرقات) بشرطیکہ مسلمان ہوں۔ کافر و مشرک کا شفیع کوئی نہیں۔ جب شہید ستر کی شفاعت کرے گا تو خاص علماء و اولیاء اللہ اور پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا کیا پوچھنا ہے۔ خیال رہے کہ رب تعالٰی کے عدل کے ظہور کے وقت یعنی اول قیامت میں صرف حضور ہی شفاعت فرمائیں گے۔ اسے شفاعت کبریٰ کہا جاتا ہے اور پھر ظہور فضل کے وقت شہید وغیرہم شفاعت کریں گے لہذا شفیع المذنبین صرف حضور کا لقب ہے۔

۴؎ اس سے مراد یا وہ لوگ ہیں جن پر جہاد فرض ہو اور پھر جہاد کریں نہ اختیاری جہاد کریں نہ ارادہ جہاد۔ نہ کسی مجاہد کی مالی مدد کریں وہ قیامت میں اس کمال سے محروم ہوں گے جو مجاہدین کو حاصل ہوگا۔ یا جہاد سے عام جہاد مراد ہے خواہ کفار سے جہاد ہو یا نفس سے جہاد

التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَى اللهِ مِنْ قَطْرَتَيْنِ قَطْرَةُ دُمُوْعٍ مِّنْ خَشْيَةِ اللهِ وَقَطْرَةُ دَمٍ يُهْرَاقُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَاَمَّا الْاَثَرَانِ فَاَثَرٌ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَاَثَرٌ فِيْ فَرِيْضَةٍ مِّنْ فَرَائِضِ اللهِ تَعَالٰى رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن بھی ہے غریب بھی روایت ہے حضرت ابوامامہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا اللہ تعالٰی کو دو قطروں سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے ہو[۱] ایک خون کا قطرہ جو اللہ کی راہ میں بہایا جائے[۲] اور لیکن دو نشان قدم پس ایک وہ نشان قدم جو اللہ کی راہ میں ہو[۳] اور ایک وہ نشان قدم جو اللہ کے فرائض میں سے کسی فرض میں ہو[۴] (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۞ روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

سے یا شیطان سے یا نافرمان اولاد سے یا گنہگار بے شرم مسلمانوں سے کہ ان میں سے کوئی نہ کوئی جہاد ہر مسلمان کو میسر ہوتا ہے لہذا حدیث کا مطلب واضح ہے اور اس حدیث کی بنا پر نہیں کہا جا سکتا کہ شریعت و طریقت کے چاروں امام، نیز بارہ امام اہل بیت کو جہاد میسر نہ ہو، وہ بھی ناقص ہونے چاہئیں (معاذ اللہ)۔ [۳] ظاہر یہ ہے کہ یہاں شہید سے مراد حقیقی شہید یعنی ظلمًا مقتول خصوصًا مجاہدین کفار کے ہاتھوں شہید یعنی شہید کو نزع کی شدت نہیں نہایت معمولی چسک سی ہوتی ہے اور راہ خدا میں جان دینے کی جو لذت ہے وہ تو ایسی ہے جو بیان میں نہیں آسکتی۔ حتی کہ شہید بارگاہ الٰہی میں پہنچ کر اس لذت کو حاصل کرنے کے لئے پھر دنیا میں آنا چاہتا ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ اس میں شہید حکمی بھی داخل ہو۔ خیال رہے کہ بعض عشاق کو مرتے وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا جمال دکھایا جاتا ہے۔ تب ہی وہ ایسے وارفتہ ہو جاتے ہیں کہ انہیں نزع کی شدت محسوس نہیں ہوتی۔ دیکھو مصر کی عورتوں نے جمال یوسفی میں محو ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ لئے مگر ہائے وائے نہ کی کہ انہیں کچھ تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ جمال محمدی میں محویت کا کیا عالم ہوگا۔ رب ہی جانے جب دنیا میں غازی علم الدین رشید کو ایک گستاخ آریہ کے قتل کے عوض پھانسی دی گئی تو اولًا اس نے پھانسی کو چوما پھر جان نکلتے یہ آیہ کریمہ کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام پڑھی اور ہنستے ہوئے جان خدا کے حوالہ کر دی۔ عاشقوں کے حال نیارے۔ لہذا حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے اور ایسے مرنے والوں کو مرتے دیکھا بھی گیا ہے۔ [۱] خیال رہے کہ گنہگاروں کو رب تعالٰی کے عذاب سے خوف ہوتا ہے۔ نیکوکاروں کو اس کی ذات سے ہیبت و جلال سے خوف ہوتا ہے یہ خوف محبت و اطاعت پیدا کرتا ہے۔ یہ خوف اللہ تعالٰی کی بڑی نعمت ہے۔ اور خوف ایذاء جو نفرت پیدا کرتا ہے وہ خدا سے خوف کرنا کفر ہے جیسے سانپ یا ظالم حاکم سے خوف۔ دیکھو شیطان نے بھی کہا تھا اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔ مگر یہ خوف مفید نہیں مضر ہے۔ یہاں پہلی قسم کے دو خوف مراد ہیں۔ [۲] چونکہ آنسوؤں کے قطرے مسلسل آنکھوں سے ٹپکتے رہتے ہیں اور خون ایک دم نکل کر بہہ جاتا ہے۔ اس لئے

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْكَبِ الْبَحْرَ إِلَّا حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا أَوْ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللهِ فَإِنَّ تَحْتَ الْبَحْرِ نَارًا وَتَحْتَ النَّارِ بَحْرًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ أُمِّ حَرَامٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَائِدُ فِي الْبَحْرِ الَّذِي

صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ دریا میں سوار نہ ہو[1] مگر حاجی ہو یا عمرہ کرنے والا یا غازی فی سبیل اللہ ہو کر[2] کیونکہ دریا کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے دریا ہے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ام حرام سے کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا دریا میں چکرانے والا جسے قے آتی ہے اُسے

آنسو کے لئے دو رخ حرام ارشاد ہوا اور خون کے لئے دم دار فرمایا گیا قطرہ سے مراد جنس قطرہ ہے نہ کہ شخصی قطرہ۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ آنسوؤں کا قطرہ ایک کیونکر ہوگا اور شہید کے جسم سے خون کا دھارا بہتا ہے ایک قطرہ نہیں نکلتا ۔[3] اللہ کی راہ سے ہر وہ راستہ مراد ہے جو رضاء الٰہی کے لئے طے کیا جائے۔ جیسے نمازی کے لئے مسجد کو جانا۔ طالب علم کے لئے مدرسہ جانا۔ جہاد کیلئے میدان جہاد میں جانا اور وہاں چلنا پھرنا نشان قدم سے عام نشان مراد ہے خواہ محسوس ہو یا نہ ہو۔ لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ پختہ سڑک پر چلنے میں نشان قدم پڑتے ہی نہیں پھر یہ بشارت کیا چیز ہوگی[4] یعنی کسی شرعی فریضہ کو ادا کرنے کے لئے چلا اس کے نشان قدم جب کہ پائے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ اثر سے مراد مطلقاً نشان ہو۔ قدم کی قید نہ ہو تو حدیث بہت جامع بھی ہوگی اور واضح بھی۔ لہذا سردیوں میں وضو سے ہاتھ پاؤں پھٹ جائیں۔ گرمیوں میں پیشانی پر گرم زمین پر سجدے سے چھالے پڑ جائیں یہ نشان منزل۔ حج و جہاد میں غبار راہ جو کپڑوں اور منہ پر پڑ جائے یہ سب کرتے پائے ہیں۔ مرقات نے یہی توجیہ اختیار کی۔[1] اس میں یا تو خطاب صرف حضرت عبداللہ ابن عمرو سے ہے کہ تم سوا ان تین ضرورتوں کے کبھی سمندر کا سفر نہ کرنا۔ اگرچہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے سمندر نہیں آتا خشکی کا راستہ ہی ہے مگر آئندہ کے لئے فرمایا گیا کہ تم کبھی غزوہ میں سمندر پار چلے جاؤ تو وہاں سے حج کے لئے سمندر کا سفر کرسکتے ہو۔ اور یا خطاب ان سارے مسلمانوں سے ہے جو اس زمانہ میں تھے جبکہ سمندری سفر بادبانی کشتیوں پر ہوتا تھا اور سخت خطرناک تھا مخالف ہوا چلنے کی صورت میں یا ایک ایک ماہ سمندر میں ایک جگہ ہی ٹھیرنا پڑ جاتا تھا یا پھر جدھر کی ہوا ہوتی اُدھر ہی کشتی چل دیتی تھی۔ ملاحوں کے قابو سے نکل کر کہیں سے کہیں پہنچ جاتی تھی۔ اب جبکہ سمندری سفر نہایت آسان ہوچکا ہے علم بھی نہیں کہ اب اتنی سائنسی ہولتیں ہوچکنے کے بعد بھی بہت حاجی جہازوں میں مر جاتے ہیں، بیمار تو بہت ہی ہو جاتے ہیں۔ خود یہ فقیر بھی بر وقت حج کے موقعہ پر سست رہتے دوران سفر وغیرہ میں مبتلا رہا۔ غور کرو کہ اس زمانہ میں دریائی سفر کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ لہذا یہ فرمان اس وقت کے لحاظ سے نہایت موزوں ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ ممانعت بطور مشورہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ اکیلا مسافر شیطان ہے اور دو مسافر دو شیطان اور تین مسافر قافلہ ہیں۔ یہ فرمان عالی بھی اس وقت کے لحاظ سے ہے جب راستے پر خطر تھے۔

[2] بعض علماء نے سمندر حائل ہونے کو ترک حج کے لئے عذر قرار دیا ہے۔ اس حدیث میں ان کی صحیح تردید ہے کہ جب اس ابتدائی دور میں جب سمندر کا سفر نہایت ہی خطرناک تھا۔ سمندر حج کے وجوب کے لئے عذر نہ ہوا تو اب کیسے ہوسکتا ہے۔ یہاں فرمایا گیا کہ حج، عمرہ، جہاد ایسے اہم ہیں کہ ان کی ادائیگی کے لئے سمندر میں بھی سفر کرنا پڑے تو کرو یہ سمندر کی خطرناک لہریں تمہیں ان چیزوں سے روک نہ دیں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے کبھی سمندر کا سفر نہ کیا۔ زمانہ عثمانی میں صحابہ کرام نے جہاد کے لئے سمندر پار کیا ہے کہ تمام

يُصِيبُهُ الْقَيْءُ لَهُ أَجْرُ شَهِيدٍ وَالْغَرِيقُ لَهُ أَجْرُ شَهِيدَيْنِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ فَصَلَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمَاتَ أَوْ قُتِلَ أَوْ وَقَصَهُ فَرَسُهُ أَوْ بَعِيْرُهُ أَوْ لَدَغَتْهُ هَامَّةٌ أَوْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهِ بِأَيِّ حَتْفٍ شَاءَ اللّٰهُ فَإِنَّهُ شَهِيْدٌ وَإِنَّ لَهُ الْجَنَّةَ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

ایک شہید کا ثواب ہے۱ اور ڈوب جانے والے کو دو شہیدوں کا ثواب۲ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابومالک اشعری سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اللہ کی راہ میں گھر سے نکلا۳ پھر قتل کیا گیا اسے اس کے گھوڑے یا اونٹ نے کچل دیا اُسے زہریلے جانور نے ڈس لیا۴ یا اپنے بستر پر کسی سبب سے مر گیا جیسے اللہ نے چاہا تو وہ شہید ہے۵ اور اس کے لئے جنت ہے۶ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ

کی ایک روایت میں ہے ۳ یہ فرمان عالی یا تو اپنے ظاہری معنی پر ہے کہ سمندر یا پانی کے نیچے آگ کا سمندر ہے اور پھر آگ کے سمندر کے نیچے پانی کا اور سمندر ہے دنیا کی وجہ سے ایسی خوفناک جگہ نہ جانا جہاں اوپر تلے تین سمندر ہیں دو پانی کے ایک آگ کا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے واذا البحار سجرت جب سمندر آگ سے بھڑکائے جائیں گے یا تینوں سمندر آگ سے کر دئے جائیں گے۔ سمندر کا ذکر حاکم کی ایک روایت میں بھی ہے یا اس سفر کی دشواری فرمانے کے لیے یہ کلام ارشاد ہوا کہ سمندر گویا آگ و پانی کی مصیبتوں سے گھرا ہوا ہے (لمعات، اشعہ، مرقات) جب کبھی جہاز میں چلتے چلتے آگ لگ جاتی ہے تو وہاں آگ و پانی و سمندر کا اجتماع ہو جاتا۔ کچھ سوار جل کر مر جاتے ہیں۔ کچھ ڈوب کر۔ اللہ کی پناہ۔

۴ آپ ام حرام بنت ملحان ابن خالد بخاریہ ہیں ام سلیم کی بہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہی گھر میں قیلولہ (دوپہر کا آرام) فرماتے تھے حضرت عبادہ ابن صامت کی بی بی ہیں حضرت انس کی خالہ، خلافت عثمانیہ میں اپنے خاوند کے ساتھ روم کے جہاد میں شریک ہوئیں اسی میں شہید ہوئیں۔ قبرص میں قبر شریف ہے آپ کا نام معلوم نہ ہو سکا (مرقات، اشعہ) ۱ یعنی جو حج یا عمرہ یا جہاد یا تجارت کے لئے دریا کا سفر کرے اور اس میں چکرائے، قے کرائے، اگرچہ زندہ نکل جائے جب بھی اسے شہید کا ثواب ہے۔ ناجائز یا غیر ضروری سمندری سفر کا یہ حکم نہیں۔ اور یہ ثواب جب ہے جبکہ سوا سمندری رستہ کے کوئی اور راستہ نہ ہو۔ یعنی مجبورًا یہ سفر کرے ۲ ایک ثواب اس کی مشقت اٹھانے کا، دوسرا ثواب ڈوب جانے کا ۳ فصل یا تو باب ضرب سے ہے یعنی گھر سے جدا ہو کر نکلا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے فلما فصل طالوت بالجنود۔ یا فصل باب تفعیل سے ہے یعنی جس نے اپنے کو اپنے وطن سے جدا کیا۔ جہاد کے لئے یا حج کے لئے یا طلب علم کے لیے ۴ عربی میں ھامہ وہ زہریلا جانور ہے جس کا زہر قاتل ہو جیسے سانپ وغیرہ اور سامہ وہ زہریلا جانور ہے جس کا زہر تکلیف دہ تو ہو قاتل نہ ہو جیسے بچھو بھڑ وغیرہ ۵ یا شہید حقیقی یا شہید حکمی جیسا کہ گزشتہ فرمان سے ظاہر ہے قتلا مقتول تو شہید حقیقی ہے اور زہریلے جانور وغیرہ سے مرنے والا شہید حکمی ۶ فقہا فرماتے ہیں کہ سفر کی موت شہادت ہے اس کا ماخذ یہ حدیث

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْغَازِىْ اَجْرُهٗ وَلِلْجَاعِلِ اَجْرُهٗ وَاَجْرُ
الْغَازِىْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَبِىْ اَيُّوْبَ سَمِعَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُوْلُ سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمُ الْاَمْصَارُ وَسَتَكُوْنُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ يُقْطَعُ عَلَيْكُمْ
فِيْهَا بُعُوْثٌ فَيَكْرَهُ الرَّجُلُ الْبَعْثَ فَيَتَخَلَّصُ مِنْ قَوْمِهٖ ثُمَّ يَتَصَفَّحُ

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجاہد کی واپسی جہاد کی طرح ہے ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ غازی (مجاہد) کے لئے اس کا ثواب ہے ۲؎ اور غازی کے مددگار کے لئے اپنا ثواب ہے اور غازی کا ثواب ۳؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوایوب سے انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم پر بہت شہر فتح کئے جائیں گے اور بہت سے لشکر جمع کئے ہوئے ۴؎ ان لشکروں میں کچھ فوجیں مقرر کر دی جائیں گی ۵؎ تو ایک شخص جہاد میں بھیجے جانے کو ناپسند کرے گا ۶؎ وہ اپنی قوم سے بھاگ جائے گا ۷؎ پھر وہ

۱؎ اس فرمان عالی کی چند شرحیں ہیں۔ ایک یہ کہ غازی کا سفر جہاد سے اپنے وطن کی طرف لوٹنا بھی وہ ہی ثواب رکھتا ہے جو سفر جہاد و راہ خدا کا سفر ہے۔ دوسرے یہ کہ دشمن کو بھگانے کے لئے میدان جہاد سے واپس ہو جانا تاکہ دشمن مطمئن ہو کر تیاری جنگ ختم کر دے پھر اچانک پلٹ کر اس پر حملہ کر دیا جائے یہ ایک جنگی چال ہوتی ہے۔ اس کا ثواب پہلی بار میدان جہاد میں آنے کی طرح ہے۔ تیسرے یہ کہ دشمن کا دباؤ بڑھ جانے اور اسلامی لشکر کے شکست کھا جانے کے یقین ہو جانے پر جہاد کے میدان سے واپس ہو کر اپنے مرکز میں پہنچ جانا اس کا بھی وہی ثواب ہے جو جہاد میں جانے کا ثواب تھا۔ چوتھے یہ کہ دوسری تیسری بار جہاد میں جانے کا وہ ہی ثواب ہے جو اول بار جہاد میں جانے کا تھا۔ خیال رہے کہ قفل اور قفول کے معنی ہیں لوٹنا، واپس ہونا، اسی سے ہے قافلہ۔ سفر میں جانے والی جماعت کو نیک فال کے لئے قافلہ کہا جاتا ہے یعنی غربت سے واپس آنے والے مسافروں کی جماعت ۲؎ یعنی جو خود جہاد میں جائے اور غزوہ کرے اسے جہاد کا وہ پورا پورا ثواب ملے گا جو مجاہد کے رتبے خاص فرمایا ہے۔ ۳؎ یعنی جو مسلمان کسی مجاہد غازی کی مالی امداد دے کر اسے سامان جہاد سواری وغیرہ مہیا کر دے جس سے وہ جہاد کرے۔ لغت میں جعل ج کے پیش سے یعنی اجرت و مزدوری آتا ہے۔ یہاں مزدوری اور سامان جہاد سب مراد ہیں۔ خیال رہے کہ احناف کے نزدیک جہاد کی اجرت دینا بالکل جائز ہے۔ مگر امام شافعی کے ہاں ناجائز ہے۔ حتی کہ اگر کسی غازی نے اجرت لی تو واپس کرنا واجب ہے۔ یہ حدیث امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے۔ (مرقات) ۴؎ یعنی اس مال دینے والے اور مجاہدت کرنے والے کو دگنا ثواب ملے گا۔ ایک تو راہ خدا میں جہاد کرنے کا دوسرے اس مجاہد کو رغبت جہاد دینے اسے جہاد پر تیار کرنے کا۔ الدال علی الخیر کفاعلہ۔ خیال رہے کہ امام زہری اور امام مالک امام اعظم کے ہاں جہاد پر اجرت دینا لینا جائز ہے اور اجیر کو بھی ثواب ملے گا اس لئے کہ اسے اجرت لینے کے باوجود حضور نے غازی فرمایا ۵؎ یعنی ابھی تو اسلامی ممالک کا رقبہ بہت محدود ہے۔ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بہت بڑے بڑے ملک عطا فرمائے گا۔ اسلامی ممالک بہت ہو جائیں گے تو خلیفۃ المسلمین ہر ملک کے لئے علیحدہ علیحدہ فوجیں مقرر فرمائیگا تاکہ ہر جگہ کفار

الْقَبَائِلَ يَعْرِضُ نَفْسَهٗ عَلَيْهِمْ مَنْ اَكْفِيْهِ بَعْثَ كَذَا اِلَّا وَذٰلِكَ الْاَجِيْرُ
اِلٰى اٰخِرِ قَطْرَةٍ مِّنْ دَمِهٖ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤٗدَ وَعَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ
اٰذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْغَزْوِ وَاَنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَيْسَ لِيْ
خَادِمٌ فَالْتَمَسْتُ اَجِيْرًا يَكْفِيْنِيْ فَوَجَدْتُ رَجُلًا سَمَّيْتُ لَهٗ ثَلٰثَةَ دَنَانِيْرَ
فَلَمَّا حَضَرَتْ غَنِيْمَةٌ اَرَدْتُ اُجْرِيَ لَهٗ سَهْمَهٗ فَجِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ فَقَالَ مَا اَجِدُ لَهٗ فِيْ غَزْوَتِهٖ هٰذِهٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

قبیلوں کو تلاش کرے گا اپنے آپ کو ان پر پیش کرے گا کہ میں فلاں لشکر میں کس کو کفایت کروں ۵ اور یہ اپنے خون کے آخری قطرہ تک مزدور ہوگا ۶ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت یعلی ابن امیہ سے ۷ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا اعلان فرمایا میں بہت بوڑھا تھا میرے پاس کوئی نوکر بھی نہ تھا میں نے ایک مزدور ڈھونڈا جو مجھے کفایت کرے تو میں نے ایک شخص کو پایا جس کیلئے میں نے تین دینار مقرر کئے ۸ پھر جب مال غنیمت آیا تو میں نے چاہا کہ اس کیلئے اس کا حصہ جاری کروں ۹ چنانچہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے یہ عرض کیا تو فرمایا کہ میں اس مزدور کے لئے اس جہاد میں دنیا و آخرت میں

کا مقابلہ ہوتا ہے جس قدر ملک پھیلتا ہے اسی قدر فوج زیادہ رکھنی پڑتی ہے یہ غیبی خبر ہے جو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے دی اور عہد فاروقی سے اس کا ظہور شروع ہوا ۱ یعنی سلطان اسلام بڑے لشکر کے مختلف حصے کرکے علیحدہ علیحدہ ممالک میں بھیجے گا۔ جنود سے مراد بڑے بڑے لشکر ہیں جو ہیڈ کوارٹروں میں رہیں اور بعوث سے مراد چھوٹی چھوٹی فوجیں ہیں جو الگ سرحدوں پر حفاظت کیلئے مقرر کی جائیں ۲ یعنی اس زمانہ میں عموماً مسلمان فی سبیل اللہ جہاد پر تیار ہوں گے۔ مگر خال خال کوئی آدمی بغیر اجرت کے جہاد میں جانے پر آمادہ نہ ہوں گے۔ بعث سے مراد بلا اجرت جہاد میں بھیجا جانا ہے۔ اور یہ فرما کر بتایا کہ یہ مزدوری بننے کا شوق خال خال کسی میں ہوگا ۳ اسلئے بھاگے گا کہ اسے بغیر اجرت جہاد میں نہ جانا پڑے ۴ یعنی یہاں سے بھاگ جانے کے بعد مختلف قبیلوں خاندانوں میں پھریگا اُن سے ملے گا۔ کیونکہ اجرت و مزدوری کی تلاش کے لیے ۵ یعنی لوگوں سے یہ کہتا پھرے گا کہ کوئی مجھے سامان جہاد اور مزدوری دیدے تو میں اس کی طرف سے جہاد کروں وہ آرام کرے مجھے روپیہ دے کر اپنی طرف سے جہاد میں بھیج دے ۶ یعنی ایسا شخص جسے جہاد سے کوئی رغبت نہ ہو صرف مال پر نظر ہو اور جہاد میں شرکت کو صرف مال حاصل کرنیکا ذریعہ بنائے اسے جہاد کا کوئی ثواب نہ ملے گا یہ آخر دم تک صرف مزدور رہے گا۔ غازی فی سبیل اللہ نہ ہوگا۔ اور نہ جہاد کے ثواب کا مستحق ہوگا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے کہ جہاد پر اجرت دینی لینی جائز ہے کیونکہ مزدور کو حضور نے گنہگار نہ فرمایا ثواب سے محروم فرمایا وہ بھی اس لیے کہ اس کا مقصود صرف مال تھا نیز مال دینے والے کو بھی گنہگار نہ فرمایا بلکہ اسے ثواب جہاد پانے والا قرار دیا کہ ثواب سے محروم صرف مزدور کو بتایا نہ کہ مال دینے والے کو۔ خیال رہے کہ جعلا ہے اور الاجیر اس کی خبر ۷ آپ صحابی ہیں فتح مکہ کے دن ایمان لائے غزوہ حنین

إِلَّا دَنَانِيرَهُ الَّتِي تَسَمَّى رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤدَ ۔ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ رَجُلٌ يُرِيدُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَهُوَ يَبْتَغِي عَرَضًا مِنْ عَرَضِ الدُّنْيَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَجْرَ لَهُ رَوَاهُ أَبُوْ دَاؤدَ ۔ وَعَنْ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَزْوُ غَزْوَانِ فَأَمَّا مَنِ ابْتَغَى وَجْهَ اللّٰهِ وَأَطَاعَ الْإِمَامَ وَأَنْفَقَ الْكَرِيمَةَ وَيَاسَرَ الشَّرِيكَ وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ فَإِنَّ نَوْمَهُ وَنَبْهَهُ أَجْرٌ كُلُّهُ وَأَمَّا مَنْ غَزَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَسُمْعَةً

سوا طے شدہ دیناروں کے اور کچھ نہیں پاتا[۱] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ایک شخص راہ خدا میں جہاد کا ارادہ کرتا ہے ساتھ ہی وہ دنیاوی سامان سے کسی سامان کی خواہش کرتا ہے[۲] تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کیلئے کچھ ثواب نہیں[۳] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت معاذ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاد دو قسم کے ہوتے ہیں[۴] جو غازی رضاء الٰہی کی تلاش کرے امیر کی فرمانبرداری کرے اپنی پیاری چیز خرچ کرے[۵] ساتھی سے نرمی کرے[۶] دنگے فساد سے بچے[۷] تو اس کا سونا جاگنا سب کا سب ثواب ہے[۸] اور جو شخص شیخی دکھلاوے شہرت کے لئے

طائف و تبوک میں شریک ہے، عہد فاروقی میں نجران کے حاکم رہے، جنگ صفین میں حضرت کے ساتھ رہے، اسی میں شہید ہوئے ۳۷ھ میں۔ [۲] پتہ نہ لگا کہ یہ کون سا غزوہ تھا۔ بہرحال انہیں جہاد کا شوق تھا مگر بڑھاپے کی وجہ سے انہیں کسی خادم کی ضرورت تھی جو میدان جہاد میں ان کی خدمت کرے [۳] کھانے پینے کے علاوہ تین دینار مجھ سے لے لے اور جہاد میں میرے ساتھ چلے وہاں میری خدمت کرے۔

[۱] یعنی اسے بھی دوسرے غازیوں کی طرح غنیمت کا حصہ دوں یا دونوں اگر پیادہ تھا تو پیادہ غازی کا حصہ اور اگر سوار تھا تو سوار غازی کا حصہ۔ [۲] یعنی اسے یہ تین دینار ہی ملیں گے ان کے سوا نہ ثواب ملے گا نہ غنیمت کا حصہ۔ خیال رہے کہ مجاہد کے خدمتگار نوکر کے متعلق علماء میں اختلاف ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اسے حصہ غنیمت نہ ملے گا جہاد کرے یا نہ کرے صرف طے شدہ مزدوری ملے گی یہ امام اوزاعی و اسحاق کا قول ہے۔ امام شافعی کے دو قول ہیں ایک وہ جو ابھی گزرا کہ اجرت نہ ملے گی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اجرت ملے گی حصہ غنیمت نہ ملے گا۔ بعض کے نزدیک اُسے اختیار ہوگا کہ غنیمت کا حصہ لے یا اجرت۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اگر اس مزدور نے جنگ کرنے کی شرط نہ کی تھی مگر جہاد کیا قتال کیا تو اُسے اُجرت بھی ملے گی اور غنیمت کا حصہ بھی۔ احناف کے ہاں اجارہ اور اجر جمع ہو سکتے ہیں (مرقات) یہ حدیث بھی امام اعظم کی دلیل ہے کہ جہاد پر اُجرت ناجائز نہیں، نہ اس اجرت کا واپس کرنا ضروری ہے۔

[۲] عرض ع اور ر کے فتحہ سے بمعنی مال ہے، تھوڑا ہو یا زیادہ اور ر کے سکون سے بمعنی سامان۔ لہذا روپیہ پیسہ عرض ر کے فتحہ سے ہے مگر عرض نہیں بلکہ وہ عین ہے عرض دنیا سے مراد ہر دنیاوی چیز ہے مال ہو یا عزت یا شہرت یا اجرت (مرقات) [۳] یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں گیا

وَعَصَى الْإِمَامَ وَأَفْسَدَ فِي الْأَرْضِ فَإِنَّهُ لَمْ يَرْجِعْ بِالْكَفَافِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَخْبِرْنِيْ عَنِ الْجِهَادِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو إِنْ قَاتَلْتَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا بَعَثَكَ اللّٰهُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا وَإِنْ قَاتَلْتَ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو عَلٰى أَيِّ حَالٍ قَاتَلْتَ أَوْ قُتِلْتَ بَعَثَكَ اللّٰهُ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ رَوَاهُ

جہاد کرے اور امیر کی نافرمانی کرے اور زمین پر فساد پھیلائے ۱؎ تو وہ برابری سے بھی نہ لوٹے گا ۲؎ (مالک، ابوداؤد، نسائی)
روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے جہاد کے متعلق خبر دیجئے ۳؎
تو فرمایا اے عبداللہ ابن عمرو ۴؎ اگر تم صابر بن کر طلب اجر کرتے ہوئے جہاد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو صبر والا طالب اجر ہی اٹھائے گا ۵؎ اور اگر تم ریاکار اور زیادتی کی ہوس سے جہاد کرو گے تو اللہ تم کو ریاکار حریص ہی اٹھائے گا ۶؎ اے عبداللہ ابن عمرو جس حال پر جنگ کرو گے یا مارے جاؤ گے تم کو اللہ اسی حال پر اٹھائے گا ۷؎

مگر اس کا مقصد دنیا ہے مال ہو یا ملک یا عزت یا شہرت اللہ کے لئے وہاں نہ گیا لہذا جواب بالکل برحق ہے ۲؎ کیونکہ وہ اس جہاد سے مرضی الٰہی کا طالب نہ تھا۔ طالب دنیا تھا۔ لہذا ثواب کا مستحق نہیں۔ لیکن اگر رضاء الٰہی کے لئے جہاد کرے اور خیال یہ بھی ہو کہ رب تعالیٰ غنیمت عطا فرمائے تو ان شاء اللہ ثواب بھی ملے گا۔ اگرچہ اس غازی سے کم ملے گا جو غنیمت کی نیت بالکل نہ کرے۔ بہرحال ثواب کا مدار نیت پر ہے۔ پہلے حدیث گزر چکی کہ غازی اجر و ثواب و غنیمت لے کر لوٹتا ہے (مرقات) ۳؎ یعنی جنس جہاد اور مطلق جہاد دو قسم کا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی دو قسمیں نہیں بلکہ وہ خود جنس جہاد کی ایک قسم ہے یہ ضرور خیال رہے (مرقات) ۴؎ یہاں امیر سے مراد جہاد کا امیر ہے کمانڈر یا اپنا افسر۔ اور پیاری چیز سے مراد مال اور جان ہے کہ یہ دونوں چیزیں خرچ کرنے پر تیار ہو جائے ۵؎ یعنی دوسرے غازیوں کے ساتھ جو اس کے رفیق سفر ہوں نرم اور اچھا برتاؤ کرے ۶؎ دنگے فساد سے مراد ساتھیوں کے ساتھ مار پیٹ گالی گلوچ ہے۔ جیسا عموماً جاہل لوگ اپنے رفیق سفر سے کرتے ہیں۔ بحالت جہاد تو ایسی حرکتیں سخت خطرناک ہیں۔ ۷؎ جاگنا اور جاگنے کے سارے دینی و دنیاوی کام جیسے نماز اور کھانا پینا، کلام کرنا، ہنسنا، بولنا، رونا وغیرہ کہ یہ سب عبادت ہی بن جاتے ہیں۔ ۸؎ فساد سے مراد وہ ہی آپس کی لڑائی جھگڑا ہے جو ابھی مذکور ہوا یعنی جو شخص یہ تینوں جرم کرے۔ اس کا یہ حکم ہے ۹؎ یعنی گنہگار ہو کر لوٹے گا کہ ان حرکتوں کے گناہ کا بوجھ سر پہ ہوگا اور اس سفر وغیرہ کا ثواب کچھ بھی نہ ملے گا۔ لہذا بجائے نیکی کمانے کے گناہ کما کر لوٹے گا۔ کفاف کے بہت معنی ہیں۔ بہتر چیز، جو چیز ضرورت سے نہ بچے یعنی بقدر ضرورت چیز۔ ثواب، خیر و بھلائی۔ کفاف کاف کے فتحہ سے بھی ہے اور کسرہ سے بھی۔ جو کسرہ سے ہے وہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ یہاں مرقات نے ریا پر بہت اچھی بحث کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ریا سے اکثر عمل کا ثواب کم ہو جاتا ہے۔ عمل باطل نہیں ہوتا۔ اسی لئے ریاکار پر ریا سے کی ہوئی عبادت کا لوٹانا واجب نہیں۔ اور اگر بعد میں توبہ نصیب ہو جائے تو ان شاء اللہ وہ کمی بھی پوری ہو جاتی ہے۔ پھر ریا کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ریا فی نفس عمل، یہی کہ اگر لوگ نہ دیکھتے ہوں اور ان سے ناموری کی امید نہ ہو تو نیکی کرے ہی نہیں۔ دوسرے ریا کمال عمل یہ

أَبُو دَاوُدَ. وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَعَجَزْتُمْ إِذَا بَعَثْتُ رَجُلًا فَلَمْ يَمْضِ لِأَمْرِي أَنْ تَجْعَلُوا مَكَانَهُ مَنْ يَمْضِي لِأَمْرِي رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَذُكِرَ حَدِيثُ فُضَالَةَ وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي كِتَابِ الْإِيمَانِ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ

(ابوداؤد) روایت ہے حضرت عقبہ ابن مالک سے ۱؎ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کیا تم اس سے عاجز ہو کہ جب کسی شخص کو بھیجوں پھر وہ میرا حکم جاری نہ کرے ۲؎ تو تم اس کی جگہ کسی ایسے کو مقرر کر دو جو میرا حکم جاری کرے ۳؎ (ابوداؤد) اور فضالہ کی وہ حدیث کہ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے کتاب الایمان میں ذکر کر دی گئی ۱؎ تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں

اگر لوگوں کے دکھانے کو بھی طرح نیکی کرے ورنہ معمولی طرح. یہاں زیادہ خطرناک ہے دوسری ریا کی. خیال رہے کہ کوئی شخص ریا کی وجہ سے عمل نہ چھوڑ دے. اخلاص کی دعا کرے اور عمل کیے جائے، کبھی رب تعالٰی اخلاص بھی نصیب کر ہی دے گا مکھیوں کی وجہ سے کھانا نہ چھوڑے. ۳؎ اس طرح کہ جہاد کی تفصیل اور تفضیل (فضیلت) بتائیے یا اس کی حقیقت پر مطلع فرمائیے یا جہاد مقبول و نامقبول کے متعلق خبر دیجئے. جواب شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال تیسری بات کے متعلق تھا کہ جہاد مقبول کونسا ہے اور جہاد مردود کونسا ۴؎ حضور انور رسفاقیں اس سے پکارا بطور جواب کو سنیں ۵؎ اس حدیث کی بنا پر صوفیاء کرام فرماتے ہیں جس حال میں جیو گے اسی حال میں مرو گے اور جس حال میں مرو گے اسی حال میں اٹھو گے (مرقات) زندگی میں اچھا مشغلہ رکھو تاکہ اس مشغلہ میں موت آئے اور اسی حال میں حشر ہو. نمازی آدمی کو نزع و قبر میں بھی نماز ہی یاد آتی ہے. جیسا کہ روایات میں بھی ہے اور دیکھا بھی گیا ہے اللہ تعالٰی انجام بخیر کرے ۶؎ یعنی اگر تم نام اور مال کی خواہش کے لئے جہاد کرو گے اسی فکر میں اٹھائے جاؤ گے تو قیامت میں اس کی سزا میں گرفتار ہو گے. لہذا دنیا میں آخرت کی فکر کرو تاکہ آخرت میں بے فکر اٹھو. دنیا کی ناجائز فکر میں نہ مبتلا ہو. ۷؎ جہاد کے علاوہ باقی اعمال کا بھی یہی حال ہے اللہ تعالٰی اس فقیر گنہگار کو دینی خدمت کا مشغلہ نصیب کرے قبول فرمائے. اسی میں موت نصیب اور دین کے خادموں کے زمرہ میں حشر نصیب کرے. سنا ہے اچھے کے ساتھی بھی بخشے جاتے ہیں. ۱؎ صاحب مشکوٰۃ نے ان کا ذکر اسماء الرجال میں نہیں فرمایا. اشعہ نے فرمایا کہ آپ صحابی ہیں یعنی اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے ۲؎ یعنی اگر میں کسی کو امیر و حاکم بنا کر کہیں بھیجوں، جہاد میں یا اور جگہ اور پھر وہ حاکم میرے فرمان کے مطابق عمل نہ کرے تو تم کو لازم ہے کہ اسے معزول کر کے دوسرے ایسے آدمی کو امیر بناؤ جو میرے احکام نافذ کرے ۳؎ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رعایا ظالم حاکم کو معزول کر کے عادل حاکم مقرر کر سکتی ہے مگر خیال رہے کہ یہ جب ہے جبکہ اس کے معزول کرنے میں خون ریزی اور فتنہ و فساد نہ ہو، بہ آسانی وہ معزول کیا جا سکے (مرقات) لہذا صحابہ کرام حجاج ابن یوسف جیسے ظالم و خونخوار حاکم کو معزول نہ کرنا اس کے ظلم سہنا اس حدیث کے خلاف نہیں. اس کے الگ کرنے میں بڑے فتنہ کا ڈر تھا بڑی خونریزی ہوتی. یہاں مرقات نے فرمایا کہ اگر قاتل سفاک حاکم کے معزول کرنے میں خونریزی اس سے کم ہو جتنی اس کے قائم رہنے میں ہو تو اسے معزول کر دیا جائے اگر اس کے برعکس ہو تو معزول نہ کیا جائے. نیز مالی ظالم کو معزول نہ کرے لیکن جانی ظالم کو معزول کرو اسی شرط

قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَمَرَّ رَجُلٌ بِغَارٍ فِيْهِ شَيْءٌ مِّنْ مَّاءٍ وَبَقْلٍ فَحَدَّثَ نَفْسَهٗ بِاَنْ يُّقِيْمَ فِيْهِ وَيَتَخَلّٰى مِنَ الدُّنْيَا فَاسْتَاْذَنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَمْ اُبْعَثْ بِالْيَهُوْدِيَّةِ وَلَا بِالنَّصْرَانِيَّةِ وَلٰكِنِّيْ بُعِثْتُ بِالْحَنِيْفِيَّةِ السَّمْحَةِ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَغَدْوَةٌ اَوْ رَوْحَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَمُقَامُ اَحَدِكُمْ

کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لشکر میں نکلے[۱] تو ایک شخص غار پر گزرا جس میں کچھ پانی اور سبزی[۲] تو اس نے اپنے دل میں سوچا کہ وہاں ہی قیام کرے اور دنیا سے الگ ہو جائے[۳] چنانچہ اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں اجازت مانگی[۴] تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نہ تو یہودیت سے کر بھیجا گیا نہ عیسائیت لے کر[۵] لیکن میں تو آسان سیدھی ملت لے کر بھیجا گیا[۶] اس کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام جانا دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے[۷] اور تم میں سے کسی کا

سے جو ابھی مذکور ہوئی غرضیکہ تبدیلی حکومت آسان چیز نہیں خیال ہے کہ مؤذن کو امام معزول کر سکتا ہے اور امام کو متولی مسجد علیحدہ کر سکتا ہے اور متولی کو عامۃ المسلمین معزول کر سکتے ہیں یہ مسئلہ یہاں سے ماخوذ ہے عوام کی بڑی طاقت ہوتی ہے آج کل اس کا نظارہ ہر الیکشن کے موقعہ پر ہوتا ہے[۸] یعنی معارج میں وہ حدیث بیان تھی۔ ہم نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے وہ حدیث کتاب الایمان میں ذکر کر دی ہے ایک طویل حدیث کے ضمن میں۔

[۱] سریہ بسین کے فتحہ رے کے کسرہ ی کے شد سے ہے یعنی چھوٹا لشکر جس کی تعداد چار سو تک ہو جو دشمن کی طرف بھیجا جائے یہ سری سے بنا ہے بمعنی خفیہ بھیجنا اس لئے فرمایا کہ اموری بعید و لیڈ۔ یا اسرا بمعنی اختیار سے بنا ہے۔ سریہ چلی ہوئی جماعت۔ محدثین کی اصطلاح میں سریہ وہ لشکر ہے جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لے جائیں غزوہ وہ جہاد ہے جس میں سرکار بنفس نفیس تشریف لے جائیں یہاں سرکار عالی اس لشکر کو وداع کرنے تشریف لے گئے تھے نہ کہ جہاد کے لئے یا سریہ سے لغوی معنی مراد ہیں یعنی مطلقاً لشکر۔ (مرقات)

[۲] یا تو پانی کا چشمہ تھا یا بہتا پانی تھا تھوڑا جو ایک دو آدمیوں کی ضرورت کے لئے کافی ہو اور آس پاس کی زمین سبزہ زار تھی جہاں کچھ بو کر پیداوار کی جائے جو اپنے اور اپنی بکریوں کے لئے کافی ہو یہ چیز ملک عرب میں بڑی ہی غنیمت ہے

[۳] یعنی ابھی یا اس جہاد کے بعد تارک الدنیا ہو کر اسی جگہ قیام کرے جذبہ یہ تھا کہ دنیا اور دنیا والوں میں مشغولیت یاد خدا میں رخنہ ڈالتی ہے اور کبھی اختلاط کی وجہ سے گناہ بھی سرزد ہو جاتے ہیں۔ تارک الدنیا ہو کر رہنے میں یہ دونوں چیزیں نہ ہوں گی۔

[۴] اگر اس جہاد میں حضور انور شریک تھے تو وہاں ہی اجازت مانگی ورنہ مدینہ منورہ واپس آ کر دونوں احتمال ہیں۔

[۵] یعنی راہبانہ زندگی اور تارک الدنیا ہو کر رہنا عیسائیوں اور یہودیوں کے دین میں ہے۔ اسلام میں نہیں تم کو ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے کیونکہ ترک دنیا بہت شاق و دشوار ہے۔ اور اس کا فائدہ اگر ہے تو صرف اسی ایک تارک الدنیا کو۔ [۶] یعنی ہمارا دین

فِي الصَّفِّ خَيْرٌ مِّنْ صَلَاتِهِ سِتِّيْنَ سَنَةً رَوَاهُ أَحْمَدُ؛ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَزَا فِي سَبِيْلِ اللهِ وَلَمْ يَنْوِ إِلَّا عِقَالًا فَلَهُ مَا نَوٰى رَوَاهُ النَّسَائِيُّ؛ وَعَنْ أَبِي سَعِيْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَضِيَ بِاللهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَعَجِبَ لَهَا أَبُوْ سَعِيْدٍ فَقَالَ

صف میں کھڑا ہونا اس کی ساٹھ سال کی نمازوں سے افضل ہے[۱] (احمد) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور نہ نیت کرے مگر ایک رسی کی تو اس کے لئے وہی ہے جس کی نیت کرے[۲] (نسائی) روایت ہے حضرت ابوسعید سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی[۳] اس پر ابوسعید

آسان ہے اور تمام برائیوں سے دور ہے۔ حنیف یعنی برائیوں سے ہٹا ہوا اچھا ہوا کہ یعنی آسان۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام کے احکام نرم اور بہت فائدہ مند ہیں۔ تم شہر میں رہو وہاں تم کو نماز پنجگانہ با جماعت، جمعہ، عیدین، جہاد، علماء کی صحبت اور اس زمانہ میں تو ہمارا دیدار بھی نصیب ہوگا۔ وہاں گوشۂ تنہائی میں رہنے سے تم ان تمام نعمتوں سے محروم رہو گے۔

[۲] جہاد یا حج یا طلب دین کے لئے ایک دفعہ صبح یا شام کو نکلنا تمام دنیا کی نعمتوں سے بڑھ کر ہے کہ دنیا فانی ہے اور یہ ثواب باقی و دائمی ہے اب تم خود سوچ لو کہ تمہارا مدینہ میں رہنا افضل ہے یا اس چشمہ پر اکیلے رہنا بہتر؟

[۳] یعنی ایک بار جہاد میں غازیوں کی صف میں یا نمازی حاجیوں کی صف میں کھڑے ہو جانا بے شمار برسوں کی ان نمازوں سے افضل ہے جو اکیلے ادا کی جائیں، جب اس صف میں کھڑے ہو جانے کا یہ ثواب ہے تو سوچ لو کہ خود جہاد اور با جماعت نماز کا کیا ثواب ہوگا یہاں ساٹھ سے مراد بے شمار ہے۔ لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ستر کا ذکر ہے۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عام حالات میں خلوت و گوشہ نشینی کی زندگی سے جلوت کی زندگی افضل ہے۔ اس کی تحقیق پہلی ہو چکی کہ جن احادیث میں شہر سے بھاگ جانے گوشہ نشین ہو جانے کا مشورہ دیا گیا ہے وہ فتنوں اور بلاؤں کے زمانہ کے متعلق ہے جبکہ شہر میں دین کا خطرہ ہو۔

[۲] عقال چھوٹی رسی جس سے اونٹ کو باندھا جائے۔ مراد ہے نہایت معمولی چیز۔ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ کامل غازی وہ ہے جو جہاد میں غنیمت حاصل کرنے کی بھی نیت نہ کرے، صرف رضاء الٰہی اعلاء دین کی نیت کرے اس کی تحقیق پہلے ہو چکی کہ اگر رضاء الٰہی کے ساتھ غنیمت کی بھی نیت کرنے سے ثواب میں کمی تو ہو جاتی ہے ثواب باطل نہیں ہو جاتا۔ رہتا۔ یہ بھی گزر گیا کہ مخلوط نیا عمل کو باطل نہیں کرتی

[۳] اس جملہ کے معانی بارہا بیان ہو چکے۔ اللہ تعالٰی سے راضی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بندہ راضی بقضا رہے۔ نعمتوں میں رب کا

أَعِدْهَا عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَأَعَادَهَا عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ وَأُخْرٰى يُرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا الْعَبْدَ
مِائَةَ دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ قَالَ
وَمَا هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ
الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ

نے تعجب کیا۔ بولے یا رسول اللہ یہ حدیث مجھے دوبارہ فرمایئے لہ حضور نے انہیں دوبارہ یہ بشارت سنائی پھر فرمایا دوسری چیز بھی ہے جس کی برکت سے اللہ تعالٰی بندے کے سو درجے جنت میں بلند فرماتا ہے ۲ہ ہر دو درجوں کے درمیان ایسا فاصلہ ہے جیسا آسمان و زمین کے درمیان عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا ہے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد اللہ کی راہ میں جہاد اللہ کی راہ میں جہاد ۳ہ (مسلم) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سایہ تلے ہیں ۴ہ تو ایک فقیر الحال شخص

شکر کرے مصیبتوں میں صبر کرے۔ اسی طرح اسلام کے دین ہونے پر راضی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اسلامی احکام پر راضی دل سے انہیں پسند کرے خواہ سمجھ میں آویں یا نہ آویں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حضور کے تمام اقوال۔ افعال۔ اعمال۔ احوال سے دلی محبت کرے جس چیز کو حضور سے نسبت ہو اُسے دل سے محبوب رکھے۔ شریعت۔ طریقت۔ حقیقت۔ معرفت کو دل سے پسند کرے۔ کیونکہ شریعت حضور انور کے جسم اطہر کے حالات کا نام ہے۔ طریقت قلب پاک مصطفٰے کی واردات ہے یوں ہی حقیقت و معرفت روح پاک ہر پاک کی واردات کا نام ہے۔ غرضیکہ یہ سب حضور کی ادائیں ہیں۔ ایسے شخص کے لئے دنیا میں ہی جنت واجب ہو چکی کہ جیئے گا جنتی ہو کر، مرے گا جنتی ہو کر، اُٹھے گا جنتیوں کے زمرہ میں۔ مرقات نے فرمایا کہ رب تعالٰی کا فرمان ولمن خاف مقام ربہ جنتان میں دو جنتوں سے مراد دنیا و آخرت کی جنت ہے۔ یعنی رب تعالٰی سے ڈرنے والے کے لئے ایک جنت دنیا میں ہے اور دوسری جنت آخرت میں۔ سبحان اللہ کیسی پیاری بات کہی حضور کی شریعت، اطاعت، محبت، دنیا کی جنت ہے لہ یہ تعجب انتہائی خوشی کا تھا اور دوبارہ کہلوانا اس لئے تھا کہ ایسے پیارے بشارت والے کلمے پھر ایسے بے مثال بشیر و نذیر کے لبوں سے بہت لذیذ معلوم ہوئے ؎

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

۲ہ یعنی دوسری خوشخبری اور سنو۔ اور خوش ہولو۔ کیوں نہ خوش ہوں۔ جب رب تعالٰی نے ہم کو ایسے بشیر و نذیر کی امت میں بنایا یعنی ایک عمل ایسا بھی ہے جس سے عامل کو جنت کا اوپر والا درجہ ملتا ہے۔ جو سو درجے بلند ہے۔ ہر دو درجوں کا اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے ۳ہ اگرچہ اسلام میں جہاد بھی آگیا تھا۔ مگر چونکہ یہ دوسرے اعمال سے بہت افضل ہے اور اس کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ اس لئے اسے خصوصیت سے علیحدہ بیان فرمایا مطلب یہ ہے کہ جسے جہاد نصیب ہو جائے۔ اس کے یہ درجے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ

فَقَامَ رَجُلٌ رَثُّ الْهَيْئَةِ فَقَالَ يَا أَبَا مُوسَى أَنْتَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ فَرَجَعَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ أَقْرَأُ عَلَيْكُمُ السَّلَامَ ثُمَّ كَسَرَ جَفْنَ سَيْفِهِ فَأَلْقَاهُ ثُمَّ مَشَى بِسَيْفِهِ إِلَى الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِهِ حَتّٰى قُتِلَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَصْحَابِهِ إِنَّهُ لَمَّا أُصِيبَ إِخْوَانُكُمْ يَوْمَ أُحُدٍ جَعَلَ اللّٰهُ أَرْوَاحَهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ

کھڑا ہوگیا[1] بولا اے ابو موسیٰ کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا[2] فرمایا ہاں۔ تو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا[3] پھر بولا میں تم کو سلام (وداعی) کرتا ہوں[4] پھر اپنی تلوار کا غلاف توڑا اسے پھینک دیا[5] پھر اپنی تلوار لے کر دشمن کی طرف چل پڑا۔ اس سے دشمن پر حملہ کیا حتّٰی کہ قتل کیا گیا[6] (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا کہ جب اُحد کے دن تمہارے بھائی شہید کئے گئے تو اللہ نے ان کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھیں[7]

جہاد اکثر فرضِ کفایہ ہوتا ہے، مرقات نے اس سے یہی مسئلہ مستنبط فرمایا۔ [3] تلواروں سے مراد جہاد کے ہتھیار ہیں چونکہ اس زمانہ میں جہاد میں زیادہ استعمال تلواروں کا ہوتا ہے۔ اس لئے خصوصیت سے تلواروں کا ہی ذکر فرمایا۔ آج کل توپوں، بندوقوں، راکٹوں کا بھی یہ حال ہے کہ ان کے نیچے جنت ہے جبکہ وہ جہاد میں استعمال ہو رہے ہوں۔ ان تلواروں سے مراد یا تو کفار کی تلواریں ہیں جو وہ غازی مسلمانوں کے مقابل کھینچیں یعنی ان تلواروں سے جنت بہت قریب ہے کہ مسلمان شہید ہوا اور جنت میں پہنچا۔ جیسے فرمایا گیا کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ یا مراد خود مجاہدوں کی اپنی تلواریں ہیں یعنی جب مجاہدین تلوار سونتے کفار پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو گویا جنت ان تلواروں کے سایہ میں ہوتی ہے اور سایہ میں تو خود مجاہد ہیں تو وہ اس وقت ہی جنت میں ہیں مگر پہلی توجیہ زیادہ قوی ہے۔ مرقات نے اس ہی کو ترجیح دی ہے [1] اس مقبول بندے کا نام معلوم نہ ہوسکا کوئی غریب شکستہ حال بے پروا جو اس جہاد میں آیا تھا وہ یہ بولا۔ رضی اللہ عنہ۔

[2] یعنی اے صحابی رسول کیا تم نے بلاواسطہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے یا کسی ذریعہ سے تم کو یہ فرمانِ عالی پہنچا ہے اور کیا یہ فرمان یقینی ہے۔ [3] جو اس کے ساتھ جہاد میں آئے ہوئے تھے۔

[4] اب میں شہید ہونے جارہا ہوں لوٹ کر آنے کا ارادہ نہیں ہے۔ اب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب ہے۔ ؎

آئی نسیم کوئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کھینچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

[5] کیونکہ اب اس غلاف کی ضرورت نہ رہی تلوار بند کرنا نہیں ہے اب مارنا اور [illegible] ہے یہ ہے [illegible] شہادت، جذبہ جہاد حضرت زرارہ ابن اوفی رضی اللہ عنہ بغیر زرہ و پوستین پہنے جہاد کرتے تھے۔ شوق شہادت میں مشغول کے [illegible] بتارہے ہیں۔ [6] اس طرح کہ نہ معلوم کتنے کافروں کو

تَرِدُ اَنْهَارَ الْجَنَّةِ تَاْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا وَتَاْوِيْ اِلٰى قَنَادِيْلَ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِيْ ظِلِّ الْعَرْشِ فَلَمَّا وَجَدُوْا طِيْبَ مَاْكَلِهِمْ وَمَشْرَبِهِمْ وَمَقِيْلِهِمْ قَالُوْا مَنْ يُّبَلِّغُ اِخْوَانَنَا عَنَّا اَنَّا اَحْيَاءٌ فِي الْجَنَّةِ لِئَلَّا يَزْهَدُوْا فِي الْجَنَّةِ وَلَا يَنْكُلُوْا عِنْدَ الْحَرْبِ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا اُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَاتِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

وہ جنت کی نہروں پر جاتی ہیں اس کے پھل کھاتی ہیں اُن سونے کی قندیلوں کی طرف بسیرا لیتی ہیں جو عرش کے سایہ میں لٹکی ہوتی ہیں۱؎ جب ان شہداء نے اپنے کھانے پینے آرام و راحت کو پایا تو بولے کہ ہمارے بھائیوں کو ہماری طرف سے یہ پیغام کون پہنچائے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں۲؎ تاکہ وہ جنت سے بے رغبت نہ ہو جاویں اور جہاد کے وقت بزدلی یا بے دلی نہ کریں۳؎ تو اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ تمہاری طرف سے یہ پیغام ہم پہنچاتے ہیں۔ تب رب نے یہ آیت اتاری کہ اللہ کی راہ میں مقتول لوگوں کو مردہ نہ سمجھو۴؎ بلکہ وہ تو زندہ ہیں تا آخر آیات۵؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

قتل کیا پھر بہادری کے جوہر دکھا کر سینے میں تیر تلوار کھا کر شہید ہوا۔ ایسی موت پر ہزاروں زندگیاں قربان۔ یہ حدیث مسلم کے علاوہ احمد و ترمذی نے بھی روایت کی ہے۔ مناسب یہ تھا کہ مؤلف ان دونوں حدیثوں کے متعلق فرما دیتے رواہ مسلم۔ ۵؎ جیسے یہ روحیں دنیا میں انسانی جسم میں تھیں مگر اس طرح کہ اس جسم کی تربیت کرتی تھیں اور ان کی اپنی روحیں تھیں۔ اسی طرح رہتی وہ ہی روحیں سبز پرندوں کے جسموں میں امانت کے طور پر رکھیں مگر اب وہ روحیں ان جسموں کی تربیت نہیں کرتیں نہ وہ جسم ان روحوں کے اپنے ہیں اور وہ روحیں انسانی روحیں یعنی نفس ناطقہ ہی رہیں۔ لہذا اس سے آریوں کا تناسخ جسے وہ آواگون کہتے ہیں ثابت نہیں ہوتا۔ وہ سبز پرندوں کے جسم ان روحوں کے لئے ایسے ہیں جیسے دنیا میں ہمارے لئے لباس یا مکان، اسی لئے فی جوف ارشاد ہوا۔ ۱؎ یہ غذا اور پانی ان روحوں کے لئے ہی ہے وہ جسم اس سے پرورش نہیں پاتے۔ اسی لئے یہاں غذا اور بسیرے کو روحوں کی طرف نسبت فرمایا گیا۔ ان روحوں کا ادھر ہر جگہ پہنچنا ایسا ہے جیسے ہمارا ہوائی جہاز میں بیٹھ کر اڑنا خیال ہے کہ ان روحوں کے جنت میں ہونے سے یہ لازم نہیں کہ ان شہداء کی قبریں روحوں سے خالی ہو گئیں یا جسم گل سڑ گئے وہ جنت میں بھی ہیں اور اپنی قبروں میں بھی۔ پھر اس جہان کی سیر کرتی ہیں دنیا والوں کو جانتی پہچانتی ہیں رب تعالٰی فرماتا ہے ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم۔ جو لوگ ابھی ان تک نہیں پہنچے انکے متعلق خوشیاں مناتے ہیں کہ وہ بھی عنقریب ہمارے پاس پہنچنے والے ہیں۔ پھر ہمارا نور نظر آسمان پر پہنچنے کے باوجود آنکھوں میں بھی رہتا ہے سورج کی شعاعیں زمین پر پہنچ کر بھی آسمان بلکہ سورج میں رہتی ہیں۔ اس کی بحث پہلے بھی کی جا چکی ہے۔ اس کا بہت خیال رہے ۲؎ خیال رہے کہ ماکل مشرب اور مقیل تینوں مصدر میمی ہیں اسم ظرف نہیں۔ مقیل دوپہر کے آرام گاہ کو کہتے ہیں۔ قیلولہ سے بنا ہے۔ یہاں عیش و آرام مراد ہے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُوْنَ فِي الدُّنْيَا عَلٰى ثَلٰثَةِ اَجْزَاءٍ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ

دنیا میں مومن تین قسم کے ہیں ۱؎ ایک وہ جو اللہ کے رسول پر ایمان لائیں پھر شک نہ کریں ۲؎ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں ۳؎

جنت میں بلکہ بعد موت نیند نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ قبر میں بندہ مومن سے فرشتے کہتے ہیں نم کنومۃ العروس تو سو جا دلہن کی طرح، وہاں یہ سونا مراد نہیں جاگنے کا مقابل بلکہ بے فکری والا آرام مراد ہے۔ محاورہ میں غفلت اور عیش دونوں کو نیند سے تعبیر کیا جاتا ہے ؎

جملہ عالم زاہد در خواب حال

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان شہداء کو کھانے پینے کی اجازت تو ہوتی ہے مگر گھروں کی اجازت نہیں وہ تو بعد قیامت ہوگی جب ان جسم سے واصل ہوں گے یعنی زندہ ہیں اور جنت میں ہیں یہ مطلب نہیں کہ ہم جنت میں زندہ اور دنیا میں مردہ ہیں جیسا کہ اس زمانہ کے بعض بے دین کہتے ہیں گے یہ قول تکلف سے بنا یعنی بزدلی (مرقات) بے دلی وبے رغبتی (اشعۃ اللمعات) یعنی جہاد جنت کے گلزار کا رستہ راہ خدا وار ہے۔ لہذا ان کانٹوں کی پرواہ نہ کرو یہاں کے گلزار تک پہنچو۔ ۳؎ اس میں خطاب یا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر مسلمان سے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا گیا کہ شہداء کو مردہ نہ کہو۔ یہاں فرمایا گیا کہ انہیں مردہ نہ سمجھو، کہنا زبان یا قلم سے ہوتا ہے، سمجھنا دل و دماغ سے، جتنی تاکید رب تعالیٰ نے حیات شہداء کی کی ہے اتنی تاکید اور کسی چیز کی نہ کی کہ مومن کے زبان، قلم، دل، دماغ سب کو انہیں مردہ کہنے سمجھنے سے روک دیا ۴؎ وان اللہ لا یضیع اجر المومنین تک کی آیات نازل فرمائیں جن میں شہداء کا زندہ ہونا، جنت کی سیر کرنا، وہاں کے پھل فروٹ کھانا، دنیا والوں کے حالات سے خبردار رہنا، جو لوگ کہ ابھی دنیا میں ہیں مگر کچھ دنوں بعد ان سے ملنے والے ہیں ان کی آمد پر خوشیاں منانا، لوگوں کے انجام سے خبردار ہونا سب کچھ ہی بیان فرمایا جب شہید کی زندگی اس کے عیش و آرام، اس کے علم کی یہ حالت ہے تو جن محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دم کی یہ ساری بہاریں ہیں ان کی حیات وعلم کی کیا کیفیت ہے ۵؎ قربان جاؤں اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ حضور نے یہاں اقسام نہ فرمایا بلکہ اجزاء فرمایا کیونکہ کلی کے اقسام و افراد ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں مگر کل کے اجزاء ایسے مخلوط ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے سے ممتاز نہیں ہوتے۔ جیسے سکنجبین کے اجزاء، چونکہ یہ تینوں قسم کے مومن دنیا میں شکل و عقل رنگ ڈھنگ وغیرہ میں ممتاز نہیں سب یکساں معلوم ہوتے ہیں۔ ظاہر میں یکساں، مناظر میں فرق اس لئے انہیں اجزاء فرمایا نیز سب مسلمان ایک جسم کے اعضاء کی طرح ہیں جن میں روح رواں حضور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ حضور نے سب کو ایک بنا دیا۔ لہذا انہیں اجزاء فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔ ہم عجمی گنوار اس عربی سردار کے راز کیا سمجھیں ؎

فہم رازش چہ کنم من عجمی و عربی — لاف مہرش چہ زنم من حبشی او قرشی

۶؎ اللہ رسول پر ایمان لاتے ہی سارے ایمانیات کا ذکر آ گیا رب تعالیٰ نے بھی فرمایا وآمنوا باللہ ورسولہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے ملا کر بولنا جائز ہے۔ ثم لانے کی ضرورت نہیں بلکہ اللہ ورسول کو ملانا ہی جان ایمان ہے دیکھو

وَالَّذِیْ یَاْمَنُهُ النَّاسُ عَلٰۤی اَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ثُمَّ الَّذِیْ اِذَا اَشْرَفَ عَلٰی طَمَعٍ تَرَكَهُ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَمِیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَفْسٍ مُسْلِمَةٍ یَقْبِضُهَا رَبُّهَا تُحِبُّ اَنْ تَرْجِعَ اِلَیْكُمْ وَاَنَّ لَهَا الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا غَیْرُ الشَّهِیْدِ قَالَ ابْنُ اَبِیْ عَمِیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ یَّكُوْنَ لِیْ اَهْلُ الْوَبَرِ وَالْمَدَرِ

اور وہ جس سے لوگ اپنے مالوں اور اپنی جانوں پر امن میں ہوں [۵] پھر وہ کہ جب وہ طمع کے قریب پہنچے تو اسے اللہ عزوجل کے لئے چھوڑ دے [۶] (احمد) روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی عمیرہ سے [۷] کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مسلمان جان جسے اللہ تعالے قبض فرمائے [۸] ایسی نہیں جو تمہاری طرف لوٹنا چاہے اگرچہ اس کے لئے دنیا اور دنیا کی ساری چیزیں ہو جائیں سوا شہید کے [۹] ابن ابی عمیرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ کی راہ میں مارا جانا اس سے زیادہ پیارا ہے کہ میری ملک اون والے اور ڈھیلے والے ہوں [۱۰]

کتاب سلام کی چار اصولی اصطلاحیں بتم فرماکر یہ بتایا گیا کہ مرتے دم تک مومن کو کسی ایمانی چیز میں تردد نہ ہونا چاہیئے۔ اعتبار خاتمہ کا ہے صوفیاء فرماتے ہیں کہ بدعمل اور گناہ کی عادات عملی تردد و شک ہے۔ مومن کامل وہ ہے جو اعتقادی و عملی دونوں قسموں کے شکوک سے دور رہے۔

[۲] جہاد کا ذکر ایمان کے بعد فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ تمام نیک اعمال کا اعتبار ایمان کے بعد ہے۔ کافر کی کوئی نیکی قبول نہیں۔ جڑ کٹ جانے پر شاخوں کو پانی دینا بے کار ہے۔ یہ بھی بتایا گیا کہ جہاد وہ افضل ہے کہ جو ہر قسم کے مال اور جان سے کیا جاوے کہ مجاہد خود بھی میدان میں جاوے اور ہر طرح کا مال بھی وہاں خرچ کرے۔ [۵] یعنی دوسری قسم کا مومن وہ ہے جو اگرچہ کسی کو نفع نہ پہنچا سکے مگر نقصان بھی نہ پہنچائے مسلمانوں کو اس کی طرف سے امن ہو۔ ہر شخص یہ سمجھتا ہو کہ اس سے ہم کو نقصان نہ پہنچے گا۔ الذی واحد فرماکر یہ بتایا کہ ایسے لوگ دنیا میں تھوڑے ہیں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ مصرع گر بجز تو ایذ نیست بر ہراس۔ [۶] یعنی تیسرے نمبر کا مومن وہ ہے کہ بہت دفعہ اس کے دل میں مال عزت، شہرت حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہو اور اس کا دل چاہے کہ دوسروں کی طرح میں بھی ہر جائز ناجائز طریقہ سے یہ چیزیں حاصل کروں مگر پھر وہ اپنے دل کو ان چیزوں سے روکے محض خوف خدا کی وجہ سے کہ کہیں رب تعالیٰ ناراض نہ ہو جائے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے واما من خاف مقام ربہ و نھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی ایسا شخص بھی مجاہد ہے جو ہر وقت اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے اسے بری طرف جانے سے روکتا ہے [۷] آپ مدنی قرشی ہیں۔ آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے اگر آپ صحابی ہیں تو حدیث متصل ہے اور اگر تابعی ہیں تو یہ حدیث مرسل ہے کہ صحابی کا ذکر اس میں نہیں (از مرقات ۔ اشعہ)

رَوَاهُ النِّسَائِيُّ، وَعَنْ حَسْنَاءَ بِنْتِ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمِّيْ قَالَ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فِي الْجَنَّةِ قَالَ النَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ وَالشَّهِيْدُ فِي الْجَنَّةِ وَالْمَوْلُوْدُ فِي الْجَنَّةِ وَالْوَئِيْدُ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ.

(نسائی) روایت ہے حضرت حسنا بنت معاویہ سے ۱ فرماتی ہیں مجھے میرے چچا نے حدیث سنائی کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جنت میں کون جائے گا فرمایا جنت میں ہوں گے اور شہید جنت میں ہوگا اور بچہ جنت میں ہوگا ۲ اور زندہ گاڑھا ہوا بچہ جنت میں ہوگا ۳ (ابوداؤد) ۴

۴ اگرچہ جان قبض کرنا حضرت ملک الموت کا کام ہے مگر چونکہ ان کا یہ کام رب تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے نیز مجبوروں کا کام رب کا کام ہے اس لئے یہاں قبض روح کو رب تعالیٰ کی طرف نسبت فرمایا گیا مرقات نے فرمایا کہ قبض روح حقیقۃً رب کا کام ہے مجازًا حضرت ملک الموت کا کام ۵ یعنی جسے اللہ تعالیٰ بخش دے وہ دنیا میں واپس آنے کی کبھی تمنا نہیں کرتا۔ کیونکہ وہاں کے عیش خالص اور دنیا کے عیش مصیبتوں سے مخلوط۔ کفار تو دنیا میں آنے کی تمنا کرتے ہیں مگر جھڑک دئے جاتے ہیں خیال رہے کہ یہاں دنیا میں واپس آنے سے مراد عمل کرنے کے لئے اسی جسم عنصری کے ساتھ آنا مراد ہے۔ ورنہ شہداء و اولیاء دنیا میں سیر فرماتے ہیں بعض حضرات نے ان سے ملاقاتیں بھی کی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تمام نبیوں نے نماز ادا کی معراج کی رات۔ اور فقیر نے اس نماز کی جگہ کی زیارت کی بیت المقدس میں رب تعالیٰ فرماتا ہے فلا تکن فی مریۃ من لقائہ اے محبوب آپ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات میں شک نہ کریں ۶ اون والوں سے مراد دیہاتی لوگ ہیں جو اونی خیموں میں رہتے ہیں اور ڈھیلے والوں سے مراد شہری لوگ ہیں جو مکانات بنا کر رہتے ہیں مقصد یہ ہے کہ تمام جہان کا بادشاہ ہونا ۷ اللہ کی راہ میں شہید ہونا مجھے زیادہ پیارا ہے خیال رہے کہ اس زیادہ پیارا ہونے کی وجہ سے حضور کو رب تعالیٰ نے شہادت کا ثواب عطا فرمادیا آپ کی تمنا بھی نیکی ہے پھر خیبر والے زہر کے اثر سے حضور کی وفات ہوئی زہر سے وفات بھی شہادت ہے۔ حقیقی شہادت یعنی اللہ کی راہ میں قتل ہونا حضور کو عطا نہ ہوا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا تھا واللہ یعصمک من الناس اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ اگر کوئی کافر آپ کو شہید کردیتا تو بظاہر اس آیت کے خلاف ہوتا۔ تمام روئے زمین کے شہداء کی شہادتوں کا ثواب حضور کو عطا ہوتا ہے کہ حضور کے حکم سے جہاد اور شہادتیں ہوئی ہیں ۱ آپ حسنا بنت معاویہ ابن سلیم مریمیہ ہیں تابعیہ ہیں بعض نے فرمایا کہ آپ کا نام خنساء ہے اور حسنا آپ کا لقب ہے۔ آپ کے چچا ہیں حارث اور اسلم۔ غالبًا یہ روایت حارث سے ہے آپ عوف اعرابی سے روایات لیں ۲ یعنی ہونا بچہ بچہ جنتی ہے خواہ مسلمان کا بچہ ہو یا کافر کا۔ حتی کہ کچا گرا ہوا بچہ بھی جنتی ہے اگرچہ مومن کا بچہ جنت کے اعلیٰ مقام میں ہوگا اور کافر کا بچہ ادنیٰ جگہ میں یا دیگر اہل جنت کا خادم ۳ کفار عرب اپنی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کردیتے تھے اسے موؤدہ کہتے تھے۔ وئید کے بھی یہ معنی ہیں۔ یعنی کفار کی بچیاں جو زندہ درگور کردی گئیں ہیں وہ جنتی ہیں ۴ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کے نا سمجھ بچے جنتی ہیں۔ اس کے مخالف روایات اس حدیث سے منسوخ ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت۔ جب زندہ دبائی ہوئی بچی سے پوچھا جائے کہ تو کس قصور میں ماری گئی تھی اگر وہ خود ہی دوزخی ہوتی تو اس سوال کے کیا معنی ہوتے۔ غرضیکہ اس حدیث کی تائید بہت سی آیات سے ہے۔ رب تعالیٰ بغیر گناہ کسی کو دوزخ نہ دے۔ وہ کریم ہے چونکہ یہ چاروں جماعتیں یعنی انبیاء۔ شہداء۔ بچے اور موؤدہ بغیر حساب جنت میں جائیں گے اسی لئے خصوصیت سے ان چار کا ذکر ہوا۔ ورنہ

وَعَنْ عَلِيٍّ وَأَبِي دَرْدَاءَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي أُمَامَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ كُلُّهُمْ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ أَرْسَلَ نَفَقَةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَأَقَامَ فِي بَيْتِهِ فَلَهُ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُمِائَةِ دِرْهَمٍ وَمَنْ غَزَا بِنَفْسِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَأَنْفَقَ فِي وَجْهِهِ ذٰلِكَ فَلَهُ بِكُلِّ دِرْهَمٍ سَبْعُمِائَةِ أَلْفِ دِرْهَمٍ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ

روایت ہے حضرت علی، ابوالدرداء، ابوہریرہ، ابوامامہ عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن عمرو اور جابر بن عبداللہ اور عمران بن حصین سے یہ تمام حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں[1] کہ حضور نے فرمایا جو شخص راہ خدا میں کچھ خرچہ بھیج دے[2] اور خود اپنے گھر میں رہے[3] اسے ہر درہم کے عوض سات سو درہم ملیں گے[4] اور جو راہ خدا میں بذات خود جہاد کرے اور اس کی راہ میں خرچ کرے تو اس کے لئے ہر درہم کے عوض سات لاکھ درہم ہیں پھر حضور نے یہ آیت تلاوت کی اللہ جسے چاہے گا بہت زیادہ دے گا[5] (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت فضالہ ابن عبید سے[6] فرماتے ہیں جناب عمر ابن

اور لوگ بھی ہیں۔ خیال رہے کہ جنت کبھی عطائی وہبی بھی طرح حاصل ہوگی، اپنے اعمال سے اپنے بزرگوں کے اعمال سے، جیسے مسلمانوں کے بچے صرف عطاء ذوالجلال سے، جیسے ایک مخلوق جنت پر کرنے کے لئے پیدا کی جائے گی مگر دوزخ صرف کسبی طور سے ملے گی وہبی یا عطائی نہیں۔ رب تعالٰی فرماتا ہے وھل نجازی الا الکفور اور فرماتا ہے ھل تجزون الا ما کنتم تعملون۔ [6] یہ حدیث احمد نے بھی روایت کی اور جامع صغیر میں بھی ہے (مرقات)

[1] چونکہ ان آٹھوں صحابہ نے الگ الگ یہ روایت کی ہے اس لئے یحدث واحد کا صیغہ ارشاد ہوا۔ جمع یعنی یحدثون نہ فرمایا (مرقات)

[2] روپیہ پیسہ یا موسم کے مطابق نمازیوں کے لئے کپڑے یا ان کے لئے راشن یا ہتھیار۔ غرضیکہ کوئی چیز جو مجاہدوں کو ضروری ہو۔ ان کے لئے کھیل کا سامان، گانے بجانے کے آلات، سینما، فلم وغیرہ مراد نہیں کہ ان کا استعمال عام لوگوں کو ممنوع ہے اور مجاہدوں کو زیادہ ممنوع کہ وہ راہ خدا میں سر بکف ہیں۔ شہادت کی موت ان کے سامنے ہے انہیں اس وقت بہت ہی تقویٰ اختیار کرنا چاہیے سرکاری ملازموں کا جب ریٹائر ہونے کا زمانہ قریب ہوتا ہے تو وہ بہت احتیاط برتتے ہیں کہ کہیں ہماری بے احتیاطی پنشن پر اثر نہ کرے۔

[3] کیونکہ اس وقت جہاد فرض کفایہ ہو فرض عین نہ ہو۔ ورنہ فرض عین ہونے کے وقت تو ہر مسلمان کو جہاد کرنا چاہیے۔ اس

الخطاب يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الشهداء اربعة
رجل مؤمن جيد الايمان لقي العدو فصدق الله حتى قتل فذلك الذي
يرفع الناس اليه اعينهم يوم القيامة هكذا ورفع راسه حتى سقطت قلنسوته
فما ادري اقلنسوة عمر اراد ام قلنسوة النبي صلى الله عليه وسلم قال ورجل مؤمن
جيد الايمان لقي العدو كانما ضرب جلده بشوك طلح من

خطاب کو سنا کہ فرماتے تھے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ شہید چار قسم کے ہیں ایک کھرے ایمان والا مومن ۱ جو دشمن سے ملے تو اللہ کی تصدیق کرے ۲ حتی کہ مارا جاوے یہ وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن لوگ اس کی طرف یوں آنکھیں اٹھائیں گے ۳ اور اپنا سر اٹھایا حتی کہ آپ کی ٹوپی گر گئی ۴ مجھے خبر نہیں حضرت عمر کی ٹوپی مراد لی ہے یا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی شریف ۵ فرمایا اور ایک وہ شخص جو کھرے ایمان والا ہے دشمن سے ملے گویا اس کی کھال میں بزدلی کی وجہ سے خاردار درخت کے کانٹے

وقت گھر میں رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۵ اس کا ماخذ وہ آیت کریمہ ہے مثل الذين ينفقون في سبيل الله كمثل حبة انبتت سبع سنابل في سنبلة مائة حبة ۶ اس طرح کہ جانی اور مالی دونوں قسم کا جہاد کرے۔ تو چونکہ اس کا عمل زیادہ ہے۔ اس لئے اجر بھی زیادہ۔ یہ حدیث اس آیت کے اس جز کی شرح ہے والله يضاعف لمن يشاء ۱ آپ کے حالات فصل دوم کے شروع میں گزر چکے۔ ۲ خواہ مرد ہو یا عورت کھرے ایمان سے مراد یہ ہے کہ اس کے عقائد بھی درست ہوں اعمال بھی اور متقی پرہیزگار ہو جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔

۳ فصدق کی قرأت دال کے شد سے بھی ہے اور بغیر شد کے بھی۔ لہذا اس جملہ کے دو معنی ہیں۔ اگر شد سے ہے تو معنی یہ ہیں کہ اللہ کے وعدوں کو سچا جانتے ہیں۔ شوق و ذوق سے کفار کو مارے اور شہید ہو کر جان دیدے۔ اور بغیر شد کی صورت میں معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو سچ کر دکھائے وہ تمام وعدے جو اس نے رب سے کئے تھے کیونکہ مومن ایمان لا کر اللہ تعالیٰ سے بہت سے وعدے کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت سے وعدے فرما لیتا ہے۔ اس کی تفصیل ہماری تفسیر میں ملاحظہ کرو۔ رب فرماتا ہے ومن المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه۔ اس آیت میں اس عہد کی طرف اشارہ ہے جو مومن رب سے کرتا ہے۔

۴ لوگوں سے مراد عام مومنین اہل محشر ہیں اگر قیامت سے مراد میدان قیامت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خود میدان قیامت میں لوگوں کے مقام مختلف ہوں گے۔ اچھے اعمال والے اونچی جگہ ہوں گے اور گنہگار نیچی جگہ اور اگر جنت مراد ہے تب تو ظاہر ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔

۵ اتنا سر اٹھایا انتہائی بلندی کے اظہار کے لئے ہے یعنی جیسے سر کے اوپر چاند یا تاروں کو دیکھو تو ٹوپی گر جاتی ہے الخ

الْجُبْنِ أَتَاهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهُ فَهُوَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّانِيَةِ وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّالِثَةِ وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ أَسْرَفَ عَلٰى نَفْسِهِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الرَّابِعَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

چبھو دینے کے ۱؎ اُسے ناگہانی تیر لگا قتل کر دیا ۲؎ تو یہ دوسرے درجہ میں ہے ۳؎ اور ایک بندہ مومن جس نے نیک و بد اعمال ملے جلے کئے ۴؎ دشمن سے ملا اللہ کی تصدیق کی حتی کہ قتل کر دیا گیا ۵؎ تو یہ تیسرے درجہ میں ہے ۶؎ اور ایک بندہ مومن جس نے اپنے نفس پر زیادتی کی ۷؎ دشمن سے ملا اللہ کی تصدیق کی حتی کہ قتل کیا گیا ۸؎ تو یہ چوتھے درجے میں ہے ۹؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن و غریب ہے۔

ہی ان کو دیکھنے والوں کا یہ حال ہوگا۔ ۵؎ یہ ان راوی کا قول ہے جو حضرت فضالہ سے روایت فرماتے ہیں اور ارادہ کا فاعل حضرت فضالہ ہیں یعنی حضرت فضالہ نے کس کی ٹوپی مراد لی یہ مجھے خبر نہیں اور میں ان سے پوچھنا بھی بھول گیا۔ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ٹوپی مراد ہوگی (واللہ) غالبًا اس لئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم صرف ٹوپی نہیں پہنتے تھے بلکہ عمامہ شریف استعمال فرماتے تھے واللہ اعلم

۶؎ یعنی اس کے عقائد و اعمال سب درست ہیں مگر بہادری و شجاعت میں پہلے سے کم ہے ایسے موقعہ پر گھبرا جاتا ہے جیسا کہ اگلے فرمان سے ظاہر ہے۔

۷؎ غرب شریف میں طلح ایک خاردار درخت کا نام ہے جو ببول کی طرح اونچا ہوتا ہے اور کانٹوں سے بھرا ہوتا ہے اس کے کانٹے بھی لمبے ہوتے ہیں یعنی وہ ہے تو متقی مسلمان مگر قدرتی طور پر کچھ کمزور دل ہے کہ جہاد کے میدان میں خوف سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جسم میں کپکپی پیدا ہو جاتی ہے جیسے اس کے جسم میں ببول کے کانٹے چبھ گئے ہوں۔

۸؎ یعنی وہ میدان جہاد میں پہنچ گیا مگر اس نے جہاد کیا نہیں اپنی دل کمزوری کی وجہ سے اس کے باوجود وہ شہید ہو گیا، ایسے تیر سے جس کا چلانے والا معلوم نہیں ۹؎ کیونکہ اس کے پاس ایمان و تقویٰ تو ہے مگر بہادری اور جرأت و دلیری نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بہادر و قوی مومن کمزور اور بزدل مومن سے افضل ہے (مرقات) ۱۰؎ یعنی اس کا ایمان تو درست ہے مگر اعمال مخلوط ہیں اسے حضور نے جید الایمان (کھرے ایمان والا) نہ فرمایا کیونکہ ایمان کا جید ہونا تقویٰ و طہارت سے ہوتا ہے۔

۱۱؎ اس جملہ کی تحقیق اور صدق اللہ کی دو قراتیں ہم ابھی اسی حدیث میں عرض کر چکے ہیں۔ یعنی یہ شخص مخلوط الاعمال ہے مگر بہادر و شجاع ہے جہاد کیا بہادری کے جوہر دکھا مرا ۱۲؎ معلوم ہوا کہ بہادری سے تقویٰ افضل ہے، دیکھو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بہادر غیر متقی کو متقی غیر بہادر سے پیچھے رکھا۔ تقویٰ عجیب چیز ہے ۱۳؎ اس طرح کہ اس نے اپنی زندگی گناہوں خطاؤں میں گزاری

عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدِ السُّلَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْقَتْلٰى ثَلٰثَةٌ مُؤْمِنٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ
قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ فَذٰلِكَ
الشَّهِيْدُ الْمُمْتَحَنُ فِيْ خَيْمَةِ اللّٰهِ تَحْتَ عَرْشِهٖ لَا يَفْضُلُهُ النَّبِيُّوْنَ اِلَّا
بِدَرَجَةِ النُّبُوَّةِ وَمُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا جَاهَدَ
بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ قَالَ النَّبِيُّ

روایت ہے حضرت عتبہ ابن عبد سلمی سے [۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مقتولین تین طرح کے ہیں وہ مومن جو اپنی جان و مال سے راہِ خدا میں جہاد کرے پھر جب دشمن سے ملے تو جہاد کرے حتی کہ قتل کیا جائے [۲] فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کہ یہ اللہ کی رحمت میں ہے پاک و صاف کیا ہوا [۳] عرش کے نیچے اللہ کے خیمہ میں [۴] نہیں بڑھے اس پر حضرات انبیاء مگر نبوت کے درجہ کی وجہ سے [۵] اور ایک وہ مومن جس نے اچھے بُرے مخلوط کام کئے [۶] اس نے اپنی جان اور مال سے راہ خدا میں جہاد کیا جب دشمن سے ملا تو جہاد کیا حتی کہ قتل کردیا گیا فرمایا نبی

اس جملہ پاک میں خوارج اور معتزلہ دونوں کی تردید ہے کہ خوارج تو گنہگار کو کافر کہتے ہیں اور معتزلہ نہ کافر نہ مومن۔ اہل سنت کے نزدیک وہ مومن ہے۔ حضور انور نے اسے مومن فرمایا۔ قرآن کریم میں بھی اسے مومن کہا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے وان طائفتان من المومنین اقتتلوا۔ دیکھو آپس میں جنگ جدال کرنے والے گنہگاروں کو مومن فرمایا گیا ہے ہاں اعمال ایمان کا جز نہیں ذریعہ کمال ایمان ہیں [۲] یعنی میدان میں گھبرا کر بھاگا نہیں بہادر و شجاعت کے جوہر دکھا کر شہادت کا پیالہ پیا [۳] اس ترتیب مراتب کا خلاصہ یہ ہے کہ شہید یا تو متقی بھی ہے اور بہادر بھی یہ اول درجہ کا ہے۔ یا متقی ہے مگر بہادر نہیں یہ دوسری قسم کا ہے یا بہادر ہے مگر متقی نہیں۔ اس کی پھر دو قسمیں یا فاسق و مسرف نہیں وہ تیسرے درجہ میں ہے یا فاسق اور مسرف ہے یہ چوتھے درجہ میں ہے۔ خیال رہے کہ اس حدیث میں تصدیق سے مراد شجاعت و بہادری ہے (اشعہ و لمعات) [۱] عتبہ عین کے پیش اور ت کے جزم سے آپ کا نام عتلہ تھا۔ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے عتبہ رکھا۔ غزوہ خیبر میں شریک ہوئے۔ مقام حمص میں چورانوے سال کی عمر میں ۸۷ھ میں وفات پائی۔ بقول واقدی آپ شام کے آخری صحابی ہیں [۲] اس فرمان عالی میں مومن سے مراد متقی پرہیزگار مومن ہے اور اگلے اوصاف سے مراد ہے جان و مال راہ خدا میں خرچ کرنا بہادر ہونا صابر ہونا یہ ہے اول درجے کا شہید [۳] ممتحن کے چند معنی ہیں وہ سب یہاں بن سکتے ہیں (۱) آزمایا ہوا۔ امتحان لیا ہوا (۲) پاس شدہ کامیاب (۳) سینہ کھولا۔ شرح صدر والا (۴) پاک صاف کیا ہوا جیسے بھٹی کے ذریعہ سونا پاک کیا جاتا ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: اولئک الذین امتحن اللّٰہ قلوبہم

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْہِ مُمَصْمِصَۃٌ مَحَتْ ذُنُوْبَہٗ وَخَطَایَاہُ اِنَّ السَّیْفَ مَحَّاءٌ لِلْخَطَایَا وَاُدْخِلَ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ شَاءَ وَمُنَافِقٌ جَاھَدَ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ فَاِذَا لَقِیَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰی یُقْتَلَ فَذَاکَ فِی النَّارِ اِنَّ السَّیْفَ لَا یَمْحُو النِّفَاقَ رَوَاہُ الدَّارِمِیُّ وَ عَنِ ابْنِ عَائِذٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنَازَۃِ رَجُلٍ فَلَمَّا وُضِعَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا تُصَلِّ عَلَیْہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاِنَّہٗ

صلے اللہ علیہ وسلم اس شہادت میں صفائی ہے لہ اس کے گناہ اور خطائیں مٹا دیں لہ تلوار خطاؤں کو مٹانے والی ہے لہ اور وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل کیا جائے گا لہ اور ایک منافق جو اپنے جان و مال سے جہاد کرے پھر جب دشمن سے ملے تو قتال کرے حتی کہ قتل کیا جائے تو یہ دوزخ میں ہے لہ کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں مٹاتی لہ (دارمی) روایت ہے حضرت ابن عائذ سے لہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے جنازے میں تشریف لے گئے جب جنازہ رکھا گیا لہ تو حضرت عمر ابن خطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ اس پر نماز نہ پڑھیے

للتقوی اس آیت کی تفسیر میں علماء نے امتحان کے بہت معانی بیان فرمائے ہیں۔ لہ یعنی ایسے شہید کو مرتے ہی رب تعالے سے اس قدر قرب نصیب ہوتا ہے جو دوسرے کو بہتر نہیں ہوتا۔ خیمہ سے مراد نوری مقام ہے اس کی حقیقت رب ہی جانے لہ یعنی اگر حضرات انبیاء نبی نہ ہوتے تو شہید ان کے برابر ہو جاتے۔ مگر چونکہ وہ حضرات نبی ہیں اس وجہ سے وہ ان شہیدوں سے اعلی و افضل ہیں۔ خیال رہے کہ نبی غیر نبی سے کروڑوں درجہ اعلیٰ ہے اور نبی کا ہر عمل غیر نبی کی ہر نیکی سے کروڑوں گنا زیادہ ہے۔ جب صحابی کا دو چار سیر جو خیرات کرنا غیر صحابی کے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے تو نبی کی شان کا کیا کہنا یہ فرمان ایسا ہی ہے جیسے کہا جائے انسان دوسرے جانوروں سے صرف ناطق ہونے میں اعلی ہے تو جیسے ناطق نے انسان کو جانوروں سے ذاتی طور پر ممتاز کر دیا کہ یہ اشرف المخلوقات ہو گیا۔ ایسے ہی نبوت نے ذاتی حیثیت سے امتیاز بخش دیا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی کی قید نے بھی ایسا ہی فرق کر دیا لہٰذا ان جیسی آیات و احادیث دیکھ کر دھوکا نہیں کھانا چاہیئے اور حضرات انبیاء کرام سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیئے۔ اس بھنور میں بہت سے بیڑے غرق ہو چکے ہیں۔ نبی کا ادب روح ایمان ہے۔ (از اشعۃ اللمعات مع الزیادۃ)

لہ یہ دوسرے درجہ کا متقی نہیں زندگی میں گناہ بھی کرتا رہا ہے۔

لہ فیہ کا مرجع یا وہ شخص ہے اور ممصمصۃ خبر ہے مبتدا پوشیدہ کی۔ یعنی اس شہید کے بارے میں حضور نے فرمایا کہ اس کا معاملہ صفائی کا ہے۔ یا فیہ کا مرجع جہاد و شہادت ہے۔ یہ خبر مقدم ہے اور ممصمصۃ مبتدا مؤخر یعنی اس جہاد یا اس شہادت میں صفائی ہے۔ ممصمصہ، مضمضہ کی طرح ہے جس کے معنی ہیں منہ میں پانی ملا کر کلی کرنا۔ جیسے کہ ایسی کلی

رَجُلٌ فَاجِرٌ فَالْتَفَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ رَآهُ أَحَدٌ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ حَرَسَ لَيْلَةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کیونکہ فاجر آدمی ہے ۱؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف توجہ فرمائی کہ کیا تم میں سے کسی نے اسے اسلامی کام پر دیکھا ہے ۲؎ تو ایک شخص نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ اس نے ایک رات راہ خدا میں پہرہ دیا تھا تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی

قرض کو پاک صاف کر دیتی ہے یوں ہی یہ شہادت اس کے سارے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اس کا بیان اگلے فرمان عالی میں ہے خلاصہ یہ ہے کہ شہادت تمام گناہوں سے مومن کو پاک و صاف کر دیتی ہے ۳؎ یعنی شہادت نے اس کی زندگی بھر کی خطائیں ختم کر دیں ۴؎ خواہ تمام گناہ صغیرہ کو تو شہادت مٹا دیتی ہے گناہ کبیرہ اللہ تعالٰی کے کرم پر ہیں حقوق العباد شہید کے رب تعالٰی قیامت میں صاحب حق سے معاف کرا دے گا جیسا کہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے اس حدیث میں خطایا فرمایا گیا اسی جانب اشارہ ہے کہ خطا کہتے ہیں صغیرہ گناہ کو جس کا تعلق بندے کے حق سے نہ ہو لہذا شہید کے ذمہ جو لوگوں کے قرض وغیرہ ہوں وہ ادا کرنے پڑیں گے حدیث واضح ہے اسی حدیث کی بنا پر امام شافعی کہتے ہیں کہ شہید پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے کیونکہ نماز جنازہ میت کے گناہ مٹانے کے لیے ہوتی ہے شہید کے گناہ تو تلوار سے مٹ چکے اب نماز کیوں پڑھی جائے امام اعظم فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ شرافت مسلمان کے اظہار کے لیے ہے شہید اس کا زیادہ مستحق ہے دیکھو نابالغ بچوں پر نماز پڑھی جاتی ہے حالانکہ وہ بے گناہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز پڑھی گئی حالانکہ حضور معصوم ہیں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد پر نماز پڑھی تھی کہ شہدائے احد پر چند سال بعد نماز پڑھی اس کی بحث پہلے ہو چکی ۵؎ یعنی وہ شخص جنتی مسلمانوں کے درمیان مشہور ہے [illegible] مگر شہید کے لیے کوئی قید نہیں [illegible] جانا چاہیے جانے پر اجازت اس کی شان ظاہر کرنے کے لیے ہوگی ۶؎ یعنی جو اعتقادی منافق یعنی منافق جہاد میں چلا جائے اور وہاں اسے سب کچھ پیش آ جائے اور شہید بھی ہو جائے تب بھی وہ جنتی نہیں کیونکہ جنتی ہونے کے لیے ایمان شرط ہے خیال رہے کہ منافقین اپنا نفاق چھپانے کے لیے کبھی جہاد میں بھی چلے جاتے تھے ۷؎ اس سے معلوم ہوا کہ کسی منافق جنتی نہیں ہو سکتا [illegible] پہلے عقائد کی اصلاح ضروری ہے ۸؎ ابن عائذ [illegible] ایک قیس ابن عائذ [illegible] اور دونوں صحابی ہیں [illegible] ۹؎ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے کا ارادہ فرمایا تب حضرت عمر نے وہ بات کہی جو آگے آ رہی ہے

۱؎ فاجر سے مراد منافق نہیں بلکہ فاسق گنہگار ہے [illegible] اس نے کبھی کوئی نیکی [illegible] نیک کام کرتے نہیں دیکھا [illegible] حضور اس پر نماز نہ پڑھیں تاکہ لوگ عبرت پکڑیں [illegible] ۲؎ یہ ہے حضور کی شان ستاری [illegible] حضرت عمر کی [illegible] اس کے گناہ [illegible] تم نے اسے کیا گناہ کرتے دیکھا [illegible] تم اسے فاجر کیوں کہتے ہو [illegible] اس کے نیک اعمال کی گواہی دی تاکہ اس کے عیوب چھپے رہیں [illegible] قرآن مجید گنہگار کا بھی ایسے ہی پردہ رکھتا [illegible] شعر

وَحَثّٰى عَلَيْهِ التُّرَابَ وَقَالَ أَصْحَابُكَ يَظُنُّوْنَ أَنَّكَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَأَنَا أَشْهَدُ أَنَّكَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَقَالَ يَا عُمَرُ إِنَّكَ لَا تُسْأَلُ عَنْ أَعْمَالِ النَّاسِ وَلٰكِنْ تُسْأَلُ عَنِ الْفِطْرَةِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ

اور اس پر مٹی ڈالی ۱؎ اور فرمایا تیرے ساتھی تو گمان کرتے ہیں کہ تو دوزخی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتیوں میں سے ہے ۲؎ اور فرمایا اے عمر تم سے لوگوں کے اعمال کے متعلق پوچھ گچھ نہ ہوگی ۳؎ لیکن تم سے پوچھ گچھ ہوگی اسلام کے متعلق ۴؎۔ (بیہقی شعب الایمان)

ستار ہے قرآں تیرے دنیا میں تو میرے عیب ڈھکے ✽ محشر میں بھی پردہ رکھ لینا تجھ سا کوئی نہ صبور پایا

خیال رہے کہ حضور کا لوگوں سے اس کی نیکیاں پوچھنا گواہی تمام کرنے کے لیے ہے جیسے قیامت میں رب تعالیٰ گواہی شہادت سے کر فیصلے فرمائے گا ورنہ حضور ہر شخص کے ہر نیک و بد عمل سے خبردار ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے ویکون الرسول علیکم شہیدا حضور نے دو قبروں پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے ان میں ایک چغل خور تھا دوسرا پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا۔ شعر

اے فراخت جمیع آثار و دھور ✽ چشم تو بینندہ ما فی الصدور

۱؎ اس طرح کہ لشکر اسلام تھکا ہوا آیا تھا رات میں ایک جنگل میں آرام کرنا چاہتا تھا پہرہ دار کی ضرورت تھی کہ دشمن شب خون نہ مار دے اس مرحوم نے تمام لشکر کو سلادیا خود تمام رات جاگ کر پہرہ دیا اس کی یہ نیکی میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔

۲؎ یعنی حضور نے اس کے تمام گناہ نظر انداز فرما دیئے اور اس ایک نیکی کی گواہی دے کر اس کی نماز پڑھی اور اس قبر پر مٹی بھی اپنے دست اقدس سے ڈالی۔ اے مرشد اے تیرے غیب کے صدقے خیال رہے کہ اس شخص نے اگرچہ بہت گناہ کیے ہوں گے مگر اس رات کے پہرے سے سب معاف ہو چکے اور حضور کی اس نماز اور دفن فرمانے سے اس سے عذاب دفع ہو گیا لہذا اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں کوئی فاسق نہیں بالکل حق ہے کہ وہ اگرچہ گناہ کر لیتے تھے مگر اس صحبت کے صدقے میں دھو کر پاک و صاف ہو جاتے تھے لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کر سکتے کہ صحابہ فاجر و فاسق بھی تھے گناہ کرنا اور چیز ہے فاسق ہونا یا رہنا دوسری چیز ۳؎ اول درجہ جنتی وہ ہے جو قبر میں معافی پا کر اور حشر کے بعد بغیر حساب اول ہی سے جنت میں جائے کیونکہ تیرے سارے گناہ اس پہرے اور میری نماز سے معاف ہو چکے ہیں یہ ہے محبوب والی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ۳؎ یعنی دنیا میں ہم اور سارے مسلمان تم سے کسی میت کے برے اعمال کے متعلق نہ پوچھیں گے لہذا تم ایسے موقع پر کسی مسلمان کے گناہ بیان نہ کرنا عیب پوشی سے کام لینا دیکھو ہم نے اس کی نیکی کی تو گواہی دی مگر گناہ کی نہیں اپنے مسلمان مردوں کو بھلائی سے یاد کیا کرو (ابن ماجہ) وترمذی (بیان)۔ ۴؎ یعنی ہم اور ہمارے بعد تم سے میتوں کے ایمان کی گواہی لیا کریں گے تم ان کے ایمان کی گواہی دیا کرو مسلمان کو بعد موت اچھائی سے یاد کرو خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقروض میت پر نماز نہ پڑھتے تھے اب سے پڑھ دیتے تھے تاکہ لوگ قرض سے بچیں قرض حق العبد ہے جو توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر وہ غزوہ میں نماز نہ پڑھی جاوے کیونکہ یہ شخص حقوق اللہ کا مجرم ہوگا لہذا اس کے سارے گناہ نظر انداز کر دیئے گئے فقیر کی اس شرح سے حدیث بالکل واضح ہو گئی

بَابُ اِعْدَادِ اٰلَةِ الْجِهَادِ
اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمُ الرُّوْمُ وَيَكْفِيْكُمُ اللّٰهُ فَلَا

جہاد کے آلات تیار کرنے کا باب[1] پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے[2] فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا حالانکہ آپ منبر پر تھے[3] فرماتے تھے تیار کرو ان کے مقابل وہ قوت جس کی طاقت رکھو[4] خبردار وہ قوت تیر اندازی ہے خبردار وہ قوت تیر اندازی ہے خبردار وہ قوت تیر اندازی ہے[5] (مسلم) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عنقریب روم تم پر فتح کیا جائے گا اور اللہ تمہیں کفایت کرے گا[6]

اعتراضات، معلوم ہوا کہ بیت میں دفن نہ ہوئے اور ان تمام صحابہ عادل ہیں حضرت عمر کے اس قول سے معلوم ہوا کہ بعض صحابہ فاجر بھی ہیں دوسرے یہ کہ حضور نے حضرت عمر وغیرہم سے اس میت کے گناہ کیوں نہ پوچھے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کی نماز بھی نہیں پڑھتے تھے تو ایسے گنہگار کی نماز کیوں پڑھی اگر پوچھے یہ کہ حضور کو علم نہیں وہ آپ لوگوں سے کیوں پوچھتے اس میت کی کوئی نیکی بیان کرو جواب یہ ہے کہ حضور انور کا اس میت کے متعلق جنتی ہونے کی گواہی دینے سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی عاقبت سے واقف ہیں کہ جنتی دوزخی ہونے کی خبر دیتے ہیں ورنہ بغیر خبر حضور اس کے جنتی ہونے کی خبر کیسے دے سکتے تھے یہ ہے حضور کا مطلع ہونا علوم خمسہ پر۔

[1] آلات جہاد سے مراد سامان ۔ جہاد میں خود ہتھیار ہوں جن سے دشمن پر حملہ ہو یا وہ آلات جن سے ہتھیار بردار کی سواری ہو کہ ان کے ذریعہ میدان جہاد میں جایا جاتا ہے جیسے تیر تلوار نیزہ بھالہ یا آج کل بندوق توپ راکٹ وغیرہ اور جیسے گھوڑے اونٹ وغیرہ اور آج کل موٹریں ہوائی جہاز وغیرہ غرضیکہ اس باب کے لفظ میں بہت وسعت ہے۔

[2] آپ صحابی ہیں جہنی ہیں امیر معاویہ کی طرف سے مصر کے حاکم رہے جب کہ امیر معاویہ کے بھائی عتبہ ابن ابوسفیان وفات پاگئے پھر امیر معاویہ نے انہیں معزول فرما دیا ۵۸ھ میں مصر ہی میں وفات پائی وہاں ہی دفن ہوئے آپ سے بہت سے صحابہ و تابعین نے روایات لیں۔ [3] مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث صرف میں نے ہی نہیں سنی بلکہ میرے ساتھ بہت صحابہ نے سنی ہے کیونکہ آپ نے خطبہ جمعہ یا کسی وعظ میں بر سر منبر علانیہ فرمائی ہے۔ [4] یعنی قرآن مجید کی اس آیت میں جس قوت کا حکم تاکیدی دیا گیا ہے وہ قوت آج کل تیر اندازی ہے آیت کریمہ کا مقصد فقط اسی طرح حاصل ہوگا کہ مسلمان تیر لگانے نشانہ لگانے کی خوب مشق کریں فقیر کی اس شرح سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ اگر صرف تیر اندازی سیکھنا ضروری ہے تو آج کل جنگ میں تو اس کی مشق ثواب اس آیت پر عمل کیسے ہو کیونکہ اب بجائے تیر کے گولہ بارود خرچ ہوتے ہیں گولہ باری ہوائی جہازوں سے بم باری راکٹ اندازی ہے

يَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَلْهُوَ بِأَسْهُمِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ عَلِمَ الرَّمْيَ ثُمَّ تَرَكَهُ فَلَيْسَ مِنَّا أَوْ قَدْ عَصٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى قَوْمٍ مِنْ أَسْلَمَ يَتَنَاضَلُوْنَ بِالسُّوْقِ فَقَالَ ارْمُوْا بَنِيْ إِسْمَاعِيْلَ فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا

تو تم سے کوئی اس سے عاجز نہ ہو جائے کہ اپنے تیروں سے کھیلے (مسلم) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو تیر اندازی سیکھے پھر اسے چھوڑ دے تو وہ ہم سے نہیں یا اس نے نافرمانی کی (مسلم) روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ اسلم کی ایک قوم پر تشریف لائے جو بازار میں تیر اندازی کر رہی تھی تو فرمایا اے بنی اسمٰعیل تیر چلاؤ کیونکہ تمہارے والد

اب ان چیزوں کا سیکھنا اس آیت کریمہ پر عمل ہے بشرطیکہ جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے ہو۔ ۵؎ یعنی خلافت فاروقی میں روم جیسی مضبوط سلطنت تمہارے زیر نگین ہوگی اور اللہ تعالٰی تم کو روم کے عیسائیوں کے شر سے محفوظ کرنے کا کفیل ہو گا یہ غیبی خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں پوری ہوئی۔ ۶؎ یعنی چونکہ تم نے روم جیسے ملک فتح کرنے ہیں اور رومی لوگ نہایت اعلیٰ درجہ کے تیر انداز ہیں لہذا تم بھی تیر اندازی کی مشق کرو اس سے غافل نہ ہو تاکہ اس جنگ کے وقت تمہارا یہ فن کام آوے اس تیر اندازی کو لہو فرمانا رغبت کے لیے ہے یعنی یہ فن عبادت بھی ہے اور دل کی فرحت و سرور و طاقت حاصل ہونے کا ذریعہ بھی لہذا اس سے غافل نہ ہو نفس لہو یعنی کھیل کود کی طرف راغب ہے، دل عبادت کا خواہاں تیر اندازی میں یہ دونوں صفتیں موجود ہیں لہذا یہاں لہو سے مراد غفلت کی چیز نہیں بلکہ مراد رغبت کی چیز ہے صحابہ کرام نے اس حدیث پر عمل کیا اور جیتا عہد فاروقی میں۔ کاش آج اسکولوں میں بجائے ہاکی کرکٹ اور فٹ بال کے ایسے کھیل کھلائے جائیں جو کھیل بھی ہوں ہنر بھی جیسے گھوڑ دوڑ اور نشانہ بازی خیال رہے کہ دنیا میں تین اعظم گزرے ہیں جنہوں نے بڑی فتوحات کیں سکندر اعظم نپولین اعظم اور فاروق اعظم سکندر اور نپولین کی فتوحات دوسروں کے پاس چلی گئیں مگر فاروق اعظم کی فتوحات بفضلہ تعالٰی اب تک تمام کی تمام مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں جیسے روم شام ایران عراق وغیرہ اللہ تعالٰی دائم قائم رکھے۔ ۱؎ یعنی وہ ہم سے ملا ہوا ہم سے قریب نہیں یا اس جماعت سے نہیں جن سے ہم راضی ہیں کیونکہ اس نے کفران نعمت کیا کہ تیر اندازی جیسی عبادت سیکھ کر بھلا دی یہ عبادت کا ہی ہے کہ اسے حاصل کر کے سستی سے بھلا دیا ۲؎ یعنی یا تو حضور انور کا فرمان ہے یا راوی کو تردد ہے کہ مجھے پورا خیال نہیں یا حضور نے یہ فرمایا اور یا یہ لفظ ارشاد فرمایا ۳؎ آپ کی کنیت ابو ایاس ہے اسلمی ہیں بیعت الرضوان میں شریک ہوئے بہت ہی بڑے بہادر اور پیادہ تھے تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے آپ سے بھیڑیے نے کلام کیا تھا اسی برس عمر پائی ۷۴ھ میں وفات ہوئی جنت البقیع میں مدفون ہوئے ۴؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں سوق سے مراد ایک خاص جگہ ہے جو مدینہ منورہ میں تھی بعض نے فرمایا کہ سوق ساق کی جمع ہے یعنی پیادہ یعنی وہ لوگ پیدل تیر اندازی کر رہے تھے ظاہر یہی ہے کیونکہ بازار میں تیر اندازی مشکل ہے جہاں لوگوں کا مجمع ہے

وَأَنَا مَعَ بَنِي فُلَانٍ لِأَحَدِ الْفَرِيقَيْنِ فَأَمْسَكُوا بِأَيْدِيهِمْ فَقَالَ مَا لَكُمْ قَالُوا وَكَيْفَ نَرْمِي وَأَنْتَ مَعَ بَنِي فُلَانٍ قَالَ ارْمُوا وَأَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ يَتَتَرَّسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتُرْسٍ وَاحِدٍ وَكَانَ أَبُو طَلْحَةَ حَسَنَ الرَّمْيِ فَكَانَ إِذَا رَمَى تَشَرَّفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْظُرُ إِلَى مَوْضِعِ نَبْلِهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

تیرانداز تھے۱ اور میں فلاں جماعت کے ساتھ ہوں دو فریق میں سے ایک کے لیے، تو انہوں نے اپنے ہاتھ روک لیے۲ فرمایا تمہیں کیا ہوا بولے ہم کیسے تیراندازی کریں آپ فلاں قبیلہ والوں کے ساتھ ہو گئے۳ فرمایا تیراندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں۴ (بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ڈھال سے آڑ لیتے تھے۵ اور ابوطلحہ اچھے تیرانداز تھے تو وہ جب تیر پھینکتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اچک کر دیکھتے۶ ان کے تیر گرنے کی جگہ کو ملاحظہ فرماتے تھے (بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱ یعنی اسمٰعیل علیہ السلام تیراندازی میں کمال رکھتے تھے تم ان کی اولاد ہو تم بھی اس میں کمال پیدا کرو تمہارے باپ کی میراث ہے ۲ یعنی یہ فرمان عالی سن کر دوسرے فریق نے تیراندازی بند کر دی ۳ یعنی حضور آپ تو ان دوسروں کے ساتھ ہو گئے جب آپ ادھر ہو گئے پھر ہم کس کے بل بوتے پر تیراندازی کریں یہ عرض معروض اس دوسرے فریق نے کی ۴ یعنی ہم تمہارے دونوں فریقوں کے معاون اور مددگار ہیں یہ مسابقت کرا رہے ہیں ۵ حضرت طلحہ کا نام زید ابن سہل ہے انصاری خزرجی بخاری ہیں تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے حضرت انس کے سوتیلے والد ہیں حضور فرماتے تھے کہ لشکر اسلام میں اکیلے ابوطلحہ کی صرف آواز ایک سو سپاہیوں سے بڑھ کر ہے آپ نے غزوہ حنین میں بیس کفار کو اکیلے قتل کیا اور ان کے سامان پر قبضہ کیا آپ کے حالات پہلے بھی بیان ہو چکے ہیں بصرہ میں آپ کا مزار ہے فقیر نے زیارت کی ہے ۶ یعنی حضرت ابوطلحہ جہاد کے موقعوں پر حضور انور کے ساتھ کھڑے ہوتے اور ڈھال اس طرح لیتے تھے کہ خود ابوطلحہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آڑ میں ہو جاتے تھے اس قدر قرب تھا آپ کو حضور انور کے ساتھ، بعض روایات میں ہے خود اپنے جسم کو حضور کی ڈھال بنا دیا ۷ یعنی حضرت ابوطلحہ کا تیر جس دشمن کو جاتا تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گرنے کی جگہ کو اچک کر ملاحظہ فرماتے یہ ملاحظہ فرمانا اگر عام حالات میں تھا تو گرنے کی جگہ دیکھتے تھے اگر جہاد کی حالت میں تھا تو یہ دیکھتے تھے کہ اس تیر نے کتنے کفار مارے کیونکہ حضرت ابوطلحہ کا تیر خالی نہ جاتا تھا شاذ و نادر ہی خطا ہوتا تھا بڑے خوش نصیب تھے رضی اللہ عنہ

وَسَلَّمَ اَلْبَرَكَةُ فِیْ نَوَاصِی الْخَیْلِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَلْوِیْ نَاصِیَةَ فَرَسٍ بِاِصْبَعِہٖ وَھُوَ یَقُوْلُ اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ بِنَوَاصِیْھَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اَلْاَجْرُ وَالْغَنِیْمَةُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِیْمَانًا بِاللّٰہِ وَتَصْدِیْقًا بِوَعْدِہٖ فَاِنَّ شِبَعَہٗ وَرِیَّہٗ وَرَوْثَہٗ وَبَوْلَہٗ فِیْ مِیْزَانِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

کہ برکت گھوڑے کی پیشانی کے بالوں میں ہے۱ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ گھوڑے کی پیشانی کے بال اپنی انگلی سے سنوار رہے تھے۲ اور فرما رہے تھے کہ گھوڑے کی پیشانی کے بالوں سے قیامت تک بھلائی وابستہ ہے۳ ثواب اور غنیمت۴ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے اللہ کی راہ میں گھوڑا باندھا۵ اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اور اس کے وعدوں کی تصدیق کرتے ہوئے۶ تو اس کا پیٹ بھرنا، پانی پینا، اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن اس شخص کی میزان میں ہوں گے۷

۱ گھوڑے سے مراد جہاد کے گھوڑے ہیں اور پیشانی کے بالوں سے مراد گھوڑے کا سارا جسم ہے یعنی جہاد کا گھوڑا اپنا ہی مبارک ہے اس کے بال بال میں برکت ہے رب تعالٰی نے گھوڑے کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کہ ارشاد فرمایا "واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل" دیکھو قوت میں گھوڑا بھی داخل تھا مگر خصوصیت سے رب تعالٰی نے اس کا ذکر فرمایا۔ ۲ اس طرح کہ اپنے دست اقدس سے گھوڑے کی خدمت فرما رہے تھے یا مطلب یہ ہے کہ پیار میں اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیر رہے تھے بالوں کو مروڑ رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے معلوم ہوا کہ جہاد کے گھوڑوں کی خدمت اپنے ہاتھ سے کرنا بھی سنت ہے اور اس سے محبت کرنا اس کی پیشانی پر پیار سے ہاتھ پھیرنا بھی سنت ہے کیونکہ یہ آلۂ جہاد ہے اور حضور کا پیارا ہے۔ ۳ ظاہر یہ ہے کہ یہاں گھوڑے سے مراد جہاد کا گھوڑا ہے جیسے کہ عام گھوڑے جو تانگہ میں جوتے یا ریس میں جوا کھیلنے کے لیے پالے جاتے ہیں بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں جنس گھوڑا مراد ہے کیونکہ یہ آلۂ جہاد ہے اس پر جہاد ہو سکتا ہے۔ ۴ یہ دونوں یا ان میں سے ایک، مجاہد جیت آیا تو ثواب کمایا یا غنیمت حاصل کی اگر شکست کھا کر آ گیا یا شہید ہو گیا تو ثواب کمایا اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک گھوڑے جہاد میں کام آئیں گے دیکھ لو آج اس سائنس کے زمانہ میں گھوڑے بہت کام آتے ہیں۔ ۵ جہاد کرنے کو، آج یا مستقبل کو یا تیاری کرنے کو گھوڑا رکھا یا پالا یا مطلب یہ ہے کہ اپنا گھوڑا فی سبیل اللہ وقف کیا ۶ یعنی اخلاص سے پالا دنیاوی غرض اس میں شامل نہ تھی کہ ثواب اعمال کی شرط اخلاص ہے ۷ یعنی پانی کے وہ قطرے جو گھوڑے نے پیے گھاس کے وہ تنکے جو گھوڑے نے کھائے اسی طرح اس کا پیشاب اور لید سب اس پالنے والے کے نیکیوں کے پلے میں ہوں گے

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۞ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ الشِّكَالَ فِي الْخَيْلِ وَالشِّكَالُ اَنْ يَّكُوْنَ الْفَرَسُ فِيْ رِجْلِهِ الْيُمْنٰى بَيَاضٌ وَّفِيْ يَدِهِ الْيُسْرٰى اَوْ فِيْ يَدِهِ الْيُمْنٰى وَرِجْلِهِ الْيُسْرٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۞ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ اُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ وَاَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ وَبَيْنَهُمَا سِتَّةُ اَمْيَالٍ وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِيْ لَمْ تُضْمَرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ اِلٰى مَسْجِدِ بَنِيْ

(بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے میں شکال کو ناپسند فرماتے تھے[1] اور شکال یہ ہے کہ گھوڑے کے داہنے پاؤں اور بائیں ہاتھ میں سفیدی ہو یا اس کے داہنے ہاتھ اور بائیں پاؤں میں سفیدی ہو[2] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کے درمیان جن کا ضمار کیا گیا ہو[3] حفیا سے دوڑ کرائی[4] اور اس کی انتہا ثنیۃ الوداع تھی اور ان دو حدود کے درمیان چھ میل کا فاصلہ تھا[5] اور ان گھوڑوں کے درمیان جن کا ضمار نہیں کیا گیا تھا ثنیہ سے مسجد

1 شکال شکل سے بنا، عربی میں شکال اس رسی کو کہتے ہیں جس سے گھوڑے کے پاؤں باندھے جاتے ہیں۔ اصطلاح میں شکال کے کئی معنی ہیں ایک یہ کہ گھوڑے کا ایک پاؤں یا ہاتھ سفید ہو باقی تین سیاہ یا سرخ ہوں، دوسرے یہ کہ تین ہاتھ پاؤں سفید ہوں باقی ایک سرخ یا سیاہ، تیسرے وہ جو خود یہاں مذکور ہے۔ 2 یہ تفسیر یا تو راوی حدیث حضرت ابوہریرہ نے فرمائی ہے یا خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ خلاصہ اس تفسیر کا یہ ہے کہ گھوڑا سیاہ یا سرخ ہو مگر اس کا داہنا ہاتھ بایاں پاؤں یا اس کے برعکس بایاں ہاتھ داہنا پاؤں سفید ہو باقی دوسرے دو سرخ یا سیاہ ہوں اس کی ناپسندیدگی کی وجہ خود حضور جانیں ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ عقل کو اس میں دخل نہیں ہو سکتا ہے اس رنگ کے گھوڑے عیب دار ہوتے ہوں جیسی چستی چالاکی تیزی جہاد کے گھوڑے میں چاہیئے ویسی ان میں نہ ہوتی ہو واللہ ورسولہ اعلم۔ 3 ضمار کی صورت یہ ہوتی ہے کہ گھوڑے کو دانہ دے کر فربہ کیا جائے پھر اس کی خوراک کم کر کے کسی بند جگہ میں باندھ دیا جائے تو جھول وغیرہ اس پر کس دی جائے حتی کہ پسینہ سے خوب چلے اور گھوڑا اندر سے دبلا ہو کر اپنی اصلی حالت پر آجائے ایسا گھوڑا بہت قوی ہوتا ہے اس عمل کو اضمار کہتے ہیں اور ایسے گھوڑے کو مضمر کہا جاتا ہے اس کا مادہ ضمر ہے جس کے معنی ہیں پیٹ کا پیٹھ سے لگ جانا (مرقات وغیرہ) 4 حفیا یا حیفاء کے فتح سے مدینہ منورہ سے چند میل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے، ثنیہ بمعنی پہاڑی گھاٹی، ثنیۃ الوداع اس لیے کہتے ہیں کہ اہل مدینہ اپنے مہمان کو یہاں تک پہنچانے جاتے تھے یہاں سے اسے وداع یعنی رخصت کرتے تھے فقیر نے اس جگہ کی زیارت کی ہے اب وہاں ایک مسجد بنی ہوئی ہے جسے مسجد وداع کہتے ہیں اس کے متصل موٹر سیارات یعنی لاریوں کا اڈہ ہے اور لکڑی و کوئلہ کی ٹال ہے مشہور جگہ ہے۔
5 عربی میل تین میل کا ایک کوس ہوتا ہے تو چھ میل کے دو کوس ہوئے۔ اب عرب شریف میں بجائے میل کے کیلو ہوتے ہیں ہمارے پاکستانی پونا میل کا ایک کیلو ہے۔

زُرَيْقٍ وَبَيْنَهُمَا مِيلٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَتْ نَاقَةٌ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُسَمَّى الْعَضْبَاءَ وَكَانَتْ لَا تُسْبَقُ فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى قَعُودٍ لَهُ فَسَبَقَهَا فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ لَا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ اَلْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللهَ تَعَالٰى يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ

بنی زریق تک دوڑ کرائی ان دونوں کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی تھی جس کا نام عضباء تھا وہ کبھی دوڑ میں پیچھے نہ رہتی تھی ایک بدوی اپنے چھوٹے اونٹ پر آیا تو وہ اس سے آگے نکل گیا یہ مسلمانوں پر گراں گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ذمہ قدرت پر لازم ہے کہ دنیا کی کوئی چیز اونچی رہ جائے مگر اسے کبھی پست فرمائے (بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ذریعہ تین شخصوں کو جنت میں

۱؎ بنی زریق ایک قبیلہ کا نام ہے جس کے مورث اعلیٰ کا نام زریق تھا اس قبیلہ کے محلہ میں یہ مسجد تھی اس لیے اسے مسجد بنی زریق کہتے تھے ۲؎ چونکہ ضمر کیا ہوا گھوڑا بہت قوی ہوتا ہے اس لیے اس کی دوڑ کا فاصلہ زیادہ رکھا گیا اور غیر ضمار والا گھوڑا اس سے ہلکا اس لیے اس کا فاصلہ تھوڑا تجویز ہوا اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑ دوڑ کرانا جائز بلکہ سنت ہے بشرطیکہ اس پر مالی ہار جیت نہ ہو ورنہ جوا ہے اور حرام ہے ۳؎ عضباء عین کے فتحہ ضاد کے سکون سے بمعنی کان کٹی یا بال چیری اس اونٹنی کے کان کاٹے یا چیرے نہ گئے تھے بلکہ وہ پیدائشی ایسی ہی تھی یا تو یہ وہی اونٹنی تھی جس کا نام قصواء تھا اب تو اس کا نام قصواء اور لقب عضباء تھا یا یہ دوسری اونٹنی ہے قصواء اور تھی یہ اور واللہ اعلم ۴؎ یعنی ایسی تیز رفتار تھی کہ دوڑ میں کسی اونٹ سے کبھی پیچھے نہ رہی تھی ۵؎ قعود کے معنی ہیں بیٹھنا مطلق قعود اس اونٹ کو کہتے ہیں جو سواری کے لائق ہو جائے کہ اس پر سوار بیٹھ سکے دو سال کی عمر سے لے کر چھ سال کی عمر تک اونٹ قعود کہلاتا ہے پھر اسے جمل کہا جاتا ہے اونٹ کی عمروں کے بہت نام ہیں ۶؎ یہ اگرچہ شکست پر گرانی طبعی تھی کہ صحابہ کرام کو یہ پسند نہ تھا کہ کوئی اونٹ ہمارے نبی کے اونٹ سے آگے نکل جائے ۷؎ یعنی اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ ہے کہ جو چیز دنیا میں ہمیشہ سب سے اونچی رہتی ہو اسے کبھی کسی سے نیچا بھی کرا دے تاکہ فخر ٹوٹ جائے رب تعالیٰ کی کبریائی پر نظر رہے اسی قانون کے مطابق یہ اونٹنی آج پیچھے رہ گئی اسی لیے

ریخ کردہ

ثلثة نفر الجنة صانعه يحتسب في صنعته الخير والرامي به ومنبله وارموا واركبوا ان ترموا احب الي من ان تركبوا كل شيء يلهو به الرجل باطل الا رميه بقوسه وتاديبه فرسه وملاعبته امراته فانهن من الحق رواه الترمذي وابن ماجة وزاد ابوداؤد والدارمي ومن ترك الرمي بعد ما علمه رغبة

داخل کرے گا[1] اس کے بنانے والے کو جب کہ اپنی صنعت میں بھلائی کی نیت کرے[2] اور تیر مارنے والے کو[3] اور تیر دینے والے کو[4] تیر چلاؤ اور گھوڑے کی سواری کرو[5] اور تمہارا تیر چلانا گھوڑے کی سواری سے مجھے زیادہ پیارا ہے[6] ہر وہ چیز جس سے مرد کھیلے باطل ہے[7] سوا اس کے کہ اپنی کمان سے تیر اندازی کرنے کے اور اپنے گھوڑے کو سکھلانے کے اور اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنے کے کہ یہ کھیل برحق ہیں[8] (ترمذی، ابن ماجہ) اور ابوداؤد و دارمی نے یہ اور زیادتی کی کہ جو تیر اندازی سیکھ کر بے رغبتی سے اسے چھوڑ دے

[1] یعنی مجاہد جو تیر کفار پر چلائے تو اس کے ایک تیر کی برکت سے تین مسلمان جنتی ہو جاتے ہیں۔ یہاں تین شخصوں سے مراد تین مسلمان ہیں کیونکہ کافر جنتی نہیں ہو سکتا [illegible] کافر ان سے جنتی نہیں ہو سکتے۔ [illegible] [2] یعنی [illegible] تیر بنانے کا ثواب جب ہے جب کہ جہاد کی نیت سے تیر بنائے صرف تجارت کی نیت نہ ہو ہر عمل نیت کو دیکھتا ہے [3] [illegible] [4] منبل باب تفعیل سے ہے یا افعال سے بمعنی فاعل [illegible] نبل بمعنی تیر [illegible] [5] [illegible] تیر اندازی کی مشق کرو [illegible] گھوڑ سواری بھی سیکھو [illegible] [6] [illegible] تیر اندازی جہاد میں زیادہ کام آتی ہے [illegible] گھوڑ سواری کی مشق سے تیر اندازی کی مشق مجھے زیادہ پیاری ہے کیونکہ گھوڑ سواری کبھی فخر و ریا پیدا کرتی ہے (مرقات) [7] [illegible] باطل ہے [illegible] [8] [illegible] تیر اندازی اور گھوڑے کی سواری سے دین و ایمان کی حفاظت ہے کہ یہ تیاری جہاد ہے اور اپنی بیوی سے کھیلنے [illegible] میں مجاہد غازی پیدا کرنا بھی ہے [illegible]

عَنْهُ فَإِنَّهُ نِعْمَةٌ تَرَكَهَا أَوْ قَالَ كَفَرَهَا وَعَنْ أَبِي نَجِيحٍ السُّلَمِيِّ قَالَ
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَلَغَ بِسَهْمٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ
فَهُوَ لَهُ دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ لَهُ عِدْلُ مُحَرَّرٍ
وَمَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ كَانَتْ لَهُ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي
شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَرَوٰى أَبُوْ دَاؤُدَ الْفَصْلَ الْأَوَّلَ وَالنَّسَائِيُّ الْأَوَّلَ وَ

تو اس نے ایک نعمت تھی جسے چھوڑ دیا فرمایا اس کی ناشکری کی ۱؎ روایت ہے ابو نجیح سلمی سے ۲؎ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جس نے اللہ کی راہ میں تیر پہنچایا تو وہ اس کے لیے جنت میں ایک درجہ ہے ۳؎ اور جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا تو اس کے لیے آزاد کیے ہوئے کے برابر ہے ۴؎ اور جو اسلام میں بوڑھا ہو تو اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا ۵؎ بیہقی شعب الایمان، اور ابوداؤد نے پہلی فصل روایت کی ۶؎ اور نسائی نے پہلی اور دوسری

اور اپنی بیوی کی عصمت و عفت کی حفاظت سمجھ کر (ایسی خوش طبعی کرے) والا ہو تو ان سے الخ، العزیز صورت یا تیز رو کی طرف رغبت نہیں کرتا بعض مردوں کی بیویاں خوبصورت ہوتی ہیں مگر وہ بدصورت باندیوں کی محبت میں گرفتار ہوتے ہیں یہ اس لیے کہ ان کی بیوی کو زینت و لہو نہیں۔ کا خاوند نے کیا چیز ہے جو اپنی حلال بندی کے پاس نہیں۔ دل بہلانا ایسے ہو تو عبادت ہے۔ قربان جائیے اس تعلیم کے جس نے مسلمانوں کے گھر اور میدان جہاد دونوں بنا دیئے

۱؎ یعنی جسے یہ فن آتے تھے پھر وہ اس کی مشق چھوڑ دے جس کی وجہ سے بھول جائے تو اس نے رب تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کی اور وہ ناشکری کا مرتکب ہوا لہذا گنہگار ہوگا جیسے کوئی قرآن مجید حفظ کر کے بھول جائے سستی کی وجہ سے یوں ہی دینی علم حاصل کر کے بھول جانا بھی گناہ ہے جبکہ اپنی سستی کی وجہ سے ہو نعمت کی قدر چاہیے

۲؎ آپ کا نام عمرو ابن عبسہ ہے آپ چوتھے مسلمان ہیں اسلام لاکر اپنی قوم بنی سلیم میں لوٹ گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ جب تم کو ہماری ہجرت کی خبر ملے تو ہمارے پاس آجانا چنانچہ آپ اپنی قوم ہی میں رہے فتح خیبر کے بعد مدینہ منورہ پہنچے اور مدینہ پاک ہی میں مقیم رہے حضور کی بارگاہ میں مقبول تھے آپ کے حالات پہلے بیان کیے جا چکے ہیں ۳؎ یعنی جہاد میں کافروں کی طرف تیر پھینکا اور وہ کافر کو لگ بھی گیا اسے جنت میں عظیم الشان درجہ ملا کہ صرف تیر چلانا بھی عبادت ہے ۴؎ یعنی جو شخص کفار پر صرف تیر پھینک دے خواہ لگے یا نہ لگے تو بھی اسے غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا معلوم ہوا کہ تیر پھینکنے سے تیر مارنا افضل ہے ۵؎ یعنی بوڑھا ہو کر جیسے گھر میں یا مسجد میں یا جہاد میں۔ یعنی جوانی بڑھاپا اسلام میں گزرا ہے تو یہ نور حاصل ہونے کا ذریعہ ہے معلوم ہوا کہ پرانا مسلمان نو مسلم سے اس بات سے افضل ہے اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے فرمایا کہ سر داڑھی کے سفید بال نہ اکھیڑے کہ یہ نور ہے۔ ایک دفعہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے آئینہ دیکھا اپنے سر اور داڑھی میں سفید بال دیکھ کر فرمایا شعر الشیب و ذھب العیب یعنی شباب (بڑھاپا) آ گیا عیب چلے گئے (مرقات) ۶؎ یعنی حدیث کا پہلا فقرہ درجۃ فی الجنۃ تک نقل فرمایا۔

الثَّانِي وَالتِّرْمِذِيُّ الثَّانِي وَالثَّالِثَ وَفِي رِوَايَتِهِمَا مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بَدَلَ فِي الْإِسْلَامِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا سَبَقَ إِلَّا فِي نَصْلٍ أَوْ خُفٍّ أَوْ حَافِرٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَدْخَلَ فَرَسًا بَيْنَ فَرَسَيْنِ فَإِنْ كَانَ يُؤْمَنُ أَنْ يُسْبَقَ فَلَا خَيْرَ فِيهِ وَإِنْ كَانَ لَا يُؤْمَنُ أَنْ يُسْبَقَ فَلَا بَأْسَ بِهِ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ

دوسری اور ترمذی نے دوسری اور تیسری کی اور ان بیہقی اور ترمذی کی روایات میں ہے بجائے فی الاسلام کے یوں ہے کہ جو اللہ کی راہ میں جوان ہوا۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے سبقت پر مال شرط مگر تیر یا اونٹ یا گھوڑے میں (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایک گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان داخل کرے تو اگر وہ پیچھے رہ جانے سے مطمئن ہو تو اس میں بھلائی نہیں اور اگر پیچھے رہ جانے سے امن نہ ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں (شرح سنہ)

[illegible] اور نسائی نے [illegible] روایت کی اور ترمذی نے من شاب شیبۃ روایت فرمایا۔ دوسری روایت کیونکہ [illegible] یعنی ترمذی نے [illegible] روایت [illegible] [illegible] اور ترمذی [illegible] کہ پہلی روایت ترمذی و نسائی کی طرف [illegible] ہے [illegible] روایت [illegible] اور [illegible] روایت میں تو [illegible] فی الاسلام ہے اور دوسری روایت میں بجائے فی الاسلام کے فی سبیل اللہ ہے [illegible] یہاں یہ اعتراض نہیں کہ یہی تو صاحب مشکوۃ نے [illegible] فی الاسلام روایت کی [illegible] بیہقی کی روایت سے ہی فی سبیل اللہ فرمایا ہے [illegible] ورق کے لفظ سے وہ مال ہے جو آگے نکل جانے والے کو دیا جائے یعنی مال کی شرط لگانا کہ جیتنے والا [illegible] والے سے اتنا مال لے یہ تمام مقابلات میں [illegible] ہے [illegible] ان تین چیزوں کا [illegible] کہ [illegible] ہے اس سے جہاد کی تیاری یعنی جہاد کا شوق پیدا ہوتا ہے (مرقات) [illegible] یعنی تیاری جہاد کے لیے مسلمان آپس میں [illegible] شرط یہ ہو کہ اگر میرا تیر پیچھے رہ جائے تو اتنی رقم آگے تیر والے کو دے یوں ہی اونٹ یا گھوڑوں کی دوڑ کرنا مال شرط پر کہ پیچھے رہ جانے والا اتنی رقم آگے والے کو دے یہ جائز [illegible] تیر اندازی میں تیر پھینکنا اور گھوڑدوڑ میں گھوڑوں کی دوڑ اور [illegible] میں بھی داخل ہے کہ جہاد کی تیاری کی [illegible] چیزوں میں مقابلہ کرنا جائز ہے (مرقات) خیال رہے کہ ان چیزوں میں [illegible] مال شرط حرام ہے کہ جوا ہے لہذا اس کی [illegible] صورت یہ ہے کہ تیسرا شخص مال رکھے اور کہے کہ جو آگے بڑھ جائے اسے یہ مال ملے گا [illegible] کہ یہ جوا نہیں انعام ہے یا فریقین میں سے ایک شخص کہے کہ اگر تو مجھ سے آگے بڑھ گیا تو تجھے اتنا مال میں دوں گا لیکن اگر میں تجھ سے آگے نکل گیا تو تجھ سے کچھ نہ لوں گا یہ [illegible] ہے کہ یہ بھی انعام ہے جوا نہیں باقی کبوتروں کتوں وغیرہ کے مقابلے میں بھی حرام ہے [illegible] (اشعۃ اللمعات) لہذا اس حدیث کی بنا پر [illegible]

وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ دَاوٗدَ قَالَ مَنْ اَدْخَلَ فَرَسًا بَیْنَ فَرَسَیْنِ یَعْنِیْ وَھُوَ لَا یَاْمَنُ اَنْ یُّسْبَقَ فَلَیْسَ بِقِمَارٍ وَمَنْ اَدْخَلَ فَرَسًا بَیْنَ فَرَسَیْنِ وَقَدْ اَمِنَ اَنْ یُّسْبَقَ فَھُوَ قِمَارٌ۔ وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَیْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ زَادَ یَحْیٰی فِیْ حَدِیْثِہٖ فِی الرِّھَانِ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ وَرَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ مَعَ زِیَادَۃٍ فِیْ بَابِ الْغَصْبِ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ فرمایا جو دو گھوڑوں کے درمیان گھوڑا داخل کرے مطلب یہ ہے کہ وہ پیچھے رہ جانے سے امن میں نہ ہو تو وہ جوا نہیں اور جو گھوڑا دو گھوڑوں کے درمیان داخل کرے اور پیچھے رہ جانے سے امن میں ہو تو وہ جوا ہے[1] روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے[2] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ ڈانٹ ڈپٹ ہے نہ ساتھ میں گھوڑا رکھنا[3] یحیی نے اپنی حدیث میں یہ زیادتی کی کہ گھوڑ دوڑ میں[4] ابوداؤد، نسائی اور اسے ترمذی نے کچھ زیادتی کے ساتھ باب الغصب میں روایت کیا[5] روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی

[1] جائز نہیں کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے اور نہ ہے دو طرفہ مالی شرط کے جواز کی ایک صورت یہ ہے کہ تیسرا گھوڑا بیچ میں داخل کر دیا جائے جسے محلل کہتے ہیں اس کا ذکر اگلی حدیث میں آ رہا ہے [2] یہ حدیث گزشتہ حدیث کی ایک صورت کی شرح ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ زید اور عمرو اپنے گھوڑے مقابلہ میں دوڑا رہے تھے تو بکر نے بھی ان کے درمیان اپنا گھوڑا داخل کر دیا اور شرط یہ ٹھہری کہ اگر بکر کا گھوڑا نصب شدہ مقام پر پہلے پہنچ گیا پھر زید و عمرو کے گھوڑے ایک ساتھ یا آگے پیچھے وہاں پہنچے تو بکر ان دونوں سے سو سو روپیہ لے گا اور اگر زید و عمرو کے گھوڑے ایک ساتھ وہاں پہلے پہنچ گئے پھر بکر کا گھوڑا پہنچا تو کسی کو کچھ نہ ملے گا اور اگر زید و عمرو کے گھوڑوں میں سے کسی کا گھوڑا پہلے پہنچ گیا پھر دوسرا اور بکر کا گھوڑا [illegible] آگے پیچھے پہنچے تو پہلے گھوڑے والا پوری رقم دو سو روپیہ پر قبضہ کرے گا اور اگر بکر کا گھوڑا اور [illegible] ایک ساتھ پہلے پہنچے پھر ایک گھوڑا بعد میں پہنچا تو وہ دونوں اگلے گھوڑے والے اس رقم پر قبضہ کریں یہ جائز ہے کہ یہ جوا نہیں (مرقات) [3] یعنی اگر [illegible] شخص بکر کو یقین ہے کہ میرا گھوڑا ان دونوں سے آگے نکلے گا کیونکہ یہ تیز ہے وہ دونوں سست تو اس کا داخلہ بکر کو بہتر نہیں [illegible] مشکوک معاملہ ہو تو حلال [illegible] خلاصہ کلام یہ ہے کہ گھوڑ دوڑ میں دونوں فریقوں کا مالی شرط لگانا [illegible] حرام ہے لیکن جب تیسرا آدمی اس میں اپنا گھوڑا شامل کر دے [illegible] اس گھوڑے کے جیتنے کا یقین بھی نہ ہو [illegible] تو وہ دونوں [illegible] مال ہار جیت لے سکتے ہیں [illegible]

قَالَ خَيْرُ الْخَيْلِ الْأَدْهَمُ الْأَقْرَحُ الْأَرْثَمُ ثُمَّ الْأَقْرَحُ الْمُحَجَّلُ طَلْقُ الْيَمِينِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَدْهَمَ فَكُمَيْتٌ عَلَى هٰذِهِ الشِّيَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجُشَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرمایا بہترین گھوڑا سیاہ رنگ کا ہے سفید پیشانی والا ناک سفید والا پھر سفید پیشانی والا پانچ کلیان داہنا پاؤں خالی پھر اگر کالا نہ ہو تو اسی صفت کا سرخ رنگ والا (ترمذی، دارمی) روایت ہے حضرت ابو وہب جشمی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان سے یہ حدیث مرفوعًا بھی ہوسکتا ہے اور مجہولًا بھی یعنی اس کے آگے رہنے کا حسن و اطمینان ہے ۲؎ آپ کے حالات بار بار بیان ہو چکے آپ وہ ہی صحابی ہیں جو تیس سال بیمار رہے اور اس بیماری پر صابر و شاکر رہے آپ کو فرشتے سلام کرتے تھے ۳؎ یعنی گھوڑ دوڑ میں دو نوع ہیں یا ایک فریق جلب کرے جنب یہ دونوں لفظ کتاب الزکوٰۃ میں گزر چکے ہیں مگر وہاں ان کے اور معنی تھے یہاں جلب کے معنی ہیں گھوڑے کے ساتھ دوسرے گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑنا اور شور مچا کر ڈانٹ کر اس دوڑ والے گھوڑے کو تیز کرنا اور جنب کے معنی ہیں دوڑنے والے گھوڑے کے ساتھ دو گھوڑا رکھنا اگر راہ میں وہ گھوڑا تھک جائے تو اس دوسرے کو بازی میں لگا دیا جائے چاہیے کہ دوڑ کی حالت میں گھوڑوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے وہ خود اپنی مرضی و طاقت سے دوڑیں جو آگے نکل جائے وہ جیتے ۴؎ لفظ فی الرہان یا تو حضور انور کا ہی فرمان عالی ہے یا کسی راوی کا ہے جو حدیث کی تفسیر کے لیے بولا گیا یعنی جلب جنب گھوڑ دوڑ میں منع ہے ورنہ جہاد میں نہیں ۵؎ ترمذی نے یہاں زیادتی یہ فرمائی ہے ولا شغار فی الاسلام ومن انتہب نہبۃ فلیس منا یعنی اسلام میں شغار نہیں یعنی نکاح بغیر مہر اور لوٹ مار کرنے والا ہم میں سے نہیں یہ حدیث نسائی نے بھی بروایت حضرت انس نقل فرمائی۔

۱؎ ادہم، تیز سیاہ۔ اقرح وہ گھوڑا جس کی پیشانی پر کچھ سفیدی ہو۔ ارثم وہ گھوڑا جس کی ناک یا اوپر کا ہونٹ سفید ہو۔ جس گھوڑے میں یہ تینوں وصف جمع ہوں وہ بہت ہی اعلیٰ درجہ کا ہے کہ ایسا گھوڑا طاقت ور بہادر اور وفادار ہوتا ہوگا یا کوئی اور وجہ ہوگی ۲؎ یعنی اگر گھوڑے میں یہ مذکورہ تینوں وصف نہ ہوں تو پھر ایسا ہو کہ پیشانی پر سفید داغ پاؤں سفید اور سیدھا ہاتھ یا سیدھا پاؤں غیر سفید۔ محجل وہ گھوڑا ہے جس کے ہاتھ پاؤں سفید ہوں یا پاؤں زیادہ بشرطیکہ گھٹنوں تک سفیدی نہ ہو۔ اس سے کم ہو ۳؎ یعنی اگر سیاہ گھوڑے میں یہ اوصاف جمع نہ ہوں تو سرخ گھوڑا بھی اچھا ہے جس میں یہ مذکورہ اوصاف ہوں کمیت وہ گھوڑا ہے جس کی دم سیاہ باقی جسم سرخ ہو مگر سرخ کو بھی کمیت کہتے ہیں۔ شیہ یا دونوں لفظ دونوں پر بولا جاتا ہے شیہ کے معنی رنگ بھی ہیں اور علامت بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے لاشیۃ فیہا ۴؎ آپ صحابی ہیں آپ کی کنیت ہی نام ہے جشم ابن معاویہ کی اولاد میں سے ہیں اس لیے آپ کو جشمی کہا جاتا ہے۔

عَلَيْكُمْ بِكُلِّ كُمَيْتٍ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ أَوْ أَشْقَرَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ أَوْ أَدْهَمَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُمْنُ الْخَيْلِ فِي الشُّقْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوٗدَ ۞ وَعَنْ عُتْبَةَ ابْنِ عَبْدِ السُّلَمِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَقُصُّوْا نَوَاصِيَ الْخَيْلِ وَلَا مَعَارِفَهَا وَلَا أَذْنَابَهَا فَإِنَّ أَذْنَابَهَا مَذَابُّهَا وَمَعَارِفَهَا دِفَاؤُهَا وَنَوَاصِيَهَا مَعْقُوْدٌ فِيْهَا الْخَيْرُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ ۞ وَعَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجُشَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تم اختیار کرو وہ سرخ پنج کلیان سفید پیشانی والا یا صاف سرخ پنج کلیان ۱؎ یا کالا پنج کلیان ۲؎ (ابوداؤد، نسائی)۔
روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گھوڑے کی مبارکی صاف سرخی میں ہے ۳؎ (ترمذی، ابوداؤد)۔ روایت ہے حضرت عتبہ ابن عبد سلمی سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نہ تو گھوڑے کی پیشانی کے بال کاٹو نہ گردن کے بال اور نہ ان کی دم ۴؎ کیونکہ ان کی دم ان کے مورچھل پنکھے ہیں ۵؎ اور ان کے گردن کے بال ان کے کمبل ہیں ۶؎ اور ان کی پیشانی کے بالوں میں خیر وابستہ ہے ۷؎ (ابوداؤد)۔
روایت ہے حضرت ابووہب جشمی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱؎ تیز سرخ گھوڑے کو کمیت کہتے ہیں اور صاف سرخ کو اشقر اور سیاہ کو ادہم، اغر سفید پیشانی والے گھوڑے کو اور محجل کہتے ہیں جس کے ہاتھ پاؤں سفید ہوں۔ ۲؎ خلاصہ یہ ہے کہ سب سے بہتر تو وہ گھوڑا ہے جس کا رنگ تیز سرخ ہو پیشانی سفید چمکدار ہاتھ پاؤں سفید، پھر وہ گھوڑا جس کا رنگ صاف سرخ ہو پیشانی چمکدار ہاتھ پاؤں سفید، پھر وہ گھوڑا جس کا رنگ سیاہ ہو پیشانی چمکیلی ہاتھ پاؤں سفید۔ خیال رہے کہ پچھلی حدیث میں ادہم یعنی سیاہ کو کمیت یعنی سرخ پر مقدم کیا گیا تھا یہاں اس کے برعکس ہے کہ سرخ کو سیاہ پر مقدم فرمایا، ہو سکتا ہے کہ وہ قریب ہی ہو۔ ۳؎ یعنی سرخ گھوڑا بہت مبارک ہے کہ اس کی بدولت گھر میں ایمان، اعمال، مال اور اولاد میں برکت رہتی ہے جب کہ جہاد کے لیے ہو۔ ۴؎ لا تقصوا القص سے بنا یعنی قینچی یا چاقو سے کاٹنا یعنی گھوڑے کے گردن اور پیشانی کے بال نہ کاٹو، اس حکم کی وجہ آگے ارشاد ہو رہی ہے۔ ۵؎ یعنی دم کے ذریعے گھوڑے اپنے جسم سے مکھی مچھر اڑاتے ہیں، دم کی حرکت سے وہ بھاگ جاتے ہیں۔ ۶؎ یعنی گردن کے بال ان کے جسم کو گرم رکھتے ہیں اور سردی سے بچاتے ہیں۔ ۷؎ معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دین و دنیا کی ہر چیز کا علم بخشا ہے۔ دیکھو گھوڑے کے بالوں کا فائدہ اور پیشانی کے بالوں میں بھلائی ہونا بیان فرما دیا، حضور کو جانوروں کے حالات کا بھی علم ہے، جن لوگوں کو اس فن میں مہارت ہے وہ گھوڑوں کے ماہر ہیں۔

اِرْتَبِطُوا الْخَيْلَ وَامْسَحُوا بِنَوَاصِيهَا وَاَعْجَازِهَا اَوْ قَالَ اَكْفَالِهَا وَقَلِّدُوهَا
وَلَا تُقَلِّدُوهَا الْاَوْتَارَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا مَاْمُوْرًا مَا اخْتَصَّنَا دُوْنَ النَّاسِ بِشَيْءٍ
اِلَّا بِثَلٰثٍ اَمَرَنَا اَنْ نُسْبِغَ الْوُضُوْءَ وَاَنْ لَا نَاْكُلَ

گھوڑے پالو اور اس کی پیشانی کے بالوں اور ان کی پچھاڑی یا فرمایا ان کی سرینوں پر ہاتھ پھیرو اور انہیں ہار پہناؤ اور تانت کے ہار نہ پہناؤ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بندہ مامور تھے حضور نے ہم کو کسی چیز سے خاص نہ فرمایا لوگوں کے بغیر سوا تین چیزوں کے ہم کو حکم دیا کہ ہم وضو پورا کریں اور صدقہ نہ کھائیں

رب تعالیٰ نے سب کچھ خود ہی حضور کو سکھا دیا ہے حضرات انبیاء کرام کے علوم صرف رب سے ہوتے ہیں بندوں سے نہیں ہوتے۔ دنیا و دین ہر ایک پہلو کی جڑ ہیں۔

۱؎ یہ نیت جہاد اور نیت خدمت دین گھوڑے پالو کیونکہ اس زمانہ میں مسلمان اس لیے گھوڑا پالے کہ کل ضرورت پڑے تو اس پر جہاد کرو اور مسلمانوں کی خدمت کرو یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو ان شاء اللہ ثواب ملے گا ۲؎ اعجاز جمع ہے عجز کی بمعنی پچھلا حصہ اور اکفال جمع ہے کفل کی یعنی سرین بعض نے فرمایا دونوں لفظوں سے مراد سرین ہی ہے یعنی گرد و غبار سے پاک و صاف رکھنے کے لیے ان کے تمام جسم خصوصاً سر پر ہاتھ پھیر کر گرد صاف کرو اور انہیں ملتے رہو اب بھی گھوڑے والے خصوصاً عرب گھوڑوں کی بہتری خدمت کرتے ہیں انہیں اولاد کی طرح عزیز رکھتے ہیں گھوڑا بڑا وفادار جانور ہے کوئی جنگ وغیرہ خطرناک موقعوں پر مالک کو بچانے کے لیے اپنی جان دے دیتا ہے بعض دفعہ اپنے سوار کو حیرت کن طریقے سے دشمن کے نرغے سے نکال لاتا ہے ۳؎ یعنی گھوڑوں کی گردن میں موتی منکوں وغیرہ کے خوبصورت ہار گھوڑوں کے حسن کے لیے ڈال دو اس سے معلوم ہوا کہ دینی چیزوں کو آراستہ کرنا سنت ہے مسجد میں سجانا قرآن مجید پر اعلیٰ غلاف چڑھانا علماء کا اچھا لباس پہننا سب معظم کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شعائر ہیں جو دین کی نشانیاں ہوں اور اولیاء اللہ کے مزارات پر زینت کرنا مزارات اولیاء پر چادریں ڈالنا سب کچھ اسی لیے ہے کہ ان سے دین کی شان ہے یہ سب چیزیں اس حدیث سے بھی ماخوذ ہیں مزارات کی چادروں کو علامہ ابن عابدین نے شامی شریف میں مستحب فرمایا ہے کیونکہ عوام دین والے ہیں ان پر نشانات دیکھ کر ہیں کہ بعض جگہ ہیں غازی لوگ گھوڑوں کو ہار پہناتے ہیں خود میں نے جہاد کشمیر کے موقعہ پر پٹھانوں اور فوجیوں کو دیکھا جب کہ پاکستان نیا بنا تھا اور کشمیر میں جنگ لڑی جا رہی تھی ان چیزوں کو حرام کہنا حماقت ہے ۴؎ کیونکہ تانت سے گردن گھٹتی ہے گھوڑے کو تکلیف ہوتی ہے یا اس لیے کہ کفار کا عقیدہ تھا کہ تانت گلے میں باندھنے سے گھوڑے کو نظر نہیں لگتی تو یہ عمل ان سے تشبیہ ہے (مرقات) ۵؎ اس طرح کہ آپ کے اقوال افعال اپنی طبیعت سے نہ تھے بلکہ رب تعالیٰ کے حکم سے تھے نفسانی یا شیطانی طور پر نہ تھا اس لیے حضور کی کسی چیز پر اعتراض کفر ہے حتی کہ ان کی خطائیں بھی رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں جو بڑی مخلوق کو لاکھوں عطائیں ملتی ہیں دیکھو ہماری تفسیر نعیمی رب فرماتا ہے یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک آپ کا ہر قول

الصَّدَقَةَ وَاَنْ لَا نُنْزِيَ حِمَارًا عَلٰى فَرَسٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ
عَلِيٍّ قَالَ اُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةٌ فَرَكِبَهَا فَقَالَ عَلِيٌّ
لَوْ حَمَلْنَا الْحَمِيْرَ عَلَى الْخَيْلِ فَكَانَتْ لَنَا مِثْلُ هٰذِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ
وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَبِيْعَةُ سَيْفِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

اور گھوڑی پر گدھا نہ چڑھائیں [۶] (ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک خچر ہدیۃً پیش کیا گیا تو حضور اس پر سوار ہوئے [۷] تو حضرت علی نے عرض کیا کہ ہم بھی گدھے گھوڑی پر چڑھایا کریں تو ہمارے پاس بھی اس جیسے جانور ہو جاتے [۸] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کام وہ کرتے ہیں جو جانتے نہیں [۹] (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی تلوار کا قبضہ

و علم ربانی طبیعت تبلیغ ہے دیکھو مرقات [۴] یعنی ہم اہل بیت نبوت کو بھی وہ احکام دیئے جو عام مسلمانوں کو دیے سوا ان تین حکموں کے جو ابھی بیان ہو رہے ہیں [۵] کہ اس طرح پورا وضو اور بہت [illegible] وضو کرنا عام مسلمانوں کے لیے مستحب ہے مگر ہم اہل بیت کے لیے فرض ہے یہ خصوصیت اہل بیت کی خصوصیت ہے (مرقات) [۶] اس سے مراد بنی ہاشم خصوصًا اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ فطرہ نذر وغیرہ واجب صدقے نہیں لے سکتے اگرچہ غریب ہوں حتی کہ زکوٰۃ کا عامل اگر غنی بھی ہو تو زکوٰۃ سے تنخواہ دی جائے گی لیکن اگر عامل سید ہو تو اسے زکوٰۃ سے اجرت بھی نہیں دے سکتے یہ ہے اس پاک و صاف نسب کی طہارت و نجابت۔ شعر

ہے صدقہ میل جو پھر اس پاک حضرت کو روا کیوں ہو * کہ دنیا کہہ رہی ہے جس کی آل پاک کا صدقہ

[۷] یعنی ہم اہل بیت خچر نہ بنائیں خیال رہے کہ خچر بنانا بلا وجہ عوام کے لیے مکروہ ہے حضور کی اولاد کے لیے حرام ہے کیونکہ خچر بنانے میں اولًا تو نسل کشی ہے کہ خچر کی نسل نہیں چلتی دوم اعلیٰ سے ادنیٰ حاصل کرنا ہے کہ گھوڑا اعلیٰ ہے خچر ادنیٰ اسی لیے جہاد میں غازی کے گھوڑے کا تو حصہ ہوتا ہے اس کے خچر کا حصہ نہیں ہوتا مگر چونکہ کبھی خچر بھی کام آتے ہیں اس لیے خچر بنانا امت کے لیے حرام نہیں مگر اہل بیت اطہار کے لیے سخت حرام اس حدیث میں روافض کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باطنی علوم اہل بیت اطہار کو دے گئے جس کی خبر دوسروں کو نہیں حتی کہ قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی انہیں کے پاس رہا (مرقات) [۸] اس خچر کا نام دلدل تھا جو شاہ اسکندریہ مقوقس نے حضور انور کی خدمت میں ہدیۃً بھیجا تھا اور حضور نے اس پر سواری فرمائی (اشعہ) [۹] کیونکہ خچر مضبوط جانور ہے اس سے بہت دشوار کام بھی بآسانی ہو جاتے ہیں اور یا رسول اللہ یہ آپ کو مرغوب بھی ہے کہ حضور نے اس پر سواری فرمائی ہے [۱۰] یعنی جو لوگ احکام شرعیہ سے ناواقف ہیں وہ یہ کام کرتے ہیں جاہل [illegible] بنا ہوا خچر پر سواری کرنا اس مسئلہ کی ایک مثال ہے جیسے جاندار کی تصویر بنانا ناجائز ہے مگر بنی ہوئی تصویر کا فرش یا بستر ہو

وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ
هُوْدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ جَدِّهِ مَزِيْدَةَ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلٰى سَيْفِهِ ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ
قَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ عَلَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ قَدْ ظَاهَرَ بَيْنَهُمَا رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَ
ابْنُ مَاجَةَ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

چاندی کا تھا اسے (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی) روایت ہے ہود ابن عبداللہ ابن سعد سے وہ اپنے دادا مزیدہ سے راوی[1] فرماتے ہیں تشریف لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے دن حالانکہ آپ کی تلوار پر سونا اور چاندی تھے[2] ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت سائب ابن یزید سے[3] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر احد کے دن دو زرہیں تھیں کہ جن کے درمیان اجتماع فرمایا تھا[4] (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے ابن عباس سے

استعمال بالکل جائز ہے رب تعالٰی نے جن چیزوں کا ذکر اپنے احسانات کے سلسلہ میں کیا ہے ان میں گھوڑا بھی ہے والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں (مرقات)

[1] آپ بیعہ ابن عبدی سیدنا کے قبیلہ کے رئیس چکے ہیں ۔۔۔ سے ظاہر یہ ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تلوار وغیرہ کو تھوڑی چاندی سے آراستہ کرنا جائز ہے بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ گھوڑے کی کاٹھی وغیرہ کو چاندی سے آراستہ کر سکتے ہیں بعض علماء نے اس کا انکار فرمایا وہ فرماتے ہیں کہ تلوار اور چیز ہے کاٹھی دوسری چیز کاٹھی میں چاندی استعمال کرنا جانور کو زینت دینا ہے (مرقات) [2] ہود ابن عبد کے پیش ہا کے سکون سے ہے حضرت ہود نبی کے نام پر نام ہے بعض نسخوں میں ہودہ ذال کے ساتھ ہے صحیح نہیں مزیدہ م کے زبر سے حضرت ہو سکتا ہے صحابی ہیں اور ہود تابعی ہیں بعض نے مزیدہ ابن مالک عبدی کہا (مرقات) [3] یعنی جب حضور انور فتح مکہ کے دن مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو آپ کی تلوار میں سونے چاندی کا زیور تھا اسی حدیث کی بنا پر بعض لوگوں نے تلوار میں سونے کا زیور بھی جائز فرمایا مگر یہ درست نہیں اولًا یہ حدیث صحیح نہیں ہے حق یہ ہے کہ تلوار میں سونے کا استعمال حرام ہے (اشعہ و مرقات) استیعاب میں فرمایا کہ حدیث مزیدہ کی اسناد قوی نہیں بہرحال اس سے استدلال درست نہیں [4] آپ بہت کم عمر صحابی ہیں چنانچہ آپ کی پیدائش ۲ھ میں ہے آپ کی کنیت ابو یزید ہے کندی ہیں اپنے والد کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے اس وقت آپ کی عمر صرف سات سال تھی ۹۱ھ میں وفات پائی آپ کے والد یزید ابن سعید ہیں [5] ظاہر یہ ہے کہ ظاہر ۔۔۔ ظاہر سے جس کے معنی ہیں تعاون یعنی ایک دوسرے سے مدد لینا مگر غازی کا زرہ سے جہاد میں مدد لینا ہے اس لیے زرہ کے استعمال کو ظاہر فرمایا گیا ۔۔۔ یہاں جمع کرنا مراد ہے یعنی حضور انور نے احد کے دن دو زرہیں اوپر نیچے پہنی تھیں کہ اوپر والی کا ۔۔۔

قَالَ كَانَتْ رَايَةُ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْدَاءَ وَلِوَاءُهُ اَبْيَضَ رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ مُوْسَى بْنِ عُبَيْدَةَ مَوْلَى مُحَمَّدِ ابْنِ الْقَاسِمِ
قَالَ بَعَثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ اِلَى الْبَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ يَسْأَلُهُ عَنْ رَايَةِ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَتْ سَوْدَاءَ مُرَبَّعَةً مِّنْ نَمِرَةٍ رَوَاهُ اَحْمَدُ
وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ
وَلِوَاءُهُ اَبْيَضُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

فرماتے ہیں کہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا جھنڈا سیاہ اور آپ کا چھوٹا جھنڈا سفید تھا (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت موسیٰ ابن عبیدہ سے جو محمد ابن قاسم کے مولیٰ ہیں فرماتے ہیں مجھے محمد ابن قاسم نے براء ابن عازب کے پاس بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے متعلق دریافت کرنے کے لیے تو فرمایا وہ سیاہ رنگ کا چوکھٹا تھا اون کا بنا (احمد، ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے حالانکہ آپ کا جھنڈا سفید تھا (ترمذی)

رہا ہو اچھا تھا پیچھے والوں کو بتاتا (مرقات) اس میں حضور انور کی کمال شجاعت کا ذکر ہے کیونکہ زرہ بہت بھاری ہوتی ہے دو زرہ پہن کر چلنا پھرنا جہاد کرنا کمال ہمت کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسباب کا استعمال توکل کے خلاف نہیں دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید المتوکلین ہیں پھر بھی ہتھیار زرہ وغیرہ استعمال فرماتے ہیں زرہ لوہے کا بنا ہے قمیص کی طرح اس سے تلوار وغیرہ اثر نہیں کرتی۔

۱؎ رایہ بنا ہے رای سے بمعنی دیکھنا کہ اسے دور سے دیکھا جاتا ہے اور لواء بنا ہے لوی سے بمعنی لپیٹنا یا لازم رہنا اصطلاح میں چھوٹے جھنڈے کو لواء کہتے ہیں جو کبھی لپٹا رہتا ہے اور بڑے جھنڈے کو رایہ کہا جاتا ہے جو لشکر کا نشان ہوتا ہے اور اس کے برعکس بھی استعمال ہوتا ہے یعنی چھوٹا جھنڈا رایہ اور بڑا جھنڈا لواء یہاں پہلے معنی میں ہے حضور کے بڑے جھنڈے کا نام عقاب تھا اسلام سے پہلے بھی کفار عرب بڑے جھنڈے کو عقاب کہتے تھے اور لواء الحمد جو قیامت کے دن حضور کا جھنڈا ہوگا سیاہ تھا اور جھنڈا سفید تھا ہر سیاہ نہیں دیکھو مرقات و اشعہ۔ ۲؎ آپ تابعی ہیں بہت سے محدثین نے آپ کو ضعیف فرمایا ہے بعض نے آپ کی توثیق کی ہے اور محمد ابن قاسم بھی تابعی ہیں آپ کا لقب شاہ عبیری ہے کنیت ابوالقاسم جعفر منصور کے آزاد کردہ غلام ہیں واسط میں پیدا ہوئے بصرہ میں قیام رہا۔ ۳؎ یعنی حضور کا جھنڈا کس قسم اور کس رنگ کا ہوتا تھا حضرات صحابہ حضور کے ہر حال ہر ادا کی تحقیق کرکے اس کی نقل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ۴؎ نمرہ وہ چادر ہے جس میں سیاہ سفید دھاریاں ہوں لہذا سیاہ سے مراد سیاہ دھاری دار ہے یعنی سیاہ دھاریاں بہت تھیں۔ ۵؎ اس کا ذکر پہلے ہو چکا کہ لواء سے مراد چھوٹا جھنڈا ہے جو ہر قوم کا الگ تھا مہاجرین کے جھنڈے کا رنگ سفید

وَأَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَهْ. اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ شَيْءٌ أَحَبَّ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ النِّسَاءِ مِنَ الْخَيْلِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَتْ بِيَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْسٌ عَرَبِيَّةٌ فَرَأَى رَجُلًا بِيَدِهِ قَوْسٌ فَارِسِيَّةٌ قَالَ مَا هٰذِهِ أَلْقِهَا وَعَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ وَأَشْبَاهِهَا وَرِمَاحِ الْقَنَا فَإِنَّهَا يُؤَيِّدُ اللّٰهُ لَكُمْ بِهَا فِي الدِّيْنِ وَيُمَكِّنُ لَكُمْ فِي الْبِلَادِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ

ابوداؤد، ابن ماجہ تیسری فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیویوں کے بعد گھوڑے سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہ تھی ۱؎ (نسائی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ شریف میں عربی کمان تھی ۲؎ تو ایک شخص کو دیکھا اس کے ہاتھ میں فارسی کمان ہے ۳؎ فرمایا یہ کیا ہے اسے پھینک دو اور اسے اور اس جیسی چیزوں کو اختیار کرو ۴؎ اور کامل نیزے ۵؎ یہ وہ چیزیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے دین کو قوت دے گا اور تم کو شہروں میں قبضہ دیگا ۶؎ (ابن ماجہ)

جھنڈا بڑا جھنڈا مراد ہے جو لشکر کا نشان تھا ظاہر یہ ہے کہ وہ جھنڈے بالکل سادہ تھے ان پر کوئی نشان یا تحریر نہ تھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تھا واللہ اعلم اب سلطنتوں کے جھنڈوں پر کوئی تحریر تو نہیں ہوتی مگر خصوصی نشان ہوتے ہیں اور مخصوص رنگ جیسے ہمارے پاکستان کے جھنڈے کا رنگ سبز ہے اور سفید کنارہ چاند تارا ہے مگر تحریر کوئی نہیں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے صدقہ میں ہمارا پاکستان اسلامستان بنائے اور اس کا جھنڈا ہمیشہ بلند و بالا رہے۔

۱؎ گھوڑے سے مراد جہاد کے لیے تیار کیے ہوئے گھوڑے ہیں بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں گھوڑوں سے مراد خود جہاد ہے یہ خیال رہے کہ اپنی بیوی کی محبت کمال تقویٰ کی دلیل ہے اور جہاد سے محبت کمال ایمان کی دلیل اپنی بیوی سے وہ ہی محبت کرے گا جو غیر عورت کی طرف مائل نہ ہوگا اور جہاد سے اس کو محبت ہوگی جسے دین اسلام اور خدمت خلق کا جذبہ میسر ہوگا مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس ہزار مردوں کی قوت مردی عطا ہوئی تھی پھر نو بیویوں پر صبر فرمانا یہ حضور کا کمال تھا

۲؎ یعنی ملک عرب کی بنی ہوئی عربی کمان جیسے عربی گھوڑا عربی تلوار وغیرہ کہ یہ بہت اعلیٰ درجہ کی ہوتی تھیں ۳؎ فارسی کمان سے مراد عجمی کمان ہے عرب کے پانچ صوبوں کا نام ہے حجاز، عراق، نجد، یمن، بحرین ان پانچ صوبوں کے سوا تمام ممالک عجم ہیں ۴؎ یعنی عربی تلواریں عربی ڈھالیں عربی سامان جنگ استعمال کرو کہ یہ اعلیٰ درجہ کا ہوتا تھا

۵؎ قنا جمع ہے قناۃ کی بمعنی نیزہ اور رماح کے معنی بھی ہیں نیزہ تو یہ اضافت اپنی نفس کی طرف ہے جس سے کمال کے معنی پیدا ہوئے جیسا کہا جاتا ہے یہ رجل کامل ہے یعنی کامل و بہادر مرد ہے ایسے ہی اس کے معنی ہوئے نیزوں کا نیزہ کامل نیزہ اس سے مراد عربی نیزہ ہے ۶؎ یعنی ان شاء اللہ تم لوگ عربی ہتھیاروں کے

بَابُ اٰدَابِ السَّفَرِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَكَانَ يُحِبُّ اَنْ يَّخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْوَحْدَةِ مَا اَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهٗ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصْحَبُ الْمَلٰٓئِكَةُ رُفْقَةً

باب سفر کے آداب و طریقے ۔ پہلی فصل ۔ روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے اور آپ جمعرات کے دن نکلنا پسند فرماتے تھے (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر لوگ جانتے تنہائی میں کیا نقصان ہے جو میں جانتا ہوں تو کوئی سوار رات کو اکیلا نہ چلتا (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرشتے ان ساتھیوں کے ساتھ نہیں رہتے

ذریعہ بہت سے ملک فتح کر دیئے گئے حضور کا یہ وعدہ سچا ہوا کہ صحابہ کرام نے ان ہی تلواروں اور تیروں کمانوں کے ذریعہ قیصر و کسریٰ کے ملک فتح کیے شام، روم وغیرہ پر قبضہ کیا۔ حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس عربی تیروں تلواروں کے سوا کسی کا کوئی ہتھیار استعمال کرنا منع ہے یہ حکم اسی زمانہ کے لیے ہے۔

۱؎ چونکہ جہاد میں اکثر سفر بھی کرنا پڑتا ہے اس لیے مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کے بیان میں سفر کے احکام بھی بیان کیے آداب جمع ہے ادب کی بمعنی طریقہ پسندیدہ سفر مقابل ہے حضر کا اس کے لغوی معنی ہیں ظاہر ہونا روشن ہونا اسی لیے صبح کے اجالے کو اسفار کہا جاتا ہے چونکہ سفر کے ذریعہ دوسرے شہروں ملکوں کے حالات ظاہر ہوتے ہیں اس لیے اسے سفر کہتے ہیں۔ آداب سے مراد مطلق طریقہ سفر ہیں خواہ سفر سے پہلے ہوں یا سفر کے دوران میں یا سفر کے بعد اور سفر سے مراد ہر سفر ہے خواہ جہاد کے لیے ہو یا حج کے لیے یا کسی دنیاوی جائز کاروبار کے لیے سفر فرض بھی ہے واجب بھی مستحب مکروہ بھی اور حرام بھی جیسا سفر کا مقصد ویسا سفر کا حکم چنانچہ فرض حج کے لیے سفر کرنا فرض ہے اور چوری ڈکیتی کے لیے سفر کرنا حرام۔ اس کی تفصیل ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کریں۔ ۲؎ آپ وہی کعب ابن مالک ہیں جو غزوہ تبوک میں شریک نہ ہو سکے تھے جن پر آپ کا بائیکاٹ کیا گیا تھا پھر سورۂ توبہ میں آپ کی توبہ قبول ہونے بائیکاٹ کھلنے کا ذکر ہے بڑی ہی خاص شان کے مالک ہیں اللہ تعالٰی نے آپ کو صادقین میں سے فرمایا ہے کہ تم مسلمانوں کو حکم دیا کونوا مع الصادقین ۳؎ تبوک غیر منصرف ہے علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے تبوک سے بنا ہے بمعنی پانی کا جوش مارنا۔ لکڑی وغیرہ رہنے کی وجہ سے شام کے ایک شہر کا نام تبوک ہے یہ فقیر تبوک کے اوپر سے ہوائی جہاز سے گیا! مدینہ منورہ سے خیبر ایک سو ساٹھ میل ہے اور خیبر سے پانچ سو میل تبوک ہے اس زمانہ میں مدینہ منورہ سے تبوک ایک ماہ کا فاصلہ تھا غزوہ تبوک ۹ھ میں ہوا

فِيهَا كَلْبٌ وَلَا جَرَسٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْجَرَسُ مَزَامِيرُ الشَّيْطَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي بَشِيرٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا

جس میں کتا ہو اور نہ جس میں گھنٹی ہو ۷ (مسلم) روایت ہے ان ہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھنٹی شیطان کا باجہ ہے ۸ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوبشیر انصاری سے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضور کے بعض سفر میں تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قاصد بھیجا

اور یہ حضور انور کا آخری سفر ہے (از مرقات) فقیر نے خیبر کی زیارت کی ہے یہ جگہ مقام الشک ہے یہاں جوک سے تقریباً سو میل ہے لوریاں سے تمام عمان تین سو میل ہے ... بیت المقدس سے ... بیت المقدس کہتے ہیں بیت المقدس فلسطین میں ہے ۲ یا تو سفر جہاد کے لیے جمعرات پسند فرماتے تھے یا ہر سفر کے لیے خیال رہے کہ چند وجوہ سے جمعرات کو سفر کے لیے پسند فرمایا گیا ایک یہ کہ جمعرات مبارک دن ہے کہ اس میں بندوں کے اعمال بارگاہ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں بہتر ہے کہ کل جمعہ کی ... اس دن سے ہے دوسرے یہ کہ جمعرات ہفتہ کا آخری دن ہے تیسرے یہ کہ جمعرات جمعہ کا پڑوسی ہے کہ اس کی آمد کی خبر دیتا ہے۔ چوتھے یہ کہ جمعرات کو عربی میں خمیس کہتے ہیں تو اس دن روانگی میں نیک فال ہے پانچویں یہ کہ جمعرات کو خمیس کہتے ہیں جو خمس بمعنی پانچ سے بنا ہے اور غنیمت سے اللہ رسول کے لیے خمس ہی نکالا جاتا ہے اللہ تعالٰی خمیس کی برکت سے خمس والی غنیمت عطا فرمائے خیال رہے کہ سفر کے لیے ہفتہ سوموار اور جمعرات نہایت ہی مبارک ہیں جو کوئی کسی ضرورت کے لیے صبح سویرے سفر کو نکل جائے ان شاء اللہ کامیاب و بامراد واپس ہو گا (از مرقات و اشعہ مع زیادت) ہاں خیال رہے کہ اسلام میں کوئی دن یا کوئی ساعت منحوس نہیں ہاں بعض دن زیادہ برکت ہیں ۵ دینی و دنیاوی دونوں نقصان دینی نقصان تو یہ کہ اکیلا آدمی سفر میں جماعت نہیں کر سکتا دنیاوی نقصان یہ کہ اکیلے میں وحشت بھی ہوتی ہے سفر کی ضروریات بھی پوری نہ ہوں یہ بیمار ہو جائے تو بہت ہی تکلیف ہوتی ہے اگر موت واقع ہو جائے تو کوئی اس کے وطن میں خبر پہنچانے والا بھی نہیں ہوتا ۶ یعنی اگر اکیلے سفر کرنے کے نقصان کا آج معلوم ہو تو کوئی سوار بھی اکیلے سفر کرنے کی جرأت نہ کرے لہذا اس میں پیدل کو اکیلے سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے خیال رہے کہ اس زمانہ میں راستے پر امن نہ تھے اکیلے سفر نہایت خطرناک تھا اب ریل ہوائی جہاز موٹروں کی وجہ سے وہ خطرے ختم ہو چکے ہیں لہذا اب احکام ہلکے ہوں گے نیز رات کے لیے سفر دن کے سفر میں زیادہ خطرناک تھا اور یہ مثل مشہور تھی اللیل اخفی بالویل اس لیے خصوصیت سے رات میں سفر کا ذکر ہوا۔

۷ یہاں ساتھیوں سے مراد سفر کے ساتھی ہیں کتے سے مراد وہ کتا ہے جو شوقیہ رکھا گیا ہو بلا ضرورت شکار یا حفاظت کے کتے کا یہ حکم نہیں فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں جو خصوصیت سے سفر میں مسلمانوں کے ساتھ رہتے ہیں خصوصاً غازی حاجی مسافروں کے ہمراہ جرس وہ گھنگرو باجہ وغیرہ جو اونٹ گھوڑوں بیل کی گردن میں محض گانے کے لیے باندھے جاتے ہیں ہمارے ہاں یہ مکروہ تنزیہی ہیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ چھوٹے گھنگرو جائز ہیں بڑے اور بہت آواز والے مکروہ

لَا تُبْقَيَنَّ فِيْ رَقَبَةِ بَعِيْرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ اَوْ قِلَادَةٌ اِلَّا قُطِعَتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرْتُمْ
فِي الْخِصْبِ فَاَعْطُوا الْاِبِلَ حَقَّهَا مِنَ الْاَرْضِ وَاِذَا سَافَرْتُمْ فِي السَّنَةِ فَاَسْرِعُوْا
عَلَيْهَا السَّيْرَ وَاِذَا عَرَّسْتُمْ بِاللَّيْلِ فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيْقَ فَاِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ
وَمَاْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِذَا سَافَرْتُمْ فِي السَّنَةِ فَبَادِرُوْا بِهَا
نِقْيَهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ

کہ کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا پٹہ چھوڑا جائے یا مطلقاً کوئی ہار چھوڑا جائے مگر وہ کاٹ دیا جائے ۱؎ (مسلم، بخاری) روایت
ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم سبزی کے سال میں سفر کرو تو اونٹ کو اس
کی زمین کا حصہ دو اور جب تم خشکی کے سال میں سفر کرو تو اس پر تیز رفتار کرو اور جب تم رات آرام کرو تو راستہ
سے الگ رہو کیونکہ وہ جانوروں کے راستے اور رات میں کیڑے مکوڑوں کے ٹھکانے ہیں اور ایک روایت میں ہے
کہ جب تم خشک سال میں سفر کرو تو اونٹ کے دبلے ہونے سے جلدی کرو (مسلم) روایت ہے

حرام ہیں جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے ایک بچی کے پاؤں سے گھنگرو والے باجے اتروا دیئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر کے پاؤں سے گھنگرو اتروا دیئے اور
فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہر باجے کے ساتھ شیطان ہے (مرقات) ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ جرس کی بڑی قسم سے مراد جرس یعنی گھنٹی آواز
اصطلاح میں ہر باجہ مزامیر ہے مگر جو باجہ تو مطلقاً حرام ہے جو باجہ کے علاوہ دیگر باجے تاشہ نقارہ طبل وغیرہ اگر لہو و لعب کے لیے ہوں تو حرام ہیں ضرورۃً
جائز ہیں جیسے جہاد میں یعنی جنگ، اعلان نکاح کے لیے دف یا تاشہ، سحری و افطار کے لیے طبل یا نقارہ یا گھڑیال جائز ہیں اس کی کچھ بحث کتاب النکاح میں
گزر چکی ہے یہاں مرقات نے بھی کچھ بحث کی ہے خلاصہ یہ ہے کہ جو باجہ کی حرمت لعینہ ہے دوسرے باجوں کی حرمت لغیرہ، قوالی اور اس کے ذو مسئلہ کا مسئلہ ہماری
کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کرو اور امام غزالی کی نفیس بحث دیکھو ۳؎ آپ کا نام قیس ابن عبید ہے کنیت ابوبشیر انصاری مازنی ہیں یہ تو صاحب
مشکوٰۃ نے اکمال میں فرمایا مگر صاحب استیعاب کہتے ہیں کہ آپ کے نام کی تحقیق نہ ہو سکی آپ کی وفات واقعہ حرہ کے بعد ہوئی آپ نے بہت عمر پائی

۱؎ تانت کا ہار تو اس لیے کٹوا دیا کہ تانت سے ہر وقت گلا گھٹتا ہے اور اس سے سخت تکلیف ہوتی ہے دوسرے ہار کٹوانے کی چند وجہیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ ان
ہاروں میں گھنگرو یا گھنٹیاں ہوتی تھیں اور بجنے والی چیز باندھنا شیطانی طریقہ ہے دوسرے یہ کہ جاہلیت کے لوگ یہ ہار جانور سے
نظر بد سے بچانے کے لیے بطور گنڈے تعویذ باندھتے تھے تیسرے یہ کہ ان ہاروں میں باجے یا اور آواز دینے والی چیزیں
ہوتی تھیں جن کی آواز سے دشمن ان فوجیوں کی نقل و حرکت پر مطلع ہو جاتا اس لیے یہ جنگی تدبیر کے خلاف تھا چوتھے یہ کہ ہار اونٹ کا گلا گھونٹ دیتے تھے جب وہ

أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي سَفَرٍ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ عَلَى رَاحِلَةٍ فَجَعَلَ يَضْرِبُ يَمِينًا وَشِمَالًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهُ وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلُ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهِ

حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں اس حال میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص اونٹ پر آیا تو دائیں بائیں طرف مارنے لگا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس بچی ہوئی زائد سواری ہو تو وہ اس پر خرچ کرے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس بچا ہوا توشہ ہو تو وہ اس پر خرچ کرے

درخت کے پتے توڑنے کے لیے گردن اٹھاتا تھا بہرحال اس ممانعت میں بہت سی وجہیں ہو سکتی ہیں ظاہر یہ ہے کہ قاصد کے ذریعہ پیغام اونٹ والوں کو بھیج کر اپنے اپنے اونٹ کی گردن سے ہار کھلوا دیں لیکن چونکہ خود قاصد کو ہی حکم دیا ہو کہ وہ جو ہار تو ڑ دے (از مرقات) خیال رہے کہ اسماء الٰہیہ یا جائز دعاؤں کے گنڈے تعویذ کا باندھنا بالکل درست ہے ناجائز منتروں کے گنڈے حرام ہیں تو ایسے گنڈے کفر ہیں ۲ خصب خ کے کسرہ ص کے سکون سے بمعنی ارزانی کا سال یعنی ارزانی اور سبزی کا زمانہ ہے جب ایسی منزل پر پہنچو جہاں جنگل ہرے بھرے ہوں ۳ اس طرح کہ تھوڑی تھوڑی دور سفر کرکے اونٹ کو چرنے کے لیے چھوڑ دو کہ وہ زمین کی سبزی کھائے راستہ میں ٹھہر ٹھہر کر چرتے ہوئے سفر طے کرو ۴ راستہ میں بلا ضرورت نہ ٹھہرو جلد سفر کرکے منزل پر پہنچو تاکہ اونٹ تھک کر راہ میں نہ رہ جائیں جس سے تم کو بھی مصیبت پڑ جائے ۵ عرستم بنا ہے تعریس سے تعریس کے معنی ہیں مسافر کا آخری رات میں آرام کرنا یہاں بطریق تجریہ مطلقاً رات میں آرام کرنا مراد ہے اول رات میں ہو یا آخر رات میں جیسا کہ آئندہ وجہ بیان فرمانے سے معلوم ہو رہا ہے یہ احکام استحبابی ہیں بطور مشورہ ۶ دواب سے مراد مسافروں کے جانور ہیں جیسے ... زہریلے جانور سانپ بچھو وغیرہ بہرحال راستے اور گزرگاہ میں اترنا تکلیف دہ بھی ہے خطرناک بھی مرقات نے یہاں فرمایا کہ تعریس سے مراد مطلقاً اترنا ہے رات میں ہو یا دوپہر میں ۷ نقی ن وف ... سے بمعنی ... یعنی اس سے پہلے سفر ختم کرکے گھر پہنچ جاؤ کہ جانوروں کی ... ختم ہو جائے ... بعض شارحین نے نقب ب سے روایت کی ہے یعنی اونٹ کے پاؤں کا بگاڑ ہو جانا یعنی ان کا پاؤں بگڑ جانے سے پہلے گھر پہنچ جاؤ جب بھی مطلب وہی ہے بعض لوگوں نے نقب بمعنی راستہ کہا مگر یہ غلط ہے کہ پھر مطلب ہی کچھ نہیں بنتا

۱ وہ اونٹ دبلا اور تھکا ہوا تھا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ۲ اپنے اونٹ کو دو طرف اس نے مارا تاکہ وہ چلے ... تھک گیا تھا یا یہ کہ دائیں بائیں نظر اٹھا کر نگاہ دوڑاتا تھا کہ کوئی اس کا حال دیکھ کر اس کی مدد کرے جیسا ... شریف النفس ... سوال نہیں کرتا بلکہ امداد کی امید پر ادھر ادھر دیکھتا تھا شاید یہ شخص اپنے وطن میں امیر آدمی تھا یہاں سفر میں ... ہو گیا تھا (مرقات) اس ... کا مطلب ... ہو سکتا ہے ... نے نگاہ ... کی وجہ سے ... سوجھتا تھا ...

عَلٰى مَنْ لَّا زَادَ لَهٗ قَالَ فَذَكَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ حَتّٰى رَاَيْنَا اَنَّهٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِيْ فَضْلٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ نَوْمَهٗ وَطَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ فَاِذَا قَضٰى نَهْمَتَهٗ مِنْ وَّجْهِهٖ فَلْيَعْجَلْ اِلٰى

جس کے پاس توشہ نہیں ہے فرماتے ہیں کہ حضور نے ہر قسم کے مال کا ذکر فرمایا حتی کہ ہم سمجھے کہ ہم میں سے کسی کو بچے ہوئے میں کوئی حق ہی نہیں ہے (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سفر عذاب کا ٹکڑا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو اس کی نیند اس کے کھانے پینے سے روکتا ہے تو جب کوئی اس طرف سے اپنی حاجت پوری کر چکے تو اپنے گھر کی طرف

وہ سخت پریشان تھا ۳؎ غالباً حد جائز سے زیادہ بچی ہوئی یعنی جس کے پاس سواری اپنی ضرورت سے زیادہ ہو وہ اس کی طرف لوٹا دے جس کے پاس سواری نہیں ایسے موقعہ پر ہو گئی اور ہو سکتا ہے کہ زیادہ سواری یعنی تیار کرنا ایسا یعنی یہ اپنی زائد سواری دے دے کسی کے لیے جیسا کہ بہر حال مطلب یہ ہے کہ اسے دے دے اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کا اختیار ہے۔

۴؎ غالباً یہ شخص بے توشہ بھی ہو چکا تھا جس کی لوگوں کو خبر ہو گئی اس لیے حضور انور نے سواری کے ساتھ توشہ کا بھی ذکر فرمایا ۵؎ جیسے کپڑا، روٹی، لکڑی وغیرہ، درہم دینار وغیرہ ہر قسم کا مال ۶؎ یعنی حضور نے اس کی ایسی تاکید کی کہ ہم سمجھے کہ ضرورت سے زیادہ مال ہمارا ملک ہی نہیں بس اپنے پر خرچ کرنے سے جو بچے وہ دوسرے کو دے دینا واجب ہے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جانوں ہمارے مالوں کے مالک مطلق ہیں جیسے مولیٰ اپنے غلام کے جان و مال کا مالک ہوتا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے النبی اولی بالمومنین من انفسھم یہاں اولیٰ کے معنی قریب تر بھی کیے گئے ہیں اور مالک تر بھی دیکھو ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب وغیرہ تین صاحبوں کو بائیکاٹ کے زمانہ میں فرمایا کہ اپنی بیویوں کے پاس نہ جاؤ وہ بیویاں ان کی منکوحہ تھیں مگر ان سے اختلاط منع فرما دیا گیا حضور کی ملکیت کی بنا پر ایک مرتبہ حکم دیا کہ اپنی قربانیوں کے گوشت تین دن سے زیادہ استعمال نہ کرو تو یہ استعمال ممنوع ہو گیا پھر زیادہ استعمال کی اجازت دی تب جائز ہوا غرضیکہ ہم سب مسلمان حضور انور کے لونڈی غلام ہیں حضور ہمارے مالک، اگر ہم کو اپنی عبدیت و غلامیت کی قبولیت نصیب ہو جائے تو ہمارے نصیب کھل جائیں ایک بار حضرت مرشدی مولائی مولانا نعیم الدین صاحب قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ حضور پر زکوٰۃ فرض نہیں میرے نزدیک اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضور مالک ہیں سارے مسلمان حضور کے لونڈی غلام، مالک اپنے غلاموں کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا ہو سکتا ہے حضور کے لیے مصرف زکوٰۃ موجود نہیں اس لیے آپ پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے عرض کیا پھر تو ہم پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہونی چاہیے کہ غلاموں پر زکوٰۃ فرض نہیں فرمایا ہم لوگ عبد ماذون ہیں اور بعض خاص حالات میں ماذون غلام پر زکوٰۃ ہو جاتی ہے ماذون غلام وہ ہے جسے کاروبار کی اجازت مولیٰ نے دے دی ہو اعلٰیحضرت نے کیا خوب فرمایا۔ شعر:

بندگانِ شہ ہیں حور و غلمان و ملک ÷ چاکرانِ شہ سبز پوشانِ فلک

أَهْلِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ تُلُقِّيَ بِصِبْيَانِ أَهْلِ بَيْتِهٖ وَإِنَّهٗ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَسُبِقَ بِيْ إِلَيْهِ فَحَمَلَنِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ جِيْءَ بِأَحَدِ ابْنَيْ فَاطِمَةَ فَأَرْدَفَهٗ خَلْفَهٗ فَأُدْخِلْنَا الْمَدِيْنَةَ ثَلَاثَةً عَلٰى دَابَّةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّهٗ أَقْبَلَ هُوَ وَأَبُوْ طَلْحَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

جلدی کرے لے (متفق علیہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن جعفر سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لاتے تھے تو آپ کے گھر والے بچے پیشوائی کے لیے جاتے تھے کہ حضور ایک سفر سے آئے تو مجھے حضور کی پیشوائی کے لیے لایا گیا تو مجھے حضور نے اپنے آگے سوار کر لیا پھر حضرت فاطمہ کے بیٹوں میں سے ایک لایا گیا تو اسے اپنے پیچھے بٹھالیا فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تین ایک سواری پر داخل ہوئے (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے کہ وہ اور ابوطلحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم وجوبی تھا جس سے ان حضرات پر یہ سارا مال خیرات کر دینا فرض کر دیا گیا تھا ۲ یہاں عذاب سے مراد تکلیف ہے کہ سفر اگرچہ بعض سفر تو ثواب ہیں جیسے سفر جہاد و سفر حج و سفر طلب علم وغیرہ مگر یہ سارے سفر تکلیف دہ ضرور ہیں یہاں وہ تکالیف ہوتی ہیں جن کا ذکر آگے ہو رہا ہے ۵ یعنی سفر میں نہ وقت پر کھانا نہ وقت پر سونا نہ وقت پر با جماعت نماز گھر کی طرح نہیں ہو سکتا چنانچہ ہم یہی دیکھتے ہیں کہ اگرچہ اب ریل اور ہوائی جہازوں کے سفر میں بڑی آسانیاں ہو چکی ہیں ۶ [illegible] سفر کی [illegible] جس طرف سفر کر کے گیا تھا تو جس مقصد کے لیے گیا تھا سفر میں وہ مقصد پورا ہو جائے تو فوراً [illegible] اہل و عیال کے حقوق کی ادائیگی [illegible] بعض علماء نے فرمایا کہ دنیاوی سفروں کے لیے یہ فرمان ہے سفر حج و سفر جہاد وغیرہ کا یہ حکم نہیں [illegible] [illegible] یہاں نعمت سے [illegible] فرماتے ہیں دنیاوی ضرورت و حاجت [illegible] بعض علماء نے [illegible] حضرت عائشہ [illegible] روایت [illegible] مدینہ [illegible] نہیں جیسا سکون قلب [illegible] ۲ آپ حضرت علی کے بھتیجے ہیں قرشی ہاشمی ہیں اسلام میں [illegible] آپ کی ولادت حبشہ میں [illegible] مدینہ منورہ میں [illegible] عبدالملک کے زمانہ میں وفات ہوئی آپ کا لقب بحر الجود ہے [illegible] اسلام میں [illegible] اور آپ کے والد [illegible] حضور کی وفات کے وقت صرف [illegible] سال کے تھے بہت صفات کے حامل ہیں (اشعہ) ۳ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی سفر سے آمد پر ان کی پیشوائی سنت صحابہ ہے نیز مسافر کو گھر کے بچوں کو بھی پیشوائی کے لیے جانا سنت ہے ۴ یا جناب حسن کو یا حضرت حسین کو رضی اللہ عنہم اجمعین ۵ اس طرح کہ ایک سواری پر تین سوار تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں [illegible] حضرت حسنین میں سے ایک ان خوش نصیبوں پر صدقے ۶ کسی سفر سے مدینہ منورہ واپس آئے خیال رہے

سلم ومع النبي صلى الله عليه وسلم صفية مردفها على راحلته رواه البخاري وعنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يطرق أهله ليلا وكان لا يدخل إلا غدوة أو عشية متفق عليه وعن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أطال أحدكم الغيبة فلا يطرق أهله ليلا متفق عليه وعنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال إذا دخلت ليلا فلا تدخل على أهلك حتى تستحد

حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صفیہ تھیں جنہیں حضور اپنی سواری پر پیچھے سوار کیے ہوئے تھے ۱ (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر رات میں سفر سے نہ آتے تھے ۲ مگر صبح یا شام کے وقت ۳ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کوئی تم میں سے بہت عرصہ غائب رہے تو رات میں اپنے گھر نہ آئے ۴ (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم رات میں آؤ تو اپنی بیوی کے پاس نہ جاؤ ۵ حتی کہ وہ زیر ناف لوہا استعمال کرلیں ۶

ابو طلحہ جناب انس کے سوتیلے والد ہیں اور اس وقت خیبر سے یہ سب حضرات واپس ہوئے تھے جیسا کہ مرقات اور اشعۃ اللمعات میں ہے بی بی صفیہ اسی خیبر میں حاصل ہوئی تھیں، پہلے آپ جناب دحیہ کلبی کے حصہ میں تھیں پھر حضور انور نے ان سے خرید کر قبول فرما کر اپنی زوجیت سے شرف بخشا رضی اللہ عنہا۔

۱ اس طرح سفر سے تشریف لائے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ بی بی صفیہ ایک اونٹ پر تھے اور حضرت انس و ابو طلحہ اپنے اونٹ پر اس طرح مدینہ منورہ میں داخلہ ہوا اس سے معلوم ہوا کہ اپنی بیوی کو اپنے ساتھ گھوڑے خچر یا اونٹ پر سوار کرلینا جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے ۲ کیونکہ بغیر اطلاع اچانک رات میں مسافر کا گھر پہنچنا گھر والوں کی تکلیف کا باعث ہوتا ہے اور اس زمانہ میں خبر رسانی کے ذریعے بہت محدود تھے اب تو خط تار ٹیلیفون وغیرہ سے خبر دی جا سکتی ہے یطرق بنا ہے طرق سے بمعنی رات ہی کو آنا [illegible] کیونکہ رات میں آنے والے کو دروازہ کھٹکھٹانے کی ضرورت پڑتی ہے اس لیے رات میں آنے والے مسافر کو طارق کہتے ہیں ستارہ بھی طارق کہا جاتا ہے کہ وہ رات میں ہی چمکتا ہے ۳ صبح صادق سے زوال تک کا وقت غدوہ ہے اور زوال سے سورج ڈوبنے تک کا وقت عشیہ یعنی حضور کی مدینہ منورہ میں آمد یا صبح کے وقت ہوتی تھی یا بعد عصر ۴ یہ حکم اسی زمانہ کے لیے تھا جب کہ آنے والا مسافر اپنی آمد کی اطلاع اپنے گھر نہ دے سکتا تھا اب اطلاع دے کر رات میں آنا بالکل جائز ہے یہاں مرقات میں ہے کہ اس ممانعت کے بعد دو شخص رات میں اپنے گھر پہنچے تو انہوں نے اپنی بیویوں کے پاس اجنبی مرد پائے گویا انہیں اس مخالفت امر کی سزا ملی حضور کے ہر حکم میں صد ہا حکمتیں ہوتی ہیں ۵ یعنی جب تم سفر سے اپنے شہر میں رات میں آؤ بعض نسخوں میں یوں ہے اذا دخلت لیلا تو وہ اس شرط کی تاکید ہے مرقات ۶ تستحد کے معنی ہیں حدید یعنی لوہا استعمال کرنا یعنی استرے سے صاف کرنا، مغیبہ سے مراد وہ عورت ہے جس کا خاوند بہت عرصہ تک غائب رہا ہو مغیبہ سے مراد زیر ناف

الْمُغِيبَةُ وَتَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ نَحَرَ جَزُوْرًا اَوْ بَقَرَةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ اِلَّا نَهَارًا فِي الضُّحٰى فَاِذَا قَدِمَ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِ لِلنَّاسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ لِيْ اُدْخُلِ الْمَسْجِدَ

اور پریشان بالوں والی کنگھی کرے؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے؎ تو ایک اونٹ یا گائے قربان فرمائی؎ (بخاری) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لاتے تھے مگر دن کو دوپہر کے وقت؎ پھر جب تشریف لاتے تو مسجد سے ابتدا فرماتے وہاں دو رکعتیں پڑھتے؎ پھر وہاں ہی لوگوں کے لیے تشریف رکھتے؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے کہ ایک سفر میں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو جب ہم مدینہ منورہ آئے تو مجھ سے فرمایا مسجد میں جاؤ؎

کے بال ہیں خیال رہے کہ عورتوں کو استرے سے صفائی کرنا ممنوع ہے لہذا یہاں استعمال سے مراد چونا یا بال صفا صابن وغیرہ سے صفائی کرنا مراد ہے یعنی بطریق تہدید صرف صفائی مراد ہے لوہے سے صفائی مراد نہیں۔ (مرقات و اشعہ)

۱؎ یعنی سر کے پریشان بالوں کو کنگھی سے سلجھا کر تیل لگا لیں یہ حکم عورتوں کو ہے اپنے خاوند کے لیے بن ٹھن کر رہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ تم دیر کے بعد وطن پہنچنے والے پردیسیوں کو خراب حالت میں نہ دیکھو بلکہ اچھی حالت میں دیکھو اب چونکہ خطوط، تار، ٹیلیفون وغیرہ سے اطلاع دی جا سکتی ہے لہذا اب یہ حکم نہیں جب عورت کو کسی ذریعہ سے اپنے خاوند کی آمد کی اطلاع مل جائے تو یہ پابندی نہیں (از مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ بیوی کو چاہیے کہ خاوند کی آمد پر اپنے کو آراستہ کرے تاکہ اسے رغبت تام ہو۔ ۲؎ یا ہجرت کر کے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ پہنچے یا جب کسی سفر سے مدینہ منورہ تشریف فرما ہوتے تھے دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے ۳؎ قربانی سے مراد ذبح ہے یا اونٹ ذبح فرما کر دعوت کے لیے اس سے معلوم ہوا کہ مسافر وطن پہنچنے پر اہل قرابت کی دعوت کرے اسے دعوت قدوم کہتے ہیں یہ مستحب ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ گائے کا گوشت کھانا بھی سنت ہے یہاں اونٹ یا گائے فرمانا راوی کے شک کی بنا پر ہے یا یہ مطلب ہے کہ کبھی اونٹ اور کبھی گائے ذبح فرما کر اہل مدینہ کی دعوت فرماتے تھے۔

۴؎ دن میں آنے کے حق میں ہی یہ عرض کیا جا چکا ہے سفر کو جاتے وقت مسجد سے وداع ہونا اور واپسی پر مسجد میں پہلے آنا اگر وقت کراہت نہ ہو تو دو نفل سفر یا نماز قدوم پڑھنا سب کچھ سنت ہے اس سے سفر میں جو کمی رہ گئی ہو پوری ہو جاتی ہے ۵؎ یعنی پہلے اہل مدینہ سے ملاقات فرماتے ان کے دکھ درد سنتے ان کے مقدمات کے فیصلے فرماتے دینی شرف زیارت بخشتے پھر گھر میں تشریف لے جاتے طبرانی و حاکم نے بروایت ثعلبہ حدیث نقل فرمائی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد سے ابتدا فرماتے پھر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے پھر اپنے گھر (مرقات) ۶؎ مسجد سے مراد یا حضرت جابر کے محلہ کی

فَصَلِّ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ صَخْرِ بْنِ وَدَاعَةَ الْغَامِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا وَكَانَ اِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً اَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ وَكَانَ صَخْرٌ تَاجِرًا فَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهٗ اَوَّلَ النَّهَارِ فَاَثْرٰى وَكَثُرَ مَالُهٗ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ فَاِنَّ الْاَرْضَ تُطْوٰى بِاللَّيْلِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ

وہاں دو رکعت پڑھو (بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت صخر ابن وداعہ غامدی سے ۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الٰہی میری امت کے صبح کے کاموں میں برکتیں دے ۲ اور جب کوئی فوج یا لشکر بھیجتے تو شروع دن میں بھیجتے تھے ۳ اور صخر تاجر تھے تو وہ اپنا مال تجارت اول دن میں بھیجا کرتے تھے تو وہ بڑے امیر ہو گئے اور ان کا مال بہت بڑھ گیا ۴ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم تاریکی شب میں سفر کیا کرو ۵ کیونکہ رات میں زمین لپیٹ جاتی ہے ۶ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عمرو ابن

مسجد ہے یا مسجد نبوی شریف دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے مسجد اللہ کا گھر ہے وہاں حاضر ہونا گویا رب تعالٰی سے ملاقات کرنا ہے اس کا استحباب حدیث فعلی سے بھی ثابت ہے اور حدیث قولی سے بھی مرقات۔

۱ آپ کا نام صخر ابن وداعہ ابن عبداللہ ابن کعب ازدی ہے آپ صحابی ہیں طائف میں قیام رہا شمار اہل حجاز سے ہے بعض مرقات و اشعہ۔ ۲ یعنی میری امت کے تمام دینی و دنیاوی کاموں میں برکت دے جو وہ صبح سویرے کیا کریں جیسے سفر طلب علم تجارت وغیرہ ۳ یعنی حضور کی عادت تھی جو ابھی بیان ہوئی اور عمل بیان قول ہے لہذا حضور کے قول و عمل سے یہ وقت برکت والا ہے ۴ یعنی صحابہ کا تجربہ بھی اس کے متعلق ہو چکا ہے کہ حضرت صخر اس سنت پر عمل کی برکت سے بہت مالدار ہو گئے فقیر نے بھی تجربہ کیا کہ صبح سویرے کاموں میں بہت برکت ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ طالب علم مغرب و عشاء کے درمیان اور فجر کے وقت محنت کرے پھر علم نہ آئے تو تعجب ہے اور طالب علم ان دو وقتوں میں محنت ذکر علوم اعلی ہے ۵ ابن ماجہ نے بروایت حضرت جابر روایت کی الٰہی میری امت کے جمعرات کے دن صبح کے وقت کے کاموں میں برکت دے مرقات۔ ۶ اب بھی اہل عرب رات میں سفر زیادہ کرتے ہیں سمندری جہاز رات میں تیز چلائے جاتے ہیں تمام حجاج بعد نماز عشاء کوچ کر دیا جاتا ہے آرام کرو جیسا کہ ہم نے تجربہ کیا ہے اور رات کی اندھیری کو کہتے ہیں ۷ سے ۸ اس طرح کہ رات کا سفر تھوڑا سمجھتا ہے اگرچہ زیادہ سفر کیا ہے مگر معنی یہ ہیں کہ قرآنی کا مطلب یہ ہے کہ دن میں بھی سفر کیا کرو کہ سفر تھوڑا معلوم ہو اور بعض احادیث میں ہے کہ اول دن اور اول

شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلرَّاكِبُ شَيْطَانٌ وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ ثَلٰثَةٌ فِيْ سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوْا اَحَدَهُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الصَّحَابَةِ

شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سوار ایک شیطان ہے ۱؎ اور دو سوار دو شیطان ۲؎ اور تین سوار صحیح سوار ہیں ۳؎ (مالک، ترمذی، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تین شخص سفر میں ہوں تو ایک کو اپنا امیر بنالیں ۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا بہتر ساتھی چار ہیں ۵؎

۱؎ یعنی جنگل میں اکیلا مسافر آفات کی زد میں ہوتا ہے نہ با جماعت نماز پڑھ سکتا ہے نہ ضرورت کے وقت اسے مددگار کوئی نہ چوروں ڈاکوؤں کا خطرہ ہے خصوصًا ... پہلے جب کہ راستے پرخطر تھے ... ریل کے ذریعہ ایک سفر کرنے والے چلتی ٹرین میں لٹ گئے حتی کہ حکومت نے فرسٹ کلاس کی زنانہ سواریوں کو ہدایت دی کہ دوران سفر میں ... فرسٹ کلاس کی سیٹ کو اپنے ساتھ ... سرکار کے فرمان ہمیشہ ہی مفید ہیں ۲؎ یعنی دو مسافر بھی آفات کے خطرہ میں ہیں کہ اگر ایک بیمار ہو جائے تو دوسرا بے یارومددگار رہ جائے ۳؎ یعنی تین مسافر ہیں جنہیں صحیح معنی میں قافلہ کہا جا سکتا ہے رکب جمع ہے جیسے نفر ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد ہوا کہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ رحمت ہے اس فرمان عالی میں بڑی حکمتیں ہیں سفر میں کسی کی دفعۃً قضا آ جائے تو باقی دو ساتھی اسے سنبھال سکتے ہیں ۴؎ یعنی اگر مسافر تین یا زیادہ ہوں تو انتظام قائم رکھنے کے لیے اپنے میں سے ایک افضل اور تجربہ کار کو اپنا سردار بنالیں جو

ہر چیز کا انتظام رکھے اور باقی ساتھی اس کے مشورہ پر عمل کریں اس میں برکت بھی ہوگی اور سفر میں آسانی بھی اس سردار کو چاہیے کہ اپنے

کو ان ساتھیوں کا حاکم نہ سمجھے بلکہ خادم تصور کرے۔ نماز بھی وہ ہی پڑھائے جبکہ بڑا ہونے پر روایت حضرت

ابوہریرہ مرفوعًا روایت کی کہ جب تم چند آدمی سفر کرو تو تم میں سے بڑا قاری عالم

تمہاری امامت کرے اور جب وہ تمہاری امامت کرے تو وہ

ہی تمہارا امیر و سردار ہے۔

(مرقات)

أَرْبَعَةٌ وَخَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعُ مِائَةٍ وَخَيْرُ الْجُيُوشِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ وَلَنْ يُغْلَبَ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيرِ فَيُزْجِي الضَّعِيفَ وَيُرْدِفُ وَيَدْعُو لَهُمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ كَانَ النَّاسُ إِذَا نَزَلُوا مَنْزِلًا تَفَرَّقُوا فِي

اور بہترین چھوٹا دستہ چار سو ہیں۱؎ اور بہترین لشکر چار ہزار ہیں۲؎ اور بارہ ہزار کی فوج کبھی تھوڑی ہونے کی وجہ سے مغلوب نہ ہوگی۳؎ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران پیچھے رہتے تھے۴؎ تو کمزور کو ہنکاتے تھے اور پیچھے بٹھا لیتے تھے اور ان کے لیے دعا فرماتے تھے۵؎ (ابوداؤد) روایت ہے ابو ثعلبہ خشنی سے۶؎ فرماتے ہیں کہ لوگ جب کسی منزل میں اترتے تو گھاٹیوں اور جنگلوں میں بکھر جاتے تھے

۱؎ صحابہ جمع ہے صاحب کی بمعنی ساتھی [illegible] یہاں ساتھی سے مراد سفر کے ساتھی ہیں چار ہم سفر ساتھیوں کو اس لیے افضل فرمایا گیا کہ اگر ان میں سے ایک راستہ میں فوت ہو جائے اور ان باقیوں میں سے ایک کو [illegible] منتظم کر جائے تو باقی دو اس وصیت کے گواہ ہو سکتے ہیں بعض شارحین نے فرمایا کہ پانچ ساتھی چاہیے افضل ہیں بلکہ جس قدر ساتھی زیادہ ہوں اتنا ہی اچھا ہے (اشعہ) جیسے جماعت نماز میں جس قدر ساتھی زیادہ ہوں اسی قدر اچھا ہے ۲؎ پہلے کہا جا چکا کہ سریہ چھوٹے لشکر کو کہتے ہیں [illegible] ۳؎ یعنی بہتر ہے کہ لشکر چار ہزار سے کم نہ ہو [illegible] ۴؎ یعنی بارہ ہزار کا لشکر [illegible] کی تعداد کی وجہ سے دشمن کے مقابل شکست نہیں کھائے گا کسی اور وجہ سے شکست کھا جائے جیسے آپس کے جھگڑے امیر کی نافرمانی [illegible] جنگ حنین میں حضرات صحابہ نے اولاً ظاہری شکست کھائی تعداد کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی کثرت پر اعتماد کر کے رب تعالیٰ سے بے توجہ ہو جانے کی وجہ سے رب تعالیٰ فرماتا ہے ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم [illegible] مسلمان [illegible] دس ہزار اہل مدینہ [illegible] (مرقات) [illegible]

۵؎ یعنی سفر جہاد وغیرہ میں صحابہ کرام کو آگے رکھتے تھے خود ان کے پیچھے [illegible] ۶؎ یعنی [illegible] پیچھے رہنے میں یہ حکمتیں تھیں کہ جو مسافر کمزوری کی وجہ سے لشکر کے پیچھے رہ جاتا یا کسی مسافر کی کوئی چیز رہ جاتی [illegible] اس کے علاوہ تمام اصحاب کو سامنے رکھ کر ان کے لیے دعائے خیر فرماتے — [illegible] رحیم و کریم [illegible] شعر [illegible]

۶؎ [illegible] آپ بیعت الرضوان میں شریک ہوئے حضور انور نے آپ کو اپنی قوم خشنی کی طرف مبلغ بنا کر بھیجا آپ کی تبلیغ

الشِّعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِيْ هٰذِهِ الشِّعَابِ وَالْاَوْدِيَةِ اِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ فَلَمْ يَنْزِلُوْا بَعْدَ ذٰلِكَ مَنْزِلًا اِلَّا انْضَمَّ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ حَتّٰى يُقَالَ لَوْ بُسِطَ عَلَيْهِمْ ثَوْبٌ لَعَمَّهُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا يَوْمَ بَدْرٍ كُلُّ ثَلٰثَةٍ عَلٰى بَعِيْرٍ فَكَانَ اَبُوْلُبَابَةَ وَعَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ زَمِيْلَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَانَتْ اِذَا جَاءَتْ عُقْبَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا ان گھاٹیوں اور جنگلوں میں بکھر جانا یہ کام شیطان سے ہے ۲؎ چنانچہ اس کے بعد مسلمان کسی منزل میں نہ اترے مگر اس حال میں کہ بعض بعض سے ملے رہتے حتی کہ کہا جاتا اگر ان پر ایک کپڑا بچھا دیا جاتا تو ان پر پھیل جاتا ۳؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ بدر کے دن ہم ایک ایک اونٹ پر تین تین تھے ۴؎ تو ابولبابہ ۵؎ اور علی ابن ابی طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدل چلنے کی باری آتی تو

وہ سب لوگ مسلمان ہوگئے پھر آپ نے شام میں قیام اختیار کیا ۵۳ھ میں دمشق میں انتقال کیا اشعار اگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ ۵۸ھ میں حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں آپ کا انتقال ہوا رضی اللہ عنہ اور تفات وادی کی جمع ہے شعاب جمع ہے شعب کی بمعنی گھاٹی یا پہاڑی راستہ یعنی حضرات صحابہ کرام دوران سفر میں جب کہیں منزل پر قیام فرماتے تھے تو متفرق ہو کر کچھ حضرات کہیں کچھ کہیں۔

۲؎ یعنی تمہارا اس طرح بکھرنے سے شیطان کو موقع ملتا ہے کہ کفار سے تم پر حملہ کرا دے کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ یہ لوگ متفرق ہیں ان پر اچانک لوٹ پڑو یہ ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں گے اس طرح الگ الگ رہنا خطرناک ہے اتنا خالص تاکید کے لیے ہے جیسے جسمانی دوری خطرناک ہے ایسے ہی دلی دوری بھی شیطانی اثر سے ہوتی ہے اور سخت خطرناک ہے تمام مسلمانوں کو تعلیم و یک جہتی نصیب کرے ۳؎ سبحان اللہ حضور نے مسلمانوں کے صرف جسموں کو یکجا نہ فرمایا بلکہ ان کے دلوں کو بھی یکجا کر دیا مسلمان یک دل و یک جان ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ مسافر منزل پر اکٹھے رہیں اس میں بہت فائدے ہیں ہر ایک دوسرے سے خبردار رہتا ہے مدد کر سکتا ہے ۴؎ چونکہ اس غزوہ میں سواریاں بہت تھوڑی تھیں یعنی کل ستر اونٹ تین سو تیرہ غازیوں پر صرف دو گھوڑے تھے اسی طرح سامان جنگ برائے نام تھا لوگ صرف تلواروں میں بھی اونٹ بھی بہت کم تھا اس لیے ایک اونٹ پر تین غازی باری باری سوار ہوتے تھے۔ شعر

تھے ان کے ساتھ دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں ۔ پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں

۵؎ جناب ابولبابہ کا نام رفاعہ ابن عبدالمنذر ہے انصاری ہیں آپ کی کنیت نام پر غالب ہے بیعت عقبہ میں شامل تھے بدر کے شمول میں اختلاف ہے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ نَمْشِي عَنْكَ قَالَ مَا اَنْتُمَا بِاَقْوٰى مِنِّي وَمَا اَنَا بِاَغْنٰى عَنِ الْاَجْرِ مِنْكُمَا رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَّخِذُوْا ظُهُوْرَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِنَّمَا سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُبَلِّغَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَمْ تَكُوْنُوْا بَالِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ وَجَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فَعَلَيْهَا فَاقْضُوْا حَاجَاتِكُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا اِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلًا لَا نُسَبِّحُ حَتّٰى نَحُلَّ الرِّحَالَ رَوَاهُ

دونوں عرض کرتے کہ ہم حضور کی طرف سے پیدل چلیں گے[1] تو حضور فرماتے کہ تم دونوں مجھ سے زیادہ قوی نہیں اور ثواب سے مستغنی تم سے بڑھ کر نہیں[2] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا اپنے جانوروں کی پیٹھوں کو منبر نہ بناؤ[3] کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس لیے تمہارا تابع کیا ہے کہ تم کو اس شہر تک پہنچا دیں جہاں تم بغیر سخت مشقت کے نہ پہنچ سکو اور رب نے زمین تمہارے لیے ہی پیدا کی ہے تو تم زمین پر اپنی ضروریات پوری کرو[4] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ جب ہم کسی منزل پر اترتے تو نوافل نہ پڑھتے تھے حتی کہ کجاوے کھول دیتے تھے[5]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خود بھی پیدل چلتے تھے [illegible] ذریعہ [illegible] سواری [illegible] جب [illegible] سوار [illegible] ہوتے تھے

1 یہ دونوں بزرگوں کا ادب تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سواری میں ہم دونوں [illegible] سفر پیدل طے کریں حضور اپنی باری میں سواری کریں اور ہم اپنی باریوں میں بھی [illegible]
2 یعنی دنیا میں تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں [illegible] زیادہ قوت رکھتے ہیں [illegible] ثواب [illegible] کا کام ہے لہذا [illegible] باری پر پیدل چلیں گے تم سوار ہو گے [illegible] حضور کا عدل و انصاف اپنے غلاموں کے ساتھ [illegible] قیامت تک کے [illegible] بادشاہ ہوں [illegible]
3 یعنی بلا ضرورت نہیں [illegible] تجارت وغیرہ کرتے رہو [illegible] جانور کو [illegible] تکلیف دینا ہے [illegible] کام نیچے اتر کر [illegible] سفر کر [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] قیام فرما کر عرفات شریف میں خطبہ دیا [illegible] اونٹ پر قیام کرنا [illegible] بلا ضرورت سوار [illegible] احادیث کے خلاف [illegible] سوال [illegible]
[illegible] اس صورت میں [illegible] 5 یعنی ہم [illegible] بعض حالات میں [illegible] بعض حالات میں [illegible] نفل عبادت پر اس کام کو مقدم رکھتے تھے کہ پہلے اونٹوں پر سے کجاوے وغیرہ اتار [illegible]

أبو داود وعن بريدة قال بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم يمشي إذ جاءه رجل معه حمار فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اركب وتأخر الرجل فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا أنت أحق بصدر دابتك إلا أن تجعله لي قال جعلته لك فركب رواه الترمذي وأبو داود وعن سعيد بن هند عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تكون إبل للشياطين وبيوت للشياطين فأما إبل الشياطين فقد رأيتها يخرج أحدكم بنجيبات

(ابوداؤد) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل رہے تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا جس کے ساتھ گدھا تھا عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو جائیے اور خود پیچھے بیٹھ گیا[1] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اپنے جانور کے سینے کے تم زیادہ حقدار ہو[2] مگر اس طرح کہ تم وہ حق میرے لیے کر دو[3] اس نے عرض کیا میں نے حضور کو یہ حق دے دیا تب حضور سوار ہوئے[4] (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے سعید ابن ہند سے[5] وہ حضرت ابوہریرہ سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اونٹ شیطانوں کے ہوں گے اور کچھ گھر شیطانوں کے ہوں گے[6] لیکن شیطانوں کے اونٹ تو میں نے دیکھ لیے[7]

منزل پر حوائج وغیرہ ادا کرتے تھے اس میں [illegible] ہوتی تھی اور حضرت کو [illegible] جس سے نماز اطمینان سے ہوتی تھی اس ایک عمل میں بہت سی حکمتیں ہیں سفر میں [illegible] سفر جہاد ہو یا سفر حج یا کوئی اور سفر۔

1 [illegible] حضور انور پیدل تھے اس لیے اس نے چاہا کہ حضور کو آگے سوار کریں اور خود پیچھے بیٹھیں ادب کے لیے۔ 2 [illegible] تعلیم دی گئی کہ اگر ایک جانور پر دو شخص سوار ہوں تو آگے جانور کا مالک بیٹھے پیچھے دوسرا۔ 3 چونکہ جانور کا سینہ مالک کا حق [illegible] ہے اس لیے حضور انور اس کی اجازت کے بعد آگے سوار ہوئے۔ 4 آپ تابعین میں سے ہیں حضرت [illegible] غلام ہیں آپ حضرت ابو موسیٰ اشعری ابوہریرہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کیں اور آپ سے حضرت عبداللہ ابن سعید [illegible] نے روایات کیں۔ 5 [illegible] بلا ضرورت زیادہ رکھے جائیں [illegible] شیطانی اونٹ اور گھر ہیں جیسے بعض [illegible] فخر و ریا کے لیے [illegible] [illegible]

[illegible]

مَعَهُ قَدْ أَسْمَنَهَا فَلَا يَعْلُو بَعِيرًا مِنْهَا وَيَمُرُّ بِأَخِيهِ قَدِ انْقَطَعَ بِهِ فَلَا يَحْمِلُهُ وَأَمَّا بُيُوتُ الشَّيَاطِينِ فَلَمْ أَرَهَا كَانَ سَعِيدٌ يَقُولُ لَا أُرَاهَا إِلَّا هٰذِهِ الْأَقْفَاصَ الَّتِي يَسْتُرُ النَّاسُ بِالدِّيبَاجِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَيَّقَ

کہ تم میں سے کوئی اپنے ساتھ اعلیٰ اونٹنیاں لیکر نکلتا ہے جنہیں موٹا کیا ہوتا ہے تو ان میں کسی اونٹ پر سوار نہیں ہوتا اور اپنے بھائی پر گزرتا ہے جو عاجز رہ گیا ہے تو اسے سوار نہیں کرتا لیکن شیطانوں والے گھر تو وہ میں نے نہ دیکھے سعید کہتے تھے کہ میں نہیں سمجھتا مگر یہ ہی پنجرے جنہیں لوگ ریشم سے ڈھکتے ہیں (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سہیل ابن معاذ سے وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا

اس زمانہ حال میں غیبی خبر ہے کہ آئندہ مسلمان ایسی حرکتیں کیا کریں گے [illegible] یہ دونوں چیزیں [illegible] یعنی زمانہ نبوی میں یہ دونوں چیزیں نہ تھیں حضور انور نے غیبی خبر دی تھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے شیطانی اونٹ تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے یہ حضرت ابوہریرہ کا قول ہے۔

۱؎ [illegible] سے بنے ہوئے عجیب اونٹ [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے امیر لوگ سفر میں اپنے ساتھ بہت سے گھوڑے خچر اونٹ لے کر سفر کرتے تھے [illegible] اور اکثر خالی چلتے تھے صرف شان ظاہر کرنے کے لئے [illegible] جیسا کہ [illegible] معلوم ہوا کہ [illegible] جانوروں کو خوب موٹا تازہ کرتے تھے [illegible] لوگوں کی [illegible] کی علامت ہے [illegible] اپنے ساتھ رکھتے ہیں جب گھر سے نکلتے ہیں [illegible] ۲؎ [illegible] مسافروں کو بھی نہیں دیتا وہ مسکین مسافر پیدل سفر کرتے ہیں [illegible] اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو [illegible] ۳؎ یہاں تک حضرت ابوہریرہ کا قول ہے [illegible] شیطانی اونٹ تو [illegible] ۴؎ [illegible] ۵؎ [illegible]

النَّاسُ الْمَنَازِلَ وَقَطَعُوا الطَّرِيقَ فَبَعَثَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِي فِي النَّاسِ أَنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلًا أَوْ قَطَعَ طَرِيقًا فَلَا جِهَادَ لَهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحْسَنَ مَا دَخَلَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ أَوَّلَ اللَّيْلِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ الْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو لوگوں نے منزلیں تنگ کر دیں اور رستے بند کر دیئے[1] تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعلانچی بھیجا جو لوگوں میں اعلان کرتا تھا کہ جس نے منزل تنگ کی یا راستہ کاٹا تو اس کا کوئی جہاد نہیں[2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اچھا آنے کا وقت، جب مرد اپنے گھر سفر سے آئے وہ شروع رات ہے[3] (ابوداؤد)
تیسری فصل روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

معاذ کو یحیی ابن معین نے ضعیف کہا مگر ابن حبان نے آپ کی توثیق کی خیال رہے کہ حضرت سہل بھی تابعی ہیں اور آپ کے والد معاذ ابن انس بھی تابعی مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں بجائے سہل ابن معاذ کے سعد ابن معاذ ہے وہ غلط ہے کیونکہ حضرت سعد ابن معاذ تو صحابی ہیں اور معاذ ابن انس تابعی (مرقات)

۱؎ اس طرح کہ بعض لوگوں نے راستہ پر سامان رکھ دیا جس سے راستہ بند ہو گیا اور لوگوں کو تکلیف ہونے لگی اور بعض نے ضرورت سے زیادہ منزل پر جگہ گھیر لی جس سے ساتھیوں پر تنگی ہو گئی معلوم ہوا کہ ہر وقت سفر و حضر میں ہر مسلمان کو اپنے ساتھیوں کے آرام کا خیال رکھنا چاہیئے ۲؎ یعنی اس جہاد کا پورا ثواب نہ ملے گا بعض لوگ مسجد میں گزرگاہ پر نماز شروع کر دیتے ہیں جس سے آنے جانے والوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے بعض حضرات سنت پڑھ کر بیٹھے رہتے ہیں انہیں اس حدیث سے سبق لینا چاہیئے مسلمانوں کو تکلیف پہنچانا عبادات کا مخرب ہے ۳؎ اس حدیث کے چند معنی کیے گئے ہیں ایک یہ کہ سفر سے مراد قریب کا سفر ہے یعنی جب انسان کہیں قریب ہی گیا ہو تو اول شب میں گھر پہنچے آخر رات میں پہنچنے اور وہیں بیٹھنے کا فائدہ نہیں دوسرے یہ کہ دراز سفر سے اطلاع دے کر جب آئے تو اول رات میں آئے اور بغیر اطلاع آتا ہو تو دن میں آئے تیسرے یہ کہ دخل الرجل سے مراد اپنی بیوی کے پاس آنا ہے یعنی صحبت، تو مطلب یہ ہوگا کہ مسافر گھر پہنچے دن میں اور اپنی اہلیہ کے پاس جائے اول شب میں تاکہ تھکن شب اول میں دور ہو سکے

بہرحال یہ حدیث ان گزشتہ احادیث کے
خلاف نہیں جن میں حکم تھا کہ مسافر کو
دن میں گھر آنا چاہیئے
(از مرقات و اشعہ
و لمعات)

إِذَا كَانَ فِي سَفَرٍ فَعَرَّسَ بِلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلَى يَمِينِهِ وَإِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهُ وَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلَى كَفِّهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللهِ بْنَ رَوَاحَةَ فِي سَرِيَّةٍ فَوَافَقَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَغَدَا أَصْحَابُهُ وَقَالَ أَتَخَلَّفُ وَأُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَلْحَقُهُمْ فَلَمَّا صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَآهُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَغْدُوَ مَعَ أَصْحَابِكَ فَقَالَ

جب کسی سفر میں ہوتے پھر رات میں اترتے تو اپنی داہنی کروٹ پر لیٹتے۱ اور جب صبح سے کچھ پہلے آرام کرتے تو اپنی کلائی کھڑی فرماتے اور اپنا سر اپنے ہاتھ پر رکھتے۲ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن رواحہ کو کسی فوج میں بھیجا۳ یہ جمعہ کے دن میں اتفاقًا واقع ہوا۴ تو ان کے ساتھی سویرے ہی چلے گئے اور انہوں نے کہا کہ میں پیچھے رہ جاؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ لوں پھر ان سے جا ملوں گا۵ تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی انہیں دیکھا تو فرمایا تم کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح میں جانے سے کس چیز نے روکا تو عرض کیا

۱ یعنی دوران سفر میں کہیں منزل پر قیام فرماتے تو سونے کی نیت سے داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے جیسا کہ حضور انور کا دائمی طریقہ تھا کہ [illegible] داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھتے داہنی کروٹ پر لیٹتے کہ اس طرح لیٹنے میں نیند غفلت کی نہیں آتی رات کو بآسانی اٹھ جا سکتے ہیں بخلاف بائیں کروٹ [illegible] حضور کی نظر [illegible] خیال رہے کہ تعریس بنا ہے عرس سے بمعنی آخری شب کا نزول [illegible] سفر فرماتے آرام ۲ اور بیٹھے بیٹھے [illegible] کیونکہ نماز فجر کا وقت قریب ہے [illegible] ۳ حضرت عبداللہ ابن رواحہ انصاری خزرجی بھی ہیں عقبہ بدر احد خندق وغیرہ تمام غزوات میں شریک رہے سوائے فتح مکہ کے کیونکہ آپ سن ۸ھ میں غزوہ موتہ میں شہید ہو چکے تھے آپ حضور کے شاعروں میں سے ہیں حضرت حسان کی طرح نعت گو صحابی ہیں غالبًا اس فوج کا افسر بنا کر بھیجا گیا تھا جس لشکر میں حضور تشریف نہ لے جاویں وہ سریہ کہلاتا ہے بھیجنے سے مراد ہے جانے کا حکم صادر فرمایا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ۴ یعنی یہ حکم جمعہ کے دن [illegible] سویرے نکل جانے کا [illegible] کہ حکم ہوا کہ کل صبح سویرے [illegible] حضرات اس طرف جہاد کے لئے چلے جاویں [illegible] پہلے سفر جائز ہے [illegible] نماز کے وقت [illegible] ۵ یہ آپ کا اجتہاد تھا آپ کا خیال تھا [illegible] منورہ مسجد نبوی [illegible] حضور کے ساتھ نماز جمعہ میسر ہو جائے [illegible] ایک نماز کا [illegible] حضور انور کے پیچھے نماز [illegible] جا ملے [illegible] ارشاد ہو جائے گا

أَرَدْتُ أَنْ أُصَلِّيَ مَعَكَ ثُمَّ أَلْحَقَهُمْ فَقَالَ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَدْرَكْتَ فَضْلَ غَدْوَتِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصْحَبُ الْمَلٰٓئِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا جِلْدُ نَمِرٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ الْقَوْمِ فِي السَّفَرِ خَادِمُهُمْ فَمَنْ سَبَقَهُمْ بِخِدْمَةٍ لَمْ يَسْبِقُوهُ بِعَمَلٍ إِلَّا الشَّهَادَةَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ

کہ میں نے چاہا آپ کے ساتھ نماز پڑھ لوں پھر ان سے جا ملوں [۱] فرمایا کہ اگر تم تمام زمینی چیزیں خیرات کر دو تو بھی ان کے سویرے نکل جانے کا درجہ نہیں پا سکتے [۲] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رحمت کے فرشتے ان ہمراہیوں کے ساتھ نہیں رہتے جن میں چیتے کی کھال ہو [۳] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے [۴] تو جو خدمت میں ان سے آگے بڑھ گیا وہ لوگ کسی نیکی میں اس سے سبقت نہیں کر سکتے سوا شہادت کے [۵] بیہقی شعب الایمان

بہرحال نیت نہایت اچھی تھی [۱] اس طرح کہ نماز جمعہ کے بعد آپ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر وداع ہونے کے لیے یا ایسے ہی برکت حاصل کرنے کے لیے جیسے آج کل بھی بعد نماز جمعہ بزرگوں سے ملاقات کی جاتی ہے۔

[۲] یعنی کسی دنیاوی کام کے لیے نہیں رکا ہوں اس لیے میں ٹھہر گیا ہوں کہ ذرا ثواب حاصل کر لوں آپ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھنے کا اور جہاد میں جانے کا [۲] یعنی اگر تم میرے ساتھ نماز جمعہ ادا کرنے کے ساتھ ساری دنیا کا مال خیرات بھی کر دو تو جو ثواب ان سویرے نکل جانے والوں کو تعمیل کا حکم ملا تم کو وہ اب وہ نہیں مل سکتا معلوم ہوا کہ حضور کی اطاعت تمام عبادات سے افضل ہے ان کی اطاعت میں ترک جمعہ عبادت ہے بغیر اطاعت جمعہ کی نماز مسجد نبوی میں پڑھنا اطاعت نہیں۔ شعر

معلوم ہوا کہ جملہ عبادت فروع ہیں ۔ اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

ان کے در پہ دم نکل جائے تو بھی جانیں حسن ۔ ان کے در سے دور رہ کر زندگی اچھی نہیں

اسی لیے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ رضائے یار بہتر ہے لقائے یار سے دوری میں حکم دوستی ادب بہتر ہے اس سے کہ قرب پیدا ہو اور حضور ناراض ہوں۔ شعر

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب ۔ کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے

[۳] اس زمانہ میں متکبر لوگ فخر کے طور پر چیتے کی کھال کی زین گھوڑے پر ڈالا کرتے تھے یا اس پر سوار ہوتے تھے یا جس طرح جبریہ کا تقاضہ ہے چیتے وغیرہ کی کھال پر سواری والوں میں تکبر اور سختی پیدا کرتی ہے

بَابُ الْكِتَابِ إِلَى الْكُفَّارِ وَدُعَائِهِمْ إِلَى الْإِسْلَامِ ۔ اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى قَيْصَرَ يَدْعُوهُ إِلَى الْإِسْلَامِ وَبَعَثَ بِكِتَابِهِ إِلَيْهِ دِحْيَةَ الْكَلْبِيَّ وَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى

کفار کو فرمان لکھنے اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دینے کا بیان ۔ پہلی فصل ۔ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر کو فرمان لکھا اسے دعوت اسلام دیتے ہوئے اور دحیہ کلبی کو اپنا خط دے کر اس کی طرف بھیجا آپ نے اور انہیں حکم دیا کہ یہ خط

اس پر شبہ رہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ ہر گناہ کا ہمیشہ شبہ رہ جاتا ہے اور اس کی پیدا کرتا ہے واللہ اعلم بعض شارحین نے اس کی اور وجہ بھی بیان فرمائی ہے کہ آپ کے صلوٰۃ یا بیان ہو چکے ہیں کہ آپ کا نام پہلے حروف حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطاب کا آیا ہے کہ آپ اس کے بعد وہ ہی کا ذکر ہی صحابی ہیں خود آپ کے نام سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ سوا سو سال کے تھے بڑی عمر پائی ۸۳ سال آپ نے مدینہ منورہ میں وفات پائی آپ مدینہ پاک کے آخری صحابی ہیں آپ کی وفات پر مدینہ پاک صحابہ سے خالی ہو گیا (اشعہ) ۵؎ اس فرمان عالی کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ سفر میں اپنے ساتھی مسافروں کا امیر ہو وہ ان کا حاکم نہیں بلکہ خادم ہے کہ اپنے آرام پر اپنے ساتھیوں کے آرام کو مقدم رکھے اور ان کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرے اس صورت میں یہ خبر ہے دوسرے یہ کہ سفر میں جو اپنے ساتھیوں کی خدمت کرے وہ اگرچہ بظاہر چھوٹا ہے مگر حقیقت میں سب کا سردار ہے شرف خدمت سے ۔ حضرت علامہ نے فرمایا ایک سفر میں حضرت عبداللہ مروزی کے ساتھ ابو علی نے سفر کیا حضرت عبداللہ امیر سفر تھے تو آپ اکثر ابو علی کا سامان بھی اپنی پشت پر اٹھاتے بارش ہوئی تو ابو علی پر کمبل تان کر کھڑے ہو گئے پوچھا گیا کہ یہ کیا فرمایا امیر سفر کے یہی فرائض منصبی ہیں یہ بھی اس حدیث پاک پر عمل ہے ۶؎ یعنی سفر جہاد وغیرہ میں جو شخص اپنے ساتھیوں کی خدمت کرتا رہے گا وہ ان سب سے نیکیوں میں آگے بڑھ جاوے گا ہاں لوگوں کا کوئی عمل اس سے نہیں بڑھ سکتا ہاں جو ان میں سے راہ خدا میں شہید ہو جاوے گا وہ شہادت سے اس خدمت سے بڑھ جاوے گا یہ فرمان عالی عقل کے بھی بالکل مطابق ہے کیونکہ اس سفر میں یہ خادم نوافل وغیرہ سارے کام دوسروں کی طرح کرے گا مگر خدمت زیادہ کرے گا دوسرے ذکر میں مگر تو اس کا عمل زیادہ ہوا لہٰذا اس کا درجہ و ثواب بھی زیادہ ہونا چاہیے ۷؎

اس حدیث کو مسلم نے اپنی تاریخ میں ابن ماجہ نے حضرت ابو قتادہ سے خطیب نے حضرت ابن عباس سے بھی روایت کیا (مرقات) ۱؎ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے شاہ روم قیصر اور شاہ فارس کسریٰ وغیرہم کو دعوت نامے لکھنے کا ارادہ فرمایا کہ انہیں دعوت اسلام دیں تو اتفاقاً صحابہ کرام نے عرض کیا یہ بادشاہ بغیر مہر والے خط کو نہیں پڑھا کرتے تب حضور انور نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر نقش کرایا محمد رسول اللہ کہ محمد علیحدہ سطر میں رسول علیحدہ اور اللہ اوپر ان سلاطین کو فرامین لکھے جیسا کہ ابھی احادیث میں آرہا ہے مہر والی انگوٹھی بادشاہ قاضی اور مفتی کے لیے سنت ہے وغیرہ (مرقات) ۲؎ [illegible] قیصر تھا اور بادشاہ فارس کا لقب کسریٰ اور بادشاہ حبشہ کا لقب نجاشی شاہ ترک کا لقب خاقان شاہ قبط کا لقب عزیز اور شاہ مصر کا لقب فرعون [illegible]

[illegible] حضور انور [illegible] سے لکھ کر [illegible] اس کی [illegible]

شائع ہوئے ہیں اس قیصر کا نام ہرقل ہے ۳؎ [illegible] خلیفہ [illegible]

عَظِيْمِ بُصْرٰى لِيَدْفَعَهٗ اِلٰى قَيْصَرَ فَاِذَا فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ
الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ
اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ وَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْاَرِيْسِيِّيْنَ وَيَا اَهْلَ الْكِتٰبِ

بصریٰ کے حاکم کو دیدیں [1] تاکہ وہ قیصر کو پہنچادیں [2] تو اس میں یہ تھا شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو مہربان رحم والا ہے [3] یہ خط اللہ کے بندے اور اسکے رسول کی طرف سے سلطان روم ہرقل کی طرف ہے [4] اسپر سلامتی ہو جو ہدایت کی اتباع کرے [5] اسکے بعد میں تم کو دعوت اسلام سے بلاتا ہوں [6] اسلام قبول کرلو سلامت رہوگے اللہ تم کو ذبل ثواب دے گا [7] اور اگر تم نے منہ پھیرا تو تم پر تمام رعایا کا گناہ ہے [8] اور اے اہل کتاب

سے بہت خوبصورت تھے اکثر جبرئیل امین آپ کی شکل میں آتے تھے حضرت دحیہ کلبی آخر عمر میں حضرت امیر معاویہ کے پاس شام میں رہے یزید کی خلافت کے زمانہ میں وفات ہوئی

[1] خیال رہے کہ بصریٰ صوبہ حوران کا ایک شہر ہے دمشق اور بعلبک کے درمیان یہ صوبہ روم کے قبضہ میں تھا یہاں روم کا گورنر رہتا تھا اور یہ شہر آج کل ہے عراق میں ہے جہاں سے بغداد شریف کو ریل جاتی ہے یہاں نہ صوفیاء اور کی زیارات کی اکثر بعض لوگ اسے بصرہ سمجھتے ہیں یہ غلط ہے [2] جیسے آجکل امیر یا وزیر خارجہ کے ذریعہ صدر مملکت سے بات ہوتی ہے ایسے ہی اس زمانہ میں گورنر بصریٰ کے ذریعہ قیصر روم کو پیغام دیئے جاتے تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعوت اسلام گورنر بصریٰ کے ذریعہ بھیجی معلوم ہوا کہ ہر ملک کے قوانین پر عمل کرنا درست ہے جب تک وہ خلاف اسلام نہ ہوں [3] معلوم ہوا کہ اپنے خطوط وغیرہ دینی تحریروں کو بھی بسم اللہ سے شروع کرنا سنت ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ملکہ بلقیس کو خط لکھا تھا تو اسے بھی بسم اللہ سے شروع فرمایا تھا قرآن کریم آج کل بعض لوگ بجائے بسم اللہ کے ۷۸۶ لکھتے ہیں یعنی بسم اللہ کے عدد یہ ۹۲ محمد کے نام کے عدد کیونکہ خط کی بے ادبی کا خطرہ ہوتا ہے جبکہ بسم اللہ وغیرہ کی بے ادبی ہوتی ہے وہ خطوط مالی ہاتھوں میں جاتے ہیں ان کا یہ احتیاط بھی اچھا ہے حالانکہ جب الہی عبادت ہے جتنا ہو سکے اچھا ہے [4] معلوم ہوا کہ خط میں کاتب اور مکتوب الیہ کا نام شروع میں لکھنا سنت ہے بعد میں مضمون ہو یہ بھی معلوم ہوا کہ مکتوب الیہ کے کچھ خصوصی القاب لکھنا بھی بہتر ہے خود اپنے خصوصی صفات بیان کرنا بھی اچھا ہے حضور انور نے عبداللہ و رسولہ میں اپنی کمال عبودیت اور جلال رسالت دونوں بیان فرمائے ہرقل عیسائی تھا اس فرمان میں اشارۃً انکی غلطی کی طرف بھی متوجہ فرمایا کہ تم نے عیسیٰ علیہ السلام کو بجائے بندے کے خدا مان لیا [5] معلوم ہوا کہ کفار کو السلام علیکم نہ کہا جائے کفار و بدمذہبوں کو یہ سلام کہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون سے یہی سلام فرمایا تھا کیونکہ یہ سلام دعا نہیں بلکہ سلام ہے [6] دعایہ مصدر ہے بمعنی دعوت ربانی جیسے عافیہ اور عاقبت بعض نسخوں میں بدعایۃ الاسلام بھی ہے معنی ایک ہیں جیسے روایت [7] یعنی اگر تم اسلام لے آئے تو دنیا میں بھی تمہاری حکومت محفوظ رہے گی اور قتل سے بچو گے اور آخرت میں عذاب الٰہی سے محفوظ رہو گے اور تمہیں دونوں مسلمانوں سے ثواب بھی دوگنا ملے گا ایک ثواب عیسائی رہنے کا پھر مسلمان ہو جانے کا کیونکہ اسلام کی برکت سے پچھلے گناہ تو معاف ہو جاتے ہیں نیکیاں

تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَقَالَ اِثْمَ الْاَرِيْسِيِّيْنَ وَقَالَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجیں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ہمارے بعض بعض کو اللہ کے مقابل رب نہ بنائیں ۱؎ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں ۲؎ (مسلم، بخاری) اور مسلم کی روایت میں یوں فرمایا کہ یہ فرمان محمد رسول اللہ کی طرف سے ہے اور فرمایا رعایا کا گناہ ۳؎ اور فرمایا اسلام کی دعوت کے روایت ہے ان ہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

پہنچ چکی یا قبول شدہ [illegible] اریسیین جمع ہے اریسی کی بمعنی کاشتکار ماتحت رعایا خدام یعنی اگر تو کافر رہا تو تیری وجہ سے تیری رعایا اور خدام بھی کافر رہیں گے تو ان سب کے کفر کا وبال تجھ پر پڑے گا الناس علی دین ملوکہم بعض نے فرمایا کہ اریسی عیسائیوں کا [illegible] ہے کیونکہ اریس کے [illegible] بنیں اور [illegible] یعنی [illegible] تمام عیسائیوں کے عیسائی رہنے کا گناہ ہوگا۔

۱؎ یہ قرآن کریم کی آیت ہے اس کی تفسیر ہماری تفسیر نعیمی میں ملاحظہ فرماؤ یہاں اتنا سمجھ لو کہ [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو [illegible] مانتے تھے اور [illegible] اس کی تفسیر [illegible] حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتا ہے یا پادریوں جوگیوں کو حرام و حلال کا مالک [illegible] اسلام میں [illegible] یہ آیت کریمہ [illegible] اس کی تفسیر [illegible] ۲؎ یعنی اگر تم ایمان قبول نہ کرو تو [illegible] ہم کو ہمارا مذہب معلوم ہو گیا کل قیامت میں تم کو ہمارے ایمان کا گواہ [illegible] الٰہی میں [illegible] کے [illegible] مومن کے ایمان کے گواہ [illegible] ہوں گے [illegible] ۳؎ [illegible] اس حدیث سے بہت مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ خط کو بسم اللہ سے شروع کرنا سنت ہے دوسرے یہ کہ کفار کو سلام اس طرح کیا جائے السلام علی من اتبع الھدیٰ تیسرے یہ کہ جہاد سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دینا چاہیئے یہ دعوت کبھی واجب ہے کبھی مستحب چوتھے یہ کہ ایک شخص کی خبر معتبر ہے کہ اکیلے حضرت دحیہ کو خط دے کر بھیجا گیا ان کے ساتھ گواہ نہ گئے پانچویں یہ کہ کفار کے ملک میں ایک دو آیتوں والا کاغذ بھیجنا جائز ہے [illegible] قرآن لے جانا ممنوع ہے جب کہ اس کی توہین کا اندیشہ ہو

[illegible]

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِكِتَابِهِ إِلَى كِسْرَى مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَدْفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ الْبَحْرَيْنِ فَدَفَعَهُ عَظِيمُ الْبَحْرَيْنِ إِلَى كِسْرَى فَلَمَّا قَرَأَهُ مَزَّقَهُ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ فَدَعَا عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُمَزَّقُوا كُلَّ مُمَزَّقٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۔ وَعَنْ أَنَسٍ

نے اپنا فرمان نامہ عبداللہ ابن حذافہ سہمی کے ذریعہ کسریٰ[1] کی طرف بھیجا اور انہیں حکم دیا یہ فرمان نامہ بحرین کے گورنر کو دیدیں پھر بحرین[2] کے گورنر نے وہ خط کسریٰ کو دیا جب کسریٰ نے پڑھا تو اسے پھاڑ دیا ابن مسیب کہتے ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بدعا فرمائی کہ وہ پورے پورے پھاڑ دیئے جائیں[3] (بخاری) روایت ہے

ف اس حدیث شریف میں قرآنی آیت لکھ کر عیسائیوں کے ملک میں بھیجی۔ چنانچہ بیک وقت آیتوں کو بے وضو اور کافر چھو سکتے ہیں دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان عالی میں آیت قرآنیہ تحریر فرما کر گورنر بصریٰ کی معرفت ہرقل شاہ روم کو روانہ فرمایا حالانکہ عظیم بصریٰ اور ہرقل دونوں عیسائی تھے۔ دوسرے یہ کہ خط میں بسم اللہ کے بعد سب سے پہلے اپنا اور مکتوب الیہ کا نام لکھے آخر میں نہ لکھے جیسے اپنا نام لکھے پھر مکتوب الیہ کا اگر وہ آدمی کا مستحق ہو تو اس کی تعریف زیادہ نہ کرے معمولی القاب لکھے دیکھو حضور انور نے ہرقل کو صرف عظیم الروم لکھا یعنی جسے رومی لوگ بڑا سمجھتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ تبلیغ میں بے نیازی کا نہ ہونا چاہیے نرم کلامی بھی ہو رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ فرعون سے قول لین یعنی نرم کلام کیا جاوے مگر کلام بلیغ اور مختصر بہتر ہے چوتھے یہ کہ کفار کے سرداروں کو عذاب بہت زیادہ ہوگا ان کی وجہ سے ان کے ماتحت لوگ بھی کافر رہتے ہیں جیسا کہ فرمایا اسلم تسلم اسلام لاؤ تو سلامت رہو گے اگر ایسا نہ کیا تو تم پر ان کا بھی گناہ ہے۔ پانچویں یہ کہ مسلمان ہو جانے کا پہلا درجہ یہ ہے کہ عبدیت رسالت مقدم ہے کہ اسی لیے عبدہ و رسولہ فرمایا گیا کہ عبدیت کا تعلق صرف رب تعالیٰ سے ہے اور رسالت کا تعلق مخلوق سے بھی یہاں مرقات نے فرمایا کہ اس فرمان عالی کے بھیجنے کے وقت یہ آیت کریمہ یا اہل الکتاب تعالوا الخ نازل ہی نہیں ہوئی تھی کیونکہ یہ فرمان عالی ۶ھ میں بھیجا گیا اور آیت کریمہ کا نزول وفد نجران کے موقعہ پر ہوا یعنی ۹ھ میں یہ حضور عالی کا اپنا فرمان تھا جس کے تین سال بعد آیت کریمہ انہی الفاظ میں نازل ہوئی

[1] کسریٰ شاہ فارس کا لقب تھا خسرو کا معرب خسرو کے معنی ہیں بڑے ملک والا اس کسریٰ کا نام پرویز ابن ہرمز ابن نوشیروان تھا یعنی نوشیروان کا پوتا اشعد، عبداللہ ابن حذافہ جو ابو حذیفہ کنیت جو بدر میں شریک ہوئے مصر میں قیام رہا ان کا مصر ہی میں انتقال ہوا [2] بحرین بصرہ کے قریب لب سمندر مشہور شہر ہے، وہاں کا گورنر کسریٰ کی طرف سے مقرر کردہ تھا یہ کسریٰ کے وزیر خارجہ کے فرائض انجام دیتا تھا اس لیے حضور نے اس کی معرفت کسریٰ کو فرمان عالی بھیجا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ملک اور وہاں کے قوانین و احکام سے باخبر تھے [3] خیال رہے کہ ہرقل شاہ روم نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی بہت ادب سے رکھا اور اسلام قبول کر لیا مگر اپنی رعایا کے خوف سے اسلام ظاہر نہ کر سکا۔ مگر یہ پرویز بدنصیب بد بخت نے فرمان عالیہ پھاڑ ڈالا اس پر حضور نے یہ بددعا کی کہ خدا ان کے ٹکڑے کر دے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پرویز کا بیٹا شیرویہ تھا

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى كِسْرَى وَإِلَى قَيْصَرَ وَإِلَى النَّجَاشِيِّ وَإِلَى كُلِّ جَبَّارٍ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللهِ وَلَيْسَ بِالنَّجَاشِيِّ الَّذِي صَلَّى عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَّرَ أَمِيرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْ سَرِيَّةٍ أَوْصَاهُ فِي خَاصَّتِهِ بِتَقْوَى اللهِ وَمَنْ مَعَهُ

حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی کی طرف اور ہر جابر بادشاہ کی طرف فرامین لکھے اور انہیں اللہ کی طرف دعوت دیتے تھے یہ نجاشی وہ نہیں ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی (مسلم) روایت ہے حضرت سلیمان ابن بریدہ سے وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو کسی لشکر یا فوج پر امیر بناتے تو اسے اپنے خاص ذاتی معاملہ میں اللہ سے ڈرنے کی اور اپنے

[illegible] دولت کا بڑا حریص تھا اس نے تخت و تاج پر قبضہ کرنے کیلئے اپنے باپ پرویز کو قتل کر دیا پرویز جو ہوں پر قابض ہو کر انہیں [illegible] کے خزانوں کی بھی [illegible] میں ایک دوا پر لکھا ہوا تھا کہ یہ قوت مردمی کے لیے اکسیر ہے شیرویہ نے وہ دوا کھالی پیشاب میں [illegible] پر مرگیا چھ ماہ بعد اس کی موت واقع ہوئی [illegible] حضرت [illegible] [illegible] کی خلافت میں سارے فارس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اس وقت فارس کا بادشاہ یزدجرد ابن شہریار [illegible] گرفتار کر کے مدینہ منورہ لائی گئیں [illegible] حضرت حسین سے [illegible] نکاح کیا [illegible] شہر بانو کی قبر تہران [illegible] شاہ روم نے حضور انور کا خط شریف پڑھ کر ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر سونے کے صندوق میں رکھ لیا تب حضور نے [illegible] ملک باقی رہے [illegible] شرح میں سیف الدین منصور [illegible] روایت کی کہ وہ رومی بادشاہ کے پاس کچھ ہدیہ لے کر گئے تو اس نے ایک سونے کا صندوق سے ایک لوہے کا نکالا جس کے [illegible] جگہ جگہ سے مٹ چکے تھے [illegible] علاف میں لگا ہوا تھا اور بولا کہ یہ تمہارے نبی کا خط ہے جو ہمارے دادا قیصر [illegible] ہم [illegible] حال [illegible] ہمیں بتایا ہے کہ جب تک یہ خط ہمارے پاس ہے ہماری سلطنت قائم رہے گی ہم اسے [illegible] سلطان [illegible] بیان [illegible] چکا تھا [illegible] ۱ چنانچہ حضور نے شاہ اسکندریہ مقوقس [illegible] شاہ عمان [illegible] بادشاہ [illegible] کو فرامین لکھے [illegible] ۲ جس نجاشی پر حضور انور نے نماز جنازہ پڑھی [illegible] یہ نجاشی حضور انور نے عمرو ابن امیہ ضمری کے ہاتھ اس کو فرمان عالی لکھا جب اس کے پاس پہنچے تو وہ تخت سے اتر کر رو[illegible] یہ خط شریف [illegible] فرمان عالی پڑھ کر فوراً مسلمان ہو گیا اور اپنے بیٹے کو بہت تحفے دے کر حضور کے پاس بھیجا۔ اس کا وہ لڑکا راستہ میں فوت [illegible]

مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ اُغْزُوْا بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ اُغْزُوْا فَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا وَاِذَا لَقِيْتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَادْعُهُمْ اِلٰى ثَلٰثِ خِصَالٍ اَوْ خِلَالٍ فَاَيَّتُهُنَّ مَا اَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ

مسلمان ساتھیوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت فرماتے تھے ۱؎ پھر فرماتے کہ اللہ کے نام سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ اُن سے جنگ کرو جو اللہ کے منکر ہیں ۲؎ جہاد کرو تو نہ خیانت کرو، نہ بدعہدی اور نہ مثلہ کرو نہ کسی بچہ کو قتل کرو ۳؎ اور جب اپنے دشمن مشرکوں سے ملو تو انہیں تین خصلتوں یا تین باتوں کی طرف بلاؤ ۴؎ تو وہ ان میں سے جو بات مان جائیں تم اُن سے قبول کرو اور اُن سے ہاتھ روک لو ۵؎

تب حضور انور نے نجاشی کو دوسرا خط شریف بھیجا۔ نجاشی کی اولاد میں اب تک یہ دونوں خطوط محفوظ ہیں جنہیں وہ تبرکًا رکھتے ہیں۔ اُن کی زیارت کرتے ہیں (اشعۃ اللمعات) رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ۳؎ سلیمان تابعی ہیں۔ عہد فاروقی میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد بریدہ ابن حصیب صحابی ہیں۔ حضرت علی کے خاص لوگوں سے ہیں، مشہور صحابی ہیں۔ ۱؎ یعنی لشکر کے سپہ سالار سے فرماتے کہ اپنے ذاتی معاملہ میں اللہ سے ڈرنا، ترک نماز، خیانت، دیگر خلاف شرع باتوں سے پرہیز کرنا اور اپنے ماتحت سپاہیوں وغیرہم کے ساتھ بھلائی کرنا، نرم برتاؤ کرنا گویا اپنے آپ مشقت جھیلنا، ماتحتوں پر نرمی کرنا۔ اس لیئے پہلے تقوی اللہ فرمایا اور بعد میں خیرًا۔ ۲؎ یعنی جہاد میں صرف رضا الٰہی کی نیت ہو۔ ملک گیری، غنیمت، عزت حاصل کرنے کی نیت نہ ہو۔ رب تعالٰی راضی ہو جائے تو تمہیں سب کچھ مل جائے گا۔ اللہ کے انکار سے مراد اللہ کے دین کا انکار ہے لہذا اس میں نبوت یا کتاب اللہ کا انکار بھی داخل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد صرف کفار پر ہوگا خواہ اصلی کافر ہوں خواہ مرتد ہی کہ مسلمان اسلام چھوڑ کر بے دین ہو جائیں اور اُن سے جنگ کرنی پڑے وہ بھی جہاد ہے۔ جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوۃ اور مسیلمہ کذاب کو نبی ماننے پر جہاد کیئے۔ خلافت حیدری کے زمانہ میں جو حضرت عائشہ صدیقہ یا امیر معاویہ سے جنگیں ہوئیں وہ جہاد نہیں صرف قتال ہیں۔ رب فرماتا ہے فقاتلوا التی تبغی ۳؎ اس مختصر فرمان عالی میں چار چیزوں سے منع فرمادیا گیا، غنیمت میں خیانت، بحالت جنگ جو مقابل کفار سے وعدہ کرلیا جائے اس کے خلاف کرنا، مقتول کافر کے ناک، کان، ہاتھ پاؤں کاٹنا یا اس کا مثلہ کرنا، کفار کے ناسمجھ بچوں کو قتل کرنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں مثلہ کرنا (مقتول کی شکل بگاڑنا) منسوخ ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قبیلہ عرینہ کے مرتدوں کی آنکھیں پھوڑیں تو وہ اس حکم سے منسوخ ہے بعض علماء نے فرمایا کہ اگر کفار ہمارے مقتول شہداء کا مثلہ کریں تو ہم بھی اس کے جواب میں ان کا مثلہ کرسکتے ہیں مگر پہلی بات صحیح ہے اگر بحالت جنگ اتفاقًا کفار کے بچے مر جائیں تو مجاہدین گنہگار نہیں کہ ان کا ارادہ نہ تھا۔ اور اگر بچہ کفار کا بادشاہ یا سپہ سالار ہو تو اُسے قتل کردیا جائے کہ اس سے کفر کی شوکت ٹوٹتی ہے۔ اس کی پوری بحث فتح القدیر اور مرقات میں دیکھو۔ کفار کی عورتیں، بوڑھے لوگ اگر جنگ سے علیحدہ ہوں تو انہیں قتل نہ کیا جائے۔ اگر بادشاہ یا سپہ سالار ہو یا کفار کے مشیر کہ انہیں طریق جنگ سکھاتے ہوں تو ضرور قتل کردیئے جائیں۔ ۴؎ اس میں خطاب

ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْهَا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللَّهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْغَنِيمَةِ

انہیں اسلام کی طرف بلاؤ ۳ تو اگر وہ یہ مان لیں تم ان سے قبول کرلو اور ان سے ہاتھ روک لو ۴ پھر انہیں اپنے وطن سے مہاجرین کی جگہ کی طرف منتقل ہوجانے کی دعوت دو ۵ اور انہیں خبر دو کہ وہ یہ کرلیں گے تو ان کے لئے وہ ہی حقوق ہوں گے جو مہاجرین کے ہیں اور ان پر وہ ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں اگر وہ وہاں سے منتقل ہونے سے انکار کریں تو انہیں آگاہ کردو کہ وہ دیہاتی مسلمانوں کی طرح ہوں گے کہ ان پر وہ احکام الٰہی جاری کئے جائیں گے ۸ جو مسلمانوں پر جاری کئے جاتے ہیں اور ان کے لئے غنیمت وفئ سے کچھ نہ ہوگا ۔ ۹ —

امیر لشکر سے ہے کہ یہ کام امیر کا ہے عام غازیوں کا نہیں ۔ خصال جمع خصلۃ کی ۔ خلال جمع ہے خلۃ کی ۔ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں ۔ یعنی عادت ۔ ۳ سبحان اللہ یہ ہے اسلامی جہاد کہ ایک دم کفار پر ٹوٹ پڑنے کی اجازت نہیں ۔ جہاد میں اصل مقصود اسلام پھیلانا ہے ۔ نہ کہ صرف کفار کو قتل کرنا ۔ جنگ تو دعوت بعد کی چیز ہے ۔ ۴ یعنی بطور مشورہ ان کو دعوت اسلام دو ۔ کہو کہ مسلمان ہوکر ہمارے بھائی بن جاؤ ۔ اگر ان کفار تک دعوت اسلام نہ پہنچی ہو وہ اسلام کو جانتے ہی نہ ہوں تو یہ حکم وجوبی ہے کہ بغیر دعوت دیئے جنگ کرنا ممنوع ہے ۔ اور اگر پہنچ چکی ہے تو یہ امر استحبابی ہے کہ اگر بغیر دعوت دیئے بھی جنگ کی گئی تو جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ پہلے دعوت بعد میں جنگ ۔ اور یہ حکم اس وقت ہے جب یہ چیزیں ممکن ہوں ۔ اگر حالات نازک ہیں ۔ دعوت کا موقعہ نہیں ۔ جلد حملہ نہ کرنے میں خطرہ ہے تو یہ حکم نہیں ۔ ۵ یعنی بلا وجہ بدگمانی نہ کرو کہ انہوں نے دھوکہ کے لئے اسلام قبول کیا ہے دل سے قبول نہیں کیا بلکہ ان کا اسلام لانا مان لو ۔ اگرچہ دھوکہ دہی کی علامات موجود ہوں تو ان کا حکم دوسرا ہے ۔ ۳ مرقات نے فرمایا کہ ہجرت کا یہ حکم فتح مکہ سے پہلے تھا ۔ فتح مکہ ہوچکنے کے بعد اب ان کفار سے ہجرت کے لئے نہ کہا جائے گا ۔ چنانچہ عہد فاروقی وغیرہ میں بڑے معرکے کے جہاد ہوئے ۔ لوگ مسلمان ہوئے مگر کسی کو مدینہ منورہ کی طرف منتقل ہوجانے کا حکم نہ دیا گیا ۔ نہ مدینہ منورہ میں اتنی جگہ ہے کہ تمام نو مسلم مہاجروں کو جگہ وہاں مل سکتی ہے ۔ لہٰذا یہ فرمان اسی زمانہ کے لحاظ سے ہے ۔

زمانہ نبوی میں مہاجرین مدینہ کو فئی میں سے حصہ ملا کرتا تھا ۔ خصوصًا جب وہ جہاد میں جاتے تو ان کی وجہ سے تمام ان کے بال بچوں کو اسی فئی سے خرچہ ملا کرتا تھا ۔ نیز مہاجرین کو جہاد کے لئے ہر وقت تیار رہنا پڑتا تھا ۔ یہاں یہی دو خبریں مراد ہیں ۔ یعنی اگر تم مہاجرین بن کر مدینہ منورہ آگئے تو تم کو فئی کا وہ ہی حصہ ملا کرے گا جو مہاجرین کو ملتا ہے اور تم پر اسی طرح جہاد میں جانا لازم ہوا کرے گا جو دیگر مہاجرین پر لازم ہے ۔ غیر مہاجر مسلمان جو کفار کے ملک میں رہتے ہیں ان پر اس طرح جہاد واجب نہیں ۔ ۸ یعنی جیسے دوسرے غیر مہاجر مسلمانوں پر جہاد نہیں صرف نماز روزہ وغیرہ ہے ایسے ہی ان پر ہوگا ۔ نیز مہاجرین کی رعایات نہ ملیں گی ۔ ۹ یا تو غنیمت

وَالْفَيْءِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ
فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ
بِاللّٰهِ وَقَاتِلْهُمْ وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ
ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَلَا ذِمَّةَ نَبِيِّهِ
وَلٰكِنْ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكَ فَإِنَّكُمْ إِنْ
تُخْفِرُوا ذِمَمَكُمْ وَذِمَمَ أَصْحَابِكُمْ أَهْوَنُ مِنْ أَنْ تُخْفِرُوا ذِمَّةَ

مگر یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد کریں ۱؎ پھر اگر وہ انکار کریں تو تم اُن سے جزیہ مانگو ۲؎ پھر اگر وہ لوگ تمہاری مان لیں تو تم ان سے قبول کرو اور ان سے ہاتھ روک لو ۳؎ لیکن اگر وہ انکاری ہوں تو اللہ سے مدد مانگو اور ان سے جنگ کرو ۴؎ اور جب تم کسی قلعہ والوں کا محاصرہ کرو پھر وہ تم سے خواہش کریں کہ تم اُن کے لئے اللہ رسول کا ذمہ کرو تو تم ان کے لئے نہ اللہ کا ذمہ اور نہ اس کے نبی کا ذمہ ۵؎ بلکہ ان کے لئے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا ذمہ دو کیونکہ اگر تم اپنا اور اپنے ساتھیوں کا ذمہ توڑ دے جاؤ تو یہ اس سے آسان ہے کہ تم اللہ کا ذمہ اور اس کے رسول کا ذمہ توڑ دے جاؤ ۶؎

[illegible] بمعنی یا او ریہ عطف تفسیری ہے یا غنیمت وہ مال ہے جو کفار سے جنگ میں لڑ کر حاصل کیا جائے اور فئی وہ مال ہے جو بغیر جنگ ہاتھ آ جائے۔ ۱؎ اس سے معلوم ہوا ہے کہ زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مہاجرین کو غنیمت و فئی میں سے کچھ دیا جاتا تھا جو غیر مہاجر کو نہ ملتا تھا۔ ۲؎ یعنی اگر کفار اسلام قبول نہ کریں تو تم انہیں مسلمان ہونے پر مجبور نہ کرو بلکہ انہیں کہو کہ ہماری رعایا بن جائیں اور ہم کو جزیہ ٹیکس دیا کریں ہم ان کی حفاظت کریں گے وہ ہم کو ٹیکس دیں یہ خیال رہے کہ امام اعظم کے ہاں مشرکین عرب اور مجوسیوں سے ٹیکس (جزیہ) نہ لیا جائے گا ان کیلئے صرف اسلام ہے یا قتل۔ مرتدین سے جزیہ کسی مذہب میں نہیں انہیں تو مسلمان ہی ہونا پڑے گا ورنہ قتل کیا جائے گا۔ یہ حدیث امام مالک و اوزاعی کی دلیل ہے ان کے ہاں ہر کافر سے جزیہ قبول کیا جائے گا۔ اہل کتاب ہو یا مشرک یا مجوسی اور عربی ہو یا عجمی۔ امام شافعی کے ہاں اہل کتاب اور مجوسیوں سے جزیہ قبول ہوگا خواہ عربی ہوں یا عجمی ہمارے اور امام شافعی کے ہاں یہ حدیث اہل کتاب کے متعلق ہے انہیں مشرکین فرمایا گیا ہے لغت کے لحاظ سے کہ وہ مشرک ہیں۔ یہ تو حدیث ہمارے اور شوافع کے خلاف نہیں۔ ۳؎ یعنی جزیہ قبول کرکے انہیں اپنی رعایا بنا لو انہیں قتل نہ کرو کیونکہ جزیہ کے بعد ان کفار کے مال اور جان مسلمانوں کی طرح محفوظ ہو جاتے ہیں جیسا کہ حضرت علی کی روایت میں ہے [illegible] ۴؎ یہ ہے وہ تیسری بات جس کا ذکر پہلے ہوا تھا یعنی اگر کفار [illegible] مسلمان نہیں نہ تمہاری اطاعت کریں تب ان پر جہاد کرو ۵؎ یعنی اگر قلعہ میں گھرے ہوئے کفار خواہش کریں کہ [illegible] اللہ رسول کی ذمہ داری [illegible] قلعہ سے باہر نکال کر ہماری جان [illegible] اللہ رسول ضامن و ذمہ دار ہیں۔ اگر [illegible] نہ [illegible] توڑا یا ان [illegible] تو تم ان دونوں ذاتوں کے مجرم ہو گے۔ یہاں ذمہ کے معنی عہد، امان [illegible]

اللّٰہِ وَذِمَّةَ رَسُوْلِهٖ وَاِنْ حَاصَرْتَ اَهْلَ حِصْنٍ فَاَرَادُوْكَ اَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلٰى حُكْمِ اللّٰهِ فَلَا تُنْزِلْهُمْ عَلٰى حُكْمِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَنْزِلْهُمْ عَلٰى حُكْمِكَ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِيْ اَتُصِيْبُ حُكْمَ اللّٰهِ فِيْهِمْ اَمْ لَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَيَّامِهِ لَقِيَ فِيْهَا الْعَدُوَّ اِنْتَظَرَ حَتّٰى مَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ قَامَ فِي النَّاسِ فَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَاسْاَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَاِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا

اور اگر تم کسی قلعہ والوں کا محاصرہ کرو پھر وہ چاہیں کہ تم انہیں اللہ کے حکم پر اتارو تو تم ان کو اللہ کے حکم پر نہ اتارو لیکن انہیں اپنے حکم پر اتارو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ان کے متعلق اللہ کا حکم پاؤ گے یا نہیں (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ان دنوں میں جن میں دشمن سے جنگ فرمائی تو یہاں تک انتظار فرمایا کہ سورج ڈھل گیا تو حضور لوگوں میں کھڑے ہوئے پھر فرمایا کہ اے لوگو! دشمن سے ملنے کی آرزو نہ کرو اور اللہ سے امن کی دعا مانگو پھر جب بھڑ جاؤ تو صبر کرو اور جان لو

رسول کی ضمان نہ دو رسول کی امان لینا جائز ہے۔ بعض لوگ اپنے مسافر سے کہتے ہیں اللہ رسول کی ضمان یا پنج پیروں کی امان میں جاؤ۔ بعض لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کا امام ضامن مسافر کے بازو پر باندھتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ فرمان عالی ہو سکتا ہے۔ یعنی کفار کو اللہ رسول کی ضمان پر نہ اتارو بلکہ اپنی ضمان و امان پر اتارو۔ یہاں دو روایتیں ہیں ان الف کے فتح سے اور ان الف کے کسرہ سے۔ اور تخفروا بنا ہے اخفار سے بمعنی توڑنا یا معروف ہے یا مجہول، ہم نے مجہول کی روایت لی ہے یعنی اگر تم کفار کو اللہ رسول کے ذمہ پر اتارو اور وہ آخر کار ان کو توڑ دیں تو یہ بہت برا ہے۔ اگر تمہارے ذمہ کو توڑیں تو یہ نرم ہے اور اگر تخفروا معروف ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ اگر وہ لوگ بد عہدی کریں اور تم ان کی بد عہدی کی وجہ سے ان کی امان توڑ دو تو اللہ رسول کی امان توڑنا سخت ہے اپنی امان توڑنا سہل لہذا احتیاط اسی میں ہے۔ بلا بد عہدی یا وعدہ خلافی امان توڑنے ضمان کے خلاف کرنے کی اجازت نہیں، یہ خوب خیال میں رکھنا چاہیے۔ یعنی اگر محصور کفار تم سے کہیں کہ ہم قلعہ سے اترتے ہیں تم ہم پر اللہ تعالٰی کا حکم جاری کرنا تو تم یہ قبول نہ کرو کیونکہ تم جو حکم جاری کرو گے وہ وحی سے تو ہو گا نہیں، تمہارے اپنے اجتہاد سے ہو گا۔ نہ معلوم کہ اجتہاد درست ہو یا نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد اپنے اجتہادی حکم کو یقینی طور پر اللہ رسول کا حکم نہیں کہہ سکتا۔ کیا خبر ہے کہ یہ اجتہاد درست ہے یا نہیں۔ اسی لیے علامہ شامی نے فرمایا کہ اگر ہم سے سوال کیا جائے کہ تم حق پر ہو یا امام شافعی تو ہم کہیں گے کہ غالباً حق پر ہم ہی ہیں مگر شاید وہ ہوں۔ اور اگر پوچھا جائے کہ تم حق پر ہو یا معتزلہ و خوارج۔ تو ہم کہیں گے کہ یقیناً ہم ہی حق پر ہیں۔ وہ لوگ یقیناً باطل پر ہیں۔ کیونکہ امام شافعی سے اجتہادی اختلاف ہے۔ اور ان معتزلہ و خوارج سے عقیدہ کا اختلاف ہے۔ آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کے حالات بارہا بیان ہو چکے ہیں ۸۷ھ ہجری میں کوفہ میں وفات پائی۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ جنگ کونسی تھی مگر یہ معلوم ہوا کہ اس جنگ میں مسلمان حملہ آور تھے کفار نے

اَنَّ الْجَنَّۃَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰہُمَّ مُنْزِلَ الْکِتَابِ وَمُجْرِیَ السَّحَابِ وَھَازِمَ الْاَحْزَابِ اھْزِمْہُمْ وَانْصُرْنَا عَلَیْہِمْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا لَمْ یَکُنْ یَغْزُوْا بِنَا حَتّٰی یُصْبِحَ وَیَنْظُرَ اِلَیْہِمْ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا کَفَّ عَنْہُمْ وَاِنْ لَمْ یَسْمَعْ اَذَانًا اَغَارَ عَلَیْہِمْ قَالَ فَخَرَجْنَا اِلٰی خَیْبَرَ فَانْتَہَیْنَا اِلَیْہِمْ لَیْلًا فَلَمَّا اَصْبَحَ وَلَمْ یَسْمَعْ اَذَانًا رَکِبَ وَرَکِبْتُ خَلْفَ اَبِیْ طَلْحَۃَ وَاِنَّ قَدَمِیْ

کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے[1] پھر کہا اے اللہ اے کتاب کے اتارنے والے اور بادلوں کو چلانے والے اور لشکروں کو بھگانے والے انہیں بھگا دے اور ان کے مقابل میں ہماری مدد فرما[2] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے ساتھ کسی قوم پر جہاد کرتے تو جہاد نہ فرماتے حتی کہ صبح پالیتے اور ان کی طرف غور کرتے تھے[3] اگر اذان سنتے تو رک جاتے اور اگر اذان نہ سنتے تو ان پر حملہ کر دیتے[4] فرماتے ہیں کہ ہم خیبر کی طرف گئے تو ہم ان تک رات میں پہنچے[5] جب سویرا ہوا اور اذان نہ سنی تو آپ سوار ہوئے اور میں ابو طلحہ کے پیچھے سوار ہوا کہ میرے قدم

مدینہ منورہ پر حملہ کیا تھا۔ خیال رہے کہ جہاد ہر طرح جائز ہے مدافعانہ بھی اور جارحانہ طور پر بھی جن بے وقوفوں نے سمجھا کہ مسلمان صرف دفاع کر سکتے ہیں انہوں نے غلط کہا۔ سوا احد و احزاب کے حضور نے تمام جہاد جارحانہ ہی کیے ہیں۔

[2] جب کہ دوپہر کی تیزی ڈھل جاتی اور نماز ظہر کا وقت آتا فتح و نصرت کی ہوائیں چلنے لگیں مجاہدین ٹھنڈک کی وجہ سے تازہ دم ہو گئے۔ دعا کی قبولیت کا وقت آگیا کیونکہ نماز کے وقتوں میں دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں معلوم ہوا کہ یا تو صبح کے وقت جہاد کیا جائے یا دن ڈھلے۔ بیچ دوپہر میں جہاد نہ کرے۔ مرقات وغیرہ۔ حدیث شریف میں ہے کہ دن ڈھلے آسمان کے دروازہ رحمت کھل جاتے ہیں۔ اشعہ۔ [3] یعنی جنگ کی تمنا کرو نہ دعا مانگو کیونکہ جنگ ایک بلا ہے بلا کی آرزو بھی درست نہیں اس میں فخر و تکبر نکلتا ہے۔ اس لیے اس تمنا سے بچو اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ نہ کرو ہمیشہ اللہ سے فضل و رحمت مانگو۔ بیماری اگرچہ اللہ کی رحمت کا باعث ہے، سانپ کاٹے کی موت شہادت کی موت ہے مگر نہ تو ان کی دعا کرو نہ کوشش اور جب رب کی طرف سے آجائے تو صبر کرو۔ [4] یعنی دعا کرو امن و عافیت کی نہ کہ جنگ کی اور اگر کفار سے جنگ کرنی پڑے تو پھر ہمت و استقلال سے کام لو۔ سبحان اللہ کیسی نفیس تعلیم ہے۔

[1] تلوار سے مراد ہتھیار جنگ ہیں جن میں تیر، بندوق، توپ اور ہوائی جہاز، راکٹ وغیرہ سب شامل ہیں چونکہ اس زمانہ میں جہاد کا عام استعمال ہتھیار تلوار تھی اسی لیے اس ہی کا ذکر فرمایا۔ سایہ کہنے سے مراد ہے قریب ہونا یعنی تلوار خواہ ہماری ہو یا کافروں کی سر پر چمکتی ہو یا کافر کی تلوار ہو وہ ہم پر اٹھ رہی ہو یعنی جنت جہاد سے بہت ہی قریب ہے۔ گویا تلواروں کے سایہ میں ہے کہ غازی شہید ہوا اور جنت میں گیا۔ خیال رہے کہ تمام جنتی مسلمان بعد قیامت جنت میں جائیں گے مگر شہید کی روح جسم سے نکلتے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہے۔ [2] معلوم ہوا کہ جہاد سے پہلے دعائے نصرت کرنا سنت ہے اور بہتر ہے کہ دعا ماثورہ مانگے یہ دعا ہو یا کوئی اور دعا جو حضور

لَتَمَسُّ قَدَمَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَخَرَجُوا إِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ وَمَسَاحِيهِمْ فَلَمَّا رَأَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا مُحَمَّدٌ وَاللّٰهِ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ فَلَجَأُوا إِلَى الْحِصْنِ فَلَمَّا رَآهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ

حضور کے قدم سے چھوتے تھے فرماتے ہیں کہ وہ لوگ اپنی زنبیلیں اور پھاوڑے لے کر نکلے پھر جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہنے لگے محمد اللہ کی قسم محمد اور لشکر پھر وہ قلعہ میں پناہ لینے لگے تو جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر خیبر برباد ہوگیا ہم جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں

صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو یا حضرات اولیاء سے۔ ۲؎ یعنی کسی قوم پر رات میں حملہ نہ کرتے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں بھی عرب میں اسلام پھیل چکا تھا۔ ممکن تھا کہ جہاں حملہ کرنا ہے وہاں مسلمانوں کی آبادی ہو اس لیے توقف فرماتے یہ عمل شریف امت کی تعلیم کے لیے تھا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت سے خبردار ہیں کہ کون کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ جیسا کہ بارہا عرض کیا جا چکا ہے ۳؎ معلوم ہوا کہ اذان دین کا شعار ہے۔ اس کی برکت سے بلائیں ٹل جاتی ہیں اگر کسی جگہ کے مسلمان اذان چھوڑ دیں تو سلطان اسلام ان پر جہاد کرے اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث بھی ہو سکتی ہے مسلمان اذان قائم کریں ۴؎ اور بچے اس حالت میں کہ خیبر والے ہماری اس آمد سے بالکل ہی بے خبر تھے۔ اس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان غازیوں کو بلند آواز سے تکبیر کہنے تک سے روک دیا تھا تاکہ کسی طرح خیبر والوں کو ان کی آمد کا پتہ نہ چل جائے۔ مقصد یہ تھا کہ خونریزی کے بغیر فتح ہو جائے۔

۵؎ اس طرح کہ میں اپنے سوتیلے والد ابو طلحہ ایک گھوڑے پر سوار تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھوڑے پر سوار تھے مگر یہ دونوں اس قدر ملے چل رہے تھے کہ میرا پاؤں حضور کی قدم بوسی نصیب ہو جاتی تھی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک گھوڑے پر یہ تین حضرات سوار تھے حضرت انس اور ابو طلحہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا ہے۔ ۶؎ مکاتل جمع ہے مکتل کی بمعنی زنبیل ٹوکری، اتنی بڑی کہ جس میں پندرہ صاع چیز آ جائے۔ ایک صاع ساڑھے چار سیر کا۔ مساحی جمع ہے مسحاۃ کی بمعنی پھاوڑا یہ بنا ہے سحو سے بمعنی کھولنا چونکہ پھاوڑے کے ذریعہ زمین مٹی ہٹا کر زمین کھولی جاتی ہے اس لیے اسے مسحاۃ کہتے ہیں یعنی زمین کھولنے کا آلہ۔ مقصد یہ ہے کہ اہل خیبر ہمارے آنے سے ایسے بے خبر تھے کہ صبح کو کھیتی باڑی اور باغبانی کے اوزار لے کر اپنے کھیتوں اور باغوں کی طرف نکلے۔ راہ میں انہوں نے ہم کو دیکھا تو دنگ رہ گئے۔ ۷؎ یعنی محمد رسول اللہ اور لشکر اسلام پہنچ گئے حیرت سے انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ خیال رہے کہ لشکر کو خمیس یا تو اس لیے کہتے ہیں کہ لشکر کے پانچ حصے ہوتے ہیں۔ مقدمہ، ساقہ، میمنہ، میسرہ، قلب۔ یا اس لیے کہ غنیمت کے پانچ حصے ہو کر خمس یعنی پانچواں حصہ اللہ رسول کا ہوتا تھا اور چار حصے غازیوں کے۔ تخمیس کے معنی ہیں خمس لینی پانچ والی۔ ۸؎ خیبر میں اب تک پانچ بلکہ سات قلعے ہیں ایک قلعہ بہت بڑا ہے یہاں یا تو جنسی قلعہ مراد ہے یا بڑا قلعہ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔ فقیر نے وہ قلعہ دیکھا ہے۔ بہت اونچا اور بہت ہی مضبوط ہے۔ پہاڑی سا معلوم ہوتا ہے۔ بہت چوڑی دیواریں ہیں اور گرد خندق ہے جو اب تک دیکھنے میں آتی ہے۔ ۹؎ یہ جملہ خبر ہے یا دعا یعنی کفار سے خالی ہوگیا یا خالی ہو جاوے۔ رب تعالیٰ نے یہ فرمان سچا کر دکھایا۔

صِبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ شَهِدْتُ الْقِتَالَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اِذَا لَمْ يُقَاتِلْ اَوَّلَ النَّهَارِ اِنْتَظَرَ حَتّٰى تَهُبَّ الْاَرْوَاحُ وَتَحْضُرَ الصَّلٰوةُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اِذَا لَمْ يُقَاتِلْ اَوَّلَ النَّهَارِ اِنْتَظَرَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ وَتَهُبَّ الرِّيَاحُ وَيَنْزِلَ النَّصْرُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ

ڈرائے ہوؤں کا سویرا برا ہو گیا (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت نعمان ابن مقرن سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں حاضر ہوا تو جب حضور اول دن میں جنگ نہ کرتے تو انتظار فرماتے حتی کہ ہوائیں چلتیں اور وقت نماز آجاتا (بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت نعمان ابن مقرن سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اگر شروع دن میں جنگ نہ کرتے تو انتظار فرماتے حتی کہ سورج ڈھل جاتا اور ہوائیں چل پڑتیں اور نصرت و فتح اتر آتی (ابوداؤد) روایت ہے

اب تک وہاں کفار نہ پہنچ سکے ہیں۔

۱؎ یہ فرمان عالی اس آیت کریمہ سے اقتباس ہے فاذا نزل بساحتھم فساء صباح المنذرین یعنی جب ان پر ٹوٹ پڑنا ان پر عذاب الٰہی بن کر جا رہے آئے ہیں ان کا سویرا بگڑ گیا یعنی ان کا حال خراب ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا دشمن پر حملہ کے وقت نعرۂ تکبیر سنت ہے اور قرآن کریم سے اقتباس صحیح طور پر جائز ہے بلکہ سنت سے ثابت ہے ۲؎ یہ حدیث ترمذی نسائی۔ ابن ماجہ نے بھی روایت کی ۳؎ آپ نعمان ابن عمرو ابن مقرن مزنی ہیں سوید ابن مقرن کے بھائی حضرت سوید نے فتح مکہ کے دن قبیلہ مزینہ کے علمبردار تھے۔ آپ نے اپنے سات بھائیوں اور چار سو ساتھیوں کے ساتھ ہجرت کی تھی پھر بصرہ میں قیام پذیر رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے نہاوند کے گورنر تھے۔ وہاں ہی اکیس ۲۱ھ میں وفات ہوئے۔ رضی اللہ عنہ ۴؎ جہاد سے مراد جنس جہاد ہے یعنی بہت سے جہادوں میں شریک ہوا ہوں ۵؎ ارواح جمع ہے ریح کی چونکہ ریح اصل میں روح تھا واؤ ی سے بدل گیا تھا۔ اس لیے جمع ارواح آئی اور ریاح بھی آتی ہے۔ مگر بہت کم ریاح اور ارواح بہت زیادہ جمع کی جمع اراویح یا اراییح ہے۔ چونکہ ٹھیک دوپہری میں کفار سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ اس لیے اس وقت نماز نہیں ہے اور حضور اس وقت جہاد بھی نہ کرتے تھے۔ سورج ڈھلے سورج کی پوجا ختم ہو جاتی ہے۔ نمازظہر پڑھے جاتے ہیں۔ نمازیوں کے لیے دعائیں شروع ہو جاتی ہیں۔ دوپہری کی شدت جاتی رہتی ہے۔ قدرے ٹھنڈی ہوا بھی چلنے لگتی ہے اس لیے حضور اس وقت جہاد فرماتے تھے (مرقات) ۶؎ بہت سے سخوں میں ہیں اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ ۷؎ اس طرح کہ مسلمان نماز ظہر نمازیوں کے لیے دعائیں مسجدوں میں کرتے ہوتے اور ادھر غازی لوگ حملہ شروع کرتے گویا جہاد مسلمانوں کی دعاؤں کے سایہ میں ہوتے تھے۔

قَتَادَةَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ اَمْسَكَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتْ قَاتَلَ فَاِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ اَمْسَكَ حَتّٰى تَزُوْلَ الشَّمْسُ فَاِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ قَاتَلَ حَتَّى الْعَصْرِ ثُمَّ اَمْسَكَ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ يُقَاتِلُ قَالَ قَتَادَةُ كَانَ يُقَالُ عِنْدَ ذٰلِكَ تَهِيْجُ رِيَاحُ النَّصْرِ وَيَدْعُو الْمُؤْمِنُوْنَ لِجُيُوْشِهِمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ عِصَامِ الْمُزَنِيِّ قَالَ

حضرت قتادہ سے وہ نعمان ابن مقرن سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا تو جب فجر طلوع ہوتی تو آپ رک جاتے حتی کہ سورج طلوع ہو جاتا[1] پھر جب سورج طلوع ہوتا تو جنگ کرتے پھر جب نصف دن ہو جاتا تو رک جاتے[2] حتی کہ سورج ڈھل جاتا پھر جب ڈھل جاتا تو جہاد کرتے عصر تک پھر ٹھہر جاتے حتی کہ عصر پڑھ لیتے پھر جہاد کرتے قتادہ کہتے ہیں کہ کہا جاتا تھا[3] کہ اس وقت فتح و نصرت کی ہوائیں چلتی ہیں اور مسلمان اپنی نمازوں میں اپنے لشکروں کے لیے دعائیں کرتے[4]

(ترمذی) روایت ہے حضرت عصام مزنی سے فرماتے ہیں کہ

[1] آفتاب نکلنے تک کا انتظار اس لیے ہوتا تھا کہ نماز فجر اطمینان کے ساتھ ادا ہو جائے اور بعد نماز ورد و وظیفہ اور پھر نماز چاشت سے فارغ ہو جاتے تھے۔ ہمیشہ ہی نماز اور ذکر اللہ کی پابندی چاہیے مگر جہاد میں بہت زیادہ چاہیے، ثابت قدمی اور ذکر اللہ یہ دو ایسے ہتھیار ہیں جو کفار کے پاس نہیں۔ رب فرماتا ہے اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰہَ كَثِيْرًا۔

[2] یہاں نصف دن سے مراد شرعی دن کا آدھا ہے جسے ضحوہ کبریٰ کہتے ہیں۔ اس وقت سے سورج ڈھلنے تک کافی وقفہ مل جاتا ہے جس میں غازی آرام کر کے تازہ دم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ نجومی کہتے ہیں کہ دن کے آدھے اور سورج ڈھلنے میں وقفہ بہت کم ہوتا ہے۔

[3] یعنی عام صحابہ اور عام مسلمانوں میں یہ بات مشہور ہے کہ اس وقت جنگ کرنے میں یہ حکمتیں ہیں اور یہ شہرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی کی بنا پر ہے۔ آزمائش ہے کہ جو بات مشہور ہو اس کی اصل ضرور ہوتی ہے۔

[4] بعد فجر بعد ظہر تو عموماً دعائیں ہوتی ہیں مگر بعد عصر میں یہ خصوصیت ہے کہ بہت سے انبیاء کرام نے اس وقت جہاد میں فتح پائی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ ایک نبی جہاد فرما رہے تھے۔ شہر قریب فتح تھا کہ سورج ڈوبنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اے سورج تو بھی مامور ہے اور میں بھی مامور ہوں۔ خدایا اسے روک دے۔ چنانچہ سورج روک دیا گیا۔ جب انہوں نے شہر فتح فرمایا تب سورج ڈوبا (مرقات)۔

بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَقَالَ اِذَا رَاَيْتُمْ مَسْجِدًا اَوْ سَمِعْتُمْ مُؤَذِّنًا فَلَا تَقْتُلُوْا اَحَدًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ كَتَبَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ اِلٰى اَهْلِ فَارِسَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ اِلٰى رُسْتُمَ وَمِهْرَانَ فِيْ مَلَاِ فَارِسَ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّا نَدْعُوْكُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَاِنْ اَبَيْتُمْ فَاَعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَّاَنْتُمْ صَاغِرُوْنَ فَاِنْ

ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا تو فرمایا جب تم مسجد دیکھو یا موذن کو سنو تو کسی کو قتل نہ کرو۱ (ترمذی، ابوداؤد)

فصل تیسری روایت ہے حضرت ابووائل سے۲ فرماتے ہیں کہ حضرت خالد ابن ولید نے۳ فارس والوں کو لکھا۴ شروع کرتا ہوں بہت مہربان رحم والے اللہ کے نام سے یہ خط ہے خالد ابن ولید کی طرف سے رستم اور مہران کی طرف جو فارس کی جماعت میں ہیں۵ اس پر سلام ہو جو ہدایت کی اتباع کرے اس کے بعد ہم تم کو اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں لیکن اگر تم نہ مانو تو جزیہ اپنے ہاتھ سے دو ذلیل ہوتے ہوئے۶ پھر اگر تم نہ مانو

۱؎ یعنی جب تم کسی بستی میں قولی یا فعلی علامت اسلام دیکھو تو اندھا دھند وہاں قتال نہ کرو، بلکہ مسلمان و کافر کی چھانٹ سے کرو کہ کوشش کرو کہ صرف کفار تمہاری تلوار سے مارے جائیں، مسلمان زد میں نہ آویں (مرقات)، لہذا حدیث واضح ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر حربی کفار کے ملک میں کوئی مسجد ہو تو وہاں جہاد ہی نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ پر حملہ کیا وہاں قتال بھی ہوا حالانکہ وہاں تو کعبہ شریف موجود تھا لہذا احدًا سے مراد ہے کوئی مسلمان۔ ۲؎ آپ کا نام شقیق ابن ابی سلمہ ہے، اسدی کوفی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہ کرسکے، حضور کی بعثت کے وقت دس سال کے تھے، جلیل القدر صحابہ سے ملاقات ہے جن میں حضرت عمر و حضرت ابن مسعود بھی ہیں اور حضرت ابن مسعود کے خاص ساتھیوں سے ہیں۔ حجاج ابن یوسف کے زمانہ میں وفات پائی بڑے ثقہ تابعی ہیں، آپ سے بہت احادیث مروی ہیں۔ ۳؎ آپ مشہور صحابی ہیں قرشی مخزومی ہیں، زمانہ جاہلیت میں قریش کے سردار تھے آپ کی والدہ لبابہ صغریٰ ہیں حضرت ام المؤمنین میمونہ کی بہن، ۲۱ھ میں وفات ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سیف اللہ کا خطاب دیا، ایک بار زہر ہتھیلی پر رکھ کر کھالیا، کوئی اثر نہ ہوا۔ ایک بار کوئی شخص شراب سے بھری ہوئی مشک لیے جارہا تھا تو فرمایا الٰہی اسے شہد بنادے، وہ شہد ہوگئی (مرقات)۔ آپ کا مزار پر انوار دمشق و حلب کے درمیان شہر حمص میں ہے، یہ گنہگار قریب مزار تک پہنچا ہے۔ ۴؎ غالبًا یہ خط خلافت فاروقی میں روانہ کیا جبکہ ایران پر مسلمانوں کا حملہ ہونے والا تھا خیال رہے کہ ملک فارس عہد فاروقی میں فتح ہوا۔ ۵؎ ملا جماعت کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ جگہ کو بھر دیتی ہے اور سرداروں کو بھی کیونکہ ان کی ہیبت سے لوگوں کے دل بھرے ہوتے ہیں، ملا کے معنی ہیں بھرنا خلاء کے مقابل، یہاں دونوں معنی ہوسکتے ہیں۔ جماعت اور سرداران یعنی یہ خط اس جماعت یا ان سرداروں کی طرف ہے جن میں رستم اور مہران شامل ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعوت اسلام

أَبَيْتُمْ فَإِنَّ مَعِيَ قَوْمًا يُحِبُّونَ الْقَتْلَ فِي سَبِيلِ اللهِ كَمَا يُحِبُّ فَارِسُ الْخَمْرَ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ بَابُ الْقِتَالِ فِي الْجِهَادِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيْنَ أَنَا قَالَ فِي الْجَنَّةِ فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ فِي يَدِهِ ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ غَزْوَةً إِلَّا وَرَّى

تو میرے ساتھ ایسی قوم ہے جو اللہ کی راہ میں قتل ہوجانے کو ایسا پسند کرتے ہیں جیسے فارس کے لوگ شراب پسند کرتے ہیں۳ اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۴ (شرح سنہ) باب جہاد میں قتال کا بیان۵ پہلی فصل روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احد کے دن عرض کیا فرمایئے کہ اگر میں قتل کردیا جاؤں تو میں کہاں ہوں گا فرمایا جنت میں تو اس نے اپنے ہاتھ میں کی کھجوریں پھینک دیں۱ پھر جنگ کی حتی کہ قتل کردیا گیا۲ (مسلم،بخاری) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ارادہ فرماتے تھے کسی جہاد کا مگر آپ اس کی دوسری طرف کا

صرف بادشاہ کو ہی دی جائے کفار کے سرداروں کو بھی اور عام لوگوں کو بھی کیونکہ رستم اور مہران فارس کے بادشاہ نہ تھے قوم کے سردار تھے۔ ۲ یعنی بہتر تو یہ ہے کہ تم مسلمان ہو کر دونوں جہان کی عزت و نعمت حاصل کرلو ورنہ کم جزیہ دینے کی ذلت اختیار کرنا پڑے گی جزیہ دینا خود ایک ذلت ہے یہ عبارت قرآن کریم کی اس آیت سے ماخوذ ہے حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ عَنْ یَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۔ اس لیے فقہاء فرماتے ہیں کہ ذمی کفار خواہ کتنے بڑے امیر ہوں مگر اپنا جزیہ خود لے کر حاکم اسلام کے سامنے خود حاضر ہوں، اپنے نوکر وغیرہ کے ہاتھ نہیں بھیج سکتے کیونکہ آیت کریمہ میں عن ید ارشاد ہوا ہے۔

۳ یعنی اگر تم جزیہ بھی قبول نہیں کرتے اور ہماری رعایا بھی نہیں بنتے تو پھر ہماری تمہاری جنگ ہے مگر اس جنگ کا انجام سوچ لو تم کو شراب کے عارضی نشہ سے الفت ہے۔ ہمارے مجاہدوں کو عشق الٰہی کے دائمی نشہ سے محبت، تم شراب پی کر لڑتے ہو ہم نشہ عشق الٰہی میں مخمور ہو کر صرف رب کے لیے لڑتے ہیں عارضی چیز اصلی کے مقابل نہیں ٹھہر سکتی۔ ۴ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کسی سے بے خبری میں نہیں لڑتے بلکہ پہلے اسے خبردار کرتے پھر جہاد اٹھاتے ہیں۔ یہ حکم بے خبر کفار کے لیے ہے جنہیں ابھی دعوت اسلام نہ پہنچی ہو بلکہ باخبر کفار کے ایمان کی اگر امید ہو تو انہیں خبر دے دینا مستحب ہے فارسیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی دعوت اسلام دے چکے تھے۔ اب یہ دعوت دینا مستحب تھا یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن کی جنگ ملک گیری یا مال حاصل کرنے کو نہیں ہوتی، صرف رضائے الٰہی اور تبلیغ اسلام کے لیے ہوتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کو السلام علیکم نہ کہا جائے انہیں وہ سلام کیا جائے جو یہاں مذکور ہے، قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر ہے۔ ۵ جہاد، قتال، غزوہ تینوں لفظ قریب المعنی ہیں، جہاد بنا ہے جہد سے بمعنی مشقت اور صرف طاقت، غزوہ بنا ہے غزو سے بمعنی باہر نکلنا اور جنگ کے لیے روانگی، قتال یعنی ایک دوسرے کو قتل کرنا اس باب میں اللہ کی راہ میں کفار سے جنگ کا

بِغَيْرِهَا حَتّٰى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ يَعْنِيْ غَزْوَةَ تَبُوْكَ غَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرٍّ شَدِيْدٍ وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَمَفَازًا وَعَدُوًّا كَثِيْرًا فَجَلّٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اَمْرَهُمْ لِيَتَاَهَّبُوْا اُهْبَةَ غَزْوِهِمْ فَاَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِ الَّذِيْ يُرِيْدُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَرْبُ خُدْعَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ بِاُمِّ سُلَيْمٍ وَنِسْوَةٍ مِنَ الْاَنْصَارِ

توریہ فرماتے تھے حتی کہ یہ جہاد یعنی غزوہ تبوک ہوا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت گرمی میں جہاد کیا اور دور دراز سفر کا رخ فرمایا اور بہت جنگل بہت دشمنوں پر حملہ کیا تو آپ نے مسلمانوں کے لیے ان کا معاملہ کھول دیا تاکہ وہ اپنے جہاد کی تیاری کر لیں چنانچہ آپ نے ان سب کو اس طرف کی خبر دیدی جدھر کا ارادہ تھا (بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لڑائی دھوکا ہے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم اور کچھ انصاری بیبیوں کو لے کر جہاد فرماتے تھے

فضائل اور غازی کے ثواب کی احادیث مذکور ہوں گی۔ ؎ یعنی جنت کے اس اعلیٰ مقام میں جو شہیدوں کے لیے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس بزرگ کا خاتمہ بالخیر ہونے والا تھا اور تمام گناہوں کی معافی اس کے نصیب میں تھی شہادت اس کے مقدر ہو چکی تھی۔ اس لیے یہ جواب عطا ہوا یعنی یہ ہیں تو شہید ہوتے ہی جنت میں پہنچے گا۔ ؎ یعنی وہ صحابی کھجوریں کھا رہا تھا اور یہ سوال کر رہا تھا جواب عالی سنتے ہی شہادت و جنت کے شوق میں کھجوریں پھینک دیئے اسے اب تھوڑی زندگی بھی بوجھ معلوم ہونے لگی۔ ؎ بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ صاحب حضرت عمیر ابن حمام ہیں مگر یہ درست نہیں کیونکہ حضرت عمیر تو غزوہ بدر میں شہید ہوئے ہیں اور واقعہ غزوہ احد کا ہے۔ ؎ آپ انصاری خزرجی ہیں، عقبہ ثانیہ کی بیعت میں شریک تھے سوا غزوہ تبوک کے تمام غزوات میں حاضر رہے، حضور کے نعت گو شعراء میں سے ایک ہیں، آپ ان تین صحابہ میں سے ہیں جن کا غزوہ تبوک کے موقعہ پر بائیکاٹ کیا گیا اور پھر عرش اعظم سے جن کی توبہ قبول ہونے کا سورۂ توبہ میں اعلان ہوا، آخر عمر شریف میں نابینا ہو گئے تھے ستتر سال عمر ہوئی ۵۰ھ پچاس ہجری میں وفات ہوئی۔

؎ یعنی علامات سے ظاہر فرماتے تھے کہ اس طرف حملہ کرنا ہے جیسے اس جانب کے حالات دریافت کرنا، ادھر کے گاؤں شہر کے نام پوچھنا تاکہ اگر کوئی جاسوسی کرے تو اس طرف والوں کو جنگ کی خبر دے اور حملہ کسی اور جانب ہو کہ ادھر کے لوگ بے خبر ہوں اور بے خبری میں ان پر حملہ ہو جائے تاکہ جلد فتح ہو جائے اور خونریزی کم سے کم ہو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ اس طرف کی خبر دیتے تھے کہ یہ جھوٹ ہے، یہ طریقہ ہماری جنگی تدبیر تھی۔ اب بھی اس پر عمل چاہیے۔ شعر

سکندر کہ با شرقیاں حرب داشت ؏ در خیمہ گویند در غرب داشت

مَعَهُ إِذَا غَزَا يَسْقِينَ الْمَاءَ وَيُدَاوِينَ الْجَرْحَى رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَخْلُفُهُمْ فِي رِحَالِهِمْ فَأَصْنَعُ لَهُمُ الطَّعَامَ وَأُدَاوِي الْجَرْحَى

جب جہاد کرتے تھے تو وہ بیبیاں پانی پلاتی تھیں زخمیوں کی دوا دارو کرتی تھیں ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ام عطیہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات جہاد کیے میں غازیوں کی منزلوں میں ان کے پیچھے رہتی تھی ان کے لیے کھانا پکاتی تھی زخمیوں کی دوا دارو کرتی تھی ۲؎ اور

دشمن کو اپنے ارادے پر خبردار نہ ہونے دینا اچانک حملہ کا بہت مفید ہوتا ہے۔ ۲؎ تبوک مدینہ منورہ سے چودہ منزل پر واقع ہے شام کے قریب ہے۔ اب خیبر سے جو ہوائی جہاز عمان جاتا ہے وہ تبوک سے گزرتا ہے۔ فقیر نے اس ہوائی جہاز سے سفر کیا ہے۔ اشعۃ میں فرمایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔ ۳؎ یعنی غزوہ تبوک میں اپنا ارادہ ظاہر فرما دیا غازیوں کی تیاری کے لیے تاکہ غازی دراز سفر کا سامان کریں۔ اس زمانہ میں غزوہ کا زیادہ سامان خود غازی اپنے خرچ سے کرتے تھے۔ اب تمام تیاری حکومت کرتی ہے اس لیے فوج کو آخر وقت تک خبر نہیں ہوتی کہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔ صرف کمانڈر یا کرنل وغیرہ مطلع ہوتے ہیں۔ اس غزوہ کا ذکر قرآن کریم میں بہت زیادہ ہے ۴؎ خدعۃ خ کے فتحہ یا پیش کے کسرہ سے بھی آتا ہے مکر یعنی جنگ کی جان دشمن کو دھوکہ میں رکھنا ہے کہ اسے ہمارے اصل ارادہ اور اصلی حال پر خبر نہ ہونے پائے۔ اپنی تھوڑی سی جماعت کو بہت ظاہر کیا جائے۔ تھوڑے سامان کو بے شمار دکھایا جائے یہ جنگی کمال اور جہاد کی چال ہے۔ کسی میدان کو خالی چھوڑ دینا کہ دشمن اسے خالی پا کر اپنی فوج لے آئے۔ پھر دائیں بائیں اور پیچھے سے حملہ کر کے اس کی فوج کو گھیر لینا جس سے ساری فوج ہتھیار ڈال دے۔ یہ ہے دھوکہ۔ اس دھوکہ سے مراد جھوٹ اور ناجائز مکر و فریب نہیں۔ اب بھی جنگوں میں ایسی چالیں بہت چلی جاتی ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ حدیث قریبًا متواتر ہے کہ اسے احمد، ابو داؤد، ترمذی اور مسلم، بخاری، ابن ماجہ، بزار، طبرانی، ابن عساکر اور جامع صغیر میں بہت سے صحابہ کرام نے نقل فرمایا۔ ۵؎ آپ ام سلیم بنت ملحان ہیں، میم کے کسرہ سے آپ کے نام میں اختلاف ہے پہلے مالک ابن نضر کے نکاح میں تھیں انہیں سے حضرت انس پیدا ہوئے مالک کے قتل ہو جانے کے بعد بیوہ ہو گئیں اور مسلمان ہو گئیں۔ ابو طلحہ نے آپ کو اپنے سے نکاح کر لینے کا پیغام دیا۔ آپ بولیں کہ میں مسلمان ہوں تم مشرک نکاح کیسا۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میں تم سے مہر بھی نہیں مانگتی۔ تمہارا اسلام ہی میرا مہر ہوگا اور میں تم سے نکاح کر لوں گی۔ حضرت ابو طلحہ کے مسلمان ہو جانے پر آپ ان کے نکاح میں آ گئیں بڑی جلیل الشان صحابیہ ہیں۔ آپ کا نام رمیصہ، یا ملیکہ، یا غمیصہ، یا رمیسا ہے۔

۱؎ یعنی زخمی مجاہدوں کو پانی پلانا اور دوا دارو کرنا نیز روٹی وغیرہ پکانا ان بیبیوں کا کام تھا یا تو اپنے خاوندوں کی خدمات کرتی تھیں یا اپنے دوسرے محرم رشتہ داروں کی اور اگر اجنبی غازیوں کی یہ خدمات کرتی تھیں تو پردہ اور غیروں کے جسموں کو ہاتھ لگائے بغیر۔ فتح القدیر میں فرمایا کہ اگر عورتوں کو جہاد میں لے جانے کی ضرورت پڑے تو بوڑھی عورتوں کو لے جایا جائے، اگر جوانوں کو ضرورت درپیش ہو تو لونڈیوں کو لے جایا جائے۔ مگر ان سے جنگ نہ کرائی جائے کہ اس میں مسلمانوں کی ذلت ہے۔ ہاں اگر سخت ضرورت پڑ جائے تو قتال بھی کر سکتی ہیں جیسے غزوہ حنین میں خود ام سلیم نے جنگ کی ہے مرقات۔ ضروریات کا حکم دوسرا ہے

وَاَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَآءِ وَالصِّبْيَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ
الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَهْلِ
الدَّارِ يُبَيَّتُوْنَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَيُصَابُ مِنْ نِّسَآئِهِمْ وَذَرَارِيِّهِمْ قَالَ هُمْ مِنْهُمْ
وَفِيْ رِوَايَةٍ هُمْ مِنْ اٰبَآئِهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ

بیماروں کا انتظام کرتی تھی[۱] (مسلم) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا[۲] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت صعب ابن جثامہ سے[۳] فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کے گھر والوں کے متعلق پوچھا گیا جن پر شب خون مارا جائے تو ان کی عورتیں اور بچے بھی قتل ہو جائیں فرمایا وہ سب انہی میں ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنے باپوں سے ہیں[۴] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

غرضیکہ عورتوں کو جہاد میں جانا یا ان سے جنگ کرانا سخت ضرورت کے وقت ہے۔ ۲؎ آپ کا نام نسیبہ بنت کعب ہے انصاریہ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں آپ بہت زیادہ گئی ہیں۔ ۳؎ معلوم ہوا کہ آپ جنگ نہ کرتی تھیں بلکہ غازیوں کی یہ خدمات انجام دیتی تھیں اس تفصیل سے جو ابھی گزری کہ کھانا عام غازیوں کے لیے پکاتی تھیں مگر دوا مرہم پٹی اپنے محرم رشتہ داروں کی کرتی تھیں یا عام غازیوں کی مگر وہ کے ساتھ بغیر انہیں ہاتھ لگائے۔ غرضیکہ اس حدیث کو اس زمانہ کی بے پردگی آوارگی اور عورتوں کی آزادی پر دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

۱؎ یہ عورتوں کا جہاد میں جانا سخت ضرورت کے وقت تھا۔ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ہے وقرن فی بیوتکن اے نبی کی بی بیو اپنے گھروں میں رہو۔ ۲؎ یہ ہے مسلمانوں کا جہاد، حضرت ابوبکر صدیق نے جب یزید ابن ابوسفیان کو شام کے جہاد پر بھیجا تو فرمایا کہ کفار کے بچوں بوڑھوں راہبوں جوگیوں وغیرہم کو قتل نہ کرنا، صرف انہیں قتل کرنا جو تم سے لڑنے کے لیے مقابلہ میں آئیں (مرقات) مگر خیال رہے کہ اگر راہب جوگی بچے یا عورتیں کفار کو جنگ میں مدد دے رہے ہوں تو انہیں قتل کیا جائے گا۔ کہ اب وہ مقاتل ہیں اس کی تحقیق کے لیے کتب فقہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اب بلاوجہ بے قصور عورتیں بچے بم باری سے ہلاک ہوتے ہیں۔ جنگ صرف میدان جنگ میں ہوتی تھی اب ہر بستی ہر گھر میں ہوتی ہے۔ ۳؎ آپ لیثی ہیں ودان اور ابواء میں رہتے تھے۔ ابوبکر صدیق کے زمانہ میں وفات پائی۔ ۴؎ یعنی شب خون مارنا رات کے اندھیرے میں کفار پر حملہ کر دینا جائز ہے مگر اس وقت جوان کافروں کے مارنے کی نیت کرو عورتیں بچے اگر اندھیرے میں تمہارے ارادہ کے بغیر مارے جائیں تو تم پر گناہ نہیں کہ وہ بھی کفار کے حکم میں ہیں۔ بہرحال کفار کے عورتوں بچوں کو قتل کی ممانعت ارادۃً قتل سے تھی۔ یہاں اجازت بغیر ارادہ قتل کی ہے لہذا ان احکام میں تعارض نہیں جیسے کفار کے ملک میں رہنے والے مسلمانوں کو قتل کرنا حرام ہے۔ لیکن اگر اس شب خون مارنے میں وہ بھی قتل ہو جائیں، یا کفار مسلمان بچوں یا مسلمانوں کو اپنے آگے رکھ لیں تو ان پر تیر اندازی، گولہ باری جائز ہے۔ مگر کفار کو قتل کرنے کی نیت سے کی جائے اگرچہ وہ مسلمان بھی اس سے ہلاک ہو جائیں۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ وَحَرَّقَ وَلَهَا يَقُوْلُ حَسَّانُ وَهَانَ عَلٰى سَرَاةِ بَنِي لُؤَيٍّ حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ وَفِيْ ذٰلِكَ نَزَلَتْ مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَوْنٍ اَنَّ نَافِعًا كَتَبَ اِلَيْهِ يُخْبِرُهٗ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ

[1] بنی نضیر کے کھجور کے درخت کٹوا دیئے اور جلوا دیئے اسی کے متعلق حضرت حسان کہتے ہیں[2] بنی لؤی کے سرداروں پر وہ آگ آسان ہوگئی جو بویرہ میں پھیل گئی تھی[3] اور اسی کی بابت یہ آیت اتری کہ تم نے جو درخت کھجور کے کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جڑوں پر قائم چھوڑ دیا تو وہ اللہ کے حکم سے تھے[4] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عون سے فرماتے ہیں کہ نافع نے انہیں خبر دیتے ہوئے لکھا کہ حضرت ابن عمر نے انہیں خبر دی کہ

کیونکہ بے دینی ان وجوہ سے جہاد نہ کریں تو اسلام کی بقا کیونکر ہوگی۔ اس کی مفصل بحث فتح القدیر اور مرقات میں ملاحظہ کرو۔

[1] بنی قریظہ اور بنی نضیر یہود مدینہ کے دو قبیلے ہیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر جانبدار رہنے کا معاہدہ فرمایا تھا، مگر انہوں نے بدعہدی کی۔ ان کی بدعہدی کی وجہ سے غزوہ خندق کا واقعہ پیش آیا۔ اس غزوہ سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلعوں کا محاصرہ فرمایا۔ وہ لوگ اپنے مضبوط قلعوں میں گھس کر بیٹھ رہے تھے، آخر کار وہ قلعوں سے اترے۔ بنی قریظہ قتل کیے گئے اور بنی نضیر جلاوطن کر دیئے گئے۔ حضور انور نے بنی نضیر کے نخلستان یا تو اس لیے اجاڑ دیئے کہ ان کے مکانات ان باغوں میں گھرے ہوئے تھے، راستہ صاف کرنے کو یہ اجاڑے گئے۔ یا اس لیے کہ وہ لوگ اپنے یہ باغ اجڑتے دیکھ کر گھبرا کر باہر نکلیں اور گرفتار کر لیے جائیں۔ اس کا پورا واقعہ قرآن مجید سورہ احزاب شریف میں مذکور ہے۔

[2] حضرت حسان کے پورے حالات ہم مرآت جلد اول میں لکھ چکے ہیں کہ آپ حضور کے شاعر اور نعت خوان صحابی ہیں، آپ، آپ کے والد، آپ کے دادا، آپ کے پردادا تمام کی عمریں ایک سو بیس سال ہوئیں، سوائے آپ کے کسی میں عمر کا یہ اجتماع نہ ہوا۔ [3] بویرہ تصغیر ہے بورہ کی، بنی نضیر کے اس باغ کا نام تھا جو اجاڑا گیا۔ سراۃ جمع ہے سری کی بمعنی سردار۔ سری بنا ہے سرو سے بمعنی سرداری۔ لؤی لام کے پیش واؤ کے فتحہ سے قریش کے اجداد میں سے ایک دادا کا نام ہے۔ یعنی قریش پر یہ سخت آگ آسان ہو گئی کہ انہوں نے بہ آسانی اس باغ کو جلتے ہوئے دیکھ لیا یا سن لیا اور کچھ نہ کر سکے۔ حالانکہ عربوں کو کھجوروں کے باغ بڑے پیارے ہیں۔ وہ ان کا جل جانا کٹ جانا کسی طرح گوارا نہیں کرتے۔ مگر اس وقت بے بس تھے کچھ نہ کر سکے۔ [4] اس باغ کے اجاڑنے پر بعض کفار بولے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فساد سے منع فرماتے ہیں اور خود ہی فساد کی اجازت دیتے ہیں۔ باغ اجاڑنے سے بڑھ کر فساد کون سا ہو سکتا ہے۔ تب ان کے جواب میں یہ آیت کریمہ اتری جس میں فرمایا کہ میرے محبوب اور ان کے صحابہ نے یہ جو کچھ کیا ہمارے حکم سے کیا، ہم ان کے اس عمل سے راضی اور خوش ہیں۔ سبحان اللہ یہ ہے کرم خداوندی حضور کے صحابہ پر کہ کام ہے صحابہ کا، نام ہے رب کا۔

شعر

سنگریزہ می زند دست جناب ✽ مارمیت از رمیت آید خطاب
تا ابد گر شرح ایں معنی کنم ✽ جز تحیر ہیچ نبود حاصلم

أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَغَارَ عَلٰى بَنِي الْمُصْطَلِقِ غَارِّيْنَ فِيْ نَعَمِهِمْ بِالْمُرَيْسِيْعِ فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

وَعَنْ أَبِيْ أُسَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا يَوْمَ بَدْرٍ حِيْنَ صَفَفْنَا لِقُرَيْشٍ وَصَفُّوْا لَنَا إِذَا أَكْثَبُوْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِالنَّبْلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ إِذَا أَكْثَبُوْكُمْ فَارْمُوْهُمْ وَاسْتَبْقُوْا نَبْلَكُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَحَدِيْثُ سَعْدٍ هَلْ تُنْصَرُوْنَ سَنَذْكُرُ فِيْ بَابِ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ وَحَدِيْثُ الْبَرَاءِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر حملہ فرمایا جب کہ وہ مقام مریسیع میں اپنے جانوروں میں مشغول و غافل تھے ۱؎ تو لڑنے والوں کو قتل کیا اور بچوں کو قیدی کیا ۲؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابی اسید سے ۳؎ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بدر کے دن فرمایا جب کہ ہم نے قریش کے مقابل صفیں باندھیں اور انہوں نے ہمارے مقابل صف آرائی کی کہ جب تم سے قریب ہوں تم تیر لو ۴؎ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب وہ تم سے قریب ہوں تو انہیں تیر مارو اور اپنے تیر باقی رکھو ۵؎ (بخاری) اور حضرت سعد کی حدیث هَلْ تُنْصَرُوْنَ الخ باب فضل فقراء میں ہم بیان کریں گے اور حضرت براء کی

اس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں کفار کے باغوں، مکانوں کا اجاڑ دینا جائز ہے جب اس میں مصلحت ہو کہ اس کے بغیر فتح نہ ہو سکے۔ اگر اس کے بغیر فتح ممکن ہو تو یہ کام ہرگز نہ کیے جائیں کہ بعد فتح یہ سب چیزیں مسلمانوں کی ملک ہوں گی ۵؎ آپ تابعی ہیں ثقہ ہیں مدنی ہیں آپ کے والد کا نام یاعون ہے نون سے یا عوف ہے ف سے، نون سے زیادہ مشہور ہیں۔

۱؎ بنی مصطلق قبیلہ خزاعہ کا ایک خاندان ہے، مریسیع مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عون نے جناب نافع سے پوچھا تھا کہ کیا جہاد سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دینا واجب ہے یا ان پر اچانک حملہ کر دینا بھی جائز ہے جب کہ وہ بالکل بے خبر ہوں، تب حضرت نافع نے یہ حدیث انہیں لکھ بھیجی جس سے معلوم ہوا ہے کہ اول اسلام میں جہاد سے پہلے تبلیغ واجب تھی پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ دیکھو حضور انور نے بنی مصطلق پر اچانک حملہ فرمایا۔ اسی غزوہ میں حضرت جویریہ بنت حارث گرفتار ہو کر آئیں جنہیں آزاد فرما کر حضور انور نے ان سے نکاح کیا۔ رضی اللہ عنہا۔

۲؎ یعنی مجبور و معذور و بے قصور بچوں، بوڑھوں، مذہبی لوگوں، بے بس عورتوں وغیرہم کو قیدی بنا لیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غافل کفار پر اچانک حملہ کر دینا جائز ہے ان کا مال غنیمت لوٹنا، ان کے جوان جنگجو لوگوں کو قتل کرنا، ان کے بچوں عورتوں کو لونڈی غلام بنانا جائز ہے

۳؎ آپ مالک ابن ربیعہ انصاری ساعدی ہیں (رضی اللہ عنہ) تمام غزوات میں حاضر ہوئے۔ اٹھتر سال کی عمر پائی ۶۰ھ ساٹھ ہجری میں وفات پائی۔ آپ سے بہت حضرات نے احادیث نقل کیں۔ ۴؎ یعنی جب کفار قریش تم سے اتنے قریب ہو جائیں کہ تمہارے تیر ان تک پہنچ سکیں تو تیر استعمال کرو۔ بہت دور ہوں تو استعمال نہ کرنا کہ اس میں تیر ضائع ہو جائیں گے۔ سہم درمیانی تیر کو کہتے ہیں، بہت لمبے تیر کو

بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا فِيْ بَابِ الْمُعْجِزَاتِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ عَبَّأَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَدْرٍ لَيْلًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ۔ وَعَنِ الْمُهَلَّبِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ بَيَّتَكُمُ الْعَدُوُّ فَلْيَكُنْ شِعَارُكُمْ حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ۔ وَعَنْ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ شِعَارُ الْمُهَاجِرِيْنَ عَبْدُ اللّٰهِ وَشِعَارُ الْأَنْصَارِ

بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱؎ انشاء اللہ باب المعجزات میں ہم بیان کریں گے ۲؎ دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت عبدالرحمان بن عوف سے فرماتے ہیں کہ بدر میں رات کے وقت ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار فرمایا ۱؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت مہلب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دشمن تم پر شب خون مارے تو تمہارا نشان ہو حم لا ینصرون ہو ۱؎ ترمذی، ابوداؤد روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ مہاجرین کا نشان

عبداللہ اور انصار کا نشان

شب خون کو بیات کہا جاتا ہے۔ بیات کے معنی ہیں قریب ہونا اور شب خون ۲؎ یعنی سارے تیر استعمال کر کے خود خالی نہ ہو جاؤ بلکہ تیروں کی ضرورت پڑ جاوے اب بھی لڑائیوں میں ان دونوں قانونوں پر عمل ہوتا ہے کہ دشمن نزدیک ہو جاوے تب گولہ باری کی جاتی ہے اور سارے گولے ختم نہیں کر دیئے جاتے سامان جنگ محفوظ رکھا جاتا ہے ۲؎ یعنی یہ دونوں حدیثیں مصابیح میں یہاں لائی گئی تھیں ہم نے مناسبت کا خیال کرتے ہوئے پہلی حدیث تو باب الفتن میں بیان کریں گے اور دوسری حدیث باب المعجزات میں ۱؎ جب کہ جنگ بدر ہونے والی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت ہم لوگوں کو مقامات پر مقرر کیا، سامان جنگ استعمال کرنے کا طریقہ سکھایا ترتیب دی غرضکہ جنگی ضروریات سے ہم کو واقف فرمایا عبا کے معنی ہیں لشکر جمع کرنا اور لشکر کو تیار کرنا ۱؎ آپ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں آپ کا شمار بصرہ کے تابعین میں ہے فتح مکہ کے سال پیدا ہوئے عبدالملک ابن مروان کے زمانہ میں ۸۲ھ بیاسی ہجری میں علاقہ خراسان میں مقام مرو میں انتقال ہوا بصرہ میں قیام رہا، خوارج سے آپ کی بہت لڑائیاں ہوئیں حضرت سمرہ ابن جندب وغیرہ سے ملاقات ہے رضی اللہ عنہم لہٰذا یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ اس میں صحابی سے روایت نہیں، تابعی غائب ہے کہ حضور نے یہ فرمایا ۲؎ شعار بنا ہے شعر سے بمعنی شعور یعنی پہچان، علامت، نشان۔ شب خون مارتے وقت اندھیرے کی وجہ سے اپنے پرائے کی پہچان نہیں ہوتی اس لیے ہم بھی اور دشمن کی فوج بھی اپنے اپنے لیے کوئی نشان مقرر کر لیتے تھے تاکہ ہمارے ساتھی اپنا یا کسی دھوکے سے مارا نہ جائے۔ وہ نشان کچھ الفاظ مقرر ہوتے تھے جیسے لڑتے وقت بولے جاتے تھے ان الفاظ کو شعار اس زمانہ میں کوڈ ورڈ کہتے ہیں یہ تعلیم غزوہ خندق کے موقعہ پر ہوئی تھی مرقات ۳؎ حٰم آیۃ قرآنیہ ہے جو بعض سورتوں کے اول میں ہے یا اللہ تعالٰی کا نام ہے اور لا ینصرون دعائیہ کلمہ ہے یعنی حٰم کی برکت سے کفار بے مددگار ہیں یا اے الٰہ العالمین کفار کو بے یار کر دے

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ • وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ
اَبِیْ بَكْرٍ زَمَنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيَّتْنَاهُمْ نَقْتُلُهُمْ وَكَانَ
شِعَارُنَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ اَمِتْ اَمِتْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ • وَعَنْ قَيْسِ بْنِ
عُبَادَةَ قَالَ كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُوْنَ
الصَّوْتَ عِنْدَ الْقِتَالِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ • وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ عَنِ

عبدالرحمن تھا۔ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوبکر صدیق کے ساتھ جہاد کیا ۲؎ تو ہم نے ان پر شب خون مارا ہم انہیں قتل کرتے تھے اور اس رات ہمارا نشان تھا امت امت ۳؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت قیس ابن عبادہ سے ۴؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جنگ کے وقت شور ناپسند کرتے تھے ۵؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا مشرکوں کے بڈھوں کو قتل کرو اور ان سے

ان پر فتح نصیب فرما یا یہ اشارات حٰم والی سورتوں کے مقصود سے کفار بے مددگار رہ جاویں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حٰم والی سورتیں بہت شاندار ہیں۔ خیال رہے کہ حٰم میں دو حرف ہیں ح اور میم ح ان اسماء الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے جن کے اول میں ح ہے جیسے حمید، حنان، حکیم، حلیم، حنان۔ اور میم سے ان اسماء الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے جن کے اول میں میم ہے جیسے مجید، منان، مالک، ملک، مقتدر، مومن، مہیمن وغیرہ۔ اس حٰم سے ان تمام اسماء الٰہیہ کی توسل سے دعا ہو گی۔ روضۃ الاحباب میں ہے کہ غزوہ خندق کے موقعہ پر مہاجرین کا شعار یا خیل اللہ تھا تو یہ شعار انصار کا ہو گا (مرقات)

۱؎ یہ واقعہ کسی اور جہاد میں ہے، علاوہ غزوہ خندق کے۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ علیحدہ علیحدہ شعار الگ الگ جماعتوں کی پہچان کے لیے ہوتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات مہاجرین افضل ہیں حضرات انصار سے کہ ان کا شعار عبداللہ ہوا جس میں رب تعالیٰ کا اسم ذات ہے اور انصار کا شعار عبدالرحمن ہے جس میں رب تعالیٰ کا صفاتی نام ہے۔

۲؎ یہ پتہ نہ لگا کہ یہ واقعہ کس جہاد میں ہوا، بہرحال زمانہ پاک نبوی میں جہاد ہے مگر حضور سرکار عالی بنفس نفیس اس میں تشریف نہیں لے گئے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق سپہ سالار لشکر ہیں ۳؎ یہ بھی دعا ہے، امت کے معنی ہیں موت دے یعنی یا الٰہ العالمین کفار کو ہمارے ہاتھوں موت دے کہ ہلاک فرمادے یا مغلوب کر دے یا کفر کو موت دے کہ یہ کفار مسلمان ہو جائیں، کفر غارت ہو اور ہو سکتا ہے کہ اس میں خطاب سامنے والے غازی مسلمان سے ہو یعنی اے بہادر غازی مار مار بہادری کر ۴؎ تابعی ہیں بصری ہیں بہت عابد و زاہد تھے حضرت علی و ابی بن کعب عبداللہ بن سلام سے ملاقات ہے۔

شَرْخَهُمْ اَیْ صِبْیَانَهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ • وَعَنْ عُرْوَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اُسَامَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ عَهِدَ اِلَیَّ قَالَ اَغِرْ عَلٰی اُبْنٰی صَبَاحًا وَحَرِّقْ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ • وَعَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ

چھوٹوں یعنی بچوں کو زندہ چھوڑ دو (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت عروہ سے فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت اسامہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عہد لیا فرمایا ابنیٰ پر جہاد کرو صبح کے وقت اور آگ لگا دو (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابواسید سے

خواجہ حسن بصری نے آپ سے روایات لیں مگر شرف صحبت نہ ملا فرمایا کہ یہ حکم پہلے تھا واللہ اعلم بہرحال مشکوک ہے ۵ ذکر اللہ کے سوا اور باتوں کا شور ناپسند تھا اس زمانہ میں لوگ اپنی شیخی بہادری کے گیت گاتے ہوئے جنگ کیا کرتے تھے۔ اس کو حضرات صحابہ ناپسند کرتے تھے! ایسے وقت اللہ کا ذکر چاہیے کہ اگر شہادت ہو تو اللہ کے ذکر پر ہو (مرقات و اشعہ) ۱ یہاں بڈھوں سے مراد وہ بڈھے ہیں جو یا تو مسلمانوں کے مقابل جنگ کر رہے ہوں یا لڑنے والوں کی پشت پناہی کرتے ہوں یا انہیں لڑا رہے ہوں۔ وہ بہرحال جنگ میں حصہ لیتے ہوں۔ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں کافر بڈھوں کے قتل سے ممانعت ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں شیوخ سے مراد جنگی تدبیر رکھنے والے جوان ہیں۔ یعنی جو عمر میں جوان ہوں تدبیر و عقل تجربہ میں شیخ کیونکہ اس کے مقابل بچوں کا ذکر آرہا ہے ۲ یہ تفسیر یا صحابی سمرہ ابن جندب کی ہے یا کسی راوی حدیث کی یا خود صاحب مصابیح کی، شرخ شین کے پیش کے فتح سے جمع ہے شارخ کی جیسے رکب جمع ہے راکب کی۔ شرخ کے معنی ہیں لڑکپن یا شروع جوانی، چھوڑنے سے مراد ہے انہیں قتل نہ کرنا بلکہ قید کر لینا تاکہ انہیں غلام بنا لیا جائے یا کسی وجہ سے انہیں آزاد کر دیا جائے غرضیکہ ان کے چھوڑنے میں بہت مصلحت ہے ۲ عروہ سے مراد عروہ ابن زبیر تابعی ہیں اور اسامہ سے مراد حضرت اسامہ ابن زید ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت محبوب صحابی ہیں حضرت زید ابن حارثہ کے بیٹے۔ خیال رہے کہ عروہ ابن زبیر کی ولادت ۲۲ھ بائیس میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ مدینہ منورہ میں سے سات مشہور فقہاء میں سے ہیں آپ کا باغ و کنواں و مسجد مدینہ منورہ کے قریب ہے۔ فقیر نے اس کنوئیں کا پانی بھی پیا ہے۔ وہاں مسجد میں نماز بھی پڑھی ہے۔ بیر عروہ اور مسجد عروہ کے نام سے مشہور ہے ۳ اغر ہمزہ کے فتحہ اور غین کے کسرہ سے اغارۃ کا امر ہے۔ یعنی حملہ کرو۔ بعض نسخوں میں اُغْزُ ہے غزو کا امر مگر پہلا نسخہ زیادہ صحیح ہے۔ اُبْنیٰ فلسطین کی ایک بستی ہے جو عسقلان اور رملہ کے درمیان واقع ہے اسے یُبنیٰ بھی کہتے ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ اُبنیٰ ایک قبیلہ کا نام ہے اس نام سے وہ بستی ابنیٰ کہلاتی ہے۔ صبح کے وقت عموماً کفار غافل ہوتے ہیں اور وہ وقت مبارک بھی ہے۔ اس لیے اسی وقت حملہ کرنے کا حکم دیا کہ اس وقت حملہ کرنے میں خونریزی کم ہو گی اور فتح بہ آسانی میسر ہو جائے گی ۴ یعنی ان کی کھیتیاں باغات جلا دو تاکہ وہ گھبرا کر جلد گھروں سے نکل پڑیں بلکہ اگر ضرورت پڑے تو ان کے گھروں میں آگ لگا دو کیونکہ کبھی کفار کے گھر بھی پناہ گاہ بلکہ لڑائی کے مورچے بن جاتے ہیں۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ بعض حالات میں کفار کے جانور بھی ذبح کر کے ان کے گوشت جلا دیے جائیں جبکہ ہم انہیں لا نہ سکیں تاکہ وہ کفار کے کام کے نہ رہیں بلکہ اگر حالت جنگ مسلمانوں کے خلاف ہو اور اپنا سامان بھی غازی لوگ وہاں سے نہ لا سکیں تو اسے بھی آگ لگا کر فنا کر دیں چنانچہ ایک بار حضرت جعفر ابن ابی طالب نے جب جنگ کا حال بگڑتے دیکھا تو خود اپنا گھوڑا ہلاک کر دیا تاکہ دشمن کے کام نہ آوے۔ ہاں نفع جاری بھی

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ اِذَا اَكْثَبُوْكُمْ فَارْمُوْهُمْ وَلَا تَسُلُّوا السُّيُوْفَ حَتّٰى يَغْشُوْكُمْ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ • وَعَنْ رِيَاحِ بْنِ الرَّبِيْعِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ فَرَاَى النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ عَلٰى شَيْءٍ فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ اُنْظُرْ عَلٰى مَا اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ فَجَآءَ فَقَالَ عَلَى امْرَاَةٍ قَتِيْلٍ فَقَالَ مَا كَانَتْ هٰذِهٖ لِتُقَاتِلَ وَعَلٰى

فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فرمایا کہ جب کفار تم سے قریب ہوں تو ان پر تیر چلاؤ۔ اور تلواریں نہ سونتو حتّٰی کہ وہ تم سے قریب تر ہو جائیں (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ریاح ابن ربیع سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد میں تھے تو حضور نے لوگوں کو کسی چیز پر جمع دیکھا تو حضور نے ایک شخص کو فرمایا دیکھو یہ لوگ کس چیز پر جمع ہوئے ہیں وہ آیا بولا ایک مقتولہ عورت پر تو فرمایا کہ یہ عورت تو جنگ نہ کرتی تھی اور

کو جلانا حرام ہے کہ یہ آگ کا عذاب ہے جو رب تعالیٰ ہی دے گا۔ حضرت عثمان ابن حبان فرماتے ہیں کہ میں جناب ام الدرداء کے پاس تھا کہ میں نے ایک زندہ کھٹمل کو آگ میں ڈال دیا تو آپ بولیں کہ حضرت ابو الدرداء فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کو زندہ آگ میں جلانے سے منع فرمایا (مرقات) آجکل تو جنگ ہے آگ کی کہ بم باری سے شہر و بستیاں جلا دی جاتی ہیں۔ رب تعالیٰ محفوظ رکھے اسلام کے اس حکم پر اعتراض کرنے والے آج کی جنگوں کو دیکھیں۔

۱؎ حدیث بالکل ظاہر ہے کہ جب تک کفار تیر کی زد میں ہوں تب تک تلواریں نہ سونتو کہ بیکار ہے اور ایک ہاتھ تلوار سے بلا وجہ گھر جائے گا۔ جب تلوار کی زد میں آجائیں تب تیر بے کار ہیں اب تیر سے ہاتھ روکو، تلواریں سونت کر ان پر ٹوٹ پڑو۔ ۲؎ رباح ر کے نقطے اور ب سے ہے آپ صحابی اسدی ہیں۔ حضرت حنظلہ کاتب کے بھائی ہیں۔ آپ سے ابوداؤد و نسائی نے صرف یہی ایک حدیث نقل کی (اشعہ)

۳؎ غالبًا جہاد ختم ہو چکا تھا یا کچھ دیر کے لیے جنگ بند ہوئی تھی ورنہ عین جنگ میں لوگ کسی جگہ اس طرح جمع نہیں ہوا کرتے۔

۴؎ یعنی کافرہ عورت مسلمان غازیوں کے ہاتھوں قتل ہوئی ہے۔ اس کی نعش پر لوگ جمع ہیں۔ خیال رہے کہ لفظ قتیل مذکر و مؤنث دونوں کے لیے بولا جا سکتا ہے۔ یہاں مؤنث کے لیے بولا گیا ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ کافرہ عورت کا احترام یا پردہ زندگی میں ہے۔ نہ بعد موت۔ لہذا اس کی نعش اجنبی مسلمان مرد دیکھ سکتے ہیں۔ لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ ان صحابہ نے اس عورت کی نعش کو کیوں دیکھا۔

۵؎ یعنی یہ عورت نہ تو کفار کی ملکہ تھی نہ سپہ سالار نہ مردوں کے دوش بدوش لڑنے والی۔ پھر اسے کیوں قتل کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کافرہ عورت ملکہ یا لڑنے والی یا مسلمانوں سے لڑنے پر [illegible] ہو تو اسے ضرور قتل کیا جائے۔ یہ عورت اپنے خاوند یا وارث یا ان کی خدمت کے لیے آئی ہوگی۔

الْمُقَدِّمَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فَبَعَثَ رَجُلًا فَقَالَ قُلْ لِخَالِدٍ لَا تَقْتُلَنَّ امْرَأَةً وَلَا عَسِيْفًا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ * وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ انْطَلِقُوْا بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا تَقْتُلُوْا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا صَغِيْرًا وَلَا امْرَأَةً وَلَا تَغُلُّوْا وَضُمُّوْا غَنَائِمَكُمْ وَاَصْلِحُوْا وَاَحْسِنُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ

مقدمہ پر خالد ابن ولید تھے تو حضور نے ایک شخص کو بھیجا فرمایا خالد سے کہو کہ تو کسی عورت کو قتل کریں نہ مزدور کو[۱] (ابوداؤد)[۲]
روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چلو اللہ کے نام پر اللہ کی مدد پر رسول اللہ کے دین پر[۳] کسی قریب موت بڈھے کو قتل نہ کرو[۴] نہ چھوٹے بچے کو[۵] نہ عورت کو اور خیانت نہ کرنا اپنی غنیمتیں ملا لینا[۶] اصلاح اور بھلائی کرنا کیونکہ اللہ بھلائی والوں سے محبت کرتا ہے[۷] (ابوداؤد)

۱؎ عورت و مزدور سے مراد وہ ہی ہے جو جنگ میں حصہ نہ لیتے ہوں صرف فوج یا کسی فوجی کی خدمت کے لیے آئے ہوں ان کی علامت یہ ہوتی ہوگی کہ ان پر سامان جنگ نہ ہوگا اور خدمت کے اسباب یا علامت ہوں گے۔ سبحان اللہ اسلام میں کیسا عدل و انصاف ہے کہ لڑتے وقت بھی عدل کو ہاتھ سے نہیں دیتے ۲؎ اس حدیث کو نسائی، ابن ماجہ، احمد، ابن حبان، حاکم نے بھی کچھ فرق سے نقل فرمایا یہ حدیث صحیح ہے مسلم بخاری کی شرط پر ہے (مرقات) ۳؎ یعنی ایک بار حضور انور نے صحابہ کرام کو جہاد کے لئے بھیجا انہیں رخصت فرماتے وقت یہ دعائیں اور نصیحتیں کیں ۴؎ بڈھے سے مراد وہ ہی بڈھا ہے جو جنگ و کفار کو جنگی تدبیریں نہ بتاتا ہو ورنہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی جنگ میں زید ابن صمہ کو قتل کرنے کا حکم دیا، زید ابن صمہ کی عمر اس وقت ایک سو بیس سال تھی کیونکہ وہ تجربہ کار تھا (مرقات) ۵؎ بچے سے مراد نابالغ بچہ ہے یہاں بھی یہی قید ہے کہ بچہ نہ تو کفار کا بادشاہ ہو نہ جرنیل وغیرہ نہ سپاہی بلکہ جنگ سے بے تعلق ہو ۶؎ یعنی ہر غازی اپنی حاصل کردہ غنیمت علیحدہ نہ رکھے بلکہ لا کر سپہ سالار کے سپرد کردے آپس میں ایک دوسرے سے اچھا سلوک کرے۔ مجاہدوں کی چال ایک ہو جسم الگ الگ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا ہر وقت برا ہے مگر ایسی حالت میں بہت خطرناک ہے ۷؎ فقہاء فرماتے ہیں کہ کفار کے بچے اور پاگل اور ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے۔ راہب کے پنڈت جوگی جو جنگ سے بے تعلق ہوں قتل نہ کیے جائیں۔ موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے شام پر لشکر کشی کی جس کے سپہ سالار یزید ابن ابوسفیان تھے تو آپ نے فرمایا کہ اے یزید میں تم کو دس چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔ کسی بچے کو، عورت کو، بڈھے کو قتل نہ کرنا۔ پھلدار درخت کو نہ کاٹنا۔ گائے بکری کو ذبح نہ کرنا مگر کھانے کے لیے۔ آبادی کو نہ جلانا نہ ویران کرنا۔ قیدی کفار کے اہل قرابت کو جدا نہ کرنا۔ بزدلی نہ کرنا۔ خیانت نہ کرنا (مرقات) موجودہ کفار اس فرمان صدیق میں غور کریں اور آج کل کی وحشیانہ جنگوں کو دیکھیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ تَقَدَّمَ عُتْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَتَبِعَهُ ابْنُهُ وَأَخُوْهُ فَنَادٰى مَنْ يُبَارِزُ فَانْتَدَبَ لَهُ شَبَابٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ مَنْ أَنْتُمْ فَأَخْبَرُوْهُ فَقَالَ لَنَا فِيْكُمْ إِنَّمَا أَرَدْنَا بَنِي عَمِّنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ يَا حَمْزَةُ قُمْ يَا عَلِيُّ قُمْ يَا عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَأَقْبَلَ حَمْزَةُ إِلٰى عُتْبَةَ وَأَقْبَلْتُ إِلٰى شَيْبَةَ وَاخْتَلَفَ بَيْنَ عُبَيْدَةَ وَالْوَلِيْدِ ضَرْبَتَانِ فَأَثْخَنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ ثُمَّ مِلْنَا عَلَى الْوَلِيْدِ فَقَتَلْنَاهُ وَاحْتَمَلْنَا

روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں جب بدر کا دن تھا تو عتبہ آگے بڑھا اس کے پیچھے اس کا بیٹا اور اس کے دونوں بھائی تھے ۔ پکارا کہ کوئی مقابلہ میں آتا ہے تو اس کے مقابلہ میں انصاری جوانوں نے جواب دیا تو وہ بولا تم لوگ کون ہو انہوں نے بتایا تو بولا ہم کو تمہاری ضرورت نہیں۔ ہم تو اپنے چچازادوں کو کہتے ہیں تب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حمزہ اٹھو، اے علی کھڑے ہو، اے عبیدہ ابن حارث اٹھو چنانچہ حمزہ تو عتبہ کی طرف آئے اور میں شیبہ کی طرف گیا اور عبیدہ اور ولید کے درمیان دو چوٹیں ہوئیں تو ان میں سے ہر ایک نے اپنے مقابل کو ٹھنڈا کر دیا پھر ہم ولید پر ٹوٹ پڑے۔ اسے ہم نے قتل کیا۔ (ابوداؤد)

۱؎ یعنی گھمسان کی جنگ سے پہلے مبارزت کی جنگ اس طرح شروع ہوئی کہ عتبہ ابن ربیعہ اس کا بیٹا ولید ابن عتبہ اور عتبہ کا بھائی شیبہ ابن ربیعہ کفار کی صف سے میدان میں آئے اور مسلمانوں سے اپنا مقابل مانگا اس زمانہ میں جماعتی جنگ سے پہلے شخصی جنگ ہوتی تھی ۲؎ اس طرح کہ مسلمانوں میں سے تین انصاری نوجوان انکے مقابل پہنچے انتدب کے معنی ہیں دعوت جنگ قبول کرنا ۳؎ یعنی تم سے ہماری توہین ہے، ہمارے مقابل مہاجرین کو قریشی جو قریش کو بھیجو تاکہ قریشی کا مقابلہ قریشی ہو ۴؎ حارث ابن عبدالمطلب حضور کے چچا ہیں، عبیدہ ان کے بیٹے، حارث ایمان نہ لائے مگر عبیدہ شروع ہی میں اسلام لائے ۔ دار ارقم میں حضور کے تشریف لے جانے سے پہلے ہی۔ عبیدہ عمر میں حضور سے زیادہ تھے۔ اس وقت بوڑھے تھے ۔

۵؎ ابوداؤد شرح سنہ میں بلکہ مصابیح کے بعض نسخوں میں یہ زیادتی ہے کہ حمزہ نے تو عتبہ کو قتل کر دیا اور میں نے شیبہ کو قتل کر دیا بہرحال ان دونوں صاحبوں نے اپنے حریفوں کو دوزخ میں پہنچا دیا کیوں نہ ہوتا کہ یہ دونوں اللہ کے شیر تھے۔ شیر کے مقابل بھیڑ بکریاں کیا ہیں ۶؎ اس طرح کہ عبیدہ نے ولید پر تلوار کا ایسا وار کیا جس سے زخمی کر گیا اور ولید نے عبیدہ کو زخمی کر دیا۔ دو طرف وار بھرپور ہوئے تھے یہاں ٹھنڈا کرنے سے مراد موت نہیں بلکہ زخموں سے چور کر کے ضعیف و کمزور کر دینا ہے۔ یعنی یہ دونوں ایک دوسرے کو پہنچائے ہوئے زخموں سے چور ہو کر نڈھال ہو گئے۔

عُبَيْدَةَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤُدَ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَحَاصَ النَّاسُ حَيْصَةً فَاَتَيْنَا الْمَدِيْنَةَ فَاخْتَفَيْنَا بِهَا وَقُلْنَا هَلَكْنَا ثُمَّ اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ الْفَرَّارُوْنَ قَالَ بَلْ اَنْتُمُ الْعَكَّارُوْنَ وَاَنَا فِئَتُكُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاؤُدَ نَحْوَهُ وَقَالَ لَا بَلْ اَنْتُمُ الْعَكَّارُوْنَ قَالَ

عبیدہ کو اٹھالائے (احمد، ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا تو لوگ پھر گئے پورا پھرنا پھر ہم مدینہ پہنچے تو وہاں چھپ گئے اور ہم نے سوچا کہ ہم تو ہلاک ہوگئے پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ہم تو بھگوڑے ہیں فرمایا بلکہ تم پلٹنے والے ہو اور میں تمہارا پناہ ہوں (ترمذی) اور ابوداؤد کی روایت میں اس کی مثل ہے اور فرمایا نہیں بلکہ تم پلٹنے والے ہو فرماتے ہیں

۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں شخصی جنگ (مبارزہ) اپنے حریف کے سوا دوسرے پر حملہ کردینا بھی جائز ہے امام مالک و شافعی کے ہاں تو مطلقًا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کے ہاں امام کی اجازت سے جائز ہے۔ یہی امام اوزاعی فرماتے ہیں۔ یہاں حضرت حمزہ و علی کا ولید پر ٹوٹ پڑنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے ہوا ہوگا۔ خیال رہے کہ کتب تواریخ میں ہے کہ حضرت علی ولید کے مقابل گئے تھے جناب علی بھی جوان تھے اور ولید بھی، شیبہ اور عتبہ بوڑھے تھے۔ ادھر حضرت حمزہ اور عبیدہ بوڑھے تھے (مرقات) ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں ناس سے مراد یہی مجاہد غازی صحابہ ہیں۔ اور حیص کے معنی ہیں میدان جنگ سے واپس آجانا بغیر کامیاب ہوئے اور ہوسکتا ہے کہ ناس سے مراد کفار ہوں اور حیص کے معنی ہوں ان کا مسلمانوں پر پلٹ پلٹ کر حملہ کرنا بہرحال حیص کے معنی ہیں پھرنا، مائل ہونا کسی سے مائل ہونا۔ مقصد یہ ہے کہ ہم اس جنگ میں فتح حاصل نہ کرسکے، کفار کے کثرت تعداد کی وجہ سے بغیر جنگ جیتے واپس ہوگئے ۳؎ یہ حضرات سمجھے یہ تھے کہ جہاد سے بھاگ جانا مطلقًا گناہ کبیرہ ہے، خواہ بزدلی کی وجہ سے ہو یا سخت مجبوری کی وجہ سے حالانکہ مجبورًا بھاگنا گناہ صغیرہ بھی نہیں۔ ایسی صورت میں جان دے دینا افضل ہے، جان بچا کر بھاگ جانا گناہ نہیں۔ اسی خیال سے یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کی ہمت نہ کرسکے شرمندگی کی وجہ سے۔ خیال رہے کہ یہ شرمندگی رب کو بڑی پیاری ہے ۴؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات سے مدینہ منورہ پہنچنے کا دن اور آج تک حاضر بارگاہ نہ ہونے کا سبب پوچھا ہوگا۔ تب ان حضرات نے یہ عرض کیا کہ ہم کس منہ سے حضور کے سامنے آتے ہم کرکے ہی کیا آئے تھے۔ مسلمانوں خیال رکھو کہ ہم کو بھی قبر و حشر میں اللہ رسول کے سامنے پیش ہونا ہے ہم بھلا کس منہ سے وہاں جائیں گے ہم نے کیا کیا ہے اللہ تعالٰی بے ڈھنگوں، بے رنگوں کی لاج رکھے بے پوچھے ہی بخشے۔ شعر

صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے میرا حساب ✦ بخش بے پوچھے میرے سامنے گناہ اے کردگار

۵؎ عکار بنا ہے عکر سے یعنی پلٹ پلٹ کر حملہ کرنا، عکار مبالغہ ہے جیسے کرار فتح جب لشکر کا حصہ زیادہ سردار کی طرف پناہ لی جائے۔ رب تعالٰی

فَدَنَوْنَا فَقَبَّلْنَا يَدَهُ فَقَالَ أَنَا فِئَةُ الْمُسْلِمِينَ وَسَنَذْكُرُ حَدِيثَ أُمَيَّةَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ كَانَ يَسْتَفْتِحُ وَحَدِيثَ أَبِي الدَّرْدَاءِ ابْغُونِي فِي ضُعَفَائِكُمْ فِي بَابِ فَضْلِ الْفُقَرَاءِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى. اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ ثَوْبَانَ بْنِ يَزِيدَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصَبَ الْمَنْجَنِيقَ عَلٰى أَهْلِ

تو ہم قریب ہوئے ہم نے حضور کے ہاتھ چومے [1] پھر فرمایا میں مسلمانوں کی پناہ ہوں [2] اور ہم امیہ ابن عبداللہ کی حدیث کہ کان یستفتح اور ابوالدرداء کی حدیث کہ مجھے اپنے کمزوروں میں ڈھونڈو۔ انشاءاللہ باب فضل فقراء میں بیان کریں گے [3]

تیسری فصل ۔ روایت ہے حضرت ثوبان ابن یزید سے [4] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف والوں پر گوپھیا [5] نصب فرمایا

ہے اور متحیزا الی فئۃ ۔ مطلب یہ ہے کہ تم بھگوڑے نہیں بلکہ کفار پر پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والے شیر ہو تمہارا میرے پاس آنا بھگوڑا پن نہیں ہے بلکہ اپنی پناہ کے پاس آنا ہے تاکہ پھر تازہ دم ہوکر دوبارہ کفار پر حملہ کرو۔ میں تمہاری پناہ تمہاری قوت تمہاری طاقت ہوں۔ شعر۔

مجھ سے بے بس کی طاقت پہ دائم درود ÷ مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام

اگر شکاری کی طرف سے شیر پلٹ جائے تو بزدلی کے لیے نہیں پلٹتا بلکہ دوبارہ حملہ کرنے کے لیے پلٹا کھاتا ہے۔ تم شیر ہو میں تمہاری پناہ۔ یارسول اللہ ہم گنہگاروں پر ایسی ہی الطاف کریمانہ فرمانا۔ آپ کے سوا ہماری کوئی پناہ نہیں۔ شعر

یارسول اللہ بدرگاہت پناہ آوردہ ام ÷ ہمچو کاہے آمدم کوہ گناہ آوردہ ام

۱ یہ سمجھ کر کہ ہم کیا سمجھے تھے اور حضور نے کیا بشارت دی ہم ہم ہیں وہ وہ ہی ہیں۔ اس کرم کو دیکھ کر ہم بے ساختہ حضور کے ہاتھوں پر ٹوٹ پڑے یہی ہاتھوں کا بوسہ دونوں جہان کو ہے اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

۲ یعنی فئۃ یعنی پناہ مطلق ہے جس سے عموم حاصل ہوا یعنی میں ہی امت کی پناہ ہوں ہر مصیبت میں کوئی مصیبت پڑے میری پناہ لیں دین و دنیا کی آفت و بلا میں حضور سہارا ہیں۔ حضور پناہ ہیں تا قیامت ہر مسلمان کی۔ شعر

کرکے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ ÷ تم کہو دامن میں آ تم پہ کروڑوں درود

۳ یعنی وہ دونوں حدیثیں مصابیح میں یہاں ہی تھیں ہم نے مناسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے علیحدہ علیحدہ ان دو بابوں میں ذکر کی ہیں ۴ حق یہ ہے کہ ثور ابن یزید ہیں کیونکہ ثوبان ابن یزید صحابہ و تابعین میں کسی کا نام نہیں بعض نسخوں میں صرف ثوبان ہے وہ حضور کے آزاد کردہ غلام ہیں مگر ان کے والد کا نام بجدد تھا۔ ثور ابن یزید کلاعی شامی حمصی ہیں تابعی ہیں۔ حضرت خالد ابن معدان سے ملاقات ہے ۱۵۵ ایک سو پچپن ہجری میں وفات پائی (مرقات)

۵ یعنی حضور انور نے غزوۂ طائف میں طائف کے کنارہ پر گوپھن (گھوپنی) نصب فرمائی تاکہ اس میں پتھر رکھ کر طائف پر پتھروں کی گولہ باری کی جائے۔ بڑی گوپھن

الطَّائِفِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ مُرْسَلًا۔ بَابُ حُكْمِ الْاُسَرَاءِ اَلْفَصْلُ
الْاَوَّلُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَجِبَ
اللّٰهُ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ وَفِيْ رِوَايَةٍ يُقَادُوْنَ اِلَى
الْجَنَّةِ بِالسَّلَاسِلِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ اَتَى
النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنٌ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَهُوَ فِيْ سَفَرٍ
فَجَلَسَ عِنْدَ اَصْحَابِهٖ يَتَحَدَّثُ ثُمَّ انْفَتَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ترمذی۔ مرسلاً ۱ باب قیدیوں کا حکم ۲ پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اللہ اس قوم سے خوش ہوتا ہے جو بیڑیوں میں جنت میں داخل ہوتے ہیں ۳ اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کی طرف زنجیروں میں کھینچ کر لائے جاتے ہیں ۴ (بخاری)۔ روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشرکوں کا ایک جاسوس آیا جب کہ حضور سفر میں تھے تو حضور کے صحابہ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا پھر چل دیا ۵ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

سے قلعہ کی دیواریں تک توڑ دی جاتی تھیں طائف کی تحقیق پہلے کی جاچکی ہے فقیر نے طائف کی زیارت کی ہے وہاں حضرت عبداللہ ابن عباس کا مزار پر انوار ہے۔

۱ چونکہ ثوری ابن یزید تابعی ہیں انہوں نے صحابی کا نام نہ لیا اس لیے یہ حدیث مرسل ہوئی۔ خیال رہے کہ طائف کے معنی ہیں گھومنے والا چونکہ طائف کا راستہ پیچ دار ہے کہ مکہ معظمہ سے طائف جانے والا گھومتا ہی ہوا جاتا ہے نیز یہ زمین پہلے ملک شام میں تھی۔ رب تعالٰی نے وہاں سے منتقل فرما کر بیت اللہ کا طواف کرا کر یہاں رکھی دعاء ابراہیمی کی وجہ سے نیز یہ سرزمین عرصہ تک پانی پر گردش کرتی رہی طوفان نوح میں۔ ان وجوہ سے اسے طائف کہتے ہیں۔ یہ بڑی سرسبز اور شاداب جگہ ہے (مرقات) ۲ اسراء الف کے فتح سے ہمزہ کے زیر سے جمع اسیر کی بمعنی قیدی یہ جمع قلت ہے اور اساریٰ جمع کثرت چونکہ جہاد میں کبھی کفار قید ہو کر بھی آتے ہیں اس لیے کتاب الجہاد میں اس کا ذکر ہوا ۳ اس طرح کہ جنگ میں گرفتار ہو کر آتے ہیں پھر مسلمانوں کے اخلاق عبادات سے اثر لے کر مسلمان ہو جاتے ہیں پھر رب تعالٰی انہیں حسن خاتمہ نصیب فرما کر جنت میں داخل فرماتا ہے۔ یہ اسیری انکی دوزخ سے رہائی جنت میں داخلہ کا ذریعہ بن جاتی ہے ۴ سرکار کا یہ فرمان عالی بدر کے قیدیوں کو ملاحظہ فرما کر تھا کہ وہ تمام ہی مسلمان بلکہ مسلمان گر ہو گئے۔ حضرت عباس حضرت ابوالعاص وغیرہم اسی دن ہی ایمان لے آئے تھے اگرچہ بعض نے اظہار ایمان فتح مکہ کے دن کیا غرضیکہ ان کے لئے یہ قید و بند اللہ کی رحمت ہوگئی والحمدللہ اس فرمان کی اور شرحیں بھی کی گئیں۔ بعض لوگ دنیاوی مصیبتیں دیکھ پاکر توبہ کرکے جنتی ہو جاتے ہیں ان کے لئے یہ مصیبتیں زنجیریں ہیں جن کے ذریعے رب انہیں جنت کی طرف کھینچتا ہے۔

۵ یعنی مسلمانوں کے حالات دیکھ کر ان کے آئندہ ارادے معلوم کرکے ان کی باتیں سن کر مشرکوں کی طرف مخبری کرنے روانہ ہو گیا۔

وَسَلَّمَ اُطْلُبُوْهُ وَاقْتُلُوْهُ فَقَتَلْتُهٗ فَنَفَّلَنِيْ سَلَبَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَوَازِنَ فَبَيْنَا نَحْنُ نَتَضَحّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلٰى جَمَلٍ اَحْمَرَ فَاَنَاخَهٗ وَجَعَلَ يَنْظُرُ وَفِيْنَا ضَعْفَةٌ وَرِقَّةٌ مِّنَ الظَّهْرِ وَبَعْضُنَا مُشَاةٌ اِذْ خَرَجَ يَشْتَدُّ فَاَتٰى جَمَلَهٗ فَاَثَارَهٗ فَاشْتَدَّ بِهِ الْجَمَلُ فَخَرَجْتُ اَشْتَدُّ حَتّٰى اَخَذْتُ بِخِطَامِهٖ فَاَنَخْتُهٗ

اسے تلاش کرو اور اسے قتل کردو میں نے اسے قتل کردیا تو حضور نے اس کا سامان مجھے بخش دیا (مسلم بخاری) روایت ہے
انہی سے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوازن پر حملہ کیا ۱؎ تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ ناشتہ کررہے تھے کہ اچانک ایک شخص سرخ اونٹ پر آیا اسے بٹھایا اور دیکھنے لگا اور ہم میں کمزور لوگ
تھے اور سواریوں میں کمی تھی ۲؎ اور ہمارے بعض پیدل تھے کہ وہ دوڑتا ہوا نکلا تو اپنے اونٹ کے پاس آیا وہ اسے اٹھایا
اسے لے کر اونٹ دوڑ گیا تو میں دوڑتا ہوا نکلا حتی کہ میں نے مہار پکڑلی۔ میں نے اسے

۱؎ یہ جاسوس یا تو حربی کافر تھا جو بغیر اجازت دارالاسلام میں گھس آیا تھا یا کوئی ذمی کافر تھا جو حربی کفار کی جاسوسی کی وجہ سے اپنا ذمہ توڑ چکا تھا۔ یہ دونوں قسم کے کفار قتل کے مستحق ہیں۔ آج کل بھی اس پر عمل ہے مگر مسلمان کفار کی جاسوسی کرے تو اسے قتل تو نہ کیا جائے گا مگر اسے سزا ایسی سخت دی جائے گی کہ آئندہ جاسوسی کی ہمت نہ کرے۔ مرقات نے لکھا کہ اگر کوئی مسلمان کفار کو لشکر اسلام کا پتہ بتائے ان پر گولہ باری کرا کر کفار کے ہاتھوں لشکر اسلام کو قتل کرادے تو یقینًا مستحق قتل ہوگا۔ مسلمان کو قتل کرنا، قتل کرانا، قتل کا سبب بننا، مسلم قوم کو تباہ کرنا ان سب کی سزا قتل ہے ۲؎ یعنی اس مقتول جاسوس کا سارا سامان، گھوڑا جوڑا، ہتھیار، اس کے جسم کا سونے چاندی کا زیور۔ غرضیکہ ساری چیزیں قاتل یعنی حضرت سلمہ ابن اکوع کو عطا فرمائیں۔ اس مسئلہ کی بحث ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی۔ اس میں جو آئمہ دین کا اختلاف ہے وہاں ہی مذکور ہوگا ان شاء اللہ یہاں صرف یہ سمجھ لو کہ جہاد میں قاتل کو مقتول کا سامان بغیر خمس نکالے ہوئے دے دینا امام شافعی کے ہاں اسلامی قانون ہے کہ بہرحال دینا ہی پڑے گا۔ ہمارے ہاں اگر امام اس کا اعلان کردے تو دینا واجب ہے ورنہ نہیں ۳؎ اس غزوہ کا نام غزوہ حنین ہے جو فتح مکہ کے بعد ۱۰ شوال ہفتہ کے دن ہوا۔ حنین مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے فقیر نے اس کی زیارت کی ہے۔ ہوازن اس قبیلہ کفار کا نام ہے جو وہاں مسلمانوں کے مقابل تھے، پھر یہ مسلمان ہوگئے ۴؎ نتضحی بنا ہے ضحی سے بمعنی چاشت۔ اسی لیے چاشت کے وقت کی نماز کو صلوۃ الضحی کہتے ہیں۔ بعض شارحین نے یہاں اس کے یہ معنی کیے ہیں۔ یعنی ہم نماز چاشت پڑھ رہے تھے۔ مگر قوی یہی ہے کہ یہاں ناشتہ کا کھانا مراد ہے یعنی ہم لشکر والے حضور انور کے ساتھ ناشتہ میں مشغول تھے ۵؎ ضعفہ ض کے فتحہ عین کے سکون سے ضعیف کی جمع ہے۔ ضعیف بمعنی کمزور

ثُمَّ اخْتَرَطْتُ سَيْفِي فَضَرَبْتُ رَأْسَ الرَّجُلِ ثُمَّ جِئْتُ بِالْجَمَلِ أَقُودُهُ عَلَيْهِ رَحْلُهُ وَسِلَاحُهُ فَاسْتَقْبَلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ الرَّجُلَ قَالُوا ابْنُ الْأَكْوَعِ قَالَ لَهُ سَلَبُهُ أَجْمَعُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ نَزَلَتْ بَنُو قُرَيْظَةَ عَلَى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بٹھالیا پھر میں نے اپنی تلوار سونتی تو اس کے سر پر ماری ۱ پھر میں اونٹ ہانک لایا جس پر اس کا سامان اس کے ہتھیار تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور لوگ مجھے سامنے سے ملے تو فرمایا کہ اس شخص کو کس نے قتل کیا لوگوں نے کہا ابن اکوع نے حضور نے فرمایا اس کا سارا سامان انہیں کا ہے ۲ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ جب بنی قریظہ نے حضرت سعد ابن معاذ کے حکم پر اترنا چاہا ۳ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا۔ تو وہ گدھے

رقت کے معنی ہوتے ہیں پتلا پن، غلظ کا مقابل یہاں تنگی دکھی مراد ہے یعنی ہمارے پاس اس زمانہ میں سامان جنگ بھی کم سواریوں کی بھی کمی تھی اور ہم لوگ جسمانی کمزور بھی تھے ۵ تاکہ ہماری اس کمزوری اور بے سامانی کی خبر ہمارے حریف کافروں کو دے کر انہیں ہمارے مقابلہ پر دلیر کرے ۶ یعنی میں تیزی سے اس کے پیچھے دوڑا حتی کہ اس کے اونٹ تک پہنچا آگے ہو کر اس کی مہار پکڑ کر روک لیا اللہ اکبر یہ ہے اسلامی ہمت آپ نے یہ خیال نہ کیا کہ وہ پیچھے مہار کو پکڑتے ہوئے مجھے قتل کر کے بھاگ جائے گا۔ جو مرد میدان ہتھیلی پر سر رکھ لے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

۱ کہ وہ مر گیا یہ تائید غیبی تھی کہ اس دوران میں اس نے آپ کو شہید نہ کر دیا۔ آپ کی ہمت بہت بڑی تھی کان اللہ لہما اس سے معلوم ہوا کہ جاسوس کا قتل جائز ہے۔ اور جاسوسی کے ثبوت کے لیے صرف علامات ہی کافی ہیں باقاعدہ گواہیوں کی ضرورت نہیں، آج بھی جس کے پاس خبر رسانی کے آلات پائے جاتے ہیں اسے جاسوس مان لیا جاتا ہے ۲ یعنی صرف اس کا لباس ہی نہیں بلکہ ہتھیار، لباس، زیور، سواری، کاٹھی وغیرہ جو کچھ اس مقتول کے پاس تھا سب ان کو دے دو اور اس میں سے خمس بھی نہ لیا جائے۔ یہی ہمارا مذہب ہے کہ قاتل غازی کو کافر مقتول کا سارا مال دیا جائے اس میں خمس نہیں ۳ یہ واقعہ شوال ۵ھ پانچ ہجری کا ہے کہ یہود مدینہ بنی قریظہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے بدعہدی کر کے مشرکین مکہ کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا جس کی وجہ سے غزوہ احزاب یعنی خندق کا واقعہ پیش آیا۔ اللہ تعالٰی نے ان سب کفار کی تمام تدبیروں کو ایک آندھی کے ذریعہ ختم فرما دیا۔ مسلمانوں نے غزوۂ خندق سے فارغ ہو کر بحکم خداوندی ان بدعہد یہودیوں بنی قریظہ کا محلہ گھیر لیا۔ یہ لوگ پچیس دن اپنے قلعوں میں محصور رہ کر تنگ آ گئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم حضرت سعد ابن معاذ کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ وہ ہمارے متعلق جو فیصلہ کریں ہم کو منظور ہے۔ حضور نے بھی ان کی یہ درخواست قبول فرمائی چونکہ حضرت سعد ابن معاذ قبیلہ اوس کے سردار تھے اور

فَجَاءَ عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا دَنٰى قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ فَجَاءَ فَجَلَسَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِكَ قَالَ فَاِنِّیْ اَحْكُمُ اَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ وَاَنْ تُسْبَى الذُّرِّيَّةُ

پر سوار آئے ۱؎ جب قریب آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے سردار کی طرف اٹھو چلو ۲؎ چنانچہ وہ آئے بیٹھ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ تمہارے حکم پر اترے ہیں ۳؎ فرمایا کہ میں تو حکم دیتا ہوں کہ ان کے جنگجو قتل کردیے جائیں اور ان کے بچے قید کر لیے جائیں ۴؎

۱؎ بنی قریظہ اس کے حلیف تھے زمانہ جاہلیت میں۔ اس لیے انہیں یقین تھا کہ حضرت سعد ہمارے حلیف ہونے کا لحاظ کرکے ہم پر نرمی کریں گے۔ اس لیے وہ آپ کے فیصلہ پر راضی ہوئے۔ مگر فیصلہ وہ ہوا جو آگے آرہا ہے ۲؎ آپ غزوۂ خندق میں زخمی ہوگئے تھے۔ بیمار تھے اس لیے سواری پر حاضر ہوئے۔ آپ کہیں دور سے نہ آئے تھے اپنے گھر سے ہی آئے تھے جو مدینہ منورہ میں تھا (مرقات) ۳؎ اس میں خطاب یا تو انصار سے ہے جو حاضر بارگاہ تھے یا سارے حاضرین سے یعنی اپنے ان سردار کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوجاؤ اور ان کے استقبال و پیشوائی کے لیے جاؤ۔ ابھی حضرت کا [illegible] ہی یہ حکم صادر ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی آمد پر ان کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا ان کا استقبال کرنا سنت ہے جن احادیث میں تعظیمی قیام سے منع فرمایا گیا ہے وہ وہ ہے کہ سردار بیٹھا ہو اور لوگ اس کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوں۔ یہی جمہور علماء کا مذہب ہے (مرقات و اشعہ) بعض نے کہا کہ یہ قیام تعظیمی نہ تھا بلکہ حضرت سعد بیمار تھے خود اتر کر نہ آسکتے تھے۔ ان کی مدد کے لیے یہ حکم دیا گیا۔ اس لیے یہاں لام نہ فرمایا الٰی ارشاد ہوا۔ مگر یہ توجیہ کمزور ہے ورنہ صرف ایک دو آدمیوں کو انہیں اتارنے کے لیے بھیج دیا جاتا سب کو یہ حکم ہوتا نیز پھر سید کہہ کر نہ فرمایا جاتا بلکہ مریض کہہ کر ارشاد ہوتا سید کہہ کر فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیام سرداری کی وجہ سے تھا نہ کہ بیماری کی وجہ سے۔ چونکہ قیام کے ساتھ استقبال کے لیے آگے بڑھنا بھی تھا اس لیے الٰی ارشاد ہوا۔ قیام تعظیمی کی پوری بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو اور ان شاء اللہ اسی کتاب میں باب القیام میں آوے گی ۴؎ یعنی آپ کے فیصلہ پر یہ بنی قریظہ راضی ہیں اور ہم کو بھی منظور ہے۔ لہذا آپ فیصلہ کرو معلوم ہوا کہ کسی کو پنچ مقرر کرنا اس سے فیصلہ کرانا سنت سے ثابت ہے ۵؎ جنگجو سے مراد مطلقاً جوان مرد ہیں خواہ جنگ کرتے ہوں یا کراتے ہوں یا رائے دیتے ہوں اور ذریت سے مراد چھوٹے بچے عورتیں ہیں جنہیں جنگ سے کوئی تعلق نہ ہو (مرقات) خیال رہے کہ بنی قریظہ یہود مدینہ اور کفار مشرکین میں یہ طے ہوا تھا کہ مشرکین تو باہر سے مدینہ کے مسلمانوں پر حملہ کریں۔ اور ہم اندرون مدینہ مسلمانوں کو ماریں اور مسلمانوں کو ایسا کچل دیں جیسے چکی میں دانہ۔ اسی لیے ان کے جوانوں کو قتل فرمایا گیا لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ غزوہ احزاب میں باقاعدہ قتال ہوا ہی نہ تھا مشرکین تو خندق دیکھ کر حیران رہ گئے یہود مدینہ ان کی رکاوٹ و حیرانی کی وجہ سے باقاعدہ جنگ نہ کرسکے۔

قَالَ لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ الْمَلِكِ وَفِي رِوَايَةٍ بِحُكْمِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا
قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ
سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَاذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ
يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ إِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ وَإِنْ

فرمایا تم نے ان کے متعلق فرشتے کا حکم دیا۱ اور ایک روایت میں ہے اللہ کا حکم دیا۲ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف کچھ سوار بھیجے۳ وہ لوگ بنی حنیفہ کا ایک شخص پکڑ لائے جسے ثمامہ ابن اثال کہا جاتا تھا۔ یعنی یمامہ والوں کا سردار۴ تو اسے مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے باندھ دیا۵ تو اس کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا تیرے پاس کیا ہے۶ اے ثمامہ۔ وہ بولا اے محمد میرے پاس بھلائی ہے۷ اگر آپ قتل کریں گے تو خون والے کو قتل کریں گے۸ اور اگر آپ احسان کریں تو شکر گزار

۱ فرشتہ سے مراد یا تو جبریل علیہ السلام ہیں یا وہ فرشتہ جو مومن کے دل میں بطور الہام اچھے خیالات پیدا کرتا ہے۔ ۲ یعنی تم نے ایسا حکم دیا جس سے اللہ راضی ہے یا اللہ تعالٰی نے بذریعہ فرشتہ تمہارے دل میں یہ حکم ڈالا اور تم نے سنایا زبان تمہاری ہے فیصلہ رب کا ہے۔ سبحان اللہ کیسی شان ہے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے بعض فیصلے بھی حکم (پنچ) بنانا جائز ہے اور پنچ کے فیصلہ پر فریقین کو راضی ہونا پڑے گا۔ پنچ کے فیصلہ کی اپیل نہیں سلطان کی بارگاہ میں نہیں جاسکتی۔ ۳ یہ واقعہ محرم ۶ھ کا ہے۔ نجد کے لغوی معنی ہیں اونچی زمین مگر اس سے مراد ہوتا ہے عرب کا ایک صوبہ کیونکہ یہ صوبہ بہت اونچا ہے۔ حجاز، عراق، یمن، بحرین، نجد یہ عرب کے پانچ صوبوں کا نام ہے۔ ۴ یمامہ نجد کے علاقہ میں ایک شہر ہے مکہ معظمہ سے سولہ منزل ہے۔ یہیں پر مسیلمہ کذاب پیدا ہوا تھا۔ بنی حنیفہ ایک قبیلہ کا نام ہے اسی قبیلہ میں مسیلمہ پیدا ہوا۔ ۵ مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا تاکہ ثمامہ یہاں رہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے دیکھے اور اسے ایمان میسر ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کون ہے جو غور سے حضور کو دیکھے اور ان پر فدا نہ ہو جائے۔

کفر و اسلام کے جھگڑے تیرے چھپنے سے بڑھے ÷ تو اگر جلوہ دکھا دے تو توہی تو ہو جائے

اس سے معلوم ہوا کہ کافر کو مسجد میں آنا، اسے وہاں لانا، وہاں رکھنا، وہاں باندھنا جائز ہے۔ ثمامہ کو اس ستون سے بندھا رہتا تھا۔ پیشاب یا پاخانہ کے لیے اسے باہر لے جایا جاتا تھا کھانا پانی وہاں ہی دیا جاتا ہوگا۔ دھوپ کا تو وہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ غرضیکہ ثمامہ کو وہاں کوئی تکلیف نہ تھی۔ وہاں بندھے رہنے میں انہیں وہ لذت آتی ہوگی جو بیان سے باہر ہے۔ دیکھتے جلوہ محبوب کا آتے جاتے۔ اب تک لوگ اس ستون کی زیارت کرتے ہیں سے

كُنْتَ تُرِيْدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَتَرَكَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ الْغَدُ فَقَالَ لَهُ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِيْ مَا قُلْتُ لَكَ اِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ وَّاِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَّاِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَتَرَكَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ فَقَالَ لَهُ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِيْ مَا قُلْتُ لَكَ اِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ وَّاِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَّاِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ

پر کریں گے اور اگر آپ مال چاہتے ہوں تو طلب فرمایئے جو چاہیں گے حاضر کیا جائے گا اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دیا حتی کہ کل کا دن ہوا تو فرمایا اے ثمامہ تیرے پاس کیا ہے۔ وہ بولا میرے پاس وہ ہی ہے جو میں نے آپ سے عرض کیا کہ اگر احسان فرماؤ گے تو شکر گزار پر احسان فرماؤ گے اور قتل فرماؤ گے تو بڑے بھاری خون والے کو قتل فرماؤ گے اور اگر آپ مال چاہتے ہوں تو طلب کیجئے حاضر کیا جائے گا جو آپ چاہیں گے اسے پھر حضور انور نے چھوڑ دیا حتی کہ پرسوں کا دن ہوا تو اس سے فرمایا کہ ثمامہ تیرے پاس کیا ہے وہ بولا میرے پاس وہ ہی ہے جو میں نے عرض کیا کہ اگر آپ احسان کریں گے تو شکر گزار پر کریں گے اور اگر قتل کریں گے تو بھاری خون والے کو قتل کریں گے اور اگر آپ مال چاہتے ہوں تو طلب کیجئے جو آپ چاہیں گے حاضر کیا جائے گا۔

ثمامہ کو باندھا گیا تھا ثمامہ یہاں تین روز بندھے رہے۔ ۲ یعنی تیرا حال کیا ہے تجھے کھانے پینے وغیرہ کی کوئی تکلیف تو نہیں یا تیرا ہمارے متعلق خیال کیا ہے ہم تجھ سے کیا برتاؤ کریں گے (اشعہ ومرقات) اس قید پر ہزاروں آزادیاں قربان۔

دیکھا انہیں محشر میں تو رحمت نے پکارا ٭ آزاد ہے جو آپ کے دامن سے بندھا ہو

۳ یعنی ہر طرح خیریت و آرام سے ہوں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے صحابہ کرام میری راحت کا بہت خیال رکھتے ہیں یا حضور کے متعلق میرا خیال خیر ہے، کیونکہ محسن ہیں۔ آپ سے مجھے ظلم کا اندیشہ نہیں (مرقات) ۴ دم دال سے ہے بمعنی خون اور خون والے سے مراد ہے مستحق قتل۔ یا شریف قوم یعنی اگر آپ مجھے قتل فرمادیں تو واقعی میں قتل ہی کا مستحق ہوں کہ آپ کے دشمنوں میں سے ہوں۔ اس قتل میں آپ ظالم نہ ہوں گے یا آپ بڑے قیمتی خون والے کو قتل کریں گے کیونکہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں۔ سردار کا خون بڑا اہم ہوتا ہے۔ بعض روایات میں ذم نقطے والی ذال سے ہے۔ بمعنی ذمہ دار یعنی آپ بڑے ذمہ دار کو قتل کریں گے میں معمولی آدمی نہیں ہوں اپنی قوم کا ذمہ دار ہوں سردار ہوں مگر یہ روایت غیر مشہور سی ہے۔

۵ یعنی اگر آپ مجھ پر احسان فرما کر مجھے چھوڑ دیں گے تو عمر بھر آپ کا شکر گزار رہوں گا۔ میں احسان فراموش نہیں ہوں احسان مند رہوں گا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ اِلٰى نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ يَا مُحَمَّدُ وَاللّٰهِ مَا كَانَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ وَجْهٌ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ فَقَدْ اَصْبَحَ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثمامہ کو کھول دو تو وہ مسجد کے قریبی باغ کی طرف گیا غسل کیا پھر مسجد میں آیا تو کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اس کے رسول ہیں اے محمد اللہ کی قسم مجھے روئے زمین پر کوئی چہرہ تمہارے چہرے سے زیادہ ناپسند نہ تھا اب آپ کا
رخ انور

۱؎ یعنی آپ مجھے فدیہ لے کر چھوڑنا چاہیں تو میں بہت بڑا مالدار قوم کا سردار ہوں۔ میری قوم کو پیغام بھیجئے جتنا مال چاہیں گے آجائے گا ۲؎ یعنی اسی حالت میں بندھا رہنے دیا، نہ قتل کرایا، نہ آزاد کیا، نہ کوئی مطالبہ فرمایا۔ یہاں اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ ان دنوں میں حضور نے اس کے دل پر توجہ فرمائی، باطن میں تصرف فرمایا۔ اس کا نتیجہ تیسرے دن ظاہر ہوا ۳؎ خیال رہے کہ ان تینوں دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال ایک ہی رہا مگر ثمامہ نے پہلے دن جواب میں قتل کا ذکر پہلے کیا احسان و مال کا ذکر بعد میں۔ مگر پچھلے دو دنوں کے جواب میں انعام و رحم خسروانہ کا ذکر پہلے کیا، قتل کا ذکر بعد میں، کیونکہ ثمامہ کی نظر پہلے دن اپنے جرم پر تھی اور دوسرے دنوں میں حضور کے رحم و کرم و احسان پر۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مجرم کو چاہیئے پہلے اپنے جرم کا اقرار کرے۔ پھر استغفار۔ ثمامہ پر پہلے دن خوف غالب تھا باقی دنوں میں امید غالب۔ پہلے دن ثمامہ اجنبی تھا، آخر دنوں میں رحم خسروانہ کرم شاہانہ سے آشنا ہو چکا تھا (از مرقات)

۴؎ تین دن جمال کا نظارہ کرا کے اپنی اداؤں کا دیوانہ بنا کر فرمایا کہ ثمامہ کو آج قید سے آزاد کر دو جہاں چاہیں جائیں مگر ثمامہ کا دل اپنی محبت میں قید کر لیا۔ چڑیا کے شکار کو پنجرے سے نکال دو وہ اڑ جاتا ہے مگر اب وہ کدھر جائے کس چیز سے، اڑنے والی چیز تو ختم ہو چکی۔ صحابہ نے سوچا ہوگا کہ ثمامہ گئے مگر کہاں جاتے، جانے کے قابل ہی نہ رہے۔

تال سوکھ پر بھی بنا اور پھنسا کہیں نہ جائیں ÷ پانسہ پھیلی پریت کے دو کنکر چن چن کھائیں

ہنس تالاب کے کنارہ رہتا ہے۔ تالاب سوکھ جانے پر وہاں کی مٹی چاٹ چاٹ کر دم توڑ دیتا ہے۔ مگر تالاب چھوڑ کر نہیں جاتا

۵؎ حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ پہلے قید کرکے لائے گئے تھے۔ اب خود قید ہوکر آگئے۔

گر کے قدموں پر وہ قربان ہو گیا ÷ پڑھ لیا کلمہ مسلمان ہو گیا

معلوم ہوا کہ اسلام لاتے وقت غسل کرنا سنت صحابہ ہے۔ بعض نسخوں میں نخل جیم سے ہے یعنی تھوڑا یا بہتا ہوا پانی، مگر قوی روایت نخل خ سے ہے، یعنی وہ قریبی باغ میں گئے جہاں کچھ پانی تھا وہاں غسل کیا۔ یہ معلوم ہوا کہ جاری پانی سے وضو غسل کر لینا جائز ہے، مالک سے پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ تھے پانی سے عموماً منع نہیں کیا جاتا۔

وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوْهِ كُلِّهَا إِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ دِيْنٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ
دِيْنِكَ فَأَصْبَحَ دِيْنُكَ أَحَبَّ الدِّيْنِ كُلِّهِ إِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ
أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ كُلِّهَا إِلَيَّ وَإِنَّ
خَيْلَكَ أَخَذَتْنِيْ وَأَنَا أُرِيْدُ الْعُمْرَةَ فَمَاذَا تَرٰى فَبَشَّرَهُ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهُ أَنْ يَّعْتَمِرَ فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ

تمام چہروں سے مجھے زیادہ پیارا ہوگیا ۱؎ اللہ کی قسم مجھے کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ ناپسند نہ تھا مگر اب آپ کا دین مجھے تمام دینوں سے زیادہ پیارا ہوگیا ۲؎ اللہ کی قسم کوئی شہر مجھے آپ کے شہر سے زیادہ ناپسند نہ تھا مگر اب مجھے آپ کا شہر تمام شہروں سے زیادہ پیارا ہوگیا ہے ۳؎ اور آپ کے لشکر نے مجھے اس حال میں گرفتار کیا کہ میں عمرہ کا ارادہ کر رہا تھا اب آپ کیا مناسب سمجھتے ہیں ۴؎ تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی اور عمرہ کرنے کا حکم دیا ۵؎ تو جب وہ مکہ آئے تو ان سے کسی نے کہا

۱؎ چہرے سے مراد ذات ہے چونکہ ملاقات کے وقت پہلے چہرہ ہی نظر آتا ہے۔ اس لیے ذات کے لیے چہرہ ہی بول دیا جاتا ہے۔ یعنی اب چند منٹ پہلے تک مجھے آپ سے بہت عداوت و نفرت تھی۔ مگر قید سے چھوٹتے ہی میرے دل کی دنیا بدل گئی کہ میرا دل آپ کی محبت سے ایسا بھر گیا کہ اب جیسے آپ مجھے پیارے ہیں ایسا پیارا کوئی نہیں۔ ماں باپ، اولاد بلکہ اپنی جان تمام چیزوں میں یہ سب داخل ہیں۔ معلوم ہوا کہ جب دل میں ایمان آتا ہے تو پہلے محبت رسول آتی ہے۔ یہ محبت رسول ہی اصل ایمان ہے۔ جنہوں نے حضور کو جادوگر کہا انہوں نے قرآن کو جادو کہا جنہوں نے حضور کو کاہن یا شاعر یا دیوانہ کہا انہوں نے قرآن کو کہانت اور شعر دیوانوں کا کہا۔ جنہوں نے حضور کو رسول اللہ کہا انہوں نے قرآن شریف کو کتاب اللہ کہا۔ قرآن بلکہ رحمان کا پتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے، آپ کی معرفت سے قرآن و رحمان تک پہنچا جاتا ہے۔ ۲؎ دین اسلام میں توحید، قرآن، حشر و نشر، فرشتے، قیامت وغیرہ سب داخل ہیں۔ یعنی آپ کی محبت سے مجھے ان تمام کی محبت نصیب ہوگئی۔ گھر میں جب گھر والا آتا ہے تو مع سامان کے آتا ہے۔ محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم دلوں کی مکین ہے۔ اور یہ ساری تجلیاں اس محبت کا سامان ۳؎ یعنی اب مجھے مدینہ پاک کے گلی کوچے عرش و فرش کے ہر مقام سے زیادہ پیارے ہوگئے۔ معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ کی محبت علامت ایمان ہے۔ وہاں کے ذرے دونوں جہان سے زیادہ پیارے ہیں۔

خاکِ طیبہ از دو عالم خوشتر است ؎ اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است
کہاں یہ مرتبے اللہ اکبر سنگ اسود کے ؎ یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے

یہ محبت مدینہ علامت ایمان اور ذریعہ نجات ہے۔ اللہ نصیب فرمادے۔

من مذہبی حب الدیار لاہلہا ... والناس فیما یعشقون مذاہب

لَهٗ قَائِلٌ اَصَبَوْتَ فَقَالَ لَا وَلٰكِنِّیْ اَسْلَمْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا وَاللّٰهِ لَا یَاْتِیْكُمْ مِنَ الْیَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتّٰی یَاْذَنَ فِیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاخْتَصَرَهُ الْبُخَارِیُّ
وَعَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ اُسَارٰی بَدْرٍ لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِیٍّ حَیًّا ثُمَّ كَلَّمَنِیْ فِیْ هٰؤُلَاءِ

کہ کیا تم بے دین ہو گئے تو وہ بولے نہیں لیکن میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لے آیا ہوں اور رب کی قسم یمامہ سے تمہارے پاس گندم کا ایک دانہ نہ پہنچے گا حتی کہ اس کی اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دے دیں (مسلم) اور بخاری نے اسے مختصرًا روایت کیا روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا کہ اگر مطعم ابن عدی زندہ ہوتے پھر وہ مجھ سے ان گندوں کے متعلق گفتگو کرتے تو ان کی وجہ سے

۴؎ یعنی یہ اپنے گھر سے عمرہ کرنے مکہ معظمہ جا رہا تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار کر لیا گیا اب قرآنی عمرہ کو جا رہا ہوں یا جاتا ہوں سبحان اللہ قدرت نے کیا ہو کا کر لیا ثمامہ مدینہ کے راستے سے مکہ معظمہ جاؤ خود رب کعبہ سے ملنا ہو تو مدینہ کے راستے سے ملا جاتا ہے۔ تو کعبہ کو بھی اسی راستہ سے جانا چاہیے۔

طیبہ سے نجف سے کربلا سے
ملتے ہیں سب اہل دل خدا سے

ثمامہ کی قوت ایمانی کا یہ حال ہو گیا کہ اب عمرہ بھی کرتا ہے تو حضور انور سے پوچھ کر کہ آپ فرمائیں تو عمرہ کروں ورنہ نہ کروں۔ ہر عبادت ان کی اجازت سے کی جائے تو عبادت ہے ۵؎ پہلے جنت رضاء الٰہی کی خوشخبری دی بعد میں عمرہ کرنے کا حکم صادر فرمایا بتایا کہ اسلام کی برکت سے تمہارے سارے گناہ معاف ہو گئے نیکیاں قبول ہو گئیں۔ ۱؎ صبوت بنا ہے صبو سے بمعنی میل اور جھک جانا، علم سے جہالت اور دین سے بے دینی کی طرف جھک جانے کو صبو کہتے۔ کفار مکہ اسلام لانے والے مسلمانوں کو صابی کہتے تھے۔ یعنی اے ثمامہ تم اپنے باپ دادوں کے دین کو چھوڑ کر بے دین بن گئے ۲؎ یعنی تم الٹی بات کہہ رہے ہو اب تک میں بے دین تھا اب دین والا ہو گیا اب تک کافر تھا اب مومن ہو گیا۔ میں تو گویا اب پیدا ہوا۔ یہاں ساتھ سے مراد زمانہ کی ہمراہی نہیں بلکہ دین میں ساتھ ہونا مراد ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کے مومن ہیں جبکہ عالم کی کوئی چیز نہ بنی تھی ۳؎ چنانچہ ثمامہ نے یمامہ پہنچ کر حکم دے دیا کہ مکہ معظمہ گندم کوئی غلہ نہ جانے پائے اور یمامہ کے غلہ پر ہی مکہ والوں کا گزارہ تھا قریشی بھوکے مرنے لگے تب انہوں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں خطوط اور آدمی بھیجے کہ خدا کا واسطہ، اپنی رشتہ داریوں کا صدقہ آپ ثمامہ کو غلہ بھیجنے کا حکم فرما دیں۔ ہم آخر میں تو آپ کے عزیز و قرابت دار ہیں تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کو حکم دیا اور مکہ والوں کو روٹی نصیب ہوئی۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ زمانہ جنگ میں کفار کو نہ ہتھیار فروخت کیے جائیں نہ غلہ اس سے کفار کو قوت حاصل ہوگی الداعی کے زمانہ میں اگرچہ غلہ ان کے ہاتھ فروخت کیا جاتا ہے مگر ہتھیار پھر بھی نہ

الْمُتْنِي لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ، وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ ثَمَانِينَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ هَبَطُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَبَلِ التَّنْعِيمِ مُتَسَلِّحِينَ يُرِيدُونَ غِرَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

میں انہیں چھوڑ دیتا (بخاری) ۱ روایت ہے حضرت انس سے کہ مکہ والوں میں سے اسّی آدمی تنعیم پہاڑ سے ہتھیار بند ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کود پڑے ۲ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضور کے صحابہ کی غفلت کے ارادے میں تھے ۳ کہ انہیں

فروخت کرو۔ کفار سے سلوک و احسان کرنا جائز ہے حتی کہ جنگی کافر قیدی کو بلا معاوضہ چھوڑ دینا بھی جائز ہے جبکہ اس میں مصلحت ہو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاص ابن ربیعہ کو احسان فرما کر چھوڑ دیا تھا۔ یہ بدر میں قیدی ہوئے تھے۔ اس میں جو ائمہ اسلام کا اختلاف ہے وہ فقہ میں دیکھو۔ اس حدیث سے بہت سے مسائل نکل سکتے ہیں جن میں سے کچھ ہم نے شرح کے دوران بیان کر دئے۔ باقی تحقیق مرقات میں اس جگہ مطالعہ فرماؤ۔ ثمامہ کی برکت سے بہت سے لوگ ایمان لے آئے ۲ آپ جبیر ابن مطعم ابن عدی نوفل ابن عبد مناف ہیں۔ کنیت ابو محمد ہے۔ فتح مکہ یا خیبر کے دن ایمان لائے۔ بڑے شاعر و نسبوں کے عالم، سردار قوم تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق کے شاگرد تھے۔ ۵۴ھ میں وفات پائی، آپ نے یہ حدیث زمانہ کفر میں سنی تھی اور بعد اسلام روایت کی۔

۳ مطعم سے مراد جبیر ابن مطعم کے والد ہیں۔ ان گندوں سے مراد یا تو بدر میں مقتول کفار ہیں کہ وہ کفر پر مرے یا بدر کے قیدی کہ وہ اس وقت گندگی کفر میں تھے۔ خیال رہے کہ مطعم ابن عدی نے طائف میں کفار طائف کو حضور سے ہٹایا تھا۔ اور حضور کی زبردست حمایت کی تھی۔ فرمایا ہے کہ اے جبیر تمہارے والد کا ہم پر احسان ہے۔ اگر آج وہ زندہ ہوتے اور ان کفار کی سفارش کرتے تو ان کی سفارش پر میں ان سب کو بغیر معاوضہ چھوڑ دیتا۔ خیال رہے کہ شروع اسلام میں کفار قیدیوں کو احسان کرکے چھوڑ دینا جائز تھا۔ پھر منسوخ ہوگیا یہی مذہب ہے امام ابوحنیفہ مالک و احمد کا۔ امام شافعی کے ہاں اب بھی جائز ہے ان کی دلیل آیہ کریمہ ہے اور یہ حدیث ہے ہمارے ہاں یہ دونوں اس آیت سے منسوخ ہیں اقتلوا المشرکین کافۃ (دیکھو فتح القدیر اور مرقات وغیرہ)
حضرت جبیر بطور فخر یہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نے میرے والد کی ایسی عزت افزائی کی

۱ یہ واقعہ سال حدیبیہ کا ہے تنعیم مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلہ پر بیرون حرم جگہ کا نام ہے یہاں سے عمرہ کا احرام باندھتے لوگ مکہ معظمہ سے آتے ہیں۔ قریب ترین یہی جگہ ہے۔ یہاں ہی مسجد حضرت عائشہ صدیقہ ہے فقیر نے زیارت کی ہے۔ اسے تنعیم اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی داہنی جانب نعیم پہاڑ ہے اور بائیں طرف ناعم پہاڑ واقع ہے۔ اس جنگل کا نام نعمان ہے دیکھو مرقات۔ یہ اسّی آدمی اسلحہ تلوار وغیرہ ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ ان کی نیت خراب تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ عمرہ کے احرام میں تھے۔ اور ان کے ارادے کچھ اور ہی تھے ۲ یعنی ان کی نیت یہ تھی کہ مسلمان غافل ہوں تو ہم ان پر ٹوٹ پڑیں سب کو شہید کردیں۔ غرۃ غین کے کسرہ سے بمعنی غفلت دھوکہ ہے۔

وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ فَاَخَذَهُمْ سِلْمًا فَاسْتَحْيَاهُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاَعْتَقَهُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ، وَعَنْ قَتَادَةَ قَالَ ذَكَرَ لَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ يَوْمَ بَدْرٍ بِاَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ رَجُلًا مِّنْ صَنَادِيْدِ قُرَيْشٍ فَقُذِفُوْا فِيْ طَوِيٍّ مِّنْ اَطْوَاءِ بَدْرٍ خَبِيْثٍ مُّخْبِثٍ وَكَانَ اِذَا ظَهَرَ عَلٰى قَوْمٍ اَقَامَ بِالْعَرْصَةِ

لئے گرفتار کرلیا[1] پھر انہیں زندہ چھوڑ دیا اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں آزاد کر دیا[2] تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ وہ رب وہ ہے جس نے مکہ کے درمیان ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک لیا[3] (مسلم) روایت ہے حضرت قتادہ سے فرماتے ہیں کہ ہم سے انس ابن مالک نے بروایت ابوطلحہ ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن چوبیس سرداران قریش کے متعلق حکم دیا تو وہ بدر کے کنوؤں میں سے ایک گندے اور پلید کنوئیں میں ڈال دیئے گئے[5] اور جب حضور کسی قوم پر غالب آتے تھے تو میدان جنگ میں تین شب

۱؎ سلم سین کے کسرہ یا فتحہ اور لام کے سکون سے بمعنی صلح۔ سلامتی۔ اطاعت۔ سپرد کر دینا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے "وَاَلْقَوْا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ" اور فرماتا ہے "وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ" ایک اور ایک سے زیادہ پر بولا جاتا ہے۔ یہاں بمعنی سلامتی یا بمعنی اطاعت ہے یعنی وہ سارے کے سارے صحیح سلامت یا مطیع و فرمانبردار ہو کر گرفتار کر لیے گئے۔ ۲؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو انہیں قتل کیا نہ قیدی بلکہ اسی طرح چھوڑ دیا تاکہ ان پر نہ ظلم حضور کی معافی کا اثر پڑے اگر یہ احسان نہ کیا جاتا تو کفار مکہ سے جنگ چھڑ جاتی۔ ۳؎ یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ کرم تھا کہ اس نے ان اسّی کافروں کے دل میں تمہارا رعب ڈال دیا جس سے وہ تم سے لڑ نہ سکے بلکہ گرفتار ہو گئے اور تمہارے دل میں رحم و کرم ڈال دیا جس سے تم نے انہیں قتل یا قید نہ کیا بلکہ چھوڑ دیا جس کا نتیجہ آخر کار صلح ہوئی۔ اس جگہ کو بطن مکہ اس لیے فرمایا گیا کہ مکہ معظمہ سے حدیبیہ بہت ہی قریب ہے۔ حتی کہ اس کا ایک حصہ حرم شریف میں ہی واقع ہے اس آیہ کریمہ کی اور بہت تفسیریں کی گئی ہیں مگر قوی تفسیر یہ ہی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ صحابہ کرام کو بارگاہ الٰہی میں وہ قرب حاصل ہے کہ ان کے فعل کو رب تعالیٰ اپنا فعل قرار دیتا ہے کہ یہاں اس آیہ کریمہ میں رب نے فرمایا۔ کف ایدیکم ۔ ۴؎ آپ قتادہ ابن دعامہ ہیں کنیت ابوالخطاب ہے۔ نابینا تھے۔ حضرت انس اور عبداللہ ابن حسن صدیق سے ملاقات ہے۔ تابعی ہیں ۱۱۷ھ ایک سو سات ہجری میں وفات ہوئی (اکمال)۔ ۵؎ غزوہ بدر میں ستر کفار ہلاک کر دیئے تھے اور ستر قیدی کیے۔ ہلاک شدگان میں چوبیس بڑے چوٹی کے سردار تھے جن کی نعشیں خصوصیت سے یہاں پھینکوائی گئیں جن کا ذکر حدیث کے صنادید کے معنی ہیں سردار بہادر اشراف عظیم۔ یہاں تمام معنی بن سکتے ہیں۔

ثلٰث لیالٍ فلما کان ببدرٍ الیوم الثالث امر براحلتہ فشد علیھا رحلھا ثم مشٰی واتبعہ اصحابہ حتّٰی قام علٰی شفۃ الرکی فجعل ینادیھم باسمائھم واسماء ابائھم یا فلان بن فلانٍ یا فلان ابن فلانٍ ایسرکم انکم اطعتم اللہ ورسولہ فانا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا فھل وجدتم ما وعد ربکم حقا فقال عمر یا رسول

قیام فرماتے تھے لہذا جب بدر میں تیسرا دن ہوا تو اپنی سواری کے متعلق حکم دیا تو اس پر پالان باندھ دیا گیا پھر حضور چلے اور حضور کے صحابہ پیچھے چلے حتی کہ کنوئیں کے کنارے پر کھڑے ہوئے تو انہیں ان کے اور ان کے باپ دادوں کے نام سے پکارنے لگے کہ اے فلاں ابن فلاں اور اے فلاں ابن فلاں کیا اب تم کو یہ پسند ہے کہ تم نے اللہ رسول کی اطاعت کی ہوتی ہم نے تو وہ حق پایا جو ہم سے ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا تو تم نے بھی وہ حق پا لیا جو تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تو

[٤] طوی ط کے فتحہ اور واؤ کے کسرہ ی کے شد سے بمعنی منی والا کنواں جس کا کنارا گول دیوار سے گھیر دیا گیا ہو تاکہ اس میں کوئی گر نہ جائے یا تو پہلے ہی سے وہ کنواں گندا تھا کہ وہاں نجاسات ڈالی جاتی تھیں یا آج ہی خبیثوں کی نعشیں ڈالنے کی وجہ سے گندا ہو گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ قلیب یعنی کنوئیں کے بھیرے میں ڈالے گئے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض نعشیں کنوئیں میں ڈالی گئی ہوں اور بعض بھیرے میں [٥] یعنی طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ فتح فرمانے کے بعد فوراً واپس نہ ہو جاتے تھے بلکہ تین دن اسی میدان میں قیام فرماتے پھر وہاں سے واپس ہوتے۔ عرصہ وہ جنگل جس میں کوئی عمارت نہ ہو [٦] یعنی واپسی کے لیے سواریاں تیار کی گئیں ان پر سامان سفر رکھ دیا گیا [٧] جس کنوئیں میں ان سرداروں کی نعشیں پڑی تھیں اس کنوئیں کے کنارے پر قیام فرمایا اب وہ کنواں ناپید ہو گیا ہے۔ میں کئی بار بدر شریف میں حاضر ہوا تمام تاریخی مقامات کی زیارات کیں مگر یہ کنواں نظر نہ آیا معلوم ہوا کہ وہ گم ہو کر رہ گیا ہے [٨] یعنی ابوجہل امیہ ابن خلف وغیرہم میں سے ہر ایک کو الگ الگ نام لیکر پکارا اور کلام سب سے مجموعۃً کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردوں کو پکارنا جائز ہے اگرچہ مردے کفار ہی ہوں، اور ان سے کلام کرنا درست ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو ذبح کیے ہوئے جانوروں کو پکارا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا [٩] زیارت قبور کے موقعہ پر مردوں کو پکار کر سلام کرنا ان سے کلام کرنا سنت ہے [١٠] سوال تقریری ہے۔ یعنی اب تو یقیناً تم کو یہ آرزو ہے کہ کاش ہم نے اسلام قبول کر لیا ہوتا۔ اور اللہ رسول کی اطاعت کی ہوتی۔ جو واقعہ تھا حضور نے وہ ہی بیان فرما دیا خیال رہے کہ بعد موت روح اپنے مقام پر پہنچا دی جاتی ہے۔ مومن کی اچھے مقام پر کافر کی روح عذاب کے مقام پر مگر روح جہاں بھی ہو اسے قبر اور جسم سے تعلق ضرور رہتا ہے۔ جیسے سونے کی حالت میں روح سیرانی عالم کی سیر کرتی ہے مگر سونے والے کے جسم سے تعلق رکھتی ہے کہ جہاں جسم کو ہاتھ لگایا آواز دی روح کو خبر ہو گئی۔ اس لیے قبر پر جا کر سلام و کلام کیا جاتا ہے اس کی تحقیق ہم نے اپنی تفسیر نعیمی پارہ دوم بل احیاء کی تفسیر میں بھی کی ہے اور اسی

اللّٰهِ مَا تُكَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَا اَرْوَاحَ لَهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لَا يُجِيْبُوْنَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ الْبُخَارِيُّ قَالَ قَتَادَةُ اَحْيَاهُمُ اللّٰهُ حَتّٰى اَسْمَعَهُمْ قَوْلَهٗ تَوْبِيْخًا وَّتَصْغِيْرًا وَّنِقْمَةً وَّحَسْرَةً وَّنَدَمًا، وَعَنْ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرِ بْنِ

حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور ان جسموں سے کلام فرماتے ہیں جن میں جان نہیں ۱۰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے میرے فرمان کو تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے ۱۱ اور ایک روایت میں ہے کہ تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے لیکن وہ جواب نہیں دیتے ۱۲ (مسلم بخاری) بخاری نے یہ زیادہ کیا کہ قتادہ نے فرمایا کہ اللہ نے انہیں زندہ کیا حتی کہ انہیں حضور کا قول سنا دیا، سرزنش، ذلت، بدلہ، حسرت، ندامت کے لیے ۱۳ روایت ہے مروان ۱۴ اور حضرت مسور ابن

مرآت باب المعجزہ مسئلہ حیات النبی میں بھی کی ہے۔ حیات اموات اور حیات شہداء حیات النبی کا فرق وہاں مطالعہ کرو۔

۸ اس وعدے سے مراد یعنی وہ ربانی وعدے ہیں جن کا ظہور دنیا میں ہو چکا ہے۔ بدر میں تھوڑے مسلمانوں کا بہت طاقتور مسلح کفار پر غلبہ، فرشتوں کا مسلمانوں کی مدد کے لیے اترنا وغیرہ۔ وہ وعدے مراد نہیں جن کا ظہور بعد موت یا بعد قیامت ہوگا کہ وہ وعدے تو پورے ہوں گے ابھی پورے ہوئے نہیں ۹ یہاں وعدے سے مراد وہ وعیدیں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کفار تک پہنچیں، خواہ دنیاوی ہوں یا برزخی، جیسے بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھانا اور عذاب قبر وغیرہ۔ اخروی وعیدیں جن کا ظہور قیامت میں یا بعد قیامت ہو گا مراد نہیں کہ وہ ابھی پوری نہیں ہوئیں۔ آئندہ ہوں گی۔ لہذا حدیث بالکل صاف ہے۔ کوئی اعتراض نہیں۔ اس فرمان عالی کا مقصد ان کفار کو سرزنش فرمانا ہے۔

۱۰ یعنی یہ مردے نہ تو آپ کا فرمان سن سکتے ہیں نہ جواب دے سکتے ہیں۔ ایسوں سے کلام فرمانا عبث ہے اور عبث کام شانِ نبوت کے خلاف ہے ۱۱ اسمع اسم تفضیل ہے جو زیادتی سننے پر دلالت کرتی ہے۔ جب تفضیل کی نفی ہوئی تو زیادتی کی نفی ہوئی یعنی تم زندے ان مردوں سے زیادہ سننے والے نہیں اور تمہاری برابر بلکہ تم سے بھی زیادہ سنتے ہیں کہ تم صرف سن رہے ہو مگر وہ میرا کلام سن بھی رہے ہیں اور عذاب قبر دیکھ بھی رہے ہیں ۱۲ ایسا جواب جو عوام سن سکیں۔ ورنہ میت کا سننا، اس کا جواب دینا احادیث سے ثابت ہے مگر وہ جواب عام لوگ نہیں سنتے۔ مقبولین بارگاہ خصوصًا کشف قبور والے حضرات میت سے سلام و کلام اور گفتگو سب کچھ کر لیتے ہیں ۱۳ یعنی مقتولین بدر کفار کا سننا

مسئلہ سماع موتٰی

خیال رہے کہ حضرات انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کے بعد وفات سننے دیکھنے تصرف کرنے کے متعلق تمام اسلامی فرقے اس پر متفق ہیں کہ وہ حضرات بعد وفات سنتے دیکھتے عالم میں تصرف کرتے ہیں۔ کیونکہ حضرات انبیاء دنیاوی حقیقی حیات سے زندہ ہیں اور حضرات اولیاء حیات اخروی معنوی سے زندہ ہیں دوسرے عام مردوں کے سننے کے متعلق علماء اسلام کی تین جماعتیں ہیں ایک جماعت کہتی ہے کہ عام مردے کبھی نہیں سنتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ بھی پہلے یہی فرماتی تھیں مگر بعد میں آپ نے اس سے رجوع کر لیا اور سماع موتی کی قائل ہوگئیں رضی اللہ عنہا۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ مردے عام حالات میں تو نہیں سنتے مگر خاص وقتوں میں سنتے ہیں جیسے بعد دفن کر دفن کرنے والوں کے جوتوں کی آہٹ سنتے ہیں یا حضور کے اس فرمان کے وقت مقتولین بدر زندہ کر دیئے گئے تھے ان سے حضور کا یہ فرمان سن لیا یہ قول حضرت قتادہ کا ہے جیسا کہ یہاں مذکور ہوا۔ تیسری جماعت کا قول ہے کہ عام مردے بھی ہر وقت سنتے زائرین کو دیکھتے پہچانتے ہیں۔ منکرین سماع کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱ قرآن کریم فرماتا ہے اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اے محبوب تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو پکار سنا سکو ۲ قرآن کریم فرماتا ہے وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ جو قبروں میں ہیں آپ انہیں نہیں سنا سکتے ۳ حضرت عائشہ صدیقہ کا فرمان کہ مردے نہیں سنتے ۴ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے قسم بولنے کی قسم کھائی کہ فلاں سے نہیں بولوں گا پھر اس سے مرے بعد کلام کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ میت کلام سنتی سمجھتی نہیں۔ منکرین سماع موتٰی کے کل یہ چار دلائل ہیں۔

قائلین سماع موتٰی کے دلائل حسب ذیل ہیں۔ ۱ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام جب عذاب یافتہ قوم کی نعشوں پر گزرے تو آپ نے ان سے خطاب کر کے فرمایا یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ۔ ۲ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اپنی کافر عذاب یافتہ قوم کی نعشوں پر گزرے تو فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ۔ یعنی اے قوم میں نے تم کو رب کا پیغام پہنچایا تمہاری بڑی خیرخواہی کی تو اب میں کافر قوم پر کیسے غم کروں ۳ قرآن کریم فرماتا ہے وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ اے محبوب اپنے سے پہلے رسولوں کو دریافت فرمالو کہ ہم نے اللہ کے سوا کوئی معبود بنائے جن کی پوجا کی جائے ۴ یہی حدیث جو مسلم بخاری نے روایت کی جس سے معلوم ہوا کہ کافر مردے بھی سنتے ہیں۔ ۵ مسلم شریف میں ہے کہ بعد دفن جب لوگ واپس ہوتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے ۶ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ کے قبرستان میں تشریف لے جاتے تو ان سے خطاب کر کے سلام بھی کہتے تھے اور کلام بھی کرتے تھے کہ تم ہمارے سلف ہو ہم تمہارے خلف ۷ حضرت عائشہ صدیقہ جب مکہ معظمہ میں اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر پر پہنچیں تو سلام کیا اور فرمایا کہ اے عبدالرحمن اگر میں تمہارے انتقال کے وقت موجود ہوتی تو تم کو وہاں ہی دفن کرتی جہاں تمہاری وفات ہوئی تھی ۸ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب تک میرے حجرے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق دفن رہے تب تک میں بے حجاب اندر چلی جاتی تھی جب سے حضرت عمر دفن ہوئے ہیں تب سے میں حجاب کے ساتھ اندر جاتی ہوں حضرت عمر سے شرم و حیا کی وجہ سے ۹ فقہاء فرماتے ہیں کہ قبرستان میں جانے والا قبور کو سلام کرے۔ عام مومنوں کو یوں کہے السلام علیکم دار قوم من المسلمین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون نسئل اللہ لنا ولکم العافیۃ۔ شہداء کو یوں سلام کرے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ اولیاء

(ذکر دیا) سلام کرے سلامٌ علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور اعتبار رہے کہ نہ سننے والوں کو سلام کرنا ممنوع ہے۔ دیکھو سوتے ہوئے کو سلام نہ کرو کہ وہ سنتا نہیں۔ نیز جو سلام کا جواب نہ دے سکتا ہو اُسے سلام کرنا منع ہے جو نماز پڑھ رہا ہے۔ استنجا کر رہا ہے اُسے سلام مت کرو کیونکہ وہ سلام سنتا تو ہے مگر جواب دے نہیں سکتا۔ اگر قبر والے مردے سلام سنتے نہ ہوتے یا جواب نہ دے سکتے تو انہیں سلام کرنا منع ہوتا۔ معلوم ہوا کہ وہ سنتے بھی ہیں جواب بھی دیتے ہیں۔

ہم منکرین سماع موتٰی کے چار دلائل نہایت ہی کمزور ہیں ان کے جوابات حسب ذیل ہیں:۔

جواب ۱ آیۂ کریمہ انک لا تسمع الموتٰی میں مردے اور بہرے سے مراد دل کے بہرے کفار ہیں جو حضور کی تبلیغ کو مفید طور پر نہیں سنتے کیونکہ اسی جگہ قرآن کریم نے فرمایا ان تسمع الا من یؤمن بآیاتنا آپ ان ہی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ دیکھو یہاں موت کے مقابل میں ایمان کا ذکر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ موت سے مراد کفر ہے۔ قرآن کریم نے خود اس کی تفسیر کر دی۔ **جواب ۲** آیت وما انت بمسمع من فی القبور میں بھی قبر والوں سے مراد کفار ہیں جن کے مردہ دل ان کے سینوں میں بے حس دفن ہیں۔ قرآن کریم نے آنکھ، کان، ناک والے کفار کو بہرا، اندھا فرمایا ہے۔ فرماتا ہے صم بکم عمی فہم لا یرجعون ان قرآنی آیات سے واضح ہے کہ اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ ان دونوں آیتوں میں مردے ہی مراد ہیں تو بھی ان میں مردوں کے سننے کی نفی نہیں بلکہ حضور کے سنانے کی نفی ہے یعنی مردوں کو آپ نہیں سنا سکتے ہم سناتے ہیں۔ یا مفید سنانا ہے یعنی مردے آپ کا کلام سن کر فائدہ نہیں اٹھا سکتے کہ فائدہ زندگی میں اٹھایا جا سکتا تھا۔ **جواب ۳** ہم بحوالہ اشعۃ اللمعات عرض کر چکے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے اس سے رجوع فرمایا وہ پہلے سماع موتٰی کا انکار فرماتی تھیں پھر قائل ہو گئیں۔ خود انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن کی قبر پر جا کر ان سے خطاب فرمایا۔ حضرت عمر فاروق کے دفن ہو جانے پر روضۂ انور میں باپردہ جانے کا التزام فرمایا۔ حضرت عمر سے شرم و حیا کی وجہ سے۔ **جواب ۴** - قسم میں عرف کا اعتبار ہوتا ہے۔ دیکھو مچھلی کو قرآن کریم میں گوشت فرمایا لحما طریا۔ مگر نفاذ قسم کے موقعہ پر اسے گوشت نہیں مانتے جو شخص گوشت نہ کھانے کی قسم کھائے وہ مچھلی کھانے سے حانث نہیں ہوتا۔ کیوں؟ اس لیے کہ اسے عرف میں گوشت نہیں کہتے۔ لہٰذا جو عرف میں بولنے سے مراد ہوتا ہے ظاہری سوال و جواب والا بولنا مردے سے بولنے کو عرفاً بولنا نہیں کہتے اس لیے مردے سے کلام کرنے والا حانث نہیں ہوتا۔ بہرحال یہ دلائل نہایت کمزور ہیں۔

دوسری جماعت کے پاس کوئی دلیل نہیں صرف حضرت قتادہ کی رائے ہے جو قرآن کریم کے بھی خلاف ہے اور حدیث شریف کے بھی۔ مردے میں بعض وقت جان پڑ جانا پھر نکل جانا یا پڑتے نکلتے رہنا قتادہ کی رائے ہے کسی آیت یا حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔ لہٰذا اس کے جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں۔ بہرحال حق یہ ہے کہ مردے زندوں کا کلام سنتے انہیں جانتے پہچانتے ہیں۔

قبروں سے فیض لینا:۔ اس کی مکمل بحث ہم مرآت جلد دوم باب زیارت قبور میں کر چکے ہیں۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ قبروں سے فیض لینا صوفیائے کرام کی خصوصیات سے ہے جو رب تعالیٰ نے ایک خاص حکمت سے وہاں ظاہر فرمائی۔ [illegible]

مَخْرَمَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ حِيْنَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِيْنَ فَسَأَلُوْهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَسَبْيَهُمْ

مخرمہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا جب کہ حضور کے پاس ہوازن کا وفد مسلمان ہوکر آیا تھا تو انہوں نے حضور سے سوال کیا انہیں ان کے مال اور قیدی واپس کر دیں۔ تو فرمایا کہ تم لوگ الخ

بقیہ مسئلہ موتیٰ [illegible] علماء اس کے منکر ہو گئے ہیں مگر صاحب کشف اولیاء اور علماء کا عقیدہ ہے کہ بزرگوں کی قبور سے مدد لینا فیض حاصل کرنا بالکل درست ہے ان کے فیض سے ناامید ہونا کفار کا طریقہ ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے یئسوا من الاخرۃ کما یئس الکفار من اصحاب القبور [illegible] ہے کہ [illegible] ناامید ہیں جیسے کفار قبر والوں سے مایوس ہیں معلوم ہوا کہ اہل قبور کے فیض سے مایوس ہونا طریقہ کفار ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے ایک بار بارش کیلئے [illegible] روضۂ انور کی چھت کھلوا دی فوراً بارش آ گئی (مشکوٰۃ شریف باب الکرامات) رب العالمین نے بنی اسرائیل کو حکم دیا ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ بیت المقدس کے دروازہ میں سجدہ کرتے جاؤ اور کہو کہ مولیٰ معافی دے دے۔ اس لئے کیوں بھیجا معلوم ہوا انبیاء کرام کی قبروں سے فیض حاصل کرنے کیلئے [illegible] موسیٰ علیہ السلام نے حضور کی معراج کی رات پچاس نمازوں کی پانچ کرا دیں۔ یہ تو وصال کے بعد کی مدد ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق مرقات جلد دوم باب زیارۃ القبور [illegible] اور ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو ہم یہاں تحقیق باب الجنائز کی جا چکی ہے

[illegible] روایت ہے [illegible] کا کلام نہیں ہے۔ یہ قتادہ کا قول ہے ۔ان کا نام مروان ابن حکم ابن ابوالعاص ابن امیہ ابن عبد شمس ابن عبد مناف ہے ۲ھ یا غزوۂ خندق کے [illegible] پیدائش ہے۔ حضور کی زیارت نہ کی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باپ حکم کو ایک جرم کی بنا پر مدینہ سے نکال کر طائف بھیج دیا مروان ان کے ساتھ تھا حضرت عثمانی نے حکم کو مدینہ منورہ آنے کی اجازت دی تب یہ اپنے باپ کے ساتھ مدینہ منورہ آیا اس کی کنیت عبدالملک ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دادا ہے معاویہ ابن یزید کے بعد تخت سلطنت پر قابض ہوا ۶۵ھ میں شہر دمشق میں وفات پائی تابعی ہے حضرت عثمان و علی سے احادیث لیں اور اس سے حضرت عروہ ابن زبیر اور علی ابن حسین یعنی امام زین العابدین نے احادیث روایت کیں۔ خیال رہے کہ حضرت عثمان کا حکم اور مروان کو مدینہ منورہ واپس بلا لینا بھی توبہ کی بنا پر تھا اور درست تھا ہے حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں اس کو مدینہ منورہ سے نہ نکالا بلکہ حضرت عثمان کے واپس بلانے کو قائم رکھا۔ اگر حضرت عثمان پر اعتراض کیا جاوے تو پھر علی مرتضیٰ پر بھی اعتراض ہوگا ۔ آپ زہری قرشی ہیں حضرت عبدالرحمن ابن عوف کے بھانجے ہیں ہجرت کے دو سال بعد مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے ۔ حضور کی وفات کے وقت آپ آٹھ سال کے تھے ، قتل عثمان تک مدینہ منورہ میں رہے ۔ پھر مکہ معظمہ منتقل ہو گئے یزید کی بیعت نہ کی ۔ یزید نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کرا کے منجنیق سے وہاں پتھر برسائے ۔ آپ حطیم شریف میں نفل پڑھ رہے تھے کہ عین نماز میں ایک پتھر آپ کے لگا شہید ہو گئے ۔ عین حطیم کعبہ میں یہ واقعہ شروع ربیع الاول ۶۴ھ چونسٹھ ہجری میں ہوا ۔ آپ سے بہت سے لوگوں نے احادیث روایت کیں ۔ ۲ فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین ہوا یہ غزوہ اسی قبیلہ ہوازن پر ہوا تھا ۔ اس میں بہت قیدی اور بہت مال غنیمت مسلمانوں کو حاصل ہوا ۔ پھر یہ ہی لوگ مسلمان ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی سرکار نے ان پر

فَقَالَ فَاخْتَارُوْا إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ إِمَّا السَّبْيَ وَإِمَّا الْمَالَ قَالُوْا فَإِنَّا نَخْتَارُ سَبْيَنَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ قَدْ جَاءُوْا تَائِبِيْنَ وَإِنِّيْ قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُّطَيِّبَ ذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَّكُوْنَ عَلٰى حَظِّهٖ حَتّٰى نُعْطِيَهٗ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيْءُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا ذٰلِكَ

میں سے ایک کو اختیار کر لو یا قیدی یا مال تو وہ بولے کہ ہم اپنے قیدی اختیار کرتے ہیں ۲؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اللہ کی وہ تعریف فرمائی جو اس کی شان کے لائق ہے پھر فرمایا کہ بعد حمد تمہارے بھائی توبہ کرتے ہوئے آئے ہیں ۳؎ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان کے قیدی انہیں واپس کر دوں ۴؎ تو تم میں سے جو پسند کرے کہ بخوشی یہ کرے تو وہ کرے ۵؎ اور تم میں سے جو اپنے حصہ پر رہنا چاہے حتی کہ اس کو ہم اس میں سے عطا فرمائیں جو اللہ ہمیں غنیمت دے تو وہ یوں کرے ۶؎ تب لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے بخوشی قبول کر لیا ۷؎

رحم خسروانہ فرمایا ۱؎ یعنی ان قبیلے نے درخواست پیش کی کہ ہمارے قیدی چھوڑ دئے جائیں اور ہمارا مال جو غنیمت بن چکا ہے ہم کو واپس کر دیا جائے قیدی چھ سات ہزار تھے مال کا تو حساب ہی نہ تھا (مرقات) ۲؎ جب قبیلہ ہوازن کو یقین ہو گیا کہ حضور انور دونوں چیزیں واپس نہ فرمائیں گے تو بولے کہ ہمارے قیدی چھوڑ دیے جائیں ہم مال نہیں چاہتے کیونکہ ان کے غلام بننے میں ہماری ذلت ہے ۳؎ یہ ہے رب تعالٰی کی بے نیازی کہ جو کل تک مسلمانوں کے سخت دشمن تھے وہ آج مسلمان ہو کر بھائی بن گئے اور یہ ہے حضور کی کرم نوازی کہ دشمن کو گلے لگا لیتے ہیں ۴؎ یعنی سارے ہوازنی قیدی بغیر فدیہ لیے بخوشی چھوڑ دوں۔

۵؎ ہوازن کے قیدی مسلمان غازیوں میں تقسیم کر دئے گئے تھے۔ اب حضور انور کی رائے یہ ہوئی کہ وہ تمام قیدی اسلام لانے والے ہوازن کو واپس کر دئے جائیں۔ بغیر فدیہ چھوڑ دئے جائیں۔ لہذا ان غازیوں سے فرمایا کہ ہر شخص اپنے حصہ کا قیدی واپس کر دے جو بلا معاوضہ واپس کرنا چاہے بطیب خاطر تو وہ ایسا ہی کرے ۶؎ یعنی جو غازی بلا معاوضہ واپس نہ کرنا چاہے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اب جس جہاد میں بھی کفار قیدی ہاتھ آئیں گے اسے اس کے عوض غلام دیا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ قیدی واپس کرنے کا حکم سرکاری تھا جس پر عمل کرنا ہر غازی پر واجب تھا اور معاوضہ لینے نہ لینے کا اختیار تھا۔ خیال رہے کہ یفیئ بنا ہے فیئ سے فیئ وہ مال ہے جو کفار سے بغیر جنگ حاصل کیا جائے۔ جزیہ و خراج بھی اس میں داخل ہے مگر یہاں فیئ سے مراد غنیمت ہے (مرقات و اشعہ) غنیمت وہ مال ہے جو کفار سے بحالت جنگ لڑ کر حاصل کیا جائے ۷؎ یعنی تمام صحابہ نے یک زبان ہو کر عرض کیا کہ ہم بغیر معاوضہ بخوشی اپنا اپنا قیدی واپس کرتے ہیں معاوضہ کے طلب گار نہیں۔

يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ
لَمْ يَأْذَنْ فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ
فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ
حُصَيْنٍ قَالَ كَانَتْ ثَقِيفُ حَلِيفًا لِبَنِي عُقَيْلٍ فَأَسَرَتْ ثَقِيفُ
رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسَرَ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کو تم میں سے اجازت دینے والوں کا پتہ نہ چلا ان میں سے جنہوں نے اجازت نہ دی[1] تو تم واپس جاؤ حتی کہ تمہارے سردار تمہارا ارادہ ہم تک پہنچا دیں[2] تب لوگ لوٹ گئے پھر ان سے ان کے سرداروں نے گفتگو کی[3] پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹے خبر دی کہ ان سب نے خوشدلی سے اجازت دے دی (بخاری) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ ثقیف بنی عقیل کے حلیف تھے[4] تو ثقیف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو کو قید کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بنی عقیل میں سے ایک شخص کو

[1] یعنی ہم تم میں سے ہر شخص سے علیحدہ علیحدہ نہیں پوچھ سکے جماعتی حیثیت سے یہ سوال و جواب ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص ناراض ہی رہا ہو مگر اب مجلس میں خاموش رہا ہو یا بولا ہو تو اللہ اکبر کے نعروں میں اس کی آواز دب گئی ہو اس لیے یہ جماعتی اجازت کافی نہیں۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے دل کے ارادے سے خبردار ہیں۔ مگر تعلیم امت کے لیے یہ احتیاط فرما رہے ہیں۔ تاکہ بادشاہ یا حاکم یا اور کوئی کسی کا مملوک مال بغیر اس کی صریحی اجازت کے کبھی نہ لے۔ ورنہ حضور تو مسلمانوں کی جان و مال کے مالک ہیں ہم سب حضور کے زرخرید غلام ہیں۔ ہمارا مال جسے چاہیں بغیر پوچھے دے دیں (دیکھو ہماری کتاب سلطنت مصطفی) یہاں تعلیم مقصود ہے [2] عرفاء جمع ہے عریف کی، عریف کے معنی ہیں رئیس، نقیب، سردار یعنی ہر قبیلہ کا ہر شخص اپنے سردار سے اپنا ارادہ بیان کرے وہ سردار ہم تک پیغام پہنچا دے [3] یعنی ایسا ہی ہوا کہ ہر ہر قبیلہ کا سردار اپنے قبیلہ کے ہر غازی صحابی سے ملا۔ ہر ایک کا ارادہ علیحدہ علیحدہ معلوم کیا پھر حضور انور کی خدمت میں پیش کیا [4] یعنی اسلام سے پہلے بنی ثقیف جو ہوازن کا ایک خاندان ہے۔ بنی عقیل کے حلیف تھے۔ حلیف وہ کہلاتا تھا جس کا کسی سے معاہدہ ہو جائے کہ ہم دونوں ہر نیک و بد خیر و شر میں ایک دوسرے کے ساتھی رہیں گے۔ اس معاہدہ کو حلف کہتے تھے، معاہدہ کرنے والوں کو حلیف، اسلام نے گزشتہ معاہدوں کو کچھ ترمیم کے ساتھ باقی رکھا کہ اچھی بات پر معاہدہ ٹھیک ہے بری بات پر معاہدہ غلط۔ آئندہ کے لیے حلیف سے منع فرما دیا کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ لا حلف فی الاسلام کیونکہ اسلام کا معاہدہ ہی کافی

أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ بَنِي عُقَيْلٍ فَأَوْثَقُوهُ فَطَرَحُوهُ فِي الْحَرَّةِ فَمَرَّ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَادَاهُ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ فِيمَا أُخِذْتُ قَالَ بِجَرِيرَةِ حُلَفَائِكُمْ ثَقِيفٍ فَتَرَكَهُ وَمَضَى فَنَادَاهُ يَا مُحَمَّدُ فَرَحِمَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعَ قَالَ مَا شَأْنُكَ قَالَ إِنِّي مُسْلِمٌ فَقَالَ لَوْ قُلْتَهَا وَأَنْتَ تَمْلِكُ أَمْرَكَ أَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ قَالَ فَفَدَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قید کر لیا تھا تو اسے باندھ دیا۔ پھر اسے مقام حرہ میں ڈال دیا[2] پھر اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے[3] تو اس نے حضور کو پکارا، اے محمد اے محمد میں کس جرم میں پکڑا گیا۔ فرمایا اپنی قوم کے حلیف ثقیف کے جرم میں[4] پھر حضور نے اسے یونہی چھوڑا اور چل دیئے۔ اس نے پھر کہا یا محمد۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحم فرمایا لوٹ آئے[5] فرمایا تیرا کیا حال ہے بولا میں مسلمان ہوں[6] فرمایا اگر تو یہ بات اس وقت کہتا جب تو اپنے معاملہ کا مالک تھا[7] تو پوری کامیابی پا جاتا[8] راوی فرماتے ہیں پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] اس زمانہ کے قانون کے مطابق ایک حلیف دوسرے حلیف کے جرم میں پکڑا جاتا تھا۔ ثقیف نے مسلمان پکڑ لئے تھے تو اس کے عوض ثقیف کے حلیف بنی عقیل کا ایک آدمی پکڑ لیا تاکہ بنی ثقیف اپنے حلیف کو چھڑانے کے لیے ہمارے مسلمانوں کو چھوڑ دیں۔ [2] حرہ بیرون مدینہ میدان کا نام ہے جو پتھریلا علاقہ ہے وہاں سایہ وغیرہ نہیں سیاہ پتھر ہیں وہاں ڈالا کہ یہ قیدی اپنی تکلیف اپنی قوم کو پہنچائے۔ وہ لوگ جلد از جلد اسے چھوڑانے کے لیے مسلمان قیدیوں کو آزاد کر دیں۔ اس زمانہ میں بھی منافقین مدینہ کفار کے جاسوس تھے جو یہاں کے حالات کفار کو بتاتے رہتے تھے۔ [3] تاکہ اس کا یہ حال دیکھیں اور سنیں اس کے کھانا پانی کا انتظام فرمادیں۔ اسی لئے خود بنفس نفیس شہر مدینہ سے حرہ تشریف لے گئے۔ [4] خیال رہے کہ قبیلہ بنی ثقیف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ ہو چکا تھا کہ ہم دونوں فریق صلح سے رہیں گے۔ ثقیف نے حضور سے بدعہدی کی۔ بنی عقیل کا فرض تھا کہ وہ اپنے ان حلیفوں کو اس بدعہدی سے منع کرتے مگر وہ خاموش رہے۔ یہ ان کی طرف سے گویا بدعہدی ہوئی۔ یعنی تو بنی عقیل کا ایک فرد ہے تو بنی ثقیف کا معاہدہ حلیف ہے۔ تیرے حلیفوں نے ہم سے بدعہدی کی تو ان کے جرم میں گرفتار ہوا۔ [5] ایسے قیدیوں پر کون رحم کرتا ہے۔ مگر حضور رحمۃ للعالمین ہیں کہ ایسوں پر بھی رحم فرماتے ہیں۔ ایسوں کی بھی سنتے ہیں۔ شعر

ایک تم ہو کہ بخشش دیتے ہو ٭ کون ان مجرموں پر سزا نہ کرے

[6] یا تو پہلے سے ہی مسلمان ہوں یا اب حضور کے دیدار کی برکت سے مسلمان ہو گیا ہوں۔ مرقات۔ اگر دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ ظاہر ہے

بِالرَّجُلَيْنِ الَّذَيْنِ اَسَرَتْهُمَا ثَقِيْفُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا بَعَثَ اَهْلُ مَكَّةَ فِيْ فِدَاءِ اُسَرَائِهِمْ
بَعَثَتْ زَيْنَبُ فِيْ فِدَاءِ اَبِي الْعَاصِ بِمَالٍ وَبَعَثَتْ فِيْهِ بِقِلَادَةٍ لَهَا
كَانَتْ عِنْدَ خَدِيْجَةَ اَدْخَلَتْهَا بِهَا عَلٰى اَبِي الْعَاصِ فَلَمَّا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ

ان دو شخصوں کے فدیہ میں دے دیا جنہیں ثقیف نے گرفتار کرلیا تھا لہ (مسلم) دوسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں جب مکہ والوں نے اپنے قیدیوں کے فدیے بھیجے لہ تو حضرت زینب نے بھی ابوالعاص کے فدیہ میں کچھ مال بھیجا ہے اس مال میں وہ اپنا ہار بھیجا جو جناب خدیجہ کے پاس تھا جسے دے کر زینب کو ابوالعاص کے پاس بھیجا تھا کے تو جب رسول اللہ

لہ یعنی قید ہونے گرفتار کئے جانے سے پہلے کہہ دیتا تو چھوٹ جاتا خیال رہے کہ اگر کافر قیدی کہے کہ میں تو گرفتاری سے پہلے ہی مسلمان تھا تو اس کی بات نہ مانی جائے گی جب تک اپنے دعویٰ پر شرعی گواہی قائم نہ کرے اور اگر قید ہونے کے بعد مسلمان ہو جائے تو اسے قتل نہ کیا جائے گا مگر غلام بنالیا جائے۔ اس وقت کا اسلام قتل سے بچالے گا غلامیت سے نہ بچا سکے گا۔ اور اگر قیدی قید ہو چکنے کے بعد جزیہ قبول کرے اس کے قتل کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے (مرقات) ۵ اس طرح کہ دنیا میں تو قید و غلامیت کی ذلت سے بچ جاتا اور آخرت میں عذاب الٰہی سے، اب اس وقت مسلمان ہونے سے تو آگ سے بچ گیا مگر غلامیت قید سے نہ بچ سکا۔ یہاں اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ اسلام قبول نہ کیا۔ کیونکہ حضور کو اس کے منافق ہونے کا پتہ تھا کبھی حضور حقیقت پر حکم جاری فرماتے تھے۔ مدعی اسلام کے قتل کا حکم دیا ہے اور پھر کچھ عرصہ بعد وہ کافر ہو کر مرا (اشعہ)

سلہ یعنی کچھ عرصہ کے بعد حضور انور نے اسے کفار کے حوالہ کر دیا اور اس کے عوض اپنے مسلمان قیدی کفار سے چھڑا لیے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص قیدی ہو چکنے کے بعد مسلمان ہو اس کو قیدی مسلمان کو چھوڑانے کے لئے فدیہ دیا جاسکتا ہے۔ جزیہ یہ ہے کہ ایسے قیدی کو فدیہ میں دینا جائز نہیں جو بہانات قید مسلمان ہو چکا ہو۔ اگر ہمارا اور کفار کا معاہدہ اسی قسم کا ہو چکا ہو کہ بعد صلح فریقین اپنے قیدیوں کو چھوڑ دیں تو ایسے مسلمان قیدیوں کو چھوڑنا پڑے گا (مرقات) مگر ایسے عورتوں بچوں کو فدیہ میں بھی نہ دیا جائے گا جو قید ہو کر مسلمان ہو گئے ہوں۔ اس کی پوری بحث فتح القدیر میں اور اس جگہ مرقات میں دیکھو۔ کے یہ واقعہ غزوہ بدر کا ہے کہ بدر کے کفار تو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے اور بعض قیدی۔ ان قیدیوں کے متعلق حکم ہوا تھا کہ فدیہ میں مال دو اور آزاد ہو جاؤ۔ ان لوگوں نے مکہ معظمہ اپنے عزیزوں کو پیغام بھیجے وہاں سے ان کے عزیزوں نے مال بھیج کر انہیں آزاد کرایا سلہ حضرت زینب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی صاحبزادی ہیں جو ابوالعاص ابن ربیع ابن ربیع ابن عبدالعزی ابن عبد شمس ابن عبد مناف کے نکاح میں تھیں اور مکہ معظمہ میں رہتی تھیں۔ ابوالعاص بی بی خدیجہ کے بھانجے تھے۔ جنگ بدر میں کفار کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کرنے آئے تھے۔ گرفتار ہو گئے۔ حضرت زینب نے انہیں چھوڑانے کے لیے فدیہ کا مال بھیجا۔ خیال رہے کہ اس وقت مومنہ عورت کا نکاح کافر مرد سے جائز تھا اس لئے حضرت زینب بنت رسول اللہ جناب ابوالعاص کے نکاح میں رہیں حالانکہ آپ مومنہ تھیں ابوالعاص کافر بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَقَّ لَہَا رِقَّۃً شَدِیْدَۃً وَقَالَ اِنْ رَاَیْتُمْ اَنْ تُطْلِقُوْا لَہَا اَسِیْرَہَا وَتَرُدُّوْا عَلَیْہَا الَّذِیْ لَہَا فَقَالُوْا نَعَمْ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ عَلَیْہِ اَنْ یُّخَلِّیَ سَبِیْلَ زَیْنَبَ اِلَیْہِ وَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَیْدَ بْنَ حَارِثَۃَ وَرَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ کُوْنَا بِبَطْنِ یَاْجِجَ حَتّٰی تَمُرَّ بِکُمَا زَیْنَبُ فَتَصْحَبَاہَا تَاْتِیَا بِہَا رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہار دیکھا حضور کو اس پر بہت ہی رقت طاری ہوئی اور فرمایا اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو زینب کا قیدی چھوڑ دو اور ان کی چیز یعنی ہار انہیں واپس کر دو سب نے کہا ہاں ضرور اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے عہد لیا کہ وہ جناب زینب کا راستہ خالی کر دیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید ابن حارثہ کو اور ایک اور انصاری کو بھیجا کہ ان سے فرمادیا کہ تم دونوں بطن یاجج میں رہنا حتیٰ کہ تم پر زینب گزریں تو انہیں اپنے ساتھ لے آنا

(احمد، ابوداؤد)

اب مومنہ عورت نہ تو کافر سے نکاح کر سکتی ہے نہ اس کے نکاح میں رہ سکتی ہے ۔ یعنی یہ ہار ام المؤمنین خدیجہ کبریٰ کا تھا جو جہیز میں آپ نے جناب زینب کو دیا تھا حضور کو یہ ہار دیکھ کر حضرت خدیجہ یاد آگئیں ۔ جناب خدیجہ کو یاد کرکے آپ کی یہ نشانی دیکھ کر اپنی صاحبزادی زینب کی بے کسی اور بے بسی کا خیال فرما کر آپ کو گریہ طاری ہو گیا حضور کو جناب خدیجہ سے بہت ہی محبت تھی ایک دفعہ کسی بی بی کی آواز سنی جو حضرت خدیجہ کی سی تھی تو آپ رو پڑے رضی اللہ عنہا

۲ یعنی اگر تم لوگوں کی رائے ہو تو ابوالعاص کو بغیر فدیہ بطور احسان چھوڑ دیا جائے حضور انور مالک ہیں جو چاہیں کریں ۔ مگر یہ رائے لینا ہم لوگوں کی تعلیم کے لیے ہے

۳ یعنی ابوالعاص کو چھوڑ تو دیا مگر ان سے یہ عہد لیا کہ مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت زینب کو ہجرت کرکے مدینہ پاک آجانے کی اجازت دے دیں ۔ بلکہ حدود دارالاسلام تک پہنچا جائیں ۔ ابوالعاص کے دل میں ایمان تو اسی وقت آگیا تھا مگر اس کا ظہور دوسرے وقت ہوا ۴ تاکہ جناب زینب کو لے آئیں ۔ اس وقت غیر محرم کے ساتھ عورتوں کو سفر کرنا جائز تھا چونکہ ابوالعاص اس وقت کافر تھے مدینہ منورہ نہ آسکتے تھے اور مسلمان مکہ معظمہ نہ جا سکتے تھے ۔ اس لیے یہ انتظام فرمایا گیا ۔ لہٰذا حدیث واضح ہے ۵ بطن یاجج مکہ معظمہ سے خارج ایک نالہ ہے جو مقام تنعیم کے پاس مسجد حضرت عائشہ صدیقہ سے قریب ہے

۶ چنانچہ ابوالعاص نے اپنا وعدہ پورا کیا کہ مکہ معظمہ پہنچ کر پہلا کام یہی کیا کہ حضرت زینب کو وہاں پہنچا دیا کچھ عرصہ کے بعد ابوالعاص شام کے تجارتی سفر سے واپس ہوتے ہوئے مدینہ منورہ کے قریب سے گزرے مسلمانوں نے چاہا کہ ان کا مال چھین کر انہیں گرفتار کریں ۔ حضرت زینب کو پتہ چلا تو انہیں امان دے دی پھر یہ سن کر صحابہ کرام بغیر ہتھیار ابوالعاص سے ملے ۔ انہیں تبلیغ اسلام کی ۔ انہوں نے جواب دیا کہ ابھی میرے پاس کفار مکہ کی کچھ امانات ہیں ۔ میں وہ امانات دے کر مسلمان ہوں گا ۔ چنانچہ آپ مکہ مکرمہ گئے ۔ تمام کی امانتیں واپس کیں پھر مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آگئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پرانے نکاح پر نیا نکاح پڑھا کر حضرت زینب کو ان کے حوالہ فرمادیا ۔ حضور کو ابوالعاص سے بہت ہی محبت تھی ۔ حضرت

وَعَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَسَرَ أَهْلَ بَدْرٍ قَتَلَ عُقْبَةَ ابْنَ أَبِيْ مُعَيْطٍ وَالنَّضْرَ بْنَ الْحَارِثِ وَمَنَّ عَلٰى أَبِيْ عَزَّةَ الْجُمَحِيِّ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَرَادَ قَتْلَ عُقْبَةَ بْنِ أَبِيْ مُعَيْطٍ قَالَ مَنْ لِلصِّبْيَةِ قَالَ النَّارُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ عَلِيٍّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ جِبْرِيْلَ هَبَطَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهٗ خَيِّرْهُمْ يَعْنِيْ أَصْحَابَكَ فِيْ أُسَارٰى بَدْرٍ الْقَتْلَ وَالْفِدَاءَ عَلٰى

روایت ہے ان ہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بدر والوں کو قید کیا تو عقبہ ابن ابی معیط اور نضر ابن حارث[۱] کو تو قتل کردیا اور ابو عزہ جمحی پر احسان فرمایا[۲] (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عقبہ ابن ابی معیط کے قتل کا ارادہ کیا تو وہ بولا بچوں کا کون ہے[۳] فرمایا آگ[۴] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت علی سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ جبریل امین حضور کے پاس حاضر ہوئے عرض کیا کہ آپ ان حضرات یعنی اپنے صحابہ کو بدر کے قیدیوں کے متعلق قتل و فدیہ کا اختیار دیں[۵]

ابوالعاص خلافت صدیقی میں غزوۂ یمامہ میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ ۱۲ اشعہ اللہ تعالٰی ان کے طفیل ہم کو ایمان پر استقامت حسن خاتمہ نصیب فرمائے۔

۱ عقبہ ابن ابی معیط وہ ملعون ہے جس نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ مبارک پر بحالت سجدہ اونٹ کی نجاست ڈالی تھی اور جناب فاطمہ نے ہٹائی تھی۔ نضر ابن حارث بھی حضور کا سخت دشمن تھا۔ ان دونوں کے قتل کر دینے میں کفر کی طاقت کا توڑ دینا تھا اس لیے قتل کئے گئے ۱۲ اشعہ ۲ ابو عزہ بھی کفار کا شاعر تھا جو اسلام کے خلاف قصیدے کہتا اور پڑھا کرتا تھا آپ نے بغیر فدیہ لئے ہی چھوڑ دیا۔ اس کے چھوڑ دینا ہی مفید تھا حضور انور حکیم ہیں۔ حکیم بیماری اور بیمار کے احوال سے خوب خبردار ہوتا ہے۔ یہ حدیث ان کی دلیل ہے جو احسان کرکے کفار کو چھوڑ دینا اب بھی جائز سمجھتے ہیں۔ احناف کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہے۔ خیال رہے کہ قیدی کافر کو کوئی غازی خود قتل نہیں کرسکتا۔ بلکہ امام کی رائے سے قتل کرے گا مشرکین عرب اور مرتدین کے لیے یا قتل ہے یا اسلام، نہ انہیں غلام بنایا جائے نہ ان سے جزیہ لیا جائے۔ اور جو قیدی کافر قیدی مسلمان ہوجائے اسے قتل نہیں کرسکتے غلام بنا سکتے ہیں اور جو کافر قید ہونے سے پہلے مسلمان ہو جائے اسے نہ قتل کیا جائے نہ قید بلکہ وہ آزاد ہوگا۔ تفصیل اس جگہ مرقات میں ملاحظہ کرو

۳ صبیۃ ص کے کسرہ ب کے سکون سے جمع ہے صبی کی معنی چھوٹے بچے یعنی آپ مجھے تو قتل کئے دیتے ہیں میرے پیچھے میرے چھوٹے بچے کون پالے پرورش کرے گا ۴ یعنی تیرے لیے آگ ہے اپنی فکر کر بچوں کی فکر کیوں کرتا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ تیرے بچوں کو آگ پالے گی یہ فرمان اظہار غضب کے لئے ہے۔ اس معنی کی بنا پر یہ غیبی خبر ہے کہ تیرے بچے بھی تیری طرح مرتد ہی رہیں گے وہ بھی تیری طرح کافر ہی مریں گے

أَنْ يُقْتَلَ مِنْهُمْ قَابِلًا مِثْلُهُمْ قَالُوا الْفِدَاءَ وَيُقْتَلُ مِنَّا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ ۔ وَعَنْ عَطِيَّةَ الْقُرَظِيِّ قَالَ كُنْتُ فِي سَبْيِ قُرَيْظَةَ عُرِضْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانُوا يَنْظُرُونَ فَمَنْ

اس شرط پر کہ آئندہ سال اتنے ہی ان میں سے قتل کیے جائیں گے وہ بولے فدیہ چاہیے اور ہم ہی سے قتل کیے جائیں ۱؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۲؎ روایت ہے حضرت عطیہ قرظی سے فرماتے ہیں کہ میں قریظہ کے قیدیوں میں تھا ۳؎ ہم حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیے گئے تو حضرات دیکھے جاتے تھے جس کے

۱؎ بدر کے ستر قیدیوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق نے تو انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی رائے دی کہ شاید آئندہ یہ لوگ مسلمان ہو جائیں اور ہم کو اس مال سے قوت حاصل ہو اور حضرت عمر نیز عمرو بن سعد نے مشورہ دیا کہ سب قتل کردیئے جائیں کیونکہ یہ لوگ سردار کفر ہیں، ان کے قتل سے کفر کا زور ٹوٹے گا۔ تب حضرت جبریل امین نے یہ عرض کیا جو یہاں مذکور ہے کہ تمام صحابہ کرام کے سامنے حضرت صدیق و فاروق کی رائے پیش فرمادیں۔ وہ لوگ ان دونوں رایوں میں سے جو نسی رائے چاہیں پسند کریں اگر انہیں قتل کردیں تو خیر اور اگر انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیں تو اس کے عوض اگلے سال غزوۂ احد میں ان ہی سے بھی ستر صحابہ شہید ہوں گے۔ ہماری اس شرح سے حدیث واضح ہوگئی، جناب صدیق و فاروق سے رائے لینا اور تمام صحابہ کو اختیار دینا دونوں درست ہوگئے۔ یہ اختیار دینا بھی رب تعالٰی کی طرف سے امتحان تھا۔

۲؎ یعنی ہم کو سال آئندہ شہادت کی سعادت منظور ہے ان قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ خیال رہے کہ ان بزرگوں نے مال کی محبت میں فدیہ اختیار نہ فرمایا بلکہ اپنی شہادت اور ان لوگوں کے ایمان لانے کی رغبت میں یہ اختیار کیا کہ یا تو خود یہ لوگ یا ان کی اولاد ایمان لاکر دین کی خدمت کریں مگر رب تعالٰی کا ارادہ تو یہ تھا جو صحابہ کی رائے ہوئی یعنی فدیہ لے کر چھوڑ دیا جانا مگر مرضی یہ تھی کہ یہ قتل کردیئے جائیں۔ صحابہ کرام کی یہ رائے ارادہ الٰہی کے مطابق ہوئی رضاء الٰہی کے خلاف۔ اسی لیے ان حضرات پر وہ عتاب آیا جو آیہ کریمہ میں مذکور ہے۔ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ارادہ اور رضا میں بڑا فرق ہے۔ آدم علیہ السلام کا گندم کھا لینا ارادہ الٰہی کے عین مطابق تھا رضاء الٰہی کے خلاف، رضا کی مخالفت کی وجہ سے ان پر عتاب ہوا جس سے توبہ کرائی گئی۔ ارادہ الٰہی کی مطابقت کی وجہ سے آپ کو خلافت زمینی عطا ہوئی۔ ان حضرات پر مخالفت رضاء الٰہی کی وجہ سے عتاب، عذاب سے ڈرانا ہوا اور ارادۂ الٰہی کی موافقت کا انجام یہ ہوا کہ یہ قیدی مسلمان ہوئے اسلامی خدمات انجام دیں یہ جواب نہایت باریک ہے خیال میں رکھو اب یہ حدیث آیۃ عتاب کے خلاف نہیں شارحین نے اور توجیہیں کی ہیں مگر ان شاء اللہ فقیر کی یہ توجیہ قوی ہے۔ حضرات صحابہ اللہ کے محبوب ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غزوۂ احد میں پیش آنے والی تکالیف سے نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے خبر تھے نہ خاص صحابہ کرام۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عتاب الٰہی ناراضی کی بنا پر ہی نہیں ہوتا۔ اس میں اور حکمتیں بھی ہوتی ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بندے کو اختیار دے کر بھی عتاب ہو سکتا ہے بلکہ عذاب سے ڈرایا جا سکتا ہے کہ تم نے دوسری شق اختیار کیوں کی۔ یہ اختیار دینا بھی امتحان تھا۔ ۳؎ اس حدیث پر طعن نہیں حدیث بالکل صحیح ہے۔ اگرچہ غریب ہے غریب ہونا صحت کے خلاف

أَنْبَتَ الشَّعْرَ قُتِلَ وَمَنْ لَمْ يُنْبِتْ لَمْ يُقْتَلْ فَكَشَفُوْا عَانَتِيْ فَوَجَدُوْهَا لَمْ تُنْبِتْ فَجَعَلُوْنِيْ فِي السَّبْيِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ خَرَجَ عِبْدَانٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ الصُّلْحِ فَكَتَبَ إِلَيْهِ مَوَالِيْهِمْ قَالُوْا يَا مُحَمَّدُ وَاللهِ مَا خَرَجُوْا إِلَيْكَ رَغْبَةً فِيْ دِيْنِكَ وَإِنَّمَا خَرَجُوْا هَرَبًا مِنَ الرِّقِّ فَقَالَ نَاسٌ صَدَقُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ رُدَّهُمْ إِلَيْهِمْ فَغَضِبَ

بال اُگ گئے تھے وہ قتل کردیئے گئے اور جس کے نہ اُگے تھے وہ قتل نہ کیا گیا چنانچہ میرا زیر ناف بدن بھی کھولا تو محسوس کیا کہ نہ اُگے تھے تو مجھے قیدیوں میں کردیا (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں دو غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے حدیبیہ کے دن صلح سے پہلے[۱] تو حضور کی خدمت میں ان کے مولاؤں نے لکھا بولے اے محمد خدا کی قسم یہ لوگ آپ کے پاس آپ کے دین سے محبت کی وجہ سے نہیں گئے وہ تو صرف غلامیت سے بھاگنے کیلئے بھاگے ہیں[۲] تو کچھ لوگ بولے یارسول اللہ وہ سچے ہیں حضور انہیں ان کی طرف لوٹادیں[۳]

دیکھو مرقات اور اشعۃ اللمعات غرابت صحت کے خلاف نہیں ۳؎ یعنی میری قوم بنی قریظہ کے جوان بڈھے تو سب قتل کر دیے گئے، بچے چھوڑ دیے گئے جن کے جوان ہونے کا شبہ تھا ان کی تحقیق کی گئی میں اس تیسری جماعت میں تھا خیال رہے کہ یہ عطیہ ہیں تو صحابی مگر ان کا پورا نام معلوم ہو سکا نہ ان کے باپ کا نہ حالات کا پتہ چلا ۴؎ خیال رہے کہ بچے کے بلوغ کی علامت احتلام ہے اور زیر ناف بال آجانا، چونکہ یہ لوگ قتل کے خوف سے احتلام کے متعلق غلط خبر دے دیتے اس لیے زیر ناف کے بال دیکھے گئے۔

۱؎ یعنی جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے میدان میں قیام پذیر ہو چکے تب مشرکین مکہ کے غلاموں میں سے دو غلام مسلمان ہو کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ صلح نامہ ان کے آ چکنے کے بعد لکھا گیا، اس صلح نامہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو کافر مسلمان ہو کر حضور انور کی خدمت میں حاضر ہو جائے اسے حضور واپس فرمادیں مگر چونکہ یہ دونوں اس تحریر سے پہلے ہی آ چکے تھے اس لیے انہیں واپس نہیں کیا گیا اسی لیے راوی نے قبل الصلح کی تصریح فرمادی ۲؎ خلاصہ یہ ہے کہ یہ لوگ دل سے مسلمان نہیں ہوئے ہیں، صرف غلامیت سے بھاگ نکلنے کیلئے اسلام ظاہر کرکے آپ کے پاس پہنچ گئے ہیں دل میں کافر ہی ہیں لہذا آپ انہیں واپس فرمادیں۔ خیال رہے کہ بعض شارحین نے یہاں غلاموں سے مراد آزاد کردہ غلام لیے ہیں یعنی رق سے مراد اثر رق لیتے ہیں۔ مرقات میں بھی یہ احتمال لیا ہے مگر پہلی توجیہ بہت قوی ہے کہ یہ دونوں غلام ہی تھے ۳؎ یعنی بعض صحابہ نے

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مَا اُرَاكُمْ تَنْتَهُوْنَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى يَبْعَثَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَضْرِبُ رِقَابَكُمْ عَلٰى هٰذَا وَاَبٰى اَنْ يَرُدَّهُمْ وَقَالَ هُمْ عُتَقَاءُ اللّٰهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۔ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اِلٰى بَنِيْ جَذِيْمَةَ فَدَعَاهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَلَمْ يُحْسِنُوْا اَنْ

تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے[۲] اور فرمایا کہ اے گروہ قریش تم لوگ باز نہ آؤ گے حتی کہ اللہ تعالٰے تم پر اسے بھیجے جو اس پر تمہاری گردنیں مار دے[۳] اور انہیں واپس فرمانے سے انکار کردیا اور فرمایا کہ یہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں[۳] (ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد ابن ولید کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا[۱] تو خالد نے انہیں اسلام کی دعوت دی انہوں نے یہ اچھا کہ

حال کو دیکھ کر کفار کی اس تحریر کی تائید کی کر ظاہر یہ ہے کہ یہ لوگ آزاد ہونے کے لیے یہاں آئے ہیں۔

۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تائید کرنے والے صحابہ پر ناراض ہوئے کیونکہ ان حضرات نے محض اپنے خیال سے حکم شرعی کے خلاف رائے دی۔ نیز مسلمان ہو جانے والوں پر بلادلیل شبہ کیا۔ ان کے اخلاص کا انکار فرمایا۔ نیز بلا دلیل مشرکوں کی تائید کی ان تین وجہوں سے اظہار ناراضگی فرمایا۔

۲؎ گروہ قریش سے مراد وہ کفار ہیں جنہوں نے یہ تحریر بھیجی تھی۔ ان ہی پر اظہار غضب ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ حضور انور نے یہ فرمان عالی ان بھیجا ہووں کے سامنے فرمادیا تاکہ وہ لوگ ان تک پہنچادیں یا تحریر فرما کر بھیجا۔ یعنی تم خود تو کافر ہو مسلمانوں کو مرتد کرنے کی کوشش کرتے ہو تمہاری اس سرکشی کا انجام یہ ہوگا کہ تم پر مسلمانوں کا راج ہوگا۔ پھر تم کو مسلمان ہونا پڑے گا۔ خیال رہے کہ کفار عرب جزیہ نہیں دے سکتے ان کے لیے صرف تلوار یا اسلام ہے۔ لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ رب تعالٰی فرماتا ہے لا اکراہ فی الدین اس آیت سے کفار عرب یا تو مستثنٰی ہیں یا چونکہ کفار عرب کو وطن چھوڑ دینے کی اجازت ہے اس لیے وہ بھی اس آیت میں داخل ہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ ھذا سے اشارہ اسی ظلم و تشدد یا مرتد کرنے کی کوشش کی طرف ہے۔ یعنی ایسا حاکم اسلامی تم پر مقرر ہوگا جو تم کو اس ظلم کی سزا دے گا۔ اس صورت میں حدیث بالکل ظاہر ہے

۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کافر غلام مسلمان ہوکر دارالحرب سے دارالاسلام میں آجائے تو وہ آزاد ہوگا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کلمہ پڑھنے والے پر بلادلیل شرعی منافقت کا شبہ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ ہاں علامات نفاق یا علامات کفر موجود ہوں تو انہیں کافر یا منافق کہا جاسکتا ہے رب تعالٰے نے کلمہ گو منافقوں کو جھٹلا اور منافق فرمایا کہ ارشاد فرمایا واللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون۔ حضرات صحابہ نے منکرین زکوۃ پر جہاد کیا اور منکرین تقدیر کو کافر کہا اگرچہ وہ کلمہ گو تھے

۱؎ تاکہ انہیں اسلام کی دعوت دیں اگر وہ قبول نہ کریں تو ان پر جہاد کریں۔ جذیمہ جیم کے فتح

يَقُوْلُوْا اَسْلَمْنَا فَجَعَلُوْا يَقُوْلُوْنَ صَبَأْنَا صَبَأْنَا فَجَعَلَ يَقْتُلُ وَيَاْسِرُ
وَدَفَعَ اِلٰى كُلِّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِيْرَهٗ حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمٌ اَمَرَ خَالِدٌ اَنْ
يَقْتُلَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِيْرَهٗ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَقْتُلُ اَسِيْرِيْ وَلَا يَقْتُلُ
رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِيْ اَسِيْرَهٗ حَتّٰى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَذَكَرْنَاهُ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَبْرَاُ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَيْنِ

کہہ دیتے ہم اسلام لائے تو وہ کہنے لگے ہم دین سے نکل گئے نکل گئے تو حضرت خالد انہیں قتل کرنے اور قید کرنے لگے ۲ اور ہم میں سے ہر ایک کو اس کا قیدی دیا حتی کہ ایک دن وہ ہوا کہ حضرت خالد نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے قیدی کو قتل کر دے ۳ تو میں نے کہا اللہ کی قسم میں تو اپنے قیدی کو قتل نہ کروں گا ۴ اور نہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی اپنے قیدی کو قتل کرے حتی کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ واقعہ ہم نے حضور سے ذکر کیا تو حضور نے اپنے ہاتھ اٹھائے فرمایا الٰہی میں اس سے تیری طرف بیزاری ظاہر کرتا ہوں جو خالد نے کیا ۵

دو بار فرمایا

ذال کے کسرہ سے ایک مشہور قبیلہ تھا ۱ ان کا مقصد یہ تھا کہ ہم اپنے پرانے دین [illegible] سمجھ کر کہتے ہیں ہم دین اسلام سے نکلے ہی رہیں گے مسلمان نہ ہوں گے۔ عربی میں صابی بے دین کو کہتے ہیں یا بددین سے نکل جانے والے کو غرضیکہ جب ان کا مقصد نہ سمجھ سکے ۲ یعنی بعض کو انہوں نے فی الحال قتل کر دیا اور بعض کو قید کر لیا۔ آئندہ قتل کر دینے یا غلام بنا لینے کی نیت سے حاکم کو اختیار ہوتا ہے کہ فوراً قتل کر دے یا کچھ بعد میں ۳ یعنی وہ قیدی غازیوں میں تقسیم کر دیئے گئے تاکہ انہیں حکم قتل تک محفوظ رکھیں پھر ایک دن حکم دیا کہ ہر شخص اپنے پاس محفوظ غلام کو خود قتل کر دے ۴ کیونکہ مجھے شک ہے کہ یہ لوگ مسلمان ہو چکے ہیں ان کا کافر رہنا یقینی نہیں۔ یہ ہے مجتہدین کا اختلاف کہ ایک لفظ کو حضرت خالد نے کفر کی دلیل بنایا اور حضرت عبداللہ ابن عمر نے اسلام کی دلیل قرار دیا۔ یہ دونوں حضرات اپنے خیال میں سچے ہیں مگر حضرت ابن عمر حق پر ہیں حضرت خالد سے خطا ہوئی۔

۵ یعنی حضرت خالد نے ان کے متعلق غلط رائے قائم کی اور انہیں قتل یا قید کیا یہ غلط کیا خدایا میں خالد کے اس فعل سے راضی نہیں مگر حضرت خالد کو نہ تو دیت کا حکم دیا نہ توبہ کا معلوم ہوا کہ اگر مجتہد سے بڑی بھاری غلطی ہو جائے حتی کہ [illegible] واقع ہو جائے تب بھی اس کی گرفت نہیں۔ لہذا حضرت علی اور حضرت معاویہ و عائشہ صدیقہ میں [illegible] نہیں [illegible] ان کشت و خون ہوا مگر نفسانیت سے نہیں بلکہ للّٰہیت سے، ان میں کوئی کسی کا [illegible] اختلاف رائے سے یہ سب کچھ ہوا۔ ان کے متعلق رب فرماتا ہے۔ رحماء بینہم۔

رواہ البخاری بَابُ الْاَمَانِ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ
اَبِیْ طَالِبٍ قَالَتْ ذَهَبْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ
فَوَجَدْتُهٗ یَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهٗ تَسْتُرُهٗ بِثَوْبٍ فَسَلَّمْتُ
فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا
بِاُمِّ هَانِئٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ قَامَ فَصَلّٰی ثَمَانِیَ رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا

(بخاری) باب امان کا بیان ۱ پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب سے فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح مکہ کے سال گئی ۲ تو میں نے آپ کو غسل کرتے پایا اور آپ کی بیٹی فاطمہ آپ پر کپڑے سے آڑ کیے تھیں ۳ تو میں نے سلام کیا ۴ فرمایا یہ کون ہیں میں نے کہا ام ہانی بنت ابو طالب فرمایا ام ہانی خوب آئیں ۵ پھر جب اپنے غسل سے فارغ ہو گئے تو کھڑے ہوئے ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے آٹھ رکعتیں پڑھیں ۶

۱ امان و امن ضد ہے خوف کی یعنی اور جنگ کی بھی یہاں کفار کو امان دینا مراد ہے اس امان کی بہت صورتیں ہیں۔ مستامن کو امان دینا کہ جو کافر دار الحرب سے ہمارے ملک میں چند روز کے لیے ہماری اجازت سے آئے اسے مستامن کہتے ہیں، بحالت جنگ کسی کافر کو امان دینا کسی مصلحت سے ذمی کافر کو دائمی امان دینا جس کافر قوم سے ہماری صلح و معاہدہ ہو گیا ہے اسے زمانہ صلح میں امان دینا۔ کافروں کا قاصد یا ایلچی ہمارے ہاں پیغام رسانی کے لیے آتا ہے اسے امن دینا جیسا کہ ابھی احادیث میں آرہا ہے ۲ آپ کا نام فاختہ یا عاتکہ ہے، ابو طالب کی بیٹی جناب علی مرتضیٰ کی بہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا زاد ہیں انہیں کے گھر سے حضور کو معراج ہوئی، فتح مکہ کے دن ایمان لائیں۔ امیر معاویہ کے زمانہ میں ۵۰ھ کیا دن میں وفات پائی۔ آپ سے حضرت علی و عباس اور بہت تابعین نے روایت کی (اشعہ) ۳ یعنی خاص فتح مکہ کے دن جب حضور انور سب کو امان دے کر فارغ ہو چکے تھے غسل فرما رہے تھے ۴ اس طرح کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تہبند شریف باندھ کر غسل فرما رہے تھے چونکہ غسل خانہ میں نہ تھے اسی لیے جناب فاطمہ کپڑا تانے سامنے کھڑی تھیں، یہ کپڑا غسل خانہ کی دیوار کی طرح آڑ کا کام دے رہا تھا۔ غسل خانہ میں بھی تہبند باندھ کر غسل کرنا چاہیے ۵ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا فاطمہ زہرا کو کیونکہ جو تہبند باندھے غسل کر رہا ہو اسے سلام کرنا جائز ہے۔ ہاں ننگے بدن نہانے والے کو سلام نہ کرے کہ ننگا آدمی جواب سلام نہیں دے سکتا اسی لیے پیشاب پاخانہ استنجا کرنے والے کو سلام کرنا منع ہے کہ وہ ننگا ہے ۶ معلوم ہوا کہ غسل کی حالت میں کلام کر سکتے ہیں۔ وضو کرتے ہوئے دنیاوی کلام، سلام جواب سلام سب ممنوع ہیں صرف دعائیں پڑھے، ہر غسل کا یہی حکم ہے۔ جنابت کا غسل ہو یا کوئی اور، یہ بھی معلوم ہوا کہ آنے والے پیارے کی آمد پر اظہار خوشی کے کلمات کہنا سنت ہے ۷ نماز چاشت جیسا کہ ترمذی نے شمائل شریف میں فرمایا۔ ایک کپڑے میں نماز کے احکام کتاب الصلوۃ باب الستر میں گزر گئے۔

فِي ثَوْبٍ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ زَعَمَ ابْنُ أُمِّي عَلِيٌّ[1] أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلًا أَجَرْتُهُ فُلَانَ ابْنَ هُبَيْرَةَ[2] فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِئٍ[3] قَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ وَذٰلِكَ ضُحًى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِلتِّرْمِذِيِّ قَالَتْ أَجَرْتُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَحْمَائِي[4] فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَّنَّا مَنْ أَمَّنْتِ

الْفَصْلُ الثَّانِي

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

پھر فارغ ہوگئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں جائے علی کہتے ہیں[1] کہ وہ اس شخص کو قتل کریں گے جسے میں امان دے چکی ہوں، ہبیرہ کا بیٹا فلاں[2] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ہانی جسے تم نے امان دے دی اسے ہم نے بھی امان دے دی[3] ام ہانی فرماتی ہیں کہ یہ چاشت کا وقت تھا (مسلم بخاری) اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ فرماتی ہیں میں نے اپنے دیوروں میں سے دو شخصوں کو امان دے دی تھی[4] تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے اسے امان دیدی جسے تم نے امان دے دی

فصل دوسری
روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[1] حضرت علی جناب ام ہانی کے سگے بھائی ہیں۔ مگر صرف ماں کا ذکر فرمایا اظہار محبت کے لیے جیسے ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ابن ام
[2] ہبیرہ ابن وہب ابن عمرو ابن عائذ ابن عمران ابن مخزوم جناب ام ہانی کے خاوند ہیں، اس فلاں کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ یعنی میں نے اپنے خاوند کے بیٹے کو جو میرے پیٹ سے ہیں یا اُن کی دوسری بیوی کے پیٹ سے ہیں امان دے دی ہے۔ مگر علی اس کی تلاش میں ہیں قتل کرنے کے لیے۔ خیال رہے کہ جناب اُم ہانی کے اسلام لانے پر ہبیرہ سے آپ کی جدائی ہوگئی، بعض شارحین نے فرمایا کہ اس فلاں کا نام حارث ابن ہشام ابن مغیرہ ابن عبداللہ ابن عمرو ابن مخزوم ہے۔ مگر پہلی روایت قوی ہے کہ وہ شخص ہبیرہ کا بیٹا ہے ام ہانی کا سگا یا سوتیلا بیٹا۔ (دیکھو مرقات اور اشعۃ اللمعات) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غسل یا تو خود ام ہانی کے گھر تھا یا حضرت علی کے گھر یا کسی اور جگہ بعض روایات میں ہے کہ فرماتی ہیں حضور نے میرے گھر میں غسل فرمایا
[3] یعنی تمہاری امان ہماری امان ہے۔ حضرت علی اُسے قتل نہیں کریں گے
[4] یہ دونوں شخص جو حضرت ام ہانی کے دیور ہیں۔ ایک تو عبداللہ ابن ابی ربیعہ ابن مغیرہ ہیں۔ دوسرے حارث ابن ہشام ابن مغیرہ ہیں۔ دونوں مخزومی ہیں۔ ان دونوں روایتوں میں کوئی مخالفت نہیں۔ جناب ام ہانی نے ان دونوں کو بھی امان دی تھی۔ اور ہبیرہ کے بیٹے کو بھی۔ حضور انور نے سب کی امان برقرار رکھی۔

إِنَّ الْمَرْأَةَ لَتَأْخُذُ لِلْقَوْمِ يَعْنِي تُجِيرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَمِقِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ اٰمَنَ رَجُلًا عَلٰى نَفْسِهٖ فَقَتَلَهٗ اُعْطِيَ لِوَآءَ الْغَدْرِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ مُعٰوِيَةَ وَبَيْنَ الرُّوْمِ عَهْدٌ وَكَانَ يَسِيْرُ نَحْوَ بِلَادِهِمْ حَتّٰى اِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ اَغَارَ عَلَيْهِمْ فَجَاءَ رَجُلٌ عَلٰى فَرَسٍ اَوْ بِرْذَوْنٍ وَهُوَ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ

کہ عورت پوری قوم کے لیئے امان دے سکتی ہے ۱؎ یعنی مسلمانوں پر امان دے سکتی ہے ۲؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت عمرو ابن حمق سے ۳؎ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو کسی شخص کو اس کی جان پر امان دے دے پھر اسے قتل کردے اسے قیامت کے دن غداری (بدعہدی) کا جھنڈا دیا جائے گا ۴؎ (شرح سنہ) روایت ہے حضرت سلیم ابن عامر سے ۵؎ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ اور روم کے درمیان معاہدہ تھا ۶؎ اور جناب معاویہ ان کے شہروں کی طرف چل دیئے تاکہ جب معاہدہ پورا ہوجائے تو فورًا ان پر حملہ کردیں ۷؎ تو ایک شخص ترکی یا عربی گھوڑے پر سوار یہ کہتا ہوا آیا کہ اللہ اکبر

۱؎ یعنی ایک مسلمان عورت قوم کفار کو امان بھی دے سکتی ہے۔ کسی قوم سے اس کا کہہ دینا کہ میں نے تم کو امان دی معتبر ہے اور اس قوم کو امان مل جائے گی ۲؎ یہ جملہ امان میں لینے کی شرح ہے چنانچہ حضرت زینب بنت رسول اللہ نے اپنے خاوند ابوالعاص کو امان دے دی جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ اور حضرت ام ہانی نے اپنے دو دیوروں اور اپنے بیٹے کو امان دے دی اور تمام غازی صحابہ کو یہ امان ماننی پڑی ۳؎ آپ قبیلہ بنی خزاعہ سے ہیں صحابی ہیں حجۃ الوداع میں حضور کے ہاتھ پر ایمان لائے حضور کی وفات کے بعد پہلے کوفہ میں پھر مصر میں مقیم رہے ۵۰ھ میں موصل میں عجیب و غریب طریقہ سے قتل کیے گئے۔ ان کے قتل کا عجیب قصہ امام سیوطی نے جمع الجوامع میں اور شیخ عبدالحق نے رسالہ تعلیم البشارہ کے حاشیہ میں لکھا ہے وہاں مطالعہ کرنا چاہیے ۴؎ اسے رسوا کرنے کے لیئے اور یہ جھنڈا اس کی بدعہدی و غداری کی نشانی ہوگا جس سے محشر والے اس کی غداری معلوم کرلیں گے۔ خیال رہے کہ قیامت میں مسلمانوں کے خفیہ عیوب ظاہر نہ کیے جائیں گے علانیہ عیوب کا اعلان ہوگا۔ لہذا یہ حدیث پردہ پوشی کی احادیث کے خلاف نہیں ۵؎ آپ تابعی ہیں شام میں قیام رکھتے تھے۔ اپنے وقت کے عالم و فقیہ تھے۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ یہ راوی ثقہ ہیں ۶؎ یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے زمانہ سلطنت میں کفار روم سے کچھ مدت کے لیے عارضی صلح فرمائی تھی کہ فلاں تاریخ تک ہم تم سے جنگ نہ کریں گے ۷؎ یعنی جب مدت صلح ختم ہونے کے قریب ہوئی تو آپ مع لشکر جرار شام سے روم کی طرف روانہ ہوگئے اس ارادے سے کہ مدت صلح ختم ہونے سے پہلے رومیوں کی سرحد پر پہنچ جائیں اور معاہدہ کی مدت ختم ہوتے ہی ان پر حملہ کردیں ۸؎ فرس اور برذون دونوں کے معنی ہیں گھوڑا مگر یہاں ترکی سے مراد ہے

اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ فَنَظَرُوْا فَاِذَا هُوَ عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ فَسَاَلَهٗ مُعٰوِيَةُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ كَانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحُلَّنَّ عَهْدًا وَلَا يَشُدَّنَّهٗ حَتّٰى يَمْضِيَ اَمَدُهٗ اَوْ يَنْبِذَ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ قَالَ فَرَجَعَ مُعٰوِيَةُ بِالنَّاسِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ اَبِيْ رَافِعٍ قَالَ بَعَثَنِيْ قُرَيْشٌ

اللہ اکبر وفاء عہد چاہیے بد عہدی نہ ہو لوگوں نے غور کیا تو وہ حضرت عمرو ابن عبسہ تھے تو اس کے متعلق ان سے حضرت معاویہ نے پوچھا تو فرمایا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس کا کسی قوم سے عہد ہو تو وہ نہ تو عہد کھولے نہ اسے باندھے حتی کہ اس کی مدت گزر جائے یا انہیں برابری پر خبر دے دے فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ لوگوں کو واپس لے گئے (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو رافع سے فرماتے ہیں مجھے قریش نے

عربی گھوڑا اور برذون سے مراد ہے ترکی گھوڑا۔ راوی کو شک ہے کہ کس گھوڑے پر سوار تھے ۱ یعنی اے جماعت صحابہ یا اے امت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم یا اے امیر المومنین معاویہ تم لوگوں کی شان وفاء ہے۔ بے وفائی تمہاری شان کے خلاف ہے آپ نے ختم مدت سے پہلے ان کفار کی طرف کوچ کر کے ان کی سرحد پر پہنچ جانا بھی خلاف عہد سمجھا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ کفار مسلمانوں پر حملہ کی تیاری نہ کر رہے ہوں اگر وہ ایسا کر رہے ہوں تو مدت صلح میں ان کی سرحد پر پہنچ جانا اور بعد ختم مدت اچانک ان پر حملہ کر دینا، انہیں حملہ کا موقع نہ دینا ضروری ہے کہ اب بدعہدی ان کی طرف سے ہے نہ کہ ہماری طرف سے اس وقت رومیوں نے یہ حرکت نہ کی تھی (مرقات) ۲ آپ مشہور صحابی ہیں چوتھے مسلمان ہیں شام کے رہنے والے ہیں آپ کے حالات بارہا بیان ہو چکے ہیں۔ آپ نے صلح کے زمانہ میں ان رومی عیسائیوں کی سرحد پر پہنچ جانے کو بھی بدعہدی میں شمار فرمایا، اس لیے یہ فرمایا۔ ۳ یعنی امیر معاویہ نے اس نعرے کی دلیل حدیث سے معلوم کرنا چاہی ۴ بعض روایات میں الفاظ یوں ہیں فیشدہ ولا یحلہ یعنی اس عہد کو پختہ تو کر دے مگر کھولے یعنی توڑے نہیں۔ یہ عبارت واضح ہے شد کے معنی مضبوطی کے ہیں۔ یہاں اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو عہد کو مدت کے اندر کھولے توڑے نہ کفار سے تجدید عہد یا توثیق عہد کا مطالبہ کرے۔ یعنی یہ نہ کہے کہ اس عہد کو مضبوط کر دو کہ اس سے کفار سمجھیں گے کہ مسلمانوں نے یہ عہد کمزور کر دیا، اس لیے اب اس کی پختگی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اس میں بھی خیانت کی بو ہے۔ ہم نے لایشدنہ کے معنی جو کیے وہ بدلے یہ لفظی معنی ہیں اور معنی یہ ہیں کہ نہ مضبوطی عہد کا مطالبہ کرے ۵ غرضیکہ مدت صلح گزرنے تک کفار سے کچھ تعرض نہ کرے آپ کا وہاں جانا اس کے خلاف ہے۔ سبحان اللہ اس تقوے کے قربان ۶ یعنی اگر صلح توڑنے کی ضرورت پیش آجائے تو مدت سے بہت پہلے انہیں اطلاع بھیج دے کہ ہم مجبوراً اس معاہدہ کو توڑتے ہیں تم تیار ہو جاؤ یہی مطلب ہے علی سواء کا قرآن کریم فرماتا ہے واما تخافن من قوم خیانۃ فانبذ الیھم علی سواء

إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُلْقِيَ فِي قَلْبِيَ الْإِسْلَامُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي وَاللهِ لَا أَرْجِعُ إِلَيْهِمْ أَبَدًا فَقَالَ إِنِّي لَا أَخِيسُ بِالْعَهْدِ وَلَا أَحْبِسُ الْبُرُدَ وَلٰكِنِ ارْجِعْ فَإِنْ كَانَ فِي نَفْسِكَ الَّذِي فِي نَفْسِكَ الْآنَ فَارْجِعْ قَالَ فَذَهَبْتُ ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمْتُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تو جب میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میرے دل میں اسلام ڈال دیا گیا ۲؎ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا کی قسم میں تو اب ان کی طرف کبھی نہ لوٹوں گا ۳؎ تو فرمایا کہ ہم نہ تو عہد توڑتے ہیں اور نہ قاصدوں کو روکتے ہیں ۴؎ لیکن تم ابھی واپس جاؤ پھر اگر تمہارے دل میں وہ رہے جو اب ہے تو واپس آجانا فرماتے ہیں کہ میں چلا گیا پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو اسلام ہوگیا ؎
(ابوداؤد)

یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے ۷؎ یعنی امیر معاویہ حضور کا یہ فرمان عالی سنتے ہی مع لشکر کے واپس لوٹ گئے۔ معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ سلطنت میں سنہ ۵۲ھ ایک دن بجری میں فتح ہوا۔ اس فتح میں یزید ابن معاویہ سپہ سالار تھا (اکمال) اور اس لشکر جرار میں حضرت عبداللہ ابن عمر عبداللہ ابن عباس۔ ابو ایوب انصاری۔ عبداللہ ابن زبیر۔ حسین ابن علی جیسے حضرات صحابہ شان سے شامل تھے (البدایہ والنہایہ) یزید ابن معاویہ نے حضرت ابو ایوب انصاری کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس نے قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے آپ کو دفن کیا اور اعلان کیا کہ اگر کسی عیسائی نے اس قبر شریف کو کوئی نقصان پہنچایا تو میں سارے عرب کے عیسائیوں کو قتل اور عرب کے گرجا منہدم کردوں گا۔ اللہ کی شان ہے جس سے چاہے دین کی خدمت لے۔

۸؎ آپ کا نام شریف اسلم ہے آپ پہلے سیدنا عباس کے غلام تھے، انہوں نے حضور کو بطور ہدیہ پیش فرما دیا تو آپ حضور انور کے غلام ہوگئے۔ پھر آپ نے ہی حضرت عباس کے ایمان لانے کی خبر حضور انور کو دی۔ حضور نے اس خبر دینے کی خوشی میں انہیں آزاد کردیا۔ اللہ تعالٰی مجھے ابو رافع حبشی کے غلاموں میں حشر نصیب کرے۔ شعر

جو بندہ تمہارا وہ بندہ خدا کا
جو بندہ خدا کا نہ بندہ تمہارا

آپ بہت ہی خوش نصیب صحابی ہیں۔ آپ قبطی النسل ہیں (اشعہ و مرقات و لمعات)

۱؎ صلح حدیبیہ کے دن کفار نے مجھے اپنا نمائندہ بنا کر حضور انور کی خدمت میں بھیجا جبکہ حضور صدر حرم یعنی حدیبیہ کے میدان میں مع جماعت صحابہ کے جلوہ افروز تھے۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابو رافع وہ نہیں ہیں جو حضور کے

وَعَنْ نُعَيْمِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلَيْنِ جَاءَ مِنْ عِنْدِ مُسَيْلِمَةَ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ اَعْنَاقَكُمَا رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ ، وَعَنْ عَمْرِو بْنِ

روایت ہے حضرت نعیم ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو شخصوں سے فرمایا جو مسیلمہ کے پاس سے آئے تھے ۱؎ اگر یہ قانون نہ ہوتا کہ قاصد قتل نہیں کیے جاتے تو تمہاری گردنیں مار دیتا (احمد، ابوداؤد) روایت ہے حضرت عمرو ابن

آزاد کردہ غلام ہیں وہ تو بدر سے پہلے ہی اسلام لا چکے تھے۔ اب حدیبیہ میں ان کا کفار مکہ کی طرف سے صلح کا نمائندہ بن کر آ جانا یہ کوئی اور ابو رافع ہیں۔ واللہ اعلم ۳؎ حضور کا چہرہ پاک خود معجزہ تھا کوئی بھی آدمی صرف دیکھ کر ہی ایمان لے آتا حضرت عبداللہ ابن سلام کا بھی یہی واقعہ ہوا کہ چہرہ انور دیکھتے ہی ان کے دل میں ایمان آ گیا۔

دے معجزے انبیاء کو خدا نے ٭ ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا

۴؎ یعنی ایمان بھی نصیب ہو گیا اور وطن بال بچوں مال و متاع سے محبت ایک دم جاتی رہی۔ اس لیے وہیں چھوڑ پردیس ہی جانے، گھر بار اولاد چھوڑ کر حضور کے پاس ہی رہنے کے لیے تیار ہو گئے۔ گنہگار احمد یار اپنا تجربہ عرض کرتا ہے کہ جب یہ فقیر جناب آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر انور پر حاضر ہوا تو دل چاہتا تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر یہیں قبر شریف پر فقیر مجاور بن کر بیٹھ جاؤں یہ کشش بھی ان حضرات کا زندہ جاوید معجزہ و کرامت ہے جناب آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار شریف میں بہت ہی کشش ہے جو بیان نہیں ہو سکتی۔ ۵؎ اخیس بنا ہے خیس سے بمعنی غدر یا عہد شکنی یعنی وعدہ خلافی کرنا اور کسی قاصد کو اپنے ہاں روک لینا۔ ہماری شان نہیں کہ ہم بھی عہد شکنی کریں۔ برد جمع ہے برید کی بمعنی ڈاکیہ اور قاصد تم جیسے ان کا پیغام لے کر ہمارے پاس آئے ہو ویسے ہی ہمارا جواب لے کر ان کے پاس جاؤ ۶؎ یعنی وہ دلبستگی جو تمہارے دل میں اب ہے اگر مکہ معظمہ پہنچ جانے ہمارا جواب سنانے کے بعد بھی رہے تو پلٹ آنا خیال رہے کہ حضور انور نے ان کا اسلام تو قبول فرما لیا مگر اس وقت ہجرت کی اجازت نہ دی جس کی وجہ خود بیان فرما دی۔ لہٰذا یہ حدیث فقہاء کے اس قول کے خلاف نہیں کہ جو مسلمان ہونا چاہے اسے ٹالو نہیں بلکہ فوراً مسلمان کر لو۔ اس لیے حضور نے یہ فرمایا کہ ابھی مسلمان نہ ہو واپس پر بننا، نیز حضور نے اس وقت انہیں اپنا اسلام ظاہر کرنے سے منع فرمایا تاکہ کفار مکہ کے شر سے محفوظ رہیں ۷؎ یا صلح حدیبیہ میں ہی صلح نامہ کی تحریر سے پہلے یا کچھ عرصہ بعد مدینہ منورہ میں پہنچ کر مسلمان ہو گیا کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا علانیہ مسلمان ہو گیا مرقات نے یہی توجیہ فرمائی۔ لہٰذا حدیث بالکل واضح ہے کہ اسلامی قانون کے خلاف نہیں ۸؎ آپ اشجعی ہیں غزوہ خندق میں ایمان لائے اسلام سے پہلے احزاب کے واقعہ میں ان کی کوشش رہی کہ بنی قریظہ اور ابوسفیان کے درمیان پھوٹ پڑ گئی اور پیغام رسانی تھے ابوسفیان اسی جنگ احزاب میں کفار کے سردار تھے۔ خلافت عثمانی میں فوت ہوئے، یا خلافت حیدری میں جنگ جمل میں قتل ہوئے ۹؎ ان دونوں مردودوں کے نام عبداللہ ابن نواحہ اور دوسرا ابن اثال ہیں۔ یہ دونوں مسیلمہ کذاب پر ایمان لا چکے تھے جیسے ہمارے ہاں قادیانی جو مرزا غلام احمد مرتد پر ایمان لا چکے ہیں مسیلمہ کذاب نے حضور کے زمانہ میں ہی دعویٰ نبوت کر دیا۔ خلافت صدیقی میں تلوار صدیقی سے جہنم میں پہنچا حضرت وحشی نے نہایت ذلت سے ہلاک کیا اس۔ سے

شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْ خُطْبَتِهٖ اَوْفُوْا بِحِلْفِ الْجَاهِلِيَّةِ فَاِنَّهٗ لَا يَزِيْدُهٗ يَعْنِي الْاِسْلَامَ اِلَّا شِدَّةً وَلَا تُحْدِثُوْا حِلْفًا فِي الْاِسْلَامِ رَوَاهُ وَذُكِرَ حَدِيْثُ عَلِيٍّ اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَأُ فِيْ كِتَابِ الْقِصَاصِ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ ابْنُ النَّوَّاحَةِ وَابْنُ اُثَالٍ رَسُوْلَا مُسَيْلِمَةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمَا اَتَشْهَدَانِ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَا

شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کے معاہدے پورے کرو کیونکہ اسلام ان کی پختگی ہی بڑھاتا ہے ۱ اسلام میں نیا حلف نہ کرو ۲ اور حضرت علی کی حدیث المسلمون تتکافأ کتاب القصاص میں ذکر کی گئی۔ تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ ابن نواحہ اور ابن اثال مسیلمہ کذاب کے قاصد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے ۳ تو حضور نے ان سے فرمایا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں ۴ تو وہ بولے کہ ہم

جنگ عامہ کا مشورہ ہوا   یعنی تم میرے سامنے مسیلمہ کذاب کی نبوت کا اقرار کر رہے ہو تو مستحق قتل ہو مگر چونکہ قاصدوں کو قتل کرنا درست نہیں اس لیے تم کو چھوڑتا ہوں اور زندہ جانے دیتا ہوں۔ قاصدوں، ایلچیوں، نمائندوں اور سفیروں کو قتل نہ کرنے میں بڑی مصلحتیں ہیں۔ اب بھی اس قانون پر عمل ہے ۱ یعنی تم لوگوں نے اسلام سے پہلے جو عہد و میثاق کفار سے کر لیے تھے وہ تمام کے تمام پورے کرو کہ اسلام میں خلاف عہد کرنا جرم ہے ۲ اس کی شرح وہ حدیث ہے کہ لا حلف فی الاسلام اسلام میں حلف نہیں یعنی کفار کا حلیف بننا جائز نہیں۔ حلف میں ایک دوسرے کی مدد کا عہد بھی ہوتا تھا اور ایک دوسرے کی میراث کا بھی وعدہ کہ جو ساتھ مرے اس کا مال اس کا حلیف لے۔

۳ ایلچی یا کوئی پیغام لے کر مسیلمہ کذاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست منہ در منہ بھی گفتگو کی ہے۔ اور ایلچیوں کے واسطہ سے بھی چنانچہ ایک بار اس نے حضور انور سے مشافۃً عرض کیا تھا کہ اگر آپ اپنے بعد خلافت میرے لیے تحریر فرمادیں تو میں آپ سے صلح کرلوں یعنی نبوت چھوڑ دوں حضور انور کے ہاتھ شریف میں ایک سبز مسواک تھی آپ نے فرمایا کہ اگر تو یہ سبز مسواک بھی مجھ سے مانگے تو تجھ کو نہ دوں گا اور تیرا جو انجام ہونے والا ہے وہ مجھے خواب میں دکھا دیا گیا ہے۔ یہ اسی کی عرض و معروض ہے جو قاصد پیغامبر کے ذریعہ سے اس نے کی اس کا ذکر ابھی پچھلی حدیث میں گزر چکا ۴ یا تو حضور انور نے تبلیغ اسلام کرتے ہوئے یہ فرمایا یا کوئی معجزہ دکھا کر یہ ارشاد کیا بہرحال اس سے معلوم ہوا کہ کافر ایلچی کو تبلیغ اسلام کرنا جائز ہے۔

تَشْهَدُ اَنَّ مُسَيْلِمَةَ رَسُوْلُ اللهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰمَنْتُ
بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ لَوْ كُنْتُ قَاتِلًا رَسُوْلًا لَقَتَلْتُكُمَا قَالَ عَبْدُ اللهِ فَمَضَتِ
السُّنَّةُ اَنَّ الرَّسُوْلَ لَا يُقْتَلُ رَوَاهُ اَحْمَدُ ۔ بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَائِمِ وَالْغُلُوْلِ
اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِاَحَدٍ مِّنْ قَبْلِنَا ذٰلِكَ بِاَنَّ اللهَ رَاٰى ضُعْفَنَا

گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے ۱ تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا ۲ اور اگر میں قاصد کو قتل کرتا ہوتا تو تم کو قتل کر دیتا ۳ عبداللہ کہتے ہیں کہ پھر طریقہ جاری ہو گیا کہ قاصد کو قتل نہ کیا جائے گا ۴ (احمد) باب غنیمتوں کی تقسیم اور ان میں خیانت کرنے کا بیان ۵ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہم سے پہلے کسی کے لیے غنیمتیں حلال نہ ہوئیں ۶ یہ اس لیے ہے کہ اللہ نے ہماری کمزوری

۱ یعنی نعوذ باللہ آپ اللہ کے رسول نہیں بلکہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے یا آپ بھی اللہ کے رسول ہیں اور مسیلمہ بھی اللہ کا رسول ہے۔ آپ خاتم النبیین نہیں آپ کے زمانہ میں دو رسول بھی ہو سکتے ہیں۔ پہلی صورت میں وہ کافر اصلی ہیں دوسری صورت میں وہ دونوں موجودہ قادیانیوں کی طرح مرتد ہیں کیونکہ اسلامی کلمہ گو گروہ فرقے جن کی گمراہی حد کفر تک پہنچ جاوے وہ مرتد ہی ہوتے ہیں اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق نے منکرین زکوٰۃ اور مسیلمہ کذاب کو مع اس کے معتقدین کے مرتد تصور فرمایا مرتد سے نہ جزیہ لیا جاتا ہے نہ صلح۔ اس کے لئے صرف تلوار یا اسلام ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص حضور انور کے زمانہ میں اور بعد کسی کو نبی مانے وہ مرتد ہے۔ اس سے موجودہ دور کے دیوبندیوں کو عبرت پکڑنی چاہیے۔ حضور انور خاتم النبیین ہیں کہ نہ تو حضور کے زمانہ میں اور نہ حضور انور کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ نہ اصلی نبی، نہ ظلی بروزی عارضی مذاقی لغوی جزئی کا نبی۔ حضور کی نبوت تمام نبیوں کی نبوت کی ناسخ ہے۔ حضور ہی آخری نبی ہیں ۲ اس فرمان عالی میں رسولہ سے مراد جنس رسول ہے۔ یعنی میں اللہ کے سارے سچے نبیوں پر ایمان لایا مسیلمہ کے جھوٹا ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی نے اس کو جھوٹا ہی فرما دیا ۳ کیونکہ تم مرتد ہو اور مرتد واجب القتل ہوتا ہے۔ مگر ایلچی ہو لہٰذا قتل نہیں کیے جاؤ گے بخیریت واپس چلے جاؤ ۴ یعنی قاصد ایلچی اگرچہ بذات خود قتل کے لائق ہو مگر جب قاصد بن کر آوے گا تو سلامتی سے واپس کیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہمارا مسلمان زنا، چوری، قتل کرکے مرتد ہو کر دارالحرب میں چلا جائے۔ پھر وہ کبھی کفار کا ایلچی بن کر ہمارے ہاں آوے تو اس حالت میں قتل نہ کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ چند وجوہ سے مستحق قتل ہے۔ یہ جملہ مطلق ہر قسم کے مستحق قتل قاصد کو شامل ہے۔ یہاں سنت بمعنی قانون اسلامی ہے۔ فرض واجب کا مقابل نہیں یعنی اس فرمان عالی کے بعد یہ قانون جاری ہو گیا۔ اور اب تک یہ قانون ہر ملک و ملت میں جاری ہے ۵ قسمت کے معنی بخشش کرنا بھی ہیں اور اندازہ لگانا بھی اور حصہ کرنا بھی۔ غنیمت وہ مال ہے جو بحالت جنگ کفار سے چھینا جاوے اور فیئ ہر وہ مال ہے جو کفار

وَعَجْزَنَا فَطَيَّبَهَا لَنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ
جَوْلَةٌ فَرَأَيْتُ رَجُلًا مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ
فَضَرَبْتُهُ مِنْ وَّرَائِهِ عَلٰى حَبْلِ عَاتِقِهِ بِالسَّيْفِ فَقَطَعْتُ الدِّرْعَ

ہماری عاجزی دیکھی تو اس نے ہمارے لیئے یہ حلال فرمادی ۱ روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کے سال گئے ۲ تو جب ہم ملے تو مسلمانوں میں بے چینی ہوگئی ۳ میں نے مشرکین کے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مسلمانوں میں سے ایک مسلمان پر غالب آگیا ۴ تو میں نے اس کے پیچھے سے اس کی گردن کی رگ پر تلوار ماری تو میں نے زرہ کاٹ دی

سے حاصل کیا جائے خواہ جبراً خواہ صلحاً بشرطیکہ حلال طریقہ سے حاصل کیا جائے۔ لہذا غنیمت خاص ہے فئی عام، چنانچہ غنیمت، جزیہ، خراج، مال صلح جو کفار سے صلح کرکے حاصل کیا جائے ان سب کو فئی کہا جاتا ہے (مرقات) غلول غنیمت کے مال میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں (اشعہ) ۶ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں ہے لَمْ تَحِلَّ بغیر ف کے اس صورت میں یہ کلام مستقل ہے اور اگر فَلَمْ تَحِلَّ ف سے ہو تو یہ کلام کسی گزشتہ کلام پر مرتب ہے۔ یہ پورا کلام شریف اسی باب کی تیسری فصل میں آئے گا۔ یعنی غنیمت کا مال ہم سے پہلے کسی نبی کی امت کے لیے حلال نہ کیا، وہ لوگ جب جہاد میں کفار سے مال چھینتے تھے تو یہ سارا مال جمع کرکے کسی جگہ رکھتے تھے۔ آسمان سے غیبی آگ بغیر دھوئیں والی آتی تھی اسے جلا جاتی تھی یہ آگ کا جلا ڈالنا اس کی علامت ہوتا تھا کہ یہ جہاد مقبول ہے اور غنیمت میں خیانت نہیں ہوئی۔ اگر آگ نہ جلاتی تو وہ لوگ سمجھ جاتے کہ یا تو جہاد مردود ہوگیا یا اس غنیمت میں کچھ خیانت ہوئی ہے۔

یہی حال ان کی قربانیوں کا تھا۔ ہمارے لیے غنیمت اور قربانی دونوں چیزیں حلال فرمادی گئیں (از مرقات و لمعات مع اضافہ)

۱ یعنی گزشتہ قوموں کے لحاظ سے ہم لوگ جسماً کمزور بھی ہیں اور دل میں کم بھی اور تا قیامت بہت کمزور غریب لوگ جہاد کیا کریں گے۔ ان وجوہ سے ہمارے لیے غنیمت حلال کردی کہ جہاد میں ثواب بھی حاصل کریں اور مال بھی۔ یہ رعایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جہاد گزشتہ دینوں میں بھی تھے۔ ہم نے اپنی تفسیر نعیمی میں ثابت کیا ہے کہ جہاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہوا۔ ۲ حضرت ابوقتادہ مشہور صحابی ہیں اور حنین مکہ معظمہ و طائف کے درمیان ایک جنگل ہے۔ وہاں قبیلہ بنی ہوازن سے مسلمانوں کی مشہور جنگ ہوئی ہے۔ فتح مکہ کے بعد فقیر نے اس جنگل کی زیارت کی ہے۔ اس جنگ کا ذکر قرآن کریم میں صراحۃً ہوا ہے۔ ۳ جولۃ کے لغوی معنی ہیں بے قراری، حرکت، آگے پیچھے ہٹنا۔ راوی نے غزوہ حنین کی اول حالت کو مسلمانوں کی شکست نہ فرمایا کیونکہ حقیقۃً شکست نہ ہوئی تھی بلکہ ہوازن کی سخت تیراندازی کی وجہ سے مسلمان پہلے کچھ گھبرا گئے تھے اور ان میں افراتفری مچ گئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت اپنی جگہ سے قطعًا نہ ہلے تھے۔ لہذا مسلمانوں کی یہ افراتفری شکست نہ کہلائی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اس جنگ میں مسلمان بارہ ہزار تھے۔ کفار کی تعداد اس سے کم تھی ان کے دل میں خیال ہوا کہ

وَاَقْبَلَ عَلَیَّ فَضَمَّنِیْ ضَمَّۃً وَجَدْتُ مِنْھَا رِیْحَ الْمَوْتِ ثُمَّ اَدْرَکَہُ الْمَوْتُ فَاَرْسَلَنِیْ فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ مَا بَالُ النَّاسِ قَالَ اَمْرُ اللّٰہِ ثُمَّ رَجَعُوْا وَجَلَسَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِیْلًا لَہٗ عَلَیْہِ بَیِّنَۃٌ فَلَہٗ سَلَبُہٗ فَقُلْتُ مَنْ یَّشْھَدُ لِیْ ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِثْلَہٗ فَقُمْتُ فَقَالَ

وہ مجھ پر متوجہ ہوگیا مجھے خوب لپٹ گیا میں نے اس سے موت کی بو پالی ۵ پھر اسے موت نے پالیا تب اس نے مجھے چھوڑ دیا میں حضرت عمر ابن خطاب سے ملا میں نے کہا لوگوں کا کیا حال ہوگیا ہے فرمایا اللہ کا حکم ۶ پھر غازی لوٹ پڑے ۷ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو فرمایا کہ جس نے کسی مقتول کو قتل کیا ہو جس کی گواہی اس کے پاس ہو تو اس کا سامان قاتل ہی کا ہے ۸ تو میں بولا کہ میری گواہی کون دے گا پھر میں بیٹھ گیا۔ پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا میں نے پھر کہا کہ میری گواہی کون دیتا ہے پھر میں بیٹھ گیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی مثل فرمایا میں پھر کھڑا ہوا تو فرمایا

کہ آج ہم بہت تعداد میں ہیں ضرور غالب آئیں گے۔ رب کو یہ پسند نہ آیا۔ کہ مسلمانوں خصوصًا صحابہ کرام کی نظر رب کے کرم سے ہٹے اپنی کثرت پر ٹھہرے اس لیے بے چینی پیدا ہو گئی۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے اذ اعجبتکم کثرتکم یہاں اس کا بیان ہے ۳ اس طرح کہ اس مشرک نے مسلمان کو دبوچ لیا تھا اور قتل کرنے کیلئے تلوار نکال رہا تھا کہ پیچھے سے میں نے اس مشرک پر حملہ کر دیا ۴ حبل العاتق وہ رگ ہے جو گردن سے کندھے تک ہے یہ شہ رگ نہیں ہے۔

۵ یعنی میں نے اس مشرک پر ایسا سخت وار کیا کہ اس کی زرہ کاٹ کر گردن بھی سخت زخمی کر دی وہ اس سے گھبرا گیا اور دبوچے ہوئے مسلمان کو چھوڑ کر مجھ سے لپٹ گیا مگر اس پر زخم کے جھٹکے زوردار تھے اور وہ قریب موت تھا چنانچہ وہ کافر اسی حال میں مر گیا ۶ یعنی مسلمانوں کی یہ افراتفری رب تعالیٰ کے ارادے سے ہے جو وہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے یا مگر رحمت انشاء اللہ ابھی اللہ کی نصرت نازل ہوگی اور مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدم جم جائیں گے اور مسلمانوں کو فتح ہوگی۔ حضرت عمر فاروق نے حضور سے خبر پاکر یہ پیشگوئی سچی فرمادی (مرقات واشعہ) ۷ اس طرح کہ ابو سفیان ابن حارث حضور انور کی سواری کی لگام تھامے تھے اور حضرت [illegible] پیچھے تھے حضرت عباس نے گرج کر پکارا کہ اللہ کے بندو رسول اللہ یہاں ہیں ان کے پاس آؤ یہ آواز تمام غازیوں کے کانوں میں پہنچی۔ سب لوگ حضور کے پاس جمع ہو گئے۔ اور پھر جم کر حملہ کیا اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنگ جیت لی۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت قابل دید تھی کہ سبحان اللہ حضور کے ساتھ چند غازی تھے۔ تمام کفار نے مل کر حضور کی سواری کو گھیر لیا اور چاروں طرف سے حضور پر تیر برسائے مگر حضور [illegible] سواری سے اترے انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب پڑھتے تھے

مَالَكَ يَا اَبَا قَتَادَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ رَجُلٌ صَدَقَ وَسَلْبُهٗ عِنْدِيْ فَاَرْضِهٖ مِنِّيْ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ لَاهَا اللّٰهِ اِذًا لَّا يَعْمَدُ اِلٰى اَسَدٍ مِّنْ اُسْدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَيُعْطِيْكَ سَلْبَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَاَعْطِهٖ فَاَعْطَانِيْهِ فَابْتَعْتُ بِهٖ مَخْرَفًا فِيْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَاِنَّهٗ

اے ابو قتادہ تمہارا کیا حال ہے چنانچہ میں نے حضور کو خبر دی تو ایک شخص بولا حضور یہ سچے ہیں اور اس کافر کا سامان میرے پاس ہے حضور انہیں میرے متعلق راضی فرمادیں ۱ ابوبکر صدیق نے فرمایا اللہ کی قسم تب تو حضور اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کی طرف یہ قصد بھی نہ کریں گے کہ جو اللہ رسول کی طرف جہاد کرے تجھے اس کا سامان دے دیں ۲ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سچے ہیں انہیں سامان دیدو چنانچہ اس شخص نے مجھے دیدیا تو میں نے اس کا ایک باغ بنی سلمہ

ہوں میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں تلوار سونتی ہوئی سواری سے اترا تھا کہ کفار کائی کی طرح پھٹ گئے۔ کوئی حضور پر حملہ نہ کر سکا ۳ شبہ سے مراد مقتول کا سامان ہے جیسے کپڑے، گھوڑا، ہتھیار وغیرہ۔ اس غزوہ حنین میں حضرت ابو طلحہ نے بیس کفار قتل کئے اور ان سب کا سامان پا لیا۔ خیال رہے کہ حضرت امام شافعی و احمد کے ہاں یہ شرعی قانون ہے کہ جو غازی کسی کافر کو مار ڈالے تو اس کا سامان اسے ملے گا بغیر اس کے کہ وہ غنیمت کا حصہ پانے کا حق دار ہو۔ امام اعظم کے ہاں یہ قانون نہیں بلکہ بطور نفل ملے گا۔ اگر حاکم چاہے تو دے کیونکہ ایک حدیث میں یوں ہے کہ حضور نے غازی قاتل سے فرمایا لیس لك حتى سلب قتيلك الا ما طابت به نفس امامك تم کو مقتول کا وہی مال ملے گا جو امام چاہے۔ نیز ابو جہل کو دو صاحبوں معاذ ابن عمرو اور معاذ ابن عفراء نے قتل کیا مگر حضور نے اس مردود کا سامان ایک صاحب معاذ ابن عمرو ابن جموح کو دیا۔ لہذا حق یہ ہی ہے کہ حضور عالی کا یہ فرمان قانون جباری نہیں بلکہ اپنے اختیار کا اعلان ہے ۴ یہ بار بار کا اعلان غازیوں کو تلاش کرنے کے لئے تھا۔ خیال رہے کہ امام شافعی کے ہاں قاتل غازی کو مقتول کا سامان شرعی گواہی ملنے پر دیا جائے گا۔ امام مالک کے ہاں اس بارے میں صرف غازی کا قول معتبر ہوگا گواہی ضروری نہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ شرعی گواہی ہوتی تو دو گواہ چاہیے تھے ایک کافی نہ ہوتا کیونکہ یہ مال سارے غازیوں کا حق تھا صرف ایک گواہ سے کیسے دیا جا سکتا تھا لہذا امام مالک کے ہاں یہاں بینہ سے مراد گواہ نہیں بلکہ مطلقًا ثبوت ہے خواہ کسی غازی کی تصدیق ہو یا اور کوئی علامت دیکھو مرقات ۔ ۱ یعنی واقعی اس کافر کا قاتل یہ ہی ہے اس مقتول کا سامان میں نے لے لیا ہے حضور ان سے فرمادیں کہ وہ سامان مجھے دے دیں یا مجھے اس میں شریک کر لیں تو ان کی مہربانی ہوگی ۲ سبحان اللہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا اچھا جواب دیا یعنی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بہادری کے جوہر تو ابو قتادہ دکھائیں اور ان کا حق تم کو دے دیا جائے اس سے معلوم ہوا کہ جہاد میں بہادری دکھانے والوں کو خصوصی انعام، سونا یا تمغہ وغیرہ دینا جائز ہے۔ اس سے غازیوں کی ہمت بڑھتی ہے۔ دوسروں کو بہادری دکھانے کا شوق ہوتا ہے۔ اس انعام سے ثواب اخروی مطلقًا کم نہیں ہوتا اب بھی حکومتیں اس پر عمل کرتی ہیں ابھی بہادر پاکستانی فوج کے چھوٹے سے دستے نے [illegible] میں بڑی بھارتی فوج کو شکست فاش دی بہت مال غنیمت حاصل کیا۔ حکومت پاکستان نے ان بہادروں کی بہت حوصلہ افزائی کی یہ عمل اس حدیث سے ثابت ہے۔

لَا اَقُوْلُ مَالِیْ تَاَثَّلْتُهٗ فِی الْاِسْلَامِ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْهَمَ لِلرَّجُلِ وَلِفَرَسِهٖ ثَلٰثَةَ اَسْهُمٍ سَهْمًا لَهٗ وَسَهْمَیْنِ لِفَرَسِهٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ وَعَنْ یَزِیْدَ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ کَتَبَ نَجْدَةُ الْحَرُوْرِیُّ اِلَی ابْنِ عَبَّاسٍ یَسْاَلُهٗ عَنِ الْعَبْدِ وَالْمَرْاَةِ یَحْضُرَانِ الْمَغْنَمَ هَلْ یُقْسَمُ لَهُمَا فَقَالَ لِیَزِیْدَ اُکْتُبْ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَیْسَ لَهُمَا سَهْمٌ اِلَّا اَنْ یُّحْذَیَا وَفِیْ رِوَایَةٍ کَتَبَ اِلَیْهِ ابْنُ

میں نہیں کہتا کہ یہ میرا مال تھا جو میں نے اسلام میں جمع کیا (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کو اور اس کے گھوڑے کو تین حصے دیئے ایک حصہ اسے اور دو حصے اس کے گھوڑے کو (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت یزید ابن ہرمز سے فرماتے ہیں کہ نجدہ حروری نے حضرت ابن عباس کو خط لکھا۔ وہ آپ سے اس غلام و عورت کے متعلق پوچھتا تھا جو غنیمت میں حاضر ہوں کہ کیا انہیں حصہ دیا جائے تو آپ نے یزید سے فرمایا کہ اسے لکھ دو کہ ان کے لیے حصہ نہیں مگر یہ کہ کچھ دے دیا جائے (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ اسے حضرت ابن عباس

۱؎ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مال بہت تھا اور قیمتی تھا جس سے پورا باغ خرید لیا گیا۔ خیال رہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ مقتول کا سامان غازی قاتل کو دینا بطور نفل ہے۔ اگر سلطان چاہے تو دے اور امام شافعی کے ہاں قانون شرعی ہے۔ سلطان راضی ہو یا نہ ہو بہرحال سامان قاتل ہی کو ملے گا۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی دلیلیں تین احادیث ہیں جو یہاں مرقات نے نقل فرمائیں۔ ایک وہ جو طبرانی نے معجم کبیر اور معجم اوسط میں بروایت حبیب ابن سلمہ فہری نقل کی کہ حضرت حبیب نے صاحب قبرص کو قتل کیا جس کے پاس زمرد یاقوت موتی وغیرہ بہت سامان تھا۔ وہ اس کا یہ سامان اور پانچ خچر ریشمی کپڑا حضرت ابو عبیدہ ابن جراح کی خدمت میں لائے۔ جناب ابو عبیدہ نے اس میں سے خمس لینا چاہا۔ انہوں نے یہی حدیث پیش کی من قتل قتیلا فلہ سلبہ تو حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا " انما للمرء ما طابت به نفس امامه دوسری وہ حدیث جو مسلم بخاری نے نقل فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کے دو قاتلوں سے فرمایا کہ تم دونوں نے اسے قتل کیا مگر ابوجہل کا سامان صرف معاذ ابن عمرو کو عطا فرمایا۔ تیسرے غزوۂ موتہ کا وہ واقعہ جو مسلم و ابوداؤد نے بروایت عوف ابن مالک اشجعی روایت کیا کہ ایک شخص نے کسی مددی کافر کو قتل کیا جس کے پاس اعلیٰ گھوڑے سونے کی زین زیوروں سے آراستہ ہتھیار تھے۔ اس شخص نے یہ سب خود لینا چاہا۔ حضرت خالد ابن ولید نے انکار کیا۔ یہ مقدمہ بارگاہ نبوت میں پیش ہوا۔ اولًا تو حضور نے فرمایا خالد اسے یہ سب کچھ دے دو۔ پھر فرمایا اسے کچھ نہ دو۔ ہم اپنے سرداروں کی ذلت نہیں چاہتے۔ لہذا یہ سلب نفل ہے اگر امام چاہے دے یا نہ دے۔

عَبَّاسٍ اِنَّكَ كَتَبْتَ تَسْأَلُنِيْ هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ بِالنِّسَاءِ وَهَلْ كَانَ يَضْرِبُ لَهُنَّ بِسَهْمٍ فَقَدْ كَانَ يَغْزُوْ بِهِنَّ يُدَاوِيْنَ الْمَرْضٰى وَيُحْذَيْنَ مِنَ الْغَنِيْمَةِ وَاَمَّا السَّهْمُ فَلَمْ يُضْرَبْ لَهُنَّ بِسَهْمٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ سَلَمَةَ الْاَكْوَعِ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ

نے لکھا کہ تو نے لکھ کر مجھے پوچھا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے ساتھ غزوہ فرماتے تھے۔ اور کیا ان کے لیے حصہ مقرر فرماتے تھے تو یقینًا حضور بیویوں کے ساتھ غزوہ کرتے تھے یہ بیماروں کا علاج کرتی تھیں اور غنیمت سے کچھ دے دی جاتی تھیں لیکن حصہ ان کے لیے مقرر نہ تھا ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت سلمہ ابن اکوع سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

۲؎ یعنی ایک جہاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدل غازی کو مال غنیمت سے ایک حصہ دیا اور سوار غازی کو تین حصے اس طرح ایک حصہ غازی کا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے، اس حدیث کی بنا پر جمہور علماء نے فرمایا کہ سوار غازی کو تین حصے ملیں گے یعنی گھوڑے کے دو، غازی کا ایک، مگر حضرت علی۔ ابو موسیٰ اشعری۔ امام اعظم ابو حنیفہ کا فرمان ہے کہ سوار غازی کو دو حصے ملیں گے، ایک گھوڑے کا ایک غازی کا۔ اس حدیث میں قانون کا ذکر نہیں بلکہ ایک خاص موقعہ کا ذکر ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کو تین حصے دیئے تھے۔ اس طرح کہ گھوڑے کا حصہ ایک اور ایک حصہ بطور نفل گھوڑے کو زائد دیا۔ امام ابو حنیفہ کے دلائل حسب ذیل ہیں ۱؎ مسلم شریف میں بروایت حضرت ابن عمر ہے کہ حضور نے قسم النفل للفرس سہمین و للراجل سہمًا حضور نے نفل کی تقسیم اس طرح فرمائی کہ گھوڑے سوار کے دو حصے پیدل کا ایک۔ ۲؎ معجم طبرانی نے بروایت مقداد ابن عمرو روایت کی کہ میں جنگ بدر میں اپنے گھوڑے سبحہ پر سوار ہو کر شریک ہوا تو حضور نے مجھے دو حصے دیئے۔ ایک میرا ایک میرے گھوڑے کا۔ ۳؎ ابن مردویہ نے بروایت عروہ عن عائشہ الصدیقہ روایت کی کہ غزوہ بنی مصطلق میں حضور نے پیدل غازی کو ایک حصہ دیا سوار کو دو۔ ۴؎ ابن ابی شیبہ نے بروایت حضرت ابن عمر روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار غازی کو دو حصے دیئے پیادہ کو ایک۔ ۵؎ دارقطنی نے انہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہی روایت کی دیکھو کتاب مؤتلف للدارقطنی۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سوار غازی کے دو حصے ہیں نہ کہ تین اور جن روایات میں تین حصوں کا ذکر ہے وہاں اتفاقی واقعہ مذکور ہے کہ گھوڑے کو بطور نفل ایک حصہ زیادہ دیا گیا۔ اسی لئے ان احادیث میں ماضی مطلق فرمایا کہا کان یعطی نہ کہا اس صورت میں احادیث جمع ہو جائیں گی، تعارض نہ ہو گا۔ اور ان بزرگوں کے قول پر دو حصوں والی روایات چھوڑنی پڑیں گی۔ بہرحال مذہب امام اعظم بہت قوی ہے۔ دو حصوں کی تائید اس روایت سے بھی ہو رہی ہے جو مشکوٰۃ شریف کی دوسری فصل میں حضرت مجمع سے آرہی ہے۔ ابھی اگلی حدیث میں آرہا ہے کہ غزوہ ذی قرد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمہ ابن اکوع کو پیدل اور سوار دونوں کے حصے دیئے تو ایک غازی کو دونوں حصے جمع فرما دینا خصوصیت ہے۔ قانون نہیں ایسے ہی یہ ہے

اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِظَھْرِہٖ مَعَ رَبَاحٍ غُلَامِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَعَہٗ فَلَمَّا اَصْبَحْنَا اِذَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْفَزَارِیُّ قَدْ اَغَارَ عَلٰی ظَھْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُمْتُ عَلٰی اَکَمَةٍ فَاسْتَقْبَلْتُ الْمَدِیْنَةَ فَنَادَیْتُ ثَلَاثًا یَا صَبَاحَاہُ ثُمَّ خَرَجْتُ فِیْ اٰثَارِ الْقَوْمِ اَرْمِیْھِمْ

صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری اپنے غلام رباح کے ساتھ بھیجی اور میں ان کے ساتھ تھا تو جب ہم نے سویرا کیا تو اچانک عبدالرحمان فزاری نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری پر حملہ کر دیا تو میں ایک ٹیلہ پر کھڑا ہوا پھر مدینہ کی طرف منہ کیا اور تین بار ندا دی یا صباحاہ پھر میں اس قوم کے پیچھے چل پڑا۔ ان پر تیر اندازی کرتا تھا

۳؎ آپ صحابی ہیں بنی لیث کے غلام ہیں تابعی ہیں ثقہ ہیں اہل مدینہ سے ہیں ۴؎ جمع خوارج سے حروراء ایک بستی کا نام ہے قریب کوفہ اس بستی میں خوارج کا اجتماع تھا اس لیے خوارج کو حروریہ کہا جاتا ہے جیسے ہمارے قادیانی ایک مرتد فرقہ کا لقب ہے۔ قادیان بستی کی طرف نسبت ہے ۵؎ یعنی اگر غلام جہاد کرے یا عورت زخمی غازیوں کی مرہم پٹی کرے تو غنیمت سے کچھ دے دیا جائے گا جو مقررہ حصے سے کم ہوگا۔ پورا حصہ نہ دیا جائے گا لیکن اگر غلام صرف مولیٰ کی خدمت کرے اور عورت صرف اپنے خاوند کا کام کرے تو انہیں کچھ نہ ملے گا کہ اس صورت میں یہ تاجر کی طرح ہیں جو جہاد میں دکان لے کر جاتے (اشعہ، مرقات و لمعات) ۱؎ اکثر علماء کا یہی قول ہے امام اعظم کا بھی یہی مذہب ہے کہ عورت اور غلام کو غنیمت سے کچھ دے دیا جائے اور باقاعدہ پورا حصہ نہ دیا جائے بشرطیکہ غلام جنگ کرے مولیٰ کی اجازت سے یا بغیر اجازت اور عورت غازیوں کی خدمت کرے کہ عورت کی خدمت مثل جنگ کے ہے ۲؎ آپ مشہور صحابی ہیں بہادری میں بے مثال تھے اکیلے پیدل بہت سے سوار کفار سے لڑتے تھے۔ کنیت آپ کی ابو مسلم تھی اصلی ہیں، بیعت الرضوان میں شریک رہے۔ اسی سال عمر ہوئی ۷۴ھ چوہتر ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی (اکمال۔ اشعہ وغیرہ)

۱؎ ظہر اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کی پشت سواری کے کام آتی ہو یعنی سواری کا اونٹ۔ رباح رے کے فتحہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کچھ لائق سواری اونٹ مدینہ منورہ سے کسی جگہ بھیجے ان کی حفاظت کے لیے میں اور رباح بھیجے گئے ۲؎ عبدالرحمن فزاری عرب کا مشہور ڈاکو تھا جس کے ساتھ اس کے ساتھیوں کی جماعت تھی۔ جیسے اب بھی مشہور ڈاکو جتھے والے ہوتے ہیں۔ اس ڈاکو نے اس موقعہ پر صرف دو صحابیوں کو دیکھ کر حضور انور کے اونٹ لوٹ لیے۔ ہانک لے گیا۔ یہ واقعہ ۶ھ میں ہوا اس کا نام غزوہ ذی قرد ہے۔ قرد مدینہ کے پاس ایک جگہ ہے (مرقات) ۳؎ اکمہ وہ بلند جگہ جو پہاڑ سے چھوٹی ہو جسے اردو میں ٹیلہ کہا جاتا ہے۔

۴؎ عرب میں خطرہ شدیدہ کا اعلان کرنے کے لیے یا صباحاہ کا لفظ پکارا جاتا تھا گویا یہ لفظ خطرہ کا الارم تھا عموماً دشمن کا حملہ بوقت صبح ہوتا تھا۔ اس لیے یہ لفظ پکارا جاتا تھا یعنی ہائے ہائے لوگو صبح کے وقت کا انتظام کرو۔ صبح کو تم پر حملہ ہونے والا ہے یہ بھی حضرت سلمہ ابن اکوع کی

بِالنَّبْلِ وَاَرْتَجِزُ اَقُوْلُ اَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ فَمَا زِلْتُ اَرْمِيْهِمْ وَاَعْقِرُ بِهِمْ حَتّٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ بَعِيْرٍ مِّنْ ظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا خَلَّفْتُهٗ وَرَاءَ ظَهْرِيْ ثُمَّ اتَّبَعْتُهُمْ اَرْمِيْهِمْ حَتّٰى اَلْقَوْا اَكْثَرَ مِنْ ثَلٰثِيْنَ بُرْدَةً وَّثَلٰثِيْنَ رُمْحًا يَسْتَخِفُّوْنَ وَلَا يَطْرَحُوْنَ شَيْئًا اِلَّا جَعَلْتُ عَلَيْهِ اٰرَامًا مِّنَ الْحِجَارَةِ يَعْرِفُهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ رَاَيْتُ فَوَارِسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَحِقَ

اور یہ گیت شجاعت کہتا تھا کہ میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ آج دودھ چھوٹنے کا دن ہے[۱] تو میں تیر مارتا رہا ان کے جانور کاٹتا رہا حتی کہ اللہ نے حضور کی سواریوں میں سے کوئی اونٹ پیدا نہ فرمایا تھا مگر میں نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے کرلیا[۲] پھر میں تیر مارتا ہوا ان کے پیچھے چلا حتی کہ وہ لوگ تیس چادروں سے زیادہ اور تیس نیزے پھینک گئے ہلکا ہونے کے لیے اور وہ نہیں پھینکتے تھے کوئی چیز مگر میں اس پر پتھروں کی نشانیاں رکھ دیتا تھا کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ پہچان لیں[۳] حتی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوار فوج دیکھ لی

کرامت تھی کہ ایک گیت پکار کے بولا اپنی آواز تمام مدینہ میں پہنچادی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنا کر جو آواز دی کہ اے اللہ کے بندو اللہ کے گھر کی طرف آؤ وہ تمام عالم میں پہنچ گئی تا قیامت آنے والی روحوں نے سن لی یہ معجزہ حضرت ابراہیم کا تھا[۱] یہ ہے حضرت سلمہ کی بہادری کہ مسلمانوں کی کمک پہنچنے کا انتظار نہ کیا صرف اطلاع دے کر اکیلے ہی پوری جماعت کے پیچھے پیدل لگ گئے۔ عربی میں رجز ان اشعار کو کہا جاتا ہے جو جنگ کے وقت بہادر اپنی بہادری کے اظہار کے لیے پڑھا کرتے ہیں۔ کفار کے مقابل فخر کرنا عبادت ہے۔ [۲] رُضَّع ض کے شد و زبر سے یا تو راضع بمعنی خبیث کی جمع ہے یا رضیع بمعنی ماں کا دودھ چھوڑا ہوا بچہ کی جمع ہے یعنی آج کمینوں کی سزا کا دن ہے یا آج تم شیرخوار کمزور بچوں کی ہلاکت کا دن ہے یا تم کو رضیع بنادینے کا دن ہے اور بھی اس کے بہت معنی کئے گئے ہیں۔ [۳] اعقر بنا ہے عقر سے بمعنی پاؤں یا کونچیں کاٹنا اس سے مراد ہے جانوروں کا ہلاک کردینا یعنی ان ڈاکوؤں کو بھی مارتا رہا اور تاک تاک کر ان کے جانوروں کو بھی ہلاک کرتا رہا جس سے وہ لوگ میری طرح پیادے ہوتے رہے[۴] یعنی میں اکیلے نے حضور انور کے سارے اونٹ ان ڈاکوؤں سے چھین کر اپنے قبضہ میں کرلیے کہ انہیں اپنے پیچھے کرلیا یہاں تک کہ وہ بھاگ گئے اور ڈاکوؤں [illegible] پیچھے ہٹتا رہا[۵] عربی میں مخطط اور دھاری دار چادر کو بھی بردہ کہتے ہیں اور مربع کمبل کو بھی جو بدوی لوگ پہنتے ہیں، یہاں دونوں مراد ہوسکتے ہیں[۶] یعنی ان کافر ڈاکوؤں کو اپنی چادریں کمبل [illegible] بار بھاگنا مشکل ہوگئے تو [illegible] چیزوں کو وہاں پھینک دینے میں اپنی نجات جانی تاکہ بوجھ سے ہلکے ہوکر بھاگ گئے [illegible] پہاڑ کے [illegible] میری [illegible]

أَبُو قَتَادَةَ فَارِسُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَتَلَهُ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ فُرْسَانِنَا الْيَوْمَ أَبُو قَتَادَةَ وَخَيْرُ رَجَّالَتِنَا سَلَمَةُ قَالَ ثُمَّ أَعْطَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْمَيْنِ سَهْمَ الْفَارِسِ وَسَهْمَ الرَّاجِلِ فَجَمَعَهُمَا لِي جَمِيعًا ثُمَّ أَرْدَفَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاءَهُ عَلَى الْعَضْبَاءِ

اور ابوقتادہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار عبدالرحمن پر پہنچے اسے قتل کر دیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج ہمارے بہترین سواروں میں بہترین سوار ابوقتادہ ہیں اور پیادوں میں بہترین سلمہ ہیں پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حصے عطا فرمائے ایک حصہ سوار کا اور ایک حصہ پیادے کا یہ دونوں حصے میرے لیئے جمع فرما دیئے پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے عضباء پر سوار فرمالیا

۹ یعنی ہم نے ان میں سے کوئی چیز اٹھائی بھی نہیں تاکہ پیچھے والوں کو پہنچانے میں آسانی رہے اور بغیر علامت چھوڑی بھی نہیں تاکہ پیچھے آنے والے صحابہ ان پر قبضہ کرلیں ۱۰ عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص کسی چیز پر علامت ڈال دیتا تھا تو اس کے پیچھے آنے والے ساتھی اسے اٹھالیتے تھے ۱۱ یعنی حضرت ابوقتادہ میرے اس راستے سے کترا کر دوسری طرف سے ڈاکوؤں کے سردار عبدالرحمن فزاری تک پہنچ گئے اور اسے قتل کر دیا یہ ہے دشمن کو گھیرے میں لے لینا جو آج بڑا کمال سمجھا جاتا ہے۔ یہ صحابہ کرام کا معمولی عمل تھا ۱۲ یعنی اس غزوہ ذی قرد میں حضرت سلمہ نے تو پیادہ فوج کا کمال دکھایا اور ابوقتادہ نے سوار فوج کا کمال دکھایا۔ دونوں اپنے فن میں بڑے ہی کامل ظاہر ہوئے۔ فرسان جمع ہے فارس کی بمعنی گھوڑ سوار، رجال جمع ہے راجل کی بمعنی پیدل جیسے صاحب کی جمع صحاب اور ناظر کی جمع نظارہ۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ۱ جنگ کے وقت رجز پڑھنا سنت ہے ۲ دشمن کے جانور جنگ میں قتل کر دینا جائز ہے جس سے ان کا زور ٹوٹے ۳ فخریہ طور پر یہ کہنا کہ فلاں کا بیٹا ہوں ایسے موقعہ پر جائز ہے ۴ کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنا جائز ہے جبکہ اس میں مصلحت ہو ۵ اپنے کو راہ خدا میں خطرہ میں پھنسا دینا اعلیٰ درجہ کا جہاد ہے۔ دیکھو حضرت سلمہ نے اکیلے دستے پر حملہ کر دیا حالانکہ آپ پیدل تھے ۶ ضرورت کے وقت امام سے بغیر اجازت بھی کفار پر حملہ کر دینا بھی جائز ہے ۱۳ یہ دو حصوں کا جمع فرما دینا بطور نفل تھا جو بہادری کے انعام میں دیا گیا۔ سوار کے حصے سے مراد یا تو دوہرا حصہ ہے جیسا کہ احناف کہتے ہیں یا تہرا حصہ جیسا کہ شوافع کا قول ہے یعنی مجھے تین یا چار حصے دئیے باقی حصے دوسرے ساتھ آنے والے صحابہ کو عطا فرمائے کیونکہ جو بارادہ جہاد میدان میں پہنچ جائے اگرچہ وہ جہاد نہ بھی کرے تب بھی غنیمت میں حصہ لے گا۔

۱۴ یہ بہادری و جرأت کا تمغہ عطا ہوا یعنی اپنا قرب جو تمام انعامات سے افضل تھا۔

رَاجِعِيْنَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ، وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَّبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِاَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً سِوٰى قِسْمَةِ عَامَّةِ الْجَيْشِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَعَنْهُ قَالَ نَفَّلَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْلًا سِوٰى نَصِيْبِنَا مِنَ الْخُمُسِ فَاَصَابَنِيْ شَارِفٌ وَالشَّارِفُ الْمُسِنُّ الْكَبِيْرُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ، وَعَنْهُ قَالَ ذَهَبَتْ فَرَسٌ لَهٗ فَاَخَذَهَا الْعَدُوُّ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرُدَّ

مدینہ منورہ لوٹتے ہوئے (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ زیادہ عطا فرماتے تھے بعض بھیجے ہوئے لشکروں کو ان کی خاص ذات کے لیے سوا لشکر کے عام حصے کے (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ہمارے حصے کے علاوہ خمس سے بطور نفل عطا فرمایا تو مجھے الگ شارف اونٹنی ملی اور شارف بڑی عمر رسیدہ اونٹنی ہے (مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں میرا گھوڑا بھاگ گیا تو اسے دشمن نے پکڑ لیا پھر ان پر مسلمان غالب آگئے

۱ عضباء مؤنث ہے اعضب کا بمعنی کان کٹا جانور تو عضباء کے معنی ہوئے کان کٹی اونٹنی حضور کی یہ اونٹنی پیدائشی طور پر کان کٹی تھی بعد میں کان کاٹے نہ گئے تھے (اشعہ) اس اونٹنی کا نام قصواء بھی تھا۔ اس لحاظ سے یعنی حضور انور نے مجھے اس سواری کے صلہ میں یہ تمغہ عطا فرمایا کہ اپنا ردیف بنا کر مجھے مدینہ منورہ تک لائے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے (مرقات) مگر مشکوٰۃ کے بعض نسخوں میں یہاں بخاری کا حوالہ ہے بعض میں مسلم کا۔ خیال رہے کہ راجعین تثنیہ بھی ہو سکتا ہے اور جمع بھی دونوں درست ہیں ۲ نفل کے معنی ہیں زیادتی اسی سے ہے انفال اور نافلہ اصطلاح میں نفل وہ مال کہلاتا ہے جو کسی غازی کو اس کے حصے سے زیادہ دیا جائے یا کسی بہادری کے صلہ میں یا بہادری کی رغبت دینے کے لیے حدیث کا مقصد یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بعض غازیوں کو ان کے عام حصے کے علاوہ جس کے وہ مستحق ہوتے تھے۔ کچھ زیادہ بھی عطا فرماتے تھے۔ اس زیادتی میں بہت حکمتیں ہوتی تھیں ۳ یعنی ایک جہاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت سے خمس لیا۔ اس خمس میں سے ہم لوگوں کو ایک ایک اونٹ زائد دیا بطور نفل خیال رہے کہ آج کل فوجی سپاہیوں کی تنخواہ ہوتی ہے غنیمت میں سے حصہ بالکل نہیں ملتا۔ مگر اس زمانہ میں تنخواہ نہ ہوتی تھی غنیمت کے پانچ حصے کرکے ایک حصہ اللہ رسول کے نام کا لے لیا جاتا تھا اسے خمس کہتے تھے اور باقی چار حصے غازیوں میں تقسیم ہو جاتے تھے یہاں اس کا ذکر ہے یعنی حضور انور نے یہ نفل ہم لوگوں کو خمس میں سے دیا غازیوں کے حصے سے نہ دیا ۴ شارف کی یہ تفسیر کسی راوی نے کی ہے۔ حضرت ابن عمر کی نہیں (مرقات) نفل کے معنی ابھی ذکر کیے گئے اسی سے ہے نفلی نماز و روزہ یعنی فرض سے زیادہ۔

عَلَيْهِ فِي زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي رِوَايَةٍ اَبَقَ عَبْدٌ لَهٗ فَلَحِقَ بِالرُّوْمِ فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَدَّ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

تو وہ گھوڑا حضور ہی کے زمانہ میں انہیں لوٹا دیا گیا۱؎ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ان کا غلام بھاگ کر روم سے مل گیا پھر ان پر مسلمان غالب آگئے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خالد ابن ولید نے ان پر لوٹا دیا۲؎ (بخاری)

۱؎ یعنی بحالت جنگ میں گھوڑا چھوٹ کر کفار کی طرف چلا گیا انہوں نے پکڑ لیا پھر جنگ کے نتیجہ کے طور پر مسلمان کفار پر غالب آگئے۔ ان کا مال غنیمت ہمارے ہاتھ لگا۔ اس مال میں یہ گھوڑا بھی تھا تو حضور انور نے اسے غنیمت بنا کر تقسیم میں داخل نہ فرمایا بلکہ انہیں دے دیا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ کفار اس گھوڑے کو ابھی اپنے ملک میں نہ لے گئے تھے۔ نیز تقسیم غنیمت سے پہلے یہ گھوڑا حضرت ابن عمر نے پہچان لیا۔ ایسا مال احناف کے نزدیک بھی مالک کو ملتا ہے۔ غنیمت میں نہیں اختلاف اس مال میں ہے جو مسلمان کا تھا کفار کے ملک میں رہ گیا یا وہ چھین کر اپنے ملک میں لے گئے اور پھر غنیمت میں آیا جس کو تقسیم کر دیا گیا۔ پھر مالک نے پہچانا۔ ۲؎ یہ غلام مسلمان تھا اور بھاگ کر دار حرب یعنی روم میں پہنچ گیا۔ کفار نے پکڑ لیا۔ ایسا غلام کفار کی ملک نہیں ہو جاتا۔ جب غنیمت میں آوے گا مالک کو ملے گا۔ ہاں جو غلام مرتد ہو کر دار حرب میں پہنچ جائے کفار اس پر قبضہ کرلیں پھر غنیمت میں آوے تو یہ مال غنیمت ہو کر تقسیم ہوگا۔ مالک کو واپس نہ ملے گا۔ لہذا یہ حدیث بالکل ظاہر ہے۔ خیال رہے کہ جو مسلمان یا مال دار حرب میں رہ جائے یا کفار جنگ میں چھین کر اپنے ملک میں لے جاویں وہ مال احناف کے ہاں کفار کی ملک ہو جاتا ہے۔ مسلمان کی ملک سے نکل جاتا ہے۔ لہذا اگر کوئی مسلمان یہ مال کفار سے خرید کر ہمارے ملک میں لے آئے تو پہلا مالک اس سے نہیں لے سکتا یہ خریدار ہی مالک ہوگا۔ یوں ہی اگر وہ مال غنیمت میں آجاوے تو تقسیم ہوگا اس مالک کو نہ ملیگا یہ ہے مذہب احناف کا۔ مگر امام شافعی کے ہاں وہ مال مسلمان مالک ہی کا رہے گا اسے ہی واپس دیا جائے گا۔ وہ اس حدیث سے بھی دلیل پکڑتے ہیں اور اس واقعہ سے بھی کہ ایک بار حضور کی اونٹنی عضباء کو کفار مدینہ لے گئے۔ اور ایک مومنہ عورت کو بھی ایک شب موقعہ پاکر یہ بی بی اسی اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ پہنچ گئیں اور منت مانی کہ مولیٰ اگر میں بخیریت مدینہ پہنچ جاؤں تو اس اونٹنی کو ذبح کرکے تیرے نام پر خیرات کردوں گی۔ جب حضور انور سے یہ واقعہ عرض کیا تو فرمایا کہ غیر کے ملک میں نذر جائز نہیں اور وہ اونٹنی حضور نے خود لے لی کہ آپ کی تھی مگر احناف فرماتے ہیں کہ یہ اونٹنی ابھی دار الحرب تک پہنچی نہ تھی راستہ سے ہی بی بی صاحبہ لے کر آگئیں اور وہ غلام مسلمان تھا لہذا یہ دونوں کفار کے ملک میں نہ آئے۔ امام اعظم کے دلائل حسب ذیل ہیں۔ (۱) قرآن کریم نے ان مہاجرین کو جو مکہ معظمہ میں اپنا سب مال جائداد چھوڑ آئے تھے فقرا فرمایا کہ فرمایا:

وللفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم اور فقیر وہ ہوتا ہے جو مال کا مالک نہ ہو۔ کہ وہ چھوڑنے کے بعد اپنے متروکہ مالوں کے مالک نہ رہے (۲) حضور انور نے فتح مکہ فرما کر مہاجرین کے مکانات جائدادیں انہیں واپس نہ فرمائیں حتی کہ کفار نے جو مال ان میں سے فروخت کر دیے تھے ان کی بیع جائز رکھی (۳) عقیل ابن ابی طالب نے جو مکانات فروخت کر دیئے ان کی بیع جائز رکھی کہ فتح مکہ کے دن فرمایا ہم کہاں

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ مَشَيْتُ اَنَا وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا اَعْطَيْتَ بَنِي الْمُطَّلِبِ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ وَتَرَكْتَنَا وَنَحْنُ بِمَنْزِلَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْكَ فَقَالَ اِنَّمَا بَنُوْهَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ قَالَ جُبَيْرٌ وَلَمْ يَقْسِمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَنِي

روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے[1] فرماتے ہیں کہ میں اور عثمان ابن عفان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے عرض کیا کہ حضور آپ نے خیبر کے خمس سے بنی مطلب کو تو دیا اور ہم کو چھوڑ دیا حالانکہ ہم لوگ آپ سے ایک ہی درجہ ورشتہ میں ہیں[2] تو فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہی شے ہیں[3] حضرت جبیر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبد شمس

مشہور یہ عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان باقی نہ چھوڑا اور مکہ کے ان مکانات کے مالک حضرت علی و جعفر ہی تھے مگر۔ ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں تمیم ابن طرفہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے کسی کے پاس اپنی اونٹنی پائی وہ دونوں حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے مالک نے اپنی ملکیت پر گواہی قائم کردی مدعا علیہ نے اس پر گواہی قائم کردی کہ میں نے کفار سے یہ خریدی ہے تو حضور نے پہلے مالک سے فرمایا کہ تم خرید سکتے ہو ایسے ہی نہیں لے سکتے (بیہقی) دارقطنی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ مسلمان کا جو مال کفار اپنے ملک میں لے جاویں پھر مسلمان ان سے غنیمت میں وہ مال لے لیں تو اگر تقسیم غنیمت سے پہلے مالک نے پالیا تو اسی کا ہے بعد تقسیم غنیمت جس کو مل جاوے اسی کا ہے۔ دارقطنی نے حضرت ابن عمر سے یہی روایت کی۔ طبرانی نے حضرت ابن عمر سے مرفوعًا یہی روایت کی۔ طحاوی نے بروایت قبیصہ ابن ذویب حضرت عمر سے یہی روایت کی۔ طحاوی نے حضرت زید ابن ثابت سے یہی روایت کی۔ طحاوی نے حضرت علی سے روایت کی تو آپ نے فرمایا کہ مسلمان کا مال جو کوئی دارالحرب میں کسی کافر سے خریدے تو بیع درست ہے۔ غرضیکہ مذہب حنفی بہت ہی قوی ہے۔

1. آپ جبیر ابن مطعم ابن عدی قرشی نوفلی ہیں، کنیت ابو محمد ہے۔ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے مدینہ پاک میں رہے [illegible] ہجری میں وفات پائی۔

2. یعنی ہاشم اور بنی مطلب دونوں عبد مناف کی اولاد ہیں تو ہمارا ان کا رشتہ آپ سے یکساں ہوا۔ خیال رہے کہ عبد مناف حضور کے پردادا ہیں محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ابن عبد مناف اور ان عبد مناف کے بیٹے ہاشم، مطلب، نوفل، عبد شمس ہیں جبیر [illegible] نوفل اور عثمان عبد شمس کی اولاد اور حضور ہاشم کی اولاد سے۔ جبیر ابن مطعم ابن عدی ابن نوفل ابن عبد مناف ہیں اور عثمان ابن عفان ابن ابی العاص ابن امیہ ابن عبد شمس ابن عبد مناف ہیں۔

3. خیال رہے کہ یہ مطلب عبد مناف کے بیٹے ہیں یہ اور ہیں اور عبدالمطلب جو حضور کے دادا ہیں وہ اور ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ [illegible] یعنی بنی ہاشم و بنی مطلب، بنی نوفل، بنی عبد شمس سب ہی عبد مناف کی اولاد ہیں۔ مگر [illegible] اس لیے بنی ہاشم و بنی مطلب تو ایک ہی ساتھ خمس کے حصہ کے مستحق مگر بنی نوفل اور بنی عبد شمس الگ رہے [illegible] کے مستحق نہیں [illegible] سے

عَبْدِ شَمْسٍ وَبَنِي نَوْفَلٍ شَيْئًا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ • وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا قَرْيَةٍ أَتَيْتُمُوهَا وَأَقَمْتُمْ فِيهَا فَسَهْمُكُمْ فِيهَا وَأَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ خُمُسَهَا لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ هِيَ

اور بنی نوفل کو کچھ نہ دیا (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس بستی میں تم پہنچو اور اس میں تم قیام کرو تو اس میں تمہارا حصہ ہے اور جو بستی اللہ رسول کی نافرمانی کرے تو اس کا پانچواں حصہ اللہ رسول کا ہے پھر

پہلے بنی نوفل اور بنی عبد شمس رہ رہے مشرکین مکہ سے مل کر مسلمانوں کے بائیکاٹ میں شریک ہوگئے اور بنی مطلب و بنی ہاشم کا بائیکاٹ کر دیا۔ اس تعاون کی وجہ سے یہ دونوں ایک ہیں اور یہ دونوں ہی خمس کے مستحق ہیں ۔ ۱ خیال رہے کہ قرآن مجید میں خمس کے حقدار اللہ تعالٰی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور کے قرابت دار یتیم مساکین اور مسافروں کو قرار دیا گیا ارشاد ہوا واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی الخ۔ اللہ کا ذکر برکت کے لئے ہے کل مصرف پانچ رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس خمس کے پھر پانچ حصے کرتے تھے ایک حصہ یعنی غنیمت کا پچیسواں حصہ اپنے پر خرچ فرماتے تھے۔ ایک حصہ بنی ہاشم بنی مطلب کے عزیزوں پر باقی تین حصے یتیموں مسکینوں مسافروں پر حضور کی وفات کے بعد حضور کا اپنا حصہ تو ختم ہوگیا وہ حضور کی ازواج پاک یا اولاد پاک کو نہ دیا گیا جیسے کہ حضور انور کبھی غنیمت سے کوئی خاص چیز لے لیتے تھے جسے صفی کہا جاتا تھا۔ چنانچہ حضور نے عتبہ ابن حجاج کی تلوار ذوالفقار خود رکھی اور خیبر کی غنیمت میں سے صفیہ بنت حیی ابن اخطب کو خود قبول فرمایا مگر حضور کی وفات سے یہ صفی بند ہوگیا۔ ایسے ہی آپ کا خمس بھی ختم ہوگیا۔ اسی طرح حضور کے پردہ فرمانے سے ذوی القربی یعنی قرابت والوں کا حصہ بھی ختم ہوگیا چنانچہ اب خمس کے حصے بجائے پانچ کے تین کیے جائیں گے جو یتیموں، مسکینوں، مسافروں پر صرف ہوں گے۔ ہاں حضور کے عزیز و اہل قرابت یتیموں، مسکینوں، مسافروں کو مقدم رکھا جائے گا کہ پہلے انہیں بعد میں دوسروں کو دیا جاوے گا کیونکہ دوسرے فقراء تو زکوۃ بھی لے سکتے ہیں مگر یہ حضرات زکوۃ نہیں لے سکتے۔ یہ ہے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب اور امام شافعی کے ہاں اب بھی خمس کے پانچ حصے ہوں گے۔ حضور کا حصہ سلطان اسلام کو ملے گا اور حضور کے قرابتی کا حصہ بدستور ویسے ہی جاری ہوگا جو سادات کو دیا جائے گا خواہ وہ فقیر ہوں یا امیر مگر قول امام اعظم بہت قوی ہے۔ کیونکہ حضرات خلفاء راشدین نے خمس کے تین حصے ہی کیے حضور کا حصہ اور ذوی القربی کا حصہ کسی نے نہ دیا اور کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہ کیا۔ یہ بھی خیال رہے کہ تین حصے خواہ تینوں قسموں کو دئے جائیں یا ایک ہی کو ہر طرح جائز ہے جیسے زکوۃ کے مصارف کا حال ہے کسی شخص نے ابو جعفر محمد ابن علی سے پوچھا کہ حضرت علی نے اپنی خلافت میں ذوی القربی کا حصہ خمس سے نکالا یا نہیں تو آپ نے فرمایا نہیں کیونکہ حضرت علی صدیق اکبر کی راہ پر چلے (طحاوی۔ مرقات) بہرحال اس کے تین حصے کرنے پر خلفاء راشدین کا اور صحابہ کا اجماع ہوا۔ اس کی نفیس تحقیق فتح القدیر میں دیکھو! یہاں بھی مرقات میں ساری بحث ہے ۲ یعنی کفار کی جو بستی بغیر جہاد کے صرف صلح سے قبضہ میں آجائے تو وہ غنیمت نہ ہوگی یا کفار خود ہی بستی کو چھوڑ کر چلے جائیں اور مسلمان اس کے مالک ہوں اور سب برابر کے حق دار ہوں گے کسی کا حکم نہ ہوگا جاتا ہے۔ فیئ میں سے خمس بھی نہیں لیا جاتا جیسا کہ اگلے

لکم رواہ مسلم وعن خولۃ الانصاریۃ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان رجالا یتخوضون فی مال اللہ بغیر حق فلہم النار یوم القیمۃ رواہ البخاری وعن ابی ہریرۃ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم فذکر الغلول فعظمہ وعظم امرہ ثم قال لا الفین احدکم یجیء یوم القیمۃ علی رقبتہ بعیر لہ رغاء یقول یا رسول اللہ اغثنی فاقول لا املک لک شیئا

بقیہ تمہارا لے (مسلم) روایت ہے حضرت خولہ انصاریہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کچھ لوگ اللہ کے مال میں ناحق گھس پڑتے ہیں ان کے لیئے قیامت کے دن آگ ہے (بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں ایک دن ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو خیانت کا ذکر فرمایا تو اسے اس کے معاملہ کو بڑا گناہ بتایا پھر فرمایا کہ میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ قیامت کے دن یوں آئے کہ اس کی گردن پر اونٹ ہو بلبلاتا، عرض کرے یارسول اللہ میری مدد فرمائیے میں کہہ دوں کہ میں تیرے لیئے کسی چیز کا مالک نہیں

حصہ داروں سے ظاہر ہے۔ امام شافعی کے ہاں [illegible] میں سے بھی خمس دیا جائے گا۔ یہ حدیث ان کے خلاف ہے ۱؎ یعنی جو مال قرب [illegible] بیت [illegible] خمس [illegible] جیسے غازیوں پر تقسیم ہوں گے خیال رہے کہ جو شہر جنگ سے فتح ہو اس میں سلطان اسلام کو اختیار ہے [illegible] خمس نکال کر باقی چار حصے غازیوں میں تقسیم کردے جیسا کہ حضور انور نے خیبر کیا خواہ وہ زمین [illegible] پر جزیہ [illegible] زمین پر خراج لگا دے اسی لیے حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کا مجھے خیال نہ ہوتا تو [illegible] خمس [illegible] حضور انور نے خیبر تقسیم فرمایا حضور انور نے نصف خیبر تو اپنی ضروریات کے لیے اور نصف خیبر کے [illegible] غازیوں کو دیا اور حضرت عمر نے عراق بلادے فتح فرمائے مگر انہیں غازیوں میں تقسیم نہ کیا اور اس آیت سے دلیل پکڑی ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القری فللہ وللرسول ولذی القربی الی قولہ والذین جاؤ من بعدہم الخ تمام صحابہ نے آپ کا یہ فیصلہ [illegible] پھر بعد میں [illegible] صاحب بھی مان گئے۔ یہ پوری بحث مرقات میں دیکھو ۲؎ آپ خولہ بنت ثامر ہیں مشہور صحابیہ [illegible] ۳؎ [illegible] بعض لوگ [illegible] بیت المال وغیرہ پر ناجائز قبضہ و تصرف کرتے ہیں۔ اگر یہ عمداً کرتے ہیں سمجھ کر کرتے ہیں تو ہمیشہ [illegible] کر کرتے ہیں تو فاسق ہیں دوزخ میں سزا کے لیے جائیں گے اگرچہ سارے مال اللہ کے ہیں مگر یہاں اللہ کے مال سے مراد [illegible] خدا میں خرچ کرنا چاہیئے ۴؎ غلول مال غنیمت میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں۔ یہاں تو یہی مراد ہے یا مطلقاً ہر خیانت اور دوسرے معنی [illegible]

قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ فَرَسٌ لَهٗ حَمْحَمَةٌ
فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَغِثْنِيْ فَأَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ
أَحَدَكُمْ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ شَاةٌ لَهَا ثُغَاءٌ يَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ أَغِثْنِيْ فَأَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ
يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ نَفْسٌ لَهَا صِيَاحٌ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَغِثْنِيْ
فَأَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيءُ يَوْمَ

میں تجھے تبلیغ کر چکا ہوں میں تم میں سے کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ قیامت کے دن اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر گھوڑا ہو جو ہنہناتا ہو پھر کہے یا رسول اللہ میری مدد فرمائیں میں کہہ دوں کہ تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تجھ کو تبلیغ کر چکا ہوں میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ وہ قیامت میں اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر بکری ہو جس کی میاہٹ ہو وہ عرض کرے یا رسول اللہ میری مدد فرمائیں میں فرمادوں کہ میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں تو تجھے تبلیغ کر چکا ہوں میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ قیامت کے دن اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر غلام ہو جس کی چیخ ہو کہے یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے تو میں کہہ دوں کہ میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ قیامت کے دن

و استمداد الم ۱ اس طرح کہ میری شفاعت فرما کر عذاب الٰہی سے بچائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے محبوبوں سے مدد مانگنا انہیں مدد کے لیے پکارنا جائز ہے قیامت میں سب سے پہلے یہی استمداد کا کام ہوگا۔ دوسرے کام بعد میں، لہٰذا آج بھی یہ کہنا کہ یا رسول اللہ اغثنی بالکل درست ہے۔ آج حضور سے مدد مانگنا کل قیامت میں یہ استمداد کام آئے گی ۲ اگر یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو خیانت حلال جان کر کریں وہ تو کافر ہو چکے اور کافر کے لیے شفاعت نہیں اور اگر مسلمان فاسق مراد ہیں جو اسے حرام سمجھتے ہوئے کریں تو یہ فرمان ڈرانے دھمکانے کے لیے ہے ورنہ حضور کی شفاعت تو بڑے سے بڑے گنہگار مسلمانوں کو نصیب ہوگی فرماتے ہیں شفاعتی لاهل الکبائر من امتی اور فرماتے ہیں کہ رب نے اپنی خاص دعا قیامت میں شفاعت کرنے کے لیے چھپا رکھی ہے اور وہ دعا ہر مسلمان کو پہنچے ہوا یہ اس پر بھی ہے ۳ اسی طرح کہ اس نے غنیمت کے مال سے گھوڑے کی خیانت کی وہ گھوڑا قیامت میں اس کی گردن پر سوار ہوگا جیسے بے زکوٰۃ والا مال ہی بوجھ ہوگا۔

۴ یعنی دنیا میں ہم تم سب سے فرما چکے تھے کہ خیانت و غلول کرنا سخت جرم ہے یہ حق العباد ہے جو توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا۔ تو نے ہمارے فرمان پر عمل کیوں نہ کیا خیانت کیوں کی اب میرے پاس کیوں آیا اور کس منہ سے آیا۔ ابھی ہم عرض کر چکے کہ یہ فرمان عالی ڈرانے دھمکانے کے لیے ہے ورنہ انجام یہ ہوگا کہ شعر

دیکھی جو بیکسی تو انہیں رحم آگیا ✿ گھبرا کے ہو گئے وہ گنہگار کی طرف

۵ ثغاء بکری کی آواز کو کہتے ہیں جس کا ترجمہ اردو میں ہے میاہٹ یا بکری و گھوڑے وغیرہ جانور ہیں جنہیں اس شخص نے خیانتہً لیا تھا۔ ان کی آوازیں اس شخص کو بدنام و رسوا کرنے کے لیے ہوں گی۔ ہم نے عرض کیا ہے کہ مسلمانوں کے چھپے گناہ قیامت میں چھپائے جائیں گے۔ مگر علانیہ گناہ وہاں ظاہر کردیے جائیں گے۔

الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ رِقَاعٌ تَخْفِقُ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِىْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ وَلَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ يَجِيْئُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رَقَبَتِهٖ صَامِتٌ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغِثْنِىْ فَاَقُوْلُ لَا اَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ اَبْلَغْتُكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَهُوَ اَتَمُّ، وَعَنْهُ قَالَ اَهْدٰى رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا يُقَالُ لَهٗ مِدْعَمٌ فَبَيْنَمَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَصَابَهٗ

اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر کپڑے ہوں جو حرکت کرتے ہوں تو وہ کہے یارسول اللہ میری مدد کرو میں کہہ دوں میں تیرے لیئے کسی چیز کا مالک نہیں میں تجھے تبلیغ کرچکا اور میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ قیامت کے دن اس طرح آوے کہ اس کی گردن پر سونا چاندی ہو ۲ وہ کہے یارسول اللہ میری مدد فرماؤ میں کہہ دوں کہ میں تیرے لیئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تجھے تبلیغ کرچکا (مسلم بخاری) اور یہ لفظ مسلم کے ہیں وہ بہت مکمل ہے روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک غلام پیش کیا جسے مدعم کہا جاتا تھا ۳ تو اس حالت میں کہ مدعم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان اتار رہا تھا کہ اسے غائب تیر

یہ خیانت وغلول آخر کار ظاہر ہوجاتے ہیں۔ اس لیے ان کا دائمی اعلان فرمادیا گیا ۵ نفس سے مراد وہ شخص یا غلام ہیں جنہیں اس نے خیانت کے طور پر لے لیا تھا اس خائن کی گردن پر سوار شور مچاتے ہوں گے خیال رہے کہ قیامت میں نیک اعمال انسان کی سواری بنیں گے اور برے اعمال انسان پر سوار ہوں گے جیسے یہاں تھوڑی غذا پر گویا انسان سوار ہوتا ہے اور بہت غذا انسان پر سوار ہوتی ہے جسے وہ اٹھائے پھرتا ہے۔ لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ۱ رقاع جمع ہے رقعۃ کی بمعنی کپڑے۔ خفق کہتے ہیں پھڑپھڑانے کو یہاں رقعے سے مراد یا تو کپڑے کے تھان ہیں جنہیں اس نے خیانۃً لے لیا یا ان کاغذ کے دفتر ہیں جن میں غازیوں مجاہدوں کے نام مع ان کے غنیمت کے حصوں کے لکھے تھے اس نے وہ گم کردیئے تاکہ نئے کاغذ بنیں جن میں یہ کمی بیشی کرکے آپ خود بہت زیادہ لے لے۔ پہلے معنی زیادہ قوی ہیں (اشعہ) ۲ صامت بنا ہے صمت سے بمعنی خاموشی۔ صامت بمعنی خاموش اس سے مراد ہوتا ہے سونا چاندی وغیرہ مال کہ جانور تو آواز رکھتے ہیں یہ بولتے نہیں نہ آواز دیں اور اس سے وہ سونا چاندی مراد ہے جو اس نے خیانۃً لی تھیں وہ بھی خائن کے سر پہ سوار ہوں گی ۳ مدعم میم کے کسرہ دال کے سکون سے یہ حضرت رفاعہ ابن زید ابن وہب ضبابی کے غلام حبشی تھے جنہیں رفاعہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً پیش کردیا تھا۔ پیش کرنے والے حضرت رفاعہ ابن زید تھے (اشعہ ومرقات)

۴ کسی منزل پر سفر جہاد میں یہ خدمت انجام دے رہے تھے۔

سَهْمٌ عَائِرٌ فَقَتَلَهُ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيْئًا لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِيْ اَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ النَّاسُ جَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ اَوْ شِرَاكَيْنِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ شِرَاكٌ مِّنْ نَّارٍ اَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَّارٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ عَلٰى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تیر لگا جس نے اسے قتل کردیا تو لوگ بولے مبارک ہو اسے جنت ۱؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ چادر جو اس نے خیبر کے دن غنیمت میں سے تقسیم ہونے سے پہلے لی تھی وہ اس پر آگ بھڑکا رہی ہے ۲؎ جب لوگوں نے یہ سنا تو ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یا دو تسمے لایا تو فرمایا کہ یہ تسمہ آگ کا ہے، دو تسمے آگ کے ہیں ۳؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان پر ایک شخص تھا

۱؎ کیونکہ مدعم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص رہے اور اب شہید ہوئے یہ خدمت اور شہادت یقیناً جنت کا ذریعہ ہے ۲؎ یعنی مدعم نے ایک غلطی کی تھی کہ غزوہ خیبر کی غنیمت میں سے ایک چادر بغیر تقسیم لے لی تھی یہ ہوئی خیانت کیونکہ غنیمت کا مال تقسیم سے پہلے غازیوں کا مشترکہ ہوتا ہے کسی کا مالک کوئی شخص نہیں بن سکتا، بعد تقسیم ملکیت میں آتا ہے اسی لیے اس وقت تکلیف میں ہے ابھی جنت میں نہیں پہنچا مرقات میں ہے کہ بعض روایات میں یوں ہے کہ میں اسے آگ میں دیکھ رہا ہوں۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کے کھلے چھپے اعمال کو ملاحظہ فرماتے ہیں کہ چادر لینا ایک چھپا ہوا عمل تھا جو حضور کی نگاہ میں تھا دوسرے یہ کہ حضور انور دنیا میں رہ کر آخرت اور وہاں کے حالات کو دیکھ رہے ہیں کہ فرماتے ہیں مدعم آگ میں ہے۔ تیسرے یہ کہ شہادت سے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں مگر حق العبد معاف نہیں ہوتا۔ دیکھو مدعم شہید ہوئے مگر حق العبد کی وجہ سے گرفتار ہوگئے۔ خیال رہے کہ مدعم کا وہ چادر لے لینا یا تو مسئلہ غنیمت سے بے خبری کی وجہ سے تھا یا گناہ صغیرہ تھا لہذا اس سے ان کی عدالت میں فرق نہیں آیا، سارے صحابہ عادل ہیں۔ انہوں نے چادر کو بہت معمولی چیز سمجھا اس کی اہمیت سے بے خبر وارد ہوئے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے کہ بعض صحابہ تسمے لائے۔ لہذا اس روایت کی بنا پر صحابہ پر طعن نہ کیا جائے۔ خیال رہے کہ مدعم کو یہ عذاب عارضی تھا جو اسی وقت ہو رہا تھا۔ ۳؎ یعنی اگر تم یہ تسمے حاضر نہ کرتے تو یہ بھی تمہاری موت کے بعد تمہارے لیے آگ بن جاتے ان حضرات کے وہم و گمان میں بھی ان کی اتنی اہمیت نہ تھی۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ ہر شخص کے ہر کھلے چھپے عمل سے واقف ہیں۔ مگر آپ پر یہ لازم نہیں کہ ہر ایک کی خفیہ عمل پر

رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ كِرْكِرَةُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ فِي النَّارِ فَذَهَبُوْا يَنْظُرُوْنَ فَوَجَدُوْا عَبَاءَةً قَدْ غَلَّهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نُصِيْبُ فِيْ مَغَازِيْنَا الْعَسَلَ وَالْعِنَبَ فَنَأْكُلُهُ وَلَا نَرْفَعُهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ اَصَبْتُ جِرَابًا مِنْ شَحْمٍ يَوْمَ خَيْبَرَ فَالْتَزَمْتُهُ فَقُلْتُ لَا اُعْطِي الْيَوْمَ اَحَدًا مِنْ هٰذَا شَيْئًا فَالْتَفَتُّ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جسے کرکرہ کہا جاتا تھا۱ وہ مر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ آگ میں ہے تو لوگ تلاش کرنے لگے ایک کمبل پایا جس کی اس نے خیانت کرلی تھی۲ (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے جہاد میں شہد انگور پاتے تھے تو کھالیتے تھے اور اسے پیش نہ کرتے تھے۳ (بخاری) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے فرماتے ہیں کہ خیبر کے دن میں نے ایک چربی کا تھیلا پایا تو میں اس سے لپٹ گیا میں نے کہا کہ آج میں اس میں سے کسی کو کچھ نہ دوں گا پھر میں نے ادھر ادھر دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف

پکڑ فرمائیں کہ اس میں مسلمانوں کی عیب جوئی بھی ہے اور بے پردگی بھی۔ اسی لیے حضور نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ وہ تسمے حاضر کرو نہ مغنم کو حکم دیا تھا کہ وہ چادر حاضر کرو لہذا حدیث واضح ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ مدعم کی شہادت قبول تھی مگر غلول شہادت کا ظہور کچھ عرصہ بعد ہوا۔ اولًا چادر کی غلول کی سزا پہنچ گئی۔ شہادت کے لیے ضروری نہیں کہ شہید گناہ سے، قرض وغیرہ حقوق سے پاک و صاف ہو تب شہید ہو ۱ مغرب میں ہے کہ ہر نفیس و قیمتی سامان کو ثقل کہا جاتا ہے کرکرہ یا تو دونوں کاف کے فتحہ سے ہے یا کسرہ سے یا پہلے کاف کے فتحہ سے دوسرے کے کسرہ سے (مرقات واشعہ) ۲ یہ غلول کیا ہوا کمبل اس کے اس عذاب کا سبب بن گیا۔ اس کی تحقیق ابھی ہو چکی کہ یہ عمل ان صحابی کی عدالت کے خلاف نہیں۔ تمام صحابہ عادل ہیں معصوم یا محفوظ نہیں۔ حضور کی نگاہ عالی کے قربان کہ اس جہان میں بیٹھ کر اس جہان کی خبر دے رہے ہیں ۳ اس سے معلوم ہوا کہ غازی میدان جنگ میں کفار سے حاصل کیا ہوا کھانا دودھ گھی پھل روٹی گوشت وغیرہ بقدر ضرورت کھا سکتا ہے۔ اس کے لیے امیر جہاد سے اجازت لینا ضروری نہیں یوں ہی دوائیں استعمال کرسکتا ہے۔ اپنے جانور کو اس مال سے چارہ دے سکتا ہے مگر ذخیرہ کرکے اپنے گھر نہیں لاسکتا یوں ہی جنگ کے ہتھیار استعمال کرسکتا ہے مگر وہ بعد استعمال غنیمت میں واپس کرنے ہوں گے۔ یوں ہی ٹھنڈے گرم کپڑے ضرورتًا پہن سکتا ہے۔ مگر یہ بھی بعد میں غنیمت میں شامل کردینا ہوں گے۔ اگر یہ چیزیں استعمال سے خراب یا ہلاک ہوجائیں تو ان کا تاوان اس غازی پر نہیں یوں ہی ضرورۃً کفار سے حاصل کیے ہوئے جانور ذبح کرکے کھا سکتا ہے مگر (۱) کھال غنیمت میں شامل کرنا ہوگی۔ اس کی تفصیل کتب فقہ میں اور مرقات میں دیکھو۔ مگر یہ اجازت غازیوں کے لیے ہے جو تجار یا خدمت گار ان کے

يَتَبَسَّمُ اِلَيَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَا اُعْطِيْكُمْ فِيْ بَابِ رِزْقِ الْوُلَاةِ اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ فَضَّلَنِيْ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ اَوْ قَالَ فَضَّلَ اُمَّتِيْ عَلَى الْاُمَمِ وَاَحَلَّ لَنَا الْغَنَائِمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ يَعْنِيْ يَوْمَ حُنَيْنٍ مَنْ قَتَلَ كَافِرًا فَلَهُ سَلَبُهُ فَقَتَلَ اَبُوْ طَلْحَةَ يَوْمَئِذٍ عِشْرِيْنَ رَجُلًا وَاَخَذَ

مسکراتے تھے ۱؎ (مسلم بخاری) حضرت ابوہریرہ کی حدیث ما اعطیکم حکام کی روزی کے باب میں ذکر کردی گئی ۲؎ دوسری فصل۔ روایت ہے حضرت ابوامامہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ اللہ نے مجھے تمام نبیوں پر بزرگی دی گئی یا فرمایا کہ میری امت تمام امتوں پر بزرگی دی گئی ۳؎ اور ہمارے لیے غنیمتیں حلال فرمادیں ۴؎ (ترمذی) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن یعنی حنین کے دن فرمایا کہ جو کسی کافر کو قتل کرے تو اس کافر کا سامان اسی کا ہوگا تو چنانچہ اس دن ابوطلحہ نے بیس آدمی مارے اور انکے سامان لیے ۵؎

ساتھ گئے ہیں انہیں اس کی اجازت نہیں لیکن اگر وہ بھی استعمال کرلیں تو ان پر تاوان نہیں ۵؎ آپ صحابی ہیں، اصحاب صفہ سے ہیں۔ مدینہ منورہ میں رہے۔ خلافت فاروقی میں دس فقہاء بصرہ بھیجے گئے لوگوں کو علم دین سکھانے کے لیے۔ ان میں آپ بھی تھے۔ وہاں ہی ۵۹ھ میں وفات پائی۔ خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ بصرہ میں ان سے بہتر کوئی نہ آیا ۶؎ غالبًا اس وقت آپ کو اس کی سخت ضرورت تھی اس لئے مجبوری میں یہ لفظ آپ کے منہ سے نکلا ورنہ حضرات صحابہ اپنی ضروریات پر دوسروں کو مقدم رکھتے تھے۔ ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة۔

۱؎ یعنی حضور انور نے مجھے اس ارادے سے اور اس قبضہ سے روکا نہیں بلکہ تبسم فرمایا جس سے اجازت معلوم ہوئی کیونکہ کسی عمل کو دیکھ کر منع نہ فرمانا اجازت کی علامت ہے۔ محدثین اسے سنت سکوتی کہتے ہیں ۲؎ یعنی یہ حدیث مصابیح میں مکرر تھی کتاب القضاء باب رزق ولاۃ میں بھی تھی اور یہاں بھی میں نے صرف وہاں بیان کی یہاں سے اڑادی ۳؎ تمام نبیوں پر بے شمار بزرگیاں بخشیں حضور کو آخری نبی، تمام خلق کا نبی، ہمیشہ تک کا نبی بنایا رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین قرار دیا۔ تمام انبیاء و رسل کل قیامت میں حضور کے جھنڈے تلے ہوں گے غرضیکہ ان کو وہ بزرگیاں بخشیں جو مخلوق کے وہم و گمان سے وراء ہیں۔ یا دینے والا جانے یا لینے والا محبوب۔ شعر

ندانم کدامین سخن گویمت ؎ کہ والاتری زانچہ من گویمت

حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

سَلَبَهُمْ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ۔ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِي السَّلَبِ لِلْقَاتِلِ وَلَمْ يُخَمِّسِ السَّلَبَ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ۔ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ نَفَّلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ سَيْفَ أَبِيْ جَهْلٍ وَكَانَ قَتَلَهُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ ۔ وَعَنْ عُمَيْرٍ مَوْلٰى أَبِي اللَّحْمِ قَالَ شَهِدْتُ خَيْبَرَ مَعَ سَادَتِيْ فَكَلَّمُوْا فِيَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمُوْهُ أَنِّيْ

دارمی) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک اشجعی اور خالد ابن ولید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کے سامان کا فیصلہ قاتل کے لیے کیا اور اس سامان سے خمس نہ لیا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن ابوجہل کی تلوار عطا فرمائی اور اسے انہیں نے قتل کیا تھا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عمیر سے جو ابی اللحم کے مولیٰ ہیں فرماتے ہیں کہ میں اپنے مولاؤں کے ساتھ خیبر میں حاضر ہوا تو ان مولاؤں نے میرے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض معروض کی اور عرض کیا

۴؎ چونکہ یہ امت خیر الرسل کی امت ہے اس لیے تمام امتوں سے افضل ہے۔ رب فرماتا ہے کنتم خیر امۃ۔ شعر

لما دعا اللہ داعینا لدعوتہ بافضل الرسل کنا افضل الامم

یعنی جب اللہ تعالٰی نے ہمارے رسول کو افضل رسل کہا تو ہم افضل امم ہو گئے۔ خیال رہے کہ جیسے حضور کی امت تمام امتوں سے افضل ہے حضور کی نسبت سے یوں ہی حضور کے والدین تمام نبیوں کے غیر نبی والدین سے، حضور کے صحابہ تمام صحابہ سے، حضور کے اہل بیت تمام نبیوں کے اہل بیت سے، حضور کا زمانہ تمام زمانوں سے، حضور کا شہر مدینہ تمام نبیوں کے شہروں سے غرضیکہ حضور کی ہر منسوب چیز دیگر انبیاء کرام کی ہر چیز سے افضل ہے۔ حضور کی ازواج پاک تمام نبیوں کی ازواج سے افضل، رب تعالٰی فرماتا ہے یا نساء النبی لستن کاحد من النساء ۵؎ یعنی اس امت کی بہت سی خصوصیات ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ صرف اس امت کے لیے جہاد کی غنیمتیں حلال کی گئیں پچھلی امتوں میں جہاد تھا مگر غنیمتیں حلال نہ تھیں جیسے قربانی کا گوشت کہ صرف ہمارے لیے حلال ہوا۔ لنا میں حضور انور نے اپنی ذات کریم کو بھی امت کے ساتھ ذکر فرمایا کرم نوازی کے طور پر ۶؎ من کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مسلمان جہاد میں کافر کو قتل کرے اسے مقتول کا سامان ملے گا خواہ وہ غنیمت کے حصہ کا مستحق ہو یا نہ ہو۔ لہذا غلام، بچہ، عورت، نوکر، تاجر وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ من سے مراد صرف مجاہدین ہیں یعنی غنیمت کے حصے کے مستحق لوگ مگر پہلا احتمال قوی معلوم ہوتا ہے اسی سلب کے بارے میں اماموں کا اختلاف ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ احناف کے ہاں یہ قانون شرعی نہیں، اگر حاکم جہاد میں یہ اعلان کردے تو ملے گا

مَمْلُوْكٌ فَأَمَرَ لِيْ فَقُلِّدْتُ سَيْفًا فَإِذَا أَنَا أَجُرُّهُ فَأَمَرَ لِيْ بِشَيْءٍ مِنْ خُرْثِيِّ الْمَتَاعِ وَعَرَضْتُ عَلَيْهِ رُقْيَةً كُنْتُ أَرْقِيْ بِهَا الْمَجَانِيْنَ فَأَمَرَنِيْ بِطَرْحِ بَعْضِهَا وَحَبْسِ بَعْضِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاؤدَ إِلَّا أَنَّ رِوَايَتَهُ انْتَهَتْ عِنْدَ قَوْلِهِ الْمَتَاعِ ۔ وَعَنْ مُجَمِّعِ بْنِ جَارِيَةَ قَالَ قُسِمَتْ خَيْبَرُ عَلَى أَهْلِ الْحُدَيْبِيَةِ فَقَسَمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا وَكَانَ الْجَيْشُ أَلْفًا وَخَمْسَمِائَةٍ فِيْهِمْ

کہ میں غلام ہوں تو میرے متعلق حکم دیا مجھے ایک تلوار پہنا دی گئی تو میں اسے گھسیٹتا تھا پھر میرے لیئے کچھ معمولی سامان کا حکم دیا اور میں نے حضور پر ایک منتر پیش کیا جو میں دیوانوں پر کرتا تھا تو حضور نے مجھے کچھ نکال دینے کا حکم دیا اور کچھ باقی رکھنے کا (ترمذی، ابوداؤد) مگر ابوداؤد کی روایت ان کے قول متاع پر ختم ہوگئی۔ روایت ہے حضرت مجمع ابن جاریہ سے فرماتے ہیں کہ خیبر حدیبیہ والوں پر بانٹ دیا گیا تھا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اٹھارہ حصوں پر تقسیم فرمایا اور لشکر پندرہ سو نفر کا تھا جن میں تین سو سوار تھے تو

ورنہ شوافع کے ہاں یہ قانون ہے ۔ ۷ اسی سے معلوم ہوا کہ یہ حکم صرف ایک سلب کے لیے نہیں جتنے مقتول ہوں سب کا سامان سلب ہے، سامان میں سواری، کپڑے، زیور، ہتھیار سب داخل ہیں ۔ ۱ آپ کے حالات پہلے بیان ہوچکے کہ آپ غزوہ خیبر میں شریک رہے اور فتح مکہ کے دن قبیلہ اشجع کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا شام میں قیام رہا وہاں ہی ۔۔۔ میں وفات پائی اور حضرت خالد ابن ولید تو آسمان تاریخ پر سورج کی طرح چمک رہے ہیں۔ آپ رسول اللہ کے بڑے بہادر صحابہ جماعت صحابہ میں بڑے پایہ کے صحابی ہیں آپ کے حالات بارہا بیان ہوچکے رضی اللہ عنہم اجمعین ۔ ۲ یعنی سارا سلب قاتل غازی کو بخشا اس سے خمس بھی نہ لیا۔ غنیمت میں خمس لیا جاتا ہے اس میں نہیں اس کی تفصیل پہلی فصل میں گزر چکی ۔ ۳ ابوجہل کو قتل تو کیا تھا دو انصاری بچوں نے جب حضرت ابن مسعود اس پر پہنچے تو وہ سسک رہا تھا آپ نے اس کا سر تن ناپاک سے جدا کیا لہذا یہ حدیث اس آنے والی حدیث کے خلاف نہیں جس میں ان دو بچوں کو قاتل فرمایا گیا ۔ ۴ حضرت عمیر اس وقت غلام تھے۔ بعد میں آزاد ہوئے انہیں اس وقت مولیٰ فرمانا آئندہ کے لحاظ سے ہے۔ لہذا حدیث واضح ہے۔

۵ یا غزوہ میں شرکت فرمالینے کی سفارش کی یا میری بہادری کی کچھ تعریف کی۔ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔

۶ یہ تلوار کی عطا جہاد سے پہلے یا دوران جہاد میں تھی کہ حضور انور کی طرف سے مجھے تلوار پہنائی گئی۔ مگر میں اتنا چھوٹا یا پست قد تھا کہ تلوار میرے جسم کے نیچے گھسٹتی تھی ۔ ۷ خرثی خاء کے پیش رے کے جزم سے بمعنی سرخ چیونٹی اب اصطلاح میں معمولی اور چھوٹی چیز کو کہتے ہیں متاع سے مراد ہے گھر کا سامان جیسے ہانڈی لوٹا وغیرہ یعنی مجھے بعد جہاد تقسیم غنیمت کے وقت کچھ معمولی سامان بطور عطیہ عنایت فرمایا۔ باقاعدہ حصہ نہ دیا کیونکہ غلام کو غنیمت

ثَلٰثُمِائَةِ فَارِسٍ فَاَعْطَى الْفَارِسَ سَهْمَيْنِ وَالرَّاجِلَ سَهْمًا رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ وَقَالَ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ اَصَحُّ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ وَاَتَى الْوَهْمُ فِيْ حَدِيْثِ مُجَمِّعٍ اَنَّهٗ قَالَ ثَلٰثُمِائَةِ فَارِسٍ وَاِنَّمَا كَانُوْا مِائَتَيْ فَارِسٍ ۔ وَعَنْ حَبِيْبِ بْنِ مُسْلِمَةَ الْفِهْرِيِّ قَالَ شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَّلَ الرُّبُعَ فِي الْبَدْاَةِ وَالثُّلُثَ فِي الرَّجْعَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ ۔ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنَفِّلُ الرُّبُعَ بَعْدَ الْخُمُسِ

سوار کو دو حصے عطا فرمائے اور پیادہ کو ایک حصہ ۱؎ (ابوداؤد) اور ابوداؤد نے کہا کہ ابن عمر کی روایت زیادہ صحیح ہے اور اسی پر عمل ہے ۲؎ مجمع کی حدیث میں وہم یہ ہوگیا کہ انہوں نے کہا تین سو سوار حالانکہ تھے دو سو سوار ۳؎ روایت ہے حضرت حبیب ابن مسلمہ فہری سے ۴؎ فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو ابتداء میں حضور نے چہارم نفل دیا اور لوٹنے پر تہائی ۵؎ (ابوداؤد) روایت ہے انہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چہارم نفل دیتے تھے خمس کے بعد

کا حصہ نہیں ملتا ۳؎ یعنی مجھے کچھ دم یاد تھا جو دیوانوں پر پڑھ کر دم کیا کرتا تھا جب حضور انور پر پیش کیا تو ناجائز یا شرکیہ کفریہ الفاظ کے نکال دینے کا حکم دیا اور جو الفاظ جائز تھے ان کے باقی رکھنے کی اجازت دی۔ قرآنی آیات اور منقولہ دعاؤں کے علاوہ تمام وظیفوں کا یہی حکم ہے کہ جائز الفاظ باقی رکھے جائیں ناجائز نکال دیئے جائیں۔ ان شاء اللہ اس کی تحقیق باب الرقی میں آئے گی ۴؎ مجمع میم کے پیش سے جیم کے فتحہ سے دوسری میم کے شد سے آپ خود تو صحابی ہیں مگر آپ کا باپ جاریہ سخت منافق تھا۔ ان منافقوں میں سے تھا جنہوں نے مسجد ضرار بنائی تھی حضرت مجمع مدینہ کے قاری قرآن تھے حضرت عبداللہ ابن مسعود نے نصف قرآن آپ سے ہی سیکھا تھا۔ امیر معاویہ کی خلافت کے آخری دور میں وفات پائی (اکمال و مرقات۔ اشعہ) رب کی شان ہے کہ باپ منافق بیٹا مخلص یخرج الحی من المیت ۵؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین خیبر کا آدھا حصہ اپنے واسطے رکھا اور آدھا حصہ مجاہدین میں تقسیم فرمایا اور آدھے حصے کی تقسیم کا بیان ذکر ہے۔ فتح خیبر صلح حدیبیہ کے ایک سال بعد ہوئی۔ اس جنگ میں صرف حدیبیہ والے صحابہ ہی شریک کئے گئے اور کسی کو شرکت کی اجازت نہ دی گئی تھی اس لیے تقسیم بھی انہیں میں ہوئی۔ اس کا ذکر سورۂ فتح شریف میں ہے۔ (از اشعہ مرقات)

۱؎ یعنی حضور انور نے اس نصف خیبر کے اٹھارہ حصے کیے جو غازیوں میں تقسیم کیلئے تھا ایک حصہ سو غازیوں کے لیے مقرر فرمایا۔ غازیان خیبر کل اٹھارہ سو تھے جن میں سے تین سو سوار اور بارہ سو پیادہ۔ ان تین سو سواروں کو چھ حصے (پلاٹ) بخشے اور بقیہ بارہ سو پیادوں کو بارہ حصے یعنی بارہ پلاٹ عطا فرمائے تو پیادوں میں سے ایک پلاٹ سو غازیوں کو عطا فرمایا اور سواروں میں سے ایک پلاٹ پچاس غازیوں کو بخشا۔ لہذا چھ پلاٹ ان کے

وَالثُّلُثَ بَعْدَ الْخُمُسِ إِذَا قَفَلَ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْ أَبِي جُوَيْرِيَةَ الْجَرْمِيِّ قَالَ أَصَبْتُ بِأَرْضِ الرُّوْمِ جَرَّةً حَمْرَاءَ فِيْهَا دَنَانِيْرُ فِيْ إِمْرَةِ مُعَاوِيَةَ وَعَلَيْنَا رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اور جب لوٹتے تو تہائی نفل دیتے تھے۔ خمس کے بعد لے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو جویریہ جرمی سے کہ میں نے سلطنت معاویہ کے زمانہ میں کہ زمین روم میں ایک سرخ گھڑا پایا جس میں اشرفیاں تھیں اور ہمارے حاکم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صاحب تھے

اور بارہ پلاٹ پیادوں کے۔ لہٰذا سوار کو دوگنا دیا گیا۔ پیادہ کو اکہرا۔ یہ حدیث حضرت امام اعظم کی دلیل ہے کہ سواری غازی کو پیادہ غازی سے دوگنا ملتا ہے امام شافعی کے ہاں سوار کو تگنا ملتا ہے۔ ان کے حساب سے خیبر کے اکیس حصے ہونے چاہئیں تھے۔ تین سو غازی سواروں کے نو حصے اور بارہ سو کے بارہ پلاٹ۔ مگر حصے ہیں اٹھارہ ۲ یعنی مجمع کی حدیث سے حضرت ابن عمر کی حدیث زیادہ صحیح ہے جس میں ارشاد ہوا ہے کہ سوار کے تین حصے ہیں جو ابھی کچھ پہلے گزر گئی ہم نے وہاں ہی عرض کردیا کہ حدیث ابن عمر میں تعارض ہے۔ آپ سے دو گنے حصے کی روایت بھی ہے۔ لہٰذا کم کی روایت پر احناف نے عمل کیا کہ کم یقینی ہے زائد مشکوک ہے۔ دوسرے اماموں نے زیادہ کی مشکوک روایت پر عمل فرمایا ۳ مگر اس حساب سے بھی یہ تقسیم صحیح نہیں ہوتی کیونکہ غازیان خیبر کل پندرہ سو تھے۔ اگر دو سو سوار ہوں اور ان کے حصے چھ پلاٹ ہوں تو باقی پیادہ غازی تیرہ سو ہوئے انہیں تیرہ پلاٹ ملنے چاہئیں تو کل انیس پلاٹ ہوتے ہیں، حالانکہ حضور انور نے اٹھارہ پلاٹ تقسیم فرمائے۔ خیال رہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے کہ سوار غازی کے دو حصے ہیں۔ (مرقات و اشعہ) ۴ آپ قرشی فہری ہیں۔ آپ کو حبیب روم کہا جاتا تھا۔ کیونکہ آپ نے روم پر بہت جہاد کئے۔ بڑے بزرگ مقبول الدعا صحابی ہیں۔ ۴۲ھ میں شام میں وفات پائی (اکمال۔ اشعہ۔ مرقات) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو الجزائر پر حاکم بنایا تھا ۵ جب فریقین کے لشکروں کا کچھ حصہ میدان جنگ میں پہنچ چکا ہو باقی لشکر پیچھے آرہا ہو اسے بدء کہتے ہیں اور جب لشکر جہاد سے واپس لوٹ جائیں کچھ لوگ وہاں رہ گئے ہوں اسے رجوع کہتے ہیں بدء والوں کی جنگ آسان ہے کہ لشکر پیچھے آرہا ہے ان کی مدد مل جاوے گی مگر رجعت والوں کا جہاد بہت مشکل کہ انہیں مدد ملنے کی امید نہیں کہ لشکر جا چکا اس لیے حضور نے بدء والوں کو کم نفل دیا یعنی چہارم اور رجوع والوں کو زیادہ دیا یعنی کل غنیمت کا تہائی۔

۱ یعنی اگر کسی کو غنیمت کے مال سے نفل دیتے تھے تو خمس نکال کر دیتے تھے خواہ چہارم عطا فرمادیں یا تہائی اس طرح کہ اولًا تمام غنیمت سے خمس نکال لیا پھر بقیہ چار حصوں میں سے یہ نفل دی پھر بقیہ غنیمت غازیوں پر تقسیم فرمادیا لیکن سلب یعنی مقتول کے سامان سے خمس نہ لیتے تھے۔ لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ہے کہ حضور انور سلب سے خمس نہ لیتے تھے۔ بعض شارحین نے اس جملہ کے معنی یہ کئے ہیں کہ یہ نفل خمس میں سے عطا فرماتے تھے۔ یعنی اولًا تمام غنیمت سے خمس نکال لیا پھر اس خمس کا [illegible] بہادروں کو نفل کے طریق پر عطا فرمایا مگر یہ معنی بہت بعید ہیں پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں ۲ آپ کا نام حطان ابن خفاف ہے۔ قبیلہ جرم سے ہیں تابعی ہیں، حضرت عبداللہ ابن مسعود اور معن ابن یزید سے سماع ثابت ہے۔ بصرہ کے باشندے حضرت ابن عباس اور عبادہ ابن صامت سے بھی ملاقات ہے۔ ثقہ ہیں ۳ یعنی امیر معاویہ کی سلطنت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ يُقَالُ لَهٗ مَعْنُ بْنُ يَزِيْدَ فَاَتَيْتُهٗ بِهَا فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَعْطَانِيْ مِنْهَا مِثْلَ مَا اَعْطٰى رَجُلًا مِنْهُمْ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا نَفَلَ اِلَّا بَعْدَ الْخُمُسِ لَاَعْطَيْتُكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ

بنی سلیم کے جنہیں معن ابن یزید کہا جاتا تھا میں وہ سب ان کے پاس لایا آپ نے وہ مسلمانوں کے درمیان تقسیم کردیا اور اس میں سے مجھے اتنا ہی دیا جتنا ان میں سے ایک شخص کو دیا پھر فرمایا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ نہیں ہے نفل مگر خمس کے بعد تو میں تم کو دیدیتا (ابوداؤد) روایت ہے

حکومت کے زمانہ میں ملک روم پر غزوات ہوئے۔ ان میں سے ایک غزوہ میں میں بھی شریک تھا اس میں یہ واقعہ میرا پیش آیا۔ یہ واقعہ فتح قسطنطنیہ کا نہیں، کیونکہ اس غزوہ میں معن ابن یزید سپہ سالار نہ تھے۔ بلکہ یزید ابن معاویہ سپہ سالار تھا۔ یہ غزوہ ۵۲ھ کے بعد بحری بیڑے میں ہوا۔ اس لشکر میں حضرت ابوایوب انصاری اور امام حسین اور عبداللہ ابن عباس۔ عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن زبیر جیسے حضرات صحابہ شان سے شامل ہوئے (البدایہ والنہایہ۔ جلد ۸، حاشیہ بخاری اکمال) لہذا یہ غزوہ ہے تو روم پر مگر فتح قسطنطنیہ کا غزوہ نہیں ۲ معن ابن یزید ابن اخنس سلمی خود بھی صحابی، والد بھی اور دادا بھی بعد میں حاضر ہوئے کوفہ میں قیام رہا۔ بہت شاندار صحابی ہیں (اکمال) یعنی مجھے مشرکین سے بھرا ہوا گھڑا مل گیا۔ غنیمت میں حاصل نہ کیا گیا تھا میں وہ گھڑا اسی طرح سپہ سالار کے پاس لایا ۳ یعنی اس گھڑے میں آپ نے دو عمل کیے ایک یہ کہ اس میں سے خمس نہ لیا دوسرے یہ کہ مجھے کچھ بھی زیادہ نہ دیا۔ سب غازیوں کی برابر دیا۔

۴ اس جملہ کے بہت سے معنی کیے گئے ہیں۔ قوی معنی وہ ہیں جو شیخ نے اشعۃ اللمعات میں فرمائے۔ وہ یہ کہ یہ مال غنیمت نہیں بلکہ فیئ ہے جو بغیر لڑے کفار سے حاصل ہوا ہے اور غنیمت میں دو چیزیں ہیں یہ دونوں چیزیں فیئ میں نہیں۔ ایک یہ کہ غنیمت سے خمس لیا جاتا ہے کہ پانچواں حصہ اللہ رسول کا باقی چار حصے مجاہدین کے۔ دوسرے یہ کہ غنیمت میں نفل بھی دیا جاسکتا ہے فیئ میں نہ خمس لیا جائے نہ نفل دیا جائے اس لیے میں تم کو کچھ زیادہ نہیں دے سکتا۔ اگر یہ مال قابل خمس ہوتا تو میں تم کو نفل بھی دیتا اب سب مجاہدین کو برابر بانٹوں گا۔ لہذا یہاں لاعطیتك تو ہوتا۔ نفلاً محذوف ہے۔ مرقات نے ایک معنی یہ بھی بیان کئے کہ نفل خمس کے بعد ہی ہوتا ہے اور خمس جب لیا جاتا ہے جب وہ مال دارالاسلام میں محفوظ ہو جائے۔ ابھی یہ مال وہاں پہنچا نہیں لہذا نہ قابل خمس ہے نہ قابل نفل۔ مرقات نے اس توجیہ کو پسند فرمایا واللہ ورسولہ اعلم ۵ حضرت ابوموسیٰ اشعری یمن کے رہنے والے تھے مکہ معظمہ میں آکر مسلمان ہو گئے۔ پھر یمن چلے گئے۔ پھر وہاں بارادہ ہجرت مدینہ منورہ بذریعہ دریا روانہ ہوئے۔ باد مخالف نے ان کی کشتی کو بجائے مدینہ منورہ کے حبشہ میں جا پھینکا۔ وہاں حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں نے مدینہ پاک کی طرف ہجرت کی تو آپ بھی ان کے ساتھ ہجرت کرکے آگئے۔ اتفاقاً فتح خیبر کے موقعہ خیبر ہی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے حضور انور کو ان کی آمد سے بہت ہی خوشی ہوئی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری

(عن أ)بي موسى الأشعري قال قدمنا فوافقنا رسول الله صلى الله عليه
وسلم فتح خيبر فاسهم لنا او قال فاعطانا منها وما قسم
لاحد غاب عن فتح خيبر منها شيئا الا لمن شهد معه الا
اصحاب سفينتنا جعفرا واصحابه اسهم لهم معهم. ابوداود
وعن يزيد بن خالد ان رجلا من اصحاب رسول الله صلى
الله عليه وسلم توفي يوم خيبر فذكروا لرسول الله صلى الله

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں کہ ہم آئے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت پایا جب آپ نے خیبر فتح فرمایا تو حضور نے ہمارے لیے بھی حصہ مقرر فرمایا کہ اس میں سے ہم کو بھی دیا اور جو فتح خیبر سے غائب رہا تھا اسے غنیمت سے کچھ نہ دیا سوائے ان کے جو آپ کے ساتھ حاضر ہوا سوا ہماری کشتی والوں جعفر اور ان کے ساتھیوں کے کہ ان کے ساتھ ان کا بھی حصہ کیا (ابوداؤد) روایت ہے یزید ابن خالد سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص خیبر کے دن وفات پا گیا لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا

یہاں پہنچنے کے متعلق اور روایات بھی ہیں۔ مگر یہ روایت حاشیہ اللمعات میں منقول ہے۔ اور صحیح شرح بعض روایات میں ہے حضرت ابوموسیٰ پہلے حبشہ میں ہجرت کر گئے تھے۔ پھر وہاں سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے واللہ ورسولہ اعلم ۲ یعنی خیبر کی غنیمتوں سے حصہ صرف ان مجاہدین کو ہی دیا جو اس غزوہ میں ہی شریک تھے۔ صرف ہماری جماعت وہ تھی جو غزوہ میں شریک نہ ہوئی اور اسے غنیمت کا حصہ ملا۔ احناف کے نزدیک اس حصہ دینے کی وجہ ان کی خصوصیت ہے کہ سرکار انور نے غازیوں سے اجازت لے کر ان حضرات کو بھی حصہ دے دیا جیسے کہ غازیان حنین سے اجازت لے کر ہوازن کو ان کے قیدی واپس فرمادیے۔ امام شافعی کے ایک قول میں اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ حضرات اگرچہ خیبر کے بعد پہنچے لیکن ابھی مال غنیمت جمع نہیں کیا گیا تھا کہ یہ لوگ پہنچ گئے۔ اس بنا پر وہ فرماتے ہیں کہ اگر جہاد کے بعد غازیوں کو کمک پہنچے جب کہ غنیمت اکٹھی نہ کی گئی ہو تو ان کمک والوں کو بھی غنیمت سے حصہ ملے گا۔ حضور انور نے ان بزرگوں کو کمک قرار دیا۔ بعض نے فرمایا کہ حضور انور نے انہیں یہ حصہ اپنے خمس میں سے دیا جو آپ کا اپنا حصہ تھا مگر پہلی توجیہ بہت قوی ہے اس لیے حضرت ابوموسیٰ اشعری نے فخریہ طور پر اس واقعہ کا ذکر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ یہ حصہ عطا کرنا ان کی خصوصیات سے ہے۔ خیال رہے حضرت ابوموسیٰ مع اپنے دو بڑے بھائیوں کے قریباً پچپن آدمی یمن سے حبشہ پہنچے تھے۔ وہاں سے خیبر (مرقات) ۳ یہاں مؤلف سے خطا ہو گئی۔ یزید ابن خالد کوئی صحابی نہیں بلکہ آپ زید ابن خالد ہیں۔ ان کی کنیت ابوطلحہ ہے۔ یا ابوعبدالرحمٰن جہنی ہیں کوفہ میں رہے۔ پچاسی سال عمر پائی ۷۸ھ پچاسی ہجری میں وفات ہوئی (اشعہ)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ فَتَغَيَّرَتْ وُجُوْهُ النَّاسِ لِذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّ صَاحِبَكُمْ غَلَّ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَفَتَّشْنَا مَتَاعَهٗ فَوَجَدْنَا خَرَزًا مِّنْ خَرَزِ يَهُوْدَ لَا يُسَاوِيْ دِرْهَمَيْنِ رَوَاهُ مَالِكٌ وَاَبُوْدَاؤدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَ غَنِيْمَةً اَمَرَ بِلَالًا فَنَادٰى فِي النَّاسِ فَيَجِيْئُوْنَ بِغَنَائِمِهِمْ فَيُخَمِّسُهٗ وَيُقَسِّمُهٗ فَجَاءَ رَجُلٌ يَوْمًا بَعْدَ ذٰلِكَ

تو فرمایا تم لوگ اپنے صاحب کے لیے نماز پڑھ لو اس سے لوگوں کے منہ کے رنگ بدل گئے ۱؎ تو فرمایا کہ تمہارے اس صاحب نے راہ خدا میں خیانت کی ہے ۲؎ چنانچہ ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو ہم نے کچھ منکے یہود کے منکوں سے پائے جو دو درہموں کے برابر بھی نہ تھے ۳؎ (مالک، ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غنیمت حاصل فرماتے تو بلال کو حکم دیتے وہ لوگوں میں اعلان کرتے لوگ اپنی اپنی غنیمت لے آتے ۴؎ آپ خمس نکال لیتے اور اسے تقسیم فرما دیتے ۵؎ ایک دن ایک شخص بالوں کی لگام اس کے بعد لایا ۶؎

۱؎ افسوس یا حیرت کی وجہ سے کہ حضور انور نے خود ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی، حاضرین صحابہ سے پڑھوا دی۔ معلوم ہوا کہ حضور نماز نہ پڑھیں یہ حضور کا نماز نہ پڑھنا ایسا ہی ہے جیسے سرکار عالی نے مقروض میت کی نماز نہ پڑھی۔ صحابہ کرام سے پڑھوا دی ۲؎ یعنی غنیمت میں خیانت کی اور غنیمت کا مال وہ خدا کا مال ہے ۳؎ یعنی اس مرنے والے نے نہایت معمولی قیمت کے کچھ چھوٹے موتی تقسیم سے پہلے لے لیے تھے اس معمولی چیز کی وجہ سے حضور کی نماز سے محروم ہوگئے۔ خیال رہے کہ یہ جرم گناہ صغیرہ ہے جو ایک بار ان صحابی سے سرزد ہوا لہذا یہ فسق نہیں تمام صحابہ عادل ہیں فسق کے معنی ہیں گناہ کبیرہ کرنا یا گناہ صغیرہ ہمیشہ کرتے رہنا۔ اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب کے صحابہ کو فسق سے بچایا ہے۔ فرماتا ہے وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى لہذا وہ مقروض صحابہ جن پر حضور انور نے نماز نہ پڑھی اور یہ صحابی ان کی صحابیت مقبولیت یقینی ہے۔ حضور انور کی یہ سرزنش فرمانا ہم لوگوں کی تعلیم کے لیے ہے جیسے گندم کھالینے سے آدم علیہ السلام نبی ہی رہے ۴؎ یعنی صحابہ کرام فتح سے فارغ ہو کر کفار کے چھوڑے ہوئے مالوں پر قبضہ کر لیتے تھے۔ پھر یہ مقبوضہ مال دارالاسلام میں لے آتے تھے۔ پھر حضرت بلال اعلان فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرما رہے ہیں کہ جس کے پاس جو مال غنیمت ہو وہ حاضر کرو چنانچہ سب لوگ حضور کے پاس مال جمع کر دیتے پھر حضور یہ عمل فرماتے تھے ۵؎ یعنی مال غنیمت جمع ہو چکنے خمس نکالنے تقسیم کر دینے کے بعد لایا۔

بِزِمَامٍ مِّنْ شَعْرٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا فِيْمَا كُنَّا اَصَبْنَاهُ مِنَ الْغَنِيْمَةِ قَالَ سَمِعْتَ بِلَالًا نَادٰى ثَلَاثًا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا مَنَعَكَ اَنْ تَجِيْءَ بِهٖ فَاعْتَذَرَ قَالَ كُنْ اَنْتَ تَجِيْءُ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَلَنْ اَقْبَلَهُ عَنْكَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ • وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعُمَرَ حَرَّقُوْا مَتَاعَ الْغَالِّ وَضَرَبُوْهُ اَبُوْدَاوٗدَ • وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

بولا یارسول اللہ یہ بھی اسی غنیمت سے ہے جو ہم نے حاصل کی تھی تو فرمایا کہ کیا تم نے نہیں سنا تھا کہ بلال نے تین بار آواز دی تھیں بولا ہاں فرمایا تو تجھے اس کے لانے سے کس نے روکا وہ عذر کرنے لگا[1] فرمایا تم یوں ہی رہو کہ اسے قیامت کے دن لاؤگے[2] میں تم سے ہرگز قبول نہ کروں گا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر نے غلول کرنے والے کا سامان جلایا اسے مارا[3] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

۱؎ یعنی اس نے کوئی ایسا عذر کیا جو قابل سماع نہ تھا۔ اس طرح کہ کوئی بہانہ بنایا یا شرمندگی مٹانے کے لیے مگر نبی عالم کے سامنے کیا چلے۔ مصرع :- کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے۔

۲؎ یعنی اب تم اسے اپنے پاس ہی رکھو تم ہی استعمال کرو۔ یہ فرمان عالی اظہار ناراضی کے لیے ہے انہیں مالک بنا دینے کے لیے نہیں اور وہ صاحب اس فرمان عالی سے اس چیز کے مالک نہیں ہوگئے۔ اور نہ انہیں اس کا استعمال جائز ہوگیا ۳؎ کیونکہ اس نکیل میں تمام مجاہدین کا حصہ تھا اور وہ سب حضرات متفرق ہوگئے نہ معلوم کون کس علاقہ میں آئے۔ اب ہم کس سے معافی دلوا دیں۔ خیال رہے کہ یہ سب کچھ بھی اظہار ناراضی کے لیے ہے۔ اس کا مقصد یہ نہیں کہ اس جرم کی توبہ ہی نہیں ہوسکتی توبہ تو کفر سے بھی ہوجاتی ہے۔ خیال رہے کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر غاصب کو توبہ کی توفیق ملے مگر مال مغصوبہ کا مالک نامعلوم ہو یا غائب ہوچکا ہو تو اس کے نام پر یہ چیز خیرات کردی جائے لیکن اگر خیرات کردینے کے بعد پھر مالک آجائے تو اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔ یہ فقہی مسئلہ اس حدیث کے خلاف نہیں کہ یہاں مقصود ہے اظہار غضب اور ہم جیسوں کو غضب سے ڈرانا ۴؎ اس حدیث کی بنا پر خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ سوا جانور غلام۔ قرآن مجید کے باقی سامان مغصوبہ جلا دیا جائے۔ امام احمد و اسحاق نے فرمایا کہ [illegible] جلایا جائے کہ یہ تو جہاد میں کام آتی ہے۔ غاصب کا خود اپنا وہ مال جلا دیا جائے جسے لے کر وہ میدان جہاد میں گیا تھا۔ امام اعظم و شافعی و مالک رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یہ عمل شریف زجر تھا۔ اب اس کا کوئی مال جلایا نہ جائے گا۔ بلکہ اسے تعزیر دو سزا دی جائے گی۔ چنانچہ بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ حضور انور نے غال کا [illegible] مگر اس کا مال جلایا نہیں

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يَّكْتُمْ غَالًّا فَاِنَّهٗ مِثْلُهٗ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُدَ
وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ
شِرَى الْمَغَانِمِ حَتّٰى تُقْسَمَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ، وَعَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى اَنْ تُبَاعَ السِّهَامُ حَتّٰى تُقْسَمَ
رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ ، وَعَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ اَصَابَهٗ

تھے کہ جو کوئی غلول کرنے والے کو چھپائے تو وہ بھی اس ہی کی طرح ہے ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوسعید سے
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم سے پہلے حصوں کی خریداری سے منع فرمایا ۲؎ (ترمذی) روایت ہے
حضرت ابوامامہ سے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے تقسیم سے پہلے حصوں کے بیچنے سے منع فرمایا ۳؎
(دارمی) روایت ہے حضرت خولہ بنت قیس سے ۴؎ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ یہ
مال سرسبز و میٹھا ہے ۵؎ جو اسے حق سے لے
گا اسے اس میں

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق عثمان غنی علی مرتضیٰ نے بھی جلا یا نہیں لہذا یہ عمل فقط زجر و توبیخ کے لئے تھا۔

۱؎ کیونکہ مجرم کی مدد کرنا بھی جرم ہے اور مدد دینے والا مجرم ہے ۲؎ شریٰ سے مراد بیچنا و خریدنا دونوں ہیں یعنی کوئی غازی اپنا غنیمت کا مال تقسیم اور قبض سے پہلے فروخت نہ کرے اور نہ کوئی اسے خریدے کیونکہ تقسیم سے پہلے یہ اپنے حصہ کا مالک ہی نہیں اور غیر مالک فروخت نہیں کرسکتا۔ اور اگر اسی طرح فروخت کیا کہ جو مجھے حصہ ملے گا وہ فروخت کرتا ہوں تو یہ مجہول و نامعلوم چیز کی بیع ہے یہ بھی ممنوع ہے نیز کیا خبر اسے غنیمت سے کچھ ملے گا یا نہیں بہت دفعہ کسی وجہ سے غازی غنیمت سے محروم ہوجاتا ہے لہذا یہ بیع خطرناک بھی ہے ۳؎ اس کا مطلب وہ ہی ہے جو ابھی بیان ہوچکے۔ خیال رہے کہ زمین کا حصہ شائع غیر مفرز فروخت ہوسکتا ہے جیسے مشترکہ زمین میں سے کوئی شریک اپنا حصہ فروخت کردے مگر وہاں جہالت سے جھگڑا نہیں ہوگا۔ یہاں جھگڑا پیدا ہونے کا قوی امکان ہے اس لئے مکان یا دکان کا حصہ مشاع بیچنا ممنوع ہے ۴؎ آپ کو خویلہ بھی کہا جاتا ہے جناب حمزہ کی زوجہ ہیں قبیلہ و مدینیہ ہیں (اشعۃ اللمعات) ۵؎ یہاں مال سے مراد مال غنیمت ہے یا مال سے مراد اموال جمع ہے اسی لئے اسے خَضِرَۃٌ حُلْوَۃٌ مؤنث ارشاد ہوا۔ چونکہ لفظاً مذکر ہے اسی لیے اصابہ وغیرہ صیغہ میں مذکر لائی گئیں۔ غرضیکہ معنیً مؤنث ہے لفظاً مذکر لہذا ضمیروں کے اختلاف سے اعتراض نہیں ہوسکتا۔ یعنی یہ مال دیکھنے میں اچھے استعمال میں مزیدار طلوع ہونے میں میٹھی اگر حرام ہو تو بڑے خطرناک۔

بِحَقِّهٖ بُوْرِكَ لَهٗ فِيْهِ وَرُبَّ مُتَخَوِّضٍ فِيْمَا شَاءَتْ بِهٖ نَفْسُهٗ مِنْ مَالِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لَيْسَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا النَّارُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ ۔ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَفَّلَ سَيْفَهٗ ذَا الْفَقَارِ يَوْمَ بَدْرٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ وَهُوَ الَّذِيْ رَاٰى فِيْهِ الرُّؤْيَا يَوْمَ اُحُدٍ ۔ وَعَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَرْكَبْ دَابَّةً مِّنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِيْنَ

برکت دی جائے گی اور بہت سے وہ لوگ جو اللہ رسول کے مال میں گھس پڑتے ہیں جیسے ان کا دل چاہے قیامت کے دن ان کے لیے آگ کے سوا کچھ نہیں ہے (ترمذی) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن تلوار ذوالفقار خود بطور نفل قبول فرمائی (ابن ماجہ) ترمذی نے یہ زیادتی بھی کی کہ یہ وہ ہی تلوار ہے جس کے متعلق حضور نے احد کے دن خواب دیکھا تھا روایت ہے حضرت رویفع ابن ثابت سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ مسلمانوں کی غنیمت سے کسی گھوڑے پر سوار نہ ہو

۱؎ حق سے مراد جائز ذریعہ ہے یا اپنا استحقاق یعنی اگر مال حلال راستے سے آئے تو برکت والا ہے۔ ورنہ ہلاکت اگر پھل باغ کے راستہ سے آئے تو بیماروں کو شفا دے دیتی ہے۔ اگر ہنڈی کے راستے سے آئے تو تندرستوں کو بیمار کر دیتی ہے ۲؎ تخوض بنا ہے خوض سے بمعنی پانی میں گھس جانا۔ جیسے بغیر سوچے سمجھے پانی میں گھس جانا باعث ہلاکت ہے کہ ڈوب کر یا لہروں سے ٹکرا کر انسان مر جاتا ہے یوں ہی بغیر تحقیق کیے ہر طرح مال لے لینا باعث ہلاکت ہے خیال رہے کہ حضور نے مال کو سبزے سے تشبیہ دی کہ جیسے سبزہ جلد خشک ہو جاتا ہے۔ یوں ہی مال بہت جلد ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے اپنا ایمان و تقویٰ برباد کر لینا اللہ رسول کو ناراض کر لینا سخت غلطی ہے۔ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم ۳؎ تنفل بنا ہے نفل سے اس کے معنی ہیں نفل یعنی زیادتی قبول فرمانا، لے لینا تنفیل باب تفعیل کے معنی ہیں دوسرے کو نفل دینا یعنی حضور اقدس نے خود یہ تلوار قبول فرمائی اسے شریعت میں صفی کہتے ہیں یعنی حضور انور کا پسند فرمایا ہوا مال۔ فقار جمع ہے فقرہ کی بمعنی پیٹھ کی ہڈی اسی لیے عبارت کے ٹکڑے کو فقرہ کہا جاتا ہے چونکہ اس تلوار میں جوڑ تھے بہت بہت جیسے بانس کی لکڑی یا اس میں ملکے ہوتی ایسے جوڑ ابھرے تھے جیسے پیٹھ کی ہڈی اس لیے اسے ذوالفقار یعنی جوڑوں والی تلوار کہا جاتا تھا۔ یہ تلوار منبہ ابن حجاج کافر کی تھی۔ جو بدر میں مارا گیا۔ پھر حضور انور کے پاس رہی حضور انور اس تلوار سے جہاد فرماتے تھے۔ پھر بعد حضور نے یہ ذوالفقار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دی (اشعہ و مرقات) امام جعفر محمد ابن علی باقر سے روایت ہے کہ بدر کے دن ایک فرشتہ نے پکارا تھا لاسیف الا ذوالفقار لافتی الا علی۔ (مرقات) بعض لوگوں نے اسے اس طرح بنا لیا۔ شعر

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار ۔ لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار

حَتّٰی اِذَا اَعْجَفَهَا رَدَّهَا فِیْهِ وَمَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ
فَلَا یَلْبَسْ ثَوْبًا مِنْ فَیْءِ الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی اِذَا اَخْلَقَهٗ رَدَّهٗ فِیْهِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ
وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِی الْمُجَالِدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ قُلْتُ هَلْ
کُنْتُمْ تُخَمِّسُوْنَ الطَّعَامَ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
اَصَبْنَا طَعَامًا یَوْمَ خَیْبَرَ فَکَانَ الرَّجُلُ یَجِیْءُ فَیَاْخُذُ مِنْهُ مِقْدَارَ
مَا یَکْفِیْهِ ثُمَّ یَنْصَرِفُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ۰ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ جَیْشًا

کہ جب اسے دبلا کردے تو غنیمت میں لوٹا دے اور جو شخص ایمان رکھتا ہو اللہ اور آخری دن پر تو وہ مسلمانوں کی غنیمت سے کپڑا نہ پہنے کہ جب اسے پرانا کردے تو غنیمت میں لوٹا دے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت محمد ابن ابی مجالد سے وہ عبداللہ ابن ابی اوفیٰ سے راوی فرماتے ہیں میں نے پوچھا کیا آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کھانے سے خمس نکالا کرتے تھے وہ بولے کہ ہم نے خیبر کے دن کھانا پایا تو کوئی شخص آتا تو اس میں سے اپنی کفایت کی بقدر لے لیتا پھر لوٹ جاتا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ

۴؎ حضور انور نے غزوہ احد سے پہلے خواب دیکھا تھا کہ ہمارے ہاتھ میں تلوار ہے ہم نے ہلائی تو اس کا درمیانہ حصہ ٹوٹ گیا دوبارہ ہلائی تو پہلے سے بھی اچھی ہو گئی وہ خواب اسی تلوار کے متعلق تھی کہ ٹوٹی اور جڑ گئی۔ تعبیر وہ تھی کہ احد میں مسلمانوں کو تکلیف ہو گی پھر پہلے سے بھی اچھے ہو جائیں گے۔ ایسا ہی ہوا کہ احد میں تکلیف پائی پھر ہر میدان جیتا ۵؎ آپ صحابی ہیں انصاری ہیں امیر معاویہ کی طرف سے طرابلس کے حاکم رہے ۴۶ھ میں امیر معاویہ کے حکم سے افریقہ فتح فرمایا ۴۷ھ میں فتح افریقہ ہوا ۵۳ھ شام میں وفات پائی (اشعہ) ۱؎ یعنی کوئی غازی تقسیم سے پہلے مال غنیمت کا گھوڑا بلا ضرورت استعمال نہ کرے کہ اسے دبلا کرکے پھر واپس غنیمت میں رکھ دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے گھوڑے پر جہاد کرنا جائز ہے کہ یہ ضرورت استعمال ہے اور بلا ضرورت بھی اگر کچھ سواری کرے جس سے گھوڑا کمزور نہ ہو جائے جائز ہے (اشعہ) ۲؎ یعنی غنیمت کے مال کا کپڑا قبل تقسیم بلا ضرورت استعمال نہ کرو اور ایسی حرکت نہ کرو کہ کپڑا پرانا کرکے پھاڑ کر پھر واپس کردو ۳؎ محمد ابن ابی المجالد تابعی ہیں کوفہ کے رہنے والے ہیں بہت صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے اور عبداللہ ابن ابی اوفی مشہور صحابی ہیں انصاری ہیں، احد اور بعد احد غزوات میں شریک ہوئے ۸۷ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئے ۴؎ محمد ابن ابوالمجالد نے حضرت عبداللہ ابن اوفی صحابی سے تمام صحابہ کرام کا عمل پوچھا اس لئے کنتم اور تخمسون جمع بولا ۵؎ طعام سے مراد ہے پکا ہوا کھانا اور سبزیاں اور سبز میوے جو جلد خراب ہو جاتے ہیں کہ ان میں بھی خمس کے بعد تقسیم غنیمت ہوا کرتی یا ان چیزوں میں آزادی تھی ۶؎ خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم کی غنیمت سے خمس نہ لیا جاتا تھا بلکہ ہر مجاہد اپنی ضرورت کے مطابق لے لیتا تھا اور ذخیرہ کرکے گھر نہ لاتا

غَنِمُوْا فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا وَّعَسَلًا فَلَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُمُ الْخُمُسُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ. وَعَنِ الْقَاسِمِ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنَّا نَاْكُلُ الْجُزُرَ فِي الْغَزْوِ وَلَا نُقَسِّمُهٗ حَتّٰى اِذَا كُنَّا لَنَرْجِعُ اِلٰى رِحَالِنَا وَاَخْرِجَتُنَا مِنْهُ مَمْلُوَّةٌ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ. وَعَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اَدُّوا الْخِيَاطَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک لشکر نے کھانا اور شہد غنیمت میں حاصل کیا تو اس سے خمس نہ لیا گیا۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت قاسم مولیٰ عبدالرحمٰن سے۲؎ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ سے راوی فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ میں اونٹ کھایا کرتے تھے اسے تقسیم نہ کرتے تھے حتی کہ جب ہم اپنی منزل کی طرف لوٹتے اس طرح کہ ہماری خورجیاں اس سے بھری ہوتیں۳؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ دھاگہ اور سوئی تک ادا کرو۴؎ اور

تو اس ہی استعمال کر لیتا تھا اس کی تفصیل بیان ہو چکی یعنی ان ضروریات سے جو بچا تھا اس سے خمس نہ لیا جاتا تھا تقسیم باقاعدہ کیا جاتا تھا۔

۱؎ یعنی جو غلہ شہد وغیرہ کھا لیا گیا اس میں سے خمس نہ دیا گیا۔ اس غلہ میں کھائے ہوئے دانے، کھائے ہوئے جانور وغیرہ سب داخل ہیں۔ ۲؎ قاسم تابعی ہیں شامی ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن، آپ کی ملاقات چالیس صحابہ کرام سے ہے ۱۱۲ھ ایک سو بارہ ہجری میں وفات پائی۔ آپ کی اکثر روایات حضرت ابو امامہ، معاویہ، عبداللہ ابن بسر سے ہے (اشعہ) آپ کے مولیٰ کا نام عبدالرحمٰن ابن خالد ہے، وہ تابعی ہیں، ان کی ملاقات حضرت ابو امامہ سے ہے۔ ۳؎ اخرجہ جمع خرج کی خ کے پیش سے بمعنی گون، بوری، توبڑے، اور منزل سے مراد اپنے وطنی گھر نہیں بلکہ جماعت سفر کی منزل مراد ہے جہاں مسافر عارضی ٹھہرتے ہیں۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم پیچھے والے مسافر ہوتے تھے ہر ایک آدمی اسی اونٹ کے گوشت سے بوری بھر لاتا تھا اپنے سارے خیمہ والوں کا حصہ، فقہا فرماتے ہیں کہ غازی بچا ہوا کھانا چارہ وغیرہ غنیمت میں واپس کرے۔ فقہا کا یہ فتویٰ اس حدیث کے خلاف نہیں ۴؎ مرقات میں فرمایا کہ خیاط اور مخیط دونوں کے معنی ہیں دھاگہ۔ خیاط جمع خیط نہیں ہے، سنا ہے کہ اس کی جمع خیوط یا اخیاط آتی ہے مگر خیاط۔ یہ تکرار تاکید کے لیے ہے مگر اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ مخیط بروزن منبر ہے سینے کا آلہ یعنی سوئی۔ لہذا خیاط کے معنی دھاگہ اور مخیط کے معنی سوئی لہذا تکرار نہیں مطلب یہ ہے کہ معمولی سے معمولی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز بھی بغیر تقسیم نہ لو۔

وَالْمِخْيَطَ وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُولَ فَإِنَّهُ عَارٌ عَلٰى أَهْلِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ
وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ، وَعَنْ عَمْرِو بْنِ
شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ دَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
بَعِيرٍ فَأَخَذَ وَبَرَةً مِنْ سَنَامِهِ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَيْسَ
لِي مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ شَيْءٌ وَلَا هٰذَا وَرَفَعَ إِصْبَعَهُ إِلَّا الْخُمُسَ وَ
الْخُمُسُ مَرْدُودٌ عَلَيْكُمْ فَأَدُّوا الْخِيَاطَ وَالْمِخْيَطَ فَقَامَ رَجُلٌ
فِي يَدِهِ كُبَّةٌ مِنْ شَعْرٍ فَقَالَ أَخَذْتُ هٰذِهِ لِأُصْلِحَ بِهَا

خیانت سے بچو کہ یہ خیانت قیامت کے دن خائن پر عار ہوگی ۱ دارمی اور نسائی نے بروایت عمرو ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کی۔ روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹ کے قریب ہوئے تو اس کے کوہان سے ایک بال لیا ۲ پھر فرمایا اے لوگو! اس فیئ میں سے میرے لیے کچھ نہیں اور نہ یہ بال ۳ اور اپنی انگلی شریف اٹھائی سوائے خمس کے ۴ اور خمس بھی تم پر ہی لوٹ جاتا ہے ۵ لہذا سوئی دھاگہ بھی ادا کرو تو ایک شخص کھڑا ہوا جس کے ہاتھ میں بالوں کی پنڈلی تھی بولا میں نے یہ لیا ہے تاکہ اس سے

۱ کیونکہ خیانت کا مال خائن کے کندھے پر ہوگا۔ جسے یہ تمام مخلوق کے سامنے اٹھائے پھرے گا۔ تکلیف بھی اٹھائے گا بدنام بھی ہوگا۔ جیسا کہ پہلے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا ۲ وبرہ خاص اونٹ کے بال کو کہتے ہیں اور شعر ہر بال کو کہا جاتا ہے۔ سنام اونٹ کی پیٹھ میں ابھری ہوئی ہڈی کا حصہ کوہان کہا جاتا ہے ۳ یعنی حقیر سے حقیر اور معمولی سے معمولی چیز بھی غنیمت سے میرا حصہ نہیں اس سے صفی مستثنیٰ ہے۔ صفی وہ چیز ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرمالیں۔ جیسے ابھی ذوالفقار کا واقعہ گزرا کہ وہ صفی تھی یا غزوہ خیبر میں بی بی صفیہ بنت حیی ابن اخطب کہ یہ اس صفی ہی سے تھیں۔ اس صفی میں صدہا حکمتیں ہوتی تھیں مثلًا بی بی صفیہ یہود کے سردار کی بیٹی تھیں ان کا حضور انور کے نکاح میں ہونا ہی موزوں تھا یا ذوالفقار کفار کے سردار کی تلوار حضور انور کے ہاتھ میں اس کا ہونا کفار کے زیادہ جلنے کا باعث تھا۔ بہرحال یہاں قانون کا ذکر ہے اور صفی کا اختیار فرمانا دائمی قانون نہ تھا کبھی اتفاقیہ تھا ۴ اشارہ کے لیے صرف ایک انگلی اٹھائی یعنی صرف ایک خمس ہی ہمارا حق ہے اس کے سوا کچھ نہیں ۵ یعنی وہ بھی تمہاری مصلحتوں میں ہی خرچ ہوتا ہے کہ اس خمس سے ہم جنگی سامان گھوڑے تیر وغیرہ خریدتے ہیں، موقعہ بموقعہ مساکین کی مدد فرماتے ہیں

بَرْذَعَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا مَا كَانَ لِي وَلِبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَهُوَ لَكَ فَقَالَ أَمَّا إِذَا بَلَغَتْ مَا أَرَى فَلَا أَرَبَ لِي فِيهَا وَنَبَذَهَا رَوَاهُ أَبُوْدَاؤدَ • وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَعِيْرٍ مِّنَ الْمَغْنَمِ فَلَمَّا سَلَّمَ أَخَذَ وَبَرَةً مِّنْ جَنْبِ الْبَعِيْرِ ثُمَّ قَالَ وَلَا يَحِلُّ لِي مِنْ غَنَائِمِكُمْ مِثْلُ هٰذَا إِلَّا الْخُمُسَ وَالْخُمُسُ مَرْدُوْدٌ فِيْكُمْ رَوَاهُ أَبُوْدَاؤدَ • وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ لَمَّا قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کمبل کو درست کروں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری یا عبدالمطلب کی اولاد کی ہو تو وہ تیرے لیئے ہے تو وہ بولا کہ یہ اس حد تک پہنچی ہوئی ہے جو میں دیکھ رہا ہوں تو مجھے اس کی ضرورت نہیں اسے پھینک دیا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عمرو ابن عبسہ سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت کے کچھ اونٹوں کی طرف نماز پڑھائی تو پھر جب سلام پھیرا تو اونٹ کے کروٹ سے بال لیا پھر فرمایا کہ تمہاری غنیمتوں میں سے میرے لیئے اتنا بھی حلال نہیں سوا خمس کے اور خمس بھی تم ہی میں لوٹایا جاتا ہے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱ یعنی یہ اونی رسا گر گئی ہے مقصود صرف یہ ہے کہ میرا کمبل پھٹا اور ادھڑا ہوا ہے اسے درست کرنا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو تو لے لوں۔ ۲ یعنی اگر یہ رسا گر گئی میرے خمس میں آگئی تو میری طرف سے تجھے اجازت ہوگی اور اگر میرے کسی عزیز مطلبی کو غنیمت کے حصے میں ملی گئی تو میں ان کی طرف سے تجھے اجازت دیتا ہوں لیکن اگر کسی اور کے حصہ میں پہنچ گئی تو پھر تو جانے اور وہ مالک جانے ۳ یعنی جب اس معمولی چیز میں ایسی باریکی اور ایسی تنگی ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں کہ پہلے تو کسی کی ملکیت میں آنے کا انتظار کروں۔ پھر مالک سے خوشامد کرکے مانگوں یہ کہا اور رسی وہاں ہی رکھ دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ٹوٹ گیا ۴ اس طرح کہ اس اونٹ کو سترہ بنا کر اس کے پیچھے نماز پڑھائی۔ معلوم ہوا کہ بیٹھے ہوئے جانور بلکہ یونہی بیٹھے ہوئے انسان کی پیٹھ کو سترہ بنانا درست ہے ۵ یہ واقعہ دوسرا ہے اور جو پہلے مذکور ہوا وہ واقعہ تھا یہی ظاہر ہے۔
۶ آپ مشہور صحابی ہیں نوفل ابن عبد مناف کی اولاد سے ہیں۔ عبد مناف کے چار بیٹے تھے ہاشم۔ مطلب۔ نوفل اور عبد شمس۔ حضرت جبیر تو نوفل کی اولاد سے تھے حضرت عثمان اور تمام بنی امیہ عبد شمس کی اولاد سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاشم کی اولاد سے اس کی تفصیل پہلے فصل اول میں گزر چکی ہے

سَهْمَ ذَوِي الْقُرْبٰى بَيْنَ بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ أَتَيْتُهُ أَنَا وَعُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰؤُلَاءِ إِخْوَانُنَا مِنْ بَنِي هَاشِمٍ لَا نُنْكِرُ فَضْلَهُمْ لِمَكَانِكَ الَّذِي وَضَعَكَ اللّٰهُ مِنْهُمْ أَرَأَيْتَ إِخْوَانَنَا مِنْ بَنِي الْمُطَّلِبِ أَعْطَيْتَهُمْ وَتَرَكْتَنَا وَإِنَّمَا قَرَابَتُنَا وَقَرَابَتُهُمْ وَاحِدَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا بَنُوْ هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ شَيْءٌ وَاحِدٌ هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ وَالنَّسَائِيِّ نَحْوُهٗ وَفِيْهِ أَنَا وَبَنُو الْمُطَّلِبِ لَا نَفْتَرِقُ فِي جَاهِلِيَّةٍ وَلَا إِسْلَامٍ وَإِنَّمَا نَحْنُ وَهُمْ شَيْءٌ

اپنے قرابت داروں کا حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب میں تقسیم فرمادیا تو میں اور حضرت عثمان ابن عفان حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے عرض کیا یارسول اللہ یہ ہمارے بھائی بنی ہاشم ہم ان کی بزرگی کے منکر نہیں آپ کے ہونے کی وجہ سے کہ رب نے آپ کو ان میں پیدا فرمایا لیکن ہمارے بھائیوں بنی مطلب کے متعلق حضور فرمائیں کہ آپ نے انہیں دیا اور ہم کو چھوڑ دیا حالانکہ ہمارا ان کا رشتہ ایک ہی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنی مطلب اس طرح ایک ہیں اور اپنی انگلیوں کو مخلوط فرمادیا (شافعی) ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں اسی طرح ہے اور اس میں یہ ہے کہ میں اور بنی مطلب نہ دور جاہلیت میں الگ ہوئے نہ اسلام میں ہم اور وہ ایک ہی چیز ہیں

۱ اور نوفل و عبدالشمس کی اولاد کو اس خمس میں سے کچھ نہ دیا جیسا کہ پہلے گزرچکا اور نوفل کی اولاد سے میں تھا۔ عبدشمس کی اولاد سے حضرت عثمان **۲** یعنی اگرچہ نسبی رشتہ میں ہم سب حضور سے برابر تعلق رکھتے ہیں مگر بنی ہاشم کو اس بنے بزرگی ہے کہ حضور ان میں سے ہیں **۳** کیا ہم حضور کے ذی قرابۃ نہیں ہیں یقیناً ہیں تو حضور انور نے ہم کو ذی القربیٰ کا حصہ خمس سے کیوں نہ دیا **۴** یعنی نسبت میں تم اور بنی مطلب برابر ہو مگر خدمت میں بنی مطلب تم سے بڑھ کر ہیں کیونکہ ابتداء اسلام میں انہوں نے اسلام کی بڑی خدمات انجام دیں۔ تم لوگ بعد میں اسلام میں داخل ہوئے۔ بائیکاٹ کے زمانہ میں بنی ہاشم و مطلب ایک رہے مگر بنی نوفل اور بنی عبدشمس بائیکاٹ میں کفار کے ساتھ مل گئے۔ لہذا ان کو تم پر فوقیت حاصل ہے۔

وَاحِدَةً وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ قَالَ إِنِّي لَوَاقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ فَنَظَرْتُ عَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ فَإِذَا أَنَا بِغُلَامَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ حَدِيْثَةً أَسْنَانُهُمَا فَتَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُوْنَ بَيْنَ أَضْلَعَ مِنْهُمَا فَغَمَزَنِيْ أَحَدُهُمَا فَقَالَ أَيْ عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ أَبَا جَهْلٍ قُلْتُ نَعَمْ فَمَا حَاجَتُكَ إِلَيْهِ يَا ابْنَ أَخِيْ قَالَ أُخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسُبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَئِنْ رَأَيْتُهُ لَا يُفَارِقُ سَوَادِيْ سَوَادَهُ حَتّٰى يَمُوْتَ

اور اپنی انگلیوں شریف میں ۱ اختلات فرمادیا تیسری فصل روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن عوف سے ۲ فرماتے ہیں کہ میں بدر کے دن صف میں کھڑا تھا تو میں نے اپنے داہنے بائیں دیکھا تو میں انصار کے دو نوعمر بچوں کے درمیان تھا ۳ میں نے تمنا کی کہ میں ان سے بہادروں کے درمیان ہوتا ۴ ان دونوں میں سے ایک نے مجھے اشارہ کیا ۵ بولا اے چچا! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں تو میں بولا تجھے اس سے کیا کام ہے اے بھتیجے؟ وہ بولا مجھے خبر ملی ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو میرا جسم اس کے جسم سے جدا نہ ہوگا

تاآنکہ ہم سے

۱ اس سے معلوم ہوا کہ مصیبت کے وقت ساتھ دینے والے بڑی قدر و منزلت کے مستحق ہیں یہ لوگ چونکہ مصیبت کے ساتھی ہیں لہذا اس خمس کے حقدار ہیں۔ اس کے متعلق نفیس کلام پہلے گزر چکے ۲ آپ کی کنیت ابومحمد ہے زہری ہیں قریشی ہیں۔ عشرہ مبشرہ سے ہیں حضرت ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ صاحب ہجرتین ہیں کہ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر مدینہ منورہ کی طرف تمام غزوات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حضور انور نے غزوہ تبوک میں فجر کی ایک رکعت آپ کے پیچھے پڑھی غزوہ احد میں بیس زخم کھائے۔ بعض زخموں کی وجہ سے آپ کا ایک پاؤں بیکار ہوگیا تھا۔ عام الفیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے ۳۲ھ میں وفات ہوئی۔ بہتّر سال عمر پائی۔ مدینہ منورہ میں دفن ہوئے۔

۳ جنگ بدر ۲ھ ۱۷ ماہ رمضان جمعہ کو ہوئی جس میں مسلمان تین سو تیرہ تھے۔ کفار اولاً ساڑھے نو سو تھے۔ ابوسفیان کا قافلہ بچ جانے کے بعد ایک ہزار ہوگئے تھے۔ مسلمانوں کے پاس صرف دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ تلواریں تھیں۔ باقی غازیوں کے پاس کھجور کی لکڑیاں تھیں۔

۴ تاکہ جنگ کے وقت مجھے ان سے مدد ملتی کیونکہ سپاہی کو اپنے بازوؤں سے مدد ملتی ہے۔ چونکہ وہ دونوں نوعمر تھے۔ اس لیے حضرت عبدالرحمن نے انہیں کمزور سمجھا۔ نیز وہ دونوں انصار تھے۔ اور بہادری میں مہاجرین مشہور تھے دریافت ہے ۵ غمز کے معنی دبانے کے بھی ہیں

الْأَعْجَلُ مِنَّا قَالَ فَتَعَجَّبْتُ لِذٰلِكَ قَالَ وَغَمَزَنِي الْآخَرُ فَقَالَ لِي مِثْلَهَا فَلَمْ أَنْشَبْ أَنْ نَظَرْتُ إِلَى أَبِي جَهْلٍ يَجُولُ فِي النَّاسِ فَقُلْتُ أَلَا تَرَيَانِ صَاحِبَكُمَا الَّذِي تَسْأَلَانِي عَنْهُ قَالَ فَابْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا فَضَرَبَاهُ حَتّٰى قَتَلَاهُ ثُمَّ انْصَرَفَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَاهُ فَقَالَ أَيُّكُمَا قَتَلَهُ فَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَا قَتَلْتُهُ

جلد موت والا مرجائے ۱ فرماتے ہیں میں نے اس پر تعجب کیا ۲ فرماتے ہیں کہ دوسرے نے بھی مجھے اشارہ کیا تو مجھے اسی طرح کہا تو میں بلا ٹھہرا حتی کہ میں نے ابوجہل کو دیکھ لیا جو لوگوں کے بیچ گھوم رہا تھا تو میں بولا کیا تم دیکھتے نہیں یہ تمہارا وہ یار ہے جس کے متعلق تم مجھ سے پوچھ رہے تھے فرماتے ہیں کہ وہ دونوں اپنی تلواریں لے کر اس پر جھپٹ پڑے مارا حتی کہ اسے قتل کر دیا پھر دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹے حضور کو اس کی خبر دی تو فرمایا تم دونوں میں سے کس نے اسے قتل کیا ہر ایک بولا میں نے

اور آنکھ سے اشارہ کرنے کے بھی۔ یہاں بمعنی دبانا ہے۔ یعنی میرا ہاتھ دبا کر مجھے اپنی طرف متوجہ کیا اور پھر چپکے سے یہ پوچھا ۲ اہل عرب اپنے سے بڑے کو چچا کہہ کر پکارتے ہیں۔ یہاں یہی محاورہ استعمال ہوا ہے ورنہ حضرت عبدالرحمن ابن عوف رشتہ میں ان بچوں کے چچا نہ تھے۔ لشکر کفار سامنے تھا ان دونوں نے پوچھا کہ وہ جو سامنے لشکر ہے اس میں ابوجہل کون ہے ۳ سبحان اللہ یہ ہے ایمان اور یہ ہے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوجہل کو حضور انور کی شان میں گستاخیاں کرتے سنا تھا بلکہ یوں ہی اڑتی اڑتی خبر پہنچی تھی کہ تڑپ گئے اور اسے مارنے کو تیار ہو گئے۔ اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے۔

قسم کھائی ہے دونوں نے کریں گے قتل ناری کو ٭ سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

۴ کیونکہ میں نے سمجھا کچھ تھا اور ظاہر کچھ اور ہوا۔ یہ دونوں تو بہادروں کے سردار نکلے جو حوصلہ بہت بلند ظاہر ہوا ۵ یعنی اپنے لشکر میں چکر لگا رہا تھا انہیں درست کر رہا تھا ۶ یہاں صاحب یا کر یار بمعنی دوست نہیں بلکہ بمعنی مطلوب ہے جس کی طلب ہو یعنی تم جس کی جستجو میں ہو وہ یہی ہے، سامنے دیکھو ۷ یعنی یہ دونوں اکیلے اس کی فوج میں پہنچے اور بغیر یار و مددگار ساتھ لئے اس پر ٹوٹ پڑے اور آتے ہی اسے ختم کر دیا یعنی گرا دیا خیال ہے کہ ان دونوں نے اسے بالکل مار نہ ڈالا تھا بلکہ قریب الہلاک کر دیا تھا جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔ اسے سسکتا ہوا چھوڑ کر بھاگے کہ ان کی فوج میں گھر گئے۔ ان دونوں جانبازوں کو دو والوں نے گھیر لیا۔ اس موقعہ پر ایک کا ہاتھ بازو سے کٹ گیا جسے انہوں نے خود پاؤں سے دبا کر توڑ دیا اور پھر وہاں کفار کا مقابلہ کرتے رہے ہاتھ اٹھائے ہوئے حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضور انور نے وہ ہاتھ کاندھے پر رکھ کر لعاب دہن لگا دیا وہ ہاتھ جڑ گیا اور دوسرے ہاتھ سے زیادہ مضبوط ہو گیا۔ جیسا کہ ان شاء اللہ باب المعجزات میں ذکر کیا جائے گا ۸ قتل ابوجہل کا بھی خبر دی اور واقعہ قتل کی بھی خبر دی تاکہ اس کا انعام ملے کہ ہم نے اسے بچپن اس طرح قتل کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل ابوجہل کی خبر سن کر

فَقَالَ هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا فَقَالَا لَا فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّيْفَيْنِ فَقَالَ كِلَاكُمَا قَتَلَهُ وَقَضَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَلَبِهِ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ وَالرَّجُلَانِ مُعَاذُ ابْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ وَمُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ • وَعَنْ

ہر ایک بولا کہ اسے میں نے مارا ہے تو فرمایا کیا تم نے اپنی تلواریں پونچھ لی ہیں وہ بولے نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلواریں دیکھیں فرمایا تم دونوں نے ہی اسے قتل کیا ہے۲ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سلب کا فیصلہ معاذ ابن عمرو ابن جموح کے لیے کیا۳ اور وہ دونوں صاحب معاذ ابن عمرو ابن جموح اور معاذ ابن عفراء تھے۴ (مسلم، بخاری) روایت ہے

سجدۂ شکر ادا کیا۔ جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔ خیال رہے کہ اپنے جانی مالی دشمن کے فوت ہونے پر خوشی منانا ممنوع ہے

اگر بمرد عدو جائے شادمانی نیست — کہ زندگانی ما نیز جاودانی نیست

مگر قومی، دینی، ملکی دشمن کے مرجانے پر شکر کرنا سنت ہے۔ عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ اسی لیے سنت ہے کہ اس دن فرعون غرق ہوا ہے۔ دینی دشمن کے مرجانے سے مخلوق خدا اس کے فساد سے محفوظ ہوجاتی ہے ۲ دونوں نے سچ کہا کیونکہ تلوار کے وار اس مردود پر دونوں ہی نے کیے تھے۔ اگرچہ ایک نے سبقت کی ہوگی اور ایک ہی کا وار کاری لگا ہوگا جس سے وہ ناری جہنم رسید ہوا ہوگا۔ بہرحال دونوں سچے ہیں خود حضور نے بھی ان کی تصدیق فرمائی جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

۳ یعنی واقعی تم دونوں اس کے قتل میں شریک ہو۔ تم دونوں کے واروں سے اسے اللہ نے نار میں داخل کیا ہے تم دونوں سچے ہو۔ یہ فرمان ان دونوں کو خوش کرنے کے لیے ہے ۳ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات سے معلوم فرمالیا کہ اصل قاتل یہ ہیں۔ حضرت شیخ نے اشعہ میں لکھا کہ قتل کرنے میں یہ دونوں شریک تھے۔ مگر اسے گرانے پچھاڑنے والے معاذ ابن عمرو ابن جموح تھے۔ اس لیے سلب صرف ان کو عطا فرمایا گیا غرضیکہ یہ تخصیص بلا وجہ نہ تھی وجہ سے تھی ۴ خیال رہے کہ ان دونوں بزرگوں کا نام معاذ یا معوذ ہے یہ دونوں حضرات اخیافی یعنی ماں شریک بھائی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام عفراء ہے۔ ان کے ایک خاوند کا نام عمرو ابن جموح ہے۔ دوسرے خاوند کا نام حارث ہے لہذا معاذ ابن عفراء میں نسبت ماں کی طرف ہے۔ بعض روایات میں ان دونوں معاذوں کو ابن عفراء کہا جاتا ہے۔ وہ بھی درست ہے دونوں کی نسبت ماں کی طرف ہے۔ اس حدیث سے چند مسائل ثابت ہوئے۔ ایک یہ کہ کسی مسلمان کو اس کی نوعمری کی وجہ سے ضعیف نہیں سمجھنا چاہیے۔ بسا اوقات چھوٹے اور دبلے آدمی وہ کام کر دکھاتے ہیں جو بڑی عمر والے موٹے تازے آدمیوں سے نہ ہوسکیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ رسول کے دشمنوں سے عداوت رکھنا سنت صحابہ ہے تیسرے یہ کہ جنگ میں ہر کام بہت پھرتی سے ہی ہوتا ہے۔ چوتھے یہ کہ علامات دیکھ کر بغیر گواہ کے سلب دینا جائز ہے کہ حضور نے [illegible]

أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ مَنْ يَّنْظُرُ لَنَا مَا صَنَعَ اَبُوْجَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَوَجَدَهٗ قَدْ ضَرَبَهُ ابْنَا عَفْرَاءَ حَتّٰى بَرَدَ فَاَخَذَ بِلِحْيَتِهٖ فَقَالَ اَنْتَ اَبُوْجَهْلٍ فَقَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ فَلَوْ غَيْرُ اَكَّارٍ قَتَلَنِيْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن ہمارے لیے کون دیکھے گا کہ ابوجہل کو کیا ہوا تو ابن مسعود چلے تو اسے پایا کہ عفراء کے بیٹوں نے اسے مار دیا ہے حتی کہ ٹھنڈا ہو گیا ہے تو آپ نے اس کی داڑھی پکڑ کر فرمایا کہ کیا تو ہی ابوجہل ہے وہ بولا کہ کیا تم نے مجھ سے اوپر والے کو بھی قتل کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ بولا کاش مجھے کسان کے علاوہ کوئی اور قتل کرتا (مسلم بخاری)

ان کی تلواریں دیکھ کر ایک کو سلب عطا فرمایا۔ جہاں گواہ طلب فرمانے کا ذکر ہے وہاں علامات نہ ہونے کی صورت ہے پانچویں یہ کہ حضرات صحابہ کی ہمت و جرأت بے مثال تھی ۱؎ یہ ارشاد عالی غزوہ بدر ختم ہو چکنے اور سکون حاصل ہو جانے کے بعد ہوا۔ دوران جنگ میں اس طرف توجہ ہی نہیں ہوتی یعنی کوئی شخص کفار کی نعشوں میں زخمیوں میں ابوجہل کو تلاش کرے کہ وہ جی رہا ہے یا مر گیا ہے۔ مردوں میں پڑا ہے یا زخمیوں میں ۲؎ اگر صنع معروف ہے تو ترجمہ وہی ہے جو ہم نے عرض کیا۔ اور اگر صنع مجہول ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ ابوجہل کے ساتھ کیا کیا گیا۔ رب نے اس سے کیا معاملہ فرمایا اسے موت دے دی یا ابھی نہیں اور موت دے دی ہے تو کس حالت میں ۳؎ یہاں ٹھنڈا ہو جانے سے مراد اگر مر جانا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ ٹھنڈا ہو جانے کے قریب ہو گیا ہے۔ اور اگر مراد جسم کا خون نکل کر حرارت غریزی ختم ہو جانا ہے تو مطلب بالکل ظاہر ہے یعنی اس کا جسم ٹھنڈا ہو چکا ہے اور وہ قریب الموت ہے کتے کی طرح سسک رہا ہے خیال رہے کہ ابوجہل کو تمام کفار مکہ اس حالت میں چھوڑ کر بھاگ چکے تھے ۴؎ معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں مشرکین بھی ایک مشت داڑھی رکھتے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کافر کی داڑھی کی کوئی عزت و حرمت نہیں اسے پکڑنا کھینچنا جائز ہے۔ مسلمان کی داڑھی بڑی عزت کی چیز ہے کہ سنت رسول اللہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم ۵؎ یعنی آج کے مقتولین میں سب سے بڑی عزت و عظمت والا میں ہی ہوں کہ تمام کفار مکہ بلکہ کفار عرب کا سردار ہوں ۶؎ یعنی مجھے اس ذلت کا غم ہے جو اس قتل میں مجھے پہنچی کہ مجھے مدینہ کے انصار کے دو بچوں نے قتل کیا۔ اہل مدینہ عموماً کھیتی و باغبانی کیا کرتے تھے۔ اسی لیے اس نے انہیں اکار یعنی کسان کہا مجھے کوئی بڑی عزت والا قتل کرتا۔ معلوم ہوا کہ ابوجہل بمقابلہ فرعون زیادہ متکبر تھا کہ فرعون ڈوبتے وقت بول اٹھا۔ آمَنْتُ آمَنْتُ بِہٖ بنو اسرائیل۔ مگر یہ مردود اب اس حالت میں بھی شیخی ہی بگھار رہا ہے۔ اگر اس حالت میں کلمہ پڑھ لیتا تو شاید کچھ فائدہ اٹھا لیتا۔

وعن سعد بن ابی وقاص قال اعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رھطا وانا جالس فترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منھم رجلا ھو اعجبھم الی فقمت فقلت مالک عن فلان واللہ انی لاراہ مومنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او مسلما ذکر ذلک سعد ثلثا واجابہ بمثل ذلک ثم قال انی لاعطی الرجل وغیرہ احب الی منہ خشیۃ ان یکب فی النار علی وجھہ متفق علیہ وفی روایۃ لھما قال الزھری فنری ان الاسلام

روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو عطیہ فرمایا میں بیٹھا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا جو ان سب میں مجھے زیادہ پسندیدہ تھا[۱] میں اٹھا اور میں نے عرض کیا فلاں کے متعلق کیا رائے عالی ہے میں تو اسے مومن سمجھتا ہوں[۲] تب حضور نے فرمایا بلکہ مسلم کہو[۳] سعد نے تین بار عرض کیا اور حضور نے اسی طرح جواب دیا پھر فرمایا کہ میں کبھی کسی شخص کو دیتا ہوں حالانکہ دوسرا شخص مجھے زیادہ پیارا ہوتا ہے[۴] اس خوف سے کہ اپنے منہ کے بل آگ میں گرایا جائے[۵] (مسلم بخاری) اور ان کی ایک روایت میں ہے زہری نے فرمایا

۱ یعنی حضور نے ایسے شخص کو عطیہ نہ دیا جو ایمان و اعمال میں مجھے بہت پسندیدہ تھا۔

۲ یعنی جہاں تک مجھے علم ہے یہ صاحب مومن کامل اور عالم تام ہیں، ایمان و تقویٰ دونوں کے جامع ہیں۔

۳ اس فرمان عالی میں ان صاحب کے ایمان کی نفی نہیں بلکہ حضرت سعد کو تعلیم ہے کہ کسی کے متعلق اس کے ایمان کی قطعی شہادت نہ دو کہ ایمان دلی تصدیق کا نام ہے جس پر اللہ تعالیٰ ہی خبردار ہے۔ اسلام ظاہر کا نام ہے جس کی تم گواہی دے سکتے ہو۔ خیال رہے کہ کبھی ایمان و اسلام ہم معنی آتے ہیں اور کبھی ان میں فرق کیا جاتا ہے کہ دلی عقیدوں کا نام ایمان ہوتا ہے اور ظاہری اطاعت کا نام اسلام یہاں دوسرے معنی مراد ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا اور فرماتا ہے فلما اسلما وتلہ للجبین اور فرماتا ہے اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العلمین ان آیات میں اسلام سے مراد ظاہری اطاعت و فرمانبرداری ہے۔

۴ یعنی ہمارا کسی کو کم دینا یا نہ دینا اس کی علامت نہیں کہ ہم اس سے ناراض ہیں یا اس کو مسلمان نہیں سمجھتے اور کسی کو زیادہ دینا اس کی علامت نہیں کہ ہم اس سے راضی ہیں اسے مومن کامل سمجھتے ہیں بلکہ کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے کہ مومن کامل کو کم دیتے ہیں یا کچھ نہیں دیتے اور مذبذب کو زیادہ عطا فرماتے ہیں۔

۵ یعنی یہ عطا فضائل کی وجہ سے نہیں بلکہ ضعیف الایمان لوگوں کو ہم عطائیں دیتے ہیں کہ اگر ان کو نہ دیں تو خطرہ ہے کہ وہ پھر کفر کی طرف لوٹ جائیں

الْكَلِمَةُ وَالْإِيمَانُ الْعَمَلُ الصَّالِحُ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ يَعْنِي يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ إِنَّ عُثْمَانَ انْطَلَقَ فِي حَاجَةِ اللّٰهِ وَحَاجَةِ رَسُولِهِ وَإِنِّي أُبَايِعُ لَهُ فَضَرَبَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَهْمٍ وَلَمْ يَضْرِبْ لِأَحَدٍ غَابَ

ہم سمجھتے ہیں کہ اسلام کلمہ طیبہ ہے اور ایمان نیک عمل[1] روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے یعنی بدر کے دن پس فرمایا کہ عثمان اللہ تعالیٰ کے کام اور اس کے رسول کی خدمت میں گئے ہیں[2] میں ان کی بیعت میں کرتا ہوں گا[3] چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے حصہ مقرر فرمایا ان کے سوا کسی غائب شخص کا

اور روزخ میں گر جائیں، پختہ مومنین پر ہم کو اعتماد ہے کہ انہیں مال ملے یا نہ ملے وہ مومن ہی رہیں گے ان کو دینے کا اہتمام نہیں فرماتے انہیں نہ دینا ان کی پختگی ایمان کی وجہ سے ہے یہ ہی سنت الہیہ ہے۔ بار ہا مقبول بندوں پر مصیبتیں بھیج دیتا ہے یا انہیں کم عطا فرماتا ہے کیونکہ وہ بہرحال مومن رہیں گے کچھ ملے یا نہ ملے۔ کچی کھیتی کو پانی بہت دیا جاتا ہے۔ اس کی رکھوالی زیادہ کی جاتی ہے کہ اس کی جڑیں مضبوط نہیں، پانی نہ ملنے پر خشک ہو جائے گی۔ مضبوط درختوں کی زیادہ پرواہ نہیں کی جاتی کہ اس کی جڑیں پختہ ہیں۔ پانی نہ ملنے پر بھی ہرے بھرے رہتے ہیں۔

[1] یعنی سرکار عالی کے اوصلمًا فرمانے سے معلوم ہوا کہ ایمان و اسلام میں فرق ہے۔ اس فرق میں کئی احتمال ہیں۔ ایک یہ ہے کہ صرف کلمہ طیبہ پڑھ لینا اسلام ہے اور ساتھ ہی نیک اعمال بھی کرنا ایمان اور دونوں میں اور بھی فرق کیے گئے ہیں۔

[2] غزوۂ بدر کے موقعہ پر حضور انور کی صاحبزادی بی بی رقیہ جو حضرت عثمان غنی کی زوجہ مطہرہ تھیں سخت بیمار تھیں ان کی تیمار داری کرنے کے لیے عثمان غنی کو حضور انور نے مدینہ منورہ میں ہی چھوڑا بدر میں ساتھ نہ لے گئے۔ حتی کہ حضور کے پیچھے ہی ان کی وفات ہوگئی اور دفن کر دی گئیں (مرقات) یہ فرمان عالی بدر کی غنیمت تقسیم فرماتے وقت کا ہے۔ خیال رہے کہ جناب رقیہ کی تیمار داری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت تھی مگر اس کو اللہ رسول کا کام فرمایا گیا۔ معلوم ہوا کہ حضور کی فرمانبرداری رب تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

[3] چنانچہ حضور انور نے اپنا بایاں ہاتھ اٹھایا اور فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے داہنے ہاتھ کو فرمایا کہ یہ ہمارا ہاتھ ہے اور خود ہی حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی۔ اس بیعت عثمان کا واقعہ دو بار ہوا۔ ایک تو غزوۂ بدر میں دوسرے بیعت الرضوان میں مقام حدیبیہ میں یہ ہے حضرت عثمان کی شان رضی اللہ عنہ۔

دست حبیب خدا جو کہ یداللہ تھا ہاتھ بنا آپ کا آپ وہ ذی شان ہیں۔

غَیْرَہٗ رَوَاہُ اَبُوْدَاؤُدَ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجْعَلُ فِیْ قَسْمِ الْمَغَانِمِ عَشْرًا مِّنَ الشَّاءِ بِبَعِیْرٍ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَزَا نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِہٖ لَا یَتْبَعْنِیْ رَجُلٌ مَّلَکَ بُضْعَ امْرَأَۃٍ وَّھُوَ یُرِیْدُ اَنْ یَّبْنِیَ بِھَا وَلَمَّا یَبْنِ بِھَا وَلَا اَحَدٌ بَنٰی بُیُوْتًا وَّلَمْ یَرْفَعْ سُقُوْفَھَا وَلَا رَجُلٌ اِشْتَرٰی غَنَمًا اَوْ

حصہ مقرر کیا[۱] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج[۲] سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غنیمت کی تقسیم میں دس بکریاں ایک اونٹ کے مقابل میں فرماتے تھے[۳] (نسائی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نبیوں میں سے ایک نبی نے جہاد کیا[۴] تو اپنی قوم سے فرمایا کہ میرے ساتھ وہ شخص نہ جائے جو کسی عورت کے بضع کا مالک ہو اور رخصتی کرنا چاہتا ہے۔ ابھی تک کی نہیں ہے[۵] اور نہ وہ جائے جس نے مکانات بنائے ہیں اور ان کی چھتیں تیار نہ کی ہیں[۶] اور نہ وہ شخص جائے

[۱] یعنی حضرت عثمان کو بدر والوں کا صرف ثواب نہ ملا بلکہ غنیمت کا حصہ بھی ملا۔ آپ صرف حکماً غازی بدری ہوئے۔ بلکہ حقیقۃً غازی مانے گئے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک و مختار ہیں اگر چاہیں تو مدینہ کی زمین کو بدر کا میدان بنادیں گھر میں رکھ کر غازیوں میں ملادیں اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ حضور کی اطاعت رب تعالٰی کی اطاعت ہے دیکھو حضرت عثمان مدینہ منورہ میں حضور کے کام کے لیے رہے تھے یعنی بی بی رقیہ کی تیمارداری مگر فرمایا فی حاجۃ اللہ وحاجۃ رسولہ حاجت بمعنی کام یا خدمت ہے، نہ کہ ضرورت کہ اللہ تعالٰی ضرورت اور محتاجی سے پاک ہے۔

[۲] آپ صحابی انصاری خزرجی یا حارثی اوسی ہیں۔ غزوۂ بدر کے سوا تمام غزوات میں حاضر رہے بدر کے دن آپ کمسن تھے ۷۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی چھیاسی سال عمر ہوئی۔ آپ کے حالات پہلے بھی بیان ہو چکے ہیں (اشعہ)۔

[۳] یعنی تقسیم غنیمت میں ایک اونٹ کو دس بکریوں کی برابر رکھتے تھے کہ اگر کسی غازی کو ایک اونٹ حصہ میں ملا تو دوسرے غازی کو دس بکریاں عطا ہوئیں۔ قربانی میں ایک اونٹ و گائے سات بکریوں کی برابر مانا جاتا ہے۔

[۴] نبی سے مراد حضرت یوشع علیہ السلام ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ اور غزوہ سے مراد بیت المقدس پر جہاد ہے یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا (اشعہ و مرقات)

[۵] یعنی جس کا نکاح ہو چکا ہے ابھی رخصت نہیں ہوئی ہے اس کی تیاری میں ہے۔ اہل عرب زفاف کے وقت خیمہ وغیرہ بناتے تھے۔ اس لیے زفاف کرتے تھے اس لیے زفاف کو بناء کہتے تھے (اشعہ) [۶] یعنی مکان بنانے میں مشغول ہے۔ ابھی عمارت نامکمل ہے اس کی تکمیل کر رہا ہے۔

أَوْ خَلِفَاتٍ وَهُوَ يَنْتَظِرُ وِلَادَهَا فَغَزٰى فَدَنَا مِنَ الْقَرْيَةِ صَلٰوةَ الْعَصْرِ أَوْ قَرِيْبًا مِّنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ إِنَّكِ مَأْمُوْرَةٌ وَّأَنَا مَأْمُوْرٌ اَللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيْنَا فَحُبِسَتْ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَجَمَعَ الْغَنَائِمَ فَجَاءَتْ يَعْنِي النَّارَ لِتَأْكُلَهَا فَلَمْ تَطْعَمْهَا فَقَالَ إِنَّ فِيْكُمْ غُلُوْلًا فَلْيُبَايِعْنِيْ

جس نے بکریاں یا حاملہ اونٹنیاں خریدیں ہوں اور وہ ان کے بچہ جننے کا منتظر ہے۱؎ چنانچہ انہوں نے جہاد کیا تو بستی سے نماز عصر یا اس کے قریب ہوئے تو انہوں نے سورج سے فرمایا کہ تو بھی حکم کے ماتحت ہے اور میں بھی الٰہی اسے ہم پر روک دے۲؎ چنانچہ سورج روک دیا گیا حتی کہ اللہ نے انہیں فتح دی۳؎ پھر غنیمتیں جمع فرمائیں تو وہ یعنی آگ کھانے کے لیے آئی مگر انہیں کھایا نہیں۴؎ تو فرمایا کہ ضرور تم میں خیانت ہے ۵؎

۱؎ یعنی جس کی بکریاں یا اونٹنیاں گابھن ہیں اسے ان کے بچے دیکھنے دودھ پینے کا بڑا انتظار ہے. مقصد یہ ہے میرے ساتھ جہاد میں فارغ البال جائے جس کا دل دنیا میں لگا ہے وہ نہ جائے. تاکہ اس عبادت میں دھیان نہ بٹے جیسے آج پیشاب پاخانہ کی سخت حاجت لے کر نماز پڑھنا ممنوع ہے کہ اس سے نماز میں دل نہ لگے گا. ۲؎ یعنی اے سورج تجھے رفتار کا حکم الٰہی ہے اور مجھے جہاد کا حکم ہے اگر تو ابھی ڈوب گیا اور میں بیت المقدس فتح نہ کرسکا تو ہفتہ کا دن شروع ہوجائے گا جس میں جہاد کرنا قتال کرنا حرام ہے پھر کفار کو کافی مہلت مل جائے گی اور بیت المقدس فتح کرنا مشکل ہوجائے گا. خدایا تو سورج کو روک دے جب بیت المقدس فتح کرلوں تب غروب ہو معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء چاند سورج سے بھی کلام فرماتے ہیں اور وہ ان سے گفتگو اور ان کی اطاعت کرتے ہیں مولانا فرماتے ہیں ؎

نطق آب و نطق خاک و نطق گل ہست محسوس حواس اہل دل

فلسفی کو منکر حنانہ است از حواس اولیا بیگانہ است

یہ جہاد جمعہ کے دن ہوا تھا. اس دین میں ہفتہ کے دن جہاد بھی ممنوع تھا (مرقات) ۳؎ بحکم الٰہی سورج ٹھہر گیا جب بیت المقدس فتح ہوگیا تب ڈوبا یہ حضرت یوشع علیہ السلام کا معجزہ ہوا خیال رہے کہ یوشع علیہ السلام کے سوا کسی نبی کے لیے سورج روکا نہیں گیا. ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک بار سورج روکا گیا اور ایک بار لوٹایا گیا. چنانچہ بعد معراج جب کفار مکہ نے حضور سے پوچھا کہ آپ نے ہمارا فلاں قافلہ راہ میں دیکھا ہوگا. فرمایا ہاں. بولے مکہ کب پہنچے گا فرمایا بدھ کی صبح کو. قافلہ کو واپسی میں کچھ دیر ہوگئی تو بدھ کے دن سورج کو روک لیا گیا حتی کہ جب قافلہ مکہ معظمہ پہنچا تب سورج طلوع ہوا اور غزوۂ خیبر کے موقع پر مقام صہبا میں بعد عصر حضور نے حضرت علی کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرمایا تھا. جناب علی نے نماز عصر نہ پڑھی تھی سورج ڈوب گیا تب حضور کی دعا سے سورج واپس ہوا. حضرت علی نے نماز عصر پڑھی پھر ڈوبا. ابن جوزی نے ان احادیث کو موضوع کہا مگر طحاوی نے مشکل الحدیث میں قاضی عیاض نے شفاء شریف میں انہیں صحیح کہا. ابن المنذر و ابن شاہین نے ان کی تصحیح کی طبرانی نے معجم میں باسناد حسن حضرت جابر سے سورج روک لیے جانے کی حدیث نقل فرمائی. بہرحال آفتاب کا رکنا معجزہ

مِنْ كُلِّ قَبِيلَةٍ رَجُلٌ فَلَزِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهٖ فَقَالَ فِيكُمُ الْغُلُولُ فَجَاءُوا بِرَأْسٍ مِثْلِ رَأْسِ بَقَرَةٍ مِنَ الذَّهَبِ فَوَضَعَهَا فَجَاءَتِ النَّارُ فَأَكَلَتْهَا زَادَ فِي رِوَايَةٍ فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِأَحَدٍ قَبْلَنَا ثُمَّ أَحَلَّ اللّٰهُ لَنَا الْغَنَائِمَ رَأَى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَأَحَلَّهَا لَنَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ أَقْبَلَ نَفَرٌ مِنْ صَحَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا فُلَانٌ شَهِيدٌ وَفُلَانٌ شَهِيدٌ

ہر قبیلہ سے ایک ایک شخص مجھ سے بیعت کرے چنانچہ ایک آدمی کا ہاتھ ان ہی کے ہاتھ سے چپٹ گیا تو فرمایا تم لوگوں میں خیانت ہے[1] پھر وہ سونے کا سر لائے جو گائے کے سر کی طرح تھا[2] اسے رکھ دیا پھر آگ آئی اسے کھا لیا[3] مسلم کی روایت میں ہے یہ زیادتی کی کہ ہم سے پہلے کسی کے لیے غنیمتیں حلال نہ ہوئیں پھر اللہ نے ہمارے لیے غنیمتیں حلال کردیں ہماری کمزوری ہماری عاجزی دیکھی تو انہیں ہمارے لیے حلال فرمایا[4] (مسلم بخاری) روایت ہے

حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے مجھے خبر دی کہ جب خیبر کا دن ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت آئی وہ بولے فلاں اور فلاں شہید ہے

یوشع علیہ السلام کے لیے ہوا اور رکنا اور واپس لوٹنا ہمارے حضور کے لیے ہوا۔ وہ جو حدیث میں ہے کہ یوشع علیہ السلام کے سوا کسی کے لیے سورج نہ رکا۔ اس سے مراد حضور سے پہلے کے نبی ہیں (مرقات، اشعہ)۔ فقیر نے مقام صہبا کی زیارت کی ہے جہاں سورج لوٹایا گیا تھا یہ جگہ خیبر سے قریبًا ایک میل دور جانب مدینہ منورہ ہے۔ عام لوگ زیارت کرتے ہیں اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

اشارہ سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا — گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمہارے لیے

[6] اس زمانہ میں غنیمت کا مال جمع کرکے کسی پہاڑی یا میدان میں رکھ دیا جاتا تھا غیبی آگ آکر اسے جلا جاتی تھی اس لیے یہ کیا گیا۔ [7] اس لیے آگ آئی تو سمجھ گئے کہ جو ہدیہ نہیں یہاں کھانے سے مراد جلانا ہے گذشتہ دینوں میں یہ مال غنیمت اور قربانیوں کے گوشت غیبی آگ جلایا کرتی تھی۔

[1] یہ بھی یوشع علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ جس میں خیانت تھی اس کے سردار کا ہاتھ یوشع علیہ السلام کے ہاتھ سے چمٹ گیا جس سے خیانت پکڑی گئی۔ [2] یعنی اس غنیمت کے مال میں سونے کی گائے کا سر جو عام گایوں کے سر کے برابر تھا اس کی خیانت کی گئی تھی جو اب حاضر کی گئی۔ [3] اس زمانہ میں غیبی آگ کا جلانا قبولیت کی علامت تھی اور نہ جلانا مردودیت کی علامت تھی، خیانت والی غنیمت مردود مانی جاتی تھی ہابیل و قابیل نے بھی اپنی قربانیاں پہاڑ پر رکھی تھیں ہابیل کی قربانی کو آگ جلا گئی، اور قابیل کی قربانی ویسی ہی پڑی رہی۔

[4] یعنی ہماری امت عمومًا کمزور اور غریب ہوگی لہذا اس کے لیے مال غنیمت حلال فرما دیا گیا کہ اس مال کے ذریعہ جہاد میں قوت حاصل کریں، یہ رب تعالٰی کی خاص مہربانی ہے۔ اسی طرح قربانی کا گوشت بھی اس امت کے لیے حلال کر دیا گیا کہ قربانی عبادت بھی ہے اور مسلمانوں کا

حَتّٰى مَرُّوْا عَلٰى رَجُلٍ فَقَالُوْا فُلَانٌ شَهِيْدٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا اِنِّيْ رَاَيْتُهٗ فِي النَّارِ فِيْ بُرْدَةٍ غَلَّهَا اَوْ عَبَاءَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اِذْهَبْ فَنَادِ فِي النَّاسِ اَنَّهٗ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ ثَلَاثًا قَالَ فَخَرَجْتُ فَنَادَيْتُ اَلَا اِنَّهٗ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حتی کہ ایک شخص پر گزرے تو بولے فلاں شہید ہے ۱؎ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں میں نے اسے آگ میں دیکھا ہے ۲؎ ایک چادر یا ایک عبا کی وجہ سے ۳؎ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر ابن خطاب جاؤ لوگوں میں تین بار اعلان کردو کہ جنت میں نہ جائیں گے مگر مومن چنانچہ میں نکلا اور میں نے اعلان کیا کہ جنت میں نہ جائیں گے مگر مومن لوگ تین بار ۴؎ (مسلم)

خوراک بھی ہے یہ ہے خاص کرم۔

۱؎ معلوم ہوتا ہے کہ خیبر میں چند حضرات شہید ہوئے تھے۔ ہم نے خیبر میں سترہ شہداء خیبر کے مزارات کی زیارت کی جو تبوک سڑک پر واقع ہیں جن میں سے حضرت سلمہ ابن اکوع اور براء ابن بشر کے نام معلوم ہو سکے۔ باقی کے نام ہمارے مزدور کو بھی معلوم نہ تھے واللہ اعلم۔ ان بزرگوں کا مطلب یہ تھا کہ یہ لوگ شہید ہیں اور فوراً جنت میں پہنچ گئے۔ کیونکہ شہید کی روح مرتے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہے۔ اس لیے اُسے شہید کہتے ہیں۔ یعنی جنت میں حاضر ہو جانے والا۔ ۲؎ یعنی شخص شہید تو ہے مگر جنت میں نہ پہنچا۔ دوزخ کی آگ کی سزا پا رہا ہے کیونکہ خیانت شہادت کے لیے منع نہیں ثواب کے لیے نقصان دہ ہے ۳؎ یعنی چونکہ اس نے غنیمت کے مال سے ایک چادر قبل تقسیم کے لی تھی لہذا وہ آگ کا عذاب پا رہا ہے میں اُسے آگ میں دیکھ رہا ہوں۔ معلوم ہوا کہ حضور اس دنیا میں رہ کر عالم غیب کی بھی ہر چیز دیکھ رہے ہیں اور ہر شخص کے ہر کھلے چھپے عمل بھی ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ کہ فرمایا وہ آگ میں ہے کیونکہ اس نے خیانت کی تھی۔ آگ میں ہونا عالم غیب کی خبر ہے اور خیانت یہاں کا چھپا ہوا عمل۔ یہاں آگ سے مراد دوزخ کی آگ ہے۔

۴؎ یہاں جنت میں داخل ہونے سے مراد ہے اول داخلہ بغیر سزا بھگتے اور مومن سے مراد مومن کامل یعنی متقی مسلمان یعنی جنت میں اول داخلہ کامل مومن کو نصیب ہوگا۔ جو ایمان و اعمال کا جامع ہو۔ خیانت کرنے والا مومن اگرچہ شہید بھی ہو جاوے اولاً جنت میں نہ جاسکے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ شہید کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں وہاں حقوق اللہ کے گناہ مراد ہیں انسانی حقوق کی معافی مراد نہیں لہذا احادیث میں تعارض نہیں۔

بَابُ الْجِزْيَةِ الْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ مَجَالَةَ قَالَ كُنْتُ كَاتِبًا لِجَزْءِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَمِّ الْاَحْنَفِ فَاَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِسَنَةٍ فَرِّقُوْا بَيْنَ كُلِّ ذِيْ مَحْرَمٍ مِّنَ الْمَجُوْسِ وَلَمْ يَكُنْ عُمَرُ اَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوْسِ حَتّٰى شَهِدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخَذَهَا مِنْ مَجُوْسِ

جزیہ کا بیان[1] پہلی فصل روایت ہے حضرت مجالہ سے[2] فرماتے ہیں کہ میں احنف کے چچا جزء ابن معاویہ کا کاتب تھا[3] ہمارے پاس حضرت عمر ابن خطاب کا تحریری فرمان آیا ان کی وفات سے ایک سال پہلے کہ مجوسی کے ہر محرمی قرابت دار کے درمیان جدائی کردو[4] اور حضرت عمر نے مجوس سے جزیہ نہ لیا تھا یہاں تک کہ عبدالرحمان ابن عوف نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوس سے جزیہ وصول فرمایا تھا[5]

[1] جزیہ بنا ہے جزاء سے بمعنی بدلہ جزیہ بدلہ کا مال۔ شریعت میں جزیہ وہ ٹیکس ہے جو سلطان اسلام کافر رعایا سے وصول کرتا ہے۔ ان کی جان و مال کی حفاظت کے بدلہ میں یہ جزیہ نہایت معمولی رقم ہے۔ مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے جو کہیں زیادہ ہے یوں ہی مسلمانوں پر فطرہ، قربانی سب کچھ واجب ہے جو کفار پر نہیں آج جزیہ پر اعتراض کرنے کی بجائے مروجہ ٹیکسوں کی بھرمار کو دیکھیں کہ بہتر روپیہ سینکڑہ تک مختلف ٹیکسوں کے ذریعہ رعایا سے وصول کیا جاتا ہے جزیہ دو قسم کا ہے ایک وہ جس پر ذمی کفار سے صلح ہو جائے وہ جزیہ بقدر مصالحت ہی رہے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے دو ہزار جوڑے سالانہ پر صلح فرمائی تھی ایک ہزار جوڑے ماہ صفر میں اور ایک ہزار ماہ رجب میں حضرت عمر نے بنی تغلب کے عیسائیوں سے یہ صلح فرمائی تھی کہ مسلمانوں سے صدقہ وصول رقم سے دوگنی ادا کریں۔ دوسرا وہ جزیہ جو سلطان اسلام خود مقرر فرمادے۔ اس کے لیے شرعی قانون یہ ہے کہ مالدار ذمیوں پر سالانہ اڑتالیس درہم یعنی چار درہم ماہوار اوسط درجہ درمیانی حیثیت کے کفار پر چوبیس درہم، دو درہم ماہوار، ادنیٰ غریب کفار پہ بارہ درہم سالانہ ایک درہم ماہوار چار آنہ یہ ہی مذہب احناف ہے۔ امام شافعی کے ہاں ہر بالغ کافر پہ بارہ درہم سالانہ۔ امام مالک کے ہاں مالدار کافر سے چار دینار یعنی اڑتالیس درہم سالانہ اور فقیر سے دس درہم سالانہ۔ امام احمد کے ہاں جزیہ مقرر نہیں امام اور ذمی رعایا جس پر صلح کرلیں وہ ہی مقرر ہوگا (مرقات)۔ دیکھیے یہ ہے وہ جزیہ جس پر موجودہ عیسائی اور ہنود وغیرہ شور مچار ہے ہیں کہ اسلام نے ذمی کفار پر جزیہ مقرر کرکے ظلم کردیا۔ [2] مجالہ میم کے فتح جیم کے فتح سے تابعی ہیں آپ کا نام مجالہ ابن عبد تمیمی کی ہے ثقہ ہیں حضرت عمران ابن حصین صحابی سے ملاقات ہے۔ [3] جزء ابن معاویہ جیم کے فتح ز کے سکون سے یہ تابعی ہیں تمیمی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مقام اہواز کے حاکم تھے اور احنف ابن قیس تابعی ہیں۔ انہوں نے حضور کا زمانہ پایا مگر ملاقات نہیں کی۔ بڑے عالم متقی حضرت عمر و عثمان، علی و عباس سے ملاقات کی ۶۷ھ یا ۷۲ھ ہجری میں کوفہ میں وفات پائی جنگ صفین میں حضرت کے ساتھ تھے

هَجَرٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَذُكِرَ حَدِيثُ بُرَيْدَةَ إِذَا أَمَّرَ أَمِيرًا عَلَى جَيْشٍ فِي بَابِ الْكِتَابِ
إِلَى الْكُفَّارِ اَلْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ مُعَاذٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا
وَجَّهَهُ إِلَى الْيَمَنِ أَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ يَعْنِي مُحْتَلِمٍ دِينَارًا أَوْ
عِدْلَهُ مِنَ الْمَعَافِرِيِّ ثِيَابٌ تَكُونُ بِالْيَمَنِ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَعَنِ ابْنِ
عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

(بخاری) اور بریدہ کی حدیث اذا امر امیرا الخ کتاب الکفار کے باب میں بیان کر دی گئی ۱ دوسری فصل روایت ہے حضرت معاذ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن کی طرف بھیجا تو انہیں حکم دیا کہ ہر بالغ یعنی احتلام والے سے ایک دینار یا اس کی برابر معافری لے یعنی معافری وہ کپڑا ہے جو یمن میں ہوتا ہے ۲ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

آپ نے حضرت علی کی بڑی مدد کی رضی اللہ عنہم حضرت علی کی وفات کے بعد امیر معاویہ نے ان کا بڑا احترام کیا (مرقات اشعہ) ۸ مجوس اپنی بہن بیٹی وغیرہ سے نکاح کر لیتے تھے۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ انہیں ایسا کرنے دو اور جس مجوسی کے نکاح میں اس کی بہن بیٹی ہو انہیں علیحدہ کر دیا جائے کیونکہ اگرچہ ان کے دین میں جائز ہے اور ذمی کفار کو مذہبی آزادی ہے مگر یہ حرکت انسانیت کے خلاف ہے اس لیے انہیں اس کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ۹ ہجر یمن کا ایک شہر بھی ہے اور مدینہ منورہ کے قریب ایک بستی بھی اور بحرین کا ایک گاؤں بھی جہاں کے گھڑے بہت مشہور تھے وہ مدینہ پاک کے پاس والا ہجر ہے اور یہاں بحرین والا ہجر مراد ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ عرب کے اہل کتاب سے جزیہ لیا جا سکتا ہے اور مجوس اہل کتاب نہیں لہذا ان سے جزیہ نہ لیا جائے مگر جب آپ کو یہ حدیث پہنچی تب آپ نے ان سے جزیہ قبول فرمایا۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ مجوسی بھی اہل کتاب ہیں ان کی کتاب دنیا سے اٹھالی گئی (مرقات)

۱ یعنی لمعات میں وہ حدیث اس جگہ تھی ہم نے مناسبت کے لحاظ سے اس باب میں نقل کر دی اور یہاں بیان نہ کی۔ ۲ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جزیہ صرف ذمی مرد عاقل بالغ سے لیا جائے گا۔ عورت بچے، دیوانہ پر جزیہ نہیں۔ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ یوں ہی اندھے، بے دست و پا، ناکارہ، بہت بوڑھے ذمی پر جزیہ نہیں، نیز جو فقیر کمائی کے قابل نہ ہو اس پر جزیہ نہیں۔ اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔ حضرت عمر نے جب عثمان ابن حنیف کو حاکم بنا کر بھیجا تو انہیں حکم دیا کہ فقیر ذمی سے جزیہ نہ لیں۔ نیز حضرت عمر نے ایک بوڑھے ذمی کو بھیک مانگتے دیکھا تو پوچھا تو کیوں بھیک مانگتا ہے۔ وہ بولا مجھ پر جزیہ لازم ہے اس کی ادائیگی کے لیے مانگتا ہوں۔ تب آپ نے اپنے حکام کو لکھا کہ بوڑھے ذمیوں سے جزیہ نہ لیں۔ یوں ہی ذمی غلام مکاتب، مدبر پر جزیہ نہیں۔ ان کے راہبوں پر بھی جزیہ نہیں (مرقات)۔ یہ حدیث بظاہر امام شافعی کی دلیل ہے کہ ہر ذمی پر جزیہ واجب ہے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصْلُحُ قِبْلَتَانِ فِي اَرْضٍ وَّاحِدَةٍ وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ جِزْيَةٌ
رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اِلٰى اُكَيْدِرِ دُوْمَةَ فَاَخَذُوْهُ فَاَتَوْا بِهٖ فَحَقَنَ لَهٗ دَمَهٗ
وَصَالَحَهٗ عَلَى الْجِزْيَةِ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَعَنْ حَرْبِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ جَدِّهٖ
اَبِيْ اُمِّهٖ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک زمین میں دو قبیلے مناسب نہیں ۱؎ اور مسلمان پر جزیہ نہیں ۲؎ (احمد، ترمذی، ابوداؤد)
روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد ابن ولید کو دومہ والے اکیدر کی طرف
بھیجا ۳؎ تو مسلمانوں نے اسے گرفتار کرلیا اسے لے آئے تو حضور نے اس کا خون محفوظ فرمادیا
اور اس سے جزیہ پر صلح فرمالی ۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے حرب ابن عبید
اللہ سے وہ ۵؎ نانا سے راوی وہ اپنے والد سے ۶؎ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

غنی ہو یا فقیر مگر ہمارے ہاں یہ حدیث عام مخصوص البعض ہے جس سے فقراء ذمی علیحدہ ہیں یا اس قوم سے صلح اس پر ہی ہوئی ہوگی کہ ہر بالغ پر جزیہ ہو یا اتفاقًا اس قوم میں تمام امیر ہوں گے کوئی فقیر نہ ہوگا۔ جیسے آج نجو ہے اور جوہری کہ ان میں کوئی فقیر نہیں۔

۳؎ معافر یمن میں ایک بستی ہے چونکہ اسے معافر ابن یعفر نے بسایا تھا لہذا معافر کہلاتی ہے وہاں کا کپڑا بہت مشہور ہے جیسے ہمارے ہاں ڈھاکہ کی ململ۔

۱؎ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ ارض واحدہ سے مراد زمین عرب ہے اور دو قبلوں سے مراد دو قبلہ والے لوگ ہیں یعنی مسلمان، اور یہود و نصاریٰ یعنی زمین عرب یا زمین حجاز میں یہود و نصاریٰ کو نہ بسنے دو۔ یہ ملک صرف مسلمانوں کے لیے ہے اس کی تفسیر وہ حدیث ہے کہ جزیرہ عرب سے یہود و نصاریٰ کو نکال دو۔ اس صورت میں حدیث بالکل ظاہر ہے۔ دوسرے یہ کہ ایک زمین سے مراد عام زمین ہے اور دو قبلوں کے اجتماع سے مراد مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کا برابری کی شان سے ایک ملک میں رہنا ہے۔ یعنی نہ تو مسلمان کفار کے ملک میں دب کر رہیں اگر انہیں آزادی دینی نہ ہو تو وہاں سے ہجرت کر جائیں اور نہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے ملک میں برابر ہو کر رہیں۔ بلکہ اگر رہیں تو ذمی ہو کر رہیں اور وہ ہمارے ملک میں اپنے دین کی اشاعت نہ کرسکیں۔ نہ کسی مسلمان کو اپنے مذہب میں لے سکیں بلکہ صرف خود آزاد رہیں اور بس۔

۲؎ اس فرمان شریف کے بھی دو مطلب ہیں ایک یہ کہ اگر کوئی ذمی ادائے جزیہ سے پہلے مسلمان ہوجائے تو اس سے جزیہ

قَالَ إِنَّمَا الْعُشُوْرُ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصٰرٰى وَلَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ عُشُوْرٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نَمُرُّ بِقَوْمٍ فَلَاهُمْ يُضَيِّفُوْنَا وَلَاهُمْ يُؤَدُّوْنَ مَالَنَا عَلَيْهِمْ مِنَ الْحَقِّ وَلَا نَحْنُ نَاْخُذُ مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عشر صرف یہودیوں اور عیسائیوں پر ہی ہے اور مسلمانوں پر عشر نہیں (احمد، ابوداؤد) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم کسی قوم پر گزرتے ہیں تو وہ نہ تو ہماری مہمانی کرتے ہیں اور نہ ہم کو وہ حق دیتے ہیں۔ جو ہمارا ان پر ہے۔ اور نہ ہم ان سے لیتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

نہ لیا جائے۔ کیونکہ اب یہ مسلمان ہے اور مسلمان پر جزیہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ کوئی مسلمان کفار کے ملک میں جزیہ دے کر ذلیل ہو کر نہ رہے۔ مسلمان پر جزیہ کیسا عزت اللہ رسول کی اور مسلمانوں کی ہے۔ خیال رہے کہ اگر کافر غلام مسلمان ہو جائے تو آزاد نہ ہو جائے گا۔
غلام جو یہودی یا عیسائی کافر کا ذمہ میں ہو خراج مقرر کیا گیا ہو مسلمان نے خرید لیا تو اس پر خراج کا حکم جاتا رہے گا کیونکہ یہ بھی ... مسئلہ اس جگہ مرقات اور کتب فقہ میں دیکھو۔

۳ؔ دومہ شام کی ایک بستی ہے جو تبوک سے قریب ہے اور اکیدر وہاں کے بادشاہ کا نام تھا جو عیسائی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا اور حضرت خالد سے فرمایا کہ تم اکیدر کو شکار کرتے پاؤ گے جو گورخر کا شکار کرتا ہوگا۔ چنانچہ وہ اور اس کا بھائی حسان دونوں چاندنی رات میں شکار کرتے پکڑے گئے۔ حسان کو قتل کر دیا گیا اور اکیدر کو مدینہ منورہ حاضر کیا گیا۔ حضور نے اکیدر کے قتل سے منع فرما دیا تھا (مرقات)

۴ؔ پھر بعد میں اکیدر نہایت مخلص مسلمان ہو گئے رضی اللہ عنہ (اشعہ، مرقات)

۵ؔ حرب ابن عبیداللہ ثقفی ہیں تابعی ہیں ان کے نانا اور نانا کے والد کے نام میں بہت اختلاف ہے۔

۱ؔ یہاں عشر سے مراد پیداوار کا عشر (دسواں حصہ) نہیں کہ وہ تو مسلمان پر واجب ہے بلکہ اس سے مراد تجارتی مال کا ٹیکس (چونگی کا محصول) ہے۔ اگر کفار ہمارے مسلمان تاجروں سے چونگی محصول دسواں حصہ لیتے ہوں گے تو ہم بھی ان سے یہ محصول اتنا ہی لیں گے اور اگر وہ ہم سے کم و بیش لیتے ہوں گے تو ہم بھی ان کے تاجروں سے اتنا ہی لیں گے۔ اگر وہ ہم سے کچھ نہ لیتے ہوں گے تو ہم بھی ان سے کچھ نہ لیں گے یہ ہی احناف کا مذہب ہے۔ (اشعہ، مرقات)

إِنْ أَبَوْا إِلَّا أَنْ تَأْخُذُوا كُرْهًا فَخُذُوا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ **الْفَصْلُ الثَّالِثُ** عَنْ أَسْلَمَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ضَرَبَ الْجِزْيَةَ عَلَى أَهْلِ الذَّهَبِ أَرْبَعَةَ دَنَانِيرَ وَعَلَى أَهْلِ الْوَرِقِ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا مَعَ ذٰلِكَ أَرْزَاقُ الْمُسْلِمِينَ وَضِيَافَةُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ رَوَاهُ مَالِكٌ

بَابُ الصُّلْحِ

کہ اگر وہ کسی طرح نہ مانیں مگر اس کے کہ تم ان سے جبراً وصول کرو تو لے لو[۱] (ترمذی) تیسری فصل روایت ہے اسلم سے[۲] کہ حضرت عمر ابن خطاب نے سونے والوں پر جزیہ چار اشرفیاں مقرر فرمائیں[۳] اور چاندی والوں پر چالیس درہم اس کے ساتھ مسلمانوں کا کھانا یعنی تین دن کی مہمانی[۴] (مالک)

صلح کا بیان[۵]

۱؎ اس سوال و جواب میں ان ذمی کفار کی طرف اشارہ ہے جن سے صلح میں یہ شرط لگائی جاتی تھی کہ اگر تمہاری بستیوں پر ہماری غازی فوج گزرے تو تم ان کو راشن یا دعوت دینا اس شرط پر کہ ان پر اسلامی فوج کی یہ دعوت لازم تھی۔ اگر وہ یہ شرط پوری نہ کریں تو فوج کو اجازت تھی کہ ان سے جبراً اپنا یہ حق وصول کرے۔ اگر یہ شرط نہ ہو۔ تو ذمی سے جبراً دعوت لینا ہرگز جائز نہیں مگر اضطرار شرعی کی صورت میں جب کہ بھوک سے جان پر بن جائے اور بجز اس کے اور کوئی صورت نہ ہو تو بھی جائز ہے (مرقات)

۲؎ آپ کا نام اسلم ہے کنیت ابو خالد ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں حبشی تھے۔ حضرت عمر نے آپ کو ۱۱ھ میں خریدا ہے متقی تابعی ہیں۔ مروان کی حکومت میں وفات پائی۔ ایک سو چودہ سال عمر ہوئی۔

۳؎ سونے والوں سے مراد یا تو سونے کے تاجر ہیں یا وہ لوگ جن کو سونا دینا آسان ہو ان پر سالانہ چار اشرفیاں یا ہر ششماہی دو اشرفیاں لازم ہیں۔

۴؎ تین دن کی مہمانی تفسیر ہے مسلمانوں کے کھانے کی۔ یعنی ان پر مذکورہ جزیہ بھی مقرر ہوا اور یہ بھی کہ جب اسلامی لشکر یا اور کوئی مسلمان ان کی بستی سے گزریں تو انہیں تین دن دعوت دیں یہ حدیث اس گزشتہ حدیث کی شرح ہے کہ اگر تم کو مہمانی نہ دیں تو جبراً لے لو۔ خاتمہ جزیہ کے متعلق چند امور خیال میں رہیں۔ ایک یہ کہ عجمی کفار پر جزیہ ہے خواہ مشرکین ہوں یا اہل کتاب یا مجوس۔ دوسرے یہ کہ مشرکین عرب سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ وہاں کے اہل کتاب سے جزیہ ہوگا۔ مشرکین عرب کے لیے یا اسلام یا قتل۔ مگر شوافع کے ہاں صرف اہل کتاب و مجوس سے جزیہ لیا جائے گا۔ مشرکین سے مطلقاً نہ لیا جائے گا تیسرے یہ کہ مرتد مرد سے جزیہ نہ لیا جائے گا۔ اس کے لیے یا قتل ہے یا اسلام۔ رب فرماتا ہے تقتلونهم او یسلمون۔ چوتھے یہ کہ مرتدین کی بیوی بچے جو مرتد ہو جائیں قتل نہ کیے جائیں گے۔ غلام بنا لیے جائیں گے چنانچہ حضرت صدیق اکبر نے مسیلمہ کذاب کو نبی ماننے والے بنی حنیفہ پر جہاد کیا ان کی عورتیں بچے غلام لونڈی بنائے۔ چنانچہ خولہ بنت جعفر حنفیہ حضرت علی کو دی گئیں۔ جن سے محمد ابن حنفیہ پیدا ہوئے۔ (مرقات)

۵؎ صلح و صلاح بھی درستی و مصالحت سے ہے اس کا مقابل فساد ہے بمعنی لڑائی و جھگڑا۔ حربی کفار سے صلح جائز ہے بشرطیکہ اس میں

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَمَرْوَانَ ابْنِ الْحَكَمِ قَالَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِنْ اَصْحَابِهِ فَلَمَّا اَتٰى ذَا الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَاَشْعَرَ وَاَحْرَمَ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ وَسَارَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالثَّنِيَّةِ الَّتِي يُهْبَطُ عَلَيْهِمْ مِنْهَا بَرَكَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ فَقَالَ النَّاسُ حَلْ حَلْ خَلَاَتِ الْقَصْوَاءُ خَلَاَتِ الْقَصْوَاءُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خَلَاَتْ

پہلی فصل - روایت ہے مسور ابن مخرمہ سے اور مروان ابن حکم سے[1] دونوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال چند اوپر دس سو صحابہ کی جماعت میں تشریف لے گئے[2] تو جب ذوالحلیفہ پہنچے تو ہدی کو ہار پہنایا اور اشعار کیا[3] اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا اور چلے حتی کہ جب اس پہاڑی پر پہنچے جہاں سے مکہ والوں پر اترا جاتا ہے[4] تو آپ کو لے کر آپ کی سواری بیٹھ گئی تو لوگ بولے اٹھ اٹھ، قصواء اڑیل ہو گئی قصواء اڑیل ہو گئی[5] تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قصواء اڑیل نہیں ہوئی

مسلمانوں کی مصلحت ہو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ میں کفار مکہ سے مقام حدیبیہ میں صلح فرمائی جس میں منجملہ شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ دس سال تک ہم سے تم سے جنگ نہ ہو مگر کفار مکہ نے اس صلح نامہ کی ایک شرط توڑ دی کہ انہوں نے اپنے حلیف بنی بکر کی مدد کی حضور کے حلیف بنی خزاعہ کے مقابل اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حملہ کر کے مکہ معظمہ فتح فرمایا۔

۱؎ مروان ابن حکم قرشی اموی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوا مگر حضور کی زیارت نہ کر سکا۔ لہذا صحابی نہیں کیونکہ حضور انور نے اس کے باپ حکم کو مدینہ منورہ سے شہر بدر کر کے طائف بھیج دیا، مروان اس کے ساتھ گیا اس کے کچھ حالات باب الاسراف کی پہلی فصل میں گزر چکے۔

۲؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذی قعدہ ۶ھ دوشنبہ کے دن بقصد عمرہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور حدیبیہ میں نزول کیا ہوئے۔ حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام ہے اسی نام سے وہ میدان مشہور ہو گیا جس میں یہ کنواں ہے یہ جگہ جدہ و مکہ معظمہ کے درمیان ہے مکہ معظمہ سے قریب ہے۔ اس کا بعض حصہ حرم میں داخل ہے بعض حصہ حل میں۔ مکہ معظمہ سے تقریبًا بارہ میل غربی جانب واقع ہے یا نو میل، اس سال کا نام سال حدیبیہ ہے کیونکہ اس سال میں صلح حدیبیہ کا واقعہ ہوا۔ عربی میں لفظ بضع تین سے نو تک کی اکائیوں کو کہتے ہیں، اس میں شرکت کرنے والے صحابہ چودہ یا پندرہ سو تھے۔ حضور چودہ سو کی جماعت لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے راستہ میں اور لوگ ملتے رہے، حدیبیہ پہنچتے پہنچتے پندرہ سو ہو گئے (واللہ اعلم) اس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا کو اپنا نائب مقرر فرما گئے۔

۳؎ ذوالحلیفہ وہی جگہ ہے جسے بیر علی کہا جاتا ہے، یہ مدینہ منورہ سے جانب مکہ معظمہ تین میل کے فاصلہ پر ہے، یہ مدینہ والوں کا میقات ہے۔

الْقَصْوَاءُ وَمَا ذَاكَ لَهَا بِخُلُقٍ وَلَكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَسْأَلُونِي خُطَّةً يُعَظِّمُونَ فِيهَا حُرُمَاتِ اللّٰهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتّٰى نَزَلَ بِأَقْصَى الْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى ثَمَدٍ قَلِيلِ الْمَاءِ يَتَبَرَّضُهُ النَّاسُ تَبَرُّضًا فَلَمْ يُلَبِّثْهُ النَّاسُ حَتّٰى نَزَحُوهُ وَشُكِيَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَطَشُ فَانْتَزَعَ

نہ اس کی یہ عادت ہے لیکن اسے ہاتھیوں کے روکنے والے نے روک دیا۵؎ پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ وہ مجھ سے کوئی مطالبہ ایسا نہ کریں گے جس میں اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کریں گے مگر میں انہیں دے دوں گا۶؎ پھر اسے ڈانٹا تو وہ کود کر اٹھی۔ پھر حضور نے ان سے عدول فرمایا۷؎ حتی کہ حدیبیہ کے کنارہ اترے تھوڑے پانی والی جگہ پر کہ وہاں سے لوگ تھوڑا تھوڑا پانی لیتے تھے۸؎ تو نہ چھوڑا اسے لوگوں نے حتی کہ اسے خشک کردیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیاس کی

احرام کی جگہ ہے جیسا کہ حج کے بیان میں گزر چکا۔ تقلید کے معنی ہیں ہدی جانور کے گلے میں جوتے یا کسی اور چیز کو مضبوط رسی میں باندھ کر جانور کے گلے میں ہار کی طرح ڈال دینا۔ اشعار کے معنی ہیں اونٹ کے کوہان کے داہنے یا بائیں حصے میں نیزہ مار کر کوہان کو لیپ دینا۔ یہ دونوں عمل بطور نشانی ہدی کے کیے جاتے ہیں۔ اس کی بحث باب حج میں گزر گئی۔ ۳؎ ثنیہ اس پہاڑی کو کہتے ہیں جس پر راستہ ہو جہاں سے گزر کر دوسری جانب پہنچا جائے یعنی آپ قریب مکہ معظمہ پہنچے کہ اس پہاڑی کو چھوڑ کر مکہ معظمہ داخل ہو جاتے۔ ۴؎ قصواء کے معنی ہیں کان کٹی ہوئی اونٹنی۔ حضور کی اونٹنی کان کٹی ہوئی نہ تھی یہ اس کا نام تھا۔ مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام سمجھے کہ آج قصواء میں اڑ جانے کا عیب پیدا ہو گیا۔

۵؎ یعنی قصواء نہ تو پہلے اڑیل تھی نہ آج ہے۔ اسے رب تعالیٰ نے روک لیا جیسے کہ ہاتھی والوں کو روک لیا تھا۔ مقصد یہ ہے کہ حرم شریف میں بے وقت جنگ اور کشت و خون نہ ہو۔ خیال رہے کہ جب ابرہہ بادشاہ نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر مکہ معظمہ پر چڑھائی کی تو جب ذوالمجاز پہنچا تو اس کا ہاتھی مکہ معظمہ کی طرف نہ چل سکا۔ جب اسے اور طرف چلاتے چل پڑتا ادھر چلاتے نہ چلتا۔ اس فرمان عالی میں اسی طرف اشارہ ہے۔ ذوالمجاز عرفات سے ایک میل دور بازار تھا۔

۶؎ یعنی حضور انور نے سب صحابہ کرام کو گواہ بنا کر یہ فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ مقصد جنگ نہیں حتی الامکان ہم جنگ سے گریز کریں گے اور کفار مکہ کی ہر وہ شرط مان لیں گے جس میں حرم شریف کی اہانت نہ ہو۔ یہ فرمان عالی آئندہ صلح کی تمہید تھا۔

۷؎ یعنی اس راستہ پر تشریف نہ لے گئے جدھر سے عام لوگ مکہ معظمہ جاتے ہیں اور جدھر کفار مکہ کا اجتماع تھا بلکہ دوسرا راستہ اختیار فرمایا۔ خیال رہے کہ حضور انور کو غدیر اشطاط پر خبر مل گئی تھی کہ قریش ہمارے روکنے کے لیے اسی طرف بیٹھے ہیں۔

۸؎ ثمد ث اور میم کے فتحہ سے بمعنی تھوڑا پانی۔ یہاں وہ جگہ مراد ہے جہاں تھوڑا پانی ہو کیونکہ آگے تھوڑے پانی کا ذکر آرہا ہے (مرقات، اشعہ)

سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِهٖ ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا زَالَ يَجِيْشُ لَهُمْ بِالرِّيِّ حَتّٰى صَدَرُوْا عَنْهُ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ جَاءَ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيُّ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ خُزَاعَةَ ثُمَّ أَتَاهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَّسَاقَ الْحَدِيْثَ إِلٰى أَنْ قَالَ إِذْ جَاءَ سُهَيْلُ ابْنُ عَمْرٍو فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْتُبْ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَّاللّٰهِ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا صَدَدْنَاكَ عَنِ الْبَيْتِ وَلَا قَاتَلْنَاكَ

شکایت کی[1] تو حضور نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا پھر انہیں حکم دیا کہ اس کنوئیں میں ڈالدیں[2] تو اللہ کی قسم وہ کنواں پانی سے جوش مارتا رہا حتی کہ وہ لوگ وہاں سے لوٹ گئے[3] وہ اسی حال میں تھے کہ بدیل ابن ورقا خزاعی خزاعہ کی ایک جماعت میں حضور کے پاس آئے[4] پھر آپ کے پاس عروہ ابن مسعود آیا[5] حدیث پوری بیان کی یہاں تک کہا کہ جب سہیل ابن عمرو آیا[6] تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لکھو یہ وہ صلح نامہ ہے جس پر اللہ کے رسول محمد نے فیصلہ فرمایا[7] تو سہیل بولا خدا کی قسم اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول جانتے تو آپ کو بیت اللہ سے نہ روکتے نہ آپ سے جنگ کرتے

[1] یعنی عرض کیا یا رسول اللہ پیاس ہے پانی کی ضرورت ہے اور کنواں خشک ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی نعمتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگ سکتے ہیں جیسے حضرت ربیعہ نے حضور سے جنت مانگی اور پانی تو ادنیٰ چیز ہے اس کی کیا حقیقت ہے۔ حضور خزائن اللہ کے مالک ہیں۔

[2] سبحان اللہ اس تیر کو کنوئیں میں ڈلوانے سے اشارۃً سمجھایا کہ جس چیز کو ہمارا ہاتھ لگ جائے اس کے ذریعہ بھی نعمت الٰہیہ مل جاتی ہیں یہ پانی میں برکت دے دینا تیر کا کمال نہ تھا۔ کمال اس ہاتھ پاک کا تھا جس سے تیر مس ہوا اور اولیاء اللہ حضور کی نگاہ کرم سے قدرت کا تیر ہیں، ان کی نگاہ کرم سے تقدیریں پلٹ جاتی ہیں۔ میاں محمد قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

ہر مشکل دی کنجی یارو ہتھ مرداں دے آئی ÷ مرد نگاہ کرن جس ویلے مشکل رہے نہ کائی

درد منداں دے درد ونڈاون اوگن ہے گن کردے ÷ کامل لوگ محمد بخشا لعل بنان پتھر دے

[3] اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ کنواں بعد میں خشک ہوگیا۔ مطلب یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام اسے جوش مارتا چھوڑ آئے۔

[4] خزاعہ عرب کے ایک قبیلہ کا نام ہے، وہاں کے لوگ خزاعی کہلاتے ہیں یہ لوگ اپنا یہ مقام چھوڑ کر مکہ میں مقیم ہوگئے تھے یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت خیر خواہ تھے۔ یہ بدیل مع اپنے بیٹے عبداللہ کے فتح مکہ کے دن مسلمان ہوگئے (اشعہ)۔

[5] یہ صاحب ثقفی ہیں ۹ھ میں غزوۂ طائف کے بعد ایمان لائے (اشعہ)۔

[6] سہیل ابن عمرو سرداران قریش سے تھے، غزوۂ بدر میں قیدی ہوکر مدینہ منورہ آئے۔ حضرت عمر نے عرض کی یا رسول اللہ ان کے دانت توڑ دیجیے کہ اب اس منہ سے آپ کی بدگوئی کرتے ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس کا انجام اچھا ہوگا۔ چنانچہ یہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوگئے

وَلٰكِنِ اكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَ
اِنْ كَذَّبْتُمُوْنِيْ اُكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَعَلٰى اَنْ لَّا يَاْتِيَكَ مِنَّا رَجُلٌ وَاِنْ كَانَ عَلٰى
دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَّهٗ عَلَيْنَا فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

لیکن آپ یوں لکھیں محمد ابن عبداللہ[1] راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ میں رسول اللہ ہوں اور اگرچہ تم جھٹلاتے
ہی ہو تو لکھو محمد ابن عبداللہ[2] پھر سہیل بولا کہ اس شرط پر صلح ہے کہ ہم میں سے کوئی آدمی آپ کے پاس نہ آئے اگرچہ آپ کے دین پر
ہو مگر آپ اسے ہماری طرف لوٹا دیں[3] جب لکھت پڑھت کے جھگڑے سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ

اور حضور کی وفات کے بعد جب بعض مکہ والے مرتد ہونے لگے تو آپ نے ان کو نہایت اچھے طریقے سے ارتداد سے روکا اور حضور کی خبر غیب و پیش گوئی اس طرح پوری ہوئی۔ آج جب سہیل آئے تو حضور نے فرمایا ان شاء اللہ کام سہل و آسان ہوگیا۔ چنانچہ سہیل نے صلح نامہ لکھوایا۔

[1] یہ فرمان عالی حضرت علی سے ہے کیونکہ صلح نامہ آپ ہی نے لکھا تھا۔ صالح باب مفاعلہ سے ہے جس کے معنی ہیں ایک دوسرے نے آپس میں صلح کی (مرقات)۔ حضور انور نے فرمایا تھا اے علی لکھو۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم تو سہیل بولے اس بسم اللہ کو ہم نہیں جانتے آپ وہی باسمک اللہم لکھیں۔ باسمک اللہم حضور نے فرمایا اچھا اے علی یوں ہی لکھو۔ پھر یہ فرمایا جو یہاں مذکور ہے (مرقات)۔

[2] یعنی چونکہ ہم آپ کو رسول اللہ نہیں مانتے اس لیے اس صلح نامہ میں یہ نہ لکھنے دیں گے وہ لکھوائیں گے جس پر ہم اور آپ متفق ہیں۔ یعنی محمد ابن عبداللہ لکھیے (صلی اللہ علیہ وسلم) اکتب کا مطلب یہ ہے کہ آپ جناب علی کو یہ لکھنے کا حکم دیجیے کیونکہ وکیل کا کام خود موکل کا کام ہوتا ہے۔

[3] چنانچہ حضور انور نے حضرت علی کو حکم دیا کہ لفظ رسول اللہ کو مٹا کر ابن عبداللہ لکھ دو۔ حضرت علی نے عرض کیا قسم خدا کی میں اس لفظ کو نہ مٹاؤں گا۔ چنانچہ حضور انور نے صلح نامہ خود اپنے دست اقدس میں لے کر وہ لفظ مٹا کر اپنے دست اقدس سے لکھا ابن عبداللہ (مرقات، بخاری وغیرہ) یہاں تین چیزیں یاد رکھو ایک یہ کہ حضور انور کا خود لکھنا معجزہ ہے۔ کیونکہ حضور انور نے لکھنا نہ تو سیکھا تھا نہ کبھی لکھا تھا۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ ولا تخطہ بیمینک۔ قرآن کریم نے لکھنے کی عادت کا انکار فرمایا ہے اور یہاں لکھنا بطور معجزہ کا ثبوت ہے۔ اس کی مکمل بحث یہاں مرقات میں دیکھو۔ دوسرے یہ کہ حضرت علی کے بازوؤں میں یہ طاقت ہے کہ خیبر کا دروازہ اکھیڑ پھینکا مگر بازو حیدری میں حضور انور کے نام کو کاٹنے کی طاقت نہیں۔ کیوں ہو وہ نام بلند کرنے والے ہیں نہ کہ کاٹنے والے۔ تیسرے یہ کہ حضرت علی نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تبدیلی پر کوئی معذرت نہ کی۔ حضور کے لقب شریف کی تبدیلی پر معذرت کردی پتہ لگا کہ شعر یہ

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر ۔ نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

باخدا دیوانہ باش و با مصطفی ہوشیار باش۔ عقیدہ نبوت عقیدہ الوہیت سے زیادہ نازک تر ہے۔ جناب علی (رضی اللہ عنہ) کے اس ادب پر ہزاروں جان مال قربان

[4] یعنی صلح نامہ میں بہت سی شرائط لکھی گئیں۔ منجملہ ان کے ایک شرط تو یہ تھی کہ جو مکہ والا مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آئے اسے آپ مدینہ منورہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ قُوْمُوْا فَانْحَرُوْا ثُمَّ احْلِقُوْا ثُمَّ جَآءَ نِسْوَةٌ مُّؤْمِنَاتٌ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ الْاٰيَةَ فَنَهَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ يَّرُدُّوْهُنَّ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّرُدُّوا الصَّدَاقَ ثُمَّ رَجَعَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَجَآءَهٗ اَبُوْ بَصِيْرٍ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ وَّهُوَ مُسْلِمٌ فَاَرْسَلُوْا فِيْ طَلَبِهٖ رَجُلَيْنِ فَدَفَعَهٗ اِلَى الرَّجُلَيْنِ فَخَرَجَا بِهٖ حَتّٰى اِذَا بَلَغَا ذَا الْحُلَيْفَةِ نَزَلُوْا يَاْكُلُوْنَ مِنْ تَمْرٍ لَّهُمْ فَقَالَ اَبُوْ بَصِيْرٍ لِاَحَدِ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اصحاب سے قربانیاں کرو پھر سر منڈواؤ ۱؎ پھر کچھ عورتیں مومنہ آئیں تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت اتاری اے ایمان والو جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کرکے آئیں ۲؎ چنانچہ انہیں اللہ تعالٰی نے ان عورتوں کے واپس کرنے سے منع فرمادیا ۳؎ اور یہ حکم دیا کہ ان کے مہر واپس کردیں ۴؎ پھر حضور مدینہ واپس ہوئے تو آپ کی خدمت میں ایک قریشی شخص ابوبصیر مسلمان ہوکر آگئے ۵؎ مکہ والوں نے ان کی طلب کے لیے دو شخص بھیجے حضور نے انہیں ان دو شخصوں کے حوالہ کردیا وہ انہیں لے کر نکلے حتی کہ جب ذوالحلیفہ پہنچے تو اپنی کھجوریں کھانے کے لیے اترے ۶؎ تو ابوبصیر

یں نہ رکھیں ہم کو واپس کردیں اور چند شرائط اس کے علاوہ تھیں جو اپنے موقعہ پر ذکر کی جائیں گی۔
ﷺ اور قریشیوں کے دستخط صلح نامہ پر ہوگئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے موقعہ پر خصوصًا جب کہ حرم شریف کا احترام اور مسلمانوں کے خون کا مسئلہ درپیش ہو، ہر وہ جائز شرط قبول کرلینا جائز ہے جس میں شرعًا کوئی حرج نہ ہو اور جھگڑا فساد رک جاتا ہو، کیونکہ شریعت میں یہ دونوں تحریریں باسمک اللھم اور محمد ابن عبداللہ لکھنا حرام نہیں اور اس وقت اس تحریر میں مصلحت تھی۔

۱؎ اسے شریعت میں کہتے ہیں دم احصار کہ جو کوئی حج یا عمرہ کا احرام باندھ لے پھر حج و عمرہ ادا نہ کرسکے تو وہ وہاں ہی احرام کھول دے اور جانور ذبح کرے۔ اس دم احصار کے لیے امام اعظم کے نزدیک حرم میں ذبح ہونا شرط ہے۔ امام شافعی کے ہاں حل میں بھی ذبح ہوسکتا ہے حدیبیہ کا ایک حصہ حرم میں داخل ہے۔ یہ ذبح اسی حصہ میں ہوا۔ چونکہ اس صلح نامہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ آپ اس وقت بغیر عمرہ کیے واپس جائیں سال آئندہ اسی مہینہ ذی قعدہ میں تشریف لائیں عمرہ کریں اور مکہ معظمہ میں تین دن قیام فرمائیں۔ اس لیے احصار یعنی رکاوٹ پائی گئی اور وہاں ہی احرام کھول دیا گیا۔ دم احصار کے متعلق مذہب حنفیہ قوی ہے کہ اس کی تائید رب تعالٰی کے اس فرمان سے ہوتی ہے وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ اور دوسری جگہ فرماتا ہے هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ۔ یہاں کعبہ سے مراد حرم مکہ ہے۔

۲؎ یعنی صلح حدیبیہ کے بعد مکہ معظمہ سے کچھ عورتیں مسلمان ہوکر مدینہ منورہ آئیں تو ان کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں ان عورتوں کو واپس لوٹانے سے منع فرمادیا گیا۔ خیال رہے کہ صلح نامہ جو حدیبیہ میں لکھا گیا اس کی تحریر یہ تھی لا یاتیک رجل الا رددتہ ہمارا جو رجل

الرَّجُلَيْنِ وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَرٰى سَيْفَكَ هٰذَا يَا فُلَانُ جَيِّدًا أَرِنِيْ أَنْظُرْ إِلَيْهِ فَأَمْكَنَهُ مِنْهُ فَضَرَبَهُ حَتّٰى بَرَدَ وَفَرَّ الْآخَرُ حَتّٰى أَتَى الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ يَعْدُوْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأٰى هٰذَا ذُعْرًا فَقَالَ قُتِلَ وَاللّٰهِ صَاحِبِيْ وَإِنِّيْ لَمَقْتُوْلٌ فَجَاءَ أَبُوْ بَصِيْرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلُ أُمِّهِ مِسْعَرُ حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهٗ أَحَدٌ فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ عَرَفَ أَنَّهٗ سَيَرُدُّهٗ إِلَيْهِمْ فَخَرَجَ حَتّٰى أَتٰى سِيْفَ الْبَحْرِ قَالَ وَانْفَلَتَ أَبُوْ

ان میں سے ایک سے کہا اے فلاں خدا کی قسم میں تیری اس تلوار کو بہت ہی اچھی دیکھ رہا ہوں۔ مجھے دکھا تو میں اسے دیکھوں اس نے انہیں تلوار پر قابو دے دیا انہوں نے اسے مار دیا حتی کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا اور دوسرا بھاگ گیا حتی کہ مدینہ پہنچا اور دوڑتا ہوا مسجد میں آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے کوئی سخت ڈر دیکھا ہے۔ وہ بولا واللہ میرا ساتھی تو قتل کر دیا گیا اور میں بھی قتل ہو جاؤں گا اتنے میں ابو بصیر آ گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی ماں کی خرابی ہے اگر اس کا کوئی مددگار ہو تو یہ جنگ بھڑکا دے انہوں نے جب یہ سنا تو پہچان گئے کہ حضور انہیں مکہ والوں کے حوالہ کر دیں گے تو یہ نکل کھڑے ہوئے حتی کہ سمندر کنارہ آ گئے

آپ کے پاس آئے انہیں آپ واپس کر دیں۔ رجل مرد کو کہتے ہیں جس میں عورتیں داخل نہیں۔ بعض روایات میں بجائے رجل کے احد ہے وہاں روایت بالمعنی ہے۔ راوی نے بجائے رجل کے احد کی روایت کر دی۔ بعض نے فرمایا کہ صلح مرد و عورت دونوں کے متعلق تھی۔ مگر اس آیت سے عورتوں کے حق میں منسوخ ہو گئی۔ مگر پہلا قول زیادہ قوی ہے۔

۲ یعنی جو شادی شدہ مشرکہ کافرہ عورتیں مسلمان ہو کر آئیں تو تم ان کے مہر ان کے خاوندوں کو پھیر دو۔ اور اگر کنواری لڑکیاں ہوں یا شادی شدہ عورتوں نے مہر اپنے خاوندوں سے لیے نہ ہوں تو کسی چیز کی واپسی کی ضرورت نہیں اس سے معلوم ہوا کہ اگر کافرہ عورت مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آ جائے تو وہ اپنے کافر خاوند کے نکاح سے نکل جائے گی۔ اور اب نکاح ثانی کے لیے عدت واجب نہ ہوگی۔ صرف استبراء کے لیے ایک حیض دیکھا جائے گا بعض علماء نے فرمایا کہ مہر بھیجنے کا حکم منسوخ۔ عطاء، قتادہ اور مجاہد کا یہی فرمان ہے۔ بعض کے نزدیک یہ حکم باقی ہے۔ تفسیر مدارک نے منسوخ مانا۔ دیکھو تفسیر مدارک اسی مقام

۳ ان کا نام عتبہ ابن اسید ہے۔ ثقفی ہیں۔ صحابی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات شریفہ میں ہی فوت ہو گئے۔

۴ ذوالحلیفہ مدینہ منورہ سے تین میل فاصلہ پر جانب مکہ معظمہ ایک منزل ہے جسے اب بیر علی کہا جاتا ہے یہ اہل مدینہ کا میقات ہے اب وہاں بڑی آبادی ہے۔

۵ خیال رہے کہ یہ دونوں کافر حربی تھے اور ابو بصیر مسلمان اور کافر حربی کو ہر طرح حیلے بہانے سے قتل کر دینا جائز ہے۔ اسی لیے ابو بصیر پر قصاص یا اور کوئی کفارہ لازم نہ ہوا۔ ۶ ذعر ذال کے پیش ع کے جزم سے بمعنی خوف و ڈر اس کی تنوین تعظیم کی ہے تو معنی ہوئے سخت ڈر و خوف جس کی … تھا شعر۔ ۷ کیونکہ ابو بصیر ننگی تلوار لیے ابھی میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ مجھے چھوڑیں گے نہیں۔ ۸ یہ کلمہ یعنی ویل امہ تعجب اور ناز کے

جندل ابن سهيل فلحق بأبي بصير فجعل لا يخرج من قريش رجل قد أسلم إلا لحق بأبي بصير حتى اجتمعت منهم عصابة فوالله ما يسمعون بعير خرجت لقريش إلى الشام إلا اعترضوا لها فقتلوهم وأخذوا أموالهم فأرسلت قريش إلى النبي صلى الله عليه وسلم تناشده الله والرحم لما أرسل إليهم فمن أتاه فهو آمن فأرسل النبي

فرماتے ہیں کہ ادھر ابوجندل ابن سہیل چھوٹ گئے تو ابوبصیر سے مل گئے ۱ پھر قریش کا کوئی آدمی جو مسلمان ہو جاتا ۲ نہ نکلتا مگر ابوبصیر سے مل جاتا ۳ تا آنکہ ان کی ایک جماعت جمع ہو گئی پھر تو خدا کی قسم یہ لوگ نہ سنتے قریش کے کسی قافلہ کو جو شام کی طرف نکلتا مگر یہ اس کے آڑے ہوتے انہیں قتل کر دیتے اور ان کے مال لے لیتے ۴ تب قریش نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا جس میں وہ حضور کو اللہ تعالیٰ کی قسم قرابت داری کا واسطہ دینے لگے کہ حضور انہیں بلا بھیجیں اب جو آپ کے پاس آئے

موقعہ پر بولا جاتا ہے یہاں تعجب کے لیے ہے اور تعجب ابوبصیر کی جرأت و تدبیر پر ہے جو انہوں نے اپنے چھٹکارے کیلئے کی۔ کہ حضور انور کا عہد بھی قائم رہا اور وہ چھوٹ بھی گئے۔ ۵ اس جملہ کے بہت معانی کیے گئے ہیں ہم نے جو معنی کیے ہیں بہت واضح ہیں یعنی ضمیر حرب جزا مقدم ہے اور لو کان الخ شرط مؤخر اور لو کی جزا شرط سے پہلے آسکتی ہے۔ بعض نے لو کی جزا پوشیدہ مانی ہے اور اسے علیحدہ جملہ بنایا ہے۔ مسعر اسم آلہ ہے جو مسعرت النار سے بنا ہے یعنی آگ دھونکنے کا آلہ۔ جنگ کو آگ سے تشبیہ دی گئی اور ابوبصیر کو دھونکنی قرار دیا گیا اور ہو سکتا ہے کہ باب افعال کا اسم فاعل ہو یعنی اگر کوئی بھی اسے مددگار مل جائے تو یہ کفر والوں سے کارزار کا بازار گرم کر دے۔

۶ یعنی ابوبصیر اس فرمان عالی سے سمجھ گئے کہ اگر میں مدینہ منورہ میں ٹھہرا تو کفار مکہ پھر مجھے پکڑنے کے لیے آجائیں گے اور حضور انور مجھے ان کے حوالہ کر دیں گے اور اب میں مکہ پہنچ کر قتل کر دیا جاؤں گا۔ کیونکہ میں نے ان کا ایک آدمی مار دیا ہے۔

۷ یہ وہ مقام تھا جہاں سے کفار مکہ کے تجارتی قافلے گزرا کرتے تھے۔

۸ یہ ابوجندل ابن سہیل ابن عمرو وہی ہیں جو مکہ معظمہ میں ایمان لے آئے تھے۔ اس پر ان کے باپ نے انہیں قید کر دیا تھا اور جب ان کے باپ سہیل ابن عمرو حضور سے صلح نامہ لکھوا رہے تھے تو یہ مسلمانوں کے پاس پہنچ گئے تھے اور پھر مکہ معظمہ واپس کر دیئے گئے تھے اور پھر یہاں قید کر دیئے گئے تھے۔ انہوں نے اسلام کی خاطر بہت مصیبتیں برداشت کی تھیں اب یہ کسی صورت سے چھوٹے تو بجائے مدینہ منورہ آنے کے سیف البحر پر ابوبصیر کے پاس پہنچ گئے۔ ۹ کیونکہ مکہ معظمہ میں مشہور ہو گیا تھا کہ مدینہ منورہ سے ہم واپس کر دیئے جائیں گے بمطابق صلح نامہ کے اس لیے بجائے مدینہ منورہ آنے کے وہاں جانے لگے۔ ۱۰ کیونکہ یہ لوگ مکہ معظمہ اور شام کے درمیان واقع ہے اہل مکہ کا گزارہ اسی شام کی تجارت پر تھا۔ اس لیے کہ یہ لوگ اس طرف سفر پر مجبور رہتے۔

صلى الله عليه وسلم إليهم رواه البخاري. وعن البراء بن عازب قال صالح النبي صلى الله عليه وسلم المشركين يوم الحديبية على ثلثة أشياء على أن من أتاه من المشركين رده إليهم ومن أتاهم من المسلمين لم يردوه وعلى أن يدخلها من قابل ويقيم بها ثلثة أيام ولا يدخلها إلا بجلبان السلاح والسيف والقوس ونحوه فجاء أبو جندل يحجل في قيوده فرده إليهم متفق عليه

اسے امان ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا (بخاری) روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن مشرکین سے تین چیزوں پر صلح فرمائی ۲ اس چیز پر کہ آپ کے پاس کفار میں سے جو آوے اسے ان کی طرف لوٹا دیں ۳ اور مسلمانوں میں سے جو کوئی ان کے پاس پہنچے اسے وہ نہ لوٹائیں اور اس پر کہ سال آئندہ آپ مکہ آئیں ۴ اور وہاں تین دن قیام کریں اور وہاں نہ آویں مگر ہتھیار تلوار کمان وغیرہ ڈھکے ہوئے ۵ تو آپ کے پاس ابو جندل اپنی قیدوں میں گھسٹتے ہوئے آئے تو آپ نے انہیں کفار کی طرف واپس کر دیا ۶ (مسلم بخاری)

۱ یہ حضور کی پہلی فتح تھی جو آپ کو ملی کہ کفار پر عطا فرمائی کہ کفار مکہ نے خود ہی اپنی شرط توڑ دی اور حضور کی خوشامد کر کے اس شرط کے توڑنے کی درخواست کی

۲ یعنی تین شرطیں مراد ہیں ورنہ ان کے علاوہ اور شرطیں بھی تھیں مثلاً یہ کہ دس سال تک ہماری آپ کی جنگ نہ ہوگی اور یہ کہ اگر ہمارے آپ کے حلیف آپس میں لڑیں تو آپ اور ہم غیر جانبدار رہیں کہ نہ تو آپ اپنے حلیف کی مدد کریں نہ ہم اپنے حلیف کی مدد کریں۔

۳ یہ شرط مسلمانوں کی کمزوری کی بنا پر قبول نہ کی گئی تھی بلکہ حرم شریف کے احترام کے طور پر ورنہ مسلمان اس وقت بفضلہ تعالیٰ بہت طاقتور تھے۔ چاہتے یہ تھے کہ حرم کی زمین میں خونریزی نہ ہو۔ ورنہ اب مسلمان بادشاہ یہ شرط قبول نہ کرے گا۔ (مرقات)

۴ یہ شرط اس لیے لگائی تھی کہ وہ اس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرہ کر لینے میں اپنی توہین سمجھتے تھے کہ لوگ کہیں گے کفار مکہ دب گئے اور مسلمانوں کو عمرہ کی اجازت دے دی۔

۵ کیونکہ اس زمانہ میں بند تلوار صلح کی علامت تھی اور ننگی تلوار جنگ کی پہچان تھی اس لیے ان لوگوں نے یہ قید لگائی۔

۶ اگرچہ ابو جندل کی آمد صلح نامہ کی تحریر کے دوران میں تھی اور صلح نامہ کا اجراء تکمیل کے بعد ہوتا ہے۔ مگر سہیل نے ضد کی کہ اگر آپ اسے واپس نہ کرتے تو میں صلح نہیں کرتا۔ اس کی ضد کی بنا پر انہیں واپس کیا گیا۔ جیسا کہ بخاری شریف وغیرہ میں ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ قُرَيْشًا صَالَحُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَرَطُوْا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ مَنْ جَآءَنَا مِنْكُمْ لَمْ نَرُدَّهٗ عَلَيْكُمْ وَمَنْ جَآءَكُمْ مِنَّا رَدَدْتُمُوْهُ عَلَيْنَا فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَكْتُبُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ اِنَّهٗ مَنْ ذَهَبَ مِنَّا اِلَيْهِمْ فَاَبْعَدَهُ اللّٰهُ وَمَنْ جَآءَنَا مِنْهُمْ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ لَهٗ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ فِىْ بَيْعَةِ النِّسَآءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ فَمَنْ اَقَرَّتْ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنْهُنَّ

روایت ہے حضرت انس سے کہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ شرط لگائی کہ تم میں سے جو شخص ہمارے پاس آئے گا اسے ہم تم کو واپس نہ دیں گے اور ہم میں سے جو شخص آپ کے پاس جائے گا آپ اسے ہم پر لوٹا دیں گے۱ تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ یہ لکھ رہے ہیں۲ فرمایا ہاں۔ جو ہم میں سے ان کے پاس جاوے تو اسے اللہ نے دور کر دیا۳ اور ان میں سے جو ہمارے پاس آوے گا تو اللہ اس کے لیے راستہ اور گنجائش کر دے گا۴ (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے آپ عورتوں کی بیعت کے متعلق فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا اس آیت سے امتحان لیتے تھے۔ اے نبی! جب آپ کے پاس مومنہ عورتیں بیعت کرنے آئیں الخ تو ان میں سے جو بی بی اس شرط کا اقرار کر لیتی۱ ان سے

۱ اس کی شرح ابھی گزر چکی کہ جو کافر مکہ معظمہ سے مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آئے اُسے آپ مکہ لوٹا دیں اور جو مسلمان مرتد ہو کر مکہ معظمہ آئے اُسے ہم مدینہ منورہ واپس نہ کریں گے اپنے ہاں ہی رکھ لیں گے۔ آنے سے مراد اپنا دین چھوڑ کر وہاں بسنے کے لیے آنا ہے۔

۲ یہ سوال تعجب کے لیے ہے ان حضرات کو دو وجہ سے تعجب ہوا ایک یہ کہ یہ شرط قبول کرنا بظاہر کفار سے انتہائی دبنا ہے۔ حالانکہ ہم اس وقت پندرہ سو جوان ہیں غزوۂ بدر میں ہم نے تین سو تیرہ ہو کر کفار پر فتح پالی تھی تو دبنے کی کیا وجہ، دوسرے یہ کہ جو کافر مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آئے اُسے مکہ واپس بھیجنا گویا اس کے مرتد ہو جانے کی راہ کھول دینا ہے۔ کیونکہ واپس جا کر اس کا مسلمان رہنا مشکل ہے۔ مگر اس شرط کی مصلحتیں بعد کے واقعات نے ظاہر کر دیں۔ حضور جیسا سیاست دان نہ پیدا ہوا نہ پیدا ہو گا۔ یہ تو صحابہ کرام کی انتہائی وفاداری تھی کہ ایسی شرطیں دیکھتے ہوئے اور سرتابی نہ کی۔ اگر یہاں اصحاب موسیٰ علیہ السلام ہوتے تو بغاوت کر دیتے جیسے حضور انور تمام نبیوں کے سردار ہیں ویسے ہی حضور کے صحابہ تمام نبیوں کے صحابہ کے سردار ہیں۔

۳ یعنی جو مسلمان مرتد ہو جائے اس کا مدینہ منورہ میں رہنا خطرناک ہے۔ اُسے مکہ معظمہ بھیج دینا ہی غنیمت ہے گلا ہوا عضو جسم سے علیحدہ ہو جانا ہی اچھا ہے۔

۴ یعنی جو کافر مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آ جائے اور ہم اسے واپس کر دیں تو وہ مکہ معظمہ پہنچ کر مرتد نہ ہو گا بلکہ اسلام کا مبلغ ہو کر اہل مکہ والوں کو مسلمان بنائے گا جسے ہم نگاہ بھر کر دیکھ لیں وہ کہاں جا سکتا ہے۔ شعر

قَالَ لَهَا قَدْ بَايَعْتُكِ كَلَامًا يُكَلِّمُهَا بِهٖ وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ يَدُهٗ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنِ الْمِسْوَرِ وَمَرْوَانَ اَنَّهُمْ اِصْطَلَحُوْا عَلٰى وَضْعِ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِيْنَ يَأْمَنُ فِيْهِنَّ النَّاسُ وَعَلٰى اَنَّ بَيْنَنَا عَيْبَةً مَكْفُوْفَةً وَاَنَّهٗ لَا اِسْلَالَ وَلَا اِغْلَالَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ صَفْوَانَ ابْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عِدَّةٍ

حضور فرماتے کہ میں نے تمہیں بیعت کر لیا اس کلام سے جو آپ اس سے کرتے اللہ کی قسم بیعت میں حضور کا ہاتھ مبارک کسی عورت سے نہ چھوا ۱؎ (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے مسور اور مروان سے کہ مسلمانوں نے دس سال تک جنگ بند رہنے پر صلح کی ان سالوں میں لوگ امن سے رہیں گے اور اس شرط پر کہ ہمارے درمیان بند صندوق ہوگا اور یہ کہ نہ تلوار سونتنا ہوگا نہ زرہ پہننا ۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے صفوان ابن سلیم سے

تو جو للکارے آتا ہوا الٹا پھر جائے : تو جو چمکارے سے بپھر کے جو تیرا تیرا

اس کا ساتھ بھی ان شاء اللہ وہ مکہ والوں کے ہاتھ ہلاک نہ ہوگا۔ اللہ تعالٰی ان کی حفاظت فرمائے گا اس کے لیے کوئی راہ نکال دے گا۔ اس نے تو موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی گود میں پرورش کرا دیا وہ فرعون جس نے موسیٰ علیہ السلام کو روکنے کے لیے اسی ہزار بچے ذبح کرائے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ غیبی خبر بھی پوری ہوئی جیسا کہ احادیث سے تواریخ سے ثابت ہے۔

۱؎ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مردوں سے بیعت لیتے تو مصافحہ فرما کر بیعت لیتے مگر عورتوں سے کبھی مصافحہ نہ فرماتے صرف کلام سے بیعت فرماتے کیونکہ غیر عورت کو ہاتھ لگانا حرام ہے خواہ پیر ہو یا عالم یا شیخ یا کوئی اور حضرت ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط مومنہ مہاجرہ ہو کر مدینہ منورہ آئیں کنواری تھیں ان کے اہل نے انہیں بلایا حضور انور نے واپس فرمانے سے انکار کر دیا۔ اور اس طرح ان سے بیعت لی۔ بہرحال مشائخ کو چاہیے کہ عورتوں سے اس طرح بیعت لیا کریں (مرقات)۔ ۲؎ مگر اس شرط کے باوجود فتح مکہ دو سال بعد ہی ہو گئی کیونکہ مشرکین نے اس صلح نامہ کی دو شرطیں خود توڑ دیں اور جب صلح نامہ کی ایک شرط بھی ٹوٹ جائے تو کل شرطیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ ۳؎ عیبہ چمڑے وغیرہ کا وہ تھیلا یا صندوق جس میں کپڑے رکھے جائیں مکفوفہ بنا ہے کف سے بمعنی روکنا یعنی کھلنے سے روکا ہوا مضبوطی سے بند مقفل یعنی ان دس سال میں ہمارے آپ کے درمیان جنگ ایسی بند رہے کہ کھل نہ سکے جیسے مقفل صندوق۔ ۴؎ اسلال بنا ہے سل سے بمعنی تلوار سونتنا اس لیے ننگی تلوار کو سیف مسلول کہتے ہیں۔ اغلال مصدر ہے جس کا مصدر ہے غل بمعنی چھپانا اس سے بنا ہے غلالہ یعنی نیچے کی واسکٹ یا صدری یہاں مراد ہے زرہ پہننا جس سے جسم ڈھک جاتا ہے بعض شارحین نے کہا کہ اسلال کے معنی ہیں چھپی ہوئی واردات اور اغلال کے معنی ہیں خیانت مگر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں۔ اشعہ۔ مطلب یہ ہے کہ ان دس سال کے دوران جنگ تو کیا جنگ کی تیاری بھی نہ ہو۔

مِنْ أَبْنَاءِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ آبَائِهِمْ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوِ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ أُمَيْمَةَ بِنْتِ رُقَيْقَةَ قَالَتْ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نِسْوَةٍ فَقَالَ لَنَا فِيمَا

۔۔ متعدد صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹوں [۲] سے راوی وہ اپنے والدوں [۳] سے راوی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ خبردار رہو جس نے کسی معاہدہ والے کافر [۴] پر ظلم کیا یا عہد توڑا [۵] یا طاقت سے زیادہ تکلیف دی یا اس سے کوئی چیز ناخوش دلی سے لی [۶] تو قیامت کے دن اس کا مقابل میں ہوں گا [۷] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت امیمہ بنت رقیقہ سے [۸] فرماتی ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چند عورتوں کی جماعت میں بیعت کی تو فرمایا اس میں

۱؎ آپ جلیل القدر تابعی ہیں اعلیٰ مرتبہ کے ہیں، بڑے عابد زاہد تھے چالیس سال زمین سے اپنی پیٹھ نہ لگائی زیادتی سجود کی وجہ سے پیشانی میں گڑھا پڑ گیا تھا، حضرت عبدالرحمن ابن عوف کے آزاد کردہ تھے، بیٹھ کر جان دی۔ آپ کی ولادت ۔۔۔ میں ہوئی اور وفات ۔۔۔ میں ہوئی۔ عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن جعفر، انس ابن مالک رضی اللہ عنہم اجمعین سے ملاقات ہے اور ان حضرات سے اور بہت تابعین سے روایت احادیث کرتے ہیں (اشعہ)

۲؎ ان بیٹوں میں بعض خود بھی صحابی ہیں اور بعض تابعی (مرقات)

۳؎ وہ تمام صحابہ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ تو تمام عادل ہیں۔ ان کا نام روایت میں نہ آنا حدیث کو ضعیف نہیں کرتا۔ مگر ان صحابہ کے وہ بیٹے جن سے صفوان یہ روایت لے رہے ہیں وہ تمام حضرت صفوان کے نزدیک معتبر ہیں اس لیے ان کا نام بتائے بغیر یہ وہ حدیث نقل فرما رہے ہیں۔

۴؎ معاہدہ والے سے مراد کافر ذمی یا وہ کافر مستامن سب ہی ہیں۔ عہد توڑنے سے مراد یا تو مستامن کی مدت امان میں اسے دبا دینا ہے یا جو وعدے اس سے کیے گئے تھے انہیں پورا نہ کرنا ہے۔

۵؎ اس زمانہ حال میں بہت وسعت ہے زمینوں پر جزیہ ان کی حیثیت سے زیادہ مقرر کر دینا، پیداوار کا خراج نہ ہو اور نصف مقرر کر دینا جزیہ خراج کی ادائی میں ان پر ناجائز سختی کرنا ان سے ہدیے تحفے ذلیل کے جانے ان کا مال وصول کرنا۔ ان سے رشوتیں لینا وغیرہ۔

۶؎ یعنی میں اس ظالم حاکم کی شفاعت کرنے کی بجائے اس کی شکایت کروں گا اور عذاب سے بچانے کی بجائے عذاب میں گرفتار کراؤں گا یہ ہے اس رحمۃ للعالمین کا رحم کہ اس رحم سے کفار بھی محروم نہیں۔

۷؎ اُمیمہ تصغیر ہے آپ اُمیمہ بنت عبداللہ ہیں۔ رقیقہ آپ کی والدہ کا نام ہے۔ رقیقہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ام المومنین کی بہن ہیں تو امیمہ حضرت ام المومنین خدیجہ کی بھانجی ہیں آپ کی والدہ رقیقہ بنت خویلد ہیں۔

اِسْتَطَعْتُنَّ وَاَطَقْتُنَّ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَرْحَمُ بِنَا مِنَّا بِاَنْفُسِنَا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَايِعْنَا تَعْنِیْ صَافِحْنَا قَالَ اِنَّمَا قَوْلِیْ لِمِائَةِ امْرَاَةٍ كَقَوْلِیْ لِامْرَاَةٍ وَّاحِدَةٍ رَوَاهُ اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ ذِی الْقَعْدَةِ فَاَبٰى اَهْلُ مَكَّةَ اَنْ يَّدَعُوْهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتّٰى قَاضَاهُمْ عَلٰى اَنْ يَّدْخُلَ يَعْنِیْ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ يُقِيْمُ بِهَا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتَابَ كَتَبُوْا هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالُوْا لَا نُقِرُّ بِهَا فَلَوْ نَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ

جس میں تم طاقت و قدرت رکھو ۱؎ میں نے کہا اللہ کے رسول ہم پر ہم سے زیادہ رحیم ہیں ۲؎ بولی یا رسول اللہ ہم سے بیعت لیجیے یعنی ہم سے مصافحہ کیجیے ۳؎ تو فرمایا میرا سو عورتوں سے فرمان ایسا ہی ہے جیسے ایک عورت سے فرمانا

تیسری فصل ۔ روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ میں عمرہ کیا ۱؎ تو مکہ والوں نے مکہ میں داخلے کی اجازت دینے سے انکار کردیا حتی کہ ان سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ اگلے سال تشریف لائیں مکہ میں تین دن قیام فرمائیں ۲؎ تو جب انہوں نے تحریر لکھی تو لکھا کہ یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے فیصلہ فرمایا وہ بولے ہم اس کا اقرار نہیں کرتے کیونکہ اگر ہم جانتے ہوتے کہ آپ

۱؎ یعنی ہم نے بیعت میں اعمال صالح کرنے، گناہوں سے بچنے کا عہد کیا مگر یہ بھول گئے کہ بقدر طاقت کی قید لگا لیتے تو حضور انور نے ہم کو خود یاد دلایا کہ یہ قید لگا لو کہ بقدر طاقت نیکیاں کریں گے۔

۲؎ یا تو زبان سے کہا یا دل میں سوچا چونکہ حضور انور کا فرمان رب تعالٰی کا فرمان ہے اللہ و رسولہ فرمایا۔ سبحان اللہ! اللہ رسول کی مہربانی ہم پر اتنی ہے کہ خود ہم کو اپنے پر اتنی مہربانی نہیں، ان کا رحم و کرم ہمارے خیال سے وراء ہے۔

۳؎ آپ سمجھیں کہ بغیر مصافحہ بیعت ہوتی ہی نہیں۔ اس لیے عرض کیا حضور بیعت میں جواب عالی کا خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں سے بیعت صرف کلام سے لی جاتی ہے اور ایک عورت سے بیعت سو عورتوں سے بیعت ایک ہی کلام شریف سے ہو جاتی ہے۔ اس حدیث کو بیک ترمذی نسائی، ابن ماجہ، موطا امام مالک نے بروایت محمد ابن منکدر نقل فرمایا مگر صاحب مشکوٰۃ کو یہ حوالے ملے ہیں۔ اس لیے انہوں نے رواہ ذکر کرکے جگہ خالی چھوڑ دی۔ ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس کے راوی محمد ابن منکدر ہیں (مرقات، اشعہ)

۱؎ یعنی عمرہ کا ارادہ فرمایا احرام باندھ لیا۔ یہ واقعہ ۶ھ دوشنبہ کو ہوا (مرقات)

۲؎ [illegible] دو دفعہ پہلے بیان ہو چکا۔

اللّٰہِ مَا مَنَعْنَاكَ وَلٰكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ فَقَالَ أَنَا رَسُولُ اللّٰہِ وَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ امْحُ رَسُولَ اللّٰہِ قَالَ لَا وَاللّٰہِ لَا أَمْحُوكَ أَبَدًا فَأَخَذَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ يُحْسِنُ يَكْتُبُ فَكَتَبَ هٰذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ لَا يَدْخُلُ مَكَّةَ بِالسِّلَاحِ إِلَّا السَّيْفَ فِي الْقِرَابِ وَأَنْ لَا يَخْرُجَ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ إِنْ أَرَادَ أَنْ يَتَّبِعَهُ وَأَنْ لَا يَمْنَعَ مِنْ أَصْحَابِهِ أَحَدًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ

اللہ کے رسول ہیں تو آپ کو نہ روکتے لیکن آپ محمد ابن عبد اللہ ہیں[۱] تو فرمایا کہ میں رسول اللہ بھی ہوں اور محمد ابن عبد اللہ بھی ہوں[۲] پھر علی ابن ابی طالب سے فرمایا لفظ رسول اللہ کو محو کر دو[۳] وہ بولے اللہ کی قسم میں کبھی آپ کو محو نہ کروں گا[۴] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑا حالانکہ آپ اچھی طرح لکھتے نہ تھے پھر لکھا[۵] یہ وہ ہے جس پر محمد ابن عبد اللہ نے صلح فرمائی کہ مکہ میں داخل نہ ہوں گے ہتھیاروں کے ساتھ سوا تلوار کے وہ بھی میان میں[۶]۔ اور یہ کہ مکہ کے باشندوں میں سے جو آپ کے ساتھ جانا چاہے اسے نہ لے جائیں گے اور یہ کہ آپ کے صحابہ میں سے نہ روکیں گے[۷] اگر وہ مکہ میں رہنا چاہے[۸] پھر جب

۱؎ یعنی آپ اس صلح نامہ میں اپنے نام شریف کے ساتھ رسول اللہ تحریر نہ کریں بلکہ ابن عبد اللہ لکھوائیں کیونکہ ہم آپ کو رسول اللہ نہ مانتے تھے، نہ مانتے ہیں۔ آج یہ لفظ سہیل ابن عمرو کے منہ سے نکل رہے ہیں۔ عنقریب یہ ہی سہیل کلمہ شہادت پڑھیں گے مسلمان ہوں گے، یہ ہے تیرے رب کی بے نیازی۔

۲؎ یعنی یہ دونوں لفظ حق ہیں، مجھ میں دونوں صفات موجود ہیں، جو چاہو لکھو ہم کو اس پر اعتراض نہیں۔ سبحان اللہ یہ ہے تحمل ہمارے نبی کا صلی اللہ علیہ وسلم۔ مقصد یہ تھا کہ جنگ نہ ہو تاکہ حرم شریف اور بیت اللہ میں خونریزی نہ ہو صلح ہو جائے۔

۳؎ اور اس کی جگہ لکھ دو ابن عبد اللہ جیسا کہ سہیل کا اصرار ہے۔

۴؎ یعنی علی کے ہاتھ سے لفظ رسول اللہ پر قلم نہ چلے گا، یہ حکم سے سرتابی نہیں بلکہ انتہائی جوش ایمانی اور جذبۂ عشق رسول اللہ ہے، محبت و اخلاص کی حد ہو گئی۔ آپ جانتے تھے کہ یہ حکم وجوب شرعی کے لیے نہیں ہے۔ بہرحال جناب علی مرتضیٰ کا یہ عمل قابل صد ستائش ہے۔

۵؎ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کسی سے لکھنا سیکھا نہ خود کبھی لکھنے کی مشق کی نہ اس سے پہلے کبھی کچھ لکھا تھا۔ آج اچانک اپنے دست اقدس سے پوری عبارت تحریر فرمائی۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اس آیت قرآنیہ کے خلاف نہیں وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک کیونکہ آیت کریمہ میں ظہور نبوت سے پہلے کتاب پڑھنے کی اور لکھنے کی نفی ہے اور یہاں اس موقعہ پر لکھنے کا ثبوت ہے۔ یہ موقعہ ظہور نبوت سے برسوں کے بعد ہے اور یہ لکھنا بھی حضور انور کا معجزہ ہے۔ یا یوں کہو کہ آیت کریمہ میں لکھنے کی عادت کی نفی ہے اور یہاں ایک بار لکھنے کا ثبوت جیسے قرآن مجید فرماتا ہے وما علمناہ الشعر ہم نے اپنے محبوب کو شعر گوئی نہ سکھائی اور احادیث سے ثابت ہے کہ کئی دفعہ

بِهَا فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْأَجَلُ أَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوا قُلْ لِصَاحِبِكَ اُخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَى الْأَجَلُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔

بَابُ إِخْرَاجِ الْيَهُودِ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْطَلِقُوا إِلَى يَهُودَ فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى جِئْنَا بَيْتَ الْمِدْرَاسِ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ يَهُودَ أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا اعْلَمُوا

حضور مکہ میں تشریف لائے اور مدت گزر گئی تو کفار علی کے پاس آئے بولے اپنے ایمان کے ساتھی سے عرض کرو[۱] کہ ہمارے پاس سے تشریف لے جاویں کیونکہ میعاد گزر چکی چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے[۲] (مسلم، بخاری)

جزیرہ عرب سے یہودیوں کے نکالنے کا بیان[۳] پہلی فصل۔ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تھے کہ حضور نے فرمایا یہود کی طرف چلو[۴] چنانچہ ہم حضور کے ساتھ چلے حتی کہ ہم ان کے مدرسہ میں پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرما کر فرمایا اے یہود کی جماعت اسلام قبول کرلو سلامت رہو گے[۵] جان رکھو کہ

حضور انور کے منہ شریف سے شعر صادر ہوئے، جیسے ھل انت الا اصبع دمیت اور جیسے کل امرئ مصبح فی اھلہ وغیرہ کنایت کریمہ شعر گوئی کی عادت کی نفی ہے اور حدیث شریف میں دو چار شعر صادر ہونے کا ثبوت ہے۔ [۸] یعنی ہم سال آئندہ عمرہ کرنے اس ماہ ذیقعدہ میں آئیں گے تیر کمان وغیرہ سامان جنگ ساتھ نہ لائیں گے۔ صرف تلوار ساتھ لائیں گے وہ بھی میان میں بند [۹] اس کی شرح پہلے گزر چکی۔ یہاں صرف تین شرطوں کا ذکر ہے۔ مگر شرائط ان کے علاوہ اور بھی تھیں جو ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔ اس شرط کا مطلب یہ ہے کہ جو مکہ معظمہ کا کافر مسلمان ہوکر مدینہ منورہ رہنا چاہے آپ اسے نہ رکھیں اور جو مدینہ منورہ کا مسلمان مرتد ہوکر مکہ معظمہ رہنا چاہے تو آپ اسے نہ روکیں۔ حضور انور نے یہ شرط منظور فرمالی۔

[۱] صاحبک کا ترجمہ نہایت موزوں ہے۔ ساتھی بہت قسم کے ہوتے ہیں وطن کے ساتھی، پیشہ کے ساتھی، گھر کے ساتھی، باہر کے ساتھی، دل کے ساتھی، جان کے ساتھی، ایمان کے ساتھی، یہاں ایمان کے ساتھی مراد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے ایمان کے ساتھی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

[۲] چنانچہ جب حضور روانہ ہوئے تو حضرت حمزہ کی دختر حضور انور کے ساتھ آگئیں۔ جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔

[۳] ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ عرب اس جزیرہ کا نام ہے جو بحر ہند، بحر شام و دجلہ و فرات سے گھرا ہوا ہے۔ عدن سے شام تک طول ہے۔ جدہ سے عراق تک عرض ہے۔ اس کے پانچ صوبے ہیں۔ حجاز، عراق، یمن، نجد، بحرین۔ باقی دیگر ممالک کا نام عجم ہے۔ اگرچہ عرب سے یہود و نصاریٰ دونوں ہی کو نکالا جائے گا۔ مگر یہاں صرف یہود کا ذکر کیا گیا کیونکہ حضور انور نے حکم تو دونوں فرقوں کے نکالنے کا دیا مگر عمل شریف صرف یہود کے نکالنے کا کیا۔

[۴] تبلیغ کے لیے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

أَنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَإِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ أُجْلِيَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْأَرْضِ فَمَنْ وَجَدَ مِنْكُمْ بِمَالِهٖ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَامَ عُمَرُ خَطِيْبًا فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

زمین اللہ رسول کی ہے اور میں ارادہ کررہا ہوں کہ تم کو اس زمین سے جلاوطن کردوں تو تم میں سے جو اپنا کچھ مال پائے تو اسے فروخت کردے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ جناب عمر خطبہ فرمانے کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۸ مدارس یا تو درس سے بنا ہے یا دراست و تدریس سے۔ بیت المدارس کے معنی سبق لینے تعلیم حاصل کرنے کا گھر کبھی یہودیوں کے عالم کو بھی مدارس کہتے ہیں یعنی درس دینے والا۔ بعض روایات میں یوں ہے حتی اتی المدارس۔ بہرحال اس سے مراد یا یہود کا دینی مدرسہ ہے یا ان کے پوپ پادری کا گھر جو مدینہ منورہ میں تھا اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ کے لیے کفار کے گھروں ان مدرسوں خانقاہوں میں جانا سنت سے ثابت ہے۔

۹ یعنی آپ وہاں بیٹھے نہیں بلکہ کھڑے کھڑے ان سے یہ کلام فرمایا اس لیے کہ وعظ و خطبہ کھڑے ہوکر کرنا بہتر ہے یا اس لیے کہ آپ نے ان کفار کے ساتھ بیٹھنا پسند نہ فرمایا۔ سلامت رہو گے کے معنی ہیں دینی و دنیاوی آفات سے بچے رہو گے۔ اسلام ایسا مضبوط روحانی قلعہ ہے جس میں داخل ہوکر انسان بہت سی آفات سے بچ جاتا ہے۔ اس کا بہت تجربہ ہے۔ معلوم ہوا کہ تبلیغ نرمی سے کرنا بہتر ہے اور بشارت سے بشارت اعلیٰ کہ حضور انور نے انہیں اسلام لانے پر سلامتی کی بشارت دی۔

۱۰ ظاہر یہ ہے کہ ارض سے مراد ساری زمین ہے اور مطلب یہ ہے کہ زمین مخلوق و مملوک رب تعالیٰ کی ہے۔ پھر اس کے مالک بنانے سے میری ملکیت ہے قل ان الارض للہ یورثھا من یشاء۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ اللہ رسول کا ملاکر ذکر فرمانا حرام نہیں اور یہ کہنا کہ ہم اللہ رسول کے ہیں دنیا و آخرت اللہ رسول کی ہے شرک نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تملیک الٰہی سے اللہ کی ہر چیز کے مالک ہیں۔

خالق کل نے آپ کو مالک بنا دیا   دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

۱۱ تاکہ زمین مدینہ تمہارے وجود نامسعود سے پاک ہوجائے اور یہاں صرف اسلام ہی رہے۔ ان یہود کی وجہ سے دن رات فتنے رہتے تھے احزاب جیسی تکلیف مسلمانوں کو انہی یہود مدینہ کی وجہ سے پہنچی۔ ہمیشہ سلطنتیں اپنے ملک سے غداروں فتنہ گروں کو نکالتی ہیں۔ جرمنی کے ہٹلر نے یہودیوں کو جرمن سے نکالا تھا اب بھی خاص مجرموں کو کالا پانی دیا جاتا ہے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود مدینہ بنی نضیر کو نکالنا حکم الٰہی سے تھا۔ چونکہ آپ خلیفۃ اللہ ہیں۔ لہذا فرماتے ہیں کہ میں تم کو جلاوطن کرنا چاہتا ہوں۔

۱۲ بمالک بمعنی من ہے یعنی ہم تم کو ضبط مال کی سزا نہیں دیتے۔ تم منقول مال ساتھ لے جاؤ اور غیر منقول مال فروخت کرکے قیمت حاصل کرلو۔ خیال رہے کہ مدینہ منورہ میں یہود کے دو قبیلے آباد تھے بنی قریظہ اور بنی نضیر جب انہوں نے مسلمانوں کو مکمل مٹادینے کی کوشش کی جس کی وجہ سے احزاب کا واقعہ پیش آیا۔ تب حضور انور نے بنی قریظہ کو توقتل کردیا اور بنی نضیر کو جلاوطن فرمادیا یہ گفتگو بنی نضیر سے ہے۔

كَانَ عَامَلَ يَهُوْدَ خَيْبَرَ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَقَالَ نُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللّٰهُ وَقَدْ رَأَيْتُ إِجْلَاءَهُمْ فَلَمَّا أَجْمَعَ عُمَرُ عَلَى ذٰلِكَ أَتَاهُ أَحَدُ بَنِي أَبِي الْحُقَيْقِ فَقَالَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَتُخْرِجُنَا وَقَدْ أَقَرَّنَا مُحَمَّدٌ وَعَامَلَنَا عَلَى الْأَمْوَالِ فَقَالَ عُمَرُ أَظَنَنْتَ أَنِّي نَسِيْتُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكَ إِذَا أُخْرِجْتَ مِنْ خَيْبَرَ تَعْدُوْ بِكَ قَلُوْصُكَ لَيْلَةً بَعْدَ لَيْلَةٍ فَقَالَ هٰذِهٖ كَانَتْ هُزَيْلَةً مِنْ أَبِي الْقَاسِمِ

خیبر کے یہود سے ان کے مالوں پر معاملہ طے کیا تھا اور فرمایا تھا جب تک اللہ تم کو برقرار رکھے ہم تم کو برقرار رکھیں گے۱ میں ان کی جلاوطنی مناسب سمجھتا ہوں۲ جب حضرت عمر نے اس کا پورا ارادہ کر لیا تو بنی حقیق کا ایک شخص آیا۳ بولا اے امیر المومنین آپ تو ہم کو نکال رہے ہیں حالانکہ حضور نے ہم کو برقرار رکھا تھا اور ہم سے مالوں پر معاملہ فرمایا تھا تو حضرت عمر نے فرمایا کہ کیا تو سمجھتا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھول گیا کہ تیرا کیا حال ہوگا جب تو خیبر سے نکالا جائے گا کہ تجھ کو تیری اونٹنیاں رات بہ رات لیے پھرتی رہیں گی۴ وہ بولا یہ تو ابو القاسم کا مسخرہ تھا تو آپ نے فرمایا

یہ واقعہ ۵ھ میں ہوا اور قتل بنی قریظہ ۵ھ میں ہوا اور حضرت ابوہریرہ ۷ھ میں ایمان لائے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء نے مجبور کی بیع جائز مانی۔ خیال رہے کہ بیع مضطر اور ہے بیع مکرہ اور ہے۔ یہاں بیع مضطر ہو گی بیع مکرہ نہ ہو گی۔ بیع مکرہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی چیز فروخت کرنا نہ چاہے اسے مار پیٹ کر بیع کرائی جائے۔ یہ بیع بالاتفاق ناجائز ہے۔ خیال رہے کہ امام مالک کے ہاں کسی کافر کو ملک عرب میں رہنے کی اجازت نہیں، امام شافعی کے ہاں مکہ، مدینہ، یمامہ کے لیے یہ حکم ہے۔ نیز علماء فرماتے ہیں کہ کسی کافر کو حجاز میں آنے کی اجازت نہیں ہاں بطور سیر آئیں تو تین دن سے زیادہ وہاں قیام نہ کریں۔ اگر خفیہ طور پر آجائیں تو نکال دیے جائیں۔ اگر وہاں مر کر دفن ہو جائیں تو ان کی نعش بھی نکال دی جائے۔ امام اعظم کے ہاں کفار عارضی طور پر حجاز بلکہ حرم میں جا سکتے ہیں۔ اس کی پوری بحث کتب فقہ اور مرقات میں دیکھو۔

۱؎ یعنی حضور نے فتح خیبر فرما کر یہود خیبر کو وہاں عارضی قیام کی اجازت دی تھی، اس طرح کہ اپنے باغوں میں وہ کام کاج کریں پیداوار آدھی ان کی آدھی مسلمانوں کی۔ اور فرمایا تھا کہ یہ معاملہ ہمیشہ کے لیے نہیں جب ہم چاہیں گے تم کو نکال دیں گے، یہ حضور انور کی خصوصیات سے ہے۔ ورنہ اب باغ یا کھیت کا ٹھیکہ اس طرح دینا جائز نہیں، ٹھیکہ کے لیے میعاد مقرر ہونا ضروری ہے کہ فلاں وقت تک (مرقات)

۲؎ یعنی اب چاہتا ہوں کہ ان یہود کو خیبر سے بھی نکال دوں کہ ان کا خیبر میں رہنا بھی خطرناک ہے اور میرا نکالنا خود حضور انور کا نکالنا ہے۔

۳؎ بنی حقیق یہود کا بہت بڑا مالدار قبیلہ تھا حقیق بروزن کریم ان کا کوئی امیر یا سردار آیا اس کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

۴؎ سبحان اللہ حضور کی یہ غیبی خبر تو معجزہ اور حضرت عمر کا یہ فرمان اس طرح یاد رکھنا آپ کی کرامت ہے گویا آپ اس وقت کے حالات اپنی

فَقَالَ كَذَبْتَ عَدُوَّ اللهِ فَاَجْلَاهُمْ عُمَرُ وَاَعْطَاهُمْ قِيْمَةَ مَا كَانَ لَهُمْ مِنَ الثَّمَرِ مَالًا وَ اِبِلًا وَعُرُوْضًا مِنْ اَقْتَابٍ وَحِبَالٍ وَغَيْرِ ذٰلِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصٰى بِثَلٰثَةٍ قَالَ اَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ اُجِيْزُهُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ اَوْ قَالَ فَاُنْسِيْتُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى

اے اللہ کے دشمن تو جھوٹا ہے۱؎ چنانچہ ان کو نکال دیا اور ان کو ان کے جو کچھ پھل تھے مال اونٹ، سامان۔ رسیاں وغیرہ تھیں ان کی قیمت دے دی۲؎ (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت کی۳؎ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۴؎ اور مذکورہ عطیہ دو۔ جیسے انہیں عطیہ دیتا تھا۵؎ ابن عباس نے فرمایا کہ تیسری وصیت سے خاموشی فرمائی۶؎ یا کہا کہ میں بھول گیا (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں مجھے عمر ابن خطاب نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا

آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، اس فرمان میں یہ بھی اشارہ تھا کہ تم لوگ عرب سے ایسے نکالے جاؤ گے کہ کوئی ملک تمہیں قبول نہ کرے گا مارے مارے پھرو گے یہ اب تک مارے مارے پھر رہے ہیں۔ اب امریکہ نے انہیں فلسطین میں لا بسایا چودہ سو برس کے بعد ان شاء اللہ پھر نکلیں گے۔

۱؎ کیونکہ حضور کی کوئی بات غلط نہیں ہوتی ہر بات وحی الٰہی ہوتی ہے۔

۲؎ اس طرح کہ اس سال کی پیداوار کے نصف حصہ کی قیمت ان کو دی اور وہ جو سامان نہ لے جاسکے اس کی قیمت عطا فرمادی، اگر آج کی حکومتیں ہوتیں تو ان کے سارے مال ضبط کرکے نکال دیتیں کہ وہ ملک اور اسلام کے غدار تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا تھا اور بھی سازشیں کرتے رہتے تھے۔

۳؎ بعض شارحین نے یہاں جزیرہ عرب سے مراد حجاز لیا ہے۔ امام شافعی کے ہاں بھی صرف حجاز مراد ہے۔ یعنی مکہ، مدینہ اور یمامہ (اشعہ)

۴؎ یہ دوسری وصیت ہے یعنی جو لوگ اپنی قوم کے نمائندے بن کر مدینہ منورہ آئیں ان کی خاطر و مدارات کرو انہیں تحفے تحائف دو جیسا کہ حضور انور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ان وفد والوں کی آمد پر بہت خوشی ظاہر فرماتے تھے، یہ لوگ اپنی قوم کی طرف سے ایمان ان کی وفاداری کے عہد کے پیغام لے کر آتے تھے حضور سے بیعت کرتے تھے ان کی بیعت ساری قوم کی بیعت ہوتی تھی۔

۵؎ یہاں کچھ کتابت کی غلطی ہے قال کا فاعل حضرت ابن عباس نہیں ہیں بلکہ سلیمان احول ہیں جو سعید ابن جبیر سے راوی وہ عبداللہ ابن عباس سے

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَاُخْرِجَنَّ الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ حَتّٰی لَا اَدَعَ فِیْهَا اِلَّا مُسْلِمًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَئِنْ عِشْتُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ لَاُخْرِجَنَّ الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰی مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ

الْفَصْلُ الثَّانِیْ لَیْسَ فِیْہِ اِلَّا حَدِیْثُ ابْنِ عَبَّاسٍ لَا تَکُوْنُ قِبْلَتَانِ وَقَدْ مَرَّ فِی الْجِزْیَۃِ

الْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَجْلَی الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰی اَهْلِ خَیْبَرَ اَرَادَ اَنْ یُّخْرِجَ الْیَهُوْدَ مِنْهَا

کہ میں یہودیوں عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے نکال دوں گا حتی کہ اس میں نہ چھوڑوں گا مگر مسلمان کو (مسلم)[1] اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اگر میں زندہ رہا تو ان شاء اللہ یہود و عیسائیوں کو جزیرہ عرب سے نکال دوں گا دوسری فصل اس میں صرف حضرت ابن عباس کی ہی روایت ہے کہ دو قبلہ نہ ہوں اور وہ جزیہ کے باب میں گزر گئی[2] تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ حضرت عمر ابن خطاب نے یہود و نصاری کو حجاز کی زمین سے نکال دیا[3] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر والوں پر غالب ہوئے تھے تو وہاں سے یہود کو نکالنا چاہا تھا

راوی یعنی سلیمان کہتے ہیں کہ سعید ابن جبیر تیسری وصیت کے بیان سے خاموش رہے۔ انہوں نے بیان فرمائی تھی مجھے یاد نہ رہی۔ ممکن ہے کہ تیسری وصیت یہ ہو کہ تم میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پرستش کی جائے واللہ ورسولہ اعلم (اشعہ، مرقات)

[1] یعنی ہمارا ارادہ یہ ہے کہ عرب سے تمام دینوں کو نکال دوں۔ جہاں صرف مسلمان رہیں تاکہ یہ جگہ فتنہ و فساد کی نہ رہے۔ صرف حج و عمرہ، زیارت اور ذکر الٰہی کے لیے رہے۔ جہاں صرف عبادات ہوں۔ سیاسی جھگڑے اور فتنہ و فساد کا اکھاڑہ نہ بنے۔

[2] حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو یہود سے خالی کرالیا۔ اس طرح کہ وہاں کے یہود یا ایسے سے بنی قریظہ کو قتل کر دیا اور بنی نضیر کو جلا وطن فرما دیا۔ خیبر فتح فرمایا تو وہاں کے یہود کو عارضی طور پر کچھ روز رہنے سہنے کی اجازت دی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں وہاں سے بھی نکال دیا۔ اس طرح حضور انور کی یہ خواہش رب نے پوری فرما دی۔

[3] یعنی مصابیح میں وہ حدیث یہاں ہی تھی اور دوسری فصل میں صرف وہ ایک ہی حدیث تھی ہم نے اسے باب الجزیہ میں بیان کر دیا اگر یہاں بھی لاتے تو مکرر ہو جاتی اس لیے ہم یہاں نہ لائے اور دوسری فصل حدیث سے خالی رہی۔

[4] یہاں مرقات نے فرمایا کہ زمین حجاز سے مراد جزیرہ عرب ہے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام ملک عرب سے یہود کو نکال دیا۔

وَكَانَتِ الْاَرْضُ لَمَّا ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ فَسَأَلَ الْيَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَتْرُكَهُمْ عَلٰى اَنْ يَكْفُوا الْعَمَلَ وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُقِرُّكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا فَاُقِرُّوْا حَتّٰى اَجْلَاهُمْ عُمَرُ فِيْ اِمَارَتِهٖ اِلٰى تَيْمَاءَ وَ اَرِيْحَاءَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

بَابُ الْفَيْءِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ خَصَّ

جب حضور اس پر غالب ہوئے تو وہ زمین اللہ رسول اور سارے مسلمانوں کی تھی[۱] تب یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ انہیں یہاں ہی چھوڑ دیں اس شرط پر کہ وہ لوگ کام کاج کریں اور مسلمانوں کے لیئے آدھے پھل ہوں[۲] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تم کو اس ہی شرط پر رکھتے ہیں جب تک چاہیں چنانچہ وہ قائم رہے حتی کہ ان کو حضرت عمر نے اپنی خلافت میں تیما اور اریحا کی طرف جلاوطن کر دیا[۳] (مسلم بخاری)

فئی کا بیان[۴]

پہلی فصل

روایت ہے حضرت مالک ابن اوس ابن حدثان سے[۵] فرماتے ہیں حضرت ابن خطاب نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے

[۵] اس نکالنے کی چند وجہیں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

[۱] یعنی یہ زمین مسلمانوں کی ملک قرار دی گئی، دوسرے علاقوں کی طرح زمین وہاں کے باشندوں کی نہ رکھی گئی اللہ کا ذکر برکت کے لیے ہے

[۲] یعنی باغات کی خدمت یہ لوگ کریں۔ مالک مسلمان ہوں اور پیداوار آدھی آدھی ہو، اس طرح کہ مسلمانوں کی ملکیت کی وجہ آدھی پیداوار ملے۔ اور ان یہود کو خدمت کی وجہ سے آدھی پیداوار ملے اسے اردو میں ٹھیکہ کہتے ہیں۔

[۳] یہ دونوں بستیاں بیت المقدس کے پاس ہیں۔ ملک فلسطین میں بعض شارحین نے فرمایا کہ تیما تو عرب میں واقع ہے اور اریحا ملک فلسطین میں

[۴] کبھی فئی بمعنی غنیمت آتا ہے۔ یعنی جو مال کفار سے بحالت جنگ لڑ کر لیا جائے اور کبھی فئی وہ مال کہلاتا ہے کہ جو کفار سے بغیر جنگ لئے۔ غنیمت سے خمس نکال کر باقی چار خمس مجاہدین کو دیئے جاتے ہیں فئی میں خمس نہیں [illegible] حدیث سوم میں ہے حضور کو حق تھا کہ جہاں چاہیں خرچ کریں۔ اب یہ فئی خراج کے حکم میں ہے کہ وہ مسلمانوں کی مصلحتوں میں خرچ ہوگا جیسے پل بنانا، تنخواہ علماء کی تنخواہ، پولیس پر خرچ وغیرہ ہا ت، امام شافعی کے ہاں فئی، جزیہ، خراج میں سے بھی خمس لیا جائے گا۔ مگر یہ قول اجماع کے خلاف ہے۔ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خراج سے خمس لیا ہو، اور ان سے پہلے پیچھے کسی نے یہ قول نہ کیا۔ [۵] آپ بصری ہیں۔ صحیح تو یہ ہے کہ صحابی ہیں لیکن آپ سے کوئی روایت ثابت نہیں

رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهٖ اَحَدًا غَيْرَهٗ ثُمَّ قَرَأَ مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ اِلٰى قَوْلِهٖ قَدِيْرٌ فَكَانَتْ هٰذِهٖ خَالِصَةً لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ مِنْ هٰذَا الْمَالِ ثُمَّ يَاْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهٗ مَجْعَلَ مَالِ اللّٰهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِي النَّضِيْرِ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِمَّا لَمْ يُوْجِفِ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ

اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فئی میں ایسی چیز سے خاص فرمایا جو ان کے سوا کسی کو نہ دی [1] پھر یہ آیت تلاوت کی ما افاء اللہ علی رسولہ قدیر تک پس یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص رہا کہ آپ اپنے گھر والوں کو اس مال سے سال بھر کا خرچ دیتے تھے [2] پھر جو بچتا تھا اسے لیتے اللہ کے مال کے مصرف میں خرچ فرماتے تھے [3] (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ بنی نضیر کے مال ان مالوں سے تھے جو اللہ تعالٰی نے اپنے رسول پر فئی فرمائے جن پر مسلمانوں نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ چنانچہ یہ

صحابہ کرام سے بہت احادیث روایت کرتے ہیں، آپ کی اکثر روایات حضرت عمر سے ہیں، مدینہ منورہ میں رہے، ۳۳ھ میں وفات پائی (مرقات و اشعہ)۔

[1] اس میں اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف ہے فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب یعنی کفار کا جو مال بغیر جنگ مسلمانوں کے ہاتھ لگے اس میں نہ خمس ہے نہ تقسیم بلکہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کے مالوں میں بالکل اختیار ہے جس طرح چاہیں تصرف کریں۔

[2] خیال رہے کہ قبیلہ بنی نضیر کو مدینہ منورہ سے جلاوطن کیا گیا ان کے مال مدینہ پاک ہی میں رہ گئے یہ قوم مدینہ منورہ سے صرف دو میل فاصلہ پر تھی صحابہ کرام پیادہ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر وہاں پہنچے اور بغیر جنگ ان پر قبضہ کر لیا گیا، مسلمانوں کا خیال تھا کہ یہ بھی مال غنیمت کی طرح تقسیم ہوں گے۔ تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ تقسیم غنیمت میں ہوتی ہے۔ یہ غنیمت نہیں ہے فئی ہے۔ لہذا یہ اموال حضور انور کے ہیں (مرقات، اشعہ)۔ [3] خیال رہے کہ حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ذات کے لیے کبھی کچھ جمع نہ فرمایا۔ مگر اپنی ازواج پاک کو ایک سال کا خرچ اس زمانہ کے بعد عطا فرمایا۔ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جو مروی ہے کہ حضور نے کل کے لیے کچھ نہ رکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے بال بچوں کے لئے سال بھر کا گندم وغیرہ خرید لینا سنت ہے کہ اس میں بے فکری بھی ہے اور برکت بھی۔ [4] یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس فئی میں سے اپنے سال کا خرچ نکال کر باقی فقراء و مساکین اور ضروریات دینی میں خرچ فرماتے تھے۔ یہ ہی اب سلاطین اسلامیہ کو حکم ہے کہ فئی کا تمام مال مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کریں۔ اس مال سے پلوں کی تعمیر، لشکریوں کے واسطے ہتھیار کی خریداری، قاضیوں و علماء دین کی تنخواہیں ادا کریں، یہ ہی امام اعظم قدس سرہ کا مذہب ہے۔ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ فئی میں سے بھی خمس لیا جائے

وَلَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً يُنْفِقُ عَلٰى أَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَتِهِمْ ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ عُدَّةً فِيْ سَبِيْلِ اللهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَتَاهُ الْفَيْءُ فِيْ يَوْمِهٖ فَأَعْطَى الْآهِلَ حَظَّيْنِ وَأَعْطَى الْعَزَبَ حَظًّا فَدُعِيْتُ فَأَعْطَانِيْ حَظَّيْنِ وَكَانَ لِيْ أَهْلٌ ثُمَّ دُعِيَ بَعْدِيْ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے خاص طور پر ہے کہ آپ اپنے گھر والوں کو ایک سال کا خرچہ دے دیتے تھے پھر جو باقی بچتا اسے اللہ کی راہ میں ہتھیاروں جانوروں میں خرچ کرتے تھے (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت عوف ابن مالک سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب فئی آتا تو اسی دن تقسیم فرما دیتے تھے اس طرح کہ گھر بار والے کو دو حصے اور چھڑے اکیلے کو ایک حصہ دیتے تھے[۳] چنانچہ میں بلایا گیا تو مجھے دو حصے دیئے میرے گھر والے تھے پھر میرے بعد عمار ابن یاسر کو بلایا گیا تو انہیں

غنیمت کی طرح باقی چار خمس مجاہدین پر خرچ ہوں گے۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے (مرقات)۔

۱؎ اس کا مطلب وہ ہی ہے کہ بنی نضیر کے جلاوطن ہو جانے کے بعد ان کے متروکہ مالوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح خرچ کرتے تھے کہ اولاً اپنے گھر کا سال بھر کا خرچ نکالا پھر باقی مال مجاہدین پر خرچ فرمایا۔ خیال رہے کہ وہ جو احادیث پاک میں ہے کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ہمارے گھر میں دو دو ماہ تک آگ نہ جلتی تھی یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن متواتر شکم سیر کھانا نہ کھایا یہ واقعات بنی نضیر کے مال حاصل کرنے سے پہلے کے ہیں بعد میں رب تعالٰی نے وسعت دے دی۔ پھر اس زمانہ کے بعد جو فقر و فاقہ کی نوبت آتی تھی۔ اس کی وجہ ازواج پاک کا زیادہ خیرات و صدقات تھے کہ یہ حضرات فقراء پر بہت خرچ فرما دیتی تھیں سال بھر کا خرچہ جلد ختم ہو جاتا تھا اور نوبت فاقہ کی پہنچتی تھی۔ نیز اس سال کے خرچہ میں کچھ جو کچھ کھجوریں ہوتی تھیں۔ سالن ان ہی سے نکالا جاتا تھا۔ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ حضور دنیا سے تشریف لے گئے۔ مگر کبھی مسلسل دو دن گندم کی روٹی شکم سیر ہو کر نہ کھائی۔ اس کا مطلب بھی یہ ہی ہے کہ کھانا کبھی روٹی کبھی کھجوریں تھا۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ چونکہ اس زمانہ پاک میں قلعوں کی تعمیر، قاضیوں، علماء کی تنخواہ کا رواج نہ تھا اور ہر وقت تیاری جہاد رہتی تھی۔ اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فئی کا مال اس طرح خرچ فرماتے تھے۔ اب سلاطین پل، مساجد کی آبادی، فقہاء، علماء دین کی تنخواہوں پر بھی خرچ کریں گے۔ سرکار اسی فئی سے فقراء مہاجرین پر بھی خرچ کرتے تھے (مرقات)

۲؎ آپ قبیلہ بنی اشجع سے ہیں، غزوہ خیبر اور بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے، فتح مکہ کے دن قبیلہ بنی اشجع کے علمبردار تھے۔ شام میں

فَاَعْطَى حَظًّا وَاحِدًا رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَ مَا جَآءَهٗ شَيْءٌ بَدَاَ بِالْمُحَرَّرِيْنَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ
عَآئِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ بِظَبْيَةٍ فِيْهَا خَرَزٌ فَقَسَمَهَا لِلْحُرَّةِ
وَالْاَمَةِ قَالَتْ عَآئِشَةُ كَانَ اَبِيْ يَقْسِمُ لِلْحُرِّ وَالْعَبْدِ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَعَنْ مَالِكِ
بْنِ اَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمًا الْفَيْءَ فَقَالَ مَا اَنَا اَحَقُّ بِهٰذَا
الْفَيْءِ مِنْكُمْ وَمَا اَحَدٌ مِّنَّا بِاَحَقَّ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا اَنَّا عَلٰى مَنَازِلِنَا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

ایک حصہ عطا فرمایا (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب پہلے کوئی چیز آتی تو آزاد شدگان سے شروع فرماتے۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک تھیلی لائی گئی جس میں منکے تھے تو اسے آزاد و لونڈی میں تقسیم فرمایا۳؎ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے والد آزاد و غلام میں تقسیم فرماتے تھے۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت مالک ابن اوس ابن حدثان سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب نے ایک دن فئی کا ذکر فرمایا تو فرمایا کہ اس فئی کا نہ میں تم سے زیادہ حقدار ہوں نہ ہم میں سے کوئی اس کا زیادہ حقدار ہے۵؎ مگر ہم میں سے ہر ایک کتاب اللہ سے اپنے درجہ پر ہے۔

قیام رہا وہاں ہی وفات پائی۔

۵؎ یعنی شادی شدہ کو دو حصے اس کا اور اس کی بیوی کا۔ کنوارے یا بغیر زوجہ والے کو ایک حصہ صرف اسی کا (مرقات) اصلاً عرب میں اہل بیوی کو کہا جاتا ہے۔ آھل اسم فاعل یعنی بیوی والا۔

۱؎ کیونکہ اس وقت حضرت عمار کے پاس موجود تھیں۔ ۲؎ شارحین نے محررین کے تین معنی کئے ہیں۔ آزاد کردہ غلام کیونکہ وہ اکثر فقراء ہوتے ہیں۔ مکاتبین جو مال دے کر آزاد ہوں، ان کی امداد اس مال سے فرماتے۔ عابدین جنہوں نے اپنے کو خدمت دین کے لیے وقف کر دیا ہو (مرقات) ان میں علماء، قاضی صاحبان داخل ہیں۔ ۳؎ یعنی فئی میں ایک تھیلی موتیوں کی آئی تو حضور انور نے وہ موتی عورتوں میں تقسیم فرمائے، لونڈیوں کو بھی دیئے آزاد عورتوں کو بھی۔ ۴؎ معلوم ہوا کہ موتی صرف عورتوں کے لیے خاص نہیں مردوں کو بھی دیئے جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی تفسیر یہ عمل شریف ہے۔ غلام سے مراد یا آزاد کردہ غلام ہیں یا مکاتب غلام کیونکہ غلام کسی چیز کا مالک ہوتا ہی نہیں اس کا خرچ مولیٰ یا بیت المال پر ہوتا ہے۔ ۵؎ یعنی جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال فئی کے حقدار تھے کہ حضور اس سے اپنا خرچ وصول فرماتے تھے، پھر جہاں چاہتے خرچ کرتے۔ میرا یہ حال نہیں ہے میں صرف مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر ہی خرچ کروں گا۔ معلوم ہوا کہ سلطان اسلام اور خلیفۃ المسلمین مال فئی کے مالک

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالرَّجُلُ وَقِدَمُهُ وَالرَّجُلُ وَبَلَاؤُهُ وَالرَّجُلُ
وَعِيَالُهُ وَالرَّجُلُ وَحَاجَتُهُ رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَعَنْهُ قَالَ قَرَأَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ
رَضِيَ اللّٰهُ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ حَتّٰى بَلَغَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ فَقَالَ هٰذِهٖ
هٰؤُلَآءِ ثُمَّ قَرَأَ وَاعْلَمُوْا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُوْلِ حَتّٰى
بَلَغَ وَابْنِ السَّبِيْلِ ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ لِهٰؤُلَآءِ ثُمَّ قَرَأَ مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ

حضور کی تقسیم پر لہذا مرد کو دیا جائے گا اس کے قدیم الاسلام ہونے پر ۲ اور مرد اس کی مشقت پر ۳ اور مرد اس کے بال بچوں پر اور مرد اس کی ضروریات پر ۴ (ابوداؤد) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب نے یہ آیت تلاوت کی کہ صدقے فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں حتی کہ علیم حکیم تک پہنچے پھر فرمایا کہ یہ ان لوگوں کے لیے ہیں ۵ پھر تلاوت کی کہ جان لو جو چیز تم غنیمت لو اس کا پانچواں حصہ اللہ رسول کا ہے حتی کہ پہنچے ابن سبیل تک پھر فرمایا یہ ان لوگوں کے لیے ہے ۶ پھر تلاوت کی جو بستی والے اللہ اپنے رسول

پر فے کریں

یہی مستحق ہیں اور ان کا اس میں کچھ حصہ مقرر ہے۔ وہ صرف قرابت داروں میں خرچ کریں۔ ۵ یعنی ہم مسلمان قرابت دار ہمارے گھر والوں میں سے کوئی اس غنی کا زیادہ مستحق نہیں۔ سبحان اللہ کس قدر مساوات اور انصاف والا کلام ہے۔

۱ قدم قاف کے کسرہ سے بھی ہو سکتا ہے یعنی پرانا ہونا اور قاف کے فتح سے بھی یعنی ثابت قدم ہونا دین پر یعنی اب غنی کی تقسیم میں انسان کا قدیم الاسلام ہونا یا دین پر ثابت قدم ہونا دیکھا جائے گا کہ ہر پرانے مومن اور ثابت قدم مومن کو غنی سے حصہ دیا جائے گا۔ واقعی اگر مالدار ہے یا مجتہد ہو اگر مالدار ہو تو قدم کو پیش ہوگا اور اگر مجتہد بھی مع ہو تو خیر ہوگا۔ اسی طرح بلاؤہ و عیالہ کی ترکیب ہے۔ ۲ یعنی غنی کی تقسیم میں مسلمان کی صبر یا شجاعت کا لحاظ ہوگا۔ بلاء کے معنی مصیبت بھی ہے اور شجاعت بھی۔ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں۔ یعنی جن مسلمانوں نے جہادوں میں شجاعتیں دکھائی ہیں ان کو دوسروں پر مقدم رکھا جائے گا جن مسلمانوں نے کفار کے ہاتھوں مصیبتیں زیادہ جھیلی ہیں ان کو زیادہ مقدم رکھا جائے گا۔ غرضیکہ دینی درجات کو فوقیت دی جائے گی۔ ۳ ان دونوں میں دنیاوی درجات کا بیان ہے۔ یعنی حاجتمند مسلمان کو یعنی بال بچوں والے مومن کو دوسرے غیر حاجتمند اور چھڑے اکیلے پر مقدم رکھا جائے گا۔ خیال رہے کہ یہ چیزیں نفس استحقاق میں فرق کا باعث نہیں بلکہ درجے، مرتبے اور زیادتی حصہ میں فرق کا باعث ہیں۔ آپ معلوم کر چکے کہ اہل و عیال والے کو دو حصے عطا ہوتے اور اکیلے چھڑے آدمی کو ایک حصہ۔ یہ فرق ہو گو رب تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کہ رب نے فرمایا والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے (مرقات) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے قائل تھے کہ غنی میں سے خمس نہیں لیا جائے گا جیسا احناف کا قول ہے۔ ۵ یعنی زکوٰۃ۔

اَهْلِ الْقُرٰى حَتّٰى بَلَغَ لِلْفُقَرَآءِ ثُمَّ قَرَأَ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ
اسْتَوْعَبَتِ الْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً فَلَئِنْ عِشْتُ فَلَيَأْتِيَنَّ الرَّاعِيْ وَهُوَ بِسَرْوِ حِمْيَرَ نَصِيْبُهٗ
مِنْهَا لَمْ يَعْرَقْ فِيْهَا جَبِيْنُهٗ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ فِيْمَا احْتَجَّ بِهٖ
عُمَرُ اَنْ قَالَ كَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثُ صَفَايَا بَنُو النَّضِيْرِ وَ

حتی کہ للفقراء تک پہنچے ۱؎ پھر تلاوت کی۔ وہ جو آئے ان کے بعد پھر فرمایا کہ اس آیت نے سارے مسلمانوں کو گھیر لیا ۲؎
اگر میں زندہ رہا تو چرواہا آئے گا جو سرو اور حمیر کا ہوگا ۳؎ اس کا حصہ بھی اس سے ہوگا کہ جس میں اس کی پیشانی پسینہ والی
نہ ہوئی ہوگی ۴؎ (شرح سنہ) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ جن سے حضرت عمر نے دلیل پکڑی ان میں یہ تھا کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین چیزیں پسند کی ہوئی تھیں ۵؎
بنی نضیر

مصرف وہ آٹھ ہیں جو اس آیت کریمہ میں مذکور ہیں۔ فقراء، مساکین، عاملین، مؤلفۃ القلوب، گردنیں چھڑانا، مقروض، مسافر، فی سبیل اللہ یعنی مجاہدین۔
۵؎ یعنی اب مال غنیمت کا خمس ان چار مصرفوں پر صرف ہوگا ذوی القربیٰ، یتیم، مساکین، مسافر یہ خمس کے اہل ہیں۔
۱؎ یعنی فئی جو کفار کا مال ان سے بغیر جنگ کے مل جائے وہ اللہ رسول کا ہے۔ اسے ان پانچ مقامات پر خرچ کیا جائے جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ اللہ رسول، ذوی القربیٰ، یتیم، مسکین، مسافر۔ اس کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھو۔ ۲؎ یعنی اللہ تعالیٰ نے فئی کی تقسیم کے بیان میں وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ فرما کر قیامت تک کے مسلمانوں کو شامل فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ فئی کو ایسے کاموں پر خرچ کیا جائے جس سے تمام مسلمان اس کا فائدہ اٹھاتے رہیں۔ جیسے غازیوں، علماء، قاضیوں، پل کی تعمیر پر بخلاف پچھلی دو آیتوں کے کہ زکوٰۃ کے مصارف اور غنیمت کے مصرف خاص لوگ قرار دیئے گئے۔ ۳؎ سرو اور حمیر یمن کی دو بستیاں ہیں۔ سرو یمن کا ایک گاؤں ہے اور حمیر وہاں کا مشہور شہر ہے یہ بستیاں مدینہ منورہ سے کافی فاصلہ پر ہیں۔ اس لئے بطور مثال ان کا نام لیا۔ یعنی دور دراز ملکوں کے مسلمانوں کا بھی فئی میں حصہ ہے۔ ۴؎ یعنی وہ دور دراز ملکوں کے مسلمان جنہوں نے کبھی جہاد نہ کئے وہ بھی اس فئے کے حقدار ہیں۔ خیال رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تقسیم فئی میں برابری کے قائل تھے کہ سب کو برابر حصہ دیا جائے۔ مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرق مراتب کے لحاظ سے تقسیم میں فرق کرنے کے قائل تھے یہ ان حضرات کا اجتہادی اختلاف ہے چنانچہ حضرت عمر عطائی میں جناب عائشہ کو اپنی بیٹی حفصہ پر ترجیح دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اگرچہ یہ دونوں حضور کی ازواج ہیں مگر حضرت عائشہ محبوبہ زوجہ ہیں اور حفصہ کے والد یعنی میں حضور کو اتنے پیارے نہ تھے جتنے عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت ابوبکر حضور کو پیارے تھے۔ نیز آپ نے حضرت عبداللہ ابن عمر کو ایک ہزار کم کا حصہ حضرت اسامہ ابن زید سے کم دیا تو حضرت عبداللہ نے عرض کیا کہ میں اور اسامہ ہجرت میں یکساں ہیں۔ پھر آپ نے عطا میں فرق کیوں فرمایا۔ تو آپ نے جواب دیا کہ اسامہ کے باپ زید حضور کو زیادہ پیارے تھے۔ تمہارے باپ عمر سے اور اسامہ خود

خَيْبَرُ وَفَدَكُ فَأَمَّا بَنُو النَّضِيرِ فَكَانَتْ حُبُسًا لِنَوَائِبِهِ وَأَمَّا فَدَكُ فَكَانَتْ حُبُسًا لِأَبْنَاءِ السَّبِيلِ وَأَمَّا خَيْبَرُ فَجَزَّأَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ جُزْئَيْنِ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَجُزْءًا نَفَقَةً لِأَهْلِهِ فَمَا فَضَلَ عَنْ نَفَقَةِ أَهْلِهِ جَعَلَهُ بَيْنَ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

الْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ إِنَّ عُمَرَ بْنَ

خیبر اور فدک تو بنی نضیر یہ تو آپ کی حاجات کے لیے مخصوص تھا لیکن فدک تو وہ مسافروں کے لیے مخصوص موقوف تھا لیکن خیبر تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین حصوں پر تقسیم فرمادیا کہ دو حصے تو مسلمانوں کے درمیان اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کا خرچہ پھر اپنے گھر کے خرچ سے جو بچا اسے فقراء مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دیا
(ابوداؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت مغیرہ سے
فرماتے ہیں کہ حضرت عمر

حضور کو زیادہ پیارے تھے تم سے (مرقات)، بہر حال حضرت فاروق تقسیم فئی میں فرق کے قائل تھے۔ امام شافعی مساوات کے قائل ہیں وہ فئی کو میراث اور غنیمت پر قیاس کرتے ہیں کہ میراث عالم و جاہل بیٹے کو برابر ملتی ہے۔ یوں ہی غنیمت کا مال افضل و ادنیٰ مجاہد کو برابر ملتا ہے (مرقات)

۵ صفایا جمع ہے صفیہ کی بمعنی پسندیدہ چیز یعنی اچھی بڑی چیز حق تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تھا کہ مال غنیمت میں جو چاہیں اپنے واسطے پسند فرمالیں باقی تقسیم فرمائیں۔ حضرت صفیہ ام المؤمنین کو صفیہ اسی واسطے کہا جاتا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے واسطے خاص فرمایا تھا کیونکہ آپ یہود کے سردار کی بیٹی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی اولاد سے تھیں، انہیں آزاد فرما کر ان سے نکاح کر لیا تھا۔

۶ بنی نضیر کی زمین مدینہ منورہ سے تین میل فاصلہ پر تھی خیبر وہاں سے ایک سو ساٹھ میل فاصلہ پر ہے اور فدک خیبر سے تین میل ہے۔ اب صرف زمین سفید ہے وہاں باغ نہیں، ہم نے خیبر کی زیارت کی ہے۔ ۷ کہ وہاں کی آمدنی اپنی ازواج پاک، اپنے اہل وغیرہ پر خرچ کرتے تھے۔

۸ یعنی مسافروں کے لیے نامزد یا موقوف تھا کہ ہر مسافر حاجتمند اس سے خرچ کرے۔ ۹ یعنی حضور انور نے خیبر کے تین حصے کر دیئے تھے کیونکہ خیبر کی بہت سی بستیاں تھیں، نیز خیبر کا کچھ حصہ لڑ کر حاصل ہوا تھا کچھ صلح سے۔ لہذا یہ فئی بھی تھا اور غنیمت بھی (مرقات) جو حصہ لڑ کر فتح ہوا تھا اس میں حضور انور کا خمس تھا، اور جو حصہ بغیر لڑے حاصل ہوا تھا وہ خالص حضور انور کا تھا، اسی تقسیم کا باعث یہ تھا۔

۱۰ یعنی خیبر کا وہ تہائی حصہ جو فئی تھا اور بغیر لڑے حاصل ہوا تھا وہ خالص اپنی ملک تھا، اسی سے گھر کا خرچ چلتا تھا لیکن اس خرچ سے جو بچ رہتا تھا وہ بھی مہاجرین فقراء پر خرچ فرما دیتے تھے۔ ان کی غریبی کی وجہ سے، انصار بفضلہ تعالیٰ غنی تھے۔ اس لئے ان پر خرچ نہ فرماتے (اشعۃ اللمعات) اس توجیہ سے حدیث بالکل ظاہر ہو گئی۔ ۱۱ خیال رہے کہ مغیرہ تین ہیں۔ ایک صحابی دوسرا یعنی مغیرہ ابن شعبہ صحابی ہیں جن کے حالات بارہا بیان ہو چکے، اور اکثر صرف مغیرہ کہنے سے یہی مراد ہوتے ہیں۔ دوسرے ... ابن زیاد موصلی یہ تابعی ہیں، امام احمد بن حنبل

عَبْدِ الْعَزِيزِ جَمَعَ بَنِي مَرْوَانَ حِينَ اسْتُخْلِفَ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَتْ لَهُ فَدَكُ فَكَانَ يُنْفِقُ مِنْهَا وَيَعُودُ مِنْهَا عَلَى صَغِيرِ بَنِي هَاشِمٍ وَيُزَوِّجُ مِنْهَا أَيِّمَهُمْ
وَإِنَّ فَاطِمَةَ سَأَلَتْهُ أَنْ يَجْعَلَهَا لَهَا فَأَبَى فَكَانَتْ كَذٰلِكَ فِي حَيٰوةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ فَلَمَّا أَنْ وَلِيَ أَبُو بَكْرٍ عَمِلَ فِيهَا بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَيٰوتِهِ حَتَّى مَضَى لِسَبِيلِهِ فَلَمَّا

ابن عبدالعزیز نے مروان کی اولاد کو جمع فرمایا۱؎ جب آپ خلیفہ ہوئے پھر فرمایا کہ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جس سے آپ خرچ فرماتے تھے اور اس سے بنی ہاشم کے بچوں پر لوٹاتے تھے اسی میں سے اور اسی سے ان کی بیوگان کا نکاح کرتے تھے۲؎ اور حضرت فاطمہ نے آپ سے سوال کیا تھا کہ یہ انہیں دے دیں تو انکار فرما دیا تھا۳؎ پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی شریف میں اسی طرح رہا حتی کہ حضور اپنی راہ تشریف لے گئے پھر جب ابوبکر صدیق خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے اس میں وہ ہی عمل کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی شریف میں کرتے رہے تھے کہ آپ بھی اپنی راہ گئے

فرماتے ہیں کہ یہ شرح المہذب ہیں تیسرے مغیرہ مقسم کوفی نابینا تھے۔ فقیہ و محدث تھے۔ سن ۱۳۳ھ ایک سو تینتیس میں ان کی وفات ہوئی۔ یہاں یہ تیسرے مغیرہ مراد ہیں نہ کہ مغیرہ ابن شعبہ صحابی کیونکہ حضرت مغیرہ صحابی کا انتقال سن ۵۰ھ پچاس ہجری میں ہوا اور عمر ابن عبدالعزیز ۹۹ھ ننانوے ہجری میں والی بنے تو یہ واقعہ حضرت مغیرہ صحابی کیسے بیان کر سکتے ہیں۔ مرقات۔ اگر حضرت شیخ کو یہاں سخت دھوکا لگا کہ وہ مغیرہ ابن شعبہ فرما گئے۔ یہاں تیسرے مغیرہ یعنی ابن مقسم کوفی مراد ہیں۔ ۲؎ آپ عمر ابن عبدالعزیز ابن مروان ابن حکم ہیں قرشی ہیں اموی ہیں تابعی ہیں۔ آپ کی کنیت ابو حفص ہے۔ آپ کی والدہ ام عاصم بنت عاصم ابن عمر ابن خطاب ہیں یعنی حضرت عمر فاروق کی پوتی۔ سلیمان ابن عبدالملک کے بعد خلیفہ ہوئے سن ۹۹ھ میں ماہ [illegible] سن ۱۰۱ھ ایک سو ایک میں وفات پائی۔ مدت خلافت کل دو سال پانچ مہینے۔ عمر شریف چالیس سال ہوئی یا اس سے بھی چند ماہ کم۔ متقی، زاہد، شب بیدار، خوف خدا رکھنے والے بزرگ تھے۔ جب آپ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک سے آپ کے زمانہ خلافت کے حالات پوچھے گئے تو فرمانے لگیں کہ خلیفہ بننے کے بعد کبھی غسل جنابت نہ کیا۔ راتیں اکثر عبادت و زاری میں گزارتے تھے۔ ۲؎ یعنی باغ فدک کی آمدنی سے حضور انور یہ کام کرتے تھے۔ ازواج پاک کو سال بھر کا خرچ دیتے پھر فقراء و مساکین پر خرچ فرماتے [illegible] بنی ہاشم پر خرچ فرماتے [illegible] کے درمیان [illegible] ایک بار [illegible]

۳؎ یعنی حضرت فاطمہ زہرا نے حضور کی زندگی پاک میں باغ فدک حضور سے مانگا۔ آپ نے ملکیت سے انکار فرما دیا۔ حضور چاہتے تھے کہ [illegible]

اَنْ وَلِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَمِلَ فِيهَا بِمِثْلِ مَا عَمِلَا حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ ثُمَّ اَقْطَعَهَا مَرْوَانُ ثُمَّ صَارَتْ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَرَاَيْتُ اَمْرًا مَنَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ وَاِنِّيْ اُشْهِدُكُمْ اَنِّيْ رَدَدْتُهَا عَلٰى مَا كَانَتْ يَعْنِيْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ

كِتَابُ الصَّيْدِ وَالذَّبَائِحِ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا

پھر جب حضرت عمر ابن خطاب خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے اس میں وہ ہی کام کیے جو ان دونوں بزرگوں نے کیے تھے[1] حتی کہ وہ بھی اپنی راہ گئے پھر اسے مروان نے بانٹ لیا[2] پھر وہ عمر ابن عبدالعزیز کے پاس پہنچا تو میں سمجھتا ہوں کہ جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب فاطمہ کو نہ دیا اس میں میرا حق نہیں کہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اسے اسی حال کی طرف لوٹاتا ہوں جہاں پر وہ تھا یعنی حضور اور ابوبکر و عمر کے زمانہ میں[3] (ابوداؤد)

شکار اور ذبیحوں کا بیان[4]

پہلی فصل

روایت ہے حضرت عدی ابن حاتم سے[5] فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۱؎ کیونکہ حضرات انبیاء کرام کا متروکہ مال وقف ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حتی کہ حضرت علی نے بھی اسے اپنی خلافت میں تقسیم نہ فرمایا۔

۲؎ یعنی حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق نے صرف متولی ہونے کی حیثیت سے اس باغ کی آمدنی کا انتظام فرمایا کسی نے اسے اپنی ملکیت قرار نہ دیا۔ حضرات امہات المؤمنین نے حضرت عثمان غنی کو حضرت صدیق اکبر کے پاس طلب میراث کے لیے بھیجنا چاہا تو حضرت عائشہ صدیقہ نے منع فرمادیا۔ وہ حدیث سنا کر کہ حضرات انبیاء کرام کی میراث تقسیم نہیں ہوتی (دیکھو اشعۃ اللمعات یہی حدیث اسی شرح) جناب فاطمہ زہرا نے صدیق اکبر سے میراث مانگی تو آپ نے وہی حدیث سنا کر تقسیم میراث سے انکار فرمادیا جسے حضرت زہرا نے قبول فرمالیا اور اس کے متعلق کبھی زبان تک نہ کھولی، کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ سرکار کا فرمان مصطفی سنکر ناراض ہوتیں۔ فغضبت کے معنی ہی کچھ اور ہیں جو ان شاء اللہ اپنے مقام پر بیان ہوں گے۔ بہرحال یہ باغ وقف رہا۔ مروان ابن حکم نے اپنے دور حکومت میں یہ باغ فدک اپنے ہی میں تقسیم کرلیا کہ کچھ حصہ اپنے پاس رکھا کچھ اپنے عزیزوں کو دیا۔ یہ ہی صحیح ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ مروان کی یہ تقسیم خلافت عثمانی میں ہوئی محض غلط ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان و علی زندہ ہوں اور مروان کی یہ حرکت دیکھ کر خاموش رہیں۔ اور حضرت علی اپنے دور حکومت میں اس کی یہ تقسیم قائم رکھیں۔ مرقات نے یہ کتنی غلطی کی ہے۔ اشعۃ اللمعات نے یہ ہی فرمایا کہ مروان کی یہ حرکت اپنے دور حکومت میں تھی۔ خیال رہے کہ مروان ابن حکم حضرت عمر ابن عبدالعزیز کا دادا ہے۔ یہ زمانہ نبوی میں پیدا تو ہوا مگر حضور کے دیدار سے محروم رہا کیونکہ حضور انور نے اس کے باپ حکم کو مدینہ سے طائف نکال دیا تھا۔ یا اس وقت بہت کم سن تھا خلافت عثمانی میں یہ مدینہ منورہ آیا لہذا مروان صحابی نہیں۔

إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ فَإِنْ أَمْسَكَ عَلَيْكَ فَأَدْرَكْتَهُ حَيًّا فَاذْبَحْهُ وَإِنْ أَدْرَكْتَهُ قَدْ قَتَلَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ فَكُلْهُ وَإِنْ أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ وَإِنْ وَجَدْتَ مَعَ كَلْبِكَ كَلْبًا غَيْرَهُ وَقَدْ قَتَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَيُّهُمَا قَتَلَ وَإِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ فَاذْكُرِ اسْمَ

کہ جب تم اپنا کتا چھوڑو تو اللہ کا نام لے دو[۱] پھر اگر کتا تم پر روک رکھے پھر تم اسے زندہ پالو تو ذبح کر لو[۲] اور اگر ایسے پاؤ کہ کتے نے قتل کر دیا ہو اور اسے کھایا نہ ہو تو بھی کھالو[۳] اور اگر کھا لیا ہو تو نہ کھاؤ اس نے اپنی ذات کے لیئے روکا ہے[۴] اگر اپنے کتے کے ساتھ دوسرا کتا پاؤ حالانکہ قتل کیا گیا ہو تو نہ کھاؤ[۵] کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کس نے قتل کیا۔ اور جب تم اپنا تیر مارو۔ تو اللہ کا نام لے لو[۶]

[۱] یعنی اس باغ میں میرا کچھ حصہ نہیں یہ اسی طرح وقف رہے گا۔ جیسے ان حضرات کے زمانہ میں وقف تھا۔ چنانچہ آپ نے تمام بنی ہاشم سے وہ باغ واپس لے کر ویسے ہی وقف قرار دے دیا یہ عدل و انصاف آپ کے انتہائی تقویٰ طہارت خوف خدا کی دلیل ہے۔ خیال رہے کہ حضرت عمر نے اپنی خلافت میں باغ فدک حضرت علی و عباس کی تولیت میں دے دیا تھا۔ یہ دونوں حضرات متولی تھے نہ کہ مالک، پھر ان دونوں نے اس کی تقسیم چاہی تو جناب فاروق نے فرمایا کہ تقسیم کیسی، یہ تمہاری ملکیت نہیں، صرف تولیت ہے۔ یہ قصہ بخاری شریف وغیرہ میں بہت تفصیل سے مذکور ہے۔ خیال رہے کہ حضرت علی و عباس نے ملکیت کی تقسیم نہ چاہی تھی۔ بلکہ تولیت کی تقسیم کی خواہش کی تھی۔ حضرت عمر نے اسکو بھی قبول نہ فرمایا تاکہ آگے چل کر یہ تقسیم ملکیت کا ذریعہ نہ بن جائے۔ حضور کا متروکہ مال سارے مسلمانوں کے نفع پر خرچ ہوگا مگر اس کا انتظام بادشاہ کرے گا جیسے بادشاہ اسلام مقرر فرمادے [۲] صید مصدر ہے یعنی شکار کرنا کبھی خود شکار کردہ جانور کو بھی صید کہتے ہیں۔ یعنی مفعول پر مصدر بول دیتے ہیں۔ شکار وہ حرام ہے۔ یوں ہی بحالت احرام شکار کرنا حرام ہے۔ محض تفریح یعنی لہو و لعب کے لیئے شکار کرنا بہتر نہیں، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی شکار نہ کیا، بعض صحابہ کرام شکار کرتے تھے، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام شکار کیا کرتے تھے ذبائح جمع ہے ذبیح کی یعنی ذبح کیا ہوا جانور۔ [۳] آپ صحابی ہیں حاتم ابن عبداللہ ابن سعد طائی ہیں، شعبان ۷ھ سات ہجری میں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے پھر حضرت علی کے پاس کوفہ میں رہے۔ حضرت علی کے ساتھ جنگ جمل، صفین، نہروان میں حاضر رہے۔ جنگ جمل میں آپ کی ایک آنکھ جاتی رہی مقام کوفہ میں ۶۸ھ میں وفات پائی۔ ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ آپ بہت قد آور سخی تھے۔

[۱] یعنی شکاری کتے کو بسم اللہ۔ اللہ اکبر کہہ کر چھوڑو کہ شکاری کتا تیر کی طرح مانا گیا ہے۔ جیسے شکار پر تیر پھینکتے وقت بسم اللہ کہنا ضروری ہے۔ ایسے ہی اس وقت۔ لہذا اگر شکاری کتا خود ہی شکار پر حملہ کر دے تو بغیر ذبح شکار حلال نہ ہوگا۔ [۲] یعنی کتے نے جانور کو پکڑ لیا مگر ہلاک نہ کیا تم نے اسے زندہ پایا تو ذبح کرنا فرض ہے۔ اور اگر ذبح نہ کیا اور اب وہ مر گیا تو حرام ہو گیا۔ [۳] یہ امر اباحت کے لیئے ہے۔ یعنی یہ جانور حلال ہے اسے کھا سکتے ہو اور نہی تحریم کے لیئے ہے یعنی اگر کتے نے اس کے گوشت سے کچھ کھا لیا تو تمہیں اس کا کھانا حرام ہے۔ کیونکہ اس کا کھا لینے

اللهِ فَإِنْ غَابَ عَنْكَ يَوْمًا فَلَمْ تَجِدْ فِيهِ إِلَّا أَثَرَ سَهْمِكَ فَكُلْ إِنْ شِئْتَ وَإِنْ وَجَدْتَهُ غَرِيقًا فِي الْمَاءِ فَلَا تَأْكُلْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نُرْسِلُ الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ قَالَ كُلْ مَا أَمْسَكْنَ عَلَيْكَ قُلْتُ وَإِنْ قَتَلْنَ قَالَ وَإِنْ قَتَلْنَ قُلْتُ إِنَّا نَرْمِي بِالْمِعْرَاضِ قَالَ كُلْ مَا خَزَقَ وَمَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَقَتَلَ فَإِنَّهُ وَقِيذٌ فَلَا تَأْكُلْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّا

پھر اگر شکار تم سے دن بھر غائب رہے تم اس میں اپنے تیر کے اثر کے سوا نہ پاؤ تو اگر چاہو تو کھالو ۱ اور اگر تم اسے پانی میں ڈوبا ہوا پاؤ تو نہ کھاؤ ۲ (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم اپنے سکھائے ہوئے کتے چھوڑتے ہیں ۳ فرمایا جو تم پر روک لیں وہ کھاؤ میں نے کہا اگرچہ قتل کردیں فرمایا اگرچہ قتل کر دیں ۴ میں نے کہا ہم تیر مارتے ہیں ۵ فرمایا جو پھاڑ دے وہ کھاؤ اور جو چوڑائی میں لگے پھر قتل کردے تو وہ موقوذہ ہے وہ نہ کھاؤ ۶ (مسلم بخاری) روایت ہے ابو ثعلبہ خشنی سے ۷ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا نبی اللہ ہم

سے معلوم ہوا کہ ایسی کتے کا تم نہیں شکار میں جائز ہے اور جائز کتے کا شکار حرام ہے اگر مرگیا ہو۔ ۲ یہ اسی صورت میں ہے کہ دوسرا کتا غیر معلم ہو تو اسے شکار پر نہ چھوڑا گیا ہو یا دیدہ و دانستہ بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو یا کسی مجوسی یا ہندو وغیرہ نے چھوڑا ہو جس کا ذبیحہ حرام ہے۔ اگر دوسرا کتا بھی معلم کسی مسلمان شکاری نے بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا ہو پھر ان دونوں نے شکار کیا تو شکار حلال ہے دیکھو کتب فقہ اور مرقات) اگر شرائط میں سے کسی شرط کا علم نہ ہو تب بھی شکار حرام ہے۔ بہر حال اس میں بہت پابندی ہے۔ (اشعہ) ۳ تیر سے مراد ہر دھار دار یا نوکیلا ہتھیار ہے جو جسم کو دھار سے کاٹ سکے۔ لہذا اگر شکاری جانور پر تلوار یا چاقو پھینک کر مارا اور وہ دھار یا نوک کی طرف سے لگا تو بھی حلال ہے۔ لیکن غلہ یا گولی کا مارا ہوا حرام ہے تاوقتیکہ ذبح نہ کیا جائے۔

۱ یعنی اگر تمہارا ظن گواہی دے کہ تمہارے تیر سے ہی مرا ہے تو کھا سکتے ہو اگر دل نہ چاہے۔ اس میں شبہ ہو کہ شاید کسی اور وجہ سے مرا ہو تو نہ کھاؤ (مرقاۃ) ۲ کیونکہ اب شبہ ہے کہ شاید ڈوب کر مرا ہو مشکوک چیز سے پرہیز کرو۔ ۳ کلب معلم (شکاری) وہ کتا ہے جو مالک کے چھوڑنے پر دوڑ جائے واپسی کے اشارہ پر واپس آجائے اور شکار میں کچھ نہ کھائے۔ تین بار اس کا تجربہ کرلیا جائے تو وہ معلم ہے ۴ اگر وہ جانور کو زخمی کردے اور جانور مرجائے تو حلال ہے۔ اگر بغیر زخم کے مرگیا تو حرام ہے۔ ۵ بشرطیکہ جانور اس کے دانت سے زخمی ہو۔ خون بہا دے ۶ معراض وہ بھاری تیر ہے جس میں نہ پر ہو نہ نوک والا لوہا، لکڑی نوکیلی ہو۔ ۷ یعنی وہ تیر وسط کے لحاظ سے لاٹھی ہے کناروں کے لحاظ سے تیر ہے۔ لہذا اگر نوک کی طرف سے لگے تو حلال ہے۔ اگر لاٹھی کی طرح بیچ سے لگے جس کے بوجھ سے شکار مرجائے تو وہ لاٹھی سے

بِاَرْضِ قَوْمٍ اَهْلِ الْكِتَابِ اَفَنَاْكُلُ فِيْ اٰنِيَتِهِمْ وَبِاَرْضِ صَيْدٍ اَصِيْدُ بِقَوْسِيْ وَبِكَلْبِيْ
الَّذِيْ لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ وَبِكَلْبِيْ الْمُعَلَّمِ فَمَا يَصْلُحُ لِيْ قَالَ اَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ اٰنِيَةِ اَهْلِ الْكِتٰبِ
فَاِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَهَا فَلَا تَاْكُلُوْا فِيْهَا وَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاغْسِلُوْهَا وَكُلُوْا فِيْهَا وَمَا
صِدْتَ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَذَكَرْتَ
اسْمَ اللّٰهِ فَكُلْ وَمَا صِدْتَ بِكَلْبِكَ غَيْرِ مُعَلَّمٍ فَاَدْرَكْتَ

اہل کتاب کی زمین میں رہتے ہیں تو کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا سکتے ہیں ۱ے اور ہم شکار کی زمین میں ہیں جہاں اپنی کمان اور اپنے سکھائے ہوئے کتے سے اور بغیر سکھائے کتے سے شکار کرتا ہوں تو کیا چیز درست ہے ۲ے فرمایا جو تم نے کتابیوں کے برتنوں کے متعلق پوچھا تو اگر تم اس کے سوا اور برتن پاؤ تو اس میں نہ کھاؤ اور اگر نہ پاؤ تو اسے دھو لو اور اس میں کھاؤ ۳ے اور جو تم اپنی کمان سے شکار کرو اس پر اللہ کا نام لیا ہو تو کھاؤ ۴ے اور جو تم اپنے سکھائے ہوئے کتے سے شکار کرو اس پر اللہ کا نام لو تو کھالو اور جو اپنے غیر سکھائے ہوئے کتے سے شکار کرو تو اس کی ذبح کو پالو تو کھالو ۵ے

دارقطنی نے بھی

۱ے آپ اپنی کنیت میں مشہور ہیں۔ قبیلہ خشین سے ہیں، بیعۃ الرضوان میں شریک ہوئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی قوم کا مبلغ بنا کر بھیجا۔ آپ کی تبلیغ سے وہ سب مسلمان ہو گئے۔ آپ کا قیام شام میں رہا سنہ ۷۵ھ پچھتر ہجری میں وفات پائی (اشعۃ و مرقات) ۲ے یعنی ہم کو ان اہل کتاب کے گھروں یا ان کے گاؤں میں کبھی کھانا پڑ جاتا ہے یا وہ لوگ کبھی ہم کو سالن وغیرہ بھیجتے ہیں۔ تو کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا لیا کریں۔ خیال رہے کہ اہل کتاب سے خرید و فروخت بھی جائز ہے۔ ان کے ہدیے قبول کرنا بھی جائز ہے۔ ۳ے یعنی ہمارے ملک میں شکار بہت پایا جاتا ہے اور ہم لوگ مختلف شکار کیا کرتے ہیں، تیروں سے بھی شکاری کتوں سے بھی آوارہ کتوں سے بھی ان میں سے کونسا شکار حلال ہے کونسا نہیں نہایت قابلیت کا سوال ہے۔ ایک عبارت میں چار مسئلے پوچھ لئے۔ ۴ے اس بے نظیر و بے مثال جواب میں فتویٰ بھی ہے۔ تقویٰ بھی۔ تقویٰ یہ ہے کہ ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ اور فتویٰ یہ ہے کہ دھو کر کھالو۔ یہاں کفار کے استعمال کے برتنوں کا ذکر ہے جن میں قوی احتمال یہ ہے کہ وہ سؤر اور شراب استعمال کرتے ہوں گے۔ ان کے غیر استعمالی برتن جو بالکل نئے ہوں ان کے دھونے کی ضرورت نہیں۔ ان کے ہاں کا پکا ہوا کھانا بھی اسی تفصیل پر ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ نہ کھائے ممکن ہے کہ انہوں نے ایسے برتن میں پکایا ہو جس میں سؤر بھی پکاتے ہوں۔ اور فتویٰ یہ ہے کہ اگر اس کی طہارت غالب گمان سے معلوم ہو تو کھالے۔ اس کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کرو۔ ۵ے یعنی بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر تیر چلایا ہو۔ حقیقۃً پڑھا ہو یا حکماً اور جانور مر گیا ہو تو کھالو کہ اس کا یہ ذبح ہو گیا۔ خیال رہے کہ اگر مسلمان ذبح یا تیر مارتے وقت بسم

زَكٰوتَهٗ فَكُلْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ فَغَابَ عَنْكَ فَأَدْرَكْتَهٗ فَكُلْ مَا لَمْ يُنْتِنْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الَّذِيْ يُدْرِكُ صَيْدَهٗ بَعْدَ ثَلٰثٍ فَكُلْهُ مَا لَمْ يُنْتِنْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ هُنَا أَقْوَامًا حَدِيْثٌ عَهْدُهُمْ بِشِرْكٍ يَأْتُوْنَنَا بِلُحْمَانٍ لَا نَدْرِيْ يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا

(مسلم، بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم اپنا تیر مارو پھر شکار تم سے غائب ہو جائے پھر تم اسے پاؤ تو جب تک بو نہ دے کھالو (مسلم) روایت ہے ان ہی سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی حضور نے اس کے متعلق فرمایا جو اپنا شکار تین دن بعد پائے تو کھالو جب تک بو نہ دے (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ یہاں کچھ ایسی قومیں ہیں جن کا زمانہ شرک کے قریب ہے وہ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں ہم جانتے نہیں کہ اس پر اللہ کا نام لیتے ہیں یا نہیں

پڑھنا بھول گیا ہو تو ذبیحہ و شکار حلال ہے۔ دانستہ چھوڑ دیا تو احناف کے ہاں حرام ہے۔ شوافع کے ہاں جائز ہے۔ تحقیق کتب فقہ میں ملاحظہ کرو۔

سلہ یعنی شکاری کتا جس پر چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھ دی گئی ہو اگر جانور اس سے زخمی ہو کر مر گیا ہو تب بھی حلال ہے اور اگر دوسرے کتے کا شکار اگر زندہ مل جائے اور ذبح کر لیا جائے تو حلال ہے ورنہ حرام خلاصہ یہ ہے کہ مردہ شکار کے حلال ہونے کی تین شرطیں بیان فرمائیں کتے کا معلم یعنی شکاری ہونا۔ اسے چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھ لینا۔ زخمی ہو کر جانور کا مرنا کہ اس کا خون بہہ جائے۔ اگر ان میں سے کوئی شرط نہ ہو تو شکار حرام ہے رب تعالیٰ کا فضل ہے کہ میں آج کل تفسیر قرآن کا چھٹا پارہ لکھ رہا ہوں اور مرآت کی چھٹی جلد اور حسن اتفاق ہے کہ آج تفسیر نعیمی میں سورۂ مائدہ کی تفسیر میں شکار کی آیت کی تفسیر، شکار کے مسائل آج ہی لکھے ہیں۔ اور مرآت میں بھی یہ ہی مسائل آج ہی لکھ رہا ہوں۔ رب تعالیٰ قبول فرمائے آج پندرہ جمادی الآخرہ ۱۳۹۰ھ گیارہ اکتوبر ۱۹۷۰ء بروز دوشنبہ لکھ رہا ہوں۔ رب تعالیٰ دونوں کتابیں قبول فرما کر صدقہ جاریہ بنائے۔

سلہ یہ اس صورت میں ہے جب معلوم ہو کہ جانور تیر سے ہی مرا ہے کسی اور سبب سے نہ مرا لیکن اگر اس میں شک ہو تو نہ کھائے مثلاً تیر خوردہ جانور پانی میں مردہ پایا گیا ہو تو نہ کھاؤ کہ شاید پانی میں ڈوب کر مرا ہو۔ سڑا ہوا گوشت یا اور غذا جو بدبودار ہو اس کا کھانا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر مضر صحت ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ سلہ ثانی، مرقات۔ مگر سڑی ہوئی چربی جو بو دے رہی ہو اگر پکا کر کھائی جائے جس سے اس کی بو اور ضرر دور ہو جائے تو جائز ہے۔ سلہ تین دن کی قید اتفاقی ہے۔ اگر موسم گرما ہو اور ایک دو دن میں ہی بو پیدا ہو جائے تو نہ کھائے اور اگر سخت

أَمْ لَا قَالَ اذْكُرُوا أَنْتُمُ اسْمَ اللهِ وَكُلُوا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ سُئِلَ عَلِيٌّ هَلْ خَصَّكُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ فَقَالَ مَا خَصَّنَا بِشَيْءٍ لَمْ يَعُمَّ بِهِ النَّاسَ إِلَّا مَا فِي قِرَابِ سَيْفِي هٰذَا فَأَخْرَجَ صَحِيفَةً فِيهَا لَعَنَ اللهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللهِ وَلَعَنَ اللهُ مَنْ سَرَقَ

فرمایا تم بسم اللہ کر کے کھاؤ [۱] (بخاری) روایت ہے حضرت ابو الطفیل [۲] سے فرماتے ہیں کہ حضرت علی سے پوچھا گیا [۳] کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز سے خاص کیا ہے فرمایا [۴] ہم کو حضور نے کوئی خاص چیز نہ دی جو عام لوگوں کو نہ دی ہو سوائے اس کے جو میری اس تلوار [۵] کے پرتلے میں ہے [۶] چنانچہ آپ نے ایک کتابچہ نکالا جس میں تھا کہ اللہ اس پر لعنت کرے جو غیر خدا کے نام پر ذبح کرے [۷]

سور کا گوشت ہو کر چاولوں میں بھی بوند پیاز ہو کر کھالیا جائے ۔ سکہ یعنی وہ لوگ مسلمان تو ہو گئے ہیں مگر انہیں مسلمان ہوئے تھوڑا عرصہ ہوا ہے اسلامی احکام سے بے خبر ہیں، ذبح وغیرہ کے احکام نہ جانتے ہوں گے ان کے متعلق شک رہی ہے کہ انہوں نے بسم اللہ سے ذبح کیا ہے یا بغیر بسم اللہ لہٰذا ہم کیا کریں۔

سلہ یعنی تم بلا وجہ مسلمان کے ذبیحہ پر شک نہ کرو وہ حلال ہے تم بلا وسوسہ بسم اللہ کر کے کھاؤ۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر بوقت ذبح بسم اللہ نہ پڑھی گئی تو اب کھاتے وقت بسم اللہ پڑھنا کافی ہوگا یہ تو ناممکن ہے ۔ لہٰذا یہ حدیث واضح ہے۔ سکہ آپ کا نام عامر ابن واثلہ ہے لیثی کنانی ہیں اپنی کنیت میں مشہور ہیں، حضور کی وفات سے آٹھ سال پہلے ایمان لائے۔ حضور کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے، سنہ ۱۱۰ھ ایک سو دس میں مکہ معظمہ میں وفات پائی، روئے زمین پر آخری صحابی آپ ہی ہیں جن کی وفات سے صحابہ ختم ہو گیا اور آپ کی وفات سے زمین صحابہ سے خالی ہو گئی بہت فصیح اور حاضر جواب تھے رضی اللہ عنہ (مرقات و اشعہ)۔ سکہ خلافت حیدریہ میں روافض کا ظہور ہوا۔ ان لوگوں نے مشہور کیا تھا کہ اصل قرآن اور اصل تعلیم اسلام اہل بیت اطہار کے خصوصاً حضرت علی کے پاس ہے۔ جو ان حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دے گئے ہیں اور کسی کے پاس نہیں ہے، اس لئے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایسے سوالات کیا کرتے تھے۔

سکہ یعنی وہی قرآن اور حضور کی وہی تعلیم میرے پاس ہے جو عام مسلمانوں کے پاس ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری شریعت سارے لوگوں کو دے گئے ہیں۔ ھہ تلوار سے مراد ذوالفقار ہے۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو عطا فرمائی تھی قراب غلاف کے کسرہ سے تلوار کا ظرف جس میں میان کی ہوئی تلوار رکھی جاتی ہے۔ یعنی کچھ اور تھوڑے سے مسائل جو میں نے اپنی یادداشت کے لئے اس پرتلے میں رکھ لئے ہیں اور اتنے تھوڑے سے ہیں جو اس میں آ گئے۔ ستر گز لمبا چوڑا قرآن مجید اس پرتلہ میں کیونکر آ سکتا ہے۔

سلہ جیسے مشرکین اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہیں جو مسلمان یہ عمل جائز سمجھ کر کرے وہ مشرک و مرتد ہے۔

مَنَارَ الْاَرْضِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَنْ غَیَّرَ مَنَارَ الْاَرْضِ وَلَعَنَ وَالِدَہٗ وَلَعَنَ اللّٰہُ مَنْ اٰوٰی مُحْدِثًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا لَاقُوا الْعَدُوِّ غَدًا وَلَیْسَتْ مَعَنَا مُدًی اَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ قَالَ مَا اَنْھَرَ الدَّمَ وَذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ فَکُلْ

اور اللہ اس پر لعنت کرے جو زمین کے نشان چرائے ایک روایت یوں ہے کہ جو زمین کے نشان بدل دے[1] اور اپنے باپ پر لعنت کرے[2] اور اللہ اس پر لعنت کرے جو بدعتی کو جگہ دے[3] (مسلم) روایت ہے حضرت رافع ابن خدیج سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم کل دشمن سے بھڑنے والے ہیں اور ہمارے پاس چھریاں ہی نہیں تو کیا ہم بانس سے ذبح کریں گے فرمایا جو خون بہادے اور اللہ کا نام لیا جائے تو کھالو[4]

[1] منار جمع ہے منارۃ کی بمعنی علامت ظاہر یہ ہے کہ اس سے زمین کی حدود کی علامات مراد ہیں جو ملکی حدود ہوں یا شخصی حدود مثلاً کوئی شخص اپنے پڑوسی کے کھیت، باغ، مکان کے حصوں پر ناجائز قبضہ کرنے کے لئے اس کی حدود مٹادے۔ ایسے ہی ملکی سرحدوں کی علامات کا حال ہے اور ہوسکتا ہے کہ علامات سے مراد راستہ کے راہبری کے نشانات ہوں جو مسافر کی رہنمائی کرتے ہیں، جیسے میل فرلانگ یا راستہ دکھانے والے علامات جیسے چوراہوں پر لکڑی کے ہاتھ لگے ہوتے ہیں، جن پر لکھا ہوتا ہے کہ فلاں شہر کا راستہ یہ ہے۔ چونکہ ان کے مٹانے سے مسافروں کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس لیے اس پر یہ عتاب فرمایا گیا۔ [2] اپنے باپ کو گالی دینے کی دو صورتیں ہیں ایک بلاواسطہ گالی دینا۔ دوسرے اس طرح کہ تم کسی کے باپ کو گالی دو وہ جواب میں تمہارے باپ کو گالی دے کہ یہ در پردہ تمہارا ہی گالی دینا ہے۔ شعر

گر بمادر خویش دوست داری ۔ دشنام مدہ بمادر کس

(ترجمہ) اگر تم کو اپنی ماں کی عزت پیاری ہے تو دوسرے کی ماں کو گالی نہ دو

[3] محدث دال کے کسرہ سے، اس کے دو معنی ہیں، ایک قاتل یا جانی جو کسی کو قتل یا زخمی کرے جس سے اس پر قصاص لازم ہو جو اسے چھپائے اس کی پناہ بنے، اس کی حمایت کرے اس پر لعنت ہے۔ ظالم کو سزا دلوانا چاہیئے، اسے چھپانے بچانے کی کوشش نہ کرنا چاہیئے دوسرے بدعتی اس سے مراد اعتقادی بدعت ہے یعنی اسلام میں نئے عقائد نکالنے والا بھی لعنتی ہے اور جو اس کی حمایت و حفاظت و مدد کرے وہ بھی لعنتی ہے۔ جیسے معتزلہ، خوارج، روافض وغیرہ۔ ان کی اصلاح کرنی چاہیئے نہ کہ ان کی حمایت (ملتقطہ) خیال رہے کہ مومن گنہگار کو وصف کے ساتھ لعنت کرنا جائز ہے۔ جیسے جھوٹوں پر لعنت مگر نام لے کر لعنت صرف کفار کے لیے ہے اور بعد موت اس کافر پر لعنت جائز ہے جس کا کفر پر مرنا دلائل سے معلوم ہو ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں کافر لعنتی تھا۔ [4] کل سے مراد یا تو آئندہ زمانہ ہے یا کل کا مقصد یہ ہے کہ ہم جہاد میں جاتے ہیں ان کے جانور غنیمت میں ملتے ہیں کبھی انہیں ذبح کرنا پڑجاتا ہے اور ہمارے پاس چھری ہوتی نہیں کیا ہم بانس کی کھپچ سے ذبح کرلیں، کیونکہ اس میں بھی دھار ہوتی ہے۔ جانور ذبح ہوسکتا ہے۔ بانس کا نام بطور مثال لیا ہے مراد ہے ہر دھار دار

لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَأُحَدِّثُكَ عَنْهُ أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشِ وَأَصَبْنَا نَهْبَ إِبِلٍ وَغَنَمٍ فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِهٰذِهِ الْإِبِلِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَإِذَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا شَيْءٌ فَافْعَلُوا بِهِ هٰكَذَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ كَانَ لَهُ غَنَمٌ تَرْعَى بِسَلْعٍ فَأَبْصَرَتْ جَارِيَةٌ لَنَا بِشَاةٍ مِنْ

سوا دانت اور ناخن کے میں اس کے متعلق بتاتا ہوں لیکن دانت تو ہڈی ہے لیکن ناخن وہ حبشیوں کی چھری ہے اور ہم نے لوٹ و بکریاں غنیمت میں حاصل کیں تو ان میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا تو ایک شخص نے اسے تیر مار کر روک لیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اونٹوں کی عادت وحشیوں کی عادت سی ہیں تو جب ان میں سے کوئی جانور تم پر غالب آئے تو تم اس سے یہی کرو (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے کہ ان کی ایک بکری بمقام سلع میں چرتی تھی تو ہماری ایک لونڈی نے ایک بکری کو مرتے دیکھا

چیز یا پتھر کا ٹکڑا ہو، کا ذبح کیا یا پتھر واسطہ یعنی اس سے ذبح کر سکتے ہیں اور کھا سکتے ہو، یہ حکم شکار اور غیر شکار سب کو شامل ہے تیر یا تلوار سے شکار کو قتل کیا تو حلال ہے یونہی دھار دار آلہ سے بکری کو ذبح کیا حلال ہے۔ ۲؎ اور ہڈی سے جیسے استنجا کرنا منع ہے کہ اس سے وہ نجس ہو جاتی ہے ایسے ہی ذبح کرنا منع ہے کہ اس سے وہ نجس ہو گی، یہ ہمارے بھائی جنات کا کھانا ہے۔ ۳؎ لہذا اس سے ذبح کرنے میں کفار حبشہ سے مشابہت ہے لہذا اس سے بچو۔ خیال رہے کہ امام اعظم کے نزدیک جبڑے میں جڑے ہوئے دانتوں سے اور اپنے مقام پر لگے ہوئے ناخن کا ذبیحہ حرام ہے اور الگ دانت الگ ناخن سے ذبح کرنا مکروہ مگر اس سے ذبح ہو جائے گا۔ باقی اماموں کے ہاں مطلقًا دانت و ہڈی کا ذبیحہ حرام ہے۔ دلائل کتب فقہ میں اور مرقات و اشعہ میں ملاحظہ کرو۔ ۴؎ یعنی غنیمت کا ایک اونٹ سرکش ہو کر بھاگ گیا پکڑا نہ جاتا تھا تو ایک شخص نے اسے تیر مارا جس سے وہ زخمی ہو کر گر گیا اور مر گیا (مرقات) ۵؎ اوابد جمع ہے آبدۃ کی، تابدہ کے معنی ہیں نفرت اور وحشت کی عادت یعنی اونٹ ہے تو پالتو جانور مگر کبھی اس میں وحشی جانوروں کی نفرت و وحشت ہو جاتی ہے اور یہ وحشی بن جاتے ہیں۔ ۶؎ یعنی پالتو جانور کا ذبح حلق و گلے میں ہوتا ہے اور شکار کا یا جانور جو قبضہ میں نہ ہو اس کا ذبح یہ ہے کہ جہاں بھی شکاری کا تیر لگ جائے و خون بہہ جائے ذبح ہو جائے گا، مگر جب پالتو جانور وحشی ہو کر قبضہ سے باہر ہو جائے تو اس کا ذبح بھی اسی طرح درست ہوگا کہ جہاں تیر لگ جائے خون نکل جائے ذبح درست ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر بکری یا مرغی کنوئیں میں گر جائے وہاں مر رہی ہو تو اس کا ذبیحہ بھی اسی طرح ہو جائے گا۔ ۷؎ آپ مشہور صحابی ہیں، انصاری ہیں، آپ ہی غزوۂ تبوک سے رہ گئے تھے۔ آپ ہی کے متعلق سورۂ توبہ کی مشہور آیات نازل ہوئیں۔ ۸؎ سلع مدینہ منورہ میں غربی جانب مشہور پہاڑ ہے

غَنَمًا مَوْتًا فَكَسَرَتْ حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهِ فَسَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهُ بِأَكْلِهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو اس نے ایک پتھر توڑا اس سے اسے ذبح کر دیا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو حضور نے اس کے کھانے کی اجازت دی۱ (بخاری) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے۲ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اللہ تعالٰی نے ہر چیز پر احسان کرنے کا حکم دیا ہے۳ لہذا جب تم قتل کرو تو احسان و بھلائی سے قتل کرو۴ اور جب تم ذبح کرو تو ذبح کی بھلائی سے کرو۵ تم میں سے ہر ایک اپنی چھری تیز کر لیا کرے اور اپنے ذبیحہ کو راحت دے۶ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم سے سنا کہ

جس میں نادر واقعہ ہے لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ فقیر نے بھی بارہا اس کی زیارت کی ہے۔

۱ یعنی ایک بکری ریوڑ میں اچانک مرنے لگی تو چرانے والی لونڈی نے ایک پتھر بالائی میں توڑا جس سے اس میں دھار دار کنارہ پیدا ہو گیا اس دھار کی طرف سے اسے ذبح کر دیا کیونکہ چھری موجود نہ تھی۔ ۲ یعنی بکری حلال ہو گئی۔ اس کا کھانا جائز ہے۔ معلوم ہوا جس دھار دار چیز سے ذبح کر دیا جائے ذبح ہو جاتا ہے۔ چھری یا چاقو شرط نہیں۔ ۳ آپ حضرت حسان ابن ثابت کے بھتیجے ہیں، کیونکہ اوس اور حسان دونوں ثابت کے بیٹے ہیں، خود بھی صحابی ہیں اور آپ کے والد یعنی ثابت ابن منذر بھی صحابی ہیں۔ حضرت ابو الدرداء اور عبادہ ابن صامت فرماتے ہیں کہ شداد ابن اوس کو علم و حلم دونوں عطا فرمائے (اشعۃ اللمعات)۔ ۴ یعنی انسان ہو یا جانور مومن ہو یا کافر سب کے ساتھ اس کے مناسب بھلائی و سلوک کرنا لازم ہے۔ ظلم کسی پر جائز نہیں یہ ہے حضور کے رحمۃ للعالمین ہونے کی شان۔ ۵ یعنی اگر تم قاتل یا کافر کو قصاص یا جنگ میں قتل کرو تو ان کے اعضاء وغیرہ کاٹ کر مثلہ نہ کرو، پتھر کی چھری لا کر کند تلوار سے ذبح نہ کرو کہ یہ رحم کے خلاف ہے۔ ۶ اس بھلائی کی بہت صورتیں ہیں، جانور کو ذبح سے پہلے خوب کھلا پلا دیا جائے۔ ایک کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کیا جائے۔ اس کے سامنے چھری کو تیز نہ کیا جائے۔ ماں کے سامنے بچے کو اور بچے کے سامنے ماں کو ذبح نہ کیا جائے۔ مذبح کی طرف گھسیٹ کر نہ لے جایا جائے اور جان نکل جانے سے پہلے اس کی کھال نہ اتاری جائے کہ یہ تمام باتیں ظلم و زیادتی ہیں۔ تیز چھری سے ذبح کر دینے میں راحت ہے، کند چھری سے ذبح کرنے میں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اس سے بچے۔ پوری گردن نہ کاٹ دے، صرف حلقوم اور رگیں کاٹے۔

يَنْهٰى اَنْ تُصْبَرَ بَهِيْمَةٌ اَوْ غَيْرُهَا لِلْقَتْلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَّخِذُوْا شَيْئًا فِيْهِ الرُّوْحُ غَرَضًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ وَعَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَيْهِ حِمَارٌ وَقَدْ وُسِمَ فِيْ وَجْهِهٖ قَالَ

آپ حضور جانور وغیرہ کو قتل کرنے کے لیے باندھ کر نشانہ بنانے سے منع فرماتے تھے [۱] (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت کی جو ایسی چیز کو نشانہ بنائے جس میں روح ہو [۲] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی ایسی چیز کو نشانہ نہ بناؤ جس میں جان ہے [۳] (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے میں مارنے چہرے میں داغ لگانے سے منع فرمایا [۴] (مسلم) روایت ہے انہی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک گدھا گزرا جس کے چہرے میں داغ لگایا گیا تھا تو فرمایا

[۱] یعنی کوئی جانور اپنے قبضہ میں ہو اسے باندھ دیا جائے اور اس پر تیر کا نشانہ لگایا جائے اور شکار کی طرح اسے مارا جائے یا یہ مطلب کہ ذبح سے پہلے اسے بھوکا پیاسا باندھ کر رکھا جائے پھر کمزور ہو جانے پر اسے ذبح کیا جائے۔

[۲] اس کا مطلب بھی وہی ہے کہ جانور کو باندھ کر اسے تیر کا نشانہ بنایا جائے یہ حرام ہے کہ اس میں اگر وہ مر گیا تو جانور حرام ہو گیا نہ مرا اور ذبح کیا گیا تو اسے بلا وجہ تکلیف دی گئی بہرحال مطلب واضح ہے۔

[۳] اس کا مطلب بھی وہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا ورنہ شکار تو حلال ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے

[۴] انسان یا جانور کے چہرے پر مارنا سخت منع ہے۔ منہ پر نہ طمانچہ مارے نہ کوڑا وغیرہ کیونکہ چہرے میں نازک اعضاء ہیں جیسے آنکھ، ناک، کان وغیرہ، ان پر چوٹ لگنے سے موت یا اندھے ہو جانے یا چہرہ بگڑ جانے کا خطرہ ہے اور چہرے میں داغ لگانا تو بہت ہی برا ہے کہ اس میں تکلیف بھی بہت ہے اور منہ کا بگاڑ دینا بھی۔

لَعَنَ اللّٰهُ الَّذِىْ وَسَمَهٗ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ غَدَوْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِىْ طَلْحَةَ لِيُحَنِّكَهٗ فَوَافَيْتُهٗ فِىْ يَدِهِ الْمِيْسَمُ يَسِمُ اِبِلَ الصَّدَقَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِىْ مِرْبَدٍ فَرَاَيْتُهٗ يَسِمُ شَاءً حَسِبْتُهٗ قَالَ

کہ اللہ اس پر لعنت کرے جس نے اسے داغا ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبداللہ ابن ابوطلحہ کو لے گیا تاکہ آپ اس کی تحنیک فرمادیں ۲؎ تو میں نے آپ کو پایا کہ آپ کے ہاتھ میں داغنے کا آلہ تھا صدقہ کے اونٹوں کو داغ رہے تھے ۳؎ (بخاری) روایت ہے ہشام ابن زید سے وہ حضرت انس سے راوی فرمایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ طویلہ میں تھے آپ کو دیکھا کہ آپ بکریوں کو داغ رہے تھے مجھے خیال ہے کہ فرمایا

۱؎ اگر یہ گدھا کسی کافر یا شاید کسی کافر کا تھا اور اس نے ہی یہ حرکت کی تھی تب تو لعنت کے معنی بالکل ظاہر ہیں اور اگر کسی مسلمان کا تھا تو لعنت بالوصف گنہگار مسلمان پر جائز ہے۔ جیسے کہا جائے کہ جھوٹے پر لعنت۔ خیال رہے کہ چہرے میں داغ لگانا مطلقاً حرام ہے۔ خواہ جانور کے لگائے یا انسان کے، چہرے کے علاوہ جانوروں کو داغنا علامت و پہچان کے لئے جائز ہے۔ خصوصًا زکوٰۃ و جزیہ کے جانور انسان کے داغ لگانا علاج کے لیے جائز ہے جیسے بعض بیماریوں کا علاج داغ دینا ہی ہوتا ہے۔ علاج کے علاوہ ممنوع۔ حضرت ابی ابن کعب اسعد ابن معاذ، حضرت جابر اور سعد ابن زرارہ وغیرہم صحابہ کرام نے بعض زخموں میں داغ لگائے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس داغ کو عربی میں کَیّ کہتے ہیں۔ جن احادیث میں کَیّ لینے داغنے سے منع فرمایا ہے وہاں وجہ کچھ اور ہے جو انشاء اللہ ہم کتاب الطب میں عرض کریں گے۔ ۲؎ عبداللہ ابن ابوطلحہ حضرت انس کے سوتیلے بھائی ہیں یعنی ماں شریک بھائی حضرت انس تو ام سلیم کے پہلے خاوند سے پیدا ہوئے تھے مگر یہ عبداللہ حضرت ابوطلحہ سے تھے۔ حضرات صحابہ اپنے نومولود بچہ کو حضور کی خدمت میں لاتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھجور چبا کر اپنی زبان شریف سے بچے کے تالو میں لگادیتے تھے۔ تاکہ بچے کے منہ میں سب سے پہلے حضور کا لعاب شریف پہنچے۔ اس عمل کا نام تحنیک ہے۔ ۳؎ یعنی آپ بنفس نفیس اس آلہ سے زکوٰۃ کے اونٹوں کو داغ دے رہے تھے۔ تاکہ زکوٰۃ کے اونٹ دوسرے اونٹوں سے چھٹ جائیں۔ یہ داغ چہرے کے علاوہ اور کسی عضو پر لگائے جاتے تھے۔ لوہے کا ٹکڑا گرم کرکے جانور کے ران یا ٹانگ پر داغ لگادیا جاتا ہے۔ یہ داغ پھر کبھی چھوٹتا نہیں۔ رنگ وغیرہ کے نشانات مٹ جاتے ہیں ہم نے بعض حبشیوں کو دیکھا کہ ان کے رخسار پر لکیریں داغی ہوتی ہیں یہ حرام ہے جیسا کہ گزشتہ حدیث سے معلوم ہوا۔

فِي آذَانِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ‌ اَلْفَصْلُ الثَّانِي ‌ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ
أَرَأَيْتَ أَحَدَنَا أَصَابَ صَيْدًا وَلَيْسَ مَعَهُ سِكِّيْنٌ أَيَذْبَحُ بِالْمَرْوَةِ وَشِقَّةِ الْعَصَا
فَقَالَ أَمْرِرِ الدَّمَ بِمَا شِئْتَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ أَبِي الْعُشَرَاءِ
عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَمَا تَكُونُ الذَّكَاةُ إِلَّا فِي الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ فَقَالَ لَوْ
طَعَنْتَ فِي فَخِذِهَا لَأَجْزَأَ عَنْكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ

ان کے کانوں میں ۱؎ (مسلم، بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت عدی ابن حاتم سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ فرمایئے کہ ہم میں سے کوئی شکار پائے اور اس کے پاس چھری نہ ہو تو کیا پتھر ۲؎ یا لاٹھی کی پھاڑی سے ذبح کردے ۳؎ تو فرمایا جس چیز سے چاہو خون بہادو ۴؎ اور اللہ کا نام لے دو (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابوالعشراء سے ۵؎ وہ اپنے والد سے راوی کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ذبح حلق اور سینہ کے بغیر بھی نہیں ہوتا ۶؎ تو فرمایا اگر تم اس کی ران میں نیزہ مارو تو کافی ہے ۷؎ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

۱؎ حیثیتہ میں ہا کا مرجع حضرت انس ہیں۔ اور یہ قول ہشام ابن زید تابعی کا ہے جو حضرت انس سے یہ حدیث روایت فرما رہے ہیں۔ یعنی مجھے خیال ہے کہ حضرت انس نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کی بکریوں کے کانوں میں داغ لگا رہے تھے۔ معلوم ہوا کہ کان میں داغ لگانا بھی بالکل جائز ہے۔ ۲؎ مروہ سفید پتھر کو کہتے ہیں۔ اسی لیے ایک پہاڑ مکہ کا نام بھی مروہ ہے۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ پتھر سے مراد پتھر کا وہ ٹکڑا ہے جو دھار دار ہو۔ یوں ہی لاٹھی کے ٹکڑے سے مراد بانس کی دھار دار کھپچ ہے جس سے ذبح کیا جاسکتا ہے۔ ۳؎ امررنا ہے امرار سے بمعنی گزرنا اور بہانا یہاں بمعنی بہانا ہے۔ بعض نسخوں میں امر ر کے کسرہ سے ہے۔ چونکہ خون بہہ کر اپنی جگہ سے گزرتا ہے اس لیے بہانے کو امرار کہہ دیتے ہیں۔ م مشدد ر کا الف گرادیا گیا ہے۔ ۴؎ ابوالعشراء عین کے پیش سے ان کا نام اسامہ ابن مالک ہے تابعی ہیں اور بصری ہیں۔ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ بعض محدثین نے ان کو ضعیف کہا۔ چنانچہ ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔ اور امام احمد ابن حنبل نے ان کو ضعیف فرمایا (اشعہ) ۵؎ لبۃ حلق کا آخری کنارہ جو سینہ سے متصل ہے یا سینہ کے اوپری کنارہ جو حلقوم سے قریب ہے۔ سوال کا مقصد یہ ہے کہ کیا ذبح کی یہ ہی صورت ہے کہ گلے اور سینے کے درمیان ہو اگر یہ ہی ذبح ہے تو جو جانور قبضہ میں نہ آرہا ہو اسے ذبح کیسے کیا جائے۔ جیسے کنوئیں میں گری ہوئی بکری۔ ۶؎ یہ اضطراری ذبح کا ذکر ہے۔ جب جانور قبضہ میں نہ ہو اور اس کا ذبح کرنا ضروری ہو تو جہاں کہیں نیزہ یا بھالا مار دیا جائے اور خون بہہ جائے ذبح ہو جائے گا۔ جیسے بھاگی ہوئی گائے، کنوئیں میں گرا ہوا جانور اور تیر سے مارا ہوا شکار۔

ابن ماجه والدارمي وقال ابو داود وهذا ذكوة المتردي وقال الترمذي هذا في الضرورة وعن عدي بن حاتم ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ما علمت من كلب او باز ثم ارسلته وذكرت اسم الله فكل مما امسك عليك قلت وان قتل قال اذا قتله ولم ياكل منه شيئا فانما امسكه عليك رواه ابو داود. وعنه قال قلت يا رسول الله ارمي الصيد فاجد فيه من الغد سهمي قال اذا علمت ان سهمك قتله ولم تر فيه اثر سبع فكل رواه ابو داود

ابن ماجہ، دارمی، ابوداؤد نے فرمایا کہ یہ گرتے جانور کا ذبح ہے[1] اور ترمذی نے فرمایا کہ بضرورت کی حالت میں ہے[2] روایت ہے حضرت عدی ابن حاتم سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کتے یا باز کو تم سکھاؤ پھر اسے چھوڑو اور اللہ کا نام ذکر کردو تو اس میں سے کھاؤ[3] جو اس نے تمہارے لیئے روک رکھا ہے میں نے عرض کیا اگرچہ وہ قتل کردے۔ فرمایا اگرچہ قتل کردے[4] اور اس میں سے کچھ نہ کھائے کیونکہ اس نے تمہارے واسطے روکا ہے[5] (ابوداؤد) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں شکار کو تیر مارتا ہوں تو کل اس میں اپنا تیر پاتا ہوں[6] فرمایا جب تم یقین کرلو کہ تمہارے تیر نے اسے مارا ہے اور اس میں درندے کا اثر نہ دیکھو تو کھالو[7] (ابوداؤد)

[1] یعنی کنوئیں میں گرا ہوا جانور جب اس کے نکالنے کی کوئی صورت نہ ہو اور اس کے مرجانے کا اندیشہ ہو تب اس طرح ذبح کیا جائے۔

[2] یہ تفسیر پہلی تفسیر سے زیادہ عام اور زیادہ شامل ہے۔ اس میں کئی صورتیں داخل ہیں جو ابھی ہم نے حاشیہ ۱ میں بیان کیں جسے ذبح اضطراری کہتے ہیں۔

[3] کتے اور باز کا ذکر بطور مثال ہے ورنہ ہر شکاری جانور کا یہی حکم ہے جیسے سکھایا ہوا چیتا یا شکرا۔ ہاں بلی اس حکم سے خارج ہے کہ وہ اس معنی سے شکاری نہیں کہ جنگل میں دوڑ کر حملہ کرکے جانور شکار کرے وہ تو صرف گھر کے چوہوں پرندوں کا شکار کرتی ہے۔

[4] معلوم ہوا کہ اس قسم کے شکار شکاری جانور کا قتل کر ڈالنا مضر نہیں بلکہ کھانا مضر ہے۔ اگر کچھ کھا لیا ہے تو بقیہ گوشت حرام ہے ورنہ حلال

[5] یعنی اس کا کچھ نہ کھانا اس بات کی علامت ہے کہ اس نے وہ گوشت تمہارے لیئے بچا کر رکھا ہے اور وہ سدھا ہوا شکاری ہے۔

[6] یعنی آج میرا شکار غائب ہوگیا۔ تلاش پر بھی نہ ملا کل مرا ہوا ملا جس میں میرے گذشتہ کل کے تیر کا زخم ہے وہ حلال ہے یا نہیں۔

[7] درندے کا ذکر بطور مثال ہے۔ ورنہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی اور وجہ سے اس کے مرنے کا احتمال ہو تو ہرگز نہ کھایا جائے شکار پانی میں ڈوبا ہے۔ کیونکہ نہیں معلوم وہ مرکر پانی میں گرا ہے یا گر کر مرا ہے۔ ایسے مشکوک شکار کو ہرگز نہ کھایا جائے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ نُهِيْنَا عَنْ صَيْدِ كَلْبِ الْمَجُوْسِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا اَهْلُ سَفَرٍ نَمُرُّ بِالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسِ فَلَا نَجِدُ غَيْرَ اٰنِيَتِهِمْ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا غَيْرَهَا فَاغْسِلُوْهَا بِالْمَاءِ ثُمَّ كُلُوْا فِيْهَا وَاشْرَبُوْا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ قَبِيْصَةَ ابْنِ هُلْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ

روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ہم کو مجوسیوں کے کتے کے شکار سے منع فرمایا گیا[1] (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو ثعلبہ خشنی سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ سفر والے ہیں[2] یہود اور عیسائیوں اور مجوسیوں پر گزرتے ہیں تو ان کے برتنوں کے سوا اور برتن نہیں پاتے فرمایا اگر ان کے علاوہ نہ پاؤ تو انہیں پانی سے دھولو پھر اس میں کھاؤ پیو[3] (ترمذی) روایت ہے قبیصہ ابن ہلب سے وہ اپنے والد سے راوی[4] فرماتے ہیں کہ میں نے

۱؎ کیونکہ مجوسی کا ذبیحہ حرام ہے تو اس کا مارا ہوا شکار حلال ہے اور اگر مسلمان کا کتا مجوسی نے چھوڑا تو اس کا مارا شکار حرام ہے، اور اگر مسلمان و مجوسی دونوں نے اپنے کتے چھوڑے دونوں نے مل کر شکار کیا تب بھی جانور حرام ہے، مسلمان ہرگز نہ کھائے۔ غرضیکہ کتا چھوڑنے والے کا اعتبار ہے۔ کتے کا اعتبار نہیں، یہ بہت خیال رہنا چاہیے (مرقات) اس سے معلوم ہوا کہ عیسائی یہودی کا شکاری کتا شکار کرے تو حلال ہے۔ اگرچہ اسے عیسائی یا یہودی نے چھوڑا ہو کیونکہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے تو اس کا شکار بھی حلال۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ کتا بھی بسم اللہ پڑھ کر چھوڑے مسیح یا عزیر کے نام پڑھ چھوڑے کہ غیر خدا کے نام پر ذبیحہ تو مسلمان کا بھی حرام ہے۔ ۲؎ یعنی میں اور میرے قبیلہ والے لوگ اکثر سفر میں رہتے ہیں اور ہم کو اکثر یہ واقعات پیش آتے ہیں جو عرض کر رہے ہیں۔ ۳؎ یہ حکم احتیاطی ہے چونکہ یہود و نصاریٰ اپنے برتنوں میں سور و شراب استعمال کرتے ہیں۔ پھر باقاعدہ انہیں پاک نہیں کرتے۔ اس لیے اس احتیاط کا حکم دیا گیا۔ فتویٰ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ بلکہ مشرکین کے برتن ان کے پکائے ہوئے کھانے پاک ہیں، جب تک کہ ہم کو ان کے ناپاک ہونے کا علم نہ ہو شریعت ظاہر پر ہے۔ آج ولایتی دوائیں۔ گھی اور بہت سی قسم کے بسکٹ۔ چاکلیٹ وغیرہ ولایت سے بن کر آتی ہیں۔ مسلمان عموماً استعمال کرتے ہیں۔ یوں ہی ولایتی دودھ بلکہ ولایتی ڈبوں کا گوشت یہ سب کچھ شرعاً پاک حلال ہیں کیونکہ ان کے ناپاک ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ تقویٰ یہ ہے کہ ان کے کھانے سے پرہیز کرے۔ یوں ہی ولایتی کپڑے پاک ہیں ان کا دھونا لازم نہیں حضرات صحابہ کرام بلکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار کے ہدیۃً بھیجے ہوئے کپڑے استعمال فرمائے۔ ان میں نمازیں پڑھیں یہ سب فتویٰ ہے یہاں تقویٰ کی تعلیم ہے اور یہ امر استحبابی ہے۔ ۴؎ قبیصہ تابعی ہیں ان کے والد ہلب صحابی ہیں۔ ہلب ان کا لقب ہے۔ نام یزید ابن قنافہ ہے۔ قبیلہ طی سے ہیں۔ قبیصہ کو نسائی اور ابن مدینی نے مجہول کہا امام عجلی اور ابن حبان نے ثقہ فرمایا (اشعۃ، مرقات) ابوداؤد اور ترمذی نے ان سے صرف یہی حدیث روایت کی۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ طَعَامِ النَّصَارٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ سَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ مِنَ الطَّعَامِ طَعَامًا أَتَحَرَّجُ مِنْهُ فَقَالَ لَا يَتَخَلَّجَنَّ فِيْ صَدْرِكَ شَيْءٌ ضَارَعْتَ فِيْهِ النَّصْرَانِيَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْ دَاوٗدَ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ الْمُجَثَّمَةِ وَهِيَ الَّتِيْ تُصْبَرُ بِالنَّبْلِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ كُلِّ ذِيْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِيْ مِخْلَبٍ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عیسائیوں کے کھانے کے متعلق پوچھا اور ایک روایت میں ہے کہ حضور سے ایک آدمی نے پوچھا[۱] تو فرمایا کھانوں میں سے ایک کھانا ہے جس پر ہم حرج سمجھتے ہیں[۲] فرمایا تمہارے سینہ میں کچھ نہ کھٹکنا چاہیے[۳] کہ تم اس بارے میں عیسائیت سے مشابہ ہو گئے[۴] (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجثمہ کے کھانے سے منع فرمایا[۵] مجثمہ وہ جانور ہے جو تیر سے دھر لیا جائے[۶] (ترمذی) روایت ہے حضرت عرباض ابن ساریہ سے[۷] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن ہر کچلی والے درندے سے[۸] اور ہر پنجے والے پرندے سے[۹] اور پالتو

۱؎ یعنی یہود و نصاریٰ کے پکائے ہوئے حلال کھانے مسلمانوں کو کھانا مباح ہیں یا نہیں، جیسے ان کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی، چاول، دال، بکری وغیرہ کا گوشت۔ یہ پوچھنے والے عدی ابن حاتم تھے جو پہلے عیسائی تھے بعد میں مسلمان ہوئے جیسا کہ اشعہ میں ہے۔ ۲؎ یعنی اہل کتاب کے پکائے ہوئے کھانوں میں ہم کو شبہ رہتا ہے کہ یہ کھانے یا پانی یا برتن پاک ہیں یا نہیں، ہم انہیں کھائیں یا نہ کھائیں۔ ۳؎ یعنی ایسے کسی کھانے میں بلاوجہ شک نہ کرو، شوق سے کھاؤ، بغیر دلیل کسی چیز کو ناپاک نہ سمجھو، اسلام میں آسانی ہے ایسی سختیاں نہیں۔ خیال رہے کہ یہاں وہم کا ذکر ہے یعنی بلا دلیل ایسے کھانوں کو ناپاک یا حرام سمجھنا کہ شاید پکانے والے کے ہاتھ یا برتن گندے ہوں یہ محض وہم ہے۔ ۴؎ یعنی تم ایسے شبہات کرکے متقی نہ ہو گے بلکہ عیسائیت کے مشابہ ہو جاؤ گے جو اس قسم کے وہم میں مبتلا ہو کر تارک دنیا اور راہب بن جاتے ہیں۔ اسلام میں ایسے وہموں کا اعتبار نہیں، چونکہ حضرت عدی ابن حاتم پہلے عیسائی تھے اس لیے حضور انور نے عیسائیت کا ذکر فرمایا کہ تم مسلمان ہو جانے کے بعد بھی عیسائیوں کے مشابہ کیوں بنتے ہو۔ دوسری اسلام میں ظاہر کا اعتبار ہے، جھوٹے وسوسے شبہے اسلام میں معتبر نہیں، اس حدیث نے معاملہ ہی صاف فرمادیا۔ ۵؎ یعنی جو جانور اپنے قبضہ میں ہو اسے باندھ کر تیر کا نشانہ بنایا جائے اور بجائے شرعی ذبح کے اسے اس طرح مارا جائے وہ حرام ہے۔ قبضہ کا جانور ذبح کیا جانا چاہیے، تیر کا ذبح مجبوری کی حالت میں ہے، جب جانور قبضہ میں نہ ہو۔ ۶؎ مجثمہ بنا ہے جثوم سے جس کے معنی ہیں سینہ زمین سے لگا دینا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: "فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ" یہاں جاثمین کے یہی معنی ہیں۔ ۷؎ آپ صحابی ہیں، صفہ والے فقراء صحابہ سے تھے۔ آپ ان حضرات سے ہیں جنہوں نے جہاد کے لیے حضور انور سے سواریاں مانگیں مگر نہ پائیں تو روتے ہوئے واپس ہوئے جن کا یہ ہی واقعہ قرآن کریم میں

مِنَ الطَّيْرِ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ وَعَنِ الْمُجَثَّمَةِ وَعَنِ الْخَلِيْسَةِ وَاَنْ تُوْطَاَ الْحَبَالٰى حَتّٰى يَضَعْنَ مَا فِىْ بُطُوْنِهِنَّ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى سُئِلَ اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ الْمُجَثَّمَةِ فَقَالَ اَنْ يُّنْصَبَ الطَّيْرُ اَوِ الشَّيْءُ فَيُرْمٰى وَسُئِلَ عَنِ الْخَلِيْسَةِ فَقَالَ الذِّئْبُ وَالسَّبُعُ يُدْرِكُهُ الرَّجُلُ فَيَاْخُذُ مِنْهُ فَيَمُوْتُ فِىْ يَدِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّذَكِّيَهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَبِىْ هُرَيْرَةَ

گدھوں کے گوشتوں سے[1] اور مجثمہ سے اور خلیسہ سے منع فرمایا[2] اور اس سے کہ حاملہ عورت سے صحبت کی جائے حتی کہ پیٹ والیوں کے بچے جن دیں[3] محمد ابن یحیی نے کہا ابوعاصم سے مجثمہ کے متعلق پوچھا گیا[4] تو فرمایا وہ یہ کہ پرندہ یا کوئی چیز باندھی جائے پھر تیر سے ماری جائے[5] اور خلیسہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا بھیڑیا اور درندہ جسے آدمی پا لے تو اس کو چھڑا لے پھر وہ ذبح کرنے سے پہلے اس کے قبضہ میں مر جائے[6] (ترمذی) روایت ہے

حضرت ابن عباس سے اور ابوہریرہ سے

مذبوح ہے۔ مشہور یہ کہ بجری میں دانت والے کا شمار ہے[؟] جیسے کتا بلی شیر چیتا بھیڑیا وغیرہ جن کے منہ میں کیلیں ہوتی ہیں مگر وہ شکار نہیں کرتا۔ لہذا اونٹ کیل میں شکاری کی قید اس لئے لگائی۔ [2] یہاں بھی پنجے والے شکاری پرندے مراد ہیں جیسے شکرہ، باز، عقاب وغیرہ۔ کوا بھی شکاری ہے پنجہ والا بھی ہے لہذا وہ بھی حرام ہے۔ طوطے میں اختلاف ہے بعض کے ہاں وہ حلال ہے کیونکہ وہ پنجے والا تو ہے مگر شکاری نہیں، عوام میں اسے بلا کہتے ہیں۔ جن لوگوں نے کوا حلال مانا انہوں نے یہ حدیث نہ دیکھی ان کی عقلوں پر پردے پڑ گئے۔

[1] وحشی نیل گائے حلال ہے، گدھے پہلے حلال تھے خیبر کے دن حرام فرمائے گئے۔

[2] خلیسہ کی تفسیر آگے آرہی ہے۔ اس کا کھانا حرام ہے جو وہ بغیر ذبح مر جائے اگر ذبح کر لیا جائے تو حلال ہے پھر وہ خلیسہ نہیں۔

[3] یعنی جہاد میں جو کافر عورتیں قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئیں، لونڈیاں بنائی جائیں۔ اگر یہ حاملہ ہوں ان سے صحبت حرام ہے اگر حاملہ نہ ہوں تو ایک حیض انتظار کر کے ان سے صحبت درست ہے۔

[4] ابوعاصم شیخ ہیں محمد ابن یحیی کے اور محمد ابن یحیی شیخ ہیں امام ترمذی کے جو اس حدیث کے راوی ہیں یعنی میں ابوعاصم کے پاس تھا کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ مجثمہ کس جانور کو کہتے ہیں جسے شریعت نے حرام کیا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے۔

[5] یعنی مرغی بکری وغیرہ اپنے قبضہ کا جانور ہے باندھ کر اسے تیر مارا جائے اس طرح وہ مر جائے یہ حرام ہے۔ اگر اس زخمی کو ذبح کر لیا جائے تو گوشت حلال ہے مگر یہ کام حرام ہے۔

[6] یعنی اگر مرغی کو بلی یا بکری کو بھیڑیا یا چیتا وغیرہ جانور پکڑے لوگ اس کے منہ سے چھڑا لیں ذبح نہ کر سکیں وہ زخم کی وجہ سے مر جائے وہ خلیسہ ہے اور حرام ہے خلیسہ بنا ہے خلس سے یعنی اچک لینا، چھین لینا۔ اسی سے ہے اختلاس۔

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنْ شَرِیْطَۃِ الشَّیْطَانِ زَادَ ابْنُ عِیْسٰی ہِیَ الذَّبِیْحَۃُ
یُقْطَعُ مِنْہَا الْجِلْدُ وَلَا تُفْرَی الْاَوْدَاجُ ثُمَّ تُتْرَکُ حَتّٰی تَمُوْتَ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ وعن جابر عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ رواہ ابوداؤد وَالدَّارِمِیُّ وَرَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَعَنْ
اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَنْحَرُ النَّاقَۃَ وَنَذْبَحُ الْبَقَرَۃَ وَالشَّاۃَ
فَنَجِدُ فِیْ بَطْنِہَا الْجَنِیْنَ اَنُلْقِیْہِ اَمْ نَاْکُلُہٗ قَالَ کُلُوْہُ اِنْ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے کوچے ہوئے سے منع فرمایا[1] ابن عیسیٰ نے یہ زیادہ فرمایا کہ وہ ایسا ذبیحہ ہے جس کی کھال کاٹ دی جائے اور رگیں نہ کاٹی جائیں پھر چھوڑ دیا جائے حتی کہ مر جائے[2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیٹ کے بچہ کا ذبح اس کی ماں کا ذبح ہے[3] (ابوداؤد، دارمی) اور ترمذی نے حضرت ابوسعید سے روایت کی۔ روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول ہم اونٹنی ذبح کرتے ہیں اور گائے و بکری ذبح کرتے ہیں تو ان کے پیٹ میں بچہ پاتے ہیں کیا اسے پھینک دیں یا کھالیں فرمایا اگر چاہو تو

[1] شریطہ بنا ہے شرط بمعنی حجام سے یعنی فصد کھولنے والے کا نشتر مارنا کھال چیر کر خون نکالنا۔ جو شخص جانور کی صرف کھال کاٹ دے حلقوم اور رگیں نہ کاٹے وہ گویا حجام کا سا نشتر مارتا ہے چونکہ ایسا ذبح شیطانی تعلیم سے ہے جو کفار میں رائج تھا اس لئے اسے شریطہ شیطان کہا گیا یعنی شیطان کا سکھایا ہوا نشتر۔ [2] اس حرکت سے جانور کو سخت تکلیف بھی ہوتی ہے کہ جان بہت دیر میں اور مشکل سے نکلتی ہے اور اس کا کھانا بھی حرام ہوتا ہے۔ لا تفری بنا ہے فری سے بمعنی کاٹنا اصطلاح میں فساد کے لیے کاٹنے کو فری کہا جاتا ہے اوداج ودج کی جمع ہے وہ رگیں جو حلقوم کے آس پاس کی ہیں جن کا کٹنا ذبح کے لیے ضروری ہے۔ [3] یعنی اگر بکری یا گائے ذبح کی گئی اس کے پیٹ میں بچہ مردہ نکلا وہ حلال ہے کہ ماں کے ذبح سے وہ بھی ذبح مانا جائے گا۔ خیال رہے کہ امام شافعی کے ہاں ایسا بچہ مطلقاً حلال ہے خواہ اس کے جسم پر بال جم چکے ہوں یا فقط گوشت کا لوتھڑا ہو۔ امام مالک کے ہاں اگر بچہ پورا بن چکا ہے حتی کہ اس کے جسم پر بال بھی اگ گئے ہیں تو حلال ہے ورنہ حرام۔ ہمارے امام اعظم قدس سرہ کے نزدیک اگر بچہ زندہ نکلا اور اسے ذبح کر لیا گیا تو حلال ہے ورنہ حرام۔ یہ حدیث امام شافعی کی دلیل ہے بعض نے فرمایا کہ اگر بچہ زندہ نکلا پھر مر گیا تو بھی حلال ہے بعض نے فرمایا کہ ایسا بچہ حرام ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اولاً تو یہ حدیث صحیح نہیں، اگر صحیح ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ پیٹ کے بچہ کا ذبح اس کی ماں کا سا ذبح ہے یعنی جیسے اس کی ماں کو حلقوم و رگوں کو کاٹ کر ذبح کیا جاتا ہے ایسے ہی اس کے بچہ کو ذبح کیا جائے گا۔ اور ذکاۃ امہ میں ذکاۃ منصوب ہے کاف جارہ پوشیدہ ہے۔ یہ منصوب نزع الخافض ہے کیونکہ ایسا شکار اگر پانی میں ڈوبا پایا جائے تو کھانا حرام ہے کہ شاید پانی سے مرا ہو یہاں بھی اسی طرح بچہ میں شبہ ہے کہ دم گھٹنے کی وجہ سے مرا ہو۔ امام شافعی کی دلیل یہ حدیث جب نہیں جبکہ عبارت یوں ہو ذکاۃ امہ کیونکہ ذکاۃ الجنین

شَاتُهُمْ فَإِنَّ ذَكٰوتَهٗ ذَكٰوةُ أُمِّهٖ رَوَاهُ أَبُوْدَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ عُصْفُوْرًا فَمَا فَوْقَهَا بِغَيْرِ حَقِّهَا سَأَلَهُ اللهُ عَنْ قَتْلِهٖ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَا حَقُّهَا قَالَ أَنْ يَذْبَحَهَا فَيَأْكُلَهَا وَلَا يَقْطَعَ رَأْسَهَا فَيَرْمِيَ بِهَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ أَبِيْ وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَهُمْ يَجُبُّوْنَ أَسْنِمَةَ الْإِبِلِ وَيَقْطَعُوْنَ أَلْيَاتِ الْغَنَمِ

لیا تو کیونکہ اس کا ذبح اس کی ماں کے ذبح کی طرح ہے ۱؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی چڑیا یا اس سے اوپر کے کسی جانور کو ناحق مار ڈالے ۲؎ تو اس کے قتل کے متعلق اللہ اس سے پوچھے گا عرض کیا گیا یا رسول اللہ اس کا حق کیا ہے فرمایا کہ اسے ذبح کرے کھائے یوں نہ کرے کہ اس کا سر کاٹے پھر اسے پھینک دے ۳؎ (احمد، نسائی، دارمی) روایت ہے حضرت ابو واقد لیثی سے ۴؎ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے حالانکہ لوگ اونٹ کے کوہان اور بکری کے چوتڑ کاٹ لیا کرتے تھے ۵؎

لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے نہ کہ امام شافعی کی (مرقات، اشعہ) ۱؎ یعنی اگر زندہ بچہ نکلا تو اسے یوں پھینک کر مر جانے دیں یا اسے ذبح کر کے کھا لیں اس کے متعلق ارشاد ہوا۔ ۲؎ اس جملہ کے وہی معنی ہیں جو ابھی عرض کئے گئے کہ اگر اسے کھاؤ تو ذبح کر کے کھاؤ اور اس کا ذبح بھی اس کی ماں کی طرح ہوگا۔ ۳؎ حلال جانور کے شکار کا حق ہے اسے شکار کر کے کھانا۔ اگر کھانا مقصود نہ ہو محض تفریح اور وقت گزاری کے لیے شکار کرے تو آخرت میں پکڑ ہے۔ حرام جانور کے شکار کا مقصد یا اس کی کھال و بال سے نفع حاصل کرنا یا اس تکلیف سے خلق کو بچانا جیسے جنگلی سوروں کا شکار کر کے دفع شر کے لیے بھی ہے اور ان کے اجزاء سے نفع لینے کے لیے بھی۔ چنانچہ ہاتھی کی ہڈی دانت وغیرہ بہت کام میں آتی ہے، ایسے ہی شیر و چیتے کی کھال چربی مختلف طرح استعمال کی جاتی ہے۔ یہاں حلال جانوروں کے شکار کا ذکر ہے لہٰذا حدیث سے یہ لازم نہیں کہ حرام جانوروں کا شکار کرنا حرام ہے کہ وہ کھائے نہیں جاتے۔ یہ تحقیق خیال میں رہے۔ ۴؎ اس حدیث کی بنا پر علماء فرماتے ہیں کہ حلال جانوروں کا شکار صرف کھانے کے لیے کیا جائے اور وہ ضرور کھایا جائے (مرقات) یہ حکم شکار کے لیے ہے قربانی میں مقصود گوشت نہیں ہوتا صرف خون بہا کر رب کو راضی کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا مکہ معظمہ میں جو ہزارہا قربانیاں غار میں گاڑ دی جاتی ہیں بالکل جائز ہے کہ وہاں مقصود حاصل ہو گیا، خون بہانا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شکار کا جانور اگر زندہ مل جائے تو اسے ذبح ہی کرنا پڑے گا بغیر ذبح حلال نہ ہوگا۔ ۴؎ آپ کا نام حارث ابن عوف ہے، ابو واقد کنیت ہے، قبیلہ بنی لیث سے ہیں، قدیم الاسلام ہیں بدر میں حاضر ہوئے بعد میں مکہ معظمہ میں رہے وہاں ہی ۶۸ھ اڑسٹھ میں وفات پائی پچھتر سال عمر ہوئی۔ ۵؎ یعنی بقدر ضرورت زندہ اونٹ زندہ بکریوں کے اعضاء کاٹ کر کھا لیتے

فَقَالَ مَا يُقْطَعُ مِنَ الْبَهِيمَةِ وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ مَيْتَةٌ لَا تُؤْكَلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ
الْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ أَنَّهُ كَانَ يَرْعَى لِقْحَةً
بِشِعْبٍ مِنْ شِعَابِ أُحُدٍ فَرَأَى بِهَا الْمَوْتَ فَلَمْ يَجِدْ مَا يَنْحَرُهَا بِهِ فَأَخَذَ وَتِدًا فَوَجَأَ بِهِ
فِي لَبَّتِهَا حَتَّى أَهْرَاقَ دَمَهَا ثُمَّ أَخْبَرَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهُ بِأَكْلِهَا
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَمَالِكٌ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ فَذَكَّاهَا بِشِظَاظٍ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ

تو حضور نے فرمایا کہ جو حصہ جانور کا کاٹ لیا جائے اور جانور زندہ ہو تو وہ حصہ مردار ہے نہ کھایا جائے[1] (ترمذی، ابو داؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت عطاء ابن یسار سے[2] وہ بنی حارثہ کے ایک شخص سے راوی[3] کہ وہ احد کی گھاٹیوں سے کسی گھاٹی میں اونٹنی چرایا کرتے تھے[4] تو اس پر موت دیکھی (ایسی چیز نہ پائی جس سے اسے ذبح کریں) انہوں نے ایک میخ لی وہ اس کی گھنڈی میں گھونپ دی حتی کہ اس کا خون بہا دیا[5] پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو حضور انور نے اس کے کھانے کا حکم دیا (مالک) اور ان کی روایت میں ہے کہ فرمایا اسے دھار دار لکڑی سے ذبح کرو[6] روایت ہے حضرت جابر سے

جانور اس طرح چمٹا رہتا تھا یعنی یہ لوگ اس کے اعضاء کاٹ کاٹ کر کھاتے رہتے، وہ زندہ و تڑپتا رہتا۔ جو قوم اپنی بچیوں کو اپنے ہاتھ سے زندہ دفن کر دیتی تھی ان سے یہ کام کیا بعید ہے۔

[1] یعنی زندہ جانور کا جو عضو کٹ جاوے وہ مردار ہے۔ اس کا کھانا حرام ہے۔ لہذا اگر شکار کو تیر یا برچھا لگا جس سے اس کا ہاتھ یا پاؤں کٹ کر الگ ہو گیا۔ پھر اسے ذبح کیا گیا تو وہ کٹا ہوا پاؤں حرام ہے باقی حلال۔ بعض لوگ زندہ دنبہ کی چکی سے چربی نکال لیتے ہیں وہ چربی کھانا بھی حرام ہے۔ خیال رہے کہ یہ حدیث اعضاء جانور کے کھانے کے متعلق ہے۔ زندہ مچھلی اور زندہ ہاتھی کے کاٹے ہوئے دانت کا استعمال حلال ہے اور زندہ جانور کے پیٹ سے نکالا ہوا بچہ جو پیٹ چاک کر کے نکالا جائے اور ہو مردہ وہ کھانا حرام ہے۔

[2] تابعی ہیں، کنیت ابو محمد ہے، ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں، مدینہ منورہ میں قیام رہا، چوراسی سال عمر پائی سنہ ترانوے میں وفات پائی۔ [3] چونکہ یہ صاحب صحابی ہیں اور صحابہ تمام کے تمام عادل ثقہ ہیں اس لئے ان کا نام معلوم نہ ہونا صحت حدیث کے لیے مضر نہیں۔ [4] لقحہ وہ دودھ والی اونٹنی جس کا بچہ قریب پیدا ہونے والا ہو یا قریب ہی میں پیدا ہو چکا ہو۔ شعب پہاڑ کا درہ، یا دو پہاڑوں کے درمیان راستہ یا پانی کی گزرگاہ (مرقات و اشعہ) احد مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ [5] اس طرح کہ اس میخ کے گھونپنے سے اس کے گلے میں سوراخ ہو گیا، اور خون بہہ گیا اور حلقوم کٹ گیا۔ [6] شظاظ شین کے کسرہ، پہلی ظ کے شد سے یعنی دو دھاری لکڑی جس کے دونوں طرف دھار ہو گئی ہو (اشعہ)

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْبَحْرِ إِلَّا وَقَدْ ذَكَّاهَا اللّٰهُ لِبَنِي آدَمَ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ

بَابُ ذِكْرِ الْكَلْبِ

اَلْفَصْلُ الْأَوَّلُ

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ أَوْ ضَارٍ نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ أَوْ صَيْدٍ أَوْ زَرْعٍ انْتَقَصَ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دریائی جانور نہیں مگر اسے اللہ نے اولاد آدم کے لیے حلال فرما دیا (دار قطنی) کتے کا بیان پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو جانور یا شکاری کتے کے سوا کوئی اور کتا پالے تو روزانہ اس کے عمل سے دو قیراط کم ہوں گے (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے جانوروں یا شکار یا کھیتی باڑی کے کتوں کے سوا اور کوئی کتا پالا

۱؎ یعنی دریائی جانور کے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں وہ بغیر ذبح حلال ہے کیونکہ اس میں بہتا خون نہیں۔ خیال رہے کہ مچھلی بالاتفاق حلال ہے مچھلی کے سوا باقی دریائی جانور امام اعظم کے نزدیک حرام ہیں، دریائی جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے۔ ۲؎ یہ بیان کہ کونسا کتا پالنا جائز ہے کونسا نہیں اور کس کتے کا قتل جائز ہے کس کا نہیں، چونکہ شکار کے بیان میں کتے کا ذکر بھی تو آیا تھا کہ شکاری کتے کا شکار حلال ہے۔ اگرچہ وہ کتے کے منہ میں مر جائے، اس لیے اب مؤلف نے کتے کے اقسام و احکام کا باب باندھا گویا یہ باب پچھلے باب کا تتمہ ہے۔ ۳؎ یعنی جانوروں کی حفاظت یا شکار کے لیے کتا پالنا بالکل درست ہے جس سے کوئی برا اثر نہیں پڑتا۔ ضار اصل میں ضاری تھا ی تخفیف کرکے گرا دی گئی تھی ضاری کا بنا ہے ضری سے یعنی عادی ضاری یعنی شکار کو پھاڑنے والا کتا یعنی شکاری کتا۔ ۴؎ عمل سے مراد نیک اعمال کا ثواب ہے نہ کہ اصل عمل، کیونکہ مذہب اہل سنت یہ ہے کہ کسی گناہ کی وجہ سے نیکی برباد نہیں ہوتی نیکیاں صرف کفر سے برباد ہوتی ہیں، اور کتا پالنا گناہ ہے کفر نہیں مطلب یہ ہے کہ نیکیوں کا جو ثواب کتا نہ پالنے والے کو ملتا ہے وہ کتا پالنے والے کو نہیں ملتا۔ اس کمی کی وجہ یہ ہے کہ ایسے کتے سے رحمت کے فرشتے گھر میں نہیں آتے یا اس لیے کہ کتے سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ یا اس لیے کہ کتے والے گھر کے برتن اور کپڑے مشکوک ہوتے ہیں کہ کبھی کتا یہ چیزیں چاٹ لیتا ہے گھر والوں کو خبر نہیں ہوتی۔ بہر حال جتنی یقینی پاکی و طہارت بغیر کتے والے گھر میں ہوتی ہے ایسی طہارت کتے والے گھر میں نہیں ہوتی یہ تحقیق ضرور خیال میں رکھی جائے (مرقات)۔ بہرحال نیکیوں سے تو گناہ مٹتے ہیں۔ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ مگر گناہوں سے نیکیاں کبھی نہیں مٹتیں وہ صرف کفر سے مٹتی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ

مِنْ اَجْرِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ حَتّٰى اَنَّ الْمَرْاَةَ تَقْدَمُ مِنَ الْبَادِيَةِ بِكَلْبِهَا فَنَقْتُلُهٗ ثُمَّ نَهٰى
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِهَا وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِالْاَسْوَدِ الْبَهِيْمِ ذِى النُّقْطَتَيْنِ
فَاِنَّهٗ شَيْطَانٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تو اس کے ثواب سے روزانہ ایک قیراط کم ہوگا ۵؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے ہلاک کردینے کا حکم دیا ۱؎ حتی کہ ایک عورت دیہات سے اپنا کتا ساتھ لاتی تو ہم اسے قتل کردیتے تھے ۲؎ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل سے منع فرمادیا اور فرمایا کہ تم کالے بھجنگے دو داغ والے کو قتل کردو کہ وہ شیطان ہے ۳؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

خاص وزن کا نام ہے۔ یہاں قیراط فرمانا سمجھانے کے لئے ہے۔ ورنہ ثواب اعمال یہاں کے باٹوں سے نہیں تولا جاتا۔
۱؎ اس حدیث میں کھیتی باڑی کے کتے کا اضافہ ہے۔ یعنی کھیت کی حفاظت کے لیے کتا پالنا بھی جائز ہے۔ اسی طرح باغ کی حفاظت بھی ہے اور گھر کی حفاظت بھی۔ خیال رہے کہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں بلا ضرورت کتے پالنے پر دو قیراط کی کمی ہوگی اور کسی جگہ ایک قیراط کی، یا گاؤں جنگلوں میں کتے پالنے پر ایک قیراط کی کمی ہے۔ شہر میں دو قیراط کی کہ کتے سے زیادہ تکلیف شہر میں ہوتی ہے۔ یا اولًا دو قیراط کی کمی کا قانون تھا۔ پھر احکام نرم ہونے پر ایک قیراط کی کمی رہ گئی۔ غرضیکہ یہ حدیث گزشتہ دو قیراط والی حدیث کے خلاف نہیں۔ مرقات، اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اقتناء اور ہے اتخاذ کچھ اور۔ اقتناء میں دو قیراط کم ہوں گے اتخاذ میں ایک قیراط۔ محبت سے کتا پالنا اسے اپنے ساتھ بٹھانا ساتھ کھلانا اقتناء ہے گھر سے باہر اس سے محبت نہ کرنا اس سے علیحدہ رہنا اتخاذ ہے۔ لہٰذا احادیث متعارض نہیں۔ ۲؎ عام کتے یا خاص کتے مدینہ منورہ کے مار ڈالنے کا حکم دیا۔ کیونکہ مدینہ منورہ نزول وحی کی جگہ ہے۔ وہاں ایسی گندی چیز کی موجودگی اچھی نہیں۔ ۳؎ عورت کا ذکر اتفاقی ہے کہ اکثر عرب عورتیں ہی کتے ساتھ رکھتی تھیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو باہر کا کتا مدینہ منورہ میں آجاتا ہم اسے بھی نہ چھوڑتے تھے۔ اس کی مالکہ کے بغیر اذن ہی سے مار دیتے تھے معلوم ہوا کہ ناجائز گانا، شراب، جوئے کا سامان وغیرہ یونہی طبلہ، سارنگی وغیرہ ناجائز و حرام کام کے آلات مالک کی بغیر اجازت بھی ضائع کئے جاسکتے ہیں۔ اس میں ضائع کرنے والے پر تاوان نہیں۔ یہ حدیث بہت سے احکام کی ماخذ ہے۔ ۴؎ اسود کالا اور بہیم خالص کالا جس میں اور کوئی رنگ نہ ہو۔ ذوالنقطتین وہ کتا یا سانپ جس کی آنکھوں کے اوپر دو داغ ہوں۔ یہ زیادہ خطرناک ہوتا ہے اور ممکن ہے اس قسم کا سانپ تو بہت ہی خطرناک ہے کتا بھی زہر کر سانپ سے زیادہ خطرناک ہوجاتا ہے کہ دیوانے کتے کا کاٹا ہوا اگر کسی کو کاٹ لے تو وہ بھی دیوانہ ہوجاتا ہے اور دیوانے کتے کا کاٹا خود دیوانہ ہوکر بڑی مصیبت سے بہت عرصہ میں مرتا ہے۔ کتے کی طرح خود بھونکتا ہے۔ ۵؎ یعنی ایسا کتا نقصان دہ نیز شیطان کی طرح ہے مرقات نے فرمایا

أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ كَلْبَ غَنَمٍ أَوْ مَاشِيَةٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ الْفَصْلُ الثَّانِي
عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا أَنَّ الْكِلَابَ أُمَّةٌ مِنَ
الْأُمَمِ لَأَمَرْتُ بِقَتْلِهَا كُلِّهَا فَاقْتُلُوا مِنْهَا كُلَّ أَسْوَدَ بَهِيمٍ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ
وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَمَا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ يَرْتَبِطُوْنَ كَلْبًا إِلَّا نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِمْ كُلَّ
يَوْمٍ قِيرَاطٌ إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ كَلْبَ غَنَمٍ وَعَنْ

شکار کے کتے اور ریوڑ کے کتے اور جانوروں کے کتے کے سوا باقی سب کتوں کے مارنے کا حکم دیا (مسلم بخاری) دوسری
فصل روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا اگر یہ نہ ہوتا کہ کتے بھی مخلوقات
میں سے ایک مخلوق ہیں تو میں ان سب کے قتل کا حکم دے دیتا لہٰذا تم ہر خالص کالے کتے کو قتل کردو (ابوداؤد، دارمی) اور
ترمذی نسائی نے یہ زیادتی کی کہ کوئی گھر والے نہیں جو کتا پالیں مگر ہر دن ان کے عمل سے ایک قیراط کم ہوتا ہے سوا
شکاری کتے یا کھیتی کے یا بکریوں کے کتے
کے روایت ہے

کہ اسلام میں پہلے تمام کتوں کے قتل کا حکم دیا گیا۔ پھر صرف کالے آنکھوں پر دو نشان والے کتے کے قتل کا حکم رہا۔ تمام کتوں کے قتل کا حکم منسوخ ہوا۔ اب حکم یہ ہے کہ بے ضرر کتوں کے قتل کا حکم منسوخ ہے خواہ کالے ہوں یا کچھ اور۔ اور ضرر والے عقور یا دیوانے کتے کا قتل ضروری ہے اور بلا ضرورت کتا پالنا منع ہے۔ ۲؎ اس کے متعلق مسئلہ ابھی عرض کیا گیا کہ کتوں کے قتل کا عمومی وجوب منسوخ ہے۔ ایک شرط کے ماتحت حکم استحبابی باقی ہے عقور اور دیوانہ کتوں کا قتل اب بھی واجب ہے۔ ۳؎ اس فرمان عالی میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ مطلب یہ ہے کہ کتے بھی مخلوق میں ایک گروہ ہے جس کے پیدا فرمانے میں حکمت ہے اور انسان کو اس سے فائدہ بھی ہے کہ حفاظت و شکار میں کام آتا ہے۔ اس لیے ان کا بالکل فنا کرنا مناسب نہیں۔ خیال رہے کہ کتے پالنے کا اور حکم ہے اسے ہلاک کرنے کا دوسرا حکم۔ بلا فائدہ اس کا پالنا ناجائز، فائدہ حفاظت یا شکار ہے اور بلا ضرر اس کا مارنا ممنوع۔ نقصان خواہ بالفعل ہو یا بالاحتمال ۴؎ یہاں مرقات نے فرمایا کہ حیوانات کا ذبح کرنا صرف دو وجہ سے جائز ہے یا نفع حاصل کرنے کے لیے یا ان کا نقصان دفع کرنے کے لیے۔ چونکہ خالص کالا کتا فائدہ کم دیتا ہے نقصان زیادہ، اس لیے اس کے مار دینے کا حکم ہے۔ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ یہ حکم بھی منسوخ ہے۔ اب صرف نقصان دہ کتا ہلاک کیا جائے، کالا ہو یا اور رنگ کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بچھو، سانپ، بھیڑیا، شیر، چیتا وغیرہ تمام وہ جانور جو صرف نقصان دہ ہیں۔ ان سے نفع کوئی نہیں۔ ان کو مارنا مطلقاً درست ہے۔ ۵؎ بکری سے مراد تمام مویشی ہیں جیسے گائے بھینس وغیرہ کہ ان کی حفاظت کے لیے کتا پالنا جائز ہے ایسے ہی باغ، گھر، دکان کی حفاظت کے لیے پالنا درست ہے۔ بعض حفاظت والے کتے بھیڑیئے کو بھی بھگا دیتے ہیں۔ ۶؎ ان کا کم ہونے

إبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيْشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاؤدَ ۞ بَابُ مَا يَحِلُّ اَكْلُهٗ وَمَا يَحْرُمُ اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ ذِيْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ فَاَكْلُهٗ حَرَامٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ ذِيْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ
رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ قَالَ حَرَّمَ

حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور لڑوانے سے منع فرمایا ۱؎ (ترمذی، ابوداؤد) باب
ان جانوروں کا بیان کہ کس جانور کا کھانا حلال ہے اور کس کا حرام پہلی فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر کچلی والا درندہ اس کا کھانا حرام ہے ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابن عباس سے
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے درندے اور ہر پنجے والے پرندے کے کھانے
سے منع فرمایا ۲؎ روایت ہے حضرت ابوثعلبہ سے
فرماتے ہیں کہ

کے معنی اور اس کی وجہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ ۲؎ یہ حکم تحریمی ہے۔ آج مسلمانوں میں مرغ لڑانا، کتے لڑانا، اونٹ، بیل لڑانے کا بہت شوق ہے یہ
حرام سخت حرام ہے کہ اس میں بلا وجہ جانوروں کو ایذاء رسانی ہے۔ اپنا وقت ضائع کرنا بعض جگہ مال کی شرط پر جانور لڑائے جاتے ہیں یہ جوا بھی ہے۔
حرام در حرام ہے۔ جب جانوروں کو لڑانا حرام ہے تو انسان کو لڑانا سخت حرام ہے۔ خیال رہے کہ اسلامی فوج کو کفار سے لڑانا جہاد ہے۔ یونہی
مشق کے لیے تیاری اور جہاد کے لیے کشتی لڑانا، لڑانا جہاد کی تیاری ہے۔ یہ دونوں کام عبادت ہیں۔ مسلمانوں کی آپس میں جنگ کرانا یہ حرام ہے۔
لڑانا اور چیز ہے۔ کشتی اور جہاد اور چیز۔ ۱؎ چیزوں کی اصل حالت حلال ہونا ہے۔ عارضی حالت حرام ہونا، نیز حلال چیزیں زیادہ ہیں حرام کم۔ ان وجوہ سے حلال
کا ذکر پہلے فرمایا، حرام کا بعد میں (مرقات) قرآن کریم نے صرف چھ چیزیں حرام فرمائیں۔ مردار، خون، سور کا گوشت، غیر خدا کے نام پر ذبیحہ، گلا گھونٹا جانور
گر کر مر جانے والا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چیزیں حرام فرمائیں۔ جیسے ہر کچلی والا شکاری درندہ جانور جیسے کتا، بلی وغیرہ اور ہر پنجہ والا شکاری
جیسے کوا، باز، شکرہ وغیرہ۔ جن جانوروں کی حرمت قطعی و یقینی حدیث سے ثابت ہے ان کی حرمت میں تمام امت کا اتفاق ہے۔ جیسے کتا، بلی وغیرہ
جن کی حرمت احادیث ظنیہ سے ثابت ہے ان کی حرمت میں اختلاف ہے۔ چنانچہ ہمارے امام اعظم کے ہاں سوا مچھلی کے تمام دریائی جانور حرام ہیں۔ امام
مالک کے ہاں سوائے دریائی خنزیر اور دریائی انسان کے تمام دریائی جانور حلال ہیں۔ امام شافعی کے ہاں سارے دریائی جانور حلال ہیں۔ وہ اس آیت سے
دلیل لیتے ہیں واحل لکم صید البحر اور اس حدیث سے ھو الطھور ماؤہ والحل میتتہ ہمارے امام صاحب کی دلیل یہ آیت
ویحرم علیھم الخبائث غرضیکہ حرام و حلال کا مسئلہ نہایت ہی اہم ہے۔ امام احمد کے ہاں سوا منصوص محرمات کے جسے عرب طیب حلال کہیں وہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِيَّةِ وَاَذِنَ فِيْ لُحُوْمِ الْخَيْلِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّهُ رَاٰى حِمَارًا وَحْشِيًّا فَعَقَرَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھے کے گوشت کو حرام فرمایا ۱ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشتوں سے منع فرمایا ۲ اور گھوڑوں کے گوشتوں کی اجازت دی ۳ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے کہ انہوں نے وحشی گدھے کو دیکھا تو اسے ہلاک کر دیا ۴ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

حلال ہے (اشعۃ اللمعات) ۲ یعنی جو کچلی والے جانور اپنے دانتوں سے شکار کریں وہ حرام ہیں جیسے چیتا، بھیڑیا، کتا وغیرہ۔ یہ قاعدہ بہت ہی عام اور نورانی ہے۔ ۳ خیال رہے کہ حرام جانور کا انڈا بھی حرام ہے۔ سوا انسان کے۔ یونہی حرام جانور کے انڈے حرام ہیں یہ خیال رہے۔

۱ وحشی گدھا یعنی جنگلی گدھا بالاتفاق حلال ہے۔ پالتو گدھے کی حرمت میں گفتگو ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک گدھا حرام ہے۔ حضرت شریح، حسن، عطا ابن ابی رباح، سعید ابن جبیر، حماد ابن ابی سلمہ سے مروی ہے کہ وہ اسے حلال کہتے ہیں (مرقات) مگر عام فقہاء مجتہدین حرام کہتے ہیں ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ اور یہ آیت وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑے، خچر، گدھے کھانے کے لیے نہیں، بلکہ سواری، باربرداری اور آرائش کے لیے ہیں۔ اسی لیے آیت کریمہ میں گھوڑے، خچر اور گدھوں کو ملا کر بیان فرمایا ہے اور ان تینوں کا ایک ہی مقصد بیان فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ یہ تینوں جانور حرام ہیں۔ یہی امام اعظم کا مذہب ہے۔

پہچان: حرام و حلال جانور پہچاننے کے لیے قاعدہ یہ ہے کہ دریائی جانور سارے حرام ہیں، سوا مچھلی کے۔ خشکی کے بے خون والے جانور سارے حرام ہیں سوا ٹڈی کے۔ خون والے خشکی کے جانور دو قسم کے ہیں پرندے اور چرندے۔ پرندے جانور شکاری پنجے والے حرام ہیں باقی حلال۔ چرندے جانوروں میں کیڑے مکوڑے حرام ہیں۔ جیسے سانپ، بچھو، گوہ وغیرہ ان کے علاوہ کچلی والے شکاری جانور حرام ہیں باقی حلال ہیں۔ یہی مذہب حنفی ہے۔ ۲ یعنی شروع اسلام میں گدھا پالتو حلال تھا، غزوہ خیبر میں قیامت تک کیلئے حرام کر دیا۔ اس غزوہ میں متعہ حرام ہوا، اسکی حرمت بھی تا قیامت ہے۔ ۳ گھوڑے کی حلت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی، احمد اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے۔ یہ حدیث حلال فرمانے والوں کی دلیل ہے۔ امام اعظم کی دلیل وہ آیت کریمہ ہے جو پچھلی حدیث میں ہم نے عرض کی کہ رب تعالٰی نے گدھا، خچر، گھوڑا ان تینوں کو جمع فرما کر فرمایا لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً کہ تم انہیں سواری اور زینت کے لیے پیدا فرمائے، معلوم ہوا کہ ان تینوں میں سے کوئی کھانے کیلئے نہیں۔ مگر چونکہ گھوڑے کی حرمت شرافت و کرامت کی بنا پر ہے اس لیے اس کا جھوٹا پاک ہے جیسے انسان کا گوشت حرام مگر جھوٹا پاک۔ نیز ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت خالد ابن ولید سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے خچر اور گدھے کے گوشتوں سے منع فرمایا، نیز نسائی شریف نے حضرت سالم ابن عقیل مکی سے روایت کی کہ حضور نے گھوڑے کو ذلیل کرنے اور اس کی پیدائش سے ابوعبدہ نے ہے

وَسَلَّمَ هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ قَالَ مَعَنَا رِجْلُهُ فَأَخَذَهَا فَأَكَلَهَا مُتَّفَقٌ
عَلَيْهِ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَأَخَذْتُهَا فَأَتَيْتُ بِهَا أَبَا طَلْحَةَ
فَذَبَحَهَا وَبَعَثَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَرِكِهَا وَفَخِذَيْهَا فَقَبِلَهُ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلضَّبُّ لَسْتُ
آكُلُهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ
دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَيْمُونَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ

فرمایا کہ کیا اس کا کچھ گوشت تمہارے پاس ہے عرض کیا ہمارے پاس اس کا پاؤں ہے حضور نے قبول فرمایا اور کھالیا۱ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ مرالظہران میں ہم نے ایک خرگوش کو بھڑکایا تو ہم نے دوڑ کر پکڑ لیا تو میں اسے ابوطلحہ کے پاس لایا انہوں نے ذبح کیا۲ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا کولہا اور دونوں رانیں بھیجیں تو حضور نے اسے قبول فرمالیا۳ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گوہ کو نہ تو میں کھاتا ہوں۴ نہ اسے حرام کرتا ہوں (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ خالد ابن ولید نے انہیں خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میمونہ کے پاس گئے وہ ان کی اور ابن عباس کی خالہ ہیں۵

منع فرمایا۔ اس حدیث کے چند جواب دیئے۔ ایک یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس کی ناسخ وہ ہی حدیث خالد ہے جو ابھی عرض کی گئی دوسرے یہ کہ گھوڑے کے متعلق حلت و حرمت دونوں کی روایات ہیں اور جب حلت و حرمت میں تعارض ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ یہاں اذن سے مراد نص نہیں ہے بلکہ بعض روایات میں رخص ہے مطلب یہ ہے کہ غزوہ خیبر میں ایک ضرورت کی وجہ سے گھوڑا کھانے کی اجازت دی یہ اجازت ضروری تھی چوتھے یہ کہ اگر گھوڑا بکری بھینس کی طرح حلال ہوتا تو اس کی قربانی بھی جائز ہوتی حالانکہ اس کی قربانی کسی کے ہاں جائز نہیں۔ پانچویں یہ کہ حضور اور خلفاء راشدین سے گھوڑا کھانا کہیں ثابت نہیں۔ خیال رہے کہ پہلے گھوڑا وحشی جانور تھا حضرت اسمٰعیل نے سب سے پہلے اس پر سواری کی جس سے یہ جانور پالتو ہو کر آیا۔ واللہ اعلم بہر حال گھوڑے کے متعلق مذہب امام اعظم بہت احتیاط والا ہے اور باقی مذاہب میں گنجائش۔ خیال رہے کہ صحابہ کرام میں سوا حضرت ابن عباس کے کوئی صحابی گدھے کی حلت کے قائل نہیں۔ ۲ یعنی اس کا شکار کیا وحشی گدھا یعنی نیل گائے بالاتفاق حلال ہے۔ ہر جگہ شکار کیا جاتا ہے اس کو ایسا جاتا ہے گھوڑے کی طرح ہوتا ہے لیکن جنگلوں میں پایا جاتا ہے۔ ۳ حضرت ابوقتادہ نے تو پوچھا تھا کہ کیا یہ حلال ہے۔ حضور انور نے جواب عطا فرمایا کہ اسے کھا کر دکھا دیا۔ یہ جواب قولی جواب سے زیادہ قوی ہے۔ ۴ مرالظہران حرمین شریفین کے درمیان مکہ کے قریب ایک بستی ہے وہاں انہوں نے خرگوش زندہ پکڑ لیا۔ حضرت ابوطلحہ نے ذبح کیا حضرت ابوطلحہ حضرت انس کے سوتیلے والد ہیں۔ ۵ معلوم ہوا کہ خرگوش حلال ہے یہی اکثر اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ بعض لوگوں نے اسے مکروہ کہا ہے اس لیے کہ اس کی مادہ کو حیض آتا ہے اگر آتا ہو تو ... یہ حدیث

وَخَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا مَحْنُوذًا فَقَدَّمَتِ الضَّبَّ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَنِ الضَّبِّ فَقَالَ خَالِدٌ
أَحَرَامٌ الضَّبُّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ لَا وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ
قَالَ خَالِدٌ فَاجْتَرَرْتُهُ فَأَكَلْتُهُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ لَحْمَ الدَّجَاجِ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفٰى قَالَ غَزَوْنَا مَعَ

تو ان کے پاس بھنی ہوئی گوہ پائی[1] تو انہوں نے گوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے گوہ سے اپنا ہاتھ اٹھا لیا[2] تب خالد بولے کیا گوہ حرام ہے فرمایا نہیں لیکن میری قوم کی زمین میں نہ
تھی[3] لہذا میں اپنے کو گھن کرتا پاتا ہوں۔ خالد فرماتے ہیں کہ میں نے اسے کھینچ لیا تو میں نے گوہ کھائی اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو دیکھتے رہے[4] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے
ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغ کھاتے دیکھا[5] (مسلم
بخاری) روایت ہے حضرت ابن ابی اوفیٰ سے[1]
فرماتے ہیں ہم نے

ان حضرات کی دلیل ہے جو گوہ کو حلال کہتے ہیں۔ جیسے امام شافعی و احمد ہاں سے یہاں گفتگو ہے ہماری دلیل دوسری فصل میں آرہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کھانے سے منع فرمایا یہ حدیث یا تو منسوخ ہے یا تعارض کی وجہ سے مرجوح ہے۔ اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ نر گوہ کے دو ذکر ہوتے ہیں اور اس کی مادہ کی دو فرجیں بھی پانی نہیں پیتا چالیس دن میں ایک بوند پیشاب کرتا ہے۔ ہر ایک وقت ستر انڈے دیتا ہے۔ اس کی عمر سات سو برس تک ہوتی ہے گوہ نے بھی حضور کی گواہی بزبان فصیح دی تھی (اشعہ)[2] یعنی ام المومنین بی بی میمونہ حضرت خالد کی بھی خالہ ہیں اور حضرت عبداللہ ابن عباس کی بھی خالہ ہیں، یہ مجلس مقدسہ ہے جس میں وہ بیان فرمائی گئیں حضرت میمونہ کے پاس کیوں گئے[3] عشوی وہ گوشت ہے جو دیگچی میں بھنا گیا ہو اور محنوذ وہ گوشت ہے جو گرم پتھر سے بھونا گیا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے وجاء بعجل حنیذ[4] یعنی یہ گوشت نہ کھایا بلکہ چہرہ انور پر کراہت کے آثار نمودار ہوئے جس سے وہ سوال کیا گیا جو آئندہ مذکور ہے۔[5] یعنی گوہ وطن شریف نہیں لیکن مجھے اس سے نفرت طبعی ہے کیونکہ ہماری پرورش جناب حلیمہ کے ہاں ہوئی ہے، وہاں گوہ نہ ہوتی تھی اس لئے ہم نے کبھی کھائی نہیں ہے۔ اب کسی نے کھلا نہیں چاہتا کراہت طبعی ہے۔[6] اس حدیث کی بنا پر امام شافعی و دیگر ائمہ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ گوہ حلال ہے۔ امام اعظم قدس سرہ کے نزدیک ممنوع ہے فقط فرماتے ہیں کہ اگر حرام ہوتی تو حضور انور کے سامنے نہ کھائی جاتی۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ اس کی ناسخ حدیث آگے آرہی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبع غزوات کنا ناکل معہ الجراد (متفق علیہ) وعن جابر
قال غزوت جیش الخبط وامر ابو عبیدۃ فجعنا جوعا شدیدا فالقی البحر حوتا میتا لم نر
مثلہ یقال لہ العنبر فاکلنا منہ نصف شہر فاخذ ابو عبیدۃ عظما من عظامہ فمر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوے کیے ہم حضور کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے (مسلم بخاری)
روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں ہم نے پتوں والے لشکر میں غزوہ کیا اور ابو عبیدہ امیر بنائے گئے تو
ہم سخت بھوکے ہو گئے پھر دریا نے ایسی مری مچھلی پھینکی کہ اس جیسی دیکھی نہ گئی جسے عنبر کہا جاتا تھا ہم نے
اس میں سے آدھا ماہ کھایا پھر ابو عبیدہ نے اس کی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی لی تو

جب اباحت اور ممانعت میں تعارض ہو تو ترجیح ممانعت کی ہوتی ہے۔ ۳؎ دجاج [illegible] کہتے ہیں [illegible] فقط نر مرغ کو یہاں مرقات نے فرمایا کہ فقراء کو مرغیاں پالنا چاہیئے۔ اور اغنیاء بکریاں پالیں اور یہاں انہوں نے عجیب عجیب حکایات نقل کیں۔ بہر حال اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مرغ حلال ہے دوسرے یہ کہ مرغ کھانا تقویٰ کے خلاف نہیں۔ ۵؎ [illegible] سے تو اعلیٰ نعمتیں بھی کھاؤ مگر اپنے کو مزیدار غذاؤں کا عادی نہ بناؤ اپنی طبیعت کو ہر طرح کا عادی رکھو۔ ۶؎ ان کا نام عبداللہ ہے والد کا نام [illegible] قبیلہ جہینہ سے ہیں۔ غزوہ احد میں شریک ہوئے ۶۰ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ۷؎ ٹڈی حلال ہے حضور کے سامنے صحابہ کرام نے کھائی ہے۔ مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کبھی نہ کھائی بلکہ فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے میں نہ اسے کھاتا ہوں نہ حرام کرتا ہوں۔ ہم نے پہلے عرض کر دیا ہے کہ خشکی کے بے خون جانور سارے حرام سوا ٹڈی کے۔ ۸؎ خبط کے معنی ہیں درختوں کے پتے چونکہ اس غزوہ میں حضرات صحابہ نے بھوک کی وجہ سے پتے کھائے تھے اس لئے اسے غزوہ خبط بھی کہتے ہیں اور ان غازیوں کے لشکر کو جیش خبط، یہ غزوہ ۸ھ میں صلح حدیبیہ سے پہلے ہوا (اشعہ) ۹؎ اس طرح کہ دریا نے مچھلی کنارے پر پھینک دی وہ خشکی میں آکر مر گئی ورنہ جو مچھلی دریا میں مر کر تیر جائے وہ حرام ہے۔ لہذا حدیث واضح ہے۔ وہ جو حدیث پاک میں ہے کہ دریا کا میتہ حلال ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو دریا کی وجہ سے مر جائے یعنی پانی نہ ملنے سے جو پانی میں مر کر تیر جائے وہ دریا کا مردہ نہیں۔ بلکہ کسی بیماری کی مردہ ہے۔

۱۰؎ یعنی وہاں رہ کر پندرہ دن کھائی اور واپسی میں راستہ میں پندرہ دن یا مدینہ منورہ پہنچ کر پندرہ دن تک کھاتے رہے۔ لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں۔ جس میں ایک ماہ تک کھانے کا ذکر ہے۔ اس مچھلی کو عنبر اس لیے کہتے ہوں گے کہ اس سے عنبر نکلتا ہے یا اس قسم کی مچھلی کا نام عنبر ہے۔ (اشعہ)

الرَّاكِبُ تَحْتَهٗ فَلَمَّا قَدِمْنَا ذَكَرْنَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوْا رِزْقًا اَخْرَجَهُ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ وَاَطْعِمُوْنَا اِنْ كَانَ مَعَكُمْ قَالَ فَاَرْسَلْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَاَكَلَهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِىْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهٗ ثُمَّ لِيَطْرَحْهُ فَاِنَّ فِىْ اَحَدِ جَنَاحَيْهِ شِفَاءً وَفِى الْاٰخَرِ دَاءً رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ وَعَنْ مَيْمُوْنَةَ

سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۱ پھر جب ہم آئے تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا فرمایا کھاؤ وہ روزی جو اللہ نے تمہاری طرف ظاہر کی اور ہم کو بھی کھلاؤ اگر تمہارے پاس ہو فرماتے ہیں پھر ہم نے اس میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تو آپ نے اس سے کھایا۲ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اس ساری کو ڈبو دے پھر اسے پھینک دے۳ کیونکہ اس کے بازوؤں میں سے ایک بازو میں شفا ہے اور دوسرے میں بیماری ہے۴ (بخاری) روایت ہے حضرت میمونہ سے

۱ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ نے سب سے اونچا اونٹ اس کی ہڈی کے نیچے سے گزارا تو وہ اونٹ اس ہڈی کے نیچے سے گزر گیا۔

۲ اس حدیث شریف سے مچھلی کی حلت عملی طور پر دکھا دی گئی۔ گویا قولی فتویٰ بھی دے دیا گیا اور عملی فتویٰ بھی۔

۳ ذباب بنا ہے ذب سے بمعنی دفع کرنا۔ مکھی کو ذباب اس لیے کہتے ہیں کہ اسکو بار بار دفع کیا جاتا ہے مگر یہ آتی رہتی ہے۔ ذباب بمعنی دفع کی ہوئی چیز۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ مکھی نجس نہیں ہے پاک ہے اور چونکہ اس میں جیتا ہوا خون نہیں ہے اس لئے پانی دودھ شوربے وغیرہ میں ڈوب کر مر جانا اسے نجس نہیں کرتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف یہ احتمال کہ شاید مکھی نجاست پر بیٹھ کر آئی ہو شاید اس پر گندگی لگی ہو اس لیے یہ شوربا ناپاک ہو گیا ہو معتبر نہیں شریعت ظاہر پر ہے۔

۴ حدیث بالکل ظاہری معنی میں ہے کسی تاویل و توجیہ کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالٰی نے بہت جانوروں میں زہر و تریاق جمع فرما دیا ہے۔ شہد کی مکھی کے منہ سے شہد نکلتا ہے جو بیماریوں کی شفا ہے اور اس کے ڈنک سے زہر نکلتا ہے جو بیماری ہے۔ بچھو کے ڈنک میں زہر ہے اور خود بچھو کے جسم کی راکھ زہر کا علاج ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ مکھی پہلے زہریلا بازو ڈالتی ہے۔ تم دوسرے بازو کو بھی ڈبو دے کر پھینکو زہریلا بازو پہلے ڈالنا اسکی فطری بات ہے دیکھو چیونٹی کو رب تعالٰی نے کیسی کیسی باتیں سکھا دی ہیں گندم جمع کرتی ہے اگر بھیگ گندم ہوا لگا کے خشک کرتی ہے پھر ایسے طریقہ سے رکھتی ہے کہ آئندہ نہ بھیگ سکے۔ دو ٹکڑے کاٹ کر رکھتی ہے تاکہ اگ نہ جائے۔ دھنیا کو نہیں کاٹتی کہ وہ ثابت بھی نہیں اگتا۔ پاک ہے وہ رب پیارا۔

أَنَّ فَارَةً وَقَعَتْ فِي سَمْنٍ فَمَاتَتْ فَسُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا فَقَالَ أَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُوهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ وَاقْتُلُوا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْأَبْتَرَ فَإِنَّهُمَا يَطْمِسَانِ الْبَصَرَ وَيَسْتَسْقِطَانِ الْحَبَلَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَبَيْنَا أَنَا أُطَارِدُ حَيَّةً أَقْتُلُهَا نَادَانِي أَبُو لُبَابَةَ لَا

کہ گھی میں چوہا گر کر مر گیا تو[1] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا گیا فرمایا اس کو اور اس کے آس پاس کو گرادو اور اسی گھی کو کھالو[2] (بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ سانپوں کو مار دو[3] خصوصًا دو دھاری والے کو اور بنڈے کو[4] کیونکہ وہ دونوں بینائی ختم کر دیتے ہیں اور حمل گرا دیتے ہیں[5] عبداللہ فرماتے ہیں[6] اس دوران میں کہ میں ایک سانپ پر حملہ کر رہا تھا کہ اسے مار ڈالوں مجھے ابولبابہ نے پکارا

جس نے بے عقل جانوروں کو یہ سمجھ بخشی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر مخلوق کی ہر خاصیت سے خبردار ہیں عالم بھی ہیں حکیم بھی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

[1] گھی جما ہوا تھا جیسا کہ آئندہ مضمون سے معلوم ہو رہا ہے۔ [2] یعنی اگر جمے ہوئے گھی میں چوہا مر جائے تو اس کے ارد گرد جسم سے متصل جو گھی ہے وہ نجس ہوگیا ہے باقی پاک ہے۔ اس نجس کو پھینک دو باقی کھا لو اور وہ نجس گھی کھانے کے سوا دوسرے استعمال میں لا سکتے ہیں۔ جیسے اس سے چراغ روشن کر سکتے ہیں۔ کشتی میں مل سکتے ہیں۔ پتلے تیل میں اگر چوہا مر جائے تو اسے نہ کھایا جائے۔ ہاں وہ چند طریقوں سے پاک ہو سکتا ہے۔ جن میں سے آسان طریقہ یہ ہے کہ نجس گھی یا تیل کو پاک گھی کے ساتھ اس طرح بہا دیا جائے کہ کوئی آگے پیچھے نہ ہو۔ ساقط ہیں۔ اس کی تحقیق شامی میں دیکھو۔

[3] یعنی ہر قسم کے سانپ قتل کرو۔ موٹے پتلے، کالے، پیلے، گورے اور غیر گورے۔

[4] طفیہ یعنی دو دھاری یہ ایک قسم کا کالا سانپ ہے جس کے جسم پر دو سفید دھاریاں ہوتی ہیں۔ یہ خبیث ترین سانپ ہے۔ بنڈا وہ سانپ جس کی دم موٹی اور چھوٹی ہوتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب سانپ کی عمر دو سو سال ہو جاتی ہے تو اس کی دم موٹی پڑ جاتی ہے اور بہت ہی زہریلا ہو جاتا ہے واللہ اعلم۔ اللہ تعالٰی دونوں سے محفوظ رکھے۔

[5] یعنی اگر انسان کی نظر ان کی نظر سے مل جائے تو آدمی اندھا ہو جاتا ہے اور اگر حاملہ عورت کی نظر اس کی نظر سے لڑ جائے تو اس کا حمل گر جاتا ہے یا خوف کی وجہ سے یا زہر کے اثر سے۔ اللہ کی پناہ یہاں مرقات نے لکھا ہے کہ ایک سانپ ناظر کہلاتا ہے۔ وہ جس جاندار کو دیکھ لے وہ مر جاتا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ ایک سانپ کا یہ حال ہے کہ جس جاندار کو دیکھ لے وہ پانی ہو کر بہہ جاتا ہے۔ اللہ کی پناہ۔

[6] محدثین جب عبداللہ مطلقًا بولتے ہیں تو عبداللہ ابن مسعود مراد لیتے ہیں۔ مگر یہاں عبداللہ ابن عمر مراد ہیں۔ کیونکہ ابھی ان کا نام شریف بھی گزرا۔ (مرقات)

فَقَتَلَهَا فَقُلْتُ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ فَقَالَ إِنَّهُ نَهٰى بَعْدَ ذٰلِكَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوتِ وَهُنَّ الْعَوَامِرُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي السَّائِبِ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فَبَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ إِذْ سَمِعْنَا تَحْتَ سَرِيرِهِ حَرَكَةً فَنَظَرْنَا فَإِذَا فِيهِ حَيَّةٌ فَوَثَبْتُ لِأَقْتُلَهَا وَأَبُو سَعِيدٍ يُصَلِّي فَأَشَارَ إِلَيَّ أَنِ اجْلِسْ فَجَلَسْتُ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَشَارَ إِلٰى بَيْتٍ فِي الدَّارِ فَقَالَ أَتَرٰى هٰذَا الْبَيْتَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ كَانَ فِيهِ فَتًى مِنَّا حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ فَخَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْخَنْدَقِ

کر اسے مار دو تو میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپوں کے قتل کا حکم دیا ہے وہ بولے کہ اس کے بعد حضور انور نے گھر والے سانپوں سے منع فرمایا یہ سانپ گھر والے ہیں[1] (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو سائب سے[2] فرماتے ہیں ہم ابو سعید خدری کے پاس گئے اس دوران میں کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ہم نے ان کے تخت کے نیچے حرکت سنی[3] تو ہم نے دیکھا وہاں سانپ تھا میں اسے قتل کرنے کے لیے کودا اور جناب ابو سعید نماز پڑھ رہے تھے تو انہوں نے مجھے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ[4] میں بیٹھ گیا جب وہ فارغ ہوئے تو گھر کی ایک کوٹھڑی کی طرف اشارہ کیا فرمایا کیا تم اس کوٹھڑی کو دیکھتے ہو میں نے کہا ہاں فرمایا اس میں ہمارا ایک نوجوان نوشہ جوان تھا[5] فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق کی طرف گئے[6] تو وہ

[1] یعنی جو سانپ گھروں میں رہتے ہیں بستے ہیں کسی کو تکلیف نہیں دیتے وہ جنات ہیں سانپ نہیں، یہ حکم یا تو مدینہ منورہ کے لیے ہے یا عام مکانوں کے لیے۔ حضرت ابوہریرہ و ابن مسعود سے مرفوعًا روایت ہے کہ سانپ کو مارنا ایسا ثواب ہے جیسے غازی کا کافر کو قتل کرنا

[2] آپ تابعی ہیں، ہشام ابن زہرہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ مدینہ منورہ میں رہے۔

[3] یعنی ہم کو ان کے بستر پر سرسراہٹ محسوس ہوئی۔

[4] نماز میں اشارہ کسی کو کچھ بتا دینا ضرورۃً جائز ہے۔ بلا ضرورۃ ممنوع۔ اشارہ ایسا نہ ہو جو مفسد نماز ہوتا ہے۔

[5] جس کی شادی نئی نئی ہوئی تھی۔ عرس بمعنی شادی۔ عروس دولہا دلہن دونوں کو کہتے ہیں۔

[6] غزوۂ خندق کے موقعہ پر یہ جوان بھی خندق کھودنے پر مامور تھا۔ ان کا نام معلوم نہ ہوسکا۔

فَكَانَ ذٰلِكَ الْفَتٰى يَسْتَأْذِنُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنْصَافِ النَّهَارِ فَيَرْجِعُ إِلٰى أَهْلِهٖ فَاسْتَأْذَنَهٗ يَوْمًا فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ عَلَيْكَ سِلَاحَكَ فَإِنِّيْ أَخْشٰى عَلَيْكَ قُرَيْظَةَ فَأَخَذَ الرَّجُلُ سِلَاحَهٗ ثُمَّ رَجَعَ فَإِذَا امْرَأَتُهٗ بَيْنَ الْبَابَيْنِ قَائِمَةٌ فَأَهْوٰى إِلَيْهَا بِالرُّمْحِ لِيَطْعَنَهَا بِهٖ وَأَصَابَتْهُ غَيْرَةٌ فَقَالَتْ لَهٗ اُكْفُفْ عَلَيْكَ رُمْحَكَ وَادْخُلِ الْبَيْتَ حَتّٰى تَنْظُرَ مَا الَّذِيْ أَخْرَجَنِيْ فَدَخَلَ فَإِذَا بِحَيَّةٍ عَظِيْمَةٍ مُنْطَوِيَةٍ عَلَى الْفِرَاشِ فَأَهْوٰى إِلَيْهَا بِالرُّمْحِ فَانْتَظَمَهَا بِهٖ ثُمَّ خَرَجَ فَرَكَزَهٗ فِي الدَّارِ فَاضْطَرَبَتْ عَلَيْهِ

جوان دوپہروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیا کرتا تھا اور اپنے گھر لوٹ جاتا تھا ۱؎ ایک دن اس نے حضور سے اجازت مانگی تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہتھیار لیتے جاؤ کیونکہ میں تمہارے متعلق قریظہ سے ڈرتا ہوں ۲؎ چنانچہ اس شخص نے اپنے ہتھیار لے لیے پھر چلا گیا اچانک اس کی بیوی دروازہ میں کھڑی تھی ۳؎ اس نے بیوی کی طرف نیزے کا اشارہ کیا تاکہ اسے مار دے اسے غیرت آگئی ۴؎ کہ وہ بولی کہ اپنا نیزہ روکو اور گھر میں جاؤ تاکہ خود دیکھ لو کہ مجھے کس چیز نے نکالا ۵؎ چنانچہ وہ گیا تو ایک بڑا سانپ بستر پر کنڈلی مارے پڑا ہے ۶؎ وہ اس سانپ کی طرف نیزہ لے کر جھکا اسے نیزے میں پرو لیا ۷؎ پھر نکلا پھر گھر میں چبھو لیا تو سانپ نے تڑپ کر اس پر حملہ کیا ۸؎

۱؎ کیونکہ نیا دولہا تھا۔ دوپہر میں آرام کرنے گھر جاتا تھا، دن ڈھلے واپس آجاتا۔ اپنے کام یعنی خندق کھودنے میں لگ جاتا تھا۔

۲؎ قریظہ یہود کی وہ جماعت جو مدینہ منورہ کے قریب عوالی میں رہتی تھی، اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بدعہدی کی تھی کفار مکہ سے مل کر اس جماعت نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کرائی تھی، ان لوگوں سے اندرونی حملہ کا ہر وقت ہی خطرہ رہتا تھا۔ اس لیے یہ ارشاد فرمایا۔

۳؎ دروازے کی چوکھٹ کے دو بازوؤں کے درمیان کھڑی تھی۔ اس کی وجہ آگے آرہی ہے۔

۴؎ اگرچہ گلی میں اس وقت کوئی مرد نہ تھا سب میں سے یہ پہلے ہی ہو، مگر اس غیرت مند صحابی کو غیرت آئی کہ میری بیوی ایسی جگہ کیوں آئی جہاں بے پردگی کا خطرہ ہو۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو اپنی بہو بیٹیوں کو بے پردہ پھراتے ہیں۔ ۵؎ تاکہ تم کو پتہ لگے کہ میں مجبوری میں باہر نکلی ہوں۔ ایسی مجبوری میں پردہ لازم نہیں رہتا۔ زبان سے نہ بتایا بلکہ اسے دکھانے کی کوشش کی۔ ۶؎ اب اس جوان کو معلوم ہوا کہ اس کی بیوی باہر کیوں نکلی تھی۔ ۷؎ اس نیزہ کو سانپ کے جسم میں گھونپ دیا۔ اور سانپ کو موتی کی طرح بنا لیا۔ اسے اس بارے سے مناسبت دی گئی جس میں موتی پروئے جائیں۔ ۸؎ اس طرح کہ زخمی سانپ نے زور مارا۔ اس کے منہ پھلے سے اٹک جھک کر جوان کو کاٹ لیا۔ زخمی بلکہ ادھ مرا سانپ ضرور حملہ کرتا ہے اس لئے سانپ کو مارنے والے آ سے

فَمَا يُدْرٰى اَيُّهُمَا كَانَ اَسْرَعَ مَوْتًا الْحَيَّةُ اَمِ الْفَتٰى قَالَ فَجِئْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهٗ وَقُلْنَا ادْعُ اللّٰهَ يُحْيِيْهِ لَنَا فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِصَاحِبِكُمْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ لِهٰذِهِ الْبُيُوْتِ عَوَامِرَ فَاِذَا رَاَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَحَرِّجُوْا عَلَيْهَا ثَلٰثًا فَاِنْ ذَهَبَ وَاِلَّا فَاقْتُلُوْهُ فَاِنَّهٗ كَافِرٌ وَقَالَ لَهُمْ اِذْهَبُوْا فَادْفِنُوْا صَاحِبَكُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ

پھر خبر نہیں کہ ان دونوں میں جلدی کون مرا سانپ یا جوان۱ راوی فرماتے ہیں کہ پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ عرض کیا۲ اور ہم نے عرض کیا کہ اللہ سے دعا فرمادیں کہ اسے ہمارے لیے زندہ فرمادے۳ فرمایا اپنے ساتھی کے لیے دعا بخشش کرو۴ پھر فرمایا کہ ان گھروں میں کچھ جنات رہنے والے ہیں۵ جب تم ان میں سے کچھ دیکھو تو ان پر تین دن تنگی کرو پھر اگر وہ چلا جائے تو خیر ورنہ اسے ماردو کہ وہ کافر ہے۶ اور فرمایا کہ جاؤ اپنے ساتھی کو دفن کردو۷ اور ایک روایت میں ہے کہ مدینہ میں

ہوتا ہے کہ فوراً اپنی جگہ سے ہٹ جاتے ہیں کیونکہ سانپ اچھل کر اس جگہ آگرتا ہے جہاں لاٹھی والا کھڑا تھا۔

۱ یعنی جوان فوراً مر گیا سانپ کے ساتھ یا کچھ آگے پیچھے غیر محسوس وقفہ سے۔ عرب کا سانپ بہت ہی زہریلا ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں بھی ریتلے علاقے کے سانپ بہت زہریلے ہوتے ہیں۔ ۲ یہ واقعہ نقل فرمانے والے حضرت ابو سعید خدری ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کرنے والے تمام حاضرین ہیں (مرقات)۔ ۳ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کبھی مردے زندہ کرنے کے متعلق عرض نہ کیا۔ آج یہ عرض کرنا یا تو اس بنا پر تھا کہ دولہن اور اس کی نئی نویلی دلہن پر ترس کھاتے ہوئے تھا۔ یا وہ حضرات سمجھے کہ جوان مرا نہیں ہے بلکہ بیہوش ہوگیا ہے۔ اشعۃ اللمعات نے دوسرا احتمال اختیار فرمایا۔ ۴ یعنی اسے زندہ کرانے سے بہتر یہ ہے کہ اب تم اسے بخشواؤ۔ دعائے خیر دوبارہ زندگی سے افضل ہے۔ خیال رہے کہ اس فرمان عالی کا مقصد یہ نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس معجزہ پر قادر نہیں ہیں حضور کے دست اقدس پر کئی مردے زندہ ہوئے ہیں جن کو ہم نے اپنی کتاب میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ والدین کریمین کو زندہ فرماکر انہیں مومن صحابی بنانا تو مشہور ہی ہے۔ حضرت شیخ نے مدارج النبوت میں مردے زندہ فرمانے کے واقعات بہت تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔ معجزات کریمہ پر نظر کرو جو مردوں کو بھی زندہ کرسکتی ہے۔ وہ مردوں کو کلمہ پڑھوا سکتی ہے۔ ۵ یعنی آج کل مدینہ منورہ کے گھروں میں کچھ جنات بشکل سانپ رہتے ہیں جن میں سے بعض مومن بھی ہیں۔ لہذا یہ حکم ہر جگہ کے لیے نہیں بلکہ خاص مدینہ منورہ کے لیے ہے۔ وہ بھی اسی زمانہ پاک کے لیے جیسا کہ ابھی اس روایت میں آرہا ہے۔ ۶ یعنی اگر تمہاری اس مہلت سے وہ فائدہ نہ اٹھائے، گھر سے نہ بھاگے تو یا تو وہ واقعی سانپ ہی ہے یا کافر جن ہے۔ پھر اسے مار دو۔ ۷ اس کے کفن دفن کا انتظام کرو۔ پھر اس کی میت ہمارے پاس لاؤ۔ ہم نماز جنازہ پڑھائیں گے

جِنًّا قَدْ أَسْلَمُوا فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَآذِنُوهُ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ فَإِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاقْتُلُوهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أُمِّ شَرِيكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَقَالَ كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ

کچھ جن ہیں جو مسلمان ہو چکے ہیں۱؎ تو جب ان میں سے کچھ دیکھو تو اسے تین دن تک خبردار کرو اگر وہ پھر اس کے بعد ظاہر ہو تو اسے مار دو کہ وہ شیطان ہے۲؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ام شریک سے۳؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹوں کے مارنے کا حکم دیا۴؎ کہ وہ حضرت ابراہیم پر پھونکیں مارتا تھا۵؎ (مسلم، بخاری) روایت ہے حضرت ابن ابی وقاص سے

کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر صحابی کی نماز جنازہ حتی الامکان خود پڑھاتے تھے۔

۱؎ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ حکم صرف مدینہ منورہ کے لیے تھا۔ وہ بھی اسی خاص زمانہ میں تھا جیسے مسلم انسان مدینہ کی گلیوں کو آباد کرتے ہیں یونہی اس زمانہ میں مومن جنات بھی وہاں رہنے کے خواہش مند تھے۔ ان کی رعایت فرماتے ہوئے یہ حکم دیا گیا تھا۔ ۲؎ یعنی وہ کوئی سانپ ہے یا کافر جن ہے یا واقعی ابلیس کی ذریت ہے۔ معلوم ہوا کہ جن وہ آتشی مخلوق ہے جو مختلف شکلیں اختیار کرسکتی ہے خیال رہے کہ مدینہ منورہ میں اس زمانہ میں سانپ کو یہ مہلت دینے کا حکم استحبابی تھا وجوبی نہ تھا۔ اگر کوئی مسلمان جن سانپ کی شکل میں ہو اور مسلمان کے ہاتھ مارا جائے تو مارنے والا مسلمان نہ تو گنہگار ہے نہ اس پر دیت یا قصاص ہے کیونکہ وہ غیر شکل میں مارا گیا ہے۔ یہ قتل مسلم نہیں بلکہ سانپ کا مارنا ہے۔ جیسے کوئی شخص چور کی شکل میں اپنے کسی دوست کے گھر گھس جاوے گھر والا اپنی حفاظت کے لیے اسے مار دے، پھر پتہ لگے کہ یہ میرا فلاں دوست ہے جو ہنسی مذاق کے لیے چور کی شکل میں آیا تھا تو اس قاتل پر قصاص یا دیت نہیں کیونکہ یہ قتل نہ تو قتل عمد ہے نہ قتل خطا، یہ تو اپنی جان کی حفاظت میں دشمن کا قتل ہے۔ یوں ہی جہاد میں غازی کسی مسلمان کو حربی کافر سمجھ کر مار دے تو اس پر قصاص یا دیت نہیں۔ ۳؎ ام شریک دو ہیں اور دونوں صحابیہ ہیں۔ ایک کا نام عزیہ بنت دودان ہے، قرشیہ عامریہ ہیں، لوی ابن غالب کی اولاد سے۔ دوسری انصاریہ ہیں۔ خبر نہیں یہ کون سی ام شریک ہیں ہر حالت میں مگر یہ بے خبری مضر نہیں کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ ۴؎ وزغ جمع ہے وزغہ کی، یعنی گرگٹ، مشہور جانور ہے۔ چھپکلی سے کچھ بڑا ہوتا ہے، دم لمبی ہوتی ہے، رنگ بدلتا ہے، منڈیروں میں رہتا ہے۔ ۵؎ یعنی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالا گیا تو یہ مردود آگ سے میلوں دور بیٹھا ہوا آگ کی طرف پھونکیں مارتا تھا کہ آگ تیز ہو کر حضرت ابراہیم کو تکلیف پہنچے۔ اگرچہ اس کی پھونک آگ سے تیز نہ ہوئی۔ وہ تو گلزار کر دی گئی مگر اس حرکت سے اس کی دلی حالت معلوم ہوگئی کہ وہ دشمن خلیل ہے، اس لیے اس کو مار دینے کا حکم دیا گیا۔ اس کے برعکس ہدہد اپنی لمبی چونچ میں پانی لا لا کر آگ پر ڈالتا تھا کہ آگ بجھ جائے۔ اس کو پانی کا بادشاہ کر دیا گیا کہ اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا مصاحب بنایا گیا اس کے ذریعہ ملک میں

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَسَمَّاهُ فُوَيْسِقًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَتَلَ وَزَغًا فِي أَوَّلِ ضَرْبَةٍ كُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَفِي الثَّانِيَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَتْ فَأَوْحٰى

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کے مار دینے کا حکم دیا اور اس کا نام بدکار رکھا ۱؎ (مسلم) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی گرگٹ کو پہلی چوٹ میں مار دے تو اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دوسری چوٹ میں اس سے کم اور تیسری چوٹ میں اس سے کم ۲؎ (مسلم) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چیونٹی نے نبیوں میں سے کسی نبی کو کاٹ لیا ۳؎ تو انہوں نے چیونٹیوں کی بستی جلانے کا حکم دیا

بلقیس کو ہدایت دی گئی جیسا کہ قرآن کریم سورۂ نمل میں مذکور ہے معلوم ہوا کہ عداوت نبی کا انجام برا ہے، محبت رسول کا انجام اچھا، یہ بھی معلوم ہوا کہ جانوروں میں بھی بعض نبی کے محب ہیں، بعض نبی کے دشمن، حضور فرماتے ہیں کہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے، عیر پہاڑ ہم سے بغض کرتا ہے۔

۱؎ فویسق تصغیر ہے، فاسق بمعنی بدکار کا یعنی چھوٹا بدکار جیسے چوہا، چیل، کتا، بچھو وغیرہ موذی جانوروں کو حل و حرم میں قتل کر دیا جاتا ہے بلکہ ثواب ہے چیل کوا وغیرہ تو اس لیے فویسق ہیں کہ وہ اپنے نفع کے بغیر انسانوں کا نقصان کرتے ہیں، اور یہ اس لیے فویسق ہے کہ دشمن خلیل ہے۔

۲؎ اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ گرگٹ کو جلد مار دینے کی رغبت دینا، زندگی چوٹ لگانا کہ ایک ہی چوٹ میں لوٹ پوٹ ہو جائے، ہلکی چوٹ میں ممکن ہے کہ بھاگ جائے، احمد و ابن حبان نے بروایت حضرت ابن مسعود مرفوعًا نقل فرمایا کہ جو سانپ کو مارے اس کو سات نیکیاں ہیں اور جو گرگٹ کو مارے تو اسے ایک نیکی، طبرانی نے بروایت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ مرفوعًا نقل فرمایا کہ جو گرگٹ کو مار دے۔ اللہ تعالٰی اس کے سات گناہ معاف فرمائے گا (مرقات)، بہرحال اس کا قتل ثواب ہے۔

۳؎ وہ نبی موسیٰ علیہ السلام ہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ نبی داؤد علیہ السلام ہیں۔ عربی میں ڈنک چبھنے کو لدغ کہتے ہیں اور کاٹ کھانے کو عض۔ مگر یہاں قرص بمعنی عض ہے۔ کہ چیونٹی کاٹتی ہے ڈنک نہیں (مرقات)۔ خیال رہے کہ عض منہ سے کاٹ کھانے کو کہتے ہیں، چھری چاقو سے کاٹ ڈالنے کو قطع، پھاڑ دینے کو خرق، توڑ دینے کو کسر کہتے ہیں، یہ اصطلاحیں خیال میں رکھنی چاہئیں، فرق باریک ہے۔ ڈسنے کو لدغ کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ الیہ ان قرصتک نملۃ احرقت امۃ من الامم تسبح متفق علیہ

الفصل الثانی

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وقعت الفارۃ فی السمن فان کان جامدا فالقوھا وما حولھا وان کان مائعا فلا تقربوہ رواہ احمد

وہ جلا دیا گیا ۱ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی کی کہ آپ کو ایک چیونٹی نے کاٹا تھا اور آپ نے امتوں میں سے ایک امت کو جلا دیا جو تسبیح پڑھتی ہے ۲ (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب چوہا گھی میں گر جائے تو اگر گھی جما ہوا ہو تو چوہا پھینک دو اور وہ جو اس کے آس پاس ہے ۳ اور اگر پتلا ہو تو اس کے قریب نہ جاؤ ۴ (احمد)

۱ چیونٹیوں کی بستی سے مراد ان کے اجتماع کی جگہ ہے جہاں بہت چیونٹیاں رہتی ہیں۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا تھا کہ مولیٰ تو کفار کی بستیوں پر عذاب بھیجتا ہے۔ حالانکہ ان میں بعض مومنین بلکہ صالحین بھی ہوتے ہیں وہ کیوں تباہ کر دیئے جاتے ہیں تب وہ ایک درخت کی جڑ میں گئے۔ ٹھنڈی ہوا لگی سو گئے۔ سوتے ہی ایک چیونٹی نے کاٹ لیا جس سے ان کو غصہ آ گیا تب انہوں نے وہ چیونٹیوں کا کنڈ ہی جلوا دیا۔ یعنی رب تعالیٰ نے خود ان کے عمل شریف سے ان کو جواب بھی دیا (مرقات)۔ ۲ ان کے دین میں موذی جانوروں کا زندہ جلا دینا جائز ہوگا۔ اس لئے ان پر عتاب نہ ہوا۔ اسلام میں زندہ کو جلانا ممنوع ہے ہمارے ہاں جاندار کو مارنا ممنوع ہے۔ جن میں چیونٹی بھی ہے جیسا کہ دوسری فصل میں آوے گا۔ خیال رہے کہ اگر موذی جانور کو بغیر زندہ جلائے مارنا ممکن نہ ہو تو اسے جلا ڈالنا جائز ہے (مرقات) جیسے چارپائی کے کھٹمل، سوراخ میں گھسا ہوا سانپ جو کھولتے پانی سے مارے جاتے ہیں یا بھڑوں کا چھتہ جو آگ سے جلایا جاتا ہے کہ اس کے بغیر ان کو مارنا ممکن نہیں۔ اگرچہ ہر چیز رب تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ مگر چیونٹی تسبیح بھی کرتی ہے۔ اور بے ضرر بھی ہے۔ جو چیونٹی نقصان پہنچائے یا کاٹ کھائے اسے مار دینا جائز ہے۔ کبھی چیونٹی کا کاٹا بچھو سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اس کا قتل جائز ہے۔ جیسے بلی کا قتل جائز نہیں لیکن موذی بلی کا قتل جائز ہے (مرقات) ۳ یعنی اگر چوہا جمے گھی میں گر کر مر جائے تو اسے نکال کر پھینک دو۔ اس سے متصل گھی بھی کھرچ کر پھینک دو۔ اگر زندہ چوہا نکلا تو گھی پاک ہے۔ ۴ بعض علماء نے اس کے معنی یہ کئے کہ اسے کسی طرح بھی استعمال نہ کرو۔ نہ کھانے میں نہ لگانے میں، نہ چراغ جلانے میں۔ مگر حق یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے کھانے کے قریب نہ جاؤ۔ دوسری طرح اس کا استعمال درست ہے۔ جیسے اس سے چراغ روشن کرنا۔ اگر تیل ناپاک ہو جاوے تو اس کا صابن میں استعمال کر لینا۔ خیال رہے کہ اس حدیث کا مطلب وہ ہی ہے جو پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ پتلے ناپاک گھی کا آس پاس پھینک دینا کافی نہیں اسے اس طرح پاک نہیں کیا جا سکتا۔ پتلا گھی، تیل، دودھ، ان کے پاک کرنے کا وہ طریقہ ہے جو پہلے بیان ہوا کہ اسے پتلے پاک گھی کے ساتھ بہا دو۔ پاک ہو جائے گا۔ حدیث میں گھی تیل یا دودھ کو پھینکنا نہ جائے گا۔ تیل چیزوں کے پاک کرنے کے تین چار طریقے شامی وغیرہ نے لکھے ہیں۔

وَاَبُوْدَاوُدَ رَوَاهُ الدَّارِمِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَنْ سَفِیْنَةَ قَالَ اَکَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارٰی رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَکْلِ الْجَلَّالَةِ وَاَلْبَانِهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ دَاوُدَ قَالَ نَهٰی عَنْ رُکُوْبِ الْجَلَّالَةِ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ اَکْلِ لَحْمِ الضَّبِّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَعَنْ جَابِرٍ

اور ابوداؤد و دارمی بروایت ابن عباس۔ روایت ہے حضرت سفینہ سے[1] فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حباری کا گوشت کھایا[2] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ کے کھانے اور اس کے دودھوں سے منع فرمایا[3] (ترمذی) اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جلالہ کی سواری سے منع فرمایا[4] روایت ہے حضرت عبدالرحمان ابن شبل سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کھانے سے منع فرمایا[5] (ابوداؤد)

روایت ہے حضرت جابر سے

[1] آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں، یا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ ہیں۔ ام المومنین نے آپ کو اس شرط پر آزاد کیا تھا کہ زندگی بھر حضور کی خدمت کریں۔ آپ کا نام رباح یا مہران یا رومان ہے۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں تلوار، ڈھال، نیزہ، کچھ اور سامان ان پر لادا دیا۔ اور فرمایا تم ہماری سفینہ یعنی کشتی ہو تب سے آپ کا لقب سفینہ ہو گیا۔ آپ کے چار بیٹے ہیں، عبدالرحمٰن، محمد، زیاد اور کثیر۔

[2] معلوم ہوا کہ حباری حلال ہے۔ اس کا کوئی ناسخ نہیں۔ حباری سیاہ سا پرندہ ہے۔ عرب والے بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ لفظ حباری تین طرح پڑھا جاتا ہے، واحد بھی ہے جمع بھی ہے، مذکر بھی ہے مؤنث بھی، اس کا الف ... ہے۔

[3] جلالہ وہ گائے بھینس ہے جو بہت نجاست کھاتی ہے حتی کہ اس کے گوشت میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے جانور کا گوشت، دودھ کھانا پینا مکروہ ہے۔ اسے کچھ روز تک باندھ رکھا جائے۔ جب اس کے جسم سے بو جاتی رہے تب ذبح کیا جائے۔ امام مالک کے ہاں جلالہ کا گوشت بلا کراہت جائز ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس کا گوشت اچھی طرح دھویا جائے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر مرغی کو تین دن باندھ کر رکھتے پھر ذبح فرماتے۔ جو جانور کبھی کبھی گند کھائے وہ جلالہ نہیں (مرقات)

[4] یہ ممانعت تنزیہی ہے۔ جلالہ کا پسینہ بھی بدبودار ہوتا ہے، ممکن ہے کہ سوار کے کپڑے میں پسینہ لگے اور وہ بھی بدبودار ہو جائے۔

[5] یہ حدیث امام اعظم قدس سرہ کی دلیل ہے کہ گوہ حرام ہے اس کی بحث پہلے گزر چکی۔ یہ حدیث ابن عساکر نے بروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کی۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ أَكْلِ الْهِرَّةِ وَأَكْلِ ثَمَنِهَا رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَعَنْهُ قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ يَوْمَ خَيْبَرَ الْحُمُرَ الْإِنْسِيَّةَ وَلُحُوْمَ الْبِغَالِ وَكُلَّ ذِيْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَكُلَّ ذِيْ مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَعَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ أَكْلِ لُحُوْمِ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيْرِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کھانے سے اور اس کی قیمت کھانے سے منع فرمایا ۱؎ (ابوداؤد، ترمذی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن ۲؎ پالتو گدھے اور خچروں کے گوشت حرام فرمائے اور ہر کچلی والے درندے اور ہر پنجہ والے پرندے حرام فرمائے ۳؎ ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے ۴؎ روایت ہے حضرت خالد ابن ولید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں خچروں اور گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ۵؎ (ابوداؤد)

۱؎ تمام ائمہ دین کا اس پر اتفاق ہے کہ بلی کھانا حرام ہے۔ البتہ اس کی فروخت اور اس کی قیمت کے متعلق علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک بلی کی قیمت بلا کراہت جائز ہے بعض کے نزدیک مکروہ ہے، یہ حدیث مکروہ فرمانے والوں کی دلیل ہے۔ اس کی بحث کتاب البیوع میں گزر چکی۔ خیال رہے کہ بلی شکاری جانور بھی ہے اور کچلی والی بھی لہٰذا اس قاعدے سے بھی حرام ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے شکاری جانور کھانے سے منع فرمایا یہ حدیث ابن ماجہ اور حاکم نے بھی روایت کی۔ ۲؎ فتح خیبر سے پہلے عرب میں گدھا کھانے کا رواج تھا۔ شروع اسلام میں بھی، یا خیبر کے دن اسے حرام فرمایا گیا۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ خیال رہے کہ گدھا وحشی یعنی جنگلی گدھا جسے فارسی میں گورخر اور اردو میں نیل گائے کہتے ہیں وہ حلال ہے۔ عموماً اس کا شکار کیا اور کھایا جاتا ہے ۳؎ یعنی پنجے والے شکاری پرندے حرام فرمادیئے۔ جیسا کہ پہلی فصل میں گزر چکا ہے۔ ۴؎ یعنی اس اسناد اور ان الفاظ سے یہ حدیث غریب ہے ورنہ مسلم بخاری نے حضرت براء ابن عازب۔ جابر۔ علی مرتضیٰ، ابن عمر۔ ابی ثعلبہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایات کیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھے سے منع فرمایا۔ اور صحاح ستہ میں ابو ثعلبہ سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے شکاری چوپائے سے منع فرمایا اور احمد مسلم ابوداؤد ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر پنجہ والے شکاری پرندے سے منع فرمایا۔ یعنی ان کا کھانا حرام ہے جیسا کہ احمد و اسحاق نے ابو علی موسیٰ ابن عبداللہ ابن یزید سے مرفوعًا روایت کی از مرقات ۵؎ یہ حدیث حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے۔ کہ گھوڑا حرام ہے جیسے کہ خچر و گدھا حرام ہے۔ اس کی تائید اس آیت کریمہ سے ہے وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ

وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْهُ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ فَأَتَتِ الْيَهُودُ فَشَكَوْا أَنَّ النَّاسَ قَدْ أَسْرَعُوا إِلَى حَظَائِرِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا لَا يَحِلُّ أَمْوَالُ الْمُعَاهَدِينَ إِلَّا بِحَقِّهَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ الْمَيْتَتَانِ الْحُوتُ وَالْجَرَادُ وَالدَّمَانِ الْكَبِدُ وَالطِّحَالُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ

نسائی نے روایت کی۔ انہی سے فرماتے ہیں ہم نے خیبر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا تو یہود آئے انہوں نے شکایت کی کہ لوگوں نے ان کی سرسبز کھجوروں کی طرف جلدی کی[۱] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار ذمہ والوں کے مال ناحق حلال نہیں[۲] (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہمارے لیے دو مردے اور دو خون حلال کیے گئے دو مردے تو مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون کلیجی اور تلی ہیں (احمد، ابن ماجہ)

لترکبوھا و زینۃ میں سے معلوم ہوا کہ گھوڑے، گدھے اور خچر کی پیدائش سواری اور زینت کے لیے ہے، نہ کہ کھانے کے لیے نیز گھوڑا ذریعہ جہاد ہے، حتی کہ غنیمت میں اس کا بھی حصہ رکھا جاتا ہے۔ اس کو کھانے سے جہاد کے آلہ کی کمی ہو جانے کا خطرہ ہے۔ الحمد للہ کہ تمام مسلمان امام اعظم کا قول مانتے ہیں، ہم نے عرب و عجم کہیں بھی گھوڑے کا گوشت کھاتے فروخت ہوتے مارکیٹ میں آتے نہ دیکھا۔
[۱] یہ حدیث ابن جابر نے بھی روایت کی، منذری نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ صحابہ کرام سے گھوڑا کھانا ثابت ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ حدیث قرآنی آیات اور دوسری روایات کی تائید سے قوی ہے، بعض صحابہ کرام نے گھوڑا کھایا ورنہ تو حرام ہونے سے پہلے کھایا یا انہیں ممانعت کی حدیث پہنچی تھیں، بے خبری میں کھایا (از مرقات) ہم مرآت کے مقدمہ میں عرض کرچکے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ کی احادیث کو ضعیف ثابت کرنا آسان نہیں ہے کیونکہ امام اعظم کا زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی قریب تھا۔ درمیان اسنادوں میں ضعیف راوی ذرا مشکل سے ہی داخل ہوسکتے ہیں۔ اگر بعد کے محدثین کو کوئی حدیث ضعیف ہو کر ملے تو امام اعظم کو یہ ضعف مضر نہیں۔ [۲] حظائر جمع ہے حظیرہ کی، حظیرہ وہ کھجور کا درخت ہے جس کے پھل ابھی کچے ہوں ہرے ہوں، خضرۃ سے بنا، یعنی ہری یعنی مسلمان ہمارے باغوں میں پہنچے اور انہوں نے ہمارے ہرے پھل توڑ کر کھائے۔ نہ ہم کو قیمت دی، نہ ہم سے اجازت لی۔ [۳] یعنی چونکہ یہود خیبر ہمارے ذمی بن چکے ہیں اور ذمی سے بجز جزیہ اور مستامن سے بجز ٹیکس تجارت اور مال لینا جائز نہیں۔ لہذا تم خیبر کے یہود کے مال سے کچھ نہ لو حقہا سے وہی حق مراد ہے جو عرض کیا گیا یعنی جزیہ یا جس مال پر ان سے صلح ہو جائے۔ [۴] یعنی دونوں جانور بغیر ذبح حلال ہیں، کیونکہ ان میں بہتا خون نہیں اور ذبح کرنا اسی کو اللہ کے نام پر

والدارقطنی وعن ابی الزبیر عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما القاہ البحر وجزر عنہ الماء فکلوہ وما مات فیہ وطفا فلا تاکلوہ رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ وقال محی السنۃ الاکثرون علی انہ موقوف علی جابر وعن سلمان قال سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الجراد فقال اکثر جنود اللہ لا

دار قطنی نے روایت کی۔ روایت ہے حضرت ابوالزبیر سے ۱؎ وہ حضرت جابر سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے دریا پھینک دے اور اس سے پانی ہٹ جائے تو اسے کھالو اور جو دریا میں مرجائے اور وہ تیر جائے تو اسے نہ کھاؤ ۲؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ) اور محی السنہ میں فرمایا کہ اکثر محدثین اس پر ہیں کہ یہ حدیث حضرت جابر پر موقوف ہے ۳؎ روایت ہے حضرت سلمان سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹڈی کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ اللہ کا بڑا لشکر ہے ۴؎

نکال دینے کے لیے ہوتا ہے سبب وہ چیزیں ان میں نہیں تو ان کا ذبح بھی نہیں۔ خیال رہے کہ مچھلی بہت قسم کی ہے اور ہر قسم کی حلال ہے بغیر ذبح کھانا درست ہے بعض مچھلیوں میں خون نکلتا معلوم ہوتا ہے مگر وہ خون نہیں ہوتا بلکہ سرخ پانی ہوتا ہے۔ اس کے دھوپ میں سفید ہو جاتا ہے خون کی طرح نہ سیاہ پڑتا ہے نہ جمتا ہے۔ حنفیہ نے خود اس کا تجربہ کیا ہے۔ بہرحال مچھلی بغیر ذبح حلال ہے۔ ۲؎ یعنی کلیجی و تلی جامد خون ہے۔ اور حلال ہے۔ یہ دونوں چیزیں گوشت نہیں اس لیے جو گوشت نہ کھانے کی قسم کھائے اور پھر کلیجی یا تلی کھالے تو حانث نہ ہوگا۔

۱؎ آپ کا نام محمد ابن مسلم ہے، مکی ہیں حضرت حکیم ابن حزام کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ مکہ معظمہ کے تابعین میں سے ہیں حافظ ہیں، ثقہ ہیں وسیع العلم ہیں۔ حضرت جابر، عائشہ صدیقہ، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہے۔ مگر اکثر حضرت جابر سے روایت لیتے ہیں۔ ۱۲۸ھ ایک سو اٹھائیس یا ایک سو انتیس ہجری میں وفات پائی۔ آپ سے بہت محدثین نے روایات لیں مرقات۔ ۲؎ خلاصہ یہ ہے کہ جس مچھلی کی موت پانی نہ ملنے یا کم ملنے کی وجہ سے ہو وہ تو حلال ہے اور جس مچھلی کی موت بیماری کی وجہ سے ہو کہ پانی میں بغیر سبب مرجائے اور الٹی ہوکر تیر جائے تو ممنوع ہے یہی حضرت امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ طافی مچھلی مکروہ ہے۔ طافی اسی کو کہتے ہیں۔ امام شافعی و مالک رحمۃ اللہ علیہما اسے بلاکراہت جائز فرماتے ہیں۔ یہ حدیث امام اعظم کی دلیل ہے خیال رہے کہ جزر کے معنی ہیں کٹ جانا۔ اس کا مقابل ہے مد، اسی سے ہے مدوجزر۔ جو حدیث شریف میں ہے حل میتتہ یعنی دریا کا مردار حلال ہے تو وہاں دریا کے مردار سے مراد وہی ہے جس کی موت کا سبب دریا بنے نہ وہ جس کی موت کا سبب کوئی مرض یا بیماری ہو۔ ایسی ہی حدیث گزر رہی کہ دو مردار حلال ہیں۔ یہ حدیث اس کی شرح ہے کہ دریا کا مردار سے مراد ہے جو دریا کی وجہ سے مرے ۳؎ کوئی مضائقہ نہیں کہ اس قسم کی حدیث موقوف بھی ہو کے حکم میں ہوتی ہے اور ممکن ہے حضرت جابر کے اکثر کلام جانتے ہوں۔ خیال رہے کہ امام شافعی صحابہ کرام کے اجتہادی مسائل میں ان کی پیروی نہیں کرتے۔ وہ فرماتے ہیں ھم رجال ونحن رجال وہ بھی مرد تھے ہم بھی مرد ہیں مگر امام ابوحنیفہ تقلید صحابہ کو لازم جانتے ہیں ان کے اجتہادی مسائل پر عمل ضروری

أَكُلُهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَقَالَ مُحْيِي السُّنَّةِ ضَعِيفٌ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سَبِّ الدِّيكِ وَقَالَ إِنَّهُ يُؤَذِّنُ لِلصَّلٰوةِ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الدِّيكَ فَإِنَّهُ يُوقِظُ لِلصَّلٰوةِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

میں نہ اسے کھاتا ہوں نہ اسے حرام کرتا ہوں؎ (ابوداؤد) محی السنہ نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے؎ روایت ہے حضرت زید ابن خالد سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغ کو برا کہنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ نماز کی اطلاع دیتا ہے؎ (شرح سنہ) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مرغ کو برا نہ کہو کیونکہ وہ نماز کے لیے جگاتا ہے؎ (ابوداؤد)

جاتے ہیں سانپ بچھو سکے کہ ان کی پیدائش زمانے میں کیا حکمت ہے اور ان کا کیا حال ہے یا حرام۔ ۵؎ یعنی پرندوں میں سے ٹڈی جماعت کا ٹڈی دل ہے۔ اور جب خدا تعالیٰ کسی قوم پر غضب کرتا ہے تو ان پر ٹڈی کا عذاب بھیجتا ہے جو اس قوم کی کھیتی باڑی درخت بیل وغیرہ سب کچھ کھا جاتی ہیں اور اس پر قحط مسلط ہو جاتا ہے اور رب کی فوجوں سے بڑی مخلوق فرشتے ہیں حق تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے وما یعلم جنود ربك الا هو (مرقات)۔

۱؎ یعنی ٹڈی شرعاً حرام نہیں ہم خود اسے کھاتے نہیں طبعاً اس سے نفرت ہے۔ شاید سائل کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ حضور کیا آپ اسے کھاتے ہیں یا نہیں اس لیے فرمایا۔ لہذا جواب بالکل مطابق ہو گیا کہ ہم نہیں کھاتے تم کھاؤ۔ خیال رہے کہ ٹڈی کے حلال ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ ۲؎ یہ حدیث اسناد سے بھی ضعیف ہے اور معنی سے بھی۔ اسناد سے تو اس لیے کہ اس کے سارے راوی قوی و ثقہ نہیں، معنی سے اس لیے کہ بہت سی ان احادیث کے خلاف معلوم ہوتی ہے جن میں ٹڈی کی حلت معروف و مشہور ہے۔ یہاں مرقات نے ٹڈی کے حلال ہونے کے متعلق بہت سی عجیب روایات بیان کیں، چنانچہ فرمایا کہ حضرت مریم بنت عمران نے دعا کی تھی کہ الٰہی مجھے بغیر خون والا گوشت دے۔ تو رب نے انہیں یہ ٹڈی دی۔ آپ نے دعا کی کہ الٰہی اسے بغیر ماں کے دودھ کے زندہ رکھ اور بغیر آواز کے ان میں تتابع کر دے اور فرمایا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ٹڈی کھایا کرتے تھے۔ اور فرمایا کہ حضور انور کی ازواج مطہرات ایک دوسری کو طباق بھر کر ٹڈیاں ہدیہ کرتی تھیں وغیرہ۔ ۳؎ دیک اسم جنس ہے واحد جمع سب پر بولا جاتا ہے۔ بعض مرغ نر مادہ کو دجاج کہتے ہیں۔ یعنی مرغ کو نہ برا کہو نہ اسے بددعا دو یہ مبارک جانور ہے۔ ۴؎ یعنی نماز تہجد اور نماز فجر کے لیے اٹھاتا ہے۔ مرغ میں قدرت نے عجیب کرشمہ رکھا ہے کہ رات کے اوقات سے خبردار رہتا ہے۔ رات میں ہر پانچویں آخری پہر رات میں بھی بولتا ہے۔ اور صبح صادق کے وقت بھی، حتی کہ بعض علماء نے تجربہ مرغ کی آواز پر نماز تہجد پڑھنا جائز رکھا اور کہا کہ اس کی آواز پر اعتماد جائز ہے۔ بعض صحابہ کرام سفر میں مرغ ساتھ رکھتے تھے۔ نمازوں کے لیے سفید مرغ کے بڑے فضائل ہیں۔ اس کا گوشت اور دل بہت ہی قوی ہوتا ہے۔ (مرقات) ۵؎ بعض روایات میں ہے کہ عرش اعظم کے نیچے ایک جانور سفید مرغ کی شکل کا ہے۔ ہر سحر کو اذان دیتا ہے۔ اس کی اذان سن کر زمین کے تمام مرغ اذان سحر دیتے ہیں۔ اسی لیے مرغ سحر کی اذان کے وقت دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (مرقات)

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ قَالَ اَبُوْ لَیْلٰی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
اِذَا ظَهَرَتِ الْحَیَّةُ فِی الْمَسْكَنِ فَقُوْلُوْا لَهَا اِنَّا نَسْاَلُكِ بِعَهْدِ نُوْحٍ وَبِعَهْدِ سُلَیْمٰنَ بْنِ
دَاوٗدَ اَنْ لَّا تُؤْذِیَنَا فَاِنْ عَادَتْ فَاقْتُلُوْهَا رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا رَفَعَ الْحَدِیْثَ اَنَّهٗ كَانَ یَاْمُرُ بِقَتْلِ الْحَیَّاتِ وَقَالَ مَنْ تَرَكَهُنَّ خَشْیَةَ
ثَاْئِرٍ فَلَیْسَ مِنَّا رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

روایت ہے عبدالرحمان ابن ابی لیلیٰ سے[1] فرماتے ہیں فرمایا ابولیلیٰ نے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب گھر میں سانپ[2]
نمودار ہو تو اس سے کہہ دو کہ ہم حضرت نوح و حضرت سلیمان کے معاہدوں کے واسطے تجھ سے سوال کرتے ہیں[3] کہ تو
ہم کو نہ ستا اگر پھر آئے تو اسے مار دو (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباس سے
راوی فرماتے ہیں[4] کہ میں انہیں جانتا مگر یہ کہ انہوں نے حدیث کو مرفوع کیا کہ وہ سانپوں کے قتل کا حکم
دیتے تھے[5] اور فرمایا کہ جو انہیں بدلہ کے خوف سے چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں[6] (شرح
سنہ) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱؎ آپ کی کنیت ابوعیسیٰ ہے۔ ثقہ تابعی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے جب چھ سال باقی تھے تو آپ پیدا ہوئے کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ تراسی
۸۳ھ میں بصرہ کی نہر میں ڈوب کر آپ کی وفات ہوئی۔ بیس صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے۔ جن میں حضرت عثمان، علی، ابوایوب انصاری، ابوالدرداء ہیں
آپ سے بہت لوگوں نے روایات لیں، آپ کے بیٹے کا نام محمد تھا، ابن ابی لیلیٰ کنیت تھی کوفہ کے قاضی تھے، بڑے فقیہ تھے۔ جب فقہاء ابن ابی لیلیٰ
کہتے ہیں تو وہی محمد مراد ہوتے ہیں۔ محمد ۷۴ھ چوہتر میں پیدا ہوئے ۱۴۸ھ ایک سو اڑتالیس میں وفات ہوئی (اشعہ و مرقات) ۲؎ غالبًا عہد نوح سے
مراد وہ معاہدہ ہے جو آپ نے اپنی کشتی میں سوار کرتے وقت سانپ سے لیا تھا کہ جو دیندار ہو کسی کو ایذا نہ دینا معلوم ہوا کہ بعض سانپ انسانوں کی بولی سمجھتے ہیں
اور ان کو وہ عہد یاد بھی ہوتے ہیں (از مرقات) بعض سانپوں کے سمجھنے کے واقعات مشہور ہیں۔ ۳؎ سانپ کی طبعی عمر ایک ہزار سال ہوتی ہے ہر
سال اپنی کھال اتارتا ہے۔ اس کی آنکھ تیلا گردش نہیں کرتی۔ اس کے دانت توڑ دیئے جائیں تو پھر جلد ہی اگ جاتے ہیں۔ دم کاٹ دی جائے تو جلد
ہی اگ آتی ہے۔ انسان سے بہت ڈرتا ہے۔ آگ سے خوش ہوتا ہے۔ دودھ بہت رغبت سے پیتا ہے۔ اگر ذبح کر دیا جائے تو کئی دن تک زندہ رہتا
ہے جب اندھا ہو جائے تو سبز سونف جو درخت میں لگی ہو اس سے اپنی آنکھیں ملتا ہے۔ آنکھیارا ہو جاتا ہے۔ سانپ کھانا حرام ہے اس کے گوشت
سے بنایا تریاق کھانا بھی حرام ہے۔ (ازلمعات و اشعہ و مرقات) ۴؎ اس قال کا فاعل یا تو عکرمہ ہیں یا اسناد کے ایک راوی ایوب ہیں یعنی
عکرمہ یا ایوب کہتے ہیں کہ مجھے گمان غالب ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے حضرت ابن عباس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے خود ان کا اپنا قول نہیں یعنی
حدیث مرفوع ہے موقوف نہیں۔ ۵؎ یہ حکم استحبابی ہے۔ مدینہ منورہ کی آبادی یعنی گھروں کے سانپوں کو مہلت دینے کے بعد قتل کیا جائے اور دوسری جگہ کے سانپوں کو

وَسَلَّمَ مَا سَالَمْنَاهُمْ مُنْذُ حَارَبْنَاهُمْ وَمَنْ تَرَكَ شَيْئًا مِنْهُمْ خِيفَةً فَلَيْسَ مِنَّا رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ
وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهُنَّ فَمَنْ خَافَ
ثَارَهُنَّ فَلَيْسَ مِنِّي رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنِ الْعَبَّاسِ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نُرِيدُ أَنْ نَكْنُسَ
زَمْزَمَ وَإِنَّ فِيهَا مِنْ هٰذِهِ الْجِنَّانِ يَعْنِي الْحَيَّاتِ الصِّغَارَ فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

کہ جب سے ہم نے سانپوں سے جنگ کی پھر صلح نہ کی ۵ اور جو کوئی ان میں سے کسی سانپ کو چھوڑ دے ڈرتے ہوئے
تو ہم میں سے نہیں ۵ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے سارے سانپوں کو مار دو جو ان کے بدلے سے ڈرے وہ مجھ سے نہیں ۳ (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت
ابن عباس سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم چاہ زمزم کو صاف کرنا چاہتے ہیں اور اس میں یہ جنان یعنی
چھوٹے چھوٹے سانپ ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فوراً دیکھتے ہی مار دیا جائے۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اب مدینہ منورہ کے گھروں کے سانپوں کو بھی فوراً قتل کر دیا جائے۔ اس صورت میں یہ حدیث سانپ کو مہلت دینے کی حدیث کی ناسخ ہے۔ ۵ یعنی ہماری سنت کا تارک ہے۔ … اور جہلاء ہندوستان تک کہتے ہیں کہ سانپ کو مارنے والے سے اس کی ناگنی بدلہ لیتی ہے۔ اس لئے سانپ کو مت مارو۔ اس فرمان عالی میں اسی خیال کی تردید ہے۔ بھلا سانپنی یعنی ناگن کو کیا خبر کہ کس نے مارا ہے لوگوں میں مشہور ہے کہ مارے ہوئے سانپ کی آنکھوں میں مارنے والے کا فوٹو آجاتا ہے۔ اس فوٹو سے ناگن قاتل کو پہچان لیتی ہے۔ اس لئے سانپ کو مار کر اس کا سر جلا دیا جاتا ہے تاکہ آنکھوں میں فوٹو نہ رہے۔ مگر یہ بھی غلط ہے۔ اس کا سر جلا دینا اسے مار ڈالنے کے لیے ہے۔ وہ لاٹھی کھا کر بیہوش ہو جاتا ہے لوگ مردہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں وہ کچھ عرصہ بعد پھر ہوش میں آکر چلا جاتا ہے۔ آگ میں جلانا اس لئے ہے تاکہ واقعی مر جائے خیال رہے کہ جب تک سانپ الٹا نہ پڑ جائے کہ پیٹ اوپر آجائے تب تک وہ زندہ ہے۔

۳ اس فرمان عالی میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ پہلے سانپ جنت میں رہتا تھا۔ نہایت خوبصورت تھا شیطان جب جنت سے نکالا گیا تو وہ سانپ کے منہ میں بیٹھ کر جنت میں گیا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو دھوکا دیا۔ انہیں گندم کھلوایا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا اهبطوا منها بعضكم لبعض عدو سے آدم تم اور حوا اور سانپ جنت سے اتر جاؤ تم میں بعض بعض کے دشمن رہیں گے۔ یعنی انسان سانپ کا دشمن اور سانپ انسان کا دشمن۔ تب سے یہ ان کی دشمنی قائم ہے … سانپ کے … ہیں اصل سانپ سے بھاگتے ہیں اسے مارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ … ۴ اس کا مطلب بھی وہی ہے کہ جو ناگن کے بدلے کے ڈر سے سانپ کو نہ مارے وہ میری سنت … ہے۔ ۵ ہو سکتا ہے کہ اس عام حکم میں مدینہ منورہ کے سانپ بھی داخل ہوں اور یہ حدیث گزشتہ مہلت کی حدیث کی ناسخ ہو ۶ جنان جمع ہے … کی بمعنی پتلا سانپ اب … صاف … پتلے سانپ کی طرح ہو گیا یعنی زمزم کے کنوئیں … اب … کے مارے بغیر کنوئیں کی صفائی نہیں ہو سکتی۔

وَسَلَّمَ تَقْتُلُهُنَّ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ اُقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهَا اِلَّا الْجَانَّ الْاَبْيَضَ الَّذِيْ كَاَنَّهٗ قَضِيْبُ فِضَّةٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ
وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِيْ اِنَاءِ اَحَدِكُمْ
فَامْقُلُوْهُ فَاِنَّ فِيْ اَحَدِ جَنَاحَيْهِ دَاءً وَفِي الْاٰخَرِ شِفَاءً فَاِنَّهٗ يَتَّقِيْ بِجَنَاحِهِ الَّذِيْ

ان کے مار دینے کا حکم دیا ۱؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
سارے سانپوں کو مار دو سوا چٹلے سفید سانپ کے جو چاندی کی شاخ کی طرح ہو ۲؎ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت
ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے
غوطہ دے دو کیونکہ اس کے ایک بازو میں بیماری ہے دوسرے میں شفا ہے ۳؎ اور وہ اپنے اس بازو سے
بچاؤ کرتی ہے جس میں

پوچھا حضرت عباس نے ان سانپوں کے قتل کے متعلق کیا حکم ہے۔ چاہ زمزم میں ایک جنّی اژدھا گر گیا تھا حضرت عباس زمزم کے منتظم تھے۔ انہوں نے چاہ زمزم پاک کرنا چاہا تب یہ سوال کیا۔ وہ چاہتے یہ تھے کہ اب کنواں پاک تو کرنا ہی ہے۔ علاوہ اس کی صفائی بھی کر دیں۔ اس سے کیچڑ وغیرہ سب نکال دیں۔ (مرقات)

۱؎ ان سانپوں کے قتل کا حکم چاہ زمزم کی صفائی کے لیے ہے۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ و آئندہ احادیث کے خلاف نہیں۔ ۲؎ یا اس لیے کہ ایسے سانپ بے ضرر ہوتے ہیں وہ کاٹتے نہیں یا اگر کاٹ بھی لیں تو ان کے دانتوں میں زہر نہیں کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا یا اس لیے کہ اکثر جن اسی شکل کے سانپ میں تبدیل ہو جاتے ہیں لہذا انہیں نہ مارو۔ ۳؎ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ اس کی شرح بھی کی جا چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت چیزوں بلکہ بہت جانوروں میں دو ضدیں جمع فرمادی ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ تجربہ یہ ہے کہ مکھی شوربہ وغیرہ میں اپنا بایاں بازو ڈالتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی کے بائیں بازو میں زہر ہے داہنے میں شفا۔ مکھی کی خلقت میں چند عجیب چیزیں ہیں۔ علاوہ اس میں زہر اور تریاق دونوں جمع ہیں۔ وہ جانتی پہچانتی ہے کہ کس بازو میں زہر ہے کس میں تریاق۔ اس لیے پہلے زہریلا بازو ڈالتی ہے۔ وہ سفید کپڑے پر کالا پاخانہ کرتی ہے۔ کالے کپڑے پر سفید۔ وہ کعبہ معظمہ کے غلاف پر بہت ہی کم بیٹھتی ہے۔ اسی لیے یوسف علیہ السلام کو مکھی کے بیٹھنے سے بار [illegible] کے درخت کے بیچ رکھا گیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے تاکہ آپ مکھیوں سے محفوظ رہیں۔ وہ گندگی اور عفونت کی جگہ میں بہت ہوتی ہے۔ مگر زمانہ حج میں منیٰ شریف میں نہیں ہوتی۔ حالانکہ وہاں قربانیوں، حاجیوں کی بے انتہا بھیڑ کی وجہ سے گندگی و عفونت بہت ہوتی ہے۔ وہ [illegible] بادشاہوں کے [illegible] ناک پر بیٹھ جاتی ہے اس سے متکبروں کا تکبر ٹوٹتا ہے۔ یہی جواب امام شافعی نے مامون رشید کو دیا تھا جب اس نے پوچھا تھا کہ مکھی کیوں پیدا کی گئی۔ اس کی عمر چالیس دن ہوتی ہے۔ وہ سوا شہد کی مکھی کے باقی تمام مکھیاں دوزخ میں ہوں گی۔ دوزخیوں کو عذاب دینے کے لیے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر اور آپ کے کپڑوں پر کبھی مکھی نہ بیٹھی۔ وہ جسم میں اگر پیٹ میں چلی جائے تو انسان کو قے ہو جاتی ہے۔ (مرقات)

فِيهِ الدَّاءُ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي الطَّعَامِ فَامْقُلُوهُ فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ سُمًّا وَفِي الْآخَرِ شِفَاءً وَإِنَّهُ يُقَدِّمُ السُّمَّ وَيُؤَخِّرُ الشِّفَاءَ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ أَرْبَعٍ مِنَ الدَّوَابِّ النَّمْلَةِ وَالنَّحْلَةِ وَالْهُدْهُدِ وَالصُّرَدِ رَوَاهُ أَبُودَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ

بیماری ہے لہذا اس پوری کو ڈبو دو ۱ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جب کھانے میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے دو کہ اس کے ایک بازو میں زہر دوسرے میں شفا ہے اور وہ زہر والا بازو آگے ڈالتی ہے شفا والا پیچھے رکھتی ہے ۲ (شرح سنہ) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار جانوروں کے قتل سے منع فرمایا ۳ چیونٹی شہد کی مکھی ہُدہُد اور ممولا ۴ (ابوداؤد، دارمی)

تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ

۱ معلوم ہوا کہ مکھی ڈوب کر مر جانے سے پانی یا شوربہ، دودھ وغیرہ نہ تو ناپاک ہوتا ہے نہ حرام، بلکہ پاک رہتا ہے حلال رہتا ہے کہ مکھی میں خون نہیں ۲ یہاں مرقات نے فرمایا کہ مکھی حرام نہیں ہاں اس سے طبیعت گھن کرتی ہے اور یہ مضر بھی ہے۔ اسی وجہ سے کھانا ممنوع ہے۔ بعض بیماریوں میں مکھی کا پاخانہ یا خمیرہ میں ملا کر دیا جاتا ہے۔ فقیر نے بھی یہ دیکھا ہے۔ ۳ ان کے مارنے کی ممانعت کی حکمتیں اس جگہ مرقات نے بہت سی بیان فرمائیں۔ وہاں ملاحظہ فرماؤ ہم بھی کچھ عرض کرتے ہیں۔ ۴ کیونکہ یہ جانور حرام بھی ہیں اور بے ضرر بھی۔ ان کے قتل میں کوئی فائدہ بھی نہیں اور بلا فائدہ جانور کو قتل کرنا ممنوع ہے۔ شہد کی مکھی بڑی مبارک ہے کہ اس کے منہ سے شہد اور موم ملتا ہے۔ بے ضرر ہے اس کی پرورش کرنی چاہیے۔ اسے مارنا ممنوع ہے۔ نملہ سے مراد بڑی چیونٹی ہے۔ جس کے پاؤں بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ وہ بالکل ہی بے ضرر ہوتی ہے ذلول بھی۔ ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کا خاص خادم ہے۔ اس کا کھانا حرام ہے۔ گوشت بدبودار بھی ہوتا ہے۔ صرد ایک عجیب خلقت پرندہ ہے اس کا سر بڑا ہوتا ہے۔ چڑیوں کا شکار کرتا ہے۔ اس کے پر بڑے ہوتے ہیں، آدھے سفید آدھے کالے۔ اہل عرب اس کو منحوس جانتے ہیں، اس کی آواز سے بدفالی لیتے ہیں جیسے ہمارے ملک کے جاہل الو کو منحوس سمجھتے ہیں۔ چھوٹی چیونٹی کو ذر، بڑی چیونٹی کو نمل کہتے ہیں۔ یہاں مرقات نے حضرت ابن عباس سے روایت کی کہ ہدہد کے لیے زمین صاف شیشہ کی طرح ہے۔ وہ زمین کی تہ میں پانی دیکھ لیتا ہے۔ اسی لئے حضرت سلیمان نے ایک سفر میں ہدہد کو ڈھونڈا فرمایا مالی لا اری الہدہد کیونکہ آپ کو وضو کی ضرورت تھی۔ ہدہد زمین کی تہ کا پانی بتاتا۔ جنات کنواں تیار کرتے آپ وضو فرماتے۔ یہاں ہی مرقات نے اس دعوت کا ذکر فرمایا جو ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی کی تھی۔ یہاں مرقات نے جانوروں کے

ـنَ الْجَاهِلِيَّةِ يَأْكُلُوْنَ اَشْيَاءَ وَيَتْرُكُوْنَ اَشْيَاءَ تَقَذُّرًا فَبَعَثَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ وَاَنْزَلَ كِتَابَهٗ وَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ فَمَا اَحَلَّ فَهُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ وَتَلَا قُلْ لَّا اَجِدُ فِيْمَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَلْاٰيَةَ رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ ؛ وَعَنْ

جاہلیت والے لوگ کچھ چیزیں کھاتے تھے اور کچھ چیزیں گھن کرتے ہوئے چھوڑ دیتے تھے۱؎ تب اللہ نے اپنے نبی کو بھیجا اور اپنی کتاب اتاری اور حلال کو حلال فرمایا حرام کو حرام ٹھہرایا۲؎ تو جو حلال کر دیں وہ حلال ہیں اور جو حرام کر دیں وہ حرام ہیں اور جن سے خاموشی فرمائی وہ معاف ہیں۳؎ اور یہ آیت تلاوت کی فرما دو میں اپنی طرف کی وحی میں کوئی چیز کسی کھانے والے پر جسے وہ کھائے حرام نہیں پاتا مگر یہ کہ مردار ہو پوری آیت۴؎ (ابوداؤد) روایت ہے

اقسام اور ان کے احکام بہت شرح و بسط سے بیان فرمائے کئی صفحات میں۔

۱؎ یعنی ان کے ہاں حرام و حلال کا کوئی قاعدہ نہ تھا محض اپنی رائے سے بعض چیزوں کو حرام سمجھتے تھے بعض کو حلال، محض اتفاقی تھی، کیونکہ تعلیم ابراہیمی دنیا سے گم ہو چکی تھی، آج بھی مشرکین ہند کے دین میں کوئی قانون نہیں۔ بعض ہندو ہر جانور کو حرام سمجھتے ہیں، بعض صرف گائے کو۔ بعض فرقے ان میں کے کو بھی کھا لیتے ہیں، یہ دین ہے: حرام و حلال، مخلوق کے لیے کوئی قانون نہیں۔ نہایت نفیس قوانین تو اسلام ہی کے ہیں۔ ۲؎ یعنی جو چیزیں حلال ہونے کے قابل تھیں انہیں حلال کیا اور جو چیزیں حرام ہونے کے قابل تھیں انہیں حرام کیا یہود پر بعض طیب چیزیں بھی حرام کر دی گئی تھیں جیسے حلال جانوروں کی بعض چربیاں اور عیسائیوں پر بعض خبیث چیزیں بھی حلال کر دی گئی تھیں۔ جیسے شراب۔ اسلام دین فطرت ہے۔ اس میں بری چیزوں کو حرام کیا گیا ہے اور اچھی چیزوں کو حلال۔

۳؎ خلاصہ یہ ہے کہ چیزیں تین قسم کی ہیں۔ وہ جن کا حلال ہونا قرآن یا حدیث میں صراحۃً مذکور ہے۔ وہ جن کا حرام ہونا قرآن یا حدیث میں صراحۃً مذکور ہے۔ وہ جن کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ پہلی قسم حلال قطعی ہے۔ دوسری قسم حرام قطعی، تیسری قسم معاف۔ یعنی وہ بھی حلال ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام چیزوں میں اصل اباحت ہے کہ جن سے سکوت یعنی خاموشی ہے وہ مباح ہے۔ اسلام کا کلیہ قانون ہے جس سے لاکھوں چیزوں کے حال معلوم ہو سکتے ہیں۔ آم، مالٹے وغیرہ لاکھوں حلال ہیں۔ اس لیے کہ شریعت میں ان کی ممانعت نہیں آئی۔

خیال رہے کہ انسان نباتات بھی کھاتا ہے، جیسے سبزیاں، دانے۔ کبھی جمادات بھی۔ جیسے موتی، عنبر، مشک وغیرہ۔ حیوانات بھی۔ نباتات و حیوانات کے لیے قاعدہ یہ ہے کہ جو سبزیاں یا دانے صحت کو مضر ہوں وہ حرام، جو مضر نہ ہوں وہ حلال۔ حتی کہ سنکھیا بھی مار کر کھا جائے تو حلال۔ حیوانات بعض حرام ہیں بعض حلال۔ قرآن کریم نے حرام جیسے صرف ایک جانور کا ذکر کیا۔ یعنی سور کا۔ وہ بھی اس کے گوشت کا لہذا باقی حرام چیزوں میں آٹھ جانوروں کا ذکر فرمایا۔ میتۃ منخنقۃ وغیرہ۔ باقی تمام حرام جانوروں کو حدیث پاک نے

زاهِرٍ الْاَسْلَمِيِّ قَالَ اِنِّي لَاُوْقِدُ تَحْتَ الْقُدُوْرِ بِلُحُوْمِ الْحُمُرِ اِذْ نَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَاكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ وَعَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ يَرْفَعُهُ اَلْجِنُّ ثَلٰثَةُ اَصْنَافٍ صِنْفٌ لَهُمْ اَجْنِحَةٌ
يَطِيْرُوْنَ فِي الْهَوَآءِ وَصِنْفٌ حَيَّاتٌ وَكِلَابٌ وَصِنْفٌ يَحِلُّوْنَ وَيَظْعَنُوْنَ رواه شرح السنة

زاہر اسلمی سے فرماتے ہیں کہ میں گدھوں کے گوشت پر ہانڈیوں کے نیچے آگ جلا رہا تھا کہ کسی حضور کے منادی نے
آواز دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدھوں کے گوشت سے تم کو منع فرماتے ہیں (بخاری) روایت ہے
حضرت ابو ثعلبہ خشنی سے وہ اسے مرفوع کرتے ہیں کہ جن تین قسم کے ہیں ایک قسم وہ جن کے پر ہیں وہ ہوا میں
اڑتے ہیں اور ایک قسم سانپ اور کتے ہیں اور ایک قسم ہے
جو قیام بھی کرتے ہیں اور سفر بھی کرتے
ہیں (شرح السنہ)

بیان فرمایا کتا۔ بلی۔ ریچھ۔ ہاتھی۔ گدھا وغیرہ حضور انور نے ہی حرام کیے۔ سور کا صرف گوشت قرآن پاک نے حرام کیا۔ باقی اس کے کلیجی، گردے، چربی حدیث نے حرام کی۔ پھر ان حرام جانوروں کی حرمت بعد ہجرت قرآن پاک میں آئی۔ مدنی سورتوں میں ہی حرام عورتوں، حرام غذاؤں کا ذکر ہے۔ مگر حضور انور نے قبل ہجرت ہی ان سب سے مسلمانوں کو منع فرما دیا تھا۔ مسلمانوں کو کبھی ماں بہن سے نکاح اور سور کتا بلی کھانے کی اجازت نہ دی۔ معلوم ہوا کہ حرام و حلال فرمانے والے حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس کی بحث ہماری تفسیر نعیمی پارہ ہشتم میں ملاحظہ کرو۔

۲؎ یعنی اس آیت نے بھی یہ ہی بتایا کہ جس کی حرمت نہ ثابت ہو وہ حلال ہے۔ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔ اور راہ جنت میں ملاحظہ کرو۔

۳؎ آپ زاہر ابن اسود ہیں۔ اسلمی ہیں۔ بیعۃ الرضوان میں حاضر ہوئے۔ کوفہ میں قیام رہا (مرقات) صحابی ہیں۔

۴؎ معلوم ہوا کہ پالتو گدھا شروع اسلام میں حلال تھا۔ خیبر کے دن حرام ہوا۔ اور قیامت تک کے لیے حرام ہو گیا۔ گدھا گھوڑا حرام ہے۔

۵؎ جو لوگ جنات کے عامل ہیں انہوں نے جنات کی یہ تینوں قسمیں مشاہدہ کی ہیں۔ مدینہ منورہ میں اکثر کتے عجیب حرکات دیکھے جاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنات ہیں۔ انسان بھی تین قسم کے ہیں۔ بعض جانوروں کی طرح ہیں کچھ بعض شیاطین کی طرح گمراہ اور بعض ملائکہ سے بھی اعلیٰ (مرقات)۔

فہرست مضامین مرآت، جلد پنجم

مضمون	صفحہ
کتاب النکاح	۲
نکاح کے معنی اور اس کی مشروعیت	؍
عورتوں سے نکاح کا مسئلہ، عشرہ اور شباب کے معنی، احناف کے نزدیک نوافل سے نکاح افضل ہے۔	۳
ساری عمر نکاح نہ کرنے کی ممانعت۔	؍
ترک دنیا کی مذمت۔	؍
نیک بیوی خدا کی رحمت بری بیوی خدا کا عذاب ہے	۴
قریش کی عورتوں کی تعریف	؍
عورت فتنہ گر ہے اس سے بچنے کا طریقہ شریعت پر مضبوطی سے عمل ہے۔	۵
نحوست عورت، گھر اور گھوڑے میں ہے۔	۶
کنواری بیوی سے نکاح کرنا مستحب ہے۔	۷
اپنی بیوی سے خوش طبعی بہتر ہے۔	؍
مسافر گھر پہنچنے سے پہلے اطلاع بھیجے۔	؍
نکاح کرنے میں خود کو گناہوں سے بچنے کی نیت کرے	
لڑکے والے نکاح کا پیغام لڑکی والوں کو دیں	۸
محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کرو	۸
مومن کو خوف خدا کے بعد نیک بیوی بڑی نعمت ہے	۱۰
نکاح سے آدھا دین مکمل ہوتا ہے۔	۱۱
باب۔ جس عورت کو پیغام دیا جائے اسے دیکھ لینا اور ستر کا بیان۔	؍
فساد سے روکنے کے لئے کسی کی برائی بیان کرنا جائز ہے	۱۲

مضمون	صفحہ
کون کون سا عضو ستر ہے کا بیان	۱۳
ایک چادر میں دو ننگے مرد یا دو ننگی عورتیں نہ لیٹیں	؍
کوئی مرد کسی شادی شدہ عورت کے ہاں بغیر قرابت نہ جائے	
محرم کی قسمیں	
سالی بہنوئی سے پردہ کرے۔	؍
غیر محرم عورت کے پاس بے پردہ نہ جاؤ۔	۱۴
دیور موت ہے اس سے ہنسی مذاق ناجائز ہے۔	؍
بغرض علاج غیر محرم کے لئے جائے مرض کا دیکھنا جائز ہے	؍
اجنبیہ عورت پر اچانک نظر پڑ جائے تو نظر پھیر لینے کا حکم ہے	؍
بلا ضرورت عورت گھر سے نہ نکلے اور مرد عورت کو کپڑوں پر سے بھی نہ دیکھے	۱۵
تعلیم مسائل میں وضاحت خلاف غیرت نہیں	۱۶
عورت چھپانے کے لائق ہے۔	؍
عورت کا بے پردہ رہنا میکے والوں اور سسرال والوں کے لئے باعث عار ہے۔	۱۷
استاد و پیر کچھ بھی ہوں بے پردہ دیکھنا جائز نہیں۔	؍
باندی کو کسی سے نکاح کر دینے کے بعد ستر کا دیکھنا جائز نہیں	؍
مرد کی ران ستر ہے۔	۱۸
زندہ و مردہ کی ران دیکھنا جائز نہیں غسال بھی ران ڈھک کر مردے کو غسل دے۔	؍
پیشاب پاخانہ میں بیٹھنے اور کھڑا ہوتے وقت ننگا نہ ہو بلکہ زمین کے قریب ہوتے وقت کپڑا ہٹائے۔	۱۹

مرد کو حرام ہے کہ اجنبی عورت کو دیکھے۔ ۱۹
تنہائی میں بھی بلا وجہ ننگا نہ ہو۔ ۲۰
اجنبی مرد اور عورت کی تنہائی میں تیسرا شیطان ہے۔ ۲۱
جن عورتوں کے خاوند غائب ہوں ان کے پاس نہ جاؤ 〃
شیطان ہر ایک کے خون کے دوران کے ساتھ گردش کرتا ہے 〃
بالغ غلام اپنی مالکہ کے لئے اجنبی مرد ہے پردہ لازم ہے۔ ۲۲
ہیجڑے، ذکر کٹے، بوڑھے مرد، خصی اور آوارہ عورتوں سے
بھی بی بیوں کا پردہ ضروری ہے۔ ۲۳
کوئی باہوش شخص اگرچہ نابالغ ہو ننگا نہ چلے۔
حضرت عائشہؓ نے کبھی حضور کا ستر نہ دیکھا۔
زوجین کو ستر دیکھنے سے ضعف بصارت ہوتی ہے۔ ۲۴
بوقت صحبت دونوں کے ننگے ہونے سے اولاد بے شرم
پیدا ہوتی ہے۔ 〃
قصداً بلا ضرورت اجنبی مرد کا عورت کو اور عورت کا مرد کو
دیکھنے والا ملعون ہے۔ 〃
باب۔ نکاح کا ولی اور عورت سے اجازت لینے کے بیان میں۔
ولی کے معنی اور احکام 〃
بیوہ کا نکاح اس کی زبانی اجازت سے ہے۔ ۲۵
کنواری کا بغیر اجازت نہ کیا جائے۔ 〃
ولایت نکاح میں احناف اور شوافع کا اختلاف۔ ۲۶
نابالغہ کے نکاح کے ثبوت میں دلیل واضح 〃
باپ دادا کا نابالغوں کا کیا ہوا نکاح ناقابل فسخ ہے۔ ۲۷
بعض حالات میں نابالغ اولاد کا نکاح کرنا ضروری ہو جاتا ہے 〃
کم از کم لڑکی کے بلوغ کی عمر نو برس ہے۔ 〃
لڑکیوں کا گھوڑے اور گڑیاں سے کھیلنا جائز ہے
۵۸ھ میں حضرت عائشہ نے انتقال فرمایا ۲۷
"بغیر ولی نکاح نہیں" کی مذہب احناف پر توجیہ۔ 〃
نکاح فاسد سے صحبت پر مہر مثل یا مقررہ مہر پہ لازم ہوگا۔ ۲۸
اختلاف ولایت میں حاکم ولی ہے جس طرح جس کا کوئی ولی نہ ہو
اس کا ولی سلطان ہے۔ 〃
بغیر گواہ کے نکاح کرنا زنا ہے اور صحبت حرام ہے۔
شیبہ نابالغہ کا نکاح اگر دادا کر دے تو ناقابل فسخ ہے۔ ۲۹
فسخ کے لئے شرط یہ ہے کہ علامت بلوغ دیکھتے ہی فسخ کرے
اور حاکم سے فیصلہ کرائے۔ 〃
جو غلام بغیر اپنے مولیٰ کی اجازت سے نکاح کرے وہ زانی ہے 〃
بچے کا اچھا نام رکھو کیونکہ نام کا اثر پڑتا ہے۔ ۳۰
حضور یا انبیاء یا صحابہ کے ناموں پر بچوں کے نام رکھو۔ 〃
واہیات نام نسیم، اختر، ریحانہ، گلفام وغیرہ نام رکھنے کی مذمت 〃
بچے کو بقدر ضرورت علم دین ضرور سکھائیے۔ 〃
جو باپ اولاد کا نکاح نہ کریں ان باپ پر بچے کے گناہ کا وبال ہے۔ ۳۰
باب نکاح کا اعلان، خطبہ اور شرط کا بیان۔ ۳۱
نکاح کے وقت دف پر اچھے اشعار پڑھنے کا حکم۔ ۳۱
صحابہ کرام کا اعتقاد تھا کہ حضور غیب جانتے ہیں۔ ۳۲
بچیوں کا گیت گانا مباح ہے۔ ۳۲
حضرت عائشہؓ کا نکاح بھی ماہ شوال میں ہوا اور رخصت بھی۔ ۳۳
ماہ شوال میں نکاح مستحب ہے۔ ۳۳
حضرت عائشہ محبوبہ محبوب رب العالمین تھیں۔
نکاح کی شرطیں زوجین ضرور پوری کریں۔
کسی کے پیغام نکاح پر دوسرا پیغام نہ دے جب تک نامنظور نہ کر دیا جائے 〃
ہونے والی زوجہ دوسری بیوی کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے۔

نکاح شغار کی ممانعت	۳۴
عورتوں سے متعہ کی ممانعت	〃
پالتو گدھے کا گوشت کھانا حرام ہے۔	۳۵
تشہد میں حضور کو دل میں جلوہ گر جان کر نماز میں سلام عرض کرے	۳۶
تشہد حاجت کے الفاظ۔	〃
جو شاندار کلام خدا کے ذکر سے غرض نہ ہو وہ ناقص ہے۔	۳۸
انصار مدینہ میں دف بجا کر گانے کا رواج تھا۔	۴۰
بیک وقت دو ولیوں کا نکاح کر دینے کا مسئلہ	۴۱
صحابہ کرام کا خوف و تقوی	〃
خصی ہو جانے کی ممانعت۔	〃
حضرت علی مرتضے متعہ کو حرام مانتے تھے	۴۲
متعہ زنا ہے اور اسلام میں زنا تمام قسموں کے ساتھ حرام ہے	〃
ننھی بچیوں کا جائز گیت گانے بیاہ شادی میں جائز ہے۔	۴۳
باب المحرمات (حرام کی گئی عورتوں کا بیان)	〃
حرام کی گئی عورتوں کی تفصیل۔	〃
رضاعی ماں کے وہ تمام اہل قرابت حرام ہیں جو اپنے نسب سے حرام ہوتے ہیں۔	۴۴
حضرت حمزہ حضور کے رضاعی بھائی بھی ہیں اور چچا بھی۔	۴۵
ایام رضاعت میں مطلقاً دودھ پینے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے	〃
بڑا بچہ اگر دودھ پی لے تو رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔	۴۶
ڈھائی برس کے بعد حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔	۴۷
بلا وجہ عورت کسی بچہ کو دودھ نہ پلائے اور جسے پلایا اسے مشہور کر دے۔	〃
نادانستگی میں رضاعی بہن سے نکاح ہو جائے تو فوراً جدائیگی ہو جائے۔	〃

کافرہ قیدیہ عورت سے بعد استبرا صحبت حلال ہے	۴۸
دو بہنوں کے اجتماع فی النکاح کی تفصیل	〃
دو بہنوں کے عدم اجتماع کی حکمت۔	۴۹
اسلام میں مجرموں کو سزا علانیہ دی جاتی ہے تاکہ عبرت ہو	〃
سوتیلی ماں سے نکاح کرنے پر اس کے قتل کا حکم۔	〃
مرتد کو قتل کرنے اور مال ضبط کرنے کا حکم۔	〃
بچے کے ڈھائی سال بعد دودھ پلانے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔	۵۰
دودھ پلانے والی کو دودھ کی اجرت دینے سے حق ادا نہیں ہوتا۔	〃
حضرت ابو الفضل عامر ابن واثلہ نے تمام صحابہ کے بعد رحلت فرمائی۔	۵۱
قیام تعظیمی کا ثبوت کہ حضور نے رضاعی والدہ کے احترام میں قیام فرمایا۔	〃
سوتیلی ماں کی بھی از حد تعظیم کرنی ضروری ہے۔	〃
زمانہ جاہلیت میں جن کی زیادہ بیبیاں تھیں انہیں حکم دیا کہ چار بیبیاں رکھکر باقی کو علیحدہ کردو	۵۲
زوجین اگر مسلمان ہو جائیں تو نکاح برقرار رکھا جائے گا۔	۵۳
سیدنا زینب بنت رسول اللہ کا نکاح بعد اسلام ابو العاص سے دوبارہ ہوا	۵۵
حضرت ابو العاص زوج بنت رسول کا قصہ۔	۵۵
حضور اکرم بوقت مسرت کھڑے ہو جاتے تھے۔	۵۶
نسب و سسرال سے سات عورتیں حرام ہوتی ہیں۔	〃
مدخولہ کی بیٹی سے نکاح حرام ہے غیر مدخولہ کی بعد طلاق بیٹی سے نکاح جائز ہے۔	〃
باب المباشرت (صحبت کرنے کا بیان)	〃

صحبت کرنے کے مسائل	۵۷
عورتوں سے وطی فی الدبر حرام قطعی ہے۔	〃
عزل کرنے کا مسئلہ۔	
باندی سے عزل کر سکتے ہیں۔	۵۸
عزل کرنے والے کا بچہ صحیح النسب ہوگا۔	〃
عزل سے تقدیر نہیں بدل سکتی۔	〃
اہل عرب قیدی کو غلام نہیں بنایا جائے گا۔	〃
جلق یعنی مشت زنی حرام ہے۔	۵۹
ہر منی سے بچہ پیدا نہیں ہوتا لہٰذا عزل کرنا عبث ہے۔	〃
حضور اکرم مالک احکام ہیں۔	۶۰
عزل کرنا خفیہ زندہ درگور کرنا ہے۔	〃
قیامت میں زندہ درگور کرنے والی لڑکیوں مانند عزل کے	
بارے میں سوال ہوگا۔	〃
بیوی سے صحبت کے حالات دوسروں سے نہ بتائے۔	۶۱
دبر اور حالت حیض مباشرت حرام ہے۔	〃
لڑکے کی دبر میں صحبت سخت حرام ہے اور فاعل کو قتل کیا جائے	۶۲
اپنی بیوی سے دبر میں صحبت کرنے والا ملعون ہے۔	۶۲
آزاد عورت سے بغیر اجازت عزل جائز نہیں	۶۳
حضور امتی کے لئے امتی سے سفارش فرما سکتے ہیں۔	۶۴
حضرت بریرہ کا واقعہ	〃
باب مہر کا بیان۔	۶۵
مہر کی تعریف اور اس کی مقدار	〃
حضور نے ایک عورت کا نکاح قرآن کے مہر سے فرمایا	۶۶
حضور کی بی بی ام حبیبہ کا مہر چار ہزار درہم تھا۔	۶۷
حضور کی عام ازواج کا مہر پانچ سو درہم تھا۔	〃

حضرت فاطمہ زہرا کا مہر ڈیڑھ سو تولہ چاندی تھا	۶۸
زوجہ کو بغیر کچھ دیئے زفاف نہ کرے۔	۶۹
عورت کو حق کل مہر معاف کردے یا مہر مثل سے کم کر دے۔	〃
جس عورت کا مہر مقرر نہ ہو اس کے لئے مہر مثل ہے۔	〃
حضرت ابن مسعود کو اپنے اجتہادی مسئلہ کی صحت معلوم ہو کر	
بہت خوش ہوئے۔	۷۰
نجاشی بادشاہ حبشہ نے ام حبیبہ کا نکاح حضور سے غائبانہ کیا	۷۱
باب الولیمہ	۷۲
ولیمہ سنت ہے اگرچہ ایک ہی بکری ہو۔	〃
حضرت صفیہ کا نکاح خیبر میں ہوا اور زفاف مدینہ منورہ کی واپسی	
پر کسی منزل میں ہوا اور وہیں ولیمہ ہوا۔	۷۴
ہر دعوت خصوصاً دعوت ولیمہ قبول کرنا ضروری ہے وجوب	
وسنت یا فرض میں اختلاف ہے۔	〃
بزرگوں کی فاتحہ کے کھانے تبرک ہیں سب کھائیں۔	
عام لوگوں کی میت کے کھانے سے مالدار احتراز کریں	۷۵
وہ دعوت بری ہے جس میں مالدار بلائے جائیں اور فقراء نہ بلائے	
جائیں۔	〃
گوشت کی تجارت سنت صحابہ ہے۔	۷۶
مہمان کے لئے پر تکلف کھانے تیار کرنا سنت ہیں۔	〃
حضرت ابو الہیثم نے خیال پر ایسے ایجاد فرمائے۔	〃
دعوت اور بلانے کے بارے میں ضروری مسائل کا بیان	〃
ایک صحابی آزاد کردہ غلام کا نام سفینہ رکھنے کی وجہ۔	۷۷
حضرت فاطمہ کے گھر پر دروازہ پر پردے لٹکے دیکھے تو حضور	
واپس ہو گئے اور دعوت میں شرکت نہ کی۔	〃
بلاوجہ شرعی جو دعوت قبول نہ کرے وہ نافرمان ہے۔	۷۸

جو بغیر دعوت جائے وہ چور ہو کر گیا اور لٹیرا ہو کر نکلا۔	٧٨
دو دعوتوں میں قریبی دروازہ والے کی دعوت قبول کرے۔	″
پہلے دن کی ناحق ہے دوسرے دن سنت تیسرے دن ریا۔	٧٩
مگر مقابلہ کی دعوتیں کرنیوالوں کی دعوت قبول نہ کرو	″
بدکاروں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا۔	٨٠
باب القسم یعنی باری کا بیان۔	٨١
علیہ، خرچہ، کپڑے، زیور، ہدیہ، سوغات اور شب باشی میں	
عدل و انصاف واجب ہے۔	″
حضور نے بوقت رحلت نو بیبیاں چھوڑیں۔	″
حضور ہر ایک پر باری سے تشریف لے جاتے۔	″
باری حضور پر گو فرض نہ تھی یہ خصوصیت ہے۔	″
بیوی اپنی باری سوکن کو دے سکتی ہے۔	٨٢
حضور بیوی کو سفر میں ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ ڈالتے تھے	″
کسی بی بی سے خاص میلان اور دلی محبت یہ خدا کی طرف سے ہے	٨٣
جو بیویوں میں انصاف نہیں کریگا اس کی کروٹ قیامت میں ٹیڑھی	
ہوگی۔	٨٥
عبادت میں مشغول ہو کر بیوی بچوں سے بے خبر ہو جانا سخت منع ہے	″
مقام سرف میں حضرت میمونہ سے نکاح کرنے کا واقعہ۔	″
زیارت قبر کے آداب۔	″
ازواج مطہرات کی تاریخ ہائے وفات۔	٨٦
بغیر قصور کے زوجہ کو طلاق دینا جائز ہے۔	″
باب بیویوں سے موافقت اور ہر ایک کے حقوق کا بیان	″
عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ان میں کج مزاجی رہے گی۔	٨٧
عورت تعلیم و تربیت سے سدھر جاتی ہے مگر سیدھی نہیں ہوتی۔	″
اگر بیوی میں دو ایک برائیاں ہوں تو برداشت کرو۔	″

بنی اسرائیل کی وجہ سے گوشت خراب ہونا شروع ہوا۔	٨٩
عورت میں فساد بسبب حضرت حوا کی میراث ہے۔	″
بیوی کو غلام کی طرح کوڑے نہ مارے۔	
گدے پر بیٹھنے کی ممانعت	
بچیوں کے لئے گڑیوں سے کھیلنا جائز ہے۔	[illegible]
حضرت عائشہ کو حضور نے حبشیوں کی تیر اندازی دکھائی۔	
حضرت عائشہ کا قصہ میں ادب و احترام کا ملحوظ رکھنا۔	٩٠
روافض کے اعتراض کا جواب۔	″
صحبت کے آداب۔	٩١
حضور کا علم سب سے زیادہ ہے۔	″
مانگے کے کپڑے پہننے والا رسوا ہوتا ہے۔	٩٢
ایلاء یعنی چار ماہ تک بیوی سے جدا رہنے کا مسئلہ	″
مرد عورت کا حاکم ہے۔ نافرمانی کی بات پر بطور تنبیہ سزا	
دے سکتا ہے۔	٩٣
حضرت صدیق و فاروق نے اپنی اپنی بیٹیوں کی گردن حضور	
کے سامنے مروڑی۔	″
والد اپنی شادی شدہ بیٹی کو سزا دے سکتا ہے	″
اللہ نے حضور کو اختیار دیا کہ جس بیوی کو چاہے رکھیں جسے چاہیں	
جدا فرمائیں یا جس سے چاہیں باری رکھیں یا نہ رکھیں۔	٩٥
حضرت عائشہ کے ساتھ حضور کے دوڑنے کا واقعہ۔	٩٦
کن چیزوں میں دوڑ جائز ہے دو طرفہ شرط حرام ہے۔	″
سب سے اچھا وہ ہے جو گھر والوں سے خلیق ہے۔	
مردہ کی غیبت بدترین گناہ ہے۔	
اطاعت گزار بیوی جنت کے ہر دروازہ سے جا سکتی ہے	٩٧
اگر سجدہ کا حکم ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کریں۔	″

مضمون	صفحہ
عرب کے علم و معلومات کا بیان۔	۹۸
بیویوں کو لباس پہنانا اور زیور پہنانا سنت ہے۔	۹۹
اصلاح کیلئے بیوی سے بول چال بند کر سکتے ہیں۔	〃
حضور نے اپنی بیوی کو کبھی نہ مارا۔	۱۰۰
کمزور پر مہربانی سنت خدا اور سنت رسول ہے۔	۱۰۱
حضرت قیس نے حضور کو سجدہ کرنے کی اجازت مانگی اور منع کر دیا گیا	۱۰۲
قبر کو سجدہ کرنا حرام ہے۔	۱۰۳
باپ، بڑا بھائی، شوہر، استاد، پیر اصلاح کے لئے مار سکتا ہے	〃
شوہر کی خاطر نماز میں تخفیف اور نفلی روزہ نہ رکھنے کا حکم۔	۱۰۴
حضور کو اختیار ہے چاہے قضا کرا دے اور ادا کو قضا کر دیں	۱۰۵
حضور کو اونٹ نے سجدہ کیا۔	〃
حضور کو درخت و پتھر اور جانور ہمیشہ سجدہ کرتے تھے۔	〃
حضور کا اپنے کو بھائی فرمانا تواضع و انکسار کے لئے ہے۔	۱۰۶
جس میں یہ چار خصلتیں ہوں اسے خیر کثیر دیا گیا۔	۱۰۷
دل شاکر کی حقیقت۔	〃
باب خلع اور طلاق کا بیان۔	۱۰۸
کچہریوں سے تنسیخ نکاح خلاف شرع اور غلط ہے۔	۱۰۹
خلع طلاق ہے فسخ نکاح نہیں۔ اس میں مرد ایک طلاق دے۔	〃
حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے مگر نافذ ہے۔	〃
کسی چیز کو خود پر حرام کر لینا قسم ہے اس پر کفارہ ہے	۱۱۰
قصہ مغافیر کی بو اور حضور کے قسم کا۔	۱۱۱
خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ترین طلاق ہے۔	۱۱۲
نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہے اگر نکاح معلق نہ ہو۔	۱۱۳
ہمیشہ روزے رکھنا امت کے لئے جائز نہیں ہے	〃
بلوغت کے بعد یتیمی نہیں ہے۔	〃

مضمون	صفحہ
خاموشی ہمارے یہاں عبادت نہیں۔	۱۱۲
حدیث رکانہ رضی اللہ عنہ،	۱۱۳
نکاح طلاق اور رجعت ارادۃً اور مذاق سے بھی واقع ہو جاتی ہے	۱۱۵
جبری طلاق کا مسئلہ۔	۱۱۶
مغلوب العقل (جو کہ نشہ) رنج سے نہ ہو اس کی طلاق نہیں۔	〃
نابالغ بچہ، سوتا ہوا آدمی، دیوانہ مرفوع القلم ہے۔	۱۱۷
باندی کی دو طلاقیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں۔	〃
بیک وقت تین طلاق دینے سے تینوں ہی واقع ہوں گی۔	۱۱۹
حضور کا بیٹی ماں اور دودھ پیتے کے درمیان فرق۔	〃
اگر تین سے زیادہ طلاقیں دیں تو تین سے مغلظہ ہو جائیں گی باقی لغو ہوں گی۔	〃
بعض اوقات طلاق دینا مستحب یا واجب ہوتی ہے۔	۱۲۰
باب تین طلاق دی ہوئی عورت کا بیان	〃
حلالہ میں دوسرا شوہر جب تک صحبت نہ کرے پہلے کے لئے جائز نہ ہو گی۔	۱۲۱
حلالہ میں حلال ہونے کے لئے ضروری مسائل۔	〃
حضور نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا دونوں پر لعنت فرمائی۔	۱۲۲
ایلاء کا مسئلہ	〃
ظہار کا مسئلہ اور کفارہ۔	۱۲۳
سلمہ ابن صخر کے لئے حضور نے ظہار کا کفارہ سولہ صاع کھجوریں دلوائیں۔	۱۲۴
کفارہ سے پہلے اگر صحبت واقع ہو جائے تو ایک ہی کفارہ ہے	۱۲۵
بے قصور کو سزا دینا گناہ ہے۔	۱۲۷
باب اللعان (لعان کی تعریف)	〃

بجز لعان کے کسی مسلمان پر لعنت نہیں کرسکتے البتہ لعنت باوصف جائز ہے۔	۱۲۸
خاوند و بیوی حاکم کے سامنے جاکر لعان کریں بلکہ مجمع بھی ہو۔	؍؍
لعان کے بعد حاکم کے فیصلہ سے عورت بالکل خارج ہوجاتی ہے اب وہ طلاق کا محل نہیں۔	۱۲۹
گناہ سے صحابہ کی عدالت میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ وہ توبہ کر لیتے ہیں۔ اور قرآن گواہی دیتا ہے	؍؍
صحبت سے مہر مؤکد ہوتا ہے ملاعنہ سے مہر نہیں دلایا جائیگا۔	۱۳۱
قذف یعنی تہمت کی حد اسی کوڑے ہیں۔	؍؍
علم غیب پر ایک شبہ کا ازالہ	۱۳۲
لعان سے کوئی بھی فاسق نہیں ہوتا اس کا معاملہ خدا پر ہے۔	۱۳۳
قصاص، حدود اور رجم صرف حاکم ہی جاری کرتا ہے۔	؍؍
سردار قوم غیرت مند ہی چاہیئے۔	۱۳۴
حضور تمام صفات کمالیہ میں تمام خلق سے افضل ہیں۔	؍؍
حمد الٰہی بہترین عبادت ہے۔	۱۳۵
حیاء و غیرت صفت الٰہی ہے جسے یہ مل گئے سب کچھ مل گیا	؍؍
بچہ میں مختلف رنگ ہونا رب کی قدرت ہے۔ اس پر شبہ نہ کرے۔	۱۳۶
رنگ شکل وغیرہ کمزور علامتیں ہیں محض اس بنا پر کسی پر تہمت نہ رکھے۔	؍؍
لعان کے لئے صریح انکار اولاد ضروری ہے۔	؍؍
مالی دعویٰ کی مانند نسب کا دعویٰ ہوسکتا ہے۔	۱۳۷
مشرق و مغرب میں دو جگہ کے رہنے والے سے بچہ پیدا ہونے کا مسئلہ۔	؍؍
اسلام میں زانی سے نسب ثابت نہیں۔	؍؍
قیافہ سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔	۱۳۸
اپنے غیر باپ کی طرف نسبت کرنے والے پر جنت حرام ہے۔	۱۳۹
جو باپ اپنے بچہ کا جان بوجھ کر انکار کرے گا وہ جنت سے محروم ہوگا۔	۱۴۰
فاحشہ بدکار بیوی کو طلاق دے دینا بہتر ہے۔	؍؍
مجہول نسب بچہ کی نسبت کا مسئلہ۔	۱۴۱
بلاوجہ کسی پر بدگمانی کرنا غیرت نہیں بلکہ فتنہ فساد ہے۔	۱۴۲
زمانہ جاہلیت کے زنا پر حد زنا جاری نہ ہوگی۔	۱۴۳
مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے نہیں ہوسکتا۔	۱۴۴
عدت کا بیان	۱۴۵
عدت تین قسم کی ہے۔	۱۴۶
زمانہ عدت میں خرچہ و مکان دینا ہے۔	۱۴۷
پیغام نکاح کے موقعہ پر ایک دوسرے کی خبر دینا جائز ہے	؍؍
نکاح میں بزرگوں سے مشورہ لینا سنت ہے۔	۱۴۸
بیوی کو مارنا جائز ہے مگر اچھا نہیں۔	؍؍
عدت میں عورت مجبوری سے مکان بدل سکتی ہے۔	۱۴۹
حدیث فاطمہ بنت قیس مضطرب اور ناقابل عمل ہے۔	؍؍
حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔	۱۵۰
عدت وفات میں سیاہ سرمہ لگانے کا مسئلہ۔	؍؍
عدت وفات چار ماہ دس دن ہے۔	۱۵۱
بیوہ کے سوا سب پر تین دن سے زیادہ سوگ نہیں	؍؍
روافض کی پیروی نہ کی جائے۔	؍؍
سوگوار بیوہ نہ رنگے کپڑے نہ سرمہ و خوشبو استعمال کرے	۱۵۲
پہلا حکم بغیر عمل کئے بھی منسوخ ہوسکتا ہے۔	۱۵۳
معتدہ وفات کو دن میں ایلوے کا لیپ بھی جائز نہیں۔	۱۵۴
اگر عدت طلاق کے تیسرے حیض میں شوہر وفات پائے	

مضمون	صفحہ
توعدت وفات میں علماء کا اختلاف۔	۱۵۵
عدت طلاق کے دوران عورت کو حرام کا حمل رہ جائے تو عدت	
حمل جننے سے پوری ہوگی۔	۱۵۶
بچہ کو دودھ پلانے کی وجہ سے حیض نہ آئے تو علاج کرا کر	
حیض جاری کرائے تب اس کی عدت پوری ہوگی	؍؍
باب الاستبراء	؍؍
بغیر استبراء کے لونڈی سے مجامعت موجب لعنت ہے۔	۱۵۷
حاملہ بالزنا سے نکاح حلال ہے مگر صحبت حرام	۱۵۸
تقسیم سے پہلے غنیمت کسی کی ملکیت نہیں ہوتی جو فروخت کرے اسے حلال نہیں	؍؍
مسئلہ استبراء میں امام مالک کی حدیث۔	؍؍
باب النفقات وحق المملوک۔	۱۵۹
نفقہ کے معنی اور اقسام اور مملوک کے مالک پر حقوق کی قسمیں	؍؍
بیوی اپنی اور اپنے بچوں کی ضرورت کے مطابق بغیر علم کے شوہر	
کے مال سے لے سکتی ہے۔	۱۶۰
غلام اور لونڈی کا خرچہ مالک پر فرض ہے۔	؍؍
عبداللہ بن عمرو نے خود کھانا کھانے سے پہلے غلاموں کو کھلایا	۱۶۱
جانور پر ظلم کرنا انسان پر ظلم کرنے سے زیادہ گناہ ہے۔	۱۶۲
غلام یا نوکر کھانا تیار کرے تو اسے اپنے ساتھ کھلاؤ	؍؍
غلام جب بیوی کی خیر خواہی کرے اور خدا کی عبادت کرے تو	
اسے دونا ثواب ہے۔	؍؍
غلام پر حد قذف نہیں مگر تعزیر ہے۔	۱۶۳
تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کے ہیں۔	۱۶۵
بوقت حاجت ہر ذی رحم قرابت دار کا نفقہ مالدار عزیز پر واجب ہے	؍؍
انسان کی اولاد اس کی کمائی ہے۔	؍؍
یتیم کا سرپرست اگر مسکین و غریب ہو تو بقدر ضرورت یتیم کا مال	
[illegible] ہے چند قیود کے ساتھ	۱۶۶
خوش خلقی برکت ہے اور بد خلقی نحوست	۱۶۷
جب کسی کو مارو اور وہ خدا کا ذکر کرے تو ہاتھ روک لو	؍؍
ہر دو ذی رحم قرابتداروں میں جدائی نہ کرو۔	۱۶۸
کمزوروں، دیوانوں اور ماں باپ پر شفقت کرو۔	۱۶۹
نمازی کو نماز میں درست کرو گی اور پیٹ کی ضرورت نہ ہوگی	؍؍
شرعی حد توڑی تو کبھی قصور معاف نہیں کئے جاتے	۱۷۰
جو غلام یا جانور موافق ہو اسکی قدر کرو اور جو ناموافق ہو فروخت کردو ستاؤ نہیں	۱۷۱
جانور کا چارہ پانی مالک پر واجب ہے۔	؍؍
بوڑھوں کو پنشن دینے کی اصل واقعہ۔	۱۷۲
سفر میں کوئی ساتھی بیمار ہو جائے تو اسکے مال سے علاج یا کفن دفن کر سکتے ہیں	؍؍
جو شخص اپنی بیوی بچوں کو چھوڑ کر علیحدہ اکیلا کھائے وہ بدترین شخص ہے۔	۱۷۳
باب بچہ کی جوانی اور لڑکپن میں اس کی پرورش۔	۱۷۴
لڑکی کی بلوغ کی عمر ۹ سے ۱۵ سال۔ لڑکے کی بلوغ کی عمر ۱۲ سے ۱۸ تک۔	۱۷۵
حضرت علی سے فرمایا۔ انت منی وانا منک تم مجھ سے ہو میں تم سے	۱۷۶
حضرت زید سے فرمایا تم ہمارے بھائی اور محبوب ہو	۱۷۷
چھوٹے بچے کی پرورش کا حق ماں کو ہے۔	؍؍
کتاب العتاق (غلاموں کو آزاد کرنے کا بیان)	۱۸۰
مسلمان غلام کو آزاد کرنے کے فضائل۔	؍؍
اگر تم کسی کی مدد نہ کر سکو تو یہ تو کرو کہ تم سے کسی کو نقصان نہ پہنچے۔	۱۸۱
جنت میں درجہ اولیت دینے والے خصائل و اوصاف۔	۱۸۲
قتل خطا پر بھی مواخذہ ہوگا۔ خطا کرنا جرم ہے۔	۱۸۴
باب مشترک غلام آزاد کرنا اور اس کے مسائل۔	۱۸۵
مرتے وقت صدقہ و خیرات اور ہبہ کرنا درست ہے۔	۱۸۶
مرنے کو دینی قصور کی وجہ سے برا کہا جا سکتا ہے۔	؍؍

یہ بھی کسی والے پر لقب حضور کی بشارت سے مشہور ہوا۔	۱۸۷
اچانک موت غافل کے لیے اللہ کی پکڑ ہے کہ اسے توبہ کا موقعہ	
نہیں ملتا اور وصیت کرنے کا۔	۱۹۴
باب الایمان والنذور یعنی قسموں اور نذروں کا بیان	〃
باپ دادوں۔ بے قسم کھانے کی ممانعت۔	〃
جس مال سے جوا کھیلنے کا ارادہ ہو اسے صدقہ کرنے تاکہ ارادہ	
گناہ کا کفارہ بن جائے۔	۱۹۵
جس نے جس آلہ سے خودکشی کی ہے اسی آلہ سے اسے عذاب دیا جائیگا	۱۹۶
جو مال بڑھانے کے لئے جھوٹا دعویٰ کرے خدا اسکا مال اور کم کرے گا	〃
حکومت و سرداری کی خواہش نہ کرو۔	۱۹۷
قسم توڑنے میں نام الٰہی کی بےحرمتی ہے اس لئے کفارہ ہے۔	〃
قسم میں کسی جگہ توریہ جائز ہے۔	۱۹۸
لغو و قسم کا مسئلہ۔	۱۹۹
غیر خدا کی قسم کھانا شرک ہے۔	۲۰۰
طلاق، نکاح اور عتاق میں متصلاً انشاءاللہ کہدیا تو نہ طلاق ہے	.
نہ عتاق نہ نکاح اور نہ قسم۔	۲۰۱
باب نذروں یعنی منتوں کے بیان میں۔	۲۰۲
معصیت و نافرمانی کی نذر پوری نہ کرنی چاہئے۔	۲۰۴
نذر کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا ہے۔	〃
خاموش رہنے کھڑا رہنے کی نذر توڑے اور کفارہ دے۔	〃
عبادت میں خدا کی رضا کیساتھ رسول کی رضا کی نیت کرنا شرک نہیں	۲۰۶
جو شخص سارے مال کے خیرات کی نذر مانے وہ چند دن کا	
خرچ رکھ کر سب خیرات کردے۔	〃
جو شخص میلاد شریف اور گیارھویں کی نذر مانے وہ ضرور پوری کرے	۲۰۸
تشبیہ بالکفار حرام یا کفر ہے۔	〃

حضرت ابولبابہ کی توبہ کا واقعہ۔	۲۰۹
مسجد حرام مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے فضائل۔	۲۱۰
کتاب القصاص۔	۲۱۳
اسلام سے نکلنے والے مرتد کو حاکم اسلام قتل کرے گا۔	۲۱۴
بحالت قتال کفار کے قتل و زخم کا قصاص نہیں۔	۲۱۵
جان کے خوف کا فر کلمہ پڑھے تو قتل نہ کیا جائے۔	۲۱۶
حضرت علی کے مقابل نے آپ پر تھوک دیا تو آپ نے اسے چھوڑ دیا	〃
خودکشی کرنے والا ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔	۲۱۷
طفیل ابن عمرو کو دعا دی ان کی پیشانی پر نور چمکا	۲۱۹
میت کا سفید لباس اور سفید چہرہ خواب میں دیکھنا بخشش کی علامت ہے	〃
ایک صحابی کی بخشش حضور کی خدمت میں حاضری کی وجہ سے ہوئی۔	〃
مومن کا خواب از قسم وحی الٰہی ہے۔	۲۲۰
جو فوائد حضور کی حیات میں حاصل تھے وہ اب بھی حاصل ہیں	〃
قصاص میں دیت لینے اور دینے کا مسئلہ۔	〃
بھاری چیز پتھر وغیرہ سے مار ڈالنے پر قصاص ہے	۲۲۱
" و اقسم علی اللہ لابرہ " کا ظہور	۲۲۲
زمانہ حیدری میں روافض پیدا ہوچکے تھے۔	〃
دنیا کا مٹ جانا خدا کے یہاں مسلمان عارف کے قتل سے	
آسان ہے۔	۲۲۳
بعض لفظ عربی ایسے ہیں جہاں حضور کے ارشاد کے مقابلہ	
میں لغت جھوٹی ہے۔	۲۲۴
قتل ناحق کی نحوست سے آدمی توفیق خیر سے محروم ہوجاتا ہے	۲۲۵
قتل ناحق لائق بخشش نہیں اس کی سزا ضرور ملے گی۔	۲۲۶
بیٹے کی وجہ سے باپ سے قصاص لیا جائے بلکہ دیت لی جائے	〃
سراقہ کو کسریٰ کے کنگن پہننے کی بشارت دی۔	۲۲۷

دھوکے سے قتل کے واقع ہونے کا مسئلہ۔	۲۳۰	مرتد کسی رحم کا مستحق نہیں	۲۶۷
سازش سے قتل کر دینے پر تمام قاتلوں کو قتل کر دیا جائے۔	۲۳۲	چیونٹیوں کا جلانا ممنوع ہے۔	۲۶۸
جس حکومت میں قتل و خونریزی ہو اس کا بادشاہ بھی قیامت		ایک قوم ایسی ہوگی جو قرآن پڑھے گی مگر گلے سے نیچے نہ اترے گی	٫٫
میں پکڑا جائے گا۔	٫٫	بے دین ساری مخلوق سے بدتر ہے۔	٫٫
قاتل کا معاون بھی قتل کیا جاوے گا۔	۲۳۳	کسی کو جائز نہیں کہ غصے میں کسی کو ڈرائے	۲۷۰
باب الدیات (دیتوں کا بیان)	٫٫	شاتم رسول یہودیہ کا ایک صحابی نے گلا گھونٹ دیا۔	۲۷۲
قاتل کسی چیز کا وارث نہیں۔	۲۳۵	جادوگر کو قتل کر دینے کا حکم۔	۲۷۳
جو بغیر علم طب کے علاج کرے وہ ضامن ہے اس سے		خارجیوں کا آخری گروہ دجال کے ساتھ ہوگا۔	۲۷۵
ہلاک ہونے والا خطا کا مجرم ہے۔	۲۳۷	کتاب الحدود۔ مقررہ سزاؤں کا بیان	۲۷۶
باب ان جرموں کا بیان جن کا ضمان نہیں دیا جاتا۔	۲۳۹	زنا کی حد	۲۷۷
لپٹنے بچھاڑنے میں اگر کوئی ہلاک ہو جائے تو اس کا قصاص نہیں۔	۲۵۰	رجم کا حکم کتاب اللہ، سنت اور اجماع صحابہ اور اجماع	
جو مال میں ملاوٹ کرے یا دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔	۲۵۳	امت سے ثابت ہے اس کا انکار کفر ہے۔	۲۷۹
آج کی عریاں عورتوں ظالم حاکموں کی خبر حضور نے پہلے ہی دی تھی	۲۵۵	باہم جرم کی معافی مانگ لو جو جرم حاکم تک پہنچ جائیگا اس پر	
باب القسامت یعنی نامعلوم قاتل پر قسمیں لینا۔	۲۵۸	لازمی حد قائم ہو جائے گی۔	۲۹
چھوٹوں کو چاہئے کہ گفتگو میں بڑوں سے سبقت نہ کرے۔	۲۵۹	حاکم کا معافی میں غلطی کرنا سزا میں غلطی کرنے سے بہتر ہے۔	۲۹۲
باب۔ مرتد اور فسادیوں کے قتل کرنے کے بیان میں	۲۶۱	جبراً عورت سے زنا پر عورت کو معافی ہے۔	٫٫
روافض کی ابتداء	۲۶۲	وطی فی الدبر یعنی اغلام پر فاعل مفعول دونوں کو مار ڈالو۔	۲۹۵
حضرت علی نے زندیقوں کو آگ میں جلوایا۔	٫٫	چوپائے سے صحبت کرے تو اسے قتل کردو	٫٫
حضرت ابن عباس کے نزدیک مرتد کی سزا صرف قتل ہے آگ میں		لڑکے سے بدفعل حرام قطعی ہے۔	۳۰۰
جلانا نہیں۔	٫٫	باب چوری میں ہاتھ کاٹنے کا بیان۔	۳۰۱
دیوبندی وہابی خوارج کی مانند ہیں۔	۲۶۳	ایک چور کو بالآخر قتل ہی کیا گیا جو حضور نے فرمایا وہ ہو کے رہا	۳۰۸
وہابی دیوبندیوں کا آخر زمانہ میں خروج کی پیشین گوئی۔	٫٫	صحابہ کا عقیدہ تھا کہ حضور ہر شخص کے اگلے پچھلے حالات کے خبردار ہیں	۳۱۰
خارجی فرقہ کے نکلنے کی خبر۔	۲۶۴	باب الشفاعۃ فی الحدود، حدود میں سفارش کرنا۔	۳۱۱
قبیلہ عکل کے لوگوں کو اونٹ کا دودھ و پیشاب پینے کا حکم فرمایا	۲۶۵	چور کے دکیلوں اور سپرشروں کے لئے مقام عبرت۔	۳۱۳
اگر مجرم کئی قسم کے جرم کرے تو حاکم تمام قصاصوں کو جمع کر سکتا ہے۔	۲۶۷	باب حد الخمر۔ شراب کی سزا کا بیان۔	۳۱۴

مضمون	صفحہ
غیرت وشرم دلاتے وقت اللہ اور اس کے رسول کی غیرت دلانی چاہئے۔	۳۱۸
باب، سزا یافتہ مجرم کو بددعا نہ کرنے کا باب۔	۳۲۰
ایک صحابی کا مزاحی لقب "حمار" تھا۔	"
باب التعزیر۔ غیر مقرر سزا کا بیان۔	۳۲۴
باب شراب اور اس کے پینے والے کی وعید کا بیان۔	۳۲۶
شراب دوا نہیں تری بیماری ہے فرمان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)	۳۳۰
جو شراب پئے گا اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہ ہوگی اور اس کے دل سے نور ایمان نکل جائے گا۔	۳۳۱
چالیس عدد کی برکتیں۔	"
جادو کی تصدیق کرنے والا جنت میں نہ جائے گا۔	۳۳۴
شراب نوشی اور بت پرستی یکساں حماقت ہے۔	۳۳۸
خاتمہ- بھنگ چرس افیون تمباکو کا مسئلہ۔	"
حاکم وقاضی بننے کا بیان۔	"
یزید پلید نہ سلطان تھا نہ حاکم۔	۳۴۰
سلطان اسلام اگر خلاف شرع حکم کرے تو اطاعت نہ کی جائے	"
فاسق وفاجر حاکم وقاضی ہو سکتا ہے۔	۳۴۱
جو نئے مذاہب ایجاد کرتے ہیں وہ تفریق مسلمین کرتے ہیں ان سے جنگ کرو	۳۴۴
آج کی جمہوریت خدا کا عذاب اور اس کی لعنت ہے۔	۳۴۸
دنیاوی امارت وحکومت طلب کرنا ممنوع ہے۔	"
حکومت قیامت کے دن رسوائی وندامت ہے۔	۳۴۹
تم اپنے گھر کے محافظ ہو گھر اور بچوں کی رکھوالی ہے۔	۳۵۱
جو ترک لوگ ظالم حکام ہیں۔	۳۵۲
انصاف والے حکام نور کے منبروں پر ہوں گے۔	۳۵۴
حکام احتیاط سے کام کریں کیونکہ تلوار کی دھار پر ہیں۔	۳۵۹

مضمون	صفحہ
حضرت کعب بن عجرہ کے اسلام لانے کا واقعہ	۳۵۹
میرے بعد عنقریب کم عقل سلاطین ہوں گے (غیبی خبر)	۳۶۰
جو ظالم حکام کے درزی کے ہاتھ سوئی بیچے وہ بھی ظالم کا مددگار ہے	"
سلطان کے لئے اچھا وزیر خدا کی رحمت ہے۔	۳۶۲
خلفائے راشدین کے وزیر حضرت علی تھے اور حضرت علی کے مشیر خوارج وغیرہ تھے۔	"
حضرت معاویہ کو سلطنت کی بشارت اور نصیحت	۳۶۴
سنہ ۶۰ کی ابتداء اور لونڈوں کی حکومت سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی۔ اس سے مراد یزید ہے۔	۳۶۸
حضور نے ایک مجلس میں حضرت علی ومعاویہ کے درمیان جنگ کی خبر دی اور معافی ورضائے الٰہی کی بشارت۔	"
جیسے تم ہوگے ایسے ہی حکام تم پر مسلط ہوں گے۔	"
مسلمان بھائی کو ڈرانے کیلئے گھور کر دیکھنے کی ممانعت۔	۳۷۰
باب۔ حکام پر آسانی کرنا واجب ہے۔	۳۷۱
باب فیصلوں پر عمل کرنا اور اس سے ڈرنا۔	۳۷۴
غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔	"
مجتہد مصیب کے لئے دونا ثواب ہے۔	"
جو قاضی بنایا گیا اسے بغیر چھری کے ذبح کیا گیا۔	۳۷۷
فیصلہ کے ماخذ کتاب سنت اجماع اور اجتہاد۔	۳۷۹
ظالم حاکم چالیس سال تک جہنم کے گڑھے میں گرتا رہے گا۔	۳۸۱
باب حکام کی تنخواہ اور ان کے تحفے۔	۳۸۶
حضرت صدیق کے تنخواہ کی مقدار۔	۳۸۷
باب الاقضیۃ والشہادات۔	۳۹۲
مقدمات کے فیصلہ میں ضروری نوٹ۔	۳۹۵
ایک گواہی خبر ہوتی ہے شہادت نہیں۔	۳۹۶

مدعی اگر مدعا علیہ کو فاسق کہے تو اس کا ثبوت نہیں اور		شہید کا سوائے قرض کے سب کچھ معاف ہو جاتا ہے۔	۴۲۲
اگر مدعا علیہ کے گواہوں کو فاسق کہے تو عدالت فسق کا ثبوت لے گی	۳۹۷	بی بی ربیع کا حضرت حارثہ کی شہادت کے متعلق سوال	۴۲۴
جب دو فریق شہادت میں جلدی کریں تو قرعہ ڈالا جائے۔	۳۹۸	بدر کی وجہ تسمیہ۔	۴۲۵
جب دو شخص ایک ہی چیز پر دعویٰ کریں اور دلیل نہ ہو تو اسکا فیصلہ	۳۹۹	جنت تلواروں کے سایہ اور ماں کے پاؤں کے نیچے ہے	″
قسم کھانیوالے سے قسم میں بعض صفتوں کا ذکر کیا جائے۔ تاکہ		جنت کا طول و عرض۔	″
ہیبت الٰہی پیدا ہو۔	۴۰۱	لفظ شہید کی تشریح	۴۲۶
کافر کی گواہی مسلمان کے خلاف معتبر نہیں قسم معتبر ہے۔	۴۰۲	شہید کون کون ہیں؟	″
ناجائز مال میراث میں تقسیم نہ ہوگی۔	″	سریہ۔ لشکر۔ غزوہ۔ فوج کا فرق۔	۴۲۷
کفر و شرک کی تعریف۔	۴۰۳	جہاد کا اصل مقصد کیا ہونا چاہئے۔	۴۲۹
خائن اور فاسق معلن کی گواہی عدالت میں مقبول نہیں۔	۴۰۵	**فصل ثانی**	۴۳۱
بجلو ماکر رشتے لگانے ہوئے کی گواہی مردود ہے۔	″	اسلام میں جہاد کبھی منسوخ نہیں۔	″
ان لوگوں کا بیان جن کی گواہی مردود ہے۔	۴۰۶	مسیح کے معنے	″
ملزم کو قید کرنا بھی حکم شرعی سے ہے۔	۴۰۸	جہاد کی اقسام	۴۳۲
کتاب الجہاد۔	۴۰۹	شہید کا عمل بڑھتا رہتا ہے۔	۴۳۳
پہلی فصل	″	شہید کے خون سے مشک کی خوشبو آئے گی	۴۳۴
مجاہدین کا جنت کا مرتبہ۔	″	راہ خدا میں چلنے کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہو سکتے	۴۳۵
مجاہدین کو جہاد میں آنے جانے پر ثواب ہے۔	۴۱۰	کسی بندے کے دل میں بخل اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے۔	۴۳۶
بار بار زندگی و شہادت کی تمنا۔	۴۱۲	رونے والی آنکھ اور پہرے دار کی آنکھ کو آگ نہ چھوئے گی۔	۴۳۷
مجاہد کا ہر عمل تا قیامت جاری رہتا ہے۔	۴۱۳	نفل عبادت کی وجہ سے فرض و واجب ترک نہیں کر سکتے	۴۳۸
راہ خدا کے غبار کو آگ نہیں چھوتی۔	۴۱۴	رباط کیا کیا ہیں۔	۴۳۹
مجاہدین کی عورتوں بچوں کی حفاظت	۴۱۶	شہید پاکدامن اور پاکباز جنت میں پہلے داخل ہوں گے۔	۴۴۰
شام و روم کے مسلمان اکثر جہاد کرتے رہیں گے۔	۴۱۷	عفیف و متعفف کی تشریح۔	″
شہید بار بار دنیا میں آنے کی تمنا کرتا ہے۔	۴۱۸	عمل، صدقہ، جہد، ہجرت، جہاد میں کون سے افضل ہیں۔	۴۴۰
شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے جسموں میں رہتی ہیں۔	۴۱۹	ہجرت کے اقسام۔	″
حدیث حارثہ سے چند مسائل و فوائد۔	۴۲۰	حج مبرور کیا ہے؟	۴۴۱

شہید کے چھ درجے ہیں۔	۴۴۳	ہر زمانہ میں حضرت [illegible] سات لاکھ [illegible] ہیں	۴۶۰
شہید کو نزع میں معمولی سی تکلیف ہوتی ہے۔	〃	شہید کی چار قسمیں ہیں	۴۶۲
اللہ کو دو قطرے بہت پسند ہیں۔	۴۴۴	انبیاء کا کوئی ہمسر ہم مرتبہ نہیں ہو سکتا۔	۴۶۳
سمندری سفر حج و عمرہ و جہاد کو مانع نہیں۔	۴۴۵	شہادت گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔	〃
سمندری سفر کا ثواب۔	〃	[illegible] گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔	۴۶۴
شہید حقیقی شہید حکمی۔	۴۴۶	شہید کے بارے میں امام اعظم و امام شافعی کا اختلاف	〃
غازی کو واپسی پر بھی جہاد کا ثواب ملتا ہے۔	〃	منافق شہادت سے جنتی نہیں ہوتا۔	۴۶۵
ہم بہت سے ملکوں کے فاتح ہوں گے۔	۴۴۷	ایک پہرے دار مجاہد کے جنتی ہونے کی گواہی	〃
جہاد میں مزدوری لینے والا ثواب سے محروم ہے مزدوری جائز نہیں	۴۴۸	مسلمان مردوں کو بھلائی کے ساتھ یاد کرو	۴۶۶
مجاہد کا ہر فعل عبادت ہے۔	۴۴۹	باب آلات جہاد تیار کرنے میں۔	〃
سیاح کے اقسام۔	〃	**فصل اول**	
جہاد مقبول و مردود کا فرق	〃	حضور ﷺ نے تیر اندازی و نشانہ درست رکھنے کی تاکید فرمائی۔	〃
جس حال میں مرے گا اسی حال میں اٹھے گا۔	۴۵۰	روم کی فتح کی بشارت	〃
جو حاکم شرع شریف جاری نہ کرے اس کی جگہ دوسرا حاکم چن لو۔	〃	تیر اندازی چھوڑنے والا ہم سے نہیں۔	۴۶۷
	〃	حضرت اسماعیل علیہ السلام تیر انداز تھے۔	۴۶۸
اصل مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔	〃	ہم سب کے ساتھ ہیں	
الفصل الثالث، تیسری فصل		گھوڑے کے بالوں میں برکت ہے اس کی خدمت کرو	۴۶۹
اسلام میں رہبانیت نہیں۔	۴۵۱	گھوڑے کی خوراک لید اور پیشاب میزان میں تولے جائیں گے۔	〃
جہاد سے جنت میں دو سو درجے بلند ہوتے ہیں	۴۵۲	گھوڑ دوڑ بغیر شرط جائز و سنت ہے۔	۴۷۱
تلواروں کے سایوں میں جنت ہے۔	〃	**دوسری فصل**	〃
شہیدوں کو مردہ نہ کہو۔	۴۵۳	تین کھیل جائز ہیں۔	۴۷۲
اقسام و اجزا کا فرق۔	۴۵۴	تیر اندازی غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔	۴۷۳
مومن کے تین اقسام	〃	جوا حرام ہے۔	۴۷۴
دنیا میں لوٹنے کی تمنا صرف شہید کرتا ہے۔	۴۵۷	ہار جیت کی جائز صورت	۴۷۵
[illegible] بھی تین طرح ہے۔	۴۵۹	بہتر گھوڑا سفید پیشانی سیاہ رنگ والا ہے۔	۴۷۶

تین قسم کے گھوڑے بہت اعلیٰ ہوتے ہیں۔	۴۷۶
گھوڑے کا کونسا رنگ بہتر ہے۔	۴۷۷
دینی چیزوں کو آراستہ کرنا سنت سے ثابت ہے۔	۴۷۸
خچر پیدا کرنا مکروہ ہے۔	۴۷۹
تلوار پر سونے چاندی کا استعمال ممنوع ہے	۴۸۰
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں استعمال فرمائیں۔	،،
بڑا جھنڈا سیاہ چھوٹا جھنڈا سفید تھا۔	۴۸۱
تیسری فصل	۴۸۲
باب سفر کے آداب (طریقے ہیں) پہلی فصل	۴۸۳
سفر کے اقسام	،،
حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن سفر زیادہ پسند فرماتے تھے	،،
جہاں کتا رہتا ہو فرشتے نہیں رہتے۔	۴۸۴
خشکی و سرسبزی کے سالوں میں سفر کے احکام	۴۸۵
مسافر کو مسافر سے کیسا برتاؤ کرنا چاہئے۔	۴۸۶
سفر عذاب کا ٹکڑا ہے۔	۴۸۷
سفر کی واپسی پر استقبال کرنا سنت ہے۔	۴۸۸
مسافر کا رات میں گھر آنے کا حکم۔	۴۸۹
مسافر کا گھر پہنچ کر قربانی اور آمد و روانگی پر دو دو رکعت ادا کرنا سنت ہے۔	۴۹۰
دوسری فصل	۴۹۱
سفر شروع کرنے کے اوقات اور فوائد۔	،،
سفر میں مسافر کتنے ہونے چاہئے۔	۴۹۲
اور بہتر یہ ہے کہ ان کا امام امیر ہے۔	،،
بہتر مسافر اور بہتر لشکر کون سے ہیں۔	۴۹۳
حضور صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے پیچھے رہتے تھے	،،

مسافر دوران سفر و قیام کے جانور ہیں۔	۴۹۴
بدر کے سب دن جنگ کی تفصیل۔	،،
ایک اونٹ پر حضور، حضرت علی و ابولبابہ باری باری سوار ہوتے	۴۹۵
زمین سے اپنی ضروریات پوری کرو۔	،،
بعض گھر اور اونٹ شیاطین کے ہوتے ہیں۔	۴۹۶
راستے بند کرنے کی ممانعت۔	۴۹۸
سفر سے واپس آنے کے اوقات۔	،،
تیسری فصل	،،
حضور کا حکم تمام عبادات پر فوقیت رکھتا ہے۔	۴۹۹
قوم کا سردار خادم ہے۔	۵۰۰
باب ۔ کفار کو دعوت	
اسلام دینا اور خط لکھنا۔	۵۰۱
پہلی فصل	،،
ہرقل اعظم کے نام خط۔	۵۰۲
بسم اللہ کے فوائد۔	۵۰۴
شاہان وقت کے نام کے خطوط	۵۰۵
جہاد میں تین باتوں کی دعوت اور چار چیزوں کی ممانعت	۵۰۶
مہاجرین کا حکم۔	۵۰۷
غنیمت اور فئی کی تقسیم	۵۰۸
جنگ کی تمنا نہ کرو اور شروع ہونے پر ڈٹ جاؤ۔	۵۰۹
جنت تلواروں کے سایہ میں ہے	۵۱۰
فتح خیبر	،،
دوسری فصل	۵۱۲
جہاد کرنے کا وقت	،،
نمازیوں کا گھوڑوں کے سینے دعا سنت انبیاء ہے۔	۵۱۳

جہاد و قتال میں مسلم و کافر کا امتیاز ضروری ہے۔	۵۱۴
تیسری فصل	
حضرت خالد کا خط رستم اور مہران کے نام۔	ایضاً
باب جہاد میں جنگ	۵۱۵
پہلی فصل	ایضاً
جہاد، قتال، غزوہ کا فرق۔	ایضاً
جنگ میں دھوکہ ہے۔	۵۱۶
عورتیں جہاد میں زخمیوں کی دوا و علاج کر سکتی ہیں	۵۱۷
عورتوں بچوں کے قتل کے احکام	۵۱۸
مسلمانوں پر بھی بمباری جائز ہے۔	۵۱۹
جنگ بدر میں صحابہ کو چند ہدایات۔	۵۲۰
دوسری فصل	۵۲۱
فوج میں رکوع و درود مخصوص الفاظ مقرر کرنا تاکہ اپنے لائے کی پہچان ہو سکے۔	ایضاً
حضرت صدیق اکبر کی سپہ سالاری میں رکوع و درود علامات	۵۲۲
دوران جنگ نعرۂ تکبیر بہتر ہے۔	۵۲۳
صبح کے وقت حملہ بہتر ہے۔	ایضاً
جناب حمزہ، علی، عبیدہ کی بدر میں جنگ۔	۵۲۶
تیسری فصل	۵۲۸
قیدیوں کا بیان۔	۵۲۹
پہلی فصل	ایضاً
شدت سے مخبر جاسوس کی سزا قتل ہے۔	۵۳۰
جاسوس کے لئے علامات ...	۵۳۱
سردار کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونا سنت ہے۔	۵۳۲
جنگ خندق۔	

نجد کی طرف کے قیدی حضرت ثمامہ بن اثال کا اسلام لانے کا پورا واقعہ۔	۵۳۲
مطعم کی سفارش، قیدی رہا ہو سکتے تھے۔	۵۳۴
اسی کافروں کا اچانک حملہ کرنا اور ان کا گرفتار ہونا۔	ایضاً
سرداران قریش کو ایک کنوئیں میں دفن کرنا۔	۵۳۹
حضور کا مردہ کافروں کو قبر پر جا کر کلام کرنا حضرت عمر کا اعتراض کرنا	۵۴۱
مسئلہ سماع موتیٰ	۵۴۲
قبیلہ ہوازن کے قیدیوں کی رہائی	۵۴۵
بغیر اجازت کے سردار غازی کا مال غنیمت واپس نہیں کر سکتا	۵۴۶
اسلام میں بیعت کے احکام۔	ایضاً
قیدی کے احکام۔	۵۴۷
دوسری فصل	۵۴۸
حضرت زینب کا ابوالعاص کے فدیہ میں ہار بھیجنا اور ابوالعاص کا ایمان لانا۔	۵۴۹
بدر کے قیدیوں کے چھوڑنے اور فدیہ لینے میں اختلاف	۵۵۰
ارادۂ الٰہی اور رضاء الٰہی کا فرق۔	ایضاً
بنی قریظہ کے قیدی	۵۵۱
صلح حدیبیہ	۵۵۲
تیسری فصل	۵۵۳
بنی جذیمہ کے قیدیوں کے متعلق ابن عمر و خالد کا اختلاف	ایضاً
باب امان پہلی فصل	۵۵۵
حضرت ام ہانی کے امان دینے کا واقعہ	ایضاً
دوسری فصل	[illegible]
عورت امان دے سکتی ہے۔	[illegible]
عہد توڑنا امان دینے کے بعد قتل کرنا قیامت میں رسوا ہوگا	

عمرو بن عبسہ کا امیر معاویہ کو تنبیہ کرنا۔	۵۵۸
ابو رافع کے اسلام کا واقعہ۔	۵۵۹
مسیلمہ کا قاصد دربار نبوی میں قاصد سفیر ایلچی کو قتل نہیں کیا جاتا	۵۶۰
معاہدہ پورا کرنے کی تاکید۔	۵۶۱
کفار کا حلیف بننا جائز نہیں۔	″
تیسری فصل	″
مسیلمہ کے دو قاصد دربار نبوی میں	″
باب	۵۶۲
غنیمتوں کی تقسیم اور ان میں خیانت	″
پہلی فصل	″
غنیمت۔ فئی۔ جزیہ۔ خراج کا فرق	۵۶۳
پہلی امتوں کے مال غنیمت اور قربانی کو آگ جلاتی تھی ہمارے لئے حلال ہوئیں۔	″
حضرت ابو قتادہ کا واقعہ۔	″
امام اعظم امام مالک امام شافعی کا غنیمت کے بارے میں اختلاف	۵۶۵
غنیمت میں سوار اور پیدل کے حصہ کا بیان مع دلائل۔	۵۶۶
حضرت رباح کا فزاری ڈاکو سے مقابلہ	۵۷۳
جس مال کو کافر حربی قبضہ کرلے اس کے احکام	۵۷۴
غنیمت کے پانچ حصوں کی تقسیم مع دلائل۔	۵۷۴
جو شہر بغیر جنگ صلح سے مل جائے اس کی غنیمت کا حکم	″
خیبر کی زمین کی تقسیم۔	۵۷۵
دوسری فصل	۵۷۶
خیانت کا بیان	″
خیانت کردہ اشیاء مشکل ہو کر خائن پر سوار ہوں گی۔	″
حدیث سکونی کا ثبوت۔	۵۸۰
فصل ثالث	۵۸۰
ہمارے لئے غنائم حلال فرمادیں۔	۵۸۰
حضرت عمیر مولیٰ ابی اللحم کا واقعہ	۵۸۱
سوار اور پیادہ غازی کا حصہ مع تفصیل	۵۸۳
حضرت ابو موسیٰ اشعری کا واقعہ ہجرت	۵۸۴
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذوالفقار تلوار کی تحقیق۔	۵۹۰
غنیمت سے کھانے پینے کے احکام اور اجازت وغیرہ	۵۹۲
نوفل اور عبد الشمس کی اولاد کو خمس سے حصہ نہ دینے کی وجوہات	۵۹۵
تیسری فصل	۵۹۶
جنگ بدر	″
ابو جہل کا قتل اور ہاتھ جوڑنے کا واقعہ۔	۵۹۷
ایمان کی گواہی دینے کا کیا حکم ہے۔	۶۰۰
حضرت عثمان کی عدم موجودگی میں انکی بیعت اور حصہ غنیمت	۶۰۲
غنیمت میں دس بکریاں ایک اونٹ کے برابر ہیں۔	۶۰۲
پہلی امتوں میں جہاد صرف حضرت یوشع نے کیا۔	″
حضرت یوشع علیہ السلام نے سورج کو روک دیا۔	۶۰۳
غنیمت کے مردود ہونے کا واقعہ اور ایک شخص کا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔	″
پہلی کسی امت کے لئے غنیمت حلال نہیں تھیں۔	۶۰۴
جزیہ کا بیان۔	۶۰۶
مجوس کے مابین شادی و جزیہ کا حکم۔	″
دوسری فصل	۶۰۷
جزیہ کی مقدار۔	″
ایک زمین میں دو قبیلہ مناسب نہیں۔	۶۰۸
مسلمان پر جزیہ نہیں۔	″

تیسری فصل		طریقہ تقسیم۔	۶۳۳
حضرت عمر نے کیا جزیہ مقرر فرمایا۔	۶۱۲	باغ فدک	۶۳۵
صلح کا باب	؍	شکار کا بیان	۶۴۰
پہلی فصل	۶۱۳	پہلی فصل	
صلح حدیبیہ	؍	کتے کے شکار کا حکم۔	۶۴۲
وقت صلح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ابن عبد اللہ اپنے دست اقدس سے لکھنا	۶۱۴	غلیل۔ تیر۔ بندوق کے شکار کا حکم۔	
ابو بصیر کا اسلام مع ہجرت ابو بصیر کو نو مسلموں کی امداد	۶۱۷	ذبیحہ کس کس چیز سے ہوتا ہے۔	۶۴۳
پہلی شرط کو کفار مکہ نے خود توڑ دیا۔	۶۱۸	بوقت ذبیحہ رحم و نرمی اختیار کرنی چاہئے۔	۶۴۵
عورتوں کو بیعت کرنے کا طریقہ۔	۶۱۹	جانوروں اور غلاموں کو داغنے کے احکام	۶۴۶
دوسری فصل	۶۲۰	دوسری فصل	۶۴۸
عہد کا توڑنا ظلم ہے۔	۶۲۱	شکار زخمی ہو کر بھاگ جائے اور دوسری دن ملے تو کیا حکم ہے	۶۴۹
عورتوں کا ہاتھ میں ہاتھ لیکر بیعت کی خواہش کرنا اور حضور کا جواب	۶۲۲	یہود و نصاریٰ اور غیر مسلموں کے برتنوں کا شرعی حکم۔	۶۵۰
تیسری فصل	؍	جنین (شکار کے حمل) جو پیدا ہوتے ہیں ان کے احکام	۶۵۲
واقعہ حدیبیہ مکرر۔	۶۲۳	زندہ جانوروں سے گوشت کاٹنے کا حکم۔	۶۵۴
باب یہود کا جزیرہ عرب سے نکالنا۔	۶۲۴	تیسری فصل	۶۵۵
عرب کے صوبے۔	؍	عطا ابن یسار نے احد پہاڑ پر اونٹنی ذبح کی۔	؍
حضرت عمر نے یہود کو خیبر سے جلاوطن کیا۔	۶۲۶	کتے کا بیان۔	۶۵۶
مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو مع تین وصیتیں۔	۶۲۷	کتے پالنے والے کے عمل سے دو دانگ کم ہوتے ہیں۔	؍
دوسری فصل	۶۲۸	کتے کے اقسام اور کاٹنے کا نقصان۔	۶۵۷
تیسری فصل	؍	تین قسم کے کتے پالنے کا حکم۔	۶۵۸
تیما اور اریحا کے یہود کو بھی جلاوطن کر دیا۔	۶۲۹	دوسری فصل	
فئی کا بیان	؍	کتا پالنے والے کے عمل میں نقصان ہوتا ہے سخت ذکاری۔	؍
پہلی فصل	؍	حرام و حلال جانور کا بیان	۶۵۹
فئی کا مصرف	۶۳۰	چھ چیزیں حرام ہیں مع تفصیل	
دوسری فصل	۶۳۱	حلال و حرام جانور۔	۶۶۱

گدھے گھوڑے خچر کا فرق و حکم	٦٦٠
خرگوش حلال ہے۔	٦٦١
گوہ کی حلت میں اختلاف ہے۔	٦٦٢
ٹڈی حلال ہے۔	〃
عنبر مچھلی کا واقعہ	٦٦٤
مکھی کے گرنے کا حکم۔	〃
مکھی کے ایک بازو میں شفا ہے دوسرے میں بیماری ہے	٦٦٥
مکھی میں امتیازی نشان۔	〃
چوہے کے گرنے کے احکامات	〃
سانپ کو مار دو وہ بہت زہریلے ہوتے ہیں۔	〃
سانپ کو تین دن مہلت دو پھر نکلے تو مار دو۔	٦٦٨
گرگٹ کو مار دو۔	٦٦٩
گرگٹ کا پھونک مارنا اور ہدہد کا پانی ڈالنا۔	٦٧٠
گرگٹ کا نام بدکار رکھا گیا۔	〃
گرگٹ کو مارنے میں نیکی۔	〃
حضرت موسیٰ کو چیونٹی کے کاٹنے کا قصہ۔	〃
چیونٹی کو مارنے کا حکم۔	٦٧١

دوسری فصل	٦٦١
پنیر کا کھانا سنت۔	٦٦٢
جلالہ گندگی کھانے والے جانوروں کا حکم۔	〃
جلالہ کا کھانا اور اس کا بیچنا منع ہے۔	٦٦٣
دو مرے اور دو خون حلال ہیں۔	٦٦٤
جو دریا میں مر جائے وہ حرام ہے۔	٦٦٥
ٹڈی دل بے شمار ہیں یہ اللہ کا بڑا لشکر ہے۔	〃
ٹڈی حلال طیبی ہے۔	٦٦٦
مرغ کو برا نہ کہو۔	〃
سانپ کی طبعی عمر اس کے فوائد و حرمت۔	٦٦٧
سانپ کے متعلق غلط روایت۔	〃
بیرونِ منزل کے سانپوں کے مارنے کا حکم علاوہ سفید سانپ کے۔	٦٦٩
مکھی میں دو خواص ہیں۔	〃
چار جانوروں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔	٦٨٠
تیسری فصل	〃
اللہ و رسول نے کتنے جانور حرام فرمائے۔	٦٨١
[illegible] کی حرمت شروع ہو جاتی ہے۔	٦٨٢
[illegible]	〃

ملنے کا پتہ
نعیمی کتب خانہ گجرات (پاکستان)